احوال انبیاء علیہ السلام

ڈاکٹر ساجد امجد

Marfat.com

DATA ENTERED

احوالِ انبیاء علیہ السلام

ڈاکٹر ساجد امجد

CITY BOOK POINT
Naveed Square. Urdu Bazzar, Karachi
Ph # 021-32762483
E-Mail: citybookurdubazaar@gmail.com

Marfat.com

۱۹۹۷۵۶

باذوق لوگوں کے لئے خوبصورت اور معیاری کتاب

بیاد
HASSAN DEEN

ادارہ **City Book Point** کا مقصد ایسی کتب کی اشاعت کرنا ہے جو تحقیق کے لحاظ سے اعلیٰ معیار کی ہوں۔ اس ادارے کے تحت جو کتب شائع ہوں گی اس کا مقصد کسی کی دل آزاری یا کسی کو نقصان پہنچانا نہیں بلکہ اشاعتی دنیا میں ایک نئی جدت پیدا کرنا ہے۔ جب کوئی مصنف کتاب لکھتا ہے تو اس میں اس کی اپنی تحقیق اور اپنے خیالات شامل ہوتے ہیں ضروری نہیں کہ آپ اور ہمارا ادارہ مصنف کے خیالات اور تحقیق سے متفق ہوں۔ ہمارے ادارے کے پیش نظر صرف تحقیقی کتب کی اشاعت ہے۔

ہر خاص و عام کو مطلع کیا جاتا ہے کہ جو ادارے ہماری تحریری اجازت کے بغیر ہمارے ادارے کا نام بطور اسٹاکسٹ، ناشر، ڈسٹری بیوٹر یا تقسیم کار کے طور پر اپنی کتابوں میں لگا رہے ہیں اس کی تمام ذمہ داری ہمارا نام استعمال کرنے والے ادارے پر ہوگی اور ہمارا ادارہ بھی ہمارا نام استعمال کرنے والے کے خلاف قانونی چارہ جوئی کا حق رکھتا ہے۔

ہماری لاکھ کوشش کے باوجود اگر کتاب میں کوئی غلطی رہ گئی ہو تو ہم معذرت خواہ ہیں برائے مہربانی نشاندہی ضرور کروائیں تاکہ ہم اگلے ایڈیشن میں اسے درست کرلیں۔ ناشر

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب: احوال انبیاء علیہ السلام
مصنف: ڈاکٹر ساجد امجد
ناشر: سٹی بک پوائنٹ
تعداد: 500
اشاعت سن: 2015ء
قیمت: =/1200 روپے

Marfat.com

انتساب

اپنے داماد عاطف احمد کے نام جن کے توسط سے مجھے "عمرہ" کرنے کی سعادت نصیب ہوئی۔

Marfat.com

فہرست

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
1	پیش لفظ	5
2	حضرت آدم علیہ السلام	7
3	حضرت ادریس علیہ السلام	29
4	حضرت نوح علیہ السلام	56
5	حضرت ہود علیہ السلام	76
6	حضرت صالح علیہ السلام	110
7	حضرت اسمعیل علیہ السلام	147
8	حضرت لوط علیہ السلام	170
9	حضرت یعقوب علیہ السلام	201
10	حضرت شعیب علیہ السلام	232
11	حضرت یوشع علیہ السلام بن نون	246
12	حضرت حزقیل علیہ السلام	272
13	حضرت الیاس علیہ السلام	306
14	حضرت الیسع علیہ السلام	337
15	حضرت شموئیل علیہ السلام	370
16	حضرت داؤد علیہ السلام	399
17	حضرت سلیمان علیہ السلام	431
18	حضرت ایوب علیہ السلام	464
19	حضرت یونس علیہ السلام	493
20	حضرت دانیال علیہ السلام	565
21	حضرت عزیر علیہ السلام	595
22	حضرت زکریا علیہ السلام	623
23	حضرت یحیٰ علیہ السلام	649

Marfat.com

پیش لفظ

اندھیرے اور اجالے کے درمیان خط امتیاز دکھانے یا بتانے والی بات نہیں۔ جب آنکھیں کچھ دیکھنے سے عاری ہو جاتی ہیں تو انسان اجالے کی تلاش کرتا ہے یا اجالے کی ضرورت پیش آ جاتی ہے۔

اندھیرے کو اجالے میں تبدیل کرنے کے لیے ایک چراغ کی ضرورت پیش آتی ہے۔ اسے چراغ نہ کہیے کچھ اور کہہ لیجیے۔ ایک ایسا ذریعہ کر لیجیے جو اندھرے کو روشنی میں تبدیل کر دے۔

ضلالت و گمراہی کے اندھیرے کو دور کرنے کے لیے جن ہاتھوں نے چراغ جلائے وہی بابرکت ہاتھ اللہ کے رسول اور نبی کہلائے۔

اندھیرے کی شہ رگ کاٹ کر روشنی کے جسد میں روح پھونکنے کا یہ عمل اتنا آسان نہیں۔ اگر یہ عمل اتنا سہل ہوتا تو ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبروں کی ضرورت پیش نہ آتی۔ چراغ جلانے والے وہی ہاتھ وہ محبوب ہستیاں ہیں جن سے کچھ کا ذکر خدائے قدوس نے اپنے مقدس کلام میں تفصیلاً بھی اور اجمالاً بھی کیا ہے۔

قرآن کریم تاریخی کتاب نہیں یہ تو عبرت و بصیرت کا سامان مہیا کرنے کے لیے اتاری گئی ہے۔ اسی لیے یہ تاریخی اسلوب کے درپے نہیں ہوتا، صرف ابلاغ حق اور دعوت الی اللہ کے مقصد کو پیش نظر رکھتا ہے۔

اس اجمال کی تفصیل کے لیے مفسرین نے مستند احادیث، روایات، تاریخ اور جغرافیائی نقشوں کی مدد سے ان پاکیزہ ہستیوں کے حالات، مقام نزول، ان کی تبلیغی سرگرمیوں کے بارے میں معلومات جمع کی ہیں۔

قرآن مجید قصص و واقعات کا سلسلہ بیشتر گزشتہ اقوام اور ان کی جانب بھیجے ہوئے پیغمبروں سے وابستہ ہے اس لیے حالات لکھنے والوں کے پیش نظر ''توریت'' بھی رہی ہے البتہ اہل رائے مفسرین نے یہ احتیاط ضرورت اختیار کی ہے کہ ''توریت'' کی مبالغہ آرائی سے گریز بھی کیا ہے۔ پھر بھی اسرائیلی روایات کے بیشتر حصے شامل احوال ہو گئے ہیں۔

''نیل گوں چھت تلے زمین کے سینے پر بسنے والی مخلوق میں یہی واحد ایسا پاکیزہ گروہ (انبیاء کرام) ہے جو لغزش و عصیاں کے آلائشوں سے بالکل منزہ و مبرا ہے بلکہ اس کی بو سے بھی کوسوں دور ہے۔ قصہ مختصر یہ جماعت خلاصہ تخلیق اور کائنات کا محور و مرکز ہے۔ اسی لیے تو خدائے لازوال نے اپنی سب سے عظیم کتاب کو ان کی سیرت کے خاکوں سے مزین کیا ہے۔''

ان ستودہ صفات ہستیوں کے سیرت نگاری میں ان گنت اہل علم نے قلم اٹھایا ہے لیکن بات وہی ہے جتنے قلم اتنی تحریریں۔ ''ہل من مزید'' کا تقاضا ہمیشہ رہتا ہے میں نے بھی اس کیاری میں اک پھول کھلانے کی کوشش کی ہے لیکن اس کوشش کے ساتھ کہ انداز بیان کی خشکی کے روایتی اسلوب سے بچا جائے۔ اس کے لیے میں نے ''فکشن'' کا راستہ اختیار کیا ہے یعنی جہاں تک ممکن ہو سوانح کو کہانی کے انداز میں تحریر کیا جائے۔ میری سابقہ تحریروں کا عالم بھی یہی رہا ہے۔ دنیاوی شخصیات کو بھی میں نے اس طرز سخن میں ڈھالا ہے۔ انبیائے کرام کے قصوں میں بھی یہی طریقہ اختیار کیا ہے۔ پڑھنے والا کہانی کی دلچسپی کے ساتھ ان مضامین کو پڑھتا چلا جاتا ہے۔ میں نے حوالوں کے لیے مذہبی کتب کے ساتھ ''تاریخ'' کو بھی مدنظر رکھا ہے۔

Marfat.com

ان مضامین کو پڑھتے ہوئے بعض ''کڑیاں'' درمیان سے غائب نظر آئیں گی یعنی بعض نام شامل نہ ہو سکے مثلاً ابراہیمؑ، یوسف علیہ السلام، موسیٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام ایسے جلیل القدر پیغمبر طوالت کے باعث اگلی کتاب میں شائع ہوسکیں گے۔ اگر یہ مضامین اس وقت شامل کیے جاتے تو کتاب کی ضخامت ضرورت سے زیادہ بڑھ جاتی۔

اس کتاب میں شامل تمام مضامین ماہانہ سسپنس ڈائجسٹ میں شائع ہوئے اور پسند کیے گئے اب کتابی صورت میں قارئین کے سامنے ہیں۔

دعائے خیر کا طالب

ڈاکٹر ساجد امجد

Marfat.com

حضرت آدم علیہ السلام

حدیث قدسی ہے ''میں ایک مخفی خزانہ تھا۔ میں نے چاہا کہ پہچانا جاؤں تو میں نے مخلوق پیدا کی۔''

دنیا کے تمام مذاہب کا کہنا ہے کہ خالق کائنات نے انسان اول کو آدمی کی شکل میں پیدا کیا۔ لفظ آدم کے لفظی معنی مٹی سے بنا ہوا، بھورا، مٹیالہ، گندمی اور ابوالبشر کے ہیں۔ بعض اصحاب اللغت کے نزدیک یہ لفظ عربی ہے اور بعض کے نزدیک عجمی ہے۔ بعض کے نزدیک اس لفظ کا مادہ آدمت اور بعض کے نزدیک ''اویم'' ہے۔ سنسکرت میں ''آدٗ'' منش کا مخفف ہے اور ایک تفسیر کے مطابق لفظ آدم کی اصل بنی آد ہے جسے بنظر تخفیف آدم کہا جانے لگا۔

آدم وحوا کے الفاظ دراصل تورات کی وساطت سے انگریزی اور دوسری زبانوں تک پہنچے۔ انسائیکلو پیڈیا آف برٹانیکا کے مطابق عبرانی زبان میں بھی لفظ آدم، انسان کے ہم معنی ہے جب کہ انسائیکلو پیڈیا آف اسلام کے مطابق عبرانی کے علاوہ فنیقی اور سبائی زبانوں میں بھی لفظ آدم بمعنی آدمی، جنس اور بشر آیا ہے۔ کسی فن کے موجد یا مورث اعلیٰ کو بھی آدم کہا جاتا ہے۔

قرآن عزیز میں حضرت آدم علیہ السلام کا نام 55 مرتبہ پچیس آیات میں آیا ہے۔

نظریہ ارتقا کے بانیوں کا یہ کہنا ہے کہ انسان اپنی ابتدائی تخلیق وتکوین ہی سے انسان پیدا نہیں ہوا بلکہ کائنات ہست وبود میں اس نے بہت سے مدارج طے کر کے مجوزہ انسانی شکل حاصل کی ہے۔

مذہب یہ کہتا ہے کہ خالق کائنات نے انسان اول کو آدم کی شکل ہی میں پیدا کیا اور پھر اس کی طرح ایک ہم جنس مخلوق حوا علیہ السلام کو وجود دے کر کائنات ارض پر نسل انسانی کا سلسلہ قائم کیا اور یہی وہ انسان ہے جس کو خالق کائنات نے عام مخلوق پر برتری اور بزرگی عطا فرمائی اور امانت الٰہی کا بارگراں اس کے سپرد فرمایا اور کل کائنات کو اس کے سپرد کر کے خلافت ونیابت الٰہی کا شرف اس کو بخشا۔

غرض کسی طویل بحث میں جائے بغیر کہا جاسکتا ہے کہ انسان اول خواہ نظریہ ارتقا کے مطابق درجہ بہ درجہ انسانی شکل تک پہنچا ہو یا ابتدا ہی سے انسانی شکل میں وجود پذیر ہوا ہو علم اور مذہب دونوں اس بات پر متفق ہیں کہ موجودہ انسان ہی اس کائنات کی سب سے بہتر مخلوق ہے، بہ اعتبار حسن بھی اور بہ اعتبار عقل بھی۔

''بلاشبہ ہم نے انسان کو بہترین صورت میں بنایا۔''

''بلاشبہ ہم نے نسل آدم کو تمام کائنات پر بزرگی اور برتری بخشی۔''

اسلامی مورخین کے ایک گروہ کا خیال ہے کہ دورِ آدمؑ سے پہلے زمین پر ایک قسم کی مادی اور خونریز مخلوق موجود تھی جو ہر وقت زمین پر فساد برپا کیے رہتی تھی۔ قرآن پاک اس مخلوق کو ''جن'' قرار دیتا ہے اور مفسرین کا ایک گروہ حضرت آدمؑ کو اسی مخلوق کا خلیفہ قرار دیتا ہے یعنی ماقبل مخلوق کا جانشین یا ان کے بعد آنے والا۔

''جنوں'' کی خوں ریزی کو روکنے کے لیے فرشتوں کو بھیجا گیا۔ فرشتوں کے اس لشکر نے اس مخلوق کو مار مار کر سمندروں، جزیروں اور ویرانوں کی طرف دھکیل دیا۔ ابلیس بھی ان جنوں میں سے تھا جسے گرفتار کرلیا گیا۔ پھر یہ آسمانوں میں فرشتوں کے ساتھ رہنے لگا۔ حضرت آدمؑ کی تخلیق کے وقت یہ آسمان پر موجود تھا۔

Marfat.com

زمین کا سینہ سپاٹ پڑا تھا۔ چہل قدمی کی کوئی آواز نہیں تھی۔ قدموں کا کوئی نشان نہیں تھا۔ راتیں بے چراغ، دن ہر وجود سے خالی تھے۔ تب خالق کائنات نے چاہا وہ ایک اور مخلوق پیدا کرے جو اس کا نائب بھی ہو اور اس کے خالق ہونے کی گواہی بھی دے۔ اس سے پہلے وہ زمین و آسمان تخلیق کر چکا تھا مگر کوئی گواہی دینے والا بھی تو ہو۔ کوئی اس کا شکر گزار بھی تو ہو۔ کوئی اس کا احسان مند بھی تو ہو۔

آسمان کے سناٹوں میں جلال خداوندی کی آواز گونجی۔ فرشتے سجدے میں گر گئے اور حکم الٰہی کی طرف کان لگا دیے۔

''میں عنقریب، کھنکناتی ہوئی مٹی سے ایک مخلوق پیدا کرنے والا ہوں جو بشر کہلائے گی اور زمین میں ہماری خلافت کا شرف حاصل کرے گی۔ یہ تمام مخلوقات میں برتر ہوگی۔''

اس اعلان کا فی الوقت وہی اثر ہوا جو ہونا تھا۔ فرشتوں کی جماعت ورطہ حیرت میں ڈوب گئی۔ یہ کیسا اعلان ہے۔ یہ کیسی مخلوق ہوگی جو وجود میں آنے والی ہے۔ ان کے دلوں میں خدشات تھے لیکن حکم الٰہی سے سرتابی کی مجال نہیں تھی بلکہ اس حکم کے خلاف سوچنا بھی راندۂ درگاہ ہو جانا تھا۔

چاند کا چراغ روشن ہو گیا تھا۔ ستاروں کی قندیلیں جل اٹھی تھیں۔ دن چھپ گیا تھا رات آ گئی تھی کہ ابلیس، فرشتوں کی ایک جماعت کے قریب آیا اور ان سے لگ کر بیٹھ گیا۔

''تم نے سنا اب کیا ہونے والا ہے۔''

''جو تم نے سنا وہی ہم نے بھی سنا'' فرشتوں نے کہا۔

''اب مٹی جیسی ناکارہ چیز سے بھی مخلوق پیدا کی جائے گی اور اسے برتر بھی کہا جائے گا۔''

''رب کائنات جو چاہے کرے۔''

''اے فرشتو! کیا تمہیں یہ عجیب نہیں لگتا کہ تم ''نور'' سے بنائے گئے ہو اور میں آگ سے اور وہ ہم سب سے برتر ہوگا۔ میری تو خیر کوئی حقیقت نہیں لیکن وہ تو تم سے بھی برتر ہوگا۔ تمہیں چاہیے کہ تم احتجاج کرو۔''

''اے ابلیس! تو یہ کیا سوچ بیٹھا ہے۔ مخلوق کبھی خالق سے احتجاج کر سکتی ہے؟''

''چلو احتجاج نہ کرو، بارگاہ خداوندی میں پہنچ کر پوچھا تو جائے کہ وہ ہماری حق تلفی کیوں کر رہا ہے۔ ہم دن رات اس کی تسبیح کرتے ہیں۔ اس کا صلہ یہ ہے؟''

''تو ضرور ہمیں اللہ رب العزت کی نظروں سے گرا کر چھوڑے گا۔ ایسی باتیں کیوں کرتا ہے۔''

''میرا علم مجھے بتا رہا ہے کہ یہ بھی پچھلی مخلوق کی طرح فساد برپا کرتا رہے گا۔''

''تجھ سے بہتر وہ جانتا ہے جو اسے بنا رہا ہے۔''

''میرا کام تمہیں سمجھانا تھا۔ اب تم نہیں سمجھتے تو میں کیا کر سکتا ہوں۔'' ابلیس نے کہا اور ان کے پاس سے ہٹ گیا۔

اس نے بہت کوشش کی تھی کہ فرشتوں کو اپنا ہم خیال بنا لے لیکن اس کی ایک نہ چلی البتہ اس نے اپنے لیے سوچ لیا تھا کہ اسے کیا کرنا ہے۔

آدمؑ کا خمیر مٹی سے گوندھا گیا اور ایسی مٹی سے گوندھا گیا جو نت نئی تبدیلی قبول کرنے والی تھی۔ جب یہ مٹی پختہ ٹھیکرا کی طرح آواز دینے لگی تو اللہ تعالیٰ نے اس جسد خاکی میں روح پھونکی اور وہ گوشت پوست، ہڈی، پٹھے کا زندہ انسان بن گیا اور ارادہ، شعور، عقل اور وجدانی جذبات کا حامل نظر آنے لگا۔

اس موقع پر فرشتوں کو وہ باتیں یاد آ گئیں جو ابلیس ان سے کر چکا تھا۔ ابلیس نے بھی آنکھوں آنکھوں میں اشارے کیے کہ یہی موقع ہے۔ جو اعتراضات میں نے اٹھائے تھے ان کا اظہار کر دو۔ فرشتوں نے حقیقت حال کی دریافت کے لیے بارگاہ الٰہی میں عرض کیا۔

Marfat.com

''اگر اس ہستی کی پیدائش میں یہ حکمت پوشیدہ ہے کہ یہ دن رات تیری تسبیح وتہلیل میں مصروف رہے تو اس کے لیے ہم حاضر ہیں بلکہ کرتے ہی رہے ہیں۔ تیرا ہر حکم بجالاتے رہے ہیں جب کہ اس ''خاکی'' سے ہمیں نافرمانی اور فتنہ وفساد کی بو آتی ہے۔ یہ تو تیری زمین میں فتنہ وفساد برپا کرے گا۔ تیرا یہ فیصلہ آخر کس حکمت پر مبنی ہے۔''

خالق کائنات جانتا تھا کہ یہ بغاوت نہیں بلکہ فرشتے ناواقف ہیں اور واقفیت چاہتے ہیں۔ نہایت نرمی سے فرمایا گیا۔

''مخلوق کو خالق کے معاملات میں جلد بازی نہیں کرنی چاہیے۔ تم تو حقیقت حال کے اظہار سے پہلے ہی شک وشبہ میں مبتلا ہوگئے حالانکہ تمہیں یہ سوچنا چاہیے تھا کہ جو میں جانتا ہوں وہ تم نہیں جانتے۔ میں نے جو کچھ کہا اس کے پیچھے کوئی حکمت ضرور ہوگی۔

''اور جب ایسا ہوا تھا کہ تمہارے پروردگار نے فرشتوں سے کہا تھا کہ میں زمین میں ایک خلیفہ بنانے والا ہوں۔ فرشتوں نے کہا کہ ایسی ہستی کو خلیفہ بنایا جارہا ہے جو زمین میں خرابی پھیلائے گی اور خونریزی کرے گی حالانکہ ہم تیری حمد وثنا کرتے ہوئے تیری پاکی وقدوسی کا اقرار کرتے ہیں۔ اللہ نے کہا میری نظر جس حقیقت پر ہے تمہیں اس کی خبر نہیں۔'' (البقرہ)

اللہ کو سب معلوم تھا کہ ابلیس نے کچھ ایسی باتیں کردی ہیں کہ فرشتے تخلیق آدم کی طرف سے فکرمند ہوگئے ہیں لہٰذا اچھا ہے کہ اس حکمت کا راز ان پر کھل جائے تاکہ ان پر عظمت آدمؑ کی برتری کا راز ظاہر ہوجائے اور یہ عملی مظاہرہ اس طرح ہو کہ ابلیس بھی اسے اچھی طرح دیکھ لے اور وہ جس غلطی کا مرتکب ہونے کا ارادہ کررہا ہے اس سے باز آجائے۔

اللہ تعالیٰ نے اس عملی مظاہرے کے لیے اپنی سب سے عظیم صفت ''علم'' سے نواز دیا۔ اس کے لیے کیا مشکل تھا۔ اس نے کہا ہوجا اور وہ ہوگئی۔ حضرت آدمؑ علم اشیا سے باخبر ہوگئے۔ اس وقت جس قدر اشیا عالم کائنات میں موجود تھیں حضرت آدم علیہ السلام کو ان سب کے نام بتادیے گئے پھر ان اشیا کا مظاہرہ فرشتوں کے سامنے کیا اور ان سے پوچھا۔

''بھلا بتاؤ تو سہی ان اشیا کے بارے میں تم کیا علم رکھتے ہو۔''

''ہم ان چیزوں کے بارے میں کچھ بھی نہیں جانتے کیونکہ ہم تو صرف اتنا جانتے ہیں جتنا تو نے ہمیں بتادیا ہے۔''

''بس تو پھر اس لاعلمی پر آدمؑ کی برتری پر شک کررہے تھے۔''

''ہماری کیا مجال کہ ہم شک کریں۔ ہم تو اپنے یقین کو پختہ کررہے تھے۔''

اللہ تعالیٰ نے ان اشیا کا مشاہدہ کرایا اور آدمؑ نے ان سب کے نام بتادیے کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے ہی ان اسما سے انہیں باخبر کردیا تھا۔

''جب فرشتوں نے اپنے عجز کا اعتراف کرلیا تو حکم الٰہی ہوا، اے آدمؑ! تم فرشتوں کو ان کے نام بتلادو۔ جب آدمؑ نے بتلادیے تو اللہ نے فرمایا کیا میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ آسمان وزمین کے تمام غیب مجھ پر روشن ہیں اور جو کچھ تم ظاہر کرتے ہو وہ بھی میرے علم میں ہے اور جو کچھ تم چھپاتے ہو وہ بھی مجھ سے مخفی نہیں۔'' (البقرہ)

ملائکہ چونکہ اپنی خدمات کے سوا ہر قسم کی دنیوی خواہشوں اور ضرورتوں سے بے نیاز تھے اس لیے وہ ان کے علم سے بھی ناآشنا تھے اور آدمؑ کو چونکہ ان سب سے واسطہ پڑنا تھا اس لیے ان کا علم ان کے لیے ایک فطری امر تھا جو اللہ تعالیٰ نے انہیں عطا کردیا۔

ابلیس ان مظاہروں کو دیکھ دیکھ کر اندر ہی اندر پیچ وتاب کھا رہا تھا۔ اس کے تمام منصوبے خاک میں مل گئے۔ وہ دیکھ رہا تھا کہ اس کے تمام منصوبے خاک میں مل گئے۔ وہ دیکھ رہا تھا کہ فرشتے قائل ہوگئے ہیں۔ اس کا غرور یہ ماننے کو تیار نہیں تھا کہ آدمؑ اس سے برتر ہیں۔ اس نے سوچ لیا تھا کہ وہ اس کا اظہار کسی مناسب موقع پر ضرور کرے گا۔ اللہ تعالیٰ نے اسے

Marfat.com

یہ موقع اسی وقت فراہم کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم دیا کہ تم اس (آدم) کے سامنے سر بہ سجود ہو جاؤ۔ تمام فرشتے حکم کی تعمیل میں سجدے میں گر پڑے مگر ابلیس (شیطان) نے غرور میں آ کر تعمیل حکم سے انکار کر دیا۔ اس سے ایک عظیم خطا سرزد ہو گئی۔

''ہم نے فرشتوں کو حکم دیا تھا کہ آدم کے آگے سر بہ سجود ہو جاؤ۔ وہ جھک گئے مگر ابلیس کی گردن نہیں جھکی۔ اس نے نہ مانا اور گھمنڈ کیا اور حقیقت یہ ہے کہ وہ کافروں میں سے تھا'' (البقرۃ)

اللہ تعالیٰ اگرچہ عالم غیب ہے۔ دلوں کے بھید جانتا ہے۔ جانتا تھا کہ ابلیس نے سجدے سے انکار کیوں کیا ہے لیکن پھر بھی جتانے کے لیے پوچھا اور اس لیے بھی پوچھا کہ اس کے انکار کے سبب سے سب واقف ہو جائیں۔

''کس بات نے تجھے جھکنے سے روکا جب کہ میں نے حکم دیا تھا''

''اس بات نے کہ میں آدم سے بہتر ہوں۔ تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا ہے، اسے مٹی سے۔ بھلا خاک کو آگ سے کیا نسبت۔ اے خدا! پھر یہ تیرا حکم کہ ناری، خاکی کو سجدہ کرے کیا انصاف پر مبنی ہے؟''

جلال خداوندی نے آواز دی'' کبر و نخوت نے تجھے اس قدر اندھا کر دیا کہ تو اپنے خالق کے حقوق و احترام خالقیت سے بھی منکر ہو گیا۔ پس تو اب اس سرکشی کی وجہ سے ابدی ہلاکت کا مستحق ہے۔ تو مردود ہوا۔''

ابلیس اپنے غرور تکبر میں یہ بھول گیا کہ وہ آگ سے بنا ہے لیکن ہے تو مخلوق۔ مخلوق کی حقیقت خالق سے بہتر خود وہ مخلوق بھی نہیں جان سکتی۔ خدا ہی بہتر جانتا ہے کون برتر ہے کون کم تر۔ کم تری اور برتری مخلوق کے خمیر سے نہیں اس کی صفات سے ہے۔

ابلیس کے جواب کے ساتھ ہی آسمان پر ایک مہیب سناٹا چھا گیا۔ فرشتوں پر لرزہ طاری ہو گیا۔ ایسا کبھی نہیں ہوا تھا کہ حکم الٰہی سے کسی نے انکار کیا ہو۔

''اے ابلیس! تجھے اس گستاخی نے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے میری آغوش رحمت سے دور کر دیا۔''

اس حکم کے بعد بھی توبہ اور ندامت کی بجائے وہ اصرار گناہ پر اڑا رہا۔

''اگر تو نے مجھے اپنے سے دور کر ہی دیا ہے تو مجھے قیام قیامت تک مہلت عطا کر۔ مجھے اس وقت تک موت نہ آئے جب تک قیامت بپا نہ ہو جائے۔''

تیری بدبختی کا تقاضا بھی یہی ہے کہ تیری زندگی کی رسی دراز ہو۔ میں نے تیری استدعا قبول کی۔ تو زندہ رہ تاکہ اپنی ''خطا'' کو یاد کرتا رہے۔''

یہ مہلت ملتے ہی اس کے گھمنڈ نے ایک اور انگڑائی لی۔

''جب تو نے مجھے راندۂ درگاہ کر ہی دیا ہے تو جس آدم کی بدولت مجھے یہ رسوائی نصیب ہوئی میں بھی اولادِ آدم کو اسی طرح رسوا کروں گا اور انہیں تیرا ناشکر گزار کر کے چھوڑوں گا۔ چہار جانب سے ان پر حملہ کر کے انہیں گمراہ کرتا رہوں گا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا'' ہم کو اس کی کیا پروا۔ ہماری فطرت کا قانون ''مکافات عمل و پاداش عمل'' ہے اور یہ اٹل قانون ہے۔ پس جو جیسا کرے گا ویسا بھرے گا۔ جو بنی آدم مجھ سے روگردانی کرے گا اور تیری پیروی کرے گا وہ تیرے ساتھ ہی عذاب الٰہی کا سزاوار ہوگا۔ جا اپنی ذلت و رسوائی اور شومی قسمت کے ساتھ یہاں سے دور ہو اور اپنی اور اپنے پیروؤں کی ابدی لعنت (جہنم) کا منتظر ہو۔''

اللہ تعالیٰ نے سجدے کا جو حکم دیا تھا وہ فرشتوں کو دیا تھا اور ابلیس فرشتوں کی جنس میں داخل نہیں تو پھر اس پر عتاب الٰہی کیا معنی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ بے شک ابلیس ملائکہ کی جنس نہ تھا۔

''وہ جن'' سے تھا پس اس نے اپنے پروردگار کی نافرمانی کی۔''

Marfat.com

وہ ''جن'' میں سے تھا لیکن جب اللہ تعالیٰ نے سجدے کا حکم دیا تو اس وقت وہ مجلس میں موجود تھا اور غیر معلوم مدت تک فرشتوں کے ساتھ رہنے کی وجہ سے وہ بھی اس حکم کا مخاطب تھا۔ وہ خود بھی اپنے آپ کو اس حکم کا مخاطب سمجھتا تھا اسی لیے اس نے یہ جواب نہیں دیا کہ میں فرشتہ نہیں ہوں اس لیے یہ حکم مجھ پر لاگو نہیں تھا بلکہ غرور میں آ کر یہ جواب دیا کہ میں آدمؑ سے بہتر ہوں اس لیے سجدہ نہیں کیا۔

قرآن میں اس مناظرے کی کیفیت کو اصالاً یوں بیان کیا گیا ہے۔

''اللہ نے فرمایا، تجھے کیا ہوا کہ سجدہ کرنے والوں میں شامل نہ ہوا؟ کہا، مجھ سے یہ نہیں ہوسکتا کہ ایسے بشر کو سجدہ کروں جسے تو نے خمیر اٹھے گارے سے بنایا ہے جو سوکھ کر بجنے لگتا ہے۔ حکم ہوا، اگر ایسا ہے تو یہاں سے نکل جا، تو راندہ ہوا اور جزا کے دن تک تجھ پر لعنت ہوگی۔ اس نے کہا، خدایا! مجھے اس دن تک مہلت دے جب انسان اٹھائے جائیں گے۔ فرمایا اس مقررہ دن تک تجھے مہلت دی گئی۔ اس نے کہا خدایا چونکہ تو نے مجھ پر (نجات وسعادت) کی راہ بند کردی تو اب ضرور ایسا کروں گا کہ زمین میں ان کے لیے جھوٹی خوش نمائیاں بنادوں گا اور گمراہ کردوں گا۔ ہاں ان میں جو تیرے مخلص بندے ہوں گے میرے بہکانے میں آنے والے نہیں۔ فرمایا بس یہی سیدھی راہ ہے جو مجھ تک پہنچانے والی ہے جو میرے (مخلص) بندے ہیں ان پر تیرا کچھ زور نہیں چلے گا صرف انہی پر چلے گا جو بھٹک گئے ہیں اور ان سب کے لیے جہنم کے عذاب کا وعدہ ہے۔'' (اسراء)

حضرت آدم علیہ السلام ایک عرصے تک تنہا زندگی بسر کرتے رہے مگر یہ اس مٹی کی خاصیت تھی جس سے وہ بنائے گئے تھے کہ اس تنہائی سے وہ گھبرانے لگے۔ اپنی زندگی میں ایک وحشت اور خلا محسوس کرتے تھے۔ ان کی فطرت کسی مونس و ہمدم کی جویا نظر آتی تھی۔ خیال ہوتا تھا کہ ان جیسا کوئی اور بھی ہو۔ فرشتوں کی بھیڑ میں وہ اکیلے نظر آتے تھے۔ خدا نے ان کی اس بے چینی کو محسوس کیا اور ان کے لیے ان کی ہم جنس یعنی انسانوں میں سے ''حوا'' علیہ السلام کو پیدا کردیا۔ دوسرے لفظوں میں یہ ایک عورت کی تخلیق تھی جو ایک مرد کے لیے تھی۔ آدم علیہ السلام نے اپنے دل میں ان کے لیے بے پناہ کشش محسوس کی اور انہیں اپنے قریب دیکھ کر بے حد مسرور ہوئے۔

بائبل میں حضرت حوا کی پیدائش کے بارے میں یوں لکھا ہے۔

''اور خداوند نے مشرق کی طرف عدن میں ایک باغ لگایا اور آدم کو جسے اس نے بنایا تھا وہاں رکھا اور خداوند نے کہا آدم کا اکیلا رہنا اچھا نہیں۔ اس کے لیے اس کا مددگار اس کے مانند بناؤں گا۔ خداوند خدا نے آدم پر گہری نیند بھیجی اور وہ سو گیا اور اس نے اس کی پسلیوں میں سے ایک کو نکالا اور اس کی جگہ گوشت بھردیا اور اس پسلی سے جو اس نے اس آدم سے نکالی تھی ایک عورت بنا کر اس کے پاس لایا اور آدم نے کہا یہ تو اب میری ہڈیوں میں سے ہڈی اور میرے گوشت میں سے گوشت ہے اس لیے وہ ناری کہلائے گی کیونکہ وہ نر سے نکالی گئی ہے۔ اس کے واسطے مرد اپنے ماں باپ کو چھوڑ دے گا اور اپنی بیوی سے ملا رہے گا اور وہ ایک تن ہوں گے اور آدم اور اس کی بیوی دونوں ننگے تھے اور شرماتے نہ تھے۔''

آریوں کے ہندی اپنشدوں میں حضرت حوا کی تخلیق کے بارے میں یہ آتا ہے۔

''تنہائی میں وہ (آدم) خوش نہ رہ سکا۔ اسے دوسرے کی ضرورت محسوس ہوئی۔ اس نے اپنے وجود کو دوحصوں میں تقسیم کیا جس میں سے ایک ''پتی'' کہلایا جب کہ دوسری ''پتنی''۔ پتی پتنی سے ہمکنار ہوا جس سے بنی نوع انسان پیدا ہوا۔ پتنی نے سوچا وہ میرے قریب کیوں آتا ہے جب کہ اس نے خود اسے اپنی ذات میں سے پیدا کیا ہے۔''

قرآن میں صرف اتنا کہا۔

''لوگو اپنے رب سے ڈرو جس نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا اور اسی جان سے اس کا جوڑا بنایا اور ان دونوں سے بہت سے مرد و عورت دنیا میں پھیلا دیے۔'' (النساء)

Marfat.com

قرآن میں کہیں بھی حوا علیہ السلام کی پیدائش کی تفصیل نہیں بتائی گئی۔ بخاری اور مسلم میں یہ حدیث ضرور بیان ہوئی ہے ''عورت کے ساتھ نرمی سے پیش آؤ اس لیے کہ عورت پسلی سے پیدا کی گئی ہے۔''

اس کی روشنی میں ابن اسحاق ؒ نے تو اس کا یہ مطلب بیان کیا ہے کہ حوا علیہ السلام آدم علیہ السلام کی بائیں پسلی سے پیدا کی گئیں۔ ایک اور مفسر علامہ قرطبی نے اس کے یہ معنی بیان کیے ہیں کہ دراصل عورت کو پسلی کی ساخت سے تشبیہ دی ہے کہ اس کا حال پسلی کی طرح ہے۔ اگر اس کی کجی کو سیدھا کرنا چاہو گے تو وہ ٹوٹ جائے گی۔ تو جس طرح پسلی کے ترچھے پن کے باوجود اس سے کام لیا جاتا ہے اسی طرح عورتوں کے ساتھ نرمی سے کام لینا چاہیے۔''

مفسرین کی اکثریت نے اس رائے کا احترام کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نسل انسانی کو اس طرح پیدا کیا کہ مرد کے ساتھ اس کی جنس سے ایک دوسری مخلوق بنائی جسے عورت کہا جاتا ہے۔

بہر حال تخلیق آدم وحوا کے بعد انہیں بہشت میں رکھا گیا۔

''پھر ہم نے آدم سے کہا اے آدم! تم اور تمہاری بیوی دونوں جنت میں رہو گے۔ جس طرح چاہو کھاؤ پیو امن چین کی زندگی بسر کرو مگر دیکھو وہ جو ایک درخت ہے کبھی اس کے پاس نہ پھٹکنا۔ اگر تم اس (درخت) کے پاس گئے تو حد سے تجاوز کر بیٹھو گے اور ان لوگوں میں سے ہو جاؤ گے جو زیادتی کرنے والے ہیں۔'' (البقرۃ)

حضرت آدم علیہ السلام کو جس جنت میں رہنے کا حکم دیا گیا تھا وہ وہی جنت ہے جس کو جگہ جگہ قرآن میں قیام قیامت کے بعد مومنوں کا وطن بتایا گیا ہے یعنی ''جنت الماویٰ'' یا کوئی جنت ارضی تھی جو زمین پر آدم علیہ وحوا کے لیے بنائی تھی؟ اس کے بارے میں علمائے اسلام میں اختلاف ہے لیکن جمہور علمائے اسلام کا مسلک یہ ہے کہ یہ ''جنت الماویٰ'' ہے جس کا وعدہ آخرت میں مسلمانوں سے کیا گیا ہے۔

صحیح مسلم کی ایک طویل حدیث ہے جس میں یہ جملے ملتے ہیں۔

''اللہ تعالیٰ لوگوں کو جمع کرے گا۔ پس اہل ایمان کھڑے ہوں گے جب جنت ان کے قریب ہوگی۔ پھر وہ آدم کے پاس آئیں گے اور کہیں گے، اے ہمارے باپ ہمارے لیے اس جنت کو کھولیے اس پر حضرت آدم علیہ السلام فرمائیں گے کیا تم کو اسی جنت سے تمہارے باپ کی خطا کاری نے نہیں نکالا تھا؟

جب آدم علیہ السلام اپنی زوجہ حوا علیہ السلام کے ساتھ عالم راحت میں رہنے لگے۔ انہیں ہر طرح کا عیش و آرام میسر آ گیا۔ عالم تکلیف پر ان کا ابھی گزر تک نہیں ہوا تھا تو یہ سب دیکھ کر ابلیس حسد کی آگ میں جلنے لگا۔ وہ گنہگار اور نابکار مخلوق کی حیثیت سے ابھی آسمان پر ہی رہ رہا تھا۔ جنت کے عیش و آرام بھی دیکھ چکا تھا۔ وہاں کے پھلوں سے بھی واقف تھا اور اس درخت کو بھی جانتا تھا جس کے قریب جانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا تھا۔

وہ اپنی حالت پر پیچ و تاب کھا رہا تھا۔ سوچتا رہتا تھا کہ میں فرشتوں کی نظروں میں ذلیل ہو کر رہ گیا ہوں اور جو مجھ سے کم تر مخلوق ہے اسے جنت میں ہر طرح کا آرام میسر ہے۔ میں کوئی ایسی چال چلوں کہ آدم ؑ کا مقام و مرتبہ اس سے چھن جائے۔ مجھے نافرمانی کی سزا ملی ہے، میں اسے بھی نافرمان بنا دوں، وہ بھی جنت سے نکالا جائے، اسے کس چیز کا نافرمان بنایا جائے، وہ غور کرتا رہا پھر اس کی آنکھیں کسی خیال سے چمکنے لگیں۔ اللہ تعالیٰ نے جنت میں بھیجتے ہوئے انہیں ہدایت کی تھی کہ دیکھو وہ ایک درخت ہے اس کے پاس نہ پھٹکنا۔ اگر وہ کسی طرح اس درخت کے پاس چلے جائیں اور اس کا پھل چکھ لیں تو یہ نافرمانی کے زمرے میں آئے گا۔ ان پر خدا کا عذاب نازل ہوگا اور میرا کام بن جائے گا۔

اس نے یہ بھی سوچا کہ آدم ؑ تو شاید اس کے جھانسے میں نہ آئیں، حوا کمزور ہیں انہیں بہکانا چاہیے۔ وہ آدم ؑ کو خود بخود دور غلالیں گی۔ شیطان (ابلیس) نے ان کے دل میں وسوسہ ڈالا۔

''تمہیں جنت میں ہر طرف جانے کی اجازت ہے؟''

Marfat.com

''ہاں۔''

''صرف ایک درخت کی طرف جانے کے لیے کیوں منع کیا گیا ہے؟''

''کیا خبر۔''

''ذرا سوچو۔''

''اللہ کی مرضی۔''

''میں تمہیں بتاتا ہوں۔''

''تم کیا جانتے ہو۔''

''میں یہاں رہا ہوں۔ ہر درخت کی کیفیت مجھے معلوم ہے۔ یہ درخت دائمی راحت اور قرب الٰہی کا ضامن ہے۔ تم اسے کھاتے ہی یہاں ہمیشہ رہنے کی حامل بن جاؤ گی۔ ایسی بادشاہی ملے گی جو کبھی زائل نہیں ہوگی۔ اسی لیے تو اس کا پھل کھانے سے تمہیں روکا گیا ہے۔''

''تم یہ باتیں کیوں بتا رہے ہو۔''

''اس لیے کہ میں تمہارا دوست ہوں دشمن نہیں۔''

یہ وسوسے کئی دن تک دل میں آتے رہے کہ وہ اس درخت کے پاس جائیں۔ اس کا پھل کھائیں معلوم تو ہو کہ منع کیوں کیا گیا ہے۔ پھر انہوں نے آدمؑ سے ذکر کیا۔

''آپ کو معلوم ہے اس درخت کے پاس ہمیں جانے سے کیوں روکا گیا ہے۔''

''میں اس کے بارے میں کچھ نہیں جانتا۔''

''اس لیے کہ ہم یہاں ہمیشہ رہنے والے نہ بن جائیں۔''

''تم یہ کیسے کہہ سکتی ہو تمہیں اس حقیقت کا کیا علم۔''

''بس میرے دل میں آیا ہے کہ ایسا ہی ہوگا۔ اسی لیے ہمیں روکا گیا ہے۔''

کیا عجب کہ شیطان نے یہی وسوسہ حضرت آدم علیہ السلام کے دل میں بھی ڈالا ہو کیونکہ قرآن میں ہے کہ شیطان نے کہا اے آدمؑ! اور جب حضرت حوا نے بھی یہی بات کہی تو ان کے وسوسے میں پختگی آ گئی اور یہ بھول گئے کہ اللہ نے ان سے اس درخت کے پاس نہ جانے کا عہد لیا تھا۔

ان سے خطا ہوئی۔ پائے ثبات میں لغزش آ گئی اور ان دونوں نے اس درخت کا پھل کھالیا۔ پھل کھاتے ہی بشری لوازم ابھرنے لگے۔ اس سے پہلے بھی ان کے ستر کپڑوں سے بے نیاز تھے لیکن اس درخت کا پھل کھاتے ہی شرم و حیا کا احساس پیدا ہو گیا۔ ایک دوسرے کو دیکھ کر شرمانے لگے۔ برہنگی ایک دوسرے پر ظاہر ہو گئی۔ دونوں درختوں کے پتوں سے ستر ڈھانپنے لگے اور سوچنے لگے کہ یہ کیسی مصیبت ہے جو نازل ہو گئی ہے۔

اب تک نہ بھوک کا احساس تھا نہ برہنگی کا، نہ پیاس کی جلن تھی نہ سورج کی تپش اور پل بھر میں یہ سب کچھ ہو گیا۔ عالم راحت سے عالم مشقت میں آ گئے۔

ایک طرف وہ ایک دوسرے سے چھپتے پھرتے تھے دوسری جانب خدائے تعالیٰ کا عتاب نازل ہوا اور آدمؑ سے باز پرس ہوئی۔

''غرض (شیطان نے) دھوکا دے کر ان کو کھینچ ہی لیا۔ جب انہوں نے اس درخت (کے پھل) کو کھالیا تو ان کے ستر کی چیزیں ایک دوسرے کے روبرو بے پردہ ہو گئیں۔ وہ بہشت کے (درختوں کے) پتے اپنے اوپر چپکانے لگے تب ان کے پروردگار نے ان کو پکارا کہ کیا میں نے تم کو اس درخت (کے پاس جانے سے) منع نہیں کیا تھا اور بتا نہیں دیا تھا کہ

Marfat.com

شیطان تمہارا کھلا دشمن ہے۔'' (الاعراف)

''اور یہ واقعہ ہے کہ ہم نے آدمؑ کو پہلے سے جتا کر عہد لے لیا تھا پر وہ بھول گیا اور ہم نے (نافرمانی کا) قصد اس میں نہیں پایا تھا اور پھر جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا تھا، آدم کے آگے جھک جاؤ۔ سب جھک گئے تھے مگر ابلیس نہیں جھکا۔ اس نے انکار کیا اس پر ہم نے کہا اے آدمؑ یہ (ابلیس) تیرا اور تیری بیوی کا دشمن ہے۔ ایسا نہ ہو یہ تمہیں جنت سے نکال کے رہے اور تم محنت میں پڑ جاؤ۔ تمہارے لیے اب ایسی زندگی ہے کہ نہ تو اس میں بھوکے رہتے ہو نہ برہنہ، نہ تمہارے لیے پیاس کی جلن ہے نہ سورج کی تپش لیکن پھر شیطان نے آدم کو وسوسے میں ڈالا۔ اس نے کہا اے آدمؑ میں تجھے ہمیشگی کے درخت کا نشان دے دوں؟ اور ایسی بادشاہی جو کبھی زائل نہ ہو چنانچہ آدمؑ اور حوا نے اس درخت کا پھل کھالیا اور دونوں کے ستر ان پر کھل گئے تب ان کی حالت ایسی ہوگئی کہ باغ کے پتے توڑنے لگے اور ان سے اپنا جسم ڈھانپنے لگے غرضیکہ آدم اپنے پروردگار کے کہنے پر نہ چلا بس وہ بے راہ ہوگیا۔'' (سورۂ طٰہٰ)

توریت نے کچھ تبدیلی کے ساتھ اس قصے کو یوں بیان کیا۔

''اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم اور بی بی حوا کو جنت عدن میں رکھا۔ اس جنت کو چار نہریں سیراب کرتی تھیں اور اس جنت کے مشرقی جانب درخت حیات تھا جس کا پھل کھانے کی ممانعت تھی۔ سانپ کل دشمنی جانوروں میں سے ہے جن کو خداوند نے بنایا تھا چالاک تھا اور اس نے عورت سے کہا، کیا واقعی خدا نے کہا ہے کہ کسی درخت کا پھل نہ کھانا، عورت نے کہا باغ کے پھل تو ہم کھاتے ہیں پر جو درخت باغ کے بیچ میں ہے اس کے پھل کی بابت خدا نے کہا ہے کہ اس کا پھل نہ کھانا ورنہ مرجاؤ گی۔ سانپ نے عورت سے کہا کہ اسے کھانے سے تم نہیں مروگی۔ بلکہ اس کے کھانے سے تمہاری آنکھیں کھل جائیں گی اور خدا کے مانند نیک و بد جاننے والی بن جاؤ گی۔ عورت نے جو دیکھا کہ وہ درخت کھانے کے لیے اچھا اور آنکھوں کو خوش نما معلوم ہوتا ہے اور عقل بخشنے کے لیے خوب ہے تو اس نے پھل کو توڑا اور کھالیا اور اپنے شوہر کو بھی دیا تو تب ان کی آنکھیں کھل گئیں اور ان کو معلوم ہوا کہ وہ ننگے ہیں۔ خداوند خدا نے پوچھا کیا تو نے اس درخت کا پھل کھایا ہے جس کے کھانے کو تم منع کیے گئے تھے تو آدمؑ نے کہا کہ جس عورت کو تو نے میرے ساتھ پیدا کیا تھا اس نے پھل کھایا اور مجھے بھی دیا پھر اس (خدا) نے عورت سے کہا میں تمہارے درد حمل کو بڑھاؤں گا۔ تو درد کے ساتھ بچہ جنے گی اور تیری رغبت اپنے شوہر کی طرف ہوگی اور وہ تجھ پر حکومت کرے گا اور آدمؑ سے کہا نافرمانی کے باعث یہ زمین تیرے سبب سے لعنتی ہوئی۔ مشقت کے ساتھ عمر بھر اس کی پیداوار کھائے گا تاوقتیکہ خاک میں واپس نہ لوٹ جائے اور آدم کو اس خدشے کے تحت عدن سے نکال دیا کہ کہیں وہ درخت حیات کا پھل نہ کھالے۔''

غرض جب یہ بھید کھل گیا کہ وہ دونوں اس درخت کے پاس گئے تھے اور اللہ تعالیٰ نے باز پرس کی تو آدمؑ کو احساس ہوا کہ غلطی سرزد ہوگئی لیکن انہوں نے ابلیس کی طرح اپنے گناہ پر اصرار نہیں کیا۔ کوئی مناظرہ نہیں کیا اور اپنی ''خطا'' کو تاویلات کے پردے میں نہیں چھپایا بلکہ ندامت و شرمساری کے ساتھ اقرار کیا کہ غلطی ضرور ہوئی لیکن اس کا سبب سرکشی نہیں بلکہ بربنائے بشریت بھول چوک اس کا باعث ہے، تاہم غلطی ہے اس لیے توبہ استغفار کرتے ہوئے عفو و درگزر کا درخواست گزار ہوں۔

حضرت حق نے ان کے اس عذر کو قبول فرمالیا اور معاف کردیا مگر وقت آگیا تھا کہ حضرت آدمؑ خدا کی زمین پر حق خلافت ادا کریں۔

خداوند تعالیٰ نے فیصلہ سنا دیا۔

''تم کو اور تمہاری اولاد کو ایک معین وقت تک زمین پر قیام کرنا ہوگا اور تمہارا دشمن ابلیس بھی اپنے تمام سامان عداوت کے ساتھ وہاں موجود ہوگا۔ تم اور حوا دونوں یہاں سے جاؤ اور میری زمین پر جا کر بسو اور اپنی مقررہ زندگی تک حق عبودیت ادا کرتے رہو۔

Marfat.com

قصور معاف ہو گیا تھا۔ حضرت آدمؑ نے یہ الفاظ ادا کر دیے تھے۔ ''اے ہمارے رب ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا اور اگر تو ہمیں بخش نہیں دے گا اور ہم پر رحم نہیں فرمائے گا تو ہم نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوں گے۔''

لیکن خدا کی حکمت اس میں تھی کہ اب وہ جنت چھوڑ دیں۔

''ہم نے کہا تم سب یہاں سے اتر جاؤ پھر میری طرف سے جو ہدایت تمہارے پاس پہنچے تو جو لوگ میری اس ہدایت کی پیروی کریں گے ان کے لیے کسی خوف یا رنج کا موقع نہیں ہوگا اور جو اس کو قبول کرنے سے انکار کریں گے اور ہماری آیات کو جھٹلائیں گے وہ آگ میں جانے والے ہیں جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے۔''

آدم علیہ السلام کی اس لغزش سے یہ تو ہوا کہ انہیں جنت سے نکلنا پڑا لیکن یہ انقلاب عظیم بھی رونما ہوا کہ بزم دنیا آراستہ ہوگئی۔ ان کی خطا آرائش دنیا کا سبب بن گئی۔

یہ وضاحت بھی ضروری ہے کہ آدم علیہ السلام کا جنت سے نکل کر زمین پر اتارا جانا سزا کے طور پر نہیں تھا کیونکہ انہیں ان کی سابقہ خطا کی معافی مل چکی تھی اور معاف کر دینے کے بعد سزا نہیں ملتی بلکہ انہیں زمین پر اس لیے اتارا گیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے نائب کے طور پر کام کریں۔ انہیں جنت میں صرف امتحان کی غرض سے رکھا گیا تھا اور آخرکار انہیں زمین پر ہی اتارنا تھا۔

☆......☆......☆

خالق کائنات نے انسانی خمیر میں دو متضاد قوتوں کو شامل کر دیا ہے۔ گویا اس خمیر کو خیر و شر سے گوندھا گیا ہے یعنی وہ شر کو اپنا کر گناہ کا مرتکب بھی ہو سکتا ہے اور خیر کی قوت کو کام میں لا کر نیک کام بھی کر سکتا ہے۔ یہ فیصلہ اس کے ارادہ و اختیار پر چھوڑ دیا گیا ہے کہ وہ گناہ کرتا ہے یا نیکی کے راستے پر گامزن ہوتا ہے۔ یہی اس کا امتحان ہے۔ یہی قوتیں اسے فرشتوں سے ممتاز کرتی ہیں کہ وہ گناہ پر دسترس رکھتے ہوئے بھی گناہ نہ کرے۔

انہی متضاد قوتوں کے حامل انسانوں میں سے خداوند تعالیٰ رشد و ہدایت کے لیے بعض کو چن لیتا ہے اور اسے رسول اور نبی کا نام دیتا ہے اور ان ہستیوں سے وہ توقع کرتا ہے کہ وہ ہر قسم کے گناہ سے پاک اور منزہ ہوں۔ نبی یا پیغمبر یا رسول کھاتا ہے، پیتا ہے، سوتا ہے اور اہل و عیال کی زندگی سے بھی وابستہ ہے اور ہر قسم کے عملی و ارادی گناہوں سے پاک بھی ہے تاکہ اس کا ہر عمل کائنات کے لیے نمونہ بن جائے البتہ بشریت کے تقاضے سے سہو اور نسیان اور لغزش کا امکان باقی رہتا ہے اور کبھی کبھی عملی شکل اختیار کر لیتا ہے مگر فوراً اس پر متنبہ کر دیا جاتا ہے۔

لغزش کیا ہے؟ ایک ایسا عمل جو قصداً نہ ہو اور سرکشی نہ رکھتا ہو۔ اپنی ماہیت کے اعتبار سے قبیح اور بد نہ ہو۔ معمولی سی خطا کا درجہ رکھتا ہو مگر کرنے والے کی ہستی کے شایان شان نہ ہو۔

حضرت آدم علیہ السلام کا معاملہ بھی بالکل یہی تھا لہٰذا سورۃ بقرہ میں یہ وضاحت کر دی گئی کہ حضرت آدم علیہ السلام کی یہ نہ غلطی تھی نہ گناہ اور نہ نافرمانی بلکہ معمولی قسم کی لغزش تھی۔

''شیطان نے ان دونوں سے لغزش کرا دی۔''

اور سورہ ''طٰہٰ'' میں فرمایا: ''اور بلاشبہ ہم نے آدم سے ایک اقرار لیا تھا پس وہ اس کو بھول گیا اور ہم نے اسے پختہ ارادے کا نہ پایا۔''

سورہ طٰہٰ ہی میں یہ بیان ہوا ''اور آدم نے اپنے پروردگار کا حکم پورا نہ کیا اور وہ بہک گیا۔''

ان کی اس لغزش کو اتنے سخت الفاظ کے ساتھ اس لیے یاد کیا گیا کہ آدمؑ جیسے مقرب بارگاہ الٰہی کے لیے یہ لغزش اور نسیان بھی اس کے مرتبے کی وجہ سے غیر موزوں ہے لہٰذا قابل گرفت ہے۔''

☆......☆......☆

Marfat.com

اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ اور بی بی حوا کو جنت سے نکالتے ہوئے فرمایا ''تم اور حوا دونوں یہاں سے جاؤ اور میری زمین پر جا کر بسو اور اپنی مقررہ زندگی تک حق عبودیت ادا کرتے رہو۔''

شیطان مردود کو بھی اللہ تعالیٰ نے اپنی لعنت بھیجتے ہوئے نکال دیا۔

''تو اتر جا۔ تجھے شایان شان نہیں کہ یہاں کبر و غرور کرے۔ پس نکل جا تو ذلیل ہے۔''

''فرمایا (اللہ نے) یہاں سے نکل جا۔ تو مردود ہے اور تجھ پر قیامت کے دن تک لعنت۔'' (الحجر)

یہاں تک آنے کے بعد قرآن خاموش ہو جاتا ہے۔ یہ نہیں بتاتا کہ وہ کرۂ ارض کے کس مقام پر اتارے گئے۔ مگر مفسرین نے کئی مقامات کی نشاندہی کی ہے۔ ان اقوال کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت آدمؑ ہندوستان کی سرزمین پر اور حضرت حوا علیہ السلام ''جدہ'' کی سرزمین پر اتارے گئے اور پھر ایک مدت بعد ایک دوسرے کو تلاش کرتے ہوئے عرفات (حجاز) کے میدان میں ایک دوسرے سے جا ملے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ایک ساتھ اتارے گئے ہوں۔

وہ دونوں زمین پر یکجا تو ہو گئے لیکن حیران تھے کہ اب کیا کریں۔ جنت یاد آتی تھی جہاں ہر طرح عیش و آرام تھا۔ یہاں جس طرف نظر جاتی تھی پتھریلے ٹیلوں اور چٹیل میدانوں کے سوا کچھ نہ تھا۔ گرمی کی شدت سے بدن جلتا تھا۔ بدن پر کپڑے بھی نہیں تھے جو دھوپ کی تمازت سے بدن کو بچا لیتے۔ ایک پتھر پر بیٹھ کر گریہ وزاری کرنے لگے۔ اپنی بخشش کی طلب کرتے جاتے تھے اور خدا کی مدد کے طالب تھے۔ خدا بھی انہیں اکیلا کیسے چھوڑ سکتا تھا۔ ان کے دل میں ڈالا کہ وہ اس مقام سے ہٹ کر کچھ آگے کی طرف جائیں۔ وہ چلتے رہے اور قدرت نے انہیں ایک ایسے مقام پر پہنچا دیا جہاں کچھ درخت تھے جن میں پھل لگے ہوئے تھے۔ یہ گویا ان کا دسترخوان تھا۔ ادھر ادھر دیکھا تو ایک چشمہ نظر آیا جس سے پانی ابل رہا تھا۔ اس سامان حیات کو دیکھا تو مسرور ہوئے اور خدا کا شکر ادا کیا۔ اس مشکل وقت میں اللہ کا شکر ادا کرنے کی ادا خدا کو پسند آئی کہ وہ شکر کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔ اسی وقت جبریل علیہ السلام نازل ہوئے۔ ان کے پاس روئی تھی۔ حضرت حوا کو حکم ہوا کہ وہ اسے کات کر سوت بنا لیں۔ پھر دھاگا بنانا اور اس دھاگے سے کپڑا بننا سکھایا۔ انہیں بیج فراہم کیے اور کھیتی باڑی سکھائی۔

ایک مفسر فرماتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام جنت سے اترے تو ان کے پاس حجرا سود بھی تھا اور جنت کے درختوں کے پتے بھی۔ پھر حضرت آدم علیہ السلام نے ان پتوں کو پھیلا دیا۔''

حضرت ابو موسیٰ الشعریؓ سے روایت ہے کہ جب حضرت آدم علیہ السلام کو جنت سے زمین پر اتارا گیا تو ان کو ہر چیز کی صنعت گری سکھا دی گئی اور جنت کے پھلوں کو بہ طور توشے کے ان کے ساتھ کر دیا۔''

غرض یہی پھل، پودے اور پتے، انہوں نے زمین میں لگائے اور کھیتی باڑی کا آغاز کر دیا جو ان کے لیے بہت تھا۔ یہ تصور کیا جا سکتا ہے کہ غار اور درختوں کی چھاؤں ان کا ٹھکانا رہے ہوں گے اور پھر وہ قدم بہ قدم ترقی کی منزلیں طے کرتے رہے ہوں گے۔

قرآن اور توریت بھی اس سفر کی کوئی روئیداد بیان نہیں کرتے۔

یہ تمام ترقیاں حیات انسانی کو برقرار رکھنے کے لیے تھیں ورنہ اصل مقصد تو نسل انسانی کا فروغ اور اولاد آدم کا دنیا میں پھیلنا تھا تاکہ خالی دنیا کا دامن انسانوں سے بھر جائے اور وہ اللہ کو پہچانیں اور اس کی عبادت کریں۔ اس کا اہتمام اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا تھا کہ ان کے ہاں جڑواں بچے پیدا ہوتے تھے یعنی ایک دفعہ ایک لڑکا اور ایک لڑکی۔ پھر دوسری دفعہ ایک لڑکا اور ایک لڑکی۔

اللہ تعالیٰ نے آدمؑ کو بتا دیا تھا کہ پہلی مرتبہ کی لڑکی کا عقد دوسری مرتبہ کے لڑکے سے کیا جائے اور دوسری مرتبہ کی لڑکی کا عقد پہلی مرتبہ کے لڑکے سے کیا جائے۔ یہی تمہاری شریعت ہوگی۔ اس کے مطابق عمل کرنا۔ پھر ان جوڑوں سے جو

Marfat.com

اولاد پیدا ہوگی ان کی آپس میں شادیاں ہوں گی یعنی ایک بھائی کی اولاد کی دوسرے بھائی کی اولاد سے۔

اس سے پہلے کہ یہ نوبت آتی حضرت آدم علیہ السلام کے دو بیٹوں قابیل اور ہابیل کے درمیان اس طرز شادی پر سخت جھگڑا اٹھ کھڑا ہوا اور وہ جو خدا نے کہا تھا زمین پر تم ایک دوسرے کے دشمن ہوگے اس کی تعبیر نظر آنے لگی۔

قرآن نے ان دونوں بیٹوں کے نام کا ذکر نہیں کیا صرف ''ابن آدم'' آدم کے دو بیٹے کہہ کر کلام شروع کر دیا البتہ توریت میں ان کے نام قائن اور ہابل بتائے گئے ہیں جو غالباً عربی میں آ کر قابیل ہابیل ہوگئے۔ قابیل بڑا تھا اور ہابیل چھوٹا۔ شریعت کے مطابق قابیل کی شادی ہابیل کی بہن سے ہونی تھی اور ہابیل کی شادی قابیل کی بہن سے اور جب شادی کا وقت آیا تو قابیل اپنے ساتھ پیدا ہونے والی لڑکی (اقلیمہ) سے شادی پر بضد ہوگیا کیونکہ وہ خوبصورت تھی اور ہابیل کے ساتھ پیدا ہونے والی لڑکی معمولی شکل کی تھی۔ پہلے تو اس مسئلے پر دونوں بھائیوں میں تکرار ہوتی رہی۔ ہابیل اسے سمجھاتا رہا لیکن قابیل کسی صورت نہ مانا۔

''دیکھو قابیل، اقلیمہ تمہاری بہن ہے اور ہماری شریعت میں بہن سے شادی نہیں ہوتی۔''

''تم ٹھیک بھی کہو گے تو میں نہیں مانوں گا۔ اقلیمہ بہت خوبصورت ہے اور میں بڑا بھی ہوں۔ مرضی میرے چلے گی۔''

''اس میں بڑے چھوٹے کی بات نہیں اور نہ ہی انکار کر رہا ہوں۔ میں تو تمہیں شریعت بتا رہا ہوں۔''

''میں اقلیمہ سے شادی کر کے رہوں گا۔ شریعت میں ہو یا نہ ہو۔''

جب ہابیل نے دیکھا کہ وہ کسی صورت ماننے کو تیار نہیں تو حضرت آدم علیہ السلام کی خدمت میں پہنچا اور تمام ماجرا کہہ سنایا۔ انہوں نے بھی قابیل کو سمجھانے کی کوشش کی لیکن وہ اتنا خودسر تھا کہ اس نے ان کی نصیحت بھی ٹھکرا دی اور کہنے لگا کہ اگر آپ نے میری شادی اقلیمہ سے نہیں کی تو میں اسے اٹھا کر لے جاؤں گا مگر اس کی شادی ہابیل سے ہرگز نہیں ہونے دوں گا۔

جب حضرت آدم علیہ السلام نے دیکھا کہ قابیل کسی صورت ماننے کو تیار نہیں تو انہوں نے ایک تجویز دونوں کے سامنے رکھی۔

''تم دونوں اپنی اپنی قربانیاں حق تعالیٰ کی جناب میں پیش کرو۔ جس کی قربانی منظور ہو جائے وہی اپنا ارادہ پورا کرنے کا مستحق ہے۔''

دونوں نے اس تجویز کو منظور کر لیا۔

توریت سے معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانے میں قربانی کی قبولیت کا یہ الہامی دستور تھا کہ نذر و قربانی کی چیز کسی بلند جگہ پر رکھ دی جاتی تھی اور آسمان سے آگ نکل کر اسے جلا دیتی تھی۔

ہابیل قربانی والے دن ایک بہترین دنبہ خدا کی نذر کرنے کے لیے لایا۔ قابیل کھیتی باڑی کرتا تھا۔ اس نے اپنی کھیتی میں سے غلہ لیا اور لے کر چلا۔ پھر اسے خیال آیا کہ جب آسمانی آگ نے اس غلے کو جلا ہی دینا ہے تو میں وہ غلہ کیوں نہ لے جاؤں جو اب بے کار ہو چکا ہے۔ وہ واپس آیا اور اچھا غلہ رکھ کر ردی قسم کا غلہ جو اب کسی کام کا نہیں رہا تھا اپنے ساتھ لے کر گیا۔ اس کی نیت شروع ہی سے خراب تھی لہٰذا خدا نے بھی اس کے ساتھ وہی سلوک کیا جو بدنیتوں کے ساتھ ہونا چاہیے۔ آسمان سے آگ نمودار ہوئی اور اس آگ نے ہابیل کی نذر کو جلا دیا۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ ہابیل کی نذر کو شرف قبولیت حاصل ہوگیا۔ اب ہابیل، اقلیمہ کا حق دار تھا۔

قابیل نے خدا کا فیصلہ ماننے کی بجائے ہابیل کو دھمکیاں دینی شروع کر دیں۔

''اے ہابیل، تو یہ مت سمجھنا کہ تیری قربانی منظور ہوئی تو میں تجھے یونہی چھوڑ دوں گا۔ اور تجھے اقلیمہ سے شادی نہیں

Marfat.com

کرنے دوں گا۔''

''بھائی تو غصہ کیوں کرتا ہے۔اب تو تو نے خدا کا فیصلہ بھی دیکھ لیا۔اب تو اپنی ضد سے باز آجا۔''

''یہ خدا کا فیصلہ نہیں ہے۔تو نے ضرور کوئی چالاکی کی ہے۔''

''خدا کے آگے کسی کی چالاکی نہیں چلتی۔بس اتنا ہے کہ اللہ تعالیٰ پرہیزگاروں کی قربانی قبول کرتا ہے۔''

''تو یہ سن لے میں تجھے قتل کر کے چھوڑوں گا۔''

''قابیل، میں تجھ سے زیادہ طاقتور ہوں لیکن پھر بھی تو میری طرف قتل کی نیت سے ہاتھ بڑھائے گا تو میں اپنا ہاتھ تیرے قتل کے لیے نہ بڑھاؤں گا کیونکہ میں اللہ سے ڈرتا ہوں۔''

ہابیل کا یہ قول نہایت حسن اخلاق اور وسعت ظرفی پر دلالت کرتا ہے اور اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اپنے بھائی سے برائی کا ارادہ نہ کرے، خواہ بھائی کرے۔

اسی وجہ سے بخاری و مسلم میں حضور ﷺ کا فرمان ثابت ہے۔فرمایا''جب دو مسلمان تلوار سونتے ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہوتے ہیں تو قاتل و مقتول دونوں جہنم میں جاتے ہیں۔صحابہ نے دریافت کیا یارسول اللہ یہ قاتل تو صحیح ہے لیکن مقتول کیوں؟ فرمایا یہ بھی اپنے ساتھی کے قتل پر خواہش مند تھا۔''

شیطان تو یہ عہد کر کے جنت سے نکلا تھا کہ وہ اولادِ آدم کو راہ راست سے گمراہ کرتا رہے گا۔جب موقع ملے گا وہ ان پر حملہ ضرور کرے گا چنانچہ اس وقت بھی وہ قریب ہی کھڑا تھا اور قابیل کے غصے کو ابھارتا جارہا تھا۔اس نے قابیل کے دل میں یہ بات ڈالی تھی کہ وہ شریعت کے حکم سے انکار کردے۔مقصد یہی تھا کہ اولادِ آدم بھی اس کی طرح ذلیل و رسوا ہو۔ سب سے بڑا گناہ ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان کو قتل کرنا ہے اور وہ قابیل کو اس پر اکسا رہا تھا۔

قابیل غصے میں بھرا ہوا حضرت آدم علیہ السلام کے پاس پہنچا۔آدمؑ دونوں کی قربانی کی طرف سے فکرمند تھا کہ دیکھو کیا نتیجہ نکلتا ہے حالانکہ انہیں معلوم تھا کہ کیا نتیجہ نکلے گا لیکن پھر بھی بشری تقاضے نے انہیں فکرمند کردیا تھا۔قابیل کو غصے میں دیکھا تو سمجھ گئے کہ کیا ہوا ہے۔پھر بھی پوچھنا ضروری سمجھا۔

''کس کی قربانی قبول ہوئی؟''

''ہابیل کی قربانی کو آگ نے جلا دیا۔''

''یہ تو ہونا ہی تھا۔شریعت کیسے بدل جاتی۔''

''بات یہ نہیں ہے بلکہ آپ تو شروع ہی سے میرے خلاف تھے۔آپ نے ہابیل کے لیے دعا کی تھی اسی لیے اس کی قربانی قبول ہوئی۔''

''بات یہ نہیں بلکہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ پرہیزگاروں کی قربانی قبول کرتا ہے۔''

انہوں نے بھی وہی بات کہہ دی جو ہابیل پہلے کہہ چکا تھا۔وہ وہاں سے پاؤں پٹختا ہوا ہٹ گیا اور ایک درخت کے نیچے جا کر لیٹ گیا۔آنکھوں پر ہاتھ رکھے گزرے ہوئے واقعات پر غور کررہا تھا۔وہ سوچ رہا تھا، اب تو آخری حجت بھی پوری ہوگئی۔ہابیل کی قربانی قبول ہوگئی۔اب اقلیمہ کی شادی اس سے کردی جائے گی۔اب میں کیا عذر پیش کروں گا۔اگر ہابیل راستے سے ہٹ جائے۔کہیں غائب ہوجائے تو اقلیمہ کا دعوے دار ختم ہوجائے گا مگر یہ غائب کیسے ہو۔اس نے ہابیل کو دھمکی دی تھی کہ وہ اسے قتل کردے گا لیکن اس وقت تک وہ قتل سے مراد تکلیف پہنچانا سمجھتا تھا۔کائنات کے آئینے نے ابھی موت کا چہرہ دیکھا ہی نہیں تھا۔قابیل کو یہ معلوم ہی نہیں تھا کہ انسان مرتا بھی ہے البتہ تکلیف سے واقف تھا۔ایک مرتبہ وہ کہیں جارہا تھا کہ اس کا پاؤں کسی چٹان سے ٹکرا گیا تھا۔اسے سخت تکلیف ہوئی تھی۔کئی روز وہ اس تکلیف سے بے چین رہا تھا۔وہ چاہتا تھا کہ ہابیل کو بھی اسی طرح تکلیف پہنچائی جائے تاکہ وہ اقلیمہ کی طرف سے دست بردار ہوجائے

Marfat.com

اور تنگ آ کر میرے حق میں فیصلہ کر دے۔ حسد اور ملال سے اس کے چہرے کا رنگ اڑ گیا تھا۔ اس نے اپنے فیصلے پر عمل کرنے سے قبل ایک مرتبہ پھر چاہا کہ آدم علیہ السلام کے پاس جائے۔ شاید وہ اب مان جائیں۔ حضرت آدمؑ اپنے کھیتوں پر جانے کے لیے نکل ہی رہے تھے کہ وہ ان کے سامنے پہنچ گیا۔ آدم علیہ السلام خوش ہو گئے کہ شاید قابیل کو ندامت ہوئی اور وہ اقلیمہ سے دست بردار ہونے کے لیے آیا ہے۔

''قابیل آخر تجھے اپنی غلطی کا احساس ہو ہی گیا۔''

''میں تو اس وقت آپ کو اپنی غلطی یاد دلانے آیا ہوں نہ آپ غلطی کرتے اور نہ جنت سے نکالے جاتے۔ آپ خود نکلے اور ہمیں بھی مصیبت میں پھنسا دیا۔''

''یہ کون سا موقع ہے یہ باتیں کرنے کا اور تجھے کس نے بتا دیا کہ مجھ سے غلطی ہوئی تھی۔''

''اماں حوا بھی ایک روز جنت کو یاد کر کے بہت رو رہی تھی۔''

''میرے بیٹے مجھ سے خطا ہوئی تھی لیکن اللہ نے مجھے معاف کر دیا۔''

''اللہ مجھے بھی معاف کر دے گا۔ آپ مجھے اقلیمہ سے شادی کرنے دیں۔''

''مجھ سے اللہ کا حکم ماننے میں بھول چوک ہو گئی تھی اور اس میں میرے ارادے کا کوئی دخل نہیں تھا۔ پھر یہ کہ میں نے حکم ٹالا تھا شریعت نہیں ٹھکرائی تھی۔ مجھے جو کچھ جبریلؑ نے سکھایا ہے وہی میری شریعت ہے۔ میں اس میں رد و بدل نہیں کر سکتا اگر میں تمہاری محبت میں تبدیلی کر بھی دوں تو یہ عام دستور بن جائے گا۔ میری اولاد اپنی بہنوں سے شادیاں کرے گی اور اللہ یہ نہیں چاہتا۔''

''آپ اللہ سے دعا کریں کہ وہ مجھے یہ اجازت دے دے۔''

''اب میں چاہوں بھی تو کچھ نہیں ہو سکتا۔ تمہاری قربانی نامقبول ہو چکی ہے۔''

''پھر میں یہ سمجھوں کہ آپ ہابیل کو مجھ سے زیادہ چاہتے ہیں۔''

''میری محبت تم دونوں کے لیے یکساں ہے لیکن میں تو وہ چاہوں گا جو اللہ چاہتا ہے۔''

قابیل کے پاس اب تمام دلیلیں ختم ہو چکی تھیں۔ وہ خاموشی سے پلٹ آیا۔ اب تو مجھے آخری بار ہابیل ہی سے بات کرنی پڑے گی۔ اگر وہ مانتا ہے تو ٹھیک ہے ورنہ پھر میں اپنے منصوبے پر عمل کروں گا۔ اسے اتنی تکلیف دوں گا کہ وہ ہار مان جائے۔ وہ اسے ادھر ادھر ڈھونڈتا پھرا اور بالآخر وہ اسے مل گیا۔

''میں تم سے آخری بار کہہ رہا ہوں کہ اقلیمہ کو میرے لیے چھوڑ دو۔'' قابیل نے کہا۔

''میرے بھائی، میں ایسا کر بھی گزرتا لیکن میں اللہ کے فیصلے کو نہیں بدل سکتا۔''

''تو پھر تم سمجھ لو آج سے میری اور تمہاری جنگ ہے۔ میں تمہیں ہر طرح کی تکلیف پہنچاؤں گا یہاں تک کہ تم میرے حق میں دست بردار ہو جاؤ گے۔''

''میں تمہیں پھر بھی تکلیف نہیں پہنچاؤں گا لیکن یہ نصیحت ضرور کرتا ہوں کہ اللہ کو ناراض مت کرو۔ اس کا فیصلہ مان لو۔''

''اپنی نصیحت اپنے پاس رکھو اور وقت کا انتظار کرو۔'' قابیل نے کہا اور وہاں سے چلا آیا۔

شیطان اس کے ساتھ ساتھ تھا اور ساتھ ساتھ واپس آ گیا۔ اب اسے عمل کر کے دکھانا تھا کہ قابیل کو کیا کرنا ہے۔ قابیل ایک درخت کے نیچے آ کر بیٹھا ہی تھا کہ ایک بڑا سانپ اس کی طرف بڑھنے لگا۔ کسی نے پکار کر کہا قابیل! تمہارے قریب جو پتھر پڑا ہے اسے اٹھا کر سانپ کو مارو۔ قابیل نے گھبرا کر ادھر ادھر دیکھا۔ آواز دینے والا کہیں بھی نظر نہ آیا۔ سانپ بہت نزدیک آ چکا تھا۔ قابیل نے پتھر اٹھایا اور سانپ کے پھن پر دے مارا۔ پتھر اتنا بڑا تھا کہ سانپ کچل گیا۔ قابیل

Marfat.com

نے نزدیک جا کر دیکھا۔ سانپ بے حس و حرکت پڑا تھا۔ آواز پھر آئی، کیا دیکھ رہے ہو یہ تو مر گیا۔
''مرنا کیا ہوتا ہے؟''
''یہ ایک گہری نیند ہوتی ہے۔ اس کے بعد کوئی بھی جاندار کبھی بیدار نہیں ہوتا۔ وہ اس دنیا سے چلا جاتا ہے پھر کبھی واپس نہیں آتا۔''
''مگر یہ تو یہیں پڑا ہے۔ دنیا سے گیا کہاں ہے۔''
''یہ اس کا جسم ہے اس کی روح چلی گئی ہے۔ یہ جسم بھی کچھ دنوں میں گل سڑ جائے گا۔ اب یہ حرکت نہیں کرسکتا نہ کسی کو نقصان پہنچا سکتا ہے۔ اس کو موت کہتے ہیں۔''
''میں جب بھی پتھر ماروں گا یہی ہوگا۔''
''تمہیں جس کو بھی مارنا ہے وہ مر جائے گا۔''
''وہ پھر کبھی زندہ نہیں ہوگا۔''
''نہیں وہ پھر کبھی اس دنیا میں نہیں آئے گا۔''

یہ بتانے کی ضرورت نہیں کہ یہ شیطان تھا جو اسے سب کچھ بتا رہا تھا۔ بات اس کے مطلب کی تھی اس لیے سن بھی رہا تھا اور ذہن نشین بھی کرتا جا رہا تھا۔

وہ اٹھا اور اس جگہ پر چلا گیا جہاں اس نے چند روز پہلے بہت سے بچھو دیکھے تھے۔ اس وقت بھی ایک بڑا بچھو وہاں رینگ رہا تھا۔ بچھو نے اسے دیکھا تو تیزی سے اپنے بل کی طرف بھاگا لیکن اس سے پہلے کہ وہ اپنے بل داخل ہوتا قابیل کے پتھر نے اس کا کام تمام کر دیا۔ قابیل نے اسے ہاتھ میں اٹھا لیا۔ الٹ پلٹ کر دیکھتا رہا لیکن وہ ساکت تھا۔ اس کا مطلب ہے وہ مر چکا ہے، قابیل نے سوچا۔ اسے عجیب سی لذت حاصل ہوئی۔ اس کا مطلب ہے میں ہابیل کو بھی اسی طرح مار سکتا ہوں۔

وہ کئی دن تک پرندوں اور طرح طرح کے کیڑوں کو پتھر سے مار کر ان کی موت کا تماشا دیکھتا رہا۔ اب اسے یقین ہو گیا تھا کہ اس کا نشانہ بھی پکا ہو گیا ہے اور یہ بھی معلوم ہو گیا کہ پتھر سے کسی بھی جاندار کو مارا جا سکتا ہے۔ گویا پتھر کی صورت میں اس کے ہاتھوں میں ہتھیار آ گیا تھا۔

حضرت آدم علیہ السلام دونوں کی طرف سے بے فکر ہو گئے تھے۔

ایک روز ایسا ہوا کہ ہابیل کو کھیت سے واپس آنے میں دیر ہو گئی۔ آدمؑ نے دیر ہونے پر قابیل کو ہابیل کی طرف بھیجا۔''

قابیل تو اسی دن کی تلاش میں تھا کیونکہ ناراضگی کی وجہ سے ہابیل اس سے منہ موڑنے لگا تھا اور اب آدمؑ اسے خود قابیل کی طرف بھیج رہے تھے۔ اس نے اپنے ارادے کی رسی کو مضبوطی سے تھاما اور اسے ڈھونڈنے نکل گیا۔ وہ اسے ایک غار میں سوتا ہوا مل گیا۔ اسرائیلیوں کے مطابق یہ دمشق کے نزدیک جبل قاسیون کا غار تھا۔

قابیل، ہابیل کے سرہانے کھڑا تھا۔ ہابیل ایک پتھر کو تکیہ بنائے گہری نیند سو رہا تھا۔ اسے کچھ خبر نہیں تھی کہ اس کے سرہانے کون کھڑا ہے اور اس کے ارادے کیا ہیں۔ صرف قابیل جانتا تھا کہ وہ تھوڑی دیر بعد کیا کرنے والا ہے۔

''ایک بڑی چٹان اٹھا اور اس کے سر پر دے مار۔''

کسی نے قابیل کو آواز دی۔ یہ شیطان تھا جو اسے پکار رہا تھا۔ قابیل نے گھبرا کر ادھر ادھر دیکھا۔ آواز پھر آئی۔ پھر اسے یاد آیا کہ اس نے سانپ کو اور بچھو کو پتھر مارے تھے تو وہ مر گئے تھے۔ اب قابیل موت کے مفہوم کو اچھی طرح جاننے لگا تھا۔ قابیل خاموشی سے غار سے باہر آیا اور ایک بڑی چٹان ہاتھوں میں بلند کر کے غار میں لوٹ گیا۔ ہابیل اب بھی اسی

Marfat.com

طرح سور ہا تھا۔ قابیل نے اپنے ہاتھوں میں پکڑی ہوئی چٹان کو مزید بلند کیا اور ہابیل کے سر پر دے ماری۔ ہابیل کی آواز بھی نہ نکل سکی۔ اس کے سر سے نکلنے والا خون۔۔۔ ادھر ادھر پھیل گیا۔ قابیل نے یہ دیکھنے کے لیے کہ وہ مرایا نہیں اسے آوازیں دیں، اسے ہلا جلا کر دیکھا۔ وہ ساکت تھا۔ اس کا مطلب ہے وہ مر چکا ہے۔ وہ کبھی واپس نہیں آئے گا۔ میرے اور اقلیمہ کی راہ میں حائل نہیں ہوگا وہ سوچ رہا تھا۔ پھر وہ غار کے دروازے پر آ کر بیٹھ گیا اور سوچنے لگا کہ ہابیل کی لاش کو کہاں چھپائے، کہاں لے جائے۔ اگر اسے یونہی پڑا رہنے دیا تو باپ کو کیا جواب دے گا۔

یہ دنیا کا پہلا قتل تھا اور پہلی موت تھی۔ ابھی یہ معلوم ہی نہیں تھا کہ مرنے کے بعد لاش کے ساتھ کیا کیا جاتا ہے۔ وہ سخت پریشان تھا۔ اب پشیمان بھی ہو رہا تھا اور یہ فکر بھی دامن گیر تھی کہ کہیں ہابیل کی لاش اس کے جرم کو ظاہر نہ کر دے۔ اسی پریشانی میں رات اور دوسرے دن کا کچھ حصہ گزر گیا۔ وہ تھوڑی تھوڑی دیر میں غار کے اندر جھانک کر دیکھ لیتا تھا۔ ایک لمحے کو تو یہ بھی خیال آیا تھا کہ لاش کو اٹھا کر کہیں دور پھینک آئے لیکن پھر یہ سوچ کر رک گیا کہ اتنی بھاری لاش کو کہاں کہاں اٹھائے پھرے گا۔

وہ اسی پریشانی میں تھا کہ دو کوے ہوا میں اڑتے ہوئے آئے اور اس کے سامنے زمین پر گر گئے۔ زمین پر بھی وہ دونوں لڑ رہے تھے۔ قابیل اس منظر میں ایسا کھویا کہ اپنی پریشانی بھول گیا پھر اس نے دیکھا طاقتور کوے نے کمزور کوے کو مار دیا ہے۔ زندہ کوا مردہ کوے کو اپنی چونچ اور پنجوں سے الٹ پلٹ کر دیکھنے لگا۔ جیسے دیکھ رہا ہو وہ مرا یا نہیں اور جب اسے یقین ہو گیا تو زندہ کوا اپنے پنجوں سے زمین کھودنے لگا۔ جب تھوڑا سا گڑھا بن گیا تو اس نے مردہ کوے کو لے کر اس گڑھے میں دھکیلا اور اوپر سے مٹی ڈال کر گڑھا بند کر دیا اور اڑ گیا۔

قابیل کو راہ سوجھی۔ اس نے سوچا وہ بھی اس طرح گڑھا کھود کر ہابیل کو اس میں چھپا دے اور اوپر سے مٹی ڈال دے، اس نے بھی ایک نوکیلے پتھر سے زمین کھودنی شروع کر دی اور دل میں کہتا جاتا تھا ''ہائے افسوس! کیا میں اس حیوان سے بھی گیا گزرا ہوں کہ اپنے جرم کو چھپانے کی اہلیت بھی نہیں رکھتا۔ اس کا سر شرم و ندامت سے جھک گیا۔

جب گڑھا کھود چکا تو بھائی کی لاش کو گڑھے میں دفن کر دیا اور اوپر سے مٹی ڈال کر زمین ہموار کر دی۔ ایک نشانی اب بھی چھوڑ گیا۔ جس چٹان پر سوئے ہوئے ہابیل کو اس نے قتل کیا تھا اس پر خون اسی طرح جما ہوا تھا۔

قرآن نے اس پورے واقعے کو ان لفظوں میں بیان کیا۔

''اور سنا ان کو حال واقعی آدم کے دو بیٹوں کا جب نذر کی دونوں نے کچھ، اور مقبول ہوئی ایک کی، اور نا مقبول ہوئی دوسرے کی۔ کہا، میں تجھ کو مار ڈالوں گا۔ وہ بولا اللہ قبول کرتا ہے پرہیزگاروں سے۔ اگر تو ہاتھ چلا دے گا مجھ پر مارنے کو۔ میں نہ ہاتھ چلاؤں گا تجھے مارنے کو۔ میں تو ڈرتا ہوں اللہ سے جو پروردگار ہے سب جہان کا۔ میں چاہتا ہوں کہ تو میرا گناہ بھی حاصل کر لے اور اپنا گناہ بھی۔ پھر ہو جائے تو دوزخ والوں میں سے اور یہی سزا ہے ظالموں کی۔ پس اس کو راضی کیا اس کے نفس نے خون پر اپنے بھائی کے، پھر بھیجا اللہ نے ایک کوا جو کریدتا تھا زمین کو تا کہ اس کو دکھلا دے کس طرح چھپاتا ہے لاش اپنے بھائی کی۔ بولا ہائے افسوس! مجھ کو اتنا بھی نہ ہو سکا کہ اس کوے جیسا ہی ہوتا کہ چھپا لیتا لاش اپنے بھائی کی پھر لگا پچھتانے۔''

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ''دنیا میں جب بھی کوئی ظلم سے قتل ہوتا ہے تو اس کا گناہ حضرت آدمؑ کے بیٹے کی گردن پر ضرور ہوتا ہے اس لیے کہ وہ پہلا شخص ہے جس نے ظالمانہ قتل کی ابتدا کی اور یہ ناپاک طریقہ جاری کیا۔''

اس اثنا میں حضرت آدم علیہ السلام کہیں تشریف لے گئے تھے۔ واپس آئے اور ہابیل کے متعلق پوچھا تو قابیل نے لاعلمی کا اظہار کیا۔

''مجھے کیا خبر۔ کہیں چلا گیا ہوگا۔ میں نے تو اسے دیکھا تک نہیں۔ اس کی طرف سے اتنی محبت ہے تو خود جا کر ڈھونڈ

Marfat.com

لو۔''

اس کی باتوں سے صاف لگتا تھا کہ وہ جو کچھ جانتا ہے اسے بتانے سے گریزاں ہے۔ پھر خود اسے تلاش کرنے کی کوشش کی لیکن وہ کہیں نہیں ملا۔

حضرت آدم وحوا پر غموں کے پہاڑ ٹوٹ پڑے تھے۔ کھانا پینا چھوٹ گیا۔ اسی دوران میں حضرت آدمؑ نے خواب میں دیکھا کہ ہابیل انہیں مدد کے لیے پکار رہا ہے اور الغیاث الغیاث کی آوازیں آرہی ہیں۔''

حضرت آدمؑ نے ایک مرتبہ پھر قابیل سے پوچھا اس کے پاس کوئی جواب نہیں تھا۔ اس کی مسلسل خاموشی نے ان کی فکر کو تشویش میں بدل دیا۔

حضرت آدم علیہ السلام کی پریشانی دیکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے حکم سے جبریل علیہ السلام ان کے پاس آئے اور ان سے پوچھا، اے آدم! کیا آپ نہیں جانتے قابیل آپ کے سوال کا جواب کیوں نہیں دیتا۔ حضرت آدم علیہ السلام نے نفی میں جواب دیا۔

''میں اگر جان لیتا تو اس قدر پریشان کیوں ہوتا۔''

''اب ہابیل سے آپ کی ملاقات کبھی نہ ہو سکے گی کیونکہ وہ اس دنیا سے ہمیشہ کے لیے جا چکا ہے۔ قابیل نے اسے حسد کی وجہ سے قتل کر دیا ہے۔''

''مجھے میرے مردہ ہابیل ہی سے ملا دو۔ اس کی لاش کہاں ہے۔'' حضرت آدمؑ نے التجا کی۔

''آپ کو ہابیل کی لاش بھی نہیں دکھائی جا سکتی کیونکہ قابیل نے اسے قتل کر کے زمین میں دفن کر دیا ہے۔ میں صرف وہ جگہ دکھا سکتا ہوں جہاں اسے قتل کیا گیا۔''

جبریل علیہ السلام انہیں اس جگہ لے گئے جہاں ہابیل اپنی بھیڑ بکریاں لے کر جایا کرتا تھا اور ایک پتھر پر سر رکھ کر سو جایا کرتا تھا۔ حضرت جبریلؑ نے اس چٹان کی طرف اشارہ کیا جہاں ہابیل سو رہا تھا اور قابیل نے اس کو قتل کیا تھا۔ خون کے دھبے ابھی تک چٹان پر نظر آرہے تھے۔

''میری نسل کو ابھی تک موت کا علم نہ تھا کہ موت بھی کوئی شے ہے۔ موت کس طرح آتی ہے اور موت کے بعد لاش کو کیا کرنا ہوتا ہے۔ ہابیل نے ان باتوں کو کیسے جان لیا۔''

''یہ سب باتیں اسے ابلیس نے سکھائیں جو آپ کا اور آپ کی اولاد کا ازلی دشمن ہے۔''

''ہائے افسوس! مجھے قابیل سے تو کوئی امید نہیں۔ میری نیک اولاد جو میری آیندہ نسلوں کی رہنمائی کر سکتی تھی اسے قابیل نے قتل کر دیا تھا اور قابل شرارت اور فتنہ وفساد پھیلانے کے لیے رہ گیا۔ اب میری نسل میں نیکی کس طرح پھیلے گی۔''

''اللہ اس کا بندوبست بھی کرنے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو ہابیل کی جگہ ایک بیٹا عطا کرے گا جو نیک اور صالح ہوگا۔ اس کا نام شیث رکھا جائے گا۔ آپ کی نسلوں میں گمراہی قابیل اور اس کے ہم خیال پھیلائیں گے اور نیکی و پرہیزگاری کا راستہ (حضرت) شیث (علیہ السلام) لوگوں کو دکھائیں گے جس سے آپ کا نام دنیا میں روشن ہوگا۔

حضرت آدمؑ نے جبریلؑ سے التجا کی ''مجھے وہ جگہ ہی دکھا دو جہاں ہابیل کو دفن کیا گیا ہے۔''

جبریلؑ انہیں اس مقام پر لے گئے جہاں قابیل نے ہابیل کو دفن کیا تھا۔ قبر کھود کر دیکھا تو لاش خون اور مٹی میں لت پت تھی۔ وہ اس لاش کو گھر لے آئے اور اپنے رہنے کی جگہ پر دفن کر دیا۔

چرند پرند جمع ہو گئے تھے جو بین کر رہے تھے اور شور مچا رہے تھے۔

آدمؑ نے جبریلؑ سے پوچھا۔ ''آپ ان کی زبان سمجھتے ہیں مجھے بتائیے یہ کیا کہہ رہے ہیں۔''

جبریل علیہ السلام نے جواب دیا۔ ''یہ سب آہ وزاری کر رہے ہیں کہ انسان سے دور رہنا چاہیے کیونکہ یہ بے وفا

۱۴۴۷۰۷

Marfat.com

ہے اور اپنے بھائی تک کو قتل کر دیتا ہے۔''

کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے زمین کو حکم دیا کہ قابیل کو داب لے۔ زمین نے قابیل کو زانوں تک داب لیا۔

''اے اللہ مجھے یہ سزا کیوں دی جا رہی ہے۔'' قابیل نے پوچھا۔

''تو نافرمان بندہ ہے اس لیے تجھے مردود قرار دیا گیا ہے۔''

''اے اللہ! ابلیس نے بھی تو نافرمانی کی تھی مگر اسے تو آزاد چھوڑ دیا گیا۔''

''اے ملعون! اس نے نافرمانی کی تھی کسی کا خون نہیں کیا تھا۔''

''میرے باپ نے بھی تو تیرے حکم کے خلاف کیا تھا۔''

''اس نے قطع رحمی کا گناہ نہیں کیا تھا اور وہ نادم بھی ہوا تھا۔''

''نادم تو میں بھی ہوں۔''

زمین کو حکم ہوا کہ اسے چھوڑ دو۔ ہم نے اسے معاف نہیں کیا لیکن مہلت دیتے ہیں تا کہ یہ اور اس کے ماننے والے دنیا کے لیے نشان بنے رہیں اور اس کا حال دیکھ کر میرے مخلص بندے گناہوں سے بچے رہیں۔

یہ تو مفسرین کا بیان تھا، توریت اس قتل کے بعد کے واقعات کو اس طرح بیان کرتی ہے۔

''تب خداوند نے قابیل سے کہا تیرا بھائی ہابیل کہاں ہے۔ اس نے کہا مجھے نہیں معلوم، میں کیا اپنے بھائی کا محافظ ہوں۔''

پھر اس نے کہا۔'' تو نے یہ کیا کیا۔ تیرے بھائی کا خون زمین سے مجھے پکارتا ہے اور اب تو زمین کی طرف لعنتی ہوا۔ جب تو زمین کو جوتے گا تو وہ اب تجھے اپنی پیداوار نہ دے گی اور زمین پر تو خانہ خراب اور آوارہ ہوگا۔''

''میری یہ سزا تو میری برداشت سے باہر ہے۔''

قابیل نے کہا۔' تو نے مجھے روئے زمین سے نکال دیا ہے اور میں تیرے حضور سے روپوش ہو جاؤں گا اور زمین پر خانہ خراب اور آوارہ پھروں گا اور ایسا ہوگا کہ جو کوئی مجھے پائے گا قتل کر ڈالے گا۔''

''نہیں بلکہ جو تجھے قتل کرے اس سے سات گنا بدلہ لیا جائے گا اور خداوند نے اس کے لیے ایک نشان ٹھہرایا کوئی اسے پا کر مار نہ ڈالے۔''

اپنی خطاؤں کے سبب قابیل خداوند کے حضور سے نکل گیا اور عدن کے مشرق کی طرف ''نود'' کے علاقے میں جا بسا۔ (توریت)

وہ جاتے وقت اس بہن کو ساتھ لے گیا جس سے وہ شادی کا خواہش مند تھا۔ سرزمین نود میں قیام کیا اور یہاں اس کے بچے اور بچوں کے بچے ہوئے۔

☆......☆......☆

جب حضرت آدم علیہ السلام کی عمر مبارک ایک سو تیس سال ہوئی تو حضرت حوا کے ہاں ایک بیٹا پیدا ہوا۔ یہ ہابیل وقابیل کے پچاس برس بعد کا واقعہ ہے۔ اس وقت عمریں بہت دراز ہوا کرتی تھیں لہٰذا قابیل ابھی زندہ تھا اور اپنے مسکن ''نود'' میں تھا جہاں اس کی نسل فروغ پا رہی تھی۔

جبریلؑ کے توسط سے آدمؑ کو پہلے ہی یہ خوش خبری مل چکی تھی کہ ہابیل کے بدلے میں اللہ انہیں ایک بیٹا دے گا تم اس کا نام شیث رکھنا۔

شیث کے معنی عطیہ کے تھے یعنی اللہ کی طرف سے یہ عطیہ تھا جو آدمؑ کو ملا تھا۔ حضرت جبریلؑ نے یہ خبر بھی پہنچائی تھی کہ یہ لڑکا نیکی اور پرہیز گاری کی راہ دکھائے گا۔

Marfat.com

حضرت شیث علیہ السلام بڑے ہوتے گئے۔ اس دوران آدمؑ کی دیگر اولادیں اپنے اپنے کاموں میں مشغول تھیں اور آدم علیہ السلام ان کے درمیان رہ کر رشد و ہدایت کے فرائض انجام دیتے رہے تھے۔ آپ کی تعلیمات وہی تھیں جو قرآن پاک میں ارشاد ہیں۔ انہوں نے ان تعلیمات کے ذریعے اپنی اولاد کو نیکی کی طرف بلایا۔

حضرت آدم علیہ السلام دنیا میں پہلے نبی کی حیثیت سے مبعوث فرمائے گئے تھے۔ طبری کی روایت کے مطابق آپ پر 21 صحیفے نازل ہوئے۔ البتہ کوئی کتاب نازل نہیں ہوئی۔

ایک روایت کے مطابق حضرت آدم علیہ السلام لکھنا پڑھنا جانتے تھے اور آپ پر اکیس اوزان پر مشتمل حروف معجم نازل ہوئی۔ یہ دنیا کی پہلی کتاب تھی جس میں تمام زبانوں کی حد بندیاں کرادی گئی تھیں۔ علامہ زرکشی ابوالحسین بن فارس کے مطابق حضرت آدم علیہ السلام نے اپنی وفات سے 300 سال قبل عربی اور سریانی زبانوں میں کتابیں مٹی کی تختیوں پر لکھ لی تھیں اور انہیں پکا کر محفوظ کرلیا تھا۔

حضرت شیث علیہ السلام کی نیکی بچپن ہی سے ظاہر ہورہی تھی۔ وہ ہر وقت باپ کی خدمت میں مشغول رہتے اور رشد و ہدایت کے کاموں میں حضرت آدم کا ہاتھ بٹاتے تھے۔

حضرت آدم علیہ السلام کو حکم ہوا کہ وہ اس دنیا پر اللہ تعالیٰ کا ایک گھر بنائیں چنانچہ آدمؑ نے شیث علیہ السلام کو ساتھ لیا اور موجودہ خانہ کعبہ کی جگہ پہنچ گئے۔ اس جگہ کی نشاندہی جبریلؑ نے کی تھی۔ حضرت شیث علیہ السلام پتھر اور مٹی لا لا کر دیتے رہے۔ آدم علیہ السلام نے خانہ کعبہ کی بنیاد رکھی اور دیواریں کھڑی کیں۔

جب خانہ کعبہ کی تعمیر ہوچکی تو آپ اللہ تعالیٰ کے حکم سے حج کے لیے عرفات میں گئے۔ اللہ نے حج کا طریقہ آپ کو سکھا دیا تھا۔ رات مزدلفہ میں گزاری اور پھر منیٰ میں آئے۔ وہاں سے واپس آ کر طواف کعبہ کیا۔

یہ پہلا حج تھا جو آدم علیہ السلام اور حوا علیہا السلام نے خدا کے حکم سے ادا کیا۔

آپ کی اولاد بھی آپ کے کہنے کے مطابق حج ادا کرتی رہی۔

حضرت نوح علیہ السلام کے زمانے تک وہی بنیاد قائم رہی۔ طوفان نوح نے اس عمارت کو منہدم کردیا لیکن بنیاد باقی رہی۔ یہاں تک کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا زمانہ آیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اسی بنیاد پر جبریل علیہ السلام کی نشاندہی پر خانہ کعبہ دوبارہ تعمیر کیا۔

نبی اکرم ﷺ تک وہی عمارت قائم رہی۔

آنحضرت ﷺ کے زمانے ہی میں (آپ کی بعثت سے قبل) قریش نے چھت بلند کرکے پھر خانہ کعبہ تعمیر کیا۔

اس نئی تعمیر میں قریش نے ابراہیم علیہ السلام کی بنیادیں چھوڑ کر جگہ کم کردی تھی جس کی نسبت آپ ﷺ نے حضرت عائشہؓ سے فرمایا کہ اگر اہل مکہ اپنے اسلام میں پکے ہوتے تو میں کعبہ کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی حدود پر قائم کردیتا۔

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ جب مکہ کے والی بنے تو چونکہ انہوں نے حضرت عائشہؓ سے یہ روایت سنی تھی اس لیے انہوں نے اپنے عہد حکومت میں قریش والی بنیاد گرا کر حدود ابراہیمی پر خانہ کعبہ کو تعمیر کیا۔

عبدالملک بن مروان کی خلافت کے زمانے میں جب حجاج بن یوسف نے حضرت عبداللہ بن زبیر کو شہید کردیا تو مروان کے کہنے پر عبداللہ بن زبیر کی بنیاد گرا کر پھر ان حدود پر خانہ کعبہ کی تعمیر کی جن پر قریش نے آنحضرت ﷺ کے زمانے میں تعمیر کی تھی۔

جب تعمیر مکمل ہوگئی تو مروان تک حضرت عائشہؓ کی بیان کردہ حدیث مبارک پہنچی لیکن اب کچھ نہیں ہوسکتا تھا۔ تعمیر مکمل ہوچکی تھی۔ وہ صرف اتنا کہہ سکا۔

''اگر یہ حدیث میں پہلے سن لیتا تو اس کے مطابق حدود ابراہیمی پر عمارت کی تعمیر کرواتا۔''

Marfat.com

ہارون رشید کے عہد میں یہ قضیہ پھر اٹھا۔ اس نے عقل مندی یہ کی کہ عمارت گرانے اور عبداللہ بن زبیرؓ کی حدود کے مطابق تعمیر کرنے سے پہلے امام مالکؒ سے مشورہ کرلیا۔ امام صاحب نے انکار کردیا۔

"خانہ کعبہ کو بادشاہوں کی تماشا گاہ نہیں بننا چاہیے کہ ہر بادشاہ اپنے عہد حکومت میں اسے گراتا رہے اور نئی تعمیر کرتا رہے۔"

خانہ کعبہ کی بنیادیں آج بھی وہیں قائم ہیں صرف تزئین و آرائش ہوتی رہتی ہے۔

اسے ابوالبشر آدم علیہ السلام نے تعمیر کیا اور آنے والے ہر پیغمبر نے اس کی تائید کی اور اس کو عبادت گاہ بنایا۔

☆......☆......☆

اولاد آدمؑ میں سے ایک طرف شیث علیہ السلام تھے جن کی اتباع آدم علیہ السلام دیگر اولادیں کر رہی تھیں دوسری جانب قابیل تھا جس کو اللہ تعالیٰ نے اس کی خطا کے باوجود مہلت دی تھی۔ اس کی رسی کو ڈھیلا چھوڑ دیا تھا۔ قابیل اور اس کی آل اولاد میدانی علاقوں میں آباد تھی اور شیث علیہ السلام اور آدم علیہ السلام کی دیگر اولادیں ان کے بچے اور ان کے بچوں کے بچے پہاڑوں پر آباد تھے۔

عرصہ گزر گیا یہاں تک کہ آدم علیہ السلام کی وفات کا وقت قریب آ گیا۔ آپ اس دنیا سے سرخرو جا رہے تھے کہ آپ کی تمام اولادیں سوائے قابیل کے توحید پر عمل پیرا تھیں۔

جب آپ کو بذریعہ وحی منشائے الٰہی کا علم ہوگیا تو آپ نے اپنے فرزند حضرت شیث علیہ السلام کو بلایا اور انہیں وصیت و نصیحت کے بعد اپنا جانشین مقرر کیا۔

دن رات کی گھڑیوں کی پہچان کروائی اور ان اوقات کی عبادتوں کی تعلیم دی اور اس کے بعد ایک بڑے طوفان کے وقوع کی پیش گوئی فرمائی۔

جب حضرت آدم وفات پاگئے اور وہ جمعہ کا دن تھا تو فرشتے حنوط خوشبو لے کر حضرت آدم علیہ السلام کے پاس آئے اور جنت کا کفن لائے۔ حضرت شیث علیہ السلام نے اس کفن میں انہیں کفنایا۔

ابن اسحٰق فرماتے ہیں کہ آفتاب و ماہ تاب سات دن رات تک گہن میں رہے۔

ابن ضمرۃ سعدی کہتے ہیں کہ میں نے مدینے میں ایک بزرگ کو دیکھا جو وعظ فرما رہے تھے۔ میں نے پوچھا یہ کون ہیں۔ معلوم ہوا یہ ابی بن کعب ہیں۔ وہ وعظ فرما رہے تھے۔

"جب حضرت آدم علیہ السلام کی وفات کا وقت قریب آیا تو انہوں نے اپنے بیٹوں کو کہا۔ "اے بیٹو! جنت کے پھلوں کو کھانے کا دل چاہ رہا ہے تو بیٹے چلے گئے تاکہ جنت کے پھل تلاش کریں۔ سامنے سے ان کو فرشتے مل گئے جن کے ساتھ کفن اور خوشبو تھی۔ فرشتوں نے پوچھا، اے بنی آدم! کہاں اور کس چیز کی تلاش میں جا رہے ہو۔ کہا "ہمارے والد مریض ہیں اور جنت کے پھل کھانے کو ان کا جی کر رہا ہے۔" فرشتوں نے کہا واپس چلو۔ تمہارے والد کا وقت پورا ہوگیا ہے۔ وہ سب واپس آ گئے۔ فرشتے بھی ان کے ساتھ تھے۔ حضرت حوا نے دیکھا تو پہچان لیا کہ یہ کون ہیں اور کس مقصد کے لیے آئے ہیں۔ وہ حضرت آدمؑ کے لیے پناہ مانگنے لگیں یعنی انہیں یہ گوارہ نہیں تھا کہ ان کی روح قبض کی جائے۔

حضرت آدمؑ نے فرمایا، حوا مجھے چھوڑو اپنے پاس سے۔ میں تجھ سے پہلے پیدا ہوا تھا لہٰذا میرے اور میرے رب کے فرشتوں کے درمیان راستہ خالی کردو۔ پھر فرشتوں نے ان کی روح قبض کرلی اور پھر غسل دیا کفن دیا، خوشبو لگائی پھر گڑھا کھود کر قبر بنائی پھر نماز جنازہ پڑھائی پھر ان کو قبر میں رکھ پتھر رکھے اور مٹی ڈال دی۔ اور پھر کہا، اے بنی آدم! یہ تمہاری سنت اور طریقہ ہے۔

آپ کے مدفن کے بارے میں ظاہر ہے صرف قیاس آرائی ہی کی جاسکتی ہے چنانچہ مشہور یہ ہے کہ وہ اس پہاڑ کے

Marfat.com

پاس مدفون ہیں جہاں وہ ہند میں اس کے پاس اترے تھے لیکن وہ کہاں اترے تھے اس کے بارے میں بھی کوئی حتمی بات نہیں کہی جاسکتی۔

ایک قول یہ بھی ہے کہ مکہ میں جبل ابی قبیس کے پاس ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ وہ اس مقام پر دفن ہیں جہاں اب بیت المقدس واقع ہے۔

ان کی عمر کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ ایک ہزار سال زندہ رہے۔ توریت ان کی عمر 930 سال بتاتی ہے۔

ان کی وفات کے ایک سال بعد اماں حوا بھی اللہ کو پیاری ہوگئیں۔

حضرت آدم وفات پا چکے تو ان کے معاملات کے نگہبان حضرت شیث علیہ السلام ہوئے۔ وہ بھی نبی تھے اور حضرت ابوذر غفاری کی روایت کے مطابق اللہ نے شیث علیہ السلام پر پچاس صحیفے نازل کیے۔

☆......☆......☆

حضرت آدم علیہ السلام نے وصیت کی تھی کہ میرے بعد شیث علیہ السلام کے بیٹوں اور ان کے بیٹوں میں سے کوئی ہرگز ہرگز قابیل کی اولادوں سے نکاح نہ کرے اور ان پر ایک دیوار قائم کردی تھی کہ کوئی قابیل کے علاقوں کی طرف نہ جائے۔ اس وقت آبادی مختصر تھی اس لیے یہ دیوار کافی تھی۔

حضرت شیث علیہ السلام آٹھ سو سال تک زندہ رہے۔ تب تک یہ دیوار موثر رہی لیکن اب آبادی ہزاروں میں پہنچ چکی تھی۔

دنیا واضح طور پر دو حصوں میں بٹی ہوئی تھی۔ ایک حصے میں بنو شیث علیہ السلام تھے دوسرے حصے میں بنو قابیل کے لوگ تھے جن کے درمیان کوئی اختلاط نہیں تھا لیکن شیث علیہ السلام کے انتقال کے بعد ایک وقت وہ آیا جب بنو شیث نے آدمؑ کی وصیت کو ٹھکرا دیا۔

بنو قابیل کی عورتیں نہایت حسین وجمیل تھیں۔ ان کی رگوں میں چونکہ قابیل کا خون گردش کررہا تھا اس لیے آوارہ مزاج بھی تھیں اور شیطان ان کے ساتھ لگا ہوا تھا۔ وہ انہیں قدم قدم پر بہکاتا رہتا تھا۔

ایک دن شیطان ایک غلام کی شکل میں یہاں رہنے والوں میں سے ایک شخص ''توبالی'' کے پاس آیا اور اس کی خدمت کے لیے اس کے پاس نوکر ہوگیا۔ توبالی اس کی خدمت گزاری سے بہت خوش تھا۔

ایک روز توبالی بہت اداس بیٹھا تھا کہ اس کا غلام آگیا اور اداسی کا سبب پوچھنے لگا۔

''آپ کہیں تو میں ایک ایسی چیز آپ کے لیے بنادوں کہ آپ کا دل لگا رہے۔''

''دل بہلانے کے لیے تو یہاں کی عورتیں بہت ہیں لیکن پھر بھی نہ جانے میں کیوں اداس ہوں۔ تم بھلا ایسی کیا چیز بناسکتے ہو جس سے میری اداسی دور ہو جائے۔''

''یہ میں آپ کو ابھی نہیں بتاسکتا۔ بس آپ مجھے جنگل تک جانے کی اجازت دے دیں۔''

توبالی حیران تھا کہ جنگل میں ایسی کیا چیز ہے جو وہ میرا دل بہلانے کے لیے لائے گا۔

وہ واپس آیا تو اس کے ہاتھ میں بانسری تھی۔ اس نے اسے ہونٹوں سے لگایا تو عجب عجب نغمے برآمد ہوئے۔ توبالی ان نغموں سے لطف اندوز ہوگیا۔

''تو نے یہ بڑی عجیب چیز بنائی۔''

''یہ کیا ہے میں تو اس سے بھی عجیب چیزیں بناسکتا ہوں۔''

''پھر دیر کس بات کی ہے۔ جلدی بنا بنو قابیل کو معلوم تو ہو کہ میرا غلام کتنا بڑا کاریگر ہے۔''

اس نے یکے بعد دیگرے موسیقی کے کئی آلات بنا کر اس کے سامنے رکھ دیے۔ اس وقت تک دنیا ان آلات سے

Marfat.com

واقف نہیں تھی یہ تو شیطان کے اپنے ذہن کی ایجاد تھی۔

ان آلات کو دیکھ کر دوسرے لوگوں نے بھی ایسے آلات بنا لیے۔ گھر گھر سے موسیقی کی آوازیں آنے لگیں۔ اب شیطان نے ان کی عورتوں کے دلوں میں ڈالا کہ وہ موسیقی کی دھنوں پر رقص کرنے کے لیے گھروں سے نکل آئیں۔

اب آئے دن کا معمول ہو گیا تھا کہ مرد ڈھول تاشے بجاتے اور عورتیں ان کے ساتھ رقص میں شامل ہو جاتیں۔

یہ آوازیں پہاڑوں تک پہنچتی تھیں جہاں بنو شیث آباد تھے۔ ان نغموں میں ایسی دلکشی تھی کہ ان کے دل بھی للچانے لگے تھے۔

ایک روز بنی شیث کا ایک شخص ہمت کر کے پہاڑ سے نیچے اتر آیا اور بنو قابیل کے علاقے میں پہنچ گیا۔ گویا خطا کے راستے پر اس نے قدم رکھ دیا۔ یہاں کا تو عالم ہی دوسرا تھا، بنی سنوری عورتیں رقص کر رہی تھیں۔ عیش و نشاط تھا۔ بے حیائی و سرشاری تھی۔

وہ پوری رات گزار کر اپنے علاقے میں پہنچا تو اس کے ہونٹوں پر ان حسین و جمیل عورتوں کی مدح سرائی کے نغمے گونج رہے تھے۔ وہ اس سرشاری سے وہاں کی تصویر کشی کر رہا تھا کہ دوسرے مردوں کے بھی دل للچانے لگے۔ وہ تصور ہی تصور میں اپنے علاقے کی روکھی پھیکی زندگی اور قابیل کے علاقے کی رنگین زندگی کا موازنہ کرنے لگے۔ ان میں سے بعض نے یہ فیصلہ کیا کہ وہ بھی میدان میں اتریں گے اور وہاں کی محفلوں سے لطف اندوز ہوں گے۔

اور وہ چلے گئے۔

بنو قابیل کی عورتیں جتنی خوبصورت تھیں ان کے مرد اتنے ہی بدصورت تھے۔ ان عورتوں نے جب بنو شیث کے خوبرو نوجوانوں کو دیکھا تو ان پر فریفتہ ہو گئیں۔

سب کے سب کسی نہ کسی عورت کے دام میں پھنس گئے اور واپسی کا راستہ بھول گئے۔

یہ افراد جب عرصہ دراز تک واپس نہ پہنچے تو ان کے ساتھیوں کو تشویش ہوئی۔ دیکھنا تو چاہیے کہ ہمارے لوگوں پر کیا گزری، انہوں نے سوچا اور وہ بھی نیچے اتر آئے۔ انہیں بھی بنو قابیل کی عورتوں نے پھانس لیا۔ یہ لوگ ابھی تک کسی نبی کی ہدایت کے بغیر زندگی گزار رہے تھے لہٰذا اخلاقی قدریں ان میں تھیں ہی نہیں البتہ توحید پر عمل پیرا تھے۔ خدا کو ایک مانتے تھے۔ شیطان کو ان کی یہی ایک بات کھٹکتی تھی۔ وہ موقع کی تلاش میں تھا کہ کسی طرح ان میں بت پرستی رائج کر دی جائے کیونکہ وہ جانتا تھا کہ اللہ تعالیٰ ان کی بے حیائی کو تو معاف کر دے گا لیکن شرک کی لعنت کو کبھی معاف نہیں کرے گا۔ بنی آدم کو گمراہ کرنے کا اس سے بہتر اور کوئی طریقہ نہیں ہو سکتا۔

یہ موقع اسے بہت جلد مل بھی گیا۔ اس قوم میں ''وڈ'' نام کا ایک صالح مرد تھا۔ قوم کے لوگ اسے بہت مجبور رکھتے تھے جب اس کا انتقال ہو گیا تو تمام لوگ گریہ و زاری میں ڈوب گئے۔ اس کا غم تھا کہ بھولتا ہی نہیں تھا۔ ابلیس لعین نے یہ حال دیکھا تو بنی آدم پر حملہ کرنے کی ایک صورت سامنے آ گئی جس کا وعدہ کر کے وہ جنت سے اترا تھا۔ وہ انسانی صورت میں ان کے پاس آیا۔

''تم لوگ کیوں اتنی گریہ و زاری کر رہے ہو۔''

''دیکھتے نہیں ہمارا محبوب یہاں دفن ہے۔ یہ ہمارے لیے دعائیں کیا کرتا تھا۔ اس کی اس دعا سے بارش ہوا کرتی تھی۔ ایسی خوش حالی حاصل تھی۔ اب یہ نہیں رہا تو ہمارے لیے کون دعا کرے گا۔ بس یہی غم ہے جو ہمیں کھائے جاتا ہے۔''

''تم کہو تو میں اس کا ایک بت بنا کر تمہیں دے دوں جو مٹی کا ہوگا لیکن بالکل اس صورت کا ہوگا جیسا وہ شخص تھا۔ تم اس بت کو اپنے گھروں میں رکھ لینا اور اسے دیکھ کر اپنی آنکھیں ٹھنڈی کر لینا۔ جو کچھ اس سے مانگو گے وہ تمہیں دے گا۔''

Marfat.com

''یہ بت تو ایک ہوگا۔ کس کس گھر میں رکھا جائے گا۔''

''ایک ایسی جگہ بنالینا جہاں اسے رکھ دینا۔ سب لوگ وہاں جائیں اور اپنی مرادیں اس کے سامنے بیان کردیں۔''

سب نے اس تجویز کو پسند کیا۔ شیطان نے ایک ''بت'' بنا کر انہیں دے دیا۔

ابتدا میں تو یہ ''بت'' محض یادآوری کے لیے تھا لیکن رفتہ رفتہ اس کی عبادت کی جانے لگی۔ جب ایک نسل گزر گئی تو جتنے نامور لوگ تھے ان کے مجسمے بنالیے گئے اور ہر ایک کے سپرد ایک کام کردیا گیا۔ ان کے پجاری وجود میں آ گئے۔ نذریں چڑھائی جانے لگیں۔ پوری قوم گمراہی میں مبتلا ہوگئی۔ پھر یہ مجسمے گھروں میں رکھے جانے لگے۔

آدم علیہ السلام اور شیث علیہ السلام تک تو ایک اللہ کی عبادت ہوتی تھی لیکن اب اللہ کی عبادت ترک ہوگئی یہ بت ہی خدا بن گئے۔ ایک چھوٹی سی خطا نے بت پرستی کی بھی ابتدا کردی۔

رسول اکرمؐ نے اس قوم کے متعلق فرمایا ''وہ لوگ ایسے تھے جب ان میں سے کوئی صالح شخص وفات کر جاتا تو یہ لوگ اس کی صورت بنا کر رکھ لیتے۔ یہ لوگ اللہ عز وجل کے نزدیک بدترین مخلوق تھے۔''

اس کفر و الحاد میں بنو قابیل ہی کے نہیں بنو شیث کے لوگ بھی رنگے جاچکے تھے۔

☆......☆......☆

حضرت عمر بن خطابؓ سے مروی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا، موسیٰ علیہ السلام نے بارگاہ خداوندی میں دعا کی اے میرے پروردگار ہمیں آدم دکھلایئے جنہوں نے ہم کو اور اپنے آپ کو جنت سے نکلوایا۔ تو اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام ان کو دکھلا دیے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان سے پوچھا۔ ''آپ آدمؑ ہیں؟''

''فرمایا۔'' جی ہاں۔''

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پوچھا۔ ''آپ ہی ہیں وہ جن میں اللہ نے اپنی روح پھونکی، آپ کو فرشتوں سے سجدہ کروایا اور آپ کو تمام نام سکھائے۔''

فرمایا۔ ''جی ہاں۔''

''پھر آپ کو کس چیز نے اکسایا کہ آپ نے ہمیں بھی اور خود کو بھی جنت سے نکلوادیا۔''

حضرت آدم علیہ السلام نے پوچھا۔ ''آپ کون ہیں؟''

''میں موسیٰ ہوں۔''

''آپ بنی اسرائیل کے پیغمبر موسیٰ ہیں۔ آپ ہی نے پردے کے پیچھے سے اللہ سے راز و نیاز کیے۔''

''ایسا ہی ہے۔''

''پھر بھی آپ مجھے اس بات پر موردالزام ٹھہراتے ہیں جو مجھ پر پہلے سے لکھی جاچکی تھی۔''

پھر رسول اکرم ﷺ نے فرمایا۔ ''آدمؑ موسیٰؑ پر غالب آ گئے۔''

دوسرے لفظوں میں آدم علیہ السلام نے فرمادیا کہ جنت سے اخراج میرے پھل کھانے سے نہیں ہوا تھا کیونکہ وہاں سے اخراج میری پیدائش سے بھی پہلے اللہ نے لکھ دیا تھا اسی لیے تو فرشتوں سے کہہ دیا تھا کہ میں زمین پر اپنا خلیفہ بنانے والا ہوں۔ پھل کھانے سے مجھے روکا گیا تھا اور میں نے کھالیا۔ یہ واقعی میری لغزش تھی۔ میری اس ''خطا'' کو اللہ تعالیٰ نے اپنے کرم سے معاف فرمادیا تھا۔

Marfat.com

حضرت ادریس علیہ السلام

فرزند آدم علیہ السلام جناب شیث علیہ السلام اپنے ماننے والوں میں نہایت مقبول اور کامیاب تھے۔ یہاں تک کہ لوگ آپؑ کے انتقال کے بعد بھی آپؑ ہی کے بتائے ہوئے راستے پر چلتے رہے۔ نو سو سال سے اوپر کی عمر کو پہنچ کر جب آپؑ کا انتقال ہوا تو ان کے بیٹے اور بیٹیاں ہر طرف پھیلے ہوئے تھے اور سب بت پرستی سے دور، صراط مستقیم پر گامزن تھے۔ کھیتوں کے اناج سے پیٹ بھر رہے تھے اور غاروں، میدانوں، پہاڑوں کی چوٹیوں پر رہ رہے تھے۔ دنیا بس وہیں تک تھیں جہاں تک ان چند ہزار نفوس کے قدموں کی رسائی تھی۔

جب سلسلہ اولاد شیثؑ بڑھتے بڑھتے کسی پشت میں ایک صاحب جمال بزرگ محلل ایل تک پہنچا اور ان کی وفات ہوئی تو لوگ آپؑ کے دین سے پھر گئے۔ کہتے ہیں محلل ایل حسن و جمال میں لاثانی تھے۔ ان کی قوم ان سے بے حد پیار کرتی تھی۔ یہ ماہ تاب آنکھوں سے اوجھل ہو گیا۔ لوگوں کی آنکھیں تاریک ہو گئیں۔ دل رونے لگے۔ ہر طرف محلل ایل کو ڈھونڈتے مگر کہیں نہ پاتے تھے۔ ماتم سا بچھا ہوا تھا۔ ایسے میں شیطان کا داؤ چل گیا۔

رات کا وقت تھا۔ چند لوگ الاؤ روشن کیے اس کے گرد بیٹھے تھے کہ ایک بزرگ صورت آدمی ان کے درمیان آ کر بیٹھ گیا۔ وہ صورت ان لوگوں کے لیے بالکل اجنبی تھی۔ ہر آنکھ نے اس کا بغور جائزہ لیا پھر ان میں سے ایک نے ڈرتے ڈرتے اسے مخاطب کیا۔

''کیا تم ہماری زبان سریانی سمجھ سکتے ہو؟''

''ہاں کیوں نہیں۔ میں تمہی میں سے ہوں۔''

''اگر تم ہم ہی میں سے ہو تو ہم نے آج سے پہلے تمہیں دیکھا کیوں نہیں؟''

''دیکھتے کہاں سے۔ عرصہ ہوا میں یہاں سے چلا گیا تھا۔ اب لوٹ کر آیا ہوں۔''

''تم چلے کیوں گئے تھے؟''

''اچھے کھیتوں اور کسی بڑے دریا کی تلاش میں۔''

''تمہیں وہ کھیت مل گئے؟''

''یہاں سے بہت اچھی جگہ ہے جہاں میں رہتا ہوں۔ وہاں اور بہت سے لوگ بھی ہیں۔ تم لوگ چاہو تو تم بھی وہاں رہ سکتے ہو۔''

''ہم یہاں سے کیوں جائیں۔ ہمارے باپ دادا نے یہیں وقت گزارا ہے۔''

''نہ جاؤ مگر میں دیکھ رہا ہوں تم لوگ یہاں خوش نہیں ہو۔ تمہاری عورتیں بین کر رہی ہیں، تمہارے چہرے اداس ہیں۔''

''کیا تمہیں اتنا بھی نہیں معلوم کہ ہمارا بادشاہ محلل ایل ہمارے درمیان سے اٹھ گیا ہے؟''

''یہ تو مجھے معلوم ہے۔''

''بس یہی ہمارا دکھ ہے۔ اسے دیکھے بغیر ہمیں چین کیسے آئے۔''

Marfat.com

''میں اسے زندہ تو نہیں کر سکتا لیکن اس کی صورت تمہیں ضرور دکھا سکتا ہوں۔'' شیطان نے کہا۔

''صورت ہی دکھادو۔ ہم کچھ دیر کے لیے خوش ہو جائیں گے۔''

''کچھ دیر کے لیے نہیں۔ وہ صورت مستقل تمہارے پاس رہے گی۔''

''تو پھر دیر کیوں کرتے ہو۔ جلدی دکھاؤ وہ صورت۔''

''ابھی نہیں۔ کل تم لوگ مجھے یہیں ملنا۔ میں وہ صورت تمہیں دکھادوں گا لیکن خبردار! ابھی یہ بات ان لوگوں کو مت بتانا جو یہاں نہیں ہیں۔''

شیطان یہ کہہ کر ان کے درمیان سے اٹھ گیا اور کسی طرف چلتا ہوا اچانک نظروں سے غائب ہو گیا۔ الاؤ کے گرد بیٹھے ہوئے لوگ دیر تک اس کی باتیں کرتے رہے اور پھر کسی انجانی مسرت سے سرشار، اپنے اپنے ٹھکانوں کی طرف چلے گئے۔ راکھ پر رکھے ہوئے انگارے کچھ دیر اندھیرے میں جگنو بنے رہے پھر ہر طرف گھپ اندھیرا اپھیل گیا۔

اگلی رات آئی تو یہ لوگ پھر اسی جگہ جمع ہوئے اور اس اجنبی کا انتظار کرنے لگے۔ اس شخص نے زیادہ انتظار نہیں کرنے دیا۔ سب لوگوں نے ایک ساتھ دیکھا کہ کوئی ان کی طرف آ رہا ہے۔ اس کے سوا کون ہو سکتا ہے۔ وہ قریب آیا تو وہی تھا۔ اس کے ہاتھ میں کوئی چیز تھی جو دور سے نظر نہیں آ سکتی تھی۔ آگ کی روشنی نے دکھایا تو نظر آیا۔ یہ لکڑی کا بنا ہوا ایک بت تھا۔ اس نے لکڑی کے اس ٹکڑے کو سب کے سامنے رکھ دیا۔ یہ اتنی صفائی سے بنایا گیا تھا کہ جیسے محلل ایل خود چل کر ان کے پاس آ گیا ہے۔ اس بت پر نظر پڑی تو سب آپس میں جھگڑنے لگے۔ ہر ایک اس کی ملکیت کا دعویدار بننا چاہتا تھا۔

سب کام شیطان کی منشا کے مطابق ہو رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ فساد کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا اور یہاں فساد شروع ہو گیا تھا۔ جو لوگ کسی بات پر نہیں لڑے تھے ایک بت کے لیے لڑ رہے تھے۔ شیطان نے دخل اندازی کی۔

''میں تمہیں ایک ایسی بات نہ بتادوں کہ یہ بت تم سب کی ملکیت بن جائے۔''

''ہاں بتاؤ۔ تم بہت عقل مند ہو، کوئی نہ کوئی ترکیب نکال لو گے۔''

''تم لوگ اس بت کو کسی مرکزی مقام پر رکھ دو۔ کسی پر کوئی پابندی نہ ہو۔ جس کا جی چاہے اسے جا کر دیکھ لے۔''

سب نے اس تجویز سے اتفاق کیا اور ایک چار دیواری کھینچ کر اس بت کو وہاں نصب کر دیا۔

وقت گزرتا رہا۔ ایسے ایسے کئی بت خانے تعمیر ہوتے گئے پھر ایسے لوگ پیدا ہو گئے جو اس بت کی طرح دوسرے بت تیار کرنے پر قادر تھے۔ انہوں نے محلل ایل کے بت بھی بنائے اور کچھ خیالی شکلیں بھی گھڑ لیں۔ ان کے مختلف نام بھی رکھ لیے۔ رفتہ رفتہ بت صرف سجاوٹ تک محدود نہیں رہے بلکہ ان کی پرستش بھی ہونے لگی اور لوگ حضرت شیث علیہ السلام کی تعلیمات سے دور ہوتے چلے گئے۔ تمام اولادِ آدمؑ میں بت پرستی سرایت کر گئی۔

وقت کی گردش نے ان اندھیروں کو مزید گہرا کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے اپنی سنت دیرینہ کے مطابق بت پرستوں کی اصلاح کے لیے انہی میں سے ایک پیغمبر پیدا کیا جسے قرآن عزیز نے حضرت ادریس علیہ السلام کے نام سے یاد کیا ہے۔

''اور اسمٰعیل اور ادریس اور ذوالکفل ان میں سے ہر ایک تھا صبر کرنے والا۔'' (سورۂ انبیاء)

''اور یاد کرو قرآن میں ادریس کو۔ بلاشبہ وہ تھے سچے نبی اور بلند کیا ہم نے ان کے مقام کو۔'' (سورۂ مریم)

بائبل کے مطابق جب حضرت شیث علیہ السلام ایک سو پانچ برس کے تھے تو ان سے انوش پیدا ہوئے۔ انوش کی پیدائش کے بعد حضرت شیث علیہ السلام آٹھ سو برس جیتے رہے اور ان سے بیٹے اور بیٹیاں پیدا ہوئیں۔ انوش نوے برس کے تھے جب ان سے قینان پیدا ہوئے۔ قینان کی پیدائش کے بعد انوش آٹھ سو پندرہ برس جیتے رہے اور ان سے بیٹے اور بیٹیاں پیدا ہوئیں۔ قینان ستر برس کے تھے جب محلل ایل پیدا ہوئے۔ محلل ایل کی پیدائش کے بعد قینان آٹھ سو چالیس

Marfat.com

برس زندہ رہے اور ان سے مزید بیٹے اور بیٹیاں پیدا ہوئیں۔ محلل ایل پینسٹھ برس کے تھے جب یارد پیدا ہوئے اور یارد کی پیدائش کے بعد محلل ایل آٹھ سوتیس برس زندہ رہے اور ان سے بیٹے اور بیٹیاں پیدا ہوئیں اور یارد ایک سو باسٹھ برس کے تھے جب ان سے حنوک پیدا ہوئے۔''

توریت کے مطابق یہی حنوک، حضرت ادریس علیہ السلام تھے۔

ان کے نام اور وطن کے بارے میں خاصے اختلافات ہیں۔ ایک جماعت کا خیال ہے کہ ان کا نام ہرمس الہرامسہ ہے اور مصر کے قریہ منف میں پیدا ہوئے۔ یونانی ہرمس کو ارمیس کہتے ہیں اور ارمیس کے معنی عطارد کے ہیں۔

دوسری جماعت کا خیال ہے کہ ان کا نام یونانی میں طرمیس، عبرانی میں خنوخ اور عربی میں اخنوخ ہے اور قرآن عزیز میں اللہ تعالیٰ نے انہیں ادریس کہا ہے۔ یہ جماعت یہ بھی کہتی ہے کہ ہرمس نے مصر سے نکل کر اقطاع عالم کی سیر کی اور تمام دنیا کو چھان ڈالا اور جب مصر واپس ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی جانب اٹھالیا۔

ایک تیسری جماعت یہ کہتی ہے کہ حضرت ادریسؑ بابل میں پیدا ہوئے اور وہیں نشوونما پائی۔ اسی خیال پر اکثر کا اتفاق ہے کہ ان کا تعلق دجلہ اور فرات کے دوآبہ سے تھا۔ موجودہ کوفہ ان کا وطن تھا۔

نسب بیان کرنے والوں نے ان کا نسب نامہ اس طرح بیان کیا ہے۔ ''خنوخ یا اخنوخ (ادریس) بن یارد بن محلل ایل بن قینان بن انوش بن شیث بن آدم علیہ السلام۔

مورخین کے مطابق آپؑ 3284 ق م میں پیدا ہوئے۔ بعض مفسرین نے آپؑ کا زمانہ ولادت 3880 اور بعض نے 4500 ق م لکھا ہے لیکن اکثر انکشافات کے مطابق آپؑ کا زمانہ ولادت 3500 ق م ہے۔

رسول کریم ﷺ کے فرمان کے مطابق آپ سریانی پیغمبر تھے اور آپ پر تیس صحیفے نازل ہوئے۔ یہ صحیفے عبرانی زبان میں تھے۔ ان صحیفوں میں اسرار ادریس نامی صحیفہ سلاونک زبان میں لکھا ہوا ملا ہے۔ اس کے علاوہ صحیفہ ادریس بھی ایتھوپیا میں موجود ہے۔

ابن حبان کے مطابق آپؑ نے سب سے پہلے قلم کا استعمال کیا۔ کپڑا سینا ایجاد کیا۔ ناپ تول کا فن اور اسلحہ سازی کا فن بھی آپؑ کی ایجاد ہے۔ علم رمل بھی آپؑ سے منسوب ہے۔

حضور اکرم ﷺ سے رمل کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا۔ ''بے شک! ایک پیغمبر تھے جنہوں نے یہ لکھا لہٰذا جس شخص کا خط ان کے موافق پڑ جائے تو اس کے حق میں اچھا ہوتا ہے۔''

علمائے تفسیر میں سے اکثر کا کہنا ہے کہ پہلے شخص جنہوں نے دین کے بارے میں وعظ وخطاب کا سلسلہ ڈالا وہ بھی حضرت ادریس علیہ السلام ہیں۔

☆......☆......☆

حضرت آدم علیہ السلام کی نسل کو پھیلے ہوئے ابھی زیادہ عرصہ نہیں ہوا تھا لیکن ہر اس علاقے میں ان کی اولادیں موجود تھیں جہاں کھیتی باڑی کی سہولیات پائی جاتی تھیں لیکن شیطان اپنا کام دکھاچکا تھا۔ ہر طرف گمراہی اور بت پرستی کا بازار گرم تھا۔ ایسے میں اللہ تعالیٰ نے حضرت ادریسؑ کو عہدہ نبوت پر سرفراز کیا اور حکم دیا کہ وہ اولاد آدم کی رہنمائی فرمائیں۔

بابل کے بازاروں میں اس روز عجیب سی سراسیمگی پھیلی ہوئی تھی۔ ہر شخص ایک شخص کا تذکرہ کررہا تھا۔ اس کا رنگ گندمی ہے۔ دراز قد ہے۔ گھنی ڈاڑھی ہے، چمکدار آنکھیں ہیں۔ ہم میں سے ہے لیکن ہم سب سے زیادہ خوبرو ہے۔ چند دنوں سے دجلہ کے کنارے دکھائی دیتا ہے اور ایسی باتیں کرتا ہے جو اس سے پہلے کسی نے نہ سنی ہوں گی۔ وہاں چلنا چاہیے۔ دیکھیں تو کہتا کیا ہے۔

Marfat.com

دجلہ کے کنارے لوگ جمع تھے۔ حضرت ادریس علیہ السلام چند پتھر اوپر نیچے رکھ کر اس کے اوپر کھڑے ہو گئے تھے اور لوگوں سے خطاب فرما رہے تھے۔

''اے لوگو! میں تم میں سے ہی ہوں لیکن تم سے مختلف ہوں۔ اس لیے کہ تم اپنے باپ دادا کے دین کو چھوڑ کر بت پرستی میں مبتلا ہو گئے ہو جب کہ میں اپنے رب سے اس فعل بد کی پناہ مانگتا ہوں اور تمہیں تلقین کرتا ہوں کہ بتوں کی پرستش سے باز آ جاؤ۔ پرستش کے لیے صرف وہی ایک ذات ہے جس نے مجھے تم پر اپنا پیامی بنا کر بھیجا ہے۔ تم سے میں وہی کہتا ہوں جو اس نے مجھے بتایا ہے۔ لوگو! اللہ کی توحید پر ایمان لے آؤ۔ اس کا کوئی شریک نہیں اور تم نے اس کے شریک بنا لیے ہیں۔ یاد رکھو، ایک دن تم سے تمہارا حساب لیا جائے گا۔ آخرت کے عذاب سے تمہیں صرف ایک چیز بچائے گی اور وہ ہیں تمہارے اچھے اعمال۔ عدل و انصاف کو پیش نظر رکھو۔ میں تمہیں عدل و انصاف کے اور عبادت الٰہی کے طریقے بتاؤں گا۔ تم اس پر عمل کرو، دنیا میں بھی خوش حال رہو گے اور آخرت کے عذاب سے بھی نجات پاؤ گے۔''

ابھی آپؑ کا خطاب جاری تھا کہ وہ مفسد اور شریر لوگ جو بازار میں ان کی شہرت سن کر یہاں پہنچ گئے تھے، شور و غوغا بلند کرنے لگے۔

''تم کون ہوتے ہو ہمارے معاملات میں دخل اندازی کرنے والے۔ یہ ہمارے بت ہی تو ہیں جو ہمارے روزگار میں برکت دیتے ہیں۔ ہمارے لیے بارش برساتے ہیں۔ ایسی اچھی زمین کسے میسر ہوگی جو ہماری دسترس میں ہے۔ تم چاہتے ہو ہم سے یہ سب کچھ چھن جائے اور ہم تمہارے رحم و کرم پر رہ جائیں۔''

ایک شخص نے آگے بڑھ کر اس پتھر پر قبضہ جما لیا جس پر حضرت ادریس علیہ السلام موجود تھے اور خطاب کر رہے تھے۔ حضرت ادریس علیہ السلام یہ حال دیکھ کر وہاں سے اتر گئے۔

آپؑ گھر پہنچے تو آپ کی زوجہ محترمہ جن کا نام بدانہ بنت بادیل بن محویل تھا آپؑ کی پریشانی دیکھ کر گھبرا گئیں۔ آپؑ جب بھی گھر تشریف لاتے تھے خوش و خرم ہوتے تھے لیکن اس روز آپؑ کے چہرے پر بشاشت نہیں تھی بلکہ غصہ ظاہر ہو رہا تھا۔

''خیر تو گزری، آج آپ پریشان دکھائی دے رہے ہیں۔''

''میری قوم گمراہی میں ہے۔ میں اسے اس اندھیرے سے نکالنا چاہتا ہوں لیکن یہ نادان میری بات سننے کو تیار ہی نہیں ہوتے بلکہ اب تو زبردستی پر اتر آئے ہیں۔''

''صبر کیجئے اور تلقین فرماتے رہیے۔ آخر کب تک ان کے کان بند رہیں گے۔''

''خدا تمہیں اس کا اجر دے۔'' حضرت ادریس علیہ السلام نے اپنی زوجہ سے فرمایا۔ ''عام طور پر عورتیں ایسے جھگڑوں سے گھبرا جاتی ہیں لیکن تمہاری استقامت نے مجھے حوصلہ دیا ہے۔ اب میں اور زیادہ تندہی سے خدا کا پیغام لوگوں تک پہنچاتا رہوں گا۔'' آپؑ نے فرمایا اور اللہ کا شکر ادا کرنے کے لیے عبادت میں مشغول ہو گئے۔

دوسرے دن آپؑ باہر نکلنے کے لیے تیار ہوئے۔ اپنی انگوٹھی انگلی میں ڈالی جس پر تحریر تھا۔ ''اللہ پر ایمان کے ساتھ ساتھ صبر، فتح مندی کا باعث ہے۔''

کمر سے پٹکا باندھا جس پر لکھا تھا۔

''حقیقی عیدیں اللہ کے فرائض میں پوشیدہ ہیں اور دین کمال شریعت سے وابستہ ہے اور مروت میں کمالِ دین کی تکمیل ہے۔''

اس دن آپؑ کے گھر سے نکلتے ہی کچھ لوگ آپؑ کے ساتھ ہو لیے۔ آپؑ خوش ہوئے کہ یہ لوگ میری باتیں سننے کے مشتاق ہیں۔ یہ شوق اسی طرح برقرار رہا تو یہ باتیں ایک دن ان پر اثر انداز بھی ہونے لگیں گی۔ راستے میں اور لوگ بھی

Marfat.com

شامل ہوتے گئے یہاں تک کہ آپؑ اس مقام تک پہنچ گئے جہاں آپؑ قوم سے خطاب فرمایا کرتے تھے۔ دیکھا کہ ایک شخص پہلے ہی سے آپؑ کی جگہ پر کھڑا ہے اور لوگوں سے خطاب کر رہا ہے۔ جو لوگ اس کے سامنے کھڑے ہیں اس کی باتوں کو بڑی توجہ سے سن رہے ہیں۔ بیچ بیچ میں خوشی سے چیختے بھی جا رہے ہیں۔ یہ شخص آپؑ کی مخالفت میں تقریر کر رہا تھا۔ سننے والوں کو آپؑ کے خلاف بھڑکا رہا تھا۔

''ادریس نہیں چاہتا کہ ہم ترقی کریں۔ یہ ہمارا خیر خواہ نہیں ہے۔ یہ ہمیں ہمارے بتوں سے برگشتہ کرنا چاہتا ہے۔ اس کی باتوں میں ہرگز نہ آنا۔ اگر ہمارے بت ہم سے ناراض ہو گئے تو ہم سے ہماری خوش حالی چھن جائے گی۔''

جب یہ شخص تقریر کر کے چل دیا تو وہ لوگ بھی اس کے پیچھے پیچھے ہولیے جو اس کی باتیں سن رہے تھے۔ صرف وہ لوگ وہاں رہ گئے۔ جو حضرت ادریسؑ کے ساتھ ساتھ چلتے ہوئے یہاں تک آئے تھے۔ آپؑ اس پتھر پر کھڑے ہو گئے اور وعظ و تلقین کرنے لگے۔

''یہ جو ابھی یہاں سے اٹھ کر چلے گئے ہیں اللہ کی رحمت سے دور ہونے والے ہیں۔ تم بھی سن لو اور ان لوگوں کو بھی بتا دینا کہ اگر تم نے اپنی روش نہیں بدلی تو اللہ کی طرف سے ایک عذاب بہت جلد آنے والا ہے۔ یہ آفت، زمین کو آگ اور پانی سے ڈھانپ دے گی۔''

یہ لوگ کچھ دیر آپؑ کی باتیں سنتے رہے پھر اکتا کر ادھر ادھر ہو گئے۔ محض دو چار لوگ ہی تھے جو آپؑ کے قریب کھڑے رہ گئے۔ آپؑ نے اپنا خطاب مکمل کیا۔ ان لوگوں کے حق میں دعائے خیر کی اور پتھر سے اتر آئے۔''

کئی سال گزر گئے۔ آپؑ نے یہی طریقہ اپنایا ہوا تھا۔ وقت مقررہ پر دجلہ کے کنارے پہنچ جاتے اور خطاب شروع کر دیتے۔ ان کا مخالف بھی بڑی پابندی سے ان کا پیچھا کر رہا تھا۔ سائے کی طرح آپؑ کے ساتھ لگا رہتا تھا۔ آپؑ کی مخالفت میں تقریریں کرتا رہتا تھا۔ اس کی تقریروں میں زور نہیں تھا لیکن چونکہ وہ بتوں کے حق کی تقریریں کر رہا تھا اور پوری قوم بتوں کی پرستش میں مبتلا تھی اس لیے اس کی باتیں لوگوں کے دلوں میں اتر رہی تھیں۔ حضرت ادریس علیہ السلام کے ساتھ محض دو چار ہی لوگ تھے جن کا شمار ان کے ماننے والوں میں کیا جا سکتا تھا۔

حضرت ادریس علیہ السلام نہایت ثابت قدمی سے کارِ نبوت انجام دے رہے تھے۔ اب انہوں نے اپنی تبلیغ کا دائرہ بھی بڑھا دیا تھا۔ دجلہ کے کنارے تک محدود نہیں رہے تھے بلکہ شام ہوتے ہی بازار میں نکل آتے اور لوگوں کو تلقین کرتے کہ وہ خدا کی ہستی اور اس کی توحید پر ایمان لے آئیں۔ ہر ماہ قمری تاریخ کی چودہ، پندرہ اور سولہ کے روزے رکھیں، زکوٰۃ ادا کرتے رہیں۔ دکانداروں کو نصیحت کرتے کہ ناپ تول میں ایمانداری سے کام لیں۔

ابھی تک ان کی تبلیغ کا کوئی خاص اثر نہیں ہوا تھا۔ اس لیے قوم کے سربرآوردہ لوگوں کو ان کی طرف سے کوئی خاص فکر لاحق نہیں ہوئی تھی لیکن جب انہوں نے دیکھا کہ ان کے ماننے والوں کی تعداد بڑھتی جا رہی ہے تو ان کے کان کھڑے ہوئے۔

کچھ دنوں سے حضرت ادریس علیہ السلام کا گھر تبلیغ و ہدایت کا مرکز بنا ہوا تھا۔ جو لوگ آپؑ پر ایمان لے آئے تھے، یہاں ان کی تربیت ہو رہی تھی لیکن اس احتیاط کے ساتھ کہ مخالفین کو معلوم نہ ہونے پائے۔ اس احتیاط کو رات کا اندھیرا ہی تکمیل دے سکتا تھا۔ رات ہوتے ہی دروازے پر دستک ہوتی، آپؑ آنے والے کا نام پوچھتے۔ دروازہ کھلتا اور پھر بند ہو جاتا۔

''کسی نے دیکھا تو نہیں؟'' سرگوشی ابھرتی۔

''نہیں۔ باہر اندھیرا ہی اندھیرا ہے۔''

ایک ایک کر کے جب سب جمع ہو جاتے تو آپؑ اپنے ماننے والوں کو اپنی شریعت سے آگاہ فرماتے۔ قربانی اور

Marfat.com

عشق اتنا ادھورا نہیں تھا کہ ان دھمکیوں سے اتر جاتا۔
یہ سلسلہ یونہی چلتا رہا لیکن ان دھمکیوں کا کوئی نتیجہ برآمد نہ ہوسکا۔ ان شریروں نے اب باقاعدہ مار پیٹ شروع کردی۔ اس کا بھی کوئی فائدہ نہیں ہوا بلکہ ایک آدھ بار تو ایسا ہوا کہ مارنے والا خود پٹ گیا۔
اب مخالفین نے حضرت ادریس علیہ السلام اور ان کی جماعت کو ستانے کے لیے یہ راستہ نکالا کہ ان سے قطع تعلق کرلیا۔ رشتہ داروں نے منہ پھیرلیا، لین دین بند کردیا۔ کوئی اگر کسی کے کھیتوں پر کام کرتا تھا تو اسے نکال باہر کیا۔ بات چیت بند کردی۔ کوئی اپنے قریب نہیں بیٹھنے دیتا تھا۔
حضرت ادریس علیہ السلام کے ماننے والے سخت پریشان تھے لیکن آپؑ انہیں مسلسل تسلیاں دے رہے تھے۔ یہ تسلیاں ان غریبوں کے آنسو تو پونچھ سکتی تھیں لیکن ان کے لیے سہولت کا سامان فراہم نہیں ہوسکتا تھا۔
جب اس جماعت کے گھروں کا منہ فاقوں نے دیکھ لیا تو سب کے سب جمع ہوکر حضرت ادریس علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور فریاد کرنے لگے۔ آپؑ کے ہونٹوں پر تسلی کے وہی الفاظ تھے۔
''جس طرح یہ دنیا عارضی ہے اسی طرح اس کی تکلیفیں عارضی ہیں۔ آخرت کا آرام تمہارے ہاتھ رہے گا۔ یہ بدبخت ذلیل وخوار ہوں گے۔''
آپؑ کے خطاب میں ایسی تاثیر تھی کہ شکایتوں کے زخم فوراً بھر گئے۔ یہ لوگ نئے حوصلے کے ساتھ اپنے اپنے گھروں کو روانہ ہوگئے۔ ان کے چلے جانے کے بعد آپؑ بڑی دیر تک ان کی حالت پر غور کرتے رہے اور کوئی ایسا حل ڈھونڈنے کی کوشش کرتے رہے جس سے ان غریبوں کی تشفی ہوسکے۔ آپؑ کوئی کام وحی الٰہی کے بغیر نہیں کرسکتے تھے اور ابھی زبان وحی خاموش تھی۔
آپؑ اور آپؑ کی جماعت اچھوت بن کر رہ گئی تھی۔ دکان دار انہیں سودا سلف دینے سے انکار کررہے تھے، رشتے داروں نے ساتھ چھوڑ دیا تھا۔ آپؑ راتوں کو گریہ وزاری کرتے تھے۔
''اے اللہ! یہ تھوڑے سے بندے جو تجھ پر ایمان لے آئے تھے۔ ان کی حفاظت فرما۔ اگر یہ بددل ہوکر واپس لوٹ گئے تو تیرا نام لیوا کوئی نہیں رہے گا۔ گمراہوں کو ہدایت دے۔ ان کے دلوں کو ہماری طرف سے نرم کردے۔''
دن پر دن گزرتے جارہے تھے لیکن یہ معلوم ہوتا تھا جیسے آسمان کے دروازے بند ہوگئے ہیں۔ شاید امتحان کے کچھ دن اور باقی تھے۔ حضرت ادریس علیہ السلام کو ماننے والے اب اتنے عاجز آگئے تھے کہ لگتا تھا کسی بھی وقت آپؑ کا ساتھ چھوڑ جائیں گے۔
وہ رات ستاروں سے عاری اندھیری اور خاموش تھی۔ وہ تمام لوگ جو اسلام قبول کرچکے تھے، حضرت ادریس علیہ السلام کے گھر میں جمع تھے۔ آپؑ کو بذریعہ وحی پیغام مل گیا تھا اور اب وہ اس پیغام کو اپنے ماننے والوں تک پہنچانا چاہتے تھے۔ جب سب لوگ جمع ہوچکے تو آپؑ نے انہیں مخاطب کیا۔
''اے لوگو! تم پر اللہ کی رحمت ہو۔ مجھ سے تمہاری حالت دیکھی نہیں جاتی تھی۔ میں رب العزت کی بارگاہ میں تمہارے لیے دعاگو تھا۔ میں منتظر تھا کہ مجھے کوئی حکم دیا جائے اور میں تعمیل کروں۔ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں اپنے ماننے والوں کو ساتھ لے کر بابل سے نکل جاؤں پھر جہاں اللہ کا حکم ہو وہاں قیام کروں۔ اب بتاؤ تمہیں میرا ساتھ دینا منظور ہے یا نہیں؟''
سکوت اور گہرا ہوگیا۔ کسی کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ کیا جواب دیا جائے۔ یہ کیسا فیصلہ ہے۔ جہاں ہمارے باپ دادا رہتے چلے آئے ہیں وہاں سے ہجرت کیسے کرجائیں۔ مشکلیں بھی ہم نے اٹھائیں اور وطن بھی ہمیں چھوڑنا پڑرہا ہے۔ جو لوگ حضرت ادریس علیہ السلام کی مخالفت کرتے رہے وہ تو مزے میں رہے۔ ٹھوکریں ہمیں کھانی پڑیں گی۔ حضرت ادریس

Marfat.com

علیہ السلام نے انہیں خاموش دیکھا تو ایک مرتبہ پھر اصرار کیا۔

''تم لوگ خاموش کیوں ہو۔ بولتے کیوں نہیں۔ کیا تمہیں اس فیصلے سے اختلاف ہے؟''

''یہ کیا فیصلہ ہوا۔ ہم کیا غلطی پر تھے جو ہمیں وطن چھوڑنا پڑ رہا ہے۔ ہمیں ستانے والے تو یہاں رہیں اور ہم صحراؤں میں بھٹکتے پھریں۔''

''تمہیں وطن عزیز ہے یا اللہ تعالیٰ کی خوشنودی؟''

''آپؑ ہم سے ایسا سوال کیوں پوچھتے ہیں جس کا جواب آپؑ کو معلوم ہے۔ اگر ہمیں خدا کی خوشنودی حاصل نہ ہوتی تو اس کی راہ میں اتنی تکلیفیں کیوں اٹھاتے۔ ہم نے تو آپؑ کا ساتھ دینے کے لیے اپنے دوستوں اور عزیزوں تک کو چھوڑ دیا۔''

''تم نے انہیں نہیں چھوڑا بلکہ انہوں نے تمہیں چھوڑا ہے۔ اس لیے کہ تم حق پر تھے۔ باطل کو یہ کیسے پسند آ سکتا ہے کہ حق اس کے ساتھ رہے۔ اب تمہیں یہ سوچنا ہوگا کہ باطل کے ساتھ رہنا ہے یا باطل سے الگ ہو جانا ہے۔''

''ہم خود باطل کے ساتھ رہنا نہیں چاہتے لیکن یہ بھی تو حقیقت ہے کہ یہ ہمارا وطن ہے۔ اسے کیسے چھوڑ دیں۔''

''وطن کے لوگوں کا سلوک دیکھ رہے ہو۔ ایسے ہوتے ہیں ارباب وطن؟''

اس کا کوئی جواب ان لوگوں کے پاس نہیں تھا لیکن ان کا دل بابل میں اٹکا ہوا تھا۔ وہ اسے چھوڑنے پر تیار نہیں ہوتے تھے۔ حضرت ادریس علیہ السلام نے انہیں تذبذب میں دیکھا تو سب کو جانے دیا کہ اپنے اپنے گھروں کو جا کر خوب اچھی طرح غور کر لیں اور کل پھر اسی جگہ پر جمع ہوں۔

بابل کی دھوپ دوسرے دن بھی اسی طرح چمکیلی تھی۔ لوگوں کا رویہ اسی طرح نازیبا تھا۔ پیروان ادریس علیہ السلام خاص طور پر گھروں سے نکلے کہ شاید اہل وطن کے رویوں میں کوئی تبدیلی نظر آ جائے لیکن وہ جدھر سے گزرے طنز کے تیروں کی بوچھاڑ ہی دیکھی۔ جس سے بات کرنے کی کوشش کی وہ منہ پھیر کر دوسری طرف چل دیا۔

رات کے وقت جب یہ جماعت حضرت ادریس علیہ السلام کے مکان پر جمع ہوئی تو ان میں سے ہر ایک نے اپنے اپنے تجربات بیان کیے۔ امید کی کوئی صورت نہیں تھی۔ پتھروں سے کوئی چشمہ نہیں ابلا تھا لیکن سب کے دلوں میں یہ کھٹکا اب بھی تھا کہ حضرت ادریس علیہ السلام نہ جانے کہاں لے جائیں۔ بابل جیسا سرسبز و شاداب علاقہ پھر ملے یا نہ ملے۔ اس کا اظہار بعض لوگوں کی زبان پر آ بھی گیا۔

''تمہیں بابل جیسا علاقہ کہیں اور نصیب نہیں ہوگا۔ دجلہ و فرات سے اچھی نہریں کہاں ہوں گی۔''

''کیا تمہیں یقین نہیں کہ ہجرت کا جو فیصلہ میں نے کیا ہے وہ میرا نہیں خدا کا فیصلہ ہے۔''

''ہمیں معلوم ہے۔ اسی لیے تو ہم آپؑ سے کہہ رہے ہیں کہ اپنے اللہ سے کہیے وہ یہ فیصلہ بدل دے۔ کوئی تدبیر ایسی کر دے کہ ہم اپنے وطن ہی میں رہیں۔''

''اللہ کے فیصلے اٹل ہوتے ہیں لیکن یہ تو بتاؤ تمہیں یہ فیصلہ تسلیم کرنے میں اتنی قباحت کیوں ہے؟''

''ہم پہلے کہہ چکے ہیں کہ یہ شادابی ہمیں کہیں اور نہیں ملے گی۔''

''یہ شادابی جس پر تم اتنا اترا رہے ہو، کیا تمہاری پیدا کی ہوئی ہے؟''

''ہرگز نہیں۔ اس کا خالق تو اللہ تعالیٰ ہے۔''

''بس تو پھر تمہارا ایمان یہ ہونا چاہیے کہ اس کے کارخانہ قدرت میں کوئی کمی نہیں۔ جتنا حسن اس نے بابل کو دیا ہے اس سے کہیں زیادہ وہ اس خطہ زمین کو بھی دے سکتا ہے جہاں وہ تمہیں لے جانا چاہتا ہے۔ جو اس پر بھروسا کرتے ہیں وہ انہیں کبھی مایوس نہیں کرتا۔ تم اس پر بھروسا کرو، وہ تمہیں ضرور اس کا نعم البدل دے گا۔ اس کی رحمت سے مایوس ہونا کفر

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

بہت سوں کو یقین ہو گیا کہ وہ ایسے ہی کہیں صحرا میں مر جائیں گے۔ دور دور تک کوئی پرندہ بھی نظر نہیں آ رہا تھا جس سے اندازہ ہوتا کہ کہیں قریب ہی پانی ہے۔

ریت کا ایک بڑا ٹیلہ سامنے تھا اور کچھ نہیں معلوم تھا کہ یہ ٹیلا عبور کرنے کے بعد کیا منظر سامنے آتا ہے۔ ان لوگوں نے بے دلی سے اس ٹیلے پر چڑھنا شروع کر دیا۔ جب سب اوپر پہنچ گئے اور اس بلندی سے دیکھا تو کوئی چیز آئینے کی طرح چمکتی ہوئی نظر آئی۔ یہ سب اس طرف دوڑ پڑے۔ وہ جتنا چلتے جاتے تھے آئینے کی یہ چادر دور ہوتی جاتی تھی۔ ابھی وہ اس تماشے کو نظر کا دھوکا سمجھ رہے تھے کہ ان کی آنکھوں نے ایک بڑے دریا کو ٹھاٹیں مارتے ہوئے دیکھا۔ وہ بے تحاشا دوڑنے لگے۔ ہر طرف سبزہ ہی سبزہ تھا۔ یہ دریا وہی تھا جسے آج دریائے نیل کہا جاتا ہے۔

حضرت ادریس علیہ السلام کی خوشی کا کوئی ٹھکانا نہیں تھا۔ وہ عالم ہیجان میں ناچ رہے تھے، شور مچا رہے تھے، ایک دوسرے پر پانی اچھال رہے تھے۔

حضرت ادریس علیہ السلام نے دریا کی روانی اور زمین کی شادابی دیکھی تو آپ نے بے ساختہ فرمایا۔ ''بابلیون'' (تمہارے بابل کی طرح شاداب مقام) حضرت ادریسؑ کے اس لفظ ''بابلیون'' نے ایسی شہرت پائی کہ اس جگہ کا نام ہی بابلیون پڑ گیا۔ قدیم اقوام اس مقام کو اسی نام سے پکارتی رہیں۔ طوفان نوح علیہ السلام کے بعد جب دنیا دوبارہ آباد ہوئی تو حضرت نوح علیہ السلام کے بیٹے حام نے اپنے بیٹے مصر کو دریائے نیل کے کنارے آباد ہونے کا حکم دیا اور یہ مقام مصر بن حام کی وجہ سے مصر کہلایا۔

بہر حال موجودہ مصر اور قدیم بابلیون میں ایک بہترین جگہ منتخب کر کے دریائے نیل کے کنارے یہ لوگ آباد ہو گئے۔ ان کی عورتیں اور بچے بھی ان کے ساتھ تھے۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ ان لوگوں نے بابل کو بالکل ہی چھوڑ دیا ہے اور اب انہیں اسی ''بابلیون'' میں رہنا تھا جو خدا نے انہیں بابل کے نعم البدل کے طور پر عطا کیا تھا۔

خدا نے اپنا وعدہ سچ کر دکھایا تھا۔ بابل سے اچھی زمین عطا کی تھی۔ ان کے پیغمبر نے جو بشارت دی تھی وہ پوری ہوئی تھی۔ ان لوگوں کے ایمان مزید پختہ ہو گئے اور ہر وقت اپنے نبی کے ساتھ رہنے لگے۔ ان کی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے کے لیے کوشاں ہو گئے۔

یہ ایسی شاداب سرزمین تھی کہ یہاں تھوڑے تھوڑے فاصلے پر بہت سے قبائل آباد تھے جو سب کے سب گمراہی میں ڈوبے ہوئے تھے۔ یہ اندھیرے کسی اجالے کی تلاش میں تھے اور اجالا بہت قریب آ گیا تھا۔ حضرت ادریس علیہ السلام کسی ایک مخصوص قوم کے نبی نہیں تھے بلکہ انہیں خلافت ارضی عطا ہوئی تھی۔ روئے زمین پر جو بھی آباد ہے اس تک اپنی تعلیمات پہنچانا آپؑ کے فرائض منصبی میں شامل تھا۔ آپؑ نے اپنے چند بااعتماد ساتھیوں کے ہمراہ ان قبائل کا رخ کیا اور پیغام الٰہی پھیلانا شروع کر دیا۔

کہتے ہیں اس وقت مصر میں 72 زبانیں بولی جاتی تھیں۔ آپؑ کے پیروکار یہ دیکھ کر حیران تھے کہ آپؑ کو ان تمام زبانوں پر عبور حاصل ہے، جو جماعت آتی ہے آپؑ اس سے اسی کی زبان میں باتیں کرتے ہیں۔ خدائے تعالیٰ کی عطا و بخشش سے آپؑ اس وقت کی تمام زبانوں کے زباں داں تھے۔

آپؑ کے ماننے والوں کے لیے کچھ دنوں سے ایک اور بات دلچسپ اور تجسس کا باعث بنی ہوئی تھی۔ وہ دیکھ رہے تھے کہ حضرت ادریسؑ ایک ایک دو دو دن کے لیے غائب ہو جاتے ہیں اور پھر لوٹ کر آ جاتے ہیں اور جب واپس آتے ہیں شریعت کا ایک نیا نکتہ بیان فرماتے ہیں۔ لوگوں میں یہ مشہور ہو گیا کہ ایک فرشتہ ہے جو آپؑ کا دوست ہے۔ وہ جب بھی آتا ہے حضرت ادریسؑ اسے لے کر جنگل میں چلے جاتے ہیں۔ وہ آپؑ کو نئی باتیں بتاتا ہے۔ ان سب زبانوں کا علم بھی اسی نے دیا ہوگا۔ اس کا یقین اس طرح بھی آتا تھا کہ آپؑ کبھی کبھی کوٹھری میں بند ہو جاتے تھے۔ اندر کوئی نہیں ہوتا تھا لیکن

Marfat.com

یہ معلوم ہوتا جیسے آپؑ کسی سے باتیں کر رہے ہیں۔ بعض لوگ تو یہ دعویٰ بھی کرتے تھے کہ ایک شخص ہے جس کو اکثر آپؑ کے ساتھ دیکھا گیا ہے۔ یہی وہ فرشتہ ہے۔ لوگوں نے اس بارے میں آپؑ سے کئی مرتبہ سوالات کیے اور اس فرشتے کی حقیقت معلوم کرنے کی کوشش کی لیکن آپؑ نے کسی کو کھل کر کچھ نہیں بتایا۔

ایک دن پھر آپؑ کے قریب رہنے والوں نے دیکھا کہ آپؑ تنہائی میں کسی سے باتیں کر رہے ہیں۔ یقیناً وہ فرشتہ پھر آیا تھا۔ اس سے آپؑ کو کچھ باتیں سیکھنی تھیں اور پھر قوم کو بتانی تھیں۔

پوری قوم انتظار میں تھی بالآخر دو دن کے انتظار کے بعد حضرت ادریس علیہ السلام نے قوم سے خطاب کیا۔

''لوگو! مجھے تاکید کی گئی ہے کہ میں تمہیں بتاؤں اور تم اس پر عمل کرو۔ خدا کی ہستی اور اس کی توحید پر ایمان لاؤ۔ صرف خالق ہستی کی پرستش کرو۔ آخرت کے عذاب سے رستگاری کے لیے اعمال صالح کو ڈھال بناتے رہو۔ ایسے اعمال کرو جو تمہیں آخرت کے عذاب سے بچالیں۔ مقررہ طریقے پر عبادت کرتے رہو اور کسی کے ساتھ ناانصافی مت کرو۔ پاک صاف رہا کرو۔ نشہ آور چیزوں کے قریب بھی مت جاؤ۔ کتے اور سور سے خاص طور پر اجتناب کرو۔''

آپؑ کے ماننے والے آپؑ کی ہر بات کو ایمان کا درجہ دیتے تھے۔ مختلف قبائل کے جو لوگ آپؑ کی خدمت میں حاضر ہوتے رہتے تھے۔ آپؑ اور آپؑ کی جماعت کے لوگ انہیں ان تعلیمات سے آگاہ کرتے رہے۔ آپؑ کی یہ تعلیمات دور دور تک پہنچتی رہیں اور ان پر عمل بھی ہوتا رہا۔

اخلاقی تعلیمات کا دریا تھا جو رواں تھا۔ انسانیت کے ابتدائی دور میں آپؑ کی زبان مبارک سے نکلے ہوئے الفاظ انسانیت کے سر کا تاج بنتے چلے جا رہے تھے۔

معلم نے پھر بابِ دانش وا کیا۔ آپؑ پھر لوگوں سے مخاطب ہوئے۔ ''جب سورج کسی برج میں داخل ہونے لگے ہو اور بعض جگہ سیارے اپنے بیوت و برج شرف میں داخل ہوں اور بعض سیارے بعض سیاروں کے مقابل آ جائیں اس وقت عید منانی چاہیے اور ایام بیض میں روزے رکھا کرو۔''

''ایام بیض سے کیا مراد ہے؟'' لوگوں نے پوچھا۔

''ہر ماہ قمری کی چودہ، پندرہ اور سولہ تاریخ بیض کے ایام ہوتے ہیں۔''

''ہمیں یہ کیسے معلوم ہوگا کہ سورج کب برج میں داخل ہوگا اور سیارے کب برج شرف میں داخل ہوئے؟''

''جب تک میں ہوں مجھ سے پوچھتے رہنا۔ پھر میں تم میں سے ایسے لوگ تیار کردوں گا جو اس علم کے ماہر ہوں گے۔''

حضرت ادریس علیہ السلام پہلی ہستی ہیں جنہوں نے علم حکمت و نجوم کی ابتدا کی۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان کو افلاک اور ان کی ترکیب، کواکب اور ان کے اجتماع و افتراق کے نقاط اور ان کے باہم کشش کے رموز و اسرار کی تعلیم دی اور انہیں علم عدد و حساب کا عالم بنایا۔ اگر اس پیغمبر خدا کے ذریعے ان علوم کا انکشاف نہ ہوتا تو انسانی طبائع کی وہاں تک رسائی مشکل تھی۔

آپؑ نے قوم کو نذر اور قربانی کے طریقے بھی بتائے، خوشبو کی دھونی، جانوروں کی قربانی اور ان کے علاوہ میووں، پھلوں اور پھولوں میں سے موسم کی پہلی چیز کی نذر ضروری تھی۔ میووں میں سیب کو اناج میں سے گیہوں کو اور پھولوں میں سے گلاب کو ترجیح حاصل تھی۔

آپؑ ایک عرصے تک دنیا کی سیاحت کرتے رہے۔ اس وقت جہاں جہاں انسان آباد تھے۔ آپؑ وہاں تشریف لے گئے کیونکہ آپؑ کو خدا کی زمین کا مالک بنایا گیا تھا۔ آپؑ کا کام صرف اخلاقی تعلیم تک محدود نہیں تھا بلکہ آپؑ کو ایسے علوم سے بھی سرفراز کیا گیا تھا جنہیں کام میں لے کر سیاست مدن، شہری زندگی اور بود و ماند کے متمدن طریقوں کی بھی تعلیم دینی

Marfat.com

جانا چاہیے۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ ہر فن مولا کاریگر اگر سینے کا ارادہ کرتا ہے تو سوئی ہاتھ میں لیتا ہے نہ کہ برما۔''

''دنیا کی بھلائی حسرت اور برائی ندامت۔''

''خدا کی یاد اور عمل صالح کے لیے خلوص نیت شرط ہے۔''

''نہ جھوٹی قسمیں کھاؤ نہ اللہ تعالیٰ کے نام کو قسم کے لیے تختہ مشق بناؤ اور نہ جھوٹی قسمیں کھانے پر آمادہ کرو کیونکہ ایسا کرنے سے تم بھی شریک گناہ ہو جاؤ گے۔''

''ذلیل پیشوں کو اختیار نہ کرو۔''

''اپنے بادشاہوں کی (جو کہ پیغمبر کی جانب سے احکام شریعت کے نفاذ کے لیے مقرر کیے جاتے ہیں) اطاعت کرو اور اپنے بڑوں کے سامنے پست رہو اور ہر وقت حمد الٰہی میں اپنی زبان کو تر رکھو۔''

''حکمت روح کی زندگی ہے۔''

''دوسروں کی خوش عیشی پر حسد نہ کرو اس لیے کہ ان کی یہ مسرور زندگی چند روزہ ہے۔''

''جو ضروریات زندگی سے زیادہ طالب ہو وہ کبھی قانع نہ رہا۔''

تاریخ الحکما کے صفحات میں یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ علما کی ایک جماعت کا یہ عقیدہ ہے کہ طوفان نوحؑ سے قبل دنیا میں جس قدر علوم شائع ہوئے ان سب کے معلم اول یہی ہرمیس اول ہیں جو مصر کے حصہ اعلیٰ کے باشندہ تھے اور عبرانی حضرات انہیں خنوخ نبی مانتے ہیں۔ ان کا یہ دعویٰ ہے کہ فلسفے کی کتابوں میں جن جواہر اور حرکات نجوم کا تذکرہ آتا ہے سب سے پہلے ان کا ذکر ان ہی کی زبان سے ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے ہیکلوں کی تعمیر، علم طب کی ایجاد، ارضی و سماوی اشیا کے متعلق موزوں قصائد کے ذریعے اظہار خیال بھی ان ہی کی اولیات میں سے ہیں اور انہوں نے ہی سب سے پہلے طوفان نوحؑ کی اطلاع دے کر بندگان خدا کو ڈرایا اور بتایا کہ انہیں دکھایا گیا ہے کہ ایک آسمانی آفت ہے جو زمین کو پانی اور آگ میں لپیٹ رہی ہے۔ انہیں یہ دیکھ کر علوم کی بربادی اور صنعت و حرفت کی تباہی کا خوف ہوا اور اس لیے انہوں نے مصر میں اہرام اور برابی بنائے اور ان میں تمام صنائع اور نو ایجاد آلات کی تصاویر بنوائیں اور تمام علوم کے حقائق و اوصاف کو منقش کیا تاکہ یہ علوم و موضاعات تا ابد رہیں اور فنا کا ہاتھ ان کو گزند نہ پہنچائے۔ (تاریخ الحکما)

☆......☆......☆

حضرت ادریس علیہ السلام اب کئی کئی روز کے لیے غائب رہنے لگے تھے۔ ان کے قریب رہنے والے لوگ ان کی اس غیر حاضری سے متفکر تھے۔ بے شک وہ لوٹتے تھے تو علم کے خزانے اپنے ساتھ لاتے تھے لیکن ان سے محبت کرنے والے تو یہ چاہتے تھے کہ وہ ہر وقت ان کی آنکھوں کے سامنے رہیں۔ اس کے علاوہ انہیں یہ تجسس بھی تھا کہ وہ کہاں چلے جاتے ہیں۔ کچھ لوگوں نے انہیں جنگل کی طرف جاتے ہوئے دیکھا تھا۔ انہوں نے سوچا، آپؑ کے اس سفر میں ضرور کوئی راز پوشیدہ ہے۔ انہیں یہ اندازہ تو ہو گیا تھا کہ کوئی پراسرار شخص ہے جو آپؑ سے ملاقات کے لیے آتا ہے لیکن اس کے بارے میں تفصیل جاننے کے شوق نے انہیں بے قابو کر دیا۔ بہت سے لوگ جمع ہو کر آپؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اس کی بابت پوچھنا چاہا۔

''ہم اس شخص کے بارے میں پوچھنا چاہتے ہیں جو آپؑ کے پاس تشریف لاتا ہے۔ کچھ لوگوں نے اسے دیکھ بھی لیا ہے اس لیے ہمیں امید ہے کہ آپؑ یہ نہیں کہیں گے کہ وہ کوئی نہیں ہے۔

''میں یہ تو نہیں کہوں گا کہ وہ کوئی نہیں ہے۔ لیکن یہ ضرور کہوں گا کہ اس کے بارے میں مت پوچھو۔''

''اگر ہمیں اس کے بارے میں جاننے کی فکر نہ ہوتی تو آپؑ کے پاس آتے ہی کیوں۔''

''تم جان بھی لو گے تو کیا فائدہ ہوگا؟''

Marfat.com

''ہمارا تجسس ختم ہو جائے گا۔ یہی ہمارا فائدہ ہے۔''

''اس شخص کا تمہاری دنیا سے کوئی تعلق نہیں۔ بس یہی تمہارے سوال کا جواب ہے۔''

''یہ ہمیں بھی معلوم ہے لیکن وہ ہے کون؟''

''اچھا سنو۔ وہ اللہ کا فرشتہ ہے جو میری تعلیم کے لیے مقرر کیا گیا ہے۔ اللہ جو کام مجھ سے لینا چاہتا ہے اس فرشتے کے ذریعے مجھے اس کا اہل بنا دیتا ہے۔ وہ مجھ سے باتیں کرتا ہے مگر تم اس کی آواز نہیں سن سکتے۔ مجھے معلوم تھا کہ تم لوگ اس کے بارے میں سوال ضرور کرو گے اس لیے میں اس سے کہا تھا اب ہم جنگل میں ملا کریں گے۔ اب تمہیں اس راز کا علم ہو گیا ہے اس لیے ممکن ہے اب بہت جلد میں تمہارے درمیان سے اٹھا لیا جاؤں۔''

''حضرت، اگر آپ دنیا سے چلے گئے تو لوگوں کی رہنمائی کون کرے گا؟''

''تم کیا سمجھتے ہو، اللہ تعالیٰ اس دنیا کو بے سہارا چھوڑ دے گا۔ میری طرح اس عالم کی دینی و دنیوی اصلاح کے لیے بہت سے انبیا علیہ السلام تشریف لاتے رہیں گے۔''

''اگر ہم میں سے کوئی اس وقت موجود ہوا تو انہیں پہچانے گا کیسے؟''

''ان کی نمایاں خصوصیات یہ ہوں گی۔ ہر ہر ایک بری بات سے بری اور پاک ہوں گے۔ قابل ستائش اور فضائل میں کامل ہوں گے۔ زمین و آسمان کے احوال سے اور ان امور سے کہ جن میں کائنات کے لیے شفا ہے یا مرض، وحی الٰہی کے ذریعے اس طرح واقف ہوں گے کہ کوئی سائل تشنہ کام نہیں رہے گا۔ مستجاب الدعوات ہوں گے۔ ان کے مذہب کی دعوت کا خلاصہ اصلاح کائنات ہوگا۔''

لوگوں نے پوچھا۔ ''کیا لوگ ان کی باتیں مان لیں گے جس طرح آپ کی مانتے ہیں؟''

''اگر تم ان کی بات نہیں مانو گے تو ہلاک ہو جاؤ گے۔''

دنیا میں نسل انسانی خوب پھیلنے پھولنے لگی تھی۔ حضرت ادریس علیہ السلام نے جن چیزوں کی ایجاد کی تھی انہیں کام میں لا کر مدنی زندگی کا آغاز ہو چکا تھا۔ علم ابتدائی حالت میں تھا لیکن اس کا آغاز ہو چکا تھا۔ اخلاقی حالت بھی بہت اچھی تھی۔ لوگ حضرت ادریس علیہ السلام کی شریعت پر چل رہے تھے۔ ایک اللہ کی عبادت ہو رہی تھی۔ یہ ایسی کامیابی تھی کہ اللہ بھی آپ سے خوش تھا۔ اس کا انعام اس خوش خبری کی صورت میں ملا جو بذریعہ وحی آپ پر نازل فرمائی گئی۔ اللہ تعالیٰ نے یہ خبر یوں سنائی کہ ''اے ادریس! تمام اہل دنیا میں جس قدر روزانہ نیک عمل کریں گے ان سب کے برابر میں تجھ کو ہر دن اجر عطا کروں گا۔''

یہ خوش خبری ایسی نہیں تھی کہ آپ سنتے اور چپ ہو جاتے۔ خبر کا تعلق آپ کی ذات سے تھا، اس لیے کسی سے کچھ کہہ بھی نہیں سکتے تھے لیکن دل ہی دل میں یہ حساب ضرور لگا لیا کہ امت کی تعداد بہت ہے۔ یہ سب نیک اعمال بھی کر رہے ہیں۔ قربانیاں دی جاری ہیں۔ ہر قمری مہینے کے روزے بھی رکھے جا رہے ہیں، عیدیں بھی منائی جا رہی ہیں۔ اس حساب سے اجر کی امید بہت زیادہ تھی۔ اس کے ساتھ ہی جاننے کا شوق بھی پیدا ہوا کہ میری عمر کتنی رہ گئی ہے۔ اگر عمر زیادہ ہے تو اجر بھی مسلسل ملتا رہے گا۔ یہ سوال ایسا تھا کہ اس کا جواب عالم الغیب اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو معلوم نہیں ہو سکتا۔ آپ کو حجاب محسوس ہوا کہ اس کا جواب اللہ تعالیٰ سے پوچھا جائے۔ اس لیے چپ ہو رہے لیکن بار بار خیال آتا تھا کسی سے پوچھا جائے۔ کتنے ہی برس گزر گئے۔ پھر خیال آیا کہ راز اپنے رفیق فرشتے پر ظاہر کیا جائے شاید وہ کوئی راہ نکالے۔

فرشتے سے ملاقات ہوئی تو آپ نے یہ راز اس پر ظاہر کیا۔ ''مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ بتایا گیا ہے کہ تمام اہل دنیا جس قدر روزانہ نیک عمل کریں گے ان سب کے برابر میرے نامہ اعمال میں اجر لکھا جائے گا۔''

''اس پر تو آپ کو خوش ہونا چاہیے لیکن میں دیکھ رہا ہوں کہ آپ پریشان ہیں۔''

Marfat.com

''اگر اس کو پکڑ لیا جائے اور ذبح کر کے اس کا گوشت کھایا جائے تو کتنا لذیذ ہوگا۔''

''تم مجھ سے مذاق پر تلے ہوئے ہو یا تم ہو ہی بدنیت۔'' حضرت ادریس علیہ السلام نے کہا۔

''میں نہ آپؑ سے مذاق کر رہا ہوں اور نہ بدنیت ہوں۔ بس یہ سمجھ لیجئے کہ جب آدمی بھوکا ہوتا ہے تو ایسی باتیں کر ہی لیتا ہے۔ اگر آپؑ نہیں چاہتے تو کوئی بات نہیں۔ جانے دیتے ہیں اس بکری کو۔''

''جب تمہیں حلال غذا میسر ہے تو لقمہ حرام پر نظر کیوں ڈالتے ہو۔ ہم گھر کی طرف جا رہے ہیں خوب پیٹ بھر کے کھا لینا۔''

گھر پہنچتے ہی آپؑ نے سب سے پہلا کام یہ کیا کہ اس کے لیے نہایت لذیذ کھانے کا بندوبست کیا اور اس کے سامنے لے آئے۔ کھانا ایسا تھا کہ بھوک نہ بھی ہو تو لگنے لگے اور اس مہمان نے تو کئی وقت سے کھانا نہیں کھایا تھا۔ حضرت ادریس علیہ السلام کو امید تھی کہ اب وہ انکار نہیں کرے گا لیکن اس نے پھر انکار کر دیا۔

''حضرت اس وقت تو بھوک بالکل ختم ہوگئی۔ جب بھوک محسوس ہوگی تو کہہ دوں گا۔''

''عجیب آدمی ہو تم۔ حرام چیزوں کو دیکھ کر بھوک لگنے لگتی ہے اب حلال ذریعے سے رزق مل رہا ہے تو تمہاری بھوک جاتی رہی۔''

وہ شخص مسلسل خاموش تھا۔ حضرت ادریس علیہ السلام کا غصہ بڑھتا جا رہا تھا لیکن مہمان کا دل آزاری کا خیال تھا اس لیے اس مرتبہ بھی خاموش رہے لیکن دل میں تہیہ کر لیا کہ وہ صرف ایک دن اسے اور برداشت کریں گے پھر اس سے دوٹوک بات کر لیں گے۔ رہتا ہے رہے جاتا ہے چلا جائے۔

یہ دیکھ کر آپؑ کو پھر تعجب ہوا کہ وہ شخص آپؑ کے ساتھ عبادت کے لیے کھڑا ہوا اور رات بھر جاگتا رہا۔ دوسرے دن وہ آپؑ کو پھر ضد کر کے باہر لے گیا اور اسی قسم کے واقعات پیش آتے رہے جو ایک دن قبل پیش آئے تھے۔ اب حضرت ادریس علیہ السلام واپس آئے تو ان کا پیمانہ صبر لبریز ہو چکا تھا۔ انہوں نے بیٹھتے ہی اس کے بارے میں جاننے کی کوشش کی۔

''اے شخص! سچ سچ بتا تو کون ہے اور میرے ساتھ کیوں مذاق پر تلا ہوا ہے۔''

''میں کوئی بھی ہوں مگر آپؑ کے ساتھ مذاق نہیں کر رہا ہوں۔''

''یہ مذاق نہیں تو اور کیا ہے۔ تجھے نہ بھوک لگتی ہے نہ نیند آتی ہے۔ تو انسان ہرگز نہیں ہو سکتا۔''

''آپؑ نے ٹھیک اندازہ لگایا۔ میں انسان نہیں عزرائیل ہوں، موت کا فرشتہ۔''

''اب میں سمجھا۔ میرا وقت قریب آ گیا ہے، اسی لیے تمہیں بھیجا گیا ہے۔''

''ہرگز نہیں۔ آپؑ کی موت ابھی آپؑ سے دور ہے۔ مجھے ایسا کوئی حکم نہیں ملا کہ میں آپؑ کی روح قبض کر لوں بلکہ میں تو آپؑ سے ملاقات کی غرض سے آیا تھا۔ آپؑ اللہ کے نبی ہیں۔ آپؑ کا احسان کہ آپؑ نے مجھے برداشت کیا۔''

''اگر احسان مانتے ہو تو میرا ابھی ایک کام کر دو۔''

''میں آپؑ کے لیے کیا کر سکتا ہوں۔''

''میں چاہتا ہوں تم میری روح قبض کر لو تاکہ میں موت کا ذائقہ چکھ سکوں، یہ میرے لیے ایک عظیم تجربہ ہوگا۔ پھر چاہے مجھے تم زندہ کر دینا۔''

''موت اور زندگی دونوں خدا کے ہاتھ میں ہے۔ میں خدا کی اجازت کے بغیر آپ کو نہیں مار سکتا اور زندہ کرنا تو میرے فرائض ہی میں نہیں۔ جب تک خدا مجھ سے نہ کہے میں آپ کی روح کیسے قبض کر سکتا ہوں۔''

''میں خدا سے دعا کرتا ہوں، شاید وہ میری دعا قبول کرلے اور تمہیں اجازت مل جائے۔''

Marfat.com

حضرت ادریسؑ رات بھر عبادت میں مشغول رہے اور دعا کرتے رہے۔ رب العالمین! میں موت کی لذت سے آشنا ہونا چاہتا ہوں۔ تو اپنے برگزیدہ فرشتے کو حکم دے کہ میں کچھ دیر کے لیے موت کی وادی میں چلا جاؤں۔

اسرائیلی روایات کے مطابق یہ دعا قبول ہوگئی۔ ملک الموت نے انہیں موت کی لذت سے آشنا کیا اور انہیں دوبارہ زندہ کردیا گیا کیونکہ ابھی آپؑ کا وقت پورا نہیں ہوا تھا۔

حضرت ادریس علیہ السلام کے دل میں یہ بات آئی کہ جب ملک الموت سے اتنی بے تکلفی ہو ہی گئی ہے تو اس کے ذریعے سے کچھ اور مشاہدہ بھی کرلیا جائے۔

''بھائی عزرائیل، میں چاہتا ہوں کہ ایک نظر دوزخ کو دیکھ لوں تاکہ میرے دل میں خوف خدا غالب ہو اور میں زیادہ دل جمعی سے خدا کی عبادت کرسکوں۔''

''دوزخ کی گرمی آپؑ برداشت کرلیں گے؟''

''بس دروازے سے دیکھ لوں گا۔''

''یہ کام اللہ کی اجازت کے بغیر کیسے ہوگا۔''

''یہ سب میں نہیں جانتا۔ جب تم نے مجھے بھائی کہہ دیا ہے میری یہ ضد تو پوری کرنی ہوگی۔''

ملک الموت نے اللہ سے اجازت طلب کی اور آپؑ کو دوزخ کے دروازے تک لے گیا۔ گرمی ایسی تھی کہ آپؑ وہاں پہنچتے ہی وہاں سے ہٹ گئے۔

اب آپ نے ایک جھلک جنت کو دیکھنے کی خواہش کی۔

''آپؑ دوزخ سے تو واپس آ گئے لیکن ایسا نہ ہو کہ آپؑ جنت سے واپس ہی نہ آئیں۔''

''مجھے شدید گرمی لگ رہی ہے اور پیاسا بھی ہوں۔ بس جنت کی آب و ہوا سے دل بہلاؤں گا اور واپس آ جاؤں گا۔''

ملک الموت نے اللہ سے پھر اجازت طلب کی جو مل گئی۔

آپؑ جنت میں گئے اور باہر آنے میں تاخیر کردی۔

ملک الموت انتظار کرتے رہے پھر آپؑ کو آواز دی۔

حضرت ادریس علیہ السلام نے فرمایا۔'' ہر ذی روح کو موت کا مزہ چکھنا ہے سو میں چکھ چکا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، جو جنت میں گیا پھر واپس نہیں آئے گا۔ اتنی اچھی جگہ چھوڑ کر میں تو باہر آنے سے رہا۔''

حضرت عزرائیل نے اللہ سے فریاد کی۔ ''یا اللہ! اب میں کیا کروں۔ ادریسؑ تو باہر آنے پر ہی تیار نہیں۔''

خدا کا جواب آیا۔'' ہم نے ان کا مقام بلند کیا۔ تو انہیں چھوڑ کر چلا جا۔ ان کی تقدیر میں یہی تھا۔ اب یہ یہیں رہیں گے۔''

ظاہر ہے یہ جو کچھ بیان ہوا، عقل اسے گوارا نہیں کرتی ہے۔ یہ ناقابل اعتبار افسانہ ہے لیکن اس لیے درج کردیا گیا کہ اس سے اتنی بات ضرور ظاہر ہوتی ہے کہ حضرت ادریس علیہ السلام کو آسمان پر اٹھالیا گیا جس کے بارے میں ایک حدیث بھی ملتی ہے۔ اس کا ذکر آگے آئے گا۔

حضرت ادریس علیہ السلام کے آسمان پر اٹھائے جانے کی ایک روایت یہ بھی ملتی ہے۔

مشہور مفسر ابن جریر طبری نے اپنی تفسیر میں ایک روایت نقل کی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے کعب احبار سے دریافت کیا کہ حضرت ادریس علیہ السلام کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے جو یہ کہا کہ بلند کیا ہم نے ان کا مقام۔ اس کا کیا مطلب ہے تو حضرت کعب نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ادریس علیہ السلام پر ایک مرتبہ وحی نازل فرمائی۔'' اے

Marfat.com

ادریس! تمام اہل دنیا میں جس قدر روزانہ نیک عمل کریں گیا ان سب کے برابر میں تجھ کو ہر دن اجر عطا کروں گا۔'' حضرت ادریس علیہ السلام نے یہ سنا تو ان کو یہ خواہش پیدا ہوئی کہ میرے اعمال میں روز افزاں اضافہ ہو اور اس لیے عمر کا حصہ طویل ہوجائے تو اچھا ہے۔ انہوں نے وحی الٰہی اور اپنے اخیال کو ایک رفیق فرشتے پر ظاہر کر کے کہا کہ اس معاملے میں فرشتہ موت سے گفتگو کرو تا کہ مجھ کو نیک اعمال کے اضافے کا زیادہ سے زیادہ موقع ملے۔ اس فرشتے نے جب یہ سنا تو حضرت ادریس علیہ السلام کو اپنے پروں پر بٹھا کر لے اڑا۔

جب یہ چوتھے آسمان سے گزر رہے تو فرشتہ زمین کے لیے اتر رہا تھا۔ وہیں دونوں کی ملاقات ہوگئی۔ دوست فرشتے نے فرشتہ موت سے حضرت ادریس علیہ السلام کے معاملے کے متعلق گفتگو کی۔

فرشتہ موت نے دریافت کیا۔ ''حضرت ادریس علیہ السلام ہیں کہاں؟''

دوست فرشتے نے کہا۔ ''میری پشت پر سوار ہیں۔''

فرشتہ موت کہنے لگا۔ '' درگاہ الٰہی سے یہ حکم ہوا ہے کہ میں ادریس علیہ السلام کی روح چوتھے آسمان پر قبض کروں۔ میں نے یہ حکم سن تو لیا تھا لیکن سخت حیرت و تعجب میں تھا کہ یہ کیسے ممکن ہے جب کہ ادریس علیہ السلام زمین پر ہیں۔ اب معلوم ہوا اللہ نے یہ بندوبست پہلے ہی کر لیا تھا۔''

اسی وقت فرشتہ موت نے حضرت ادریس علیہ السلام کی روح قبض کر لی۔

یہ واقعہ نقل کر کے کعب احبار نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد ''بلند کیا ہم نے ان کا مقام'' کی یہی تفسیر ہے۔

ایک قول یہ بھی ہے کہ حضرت ادریس علیہ السلام آسمانوں پر اٹھا لیے گئے ہیں لیکن ان کی وفات نہیں ہوئی۔

اس آیت کے بارے میں حضرت عوفیؒ، حضرت ابن عباس کے قول کو نقل کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا۔ ''حضرت ادریس چھٹے آسمان پر اٹھا لیے گئے تھے پھر وہاں وفات ہوئی اور حضرت ضحاکؒ کا بھی یہ قول ہے لیکن متفق علیہ حدیث یہ ہے کہ وہ چوتھے آسمان پر ہیں اور یہی زیادہ صحیح ہے۔

امام بخاریؒ مختلف راویوں سے روایت کرتے ہوئے شب معراج کے بارے میں یہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔ ''میرے گھر کی چھت کھولی گئی (شب معراج میں) میرا قیام ان دنوں مکہ میں تھا۔ پھر جبرائیل اترے اور میرا سینہ چاک کیا اور اسے زم زم کے پانی سے دھویا۔ اس کے بعد سونے کا ایک طشت لائے جو حکمت اور ایمان سے لبریز تھا۔ اسے میرے سینے میں انڈیل دیا پھر میرا ہاتھ پکڑ کر آسمان کی طرف چلے۔ جب آسمان دنیا پر پہنچے تو جبرائیل علیہ السلام نے آسمان کے داروغہ کو پکار کر کہا۔ ''دروازہ کھولو۔''

''کون صاحب ہیں؟''

''جبرائیل۔''

''آپ کے ساتھ کوئی اور بھی ہے؟''

''میرے ساتھ محمد ﷺ ہیں۔''

''کیا انہیں لینے کے لیے تمہیں بھیجا گیا تھا؟''

جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا۔ ''ہاں۔'' اس کے بعد دروازہ کھل گیا۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ جب ہم آسمان پر پہنچے تو وہاں ایک بزرگ سے ہماری ملاقات ہوئی، کچھ انسانی روحیں ان کے دائیں طرف کچھ بائیں طرف۔ جب وہ دائیں طرف دیکھتے تو مسکرا دیتے اور جب بائیں طرف دیکھتے تو رو پڑتے۔

''خوش آمدید، صالح نبی اور صالح بیٹے۔'' ان بزرگ نے فرمایا۔

''یہ کون بزرگ ہیں؟'' حضور ﷺ نے جبرائیل علیہ السلام سے پوچھا۔

Marfat.com

"یہ آدم علیہ السلام ہیں۔" جبرائیل علیہ السلام نے بتایا۔" اور یہ جو انسانی روحیں ان کے دائیں اور بائیں طرف تھیں یہ بنی آدم کی روحیں تھیں، ان میں جو روحیں دائیں طرف تھیں وہ جنتی تھیں اور جو بائیں طرف وہ دوزخی تھیں اس لیے جب وہ دائیں طرف دیکھتے تو مسکراتے تھے اور جب بائیں طرف دیکھتے تو روتے تھے۔"

پھر جبرائیل علیہ السلام دوسرے آسمان پر آئے، یہاں بھی انہوں نے داروغہ سے دروازہ کھولنے کا تقاضا کیا۔ پھر وہی سوال جواب ہوئے جو پہلے آسمان پر ہوئے تھے پھر دروازہ کھل گیا۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ نے بیان کیا کہ پھر جبرائیل علیہ السلام؛ ادریس علیہ السلام کے پاس سے گزرے تو انہوں نے کہا کہ خوش آمدید صالح نبی اور صالح بھائی۔

امام بخاری کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت عبداللہ بن عباس سے یہ منقول ہے کہ الیاس نبی کا نام ہی ادریس علیہ السلام ہے اور ان کے اس قول کی وجہ حضرت انس کی وہ روایت ہے جو اوپر بیان ہوئی۔ اس میں نبی اکرم ﷺ اور انبیا علیہم السلام کی آسمان پر ملاقات کا جو ذکر ہے اس میں کہا گیا ہے کہ جب آپ کی ملاقات حضرت ادریس علیہ السلام سے ہوئی تو انہوں نے فرمایا، خوش آمدید صالح نبی اور صالح بھائی۔ یہاں انہوں نے حضور ﷺ کو یوں نہیں کہا جس طرح حضرت ابراہیم و آدم علیہ السلام نے کہا تھا کہ مرحبا صالح نبی اور صالح بیٹے کو، تو اگر یہ حضرت نوح علیہ السلام سے پہلے ہوتے تو ان سے حضور ﷺ کا نسب ملتا اور یہ بیٹے کے لفظ سے پکارتے۔

اس روایت کو نقل کرنے کے بعد ابن کثیر فرماتے ہیں کہ یہ دلیل کمزور ہے۔ اس لیے کہ اول تو یہ امکان ہے کہ اس طویل حدیث میں راوی، الفاظ کی پوری حفاظت نہ کر سکا ہو۔ دوم ہوسکتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی جلالت قدر و رفعت مرتبت کے پیش نظر انہوں نے پدری انتساب کو نمایاں نہ کیا ہو اور از راہ تواضع برادرانہ حیثیت ہی کو ظاہر کرنا مناسب سمجھا ہو۔

رہا حضرت آدم علیہ السلام، حضرت ابراہیم علیہ السلام کا معاملہ تو حضرت آدم علیہ السلام تو ہیں ہی تمام انسانوں کے باپ "ابوالبشر" اور حضرت ابراہیم علیہ السلام وہ رحمٰن کے دوست ہیں خلیل الرحمٰن اور آپ علیہ السلام کے بعد سب اولوالعزم پیغمبر لہٰذا ان کا "صالح بیٹے" کہنا ہر طرح موزوں اور برمحل ہے۔

ابن کثیر نے یہ بھی نقل کیا ہے کہ بعض کہتے ہیں کہ حضرت ادریس علیہ السلام، حضرت نوح علیہ السلام سے قبل کے نبی نہیں ہیں بلکہ انبیائے بنی اسرائیل میں سے ایک نبی ہیں اور حضرت الیاس علیہ السلام ہی حضرت ادریس علیہ السلام ہیں۔

توریت میں ان مقدس نبی کے متعلق صرف اسی قدر لکھا ہے۔

"اور حنوک (ادریسؑ) 65 برس کا ہوا کہ اس سے متوشلح پیدا ہوا اور متوشلح کی پیدائش کے بعد حنوک تین سو برس خدا کے ساتھ چلتا تھا اور اس سے بیٹے اور بیٹیاں پیدا ہوئیں اور حنوک کی عمر 365 برس کی ہوئی اور حنوک خدا کے ساتھ ساتھ چلتا تھا اور غائب ہوگیا اس لیے کہ خدا نے اسے لے لیا۔"

حضرت ادریس علیہ السلام یوں اچانک غائب ہوئے تو قوم میں کھلبلی مچ گئی۔ کچھ دن تو لوگ سمجھتے رہے کہ لوٹ کر آجائیں گے لیکن جب لوٹ کر آنے کی امیدیں دم توڑ گئیں تو ہر گھر سے گریہ وزاری کی آوازیں بلند ہوئیں۔ بہت سے پرستار آپ کو ڈھونڈنے کے لیے نکل کھڑے ہوئے کہ اگر انتقال ہوگیا ہے تو کہیں نہ کہیں لاش مل جائے۔ اس جنگل کی طرف بھی گئے جہاں آپ فرشتے سے ملاقات کے لیے اکثر جایا کرتے تھے لیکن کہیں آثار نہیں ملے۔

اگر آپ کا انتقال سب کے سامنے ہوجاتا تو فراق کی آگ اتنی روشن نہ ہوتی لیکن یوں اچانک غائب ہوجانے سے قوم کو صبر کا یارا نہ رہا۔

آپ کی شریعت پر پوری طرح عمل ہو رہا تھا لیکن قوم کے دل بجھ گئے۔ محبت کا تقاضا تھا کہ ان کا نبی ہر وقت ان

Marfat.com

کے سامنے رہے لیکن اب وہ ان میں نہیں رہا تھا۔

حضرت ادریس علیہ السلام کا مقرر کردہ بادشاہ اسقلبیوس اس خطے پر حکومت کر رہا تھا جو طوفان نوح علیہ السلام کے بعد خطہ یونان کہلایا، وہ حضرت ادریس علیہ السلام سے بہت محبت کرتا تھا۔ آپؑ کی وفات کے بعد وہ حزن و ملال کا شکار رہنے لگا۔ پھر اسے رفع غم کی ایک ترکیب سوجھی اس نے مشہور مصوروں کو اپنے حضور طلب کیا اور حضرت ادریس علیہ السلام کی تصاویر اور مجسمے بنوائے تاکہ انہیں دیکھ کر دل کو تسلی دیتا رہے۔

ان مجسموں کی شہرت ہوئی تو عام لوگ بھی اس طرف متوجہ ہوئے۔ مصوروں کی آمدنی کا ایک اچھا ذریعہ ہاتھ لگ گیا۔ حضرت ادریس علیہ السلام کے مجسمے اور تصاویر ہر گھر میں پہنچ گئیں۔ وہ قوم جو بت پرستی سے دور ہوگئی تھی آہستہ آہستہ اسی طرف قدم بڑھانے لگی۔

جب تک وہ نسل باقی رہی جس نے حضرت ادریس علیہ السلام سے براہ راست فیض اٹھایا تھا، یہ قوم ان کی شریعت پر کار بند رہی لیکن جونہی ایسے لوگوں کی تعداد کم ہوئی عقیدت نے پرستش کا روپ دھار لیا۔ ان کی تعلیمات آنکھوں سے اوجھل ہوگئیں صرف ان کی شبیہہ سامنے رہ گئی جو تصویریں دل کی تسلی کے لیے بنائی گئی تھیں، ان کی پرستش کی جانے لگی اور پھر اس گمراہی میں اضافہ ہوتا چلا گیا۔

تفسیر کبیر، تفسیر کشاف، تفسیر یوسف از امام غزالی وغیرہ میں حضرت ادریس علیہ السلام کی وفات کے بعد کا ذکر اس طرح مذکور ہے کہ حضرت ادریس کے پانچ بیٹوں کے انتقال پر قوم نے پانچ بت بنائے۔ پہلے بت کو مرد کی صورت میں بنایا اور اسے خدا کی محبت کا مظہر اور ظہور عالم کا سبب اقرار دیتے ہوئے اس کا نام ''وذ'' رکھا۔ دوسرے بت کو عورت کا روپ دیا گیا اور اسے مظہر ثبات و قرار خداوندی قرار دیتے ہوئے اس کا نام ''سواع'' رکھا۔ تیسرے بت کو گھوڑے کی صورت میں بنایا گیا اسے مظہر دادرسی قرار دیتے ہوئے اس کا نام ''یغوث'' رکھا گیا۔ چوتھے بت کو شیر کی شکل میں تراشا گیا اور اسے دافع البلا قرار دیتے ہوئے اس کا نام ''یعوق'' رکھا گیا۔ پانچواں بت ''نز'' تھا۔

حضرت ادریس علیہ السلام کے اہل و عیال اس بت پرستی سے پاک تھے۔ آپؑ کے بیٹے متوشلخ کے گھر میں اس وقت بھی یہی باتیں ہو رہی تھیں۔ حضرت ادریس علیہ السلام کے بیٹوں کے بت بنالیے گئے تھے۔ پوری قوم ان کی پرستش میں مبتلا تھی۔ حضرت ادریس علیہ السلام کے گھر کے افراد انہیں سمجھاتے رہتے تھے لیکن اب آبادی اتنی بڑھ گئی تھی کہ ان کی رسائی دور دراز کے خطوں تک نہیں ہوسکتی تھی۔ جنہیں سمجھا سکتے تھے وہ بھی ماننے کو تیار نہیں تھے۔ اب حضرت ادریس علیہ السلام کی مقرر کردہ عیدیں گمراہی کا بہانہ بن گئی تھیں۔ بڑے بڑے میلے سجتے تھے۔ جن میں بتوں کی خرید و فروخت ہونے لگی تھی۔ حضرت ادریس علیہ السلام نے ہدایت کی تھی کہ نشہ آور اشیا کے قریب بھی مت جانا لیکن اب ان کی قوم جانوروں کی قربانی کے ساتھ ساتھ ان بتوں کے حضور شراب کے نذرانے پیش کر رہی تھی۔ بے حیائی کے کام سرعام ہو رہے تھے۔ رفتہ رفتہ وہ خدا کو بالکل ہی بھول گئے۔ بت پرستی سے انکار پر جو قوم بابل سے نکالی گئی تھی اور مصر میں آباد ہوئی تھی ایک مرتبہ پھر بت پرستی کی راہ پر چل پڑی۔ توحید کا سبق فراموش کر دیا تو شیطان کا داؤ خوب چلا۔ جتنی برائیاں ہوسکتی تھیں وہ سب اس قوم میں جڑ پکڑ گئیں۔

حضرت ادریس علیہ السلام کے بیٹے متوشلخ اس صورت حال کو دیکھ بھی رہے تھے اور کڑھ بھی رہے تھے لیکن وہ پیغمبر نہیں تھے۔ وہ صرف سمجھا ہی سکتے تھے۔ اس روز وہ کسی میلے سے واپس آئے تھے۔ اس قدر رنجیدہ تھے کہ آپ کی زوجہ عریا بنت عزرائیل آپ کی حالت دیکھ کر گھبرا گئی۔

''میلوں میں تو لوگ جی بہلانے جاتے ہیں، آپ بھی دوستوں کے ساتھ اسی غرض سے تشریف لے گئے تھے، ایسی کیا بات ہوگئی کہ آپ اس قدر پریشان لوٹے ہیں؟''

Marfat.com

''پریشانی کی تو بات ہی ہے، اب یہ قوم میرے والد کی امت نہیں رہی۔ ان کی تعلیمات سے بہت دور چلی گئی ہے ۔ میں نے ان کو شراب کے نشے میں ڈولتے ہوئے دیکھا ہے۔ بتوں پر قربانی اور نذرانے چڑھاتے ہوئے دیکھا ہے، میں کیسے خوش رہ سکتا ہوں۔''

''آپ کی ذمے داری بھی صرف اتنی ہے کہ آپ شریعت ادریسؑ پر عمل کرتے رہیں۔ دوسروں کے غم میں آپ کیوں اپنی جان گھلاتے ہیں۔شکر ہے ہمارا گھران بتوں سے محفوظ ہے۔''

''مجھے خوف آتا ہے اس قوم کے مستقبل سے، میرے والد نے کہا تھا، جب تم اپنے اعمال سے ہٹ جاؤ گے تو ہلاک ہوجاؤ گے ۔ میں خدا کے عذاب سے ڈرتا ہوں۔ یہ قوم اب اس حال کو پہنچ گئی ہے کہ عذاب سے ضرور دوچار ہوگی۔''

''آپ ایک بات بھول رہے ہیں، انہوں نے یہ بھی کہا تھا کہ تم پر ایک نبی آئے گا۔ وہ نبی ابھی تک نہیں آیا۔ شاید کوئی نبی آئے اور شاید یہ قوم اس کی بات مان لے اور عذاب سے بچ جائے۔''

''آپ نبی نہیں ہیں لیکن حضرت ادریس علیہ السلام کا یہ قول انہیں یاد کیوں نہیں دلاتے۔''

''جہاں تک مجھ سے ہوسکتا ہے میں انہیں ڈراتا رہتا ہوں لیکن ایسا لگتا ہے کہ جو کچھ ان کے بارے میں کہا گیا تھا وہی ان کا مقدر ہے یہ لوگ تو کوئی بات سننے کو تیار ہی نہیں ۔ میرے والد نے کہا تھا، اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر ادا کرتے رہنا۔ انہوں نے دوسروں کو اپنا معبود بنالیا۔ اب جو کچھ مانگنا ہوتا ہے ان سے مانگتے ہیں۔ میرے والد نے انسانی معاشرے کو طبقات دیے، ان میں نظم وضبط پیدا کیا۔ مدنی زندگی گزارنے کا ڈھنگ سکھایا۔ نئے نئے علوم سے انہیں آشنا کیا۔ انہیں قلم سے لکھنا سکھایا، سوئی سے سینا سکھایا۔ ان پر بادشاہ اور کاہن مقرر کیے۔ عظیم عمارتیں تعمیر کروائیں، یہ لوگ ان کی ایجاد کردہ اشیا سے فوائد حاصل کررہے ہیں لیکن ان کی تعلیمات سے منکر ہوگئے۔ ان کو اس کی سزا تو ملنی ہے۔''

''میں تو یہ سوچتی ہوں کہ جب عذاب آتا ہے تو نیک و بد کو نہیں دیکھتا۔ اس میں بے گناہ بھی ہلاک ہوں گے۔''

''اللہ کی قدرت سے کچھ بعید نہیں۔ کیا خبر وہ نیک نفسوں کو بچالے۔''

''اللہ کرے ایسا ہی ہو۔''

''ایسا ہی ہوگا۔ بس دیکھنا یہ ہے کہ وہ نبی کب آتا ہے۔''

''شاید وہ نبی ہماری اولاد ہی میں سے ہو۔''

''یہ تو اللہ کی مرضی پر منحصر ہے۔''

بائبل ہی کے مطابق ''متوشلح ایک سوستاسی برس کا تھا جب اس سے لمک پیدا ہوا اور لمک کی پیدائش کے بعد متوشلح سات سو بیاسی برس جیتا رہا اور اس سے بیٹے بیٹیاں پیدا ہوئیں اور لمک ایک سو بیاسی برس کا تھا جب اس سے ایک بیٹا پیدا ہوا اور اس نے اس کا نام ''نوح'' رکھا۔

سیکڑوں برس گزر چکے تھے۔ حضرت ادریس علیہ السلام کے آسمان پر اٹھائے جانے کا واقعہ یادداشتوں سے محو ہو چکا تھا۔ ان کی قوم نے ان کی تعلیمات ہی نہیں ان کا نام تک بھلا دیا تھا۔ بت پرستی زوروں پر تھی۔ ہر برائی اپنے عروج پر تھی۔ قوم کی اتنی نسلیں گزر چکی تھیں، اب تو ان لوگوں کو یہ بھی یاد نہیں رہا تھا کہ جس بت پرستی سے بچنے کے لیے وہ اپنے وطن سے نکلے تھے اور اب اسی وبا کے شکار ہیں۔ انہیں تو بس یہ معلوم تھا کہ وہ پرتعیش زندگی گزار رہے ہیں اور اتنی ترقی کرچکے ہیں کہ دوسری قوموں کے استاد مانے جاتے ہیں۔ یہ احسان کس کا ہے یہ خیال تک نہ آتا تھا اور اس کی اخلاقی تعلیمات کیا تھیں، یہ ہوش تک نہیں تھا۔

حضرت ادریسؑ کی ایک پیش گوئی تھی جو صدیوں سے سفر میں تھی اور اب اس کے پورا ہونے کا وقت آ گیا تھا۔ حضرت ادریس علیہ السلام کے پڑپوتے حضرت نوح علیہ السلام کو پچاس برس کی عمر میں عراق کے ان بت پرستوں کے لیے

Marfat.com

پیغمبر بنا کر مبعوث کیا گیا جنہوں نے بڑے بڑے پتھر تراش کر حضرت ادریس علیہ السلام کے پانچ بیٹوں کے بت بنا رکھے تھے اور ان بتوں سے اپنی مرادیں مانگتے تھے۔

آپؑ نے جب سلسلۂ تبلیغ شروع کیا تو قوم نے یہ کہتے ہوئے آپؑ کی بات سننے سے انکار کر دیا کہ وہ اپنے معبودوں کو کسی قیمت پر چھوڑنے کو تیار نہیں۔

یہ قوم اب گناہوں میں اتنی لتھڑ چکی تھی کہ کسی طرح راہ راست پر آنے کو تیار نہیں تھی۔ حضرت نوحؑ نے طویل عمر پائی۔ اس عمر میں وہ برابر تبلیغ کرتے رہے لیکن معدودے چند کمزور لوگوں کے کوئی بھی آپؑ پر ایمان لانے کو تیار نہیں تھا۔ آپؑ پر اتنے مظالم ڈھائے کہ آپؑ بے ہوش ہو جاتے۔ حضرت محمد ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ جتنی زحمت و اذیت حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم سے اٹھائی کسی اور پیغمبر نے نہ اٹھائی ہے۔

آپؑ توحید کی تبلیغ کے ساتھ ساتھ عذاب الٰہی سے بھی ڈراتے رہے لیکن حضرت ادریس علیہ السلام کی پیش گوئی سامنے تھی۔ آپؑ کو معلوم تھا کہ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم ان کی بات نہیں مانے گی۔ اسی لیے انہوں نے کہا تھا۔ ''تم پر ایک نبی آئے گا۔ اگر تم نے اس نبی کی بات نہیں مانی تو ہلاک کر دیے جاؤ گے۔''

یہی ہو رہا تھا۔ یہ قوم کسی طرح ماننے کو تیار نہیں تھی۔ جب حضرت نوح علیہ السلام نے تبلیغ کا راستہ نہیں چھوڑا اور قوم کو ان سے مفر کا راستہ نہ سوجھا تو وہ عذاب لانے کی خود دعوت دینے لگے۔

''اگر سچے ہو تو جس چیز سے ہمیں ڈراتے ہو وہ ہم پر نازل کرو۔''

بالآخر حضرت نوح علیہ السلام یہ کہنے پر مجبور ہو گئے۔

''پروردگار، میری قوم نے مجھے جھٹلا دیا۔ پس تو میرے اور ان کے درمیان ایک قطعی فیصلہ کر دے اور مجھے اور جو مومن میرے ساتھ ہیں انہیں نجات دے۔''

''میرے پروردگار! کسی کافر کو روئے زمین پر زندہ نہ رہنے دے۔ اگر ان کو چھوڑ دے گا تو یہ تیرے بندوں کو گمراہ کریں گے اور ان سے جو اولاد ہو گی وہ بھی بدکار اور ناشکر گزار ہو گی۔''

خدا نے آپؑ کی پکار سن لی۔ وحی آن پہنچی۔ ''تمام بشر کا خاتمہ میرے سامنے آ پہنچا ہے اور تو لکڑی کی کشتی اپنے لیے بنا۔''

خدا کے حکم سے حضرت نوح علیہ السلام نے ایک بڑی کشتی برسوں کی محنت کے بعد تیار کی یہ کئی منزلہ تھی۔ اللہ کے حکم ہی سے تمام چرند پرند میں سے نر اور مادہ اپنے ساتھ لے لیے تاکہ دنیا ختم ہو جانے کے بعد ان کی نسل آگے بڑھتی رہے۔

جب سب تیاریاں مکمل ہو گئیں۔ تمام اہل ایمان کشتی میں سوار ہو گئے تو کشتی کو اوپر سے ڈھانپ دیا گیا۔ بڑے سمندر پھوٹ نکلے۔ آسمان کی کھڑکیاں کھل گئیں۔ چالیس دن اور چالیس رات زمین پر بارش ہوتی رہی۔ پہاڑ تک ڈوب گئے، زمین پر جو کچھ تھا سب کو موت نے نگل لیا۔ صرف حضرت نوح علیہ السلام اور وہ جو آپؑ کے ساتھ کشتی میں تھے بچ گئے باقی سب ہلاک ہو گئے۔

حضرت ادریس علیہ السلام کا قول سچ ثابت ہوا۔ ''پھر تم پر نبی آئے گا، اگر تم نے ان کی بات نہیں مانی تو ہلاک ہو جاؤ گے۔''

مسلسل چالیس دن چالیس رات بارش کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ ''اے زمین اپنا پانی جذب کر لے اور اے آسمان تھم جا۔ کشتی جودی پہاڑ پر جا ٹھہری۔

خدا نے زمین پر ایک ہوا چلائی اور پانی رک گیا۔ پانی گھٹتے گھٹتے کم ہو گیا۔ خدا نے حکم دیا کہ زمین اپنا پانی نگل جا، خدا کا حکم پورا ہو چکا تھا، برے اور سرکش لوگ ختم ہو چکے تھے۔ دنیا خالی تھی۔ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے بیٹوں، حام،

Marfat.com

سام اور یافث میں علاقے تقسیم کر دیے کہ وہاں جا بسیں اور دنیا کو نئے سرے سے آباد کریں۔ حضرت نوح علیہ السلام کے ایک بیٹے حام کے بیٹے مصر نے اس علاقے کو آباد کیا جہاں حضرت ادریس علیہ السلام۔ اپنی قوم کو بابل سے لائے تھے اور اس علاقے کو بابلیون کا نام دیا گیا تھا۔ اب یہ خطہ مصر بن حام کی رعایت سے مصر کہلایا۔

طوفان نوح کے بعد خطہ یونان کے باسیوں نے طوفان کی تباہ کاریوں سے بچے ہوئے ٹوٹے پھوٹے ہیکلوں میں جب حضرت ادریس علیہ السلام کے مجسمے اور ان کے آسمان پر اٹھائے جانے کی خیالی تصویروں کو دیکھا تو انہیں یہ غلط فہمی ہوئی کہ ان ہیکلوں کو بنوانے اور اسقلیبوس ہی وہ ہستی ہے جو آسمان پر اٹھایا گیا حالانکہ یہ صریح غلطی تھی جو محض اندازے سے انہوں نے اختیار کی۔

حضرت ادریس علیہ السلام نے اپنی بنائی ہوئی خاص عمارتوں میں جن فنون کو محفوظ کر دیا تھا مصری اقوام نے ان سے فائدہ اٹھایا۔ چنانچہ فراعین مصر نے اپنے لیے اسی طرز کے اہرام بنوائے جو آج تک چلے آ رہے ہیں۔ حضرت ادریس علیہ السلام نے جو ایجادات کی تھیں، ان میں سے کچھ پھر بھی باقی رہ گئیں جن سے نئی آباد ہونے والی دنیا نے فائدہ اٹھایا۔

دنیا ایک مرتبہ پھر پھلنے پھولنے لگی۔۔۔ دنیا ایک ایک کر کے کروٹیں بدلنے لگی لیکن اس کو کیا کہا جائے کہ حضرت ادریس علیہ السلام کی پیش گوئی ابھی تک سفر میں تھی۔ حضرت نوح علیہ السلام کو ہزاروں نہیں تو سیکڑوں برس گزر چکے تھے کہ دنیا میں بت پرستی نے پھر سر اٹھایا۔

حضرت نوح علیہ السلام سے تقریباً چار سو سال بعد قوم عاد صفحہ ہستی پر نمودار ہوئی۔ یہ حضرت نوح علیہ السلام کے بیٹے سام کی نسل سے تھی یہ قبیلہ آہستہ آہستہ قوم کی شکل اختیار کر دیا۔ عاد نامی ایک شخص کو بادشاہت ملی۔ اس کے بعد اس کے بیٹے شداد کو بادشاہت ملی اور یہ قوم بت پرستی کی طرف جھکتی چلی گئی۔ انہی میں حضرت ہود علیہ السلام کا ظہور ہوا۔ انہوں نے بھی ہر نبی کی طرح اپنی قوم کو توحید کا سبق پڑھایا لیکن قوم کی سرکشی اتنی بڑھی ہوئی تھی کہ انہوں نے حضرت ہود علیہ السلام کی تکذیب کی۔ نتیجے میں اس قوم کو عذاب الٰہی کا سامنا کرنا پڑا۔ آسمان سے تیز آندھی چلائی گئی جو لوگوں کو اٹھا اٹھا کر پٹختی رہی۔ لوگ اسی طرح زمین پر گر گئے جیسے کھجوروں کے کھوکھلے تنے ہوں۔

حضرت ادریس علیہ السلام کا قول ایک مرتبہ پھر ہلاک ہونے والے پر خندہ زن تھا۔ ''پھر تم پر نبی آئے گا۔ اگر تم نے اس کی بات نہیں مانی تو ہلاک ہو جاؤ گے۔''

یہ قول کسی ایک نبی تک محدود نہیں جس قوم نے اپنی نبی کی تعلیمات کو جھٹلایا یا تاریخ میں اس کا یہی حشر ہو۔

یہ وقت ہمارے سوچنے کا بھی ہے کہ ہم اپنے نبی ﷺ کی تعلیمات پر کتنے عمل پیرا ہیں؟

خدا کی بارگاہ میں دعا گو ہوں کہ وہ ہم پر اپنی رحمتیں نازل فرماتا رہے۔ ہمارے اعمال کو درگزر کرتا رہے۔ توفیق دے کہ ہم اپنے نبی ﷺ کی تعلیمات سے غافل نہ ہونے پائیں۔ (آمین)۔

Marfat.com

حضرت نوح علیہ السلام

جب تمام دنیا کفر سے بھر چکی تھی، حضرت شیثؑ کی اولاد میں سے بعض دین اسلام کو زندہ رکھے ہوئے تھے۔ اپنی بساط کے مطابق لوگوں کو راہ راست کی تلقین کرتے رہتے تھے لیکن کسی پر کوئی اثر نہ ہوتا تھا۔

جب گمراہی وظلمت نے عظمت آدم کو ملیا میٹ کر کے رکھ دیا اور شرف انسانیت کو گناہوں کی سیاہ چادر نے لپیٹ لیا۔ جب عقل کا اندھا انسان اپنے ہی ایسے انسانوں کو اللہ تعالیٰ کی قدرت میں داخل مان کر پوجتے لگا تو قدرت الٰہی کو جنبش ہوئی اور اس نے شرف انسانی کو شخصیت پرستی سے نکالنے اور بت پرستی سے پاک کرنے کے لیے حضرت نوح علیہ السلام کو بھیجا۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کو جنوبی عراق کے ان بت پرستوں کے لیے پیغمبر بنا کر بھیجا جنہوں نے بڑے بڑے پتھر تراش کر اپنے اجداد کے بت بنا لیے تھے اور انہی سے اپنی مرادیں مانگتے تھے۔ وحدانیت سات پردوں میں کہیں چھپ کر رہ گئی تھی۔

تذکرہ نویسوں نے جناب حضرت نوح علیہ السلام کا اصل نام ''یشکر'' لکھا ہے لیکن چونکہ آپ اپنی قوم کی حالت پر ہمیشہ نوحہ کناں رہا کرتے تھے اس لیے آپ کا نام ''نوح'' مشہور ہو گیا۔ (اخنوع)

آپؑ کے والد کا نام لامک بن متوشلخ اور والدہ کا نام قینوش بنت براکیل بن اخنوع تھا۔ بعض روایات میں آپ کی والدہ ماجدہ کا نام سخابنت انوش بھی درج ہے۔ آپؑ کی زوجہ کا نام عمورہ بنت براشیل تھا۔

آپؑ کی پیدائش کے زمانے کے بارے میں سخت اختلافات ہیں۔ بعض کا خیال ہے آپؑ کی پیدائش حضرت آدم علیہ السلام کی وفات کے ایک سو چھبیس سال بعد میں ہوئی اور اہل کتاب کے ہاں ایک سو چھیالیس سال کا وقفہ ہے لیکن حضرت آدم ونوح کے درمیان دس زمانے گزرے ہیں۔ ایک حدیث سے بھی اس کی تصدیق ہوتی ہے۔

''ایک شخص نے حضور اقدس کی خدمت میں سوال عرض کیا، یارسول اللہ ﷺ! کیا آدم نبی تھے؟ فرمایا، ہاں ان کو خدا سے کلام کا بھی شرف حاصل ہے۔ پھر عرض کیا تو اچھا آدم ونوح علیہ السلام کے درمیان کتنا عرصہ ہے؟ فرمایا دس قرون (زمانے)۔''

اگر قرن سے مراد سو سال ہوں جیسے کہ لغت اور اکثر لوگوں کے نزدیک یہی مقدم ہے تو پھر ضروری طور پر ہزار سال کا عرصہ ہوگا۔

بعض مورخین نے حضرت آدمؑ اور حضرت نوحؑ تک کے زمانے کی مدت 2242 اور بعض نے 2572 سال بتائی ہے۔ حضرت آدمؑ کی عمر 930 سال اور حضرت نوح اور حضرت آدمؑ سے 1642 سال بعد پیدا ہوئے اس لحاظ سے یہ عرصہ 2572 سال ہی بنتا ہے۔ بعض نے یہ زمانہ 3800 سے 2850 ق م اور بعض نے 3832 تا 2882 ق م بھی بیان کیا ہے۔

حاصل کلام یہ کہ سب اندازے محض قیاس پر مبنی ہیں حقیقت یہ ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کو اللہ عزوجل نے اس وقت بھیجا جب بتوں اور شیطانوں کی عبادت کی جانے لگی اور لوگ گمراہی اور ضلالت کے گڑھوں میں دھنس گئے۔

Marfat.com

آپ کی بعثت کے متعلق بھی اہل تذکرہ میں اختلاف ہے۔ ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ اس زمانے میں کوئی ایسا شخص نہ تھا جو لوگوں کو فحاشی اور منکرات سے روکتا۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف حضرت نوح علیہ السلام کو مبعوث فرمایا۔ اس وقت ان کی عمر چار سو اسی سال تھی۔ بعض کہتے ہیں چالیس سال میں اور بعض نے پچاس سال میں نبوت کا ملنا لکھا ہے اور یہی صحیح ہے کیونکہ قرآن صراحت کرتا ہے۔

''اور بلاشبہ ہم نے نوح کو اس قوم کی جانب رسول بنا کر بھیجا پس وہ رہا ان میں پچاس کم ایک ہزار سال۔''

گویا پچاس سال کی عمر میں آپؑ کو نبوت ملی اور آپؑ کی کل عمر ایک ہزار سال تھی۔ ایسی طویل عمر بعید از عقل معلوم ہوتی ہے لیکن تاریخ قدیم یہ اقرار کرتی ہے کہ چند ہزار سال قبل کی عمر طبعی کا تناسب موجودہ تناسب سے کہیں زیادہ تھا۔

☆......☆......☆

اس دن معمول سے زیادہ دھوپ نکلی ہوئی تھی۔ لوگ ادھر ادھر چل پھر رہے تھے لیکن ہر شخص کو گھر پہنچنے کی جلدی تھی۔ اس چلچلاتی دھوپ میں ان لوگوں نے اپنی قوم کے ایک شخص کو ایک بلند جگہ پر کھڑے دیکھا۔ ایک نے دوسرے سے کہا، یہ تو لامک کا بیٹا ہے۔ اس کا دماغ تو نہیں چل گیا۔ سورج سے دور ہونے کے بجائے اور قریب ہو گیا ہے پھر انہوں نے دیکھا، وہ اشارے سے سب کو اپنے قریب بلا رہا ہے۔ آؤ دیکھیں تو سہی۔ اس پر کیا مصیبت پڑی ہے۔ ان لوگوں نے ایک دوسرے سے کہا اور نوح علیہ السلام کے قریب پہنچ گئے۔

''اے لامک کے بیٹے! تجھ پر کیا مصیبت پڑی ہے۔ یہاں کیوں کھڑا ہے؟''

''مصیبت مجھ پر نہیں تم پر آنے والی ہے۔ میری باتیں غور سے سنو۔''

''جو کہنا ہے جلدی جلدی کہہ دو۔ ہم یہاں زیادہ دیر نہیں ٹھہر سکتے۔''

''اے میری قوم کے لوگو! مجھے میرے خدا نے رسول بنا کر بھیجا ہے تا کہ میں تمہیں سیدھی راہ دکھاؤں۔''

''اچھا! تو اب تم ہمیں سیدھی راہ دکھاؤ گے۔ اونچائی سے تمہیں بہت دور کا نظر آ رہا ہوگا۔ بتاؤ کون سی سیدھی راہ ہے۔''

''تم جن مجسموں کی پوجا کرتے ہو انہیں پوجنا چھوڑ دو۔ یہ سب انسانی شخصیتوں کے مجسمے ہیں۔ یہ بت اس حاکم الحاکمین کی بارگاہ میں کچھ دخل نہیں رکھتے ہیں نہ سفارش جو ایک اکیلا اور واحد ہے۔ زمین آسمان کا خالق ہے، موت و حیات اس کے قبضے میں ہے۔''

''تو اپنے خدا کی تعریف کر چکا ہو تو ہم جائیں؟''

''ٹھہرو! مجھے ابھی کچھ اور کہنا ہے۔ میری تم سے التجا ہے کہ خدا کی عبادت کرو۔ اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں۔ کیا تم ڈرتے نہیں؟ میں تم کو واضح طور پر نصیحت کرتا ہوں کہ اللہ کی عبادت کرو۔ وہ تمہارے گناہ بخش دے گا اور وقت مقرر تک تم کو مہلت عطا کرے گا۔ جب اللہ کا مقرر کیا ہوا وقت آ جاتا ہے تو تاخیر نہیں ہوتی۔ کاش! تم سمجھتے ہوتے۔''

''وہ تو سب ٹھیک ہے لیکن یہ نصیحت کرنے والے تم ہوتے کون ہو؟''

''میں اپنے پروردگار کی طرف سے دلیل رکھتا ہوں اور اس نے مجھے اپنے ہاں سے رحمت بخشی ہے۔ میں پروردگار کا بھیجا ہوا ہوں۔ تمہیں اپنے پروردگار کا پیغام پہنچاتا ہوں اور تمہاری خیر خواہی کرتا ہوں۔ کیا تم کو اس بات سے تعجب ہوا کہ تم میں سے ایک شخص کی معرفت تمہارے پروردگار کی طرف سے تمہارے پاس نصیحت آئی تا کہ وہ تم کو ڈرائے اور تا کہ تم پرہیزگار بنو اور تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔''

''ہم تو تجھے جھوٹ کے سوا کسی راستے پر نہیں دیکھتے۔ اللہ کے لیے ایک تو ہی رہ گیا تھا۔ اگر اسے پیغام پہنچانا ہی تھا تو کسی فرشتے کو بھیجتا۔''

Marfat.com

''کیا یہ بات تمہارے لیے اعزاز کی نہیں کہ اللہ کا پیغمبر تم میں سے ہے۔''

''اللہ نے ہمیں کیوں نہیں بتادیا کہ وہ تمہیں بھیج رہا ہے۔''

''بے شک! یہ بات تم سے پوشیدہ رکھی گئی ہے تاکہ تمہارا امتحان ہو۔''

''تم امتحان لیتے رہو۔ ہم تو چلے۔''

اس سوال و جواب میں وہاں بہت بھیڑ جمع ہوگئی تھی لیکن لوگ ایک ایک کرکے ہٹنے لگے۔ حضرت نوح علیہ السلام انہیں پکارتے رہے اور میدان خالی ہوگیا۔

حضرت نوح علیہ السلام، بلندی سے نیچے اتر آئے۔ وہ دل گرفتہ تھے لیکن ناامید نہیں تھے۔ مرض کا علاج ایک دن میں نہیں ہوجاتا برسوں کی بیمار قوم ایک دن میں کس طرح راہ راست پر آسکتی ہے۔ اس کے لیے تو بارہا کی تلقین کی ضرورت ہے۔ ان کے مردہ دل کبھی نہ کبھی زندگی سے آشنا ہو ہی جائیں گے۔

یہ اس قوم کا ہی نہیں خود حضرت نوح علیہ السلام کا بھی امتحان تھا۔ انہیں ثابت قدمی سے خدا کا پیغام ان لوگوں تک پہنچانا تھا۔ انہیں نصیحت کرنی تھی چاہے وہ مانیں یا نہ مانیں۔

دوسرے دن کا سورج طلوع ہوا تو آپ پھر اسی مقام پر پہنچ گئے۔ گزرنے والوں نے پھر دیکھا۔ گزرنے والے ایک مرتبہ پھر ان کے گرد جمع ہوگئے کہ دیکھو آج یہ کیا کہتے ہیں۔ جب لوگ جمع ہونا شروع ہوئے تو حضرت نوح علیہ السلام نے نصیحت کا آغاز کیا۔

''بھائیو! اپنے پروردگار سے معافی مانگو کہ وہ بڑا معاف کرنے والا ہے۔ وہ آسمان سے تم پر بارش برسائے گا اور مال اور بیٹوں سے تمہاری مدد فرمائے گا اور تمہیں باغ عطا کرے گا اور (ان میں سے) تمہارے لیے نہریں بہادے گا۔ تم کو کیا ہوا، تم اللہ کی عظمت کا یقین نہیں رکھتے حالانکہ اس نے تم کو طرح طرح کی حالتوں سے پیدا کیا۔ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے سات آسمان کیسے اوپر نیچے بنا رکھے ہیں اور چاند کو ان میں (زمین کا) نور بنایا اور سورج کو چراغ ٹھہرایا اور اللہ ہی نے تم کو زمین سے پیدا کیا۔ پھر اسی میں تم کو لوٹادے گا اور تم کو نکال کر کھڑا کرے گا اور اللہ نے ہی تمہارے لیے زمین کو فرش بنایا ہے تاکہ اس کے بڑے بڑے کشادہ رستوں میں چلو پھرو۔''

''بس، بہت سن لیں تیری باتیں۔ ہم تجھے ایسا نادان نہیں سمجھتے تھے۔ تجھ سے شاید ہماری خوش حالی دیکھی نہیں جاتی جو یوں بتوں سے منہ پھیر لینے کی تلقین کر رہا ہے۔ اس سے پہلے ہم تیری طرف سے ہی منہ کیوں نا پھیر لیں۔'' لوگوں نے بہ یک آواز کہا اور وہاں سے ہٹ گئے۔ حضرت نوح علیہ السلام پھر بلندی سے نیچے اتر آئے۔ دل گرفتہ مگر پرامید تھے۔

اب آپؑ کا یہی ایک معمول بن گیا۔ کسی چوراہے پر کھڑے ہوجاتے، کسی بلند ٹیلے پر بیٹھ جاتے اور نبوت کا فرض ادا کرتے رہتے۔ لوگوں کو تلقین کرتے رہتے۔ اپنی بھٹکی ہوئی قوم کی حالت پر آنسو بہاتے رہتے۔ لوگوں کے ہاتھ مذاق لگ گیا تھا۔ جہاں حضرت نوح علیہ السلام کو دیکھ لیتے ان کے گرد جمع ہوجاتے۔ مقصد نصیحت حاصل کرنا نہیں تھا بلکہ آپؑ کی باتوں پر قہقہے بلند کرنا تھا، جس طرح کسی دیوانے کے گرد بچے جمع ہوجاتے ہیں۔

''ہاں لامک کے بیٹے۔ آج تیرے خدا نے تجھ سے کیا کہا ہے جو تو ہم سے کہنا چاہتا ہے۔'' لوگ طنزاً پوچھتے۔

''خدا کے فیصلے بدلنے والے نہیں ہوتے کہ آج وہ کچھ کہہ دے گا کل کچھ اور کہہ دے۔ میں خدا کی طرف سے آج بھی تمہیں پیغام دیتا ہوں کہ اللہ ہی کی عبادت کرو۔ اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں۔''

''تم ہمیں ان بتوں کی پرستش سے روکتے ہو جن کی پرستش کرتے ہوئے ہم نے اپنے باپ دادا کو دیکھا ہے۔''

''میں ان کے بارے میں کچھ نہیں کہتا۔ میں تو اس پیغام کی بات کرتا ہوں جو خدا نے مجھے دیا ہے۔''

''اے لامک کے بیٹے تو اپنے دین سے پھر گیا ہے اور اب ہمیں بھی گمراہ کرنا چاہتا ہے ہم تیری بات ہرگز نہیں سنیں

Marfat.com

گے۔"

"مجھ میں کسی طرح کی گمراہی نہیں بلکہ میں پروردگار عالم کا بھیجا ہوا ہوں۔"

"تو نے اپنی غربت دور کرنے کا اچھا طریقہ نکالا ہے۔تو چاہتا ہے، ہم تجھے چپ رہنے کا کچھ نہ کچھ معاوضہ دیتے رہیں۔"

"میں اس کام کا تم سے صلہ نہیں مانگتا۔ میرا صلہ تو صرف اللہ رب العالمین کے ہاں ہے۔"

"پھر تو واقعی تیرا دماغ چل گیا ہے۔تو ہمیں سمجھا تا رہ۔۔۔ہم تیری باتوں میں آنے والے نہیں۔"

"اگر میں چاہوں کہ تمہاری خیر خواہی کروں اور اللہ یہ چاہے کہ تمہیں گمراہ کردے تو میری خیر خواہی تم کو کچھ فائدہ نہیں دے سکتی۔ وہی تمہارا پروردگار ہے اور تمہیں اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔"

آپؑ کی قوم کوئی بات سننے کو تیار نہیں تھی لیکن آپؑ اللہ کے اولوالعزم پیغمبر تھے آپؑ ان ناکامیوں سے دل برداشتہ ہو کر اللہ کے پیغام کو ادھورا نہیں چھوڑ سکتے تھے۔آپؑ جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو اپنی قوم کے لیے دعا فرماتے کہ "اے رب! میری قوم کے دلوں کو مجھ پر نرم کردے۔ یہ نادان ہیں انہیں معاف کردے۔ انہیں توفیق دے کہ یہ راہ راست کو پہچانیں۔ تیرے فرماں بردار بن جائیں۔"

وقت گزرتا رہا۔ ان کی قوم نے تکذیب وتحقیر کا کوئی پہلو نہ چھوڑا۔ ہر ہر قدم پر ان کی تذلیل وتوہین کرتے رہے۔ ان کی قوم کو یہ دیکھ کر تعجب ہوتا تھا کہ یہ کیسا شخص ہے جو اکیلا پوری قوم کے مقابلے پر ڈٹا ہوا ہے۔کوئی اس کی بات سننے کو تیار نہیں لیکن وہ اپنی کہے جاتا ہے۔اسے دیکھ کر ہم نفرت سے منہ پھیر لیتے ہیں لیکن وہ پھر بھی ہمیں گلی چوراہوں میں روک لیتا ہے۔

آپؑ کی یہ صفت آپؑ کی قوم کو متاثر کرنے کے بجائے اور زیادہ سرکشی میں مبتلا کردیتی تھی۔بعض انہیں ضدی کہہ کر مخاطب کررہے تھے بعض انہیں بزدل سمجھ کر طرح طرح سے ستانے پر آمادہ تھے۔

حضرت نوح علیہ السلام اب بازار میں لوگوں کو مخاطب کرتے تو لوگ منہ پھیر کر چل دیتے۔بعض اپنی انگلیاں اپنے کانوں میں ٹھونس لیتے۔بعض بے ہودگی کے ساتھ شور مچانے لگتے کہ کہیں آپؑ کی آواز ان کے کانوں میں نہ پڑ جائے۔ حضرت نوحؑ نے جب یہ صورت حال دیکھی تو آپؑ نے طریقہ تبلیغ تبدیل کردیا۔آپؑ نے سوچا، ایک دوسرے کی دیکھا دیکھی یہ میری بات سننے کو تیار نہیں ہیں۔ اگر ان سے اکیلے میں بات کی جائے تو ممکن ہے یہ میری باتوں پر غور کریں اور اعلانیہ نہ سہی پوشیدہ طور پر ایمان لے آئیں۔آپؑ نے ایک ایک کا دروازہ کھٹ کھٹایا لیکن جھڑکیوں کے سوا کچھ نہ ملا۔ بعض نے تو باقاعدہ دھکے دے کر آپؑ کو اپنے دروازوں سے دور کردیا۔

دو سو سال سے زیادہ عرصہ گزر چکا تھا۔قوم کسی طرح اپنے عقائد چھوڑنے پر تیار نہیں تھی۔ یہ قوم ہر قسم کی تذلیل و توہین کے طریقوں کو حضرت نوحؑ پر آزمارہی تھی۔ اس قوم کو اس بات پر تعجب ہورہا تھا کہ جس کو نہ ہم پر دولت وثروت میں برتری حاصل ہے اور نہ وہ انسانیت کے رتبے سے بلند "فرشتہ ہیکل" ہے اس کو کیا حق ہے کہ وہ ہمارا پیشوا بنے اور ہم اس کے احکام کی تعمیل کریں۔ ان میں سے جب کوئی مرنے لگتا تو اپنی اولاد کو وصیت کرجاتا کہ نوح (علیہ السلام) کی باتوں کو ہرگز نہ سنے اور اگر کان میں پڑ بھی جائیں تو ان پر عمل نہ کرے۔

حضرت نوح علیہ السلام کی مسلسل تلقین اور دعاؤں کا بہرحال اتنا نتیجہ ضرور نکلا کہ معاشرے کے کچھ نادار لوگ ان پر ایمان لے آئے۔ یہ وہ لوگ تھے جن کے پاس دولت کا غرور نہیں تھا۔ ان کی آنکھوں پر تکبر کی پٹی بندھی ہوئی نہیں تھی۔ وہ رات کے اندھیرے میں بھی روشنی تلاش کرنے کی سکت رکھتے تھے۔

ایک اندھیری رات میں حضرت نوح علیہ السلام کے دروازے پر دستک ہوئی۔ حضرت نوحؑ کی زوجہ نے یہ آواز سنی

Marfat.com

تو سمجھیں شاید وہ وقت آ گیا۔

''شاید وہی ہوں گے۔ آپ نہ جائیں میں دیکھتی ہوں۔''

''کون ہوں گے۔ تمہیں کس کا انتظار ہے؟''

''بہت دن سے یہ باتیں ہو رہی ہیں کہ نوحؑ کو قتل کر دیا جائے۔ شاید انہوں نے یہ رات منتخب کی ہو۔''

''میرا اللہ میری حفاظت کے لیے کافی ہے۔''

''میں تو آپؑ کو سمجھا سمجھا کر تھک چکی۔ آپؑ اپنی ضد چھوڑ کیوں نہیں دیتے۔ آپؑ کیوں اپنی اور میری جان کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں۔''

''کیسی ضد عمورہ؟''

''یہی اپنے آپ کو رسول کہلوانے کی۔''

''کیا تم بھی یہی سمجھتی ہو کہ میں اللہ کا بھیجا ہوا نہیں ہوں۔''

''اگر ہو بھی، تو تمہاری باتیں میری سمجھ میں تو آتی نہیں۔''

اس مرتبہ کسی نے دروازے کو زور زور سے بجایا تھا۔ حضرت نوحؑ اپنی بیوی کو قائل کرنے کے لیے ابھی کچھ اور کہنا چاہتے تھے لیکن آنے والوں کی بے تابی کا انہیں اندازہ ہو گیا تھا۔ بیوی انہیں روکتی رہ گئی مگر وہ دروازے پر پہنچ گئے۔ دیکھا کہ دو آدمی، موٹی چادروں میں چھپے کھڑے ہیں۔

''کون ہو تم لوگ؟''

''اللہ کے بندے۔'' یہ الفاظ سن کر حضرت نوح علیہ السلام کو تعجب ہوا۔ اس بستی میں یہ کون لوگ ہیں جو خود کو اللہ کا بندہ کہہ رہے ہیں۔

''تم اپنی مرضی سے آئے ہو یا کسی نے تمہیں بھیجا ہے؟''

''ہم اپنی مرضی سے آئے ہیں۔''

''تو پھر اندر چلے آؤ۔''

ان دونوں نے ادھر ادھر دیکھ لیا کہ کوئی پیچھا تو نہیں کر رہا ہے اور پھر حضرت نوح علیہ السلام کے بلاوے کو سہارا بنا لیا اور حضرت نوح علیہ السلام کے ساتھ ساتھ چلتے ہوئے ایک کوٹھری میں آ گئے۔ حضرت نوح علیہ السلام نے آگے بڑھ کر دیا جلایا۔ اس وقت تک دونوں آدمی اپنی چادروں کو بدن سے دور کر چکے تھے۔ یہ دونوں نوجوان تھے۔ ان کی بدحالی ان کے کپڑوں سے ظاہر ہو رہی تھی۔ چہروں سے بہت ڈرے ہوئے لگتے تھے۔

''اب کہو، مجھ سے کیا کام ہے تمہیں؟'' حضرت نوح علیہ السلام نے دریافت کیا۔

''آپؑ کا پیغام ہمارے دلوں میں اتر گیا ہے۔ ہم نے بتوں کی پرستش چھوڑ دی ہے۔ اس کے بعد آپؑ کے پاس آئے ہیں۔''

''اللہ جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔''

''ہم بہت غریب لوگ ہیں۔''

''اس وقت تم سے زیادہ دولت مند کوئی نہیں۔ تمہارے پاس ایمان کی دولت ہے جو اس قوم کے سرداروں تک کو میسر نہیں۔''

''ہمارے کچھ اور ساتھی بھی ہیں جو آپؑ پر ایمان لا چکے ہیں۔''

''تمہارے ساتھ وہ کیوں نہیں آئے؟''

Marfat.com

''ہمیں ڈر تھا کہ ہم کم وقعت لوگ ہیں۔ کہیں آپؑ ہمیں ٹھکرا نہ دیں۔ انہوں نے ہمیں بھیجا ہے کہ پہلے ہم آپؑ سے معلوم کرلیں کہ آپؑ ہمیں قبول بھی کرلیں گے؟''

''اس کا مطلب ہے تم نے میرے پیغام کو غور سے سنا ہی نہیں۔ اللہ کے نزدیک انسان کا معیار دولت کے خزانے نہیں۔ اللہ کے نزدیک تو وہ بڑا ہے جس کے اعمال صالح ہیں۔ اگر میں تمہیں گلے نہیں لگاؤں گا تو میری مدد کون کرے گا؟''

''تو پھر ہم اپنے ساتھیوں سے کہیں گے کہ وہ بھی آپؑ سے آ کر مل لیں۔''

ان لوگوں کے جانے کے بعد حضرت نوح علیہ السلام کی زوجہ سر پکڑ کر بیٹھ گئیں۔ کچھ تو وہ سرداران قوم سے ڈری ہوئی تھیں اور کچھ اپنے شوہر کے رسول ہونے پر شک تھا۔ ان کا بیٹا کنعان بھی ماں کی تربیت کے زیر اثر ان تعلیمات کا مخالف ہی تھا۔

گھر میں آئے ہوئے مہمانوں کے چلے جانے کے بعد حضرت نوح علیہ السلام جب بستر پر آئے تو انہوں نے اپنی زوجہ کو نہ صرف جاگتے ہوئے بلکہ فکرمند بھی دیکھا۔

''یہ کون لوگ تھے؟''

''میری تعلیمات سے متاثر ہوکر مجھ سے ملنے آئے تھے۔''

''اب ایسے ایسے رذیل لوگ بھی ہمارے گھر آنے لگے ہیں جنہیں کوئی اپنے قریب بٹھانا بھی گوارا نہیں کرتا اور یہ سب تمہاری وجہ سے ہورہا ہے۔ تم ان کمزور تنکوں کا سہارا ڈھونڈ رہے ہو۔ یہ بھلا کیا مدد کریں گے تمہاری؟''

''مجھے اپنے لیے کوئی فوج نہیں بنانی ہے۔ مجھے تو بس یہ خوشی ہے کہ اتنی طویل مدت کے بعد سہی، اللہ کا پیغام کسی تک تو پہنچا۔''

''یہ وہ لوگ ہیں جنہیں سرداران قوم تک سے ملنے کی جرأت نہیں ہوتی۔ تم خود کو اللہ کی طرف سے بھیجا ہوا پیغمبر کہتے ہو اور یہ لوگ بے تکلف تم سے ملنے چلے آئے۔''

''یہ لوگ معاشرے کے ٹھکرائے ہوئے ضرور ہیں لیکن سمجھ بوجھ میں ان سب سے بڑھے ہوئے ہیں۔''

''ہاں جو تمہاری باتوں پر ایمان لے آئے وہی بڑا ہے۔''

''شاید وہی ٹھیک ہے جو تم کہہ رہی ہو۔ اللہ تمہیں بھی عقل دے۔''

''مَیں تو یہ دیکھ رہی ہوں کہ ایک روز تم بڑی مصیبت میں پھنسنے والے ہو۔''

یہ دونوں نوجوان اللہ کے پیغام کو آگے بڑھانے میں حضرت نوح علیہ السلام کے لیے ذریعہ بن گئے۔ انہوں نے اپنی ملاقات کا احوال اپنے جیسے دوسرے غریبوں کو سنایا اور وہ حضرت نوح علیہ السلام پر ایمان لے آئے۔ کچھ دنوں یہ ملاقاتیں خفیہ ہوتی رہیں اور پھر یہ نادار لوگ حضرت نوح علیہ السلام کے ساتھ دیکھے جانے لگے۔ یہ اتنے کمزور اور بے بس تھے اور ان کی اتنی بڑی تعداد بھی نہیں تھی کہ معاشرے کو ان سے خطرہ ہوسکے لیکن اس کے باوجود سرداران قوم کے کان کھڑے ہوگئے۔ اس سے پہلے کبھی انہوں نے خطرہ محسوس نہیں کیا تھا لیکن اب وہ سوچنے لگے کہ اگر اسی طرح لوگ حضرت نوح علیہ السلام کے ساتھ شامل ہونے لگے تو ان کا اقتدار خطرے میں پڑ جائے گا۔ سالہا سال کے بعد یہ پہلا موقع تھا جب سرداران قوم پہلی مرتبہ حضرت نوح علیہ السلام کی طرف متوجہ ہوئے۔ وہ سب اکٹھے ہوکر بیٹھے اور ایک دوسرے کو اس خطرے کا احساس دلایا اور یہ طے کیا کہ نوح (علیہ السلام) کو بلا کر ڈرایا، دھمکایا یا لالچ دے کر چپ رہنے پر مجبور کیا جائے۔ قوم کے ان رئیسوں نے حضرت نوح علیہ السلام کو ایک جگہ طلب کرلیا۔ حضرت نوح علیہ السلام اس حال میں ان سے ملنے آئے کہ چند نادار اور غریب لوگ بھی آپ کے ساتھ تھے۔ ان کو دیکھ کر قوم کے سرداروں کی بھویں تن گئیں۔

Marfat.com

''اے نوح! ان رذیل اور مفلس لوگوں کو لے کر تم ہمارے پاس کیوں آئے ہو۔ کیا تم نہیں جانتے کہ ہم انہیں اپنے پاس بٹھانا بھی گوارا نہیں کرتے۔''

''یہ کل تک یقیناً نادار تھے لیکن اب ان سے بڑا مالدار کوئی نہیں۔ یہ مجھ پر ایمان لے آئے ہیں۔ میرے ساتھی ہیں اور میرے ساتھ ہی رہیں گے۔''

''ان کی موجودگی میں ہم تم سے کیا بات کر سکتے ہیں۔ انہیں اپنے پاس سے ہٹا دو پھر ہم تم سے بات کریں گے۔''

''یہ اچھی طرح سمجھ لو کہ جو لوگ ایمان لائے ہیں وہ تمہاری نظروں میں کتنے ہی ذلیل ہوں مگر میں ایسا کرنے والا نہیں کہ اپنے پاس سے انہیں ہٹا دوں۔ ان کا معیار قبولیت ایمان وعمل ہے نہ کہ تمہاری کھڑی ہوئی شرافت اور رذالت۔''

''تجھ پر ایسے ہی لوگ ایمان لا سکتے ہیں جنہیں کوئی اپنے پاس بٹھانا بھی گوارا نہیں کرتا۔ ہم تو تجھے جھوٹا ہی سمجھتے ہیں۔''

''مجھ میں کسی طرح کی گمراہی نہیں بلکہ میں پروردگار عالم کا پیغمبر ہوں اور تمہیں ہدایت کرتا ہوں کہ بتوں کی پرستش ترک کر دو اور دنیاوی دولت پر غرور کرنا چھوڑ دو۔''

''تم کیا سمجھتے ہو۔ تم اتنی بڑی بات کہہ دو گے اور ہم مان لیں گے؟''

''اگر نہیں مانو گے تو مجھے ڈر ہے کہ کسی بڑے عذاب سے دوچار نہ کر دیے جاؤ۔''

''یہ عذاب کون لائے گا۔ تیرے یہ کمزور ساتھی؟''

''میں اور میرے یہ ساتھی کمزور ہیں لیکن میرا اللہ طاقتور ہے۔ تمہیں عذاب سے بھی وہی دوچار کرے گا۔''

''اگر سچے ہو تو جس چیز سے ہمیں ڈراتے ہو وہ ہم پر نازل کرو۔''

''اس کو تو اللہ ہی چاہے گا تو نازل کرے گا۔''

جب سرداران قوم نے دیکھا کہ حضرت نوح علیہ السلام کسی طرح ماننے والے نہیں اور ان پر کسی دھمکی کا کوئی اثر نہیں ہوتا تو انہوں نے لالچ کا دام بچھایا۔

''اے نوحؑ! اگر تم چاہو تو ہم تمہارے قدموں میں دولت کے ڈھیر لگا دیں۔''

''میں اس نصیحت کے بدلے تم سے مال و زر کا خواہاں نہیں ہوں۔ میرا صلہ تو اللہ کے ہاں ہے۔ دیکھو، میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں نہ یہ کہتا ہوں کہ میں غیب کا علم جانتا ہوں۔ نہ میرا یہ دعویٰ ہے کہ میں فرشتہ ہوں۔ میں یہ بھی نہیں کہتا کہ جن لوگوں کو تم حقارت کی نظر سے دیکھتے ہو اللہ انہیں بھلائی دے گا (جیسا کہ تمہارا اعتقاد ہے) اللہ ہی بہتر جانتا ہے جو کچھ ان لوگوں کے دلوں میں ہے۔ اگر میں تمہاری خواہش کے مطابق ایسا کہوں تو جونہی ایسی بات کہی، میں ظالموں میں سے ہو گیا۔''

''نوحؑ، ہمیں تجھ پر افسوس ہے۔'' ان سرداروں نے کہا۔ ''ہم نے تو بہت چاہا کہ تو عافیت میں آ جائے مگر تو اپنی ضد پر قائم رہا۔ اب جو تیری راہ ہے تو اس پر چل، جو ہم سے بن پڑے گا وہ ہم کریں گے۔ باپ دادا کے دین کو چھوڑنا تجھے مبارک ہو، ہمیں یہ زیب نہیں دیتا۔''

یہ کھلی جنگ تھی جو حضرت نوح علیہ السلام اور ان کی قوم کے درمیان شروع ہو چکی تھی۔ قوم کے سرداروں نے جب ان کی بات ماننے سے انکار کر دیا تو عام لوگوں کا حوصلہ بہت بڑھ گیا۔ اب تک تو وہ آپ کا تمسخر اڑا کر صرف روحانی اذیت پہنچاتے تھے مگر اب تشدد پر اتر آئے۔ صاف لفظوں میں کہہ دیا۔ ''اے نوحؑ، تو نے ہم سے بہت جھگڑا کر لیا اور ہم نے بہت صبر کر لیا۔ اب تو یا تو یہاں سے نکل جا یا ہم تجھے مار مار کر ادھ موا کر دیں گے۔''

اس دھمکی سے آپؑ کو بہت تکلیف پہنچی تھی۔ جس قوم کی بھلائی کے لیے وہ پانچ سو سال سے تبلیغ کر رہے تھے۔ وہ

Marfat.com

اس کا یہ صلہ دے رہی تھی۔ صرف وہ لوگ آپؑ کی دلداری کر رہے تھے جو آپؑ پر ایمان لے آئے تھے لیکن ان کی تعداد صرف 80 تھی اور وہ معاشرے کے کمزور ترین افراد تھے اور پھر یہ کہ حضرت نوح علیہ السلام کا ساتھ دینے کی پاداش میں وہ خود مصیبت میں پھنس گئے تھے۔ ان میں سے بیشتر خفیہ طور پر آپؑ کے ساتھ تھے، اعلانیہ آپؑ کے ساتھ چل پھر بھی نہیں سکتے تھے۔

کچھ شریر لوگوں نے آپؑ کو نقصان پہنچانے سے پہلے ضروری سمجھا کہ آپؑ کی زوجہ کے پاس جائیں اور ان سے حضرت نوح علیہ السلام کی شکایت کریں تاکہ اگر حضرت نوح علیہ السلام کو کوئی گزند پہنچے تو وہ بری الذمہ ہوں۔ یہ امید بھی تھی کہ شاید وہ بیوی کی بات مان لیں اور باز آ جائیں۔ یہ سب مل کر آپؑ کی بیوی کے پاس گئے۔

''ہم لوگ اس لیے آپ کے پاس آئے ہیں کہ آپ کے شوہر نے ایک ہنگامہ کھڑا کر دیا ہے۔ وہ قوم کو بہکانے پر تلا ہوا ہے۔ ہمارے نوجوانوں کو مقدس دیوتاؤں کے خلاف بھڑکاتا ہے۔ وہ رذیل لوگ جنہیں کوئی اپنے پاس بٹھانا بھی پسند نہیں کرتا انہیں اپنے ساتھ لیے پھرتا ہے۔ کسی عذاب سے ڈراتا ہے۔ معلوم نہیں اس کے کیا عزائم ہیں۔''

''میرے پاس کیا توقع لے کر آئے ہو؟''

''اسے سمجھالیں ورنہ ہمارا پیمانہ صبر لبریز ہو چکا ہے۔''

''میں کیا کر سکتی ہوں۔ ان کی باتیں خود میری سمجھ سے بالاتر ہیں۔ میرے خیال میں تو انہیں ان کے حال پر چھوڑ دو۔ وہ بہت ضدی ہیں کبھی اپنے ارادے سے باز نہیں آئیں گے۔''

''تم کیا سمجھتی ہو، وہ ہمارے سامنے ہمارے دیوتاؤں کو برا کہیں اور ہم خاموش رہیں۔ بس بہت ہو چکا۔ تم درمیان میں مت آنا۔ ہم سے جو ہو سکے گا وہ ہم کریں گے۔''

''ان کی ذہنی حالت ٹھیک نہیں ہے مگر تم صحت مند ہو۔ کوئی ایسی ویسی حرکت مت کرنا۔''

وہ لوگ اتنے غصے میں تھے کہ کچھ کہے بغیر اٹھ کر چلے گئے البتہ انہیں اتنا یقین ہو گیا تھا کہ وہی حق پر ہیں اور حضرت نوحؑ غلط ہیں۔ ان کی تعلیمات کا ان کی بیوی پر ہی اثر نہیں ہوا تو ہم کیوں ان کی بات مانیں۔ عمورہ کی باتوں سے انہیں اتنی ہمت ہوئی کہ ان ہی کو موضوع بنا کر حضرت نوح علیہ السلام کو راستے میں روک لیا۔

''اے نوحؑ! تمہاری رسالت کی تو خود تمہاری بیوی منکر ہے پھر ہمیں کیا سمجھاتے پھرتے ہو۔''

''مجھے کیا بتاتے ہو۔ یہ کوئی نئی بات نہیں۔ رسول کسی پر مسلط نہیں ہوتا۔ اس کا کام پیغام پہنچانا ہوتا ہے۔ ماننا یا نہ ماننا دوسروں کا کام ہے۔ وہ اگر کافر ہے تو کافر رہے گی۔ میری بیوی ہونے کی وجہ سے عذاب سے بچے گی نہیں۔ ہاں اگر وہ توبہ کر لے تو دوسری بات ہے۔''

''اور ان ذلیل و حقیر لوگوں کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے جو اس وقت بھی تمہارے گرد موجود ہیں؟''

''یہ اللہ کے نیک اور ہوش مند بندے ہیں جب کہ تم سراپا گمراہی میں ڈوبے ہوئے اور اگر توبہ نہیں کرتے تو عنقریب عذاب عظیم سے دوچار ہونے والے ہو۔''

یہ سننا تھا کہ مفسدوں کو طیش آ گیا یا پھر ان کا ارادہ ہی یہ تھا۔ وہ یکدم حضرت نوحؑ پر ٹوٹ پڑے۔ ہر طرف سے لاتوں اور گھونسوں کی بارش ہونے لگی۔ آپؑ کے چند ساتھی آپؑ کے ساتھ تھے ان کا بھی یہی حشر ہوا لیکن زیادہ نقصان حضرت نوح علیہ السلام کا ہوا کیونکہ اصل نشانہ وہی تھے۔

آپؑ کی بیوی کو معلوم ہوا تو مخالفت کے باوجود وہاں پہنچ گئیں۔ دیکھا کہ حضرت نوح علیہ السلام خون میں لت پت بے ہوش پڑے ہیں مگر مارنے والے اب بھی مار رہے ہیں۔ وہ ان مارنے والوں کے درمیان آ گئیں۔

''کیوں مارتے ہو انہیں۔ یہ تو دیوانے ہیں۔ جو منہ میں آتا ہے کہہ اٹھتے ہیں۔ تمہارے مارنے سے یہ اپنی ضد نہیں

Marfat.com

چھوڑ دیں گے۔''

''تم بھی ہماری طرح نسر اور یعقوق کی عقیدت مند ہو اس لیے انہیں چھوڑے دیتے ہیں۔ یہ ہوش میں آ جائیں تو انہیں اچھی طرح سمجھا دینا ورنہ اب کے جان سے ہی مار دیں گے۔''

حضرت نوحؑ بے ہوش تھے۔ آپؑ کی زوجہ نے کچھ لوگوں سے کہا اور وہ آپؑ کو اٹھا کر گھر لے آئے۔ گھر پہنچ کر بھی انہوں نے دھمکیاں دیں اور واپس چلے گئے۔ کچھ دیر بعد آپؑ کو ہوش آیا۔ بے اختیار آپؑ کی زبان سے نکلا۔ ''اے اللہ! میری قوم کی مغفرت فرما کیونکہ یہ نہیں جانتے۔''

عمورہ سمجھ رہی تھیں کہ اتنی تکلیف اٹھانے کے بعد آپؑ کو نصیحت ہوگئی ہوگی۔ عمورہ نے سمجھایا بھی کہ بس اب بہت ہوگئی اپنی جان کی حفاظت کریں اور لوگوں کے دین میں دخل اندازی نہ کریں لیکن آپؑ تو خدا کے حضور یہ کہہ کر سرخرو ہونا چاہتے تھے کہ انہوں نے اپنا فرض منصبی اچھی طرح ادا کیا، تاکید کے ساتھ اور تکرار کے ساتھ خدا کے پیغام کو قوم تک پہنچایا۔ بے ہوشی سے افاقہ پاتے ہی آپؑ نے قوم کو پھر جھنجھوڑا۔

''اے قوم کے لوگو! اگر تم کو میرا تم میں رہنا اور اللہ کی نصیحت کرنا ناگوار ہے تو میں تو اللہ پر بھروسا رکھتا ہوں۔ تم اپنے شریکوں کے ساتھ مل کر ایک کام (جو میرے بارے میں کرنا) چاہو مقرر کرلو اور وہ تمہاری جماعت کو معلوم ہو جائے اور کسی سے پوشیدہ نہ رہے۔ پھر وہ کام میرے حق میں کر گزرو اور مجھے مہلت نہ دو اور اگر تم نے منہ پھیر لیا (تو تم جانتے ہو کہ) میں نے تم سے کچھ معاوضہ نہیں مانگا۔ میرا معاوضہ تو اللہ کے ذمے ہے اور مجھے حکم ہوا ہے کہ مسلمانوں میں سے ہوں۔''

قرآن پاک نے اس تمام مناظرے کو ان لفظوں میں سمیٹ کر دنیا کے سامنے پیش کیا۔

''اس پر قوم کے ان سرداروں نے جنہوں نے کفر کی راہ اختیار کی تھی کہا۔ ''ہم تو تم (نوح) میں اس کے سوا کوئی بات نہیں دیکھتے کہ ہماری ہی طرح کے آدمی ہو اور جو لوگ تمہارے پیچھے چلے ہیں ان میں بھی ان لوگوں کے سوا کوئی دکھائی نہیں دیتا جو ہم میں ذلیل وحقیر ہیں اور بے سوچے سمجھے تمہارے پیچھے ہوئے ہیں۔ ہم تو تم لوگوں میں اپنے سے کوئی برتری نہیں پاتے بلکہ سمجھتے ہیں کہ تم جھوٹے ہو۔

نوحؑ نے کہا ''اے میری قوم کے لوگو! تم نے اس بات پر بھی غور کیا اگر میں اپنے پروردگار کی طرف سے ایک دلیل پر روشن ہوں اور اس نے اپنے حضور سے ایک رحمت بھی مجھے بخش دی ہو (یعنی راہ حق دکھادی ہو) مگر وہ تمہیں دکھائی نہ دے (تو میں اس کے سوا کیا کرسکتا ہوں جو کر رہا ہوں) کیا ہم جبراً تمہیں راہ دکھادیں حالانکہ تم اس سے بے زار ہو۔ لوگو! یہ جو کچھ میں کر رہا ہوں تو اس پر مال و دولت کا تم سے طالب نہیں۔ میری خدمت کی مزدوری جو کچھ ہے وہ صرف اللہ پر ہے اور یہ بھی سمجھ لو کہ جو لوگ ایمان لائے ہیں (وہ تمہاری نظروں میں کتنے ہی ذلیل ہوں مگر) میں ایسا کرنے والا نہیں کہ اپنے پاس سے انہیں ہٹادوں۔ انہیں بھی اپنے پروردگار سے (ایک دن) ملنا ہے (اور وہ ہم سب کا حساب لینے والا ہے) لیکن (میں تمہیں سمجھاؤں تو کس طرح سمجھاؤں) میں دیکھتا ہوں کہ تم ایک جماعت ہو جاہل (حقیقت سے بے خبر) اے میری قوم کے لوگو! مجھے بتاؤ اگر میں ان لوگوں کو اپنے پاس سے نکال باہر کروں تو کون ہے جو میری مدد کرے گا۔'' پھر کہا۔

''(افسوس تم پر) کیا تم غور نہیں کرتے؟ اور دیکھو، میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں نہ یہ کہتا ہوں کہ میں غیب کی باتیں جانتا ہوں۔ نہ میرا یہ دعویٰ ہے کہ میں فرشتہ ہوں۔ میں یہ نہیں کہتا کہ جن لوگوں کو تم حقارت کی نظر سے دیکھتے ہو اللہ انہیں بھلائی نہیں دے گا۔ اللہ ہی بہتر جانتا ہے جو کچھ ان لوگوں کے دلوں میں ہے۔ اگر میں تمہاری خواہش کے مطابق ایسا کہوں تو جونہی ایسی بات کہی میں ظالموں میں سے ہوگیا۔'' (سورہ ہود)

حضرت نوح علیہ السلام نے انتہائی کوشش کی کہ بدبخت قوم سمجھ جائے اور اللہ کی رحمت کی آغوش میں آ جائے مگر قوم نے نہ مانا اور جس قدر اس جانب سے تبلیغ حق میں جدوجہد ہوئی اسی قدر قوم کی جانب سے بغض وعناد میں سرگرمی کا اظہار

Marfat.com

ہوا، ایذا رسانی اور تکلیف دہی کے تمام وسائل کا استعمال کیا گیا اور ان کے بڑوں نے عوام سے صاف صاف کہہ دیا کہ تم کسی طرح ود، سواع، یغوث، یعوق اور نسر جیسے بتوں کی پرستش کو نہ چھوڑو۔

سورۂ نوح میں ان مباحث کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔

''ہم نے بھیجا نوح کو اس کی قوم کی طرف کہ ڈرا اپنی قوم کو اس سے پہلے کہ پہنچے ان پر عذاب دردناک۔ وہ بولا، اے قوم میری میں تم کو ڈر سناتا ہوں کھول کر کہ بندگی کرو اللہ کی اور اس سے ڈرو اور میرا کہا مانو تاکہ بخشے وہ تم کو جو کچھ گناہ تمہارے اور ڈھیل دے تم کو ایک مقررہ وعدے تک۔ وہ جو وعدہ کیا ہے اللہ نے جب آ پہنچے گا اس کو ڈھیل نہ ہوگی اگر تم کو سمجھ ہے۔ بولا اے رب میں بلاتا رہا اپنی قوم کو رات اور دن پھر میرے بلانے سے اور زیادہ بھاگنے لگے اور میں نے جب کبھی ان کو بلایا تاکہ تو ان کو بخشے، ڈالنے لگے انگلیاں، اپنے کانوں میں اور لپیٹنے لگے اپنے اوپر کپڑے اور ضد کی اور غرور کیا بڑا غرور۔ پھر میں نے ان کو بلایا برملا پھر میں نے ان کھول کر کہا اور چھپ کر کہا چپکے سے تو میں نے کہا گناہ بخشواؤ اپنے رب سے بے شک! وہ ہے بخشنے والا۔''

حضرت نوح علیہ السلام اس طرح مختلف طریقوں سے سمجھاتے رہے۔ خفیہ بھی اعلانیہ بھی۔ کبھی رغبت کے ساتھ سمجھایا کبھی وعید کے ساتھ سمجھایا لیکن افسوس، قوم کی بدبختی کہ کسی طرح راہ راست پر نہ آئی اور عظیم دعوت انہیں کارگر نہ ہوئی بلکہ اکثر لوگ دشمنی پر اتر آئے اور اپنی دشمنی ہر وقت، ہر آن جاری رکھی اور اپنی عداوات اور گمراہی میں دھنستے چلے گئے اور بتوں کی عبادت میں اور زیادہ لگ گئے اور ان کے مقابلے میں حضرت نوحؑ کی ذات پر کیچڑ اچھالنے لگے۔ ان پر ایمان لانے والے بھی ان کی طعنہ زنی کا شکار ہوئے اور ان سب مومنین کو زمین میں گاڑنے اور وطن سے جلا وطن کرنے کی دھمکیاں دی جانے لگیں۔

اس کش مکش میں بالآخر ان کی قوم نے خصوصاً اعلیٰ طبقے نے صبر کا دامن ہاتھ سے چھوڑ دیا۔ چند سرکش سرداروں نے خفیہ اجلاس منعقد کیا اور حضرت نوح علیہ السلام کے بارے میں چند تکلیف دہ فیصلے کیے۔

شراب کے نشے میں مدہوش ایک سردار نے صاف لفظوں میں ان کے قتل کا اعلان کر دیا۔ ''یہ شخص ہم سے پچھلوں کو بھی بہکاتا رہا اور اپنی کوششوں میں اب بھی لگا ہوا ہے۔ اگر زندہ رہا تو ہمارے لیے مستقل دردِ سر بنا رہے گا۔ اسے میں خود قتل کروں گا۔''

''ایسی نادانی مت کرنا۔ اس کی بیوی کا قبیلہ بہت بڑا ہے وہ سب بدلہ لینے کے لیے سامنے آ جائیں گے۔'' دوسرے سردار نے کہا۔

''اس کی بیوی خود اسے دیوانہ اور خبطی کہتی ہے۔ وہ تو کہے گی اچھا ہے جان چھوٹی۔''

''تم بنو قابیل سے تعلق رکھتے ہو اور اتنا نہیں جانتے کہ تمہارے دشمن کو بھی کوئی قتل کر دے تو تم بدلہ لیتے ہو۔''

''نوحؑ کا تعلق بنو شیث سے ہے اور اس کا قبیلہ بہت چھوٹا ہے۔''

''اس کی بیوی تو بنو قابیل سے تعلق رکھتی ہے۔ وہ بدلے کے لیے ضرور پکارے گی۔''

''پھر ہم یہاں کیوں جمع ہوئے ہیں۔ جو کچھ نوحؑ کر رہے ہیں انہیں کرنے دیں؟''

''یہ بھی نہیں ہو سکتا کہ وہ ہمارے دیوتاؤں کو برا کہے اور ہم خاموش رہیں۔ معاشرے کے رذیل طبقے کو عزت و احترام دینے کی باتیں کرے اور ہم خاموش رہیں۔''

''پھر کیا ہو سکتا ہے۔ کیا کرنا چاہیے؟''

''سب کچھ تو کر کے دیکھ لیا۔''

''اسے ایک مرتبہ پھر بلا کر اس سے بات کر لیں پھر سوچیں گے کیا کرنا ہے۔''

Marfat.com

اسی وقت ایک آدمی بھیج کر حضرت نوحؑ کو بلالیا گیا۔ پھر وہی باتیں ہوئیں جو ہمیشہ سے ہوتی رہی تھیں۔ کوئی دھمکی کارگر نہ ہوسکی اور فریقین اپنی اپنی بات پر ڈٹے رہے بالآخر ایک سردار اپنی جگہ سے کھڑا ہوا۔ نشے میں ڈولتی اس کی آواز بلند ہوئی۔

''تونے ہم سے جھگڑا کیا اور بہت جھگڑا کیا۔ اب اس کو ختم کر اور جو تونے ہم سے (عذاب الٰہی) وعدہ کیا ہے وہ لے آ۔''

''ضرور، اگر اللہ چاہے تو اس عذاب کو بھی لے آئے گا اور تم اس کو تھکا دینے والے نہیں ہو۔''

یہ ملاقات کسی نتیجے پر پہنچے بغیر ختم ہوگئی۔ حضرت نوح علیہ السلام اٹھ کر گھر چلے آئے۔ وہ تمام رات آپؑ نے عبادت میں گزاردی۔ اتنے ملول اور رنجیدہ آپؑ پہلے کبھی نہیں ہوئے تھے جتنے اس رات تھے۔ آنسو تھے کہ تھمنے میں نہیں آتے تھے۔ اس وقت یہی افسوس تھا کہ قوم تباہی سے دوچار ہورہی ہے۔ اسے خدا کی رحمت نے آواز دی لیکن وہ اس سے فیض یاب نہ ہوسکی۔ اس وقت بھی آپؑ کے ہونٹوں پر یہی دعا تھی۔ ''اے اللہ! میری قوم کی مغفرت کر کیونکہ یہ نادان ہے۔''

دوسرے دن کا سورج طلوع ہوا تو بھی آپؑ کے ملال اور دل گرفتگی میں کمی نہ آئی۔ انہیں رہ رہ کر سرداروں کے تیور یاد آرہے تھے۔ ان کے لیے یہ بات افسوسناک تھی کہ یہ نادان لوگ اپنے لیے خود عذاب الٰہی کے طلبگار ہیں۔ یہ نہیں جانتے کہ عذاب کیا ہوتا ہے۔ آپؑ عجیب کیفیت سے دوچار تھے۔ کبھی آنکھوں کے سامنے مایوسی کا اندھیرا آجاتا تھا۔ ہاتھ بددعا کے لیے اٹھنے لگتے تھے کہ پروردگار! اس قوم کو عذاب سے دوچار کردے۔ کبھی امید کا چراغ آنکھوں کے سامنے روشن ہوجاتا تھا۔ شاید یہ قوم راہ راست پر آجائے۔ مجھے تبلیغ کا راستہ نہیں چھوڑنا چاہیے۔

حضرت نوح علیہ السلام کو اپنی قوم کو سمجھاتے ہوئے چھ سو سال ہوگئے تھے۔ اس طویل ترین مدت میں گنے چنے افراد کے سوا کوئی اسلام نہ لایا۔ کافر قوم اس قدر ہٹ دھرمی پر مصر تھی کہ جب وہ انتقال کرتے تو اپنی اولاد کو وصیت کرجاتے کہ اس (نوح) پر ایمان ہرگز نہ لانا بلکہ اس کی مخالفت اور اس کے ساتھ لڑائی جاری رکھنا اور ہر کافر والد کی اولاد جب عقل وشعور کی منزل کو پہنچ جاتی تو والد اس کو نصیحت کرتا کہ نوحؑ پر ایمان ہرگز نہ لانا، اور جب تک زندہ رہو اس نصیحت پر عمل پیرا رہنا۔

آپؑ دن بھر کی اس کش مکش کے بعد ایک مرتبہ پھر تبلیغ کے لیے باہر نکل کھڑے ہوئے۔ انہیں یہ معلوم نہیں تھا کہ قوم کے سرداران کی طرف سے مایوس ہونے کے بعد شرارتی نوجوانوں سے کہہ چکے ہیں کہ اب وہ جس طرح چاہیں حضرت نوح علیہ السلام کو سبق سکھا سکتے ہیں۔ ان سے کوئی باز پرس نہیں ہوگی۔

بازار میں پہنچتے ہی نوجوانوں کی ایک ٹولی نے آپؑ کو گھیر لیا۔ ''وہ عذاب کب لا رہے ہو جس کی دھمکیاں دیتے پھرتے ہو۔''

''عذاب الٰہی میرے قبضے میں نہیں۔ وہ تو اس کے قبضے میں جس نے مجھے رسول بنا کر بھیجا ہے۔''

''اب عذاب لا نہیں سکتے تو یہ بہانے کررہے ہو۔''

''آخر اس عذاب کے لیے تم اتنے آرزومند کیوں ہو۔ اس سے آسان راستہ کیوں اختیار نہیں کرلیتے۔ بتوں کی پرستش چھوڑ دو اور ایک خدا کی عبادت کرو۔''

''خبردار! جو تم نے ہمارے دیوتاؤں کی شان میں گستاخی کی۔''

''اب میں تمہیں کیسے سمجھاؤں۔ تمہارے یہ بت تمہارے اپنے ہاتھوں کے بنائے ہوئے ہیں۔ انسانی مجسمے ہیں کب تک انسان ہوکر انسانوں کی پوجا کرتے رہو گے۔ وہ گونگے ہیں، بہرے ہیں، بے جان ہیں، تمہارے کسی کام نہیں

Marfat.com

آسکتے۔''

بس اتنا سننا تھا کہ وہ سب کے سب طیش میں آ گئے۔ غالباً وہ جمع ہی اس ارادے سے ہوئے تھے۔ یہ گفتگو تو محض بہانہ تھی۔ انہوں نے ایک بڑا کپڑا آپؑ کے گلے میں ڈالا اور ایک جھٹکے سے آپؑ کو زمین پر گرادیا اور گھسیٹنے لگے۔ شور سن کر بہت سے لوگ جمع ہو گئے تھے لیکن کوئی بھی مدد نہیں کر رہا تھا بلکہ قہقہے بلند کر کے آپؑ کا مذاق اڑا رہے تھے۔

''ہمارے دیوتاؤں نے تو تمہیں اس حال پر پہنچادیا اب اپنے اللہ کو آواز دو کہ تمہیں بچالے۔''

''بدبختو! اس کی پکڑ سے پناہ مانگو۔ عنقریب تمہاری زبانیں تمہارا ساتھ چھوڑ دیں گی۔ اب بھی وقت ہے۔ اپنے گناہوں سے توبہ کرلو۔''

ان باتوں نے ان نوجوانوں کو اور بھی مشتعل کر دیا۔ وہ آپؑ کو زور زور سے گھسیٹنے لگے۔ آپؑ کے کپڑے جگہ جگہ سے پھٹ گئے۔ زمین کی رگڑ سے آپؑ کے بدن سے خون رسنے لگا۔ ایک جگہ ایک پتھر پڑا تھا جس سے آپؑ کا سر ٹکرایا اور آپؑ بے ہوش ہوگئے۔ ان لڑکوں نے آپؑ کو اٹھایا اور گھر چھوڑ گئے۔

یہ چوٹیں اتنی شدید تھیں کہ آپؑ تین دن تک بے ہوش رہے۔ تیسرے دن جب ہوش آیا تو آپؑ سخت نقاہت محسوس کر رہے تھے اور یہ توقع بھی کر رہے تھے کہ ان کی بیوی ان کے زخموں پر مرہم رکھے گی لیکن آپؑ کو ہوش میں دیکھتے ہی وہ آپؑ پر برس پڑی۔ وہ یہ گلہ کر رہی تھی کہ ان کی وجہ سے وہ بھی تین دن ہو گئے چین سے نہیں رہ سکی ہے۔ وہ یہ مطالبہ کر رہی تھی کہ حضرت نوح علیہ السلام قوم کے سامنے ایسی باتیں کرنے سے گریز کریں جنہیں سن کر وہ طیش میں آ جائیں اور ہمارے خاندان کے لیے مصیبت کھڑی کر دیں۔

حضرت نوح علیہ السلام کو بیوی کی باتوں سے سخت اذیت پہنچی۔ ''اے اللہ! میری بیوی بھی کہتی ہے کہ میں تیرا پیغام قوم تک نہ پہنچاؤں۔ یہ قوم بھی کچھ سننے کو تیار نہیں۔ طویل ترین مدت گزر جانے کے باوجود میں اس قوم کو راہ راست پر نہ لاسکا۔ اے اللہ! کہیں مجھ سے کوئی کوتاہی تو نہیں ہوئی۔ اے اللہ! تو نے ایک کام میرے سپرد کیا تھا میں وہ بھی صحیح طور پر انجام نہ دے سکا۔''

اللہ تعالیٰ سے اپنے پیغمبر کی بے بسی دیکھی نہ گئی۔ وحی الٰہی نے آپؑ کی تسلی کے لیے یہ الفاظ ادا کیے۔

''جو ایمان لے آئے وہ لے آئے اب ان میں سے کوئی ایمان لانے والا نہیں۔ پس ان کی حرکات پر غم نہ کر۔''

جب حضرت نوح علیہ السلام کو یہ معلوم ہوگیا کہ ان کے ابلاغ حق میں کوتاہی نہیں ہے بلکہ خود نہ ماننے والوں کی استعداد کا قصور ہے تو قوم کی ایک ایک نافرمانی آپؑ کو یاد آئی۔

قرآن کے الفاظ ہیں ''نوح نے عرض کی کہ میرے پروردگار! یہ لوگ میرے کہنے پر نہیں چلتے اور ایسوں کے تابع ہوئے ہیں جن کو ان کے مال اور اولاد نے نقصان کے سوا کچھ فائدہ نہیں دیا۔ اور ان لوگوں نے بڑے فریب کیے۔ انہوں نے لوگوں کو گمراہ کر دیا ہے۔ تو ان ظالموں کو اور گمراہ کر دے۔''

اور پھر حضرت نوح علیہ السلام نے یہ دعا کی۔ ''میرے پروردگار! کسی کافر کو روئے زمین پر زندہ نہ رہنے دے۔ اگر ان کو چھوڑ دے گا تو یہ تیرے بندوں کو گمراہ کریں گے اور ان سے جو اولاد ہوگی وہ بھی بدکار اور ناشکر گزار ہوگی۔ اے میرے پروردگار مجھ کو اور میرے ماں باپ کو اور جو ایمان لاکر میرے گھر میں آئے اور ان سب کو اور تمام ایمان لانے والے مردوں اور ایمان لانے والی عورتوں کو معاف کر دے اور ظالم لوگوں کے لیے اور زیادہ تباہی بڑھا۔''

حضرت نوح علیہ السلام تو وہ تھے جو قوم کی حالت دیکھ دیکھ کر اتنا روئے کہ ان کا نام ہی ''نوح'' یعنی نوحہ کرنے والا پڑ گیا۔ انہوں نے چھ سو سال تک قوم کی کئی نسلوں کو سمجھایا، ان کے ہاتھوں پہنچنے والی ہر اذیت کو برداشت کیا لیکن جب آپؑ بالکل مایوس ہوگئے تو آپؑ نے عالم مایوسی میں بارگاہ خداوندی میں ان کے خلاف فریاد رسی چاہی اور اللہ کے غضب کو

Marfat.com

ان پر دعوت دی تو اللہ نے بھی اپنے معصوم و مظلوم بندے کی دعوت پر لبیک کہا۔

''اور ہم کو (بڑی مصیبت اور بے چارگی کے عالم میں) نوح نے پکارا سو (دیکھ لو کہ) ہم (دعا کو) کیسے اچھے قبول کرنے والے ہیں اور ہم نے ان کو اور ان کے گھر والوں کو بڑی مصیبت سے نجات دی۔''

اور فرمایا۔''(نوح علیہ السلام) کہا پروردگار میری قوم نے تو مجھے جھٹلا دیا اس لیے تو میرے اور ان کے درمیان فیصلہ ایک کھلا فیصلہ فرمادے اور مجھے اور جو مومن میرے ساتھ ہیں ان کو نجات عطا فرمادے۔''

اور فرمایا پس (نوحؑ نے) اپنے پروردگار کو پکارا بے شک! میں مغلوب (ہو چکا) ہوں لہٰذا میری مدد فرمایئے۔''

مکافات عمل شروع ہو چکا تھا۔ اللہ کا قانون ہے کہ وہ کسی قوم کو ایک خاص مدت تک ڈھیل دیتا ہے اور پھر رسی کھینچ لیتا ہے اور یہاں تو اللہ کے معصوم بندے کی دعا کا سوال تھا جسے اس نے اپنا رسول بنا کر بھیجا تھا۔

اللہ رب العزت سے حضرت نوح علیہ السلام کی بے بسی دیکھی نہ گئی۔ وحی الٰہی حرکت میں آئی۔

''ایک کشتی ہمارے حکم سے ہمارے سامنے بناؤ اور جو لوگ ظالم ہیں ان کے بارے میں ہم سے کچھ نہ کہنا کیونکہ وہ ضرور غرق کردیے جائیں گے۔''

بائبل میں مذکور ہے:

''اور خداوند نے دیکھا کہ زمین پر انسان کی بدی بڑھ گئی ہے اور اس کے دل کے قصور اور خیال سدا برے ہی ہوتے ہیں تب خداوند زمین پر انسان کو پیدا کرنے میں ملول ہوا اور دل میں غم کیا اور خداوند نے کہا میں انسان کو جسے میں نے پیدا کیا روئے زمین سے مٹا ڈالوں گا۔ اور خدا نے نوح سے کہا کہ تمام بشر کا خاتمہ میرے سامنے آ پہنچا ہے اور تو لکڑی کی کشتی اپنے لیے بنا۔''

کشتی بنانے کے سلسلے میں بائبل نے یہ تفصیل بیان کی ہے۔

''بہر لکڑی کی ایک کشتی اپنے لیے بنا۔ اس کشتی میں کوٹھریاں تیار کرنا۔ اس کے اندر اور باہر رال لگانا اور ایسا کرنا کہ کشتی کی لمبائی تین سو ہاتھ چوڑائی پچاس ہاتھ اور اونچائی تیس ہاتھ اور اس کشتی میں ایک روشن دان بنانا اور اوپر سے ہاتھ بھر چھوڑ کر اسے ختم کردینا اور اس کشتی کا دروازہ اس کے پہلو میں رکھنا اور اس میں تین درجے بنانا نچلا دوسرا اور تیسرا اور جانوروں میں ہر قسم کے دو دو اپنی کشتی میں لے لینا، وہ نر اور مادہ ہوں اور ہر پرندے کی ہر قسم میں سے اور چرندوں کی قسم میں سے اور زمین پر رینگنے والوں کی ہر قسم میں سے دو دو تیرے پاس آئیں تاکہ وہ زندہ بچیں اور تو ہر طرح کے کھانے کی چیزیں لے کر اپنے پاس جمع کرلے۔''

جب حضرت نوح علیہ السلام کی بددعا قبول ہوگئی اور حکم خداوندی آیا کہ کشتی بناؤ تو بعض بزرگ فرماتے ہیں کہ پھر اللہ نے ان کو یہ حکم بھی فرمایا کہ فلاں درخت اگاؤ جس سے کشتی بنائی جائے گی تو حضرت نوحؑ نے وہ درخت لگایا اور سو سال تک اس کا انتظار کیا پھر اس کو کاٹ کر، چھیل کر ہموار کیا۔ اس میں بھی ایک قول کے مطابق سو سال اور دوسرے قول کے مطابق چالیس سال کا عرصہ لگ گیا۔ محمد بن اسحٰق، حضرت ثوریؒ سے نقل کرتے ہیں کہ وہ لکڑی ساگوان کی تھی اور دوسرے قول کے مطابق وہ لکڑی صنوبر درخت کی تھی اور دوسرا قول تورات کے مطابق ہے۔

حضرت سلمان فارسیؓ سے مروی ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام نے چالیس سال تک ساج کے درخت کو اگایا پھر چار سو سال میں کشتی کی تعمیر مکمل کی۔ بہر حال جب آپؑ درخت کی لکڑی سے تختے تیار کر چکے اور کشتی بنانی شروع کی تو ان کی قوم کو ایک نیا تماشا ہاتھ لگ گیا۔ حقیقت سے بے خبر اس قوم کے لوگ آپؑ کے پاس سے گزرتے اور آپؑ کو کام کرتے ہوئے دیکھتے تو کچھ دیر کے لیے رک جاتے۔

''نوحؑ، کھیتی باڑی چھوڑ کر بڑھئی کا کام کب سے شروع کردیا؟''

Marfat.com

''جب سے میرے رب نے مجھے حکم دیا ہے۔''

''ویسے یہ بتاؤ۔ ان تختوں سے تم کیا بناؤ گے؟''

''مجھے کشتی بنانے کا حکم دیا گیا ہے۔''

''یہ کشتی چلاؤ گے کہاں؟''

''جانتے نہیں کہ کشتی پانی میں چلتی ہے۔''

''یہی تو ہم پوچھ رہے ہیں۔ یہ پہلی کشتی ہوگی جو خشکی میں چلے گی۔''

''جب کشتی بن جائے گی تو جس کے حکم پر کشتی بن رہی ہے وہ اس کے لیے پانی بھی فراہم کر دے گا۔''

''یہ سمندر تمہارے گھر میں ہوگا یا چھت پر اور اتنی بڑی کشتی اٹھا کر کیسے لے جاؤ گے؟''

''ابھی تو تم میری ہنسی اڑا رہے ہو لیکن جب آسمان کے دروازے کھل جائیں گے۔ زمین سے پانی ابلے گا اور صرف اسے نجات ملے گی جو اس کشتی میں پناہ لے گا تو اس وقت تمہیں احساس ہوگا کہ تم کیسی نادانی کر بیٹھے۔''

''اب جب کہ تمہارے پاس دلائل ختم ہو گئے تو تم کشتی بنانے کا ڈھونگ رچا کر ہمیں دھمکا رہے ہو تا کہ ہم ڈر جائیں اور تم پر ایمان لے آئیں۔ تمہاری یہ کوشش بھی پہلے کی طرح ناکام ہو جائے گی۔''

''چلو یہ ڈھونگ ہی سہی۔ تم اپنا کام کرو مجھے اپنا کام کرنے دو۔''

لوگ ہنستے ہوئے آگے بڑھ جاتے اور آپؑ کشتی بنانے میں مشغول ہو جاتے۔ روزانہ کا یہی دستور تھا۔ حضرت نوحؑ کی بیوی بھی ان کا مذاق اڑانے والوں میں شامل ہو جاتی تھی۔

''نوحؑ کا دماغ تو اب بالکل ہی چل گیا ہے۔ نہ کوئی کام کرتے ہیں نہ دھندا۔ دن رات لکڑی کے تختوں سے کشتی بنانے میں لگے ہوئے ہیں۔ ناصحانہ باتیں بھی ترک کر دی ہیں۔ خدا جانے اب کیا کرنے والے ہیں۔''

جب سے حضرت نوح علیہ السلام نے کشتی بنانی شروع کی تھی انہوں نے حکم خداوندی سے تبلیغ کا کام ترک کر دیا تھا کیونکہ انہیں یقین ہو گیا تھا کہ اب اس قوم پر کوئی کلمہ کارگر نہ ہوگا۔ ان کی قوم کے لیے آپؑ کا یہ عمل خوش آئند تھا۔ وہ اسے اپنی فتح سمجھ رہے تھے اور اپنے ہم قوموں سے کہتے پھرتے تھے کہ دیکھا نوحؑ کو ہم نے کیسا عاجز کیا اور ہمارے دیوتاؤں نے اسے کیسی شکست دی۔

اب اس قوم کو حضرت نوح علیہ السلام کی طرف سے کوئی خطرہ نہیں تھا اس لیے تشدد سے باز آ گئے تھے لیکن آپؑ کا مذاق ضرور اڑاتے پھرتے تھے۔ کبھی کبھی اس مقام کی طرف بھی آ نکلتے تھے جہاں آپؑ کشتی بنانے میں مشغول تھے اور ہنسی مذاق کی باتیں کر کے رخصت ہو جاتے تھے۔

یہ باتیں بعض بڑے سرداروں تک بھی پہنچ رہی تھیں۔ انہیں بھی شوق ہوا کہ وہ حضرت نوحؑ کے پاس جائیں اور ان سے حقیقت دریافت کریں چنانچہ چند سردار آپؑ کے پاس حاضر ہوئے۔

''نوحؑ کیا کر رہے ہو؟''

''دیکھتے نہیں کشتی بنا رہا ہوں۔''

''اسے چلاؤ گے کہاں؟''

''ظاہر ہے کشتی پانی میں چلتی ہے۔''

''مگر پانی ہے کہاں اور اتنی بڑی کشتی کو اٹھا کر پانی تک لے کیسے جاؤ گے؟''

''لے جانے کی ضرورت ہی نہیں پڑے گی۔ پانی خود اسے اٹھا کر اوپر لے جائے گا۔''

''تمہاری بیوی صحیح کہتی ہے۔ تمہارا تو واقعی دماغ چل گیا ہے۔ اتنا پانی آئے گا کہاں سے؟''

Marfat.com

''کیا میں تمہیں وہ بات نہ بتادوں جو میرے خدا نے مجھے بتادی ہے؟''

''ہاں، ہاں۔ جلدی بتاؤ۔ کیا کہا ہے تمہارے خدا نے؟''

''تمہاری بداعمالیوں اور شرک کی وجہ سے اللہ کے عذاب کے طور پر ایک عظیم طوفان آنے والا ہے اس طوفان میں ہر وہ شخص ڈوب جائے گا جس نے مجھے جھٹلایا۔ اس کشتی پر صرف وہ سوار ہوسکے گا جو ایمان لایا اللہ پر۔ باقی سب غرق ہوجائیں گے۔ یہ کشتی میں اسی دن کے لیے بنا رہا ہوں۔''

''بہت خوب! خیال تو اچھا ہے۔ ذرا یہ بتاؤ یہ طوفان کب تک آئے گا؟''

''جب اللہ چاہے گا۔''

''اللہ سے کہنا یہ طوفان جلدی بھیجے تاکہ تمہارے اس جھوٹ کا امتحان ہوجائے۔''

''افسوس کہ تم ڈرتے نہیں۔'' حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا اور اپنے کام میں مشغول ہوگئے۔

کشتی تیار ہونے میں ایک مدت طویل خرچ ہوگئی۔ اس دوران ان کی قوم کے افراد برابر ان کے پاس آتے رہے۔ نصیحت حاصل کرنے کے لیے نہیں بلکہ مذاق اڑانے کے لیے۔ وہ آنے والے عذاب کو محض مذاق سمجھ رہے تھے اس لیے انہیں کوئی خوف نہیں تھا۔

آخر وہ دن بھی آ گیا جب یہ کشتی تیار ہوگئی۔ مورخین کی اکثریت نے اس کشتی کا طول ایک ہزار گز اور عرض چار سو گز لکھا ہے۔ کشتی کے نچلے حصے میں جانوروں چوپایوں اور درندوں کو باندھنے کا بندوبست تھا۔ درمیانے حصے میں وحوش وطیور کے رہنے کی جگہ اور سب سے اوپر کے حصے میں حضرت نوحؑ اور ان کے ساتھی تھے۔

جب کشتی بن کر تیار ہوگئی تو وحی الٰہی نے حضرت نوحؑ کو خبردار کیا۔

''پس جب ہمارا عذاب آ جائے اور تنور ابل پڑے تو کشتی میں سوار ہوجا (اور ساتھ لے لے) ہر چیز سے دو دو (یعنی نر، مادہ) جوڑا اٹھا لو اور ساتھ اپنے گھر والوں کو بھی مگر جس کے بارے میں (ہلاک ہونے کو) حکم پہلے گزر چکا ہے ان ظالموں کے بارے میں مجھ سے کچھ نہ کہنا۔ بے شک! وہ ضرور غرق ہوں گے۔''

آیت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ نے عذاب کے نازل ہونے سے پہلے ہی حضرت نوحؑ سے فرمادیا کہ جب عذاب آجائے تو تم اپنے ساتھ کشتی میں ہر چیز کا ایک ایک جوڑا یعنی ہر حیوان سے ایک ایک جوڑا ساتھ کرلینا اور تمام قسم کے کھانے پینے بھی ساتھ کرلینا تاکہ ان کی قسم ونسل باقی رہے، اور اپنے گھر والوں کو بھی ساتھ رکھنا، ہاں مگر جن کے متعلق پہلے فیصلہ نازل ہوچکا ہے یعنی کافر اگرچہ وہ آپؑ کے گھر والوں میں سے کوئی ہو اس کے بارے میں آپؑ کی دعا نہ سنی جائے گی اور ہر کافر پر عذاب اترنا ضروری ہے اور اس سے وہ بچ نہیں سکتا اور پھر تاکید کے ساتھ حکم بھی فرمایا کہ مجھ سے کافروں ظالموں کے متعلق گفتگو بھی نہ کرنا۔ ان پر اس ذات کا عذاب اتر کر رہے گا۔

کشتی تیار ہونے کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت نوحؑ کو مہلت دی کہ وہ ضروری ساز وسامان جس کا حکم دیا گیا ہے اس کشتی پر سوار کرلیں جونہی یہ کام مکمل ہوجائے گا، عذاب کا آغاز ہوجائے گا۔ پھر مزید مہلت کی گنجائش نہیں ہوگی۔

آسمان پر بادل کا ایک ٹکڑا بھی نظر نہیں آ رہا تھا۔ موسم کا حال بتانے والے بزرگ افراد نے بھی اعلان کردیا کہ کسی طوفان کے آثار نہیں ہیں۔ حضرت نوحؑ (نعوذ باللہ) قوم کو بے وقوف بنا رہے ہیں۔ شاید اس لیے کہ ہم خوفزدہ ہوکر ان پر ایمان لے آئیں اور وہ کہہ اٹھیں کہ میں نے عذاب منسوخ کردیا ہے۔ انہیں عذاب لانے دو۔ ان کا جھوٹ خود بخود کھل جائے گا کیونکہ نہ بارش کا موسم ہے نہ آسمان پر بادل ہیں۔

''اے نوحؑ! اب تو کشتی بھی تیار ہوگئی۔ اب کس بات کا انتظار ہے۔ عذاب کیوں نہیں لاتے؟''

''میرے خدا نے مجھے مہلت دی ہے۔ ضروری سامان کشتی پر پہنچانا ہے۔ جس دن یہ کام ختم ہوجائیں گے اس دن

Marfat.com

تمہارا انتظار بھی ختم ہوجائے گا اور میرا بھی مگر تم نے یہ بھی سوچا مجھے تو یہ کشتی طوفان سے سلامت لے جائے گی، تم لوگوں کا کیا ہوگا۔ میں اب بھی منادی کرتا ہوں کہ اس کشتی پر آجاؤ۔''

''نوحؑ تم کیا بچوں کی سی باتیں کرتے ہو۔'' قوم نوحؑ کے افراد نے کہا۔''اگر فرض کرلو طوفان آیا بھی تو لکڑی کی کشتی کب تک اس کا مقابلہ کرے گی۔ ہمارے لیے تو یہ پہاڑ کافی ہیں۔ ہم تو ان پر چڑھ کر خود کو محفوظ کرلیں گے تم اپنی فکر کرو۔''

''نادان لوگو! اسے محض لکڑی کی کشتی مت سمجھو۔ یہ تو ظاہری احتیاط ہے۔ مجھے تو اپنے اللہ کے وعدے پر بھروسا ہے۔ اس نے وعدہ کیا ہے کہ وہ مجھے بچالے گا اور جتنے کافر ہیں وہ ضرور غرق ہوں گے۔''

''ہمیں بھی دیکھنا ہے کون بچتا ہے اور کون ڈوبتا ہے۔ جلدی سے عذاب لے آ۔'' ان لوگوں نے کہا اور چلے گئے۔

حضرت نوحؑ کے وہ ساتھی جو آپؑ پر ایمان لے آئے تھے، ضروری تیاریوں میں آپ کی مدد فرما رہے تھے۔ یہ تعداد میں کتنے تھے؟ اس کے بارے میں علما میں اختلاف ہے۔ بعض نے ان کی تعداد 80 بتائی ہے اور بعض نے چالیس۔ کچھ کا کہنا یہ ہے کہ ان کی تعداد صرف دس تھی۔

جب تمام کام مکمل ہوگیا اور حکم الٰہی ہوا کہ اب کشتی میں سوار ہوجاؤ تو آپؑ کے مومن ساتھی اور آپؑ کے تین بیٹے سام، حام، یافث اپنی بیویوں سمیت اس میں داخل ہوگئے۔ آپؑ کا چوتھا بیٹا کنعان جس کا نام اہل کتاب نے یام بتایا ہے اپنی ماں کے ساتھ کشتی سے باہر کھڑا تھا۔ حضرت نوحؑ نے اپنی اہلیہ کو مخاطب کیا۔

''تو اب بھی میری رسالت پر یقین لے آ اور کشتی میں سوار ہوجا۔ اگر عذاب کی شروعات ہوگئی تو پھر تجھے کوئی بچانے والا نہ ہوگا۔''

''میں ان رذیلوں کے ساتھ کشتی میں بیٹھوں گی جو تمہارے ساتھی بنے ہوئے ہیں؟''

''افسوس کہ تم ان میں سے نہ ہوئیں، جنہیں اللہ نے نجات دی۔'' حضرت نوحؑ نے فرمایا۔ اس کے بعد یام کی طرف متوجہ ہوئے۔''تو اپنی ماں کا ساتھ چھوڑ اور کشتی میں آجا۔ تیرے باقی بھائی پہلے ہی وہاں پہنچ چکے ہیں۔'' اس نے بھی وہی جواب دیا جو اس کی ماں پہلے کہہ چکی تھی۔

''آپؑ یہ پہاڑ دیکھ رہے ہیں۔ میں ان کی چوٹیوں پر پہنچ کر خود کو بچالوں گا۔ اول تو یہ طوفان آنے والا ہی نہیں۔''

اتنی دیر میں حضرت نوح علیہ السلام نے محسوس کیا کہ زمین نے اپنا سینہ کھول دیا ہے۔ آپؑ جہاں کھڑے تھے وہاں کی زمین کسی چشمے کی طرح ابل رہی تھی۔ آپؑ سمجھ گئے کہ اللہ کے وعدے کی تکمیل ہونا شروع ہوگئی ہے۔ آپؑ نے حسرت سے بیٹے کی طرف دیکھا اور کشتی میں سوار ہوگئے۔ اندر پہنچنے کے بعد آپؑ نے وہ دعا پڑھی جو بذریعہ وحی آپؑ کو یاد کرادی گئی تھی۔

''تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے جس نے ہم کو ظالم قوم سے نجات عطا فرمائی۔ پروردگار مجھے بابرکت جگہ میں اتار اور اتارنے والوں میں سب سے بہتر ہے۔''

حضرت نوحؑ اور آپؑ کے ہم سفر کشتی میں داخل ہوچکے اور کشتی کی چھت کو اچھی طرح ڈھانپ دیا گیا تو آسمان کے دروازے کھول دیے گئے۔

''اور پھر ہم نے بہ کثرت برسنے والے پانی سے آسمان کے دروازے کھول دیے اور ہم نے زمین سے چشمے بہادیے۔ پھر دونوں جانب کا پانی مل کر اس کام کے لیے جمع ہوگیا جو اس کا مقدر ہوچکا تھا۔''

کہا جاتا ہے حضرت نوح علیہ السلام اور کشتی کے دوسرے مسافر جس روز کشتی میں سوار ہوئے رجب کے مہینے کی دسویں تاریخ تھی۔

گناہ گاروں کے گناہوں سے شرمسار ہوکر سورج نے منہ چھپالیا تھا۔ ہر طرف ہولناک اندھیرا تھا۔ پانی زمین سے

Marfat.com

بھی ابل رہا تھا اور آسمان سے بھی برس رہا تھا۔ پانی کی سطح ایک خاص حد تک بلند ہوتے ہی کشتی اوپر کی طرف اٹھنے لگی۔
حضرت نوحؑ نے کشتی میں بنی کھڑکی سے باہر کی طرف جھانکا۔ پانی اتنا بلند ہوگیا تھا کہ لوگ ڈبکیاں کھا رہے تھے۔ انہیں اتنی فرصت بھی نہیں مل رہی تھی کہ پہاڑوں تک بھی پہنچ سکیں۔ چیخوں کا شور کشتی کے اندر تک پہنچ رہا تھا۔
حضرت نوحؑ خدا کی حمد و ثنا میں مصروف تھے۔ گاہے گاہے باہر کی طرف بھی جھانک لیتے تھے۔ بارش کا آغاز صبح صادق کو ہوا تھا اور اب دوپہر ہونے کو آئی تھی۔ بارش کے پانی نے ہر بلندی کو نشیب میں بدل دیا تھا۔ اچانک آپؑ کی نظر اپنے بیٹے یام پر پڑی جو ایک پہاڑ پر چڑھنے کی کوشش کر رہا تھا لیکن پانی کا بہاؤ اس کے ارادے میں حائل تھا۔ حضرت نوحؑ محسوس کر رہے تھے کہ ان کا بیٹا اب ڈوبے بغیر نہیں رہ سکتا۔ باپ کی محبت نے جوش مارا۔
''پروردگار! میرا بیٹا۔ پروردگار اسے بچالے۔''
''ہم نے پہلے ہی کہہ نہیں دیا تھا کہ ظالموں کے بارے میں مجھ سے کچھ نہ کہنا۔'' اللہ کی طرف سے ندا آئی۔
''پروردگار، میرا بیٹا میرے اہل ہی میں سے ہے۔''
''نوحؑ! یہ تیرے اہل میں سے نہیں۔ یہ بدکردار ہے۔ پس تجھ کو ایسا سوال نہ کرنا چاہیے۔ میں بلاشبہ تجھ کو نصیحت کرتا ہوں کہ تو نادانوں میں سے نہ بن۔''
''اے رب! تیری پناہ چاہتا ہوں اور اگر تو نے معاف نہیں کیا اور رحم نہ کیا تو میں نقصان اٹھانے والوں میں ہوں گا۔''
حضرت نوحؑ کو فوراً اپنی غلطی کا احساس ہوا۔ وہ بیٹے کی محبت میں یہ بھول گئے تھے کہ اللہ نے یہ وعدہ ضرور کیا تھا کہ وہ ان کے اہل کو کشتی میں جگہ دے گا لیکن پورا کنبہ نجات یافتہ نہیں۔
حضرت نوحؑ اپنی بیوی کے سابقہ کافرانہ عقائد کی بنا پر اس بات سے مایوس ہو چکے تھے کہ وہ خدائے برحق پر ایمان لائے گی۔ اس لیے انہوں نے بیوی کے لیے دعا نہیں کی لیکن بیٹے کی محبت میں یہ خیال کرتے ہوئے کہ یہ نوعمر ہے شاید کشتی میں مومنین کی صحبت سے فائدہ اٹھا کر ایمان لے آئے اور کافروں کی مجالس کے اثرات کو محو کر دے۔ یہ ان کا محض قیاس تھا اور پدری مجبوری۔ اللہ تعالیٰ کو اپنے جلیل القدر پیغمبر کا یہ قیاس پسند نہ آیا کہ بغیر وحی کا انتظار کیے خود ہی قیاس آرائی کر کے انجام تک کا فیصلہ کر بیٹھے حالانکہ وعدۂ نجات صرف مومنین کے لیے تھا۔
ایک بڑی موج نے فیصلہ صادر کر دیا۔ یام یا کنعان پانی کی تہ میں اترتا چلا گیا۔ ان کافروں کے ساتھ غرق ہوگیا جنہوں نے خدا سے نہیں پہاڑوں کی بلندی سے پناہ اور حفاظت طلب کی تھی۔
پانی مسلسل اوپر کی طرف اٹھتا گیا اور اپنے ساتھ کشتی کو بھی اوپر کی طرف اٹھاتا گیا یہاں تک کہ پہاڑوں کی چوٹیوں سے اوپر تک پہنچ گیا۔ جو لوگ پہاڑوں کی چوٹیوں تک پہنچ گئے تھے وہ بھی غرق ہوگئے۔ روئے زمین پر کوئی زندہ آنکھ اس منظر کو دیکھنے والی نہ رہی۔ کشتی سے باہر جتنے ذی روح تھے سب نیست و نابود ہوگئے۔ یہ تمام لوگ بنو قابیل سے تعلق رکھتے تھے یا وہ سرکش لوگ جو کسی زمانے میں حضرت شیث علیہ السلام کی نافرمانی کر کے پہاڑوں سے میدانوں میں اتر آئے تھے اور بنو قابیل کی عورتوں کے ساتھ مل کر فسق و فجور میں مبتلا ہوئے تھے۔ دنیا میں اس وقت انہی کی نسل آباد تھی جو خدا کے حکم سے غرقاب کر دی گئی۔
جب پانی پہاڑوں سے اونچا ہوگیا تو لہریں، حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی کو لے کر چلیں۔ کہتے ہیں اللہ تعالیٰ نے کشتی کا رخ مکہ مکرمہ کی طرف پھیر دیا تھا۔ کشتی چالیس دن بیت اللہ کے گرد چکر لگاتی رہی۔ اس دوران دن رات آسمان سے پانی برستا رہا۔ پوری زمین طولاً عرضاً سخت نرم، پہاڑ گھاٹیاں، ریتیلے میدان سب پانی میں غرق ہوگئے۔
کشتی میں سوار تمام افراد باایمان تھے لیکن پیغمبر خدا کی طرح ثابت قدم نہیں ہو سکتے تھے۔ ان میں سے بعض تو یہ

Marfat.com

سوچنے لگے تھے کہ یہ بارش شاید کبھی نہ تھمے گی۔ باہر کے لوگ پانی میں غرق ہو گئے، ہم بھوک سے مر جائیں گے کیونکہ کشتی میں رکھی غذا کی اجناس اب کم ہونے لگی تھیں۔ سراسیمگی، پھیلنے لگی تھی۔ ہر شخص پریشان تھا۔

حضرت نوح علیہ السلام اپنے ساتھیوں کی پریشانی سے ناواقف نہیں تھے لیکن اپنے نافرمان بیٹے کے حق میں دعا کرنے کے بعد سے آپؑ محتاط ہو گئے تھے۔ ہر بات میں خیال آتا تھا کہ کہیں رضائے الٰہی کے خلاف نہ ہو۔ اس وقت بھی آپؑ کے تینوں بیٹے آپؑ سے درخواست کر رہے تھے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں۔ یہ بارش بند ہو اور ہم کسی طرح زمین پر قدم رکھیں۔

''اللہ جب چاہے گا، پانی کے سوتے خشک کر دے گا۔''

''آپؑ دعا تو فرمائیں۔ وہ ضرور سنے گا۔''

''میں ڈرتا ہوں کہ کہیں میرا مطالبہ رضائے الٰہی کے برخلاف نہ ہو۔''

''آپؑ نے اپنی قوم کے حق میں بددعا کی تھی۔ وہ قوم ہلاک ہو چکی۔ اب ان سرکشوں میں سے کوئی بھی نہیں۔ آپؑ اہل ایمان کے حق میں دعا کیجیے کہ وہ انہیں امن و سلامتی کے ساتھ زمین پر قدم رکھنے کا موقع دے۔''

بالآخر حضرت نوح علیہ السلام نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھا دیے۔

''اے خدا! تو دعاؤں کو سننے والا اور اپنے وعدوں میں سچا ہے۔ تو نے مجھ بے کس کی دعا سنی اور ان سب کو ہلاک کر ڈالا جو تیرے نافرمان اور مجھے اذیت دینے والے تھے۔ اب روئے زمین پر صرف وہ رہ گئے ہیں جو تجھ پر ایمان لانے والے اور مجھ سے محبت کرنے والے ہیں۔ تو مجھ پر اور ان سب پر رحم فرما اور اس طوفان سے نجات دے۔ آسمان کی کھڑکیاں بند کر دے، زمین کے سوتے خشک فرما دے۔''

اہل سفینہ نے اس دعا پر ''آمین'' کہا اور اس کی قبولیت کا انتظار کرنے لگے۔

دعا قبول ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ ''اے زمین اپنا پانی جذب کر لے اور اے آسمان تھم جا۔''

یک بہ یک تیز ہوائیں چلنے لگیں۔ سمندر کے سوتے اور آسمان کے دریچے بند ہو گئے اور بارش تھم گئی۔ سورج کا چہرہ ابھی ناپید تھا کہ کشتی جبل جودی پر ٹھہر گئی۔ پہاڑ گلے گلے پانی میں ڈوبا ہوا تھا لیکن چوٹی خشک ہو گئی تھی جس پر کشتی رکھی ہوئی تھی۔

تورات میں جودی کو اراراط کے پہاڑوں میں سے بتایا گیا ہے۔ اراراط درحقیقت جزیرے کا نام ہے یعنی اس علاقے کا نام جو فرات و دجلہ کے درمیان دیار بکر سے بغداد تک مسلسل چلا گیا ہے۔ جودی اس چوٹی کا نام ہے جو جبل دام کے جنوب مغرب میں واقع ہے۔ یہ پہاڑ آرمینیا کی سطح مرتفع سے شروع ہو کر کردستان تک جاتا ہے۔

پانی آہستہ آہستہ کم ہوتا جا رہا تھا۔ اہل سفینہ کشتی سے باہر آنے کے لیے بے تاب تھے لیکن حضرت نوحؑ حکم الٰہی کے منتظر تھے۔ انہوں نے یہ کشتی خدا کے حکم سے بنائی تھی، خدا کے حکم سے اس پر سوار ہوئے تھے اور خدا کے حکم ہی سے باہر آنے میں سلامتی تھی۔

پانی اتر چکا تھا لیکن زمین اب وہ زمین نہیں رہی تھی جس پر پاؤں رکھا جا سکے۔ حد نگاہ تک کیچڑ اور دلدل دکھائی دے رہی تھی۔ کشتی کی کھڑکیوں سے یہ تو معلوم ہوتا تھا کہ پانی اتر چکا ہے لیکن یہ معلوم نہیں ہوتا تھا کہ تمام شہر غرق ہو چکے ہیں یا کہیں کوئی آبادی باقی ہے۔ آپؑ نے کھڑکی کھولی اور ایک کوے کو اڑا دیا کہ وہ زمین والوں کے حالات معلوم کر کے لائے۔ کوے نے جیسے ہی مردار لاشوں کو دیکھا تو ان پر ٹوٹ پڑا اور بوٹیاں نوچنے لگا۔ وہ واپس نہ آیا تو حضرت نوحؑ نے اس کے لیے بددعا کی کہ تو ہمیشہ خوف میں مبتلا رہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ انسانوں سے گھبراتا ہے جس کی وجہ سے آج تک کسی گھر میں اپنا ٹھکانا نہیں بنا سکتا۔ پھر حضرت نوح علیہ السلام نے کبوتر کو بھیجا۔ کبوتر ادھر ادھر اڑنے کے بعد واپس آ گیا

Marfat.com

اس کے پنجوں وغیرہ پر کوئی ایسی علامت نظر نہیں آئی جس سے معلوم ہوتا کہ وہ کہیں بیٹھا ہے۔ حضرت نوحؑ سمجھ گئے کہ زمین پر ابھی پانی موجود ہے لہٰذا اسے بیٹھنے کے لیے کوئی جگہ نہیں ملی۔ سات دن گزر جانے کے بعد حضرت نوحؑ نے کبوتر کو دوبارہ بھیجا کہ معلوم ہو زمین کی کیا حالت ہے۔ کبوتر دن بھر اڑتا پھرا اور شام کو واپس آیا۔ اس کے منہ میں زیتون کا پتا تھا۔ اس سے حضرت نوحؑ کو معلوم ہو گیا کہ اب پانی سطح زمین سے کم ہو گیا ہے۔ آپؑ نے اب بھی مناسب نہیں سمجھا کہ کشتی سے باہر نکلیں اور اپنی اولاد کو ادھر ادھر پھیلا دیں۔ آپؑ نے مزید سات دن انتظار کیا اور ایک مرتبہ پھر کبوتر کو بھیجا۔ اس مرتبہ کبوتر واپس نہیں آیا۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ سطح زمین ظاہر ہو چکی ہے۔ کبوتر کو رہنے کے لیے ٹھکانا مل گیا ہے اور جب طوفان کی ابتدا اور اس کبوتر کے بھیجنے کے درمیان ایک سال مکمل ہو گیا حتیٰ کہ دوسرے سال کا پہلا دن بھی گزر گیا تو سطح زمین کا ظہور شروع ہو گیا۔ جنگل بھی ظاہر ہو گیا تب حضرت نوحؑ نے اپنی کشتی کا ڈھکن کھول دیا۔

حضرت نوحؑ حکم الٰہی کے منتظر تھے۔ حکم ہوا کہ "نوحؑ ہماری طرف سے سلامتی اور برکتوں کے ساتھ جو تم پر اور تمہارے ساتھ کی جماعت پر (نازل کی گئی ہیں) اتر آؤ۔"

اس حکم کی تعمیل میں حضرت نوحؑ نے تمام لوگوں کو باہر نکالا اور پھر ایک مذبح خانہ بنایا اور اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کے لیے حلال چوپائے اور حلال پرندے اللہ کی راہ میں قربان کیے۔ اس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ نے حضرت نوحؑ سے وعدہ فرمایا کہ آئندہ کبھی اہل زمین پر ایسا زبردست طوفان نہیں آئے گا اور اس وعدے کے لیے اللہ تبارک وتعالیٰ نے ایک علامت مقرر فرما دی جس کو قوس قزح کہا جاتا ہے۔ ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ یہ قوس قزح اللہ تعالیٰ کی طرف سے طوفان سے امن کا پیغام ہے۔

حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی کوہ جودی پر ٹھہری تھی۔ آپؑ نے کشتی سے اترنے کے بعد قریہ قردی میں آ کر قیام کیا اور یہاں 80 گھر تعمیر کیے۔ یہ قریہ آج تک سوق ثمانین کے نام سے پکارا جاتا ہے۔

اس طوفان میں اس وقت جتنی آبادی تھی وہ سب ہلاکت سے آشنا ہو گئی۔ اس کے بعد دنیا میں جتنی آبادی ہوئی وہ حضرت نوح علیہ السلام کے تین بیٹوں کی نسل سے آباد ہوئی۔ اسی لیے حضرت نوحؑ کو ابوالبشر اور آدمؑ ثانی کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔

جب قریہ قردی میں رہتے ہوئے آپؑ کو بہت دن گزر گئے تو فروغ نسلِ انسانی کے لیے حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کے درمیان علاقے تقسیم کر دیے۔

حضرت نوحؑ کے تین بیٹے زندہ تھے حام، سام اور یافث۔ حام کو افریقی اقوام کا جد اعلیٰ بنایا گیا۔ سام کو عرب کا علاقہ ملا اور یافث کو یورپی اقوام کا سربراہ بنایا گیا۔ پھر ان بیٹوں کی اولادیں افریقا تک گئیں۔ یافث کی اولادیں یورپ اور امریکا میں پائی جاتی ہیں۔

تاریخ طبری میں بیان کیا گیا ہے کہ حضرت نوحؑ نے زمین کے تین حصے کر کے انہیں اپنے تینوں بیٹوں میں تقسیم کر دیا۔ سام کو زمین کا وسطی حصہ دیا، حام کو دریائے نیل کے آس پاس کا حصہ دیا اور یافث کو دریائے فیثون اور اس کے اطراف و جوانب تک کا علاقہ عطا کیا گیا۔

وہب بن منبہ سے منقول ہے کہ سام بن نوحؑ اہل عرب، فارس اور روم کا باپ ہے اور حام اہل سوڈان کا اور یافث ترکوں کا اور یاجوج و ماجوج کا باپ ہے جو کہ ترکوں کا چچازاد بیٹا ہے۔

☆......☆......☆

حضرت عبداللہ بن عمر سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ پیغمبر حضرت نوح علیہ السلام کی وفات کا وقت جب قریب آیا تو انہوں نے اپنے بیٹے کو وصیت کی۔ فرمایا میں تجھ کو وصیت کرتا ہوں۔ دو چیزوں کا حکم کرتا ہوں اور

Marfat.com

دو چیزوں سے منع کرتا ہوں میں تجھے لا الہ الا اللہ کا حکم کرتا ہوں۔ بے شک اگر ساتوں آسمان اور ساتوں زمین ایک طرف پلڑے میں رکھ دیے جائیں اور دوسرے پلڑے میں یہ کلمہ رکھ دیا جائے تو بے شک لا الہ الا اللہ ان پر بھاری ہو جائے گا اور دوسری بات جس کا حکم دیتا ہوں وہ ہے سبحان اللہ و بحمدہ بے شک ہر چیز کو کفایت کرنے والی ہے اور مخلوق کو رزق اسی سے ملتا ہے اور میں تجھے روکتا ہوں دو چیزوں سے وہ ہیں شرک اور بڑائی۔

حضرت نوح علیہ السلام کی عمر جب ساڑھے نو سو سال ہوئی تو اس طویل عمر کا خاتمہ بالخیر ہو گیا۔ جب آپؑ کشتی پر سوار ہوئے تو آپؑ کی عمر مبارک چھ سو سال تھی۔ کشتی سے اترنے کے بعد آپؑ نے زندگی کے ساڑھے تین سو سال بسر کیے۔ آپؑ کی زندگی ہی میں آپؑ کی امت کے تمام افراد ہلاک کر دیے گئے تھے۔ اس کے بعد جو دنیا آباد ہوئی وہ حضرت نوحؑ اور ان کی اولاد اور ان کی نسل سے آباد ہوئی۔

مختلف تابعین روایت کرتے ہیں کہ حضرت نوح علیہ السلام کی قبر مسجد حرام میں ہے اور یہ بات اکثر ان متاخرین کے اقوال کے مقابلے میں زیادہ قوی اور ثابت ہے جو کہتے ہیں کہ بقاع شہر جسے کرک نوحؑ بھی کہا جاتا ہے وہاں ہے۔

Marfat.com

حضرت ہود علیہ السلام

جودی کے پہاڑ نے کئی دنوں اور کئی راتوں کے مسلسل عذاب کے بعد آسمان پر چمکتے ہوئے سورج کو بڑی حسرت سے دیکھا تھا۔ حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی پہاڑ کی چوٹی پر ٹھہری ہوئی تھی۔ حدِ نگاہ تک پانی ہی پانی تھا۔ بادلوں کا شامیانہ ہٹ چکا تھا۔ زمین کے سوتوں نے پانی اگلنا بند کر دیا تھا لیکن پہاڑ ابھی تک گلے گلے ڈوبا ہوا تھا۔ قریب کی وادیوں میں سرکش لہریں شور مچاتی پھر رہی تھیں۔ اسی میں عافیت تھی کہ حضرت نوح علیہ السلام اور ان کے ساتھی اسی چوٹی پر جمے رہیں اور پانی کا غصہ کم ہونے کا انتظار کریں۔

چمکتی دھوپ میں انتظار کے سائے دراز ہوتے چلے گئے۔ دن گزر گیا، شام آگئی۔ اب دوسرے دن کا انتظار تھا۔ پیغمبر خدا، حکم الٰہی کے منتظر تھے لیکن شاید ابھی وقت نہیں آیا تھا۔ سکوت اور سناٹے کی یہ رات طویل سے طویل تر ہوتی چلی گئی۔ خوف کے بوجھ سے کشتی والوں کی سانسیں بوجھل ہو رہی تھیں۔ حضرت نوح علیہ السلام ایک گوشے میں بیٹھے اپنے ساتھیوں کی سلامتی کے لیے مصروف دعا تھے۔

ہر رات کی طرح اس رات کی بھی سحر ہوگئی۔ ہلکا سا اجالا ہوا، پھر سورج نے اپنے تخت پر قدم رکھ دیا۔ چمکیلی دھوپ ہر طرف پھیلی ہوئی تھی۔ کشتی والوں نے پہاڑ سے نیچے جھانک کر دیکھا۔ پانی جس تیزی سے جمع ہوا تھا اتنی ہی جلدی اتر بھی گیا تھا۔ زمین کی پیاس بجھ جانے کے بعد بھی اتنی تھی کہ اس نے تمام پانی نگل لیا تھا۔ کشتی والوں نے اپنے رب کا شکریہ ادا کیا اور ارادہ کرنے لگے کہ کشتی سے باہر قدم رکھیں۔ حضرت نوح علیہ السلام نے انہیں سرزنش کی۔

''ہمارے ارادے کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔ میں نے یہ کشتی اللہ کے حکم سے بنائی تھی۔ میں اسی کے حکم کے تابع ہوں۔ جب اس کا حکم ہوگا، ہم کشتی سے باہر قدم رکھیں گے۔''

''پانی تو اتر چکا ہے۔ ہمیں ابھی پہاڑ سے نیچے بھی تو اترنا ہے۔'' کشتی والوں نے کہا۔

''کیا تم خدا کی مرضی کے آگے اپنی مرضی چلاؤ گے؟''

''ہم تو ایسا سوچ بھی نہیں سکتے۔''

''تو پھر انتظار کرو جس طرح میں انتظار کرتا ہوں۔'' حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا اور پھر اسی گوشے میں بیٹھ گئے جہاں آپ نے رات بسر کی تھی۔

دھوپ کی گرمی، زمین میں رکھی کیچڑ اور دلدل کو تیزی سے خشک کر رہی تھی۔ ابھی یہ زمین چلنے پھرنے کے لائق نہیں ہوئی تھی۔ پانی گہرائی میں اتر گیا تھا لیکن اپنے آثار چھوڑ گیا تھا۔ زمین کو زمین بننے میں کئی دن اور لگ سکتے تھے جلد باز انسان ہر کام میں جلدی کرتا ہے۔ کشتی میں موجود لوگ بھی اس بے چینی کا مظاہرہ کر رہے تھے لیکن اپنے پیغمبر کے مطیع تھے لہٰذا ان کی جنبش لب کے منتظر بھی تھے۔ دیکھ چکے تھے کہ جن کافروں نے پیغمبر کا حکم نہ مانا، ان کو عذاب الٰہی سے لقمہ اجل بنا ڈالا۔

آسمان کے دروازے (بارش) بند ہو چکے تھے۔ عظیم الشان کشتی ابھی تک جودی کے پہاڑ کی چوٹی پر رکھی ہوئی تھی۔ یہ کشتی حضرت ابن عباسؓ کے قول کے مطابق بارہ سو گز لمبی اور چھ سو گز چوڑی تھی۔ اس کی اونچائی تیس گز تھی اور اس میں تین

Marfat.com

منزلیں تھیں۔ سب سے نچلی منزل میں جانور، درمیانی میں انسان اور سب سے اونچی منزل پر چرند پرند کے لیے تھی۔

کیا خبر وقت کی رفتار نے کتنا فاصلہ طے کیا تھا کہ جب پانی روئے زمین سے خشک ہو گیا اور اس میں چلنا پھرنا ٹھہرنا ممکن ہو گیا تو اللہ نے اپنا وعدہ پورا کیا۔ حضرت نوح علیہ السلام کو حکم دیا گیا۔

''اے نوحؑ ہماری طرف سے سلامتی کے ساتھ اور اپنے اوپر برکتوں کے ساتھ اور ان گروہوں پر جو آپ کے ساتھ ہیں (برکتوں اور سلامتی کے ساتھ) اتریے۔''

مفسرین نے اس کی تشریح یوں کی ہے۔ ''یعنی سلامتی آپ پر اور جو امتیں بعد میں پیدا ہوں گی آپؑ کی اولاد سے، سب پر سلامتی ہو۔'' اس لیے۔ جو بھی آپ کے ساتھ دوسرے مومنین تھے، کسی کی نسل آگے نہیں چلی۔ یہ تمام روئے زمین کی آل اولاد حضرت نوح علیہ السلام کی نسل ہے۔

اللہ نے بھی یوں ہی فرمایا کہ ہم نے اس (نوحؑ) کی ذریت کی بتا دیا کہ وہی باقی رہنے والی ہے۔

آج روئے زمین پر جتنے انسان آباد ہیں وہ حضرت نوح علیہ السلام کے تین لڑکوں میں سے کسی ایک کی اولاد ہیں۔ یہ تین لڑکے سام، حام اور یافث تھے۔ وہ بیٹا جو نافرمانی کی پاداش میں غرق ہو گیا یام تھا جسے بعض لوگوں نے کنعان بھی لکھا ہے۔

نسل انسانی کی اس تقسیم کا علم ایک حدیث سے بھی ہوتا ہے حضرت سمرہؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، سام عرب کے باپ ہیں، حام حبشہ کے باپ ہیں اور یافث روم کے باپ ہیں یعنی ان علاقوں کی نسلوں کے باپ ہیں۔

سعید بن المسیب کی ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا۔ ''حضرت نوح علیہ السلام کی اولاد سام اور حام اور یافث تھی۔ پس، سام کے ہاں سے عرب اور فارس والے پیدا ہوئے اور ان میں بھلائی ہے اور یافث کے ہاں سے یاجوج ماجوج اور ترک اور صقالیہ پیدا ہوئے اور ان میں کوئی خیر نہیں اور حام کے ہاں سے قبطی بربری (تاتاری) اور سوڈان والے پیدا ہوئے۔''

جس وقت حضرت نوح علیہ السلام کو نوید الٰہی ملی کہ اے نوح کشتی سے باہر نکل آؤ۔۔۔ آپ کی عمر مبارک چھ سو برس ہو چکی تھی۔

آپ نے اپنے ساتھیوں کو نوید الٰہی سے باخبر کیا۔ کشتی میں ہلچل مچ گئی۔ ایک سو پچاس دن گزر چکے تھے کہ خشکی کا منہ نہیں دیکھا تھا۔ اب جو زمین پر اترنے کا حکم ملا تو دنیا بسانے کا بھی خیال آیا۔ جانوروں کے جوڑے جو ساتھ لائے گئے تھے کشتی سے اتارے گئے۔ درختوں کے بیج بھی اتارے گئے تاکہ درخت اگائے جائیں۔ پھر آپ کے اہل خانہ اور عام مومنین نے شکر گزار آنکھوں سے آپؑ کی طرف دیکھا اور جودی پہاڑ سے، ایک ایک کر کے نیچے اتر آئے۔

حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے تین بیٹوں کی رعایت سے دنیا کو تین حصوں میں تقسیم کر کے انہیں اپنے بیٹوں کے حوالے کر دیا۔ سام کو زمین کا وسطی حصہ دیا، حام کو دریائے نیل کے آس پاس کا حصہ اور یافث کو دریائے میشون کے اطراف کا علاقہ دے دیا۔

ان سب میں سام کو اور اس کی اولادوں کو بعد میں بڑا مرتبہ حاصل ہوا۔ اس کی اولادیں پورے ایشیا میں پھیلتی چلی گئیں اور دیگر اقوام پر غلبہ حاصل کرتی چلی گئیں۔

درختوں پر آنے والی نئی کونپلوں کی طرح حضرت نوح علیہ السلام کی آل نے اپنی اولادوں کے ذریعے دنیا کو پھر سے آباد و تعمیر کرنے کی سعی شروع کر دی۔

حضرت نوح علیہ السلام کا انتقال جب 2882 ق م بہ عمر 950 سال ہوا تو آپ کے صاحب زادے حضرت سام

Marfat.com

کی اولادوں نے عرب و ایران میں اپنی بستیاں مستحکم کر لی تھیں۔ گو کہ وہ ابتدائی حالت ترقی میں تھیں لیکن دوسری قوموں پر پھر بھی حاوی تھیں۔

☆......☆......☆

آدم ثانی حضرت نوح علیہ السلام کی وفات کو چار سو سال سے زیادہ عرصہ گزر چکا تھا۔ دنیا کی نئی تعمیر کو بھی اتنے ہی دن بیت چکے تھے۔ سام، حام اور یافث کی اولادوں کے چھوٹے چھوٹے گروہ مختلف علاقوں میں آباد تھے۔ زندگی نئے امکانات کو آوازیں دے رہی تھی کہ سام کی نسل سے تعلق رکھنے والی ایک قوم ''قومِ عاد'' نے صفحہ ہستی پر ظہور کیا اور تزئین و آرائش کے ایسے پھول کھلائے کہ یادگار بن گئے۔

قوم عاد بغیر کسی اختلاف کے عرب نژاد تھے اور لفظ عاد عربی ہے نہ کہ عجمی جس کے معنی عبرانی میں ''بلند و مشہور'' کے ہیں۔ قرآن حکیم میں عاد کے ساتھ ارم کا لفظ لگا ہوا ہے اور ارم کے معنی بھی ''بلند و مشہور'' ہی کے ہیں۔

عاد کا زمانہ تقریباً دو ہزار قبل حضرت مسیح مانا جاتا ہے۔ اس قوم نے یمن اور عمان کے درمیان کے علاقے کو اپنا مسکن بنایا اور اپنی فتوحات کے پرچم خلیج فارس کے سواحل سے حدود عراق تک بلند کر کے یمن کو اپنا دارالسلطنت بنایا۔ اس علاقے کا محل وقوع ایسا تھا کہ تجارت نے خوب فروغ پایا۔ جنوب میں آبی شاہراہیں موجود تھیں اور دوسرے سرے پر بحرین اور خلیج فارس۔ اس تجارتی سلسلے نے انہیں ہر وہ دنیاوی نعمت فراہم کر دی جس کی دوسری قومیں صرف حسرت کر سکتی تھیں۔

یہ لوگ پہاڑیوں اور گھاٹیوں میں خیمے بنا کر رہا کرتے تھے۔ قد آور ایسے تھے کہ قرآن کے الفاظ ہیں، روئے زمین پر دوسری قوم ایسی پیدا نہیں کی گئی۔ وہ اپنی جسمانی مضبوطی پر بھی دوسری قوموں میں نمایاں تھے۔ طاقتور کو جب اپنے زور آور ہونے پر ناز ہونے لگے تو اسے ظالم بننے دیر نہیں لگتی۔ اس قوم کا بھی یہی حال ہوا۔ کمزور قوموں کو پاؤں کی چیونٹی سمجھنے لگے۔ طاقت کے نشے میں بدمست ہو کر، کمزور قوموں کو زیر دست بنانا، قتل و غارت گری اور لوٹ مار سے اپنے گھروں کو بھرنا ان کا مزاج بن گیا۔

دولت کی محبت نے دل میں جگہ بنائی تو انسانی اوصاف نے ایک ایک کر کے اپنے زیور اتار دیے۔ نمود و نمائش ان کے لہو میں دوڑنے لگی۔ پہاڑوں کے سینے چیر کر ''ستون'' تراشے، ان ستونوں کی دیواروں پر بیل بوٹے کندہ کرنے لگے۔ ستونوں کی چھتوں پر خیمے رکھ دیے۔

ان کی تخلیقی طبیعت اس سے بھی مطمئن نہیں ہوئی تو وہ ان ستونوں پر پختہ چھتیں ڈالنے لگے۔ ماہر سنگ تراشوں نے ان ستونوں میں نئی نئی جدتیں پیدا کیں۔ پھر مقابلے کی ایک فضا پیدا ہو گئی۔ اپنی دولت کے اظہار کے لیے زیادہ سے زیادہ ستونوں والی عمارتیں تعمیر ہونے لگیں۔ کسی عمارت میں اگر آٹھ ستون تھے تو دوسرے کسی صاحب ثروت نے دس ستونوں کی عمارت کی تعمیر کر کے قبیلے کو دعوت نمائش دے ڈالی۔ دیکھتے ہی دیکھتے بلند و بالا عمارتوں کا جنگل کھڑا ہو گیا۔ تزئین و آرائش کی دوڑ چلی تو دنیا بھر کا نادر ساز و سامان ان عمارتوں کی زینت بن گیا۔ دور دور کے سیاح اور تاجران عمارتوں کو دیکھنے کے لیے آنے لگے۔

یہ کیسے ہو سکتا تھا کہ عمارتیں ہوں اور شاہراہیں نہ ہوں۔ شاہراہیں تعمیر ہوئیں۔ باغات اپنی بہار دکھانے لگے۔ ریگستان میں ہر طرف سبزہ ہی سبزہ پھیل گیا۔

ہر وہ چیز پر کشش نظر آنے لگی جس سے دنیاوی امارت کا اظہار ہوتا تھا۔ کسی کے پاس لاتعداد گھوڑے تھے، کوئی اپنے مویشیوں کے ریوڑ پر نازاں تھا۔ کسی کو یہ ناز تھا کہ اس کے بیٹوں کی تعداد زیادہ ہے جو اس کے نام کو ہمیشہ قائم رکھیں گے۔

وقت گزرتا رہا اور دولت کی ہوس میں اضافہ ہوتا رہا۔ انہیں یہ ناز تھا کہ وہ حضرت نوح علیہ السلام کے خلفہ ہیں۔ وہ طاقتور ہیں۔ کسی اور قوم کے پاس اتنی طاقت نہیں۔ ان کے پاس بے انتہا دولت ہے۔ جیسی عمارتیں انہوں نے بنائی ہیں

Marfat.com

کوئی نہیں بنا سکتا۔ انہوں نے وادی مغیث کو رشک ارم بنا دیا ہے۔ وہ ایسے گھمنڈ میں مبتلا ہو گئے جو اللہ تعالیٰ کو سخت ناپسند ہے۔ غرور سے ان کی گردنیں اکڑ گئیں۔

جب کوئی قوم زندگی کے ظاہر میں کھو جائے تو خود کو بھول جاتی ہے۔ یہی اس قوم کے ساتھ ہوا۔ دولت وحشمت کی فراوانی نے انہیں گمراہ کر دیا۔ ملکیت کا تصور ایسا پروان چڑھا کہ توحید کا سبق بھلا کر خود کو منوانا شروع کر دیا۔ شخصیت پرستی کے وہ دروازے جو بت خانے کہلاتے ہیں، خدا سے غافل انسان کے لیے پھر کھل گئے۔ قوم عاد میں سنگ تراشوں کی کمی نہیں تھی۔ صناعوں نے اپنے جوہر بت تراشی میں دکھانے شروع کر دیے۔ ان کی بنائی ہوئی عمارتوں میں، بت خانوں کی عمارتوں کا مزید اضافہ ہو گیا۔ ان بت خانوں میں بت سج گئے اور بت پرستوں کا میلہ لگنے لگا۔ بے فکروں کی تفریح کا ایک ذریعہ یہ بھی بن گیا۔

کہا جاتا ہے کہ قوم نوح علیہ السلام کے بعد یہ پہلی قوم تھی جو بت پرستی میں مبتلا ہوئی۔ اس قوم کے تیرہ بڑے بڑے قبیلے تھے اور سب کے سب گمراہی میں مبتلا ہو گئے۔

بت خانوں میں بت رکھنے کا مرحلہ آیا تو اس قوم کے بڑے بڑے سرداروں نے اپنے اپنے حافظے کو آواز دی۔ ان کے حافظوں میں غالباً ابھی تک وہ نام محفوظ تھے، لوگ حضرت نوح علیہ السلام کے زمانے میں جن کی پرستش کیا کرتے تھے۔ کسی نے ایک نام یاد دلایا یا کسی نے دوسرا اور ان کے بت خانوں اور گھروں میں ود، سواع، یغوث، یعوق اور نسر نامی بتوں کی بھیڑ لگ گئی۔

نسلی برتری کے غرور نے انہیں ایسا اندھا کر دیا کہ رفتہ رفتہ خدائے واحد کا تصور ان کے ذہنوں سے بالکل محو ہو گیا۔ انہوں نے قوم عاد کے بتوں کو تو اختیار کر لیا لیکن یہ بھول گئے کہ اس گمراہی کے سبب ہی سے قوم نوح پر عذاب الٰہی نازل ہوا تھا۔

ان بتوں کو مالک کل سمجھ لینے کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہر قسم کے شیطانی اعمال بے خوف وخطر کرنے لگے۔ بے حیائی اور بے شرمی عروج کو پہنچ گئی۔

اس کھلی گمراہی میں مبتلا ہونے کے بعد تو ان کے ظلم وفساد کی انتہا نہ رہی۔ کمزوروں اور ناداروں پر قہقہے برسانا تو ان کا معمول بن گیا تھا۔ جسمانی طاقت چونکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں خاص طور پر بخشی تھی اس لیے جس کو چاہتے دبا لیتے۔ رحم دلی تو ان سے گویا اٹھ ہی گئی تھی۔ ہم عصر قوموں میں دندناتے پھر رہے تھے۔ جس قوم کے سر پر فتح کی تلوار رکھتے، اس کے ساتھ نہایت ظالمانہ سلوک کرتے۔ انہیں غلام بناتے اور عورتوں کو اپنے محلات کی زینت بنا لیتے۔ فتح کے جشن میں شراب کے دور چلتے اور اپنی طاقت کے قصیدے پڑھے جاتے۔

آج دنیا میں کوئی ہم سے زیادہ طاقتور نہیں
نہ مال میں
نہ جائداد کے معاملے میں
سارے انسان ہمارے غلام ہیں
ہے کوئی جو ہماری طاقت کا مقابلہ کرے
یہ طاقت ہمیشہ ہمارے ساتھ رہے گی
کیونکہ یغوث، یعوق اور نسر ہمارے ساتھ ہیں
پیو شراب
کہ یہی جشن فتح کی دیوی ہے

Marfat.com

ان کی اس خودسری نے انہیں اپنے سوا سب کی طرف سے غافل کر دیا تھا۔ اس قوم میں سب ہی مال دار نہیں تھے۔ غریب اور نادار طبقہ بھی تھا۔ ان غریبوں کے لیے ان کا عقیدہ یہ تھا کہ انعام و اکرام بخشنے والے دیوتا ان سے ناراض ہیں اس لیے اس طبقے کا یہ حال ہے۔ لہٰذا ان سے نرمی کا برتاؤ کرنا یا ان کی مدد کرنا، ان دیوتاؤں کو ناراض کرنے کے برابر ہے۔ جب یہ دیوتا ان کا خیال نہیں رکھتے تو ہم کیوں ان پر مہربانی کریں بلکہ ان ناداروں کو اذیت پہنچا کر دیوتاؤں کو خوش کرنے کا اہتمام کیا جانے لگا۔ اس معاشرے میں ان غریبوں کی حیثیت جانوروں سے بھی بدتر تھی اور لطف کی بات یہ ہے کہ اسی لیے چھوٹے طبقے کو بھی اپنی بدحالی پر افسوس نہیں تھا۔ غریب لوگ یہی سمجھتے تھے کہ دیوتا ان سے ناراض ہیں۔ انہیں خوش کیا جائے۔ وہ اپنی رہی سہی دولت بھی ان بتوں کے قدموں کا زیور بنا دیتے تھے جو قوم کے سرداروں کے پاس چلی جاتی تھی۔

ان کا یہ سلوک اپنی قوم کے ناداروں کے ساتھ ہی نہیں تھا بلکہ طبقہ واریت اس حد تک بڑھی کہ خود اہل ثروت کے درمیان بھی کمتری اور برتری کے سوال اٹھنے لگے۔ جس کے پاس زیادہ مال و دولت ہوتا وہ دوسروں کو حقیر سمجھتا۔ جب معیار دولت ہوگیا تو چھین جھپٹ کا بازار بھی گرم ہوگیا۔ جس طریقے سے بھی ہو بس دولت جمع کی جائے۔ ریوڑ اکٹھے کیے جائیں۔ عمارتیں تعمیر کی جائیں تاکہ عزت و مرتبہ میں اضافہ ہو۔

جب اپنوں کے ساتھ یہ حال تھا تو دوسروں کے ساتھ کیا سلوک ہوگا۔ کوئی اجنبی اگر آ نکلتا تو اسے طعنے دے دے، کر بے حال کر دیتے۔ عمارتوں کے جنگل میں لے کر نکلتے۔ ایک ایک چیز دکھاتے۔ ''دیکھی ہیں کبھی ایسی چیزیں؟ دیکھ بھی نہیں سکتے۔ ہماری قوم جیسی کوئی قوم نہیں۔ عمارتیں تو کیا، ہمارا قد و قامت بھی تمہیں نصیب نہیں۔ ہم چراگاہوں میں گھوڑے دوڑاتے پھرتے ہیں۔ ہمیں کوئی غم نہیں۔''

اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام سے فرمایا تھا ''تم پر اور تمہاری اولاد پر سلامتی ہو۔'' اللہ تعالیٰ نے اپنا وعدہ پورا کیا تھا۔ انہیں تمام نعمتوں سے نوازا تھا۔ مضبوط جسم دیے تھے، دولت بخشی تھی، حکومت عطا کی تھی۔ خوش عیشی اور فارغ البالی دی تھی لیکن اس قوم نے شکریہ ادا کرنے کے بجائے سرکشی دکھائی اور غرور اختیار کیا۔ فسق و فجور میں مبتلا ہوئی اور کفر کا راستہ اپنایا۔

قرآن کے الفاظ میں ''سو وہ عاد تھے۔ وہ تو غرور کرنے لگے ملک میں ناحق اور کہنے لگے، کون ہے ہم سے زیادہ زور وقوت میں۔ کیا دیکھتے نہیں۔ اللہ جس نے بنایا ان کو وہ زیادہ ہے زور میں ان سے اور تھے ہماری نشانیوں کے منکر۔۔۔''

اس قوم کا تکبر اور گھمنڈ وقت کے ساتھ ساتھ بڑھتا ہی گیا۔ اصلاح کے تمام دروازے انہوں نے اپنے ہاتھوں سے بند کر دیے۔ کسی کی بات سننے کے روادار ہی نہیں تھے تو اصلاح کیسی۔ وہ جس دلدل میں اترے تھے پھر دھنستے ہی چلے گئے۔ جوش زور میں اللہ سے بھی لڑائی مول لے لی۔ اس کی پرستش کے بجائے بتوں کو اپنے دلوں میں آباد کر لیا۔ ہر وہ برائی ان میں پیدا ہوگئی جس پر انسانیت کو شرم آئے۔ پورا معاشرہ اسی رنگ میں ڈوبا ہوا تھا۔ اگر کچھ نیک لوگ تھے بھی تو وہ کچھ کہتے ہوئے ڈرتے تھے۔ عرصہ دراز سے کوئی نبی بھی مبعوث نہیں ہوا تھا جو ان گستاخوں کو ہدایت کرتا۔ قوم کیا تھی، ایک اونٹ تھا جو صحرا میں آزادانہ دوڑتا پھر رہا تھا۔

☆......☆......☆

قوم عاد کی سب سے معزز شاخ خلود کے ایک شخص شالخ ابن الخشنہ کا گھر کئی روز سے مرکز جشن بنا ہوا تھا۔ اس معاشرے میں نرینہ اولاد کو بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ تنومند نوجوان پورے قبیلے کا سرمایہ ہوتے تھے لہٰذا جب کسی گھر میں لڑکا پیدا ہوتا تھا تو پورا قبیلہ ان خوشیوں میں شریک ہوتا تھا۔ عبداللہ کے گھر میں بھی بیٹے کی ولادت ہوئی تھی اور پھر یہ کوئی معمولی قبیلہ اور معمولی گھرانا نہیں تھا۔ عورتیں روایتی گیت گا رہی تھیں۔ سرداران قوم مبارک باد کے پیغام پہنچا رہے

Marfat.com

تھے۔ حضرت نوح علیہ السلام کے پڑپوتے عاد بن ارم سے اس گھرانے کی نسبت تھی لہٰذا اس کی خوشنودی حاصل کرنا سب کا فرض تھا۔ قوم عاد کی آبادی میں ایک معزز فرد کا اضافہ ہوا تھا۔

اس بچے کا نام ''ہود'' (بعض نے عبر بھی لکھا ہے) رکھا گیا۔ قبیلے والوں نے یقیناً سوچا ہوگا کہ یہ بچہ بڑا ہوکر قبیلے کی دولت میں اضافہ کرے گا۔ قبیلے کی ناموری کا نشان بنے گا۔ بلند و بالا عمارتوں کے ہجوم میں ایک اور عمارت کا اضافہ کرے گا۔ وہ اتنا ہی بتا سکتے تھے۔ یہ کیسے سوچ سکتے تھے کہ اس خوش قسمت کے مقدر میں عظیم المرتبت پیغمبر ہونا لکھ دیا گیا ہے۔ چشم مشیت اس کا انتخاب کر چکی ہے۔

حضرت ہودؑ عام بچوں سے مختلف ثابت ہو رہے تھے اور انہیں ہونا بھی چاہیے تھا۔ وہ اسی طبقاتی معاشرے میں پل بڑھ رہے تھے لیکن یہ معلوم ہوتا تھا جیسے وہ کہیں اور چل پھر رہے ہیں۔ عام بچوں کی طرح شوخی اور شرارت کے بجائے ہر وقت کسی گہری سوچ میں ڈوبے رہنا ان کا معمول تھا۔ پھر جب گھر سے باہر نکلنے کی عمر کو پہنچے تو لوگوں کی توجہ کا مرکز بننے لگے۔ کسی عمارت کے قریب سے گزرتے تو جم کر کھڑے ہو جاتے۔ آنکھیں، بلند و بالا ستونوں پر جم جاتیں۔ پلک جھپکے بغیر یوں دیکھتے رہتے جیسے ان پر کوئی تحریر لکھی ہو اور وہ اسے پڑھنے کی کوشش کر رہے ہوں۔ کوئی پوچھتا کہ ہود، کیا دیکھ رہے ہو تو جواب دیے بغیر آگے بڑھ جاتے۔ کسی کو جھگڑتے ہوئے دیکھتے تو شرم سے گردن جھکا لیتے۔ ناداروں کی بستی کی طرف نکل جاتے تو چہرے کا سرخ رنگ مزید سرخ ہو جاتا۔ سب سے زیادہ تکلیف اس وقت ہوتی جب پتھر کے بت گھروں میں رکھے ہوئے دیکھتے۔

وہ اسی معاشرے میں پل بڑھ رہے تھے لیکن طبیعت کی فطری پاکیزگی انہیں اس معاشرے کی ریت رسموں سے قدم ملانے سے روک رہی تھی۔ ابھی عمر ایسی نہیں تھی کہ طبیعت کی بے چینی کسی نتیجے تک پہنچتی لیکن صاف ظاہر ہوتا تھا کہ اپنے اردگرد چلتے پھرتے لوگوں سے متفق نہیں ہیں۔ غالباً دل ہی سوال کر رہا تھا، دل ہی جواب دے رہا تھا۔ ابھی کوئی سوال زبان پر نہیں آیا تھا۔ مسلسل اداسی تھی جو وجود مبارک پر طاری تھی۔

اس اندھیرے میں روشنی کی تلاش کرتے ہوئے عمر کی چند منزلیں اور گزار لیں۔ اب وہ جوانی کو پہنچ گئے تھے۔ وجاہت و مردانگی کا پیکر، سرخ و سپید چہرہ۔ آنکھوں سے رعب و جلال ٹپکتا تھا لیکن گفتگو کرتے تو نرم ہوا کے جھونکوں کی طرح الفاظ ادا ہوتے۔ اہل قبیلہ تو یہ آس لگائے بیٹھے تھے کہ ہود اب کسی مہم پر نکلے گا اور قتل و غارت گری کا بازار گرم کر کے دولت سے گھر بھر لے گا لیکن یہ دیکھ کر انہیں مایوسی ہوئی کہ وہ تو خود ان کے بچوں کو بگاڑنے پر تلا ہوا ہے۔ نوجوانوں کو اس فعل قبیح سے باز رکھنے کی کوشش کر رہا ہے۔ انہیں تلقین کر رہا ہے کہ وہ غلط راستے پر ہیں، سیدھا راستہ اختیار کریں۔ بہت سے نوجوان تو اس سے کترا کر گزرنے لگے کہ اس کی باتوں میں آ گئے تو عیش و عشرت کی زندگی سے ہاتھ دھونے پڑ جائیں گے۔ کچھ ایسے تھے جو اس کی بات سن ضرور لیتے تھے لیکن ہنس کے آگے بڑھ جاتے تھے۔ اثر کسی پر نہیں ہو رہا تھا۔ اس صورت حال نے اہل قبیلہ ہی کو نہیں، خود حضرت ہود علیہ السلام کو بھی مایوس کر دیا تھا۔ اہل قبیلہ کو یہ مایوسی تھی کہ ہود اب سنبھلنے والا نہیں۔ اس کی جوانی ضائع ہوگئی۔ حضرت ہود علیہ السلام کو یہ دکھ تھا کہ یہ کیسے لوگ ہیں، ان پر کسی بات کا اثر ہی نہیں ہوتا۔

حضرت ہود علیہ السلام ایک راستے سے گزر رہے تھے۔ لوگ انہیں دیکھ کر کف افسوس مل رہے تھے کہ بستی کے دوسرے نوجوان کیسی عیش و عشرت کی زندگی گزار رہے ہیں اور اسے دیکھو، ایک طویل جبہ پہنے کیسے تھکے تھکے قدموں سے چلا جا رہا ہے۔ نہ جانے کیا ارادے ہیں اور کہاں جا رہا ہے۔ حضرت ہود علیہ السلام ان تماشوں سے بے نیاز ناداروں اور غریبوں کی بستی کی طرف جا رہے تھے۔ ''یہ غریب لوگ یقیناً میری بات سنیں گے۔ دولت مندوں پر تو دولت کا نشہ ہے لیکن یہ غریب لوگ اپنی اصلاح کی طرف ضرور متوجہ ہوں گے۔''

Marfat.com

ان غریبوں نے حضرت ہودؑ کو اپنے درمیان دیکھا تو ان پر حیرتوں کے پہاڑ ٹوٹ پڑے۔ قوم کے سب سے معزز قبیلے کا ایک فرد ان کے درمیان کھڑا تھا۔ یہ تو وہ طبقہ تھا جس سے معززین شہر بات کرنا بھی پسند نہیں کرتے تھے اور حضرت ہود علیہ السلام اشارے سے انہیں اپنے پاس بلا رہے تھے۔ ان کے ہونٹوں پر مسکراہٹ اور آنکھوں میں خوشی کی چمک تھی۔ ان لوگوں نے ابھی تک حقارت ہی حقارت دیکھی تھی۔ اب ان سے کوئی عزت کے ساتھ مخاطب تھا۔

''اے لوگو! کیا تم جانتے ہو کہ تم غریب کیوں ہو؟ تمہارے پاس بڑے بڑے محلات کیوں نہیں ہیں؟ معزز کہلانے والے تمہیں حقارت سے کیوں دیکھتے ہیں؟''

ان کا خطاب جاری تھا۔ مکمل سکوت تھا۔ ان کی آواز کے سوا کوئی آواز سنائی نہیں دے رہی تھی۔ پھر کسی نے ہمت کر کے جواب دیا۔

''ہمارے دیوتا ہم سے ناراض ہیں۔ اس لیے ہماری یہ حالت ہے۔''

''یہ بات تمہیں کس نے بتائی ہے؟ ان امیروں نے بتائی ہوگی جو تمہیں ہمیشہ ٹھکراتے رہے ہیں۔''

''ہاں، انہوں نے بتائی ہے لیکن یہ سچ ہے۔ ہمیں اس پر یقین ہے۔''

''یہ سچ نہیں ہے۔ پتھر کے بے جان بت تمہیں کچھ نہیں دے سکتے۔ معزز کہلانے والا یہ طبقہ تمہیں غلام رکھنا چاہتا ہے۔ اسی لیے ایسی باتیں پھیلاتا رہتا ہے تاکہ ان کی دولت کو نظر نہ لگا دو۔ صبر کرتے رہو اور وہ تم پر حکمرانی کرتے رہیں۔''

سناٹا مزید گہرا ہو گیا۔ اب ان لوگوں کی آنکھوں میں حیرت کی جگہ خوف نظر آنے لگا۔ وہ گھبرا کر ادھر ادھر دیکھنے لگے۔ کہ یہ باتیں کہیں کوئی ایسا معزز شخص تو نہیں سن رہا ہے جو ان باتوں کو طبقہ امرا تک پہنچا دے اور ہم پر مصیبت آ جائے کہ ہم نے باتیں سنی ہی کیوں۔

''اے شالخ کے بیٹے ہود!'' کسی نے انہیں مخاطب کیا۔ ''تم بتوں کو برا کہہ لو یہ بت تمہارے بھی ہیں۔ تم سے یہ خود بدلہ لے لیں گے لیکن ایسی باتیں نہ کرو جو اس بستی میں آج تک کسی نے نہیں کہیں۔''

''میں یہ باتیں اس لیے کر رہا ہوں کہ انسان، انسان سب برابر ہوتے ہیں۔ پھر وہ بڑے اور تم چھوٹے کیوں ہو۔ وہ تو خیر دولت کے نشے میں بدمست ہیں مگر تم ان بتوں کو پوجا کیوں کرتے ہو؟''

''اس لیے کہ وہ ہم سے خوش ہو جائیں۔''

''یہ بت نہ خوش ہو سکتے ہیں اور نہ ناراض۔ یہ تو بے جان ہیں۔ تمہارے ہاتھوں کے بنائے ہوئے ہیں۔ ان بتوں کو توڑ دو اور ایک اللہ کی عبادت کرو۔ اس سے مانگو جو مانگنا ہے۔''

''یہ بت ہی تو ہماری سفارش کرتے ہیں۔ ہمارے باپ دادا اسی طرح کرتے چلے آئے ہیں۔''

''میرے دادا نوحؑ کے ساتھی توحید پرست تھے اور تم انہی کی اولاد ہو لیکن افسوس کہ تم نے ان لوگوں کی روش اختیار کر لی جو عذاب الٰہی سے نہیں بچ سکے تھے۔ مجھے ڈر ہے کہ تمہارا بھی وہی حشر نہ ہو۔''

حضرت ہود علیہ السلام ایک معزز خاندان کے فرد تھے۔ کوئی ان سے ڈانٹ کر بات نہیں کر سکتا تھا اور پھر یہ تو ٹھکرائے ہوئے بے بس لوگ تھے۔ بس اتنا کر سکتے تھے کہ آپؑ کے پاس سے ہٹ جائیں۔ بھیڑ چھٹ گئی اور آپؑ تنہا رہ گئے۔

ان لوگوں کے پاس اگر کوئی جواب ہوتا تو یہ مجھے ضرور لاجواب کر دیتے۔ ان میں سے سب پر نہیں تو کچھ پر میری باتوں کا اثر ضرور ہوا ہوگا لیکن بڑوں کا خوف بھی غالب تھا۔ یہ خوف ہی مجھے ان سے دور لے گیا۔ اگر کسی طرح یہ خوف دور ہو جائے تو یقیناً یہ لوگ راہ راست پر آ جائیں گے۔ کیا یہ کام اتنا آسان ہے؟ ان کے بڑوں سے بات تو کی جا سکتی ہے۔

ایک بڑے محل کے وسیع باغ میں چند معززین شہر جمع تھے۔ شراب کا دور چل رہا تھا کہ کسی نے حضرت ہود علیہ السلام

Marfat.com

کو آتے ہوئے دیکھا۔ اس وقت بھی آپ کے جسم پر ایک طویل جبہ تھا اور شانوں پر اون کی بنی ہوئی چادر پڑی ہوئی تھی۔

''یہ شالخ کا بیٹا ہود نہیں ہے؟''

''ہاں، ہے تو وہی۔''

''سنا ہے اس کا دماغ چل گیا ہے۔''

''سنا تو ہم نے بھی ہی مگر کیا کہہ سکتے ہیں۔''

''یہ یہاں کیوں آ رہا ہے؟''

''یہ اسی طرح گھومتا رہتا ہے۔ آج اس طرف کا رخ کر لیا ہوگا۔''

یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ حضرت ہود علیہ السلام ان لوگوں کے قریب پہنچ گئے۔ شراب کے ظروف ادھر ادھر رکھے ہوئے دیکھے اور ان لوگوں سے ذرا ہٹ کر ایک طرف بیٹھ گئے۔

''کہو ہود، اس طرف کیسے نکل آئے؟''

''ان محلوں کو باہر سے تو بہت دیکھا تھا۔ سوچا آج ان کی حقیقت اندر سے بھی دیکھ لوں۔''

''جاؤ، گھومو پھرو۔ اچھی طرح دیکھ لو۔ تم ایسا محل بنا تو نہیں سکتے، دیکھ ہی لو۔''

''کیا تمہیں یقین ہے کہ ہمیشہ ان محلوں میں رہو گے؟''

''لیجیے، دیوانے کی باتیں۔ ہمیشہ کون رہ سکتا ہے۔''

''اتنے مضبوط محلوں کو دیکھ کر میں نے تو یہی سمجھا تھا۔''

''یہ ہمارے بعد ہماری نشانی کے طور پر سلامت رہیں گے۔ اس لیے انہیں اتنا مضبوط بنایا ہے۔''

''کیا تمہیں یقین ہے کہ تمہارے بعد یہ بھی اسی طرح کھڑے رہیں گے؟''

''دنیا میں ہم سے بڑھ کر کوئی قوم نہیں۔ کون انہیں گرا سکتا ہے۔ ہماری اولادیں ان کی حفاظت کریں گی۔''

''تمہیں اپنی دولت اور اپنی اولادوں پر گھمنڈ ہو گیا ہے۔''

''یہی چیزیں تو گھمنڈ کرنے کی ہیں۔''

''ان پر گھمنڈ نہ کرو بلکہ خدا کا شکر ادا کرو کہ اس نے تمہیں یہ دولت بخشی۔ قوم نوحؑ کی تباہی کے بعد تمہیں زمین کا مالک بنایا خوش حالی عطا کی۔''

''یہ مت سمجھو کہ ہم خدا کو بھول گئے ہیں۔ یغوث اور نسر جیسے عظیم دیوتاؤں کے ذریعے اپنے نذرانے خدا تک پہنچاتے رہتے ہیں۔''

''یہی تو تم لوگوں کی بھول ہے۔ خدا کو تمہارے نذرانوں کی ضرورت نہیں، وہ تو یہ چاہتا ہے کہ اس کی ذات میں کسی کو شریک نہ کرو، صرف اس کی عبادت کرو۔ تم نے خود ساختہ بتوں کو اپنا خدا بنا لیا ہے۔ یہ نہ تو تمہیں نفع پہنچا سکتے ہیں۔ نہ دکھ دے سکتے ہیں۔''

''تجھ پر یغوث ونسر کی مار ہو، اب تو ہمیں سمجھائے گا۔ اٹھ جا یہاں سے۔ یہ باتیں کس نے تجھے سکھائی ہیں اور کیوں ہمیں ورغلانے آ گیا ہے۔

حضرت ہود علیہ السلام کو ان معززین کے درمیان سے اٹھ جانا پڑا۔ اس آخری بات کا ان کے پاس کوئی جواب نہیں تھا کہ یہ باتیں تجھے کس نے سکھائی ہیں۔ یہ باتیں تو ان کے دل نے انہیں سکھائی تھیں۔ ان کے دل میں کسی نے پھونک دیا تھا کہ ان کی قوم راہ راست پر نہیں ہے۔ عیش وعشرت میں پڑ کر اس کو بھول گئی ہے جو اس کائنات کا بنانے والا ہے۔ وہ جب عبادت گاہوں کے سامنے سے گزرتے تھے تو انہیں صدمہ ہوتا تھا۔ یہ کیسی قوم ہے جس نے خدا کے اتنے شریک

Marfat.com

بنالیے ہیں۔محلات کو دیکھتے تھے تو چند روزہ زندگی کا خیال کر کے ان کی آنکھوں میں آنسو آجاتے تھے۔غریبوں کو دیکھتے تھے تو دولت کے غلط استعمال پر رونا آجاتا تھا۔تکبر اور گھمنڈ سے بھرے ہوئے دعوے سنتے تھے تو نادانوں کی نادانی پر افسوس ہوتا تھا لیکن اس بات کا وہ کیا جواب دیتے کہ ''تجھے یہ باتیں کس نے سکھائیں۔''

ابھی آپؑ پر وحی نازل نہیں ہوئی تھی۔ ابھی آپؑ کو پیغمبر مبعوث نہیں کیا گیا تھا۔ یہ تو آپ کی فطری ازلی نیکی تھی جو تبلیغ کی جانب آپؑ کو مائل کر رہی تھی۔ ابھی وہ کیا جواب دیتے کہ مجھے یہ باتیں کس نے سکھائی ہیں۔ اس لیے آپؑ کے الفاظ میں وہ طاقت اور گھن گرج بھی نہیں تھی جو کسی مضبوط سہارے کے بعد آتی ہے۔

قوم عاد میں ایمان دار تو چند ہی تھے، باقی تمام سرکش اور متکبر انسانوں کا گروہ تھا۔ ان کو حضرت ہودؑ کی یہ نصائح سخت شاق گزرتی تھیں اور وہ یہ برداشت نہیں کرسکتے تھے کہ ان کے خیالات، ان کے عقائد و اعمال غرض ان کے کسی ارادے میں بھی کوئی شخص حائل ہو۔ ان کے لیے ناصح مشفق بنے۔ ان کے سامنے تو ایک معمولی آدمی کھڑا تھا جو معزز قبیلے کا ضرور تھا لیکن اپنی حیثیت میں کچھ بھی نہیں تھا بلکہ اپنے خیالات کی وجہ سے اپنے قبیلے میں بھی ناپسندیدہ تھا۔ اس کے ساتھ یہی سلوک کیا جاسکتا تھا کہ اس کا مذاق اڑایا جائے، بے وقوف اور جھوٹا گردانا جائے۔ اسے فاتر العقل ٹھہرایا جائے۔ ایسے سب کام یہ قوم اپنا فرض سمجھ کر انجام دے رہی تھی اور حضرت ہود علیہ السلام کامل استقلال کے ساتھ دعوت حق میں مصروف تھے۔

قوم کے نوجوان انہیں روک روک کر ان سے پوچھتے تھے۔ ''اے ہود! ہم تمہاری بات کیسے مان لیں اور کیونکر اپنے خداؤں سے منہ پھیر لیں۔ اس کے صحیح ہونے کی تمہارے پاس کوئی دلیل بھی ہے؟''

قوم کے معززین کی طرف سے گزر ہوتا تو اسے ٹوکتے۔ ''ہمیں تو ایسا لگتا ہے کہ ہمارے بعض معبود تجھ پر غصہ ہوگئے ہیں جس سے تیری عقل اڑگئی ہے اور جنون تجھے لاحق ہوگیا ہے۔''

آپؑ کے پاس صرف ایک ہی جواب تھا۔ ''میں اپنے خدا کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ میں تمہارے ان معبودوں سے بری ہوں جن کو تم نے اللہ کے سوا شریک بنا رکھا ہے۔ پھر تم میرے خلاف ہر طرح کے مکر کرلو۔ مجھے مہلت بھی نہ دو۔'' (سورۂ یونس)

یہ ایسا قول تھا جو حضرت ہودؑ کے پیش روان سے پہلے اپنی اپنی قوموں کے سامنے رکھ چکے تھے۔ حضرت نوحؑ نے بھی اپنی قوم سے یہی فرمایا تھا۔

''اے قوم! اگر تم کو میرا تم میں رہنا اور خدا کی آیتوں سے نصیحت کرنا ناگوار ہو تو میں خدا پر بھروسا کرتا ہوں۔ تم اپنے شریکوں کے ساتھ مل کر ایک کام جو میرے خلاف کرنا چاہو مقرر کرلو اور وہ تمہاری ساری جماعت سے پوشیدہ نہ رہے۔ پھر وہ کام میرے بارے میں کر گزرو اور مجھے مہلت نہ دو۔''

اسی طرح حضرت ہود علیہ السلام کے بعد آنے والے اللہ کے دوست ابراہیم خلیل اللہ نے بھی اپنی قوم کے سامنے یہ بانگ دہل فرمایا تھا۔

''اور مجھے ان سے کوئی خوف نہیں جن کو تم اللہ کے ساتھ شریک کرتے ہو مگر وہی ہوگا جو کچھ میرا رب چاہے گا۔ میرے پروردگار کا علم ہر چیز کو محیط ہے۔ تو کیا بس تم نصیحت حاصل نہیں کرتے اور میں کیسے خوف کرسکتا ہوں ان سے جن کو تم نے شریک ٹھہرایا ہے اور تم بھی نہیں ڈرتے کہ تم نے اللہ کے ساتھ شرک کیا ہے جس کی اس نے کوئی دلیل بھی نازل نہیں فرمائی اب دونوں فریقوں میں سے کون سا امن (اور جمعیت خاطر) کا مستحق ہے'' (سورۂ انعام)

یہ سب ایک ہی سلسلہ نصیحت تھا۔ حضرت ہودؑ ابھی اعزاز نبوت سے ناآشنا تھے۔ وہ تو ابھی اپنی صالح طبیعت کی رہنمائی میں تبلیغ کا سفر کر رہے تھے۔ قوم کے سامنے رکھنے کے لیے ان کے پاس کوئی دلیل نہیں تھی اور سرکش قوم دلیل طلب

Marfat.com

کررہی تھی۔

''سچے ہو تو کوئی دلیل لاؤ۔ ہم تمہارے پابند نہیں کہ تمہاری بات مانتے پھریں۔''

قوم کے نچلے ہوئے طبقے پر ان کی باتیں اثر انداز ضرور ہو رہی تھیں لیکن وہ یہ دیکھ رہے تھے کہ حضرت ہودؑ کے پاس نہ جانوروں کے ریوڑ ہیں نہ لاؤ لشکر۔ اس اکیلے آدمی کا ساتھ دے کر وہ تو بڑی مصیبت میں پھنس جائیں گے۔ وہ ان کی بات ایک حد تک سنتے ضرور تھے لیکن پھر بھیڑ چھٹ جاتی تھی۔ طبقہ امراء میں حضرت ہودؑ کی شہرت (ابھی تک) ایک بے ضرر آدمی کی تھی جو ان کا ذرا بھی نقصان نہیں کر سکتا لہٰذا اس کی باتوں پر سنجیدگی سے غور کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔ وہ انہیں فاتر العقل قرار دے چکے تھے لہٰذا نصیحتوں کے موتی مذاق کی ہوا میں اڑا دیتے تھے۔

حضرت ہودؑ اپنی قوم کو اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس کی عبادت کی دعوت دیتے رہے اور قوم کے مذاق کا نشانہ بنتے رہے۔ قوم عاد کو ان کا یہی غرور کھائے جا رہا تھا۔ ''آج دنیا میں ہم سے زیادہ شوکت و جبروت کا مالک کون ہے۔''

حضرت ہودؑ مسلسل انہیں تبلیغ کرتے رہے۔ عذاب الٰہی سے ڈراتے اور غرور و سرکشی کے نتائج بتا کر راہ راست پر آجانے کی تلقین کرتے رہے۔

قوم کی سرکشی بڑھتی ہی جا رہی تھی۔ حضرت ہودؑ کی تکذیب و تذلیل ان کا شیوہ بن گیا تھا۔ متکبر لوگوں کی ضد تھی جو انہیں سورج سے زیادہ روشن حقیقت کو تسلیم کرنے سے روک رہی تھی۔

حضرت ہودؑ کی راتیں اپنی قوم کے حق میں دعائیں مانگنے میں جاگتی رہتی تھیں۔ اس خوش حال معاشرے میں ان سے زیادہ دکھی اور کوئی نہیں تھا۔ اکیلے تھے، کوئی طاقت ان کے ساتھ نہیں تھی۔ گنتی کے چند افراد ان کے ساتھ ساتھ رہنے لگے تھے۔ وہ بھی صرف اس لیے کہ آپؑ کی کچھ باتیں ان کے دل میں اتر گئی تھیں۔ یہ خدائی احکام نہیں تھے، حضرت ہودؑ کے ذاتی خیالات تھے۔ ابھی تک وحی کا سلسلہ جاری نہیں ہوا تھا۔ خود حضرت ہودؑ کو بھی معلوم نہیں تھا کہ وہ قوم کی اصلاح کی طرف کیوں راغب ہوئے ہیں۔ وہ ان کی قوم کے خیال کے مطابق کسی خطرے کا سبب نہیں بن سکتے تھے اس لیے انہیں برداشت کیا جا رہا تھا۔

حضرت ہودؑ بچپن ہی سے بت پرست نہیں تھے۔ بتوں سے انہیں دلی نفرت تھی۔ کوئی اور روشنی ابھی منکشف نہیں ہوئی تھی۔ بس اتنا معلوم تھا کہ حضرت نوحؑ اللہ کے برگزیدہ پیغمبر تھے۔ توحید پرست تھے اور بت پرستی کے خلاف تھے۔ آپؑ نے بھی یہی شیوہ بنا لیا تھا۔ آپ بھی راتوں کی تنہائی میں اللہ کے آگے سجدہ ریز ہو جاتے اور دعا کرتے۔ ''اے اللہ! مجھے ہدایت دے۔ مجھے روشنی دکھا۔''

اپنی کوششوں میں مسلسل ناکامیوں نے حضرت ہودؑ کو مایوس کر دیا تھا۔ انہیں یقین ہونے لگا تھا کہ یہ قوم سدھرنے والی نہیں ہے۔ اس کی جہالت اور گمراہی میں اضافہ ہی ہوتا چلا جا رہا ہے۔ بشری تقاضوں نے انہیں مایوس ضرور کر دیا تھا لیکن اللہ تعالیٰ کو ان سے کام لینا تھا۔ مایوسی کے اس اندھیرے میں انہیں روشنی کی ایک کرن نظر آئی۔ بیت اللہ جا کر دعا کرنی چاہیے جو اس وقت بیت عتیق بھی کہلاتا تھا۔ قوم عاد میں رواج بھی تھا جب کوئی بڑی دعا مانگنی ہوتی تھی تو بیت عتیق جاتے تھے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے اپنی تصنیف فتح الباری میں ایک روایت نقل کی ہے جو یہ ظاہر کرتی ہے کہ بیت اللہ کی سب سے پہلی اساس حضرت آدمؑ کے ہاتھوں رکھی گئی۔ ملائکہ نے ان کو وہ مقام بتا دیا تھا جہاں کعبہ کی تعمیر کرنی تھی۔

حضرت ہودؑ کے زمانے میں اس کی دیواریں محفوظ ہوں گی اور لوگ دعاؤں کے لیے جاتے ہوں گے۔ پھر حوادث نے اسے بے نشان کر دیا البتہ ایک ٹیلا ابھری ہوئی زمین کی شکل میں موجود رہا۔ وحی الٰہی نے حضرت ابراہیمؑ کو بتایا اور حضرت ابراہیمؑ نے اس ٹیلے کو کھودنا شروع کیا تو سابق تعمیر کی بنادیں نظر آنے لگیں۔ حضرت ابراہیمؑ نے انہی بنیادوں

Marfat.com

پر موجودہ بیت اللہ تعمیر کیا۔
حضرت ہودؑ اپنی گھبراہٹ اور بے چینی دور کرنے اور قوم عاد کے حق میں دعا کرنے کے لیے عازم بیت عتیق ہوئے۔ اپنے سرخ اونٹ پر سوار ہوئے اور ریگستان کا طویل سفر طے کرنے کے لیے ''وادی مغیث'' سے نکل کھڑے ہوئے ۔ آپؑ کے اس سفر کی تصدیق اس روایت سے بھی ہوتی ہے۔
''حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ حج کے دوران عسفان سے گزرے۔ (مکے اور مدینہ کے درمیان ایک وادی) تو آپ ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ سے دریافت فرمایا کہ یہ کون سی وادی ہے؟
حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا یہ وادی عسفان ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا یہ وہ جگہ ہے جہاں سے حضرت نوح علیہ السلام، ہود علیہ السلام اور ابراہیم علیہ السلام اپنے سرخ اونٹوں پر گزرے جن کی مہاریں کھجور کی رسی کی تھیں اور ان کے جسموں پر طویل جبے تھے اور ان کی چادریں اون کی بنی ہوئی تھیں۔''
اس روایت میں تین عظیم المرتبت پیغمبروں کا ذکر آیا ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ یہ تینوں پیغمبر ایک ساتھ بیت اللہ کے طواف کو گئے تھے بلکہ اشارہ اس طرف ہے کہ اپنے اپنے وقتوں میں گئے تھے۔
حضرت ہودؑ جب اس سفر سے واپس لوٹے تو سہارے کا ایک مضبوط ہاتھ اپنی پشت پر محسوس کیا۔ حوصلے جو ٹوٹنے لگے تھے، پہاڑ کی طرف ساتھ چلنے لگے۔ تبلیغ کے سفر کا ایک مرتبہ پھر آغاز ہو گیا۔
قوم اب بھی سرکشی پر تلی ہوئی تھی۔ حضرت ہودؑ کی گھبراہٹ میں اضافہ ہوتا جارہا تھا کہ کوئی خدائی وعدہ کیوں نہیں پہنچتا۔ پھر ایک روز چشم مشیت نے انہیں منتخب کرلیا۔ وحی کے دروازے کھل گئے۔ حکم ہوا ''اب آپؑ نبی کی حیثیت سے اپنے فرائض انجام دیں اور اپنی قوم تک اللہ کا پیغام پہنچائیں۔''
''پھر ہم نے قوم نوحؑ کے بعد قوموں کا ایک دوسرا دور پیدا کردیا۔ ان میں بھی اپنا رسول بھیجا جو خود انہی میں سے تھا (اس کی پکار بھی یہی تھی) کہ اللہ کی بندگی کرو۔ اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں۔'' (القرآن۔ سورۂ مومنون)
''اور ہم نے (قوم) عاد کی طرف اس کے بھائی بندوں میں سے ہود (علیہ السلام) کو بھیجا۔ ہودؑ نے کہا۔ ''اے میری قوم کے لوگو! اللہ کی بندگی کرو۔ اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں۔'' (القرآن۔ ہود)
وادی مغیث میں طلوع ہونے والا وہ دن بڑا مبارک تھا جب ایک آواز بلند ہوئی ''لوگو! میں تمہارا امانت دار پیغمبر ہوں۔ خدا سے ڈرو اور میرا کہا مانو۔''
اس آواز نے ٹھہرے ہوئے پانی میں کنکر پھینک دیا۔ یہ آواز حضرت ہود علیہ السلام کی تھی جو لوگوں کو دعوت حق دینے کے لیے نکل کھڑے ہوئے تھے۔ یہ قوم اس سے پہلے بھی انہیں دیکھ چکی تھی۔ ان کی باتیں سن چکی تھی لیکن اس مرتبہ اس آواز میں ایسا اعتماد تھا کہ کافروں کے دل دہل گئے لیکن دلوں میں کفر ایسا بھرا ہوا تھا کہ جلد ہی مذاق و تذلیل پر اتر آئے۔ کئی دن تک یہی آواز لوگوں کا پیچھا کرتی رہی اور وہ اسے مذاق میں اڑاتے رہے۔
''کیوں بھائی، یہ کون سا نیا پیغمبر نکل آیا؟''
''یہ رسول کیا ہوتا ہے اور اگر ہوتا بھی ہے تو اس کام کے لیے ہودؑ ہی رہ گیا تھا؟ اس کے پاس کون سے ریوڑ ہیں۔ کتنی دولت ہے۔ یہ منصب کسی رئیس کو ملتا۔''
''خود کو امانت دار بھی کہہ رہا ہے اس کے پاس کون سی امانت ہے۔''
لوگ ایک دوسرے سے سوال کرتے پھر رہے تھے۔ مقصد تحقیق نہیں تھا بلکہ مذاق اڑانا تھا۔ پوری قوم ایک طرف تھی اور حضرت ہود علیہ السلام ایک طرف۔ چند لوگ جو آپ کی اصلاحی باتوں سے متاثر ہو کر آپؑ کے پاس بیٹھنے لگے تھے، وہ بھی الگ ہو گئے کہ اس دعوے کے بعد یعوق اور نسر نہ جانے اس کے ساتھ کیا سلوک کریں۔ اس کے ساتھی کی حیثیت

Marfat.com

سے ہم پر بھی عذاب نازل ہوگا۔

ان سب باتوں سے بے نیاز حضرت ہود علیہ السلام امانت داری کا فریضہ انجام دے رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ سے جو احکام ملے آپؑ بہادری کے ساتھ قوم کے سامنے بیان کر دیتے۔

''کیا تم ڈرتے نہیں؟ میں تو تمہارا امانت دار پیغمبر ہوں۔ تو خدا سے ڈرو اور میرا کہا مانو اور میں اس کا تم سے کچھ بدلہ نہیں مانگتا۔ میرا بدلہ خدائے رب العالمین کے ذمے ہے۔ بھلا تم ہر اونچی جگہ پر عبث نشان تعمیر کرتے ہو اور محل بناتے ہو۔ شاید تم ہمیشہ رہو گے اور جب تم کسی کو پکڑتے ہو تو ظالمانہ پکڑتے ہو۔ خدا سے ڈرو اور میری اطاعت کرو اور اس سے جس نے تم کو ان چیزوں سے مدد دی جن کو تم جانتے ہو ڈرو۔ اس نے تمہیں چار پایوں اور بیٹوں کی مدد دی اور باغوں اور سرچشموں سے۔'' (سورۂ شعرا)

''میری قوم! خدا کی عبادت کرو۔ اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں ۔تم (شرک کر کے خدا پر) محض بہتان باندھتے ہو۔ میری قوم میں اس وعظ کا تم سے کچھ صلہ نہیں مانگتا۔ میرا صلہ تو اس کے ذمے ہے جس نے مجھے پیدا کیا۔ بھلا تم سمجھتے کیوں نہیں؟''

کبھی یہ کہہ کر خطاب کرتے۔ ''اور یاد تو کرو جب اس (خدا) نے تم کو قوم نوحؑ کے بعد سردار بنایا اور تم کو بہت کشادگی مرحمت فرمائی پس خدا کی نعمتوں کو یاد کرو تا کہ نجات پالو۔'' (سورۂ اعراف)

''میں تمہارا دشمن نہیں دوست ہوں۔ تم سے زر، سیم اور ریاست کا طالب نہیں ہوں بلکہ تمہاری فلاح و نجات چاہتا ہوں میں اللہ تعالیٰ کے پیغام کے بارے میں خائن نہیں بلکہ امین ہوں۔ وہی کہتا ہوں جو مجھ سے کہا جاتا ہے۔''

حضرت ہودؑ مدت دراز تک تبلیغ کرتے رہے۔ کبھی انہیں ڈراتے، کبھی خوش خبری سناتے لیکن ان کی قوم پر ذرا بھی اثر نہ ہوا۔ وہ ان کی باتوں کو ایک کان سے سنتے دوسرے سے اڑا دیتے۔

یہ لوگ صرف دنیاوی عیش و نشاط ہی کو حقیقت سمجھ کر زندگی گزار رہے تھے۔ بتوں کی پرستش کرتے کرتے آخرت کا تصور ہی ذہن سے نکل گیا تھا۔ دنیاوی نفع و نقصان ہی ان کا مقصود حیات تھا۔ ہر وہ کام اچھا تھا جو انہیں دنیاوی نفع پہنچائے۔ اس رنگ میں دولت مند بھی رنگے ہوئے تھے تھے غریب بھی چنانچہ جب حضرت ہودؑ کی آواز گونجی تو غریب و نادار لوگوں کو ایک خوشی تو یہ ہوئی کہ ان پر ظلم کرنے والوں کو للکارنے والا کوئی تو پیدا ہوا۔ دوسری خوشی یہ ہوئی کہ بتوں نے تو انہیں کچھ دیا نہیں، حضرت ہودؑ کا خدا انہیں دولت مند بنا دے گا چنانچہ ان ناداروں کا ایک وفد حضرت ہودؑ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ یہ وفد یہ دیکھ کر مایوس ہوا کہ حضرت ہودؑ رسول کے عہدے پر فائز ہو گئے ہیں لیکن ان کے ٹھاٹ باٹ تو کچھ ہیں نہیں۔ تنہا بھی ہیں۔ کوئی ان کے ساتھ بھی نہیں ہے لیکن یہ لوگ آپؑ کی بہادری سے متاثر بھی ہوئے کہ کسی ساتھی کے بغیر بڑوں کو للکار رہے ہیں۔ شاید اپنی دولت کہیں چھپا کر رکھی ہو۔

''آپ یہ کہتے ہیں کہ ہم اپنے بتوں کو توڑ دیں۔''

''ہاں، یہی کہتا ہوں کہ ایک اللہ کی عبادت کرو اور اس کی ذات میں کسی کو شریک مت کرو۔''

''ہمارے آباؤ اجداد کا تو یہی طریقہ پرستش تھا۔ ان بتوں کے نام بھی انہوں نے تجویز کیے تھے۔ تو کیا ہم ان کا طریقہ چھوڑ دیں؟''

''تمہارے بزرگوں نے ان بتوں اور ان کے ناموں کو خود ایجاد کر لیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے کوئی دلیل نازل نہیں کی تھی۔ پس یہ باطل ہیں۔''

''تو آپ یہ کہتے ہیں کہ ہم ان بتوں کو چھوڑ کر عبادت کریں۔''

''وہی عبادت کے لائق ہے۔ اسی کی عبادت کرو۔''

Marfat.com

''اس سے ہمیں کیا فائدہ ہوگا؟''
''ان بتوں سے تمہیں کیا فائدہ پہنچ رہا ہے؟''
''یہ امید تو ہے کہ کسی دن یہ ہم سے خوش ہوجائیں گے۔''
''یہی تو تمہاری نادانی ہے۔ یہ بت بے جان پتھر ہیں۔ یہ صرف وہی کر سکتے ہیں جو ایک پتھر کرتا ہے۔''
''اور تمہارا خدا؟''
''میرا نہیں، وہ سب کا خدا ہے۔ اس نے قوم عاد کو عزت و مرتبہ بخشا اور تم سمجھتے ہو یہ بتوں کا کارنامہ ہے۔''
''تمہارا خدا ہمیں کیا دے گا، اگر ہم تمہارا ساتھ دیں؟''
''اگر یہاں نہیں تو آخرت میں اس کا بدلہ تمہیں ضرور ملے گا۔''
''تو کیا ہم مرنے کے بعد پھر اٹھائے جائیں گے؟ ہمارے لیے تو بس یہی زندگی ہے۔ اپنے خدا سے کہو ہمیں یہیں سب کچھ دے دے۔''
''اس کی ذات سے کچھ بعید نہیں لیکن پہلے اس پر ایمان تو لاؤ۔''
''اگر تمہارا ساتھ دینے سے ہم کسی مصیبت میں پڑ گئے تو ہمیں کیسے بچاؤ گے۔ تم خود اکیلے ہو۔''
''میں اکیلا کہاں ہوں۔ میرا خدا میرے ساتھ ہے۔ وہی تمہاری بھی مدد کرے گا۔''
ان لوگوں میں سے کچھ متاثر ہوئے، کچھ نے نفی میں گردن ہلادی اور یہ وفد اس وعدے کے ساتھ پلٹ گیا کہ وہ ان سے نصیحت لینے کے لیے ان کے پاس آتے رہیں گے۔

قوم کے بڑے بڑے سرداروں نے ایسے لوگ مقرر کردیے تھے جو حضرت ہودؑ کی نگرانی کررہے تھے۔ یہ دیکھتے تھے کہ وہ کس سے مل رہے ہیں اور کیا کہہ رہے ہیں۔ یہ اشخاص اس وقت بھی موجود تھے۔ یہ فوراً ان سرداروں کے پاس پہنچے اور تمام احوال بڑھا چڑھا کر بیان کردیا۔ واقعہ اتنا غیر معمولی نہیں تھا کہ سب مل کر بیٹھتے لیکن اس روز سب سے بڑے بت پر چڑھاوے کی تقریب منائی جارہی تھی۔ تمام قابل ذکر سردار دس ستونوں والی سب سے بڑی عمارت میں جمع تھے۔ تقریب کی خوشی میں شراب، پانی کی طرح بہائی جارہی تھی۔ بدمستیاں عروج پر تھیں کہ یہ خبر پہنچ گئی۔

''وہ معمولی سا انسان ہمارا کیا بگاڑ لے گا۔ کرنے دو جو کررہا ہے۔'' ایک سردار نے جام شراب کو زمین پر پٹختے ہوئے کہا۔

''اگر بھوکے ننگوں کی ایک ٹولی اس کے ساتھ مل گئی تو کیا ہوگا۔'' دوسرے سردار نے کہا۔

''یہ محتاج غریب کیڑے مکوڑے اس کی باتوں میں کبھی نہیں آسکتے۔ ہود کے پاس ہے کیا جو وہ انہیں کھانے کو دے گا۔ اگر ہم ان غریبوں کو مزدوری پر نہ بلائیں تو ان کے گھروں میں فاقے پڑجائیں۔ یہ ہمارے محتاج ہیں، ہود کے نہیں۔''

''میں تو کہتا ہوں ہود کو قتل کردیا جائے تاکہ یہ خطرہ ہمیشہ کے لیے ٹل جائے۔'' ایک شرابی نے کھڑے ہوکر کہا۔

''ابھی اس انتہائی قدم کا وقت نہیں آیا۔ بیس برس سے زیادہ ہوگئے ہیں، وہ اپنی کوششوں میں لگا ہوا ہے۔ ایک آدمی کو بھی اپنا ہمنوا نہ کرسکا۔ تھک ہار کر خود ہی بیٹھ جائے گا۔ ہم اسے قتل کرکے اس کے قبیلے سے لڑائی مول کیوں لیں۔''

''سوچ لو۔ اگر اس نے طاقت پکڑ لی تو پھر اسے سنبھالنا مشکل ہوجائے گا۔ جو کچھ کرنا ہے ابھی سے کرلو۔''

اس آخری رائے پر کئی قہقہے ایک ساتھ بلند ہوئے۔ متکبر سرداروں کو یہ سوچ کر ہنسی آگئی کہ ہود جیسا نہتا آدمی ان کے لیے خطرے کا باعث ہوسکتا ہے اور یوں کسی نتیجے پر پہنچے بغیر یہ بدمست مجلس برخاست کرکے اٹھ گئے۔

اس قوم کا حد سے بڑھا ہوا تکبر ہی تھا جو انہیں حضرت ہودؑ کی بات ماننے سے بھی روک رہا تھا اور ان کے خلاف کسی بڑی کارروائی سے بھی وہ لوگ رکے ہوئے اس انتظار میں تھے کہ حضرت ہودؑ خود ہی تھک ہار کر بیٹھ جائیں لیکن آپؑ کی

Marfat.com

استقامت اور خدا پر ایمان تھا جو انہیں تھکنے نہیں دیتا تھا۔ تھکن کا احساس ہوتا بھی تو سجدہ ریز ہو کر دعا فرماتے۔

''پروردگار! انہوں نے (میری قوم نے) مجھے جھوٹا سمجھا ہے۔ تو میری مدد فرما۔''

''یہ تھوڑے ہی عرصے میں پشیمان ہو کر رہ جائیں گے۔'' وحی کے الفاظ آپ کو تسلی دیتے۔

چالیس سال سے زیادہ عرصہ ہو چکا تھا۔ حضرت ہودؑ کے استقلال کو سلام کہ آپ مسلسل اپنی قوم کو نیکی اور بھلائی کا درس دیے جا رہے تھے اور قوم کا یہ حال تھا کہ گونگی اور بہری بنی ہوئی تھی۔ انہیں غربا سے کچھ امید تھی لیکن ان کا حال بھی یہ تھا کہ آپؑ کے گرد بڑی تعداد میں جمع ہوتے۔ آپؑ کی باتیں سنتے اور جب مڑ کر واپس جاتے تو ہر بات بھلا دیتے، صرف یہ یاد رہ جاتا کہ اگر انہوں نے حضرت ہودؑ کا ساتھ دیا تو ان کے سرداروں کا غضب ان پر نازل ہوگا۔ حضرت ہودؑ کو بھی احساس تھا کہ ان غریبوں پر ان کی باتیں اثر انداز تو ہوتی ہیں لیکن امیروں کا جاہ و جلال انہیں روک رہا ہے۔ معاشی تقسیم ایسی ہے کہ سب کچھ امیروں کے ہاتھوں میں ہے۔ جب تک یہ امیر راہ راست پر نہیں آئیں گے، کوئی بڑی تبدیلی نہیں آ سکتی اور امیروں کا یہ حال تھا کہ ان کا تکبر، پہاڑوں کی بلندیوں کو چھو رہا تھا۔ وہ حضرت ہودؑ کو بات کرنے کے لائق نہیں سمجھ رہے تھے۔ آپؑ کی تعلیمات ان تک پہنچ ضرور رہی تھیں لیکن قہقہوں کی نذر ہو رہی تھیں۔ وہ تو بس اس پر نظر رکھے ہوئے تھے کہ کچھ لوگ حضرت ہودؑ کا ساتھ دینے پر آمادہ تو نہیں ہو گئے ہیں؟

یہ خبریں بھی بالآخر ان تک پہنچ گئیں کہ کچھ لوگ واقعی حضرت ہودؑ پر ایمان لا چکے ہیں۔ ان کی تعداد بہت تھوڑی ہے لیکن یہ کسی وقت بڑھ بھی سکتی ہے۔ بلند و بالا ایوانوں میں کھلبلی مچ گئی۔ ایک مرتبہ پھر یہ تجویز پیش کی گئی کہ حضرت ہودؑ کو قتل کر دیا جائے لیکن ایک نادیدہ خوف ان پر غالب آ گیا اور یہ تجویز مسترد ہو گئی۔ یہ بھی کہا گیا کہ انہیں شہر سے نکال دیا جائے لیکن اس میں بھی کوئی فائدہ نظر نہ آیا۔ یہ اللہ تعالیٰ ہی تھا جو ان مفسدوں کو ان کے ان ناپاک ارادوں سے باز رکھ رہا تھا۔ بالآخر یہ طے ہوا کہ ایک مرتبہ حضرت ہودؑ سے دوٹوک بات کر لی جائے۔ اگر وہ پھر بھی باز نہ آئے تو بے شک ان تجویزوں پر عمل کر لیا جائے۔

یہ تجویز معقول تو نظر آ رہی تھی لیکن اس پر عمل کرنے میں ان کا ازلی تکبر آڑے آ رہا تھا۔ ان میں سے بہت سوں کو یہ اعتراض تھا کہ حضرت ہودؑ کے پاس جانے سے ان کے عزت و وقار کو صدمہ پہنچے گا۔ حضرت ہودؑ یہ سمجھیں گے کہ ہم کمزور پڑ گئے ہیں جب کہ ہم تو ان کی سلامتی کے لیے انہیں سمجھانے کے لیے ان کے پاس جا رہے ہیں۔ اس مسئلے کا حل یہ نکالا گیا کہ کوئی بڑا سردار ان کے پاس نہیں جائے گا بلکہ ان کے نمائندے وفد کی شکل میں جائیں گے۔ اس پر سب کا اتفاق ہوا اور قوم کے زیرک اور ہوشیار لوگ ایک وفد کی صورت میں حضرت ہودؑ سے ملاقات کے لیے روانہ ہوئے۔

قوم عاد اس تماشے کو دیکھنے کے لیے راستوں پر جمع ہو گئی تھی۔ کچھ لوگ حضرت ہودؑ کے مکان کے باہر بھی جمع ہو گئے تھے۔ حضرت ہودؑ کو بھی معلوم ہو گیا تھا کہ سرکشوں کی ایک جماعت اس مطلب سے ان کی طرف آ رہی تھی۔ آپؑ اس وقت بھی تبلیغ میں مصروف تھے۔ ان کے پاس تاجروں کی ایک جماعت بیٹھی ہوئی تھی جو کہیں باہر سے آئے تھے۔ اس جماعت کو جب معلوم ہوا کہ ایک وفد مناظرے کے لیے بڑھا چلا آ رہا ہے تو یہ تاجر کسی ممکنہ خطرے کے پیش نظر وہاں سے اٹھ گئے۔ جس وقت مخالفین کا وفد مکان میں داخل ہوا، تاجروں کا گروہ باہر نکل رہا تھا۔ وفد کے ارکان کے ہونٹوں پر تمسخرانہ مسکراہٹ پھیل گئی کہ ان کے خوف نے آپؑ کے ساتھیوں کو بھاگنے پر مجبور کر دیا۔ یہ لوگ اندر پہنچے تو حضرت ہودؑ تنہا بیٹھے تھے۔ گفتگو کے آغاز کا موضوع مل ہی چکا تھا لہٰذا بات یہیں سے شروع ہوئی۔

''ہودؑ، تمہارے ساتھی تو تمہیں چھوڑ کر بھاگ گئے۔ ہماری شان اور عظمت دیکھی؟''

''یہ اجنبی تھے اور ابھی ان کے ایمان کمزور ہیں۔ مجھے دیکھو، میں تمہارے استقبال کے لیے تیار بیٹھا ہوں۔ اب پوچھو کیا پوچھنا ہے؟''

Marfat.com

''تم کہتے پھر رہے ہو کہ اللہ نے تمہیں اپنا رسول بنایا ہے۔''
''تمہیں اس میں شک کیوں ہے۔ مجھے حکم دیا ہے کہ تم کو اس کی طرف بلاؤں۔ اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں۔ پھر تم ڈرتے کیوں نہیں۔ میں جہانوں کے پروردگار کی طرف سے رسول ہوں۔'' حضرت ہودؑ نے جواب دیا۔
''ہم تمہاری یہ بات کیسے مان لیں۔ تم تو ہماری طرح کے ایک انسان ہو بلکہ ہم سے بھی گئے گزرے۔ کھاتے بھی ہو پیتے بھی ہو۔ اور سوتے بھی ہو۔''
''اس میں تو حکمت ہے۔ رسول اسی کو کہتے ہیں جو تم میں سے ہو، تمہاری طرح باتیں کرتا ہو تاکہ وہ تمہیں سمجھا سکے اور تم اس کی بات سمجھ سکو۔ اگر زمین پر فرشتے چلتے پھرتے رہتے بستے تو میرا پروردگار ایسی شان والا ہے کہ فرشتے کو رسول بناتا۔ تم اتنی معمولی سی بات سمجھتے ہی نہیں۔ شاید تمہارے دلوں پر مہر لگ چکی ہے۔''
''تمہاری باتوں سے لگتا ہے یا تو تم بے وقوف ہو یا بہت بڑے جھوٹے اور کوشش یہ کر رہے ہو کہ ہمیں بے وقوف بناؤ۔''
''نہ میں بے وقوف ہوں، نہ احمق اور نہ تمہیں بے وقوف بنا رہا ہوں۔ میں تو اللہ کے پیغامات تمہیں پہنچاتا ہوں اور میں تمہارے لیے خیر خواہ امانت دار ہوں۔'' حضرت ہودؑ نے نہایت نرمی سے جواب دیا حالانکہ ان لوگوں نے بات بہت کڑوی کی تھی۔
''ہم نے سنا ہے، تم ہمارے معبودوں کے بھی خلاف ہو اور ان کی شان میں گستاخیاں کرتے رہتے ہو۔''
''تم بھی تو نہیں ڈرتے ان بتوں کو اللہ تعالیٰ کا شریک بناتے ہوئے۔''
''ان کی عبادت تو ہمارے اجداد سے چلی آ رہی ہے۔ کیا تمہارے کہنے سے ہم انہیں چھوڑ دیں گے؟''
''تمہیں اپنے ان معبودوں کی حقیقت معلوم ہے؟''
''ہمیں تو نہیں معلوم، تم ہی بتا دو۔''
''لو تو پھر مجھ سے سنو۔ ایک تم ہی بت پرست واقع نہیں ہوئے ہو۔ تم سے پہلے بھی یہ ماجرا گزر چکا ہے۔ قصہ نوحؑ سے پہلے اللہ تعالیٰ نے ایک پیغمبر دنیا میں بھیجا تھا۔ اس کا نام ادریسؑ تھا۔ نام تو اخنوع تھا لیکن درس و تدریس میں بہت زیادہ انہماک رکھنے کے سبب وہ ادریس کہلائے۔
''حضرت ادریسؑ کے پانچ حسین وجمیل اور عابد و صالح بیٹے تھے۔ خلق خدا کو ان سے بہت محبت تھی۔ جب یہ انتقال کر گئے تو قوم نے پانچ پتھر کے بت بنائے اور ان کے نام حضرت ادریس ہی کے بیٹوں کے نام پر تجویز کر لیے۔ پہلے کا نام ود دوسرے کا سواع، تیسرے کا یغوث، چوتھے کا یعقو اور پانچویں کا نام نسر تھا۔ یہی نہیں کہ یہ بت اپنے ہاتھوں سے بنائے بلکہ ان کی ذمے داریاں بھی خود ہی تقسیم کر دیں۔ ود کو خدا کی محبت کا مظہر قرار دیا۔ سواع کو مظہر ثبات و قرار خداوندی ٹھہرایا۔ یغوث کو مشکل کشا خیال کیا۔ یعقوق کو بلاؤں اور مصیبتوں سے چھٹکارے کا ذریعہ سمجھنے لگے اور نسر کو قوت و طاقت کا دیوتا بنا ڈالا۔
''یہی پانچوں بت آگے چل کر نوحؑ کی قوم میں رائج ہو گئے۔ اور اب تم نے نادانی کی انتہا کر دی کہ نہ صرف ان پانچوں کی پوجا شروع کر دی بلکہ اپنی طرف سے اضافے بھی شروع کر دیے۔ میں تو ڈرتا ہوں کہ یہ بت پرستی تم پر عذاب نہ لے آئے جس طرح قوم نوحؑ عذاب کا شکار ہو گئی۔''
وفد کے لوگوں پر اچانک خاموشی طاری ہو گئی جیسے ان کی چوری پکڑی گئی ہو لیکن پھر اچانک انہیں خیال آ گیا کہ وہ طبقہ اشرافیہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان کے اندر چھپی ہوئی ضد اور سرکشی نے انہیں جواب دینے پر مجبور کر دیا۔
''پھر تو تم یہ بھی مانتے ہو گے کہ یہ ریت ہمارے اور تمہارے بزرگوں سے چلی آ رہی ہے۔ تم ہماری ہی نہیں اپنے

Marfat.com

بزرگوں کی بھی توہین کر رہے ہو۔''

''اگر ہمارے اور تمہارے بزرگوں نے کوئی غلطی کی تھی تو کیا ضروری ہے کہ ہم بھی اسے دہرائیں۔''

''ہم نے سنا ہے تم یہ بھی کہتے ہو کہ مرنے کے بعد ہم پھر اٹھائے جائیں گے۔ یہ کیسی بے ہودہ بات ہے۔ بھلا مرنے کے بعد بھی کوئی اٹھایا گیا ہے۔ زندگی تو صرف یہی دنیاوی زندگی ہے۔ ہم مرتے ہیں جیتے ہیں پھر اٹھائے نہیں جائیں گے۔ یعنی ایک قوم ختم ہوتی ہے، دوسری آ جاتی ہے۔''

''میں اب بھی کہتا ہوں کہ جب تم مر جاؤ گے اور مٹی ہو جاؤ گے اور ہڈیاں ہو جاؤ گے تو تم زمین سے نکالے جاؤ گے۔''

''واہ، خوب ڈھونگ رچایا ہے۔ ہم تو یہی کہہ سکتے ہیں کہ جب سے تو نے ہمارے معبودوں کو برا کہنا شروع کیا ہے اور ہم کو ان کی عبادت سے باز رکھنے کی تلقین شروع کی ہے، اسی وقت سے تیرا حال خراب ہو گیا ہے۔ ہمارے خداؤں کی بددعا سے تو پاگل ہو گیا ہے کیونکہ ایسی باتیں تو کوئی پاگل ہی کر سکتا ہے جیسی تو کرتا ہے۔''

''میں اس اعتقاد سے بری ہوں کہ ان بتوں میں کسی کو نفع یا نقصان پہنچانے کی قدرت ہے۔ اگر ان میں قدرت ہے تو وہ مجھ کو نقصان پہنچانے میں جلدی سے اقدام کریں۔ میں اپنے اللہ کے فضل و کرم سے صاحب عقل و خرد ہوں۔ میں تو صرف اپنے خدا ہی پر بھروسہ کرتا ہوں۔''

''اچھا یہ بتاؤ۔ اگر ہم نے تمہاری بات نہ مانی تو کیا ہوگا؟''

''مجھے اندیشہ ہے کہ تمہاری گمراہی تمہیں حکومت سے محروم نہ کر دے اور اللہ کسی اور کو حکومت بخش دے۔''

ان متکبر لوگوں کے سامنے ایسی بات کہنا ہی کسی مذاق سے کم نہیں تھی۔ وہ تو یہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ ان کی حکومت ختم ہو سکتی ہے یا کوئی اور ان کی جگہ لے سکتا ہے۔ ان کی عالیشان عمارتیں کبھی ختم ہو سکتی ہیں۔ وہ بے تحاشا ہنسنے لگے۔

''اے ہودؑ! تیرا تو واقعی دماغ چل گیا ہے۔ اب ایک مجنوں سے کیا بات کی جائے۔ ہم تو تجھے سمجھانے آئے تھے مگر تیرا تو دماغ ہی چل گیا ہے۔''

وہ لوگ اٹھ کر کھڑے ہو گئے اور نہایت بدتمیزی سے اجازت لیے بغیر حضرت ہودؑ کے مکان سے نکل آئے۔ وہ سب کے سب یوں خاموش تھے جیسے ابھی ابھی کوئی طوفان ان کے سروں سے گزرا ہو۔ ان کے سر جھکے ہوئے تھے جیسے کوئی بازی ہار کر آئے ہوں۔ ان کے دلوں پر حضرت ہودؑ کی باتوں نے اثر کیا تھا لیکن ان کی ضد ان کے راستے کا پتھر بنی ہوئی تھی۔ جیسے جیسے وہ حضرت ہودؑ کے مکان سے دور ہوتے جا رہے تھے۔ ان کی جہالت اور گمراہی انہیں اپنی گرفت میں لیتی جا رہی تھی۔ وہ اپنے سرداروں تک پہنچے تو بالکل وہی بن چکے تھے جیسے تھے۔ ہودؑ کی برائی اور تکذیب کے سوا ان کے دامنِ الفاظ میں کچھ بھی نہیں تھا۔

''وہ (ہود علیہ السلام) سرکشی میں اتنا بڑھ چکا ہے کہ اس پر کوئی بات کوئی نصیحت اثر انداز ہونے والی نہیں۔ وہ خود کو اللہ کا رسول کہتا ہے لیکن جھوٹا ہے۔ کہتا ہے فرشتے اس کی مدد کرتے ہیں۔ اس کی اللہ سے باتیں ہوتی ہیں۔''

''ہر شخص کا کوئی نہ کوئی مقصد ہوتا ہے۔'' ایک سردار نے کہا۔ ''اس کی باتوں سے کیا اندازہ ہوتا ہے۔ وہ کیا چاہتا ہے؟''

''یہی تو مصیبت ہے۔ وہ اپنا مقصد ظاہر ہی نہیں ہونے دیتا۔ وہ تو بس یہ کہتا ہے کہ ہم اپنے بتوں کو توڑ دیں۔ اس کے خدا کی عبادت کریں۔ عالی شان عمارتیں بنانا چھوڑ دیں۔ اس کے گرد جو غریب لوگ جمع ہو گئے ہیں ان کی عزت کریں۔''

Marfat.com

''وہ کیا ہمارا حاکم ہے؟'' ایک سردار غصے میں تن کر کھڑا ہو گیا۔

''اس کی باتوں سے تو یہی ظاہر ہوتا ہے کیونکہ اپنی گفتگو میں بار بار کہہ رہا تھا، میری اطاعت کرو۔''

''بس! مقصد ظاہر ہو گیا۔'' تمام سرداروں نے متفق ہو کر کہا۔ ''اس سے جا کر پوچھو کہ ہمارا پیچھا چھوڑنے کا وہ کیا معاوضہ لے گا۔ اس سے جان چھڑانے کے لیے اگر ہم اپنی دولت میں سے کچھ حصہ اسے دے دیں تو سودا مہنگا نہیں۔''

اس قوم نے دنیاوی دولت ہی کو سب کچھ سمجھ لیا تھا۔ وہ ہر چیز کو نمود و نمائش کے ترازو میں تولنے کے عادی ہو گئے تھے غربت و امارت یہ دو چیزیں ہی ان کے لیے سب سے بڑی حقیقت تھیں۔ حضرت ہود علیہ السلام کو بھی وہ اسی پیمانے سے ناپ رہے تھے۔ وہ یہی سمجھ رہے تھے کہ انہوں نے دولت کمانے کے لیے ایک طریقہ وضع کیا ہے۔

ایک مرتبہ پھر یہ وفد حضرت ہودؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور انہیں سرداروں کی زبانی دولت کی پیش کش کی۔ راستے سے ہٹ جانے کی اجرت طے کرنی چاہی۔

حضرت ہودؑ نے کمال صبر سے ان کی پیشکش کو سنا اور پھر جو جواب دیا وہ ان کافروں کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ کوئی انسان ریاست و امارت کو ٹھکرا بھی سکتا ہے۔

''میں تم سے کسی اجر و عوض کا خواہاں نہیں۔ میرا اجر تو خدا ہی کے پاس ہے اور یہ نبی کی زندگی کا طرۂ امتیاز ہے۔ ان کو کوئی یہ تہمت نہیں لگا سکتا کہ وہ مال کی طلب میں ایسا کرتے ہیں یا عزت و جاہ اور ریاست کے طالب ہیں۔ وہ نہ قوم سے اپنی ریاست و عزت کے طالب ہوتے ہیں اور نہ مال و منال کے۔ ان کے سامنے تو صرف ایک ہی مقصد ہوتا ہے اور وہ ہے ادائے فرض اور اپنے مالک حقیقی کے احکام کی پیغامبری۔ یہ کام میں بہ خوبی انجام دے رہا ہوں۔ تم مجھ سے کسی اجرت کا سوال مت کرو۔''

''یہ بات ہے ہود، تو پھر تم بھی سن لو۔ ہم تمہاری بات اپنے معبودوں کو چھوڑنے والے نہیں ہیں اور نہ ہم تجھ پر ایمان لانے والے ہیں۔ ہم تو بس یہی کہنے والے ہیں کہ ہمارے بعض معبودوں نے تیرے ساتھ برائی کا ارادہ کر لیا ہے۔

حضرت ہودؑ نے بھی انہیں ترکی بہ ترکی جواب دیا۔ ''تمہارے معبود صرف پتھر ہیں جو پتھر کا حکم وہ ان کا حکم۔ جو پتھروں سے کام ہو سکتا ہے وہ ان سے ہو سکتا ہے۔ تو بس اگر تمہارے خیال کے مطابق وہ مدد کر سکتے ہیں، نفع پہنچا سکتے ہیں۔ نقصان پہنچا سکتے ہیں تو میں ان سے بری ہوں۔ ان پر لعنت کرتا ہوں۔ تم سب میرے خلاف جو کر سکتے ہو کر لو۔ مجھے سنبھلنے کا موقع بھی فراہم مت کرو۔ مجھے تمہاری کوئی پروا نہیں بلکہ میں نے تو اللہ پر بھروسا کر لیا ہے۔''

''سرداران قوم سے کوئی امید نہ رکھنا۔ تم پر کوئی بڑی مصیبت آنے والی ہے۔''

''کیا تم مجھ سے ان ناموں کے بارے میں جھگڑتے ہو جن کو تم نے اور تمہارے آبا نے گھڑ لیا ہے۔ اب تم کو تمہارے کرتوت سے ڈراؤں یا نہ ڈراؤں۔ اب تو اللہ کے عذاب ہی کا انتظار کرو جو تم کو پکڑنے والا ہے۔''

اس وفد نے ایک مرتبہ پھر ناکامی کے آئینے میں اپنا منہ دیکھا۔ ضد اور اکڑ کی لاٹھی اٹھائی اور حضرت ہودؑ کے مکان سے نکل آئے۔ اس مرتبہ کچھ ایسی باتیں ہوئی تھیں کہ دس ستونوں والے محل کا مرمریں فرش غصے کی آگ سے جلتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔ وہ ان انگاروں پر پاؤں رکھتے ہوئے سرداروں کے روبرو پہنچ گئے۔

''اس سے زیادہ اس کی کیا حیثیت ہے کہ تمہارے ہی جیسا ایک آدمی ہے۔ جو تم کھاتے ہو یہ بھی کھاتا ہے۔ جو کچھ تم پیتے ہو یہ بھی پیتا ہے۔ اگر تم نے اپنے جیسے ایک آدمی کی اطاعت کر لی تو بس سمجھ لو تم تباہ ہوئے۔ تم سنتے ہو یہ کیا کہتا ہے؟ یہ تمہیں امید دلاتا ہے کہ جب مرنے کے بعد محض ہڈیوں کا چورا ہو جاؤ گے تو پھر تمہیں موت سے نکالا جائے گا۔ کیسی انہونی بات ہے جس کی تمہیں توقع باقی ہے۔ زندگی تو بس یہی زندگی ہے جو دنیا میں ہم بسر کرتے ہیں۔ یہیں مرنا ہے یہیں جینا ہے۔ ایسا کبھی ہونے والا نہیں کہ مر کر پھر جی اٹھیں گے۔''

Marfat.com

یہ ایک فتنہ ور آدمی ہے جس نے اللہ کے نام سے جھوٹ موٹ بات بنادی ہے۔ہم کبھی اس پر یقین لانے والے نہیں۔''

وفد کی زبانی یہ باتیں سن کر ان کے بڑے سوچ میں پڑ گئے۔ بحث و مباحث کے دوران کبھی تو حضرت ہودؑ انہیں خطرناک آدمی معلوم ہونے لگتے تھے کبھی بے ضرر۔کبھی انہیں یہ خیال آتا تھا کہ اگر غریبوں کے ساتھ مل کر انہوں نے کوئی انقلاب برپا کر دیا تو ہماری حکمرانی ختم ہو جائے گی۔کبھی یہ سوچنے لگتے تھے کہ یہ نادار اور غریب لوگ ان کا کیوں ساتھ دیں گے۔وہ ہمارے زیردست ہیں اور پھر وہی معبود ان کے ہیں جو ہمارے ہیں۔ وہ ان معبودوں کو کیوں کر چھوڑیں گے۔

سب کی آرا یہی تھیں لیکن قوم کا ایک رئیس ان سب سے مختلف انداز میں سوچ رہا تھا۔شاید اس نے اس وقت شراب نہیں پی ہوئی تھی اسی لیے کچھ دانش کی بات کر گیا۔

''اس خوش فہمی میں نہ رہنا کہ ہودؑ ہمارا کچھ بگاڑ نہیں سکتا اور نادار لوگ ہمارے زیردست ہیں اس لیے اس کا ساتھ نہیں دیں گے۔سوچو، اگر ہماری توقع کے برخلاف کچھ ہوا تو کیا ہوگا۔''

''پھر ہمیں کیا کرنا چاہیے؟''

''دو ہی صورتیں۔ ہیں یا تو ہم اس کی باتیں مان لیں اور اس پر ایمان لے آئیں یا کوئی ایسی ترکیب نکالی جائے کہ اس کی باتوں کا اثر زائل ہو جائے۔اس کی باتیں سننے کے لیے لوگ جمع نہ ہونے پائیں۔''

''اس کے لیے تو طاقت کا استعمال کرنا ہوگا جو ہم فی الحال نہیں چاہتے۔''

''طاقت کا نہیں عقل کا استعمال کرنا ہوگا۔اس کی جو تھوڑی بہت طاقت ہیں وہ غریب عوام ہیں۔غریبوں کو یہ احساس دلا دو کہ اگر انہوں نے ہودؑ کا ساتھ دیا تو وہ بھوکے مر جائیں گے۔غریبوں کے سامنے سب بڑا معاشی خوف ہوتا ہے۔ان غریبوں کو خوف زدہ کر دو۔''

اس تجویز کو سب نے پسند کیا اور یہ طے پایا کہ حضرت ہودؑ کو اس کے حال پر چھوڑ دینا چاہیے البتہ محنت کش طبقے کی اجرت میں کٹوتی کر دو بلکہ کچھ دن کے لیے ان پر مزدوری کے دروازے بند کر دو۔

اس طبقاتی معاشرے میں یہی ایک حربہ تھا جسے کام میں لا کر مجبوروں کی مجبوری سے فائدہ اٹھایا جا سکتا تھا۔ زیردستوں کو مزید کچلا جا سکتا تھا۔طبقہ امرا کی طرف سے یہی حربہ استعمال کیا گیا۔دوسرے دن مزدور اپنی مزدوری پر گئے تو معلوم ہوا ان کی اجرت میں کٹوتی ہو چکی ہے۔ان سے یہ بھی کہا گیا کہ اگر انہوں نے حضرت ہودؑ جیسے معمولی آدمی کا ساتھ نہیں چھوڑا تو عظیم سردار اپنے محلات کی تعمیر کے لیے انہیں بطور مزدور طلب نہیں کریں گے۔

یہ ایک ایسی دھمکی تھی جس نے مزدوروں کی کمر توڑ دی۔ ابھی ایمان اتنا پختہ نہیں ہوا تھا کہ ان سختیوں کو جھیلتے اور اللہ پر بھروسا کرتے۔ ان میں سے بعض لوگ کہنے لگے کہ ہمارے دیوتا ہم سے مزید ناراض ہو گئے ہیں اس لیے ہمارے حالات مزید خراب ہو گئے ہیں۔ یہ عذاب ہم پر اس لیے آیا ہے کہ ہم ایک ایسے آدمی کی باتوں میں آ گئے تھے جو ہمارے معبودوں کو برا کہتا ہے۔

اب حضرت ہودؑ اور ان کی بدبخت قوم کے درمیان کھلی جنگ چھڑ گئی تھی لیکن حضرت ہودؑ دنیاوی طالع آزما نہیں تھے کہ لشکر کشی کرتے۔وہ اس عالم میں بھی لطف و مہربانی کے ساتھ اپنی قوم کو خدا کی وحدانیت پر ایمان لانے کی ترغیب دیتے رہے۔اس کی لازوال نعمتوں کی یاد دلاتے رہے لیکن امیروں کا جادو چل چکا تھا۔اب کوئی حضرت ہودؑ کی بات سننے کو تیار نہیں تھا۔بہت تھوڑے سے افراد تھے جو ان کے ساتھ رہ گئے تھے، باقی سب منہ موڑ گئے۔

اس بے مروتی کا سب سے بڑا سبب وہ جاہلانہ عقیدہ تھا کہ باپ دادا کی ریت و رسم اور ان کے خود ساختہ اصنام کی قہرمانیت کے خلاف جو شخص بھی آواز اٹھائے گا، وہ ان بتوں کی پھٹکار میں آ جائے گا۔

Marfat.com

ان سے (ہودؑ سے) پہلے حضرت نوح علیہ السلام کی قوم نے بھی ان کے ساتھ یہی کیا تھا۔ انہوں نے بھی انتہائی کوشش کی کہ بدبخت سمجھ جائے اور اللہ کی رحمت کی آغوش میں آ جائے مگر قوم نے نہ مانا اور جس قدر اس جانب سے تبلیغ حق میں جدوجہد ہوئی اس قدر قوم کی جانب سے بغض وعناد میں سرگرمی کا اظہار ہوا اور ان کے بڑوں نے صاف صاف کہہ دیا کہ تم کسی طرح ود، سواع، یغوق اور نسر جیسے بتوں کی پرستش نہ چھوڑو۔

قوم ہودؑ بھی اسی اصرار پر کمربستہ تھی۔ ''ہم اس ڈھونگ میں آنے والے نہیں کہ تجھ کو خدا کا رسول مان لیں اور اپنے خداؤں کی عبادت چھوڑ کر یہ یقین کرلیں کہ وہ خدائے اکبر کے سامنے ہمارے سفارشی نہیں ہوں گے۔''

قوم عاد اسی طرح جہالت اور گمراہی میں ڈوبی ہوئی تھی۔ وہ لوگ اتنے ڈھیٹ ہو چکے تھے کہ ان پر کوئی نصیحت کارگر نہیں ہو رہی تھی۔ اب تو وہ کھلے لفظوں میں کہتے پھر رہے تھے کہ ہمارے معبودوں کی ہم پر مہربانی ہے کہ آج ہمیں ہر عیش میسر ہے۔ اگر ہود سچے ہیں تو ہماری کھیتیاں خشک کیوں نہیں ہو جاتیں، ہماری عمارتیں گر کیوں نہیں جاتیں، ہمارے گھوڑے مر کیوں نہیں جاتے۔ ہم ہودؑ کی طرح اکیلے کیوں نہیں ہو گئے۔ ہودؑ کہتے ہیں، یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہمیں ڈھیل دی گئی ہے۔ یہ سب ان کے بہانے ہیں۔ یہ ان کے دماغ کا خلل ہے جو انہیں مصیبت میں ڈالے ہوئے ہے۔ اس قوم سرکش کی باتیں اس لیے سچی بھی نظر آتی تھیں کہ حضرت ہودؑ کو تقریباً پچاس سال ہو گئے تھے کہ تبلیغ میں مصروف تھے اور کامیابی ہوئی تھی تو صرف اتنی کہ چند مجبور اور معاشرے کے گئے گزرے لوگ ہی ان کے طرف دار بن سکے تھے۔

حضرت ہودؑ کی بے پناہ استقامت اور اللہ تعالیٰ پر کامل اعتقاد انہیں ثابت قدم رکھے ہوئے تھا۔ وہ اب بھی اپنی قوم کو راہ راست پر لانے کے لیے مخاطب ہو رہے تھے۔

''اے میری قوم کے لوگو! اللہ کی بندگی کرو۔ اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں۔ یقین کرو تم اس کے سوا کچھ نہیں ہو کہ حقیقت کے خلاف افترا پردازیاں کرتے رہو۔

''اے میری قوم کے لوگو! میں اس بات کے لیے تم سے کوئی بدلہ نہیں مانگتا۔ میرا بدلہ تو اسی پر ہے جس نے مجھے پیدا کیا۔ پھر کیا تم (اتنی صاف بات) بھی نہیں سمجھتے۔ اور اے میری قوم کے لوگو! اپنے پروردگار سے (اپنے قصوروں کی) مغفرت مانگو اور اس کی جناب میں توبہ کرو۔ وہ تم پر برستے ہوئے بادل بھیجتا ہے اور تمہاری قوموں پر نئی نئی قوتیں بڑھاتا ہے اور جرم کرتے ہوئے اس سے منہ نہ موڑو۔'' (سورہ ہود)

وہ بڑے بڑے سردار جو کفر اختیار کیے ہوئے تھے اور جن کے قبضہ اقتدار میں پوری قوم عاد تھی اور جو یہ سمجھے ہوئے تھے کہ اقتدار ہمیشہ ان کے پاس رہے گا۔ آپؑ کے اس پیغام پر غور کرنے کے بجائے اب بھی رعونت کا مظاہرہ کر رہے تھے۔ ہر نصیحت کے جواب میں کہلا بھیجتے تھے۔

''اے ہود! تو ہمارے پاس کوئی دلیل لے کر تو آیا نہیں (جسے ہم دلیل سمجھیں) اور ہم ایسا کرنے والے نہیں کہ تیرے کہنے سے اپنے معبودوں کو چھوڑیں۔ ہم تجھ پر ایمان لانے والے نہیں۔ ہم جو کچھ کہہ سکتے ہیں وہ تو یہی ہے کہ ہمارے معبودوں میں سے کسی معبود کی تجھ پر مار پڑ گئی ہے۔''

یہ وہی پیغام تھا جو یہ لوگ اول دن سے کہہ رہے تھے۔ گویا بات وہیں کی وہیں تھی۔ پچاس سال کا طویل عرصہ گزر گیا تھا مگر ان کے دلوں کو جنبش نہیں ہوئی تھی بلکہ ضد میں آ کر اپنے کفر میں اضافہ ہی کر لیا تھا۔ اگر پہلے ان کے دلوں میں نیکی کی کوئی رمق تھی بھی تو اب وہ بھی نہیں رہی تھی۔

حضرت ہودؑ کے وہ ساتھی جو ان پر ایمان لا چکے تھے اس کشمکش کو بڑی بے صبری سے دیکھ رہے تھے۔ ایک روز یہ چھوٹا سا گروہ ان کے پاس بیٹھا تھا۔'' قوم کے بڑوں کی طرف سے دھمکی آمیز پیغام ملے تھے جس پر یہ لوگ سخت فکرمند تھے اور حضرت ہودؑ سے بار بار اصرار کر رہے تھے کہ اب وہ اس کشمکش کو ختم کریں۔ یہ لوگ راہ راست پر آنے والے نہیں

Marfat.com

ہیں۔ جب تک یہ اپنی بربادی اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھ لیتے ان کی عقل ان کے کام نہیں آئے گی۔

''آپ ان کے حق میں بددعا کیوں نہیں فرماتے؟''

''جس بات کے لیے میں بھیجا گیا تھا وہ میں نے پہنچادی (اس سے زیادہ میرے اختیار میں کچھ نہیں اور مجھے تو نظر آ رہا ہے کہ) میرا پروردگار کسی دوسرے گروہ کو (ان کی) جگہ دے گا اور یہ اس کا کچھ بگاڑ نہیں سکیں گے۔ میرا پروردگار ہر چیز کا نگران حال ہے۔''

اللہ کے رسول تو ذریعہ ہیں ہدایت پہنچانے کے۔ وہ کسی پر جبر اور زبردستی نہیں کرتے لیکن یہ ہدایت تو وہ حاصل کرتے ہیں جنہیں اس ہدایت کی طلب ہو لیکن قوم عاد تو وہ کورچشم تھی جو اجالے کو اندھیرا کہنے پر تلی ہوئی تھی۔ کوئی نصیحت اس پر اثر انداز ہو ہی نہیں سکتی تھی۔ ان کے دلوں پر مہر لگی ہوئی تھی۔ جس قدر پندونصائح سنتے جاتے تھے اسی قدر ضد میں اضافہ ہوتا جاتا تھا۔ دنیا کی آسائش میں ڈوب کر آخرت کو بھول چکے تھے۔ انہیں اگر حیرت ہوتی تھی تو اس بات پر کہ حضرت ہودؑ کے پائے استقلال میں لغزش کیوں نہیں آتی۔ وہ اسے بھی اپنی طرح حضرت ہودؑ کی ضد سمجھ رہے تھے اور اس وقت کے انتظار میں تھے جب یہ ضد ٹوٹے گی اور حضرت ہودؑ ان کے دربار میں خود حاضر ہوں گے۔

یہ کشمکش زور پکڑتی جا رہی تھی اور بہتری کی کوئی صورت نظر نہیں آ رہی تھی۔ یہ خدشہ بھی بڑھتا جا رہا تھا کہ وہ چند ساتھی جو ایمان لے آئے ہیں، ان کا پیمانہ صبر لبریز ہو جائے۔ چند لوگ جو ایمان کی نشانی بن کر میرے ساتھ ہیں، مایوس ہو کر اپنے ساتھیوں کی طرف نہ لوٹ جائیں۔ پھر اس زمین پر خدا کا ماننے والا کون رہ جائے گا۔

آخر حضرت ہودؑ نے اپنی قوم کی مسلسل بغاوت و سرکشی کے خلاف یہ اعلان کر دیا کہ اگر عاد کا رویہ یہی رہا اور حق سے اعتراض و روگردانی کی روش میں انہوں نے کوئی تبدیلی نہیں کی اور میرے پندونصائح کو گوش دل سے نہ سنا تو میں اگرچہ اپنی خدمت کے لیے ہر وقت چست کمر اور تیار ہوں مگر ان کے لیے ہلاکت یقینی ہے۔ اللہ تعالیٰ عنقریب ان کو ہلاک کر دے گا اور ایک دوسری قوم کو زمین کا مالک بنا کر ان کی جگہ قائم کر دے گا اور بلاشبہ وہ اللہ تعالیٰ کو ذرہ بھر بھی نقصان نہیں پہنچا سکتے۔ وہ تو ہر شے پر قادر و مسلط اور ہر شے کا حافظ و نگہبان ہے اور تمام کائنات اس کے دستِ قدرت میں مسخر ہے۔

''اے قوم! اب بھی سمجھ اور عقل و ہوش سے کام لے۔ قوم نوحؑ کے حالات سے عبرت حاصل کر اور خدا کے پیغام کے سامنے سرِ نیاز جھکا دے ورنہ قضا و قدر کا ہاتھ ظاہر ہو چکا ہے اور بہت قریب ہے وہ زمانہ کہ تیرا یہ سارا غرور خاک میں مل جائے گا اور اس وقت ندامت سے بھی کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔''

اس مرتبہ آپ کے خطاب کے تیور ہی دوسرے تھے۔ ہلاکت کی خبر دی جا رہی تھی۔ صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ اب مزید چھوٹ نہیں دی جائے گی۔ رعایت اور نرمی نہیں برتی جائے گی۔ کسی شرط کی گنجائش نہیں۔ آوازِ حق کو قبول کر و یا مرنے کے لیے تیار ہو جاؤ۔

آپ نے آخری حجت پوری کرنے کے لیے ایک ایک دروازے تک یہ پیغام پہنچایا۔ سرکش قوم کی قسمت میں ہلاکت لکھی جا چکی تھی۔ اس نے اس پیغام کی روح کو سمجھنے کی کوشش ہی نہیں کی۔ اس نے تو اسے اپنے خلاف حضرت ہودؑ کی طرف سے اعلان جنگ سمجھا اور یہ سمجھنے لگی کہ حضرت ہودؑ نے اتنی طاقت جمع کر لی ہے کہ اب وہ ہماری دولت اور ہمارے محلوں پر قبضہ کرنے کا ارادہ کر رہے ہیں۔ وہ اس دولت کو غریبوں میں بانٹ کر انہیں اپنا محکوم بنائیں گے اور ان پر حکومت کریں گے۔ وادیٔ مغیث میں ہمارا حشر وہی ہوگا جو اس وقت غریبوں اور ناداروں کا ہے۔ اگر ایسا ہوا تو ہماری تو بساط ہی الٹ جائے گی۔

اس نادان قوم نے آپؑ کی اس نصیحت کو آپؑ کی خودغرضی پر محمول کیا۔ کئی روز کی چہ میگوئیوں کے بعد وہ اس نتیجے پر پہنچے تھے کہ اب حضرت ہودؑ کا وجود اس قوم کے لیے خطرناک ہو گیا ہے۔ انہیں فوراً بستی سے باہر نکال دینا چاہیے۔ اس

Marfat.com

کام کے لیے انہیں سرداروں کی مدد کی ضرورت تھی۔

عوام کی ایک بڑی بھیڑ دس ستونوں والے سرخ محل کے باہر جمع تھی اور مطالبہ کر رہی تھی کہ حضرت ہودؑ کو سزا سنائی جائے۔ عوام کو یہ شکایت تھی کہ سرداروں کی غفلت نے حضرت ہودؑ کو طاقت پکڑنے کا موقع دیا ہے اور وہ اتنے طاقتور ہو گئے کہ ہمیں ہلاکت کی دھمکیاں دے رہے ہیں۔

سرداروں میں پہلے ہی کھلبلی مچی ہوئی تھی کیونکہ حضرت ہودؑ نے یہ بھی کہا تھا کہ اللہ تعالیٰ کسی دوسری قوم کو ان پر مسلط کر دے گا۔ سرداروں کو قوم کے وجود سے زیادہ اپنے اقتدار کی فکر تھی۔ ان کا محدود ذہن یہی سوچ سکتا تھا کہ حضرت ہودؑ ہم سرداروں سے بھی افضل کوئی سردار بننا چاہتے ہیں اور اب وہ اس ارادے کی مکمل تیاری کر چکے ہیں۔

ان سرداروں نے لوگوں کو حکم دیا کہ وہ (حضرت) ہودؑ کو ان کے پاس لے کر آئیں۔ اگر وہ آنے سے انکار کریں گے تو بھی ہمارا مقصد پورا ہو جائے گا۔ ہم اس نافرمانی کو حجت بنا کر ان پر حملہ کر دیں گے اور اگر وہ آ گئے تو ہم ان سے آخری بار بات تو کر لیں۔

اس موقع پر بعض شیطان صفت سرداروں نے ایک مرتبہ پھر مشورہ دیا کہ حضرت ہودؑ کو قتل کر کے ہمیشہ کے لیے قصہ پاک کر دیا جائے۔ اس وقت لوگ بھی ہمارے ساتھ ہیں کوئی فساد برپا نہیں ہو گا لیکن اللہ تعالیٰ کو یہ منظور نہیں تھا۔ ہلاکت تو قوم عاد کا مقدر بن گئی تھی لہٰذا اس مشورے کو قبول نہیں کیا گیا۔

''ہود کو قتل کر دیا گیا تو پھر بات ہی کیا ہوئی۔ ہم تو یہ ثابت کریں گے کہ وہ جھوٹے ہیں۔''

''اب تک بھی یہی ہوتا رہا ہے لیکن وہ اپنا جھوٹ ماننے کو تیار ہی نہیں۔'' ایک سردار نے کہا۔

''اس مرتبہ ایسا نہیں ہو گا۔ اس نے ہمیں ہلاکت کا پیغام بھیجا ہے۔ اب تو ہم اس سے پوچھیں گے کہ بتاؤ ہود، ہم کب ہلاک ہو رہے ہیں۔ اب تم اپنا جھوٹ قبول کر و یا اس بات کا جواب دو۔''

''اگر وہ سچا ہوا اور اس نے ہمیں نقصان پہنچایا؟'' ایک دور اندیش سردار نے کہا۔

''اس کے شعبدے صرف غریبوں کے لیے ہیں۔ ہمارے مضبوط اور عالیشان محلات ہماری حفاظت کے لیے بہت ہیں۔ اگر کوئی توڑنا بھی چاہے تو ایک ستون بھی نہیں توڑ سکتا۔''

''اس کی دھمکیاں جب جھوٹ کا پلندا ثابت ہوں گی تو وہ کیسا بدحواس نظر آئے گا۔''

''اس کا چہرہ دیکھنے کے لائق ہو گا۔''

''وہ اتنا شرمندہ ہو گا کہ شاید خود ہی بستی چھوڑ کر کسی طرف نکل جائے۔ ہمیں کچھ بھی نہ کرنا پڑے۔''

''اس کے جانے کے بعد اس کے چیلوں کی خبر تو ہم خود لے لیں گے۔''

''اب دیکھنا ہمارے دیوتاؤں کو برا کہنے والے کی کیسی تذلیل ہوتی ہے۔''

یہ لوگ دیوانہ وار قہقہے لگا رہے تھے۔ حضرت ہودؑ کے بارے میں گستاخانہ جملوں کے تبادلے ہو رہے تھے۔ کوئی کہہ رہا تھا، وہ یہاں آنے سے پہلے ہی فرار ہو جائے گا۔ کوئی یہ خیال پیش کر رہا تھا کہ جو لوگ اسے لینے گئے ہیں، اپنا بدلہ خود لے لیں گے۔ کوئی اپنے دیوتاؤں کی قوت و عظمت کے قصیدے پڑھ رہا تھا جنہوں نے ہودؑ کو اس حال پر پہنچا دیا ہے۔

لوگوں کا ہجوم حضرت ہودؑ کے مکان کے سامنے پہنچ کر رک گیا تھا۔ یہ لوگ سخت طیش کے عالم میں یہاں تک پہنچے تھے لیکن اب ایک نادیدہ خوف ان پر غالب آ گیا تھا۔ وہ سوچنے لگے تھے، جو شخص ہمارے سرداروں کو خاطر میں نہیں لاتا، اس کے پاس کتنی طاقت ہو گی۔ کہیں وہ آج ہمارا ہی خاتمہ نہ کر دے۔ معلوم نہیں اس نے گھر میں کتنے لوگ چھپائے ہوئے ہوں جو ہم پر ٹوٹ پڑیں۔ ہم نے یہاں آ کر غلطی تو نہیں کی۔ یہ سب خیالات اللہ تعالیٰ ان کے دل میں ڈال رہا تھا۔ پہلے انہوں نے سوچا واپس چلے جائیں۔ کہیں حضرت ہودؑ کے غضب کا نشانہ بن جائیں لیکن پھر اپنے معبودوں کا خیال آ گیا۔

Marfat.com

یہی تو وہ شخص ہے جو ہمارے خداؤں کو برا کہتا ہے۔ ہم اس سے الجھنے نہیں آئے ہیں۔ ہم تو صرف سرداروں کا پیغام لے کر آئے ہیں۔

دراصل یہی وہ کشمکش تھی جو برسوں سے ان کے اندر جاری تھی۔ یہی کشمکش انہیں حق کی طرف آنے نہیں دے رہی تھی۔ کبھی حضرت ہودؑ کی دلیلیں انہیں متاثر کرنے لگتی تھیں، کبھی مصلحتیں آڑے آجاتی تھیں۔ اس وقت بھی ان کے ساتھ یہی ہو رہا تھا۔ آخر ڈرتے ڈرتے انہوں نے حضرت ہودؑ کو پکارا۔

ایک نہایت وجیہہ اور خوبصورت شخص جس کے چہرے پر لمبی ڈاڑھی تھی، ان کے سامنے کھڑا تھا۔ اس کا سرخ وسپید رنگ اس کے معزز اور عالی نسب ہونے کی گواہی دے رہا تھا۔ ہونٹوں پر بکھرے ہوئے تبسم کے باوجود رعب وجلال اس کے چہرے سے عیاں تھا۔ یہ کوئی اجنبی نہیں تھا۔ یہ لوگ ہزاروں مرتبہ اسے دیکھ چکے تھے۔ یہ وہی حضرت ہودؑ تھے جنہیں وہ لوگ بلانے آئے تھے۔

''اے قوم ہود! تم لوگ تعداد میں بہت ہو اور میرے مکان میں اتنی جگہ نہیں ورنہ میں تمہیں مکان میں بلاتا۔ تمہاری میزبانی کرتا۔''

''ہم لوگ تمہاری میزبانی کا لطف اٹھانے نہیں آئے ہیں۔''

''پھر کس لیے آئے ہو؟''

''تم خود کو اللہ کی طرف سے بھیجا ہوا رسول کہتے ہو مگر تم پھر بھی نہیں جان سکتے کہ ہم یہاں کیوں آئے ہیں؟''

''میں نے کب یہ دعویٰ کیا ہے کہ میں غیب کی باتیں جانتا ہوں۔ میں تو تمہارے جیسا ہی ایک آدمی ہوں۔''

''ہماری طرح ہوتے تو ہمارے بتوں کو برا نہ کہتے۔ تم نے تو اپنے ہی باپ دادا کی توہین کر ڈالی ہے۔''

''اس معاملے سے مجھے بری سمجھو۔ میں بت پرستی میں تمہارا شریک نہیں۔''

''بس یہی پوچھنے کے لیے، ہمارے سرداروں نے تمہیں بلایا ہے۔ ہمارے ساتھ چلو۔''

''ہزار بار تم نے پوچھا ہے، ہزار بار میں نے بتایا ہے۔ اب اور کیا پوچھنا باقی رہ گیا ہے۔ اب تم نے اگر اپنے عقائد سے توبہ نہیں کی تو ہلاکت ہی تمہارا مقدر ہے۔''

''جو کچھ کہنا ہے وہیں چل کر کہنا۔''

''چلو بھائی، تمہاری یہی مرضی ہے تو وہاں بھی چلے چلتے ہیں۔ شاید تمہارے بڑے میری بات سمجھ لیں۔'' حضرت ہودؑ بلا خوف وخطر ان کے ساتھ ہو لیے۔

ان کا اس طرح ساتھ چل دینا، لوگوں کے لیے حیرت کا باعث تھا۔ وہ لوگ سرگوشیاں کر رہے تھے۔ یہ کیسا آدمی ہے! نہ ہم سے ڈرتا ہے نہ سرداروں سے۔ اپنے کسی ساتھی کو بھی ساتھ نہیں لیا، اکیلے ہی چل پڑا۔ کوئی ہتھیار بھی اس کے پاس نہیں ہے اور دشمن کے منہ میں چل دیا۔ یہ نہ ہو کہ اس نے اپنے لشکر کو ادھر ادھر چھپا رکھا ہو اور اچانک حملہ آور ہو جائے۔

تمام سرداران قوم غصے میں بھرے بیٹھے تھے اور حضرت ہود علیہ السلام کے منتظر تھے۔ انہوں نے سوچ لیا تھا کہ آج آخری معرکہ ہوگا۔ حضرت ہودؑ کو یا تو اپنے اعلان سے دستبردار ہونا پڑے گا یا سزا قبول کرنی ہوگی۔ اگر انہیں اس مرتبہ بھی چھوڑ دیا گیا تو ہمارے دبدبے اور شان وشوکت کو سخت دھچکا لگے گا۔

ان سرداروں کو یقین نہیں تھا کہ حضرت ہودؑ ان سے ملنے چلے آئیں گے لیکن انہیں یہ معلوم نہیں تھا کہ حضرت ہودؑ پیغمبر ہیں کوئی دنیاوی فرماں روا نہیں کہ ظاہری شان وشوکت کا بھرم رکھنے کے لیے سرداروں تک چل کر آنا ہی اپنی ہتک سمجھیں گے۔ حضرت ہودؑ تو عاجزی وانکسار کا پیکر تھے۔ انہوں نے اپنی ذاتی انا کا ذرا بھی خیال نہیں رکھا اور ایک معمولی انسان کی طرح خود چل کر ان سرداروں کے پاس پہنچ گئے۔ اور اس بے پروائی سے کہ چہرے پر خوف کی پرچھائیں تک

Marfat.com

نہیں تھی۔ پھر ایک تاریخی مناظرہ گرم ہوا۔ پچھلی باتیں ایک مرتبہ پھر دہرائی گئیں۔

''اے ہوڈ! ہمارے پاس زیادہ وقت نہیں ہے۔ ہمیں دو لفظوں میں بتادو کہ تم نے یہ ڈھونگ کیوں رچایا ہے؟''

''کیسا ڈھونگ؟''

''یہی کہ تم پر خدا کے پیغام نازل ہوتے ہیں۔''

''تمہیں اس پر حیرت نہیں ہونی چاہیے کیونکہ یہ قدیم سے خدا کی سنت جاریہ ہے کہ انسانوں کی ہدایت وسعادت کے لیے ان ہی میں سے ایک شخص کو چن لیتا ہے اور اپنا رسول بنا کر اس سے خطاب کرتا ہے۔''

''ایک تم ہی رہ گئے تھے اس عہدے کے لیے؟''

''اللہ خوب جانتا ہے کہ اپنے منصبِ رسالت کو کس جگہ رکھے۔''

''یہ کیا ہر جگہ اللہ کو شامل کر کے اپنے عیبوں پر، پردہ ڈالنے لگتے ہو۔ اپنی بات کیوں نہیں کرتے؟''

''میرے پاس اپنا کوئی علم نہیں۔ مجھے تو جو کچھ دیا ہے اللہ نے دیا ہے۔ تمہیں بھی وہ سب کچھ دے سکتا ہے جس کی تمہیں آرزو ہے۔ آسمان سے بارش برسا کر تمہاری کھیتیوں میں اضافہ کر سکتا ہے۔''

''یہ تو ہمارے دیوتا پہلے ہی کر رہے ہیں پھر ہم تمہاری بات کیوں مانیں؟''

''یہ تمہاری سخت بھول ہے۔ وہ جب چاہے بارش کے پانی کو روک لے۔ تمہارے خود ساختہ معبود ایک قطرہ نہیں برسا سکتے۔''

''اے ہود! ہمارے خداؤں کی شان میں اب ایک لفظ بھی نہ کہنا۔'' ایک سردار شعلے کی طرف بھڑک اٹھا۔

''میں تو صرف اپنے خدا پر ہی بھروسا کرتا ہوں۔''

''تم اپنے خیالات اپنے پاس رکھو، دوسروں کو کیوں مجبور کرتے ہو۔''

''اس لیے کہ میں تمہارا دوست ہوں دشمن نہیں۔ میں نہیں چاہوں گا کہ تم اللہ کے عذاب کے مستحق بن جاؤ۔ تم بت پرستی چھوڑ دو اللہ کے احکام کو مانو۔ پھر مجھے تم سے کیا۔ تم اسی طرح سردار رہو۔''

''اگر ہم تمہاری دلیل کو نہ مانیں؟''

''پھر یہ عمارتیں جنہیں تم مستحکم خیال کرتے ہو، ان پر کوئی اور قوم قابض ہو جائے گی۔ تم ان میں ہمیشہ رہنے والے نہیں ہو۔''

''ہود! کبھی ان عمارتوں کو غور سے دیکھا ہے؟'' ایک سردار نے ہنستے ہوئے عمارت کے ایک ستون کی طرف اشارہ کیا۔

''ہم ان عمارتوں سے پہچانے جاتے ہیں اور مدتوں پہچانے جائیں گے۔''

''تم کیا پہچانے جاؤ گے۔ یہ خود بھی قائم رہتی ہیں یا نہیں، میرا اللہ ہی جانتا ہے۔''

''اچھا فضول باتیں بہت ہو چکیں۔ یہ بتاؤ اس کام کا تم کتنا معاوضہ لے رہے ہو؟'' اب وہ لوگ مذاق پر اتر آئے تھے۔

''میں پہلے بھی کہہ چکا ہوں کہ میرا اجر تو میرے خدا ہی کے پاس ہے۔''

''پھر تم سے بڑا بے وقوف کون ہوگا۔''

''آخر تم لوگ ڈرتے کیوں نہیں؟''

''ارے ہاں، ڈرنے سے یاد آیا۔ تم یہ بھی کہتے پھر رہے ہو کہ بہت جلد قوم عاد ہلاکت میں پڑ جائے گی۔ تو پھر کہو کون سا لشکر تیار کیا ہے ہماری ہلاکت کے لیے۔''

Marfat.com

''یہ تو میرا اللہ ہی جانتا ہے۔''

''پھر تو یہ کیوں کہتا پھر رہا ہے کہ میں تمہارے اوپر بڑے دن کے عذاب کے آنے سے ڈرتا ہوں۔''

''یہ اس لیے کہ میرے دادا، حضرت نوح علیہ السلام کی امت بھی بت پرستی میں مبتلا ہوگئی تھی تو میرے دادا نے بھی یہی کہا تھا۔ اگر اللہ چاہے تو اس عذاب کو بھی لے آئے گا۔ تم اس کو تھکا دینے والے نہیں ہو۔''

''پھر اس کے بعد کیا ہوا تھا؟'' سرداروں نے قہقہے بلند کیے۔

''حضرت نوح علیہ السلام نے بددعا کی تھی اور عذاب آ گیا تھا۔''

''تو پھر تم بھی بددعا کر ہی دو۔'' سرداروں نے نہایت ڈھٹائی سے کہا۔

''میں پھر کہتا ہوں۔'' حضرت ہود علیہ السلام نے کہا۔ ''توبہ کے دروازے ابھی بند نہیں ہوئے۔ عقل و ہوش سے کام لو۔ قوم نوحؑ کے حالات سے عبرت حاصل کرو۔ اب بھی توبہ کرلو۔ وہ تمہیں بخش دے گا۔''

''اے ہود! بس بہت ہو چکا۔ ہم سے تیری روز روز کی نصیحتیں نہیں سنی جاتیں۔ ہم ایسے ناصح مشفق سے باز آئے۔ اگر تو واقعی اپنے قوم میں سچا ہے تو وہ عذاب جلد لے آ تاکہ ہمارا تیرا قصہ پاک ہو۔''

حضرت ہودؑ نے ان کی دلیری کو افسوس کی آنکھوں سے دیکھا۔ اذیت کی ایک لہر ان کے رگ و پے میں دوڑ گئی۔ اگر میری قوم کی سرکشی کی وجہ سے ان پر عذاب الٰہی نازل ہوا تو ہنستے بستے گھر، یہ چلتے پھرتے لوگ نیست و نابود ہو جائیں گے لیکن کیا بھی کیا جاسکتا ہے۔ یہ اللہ کے نافرمان ہیں۔ اس کے ساتھ مذاق میں لگے ہوئے ہیں۔ یہ عذاب ہی کے مستحق ہیں۔ میں نے حجت پوری کردی۔ مجھے جو پیغام ملا تھا، میں نے دیانت داری سے ان تک پہنچا دیا۔ اب ان کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے۔ نوح (علیہ السلام) کا تو بیٹا نافرمان تھا۔ وہ اس لیے بھی نہیں بچ سکا کہ نوحؑ کا بیٹا تھا۔ پھر یہ تو میری قوم ہے۔ میں درمیان سے ہٹتا ہوں، اب اللہ کا غضب جانے اور یہ بدبخت قوم۔

''ہود! کس سوچ میں پڑ گئے۔ کہو کب آئے گا وہ عذاب جس سے لوگوں کو ڈراتے پھر رہے ہو۔''

''اب میں بھی انتظار کرتا ہوں اور تم بھی انتظار کرو۔'' حضرت ہودؑ نے فرمایا اور اپنے پیچھے قہقہوں کا طوفان چھوڑ کر ان کے درمیان سے اٹھ آئے۔

جتنے تنہا وہ آج تھے کبھی نہیں ہوئے تھے۔ جس اذیت سے آج گزر رہے تھے، کبھی نہیں گزرے تھے۔ اس قوم کے بڑوں نے جس جس طرح ان کا مذاق اڑایا، انہیں جھوٹا اور بے وقوف کہا، اللہ کی نشانیوں کا مذاق اڑایا اور انہیں جھٹلایا اس کے بعد اس قوم سے خیر کی کوئی امید نہیں رہی تھی۔ بے اختیار ہوکر وہ اپنے آپ سے باتیں کرنے لگے۔

''اگر میری مخلصانہ اور سچی نصیحتوں کا یہی صلہ ہے جو ان لوگوں نے مجھے دیا اور عذاب کا اتنا ہی شوق ہے تو وہ بھی کچھ دور نہیں۔ بلاشبہ تمہارے پروردگار کی جانب سے تم پر عذاب و غضب آ پہنچا۔''

انہیں وہ سوال یاد آ رہے تھے جو ان کی قوم ان سے کرتی رہی تھی۔ وہ جواب یاد آ رہے تھے جو انہوں نے اپنی قوم کو دیے تھے۔ طویل عرصے کا پورا منظرنامہ ان کے سامنے تھا۔

میری قوم کس ڈھٹائی سے بار بار کہتی رہی ہے۔ ''ہمیں تو ایسا دکھائی دیتا ہے کہ تم حماقت میں پڑ گئے ہو اور ہمارا خیال یہ ہے کہ تم جھوٹ بولنے والوں میں سے ہو۔'' (القرآن)

میں نے اس تلخ بات کا بھی کس شائستگی سے جواب دیا۔ ''بھائیو! میں احمق نہیں ہوں۔ میں تو اس کی طرف سے جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے، فرستادہ ہوں۔ میں اس کا پیغام تمہیں پہنچاتا ہوں اور یقین کرو کہ تمہیں دیانت داری کے ساتھ نصیحت کرنے والا ہوں۔ کیا تمہیں اس بات پر اچنبھا ہو رہا ہے کہ ایک ایسے آدمی کے ذریعے تمہارے پروردگار کی نصیحت تم تک پہنچی جو خود تم ہی میں سے ہے۔ خدا کا یہ احسان یاد کرو کہ قوم نوحؑ کے بعد تمہیں اس کا جانشین اور تمہاری نسل کو زیادہ

Marfat.com

وسعت وتوانائی بخشی۔ پس چاہیے کہ اللہ کی نعمتوں سے غافل نہ ہوتا کہ ہر طرح کامیاب ہو۔'' (القرآن)

ایسی شائستہ بات کا انہوں نے یہ جواب دیا۔'' کیا تم اس لیے ہمارے پاس آئے ہو کہ ہم صرف ایک ہی خدا کے پجاری ہو جائیں اور ان معبودوں کو چھوڑ دیں جنہیں ہمارے باپ دادا پوجتے آئے ہیں۔ اگر تم سچے ہو تو وہ بات لا دکھاؤ، جس کا ہمیں خوف دلا رہے ہو۔'' (القرآن)

وہ اتنے بے باک ہو گئے تھے کہ بتوں کے لیے اللہ سے لڑ رہے تھے۔ حضرت ہودؑ نے انہیں سمجھایا۔'' کیا ہے جس کی بنا پر تم مجھ سے لڑ رہے وہ جو محض چند نام جو تم نے اور تمہارے بزرگوں نے اپنی جی سے گھڑ لیے ہیں اور جن کے لیے خدا نے کوئی سند نہیں اتاری۔ اچھا آنے والے وقت کا انتظار کرو۔ میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کروں گا۔'' (القرآن)

آپ نے بچپن سے بڑھاپے تک کی منزلیں اسی خطہ زمین پر رہ کر بسر کی تھیں۔ اسی قوم میں پلے بڑھے تھے۔ بے زاری کے باوجود اس زمین سے اور اس قوم سے محبت بھی تھی لیکن اللہ کی محبت سب پر غالب تھی۔ اس کے علاوہ اس قوم نے ان کے ساتھ جو سلوک کیا تھا، جس جس طرح تذلیل کی تھی اور آج سرداروں نے جس طرح اور جس تیور سے بات کی تھی اس نے ایسا دل دکھایا کہ بے اختیار انہوں نے نہیں ان کے آنسوؤں نے دو جہانوں کے رب کو پکارا۔

'' خدایا! انہوں نے مجھے جھٹلایا ہے۔ پس تو میری مدد کر۔''

بارگاہ خداوندی نے ڈھارس بندھائی،'' عنقریب ایسا ہونے والا ہے کہ یہ اپنے کیے پر شرمسار ہوں گے۔''

اب اس اندھی، بہری اور گونگی قوم کو سمجھانا بے سود تھا۔ اب تو اس وقت کا انتظار کرنا تھا جب اللہ کے وعدے کے مطابق اس قوم کو شرمساری کے سوا کچھ ملنے والا نہیں تھا۔ حضرت ہودؑ نے قوم سے کہہ دیا تھا کہ اب میں بھی انتظار کرتا ہوں تم بھی انتظار کرو۔ دونوں طرف خاموشی تھی۔

جب کئی دن گزر گئے اور عذاب کے آثار دکھائی نہ دیے تو قوم عاد کے لوگ جشن کی صورت میں باہر نکل آئے۔ خوشی سے بغلیں بجانے لگے۔ انہیں یقین ہو گیا کہ حضرت ہودؑ اپنی بات سے میں سچے نہیں تھے۔

حضرت ہودؑ اپنے مومن ساتھیوں کو تسلی دے رہے تھے کہ وہ مشرکوں کے طعنوں سے دل چھوٹا نہ کریں۔ اللہ کبھی اپنے وعدے کے برخلاف نہیں کرتا۔ یہ قوم اپنے انجام کو ضرور پہنچے گی۔ بس جو وقت جاتا ہے وہ جاتا ہے۔

بارشوں کا موسم قریب آ رہا تھا۔ پچھلی بارشوں کا جو پانی ذخیرہ کیا گیا تھا وہ ابھی تک موجود تھا۔ اس امید میں کہ اب تو بارشیں ہونے ہی والی ہیں اس پانی سے بہت سا پانی خرچ کر دیا گیا۔ اب سب کی آنکھیں آسمان پر لگی ہوئی تھیں لیکن آسمان کی چھلنی کے سوراخ بند تھے۔ کسی دن ایک بوند بھی نہیں برسی اور موسم گزر گیا۔ ایک سال کا انتظار تھا اور پانی تھوڑا تھا۔ کھیتوں کے لب خشک ہو گئے۔ جو پانی رہ گیا تھا وہ بھی تھوڑا تھوڑا کر کے کھیتوں کے حوالے کر دیا گیا۔ غضب یہ ہوا کہ جن جگہوں پر قدرتی چشمے تھے انہیں بھی زمین نے نگل لیا۔ بارشوں کا موسم پھر آنے والا تھا۔ آنکھیں پھر آسمان پر لگی ہوئی تھیں۔ بارش تو بڑی بات، بادل اپنا چہرہ بھی نہیں دکھا رہے تھے۔ گرم لو کے تھپڑے چہروں کو جھلسائے دے رہے تھے۔ پوری قوم بتوں کے سامنے بیٹھی تھی مگر دیوتاؤں کے دل پتھر ہو گئے تھے۔ کوئی سننے کو تیار نہیں تھا۔ دن ایک ایک کر کے گزرتے جا رہے تھے۔ پانی کے ذخائر صرف اتنے رہ گئے تھے کہ پینے کے برتن بھر سکیں۔ چراگاہیں ریگستان بن گئیں، کھیت اجڑ گئے۔ چشمے پہلے خشک ہو چکے تھے۔ جانوروں کے وہ ریوڑ جن پر انہیں ناز تھا، پانی کی کمی کا شکار ہونے لگے۔ عالیشان عمارتوں میں لگے باغ اجڑ گئے۔ وہ کھیتیاں جو انہیں غذا فراہم کرتی تھیں، فصل دینے سے پہلے ہی تباہ ہو گئیں۔

جب تیسرا سال آیا اور اس سال بھی بارش نہیں ہوئی تو جان لبوں پر آ گئی۔ جس قوم کو اپنی دولت، اپنے کھیتوں، اپنے چشموں، اپنے محلات اور سب سے بڑھ کر اپنے معبودوں پر ناز تھا، دانے دانے کو محتاج ہو گئی۔ ساری خوش حالی رخصت ہو گئی۔ قدرت نے سارے زیور ایک ایک کر کے اتار لیے۔ وہ تمام نعمتیں جو دی گئی تھیں، ایک ایک کر کے چھین

Marfat.com

لیں۔

حضرت ہود علیہ السلام کو ایک مرتبہ پھر ان کی حالت پر رحم آ گیا۔ انہوں نے پھر اپنی قوم کو مخاطب کیا کہ اب بھی وقت ہے۔ اب بھی توبہ کرلو۔ وہ بڑا بخشنے والا ہے، تمہارے قصور معاف کردے گا لیکن ان کی قسمت میں اس سے بھی بڑا عذاب لکھا ہوا تھا۔ انہیں اس وقت بھی عقل نہیں آئی۔ انہوں نے حضرت ہودؑ کی طرف سے منہ پھیر لیا۔ وہ اب بھی نہیں سمجھے کہ یہ قحط سالی دراصل اسی عذاب کا ابتدائیہ ہے جس کا سامنا ابھی انہیں کرنا ہے۔

حضرت ہودؑ کو یقین ہو گیا تھا کہ اب اس قوم کو عذابِ الٰہی سے کوئی نہیں بچا سکتا۔ وہ وقت قریب ہے جس کا انتظار تھا لہٰذا اس بستی سے نکل جانا ہی بہتر ہے۔ انہوں نے اپنی قوم کو اس کے حال پر چھوڑا اور اپنے مومن ساتھیوں کے ساتھ جنوب کی جانب خطیرہ نامی بستی میں پناہ گزیں ہو گئے اور بدبخت قوم کے انجام کا انتظار کرنے لگے۔

تین سال ہو گئے تھے۔ بارش کی ایک بوند کسی آنکھ نے نہیں دیکھی تھی لیکن سرکش قوم کی خام خیالی نے اب بھی ہار نہیں مانی تھی۔ وہ اس خشک سالی کو حضرت ہود علیہ السلام کی بددعا یا اپنی نافرمانی کا نتیجہ نہیں سمجھ رہے تھے بلکہ اسے دیوتاؤں کی ناراضگی کا نتیجہ قرار دے کر بتوں کے آگے سجدہ ریزی میں وقت گزار رہے تھے۔ وہ مفلس و نادار لوگ جو حضرت ہودؑ کی باتیں بڑے غور سے سنا کرتے تھے، پوری قوم انہیں طعنے دے رہی تھی کہ یہ بت تم سے تو ناراض تھے ہی تمہاری حرکتوں نے انہیں ہم سے بھی خفا کر دیا۔

جب کسی صورت پتھروں کے دل موم نہ ہو سکے تو تشویش کی بڑھتی ہوئی لہر نے دس ستونوں والی عمارت میں سر برآوردہ سرداروں کو آواز دے لی۔ جب کوئی قومی مسئلہ درپیش ہوتا تھا تو اس عمارت میں جشن بپا ہو جاتا تھا۔ شراب کے شیشوں کی کھنک میں مشوروں کی بھیڑ لگ جاتی تھی۔ سردار جمع ہوتے تھے، رقاصائیں جلوہ افروز ہوتی تھیں۔ شراب کے شیشوں کی کھنک میں مشوروں کی بھیڑ لگ جاتی تھی۔ لیکن آج نہ رقاصائیں تھیں، نہ حلق تر کرنے کے لیے شراب۔ مصیبت کی اس گھڑی نے تمام ریت رسمیں بھلا دی تھیں۔ اس عمارت کی اجڑی ہوئی روشیں اور سوکھے ہوئے درخت سرداروں کی بے بسی کا تماشا دیکھ رہے تھے۔

''ہمارے دیوتا ہم سے ناراض ہیں۔'' ایک سردار نے بات کا آغاز کیا۔ ''اور یہ دیوتا اس لیے ناراض ہیں کہ ہود (علیہ السلام) ان کے خلاف باتیں کرتا تھا اور ہم اسے روک نہ سکے۔ اب ہمارے معبود ہمیں پانی کو ترسا رہے ہیں۔''

''اب بھی اگر ہود کو تلاش کر کے اسے قرار واقعی سزا دے دی جائے تو ہمارے معبود ہم سے خوش ہو سکتے ہیں۔'' ایک اور سردار نے مشورہ دیا۔

''وہ بہت ہوشیار تھا بستی چھوڑ کر جا چکا ہے۔ اب کوئی اس کا ساتھی بھی یہاں نہیں ہے کہ اسے دیوتا پر قربان کر دیں۔'' کسی اور سردار کی آواز ابھری۔

''کیا ہم لوگ اتنے گئے گزرے ہو گئے کہ اسے تلاش بھی نہ کر سکیں۔'' ایک سردار نے غصے میں کھڑا ہو گیا۔

''اس طرح تو بہت دیر ہو جائے گی۔ ہمارے جانور پیاس سے مر رہے ہیں۔ ہماری کھیتیاں اجڑ گئی ہیں۔ بھوکے لوگوں کا غصہ کہیں ہم پر نہ اترنے لگے۔ جو کچھ کرنا ہے جلدی کرو۔''

''تو کیا ہم آسمان پھاڑ کر پانی برسا دیں۔''

''ایک اور صورت بھی ہو سکتی ہے، اگر ہم میں سے کوئی یا چند لوگ ہمت کریں۔'' حاکم جو اب تک خاموش تھا اس نے کہا۔

''ہمت کی اچھی کہی۔ ہم کچھ بھی کرنے کو تیار ہیں۔''

''زمانہ قدیم سے رواج ہے کہ جب کوئی بڑی مصیبت درپیش ہوتی ہے تو بیت اللہ میں جا کر دعا کی جاتی ہے۔ پھر

Marfat.com

خدا ان بتوں کو سمجھا تا ہے اور یہ ہماری منت پوری کر دیتے ہیں۔ ہم نے چونکہ سال ہا سال سے کوئی مصیبت دیکھی ہی نہیں تھی اس لیے اس رسم کو بھی بھول گئے ہیں۔ ہمیں چاہیے کہ ہم ایک وفد بیت اللہ بھیجیں جو وہاں جا کر دعا کرے۔''

اس تجویز کو نہ صرف سب نے پسند کیا بلکہ ہر شخص اس وفد میں شریک ہونے کے لیے بے قرار بھی نظر آنے لگا۔ ان میں کا ہر شخص یہ سوچ رہا تھا کہ کسی طرح اس قحط زدہ علاقے سے تو نکلا جائے۔ سیر و تفریح کے شائق یہ سردار اس مصیبت میں بھی حلق تر کرنے اور شکم سیری کی باتیں سوچ رہے تھے۔ دعا پوری ہو نہ ہو، کچھ دن آرام و فراغت سے تو بسر ہو جائیں گے۔

خواہش مندوں کی تعداد بڑھتے بڑھتے ستر تک پہنچ گئی۔ اب سوال یہ اٹھا کہ اس وفد کی سربراہی کون کرے گا۔ حاکم نے ایک نظر موجود لوگوں پر ڈالی۔ اس کا مطلوبہ آدمی وہاں تھا ہی نہیں۔

''قیل بن عنبر نظر نہیں آ رہا۔''

''جو موجود نہیں ہے آپ کو اس کی تلاش کیوں ہے؟''

''اس وفد کا سربراہ اس سے بہتر کون ہو سکتا ہے۔''

حاکم کے اس ارشاد کے بعد ہر طرف شور مچنے لگا۔ ہر شخص کا دعویٰ تھا کہ وہ بہترین سربراہ ہو سکتا ہے۔ ان لوگوں کا غرور اور گھمنڈ یہ ماننے کو تیار ہی نہیں ہوتا تھا کہ ان سے بہتر بھی کوئی ہو سکتا ہے۔ ہر سردار اپنے ریوڑ اور اپنے جانوروں کی تعداد بتا رہا تھا اور دعویٰ کر رہا تھا کہ چونکہ اس کے پاس اتنے جانور اور اتنے محلات ہیں اس لیے وہ سربراہی کرے گا۔ حاکم نے بڑی مشکل سے انہیں خاموش کرایا اور ایک عقلی جواز ایسا دیا کہ ان سب کو مجبوراً حاکم کا فیصلہ ماننا پڑا۔

''حرم کعبہ کی جگہوں پر قوم عمالیق مقیم ہے اور ان کا سردار معاویہ بن بکر ہے۔ یہ شخص معاویہ بن بکر، قیل بن عنبر کا رشتے دار ہے لہٰذا جب تمہارا وفد وہاں پہنچے گا تو قیل بن عنبر کی وجہ سے معاویہ کے مہمان ہو گے۔ حرم کعبہ کے قریب ہو گے تو دعا میں آسانی ہو گی۔ اس کے علاوہ یہ کہ معاویہ بن بکر کی والدہ جلندہ، قوم عاد سے تعلق رکھتی ہے۔ وہ بھی تمہاری میزبانی میں کسر اٹھا نہ رکھے گی۔''

حاکم کے حکم پر قیل بن عنبر کو بلوایا گیا۔ یہ شخص ہر وقت شراب کے نشے میں مدہوش رہا کرتا تھا۔ اس وقت بھی وہ لڑکھڑاتا ہوا اندر داخل ہوا تھا۔

''قیل بن عنبر، تم اجلاس میں آئے نہیں۔ ہمیں بلوانا پڑا۔'' حاکم نے کہا۔

''میرے پاس اتنی شراب نہیں تھی کہ سب کو پلا سکتا۔ اس لیے نہیں آیا۔ اکیلے بیٹھ کر پی رہا تھا۔ ایسے خشک اجلاس میں کون آئے۔''

''اب آ گئے ہو تو غور سے سنو۔'' حاکم نے اسے متوجہ کیا اور ہونے والے فیصلے سے آگاہ کیا۔

''واہ! معاویہ تو اپنا رشتے دار ہے۔ پیٹ بھر کے شراب پلائے گا۔ تمہیں جو دعا کرنا ہے کر لینا۔''

دوسرے دن کا سورج طلوع ہوا تھا کہ یہ قافلہ روانگی کے لیے تیار تھا۔ قیل بن عنبر ایک سرخ اونٹ پر سوار تھا۔ باقی لوگ بھی کچھ گھوڑوں پر کچھ اونٹوں پر سوار تھے۔ قبیلے کی عورتوں نے وداعی کے گیت گا کر انہیں رخصت کیا اور امید بھری آنکھوں سے ان لوگوں کو جاتے ہوئے دیکھتی رہیں کہ یہ لوگ ان کے لیے سفر کی صعوبت اٹھا رہے ہیں اور ان کے لیے دعا کر کے لوٹیں گے۔

مکہ کی آبادی کے لیے ایسا کوئی قافلہ نیا نہیں تھا۔ بیت اللہ کی وجہ سے یہاں لوگ آتے ہی رہتے تھے۔ یہ قافلہ اس لیے توجہ کا مرکز بن گیا کہ قحط اور خشک سالی کی خبریں یہاں تک بھی پہنچ چکی تھیں۔ یہ جدھر سے گزرتے تھے، لوگ ان کی صعوبت کے بارے میں دریافت کرتے تھے۔ کچھ لوگوں نے حضرت ہودؑ کے بارے میں بھی دریافت کیا (حضرت ہودؑ مکہ کی آبادی کے نبی نہیں تھے۔ یہ تو صرف اپنی قوم کے لیے اتارے گئے تھے۔ البتہ ان لوگوں نے ان کے بارے میں سنا

Marfat.com

ہوگا) جس کا جواب ان سرداروں نے غصے بھری آنکھوں سے دیا اور تیزی سے آگے بڑھ گئے۔

حرم کعبہ کے قریب پہنچ کر معاویہ بن بکر کو تلاش کرنا مشکل نہیں تھا۔ قیل بن عنبر کچھ عرصہ پہلے بھی یہاں آ چکا تھا لیکن اب یہ علاقہ کچھ بدل گیا تھا۔

قوم عاد کے لوگ جہاں بھی جاتے تھے اپنی طویل القامتی اور جسامت سے الگ پہچانے جاتے تھے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس جیسی قوم کوئی دوسری پیدا نہیں کی تھی یہی وجہ تھی کہ اہل مکہ انہیں دلچسپی سے دیکھتے ہوئے ان کے پیچھے پیچھے چلے آئے تھے۔

''یہی ہے سردار معاویہ کا مکان۔'' کسی بچے نے اشارہ کیا۔

''اس سے جا کر کہو، قیل بن عنبر آیا ہے۔'' اس نے اتنی بلند آواز میں کہا کہ آواز معاویہ بن بکر تک پہنچ گئی یا وہ خود کسی کام سے باہر نکلا ہوگا۔ بن عنبر نے اسے دیکھتے ہی اپنی اونٹنی کو نیچے بٹھالیا اور کود پڑا۔ معاویہ آگے بڑھا اور گرم جوشی سے بغل گیر ہوگیا۔ معاویہ کے باہر آتے ہی جمع ہونے والے لوگ تیزی سے وہاں سے ہٹ گئے تھے۔

''میں سن تو رہا تھا کہ قوم عاد سے بادل روٹھ گئے ہیں مگر آج تمہیں یہاں دیکھ کر فکر مند ہوگیا ہوں۔ حالات کچھ زیادہ ہی خراب ہوگئے ہیں جو حرم کعبہ کی یاد آئی ہے۔''

''ہاں کچھ ایسی ہی بات ہے۔ ہم سرداروں کے لیے ٹھہرنے کا بندوبست کرو۔ باقی باتیں بعد میں ہوں گی۔''

''تمہارے بھائی کا دل بہت بڑا ہے اور مکان بھی۔'' معاویہ بن بکر نے آنکھوں ہی آنکھوں میں اس کے ساتھ آئے ہوئے آدمیوں کی تعداد جانچتے ہوئے کہا۔

معاویہ نے اپنے آدمیوں سے کہا کہ وہ ان کے جانوروں کو اصطبل میں لے جائیں اور قیل بن عنبر کو اس کے وفد کے ساتھ اندر آنے کو کہا۔ قیل بن عنبر نے سر جھکایا اور اندر داخل ہوگیا۔ اس کے پیچھے باقی سردار بھی آگئے۔

''جب تک پہلے آئے تھے اس وقت بھی میں نے یہی کہا تھا کہ اور آج بھی یہی کہہ رہا ہوں کہ ہم لوگوں کے قد اتنے طویل نہیں اس لیے دروازے تمہارے لائق نہیں۔''

''ہمارے قد ہمارے اپنے گھروں میں بھی نہیں سماتے۔ ہم سربلند لوگ ہیں۔'' قیل بن عنبر نے رعونت سے کہا اور معاویہ سوچنے لگا کہ ان لوگوں کا غرور نہیں گیا۔

''سربلند لوگ ہی تو آتے ہی حرم کعبہ میں اپنی ضرورتیں لے کر۔'' معاویہ نے نہایت باریک طنز کیا جس کو شاید قیل بن عنبر کی موٹی عقل سمجھ نہیں سکی۔

یہ لوگ اس وقت ایک طویل راہ داری سے گزر رہے تھے۔ اس کے بعد سیڑھیاں آگئیں جنہیں چڑھ کر اوپر کی منزل پر جانا تھا۔ اوپر کی منزل خالی پڑی تھی جس میں لاتعداد کمرے اور ایک طویل کمرا تھا جو شاید رقص و سرور کی محفلیں سجانے کے کام آتا ہوگا۔

معاویہ ان لوگوں کو بٹھا کر نیچے چلا گیا۔ کچھ ہی دیر گزری تھی کہ ایک کنیز نہایت حسین و جمیل، ہوش ربا لباس میں ملبوس چمڑے کی چھاگل اٹھائے اندر داخل ہوئی۔ دوسری کنیز مٹی کے پیالے لے کر آگئی اور مہمانوں کو پانی پلانے لگی۔

''نازنین، تمہارا نام کیا ہے؟'' قیل بن عنبر نے پوچھا۔

''بندی کو عنیزہ بنت ذواب کہتے ہیں۔''

''تم صرف پانی پلاتی ہو یا کچھ اور بھی؟''

''سردار کے گھر میں پرانی سے پرانی شراب موجود ہے۔ کہیے کب کی پئیں گے۔''

''ابھی تو تمہیں دیکھ کر نشہ ہوگیا۔ کچھ دیر بعد پئیں گے۔''

کنیز اٹھلاتی ہوئی اٹھی اور قیل بن عنبر سے اجازت کی طالب ہوئی۔ ''اگر اجازت ہو تو اب جا کر کچھ دیر بعد

Marfat.com

آ جاؤں۔''

''اپنے مالک سے کہنا، آداب میزبانی بھول گئے۔ شراب تو بھیج دو، قیل بن عنبر آیا ہے۔''

معاویہ بن بکر کو معلوم تھا، کون سی قوم اس کی مہمان بنی ہے لہٰذا وہ اس کی تیاری میں لگا ہوا تھا۔ وہی دو کنیزیں پھر آئیں۔ اس مرتبہ ان کی چھاگلوں میں پانی نہیں شراب تھی۔ ان کے پیچھے پیچھے دو غلام بھی حاضر ہو گئے جن کے ہاتھوں میں بھنے ہوئے گوشت کے تھال تھے۔ کنیزوں نے ساقی گری شروع کی اور غلاموں نے گوشت سے بھرے ہوئے تھال دستر خوان پر سجا دیے۔ اب معاویہ بھی شریک محفل تھا۔

''ہاں، اب سناؤ قیل بن عنبر، کیسے آنا ہوا۔ چند روز ٹھہرو گے یا چلے جاؤ گے؟''

''تم نے جو پہلی بات کہی تھی وہی صحیح تھی۔ سر بلند لوگ ہی تو آتے ہیں اپنی ضرورتیں لے کر حرم کعبہ میں۔''

''حالات اتنے خراب ہیں؟''

''تین سال سے بارش کا منہ نہیں دیکھا۔''

''تمہارے دیوتا بھی تمہاری نہیں سنتے۔ ہم تو حرم کعبہ کے ہوتے ہوئے بھی دیوتاؤں ہی سے مانگتے ہیں۔''

''تم نے ہود کا منہ نہیں دیکھا۔ خود کو اللہ کا رسول کہتے اور کہتا ہے ہم گمراہ ہو گئے ہیں۔''

''اس معاملے کا ہود سے کیا تعلق؟''

''اس نے ہمارے معبودوں کو برا بھلا کہا اور ہم نے اس لیے اسے رعایت دی کہ وہ ہماری قوم کا ہے اور معزز خاندان سے ہے۔ اب معبود ہماری نہیں سنتے تو ٹھیک ہی تو کرتے ہیں۔ قوم نے مجھے بھیجا ہے کہ حرم کعبہ میں دعا کروں۔''

''یہ تو تم نے بری خبر سنائی۔ دو چار دن مجھے میزبانی کا شرف دو اس کے بعد دعا کے لیے دیوار کعبہ پر جانا۔''

''قوم میرا انتظار کر رہی ہوگی۔ ہمیں جلدی جانا ہوگا۔''

''چلے جانا۔ ابھی تو تھکن بھی نہیں اتری ہوگی۔''

''میں نے غلط تو نہیں کہا تھا کہ تم آداب میزبانی بھول گئے ہو۔''

''کیا ہوا کوئی کمی رہ گئی؟''

''رقص کے بغیر شراب حلق سے نیچے اترتی ہے کیا؟''

''مجھے یاد ہے لیکن ابھی آپ لوگ تھکے ہوئے ہیں۔ ایک نیند لے لو۔ اس وقت تک چراغ بھی جل جائیں گے پھر رات اپنی ہے۔''

''انتظام ایسا ہو کہ برسوں کی تھکن اتر جائے۔ ہماری رقاصاؤں کے تو پاؤں بے جان ہو گئے ہیں۔''

بہت دیر تک شغل شراب چلتا رہا اور پھر سب کو نشے کی نیند نے دبوچ لیا۔

رات ہوئی تو آنکھیں جل اٹھیں۔ معاویہ نے کوہ قاف کی پریوں کو دعوت رقص دے ڈالی تھی۔ دو رقصائیں دلوں پر پاؤں رکھتی ہوئی آئیں اور آنکھوں میں بیٹھ گئیں۔ رقص شروع ہوا تو جیسے بجلی سی کوند گئی۔ کوئی آسمانی مخلوق تھی جو زمین والوں کو ستانے آ گئی تھی۔ کمان کی طرح لچکتے ہوئے بدن جب ایک طرف سے دوسری طرف جاتے تھے تو تیر ٹھیک نشانے پر لگتے تھے۔ پورا قافلہ زخموں سے چور تھا۔ ایک چوٹ بچاتے تھے تو دوسری کھاتے تھے۔ ان لوگوں کی عمریں گزری تھیں رقاصاؤں کے کرتب دیکھتے لیکن اب معلوم ہوتا تھا جیسے اس فن میں وہ سب سے پیچھے ہیں۔

''اگر خشک سالی کا سامنا نہ ہوتا تو انہیں اپنے ساتھ لے جاتا۔'' قیل بن عنبر نے معاویہ سے کہا۔

''انہیں پھر بھی لے جاؤ۔ شاید تمہارے دیوتاؤں کو انہیں دیکھ کر تم پر رحم آ جائے۔''

''کہہ تو ٹھیک رہے ہو۔ ان کا رقص انسانوں کو پتھر اور پتھروں کو انسان بنا سکتا ہے۔''

Marfat.com

''تمہیں کس گنتی میں رکھوں۔''

''میں بھی پتھر تھا مگر اب پگھلتا جا رہا ہوں۔''

دونوں حسینائیں قیل بن عنبر کی کمزوری سمجھ گئی تھیں۔ بار بار اس کی طرف جھکتی تھیں اور پھر ہاتھوں سے پھسل کر ایک طرف کو مڑ جاتی تھیں۔ قیل بن عنبر کو اس ''ہاٹ مچولی'' میں مزہ آ رہا تھا۔ اِدھر نشہ بھی دو چند ہوتا جا رہا تھا۔ رات کے پچھلے پہر رقص و مستی کا یہ طوفان آخر تھم گیا۔

تھکے ہوئے یہ سردار ایسے بے سدھ ہو کر سوئے کہ پورا دن انہیں دیکھتا ہوا گزر گیا۔ شام ہوئی تو شغل بادہ نوشی نے ڈیرے ڈال دیے۔ اب اصرار تھا، تماشا ہو اور کٹھ پتلیاں دوسری ہوں۔ یہاں کیا کمی تھی۔ حسن کی ٹکسال کے دو اور مجسمے آ کر کھڑے ہو گئے۔ اس شان سے کہ چہروں پر نقاب تھے۔ نقاب کشائی قیل بن عنبر نے کی۔ قتل عام پھر شروع ہو گیا۔ جو جہاں تھا وہیں ڈھیر ہو گیا۔ یہ رقاصائیں رقص بھی کر رہی تھیں، آواز کا جادو بھی جگا رہی تھیں۔ سب باک اشعار نے آوازوں کا روپ دھارا تو قیامت کہیں قریب بیٹھی ہوئی نظر آئی۔ اب کس کی ہمت تھی کہ ہوش کی باتیں کرتا۔ وہ سب کچھ ہوا جہاں ہوش کی ضرورت نہیں رہتی۔ یہ رات بھی گزر گئی اور دن، رات کی نیند کا قرض چکاتے ہوئے گزر گیا۔ پھر وہی رات وہی ساز و طرب۔

میزبان اپنے دام میں خود پھنستا چلا جا رہا تھا۔ یہ اصرار کر بیٹھا کہ شکار پر چلتے ہیں۔ ہرنوں کے پیچھے گھوڑے دوڑائیں گے۔ آج چلیں گے، کل واپس آ جائیں گے۔ رقاصائیں ساتھ نہ ہوں تو شکار کا لطف ہی کیا۔ قیل بن عنبر کے اصرار پر رقاصائیں بھی ساتھ ہو گئیں۔ ستر پچھتر آدمیوں کا قافلہ۔ جنگل میں شامیانے لگ گئے۔ کئی دھوپ بھرے دن کئی چاندنی راتیں گزر گئیں۔

شکار سے واپس آئے تو شکار کیے ہوئے جانوروں کے گوشت کٹتے اور بھنتے رہے۔ پھر شکار کی تھکن اترتی رہی۔ رقاصائیں رقص کرتی رہیں، شراب کے دور چلتے رہے۔

عیش و عشرت کی دلدادہ اس قوم کے لیے یہ مناظر ایسے دل فریب تھے کہ اس قوم کا خیال ہی دل سے رخصت ہو گیا جسے وہ قحط سالی کا شکار چھوڑ کر آئے تھے۔ وہ مقصد ہی فوت ہو گیا جس کے لیے وہ گھر سے نکلے تھے۔ یہاں شراب کی بارش ہو رہی تھی پھر آسمانی بارش کی فکر کس کو! وادی مغیث میں ان کا انتظار ہو رہا تھا اور وہ یہاں لونڈیوں کا رقص دیکھ رہے تھے۔

انہیں یہاں رہتے ہوئے ایک مہینا ہو گیا تھا۔ معاویہ کی والدہ یہ سب کھیل تماشے دیکھ رہی تھی۔ وہ قوم عاد اور اس کی فطرت سے اچھی طرح واقف تھی کیونکہ خود اسی قوم سے تھی۔ اسے معلوم تھا جب تک ان لوگوں سے کہا نہیں جائے گا، یہ جائیں گے نہیں۔ اس نے معاویہ کو بلایا تاکہ اس سے بات کی جائے۔

''معاویہ، یہ تمہارے مہمان کب جائیں گے؟''

''میں ان سے خود کیسے کہوں کہ اب وہ چلے جائیں۔ وہ یہاں حرم کعبہ میں دعا کے لیے آئے تھے لیکن اب تو انہیں یہ بھی یاد نہیں کہ وہ آئے کیوں تھے۔ عیش کی دلدادہ ایسی دوسری قوم میں نے نہیں دیکھی۔''

''خیر یہ عیش تو انہیں سجتا ہے لیکن بے چاری قوم خشکی میں پڑی ہے۔ یہ دعا کریں تو بارش ہو۔ انہیں یاد تو دلاؤ کہ وہ یہاں دعا کے لیے آئے ہیں۔''

''اماں! تم کمال کرتی ہو۔ اس یاددہانی سے وہ یہ تقاضا نہیں سمجھیں گے کہ میں انہیں جانے کو کہہ رہا ہوں۔''

''غضب خدا کا، ستر آدمیوں کا بوجھ تیرے سر ہے اور اس قوم کی بددعائیں الگ جو بارش کو ترس رہی ہے اور تو نے ان کے آدمیوں کو روک رکھا ہے۔''

''اچھا اماں، دیکھو میں کچھ کرتا ہوں۔''

معاویہ نے کہہ تو دیا تھا لیکن سوچ رہا تھا کیا کرے۔ وہ خود پریشان ہو گیا تھا کہ ان بن بلائے مہمانوں کو کب تک

Marfat.com

کھلاتا رہے گا۔ اسی سوچ میں اسے قوم عاد کی بے چارگی کا خیال آ گیا اور پھر ایک ترکیب بھی سمجھ میں آ گئی۔ اس نے کچھ اشعار کہے جن میں قوم عاد کی حالت بیان کی گئی تھی۔ یہ اشعار کہہ کر اس نے اپنی دو خوش گلو باندیوں کو دے دیے کہ وہ انہیں اس وفد کے سامنے گائیں۔ شاید اس طرح انہیں اپنی قوم کی یاد آ جائے اور وہ واپسی کا سوچیں۔

''ایک روز جو محفل طرب آراستہ ہوئی تو ان باندیوں نے یہ اشعار ایسی دھن میں سنائے کہ سماں باندھ دیا۔ یہ اشعار وفد کے سربراہی کو مخاطب کر کے کہے گئے تھے۔ باندیاں گا رہی تھیں۔

خبردار! اے قیل تجھ پر افسوس ہو۔ کھڑا ہو کچھ نرمی اختیار کر
شاید کہ اللہ ہمیں بادلوں کی سخاوت دے
اور وہ بادل عاد کی زمین کو سیراب کر دیں، بے شک قوم عاد
ایسے ہو گئے ہیں کہ وہ بات بھی اچھی طرح نہیں کر سکتے
پیاس کی شدت کی وجہ سے پس ہم امید نہیں رکھتے
نہ ان کے کسی بوڑھے کی نہ ان کے کسی بچے کی زندگی کی
اور کبھی ان کی عورتیں بھی بہت صحت والی تھیں
اب ان کی عورتیں بھی بہت خوب ایام والی ہو گئی ہیں
اور ان کے مویشی بھی اب سوکھے گھر آتے ہیں
اور عاد کے لیے خیر کے کسی حصے کی پروا نہیں کی جاتی
اور تم یہاں اپنی خواہشات کے ساتھ عیش و عشرت میں ہو
تمہارے دن تمہاری راتیں تمام اسی میں گزرتے ہیں
پس قوموں کے وفود میں سے ایک تمہاری قوم کا وفد ہے
جو نہ مبارک بادی کا مستحق ہے نہ سلامتی کا

قیل بن عنبر اور ان کے ساتھی پہلے تو ان اشعار پر جھومتے رہے پھر اچانک انہیں یاد آیا کہ یہ تو قوم عاد کی بربادی کا ذکر ہو رہا ہے اور وہ یہاں بارش کی دعا کرنے کے لیے آئے تھے۔

قیل بن عنبر اپنے ساتھیوں کو لے کر جبل تہامہ کے پاس گیا اور دعا کے لیے الفاظ اچھال دیے۔

''اے اللہ! آپ بہ خوبی جانتے ہیں کہ میں کسی مریض کے پاس نہیں آیا کہ اس کی دوا اور علاج کروں اور نہ کسی قیدی کے پاس آیا کہ اس کا فدیہ دے کر اسے چھڑاؤں۔ اے اللہ عاد کو سیراب کو دیجیے جیسا کہ آپ پہلے کرتے تھے۔''

یہ دعا ختم ہوئی تھی کہ قدرت خداوندی سے آسمان پر تین رنگ کے بادل نمودار ہوئے۔ سفید، سرخ اور سیاہ۔ غیب سے ندا آئی کہ ان بادلوں میں سے کوئی ایک منتخب کر لو تو قیل نے سابقہ تجربوں کی روشنی میں اپنے لیے سیاہ بادلوں کا انتخاب کیا۔ اس کے خیال میں یہی وہ بادل تھے جو پانی سے بھرے ہوئے تھے۔

منادی نے ندا دی۔ ''تو نے ہلاکت و تباہی کو پسند کر لیا ہے اور تو نے قوم عاد میں کسی کو باقی نہ چھوڑا۔ نہ کوئی والد چھوڑا نہ والدہ مگر تو نے ان سب کو تباہ و ضائع کر دیا۔''

سیاہ بادل نے قوم عاد کی آبادی کی طرف رخ کیا۔ اس بادل کے آگے آگے سفید اور سرخ رنگ کے بادل تھے جو بڑی تیزی سے سفر کر رہے تھے۔ قیل اور وفد کے دوسرے لوگوں نے بھی یمن کا رخ کیا۔

قوم عاد کے لوگ بے چینی سے اپنے وفد کی واپسی کا انتظار کر رہے تھے۔ بستی سے باہر نکل کر، مکہ کی طرف سے آنے والے لوگوں سے پوچھ رہے تھے کہ قیل بن عنبر کا کچھ پتا نشانی ہے۔ اس کی دعا کا اب تک اثر کیوں نہیں ہوا۔ آخر وہ دن

Marfat.com

آہی گیا۔ انہوں نے سفید بادل دیکھے، پھر سرخ بادل نظر آئے۔ ان کے پیچھے سیاہ بادل امڈتے چلے آرہے تھے۔ ایسے سیاہ کہ دن میں اندھیرا ہوگیا۔

''دعا قبول ہوگئی! دعا قبول ہوگئی!'' وہ لوگ خوشی سے چیخنے لگے۔ ''اے نسر، اے یعوق، اے یغوث، اے ودخدا سے سفارش کرو۔ ہمیں یہی سیاہ بادل درکار تھے۔ یہی بارش برسائیں گے۔ ہمیں یہی بخش دو۔''

وہ بارگاہ الٰہی سے بھاگی ہوئی قوم جس کا صفحۂ ہستی سے نام ونشان تک مٹانے کے لیے قدرت کی جانب سے یہ سامان ہورہا تھا، اسے اپنے لیے سحاب رحمت خیال کرکے ابر سیاہ کو دیکھ کر خوشی سے جھومنے لگے۔ دلوں میں فرطِ انبساط کی لہریں دوڑنے لگیں۔ مردوزن پیروجواں سب گھروں سے باہر نکل آئے۔

یہ بادل اب وادی مغیث میں داخل ہوگئے تھے۔ لوگ خوشی سے ناچ رہے تھے۔ ان میں سے کوئی بھی نہیں جانتا تھا۔

''(نہیں) بلکہ یہ تو وہ (عذاب) ہے جس کی تم نے جلدی لگا رکھی تھی۔ اس میں ایسی آندھی ہے جو اپنے رب کے حکم سے ہر چیز کو تباہ کردے گی۔''

ان ناچنے والوں میں ایک عورت مہد بھی تھی۔ اس نے نہ جانے ان بادلوں میں کیا دیکھا کہ چیخ اٹھی۔ ''یہ تو عذاب اٹھائے ہوئے بادل ہیں۔'' وہ خوف سے بے ہوش ہوگئی۔ جب اس کے کچھ حواس بحال ہوئے تو لوگوں نے اس سے پوچھا۔ ''اے مہد! تو نے کیا دیکھ لیا؟''

''میں نے اس بادل میں آندھی دیکھی ہے۔ اس کے آگے آگے کچھ لوگ ہیں جو اس کو ہنکار رہے ہیں۔''

ان لوگوں نے مہد کی باتوں کو اس کے دماغ کا فتور سمجھا اور اس کا مذاق اڑانے لگے اور پھر ان کے قہقہے ان کے حلق میں بند ہوگئے۔

جن بادلوں کو وہ پانی سے بھرا ہوا سمجھ رہے تھے اس میں ٹھنڈی ہوائیں بھری ہوئی تھیں۔ آٹھ دن اور سات راتیں پیہم تیز وتند ہوا کے ایسے طوفان اٹھے کہ تنومند اور قوی ہیکل انسان جو اپنی جسمانی قوت کے گھمنڈ میں سرمست وسرکش تھے، اس طرح بے حس وحرکت پڑے نظر آتے تھے جس طرح تناور درخت بے جان ہوکر گر جاتا ہے۔

یہ آندھی انسانوں کو پہلے تو فضا میں بلند کرتی تھی پھر اوندھے منہ پٹخ دیتی تھی جس سے لاشیں بے سر کے رہ جاتی تھیں۔ اسی لیے قرآن میں آیا ہے۔ ''تو قوم کو پچھاڑا ہوا ایسے دیکھے گا گویا کھجور کے کھوکھلے تنے ہیں۔''

یہ ہلاکت خیز سخت آندھی ایسی تھی کہ اس نے کسی کو باقی نہ چھوڑا حتیٰ کہ ان کے پاس غاروں، پہاڑیوں، گھاٹیوں تک میں پہنچ گئی اور ان کو وہاں اچک لیا اور پھر نکال کر رسوا کیا۔ وہ محلات جو انہوں نے قلعوں کی طرح مضبوط بنائے تھے اور ان پر اتراتے تھے، اس آندھی نے ان کو انہی پر دے کر مارا۔ وہ کہا کرتے تھے، ہم سے زیادہ طاقتور کون ہے، اللہ نے ان پر ایسی ہوا مسلط کی جو چیخ چیخ کر کہہ رہی تھی ''اللہ سب سے بڑی طاقت والا ہے۔ گھمنڈ اور غرور کرنے والوں کی یہی سزا ہے۔''

ہوا کیا تھی، قہر الٰہی تھا۔ انسان تو کیا، بڑی بڑی پتھر کی مضبوط چٹانیں اپنی جگہ پر قائم نہ رہ سکیں۔ قوم عاد کو اس طرح اٹھا اٹھا کر پٹخا گیا کہ جسم ریزہ ریزہ اور ہڈیاں چور چور ہوگئیں۔ سنگین عمارتیں دھم سے زمین پر آگریں۔ گلی کوچے شاہراہیں لاشوں سے پٹ گئے۔

ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا۔ ''وہ آندھی جس کے ذریعے قوم عاد ہلاک کی گئی، اللہ نے ان پر انگوٹھی جتنی جگہ کے مثل ہوا کھولی تھی۔''

اللہ کی بڑی شان ہے۔ اللہ بڑی قدرت والا ہے۔

قیل بن عنبر اور وفد کے دوسرے لوگ مکہ سے واپس ہورہے تھے۔ ایک پہاڑ پر تھے کہ آسمان پر گردوغبار اڑتے دیکھ

Marfat.com

کر متعجب ہوئے۔ یہ طوفان ان کی اپنی بستیوں کے سروں پر منڈلا رہا تھا۔ جب انہیں قوم عاد کی ہلاکت کا علم ہوا تو کف افسوس ملنے لگے۔ ''اب ہم جی کے کیا کریں گے جب ہماری قوم ہی نہ رہی۔'' ابھی یہ الفاظ ان کی زبانوں سے ادا ہوئے ہی تھے کہ اس طوفان کا ایک حصہ انہیں ڈھونڈتا ہوا آیا اور انہیں اونچے پہاڑوں سے نیچے پٹخ دیا۔

قرآن حکیم نے قوم عاد کی ہلاکت کے اس واقعے کو کئی جگہ بیان کیا ہے۔

''جھٹلایا عاد نے۔ پھر کیسا ہوا میرا عذاب اور میرا کھڑکھڑانا۔ ہم نے بھیجی ان پر ہوا تند، ایک نحوست کے دن جو ٹلنے والی نہ تھی۔ اکھاڑ پھینکا لوگوں کو گویا وہ جڑیں ہیں کھجور کی اکھڑی ہوئی۔ پھر کیسا رہا میرا عذاب اور میرا کھڑکھڑانا۔''

''اور وہ جو عاد تھے سو برباد ہوئے ٹھنڈی سناٹے کی ہوا سے کہ نکلی جائے ہاتھوں سے۔ مقرر کر دیا اس کو ان پر سات رات اور آٹھ دن لگاتار۔ پھر تو دیکھے کہ وہ لوگ اس میں بکھر گئے گویا وہ جڑیں ہیں کھجور کی۔ پھر تو دیکھتا ہے کوئی ان میں سے بچا؟''

''پھر جب دیکھا اس (عذاب) ابر سامنے آیا ہوا اپنی وادیوں میں۔ بولے، یہ ابر ہے ہمارے اوپر برسے گا۔ نہیں! بلکہ یہ تو وہ چیز ہے جس کی تم جلدی کرتے تھے۔ ہوا ہے جس میں عذاب ہے دردناک۔ اکھاڑ پھینکے ہر چیز کو اپنے رب کے حکم سے، پھر کل کے دن رہ گئے کہ کوئی نظر نہیں آتا تھا سوائے ان کے گھروں کے۔ یوں ہم سزا دیتے ہیں گناہ گار لوگوں کو اور ہم نے مقدور دیا تھا ان کو ان چیزوں کا جن کا تم کو مقدور نہیں اور ہم نے دیے تھے ان کو کان اور آنکھیں اور دل۔ پھر کام نہ آئے کان ان کے اور نہ آنکھیں ان کی اور نہ دل ان کے کسی چیز میں۔ اسی لیے کہ منکر ہوتے تھے اللہ کی باتوں سے اور الٹ پڑی ان پر جس رات سے وہ ہنسی ٹھٹا کرتے تھے۔''

اس واقعے کی دلالت میں چند احادیث مبارکہ بھی موجود ہیں۔

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ جب بادلوں سے آسمان غائب ہو جاتے تھے (یعنی بادل چھا جاتے تھے) تو حضور اکرم ﷺ کا رنگ بدل جاتا تھا اور کبھی نکلتے کبھی داخل ہوتے، کبھی آگے کبھی پیچھے جب بارش ہوتی تو پھر خوشی طاری ہو جاتی تھی۔ حضرت عائشہؓ نے یہ کیفیت جان کر خدمت اقدس میں سوال کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا۔ ''اے عائشہ کہیں ایسا نہ ہو جائے جو قوم عاد نے کہا تھا پھر اس آیت کی تلاوت فرمائی۔'' جب قوم عاد نے اس عذاب کو (بہ صورت بادل) اپنی بستیوں کی طرف آتے دیکھا تو کہنے لگے، یہ تو بادل ہے ہم پر بارش برسانے والا''

حضرت عائشہؓ ہی سے مسند احمد میں مروی ہے۔ فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اکرم ﷺ کو کبھی اس طرح ہنستے ہوئے نہیں دیکھا کہ آپ ﷺ کے دہان مبارک کا آخری حصہ نظر آنے لگ جائے۔ آپ ﷺ صرف تبسم فرماتے تھے اور جب کبھی بادل دیکھ لیتے یا آندھی دیکھ لیتے تو اس کا اثر آپ کے چہرے پر بہ خوبی نظر آتا تھا۔ میں نے خدمت میں عرض کیا۔ ''یارسول اللہ لوگ جب بادل دیکھتے ہیں تو خوش ہوتے ہیں۔ اس آس پر کہ اب بارش ہوگی جب کہ میں آپ کو دیکھتی ہوں کہ جب آپ ﷺ ابر دیکھ رہے ہیں تو اس کی (خوف و غم) کیفیت آپ ﷺ کے چہرہ اقدس پر ظاہر ہو جاتی ہے۔ تو فرمایا۔'' اے عائشہؓ! مجھے اطمینان نہیں ہے کہ اس میں کہیں عذاب ہو۔ اس لیے کہ قوم ہودؑ بھی آندھی سے ہلاک ہوئی اور اس قوم نے جب عذاب کو دیکھا تھا تو وہ بھی یہ کہنے لگے تھے کہ یہ بادل ہم پر بارش کریں گے۔''

قوم ہودؑ کے اس واقعے کی صداقت عربی زبان کے ایک محاورے سے بھی ملتی ہے۔ عہد رسالت میں جب کوئی مرد یا عورت اپنے کسی مقصد کے لیے کسی نمائندے کو بھیجتے تھے تو یہ کہتے تھے کہ۔ ''عاد کے نمائندے کی طرح نہ بننا'' یعنی جس طرح قیل بن عنبر عیش و عشرت میں ڈوب کر اپنی قوم کے حق میں دعا کرنا بھول گیا تھا، ایسے مت بننا۔ جلدی کام کر کے لوٹنا۔

محاورے کے طور پر یہ بھی کہا کرتے تھے۔ ''میں اللہ کی پناہ پکڑتا ہوں کہ عاد کے وفد کی طرح ہو جاؤں۔''

یہ طوفان باد و باراں ہزاروں مربع میل کو محیط تھا۔ الاحقاف کا وہ حصہ جو اب ربع خالی کہلاتا ہے۔ اس قوم کا مسکن

Marfat.com

تھا۔ دنیا کا چمن، مرغزار جنت تھا۔ اب ایک لق ودق ریگستان ہے اور اس کے اندرونی حصے میں کوئی جانے کی ہمت بھی نہیں کر سکتا۔ پھر بھی ایسے شواہد مل گئے ہیں جن سے ان باغی انسانوں کی عظمت ماضی اور شوکت رفتہ کے دھندلے سے نقوش ظاہر ہوجاتے ہیں۔ ان سے اندازہ ہوتا ہے کہ عاد کا یہ مسکن کسی زمانے میں واقعی دنیا کی جنت تھا۔

جس وقت یہ طوفان آیا ہوگا اس وقت کیا عالم ہوگا کہ ابھی تک یہ عالم ہے کہ سفوف سے باریک اس ریت میں اگر کوئی چیز گر جائے تو چند سیکنڈ میں گل جاتی ہے۔ بوسیدہ ہوجاتی ہے، غائب ہوجاتی ہے۔

عبدالوہاب نجار کہتے ہیں کہ مجھ سے سید عبداللہ بن احمد بن عمر بن یحییٰ علوی نے جو حضر موت کے باشندے ہیں، بیان کیا کہ وہ ایک جماعت کے ساتھ ان ہلاک شدگان کے قدیم مساکن کی کھوج میں حضر موت کے شمالی میدان میں مقیم تھے۔ طویل جدوجہد کے بعد ہم نے مرمر کے بعض ظروف کو ریت کے ٹیلوں کی کھدائی میں حاصل کیا جن پر خط مسماری میں کچھ تحریر تھا۔ (یہ شمالی سطح مرتفع کی کھدائی کا ذکر ہے یہاں سے کھڑے ہوکر دیکھو تو اصل صحرا ایک ہزار فٹ نشیب میں نظر آتا ہے۔)

اب سوال یہ آتا ہے کہ ہلاک شدگان کی تعداد کتنی تھی؟ مفسرین نے تین سے چار ہزار بتائی ہے لیکن قرآن حکیم نے جس طرح اس قوم کی شان و شوکت وحکومت کا تذکرہ کیا ہے اور بنو سام کی قدیم تاریخ سے جو ظاہر ہوتا ہے اس اعتبار سے یہ تعداد بہت زیادہ ہونی چاہیے۔

قرآن حکیم میں یہ بھی بیان ہوا۔ ”جب ہماری ٹھہرائی ہوئی بات کا وقت آپہنچا تو ہم نے اپنی رحمت سے ہودؑ کو بچالیا۔ جو اس کے ساتھ (سچائی پر) ایمان لائے تھے اور ایسے عذاب سے بچایا کہ بڑا ہی سخت عذاب تھا۔

حضرت ہودؑ اور آپ کے مومن ساتھیوں کے علاوہ عاد قوم کے قبیلے بنی لونیہ ہرمد کے لوگ بھی اس تباہی سے محفوظ رہ گئے کیونکہ یہ قبیلہ مکہ میں مقیم تھا۔ جو عذاب ان کی قوم کو پہنچا یہ اس عذاب سے بچ گئے۔

اہل عرب، حضرت ہودؑ کی وفات اور ان کی قبر مبارک کے متعلق مختلف دعوے کرتے ہیں۔ مثلاً اہل حضر موت کا دعویٰ ہے کہ قوم عاد کی ہلاکت کے وقت وہ حضر موت کے شہروں میں ہجرت کر آئے تھے، وہیں ان کی وفات ہوئی اور وادی برہوت کے قریب حضر موت کے مشرقی حصے میں شہر تریم سے تقریباً دو مرحلے پر دفن ہوئے۔

حضرت علیؓ سے ایک امر معقول ہے کہ ان کی قبر حضر موت میں کثیب احمر (سرخ ٹیلا) پر ہے اور ان کے سرہانے جھاؤ کا درخت کھڑا ہے۔

بعض لوگوں نے ذکر کیا ہے کہ دمشق میں ہے اور دمشق کی جامع مسجد میں قبلے کی طرف دیوار کے احاطے میں ایک جگہ ہے۔ صاحب قصص القرآن کے مطابق ان تمام روایات میں حضر موت کی روایت صحیح معلوم ہوتی ہے۔ اس لیے کہ عاد کی بستیاں حضر موت ہی کے قریب تھیں لہٰذا قرین قیاس یہی چاہتا ہے کہ ان کی تباہی کے بعد قریب ہی کی آبادیوں میں حضرت ہود علیہ السلام نے قیام فرمایا ہوگا اور وہیں پیغام اجل کو لبیک کہا اور وہیں دفن ہوئے۔

حضر موت کی شمالی سرحد پر ایک مقام تریم ہے۔ موجودہ شہر مکلا سے تقریباً ایک سو پچیس میل کے فاصلے پر جانب شمال حضرت ہودؑ کا مزار (مشہور) ہے ہر سال پندرہ شعبان کو وہاں عرس ہوتا ہے اور عرب کے مختلف حصوں سے ہزاروں آدمی وہاں پہنچتے ہیں۔

مورخین کے مطابق حضرت ہودؑ کا زمانہ دو ہزار سال قبل مسیح کا ہے۔ انہوں نے پچاس سال تک تبلیغ کے فرائض انجام دیے۔ آپؑ کی عمر کے بارے میں دو آرا ہیں۔ بعض نے 424 سال لکھی ہے بعض نے 450 سال۔ قوم عاد پر عذاب آنے کے بعد آپ پچاس سال اس دنیا میں رہے پھر آپؑ کا وصال ہوا۔ آپ کی عمر مبارک کی یہ طوالت تعجب انگیز نہیں کیونکہ قرآن کی رو سے (سورہ عنکبوت) حضرت نوحؑ کی عمر مبارک 950 سال ہے پھر حضرت ہودؑ کی عمر 450 سال ہونا قرین قیاس ہے۔ اس وقت عمریں دراز ہوتی تھیں پھر ان میں کمی آنے لگی۔

Marfat.com

حضرت صالح علیہ السلام

انسانوں کا ایک گروہ حضر موت کی پہاڑیوں سے نکلا اور سامنے پھیلے ہوئے وسیع و عریض میدان کو عبور کرنے کے لیے اپنے جانوروں کو تیزی سے دوڑانے لگا۔ یہ لوگ اونٹوں، گھوڑوں اور خچروں پر سوار تھے۔ ان کے ساتھ ان کے جانوروں کے علاوہ عورتیں اور بچے بھی تھے۔ اسی لیے یہ لوگ تیزی سے سفر کر رہے تھے۔ کوئی تعاقب میں نہیں تھا لیکن دھوپ کی تمازت بچوں کو کملائے دے رہی تھی۔ وہ جلد از جلد دور نظر آنے والی پہاڑیوں کے سائے میں پہنچنا چاہتے تھے۔ اس قافلے کی رہنمائی ایک بوڑھے آدمی کے سپرد تھی جو ریگستان کی بھول بھلیوں اور پہاڑی راستوں سے واقف تھا۔ اس وقت بھی وہ سب سے آگے چل رہا تھا۔ فرسنگ در فرسنگ کے بعد وہ رک جاتا تھا اور ہاتھ کے اشارے سے قافلے والوں کو آگے چلنے کی تلقین کرتا رہتا تھا۔ یہ اسی کا مشورہ تھا کہ جتنی جلد ممکن ہو پہاڑوں کی چادر تک پہنچ جاؤ۔

یہ لوگ ان مومنین کی اولاد میں سے تھے جو حضرت ہود علیہ السلام کے ساتھ قوم عاد کے علاقوں سے ہجرت کر کے حضر موت کی پہاڑیوں میں آ بسے تھے اور قوم عاد پر نازل ہونے والے عذاب الٰہی سے محفوظ رہے تھے۔ یہ لوگ عرصہ دراز تک یہاں آباد رہے تھے۔ ان کی نسلوں نے یہاں پرسکون دن گزارے تھے لیکن یعرب ابن قحطان کے غلبے کے بعد ان کا یہاں رہنا دوبھر ہو گیا تھا اور یہ یہاں سے نکل کر عرب میں پھیلنے لگے تھے۔ جس گروہ نے جہاں سہولت دیکھی وہاں منتقل ہو گیا۔ یہ آخری گروہ تھا جو اپنے گھر بار اپنے کندھوں پر اٹھا کر نکل کھڑا ہوا تھا۔

یہ لوگ عاد کی ایک شاخ ''ثمود'' سے تعلق رکھتے تھے۔ اس قوم یا قبیلے کے جد امجد کا نام ثمود تھا۔ اسی مناسبت سے یہ افراد اہل ثمود کہلاتے تھے۔

سورج نے قد نکال لیا تھا۔ دھوپ سے میدان بھر گیا تو جانوروں نے اور بھی تیز دوڑنا شروع کر دیا جیسے انہیں بھی پہاڑوں کی چادر اوڑھنے کی جلدی ہو۔ بوڑھا رہنما بہت آگے نکل گیا تھا۔ اس کا سرخ اونٹ گردن گھما کر پیچھے آنے والے قافلے کو دیکھ رہا تھا۔ بوڑھے نے اپنے سیدھے ہاتھ کو سائبان بنا کر اپنی آنکھوں پر رکھا اور دھوپ سے نظریں چرا کر دور کچھ دیکھنے لگا۔ اتنی دیر میں قافلہ بھی اس سے آملا۔

''اب ہم بہت قریب پہنچ گئے ہیں لیکن موسم کے تیور بتا رہے ہیں کہ ابھی کچھ دیر میں گرم ہوائیں ہمارا استقبال کرنے میدان میں پہنچنے والی ہیں۔ ہمیں جلد از جلد یہاں سے نکلنا چاہیے۔''

''ہمارے جانور تھک چکے ہیں۔'' اہل ثمود نے کہا۔

''زندہ تو ہیں۔ اگر طوفان نے سر اٹھایا تو ان کے قدم نہیں اٹھ سکیں گے۔ جلدی کرو۔ سوچو مت۔''

''یہ سامنے نظر آنے والے پہاڑ ہمارے لیے محفوظ پناہ گاہ ہوں گے۔ یہیں سکونت کیوں نہ اختیار کر لیں۔''

''یہاں دور دور تک پانی نہیں ہے۔ پانی کے بغیر گزارہ کر لو گے؟''

''پانی کے بغیر کیسے زندگی گزرے گی؟''

''بس تو پھر پہاڑ تک چلو۔ وہاں پہنچ کر ہمیں ایسے ٹھکانے کی تلاش کرنی ہے جہاں پانی میسر ہو۔''

قافلے نے ایک مرتبہ پھر سفر کا آغاز کر دیا۔ اب بہت دور نظر آنے والے پہاڑ قریب آ گئے تھے۔ بوڑھے کا اندازہ

Marfat.com

ٹھیک تھا۔ گرم ہوا کے تیز جھکڑ میدان میں داخل ہو رہے تھے لیکن اس ہوا کا زور وہاں زیادہ تھا جہاں سے یہ لوگ گزر کر آ چکے تھے۔

چھوٹی چھوٹی پہاڑیوں کا سلسلہ دور تک چلا گیا تھا۔ ان پہاڑیوں کو اونچے ٹیلے کہا جا سکتا تھا لیکن انہی ٹیلوں کے درمیان نسبتاً بلند پہاڑ بھی تھے جو دھوپ کی شدت کو روکے کھڑے تھے۔

"آگے جاؤ گے تو ریت کے گرم ٹیلے ہمارا استقبال کریں گے لہٰذا بہتر یہ ہے کہ ان پہاڑوں کے درمیان بیٹھ کر دن کی جو چند ساعتیں رہ گئی ہیں، انہیں گزار لو۔ ہم رات کو یہاں سے نکلیں گے۔"

ان لوگوں نے اپنے جانوروں کو مختلف پہاڑیوں کی اوٹ میں اس طرح کھلا چھوڑ دیا کہ وہ دھوپ سے بچے رہیں۔ ساتھ لایا ہوا چارا ان کے آگے ڈال کر خود بھی ستانے لگے۔ اب وہ حضرت موت سے اتنے آگے نکل آئے تھے کہ یادوں کی گزرگاہوں کے سوا کوئی راستہ وہاں تک نہیں پہنچ سکتا تھا۔ اب تو انہیں کسی اگلے ٹھکانے کی تلاش تھی جسے وہ اپنا وطن قرار دے سکیں۔ ان کے دوسرے بھائی بند عرب کے مختلف علاقوں میں پھیل چکے تھے اور اب وہ بھی کسی سرسبز وادی کی تلاش میں تھے۔ انہیں اپنے بوڑھے رہنما سے بڑی امیدیں تھیں کہ وہ انہیں کسی ایسی جگہ اتار دے گا جہاں انکی آئندہ نسلیں خوش حالی سے پرورش پائیں گی۔

پہاڑوں سے ٹکرا کر دوسری طرف نکل جانے والی گرم ہوا میدانی علاقے میں چنگھاڑتی پھر رہی تھی۔ سورج کی کرنیں ان پہاڑیوں کے بیرونی حصوں کا طواف کر رہی تھیں لیکن اندر کی طرف پتھروں کے کٹاؤ نے ایسے سائبان بنا دیے تھے جہاں ان کرنوں کا گزر نہیں تھا۔ آہستہ آہستہ سائے دراز ہونے لگے۔ سورج نے ہاتھ کھینچ لیا جیسے پسپا ہوتا ہوا غنیم پیچھے ہٹنے لگے۔ سورج کے ہٹتے ہی پہاڑ اندھیروں میں ڈوبنے لگے۔ بوڑھے رہبر نے صدا بلند کی کہ چلنے کی تیاری کرو۔ جب تک جانوروں کو سامان اور سواریوں سے لادا جاتا، اندھیرا اچھا خاصا پھیل چکا تھا۔ چالیس پچاس آدمیوں کا یہ قافلہ ایک ایک کر کے تنگ راستوں سے نکلا اور ریگستان میں داخل ہو گیا۔ جانوروں کے گلوں میں بندھی ہوئی گھنٹیاں اندھیرے میں راستہ دکھا رہی تھیں۔ رات کا سفر آوازوں کی روشنی ہی میں طے ہوتا تھا۔ کسی من چلے حُدی خواں نے اونٹوں کو تیز دوڑانے کے لیے جوشیلے اشعار کا سہارا لیا۔ سناٹے میں آوازوں کا رقص شروع ہوا تو آسمان پر چمکنے والے ستارے اس قافلے کو غور سے دیکھنے لگے جو اپنی قسمت کے ستاروں کو ڈھونڈنے گھر سے نکلا تھا۔

یہ قافلہ رات بھر چلتا رہا یہاں تک کہ سحر کی سپیدی نمودار ہوئی۔ اب یہ لوگ ریت کے بلند ٹیلوں سے گزر کر نسبتاً ہموار جگہ پر آ گئے تھے۔ خشک پہاڑ پھر ان کے منتظر تھے۔ اچانک بوڑھا رہبر خوشی سے چیخ اٹھا۔

"وہ دیکھو، جنوب مشرق کی طرف دیکھو۔ کچھ پرندے زمین کی طرف آتے ہیں اور پھر آسمان کی طرف بلند ہو جاتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم "حجر" کے مقام تک پہنچ گئے ہیں۔ میں نے سنا ہے وہاں ایک چشمہ ہے۔ یہ پرندے، اپنی پیاس بجھانے اسی چشمے پر اتر رہے ہیں۔ ان پرندوں کی بے خوفی بتا رہی ہے کہ وہاں کوئی آبادی نہیں ہے۔ ہم اسی چشمے کے نزدیک ہی اپنا مسکن بنائیں گے۔"

اہل قافلہ نے رہبر کی ہدایت کے مطابق کھلے میدان میں اس طرف سفر شروع کر دیا۔ کچھ دور جانے کے بعد بوڑھے رہبر نے اپنے اونٹ کو زمین پر بٹھایا اور زمین کی مٹی اپنی مٹھی بند کر کے ناک تک لے گیا۔

"میرا تجربہ کہتا ہے کہ یہاں سے چند فرسنگ فاصلے پر چشمے کے علاوہ بھی زمین کے نیچے پانی موجود ہے۔ اگر چشمے کا پانی تمہیں کم پڑنے لگے تو تم کنوئیں بھی کھود سکتے ہو۔"

"ہود بن شالخ کی دعائیں ہمارے ساتھ ہیں۔ خدا ہمیں ایسی وادی کی طرف لے جا رہا ہے جہاں ہماری کھیتیاں ہمیشہ لہلہاتی رہیں گی۔ آبی گزرگاہوں تک ہماری رسائی ہو گی۔ ہماری تجارت خوب ترقی کرے گی۔"

Marfat.com

اہل ثمود کا یہ قافلہ پہاڑوں کے دامن میں بہتے ہوئے مذکورہ چشمے کے قریب پہنچ گیا۔ دور تک پھیلا ہوا وسیع میدان انہیں دعوت قیام دے رہا تھا۔ یہ مقام، حجر تھا جو بعد میں حجر ثمود بھی کہلایا۔ یہ علاقہ حجاز مقدس اور تبوک کے درمیان تھا جس کے سامنے خلیج عقبہ تھی۔ بعض احادیث مبارکہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور اکرم غزوۂ تبوک میں جاتے ہوئے اس کے پاس سے گزرے تھے۔

یہ قوم ثمود قوم عاد ہی کی ایک شاخ تھی اور ان کے زوال کے بعد قوم ثمود کو عروج ملا تھا چنانچہ قرآن کریم کا بیان ہے:

''اور تم اس وقت کو یاد کرو کہ تم کو خدا نے عاد کے بعد ان کا قائم مقام بنایا اور تم کو زمین پر جگہ دی کہ تم اس کی سطح اور نرم حصوں پر محلات بناتے ہو اور سنگ تراشی کر کے پہاڑوں میں مکان تراشتے ہو۔''

ان لوگوں نے اپنے بوڑھے رہبر کا شکریہ ادا کیا اور ایک ایک کر کے اپنی سواریوں سے نیچے اتر آئے۔ جانور تو چشمے کے پانی پر منہ رکھ کر کھڑے ہو گئے اور یہ لوگ اپنے گھروں کی تعمیر کے بارے میں سوچنے لگے۔ جن کے پاس عارضی خیمے تھے۔ انہوں نے وہ خیمے نصب کر دیے جب کہ باقی نے مکانات کی تعمیر تک قریبی پہاڑ کی کھو میں پناہ لے لی۔

ایک دن تھکن اتارنے میں گزر گیا دوسرے دن سے زمین کا سینہ چاک ہونے لگا۔ اس محنتی قوم نے سخت مٹی کو نرم کر دیا۔ زمین کی تہوں میں پانی تھا۔ ان لوگوں نے کنوئیں کھودنے شروع کر دیے۔ یہاں سے جو مٹی نکلی اس سے گھروں کی دیواریں تعمیر ہونے لگیں۔ ان دیواروں پر کھجور کے درختوں کے لمبے لمبے تنے رکھ کر چھتیں بنالی گئیں۔ دیکھتے ہی دیکھتے محلے آباد ہو گئے۔ پتلی پتلی گلیاں بن گئیں۔ جس کے حصے میں جتنی زمین آئی وہ اس کا مالک بن گیا۔ جس کے پاس زیادہ جانور تھے، اسے اتفاق رائے سے سردار منتخب کر لیا گیا تاکہ وہ چھوٹے موٹے جھگڑوں کا فیصلہ کرا سکے۔ کسی بیرونی خطرے یا بدحالی کے وقت قوم کی مدد کر سکے۔ اس کا حکم ماننے کے سب پابند تھے۔

اس قبیلے کے زیادہ تر لوگ تجارت پیشہ تھے۔ بہت کم لوگ کھیتی باڑی کی طرف راغب تھے۔ یہ وسیع میدان جو شام سے لے کر وادیِ قریٰ تک پھیلا ہوا تھا محل وقوع کے اعتبار سے تجارت اور کھیتی باڑی کے لیے نہایت موزوں تھا۔ تاجروں نے موجودہ شام و فلسطین کی راہ لی اور جب تجارتی قافلوں کے ساتھ مال و دولت سے لدے پھندے واپس آئے تو انہیں یقین ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ یہ علاقہ انہیں نعمت کے طور پر بخشتا ہے۔ گھروں سے باہر کھیتیاں لہلہا رہی تھیں۔ پانی کے لیے کنوئیں اور چشمے موجود تھے۔ تھوڑے دن نہیں گزرے تھے کہ یہ علاقہ عرب کے ماتھے کا جھومر بن کر چمکنے لگا۔

ابھی تک ان کے گھر کچی مٹی کے تھے جو اتنے پائیدار نہیں تھے۔ ان لوگوں کی عمریں طویل ہوتی تھیں لہٰذا اپنی زندگی ہی میں انہیں کئی کئی مرتبہ ان گھروں کی تعمیر و مرمت کرنی پڑتی تھی۔ وہ بار بار کی اس محنت سے بہت تنگ تھے لیکن اس وقت تک انہیں پہاڑوں کو تراش کر پختہ محلات بنانے نہیں آئے تھے دولت کے انبار بھی نہیں تھے لہٰذا مجبور تھے کہ اپنی محنت کا کچھ حصہ ان کچے گھروں کی تعمیر و ترتیب میں خرچ کرتے رہیں۔

ایک مدت تک وہ اسی حال میں رہے۔ ایک کے بعد دوسری نسل آ گئی۔ وہ بچے جو ماؤں کی گود میں بیٹھ کر حضر موت سے نکلے تھے جوانی کی منزلوں کو چھونے لگے۔ انہیں نئے گھروں کی ضرورت پڑی کچھ محلے اور آباد ہو گئے۔ پھر ایک نسل اور آ گئی۔ آبادی اور آگے بڑھ گئی۔

ایک مالدار شخص نے کہیں سے باہر سنگ تراش بلوائے۔ قوم کے ناداروں سے مزدور پکڑے۔ دیکھتے ہی دیکھتے پہاڑ کی کٹائی شروع ہو گئی۔ تمام اہل ثمود اس عجیب و غریب حرکت کو بڑے غور سے دیکھ رہے تھے۔ ہر روز لوگوں کا میلہ سا لگ جاتا تھا۔ اوپر مزدور کام کر رہے ہوتے تھے، نیچے خلق خدا خوشی سے چیختے چلاتے رہتے تھے۔ کچھ کا خیال تھا کہ یہ محنت رائگاں چلی جائے گی اور کچھ بھی حاصل نہ ہوگا۔ کچھ بزرگ اپنے حافظوں کو کھنگال کر یہ موتی رولتے تھے کہ قوم عاد نے بھی اسی طرح پہاڑوں کو تراش کر مکانات تعمیر کرائے تھے۔ ہم بھی انہی کی باقیات ہیں۔ ہم یہ کام کیوں نہیں کر سکتے۔ دیکھنا کچھ

Marfat.com

دنوں میں وہی زمانہ لوٹ آئے گا۔ ہم ہی ہوں گے جو پورے عرب پر حاکم ہوں گے۔

دور دور تک بستیوں میں شور مچ گیا تھا۔ ایک مشغلہ ہاتھ آ گیا تھا۔ بے فکرے نوجوان صبح ہوتے ہی اس پہاڑ کے نیچے جمع ہو جاتے تھے جہاں یہ مکان تعمیر ہو رہا تھا۔ مزدور بھی خوش تھے کہ ان کے ہاتھ منافع بخش روزگار آ گیا ہے۔ جب تک یہ مکان تعمیر نہیں ہو جاتا ان کی آمدنی پکی ہے۔

ماہر سنگ تراشوں نے اپنی مہارت سے اس ناممکن کام کو ممکن کر دکھایا۔ پہاڑ کاٹ کر متعدد کمروں کی ایک شاندار حویلی تعمیر کرا دی جس میں نہانے کا ایک حوض بھی تھا۔ فوارے چل رہے تھے۔ سبزہ لہلہا رہا تھا۔ تماشائیوں کو اجازت دے دی گئی تھی کہ وہ حویلی کو اندر سے گھوم پھر کر دیکھ لیں۔ ثمود کے دور دور تک پھیلی ہوئی بستیوں کے لوگ جوق در جوق اس خوش قسمت پہاڑ کو دیکھنے کے لیے آنے لگے۔ جب یہ لوگ اپنے گھروں کی طرف واپس جانے لگتے تھے تو مڑ مڑ کر دیکھتے جاتے تھے اور رشک کرتے تھے ''کاش! ہم بھی کوئی ایسا پختہ مکان بنوا سکیں۔''

اس مالدار شخص کی عزت و تکریم میں ایسا اضافہ ہوا کہ لوگوں نے اسے اپنا بادشاہ تسلیم کر لیا کہ جو شخص پہاڑ کاٹ کر محل بنا سکتا ہے وہ ہم پر حملہ آور ہونے والے کا سر بھی کاٹ سکتا ہے۔

دوسروں نے جب دیکھا کہ ان پہاڑوں میں گھر بھی بن سکتے ہیں اور اس طرح وہ دوسروں کی نظروں میں معزز بھی بن سکتے ہیں۔ دور دور تک شہرت بھی پھیل جاتی ہے تو بہت سے دوسروں نے بھی ہاتھ پھیلائے۔ مالی طور پر آسودہ اس قوم کے بہت سے افراد نے اپنی دولت ان پتھروں پر نثار کر دی۔ چھوٹے بڑے کئی محلات کی اچھی خاصی تعداد ان پہاڑوں کی زینت بن گئی اور وقت کے ساتھ ان میں اضافہ ہی ہوتا چلا گیا۔

جو لوگ پہاڑ کاٹنے کی سکت نہیں رکھتے تھے انہوں نے ہموار زمین کے سینے پر سنگی ستون کھڑے کر دیے۔ گویا پہاڑ، زمین پر اتر آئے۔ ہر طرف محلات کی بہار نظر آنے لگی۔ پختہ شاہراہیں تعمیر ہو گئیں۔ باغات اور نہروں نے ان بستیوں کو رشک فردوس بنا دیا۔ یہ عالم ہو گیا کہ جب کوئی تجارتی قافلہ ادھر سے گزرتا تو یہ لوگ اس نمائش گاہ کے مشاہدے کے لیے اپنے جانوروں کو زمین پر بٹھا دیتے اور گھنٹوں ان بستیوں کو رشک و حسرت سے دیکھتے رہتے اور پھر ایک ٹھنڈی سانس بھر کر آگے بڑھ جاتے کہ کاش وہ بھی زمین کی دلہن کو ان زیوروں سے آراستہ کر سکتے۔

مورخین نے بتایا کہ اہل ثمود کی یہ بستیاں اٹھارہ مربع میل تک پھیلی ہوئی تھیں۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ انہوں نے اپنے دورِ عروج میں ایک ہزار شہر آباد کر لیے تھے اور ان کے انتظامات کے لیے بادشاہ اور اس کے مقرر کردہ سرداروں کی بڑی تعداد ان علاقوں میں پھیلی ہوئی تھی۔

یہ لوگ چونکہ قوم عاد سے تھے لہٰذا کم و بیش وہی خصوصیات ان کے لہو میں بھی گردش کر رہی تھیں۔ یہی وجہ تھی کہ ''یہاں'' آباد ہوتے ہی بہت جلد انہوں نے ماضی کو حال بنا کر دنیا کے سامنے پیش کر دیا گویا قوم عاد کی شان و شوکت دوبارہ زندہ کر دیا۔ قوم عاد کے بعد یہ دوسری بڑی قوم تھی جو دولت و ثروت اور دلیری میں قوم عاد کی جانشین بن کر سامنے آئی تھی۔ اس لیے بہت جلد اس قوم کو ''عاد ثانی'' کہا جانے لگا۔

اس قوم کے کارناموں کی شہرت ان کے زمانے تک ہی محدود نہیں رہی بلکہ اگلے زمانوں تک ان کی گونج سنائی دیتی رہی۔ زمانہ جاہلیت کے خطبات اور اشعار میں بھی اس قوم کا ذکر سنا جاتا رہا۔ یونان، اسکندریہ اور روم کے قدیم مورخین اور جغرافیہ نویسوں نے بھی اس قوم کا ذکر کیا۔

ابن بطوطہ نے اپنے سفرنامے میں لکھا ہے کہ چٹانوں کو تراش کر بنائی جانے والے سرخ رنگ کے پہاڑوں میں قوم ثمود کی عمارتوں کے نقش و نگار بالکل تازہ ہیں۔ ان مکانات میں اب بھی انسانی ہڈیاں پائی جاتی ہیں۔ شام سے مدینہ جاتے ہوئے پہلے ارض لوط پھر ارض شعیب (مدین) اور پھر ارض الحجر آتا ہے۔ یہ تینوں عبرت ناک مقام متصل ہیں۔

Marfat.com

قرآن مبین نے بھی ان کی اس خصوصیت کا ذکر کیا ہے ''اس سرزمین میں (تمہیں) اس طرح بسادیا کہ میدانوں سے محل بنانے کا کام لیتے ہو اور پہاڑوں کو بھی تراش کر اپنا گھر بنا لیتے ہو (یہ اس کا تم پر احسان ہے)۔''

اس قوم میں جب دولت کی ریل پیل ہونے لگی اور ہر طرف ان کے محلات کی دھوم مچنے لگی تو غرور و تکبر نے انکسار و عاجزی کی جگہ لینی شروع کر دی۔ شکر گزاری کے بجائے یہ جذبہ سر اٹھانے لگا کہ وہ اپنی دولت اور طاقت کی بدولت جس کو چاہیں اپنا غلام بنا سکتے ہیں۔ اپنی ہی قوم کا وہ طبقہ جو نادار و مفلس تھا، ان کی نظروں میں حقیر ہو گیا۔ رفتہ رفتہ وہی طبقاتی نظام یہاں بھی رائج ہو گیا جو کبھی قوم عاد کا طرۂ امتیاز تھا۔ رفتہ رفتہ ان غریبوں کے لیے کنوئیں اور چلنے پھرنے کی جگہیں بھی مخصوص ہو گئیں۔ ان کا معیار، کردار سے ہٹ کر دولت ہو گیا۔ انسانوں کو ان کی نیکی کے بجائے ان کی دولت سے تولا جانے لگا۔ یہ معاشرہ واضح طور پر دو حصوں میں تقسیم ہو گیا۔ ایک طرف امیر طبقہ تھا دوسری طرف ناداروں کا طبقہ تھا۔

ہر معاشرے کی طرح یہاں بھی کچھ لوگ ایسے تھے جو دولت حاصل کر سکتے تھے اور نہ مفلس رہنا چاہتے تھے۔ ان ہی میں سے ایک شخص نے درمیان کا راستہ تلاش کر لیا۔ ''دولت کے بغیر بھی معزز بنا جا سکتا ہے۔'' یہ تھا اس کا بنیادی راستہ۔ یہ شخص پڑھا لکھا بھی تھا اور ادھر ادھر کے بہت سے علاقے گھوم پھر بھی چکا تھا۔ اس نے بہت سے قبائل میں دیکھا تھا کہ ستاروں اور بتوں کی پرستش کی جاتی ہے۔ اس نے سوچا اگر اپنی قوم کو بھی وہ بت پرستی کی طرف مائل کر دے اور خود ان کا مذہبی پیشوا بن جائے تو وہ اس قوم کا نمایاں فرد بن جائے گا لیکن اس مہم کو سر کرنے کے لیے اسے کچھ اور لوگوں کی مدد بھی درکار تھی۔ اس نے اپنے مطلب کے لوگوں کی تلاش شروع کر دی۔ چند لوگ اس کے معیار پر پورے اتر کر اس کے ساتھ ہو لیے۔ یہ لوگ کچھ عرصے کے لیے غائب ہو گئے۔ واپس آئے تو ایک بڑا بت ان کے پاس تھا جسے انہوں نے ایک گھر میں چھپا دیا۔ اب وہ اس مہم پر نکل گئے کہ لوگوں کو دیوی، دیوتاؤں کی اہمیت بتائیں اور انہیں قائل کریں کہ اگر ان دیوتاؤں کے ذریعے دعائیں مانگی جائیں تو فوراً قبول ہوتی ہیں۔ کئی مرتبہ ایسا ہوا کہ اس چرب زبان شخص نے بادلوں کو دیکھ کر اندازہ لگا لیا کہ یہ بادل ضرور برسیں گے اور وقت سے پہلے بتا دیا کہ اتنی دیر میں بارش ہونے والی ہے اور بارش ہو گئی۔ اس نے مشہور کر دیا کہ وہ اپنے دیوتا سے دعا کے لیے کہتا ہے اور بارش ہو جاتی ہے۔ کمزور عقیدہ لوگ اس کی باتوں میں آ کر اپنے لیے دعا کی درخواست کرتے۔ بعض لوگ اس دیوتا سے ملاقات کی خواہش کرنے لگے۔

یہ کارندے جہاں جہاں پھیلے ہوئے تھے، یہی صورتحال تھی۔ یہ باتیں جب طبقہ امرا تک پہنچیں تو انہیں اپنی دولت میں اضافے کی فکر ہوئی۔ اگر یہ دیوتا ان سے خوش ہو گئے تو ان کی دولت و ثروت میں مزید اضافہ کر دیں گے۔ انہوں نے ایک مجلس منعقد کی اور اس شخص کو بلوایا جو اپنے آپ کو ''کاہن'' کہلوانے لگا تھا۔ اس کے ساتھی بھی اس کے ساتھ تھے۔

''ہم نے سنا ہے، تمہارے دیوتا تمہاری دعائیں فوراً سن لیتے ہیں۔''

''ہاں، خدا سے ان کی خاص دوستی ہے۔ ان کی بات فوراً پوری ہوتی ہے۔''

''یہ دیوتا کیا کچھ کر سکتے ہیں؟''

''آپ کی حکومت کی حفاظت کر سکتے ہیں۔ آپ کی دولت میں اضافہ کر سکتے ہیں۔ بس انہیں خوش کرنے کی ضرورت ہے پھر تمہارا ستارۂ اقبال چمکے ہی چمکے۔''

''اس طرح تو وہ مفلسوں اور ناداروں کی بھی سنیں گے۔ یہ لوگ بھی ہمارے برابر آ جائیں گے۔''

''ان کے پاس اتنے نذرانے کہاں جو وہ ان بتوں پر چڑھا کر ان سے کام نکلوا سکیں۔ یہ دیوتا تو ہمیشہ آپ ہی سے خوش رہیں گے۔ کیا آپ کو قوم عاد کی داستان یاد نہیں۔ ان کے ساتھ بھی تو ان کے دیوتاؤں کی مہربانیاں تھیں۔ یعوق ونسر نے انہیں مالا مال کر دیا تھا۔ یہ دیوتا تو ہمارے دادا نوحؑ کی قوم کے پاس بھی تھے۔ ہم ہی نے انہیں چھوڑ رکھا ہے۔''

ان سرداران قوم کی عقلوں پر پردے پڑے تھے کہ اس کی باتوں پر سر ہلاتے رہے۔ اس کے تو قائل ہو گئے کہ یہ

Marfat.com

دیوتا قدیم سے چلے آ رہے ہیں۔ یہ بھول گئے اسی گمراہی نے گزشتہ قوموں کو ہلاک کیا۔

''پھر ہمیں کیا کرنا چاہیے؟''

''ایک ہیکل (عبادت گاہ) بنوا دیجیے جہاں میں اپنا بڑا بت ''کنٹری'' رکھ دوں۔ لوگ وہاں آ کر اس کی عبادت کریں اور دل کی مراد پائیں۔''

''اس طرح تو ہمیں بھی ان عام لوگوں کے ساتھ وہاں آنا پڑے گا۔''

''آپ کیوں آئیں گے۔'' اس شخص نے فوراً پینترا بدلا ''ویسا ہی ایک بت بنوا کر آپ لوگ اپنے اپنے محلات میں رکھ لیں۔ یہ دیوتا آپ سے اور بھی خوش ہوں گے۔''

ایک گاؤں کے داخلی دروازے پر پتھر کی چٹانوں کو تراش کر ایک عمارت بنا دی گئی۔ یہاں کنٹری کا بڑا بت نصب کر دیا گیا۔ لوگوں میں ابتدا میں یہ چہ میگوئیاں ضرور ہوئیں کہ جب خدا ہماری دعائیں سن لیتا ہے تو ہم اس بت پر چڑھاوے کیوں چڑھائیں لیکن رائے عامہ ہموار ہو چکی تھی ایک نے دوسرے کو سمجھایا کہ ''خدا اپنی جگہ۔ ہم اس کی نفی تھوڑی کر رہے ہیں، جس طرح ہر بادشاہ کا ایک یا ایک سے زیادہ نائب بھی ہوتے ہیں، یہ بت بھی خدا کا نائب ہے لہٰذا اسے خوش رکھنے میں کوئی حرج نہیں۔'' پھر اس عبادت گاہ کو سرکاری سرپرستی بھی حاصل تھی لہٰذا بعض تو اس لیے بھی وہاں جانے لگے کہ اس طرح نہ صرف یہاں رکھا ہوا بت خوش ہوگا بلکہ طبقہ امرا کے لوگ بھی ان سے خوش رہیں گے۔

وہ قوم جو ابھی تک موحد تھی، گمراہی کے راستے پر چل پڑی۔ ان کے اجداد بت پرستی کے خلاف تھے۔ ان کے سینے حضرت ہود علیہ السلام کی تعلیمات سے آباد تھے لیکن وقت کی گرد نے ان خیالات کو چھپا دیا۔ دو تین نسلوں بعد ہی یہ قوم (ثمود) بت پرستوں کی فہرست میں اپنا نام لکھوانے کے لیے تیار ہو گئی۔ برائی کا راستہ ایک مرتبہ نکلا تو پھر کشادہ ہی ہوتا چلا گیا۔

جب اس عبادت گاہ کی شہرت بڑھنے لگی اور ان بتوں کی برکتوں کی فرضی داستانیں دوسرے محلوں (بستیوں) تک پہنچنے لگیں تو وہاں کے لوگوں کو اپنی محرومی کا احساس ہونے لگا۔ پھر وہ ہوا جو اس عبادت گاہ کے کاہنوں اور پروہتوں نے سوچا بھی نہیں تھا۔

ایک قبیلے کے لوگوں نے ہتھیار بند ہو کر اس قبیلے کے لوگوں پر شب خون مار دیا جہاں یہ بت ''کنٹری'' رکھا ہوا تھا۔ چاروں طرف اندھیرا پھیلا ہوا تھا۔ پوری بستی گہری نیند سو رہی تھی۔ ان سے کہہ دیا گیا تھا کہ کنٹری ان کی حفاظت پر مامور ہے۔ اس لیے سونے والوں نے اپنی حفاظت کا کوئی بندوبست بھی نہیں کیا تھا۔ حملہ آوروں نے خوب اچھی طرح دیکھ لیا کہ حفاظت کا کوئی بندوبست نہیں۔ پورا گاؤں مزے کی نیند سو رہا ہے۔ وہ گاؤں میں وارد ہوئے اور داخل ہوتے ہی انہیں وہ عمارت نظر آ گئی۔ یہاں بھی کوئی نہیں تھا۔ وہ اندر داخل ہوئے اور بت کو اٹھا کر لے گئے۔ گاؤں سے باہر نکلتے وقت کسی کی نظر ان پر پڑ گئی۔ اس شخص نے ان کا پیچھا بھی کیا لیکن وہ اکیلا تھا۔ زیادہ قریب جاتا تو مارا جاتا۔ وہ الٹے قدموں واپس آیا اور آتے ہی شور مچا دیا۔ لوگ اپنے گھروں سے نکلے اور عبادت گاہ میں جمع ہو گئے۔ کاہن بھی جس کا گھر قریب ہی تھا، پہنچ گیا۔

''کنٹری کسی بات پر ہم سے ناراض ہو گیا ہے۔ ورنہ وہ یوں نہ ہم سے چھن جاتا۔ اب اس کی مہربانیاں ہم پر ختم ہو گئیں۔ اس کی دعائیں اب ان کے ساتھ ہوں گی جو اسے لے گئے ہیں۔''

''اب ہم کنٹری کو کیسے منائیں۔ کس طرح اسے واپس لائیں۔ ہمارے گاؤں کی تو برکت ہی چلی گئی۔''

''اب ایک ہی صورت ہے۔ کچھ لوگ ان سے ملیں، جو ہمارا بت لے گئے ہیں اور ان کی خوشامد درآمد کر کے کنٹری کو واپس لے آئیں۔''

Marfat.com

''کثریٰ ہم سے خوش ہو جائے گا؟''

''اسے واپس لے آؤ تو اور زیادہ نذرانے اس کے قدموں میں رکھنا۔ شاید تم نے نذرانے کم چڑھائے تھے۔'' کاہن نے انہیں مشورہ دے کر اپنی آمدنی پکی کر لی۔

چند معززین کا وفد تیار کیا گیا جس نے دوسرے قبیلے کے سردار سے ملاقات کی اور اپنا ''بت'' طلب کیا۔

''ہمارے قبیلے کی برکت اور خوش حالی کا ذریعہ وہی بت تھا۔ تمہارے آدمی اسے اٹھا لائے ہیں۔ اسے واپس کر دو۔''

''ہم اسے اس لیے اٹھا کر نہیں لائے ہیں کہ تم آؤ اور ہم تمہیں واپس کر دیں۔''

''وہ ہمارا دیوتا ہے۔''

''ہمارا دیوتا بھی ہے۔ تم نے بہت دن اسے اپنے پاس رکھ لیا، اب ہم رکھیں گے۔''

''ہم تمہاری خوشامد کرنے یہاں تک آئے ہیں۔ ہماری لاج رکھو۔''

''کچھ بھی ہو ہم یہ بت واپس نہیں کریں گے۔''

یہ وفد ناکام ہو کر واپس آ گیا۔ کاہن نے عبادت گاہ کی سیڑھیوں پر کھڑے ہو کر لوگوں کو مخاطب کیا۔

''اے اہل ثمود! اے کثریٰ کے وارثو! کثریٰ نے کہلا بھیجا ہے کہ اس کی خاطر جنگ کرو۔ وہ تمہاری قربانیوں کا منتظر ہے۔ کیا مجال تھی جو کوئی اسے لے جاتا۔ وہ اس لیے دوسروں کے ساتھ چلا گیا کہ تمہارا امتحان لے سکے۔ اگر تم اس امتحان میں کامیاب ہو گئے تو وہ تم سے خوش ہو جائے گا۔ تیاری کرو اور اس مقدس جنگ میں شریک ہو جاؤ۔''

کسی دوسری قوم کو اس طاقتور قوم پر حملہ کرنے جرأت نہیں ہو سکی تھی لیکن اب اپنے ہی اپنوں ہی حملہ کرنے کی تیاری کرنے لگے۔ مقدس جنگ تھی لہٰذا جوان اور بوڑھے سب اس میں شریک ہوئے۔ یہ لوگ ہتھیاروں سے لیس ہو کر دوسرے گاؤں کی طرف چل دیے۔ ان لوگوں کو بھی خبر ہو چکی تھی کہ لشکر آ رہا ہے۔ انہوں نے بھی تیاری کی۔ دونوں طرف سے تیروں کی بوچھاڑ ہونے لگی۔ پھر تلواریں چمکنے لگیں۔ یہ جنگ دونوں کے لیے مقدس تھی۔ ایک کو یہ گمان تھا کہ وہ کثریٰ کی خواہش پوری کرنے کے لیے جنگ کر رہے ہیں۔ اس امتحان میں انہیں پورا اترنا ہے۔ دوسرے فریق کو یہ احساس تھا کہ کثریٰ ان کے ساتھ ہے لہٰذا کوئی انہیں شکست نہیں دے سکتا۔ دونوں فریق بے جگری سے لڑ رہے تھے۔

کتنے ہی ادھر کے ہلاک ہوئے۔ کتنے ہی ادھر کے زخمی۔ بالآخر پہلے فریق کو موقع مل گیا۔ اس نے حفاظتی حصار کو توڑا اور اس مقام تک پہنچ گئے جہاں وہ بت رکھا ہوا تھا۔

وہ سیکڑوں لاشوں کو اپنے پیچھے چھوڑ کر ''کثریٰ'' کو اٹھا لائے اور دوبارہ عبادت گاہ کی زینت بنا دیا۔ اب کاہن نے اعلان کیا کہ جو لوگ اس جنگ میں مارے گئے ہیں دراصل آسمانی دیوتا ان لوگوں سے ناراض تھے لہٰذا اس جنگ میں انہیں گھسیٹ کر قتل کرا دیا گیا۔ اب جو لوگ رہ گئے ہیں، دیوتا ان سے خوش ہیں اور نذرانوں کے طلب گار ہیں۔ لوگوں نے سونے چاندی اور اناج کے ڈھیر کاہن کے قدموں میں رکھ دیے۔

دارالامارت کی سب سے بڑی عمارت میں سرداران قوم کی مشاورتی مجلس منعقد ہوئی۔ یہ پہلا موقع تھا جب اس زمین نے خون ذائقہ چکھا تھا۔ آپس میں دو قبائل لڑ پڑے تھے۔ اگر یہ واقعات متواتر ہوتے رہے تو دوسری اقوام کی ہمت ہو گی کہ وہ ہم پر حملہ آور ہو جائیں گے۔ سرداروں نے پہلی مرتبہ کوئی دانش مندی کی بات کی تھی۔

''ہم اگر آپس میں لڑ کر کمزور ہو گئے تو دوسری قومیں ہم پر مسلط ہو جائیں گی۔''

''لڑنے والوں پر جرمانہ عائد کیا جائے گا۔''

''اس سے کچھ نہیں ہوگا۔ لڑانے والے پھر بھی لڑاتے رہیں گے۔''

''تو کیا ہم انہیں یونہی چھوڑ دیں۔''

Marfat.com

''نہیں، ہمیں ان اسباب کا خاتمہ کر دینا چاہیے جو اس لڑائی کا سبب بنے۔''
''وہ کس طرح؟''
''ایک عبادت گاہ اور بنادی جائے۔ ایک بت وہاں بھی رکھ دیا جائے۔ یہ عبادت گاہ اس قبیلے کی ملکیت ہوگی جو محرومی کی وجہ سے اس بت کو اٹھا کر لے گیا تھا۔
اس مشورے کو سب نے پسند کیا۔ بڑے کاہن کو بلایا گیا۔ اس نے بھی حق میں رائے دی۔ ایک عبادت گاہ اور بن گئی۔ ایک بت اور تراش دیا گیا جو پہلے سے بھی زیادہ شان دار تھا۔
وہ سمجھ رہے تھے کہ اب فساد کا دروازہ بند ہو گیا مگر دروازہ تو اب کھلا تھا۔ اب کسی اور قبیلے کو بت کی ضرورت پیش آئی۔ اس نے نئے عبادت خانے سے بت چرالیا۔ اسے واپس لینے کے لیے پھر ایک جنگ ہوئی۔
مجلس مشاورت پھر برپا ہوگئی۔ اس مرتبہ یہ طے ہوا کہ ہر بڑے قبیلے کا ایک الگ بت خانہ ہو، جہاں وہ لوگ آزادی سے اپنی عبادت کر سکیں۔ اسی مجلس میں یہ بات طے ہوگئی کہ بڑے قبیلے کا ایک الگ بت خانہ ہو جہاں وہ لوگ آزادی سے اپنی عبادت کر سکیں۔ اسی مجلس میں یہ بات بھی سامنے آئی یا کاہن نے اپنی ہوشیاری سے سامنے رکھ دی۔
''غریب لوگ بھی ہیکل (عبادت گاہ) میں عبادت کے لیے آجاتے ہیں۔ اس سے شریف لوگوں کی توہین ہوتی ہے۔''
بات معقول تھی۔ اس طبقاتی معاشرے میں وزن بھی رکھتی تھی۔ جب ان غریبوں کے کنوئیں الگ ہیں، گزرگاہیں الگ ہیں تو عبادت گاہیں بھی الگ ہوں۔
''ان کیڑے مکوڑوں کے لیے سرکاری خرچ پر عمارتیں تعمیر نہیں کی جاسکتیں۔ ان سے کہو کہ اگر عبادت کا اتنا شوق ہے تو اپنا بت اپنے گھروں میں رکھیں۔''
یہ بات کاہن کے دل کو لگی۔ اس طرح ہر گھر میں ایک بت پہنچ جائے گا۔ اس نے فوراً ہاں میں ہاں ملائی۔ اعلان ہو گیا کہ غریب لوگ عبادت گاہوں کا رخ نہ کریں۔ انہیں اجازت ہے کہ وہ اپنے گھروں میں بت رکھ سکتے ہیں۔
اس اعلان سے یہ ہوا کہ عبادت گاہ میں جانا معزز ہونے کی دلیل سمجھا جانے لگا۔ لوگ دن میں کئی کئی مرتبہ کاہن کے پاس جا کر بیٹھنے لگے تا کہ لوگ انہیں وہاں دیکھیں اور انہیں بڑا آدمی سمجھیں۔ دوسری طرف یہ بھی ہوا کہ جو برائی پہلے محدود تھی اب ہر گھر میں پہنچ گئی۔ پہلے ایک بت، عام لوگوں کے ہاتھوں میں آیا تو اس بڑے بت کے چھوٹے چھوٹے مددگار بت بھی بن گئے۔ ہر کام کے لیے الگ بت کی تخلیق ہوگئی۔ بارش کا دیوتا، فصلوں کا دیوتا الگ وغیرہ وغیرہ۔
جب ان بتوں سے عقیدت زیادہ بڑھی تو وہ لوگ بھی جنہیں عبادت گاہ میں جانے کی اجازت تھی، اپنے گھروں میں بت رکھنے لگے تا کہ ہر وقت انہیں دیکھ سکیں، ان سے مانگ سکیں۔
اتنی بڑی تعداد میں بت تراشنے کے لیے بہت سے کاری گر درکار تھے۔ اس کاروبار نے باقاعدہ صنعت کا درجہ اختیار کر لیا لہٰذا بازاروں میں بھی ہر طرف بت ہی بت نظر آنے لگے۔
ابھی تک صرف ایک طاقت ور طبقہ سمجھا جاتا تھا اور وہ تھا صاحب اقتدار طبقہ، جس میں بڑے بڑے سردار اور ان کے انتظامی کارندے شامل تھے۔ اب کاہنوں اور پجاریوں نے بھی قوت حاصل کر لی۔ لوگ مذہبی معاملات میں ان کے محتاج تھے۔ اب یہ معاشرہ دو قوموں کے ہاتھوں میں کھیل رہا تھا۔ ایک طرف سرمایہ دار تھے دوسری طرف کاہن اور پروہت۔
مذہبی طاقتوں نے دیوی دیوتاؤں کا ایسا چکر چلایا کہ آہستہ آہستہ خدا کا تصور لوگوں کے ذہنوں سے نکل گیا۔ جو کچھ تھے وہ یہ بت ہی تھے۔ ابتدا میں انہیں (بتوں کو) خدا کا سفارشی سمجھا جاتا لیکن وقت کے ساتھ ساتھ یہ تبدیلی آئی کہ یہ بت

Marfat.com

ہی خدا بن بیٹھے۔ جب بخشنے اور معاف کرنے والا گھر ہی میں ہو تو خوف کس کا؟ اس بت پرستی نے اس معاشرے کی اخلاقی حالت بالکل ہی تباہ کردی، بے حیائی عام ہوگئی، فحش باتیں راہ چلتے سنائی دینے لگیں۔ شراب پانی کی طرح بہنے لگی۔ بازاری عورتوں کی یلغار ہوگئی۔ گھروں میں قحبہ خانے کھل گئے۔ غرض ہر برائی کا عروج اس قوم کا مقدر بن گیا۔ نہ کسی کی عزت محفوظ تھی، نہ جان و مال، ہر طرف فسادیوں اور شرارتیوں کا راج تھا۔

☆......☆......☆

قانون قدرت ہے کہ جب اندھیرا بڑھ جاتا ہے تو روشنی کے اسباب مہیا کردیے جاتے ہیں۔ انسان کو اللہ تعالیٰ نے عقل و شعور عطا کیا ہے پھر وہ ان پر ہدایت و نصیحت کے دروازے کھولتا ہے تاکہ وہ اپنی عقل سے اس ہدایت کو پہچانیں۔ ہدایت کے یہ دروازے وہ انبیا و رسل ہیں جن کو اس (اللہ تعالیٰ) نے اپنا پیغام بر بنا کر بھیجا (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی پیغام بر نہیں آئے گا کیونکہ ہدایت مکمل ہوگئی) قوم ثمود بھی گمراہی کے آخری کنارے تک پہنچ گئی تھی۔ ان کی عقلیں سلب ہوگئی تھیں۔ اب انہیں ہدایت کی ضرورت تھی کہ شاید وہ اس ہدایت کو مانیں اور راہ راست پر آجائیں اللہ تعالیٰ کے علم میں تھا کہ یہ پھر بھی نہیں مانیں گے لیکن ایک قانون پورا کرنا تھا اور حجت تمام کرنی تھی۔

''اور اللہ خوب جاننے والا ہے کہ اپنے منصب رسالت کو کس جگہ رکھے۔''

اللہ تعالیٰ نے اس قوم ثمود کی ایک نیک اور صالح ہستی صالح (علیہ السلام) کو منصب رسالت پر فائز کیا تاکہ وہ اپنی قوم کو شرک سے بچائیں اور نیکی کی طرف بلائیں۔ پچھلی قوموں کی داستانیں سنا کر ان کا انجام انہیں بتائیں۔

''اور قوم ثمود کی طرف ان کے بھائی صالح کو بھیجا۔'' (القرآن)

حضرت صالح علیہ السلام حضرت نوح علیہ السلام کے بیٹے ارام کی اولاد میں سے تھے۔ آپ کے والد کا نام عبید ابن اصف تھا جو ثمود کی اولاد میں سے تھے۔ یہ وہی ثمود تھے جن کے نام پر یہ قوم ''قوم ثمود'' کہلاتی تھی۔ اپنے شجرہ نسب کے اعتبار سے آپ کا خاندان نہایت معزز سمجھا جاتا تھا۔ خود حضرت صالح علیہ السلام اپنی منسکر المزاجی کی بدولت (نبوت ملنے سے پہلے تک) نہایت مقبول اور بے ضرر سمجھے جاتے اور ایک ایسے شخص کی حیثیت سے جانے جاتے تھے جو اپنے کام سے کام رکھتا ہے اور زیادہ تر چپ اور اپنے خیالوں میں کھویا رہتا ہے۔

حضرت صالح علیہ السلام کہیں باہر سے آکر آباد نہیں ہوئے تھے۔ وہ اسی معاشرے میں پلے بڑھے تھے۔ یہاں کے حالات کا خاموشی سے مشاہدہ کرتے رہے تھے۔ بت پرستی کی تمام داستانیں ان کے سامنے لکھی گئی تھیں۔ انہوں نے بھی بت پرستی اختیار نہیں کی تھی بلکہ ہمیشہ اس حرکت سے نفرت کا اظہار ہی کیا تھا۔ انہوں نے بتوں کے نام پر ہونے والی جنگوں کے تماشے بھی دیکھے تھے۔ انہیں یہ بھی معلوم تھا کہ ایک طرف اہل اقتدار ہیں دوسری جانب کاہن ہیں۔ طاقت کے سرچشمے بیت الحکمت سے پھوٹتے ہیں یا ہیکل (عبادت گاہ) سے اور دونوں کے درمیان گٹھ جوڑ ہے اور نادار و مفلس لوگ چکی کے ان دو پاٹوں کے درمیان پس رہے ہیں۔ ہر چند یہ طبقہ بھی بت پرستی کا شکار ہے لیکن اسے راہ راست پر لایا جاسکتا ہے۔

حضرت جبرائیل علیہ السلام جب آپ کی خدمت میں منصب نبوت کا اعزاز لے کر حاضر ہوئے اور وحی کے الفاظ پہلی مرتبہ آپ کے کانوں میں گونجے تو آپ کو اپنی ذمے داری کا احساس ہوا۔ اب تک آپ یہ سمجھتے رہے تھے کہ بڑے بڑے سردار اور کاہن اتنے طاقت ور ہیں کہ ایک اکیلے ان کے سمجھانے سے کچھ نہیں ہوگا۔ کوئی ان کی بات سننے کو تیار نہیں ہوگا لیکن جب اللہ کی ہدایت ان کے پاس آئی تو انہیں یہ محسوس ہوا جیسے وہ اچانک طاقتور ہوگئے ہوں۔ جیسے کسی مضبوط سہارے نے ان کی پشت پر ہاتھ رکھ دیا ہو۔ انہیں حکم دیا جارہا تھا کہ گمراہ قوم کو توحید کا سبق یاد دلائیں۔ خالق واحد کی عبادت کی طرف راغب کریں۔ پچھلی امتوں کی تباہی کے اسباب بیان کرکے اس غافل قوم کو بیدار کریں۔ انہیں اللہ کے

Marfat.com

عذاب سے ڈرائیں۔

یہ باتیں وہ پہلے بھی سوچا کرتے تھے لیکن اب کہنے کی ہمت بھی پیدا ہوگئی۔ جو اللہ ان میں طاقت پیدا کر رہا تھا وہی حکمت اور مصلحت سے بھی نواز رہا تھا۔ وہ اچھی طرح مشاہدہ کر کے یہ جانچ چکے تھے کہ اس قوم کے کچلے ہوئے طبقے پر ان کی باتیں زیادہ اثر انداز ہوں گی اس طبقے کے اگر کچھ لوگ ان کے ساتھ ہو جائیں تو پھر وہ اہل اقتدار کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کر سکتے ہیں۔ یہ اس لیے بھی ضروری تھا کہ غریب لوگ ان کی سادگی اور انکسار سے پہلے ہی متاثر تھے۔ حضرت صالح علیہ السلام اس سے پہلے بھی ان غریبوں کے محلے میں جا نکلتے تھے۔ ان کے درمیان بیٹھتے تھے۔ ان کے دکھ درد میں شریک ہوتے تھے۔ سب سے پہلے آپ نے انہی لوگوں کے سامنے اعلانِ نبوت کیا۔

''تم لوگ مجھے کیسا آدمی سمجھتے ہو؟''

''یہ آج آپ کو کیا ہوگیا ہے۔ آپ کیسا سوال کرتے ہیں۔ آپ تو نوحؑ کے خاندان سے ہیں۔ ہمارے لیے معزز ہیں۔ آپ کی یہ کیا کم خوبی ہے کہ ہمارے درمیان آ کر بیٹھ جاتے ہیں۔''

''کیا تم نے کبھی دیکھا کہ میں نے جھوٹ بولا ہو؟''

''ایسا موقع تو کبھی آیا ہی نہیں۔''

''ایسا موقع آ بھی نہیں سکتا تھا کیونکہ مجھے یاد نہیں کہ میں نے کبھی جھوٹ بولا ہو۔''

''اے صالح! ہم دیکھ رہے ہیں کہ آج آپ کوئی خاص بات ہم سے کہنا چاہتے ہو؟''

''خاص بھی ہے اور تمہارے فائدے کی بھی ہے۔ آج میں اپنی مرضی سے تمہارے پاس نہیں آیا ہوں۔ اللہ نے مجھے اپنا رسول بنا کر تمہارے پاس بھیجا ہے جس طرح اور قوموں کے پاس اللہ کے پیغمبر آئے تھے۔''

''اس میں ہمارا کیا فائدہ؟''

''اللہ نے تمام احکامات میرے ذریعے تم تک پہنچانے ہیں۔ اگر ان پر عمل کرو گے تو یقیناً فائدے میں رہو گے۔''

''کیا ہم بھی دولت مند ہو جائیں گے؟''

''تمہیں وہ دولت ملے گی جو ان امیروں نے خواب و خیال میں بھی نہیں دیکھی ہوگی۔''

''پھر جلدی بتاؤ وہ کیا احکامات ہیں؟''

''اے قوم! اللہ ہی کی عبادت کرو۔ اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں۔ اس نے تم کو زمین سے پیدا کیا ہے اور اس میں آباد کیا۔ تو اس سے مغفرت مانگو اور اس کے آگے توبہ کرو۔ بے شک میرا پروردگار نزدیک بھی ہے اور دعا کو قبول کرنے والا بھی ہے۔''

''صالح! یہ تم نے عجیب بات کہہ دی۔ کیا ہم اپنے باپ دادا کے دین کو چھوڑ دیں؟''

''تمہارے باپ دادا اگر غلطی پر تھے تو کیا ضروری ہے کہ تم بھی اس غلطی کو دہراؤ؟''

''یہ کیسے ثابت ہو کہ ہمارے باپ دادا غلطی پر تھے۔ ہمیں تو تمہارے نئے دین میں جو تم لے کر آئے ہو قوی شبہ ہے۔ ہم تو تمہیں یہ مشورہ دیتے ہیں کہ اس باطل خیال سے باز آ جاؤ۔ تم اچھے آدمی ہو، کہیں کسی مصیبت میں گرفتار نہ ہو جاؤ۔''

''اگر میں اپنے پروردگار کی طرف سے مضبوط دلیل پر ہوں اور اس نے مجھے (نبوت) نعمت بخشی ہے تو اگر میں اللہ کی نافرمانی کروں تو اس کے سامنے میری کون مدد کرے گا؟''

''نافرمانی کو کون کہتا ہے لیکن اپنی باتیں اگر اپنے تک رکھو تو اچھا ہے۔ ہمیں تو مجبور مت کرو۔''

''تم ڈرتے کیوں نہیں۔ میں تو تمہارا امانت دار پیغمبر ہوں۔ اللہ سے ڈرو اور اس کا کہا مانو۔''

Marfat.com

''ہمارے لیے ہمارے بت ہی کافی ہیں۔''

''یہ تو خود تمہارے اپنے ہاتھوں کے بنائے ہوئے ہیں اور جو ہر چیز کا خالق ہے اس کی طرف سے غافل ہو۔ ذرا سوچو تو سہی اگر بات اسی طرح حقیقت ہو جس طرح میں تمہیں سمجھا رہا ہوں تو پھر تمہارا کیا حال ہے۔ سوچو تو سہی اللہ عزوجل کے سامنے تمہیں کیا چیز چھٹکارا دلائے گی جب کہ تم کہہ رہے ہو میں اپنے کام سے کام رکھوں اور تمہیں اس کی اطاعت کی طرف بلانا چھوڑ دوں۔''

''ہم تو مرکھپ چکے ہوں گے۔ ہمیں اللہ کے سامنے کب پیش ہونا ہے۔''

''تم کیا سمجھتے ہو، جو چیزیں تمہیں یہاں میسر ہیں اس کا تم سے حساب نہیں لیا جائے گا؟''

''صالح! یہ باتیں تم نے ہم سے تو کرلیں، کسی اور سے مت کرنا ورنہ لوگ تمہیں خبطی کہیں گے۔ سچی بات تو یہ ہے کہ اب تک ہمیں بھی تم سے بڑی امیدیں تھیں۔ ہم سمجھتے تھے کہ تم بڑے نیک ہو جو ہمارے درمیان آکر بیٹھ جاتے ہو لیکن اب معلوم ہوا تم اپنے مطلب سے ہمارے پاس آتے تھے۔ خود گمراہ ہوئے ہو اور ہمیں بھی گمراہی کے راستے پر لے جارہے ہو۔''

یہ لوگ ایک ایک کرکے آپؑ کے پاس سے ہٹ گئے۔ آپؑ نے انہیں جاتے ہوئے دیکھا اور ان کی غفلت پر افسوس کرتے ہوئے آپؑ بھی وہاں سے لوٹ آئے۔

یہ باتیں ایسی نہیں تھیں جو ان لوگوں کو آسانی سے ہضم ہو جاتیں۔ کسی سے کہتے ہوئے ڈرتے بھی تھے کہ الٹی مصیبت ان ہی پر نہ ٹوٹ پڑے کہ تم لوگوں نے یہ باتیں سنی ہی کیوں تاہم وہ یہ بھی چاہتے تھے کہ ان باتوں کا مطلب کوئی انہیں سمجھائے۔ چپکے چپکے ایک دوسرے سے کہتے اور سمجھاتے رہے۔ ان سب کا خیال یہ تھا کہ صالح پر کسی نے جادو کردیا ہے جو وہ ایسی بہکی بہکی باتیں کرنے لگے ہیں۔ کچھ لوگ ایسے بھی تھے جو ان باتوں کا مطلب سمجھنے کی کوشش کررہے تھے۔ انہیں ان باتوں میں صداقت نظر آرہی تھی لیکن وہ یہ ظاہر نہیں کررہے تھے کہ ان پر یہ باتیں اثر انداز ہوئی ہیں۔

اب حضرت صالح علیہ السلام کا یہ معمول ہوگیا تھا کہ صبح ہوتے ہی گھر سے نکل جاتے اور جس طرف سے گزر ہوتا، لوگوں کو توحید کا درس دیتے، انہیں ان کی ذمے داریاں یاد دلاتے۔ آپ کے خطاب سے بازار اور محلے گونجتے رہتے۔

''یہ چشمے، یہ نباتات، یہ عمارتیں، یہ محل سب مٹنے والی چیزیں ہیں۔ باقی رہنے والی ذات صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی ہے۔ اس کی عبادت کرو۔ مرنے کے بعد تمہیں اٹھنا بھی ہے۔ اپنے اعمال کا حساب بھی دینا ہے۔ اس کی ذات میں کسی کو شریک نہ کرو کہ یہی سب سے بڑا کفر ہے۔ بتوں کو اٹھا کر پھینک دو۔ یہ تمہارے کسی کام نہیں آسکتے۔ کفر کے کام مت کرو۔ اللہ کی نشانیوں کو پہچانو اس کے شکر گزار بندے بن کر رہو۔ جن بتوں کی پرستش میں تم منہمک ہو ان سے اپنے وجود کو صاف کرلو اور ایک اللہ کی عبادت کی طرف متوجہ ہو جاؤ۔''

یہ پیغام اتنا صاف اور واضح تھا کہ سب کی سمجھ میں آتا تھا لیکن ان کے دلوں پر مہر لگی ہوئی تھی۔ برسوں کی میل کچیل دنوں میں صاف ہونے والی نہیں تھی۔ لوگ سنتے تھے اور ہنسی ٹھٹھے میں اڑاتے ہوئے آگے بڑھ جاتے تھے۔ کچھ لوگ رک کر غور کرتے تھے مگر کوئی خیال انہیں بھی آگے بڑھنے پر مجبور کردیتا تھا۔

حضرت صالحؑ اس خوف سے لرزہ براندام رہتے تھے کہ ہدایت پہنچانے میں کوئی کمی نہ رہ جائے اور ان کا رب ان سے ناراض نہ ہوجائے۔ اہلِ ثمود کی یہ بستیاں دور دور تک پھیلی ہوئی تھیں۔ آپ کبھی ایک بستی کا رخ کرتے کبھی دوسرے بستی میں جانکلتے۔ جہاں جگہ پاتے عبادت کے لیے کھڑے ہوجاتے جہاں نیند آتی سو جاتے، امید کا سفر تھا جو ناامیدی کی سواری پر طے ہو رہا تھا۔ کبھی کبھی کچھ شرارتی لوگ آپ کو راہ میں روک لیتے۔ بار بار کے پوچھے ہوئے سوال محض ستانے کے لیے پوچھتے۔ آپ خندہ پیشانی سے جواب دیتے۔ کئی کئی دن بعد گھر واپس آتے تو گھر کے بزرگ بھی آپ کو اس طرح

Marfat.com

دیکھتے جیسے کوئی کسی اجنبی کو دیکھتا ہے۔ جن سوالوں کا راہ میں سامنا تھا، وہی گھر میں بھی اٹھنے لگے۔

یہ باتیں راز میں رہنے والی نہیں تھیں۔ اہل اقتدار تک بھی یہ خبریں پہنچ رہی تھیں اور عبادت گاہیں بھی آپ کے خطبات کی بازگشت سے گونج رہی تھیں۔ آپ کی ذات سے کوئی فساد کوئی ہنگامہ اب تک نہیں پیدا ہوا تھا اس لیے ایوان شاہی میں آپ کے خلاف کوئی آواز بلند نہیں ہوئی تھی البتہ عبادت گاہوں میں کھلبلی مچ گئی۔ کاہنوں کے مخبر ایک ایک بستی میں پھیل کر خبریں جمع کر رہے تھے۔ حضرت صالحؑ کیا کہہ رہے ہیں اور لوگوں کی رائے آپ کے بارے میں کیا ہے۔ ایک ایک پل کی خبریں پہنچ رہی تھیں۔ کاہنوں کو یہ سن کر اطمینان ہوتا تھا کہ صالحؑ کی باتیں بے اثر ثابت ہو رہی ہیں لیکن یہ دھڑکا ہر وقت لگا رہتا تھا کہ اگر کسی وقت لوگ ان کے ''بہکاوے'' میں آ گئے اور ان کے ساتھ مل گئے تو ان کی عبادت گاہیں اجڑ جائیں گی دوسرے لفظوں میں ان کی آمدنی ہی ختم ہو کر رہ جائے گی۔ معاشرے میں جو باعزت مقام انہیں ملا ہوا ہے، اس کا بھی جنازہ نکل جائے گا۔ وہ ایک عام سے آدمی ہو کر رہ جائیں گے۔ کسی فتنے کو اگر ابتدا ہی میں کچل دیا جائے تو نقصان کا خدشہ کم ہوتا ہے۔ قبل اس سے کہ یہ سیلاب طوفان کی شکل اختیار کرنے، سوراخ کو یہیں بند کر دینا چاہیے۔

حضرت صالحؑ نہایت برگزیدہ اور باعزت خاندان کے فرد تھے اس لیے یہ کاہن نہایت احتیاط سے کام لے رہے تھے۔ جلد بازی میں کوئی بھی ایسا قدم اٹھانا نہیں چاہتے تھے جس سے نقصان کے بجائے صالحؑ کو تقویت ملے۔ جہاں تک ہو سکتا تھا اپنے عزائم کو خفیہ رکھنا چاہتے تھے۔ خفیہ کاموں کے لیے رات سے موزوں کوئی وقت نہیں ہوتا۔

حضرت صالح علیہ السلام اپنے خدا کے حضور سجدہ ریز تھے اور ادھر دارالحکومت کی مرکزی عبادت گاہ میں تمام کاہن اور ان کے بہت سے ہمدرد جمع تھے جو اس نئے فتنے (نعوذ باللہ) کی بیخ کنی کی خاطر مشوروں کے لیے آئے ہوئے تھے۔

''صالح (علیہ السلام) کوئی معمولی آدمی نہیں ہے۔ وہ لوگوں کو ورغلا رہا ہے۔ ایک نئے مذہب کی بنیاد رکھ رہا ہے۔ ہمیں اس کو یوں نظر انداز نہیں کرنا چاہیے۔'' سب سے بڑے کاہن نے ایک مسئلہ سب کے سامنے رکھ دیا۔

''اسے نظر انداز کر دینا ہی بہتر ہے۔ اگر ہم نے اسے اہمیت دی تو لوگوں کو اس پر یقین ہو جائے گا۔''

''تم کن لوگوں کی بات کر رہے ہو۔ وہ کب سے دیواروں سے سر پھوڑ رہا ہے۔ کسی نے اس کی باتوں پر کان دھرے؟''

''جب کوئی نہیں سن رہا ہے تو ہم کیوں سنیں؟''

''ہمیں اس لیے سننا ہے کہ وہ براہ راست ہم پر حملہ آور ہوا ہے۔ ہمارے دیوتاؤں کو برا کہتا ہے۔ ہمیں چاہیے کہ ہم کوئی ایسی چال چلیں کہ وہ سرداران قوم کی نظروں میں آ جائے۔ اس کے نام سے کوئی فساد برپا کر دیا کچھ بھی کرو۔''

''ہمیں چاہیے کہ ہم اسے طیش دلا دیں تاکہ وہ غصے میں آ کر الٹے سیدھے قدم اٹھائے اور ہمیں جواز مل جائے۔''

''یہ کس طرح ہوگا؟''

''اب تک وہ اپنی کہہ رہا ہے۔ اسے کوئی ستانے والا نہیں ملا ہے۔ ہمیں چاہیے کہ ہم کچھ ایسے لوگ اس کے پیچھے لگا دیں جو کرید کرید کر اس سے سوال پوچھیں۔ اسے غصہ دلائیں۔''

اس آخری رائے کو سب نے سراہا۔ اسی وقت ایسے سر پھرے اور چرب زبان افراد منتخب کر لیے گئے جو صبح ہوتے ہی بازاروں میں پھیل گئے۔

حضرت صالح علیہ السلام حسب معمول ایک جگہ تبلیغ دین میں مصروف تھے کہ کاہن کے بھیجے ہوئے آدمی بھی اس ہجوم میں شامل ہو گئے۔ آپؑ خطاب فرما رہے تھے۔

''تم کو اللہ نے ''عاد'' کے بعد بنایا ہے تاکہ تم ان کے دہشت ناک انجام سے خوب عبرت حاصل کرو اور ان کے کرتوت کے برخلاف نیک عمل کرو اور تمہارے لیے یہ زمین مہیا کر دی تم اس سے نرم حصے میں محلات بناتے ہو اور پہاڑوں

Marfat.com

کوتراش کر بڑی مہارت سے اپنے گھروں کو بناتے ہو۔ تو بس اس اللہ کی نعمت کا مقابلہ اس کے شکر اور عمل صالح کے ساتھ کرو اور اس رب کی عبادت کرو جس کا کوئی شریک نہیں اور اس کی حکم عدولی سے بچو ورنہ اس کا انجام تباہ کن ہوگا۔''

آپ کا خطاب جاری تھا کہ کچھ لوگ بیچ میں بول پڑے۔ یہ وہی لوگ تھے جو کاہنوں نے بھیجے تھے۔ '' صالح، ذرا یہ تو بتاؤ تم یہ سب کچھ کس کے اکسانے پر کہہ رہے ہو۔''

''میں کسی کے اکسانے پر کچھ نہیں کہہ رہا بلکہ اللہ کے حکم سے کہہ رہا ہوں۔''

''سنا ہے تم اس کے رسول بنا کر ہماری طرف بھیجے گئے ہو۔''

''اللہ خوب جاننے والا ہے۔''

''تمہارے اللہ کو اس کام کے لیے کوئی اور نہیں ملا تھا؟''

''میں ہمیشہ کہتا رہا ہوں، اللہ بہتر جانتا ہے کہ منصب رسالت کو کس جگہ رکھنا ہے۔''

''تم تو ہمارے ہی جیسے بلکہ ہم سے بھی گئے گزرے ہو۔ پھر کوئی تمہیں رسول مان لے تو اس سے بڑا بے وقوف کون ہوگا۔''

''تم آخر خدا کی نشانیوں کو کیوں جھٹلاتے ہو۔ اپنی اصلاح کرو اور خدا سے ڈرتے رہو۔''

''اچھا صالح، ایک بات بتاؤ۔ ہماری قوت، شان و شوکت، دولت کی فراوانی، کھیتوں کی سرسبزی وغیرہ ہمیں کس کی طرف سے ملی ہے۔''

''تمام نعمتیں اللہ تعالیٰ ہی ہمیں بخشتا ہے۔ اس لیے اس کی شکر گزاری لازم ہے۔''

''بس یہ ایک بات ہے جو تمہاری ہم مان لیتے ہیں لیکن پھر یہ بتاؤ کہ یہ نعمتیں تمہیں کیوں میسر نہیں۔ تم تو خدا کے پسندیدہ بندے ہو۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ ہم راہ راست پر ہیں، وہ ہمیں خوش رکھتا ہے۔ تم گمراہ ہو گئے ہو۔ یہ ہمارے خداؤں کی کرم فرمائیاں ہیں کہ ہم لوگ بدستور امیر اور شان و شوکت کے مالک ہیں۔''

''اے شرارت بھرے سوال کرنے والو! دنیا کی ظاہری شان و شوکت پر غرور نہ کرو۔ یہ اللہ تعالیٰ کا تم پر احسان ہے۔ یہ احسان تم پر زیادہ ہے اس لیے شکر گزار بھی تم ہی کو زیادہ ہونا چاہیے۔ یہ تمام چیزیں وہ جب چاہے تم سے چھین لے لہٰذا شکر کرو اور کفر کرنے والوں میں نہ پڑ جاؤ۔ میں تو شکر کرتا ہوں کہ اس نے مجھے قوم عاد کی طرح غرور کرنے والا نہیں بنایا۔ تم بھی اس کی پناہ مانگو اور اس سے ڈرتے رہو۔''

جب ان مفسدوں کے دامن میں کوئی سوال نہ رہا بلکہ ہر سوال پر لاجواب ہوتے رہے تو حضرت صالحؑ کی شان میں گستاخیوں پر اتر آئے کہ شاید اس طرح آپ کو طیش دلا سکیں۔

''تم اور تمہارے ساتھی، اگر کچھ ہیں تو ہماری قوم کے لیے بدشگون ہیں۔''

''تمہاری بدشگونی خدا کی طرف سے ہے۔'' حضرت صالحؑ نے نہایت نرمی سے کہا ''بلکہ تم تو ان لوگوں میں ہو جن کی آزمائش کی جاتی ہے۔''

اس دھمکی نے ان مفسدوں پر ایسا اثر کیا کہ وہ سب وہاں سے اس طرح کھسک گئے جیسے ان کی چوری پکڑی گئی ہو۔ آپ نے اپنے سننے والوں کو ان لوگوں کی حقیقت سے باخبر کیا کیونکہ یہ لوگ اپنے اطمینان کے لیے سوالات نہیں کر رہے تھے بلکہ ان کا مقصد حقیقت کو جھٹلانا تھا لہٰذا صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ انہیں کس نے بھیجا ہے۔

کئی روز تک تسلسل سے ایسے ہی واقعات پیش آتے رہے۔ آپ تبلیغ دین کے لیے جہاں بھی تشریف لے جاتے، کچھ ایسے لوگ وہاں آ جاتے کہ آپ کا خطاب درمیان میں رہ جاتا اور سوال جواب کا سلسلہ شروع ہو جاتا۔ یہ الگ بات کہ سوال بھی وہی تھے جواب بھی وہی لیکن شان نبوت کا کمال تھا کہ پرانے جواب ہر مرتبہ نئے معلوم ہوتے تھے۔

Marfat.com

ایسے واقعات تواتر سے ظاہر ہوئے تو آپ کو بخوبی علم ہو گیا کہ طبقہ امرا تک آپ کا پیغام پہنچ چکا ہے اور اب بہت جلد ان کی جانب سے رخنہ اندازی کا عمل شروع ہو جائے گا۔ اب مصلحت کا کوئی فائدہ نہیں۔ اب اپنے پیغام کو عام کر دینا چاہیے۔ یوں بھی اس محدود تبلیغ کا کوئی خاص فائدہ نہیں ہو سکا تھا۔ محض چند افراد تھے جو آپ پر ایمان لائے تھے۔ باقی لوگ ابھی تک اپنے لیے گمراہی کو پسند کیے ہوئے تھے۔ ان کا یہ تعجب ہی ابھی تک دور نہیں ہو سکا تھا کہ ان جیسا ہی ایک آدمی پیغمبر بنا کر کیسے بھیجا جا سکتا ہے۔ کسی دولت مند کو یہ مرتبہ کیوں نہیں بخشا گیا تا کہ وہ اپنی دولت کو کام میں لاتا اور خدا کے پیغام کو زیادہ بہتر طریقے سے مخلوق خدا تک پہنچا سکتا۔ وہ سمجھتے تھے کہ اس میں ضرور کوئی چال ہے۔ اگر ہم اس پر ایمان لے آئے تو قوم کے سردار ہمیں زندہ نہیں چھوڑیں گے یا کسی دن صالحؑ ہمیں چھوڑ کر الگ ہو جائیں گے۔

حضرت صالح علیہ السلام ہر روز قوم کو خدا کا پیغام پہنچاتے رہے اور قوم تسلسل کے ساتھ ان سے مذاق کرتی رہی۔ ان کی نصیحتوں کی باتیں ہنسی میں اڑاتی رہی۔

کاہنوں کے بھیجے ہوئے افراد چند مہینوں کی۔۔۔ کاوش کے بعد اپنے اپنے علاقوں کی معلومات لے کر ایک مرتبہ پھر مرکزی عبادت گاہ میں جمع ہوئے۔ سب کی زبانوں پر ایک ہی بات تھی ''صالحؑ کوئی معمولی آدمی نہیں ہیں۔ ان کی طرف سے ہوشیار رہا جائے۔''

''ان میں ایسی کیا بات تم نے دیکھی؟''

''وہ حلم و انکسار کا پیکر ہے۔ اسے کچھ بھی کہہ لو، اسے غصہ نہیں آتا۔ اور ہمارا تجربہ ہے کہ ایسا آدمی بہت خطرناک ہوتا ہے۔''

''معلوم ہوتا ہے تم بھی ان سے متاثر ہو کر آئے ہو۔''

''ہم متاثر نہیں ہوئے بلکہ کچھ سحر زدہ سے ہو گئے ہیں۔ وہ تو کوئی جادوگر معلوم ہوتا ہے۔''

''تم پر تمہارے خداؤں کی مار ہو۔ اس کی تعریفیں کر رہے ہو؟''

''اس کی تعریف نہیں کر رہے ہیں بلکہ آپ کو ہوشیار کر رہے ہیں۔ اس کا کچھ انتظام کر لیں ورنہ وہ عنقریب کوئی نہ کوئی آفت ضرور کھڑی کر دے گا۔''

''اگر وہ ایسا ہی جادوگر ہوتا تو اپنے گرد لوگوں کا ہجوم اکٹھا کر چکا ہوتا جو اس پر ایمان لانے والے ہوتے۔''

''یہ بات ہم بھی سمجھنے سے قاصر ہیں۔ شاید کوئی خوف ہے جو لوگوں کو روکے ہوئے ہے ورنہ اس کی باتیں تو نہایت متاثر کن ہے۔''

''اچھا یہ بتاؤ، کتنے لوگ ہوں گے جو اس پر ایمان لے آئے ہیں۔''

''زیادہ سے زیادہ دس۔''

''اسے گمراہ ہوئے کتنے سال ہو گئے ہوں گے۔''

''اتنے ہی یا اس سے کچھ زیادہ۔''

''پھر تو کوئی بڑی تعداد نہیں ہے۔ وہ اتنے ہی یا اس سے کچھ زیادہ اپنے پیچھے چھوڑ کر دنیا سے رخصت ہو جائے گا۔ اس کے اٹھ جانے کے بعد اس کے چھوڑے ہوئے لوگ اس کے پھر منکر ہو جائیں گے۔ اس کی اولادوں میں سے کوئی اس کے پیغام کو آگے بڑھائے تو بڑھائے۔ اس وقت کی اس وقت دیکھی جائے گی۔''

یہ کاہن سب کچھ جانتے تھے۔ عادؔ و نوحؑ کی قوموں کے قصوں کو بھی جانتے تھے۔ یہ بھی جانتے تھے کہ خدا اپنے رسولوں کو وقتاً فوقتاً بھیجتا رہا ہے لیکن جب انہیں یہ خیال آتا تھا کہ ان کی اجارہ داری ختم ہو جائے گی تو وہ ان کی مخالفت پر آمادہ ہو جاتے تھے۔ حضرت صالح علیہ السلام کو زیادہ کامیابی نہیں مل رہی تھی اس لیے وہ مطمئن بھی تھے۔

Marfat.com

حضرت صالح علیہ السلام کو دس بارہ پختہ ایمان والے ساتھی میسر آ گئے تھے لیکن اہل ثمود میں سے کسی کو معلوم نہیں تھا کہ وہ کون ہیں۔ آپ ان کے ناموں کو پوشیدہ رکھے ہوئے تھے کہ کہیں ان کی قوم کے لوگ انہیں ہلاک نہ کر دیں۔ آپ کے یہ ساتھی آپ کے حکم کے مطابق اتنی احتیاط کر رہے تھے کہ تبلیغی دوروں میں آپ کے ساتھ بھی نہیں رہتے تھے۔ رات کے اندھیرے میں پوشیدہ طور پر آپ سے ملنے آتے تھے، پھر آپ کے مکان پر یا کہیں اور آپ کے ساتھ مل کر عبادت کرتے تھے اور دن بھر کے حالات آپ تک پہنچاتے تھے۔

ایک ایسی ہی اندھیری رات میں جب ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہیں دے رہا تھا۔ آپ کے ساتھی آپ سے ملاقات کے لیے ایک ایک کر کے آ رہے تھے۔ جب آخری آدمی بھی آ چکا تو آپ نے دروازے کی کنڈی لگا دی اور جب یقین ہو گیا کہ روشنی اور باتیں باہر نہیں جائیں گی تو آپ نے ایک چراغ اور روشن کر دیا۔

''ہماری کوششیں اس وقت تک کامیاب نہیں ہو سکتیں جب تک قوم کے چند بڑے مجھ پر ایمان نہ لے آئیں۔ آپ لوگوں کو اللہ کے یہاں بڑا اجر ملنے والا ہے لیکن معززین شہر میں سے کوئی ہم میں شامل ہو گیا تو خوف کی فضا ختم ہو جائے گی۔ ابھی ایمان کی روشنی بہت سے لوگوں کے دلوں تک محدود ہے وہ اس کا اظہار نہیں کر سکتے۔''

''تمام بڑوں کی آنکھوں پر دولت کی پٹی بندھی ہوئی ہے۔ وہ آپ کی باتیں کیوں سنیں گے؟''

''میں ان سے ان کی دولت نہیں چھین رہا ہوں۔ میں تو صرف یہ کہہ رہا ہوں کہ اس دولت پر خدا کا شکر ادا کرو۔''

''وہ آپ کو خدا کا رسول سمجھتے ہی نہیں تو آپ کی بات کیوں سنیں گے؟''

''میں ان کے پاس پیغام حق لے کر گیا بھی تو نہیں ہوں۔ اب وقت آ گیا ہے کہ میں ان کو دعوت دوں۔''

''ہم تو یہ مشورہ آپ کو نہیں دیں گے۔ اگر آپ کو انہوں نے گرفتار کر لیا یا آپ کی جان کو نقصان پہنچایا تو کیا ہو گا۔''

''گھبراؤ نہیں۔ مجھے کچھ نہیں ہو گا اور حجت پوری ہو جائے گی۔''

''یہ آپ کا اپنا ارادہ ہے یا حکم خداوندی ہے؟''

''میرے خدا نے مجھے حکم دیا ہے کہ وہاں تک بھی جاؤ جہاں نہیں گئے ہو۔''

''پھر ہم آپ کو روکنے والے کون ہوتے ہیں لیکن اتنا تو کہہ سکتے ہیں کہ ہم بھی آپ کے ساتھ ہوں گے تاکہ ضرورت پڑنے پر اپنی جانیں آپ پر نچھاور کر سکیں۔''

''میرا اکیلا جانا ہی مناسب ہے مبادا وہ یہ سمجھ لیں کہ میں لڑائی کے لیے آیا ہوں۔''

باتوں میں رات گزر گئی تھی۔ صبح کی سپیدی، اندھیرے کا منہ دھلا رہی تھی۔ آپ کی جماعت آپ کے ساتھ عبادت کے لیے کھڑی ہو گئی اور اس سے پہلے کہ رات بھر غفلت وعیش کی کہانیاں سن کر، دیر سے اٹھنے والی قوم بیدار ہوتی، یہ مومنین یہاں سے نکلے اور اپنے اپنے گھروں کو روانہ ہو گئے۔

اب یہ ان افراد کی بے احتیاطی تھی یا مشیت ایزدی یہی تھی کہ یہ راز کھل جائے اور آخر کار فیصلہ ہو ہی جائے۔ کاہنوں کے چھوڑے ہوئے جاسوس ادھر ادھر گھوم رہے تھے کہ یہ دس افراد انہیں مل گئے۔ یہ بھی معلوم ہو گیا کہ وہ کس کے پاس سے آ رہے ہیں۔ انہیں کاہن کی خدمت میں پیش کر دیا گیا۔

''تم صالح پر ایمان لے آئے ہو؟'' کاہن نے پوچھا۔

''ہاں۔''

''کیوں؟''

''کیونکہ وہ اللہ کے رسول ہیں اور ہمیں جنت کی بشارت دیتے ہیں۔''

''تمہیں معلوم ہے وہ اللہ کے بھیجے ہوئے ہیں جب کہ وہ بازاروں میں چلتے پھرتے ہیں۔ کھاتے بھی ہیں اور پیتے

Marfat.com

بھی ہیں اور کہیں کے رئیس بھی نہیں ہیں۔''

''جو چیز اللہ نے انہیں دے کر بھیجا ہے ہم اس پر ایمان لائے ہیں اپنی نیکی کا اور ہمیشہ رہنے ولا راستہ ہے۔''

''تم لوگ بے شک کسی بڑی سازش میں مصروف ہو۔ کوئی بڑا انقلاب لانا چاہتے ہو۔ تمہیں حاکم کے سامنے پیش کرنا ضروری ہو گیا ہے۔''

کاہنوں کو بہت دنوں سے اسی وقت کا انتظار تھا۔ انہیں معلوم تھا کہ سرداران قوم کسی مذہبی معاملے پر صالحؑ کی گرفت نہیں کریں گے جب تک ان کی سرداری خطرے میں پڑتی نظر نہ آئے۔ ان دس آدمیوں کی گرفتاری نے یہ موقع فراہم کر دیا تھا۔ کاہنوں کے نمائندوں نے ان دسوں افراد کو قوم کے سب سے بڑے سردار جندوع بن عمرو کی خدمت میں پیش کر دیا اور اس دعوے کے ساتھ پیش کیا کہ یہ افراد صالح بن عبید کے ساتھ مل کر سرداروں کے خلاف سازش کرتے ہوئے پکڑے گئے ہیں۔

سرداروں کے لیے یہ بات کسی طرح بھی قابل برداشت نہیں تھی انہوں نے فوراً صالح علیہ السلام کو بلوانے کے لیے کارندے دوڑا دیے۔ حضرت صالح علیہ السلام کاہنوں سے ملاقات کے لیے نکلنے ہی والے تھے کہ وہ کارندے آ گئے اور آپ کو کاہن کے بجائے جندوع بن عمرو کے پاس پہنچنا پڑا۔ یہ الگ بات کہ وہاں کاہن اور کئی دوسرے سردار بھی موجود تھے اور جب آپ کے دس ساتھیوں کو بھی پیش کیا گیا تو بات آپ کی سمجھ میں آ گئی۔

''آپ لوگ مجھ سے کیا پوچھنا چاہتے ہیں۔ پوچھیں؟''

''مقدس کاہن نے ہمیں بتایا ہے کہ تم اپنے ساتھیوں سے مل کر معزز سرداروں کے خلاف بغاوت کی سازش کر رہے ہو۔ بازاروں اور گلیوں میں ہمارے خلاف لوگوں کو اکساتے پھر رہے ہو۔'' جندوع بن عمرو نے سوال کیا۔

''بغاوت نہیں، میری منشا قوم کی اصلاح ہے۔''

''یہ اختیار تمہیں کس نے دیا ہے؟''

''اسی مالک و خالق نے جس نے آپ کو اور مجھے پیدا کیا ہے۔ اسی نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں آپ کو ہدایت کروں کہ ایک اللہ کی عبادت کرو۔ اس کے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں۔''

''یہ اختیار تم ہی کو کیوں دیا؟''

''اس لیے کہ اس نے مجھے اپنا رسول مقرر کیا ہے۔'' آپؑ نے فرمایا اور اس کے ساتھ ہی چاروں طرف سے قہقہے گونجنے لگے۔ ایک سردار نے نہایت طیش کے عالم میں کہا ''اس منصب کے لیے جندوع بن عمرو سے بہتر کون تھا۔ تو ضرور اپنے دل سے کوئی کہانی گھڑ رہا ہے۔''

''اللہ بہتر جانتا ہے، کس کو کیا دینا ہے۔ جو خود گمراہ ہو وہ کسی اور کو کیا راہ راست پر لائے گا۔ جندوع بن عمرو خود بتوں کی پرستش کرتے ہیں، یہ کسی کو کیا روک سکتے ہیں۔ اسی لیے یہ منصب انہیں نہیں مجھے دیا گیا۔''

''بہت خوب!'' کئی قہقہے پھر گونجے ''اللہ خود آ کر ہم سے کہہ دیتا، ہم تجھے مان لیتے۔ تجھے خود بتانا پڑ رہا ہے۔ پس تو جھوٹا ہے۔''

''جب آپ لوگوں نے مجھے پہلے ہی جھوٹا تصور کر لیا ہے تو پھر آپ کی اصلاح کیسے ہو سکتی ہے۔ آپ لوگوں کے لیے تو عنقریب عذاب تیار رکھا ہے۔''

''صالح! تم ایک معزز خاندان کے فرد ہو لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ تم ہمارے معبودوں کو برا کہنے کے بہانے تراشتے رہو اور ہمیں گمراہ کہو جب کہ گمراہ تو تم خود ہو جو باپ دادا کے دین کو ترک کر کے نیا مذہب لانا چاہتے ہو۔''

''آپ لوگ تسلیم کرتے ہیں کہ میرا معاملہ مذہب کا ہے نہ کہ بادشاہت و حاکمیت کا؟''

Marfat.com

''اب تک کی باتوں سے تو یہی اندازہ ہوتا ہے۔''

''تو پھر میں مقدس کاہن کے شکوک رفع کردوں تو بہتر ہے کیونکہ میری کامیابی سے ان کے مفادات متاثر ہوتے ہیں۔'' پھر آپ نے کاہن کی طرف رخ پھیرلیا۔

''تم تو کاہن ہو۔ مذاہب کی تاریخ سے بھی واقف ہوگے۔ تم نے سنا ہوگا اسی سرزمین میں کئی سو سال پہلے قوم عاد نے تمہاری طرح عالی شان عمارتیں بنائی تھیں مگر تمہاری ہی طرح گمراہ بھی ہوگئے تھے۔ ان کی گمراہی کو دور کرنے کے لیے ہود بن شالخ کو بھیجا گیا تھا جس طرح مجھے رسول بنایا گیا ہے۔ ان کی قوم نے بھی ان کے ساتھ وہی سلوک کیا تھا جو تم میرے ساتھ کررہے ہو اور ان سے بھی پہلے نوحؑ آئے تھے۔ کیا یہ خدا کی سنت نہیں ہے کہ جب قومیں سرکش ہوجاتی ہیں تو ان کی اصلاح کے لیے پیغمبر آتے ہیں۔''

''تم ان بزرگ ہستیوں کے خاندان والے ضرور ہو لیکن اپنے جھوٹ کا رشتہ ان سے مت جوڑو۔ تم بتاؤ تم اپنی قوم سے کیا چاہتے ہو کیونکہ ہود کی قوم گمراہ ہوگئی تھی ہم تو گمراہ نہیں ہیں۔''

''میں بھی وہی چاہتا ہوں جو ہودؑ نے اپنی قوم سے چاہا تھا۔''

''یہ کیا جواب ہوا۔ صاف صاف بتاؤ۔''

''تم تو مذہبی پیشوا ہو۔ تمہیں تو معلوم ہونا چاہیے۔''

''ضروری تو نہیں کہ ہمیں ہر چیز کا علم ہو۔ تم بتاؤ، تمہارا درس کیا ہے؟''

''شرک میں مبتلا لوگوں کو راہ راست پر لانے کی تلقین کرتا ہوں۔ ان کو خدا کی نعمتیں یاد دلاتا ہوں اور ان پر ثابت کرتا ہوں کہ خدا واحد ہے اور وہی پرستش و عبادت کے لائق ہے۔''

''تم یہ بھی تو کہتے ہو کہ مرنے والے دوبارہ اٹھائے جائیں گے اور ان سے ان کے اعمال کا حساب لیا جائے گا۔''

''تم کاہن ہو تمہیں بھی سب کچھ معلوم ہے لیکن تم اپنی اجارہ داری قائم رکھنے کے لیے مجھے جھٹلا رہے ہو۔ میرا چونکہ کوئی مفاد نہیں اس لیے میں ان باتوں کو ظاہر کردیتا ہوں۔ میں تو اس خدمت کا تم سے کوئی بدلہ بھی نہیں چاہتا۔ میرا بدلہ تو اس کے پاس ہے جو بڑا احسان کرنے والا ہے اور جس کی طرف میں تمہیں بلاتا ہوں۔''

بحث طول کھینچتی جارہی تھی۔ سردار اپنے عیش و عشرت کے لمحات میں سے اتنا وقت کسی کو بھی دینے کو تیار نہیں ہوتے تھے یہاں تو خاصا وقت گزر گیا تھا۔ حضرت صالح علیہ السلام ان کے نزدیک ایک بے ضرر سے آدمی تھے۔ وہ سوچ رہے تھے اگر صالح نے سو، پچاس آدمیوں کو اپنا ہم خیال بنا بھی لیا تو یہ عام سے آدمی ان کا کیا بگاڑ لیں گے لیکن کاہن کی نظر بڑی دور تک جارہی تھی۔ اسے معلوم تھا کہ اگر حضرت صالح علیہ السلام کی تحریک کامیاب ہوگئی تو پورا سماجی ڈھانچہ دھڑام سے زمین پر آگرے گا۔ اب تک کی بحث سے اسے یہ بھی معلوم ہوگیا تھا کہ حضرت صالح علیہ السلام معاشرے کی کمزوریوں کو اپنے پاؤں کے نیچے دبائے کھڑے ہیں۔ جب تک انہیں پوری طرح جھٹلا نہیں دیا جاتا، یہ طوفان تھمے گا نہیں۔ کاہن نے سرداروں کی نظروں میں آپؑ کو گرانے کے لیے ایک اور مطالبہ کردیا۔

''جندوع بن عمرو! اس سے کہو، اگر یہ اپنے قول میں سچا ہے تو کوئی معجزہ دکھائے کیونکہ میں نے سنا ہے سچے نبیوں کے پاس وہ طاقت ہوتی ہے جو دوسروں کے پاس نہیں ہوتی۔''

''اے کاہن! تو اپنے قول کو درست کرلے۔ نبیوں کے پاس اپنی کوئی طاقت نہیں ہوتی۔ وہ تو بس دعا کرنے والے ہوتے ہیں۔ طاقت تو اللہ کی ہے۔ وہ اسے شرمندہ نہیں ہونے دیتا۔''

''وقت مت ضائع کرو۔ تم اپنی کہو۔ معجزہ دکھا سکتے ہو یا نہیں؟''

''میرا رب مجھے شرمندہ نہیں کرے گا۔''

Marfat.com

"تمہیں گول مول باتیں بہت کرنی آتی ہیں۔ صاف لفظوں میں بتاؤ، اپنی صداقت ثابت کرنے کے لیے معجزہ دکھا سکتے ہو؟"

کاہن کا ساتھ دینے کے لیے تمام سردار بھی آپ سے معجزہ طلب کرنے لگے تھے۔ گویا ان کے ہاتھ تو ایک کھیل لگ گیا تھا۔

یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ حضرت جبریل علیہ السلام نے بذریعہ وحی حضرت صالحؑ کو بشارت دے دی "خدا کو معلوم ہے کہ یہ منکرین خدا آپ سے کیا نشانی طلب کرنے والے ہیں۔ آپ ان سے وعدہ فرمالیجئے۔ انہیں جلد ہی معلوم ہو جائے گا کون جھوٹا ہے کون سچا۔"

کاہن کے ساتھی اس کے کان میں کھسر پھسر کر رہے تھے۔ "یہ آپ نے کیا مطالبہ کر دیا۔ اگر اس نے معجزہ دکھا دیا تو کیا ہوگا؟ اس کی سچائی پر سب کو یقین آ جائے گا۔"

"میں اس کے معجزے کو شعبدہ بازی اور جادو کہہ کر جھٹلا دوں گا لیکن یہ بھی سوچو، اگر وہ معجزہ نہ دکھا سکا تو اس کی کیسی جگ ہنسائی ہوگی۔ اس مطالبے میں ہماری جیت ہی جیت ہے۔" کاہن نے کہا اور حضرت صالح علیہ السلام کی طرف دیکھنے لگا جو سرداران ثمود سے مخاطب تھے۔

"اگر میرے خدا نے میری لاج رکھ لی اور میں معجزہ دکھانے میں کامیاب ہو گیا تو آپ لوگ مجھ پر ایمان لے آئیں گے؟"

"ہاں، یہ طے ہی سمجھو مگر تم یہ بھی وعدہ کرو کہ اگر معجزہ نہ دکھا سکے تو دعوۂ نبوت سے ہاتھ اٹھا لو گے بلکہ ہماری بستیاں چھوڑ کر کہیں چلے جاؤ گے۔"

"مجھے منظور ہے لیکن مجھے شک ہے کہ واضح نشانی دیکھ کر بھی اسے جھٹلاؤ گے۔"

"تم پھر ہمیں باتوں میں الجھا رہے ہو۔"

"اچھا، پھر تم ہی بتاؤ، کیا معجزہ دیکھنا چاہتے ہو؟"

"یہ تو ہم تمہیں کل ہی بتا سکتے ہیں۔ اس وقت تو تمہیں باخبر کرنا مقصود تھا۔"

"میں بھی ایک شرط رکھتا ہوں۔" حضرت صالحؑ نے فرمایا۔ "یہ معجزہ کسی بند کمرے میں نہیں، کھلے میدان میں پوری قوم ثمود کے سامنے دکھایا جائے گا تاکہ آپ لوگ بعد میں کوئی ردوبدل نہ کر سکیں۔"

دوسرے دن اس قوم کی عید تھی۔ ایک بڑا میلہ لگتا تھا۔ قوم ثمود مرکزی عبادت گاہ کے سامنے جمع ہوتی تھی۔ خوب شور مچتا تھا۔ بتوں کے حق میں نعرے لگتے تھے۔ نذرانے چڑھتے تھے۔ عورتیں، مرد مل کر یہ تہوار بڑی شان سے مناتے تھے۔ کاہن کو یہی دن مناسب معلوم ہوا۔ اس نے جندوع بن عمرو کے کان میں کچھ کہا اور جندوع نے جو اس معاملے میں سب سے آگے آگے تھا، حضرت صالح علیہ السلام کو آگاہ کر دیا کہ ہم تجھ سے کل معجزہ طلب کریں گے۔

حضرت صالحؑ نے اپنے ساتھیوں کو ساتھ لیا اور اس محفل سے اٹھ آئے۔ بہت سے لوگ یہ سن کر "دارالامارت" کے سامنے جمع ہو گئے تھے کہ حضرت صالحؑ کو سزا دینے کے لیے بلایا گیا ہے، دیکھو کیا سزا ملتی ہے لیکن جب انہوں نے دیکھا کہ حضرت صالحؑ نہ صرف صحیح سلامت خود باہر آ رہے ہیں بلکہ ان کے ساتھی بھی ان کے ساتھ ہیں تو انہیں سخت مایوسی ہوئی۔ انہوں نے حضرت صالحؑ سے بہت سے سوالات کرنے چاہے لیکن یہ پہلا موقع تھا کہ آپ کسی سوال کا جواب دینے پر رضامند نہیں تھے۔ ہجوم کے درمیان سے اس طرح گزرتے چلے جا رہے تھے جیسے ان کے سامنے کوئی موجود نہ ہو۔ تب ہی ایک شخص نے چیخ کر کہا "یہی تو سزا ملی ہے۔ اب ان پر پابندی لگا دی گئی ہے۔ اب وہ اپنے دین کی تبلیغ کے لیے ہمارے کان نہیں کھایا کریں گے۔"

Marfat.com

''سنا ہے وہ کل قوم کے سامنے اپنی توبہ کا اعلان کریں گے۔'' ایک طرف سے آواز آئی۔

''چلے تھے ہمارے کاہنوں سے مقابلہ کرنے۔''

''سارا خطاب بھول گئے ہیں۔ چلے جاتے ہیں سر جھکائے۔''

آپ کے کانوں میں تمام آوازیں پڑ رہی تھیں۔ اس وقت آپ ایک ایسی اذیت سے دوچار تھے جسے صرف راہِ خدا میں ثابت قدم رہنے والا ہی برداشت کرسکتا ہے۔ وہی قوم جس کی اصلاح کے لیے وہ برسوں سے رات دن ایک کیے ہوئے تھے موقع ملتے ہی ان پر آوازے کسنے لگی تھی۔

آپ اپنے مکان پر پہنچے تو بشری گھبراہٹ آپ پر طاری تھی۔ میری قوم نے مجھ سے نشانی (معجزہ) طلب کی ہے اور نشانی بھی ایسی جس کا اظہار اب تک نہیں کیا، وضاحت اب تک بیان نہیں کی۔ کیا طلب کرلیا جائے؟ میں وہ معجزہ نہ دکھاسکا تو کیا ہوگا۔ میرے تو وہ ساتھی بھی مجھ سے الگ ہوجائیں گے جو مجھ پر ایمان لاچکے ہیں۔ طرح طرح کے وسوسے اور خیالات دل میں گھر بنارہے تھے۔ آپ کی یہ بے قراری آپ کے رب سے دیکھی نہ گئی۔ وحی کے الفاظ نے آپ کی توجہ کو پکڑلیا۔

''اے صالحؑ! گھبراتا کیوں ہے۔ اللہ عالم الغیب ہے۔ منکرین کے دلوں میں جو کچھ ہے، ہم پر ظاہر ہے۔ وہ جو کچھ تجھ سے طلب کرنے والے ہیں تیرا رب انہیں دکھا کر رہے گا۔''

قرآن کے الفاظ ہیں:

''ان کو کل ہی معلوم ہوجائے گا کہ کون جھوٹا ہے (اے صالح) ہم ان کی آزمائش کے لیے اونٹنی بھیجنے والے ہیں تو تم ان کو دیکھتے رہو اور صبر کرو اور ان کو آگاہ کردو کہ ان پر پانی کی باری مقرر کردی گئی ہے۔ ہر باری والے کو اپنی باری پر آنا چاہیے۔'' (سورۂ قمر)

منادی کرنے والا منادی کرچکا تو گھبراہٹ دور ہوگئی۔ آپ نے اپنے ساتھیوں کو خوش خبری سنادی کہ بخشش کرنے والا رب، ہمارے ساتھ ہے۔ کل کی آزمائش میں ہماری کامیابی ہے۔

بڑے بڑے کاہن، معزز سردار، تاجر اور سوداگر، حاکم کی شاہی حویلی میں جمع تھے۔ خود حاکم بھی موجود تھا۔ اس قسم کی محفلوں میں پہلے شراب کا دور چلتا تھا۔ پھر کوئی دوسری بات کی جاتی تھی۔ یہی ان لوگوں کا رواج تھا۔ اس وقت بھی یہ اہتمام فراخ دلی سے کیا گیا تھا۔ خاص طور پر بلائی گئی رقاصائیں مہمانوں کی دلداری کے لیے موجود تھیں۔ شراب اور شباب کی فراوانی نے اہل محفل کے ہوش اڑائے ہوئے تھے۔ دیوتاؤں کے نام پر شراب کے ظروف ایک ایک کر کے خالی ہورہے تھے۔

اس عالم بے خودی میں بھی سردارانِ قوم کے دلوں سے حضرت صالح علیہ السلام کا خیال نکلا نہیں تھا۔ رقص وسرور کا طوفان تھمتے ہی ایک سردار خوشی کے عالم میں کھڑا ہوگیا۔

''اگر صالح بھی اس محفل میں ہوتا تو کتنا اچھا ہوتا۔ وہ خود دیکھ لیتا کہ ہمارے دیوتا ہم سے کتنے خوش ہیں۔ اگر خوش نہ ہوتے تو یہ حسینائیں ہماری آغوش میں نہ ہوتیں۔ وہ بے وقوف کسی پتھر پر سر رکھے سو رہا ہوگا اور ہم۔۔۔'' اس سے آگے وہ کچھ نہ کہہ سکا نشے کی شدت سے اس کی آواز اس کا ساتھ ہی نہ دے سکی۔

''ہم نے تو کسی سے نہیں سنا کہ مرنے کے بعد ہماری . سڑی ہڈیاں پھر سے زندہ ہوجائیں گی اور ہمارا حساب لیا جائے گا۔ وہ بے وقوف ہمیں ڈرانے کے لیے یہی کہتا رہتا ہے۔''

''جتنے عیش ہیں یہیں کرلو۔ مرنے کے بعد پھر کہاں نصیب ہوں گے۔''

''ارے کوئی صالح کو بھی لے آؤ۔ بے چارہ حساب کتاب کے خوف سے خود کو غارت کررہا ہے۔''

Marfat.com

نشے میں ڈولتی آوازیں، تبصروں پر ہاتھ صاف کر رہی تھیں۔ اصل مطلب پر کوئی آ ہی نہیں رہا تھا۔ صرف ایک جندوع بن عمرو تھا جو ان کی عقلوں پر پیچ و تاب کھا رہا تھا۔ نہ جانے کیوں یہ باتیں اسے ناگوار لگ رہی تھیں۔ اس کا جی چاہتا تھا، کوئی صالح علیہ السلام کو ہرا نہ سکے، ان کی تضحیک نہ کرے۔ کیا خبر وہ اپنی بات میں سچے ہوں۔

''جب یہ طے ہو چکا کہ صالح سے نشانی طلب کی جائے گی تو اپنا وقت ضائع کیوں کرتے ہو'' جندوع کی آواز گونجی اور حاکم نے ان کی طرف چونک کر دیکھا۔

''اب اس قصے کو ختم سمجھو۔ وہ معجزہ نہیں دکھا سکے گا۔''

''یہی تو ہم چاہتے ہیں۔ اسے اپنی سی کوشش کرنے دو۔ فرار ہو گیا یا ناکام۔۔۔ پھر تو ہمیشہ کے لیے قضیہ ختم ہو جائے گا۔ اس کے جادو کا توڑ کرنے کے لیے بھی میں نے کچھ آدمیوں کا بندوبست کر لیا ہے۔'' کاہن نے اپنی رائے دی'' اور ہم سب یہاں جمع بھی اس لیے ہوئے ہیں کہ سب کے مشورے سے کوئی ایسا معجزہ تجویز کیا جائے جسے وہ ظاہر نہ کر سکے۔''

سب اپنی اپنی خواہشات کا اظہار کرنے لگے۔ کسی نے کہا، اس سے کہو تمام کنوئیں پانی سے خالی ہو جائیں پھر دوبارہ ان میں پانی بھر جائے۔ کوئی بولا دن کے وقت اندھیرا کر کے دکھا دے۔ کوئی بولا ان پہاڑوں کو سونے کا بنا کر دکھائے۔ جتنے منہ تھے اتنی باتیں کی جا رہی تھیں۔

''یہ سب تو جادو کے معمولی کرتب ہیں۔ فریب نظر ہیں۔ وہ جادوگر کوئی ایسا منتر پڑھے گا کہ روشنی ہوتے ہوئے ہماری آنکھیں روشنی کو دیکھ نہ سکیں گی۔ تھوڑی دیر کے لیے ہمیں اندھا کر دے گا۔ اندھے کو اندھیرے کے سوا کیا نظر آتا ہے۔ معجزہ ایسا طلب کرو جسے عقل تسلیم ہی نہ کر سکے، جو عام عادت کے خلاف ہو اور جو دیرپا ہوتا کہ ہم اچھی طرح سے اسے پرکھ سکیں۔ جادو کا اثر تو کچھ مدت بعد ختم ہو جاتا ہے۔ اور معجزہ ایسا بھی ہو کہ ہم اس سے فائدہ بھی اٹھا سکیں۔''

کاہن کی رائے سن کر سب سوچ میں پڑ گئے کہ ایسی کون سی چیز ہو سکتی ہے جس سے یہ سب شرطیں پوری ہوتی ہوں۔ دراصل قدرت خود بخود اسے (کاہن) اپنے دام میں پھانستی جا رہی تھی۔ کسی معمولی واقعے کو تو جادو کہہ کر ٹالا بھی جا سکتا تھا، اس نے تو نادانستگی میں وہ شرائط بیان کر دی تھیں جو معجزے پر پوری اترتی تھیں۔ معجزے کی تو حقیقت ہی ہے کہ وہ خارق عادت شے کا نام ہے حالانکہ یہ تعبیر بھی ادھوری ہے۔ قانون قدرت دراصل دو قسموں میں تقسیم ہیں عادت عام اور عادت خاص۔ عادت عام سے قدرت کے وہ قوانین مراد ہیں جو اسباب و عقل میں جکڑے ہوئے ہیں مثلاً آگ جلاتی ہے اور پانی خنکی پہنچاتا ہے اور عادت خاص کا مطلب یہ ہے کہ دست قدرت نے کسی خاص مقصد کے لیے سبب اور مسبب کو کسی شے سے الگ کر دیا، بغیر سبب کے مسبب کو وجود بخش دیا جیسا کہ جلنے کے اسباب موجود ہونے کے باوجود کسی جسم کا آگ سے نہ جلنا۔

کاہن نے دعوت فکر دے دی تھی۔ شاہی حویلی میں ہر طرف خاموشی تھی۔ لوگ دل ہی دل میں ایسی اشیا ڈھونڈ رہے تھے جو کاہن کی بیان کردہ تعریف کا احاطہ کر سکتی تھیں۔ ان میں سے کچھ ایسے بھی تھے جو سوچ سوچ کر تھک گئے تھے اور نشے کی زیادتی نے انہیں سلا دیا تھا۔

جندوع بن عمرو خوشی سے چیخ اٹھا ''میں نے وہ چیز پا لی۔ اب صالح یہ معجزہ دکھائے گا یا فرار ہو جائے گا کیونکہ اگر وہ یہ معجزہ دکھائے گا تو وہ جادو نہیں ہوگا۔ اگر وہ کرتب دکھانے نکلا ہے تو ہرگز کامیاب نہیں ہوگا۔ میرے ذہن میں ایسی کسوٹی آ گئی ہے جس پر کھرا اور کھوٹا پرکھ لیا جائے گا۔'' پھر اس نے تفصیلات بتانی شروع کیں۔ ''ہم اس سے کہیں گے یہ سامنے والا پہاڑ پھٹے اور اس سے ایک ایسی اونٹنی برآمد ہو جو قد آور ہو (عام اونٹوں کے مقابلے میں) اس کا رنگ ایسا ہو جو اس نسل میں کسی کا نہ ہو۔ یہ اونٹنی دس ماہ کی گیابھن (حاملہ) ہو۔ پہاڑ سے باہر آتے ہی وہ بچہ جنے۔ یہ بچہ بھی اس کے قد کے برابر ہو اور پیدا ہوتے ہی پہلے دودھ پر منہ مارے اور پھر فوراً گھاس چرنے لگے۔''

Marfat.com

ہر طرف سے داد و تحسین کی صدائیں بلند ہونے لگیں ''واہ جندوع واہ! تم واقعی سرداری کے قابل ہو۔ ایسی نشانی طلب کی ہے کہ صالحؑ کو دن میں تارے نظر آنے لگیں گے۔''

''اس کی تفصیل تو سنو۔ کاہن کی بیان کردہ ہر شرط پر پوری اترتی ہے یا نہیں؟ عام قاعدہ یہ ہے کہ اونٹ کے بغیر اونٹنی حاملہ نہیں ہوسکتی لیکن یہ اونٹنی پہاڑ چیر کے باہر آئے گی۔ وہاں اونٹ کہاں؟ بچہ ہمیشہ بچہ پیدا ہوتا ہے لیکن یہ بچہ ایسا ہوگا جو ماں کے قد جتنا ہوگا۔ بچہ دودھ پر گزارہ کرتا ہے اور یہ گھاس چرے گا۔ اب بتاؤ صالح کا جادو کیا کیا چیزیں پوری کرے گا۔ پھر یہ ہمارے درمیان چلے پھرے گی۔ ہم خود دیکھ لیں گے، جادو کتنے دنوں میں ٹوٹتا ہے۔ ظاہر ہے وہ اونٹنی ہے تو دودھ بھی دے گی۔ اس سے ہمیں فائدہ پہنچے گا۔''

ایک مرتبہ پھر ہر طرف سے اس کی تعریف میں آوازیں بلند ہونے لگیں۔ طے ہوگیا کہ کل اگر صالحؑ آئے تو ان سے یہی معجزہ طلب کیا جائے گا۔ کاہن اور اس کے ساتھی اب بھی یہی منصوبہ بنائے ہوئے تھے کہ اگر صالحؑ نے یہ کر دکھایا تو وہ اسے فوراً شعبدہ گری کہہ کر جھٹلا دیں گے اور لوگوں کو تلقین کریں گے کہ اس جادوگری پر ایمان نہ لائیں۔ دراصل کاہن اور اس کے ساتھی یہ سمجھے ہوئے تھے کہ صالحؑ یہ معجزہ دکھا ہی نہیں سکیں گے۔ اور کاہن ہی کو کیا کسی کو بھی یقین نہیں تھا۔

دوسرے دن صبح ہی سے ڈھول تاشوں کی آوازیں آنے لگی تھیں۔ دیوتاؤں کے پجاری بڑے بڑے دف اٹھائے ہیکل کے اردگرد جمع ہونا شروع ہوگئے تھے۔ میلے میں، لوگوں کا دل رجھانے اور پیسے بٹورنے طوائفیں بھی بن سنور کر پہنچ گئی تھیں۔ ہمیشہ ہی ایسا ہوتا تھا لیکن اس مرتبہ تو یہ اعلان کردیا گیا تھا کہ صالحؑ معجزہ دکھائیں گے، لوگ کچھ زیادہ ہی تیاری سے پہنچ رہے تھے۔ گھر کے گھر خالی ہوگئے تھے۔ عورتیں، گودوں میں بچے اٹھائے سڑکوں پر دوڑی چلی جارہی تھیں۔ ہیکل کے سامنے والے میدان میں طرح طرح کی دکانیں سج گئی تھیں۔ اوباش نوجوان ٹولیوں کی شکل میں ادھر ادھر گھومتے پھر رہے تھے۔ نین مٹکے ہورہے تھے، فقرے کسے جارہے تھے۔ آج کے دن کسی پر کوئی پابندی نہیں تھی۔ معزز سرداروں کی بیویاں، سواریوں پر بیٹھ کر اس جشن سے لطف اندوز ہورہی تھیں۔

حضرت صالح علیہ السلام نے نئے کپڑے تبدیل کیے۔ ایک بڑی چادر کندھے پر ڈالی اور اپنے دس ساتھیوں کے ساتھ گھر سے نکلے۔ یہ پہلا موقع تھا جب آپ ان لوگوں کے درمیان رہتے ہوئے لہو و لعب کے اس جشن میں شرکت کرنے جارہے تھے۔ مجبوری تھی کہ منکرین نے جان بوجھ کر آپ کو ایک ایسے دن بلایا تھا۔

آپ کو دیکھتے ہی لوگوں میں حرکت سی پیدا ہوگئی۔ چہروں پر شرارتی مسکراہٹیں جگہ بنانے لگیں۔ کچھ فقروں کی آوازیں اب بھی آپ کا پیچھا کررہی تھیں۔ پھر ان لوگوں نے اپنے دیوتاؤں کے حق میں نعرے لگانے شروع کردیے۔ آپ ان آوازوں کو عقب میں چھوڑ کر ہیکل کی عمارت تک پہنچ گئے۔ کاہنوں اور پجاریوں کی بھیڑ نے آپ کو اندر آنے کی دعوت دی۔

''مجھے بس یہیں تک آنا تھا۔ میں تمہارے بت خانے میں نہیں آسکتا۔''

''تم جیسوں کی یہاں گنجائش بھی نہیں۔'' ایک پجاری نے بڑی رعونت سے کہا۔

یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ جندوع بن عمرو حاکم چند سرداروں کے جلو میں وہاں پہنچ گیا۔ حضرت صالحؑ نے دریافت کیا کہ وہ کس قسم کا معجزہ دیکھنا چاہتے ہیں۔ جندوع نے اس اونٹنی کے متعلق بتادیا جو انہوں نے آپس میں طے کیا تھا۔

''یہ جو سامنے پہاڑ ہے یہ پھٹ جائے اور ایک اونٹنی نمودار ہو جو قد آور ہو، گیابھن ہو، نمودار ہوتے ہی ایسا بچہ جنے جو اسی کے قد کے برابر ہو۔ یہ بچہ پیدا ہوتے ہی چرنے لگے۔ اس اونٹنی کا ڈیل ڈول اور رنگ دوسرے اونٹوں سے مختلف ہو۔''

Marfat.com

حضرت صالح علیہ السلام ایک بلند ٹیلے پر چڑھ کر قوم سے مخاطب ہوئے۔ ''معجزہ نبوت کی دلیل نہیں اور نہ ہی کسی نبی کی طاقت ہے کہ وہ از خود معجزہ دکھا سکے۔ یہ نبی کا اپنا عمل نہیں ہوتا بلکہ وہ خدائے تعالیٰ کا فعل ہے جو نبی کے ہاتھوں سے ظاہر ہوتا ہے اور معجزہ کہلاتا ہے۔ میں تو ایک بشر ہوں اور اپنے رب سے دعا کر سکتا ہوں۔ اگر اس نے مناسب حال سمجھا تو اس اونٹنی کو تم ضرور دیکھو گے لیکن خبردار! اس سے پہلے میری کچھ باتیں سن لو۔ ایسا نہ ہو کہ نشانی دیکھنے کے بعد بھی تم انکار پر مصر اور سرکشی پر قائم رہو۔''

قوم کے سرداروں نے بہ تاکید عہد کیا کہ وہ فوراً ایمان لے آئیں گے۔ عوام کی طرف سے بھی بہ آواز بلند کہا گیا کہ اگر یہ معجزہ تم نے دکھا دیا تو ہم تم پر ایمان لے آئیں گے۔

حضرت صالحؑ پھر گویا ہوئے۔ ''یہ اونٹنی صالح کی نہیں اللہ کی اونٹنی (ناقتہ اللہ) ہوگی۔ اللہ کی زمین پر جہاں چاہے گی چرتی پھرے گی خبردار! اسے نہ تو ظلم کے ہاتھ سے چھونا نہ ظلم کی آنکھ سے دیکھنا۔ پانی کی باری مقرر ہوگی۔ ایک دن یہ اونٹنی اس چشمے سے پانی پیے گی ایک دن تمہارے جانور پییں گے۔ اگر تم نے پاس داری نہیں کی اور اسے یا اس کے بچے کو ہلاکت میں ڈالا تو تمہیں ایسا عذاب پکڑے گا کہ تم دنیا کے لیے عبرت کی مثال بن جاؤ گے۔''

قرآن حکیم نے اس واقعے کو یوں بیان کیا ہے (حضرت صالحؑ کی زبانی) ''اے میری قوم کے لوگو، دیکھو اللہ کی اونٹنی تمہارے لیے ایک فیصلہ کن نشانی ہے۔ پس اسے چھوڑ دو اللہ کی زمین پر چرتی رہے۔ اسے کسی طرح کی اذیت نہ دینا ورنہ فوراً عذاب تمہیں آ پکڑے گا۔''

ایک جگہ فرمایا ''اے پیغمبر صالحؑ ان کو خبر دے کہ پانی ان کے درمیان تقسیم ہے کہ ہر ایک اپنی باری پر حاضر ہو۔''

آپ کا خطاب جاری تھا کہ ہر طرف سے معجزہ معجزہ کی صدائیں بلند ہونے لگیں۔ لوگوں کو جلدی تھی کہ کسی طرح معجزہ ظاہر ہو۔

ہیکل کے بڑے پجاری نے اپنے ان آدمیوں کو اشارہ کیا جو جادو کا علم رکھتے تھے اور وہ اس مقصد سے انہیں یہاں لایا تھا کہ جب (اس کے خیال کے مطابق) حضرت صالحؑ معجزہ دکھانے کے لیے اپنا منتر پڑھیں تو یہ لوگ اس کی کاٹ کر دیں۔ آنکھوں آنکھوں میں باتیں ہوئیں اور یہ جادوگر دل ہی دل میں کوئی منتر پڑھنے لگے۔

حضرت صالحؑ اس ٹیلے سے نیچے اترے اور آہستہ آہستہ چلتے ہوئے پہاڑ کے نزدیک پہنچ گئے۔ مجمع پر بھیانک سکوت طاری تھا لوگ اپنی سانسیں بند کیے کھڑے تھے۔ آپ نے اپنے دونوں ہاتھ دعا کے لیے بلند فرما دیے۔ آپ کا رخ پہاڑ کی طرف تھا۔

پہاڑ کے اندر سے گڑگڑاہٹ کی آواز آئی پھر خاموشی طاری ہوگئی۔ پھر ایسی آواز آئی جیسے جانور کراہ رہا ہو۔ پھر ایک زوردار گونج کے ساتھ پہاڑ پھٹ گیا اور شگاف سے ایک قدآور اونٹنی نکل آئی جس کا پیٹ غیر معمولی طور پر بڑھا ہوا تھا یعنی وہ حاملہ تھی۔ پھر وہاں موجود تمام آنکھوں نے خدا کی قدرت کا یہ عظیم الشان مظاہرہ دیکھا کہ اس اونٹنی نے پہاڑ سے نکلتے ہی بچے کو جنم دیا جو اس کے قد کے برابر تھا۔

اونٹوں کا محبوب چارا بہ غرض امتحان پہلے ہی وہاں رکھ دیا گیا تھا۔ بچہ ماں کے تھنوں کی طرف گیا۔ ایک منہ مارا اور پھر چارا چرنے لگا۔ جب یہ بچہ سیر ہو کے کھا چکا تو اونٹنی اسے لے کر چشمے کا تمام پانی پی گئی۔ لوگ یہ منظر دیکھ کر خوف زدہ ہو گئے۔ بعض تو وہاں سے بھاگ کھڑے ہوئے۔

پہاڑ کی جس جگہ سے یہ اونٹنی برآمد ہوئی تھی اس میں اب تک ساٹھ فٹ کا سوراخ ہے اور جزیرہ نما سینا جبل موسیٰ کے قریب ناقتہ اللہ کا نقش قدیم بھی آج تک زیارت گاہ خاص و عام ہے۔

جندوع بن عمرو نزدیک کھڑا تمام مناظر کو غور سے دیکھ رہا تھا۔ اس نے اس معجزے کو عظیم الشان معاملہ پایا، قدرت

Marfat.com

عالیہ کا نمونہ پایا، معجزہ کو دیکھ کر بے اختیار چیخ اٹھا:
''صالح پیغمبر ہیں اور انہوں نے ہمارے مطالبے پر ہمیں جو کچھ دکھایا یہ جادو نہیں معجزہ ہے اور ہم ان کی پیغمبری اور خدا کی وحدانیت پر ایمان لائے۔''
دوسری طرف چند سردار اور بتوں کے پجاری تھے جو چیخ چیخ کر لوگوں کو اس طرف آنے سے روک رہے تھے جہاں حضرت صالحؑ کھڑے تھے۔
شیطان صفت پجاری چیخ رہے تھے ''اے لوگو! دیکھنا، کہیں دھوکے میں نہ آ جانا۔ یہ بہت بڑا جادو ہے جو تم نے دیکھا اور اب یہ بھی دیکھنا کہ جادو کی بنی اونٹنی تم پر کیا عذاب لاتی ہے۔ ہرگز صالح کی باتوں میں نہ آنا۔ یہ جادوگر ہے پیغمبر نہیں۔''
جندوع بن عمرو کا بھتیجا شہاب بن خلیفہ بھی سرداروں میں سے ایک سردار تھا۔ جندوع نے اسے پکارا کہ اس نعمت سے دور مت رہو۔ فوراً آ کر مشرف بہ اسلام ہو جا۔ وہ آگے بڑھنے ہی والا تھا کہ الحباب اور رباب نامی دو نامور بتوں کے پجاری آگے بڑھے اور اسے روک لیا۔
''تمہارا چچا تو خیر عقل نہیں رکھتا لیکن تمہیں تو عقل ہے۔ بھلا پہاڑ پھاڑ کر کوئی اونٹنی نکال سکتا ہے۔ یہ سراسر جادو ہے۔ تم ایک جادوگر کو پیغمبر سمجھنے لگے۔ جندوع تو مردود ہو ہی گیا، تم تو سرداری کرو۔''
شہاب بن خلیفہ ان کافروں کی باتوں میں آ کر اپنی عاقبت خراب کر بیٹھا۔ اس نے آگے بڑھتے ہوئے قدم پیچھے ہٹا لیے۔ مہرش بن غنمہ جو ایک شاعر تھا اور حضرت صالحؑ پر ایمان لا چکا تھا، قریب کھڑا تھا اس نے فی البدیہہ اشعار کہے۔

آلِ عمرو کی جماعت نے
شہاب کو پیغمبر کے دین کی طرف بلایا
وہ شہاب سارے ثمود کا عزیز تھا
پھر اس نے ارادہ بھی کر لیا کہ دعوت قبول کرے
اگر وہ یہ دعوت قبول کر لیتا
تو ہم میں صالح اور عزیز و محبوب ہو جاتا
لیکن ذواب والوں نے اپنے ساتھی کے ساتھ
عدل نہیں کیا اور آلِ حجر کے لوگ
پیٹھ دے کر بھاگ گئے مکھی کی طرح

سارا مجمع جو ابھی کچھ دیر پہلے یہ اقرار کر چکا تھا کہ وہ نشانی دیکھنے کے بعد فوراً ایمان لے آئیں گے، بری طرح بھاگ رہا تھا جیسے انہیں کوئی ہلاکت کی طرف بلا رہا ہو۔ دراصل لوگوں کو یہ خوف ہو گیا تھا کہ قوم کے سردار دو حصوں میں بٹ گئے ہیں۔ کچھ جندوع کے ساتھ ہیں جو ایمان لے آئے ہیں، کچھ پجاریوں کے ساتھ ہیں جو حضرت صالحؑ کو پیغمبر نہیں جادوگر کہہ رہے ہیں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ ایک گروہ کا ساتھ دینے کی پاداش میں دوسرے گروہ کی تلواروں کا نشانہ بن جائیں یا دونوں گروہوں کے درمیان جنگ نہ چھڑ جائے اور وہ خوامخواہ مارے جائیں۔ اس لیے یہاں سے بھاگ جانے ہی میں عافیت ہے۔
''میری قوم کے یہ افراد کیسے عجیب ہیں کہ پہلے تو معجزہ دکھانے کی ضد کر رہے تھے اور جب انہوں نے معجزہ اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا تو ایمان نہ لانے کی ضد پر اڑے ہوئے ہیں۔'' حضرت صالحؑ نے فرمایا۔
جندوع بن عمرو کے ہمراہ اور سرداروں نے بھی آپ کی پیغمبری کا اقرار کیا تھا۔ اس کے علاوہ گنتی کے چند افراد اور

Marfat.com

تھے جو ایمان لے آئے تھے اور اس وقت بھی آپ کے ساتھ تھے باقی تمام لوگ اس طرح غائب ہو گئے تھے جیسے کوئی اس میدان میں تھا ہی نہیں۔

حضرت صالح علیہ السلام اب اتنے کمزور نہیں رہے تھے۔ جندوع جیسا بڑا سردار ان پر ایمان لا چکا تھا۔ کئی اور سردار بھی آپ کے حلقہ بگوشوں میں تھے لیکن مذہبی معاملات کے محافظ کاہن اور پجاری حضرات اپنی اجارہ داری کے لیے لوگوں کو آپ کے خلاف بھڑکا رہے تھے۔ اس معاشرے میں ان پجاریوں کا غلبہ حد سے بڑھا ہوا تھا۔

حضرت صالحؑ نے اپنا مقدمہ شہاب بن خلیفہ کے سامنے رکھ دیا۔

''میری قوم نے میرے ساتھ دھوکا کیا ہے۔ معجزہ دکھانے پر بہ ضد ہوئے اور اب اپنا عہد توڑ کر سچائی سے گریز کر رہے ہیں لیکن اللہ کا بھی ان سے ایک عہد ہے۔ اللہ کی اونٹنی کو اگر کوئی اذیت پہنچی تو پھر اس قوم کو عذاب سے کوئی نہیں بچا سکے گا۔''

''اس پر تو اتفاق ہو گیا ہے کہ یہ اونٹنی جہاں چاہے گھومتی رہے اسے کوئی اذیت نہیں پہنچائے گا۔ اور یہ اپنی باری پانی پیئے گی۔'' حاکم نے کہا۔

''اس روشنی کو نہ ماننے والوں میں آپ بھی شامل ہیں۔ میں آپ کو ایک مرتبہ پھر دعوت دیتا ہوں کہ روشنی کو قبول کر لیں اور اندھیروں سے نکل آئیں۔''

''صالح یہی بہت ہے کہ تم ناداروں اور مفلسوں کو ورغلاتے رہو۔ ان بے چاروں کو تمہارے سہارے کی ضرورت ہے۔ ہم سرداروں کو کسی چیز کی ضرورت نہیں جو تمہاری محتاجی قبول کریں۔ اب تم جا سکتے ہو۔''

حضرت صالحؑ اس کی بے عقلی پر افسوس کرتے ہوئے وہاں سے آ گئے۔ راستے میں ایک جگہ رک کر آپ نے پھر اپنا پیغام دہرایا۔

''تم نے اللہ کی نشانی طلب کی۔ پھر تم نے دیکھ لیا اس نے اپنی نشانی کیسے ظاہر کی۔ تم اب بھی اس اونٹنی کو چلتے پھرتے دیکھ رہے ہو۔ اس کو کوئی تکلیف نہ دینا ورنہ تمہیں سخت عذاب آ پکڑے گا۔''

یہ قوم اس معجزے کو اپنی آنکھوں سے دیکھ چکی تھی لیکن اکثریت کے دلوں پر مہر لگی ہوئی تھی جو انہیں ایمان لانے سے روک رہی تھی۔ بہت تھوڑے لوگ تھے جن کے دل نرم پڑے تھے۔ بس اتنا ہوا تھا کہ ایذا رسانی کا سلسلہ بند ہو گیا تھا۔ ان کے ماننے والوں سے لوگ الجھتے ضرور تھے لیکن ان کے ایمان، ان کی قوت ایسی تھی جو انہیں متزلزل نہیں ہونے دے رہی تھی۔ ان کی ثابت قدمی دیکھ کر دوسروں کی زبانیں بند ہو جاتی تھیں۔ حضرت صالح علیہ السلام کار نبوت پر عمل پیرا تھے۔ تبلیغ کا سلسلہ ابھی بند نہیں ہوا تھا۔ آپ اب بھی بھٹکی ہوئی قوم کو راہ راست پر لانے کے لیے کوشاں تھے۔ انہیں کامیابی بھی ہو رہی تھی۔ ہفتے دو ہفتے بعد کوئی نہ کوئی صاحب دل آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر ایمان قبول کر ہی لیتا تھا۔ کافروں کو یہ بات بری طرح کھٹک رہی تھی۔ ایمان لانے والے یہ افراد زیادہ تر معمولی لوگ تھے اس لیے سرداران قوم اسے اپنی رعایا کی بغاوت سے تعبیر کر رہے تھے۔

انہیں معلوم تھا کہ یہ اونٹنی جسے حضرت صالحؑ اللہ کی نشانی کہتے ہیں، جب تک چلتی پھرتی رہے گی لوگ اسے دیکھ دیکھ کر حضرت صالحؑ کی طرف متوجہ ہوتے رہیں گے۔ بڑے کاہن کو بھی اپنی غلطی کا احساس ہونے لگا تھا کہ اس نے معجزے کا مطالبہ کیوں کیا تھا۔ یہ اونٹنی تو مصیبت بن گئی ہے۔ ہر واقعہ بھول جانے کے لیے ہوتا ہے لیکن اونٹنی اس دن کو بھولنے ہی نہیں دیتی جس دن سرداروں کو شکست اور حضرت صالحؑ کو فتح حاصل ہوئی تھی۔ اگر یہی حال رہا تو ایک دن یہاں حضرت صالحؑ کی بادشاہت قائم ہو جائے گی۔ اگر یہ اونٹنی کسی طرح راستے سے ہٹ جائے تو قصہ ہی پاک ہو جائے گا۔ وہ ڈرتے بھی تھے کہ حضرت صالحؑ اب طاقت پکڑ چکے ہیں۔ کہیں اس اونٹنی کو قتل کرنے کی پاداش میں کبھی نہ تھمنے والی

Marfat.com

جنگ نہ چھڑ جائے۔ صالح کے قبیلے کے لوگ اٹھ کھڑے ہوئے تو بہت برا ہوگا۔ عہد کیا جا چکا تھا کہ اونٹنی کو اذیت نہیں پہنچائی جائے گی۔ اس بدعہدی سے بھی ڈر لگتا تھا۔

ان کاہنوں کی مٹھی میں کم از کم سات سردار ایسے تھے جو حضرت صالح ؑ کے سخت خلاف تھے اور آپ کو پریشان کرنے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے تھے۔ اس نے ان ساتوں سرداروں کو اعتماد میں لیا اور سازشوں کے جال بچھائے جانے لگے۔ ان سازشوں کے نتیجے میں یہ باتیں سنی جانے لگیں کہ روزانہ کی یہ پابندی ہماری آزادی میں خلل ڈالتی ہے کہ ایک روز صرف اونٹنی اور اس کا بچہ پانی پیئے اور ہمارے جانور منہ دیکھتے رہیں، یہ پابندی اللہ کے حکم سے نہیں ہوئی ہے، صالح نے قوم کو پریشانی میں مبتلا کرنے کے لیے یہ شرط منوائی ہے۔ اب اس شرط کو ختم ہونا چاہیے۔ یہ بھی کہا جانے لگا کہ اس علاقے میں پانی ویسے ہی کم ہے، یہ اونٹنی چشمے کا سارا پانی پی جاتی ہے۔

حضرت صالح ؑ کو اندازہ ہوگیا تھا کہ کچھ معاندانہ کارروائیاں ہو رہی ہیں۔ انہوں نے ایک مرتبہ پھر قوم کو جمع کیا اور انہیں تلقین کی کہ اگر وہ اللہ کی اونٹنی کے خلاف کوئی ارادہ رکھتے ہیں تو اس سے باز رہیں ورنہ پھر انہیں عذاب سے کوئی نہیں بچا سکے گا۔

آپ کی اس تلقین کے بعد سازشی ہوشیار ہوگئے۔ بجائے اس کے کہ وہ اپنے ارادوں سے ہاتھ کھینچ لیتے انہوں نے اور زیادہ تیزی سے کام کرنا شروع کر دیا۔ کاہن کے ساتھ ان سرداروں کی روز ملاقاتیں ہو رہی تھیں اور روز نئی تجاویز زیرِغور آ رہی تھیں۔ پھر یہ طے ہوا کہ کچھ دن کے لیے خاموشی اختیار کرلی جائے۔ صالح کے غافل ہوتے ہی ہم اپنی کسی تجویز پر عمل کر گزریں گے۔

☆......☆......☆

صدوق سولہ سنگھار سے آراستہ ہو کر اس دریچے کے سامنے بیٹھی تھی جو سڑک کی طرف کھلتا تھا۔ اس کے بدن پر بیش قیمت پوشاک تھی لیکن چہرے پر بے زاری صاف نظر آ رہی تھی جیسے کسی کا انتظار تو کر رہی ہو لیکن اس کے آنے کی امید نہ ہو۔ اس کا شوہر دو دن سے گھر نہیں آیا تھا۔ آج تیسرا دن تھا کہ وہ اس کے انتظار میں آنکھوں کے کنول جلا رہی تھی۔ اس کی دو لونڈیاں اس کے اردگرد کھڑی تھیں اور اسے باتوں میں لگانے کی کوشش کر رہی تھیں۔

''نیچے جا۔ دیکھ تو سہی۔ کسی سے پوچھ تو۔''

''کل بھی آپ نے یہی کہا تھا۔ نیچے گئی بھی تھی۔ کوئی کچھ بتاتا ہی نہیں۔''

''یہ کیسے ہوسکتا ہے۔ وہ سردار ہے۔ گلی میں کھیلتا بچہ تو نہیں۔ کہیں کسی کے فریب میں تو نہیں پھنس گیا۔ وہ ایسا ہے تو نہیں۔ پھر کہاں چلا گیا۔'' وہ اٹھ کر ٹہلنے لگی۔ دونوں لونڈیاں بھی اس کے ساتھ ساتھ چل رہی تھیں۔

''ذرا نیچے جھانک کر تو دیکھیے۔'' ایک لونڈی نے اسے پکارا۔

''کیا وہ آ گئے؟'' صدوق تیزی سے پلٹی اور دریچے سے نیچے جھانکا۔

''کیا ہے یہاں۔ کیا دیکھوں؟''

''یہ اونٹنی دیکھ رہی ہیں۔ یہی تو ہے صالح کی اونٹنی۔'' لونڈی نے زور دے کر کہا۔

''اچھا تو یہ ہے وہ اونٹنی جسے صالح ؑ نے ہماری چھاتی پر چھوڑ دیا ہے۔''

''یہ بے چاری کسی کو بھی تو کچھ نہیں کہتی۔ آپ اسے برا کیوں کر رہی ہیں۔''

''یہ بے چاری ہے؟ چشمے کا سارا پانی پی جاتی ہے اور بے چاری ہے۔ میرا بس چلے تو گردن اڑا دوں اس کی۔''

''ایسا کیجیے گا بھی مت۔ صالح کہتے ہیں اگر اسے قتل کیا گیا تو عذاب آئے گا۔ پوری قوم غارت ہوجائے گی۔''

''کیا بات ہے، بڑی حمایت کر رہی ہے صالح کی!''

Marfat.com

''صدوق، ان کو کچھ نہ کہنا۔ وہ پیغمبر ہیں اللہ کے۔''

''اس کے ماننے والے میرے گھر تک آ گئے ہیں۔ دیکھ تو سہی میں تیرا کیا حشر کرتی ہوں۔''

''میرا حشر تو بعد میں کیجیے گا، پہلے اپنے شوہر کی خبر تو لیجیے۔ وہ بھی ان پر ایمان لا چکا ہے۔ اسی لیے آپ کے ڈر کی وجہ سے گھر نہیں آ رہا ہے۔ یہ بھی سنا ہے کہ وہ صالح کے ساتھ بیت اللہ گیا ہے، اللہ کے گھر کی زیارت کرنے۔''

''تجھ پر کنٹری کی مار پڑے۔ تجھے معلوم تھا اور تو نے بتایا نہیں۔'' صدوق اٹھی اور لونڈی پر طمانچوں کی بارش کر دی۔ اسے بھی بے دم کیا اور خود بھی بے دم ہو کر بستر پر گر پڑی۔ پھر بپھری ہوئی ناگن کی طرح اٹھی۔ تمام زیور ایک ایک کر کے نوچ ڈالے۔ اس وقت ایک غلام بھاگتا ہوا آیا اور اس نے خبر دی کہ سردار آ گئے ہیں۔ اس اطلاع کے ساتھ ہی اس کا شوہر اندر آ گیا۔ اس کے اندر آتے ہی صدوق اس کا گریبان پکڑ کر جھول گئی۔

''میں نے جو کچھ سنا ہے کیا یہ سچ ہے؟''

''کیا سنا ہے نیک بخت تو نے؟''

''میں نے سنا ہے تو صالح کے پجاریوں میں شامل ہو گیا ہے۔''

''صالح کے دین میں بت پرستی کا رواج نہیں اور نہ کوئی پجاری ہوتا ہے۔ میں اس کے ماننے والوں میں شامل ہوا ہوں۔''

''تجھ پر کنٹری کی مار ہو۔ اب دیکھ میں تیری کیسی ناک کٹواتی ہوں۔ وہ بے حیائی کے کام کروں گی کہ سب تجھ پر تھو تھو کریں گے۔''

''مجھ پر تھو تھو تو اس وقت کریں گے جب تو میری بیوی ہو گی۔ میں وہ وقت آنے سے پہلے ہی تجھے فارغ کیے دیتا ہوں۔ جا چلی جا اپنے باپ کے گھر۔ اگر تو صالح کے دین پر چلنے کے لیے تیار ہے تو بے شک میرے ساتھ رہ لے پہلے سے بھی زیادہ احترام سے رکھوں گا۔''

''لعنت بھیجتی ہوں تجھ پر۔''

''تیری مرضی۔''

صدوق نہایت مال دار باپ کی بیٹی تھی۔ بیاہ کر آئی تو شوہر بھی مالدار ملا اور پھر نہایت حسین و جمیل تھی۔ ان سب باتوں نے مل کر اسے مزاج دار بنا دیا تھا۔ اپنے حسن پر ایسا ناز تھا کہ کسی کو خاطر میں نہیں لاتی تھی۔ ہر وقت خوشبو میں بسی رہتی تھی لیکن زبان شعلے اگلتی تھی۔ ہاں اگر کوئی تعریف میں ایک شعر کہہ دے تو اصرار کرتی کہ پورا قصیدہ کہہ دو۔ یہ تھا اس کا مزاج! وہ دو دن سے انتظار کر رہی تھی کہ اس کا شوہر آئے گا تو کسی شاعر سے اس کی شان میں قصیدہ کہلوا کر لائے گا مگر وہ تو حضرت صالح علیہ السلام کا پرستار بن کر لوٹا تھا۔ اس نے اپنے شوہر کی طرف حقارت سے دیکھا اور غلام کو حکم دیا کہ دو گھوڑوں والی بگھی تیار کرے۔

صدوق کو معلوم تھا کہ اس کا باپ سردار الجیا، حضرت صالح علیہ السلام کا سخت دشمن ہے۔ اس کے ماننے والوں کو بھی وہ اچھی نظر سے نہیں دیکھتا لہٰذا وہ جانتی تھی کہ گھر پہنچے گی تو اس کا اچھی طرح استقبال کیا جائے گا۔ وہ باپ سے کہہ کر صالح کو سزا دلوائے گی جس نے اس کے شوہر کو ورغلا کر اس سے جدا کر دیا۔

وہ گھر پہنچی تو اس کا چچا زاد بھائی مصرع بن مہرج بھی آیا ہوا تھا اور اس وقت اس کے باپ کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ دونوں چچا بھتیجے شراب سے شغل کر رہے تھے کہ وہ پہنچ گئی۔

''کیا صالح کی اونٹنی کی طرح چلی آ رہی ہے۔ اپنی حالت دیکھ کیا بنا رکھی ہے۔''

وہ رونے لگی۔

Marfat.com

''کیا بات ہے۔ تیری آنکھوں میں آنسو کیوں آ گئے؟''

''بابا، اس صالح کا کوئی علاج کرو۔ اس نے میرا گھر برباد کر دیا۔''

''تیرا گھر برباد کر دیا! مگر کیسے؟''

''میرے شوہر نے اس کا دین اختیار کر لیا ہے۔ مجھے گھر سے نکال دیا۔''

''چل اچھا ہوا۔ وہ تیرے قابل تھا بھی نہیں۔ میں نے ہی غلطی کی تھی جو اس سے تیری شادی کر دی تھی۔''

مصرع اس معاملے سے لاتعلق بیٹھا تھا۔ اس نے آنکھ اٹھا کر صدوق کی طرف دیکھا بھی نہیں تھا۔ اسے وہ دن یاد آ رہے تھے جب اس نے صدوق کا ہاتھ مانگا تھا اور اس کے چچا نے انکار کر دیا تھا۔ یہ کوئی معمولی بات نہیں تھی۔ کوئی کسی کا ہاتھ مانگے اور انکار ہو جائے۔ اس کے بعد فیصلہ تلوار سے ہوتا تھا لیکن بات گھر کی تھی، صلح صفائی ہوگئی لیکن مصرع بجھ کر رہ گیا تھا۔ وہ دل ہی دل میں صدوق کی پرستش کر رہا تھا۔ شادی کے بعد وہ پہلی مرتبہ صدوق کو دیکھ رہا تھا۔ اس کے زخموں کے ٹانکے ایک ایک کر کے ٹوٹ رہے تھے لیکن ضبط کیے بیٹھا تھا۔

''بابا، کیا تم میرے خاوند کو یونہی چھوڑ دو گے؟ اس نے مجھے بے عزت کر کے گھر سے نکالا ہے۔''

''یہ مت کہہ، اس نے تجھے نکالا ہے۔ یہ کہہ تو خود اسے چھوڑ کر آ گئی ہے۔ وہ بے دین ہو گیا ہے۔ اسے چھوڑ دینا ہی بہتر تھا۔ تیری شادی کہیں اور کرا دیں گے۔''

''اسے اس کا مزہ کیوں نہیں چکھاتے؟''

''کیا اس سے جا کر یہ کہوں کہ میری بیٹی کو پھر رکھ لے؟''

''پھر صالح کا کوئی علاج کرو۔ اس کی وجہ سے میرا دل دکھا ہے۔ تم تو بہت اس کے خلاف تھے اب کیا ہو گیا۔''

''اب حالات بدل گئے ہیں۔ وہ طاقت پکڑ چکا ہے۔ اس پر ہاتھ ڈالا تو بہت بڑی جنگ چھڑ جائے گی۔''

''ٹھیک ہے۔ اب میں ہی کچھ کروں گی۔ میں نے بھی بدلہ نہیں لیا تو صدوق میرا نام نہیں۔''

صدوق کو اپنے باپ کے گھر میں رہتے ہوئے دس بارہ دن ہو گئے تھے۔ اس عرصے میں اس کا غصہ کم ضرور ہو گیا تھا لیکن وہ یہ بات بھولی نہیں تھی کہ اسے بدلہ لینا ہے۔ غصہ اترنے کے بعد اس کا دماغ تیزی سے کام کر رہا تھا۔ وہ اس نتیجے پر پہنچ چکی تھی کہ صرف اپنے شوہر سے بدلہ لینا دانش مندی نہیں۔ اگر اسے مار دیا جائے تو کیا فائدہ۔ بدلہ ایسا ہو کہ وہ زندہ رہے اور تڑپتا رہے۔ اسے اچانک حضرت صالحؑ کی اونٹنی کا خیال آیا۔ اگر اونٹنی کو مار دیا جائے تو ایک تیر سے دو شکار ہو جائیں گے۔ اس کا شوہر بھی تڑپے گا اور حضرت صالحؑ پر تو قیامت گزر جائے گی۔ وہ کئی دن تک سوچتی رہی کہ اونٹنی کو قتل کیسے کیا جائے لیکن کوئی ترکیب سمجھ میں نہ آئی تو تھک ہار کر بیٹھ گئی۔

صدوق جب سے اپنے باپ کے گھر آئی تھی، مصرع روز چکر لگا رہا تھا۔ صدوق سے روز ہی سامنا ہو رہا تھا لیکن دونوں کے درمیان کوئی بات نہیں ہو سکی تھی۔ مصرع یہ نہیں بھول سکا تھا کہ جب صدوق کے باپ نے رشتہ دینے سے انکار کیا تھا تو قبیلے کی اور لڑکیوں کی طرح وہ اس کے ساتھ بھاگنے پر تیار کیوں نہیں ہوئی تھی۔

ایک دن وہ گھر میں اکیلی تھی کہ مصرع آ گیا۔ دل میں چھپی ہوئی محبت ضبط کے دروازے توڑ کر باہر آ گئی۔ مصرع نے اپنی تلوار اچھال کر دور پھینک دی اور اس کے قریب آ کر بیٹھ گیا۔

''یہ تلوار میں نے اس لیے پھینک دی ہے کہ کہیں جوش میں آ کر میں تیری گردن نہ اڑا دوں۔'' مصرع نے کہا۔

''تو ابھی تک بزدل کا بزدل ہے۔'' صدوق نے ہنستے ہوئے کہا ''اٹھا تلوار اور کر دے میرے ٹکڑے۔ اتنے دن جو تو انگاروں پر لوٹتا رہا ہے اس کا یہی بدلہ ہو گا۔''

''کاش! میں ایسا کر سکتا۔ میں تو تیری طرح یہ بھی نہ کر سکا کہ کہیں شادی کر لیتا۔''

Marfat.com

''میں نے بھی شادی کر کے کون سا سکھ پایا۔ میرا خاوند ہمیشہ تیرے طعنے دے کر مجھے ستاتا تھا۔ اور اب تو وہ بستر ہی جا تا رہا۔''

''تو اس دن میرے ساتھ بھاگ گئی ہوتی جب تیرے باپ نے انکار کیا تھا۔''

''میں کیا خود تجھ سے کہتی؟ تو نے کبھی مجھ سے کہا؟''

''میں تو ہوں ہی ہمیشہ کا بزدل۔''

''بہادروں کی قدر کرنے والا تو ہے۔''

''اچھا، اب میں چلتا ہوں۔''

''اپنی تلوار اٹھا لے۔ کسی دن کام آئے گی۔'' مصرع نے تلوار اٹھائی اور باہر نکل گیا۔

صدوق نے مصرع کی آنکھوں میں وہی پہلے والی محبت دیکھی تھی۔ مصرع کو بھی صدوق کی باتوں میں وہی خلوص نظر آیا تھا۔ وہ شام کو آیا تو سردار الحیان کی موجودگی کے باوجود ان دونوں کے درمیان آنکھوں آنکھوں میں بہت سی باتیں ہوگئیں۔ یہ تک طے ہوگیا کہ رات کو آخری کمرے کے پچھواڑے جا باغیچہ ہے وہاں ملاقات ہوگی۔ یہ وہی جگہ تھی جہاں شادی سے پہلے وہ مصرع سے ملا کرتی تھی۔

باغیچے میں کھلے پھولوں نے ان دونون کو بڑے غور سے دیکھا۔ آسمان پر چمکنے والے تارے ان دونوں کے بڑے پرانے گواہ تھے۔ چمکتے رہے اور شرارت سے ان کی طرف دیکھتے رہے۔

''کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ میں اپنی پرانی بزدلی کا کچھ ازالہ کر سکوں؟'' مصرع نے کہا۔

''کیا بھگا لے جانے کا ارادہ ہے؟''

''اگر انکار ہوگیا تو یہ بھی کر گزروں گا۔''

''پہلے اقرار تو کر کے دیکھو۔''

''میں تمہارے باپ سے کل ہی تمہارا ہاتھ مانگنے والا ہوں۔''

''ان سے پہلے مجھ سے تو پوچھ لو۔''

''میں تمہاری آنکھوں میں جھانک کر دیکھ چکا ہوں۔''

''کچھ عبارتیں ایسی بھی ہوتی ہیں جو لکھی نہیں جاتیں۔''

''تو کیا تمہیں انکار ہے؟''

''میری ایک شرط ہے اگر وہ پوری ہوگئی تو اقرار ہے۔''

''میں تمہارے لیے جبل ثمود سے چھلانگ بھی لگا سکتا ہوں۔''

''میں تمہیں اس سے بہت آسان کام بتاتی ہوں۔ دیکھو مصرع، میری بات بہت غور سے سننا۔ میں جب صالح کی اونٹنی کو چلتے پھرتے دیکھتی ہوں تو میرے دل میں آگ سی جلنے لگتی ہے۔ جب تک یہ اونٹنی زندہ ہے، میں زندہ ہوتے ہوئے مردہ ہوں۔ تم نے مجھے حاصل بھی کر لیا تو میں تمہارے کوئی کام نہیں آؤں گی۔ کیا تم یہ پسند کرو گے کہ میرے مردہ جسم کو نوچو۔''

''تمہارا مطلب ہے میں اس اونٹنی کو قتل کر دوں؟''

''تم تو اب بہت عقل مند ہوگئے ہو۔''

''صالح کہتا ہے اگر اس اونٹنی کو کچھ ہوا تو عذاب آئے گا۔''

''تمہیں بھی ان بے سروپا باتوں پر اعتقاد ہے؟''

Marfat.com

''اعتقاد تو نہیں ہے مگر وہ کہتا ہے۔''

''اگر وہ یہ نہ کہے تو اس کی اونٹنی کو زندہ کون رہنے دے۔ یہ اس کی چال ہے۔ اس نے عذاب کا کہہ کر سب کو ڈرا دیا ہے ورنہ دل سے سب یہی چاہتے ہیں۔''

''میں تمہارے لیے کچھ بھی کرسکتا ہوں۔ میری آغوش تمہارے لیے مچل رہی ہے۔''

''تو پھر کر دو اس اونٹنی کو قتل اور زندگی بھر میرے ساتھ عیش کرو۔''

☆......☆......☆

ذواب بن عمرو سردار اس وقت کاہن کے ساتھ کھڑا تھا جب حضرت صالح علیہ السلام کے دست عمل سے معجزہ ظاہر ہورہا تھا۔ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ سب کچھ آنکھوں سے دیکھ کر ایمان لے آتا لیکن کاہن سے اس کی بڑی دوستی تھی۔ اس دوستی میں وہ نعرے لگانے والوں میں شامل ہوگیا۔ آگے بڑھ بڑھ کر لوگوں کو حضرت صالح علیہ السلام کی طرف جانے سے روک رہا تھا۔ اس کے بعد بھی آپ کے خلاف ہرزہ سرائی کرتا پھرتا تھا۔ اس کی بیوی عنیزہ بھی حضرت صالح علیہ السلام کے بڑے دشمنوں میں تھی۔

ذواب بن عمرو تو خانہ جنگی کی کسی جھڑپ میں مارا گیا، اب اس کی زوجہ عنیزہ دشمنی کی اس رسم کو نباہتی پھر رہی تھی۔ اس کے کہنے کے مطابق اس کے شوہر کو حضرت صالح علیہ السلام کے ماننے والوں نے قتل کیا ہے لہٰذا اس کا بدلہ لینے کے لیے بے چین تھی۔ بستیوں میں کوئی یہ باتیں پھیلا رہا تھا کہ حضرت صالحؑ کی اونٹنی کی وجہ سے ہمارے جانور پیاسے رہ جاتے ہیں اور یہ کہ پانی ایک دن اس اونٹنی کے لیے مخصوص کر دیا گیا ہے۔ اس دن کوئی اور جانور چشمے کی طرف جا ہی نہیں سکتا۔ یہ ہم سرداروں کی توہین ہے۔ وہ بھی سردار کی بیوی تھی۔ سینے میں دشمنی کی آگ بھی دبائے ہوئے تھی۔ یہ باتیں سن سن کر اندر اندر کھولتی رہتی تھی۔

اس کی دو بیٹیاں اب جوان ہوگئی تھیں۔ شباب ایسا آیا تھا کہ آنکھیں راستہ بھول جاتی تھیں۔ تتلیاں اڑیں تو پھول سمجھ کر بیٹھ جائیں۔ بستی کے لڑکے آہیں بھرے بغیر اس گھر کے سامنے سے نہیں گزر سکتے تھے لیکن یہ اتنے بڑے گھر کی لڑکیاں تھیں کہ ہر کس و ناکس آنکھ اٹھا کر دیکھ بھی نہیں سکتا تھا۔

ان لڑکیوں کے عاشقوں میں ایک قدار بن سالف بھی تھا۔ نہایت رئیس اور مالدار گھرانے کا تھا لیکن اس کی عجیب ہیئت تھی۔ اس کا رنگ نہایت سرخ تھا جس پر نیلے دھبے نمایاں تھے اور اس کی آنکھیں بلی جیسی تھیں۔

اس کی پیدائش کے بارے میں بعض مفسرین نے یہ حکایت بیان کی ہے کہ اس حلیے کے بچے کی پیدائش کے بارے میں حضرت صالحؑ نے پہلے ہی پیش گوئی کر دی تھی اور فرمایا تھا کہ ایک ہی شب میں نو بچے ایسے پیدا ہوں گے۔ ان میں سے ایک بچہ اونٹنی کا قاتل ہوگا۔ مومنین (صالحؑ کے ماننے والے) نے اس بچے کو دنیا میں آنے سے روکنے کے لیے مختلف عورتیں روانہ کر دیں۔ حیرت انگیز طور پر ایک رات میں نو ایسے بچے پیدا ہوئے۔ ان عورتوں نے آٹھ بچے تو قتل کر دیے لیکن ایک کو قتل نہ کرسکیں اور وہ قدار بن سالف تھا۔

یہ حکایت ہے تو دلچسپ لیکن اسے تسلیم کرنے میں تامل ہوتا ہے۔ ایک نبی بچوں کے قتل کا حکم کیسے دے سکتا ہے۔ اس کے ماننے والے اس سے پوچھے بغیر کیسے یہ فعل کرسکتے ہیں۔ اگر ماں باپ نے خود مار دیا تو اس میں بھی ہمیں کلام ہے۔ ہاں یہ کہا جاسکتا ہے کہ ایسی پیش گوئی کی ہوگی۔ واللہ اعلم بالصواب۔

قدار ابن سالف کا سرخ بھبوکا رنگ، اس پر نیلی دھاریاں یا دھبے اور پھر بلی جیسی آنکھیں۔ کون حسینہ ہوگی جو اس کے قرب کی متمنی ہوگی۔ عنیزہ نے کئی مرتبہ دیکھا تھا کہ وہ اس کے گھر کے چکر لگا رہا ہے۔ اس کی بیٹیاں اس کی حالت دیکھ دیکھ کر ہنسا کرتی تھیں لیکن عنیزہ خوف زدہ تھی کہ قدار کسی دن کوئی انتہائی قدم نہ اٹھا بیٹھے اور قبیلے کے مردوں میں کشت

Marfat.com

دخوں ہو جائے۔ اسے ٹوکا بھی نہیں جا سکتا تھا کیونکہ وہ کوئی معمولی نوجوان نہیں تھا۔ پھر ایک دن اس کے دل میں اچانک ایک خیال آیا۔ وہ اپنی جگہ سے اچھل کر کھڑی ہو گئی۔ ابھی تک یہ خیال مجھے کیوں نہیں آیا تھا۔ اس نے دونوں بیٹیوں کو بلایا اور بڑی دیر تک اپنا منصوبہ سمجھاتی رہی۔

دوسرے دن وہ دونوں لڑکیاں چھت پر گئیں اور کھڑکی میں بیٹھ گئیں۔ انہیں معلوم تھا قدار روز ہی چکر لگاتا ہے، ضرور آئے گا۔ وہی ہوا کچھ دیر بعد قدار بن سالف اس طرف سے گزرا۔ بڑی لڑکی نے اس کی طرف دیکھ کر ہاتھ ہلایا۔ وہ کھڑکی کے نیچے رک گیا۔ پھر چھوٹی لڑکی اسے دیکھ کر ہنسنے لگی۔ قدار کی تو جیسے قسمت کھل گئی۔ وہ کھڑکی کے قریب آ گیا اور اوپر کی طرف دیکھنے لگا۔ دونوں لڑکیوں نے اسے اندر آنے کی دعوت دی اور وہ اندر آ گیا۔ دونوں لڑکیاں گھر میں اکیلی تھیں۔ عنیزہ کہیں چھپ گئی تھی۔

''ہم دونوں روز دیکھتے ہیں۔ تم ادھر سے گزرتے ہو لیکن یہ معلوم نہیں ہوتا کہ تم کس کے لیے یہاں آتے ہو۔ اس کے لیے یا میرے لیے۔'' چھوٹی لڑکی نے شوخی سے کہا۔

''یہ تو میں اب فیصلہ کروں گا۔'' قدار نے کہا۔ ''ابھی تک تو میں نے تم دونوں کو دور سے دیکھا تھا اور سچی بات تو یہ ہے کہ میں تم دونوں پر ہی عاشق ہو گیا ہوں۔''

''یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ تمہیں انتخاب تو کرنا پڑے گا۔''

اچھا ایسا کرتے ہیں فال نکال لیتے ہیں۔''

''ابھی کوئی فیصلہ نہیں ہوا تھا کہ دروازہ کھلا اور منصوبے کے مطابق عنیزہ اندر آ گئی۔ اسے دیکھتے ہی لڑکیاں گھبرا کر اٹھ کھڑی ہوئیں۔ یہ بھی منصوبے کا حصہ تھا۔

''قدار بن سالف! تم اور میرے گھر میں۔ کب سے چل رہا ہے یہ چکر؟''

''مجھے تو ان دونوں نے بلایا تھا۔''

''یہ بہانے چھوڑو۔ کیا چاہتے ہو کیوں آئے ہو؟''

''میں ان میں سے کسی ایک سے شادی کا خواہشمند ہوں۔''

''تم جیسے مالدار کو مجھے اپنی بیٹی دینے میں کوئی عار نہیں لیکن میری ایک شرط ہے۔''

''میں ہر شرط پوری کرنے کو تیار ہوں۔''

''میں اپنی بیٹی کی شادی ایسے جواں مرد سے کروں گی جو صالح کی اونٹنی کو قتل کرے گا۔''

''یہ کیا مشکل ہے۔ میں جلد ہی تمہیں خوش خبری سنا دوں گا۔''

''دیکھو جلد بازی میں کھیل مت بگاڑ دینا۔''

''میری تلوار کا وار آج تک خالی نہیں گیا۔ میرا نیزہ خون پینے کے سوا کچھ نہیں جانتا۔''

''تو پھر میری یہ بیٹیاں حاضر ہیں جس سے چاہو شادی کر لینا۔ تمہارا بستر ہمیشہ مجھے دعائیں دے گا۔''

قدار کے خواب و خیال میں بھی نہیں تھا کہ معاملہ اتنی جلدی نمٹ جائے گا۔ اس نے ایک مرتبہ پھر دونوں لڑکیوں کی طرف دیکھا، دونوں ایک دوسرے سے بڑھ کر تھیں۔ قدار کی رگوں میں نشہ سا اترنے لگا۔ نوید عیش نے اسے بے خود کر دیا تھا۔ وہ یوں جھومتا ہوا اس گھر سے نکلا جیسے کوئی شراب خانے سے نکلتا ہے۔

یہاں سے نکلنے کے بعد اسے ایسے لوگوں کی تلاش ہوئی جسے وہ اپنا ہم خیال بنا سکے۔ وہ بڑی تیزی سے مصرع بن مہرج کی طرف جا رہا تھا جس نے ابھی دو دن پہلے سرگوشی میں اس سے کہا تھا کہ ''میں صالحؑ کی اونٹنی کو قتل کرنا چاہتا ہوں، کیا تم میرا ساتھ دو گے کیونکہ تمہارا نشانہ کبھی خطا نہیں کرتا۔ مجھے تم جیسے بہادر ساتھی کی تلاش ہے۔'' اس نے اس وقت تو

Marfat.com

اسے مایوس کر دیا تھا لیکن اب اسے قسمت نے اس کی جگہ لا کھڑا کر دیا ہے۔ دو دن ہو گئے ہیں کہیں اس نے ارادہ بدل نہ لیا ہو۔ اس کے قدم اور تیز ہو گئے۔ اس نے دیکھا مصرع کے گھوڑے چراگاہ میں ہیں۔ اس کا مطلب وہ بھی یہیں کہیں ہوگا۔ اور اس کا اندازہ صحیح تھا۔ وہ اسے مل گیا۔

''کیا بات ہے، کیا اونٹنی کو ٹھکانے لگانے کا ارادہ بدل دیا؟'' قدار بن سالف نے پوچھا۔

''میں تمہیں ارادے سے پھر جانے والا لگتا ہوں؟''

''لگتے تو نہیں لیکن پھر تم مجھ سے ملے کیوں نہیں؟''

''میں تو تم سے بات کر کے پچھتایا تھا۔ تم نے تو مجھے مایوس کر دیا تھا۔''

''بات کچھ آگے بڑھی؟''

''تقریباً تمام تیاری مکمل ہے۔ کم از کم سات سردار ہمارے ساتھ ہیں۔ تم بھی آ جاؤ تو کل نو ہو جائیں گے۔''

''آ یا ہی سمجھو۔ یہ کام کب کرنا ہے؟''

''کل اونٹنی کی باری ہے۔ وہ چشمے پر ضرور جائے گی۔ بس وہیں اس کا کام تمام کر دیں گے۔''

''تم کچھ جلد بازی نہیں کر رہے ہو۔ اگر قبیلے کے کچھ لوگوں کو بھی ملا لیتے تو الزام کسی ایک کے سر نہیں آتا۔''

''تم مجھے بیوقوف سمجھتے ہو۔ سب لوگوں سے بات ہو گئی ہے۔ سب ہماری حمایت کر رہے ہیں۔ قتل ہم کریں گے، جشن وہ منائیں گے۔'' دونوں نے ایک ساتھ قہقہہ لگایا۔

قدار بن سالف کو بھی جمائی بازی کھیلنے کو مل گئی تھی۔ بس اسے مہرے آگے بڑھانے تھے۔ تمام کام مصرع نے کر ہی لیا تھا بس اسے تو خون ناحق اپنی گردن پر لینا تھا۔

ان نو افراد کا ذکر قرآن نے بھی کیا ہے۔ ''اور ایسے نو شخص تھے جو ملک میں فساد برپا رکھتے تھے۔''

دوسرے دن پوری تیاری کے ساتھ ہتھیار لے کر گھر سے نکلے اور چشمے کی طرف جانے والے راستے پر گھات لگا کر بیٹھ گئے۔ یہ اونٹنی اتنی خطرناک اور جسیم (ڈیل ڈول کی) تھی کہ سامنے سے حملہ نہیں کیا جا سکتا تھا۔ اگر خطرے کی بو سونگھ کر بھاگ جاتی تو ساری محنت اکارت چلی جاتی۔ اب بھی یہ اندیشہ تھا کہ چشمے سے پانی پی کر وہ کسی اور طرف نہ نکل جائے۔ یہ لوگ بار بار چٹان کے پیچھے سے جھانک کر دیکھ لیتے تھے کہ وہ آ رہی ہے یا کسی اور طرف نکل گئی۔ ایک مرتبہ مصرع کو وہ نظر آ گئی۔

''سنبھل جاؤ، وہ آ رہی ہے۔''

بڑے سے بڑے دشمن کو دیکھ کر بھی کبھی یہ حالت ان کی نہیں ہوئی تھی جو اس وقت ہو رہی تھی۔ ایک مرتبہ تو یوں لگا جیسے ان کے ہاتھوں کی جان نکل گئی ہو۔ ایسی ہیبت طاری تھی کہ بھاگنے کو جی چاہتا تھا۔ پھر مصرع کو اچانک اپنی معشوقہ صدوق یاد آ گئی۔ اس نے تیر، کمان میں جوڑا۔ چلہ کھینچا اور بھاگتی ہوئی اونٹنی پر چلا دیا۔ تیر اس کے گھٹنے میں پیوست ہو گیا اور وہ گر پڑی۔ پھر جیسے قدار بن سالف کو بھی ہوش آ گیا۔ وہ تلوار لے کر لپکا۔ اونٹنی اتنی دیر میں دوبارہ اٹھ گئی تھی۔ اس بدبخت نے تلوار چلائی اور پچھلے دونوں پاؤں کاٹ دیے۔ اونٹنی نے ایک زوردار چیخ ماری تاکہ اس کا بچہ جہاں کہیں بھی ہو، ہوشیار ہو کر بھاگ جائے۔

اس چیخ میں ایسی ہیبت تھی کہ سب کے اوسان خطا ہو گئے۔ قدار بھول ہی گیا کہ اب اسے کیا کرنا ہے۔ بہت سے لوگ جمع ہو گئے تھے اور چیخ رہے تھے لیکن قدار کو کچھ سنائی نہیں دے رہا تھا۔ پھر اس کے کانوں میں عورتوں کی آوازیں آئیں۔ وہ چیخ چیخ کر کہہ رہی تھیں ''جلدی قتل کرو۔ جلدی قتل کرو۔''

قدار نے ایک جھرجھری سی لی۔ پلٹ کر آیا اور اپنا نیزا، اونٹنی کے سینے میں اتار دیا۔ خون کا فوارہ جاری ہوا اور دیکھتے

Marfat.com

ہی دیکھتے اونٹنی ٹھنڈی ہوگئی۔ اس کا بچہ پہاڑ پر چڑھا اور ایک چٹان میں غائب ہوگیا۔

کچھ مومنین جنہیں اس واقعے کی خبر ہوئی، فوراً صالح علیہ السلام کے پاس پہنچے اور پورا واقعہ آپ کے گوش گزار کردیا۔ آپ آبدیدہ ہوگئے۔

''بدبخت قوم! آخر تجھ سے صبر نہ ہوا۔ اب خدا کے عذاب کا انتظار کر۔ تین روز اور اپنے گھروں میں روپوش رہ لو اس کے بعد وہ نہ ٹلنے والا عذاب آئے گا اور تم سب کو ہمیشہ کے لیے تہس نہس کردے گا۔''

کہا جاتا ہے بچے نے تین چیخیں ماری تھیں اس لیے حضرت صالحؑ نے اپنی قوم کو تین دن کی مہلت دی تھی۔ حضرت حسنؒ فرماتے ہیں کہ بچے نے یہ کہا تھا ''پروردگار! میری ماں کہاں گئی۔''

ایک روایت یہ بھی ہے کہ ظالموں نے اس کا بھی پیچھا کیا تھا اور اسے بھی کاٹ ڈالا تھا۔

قرآن حکیم نے اس واقعے کو کئی جگہ بیان کیا ہے۔

''پھر انہوں نے اونٹنی کو کونچیں (پچھلی ٹانگیں) کاٹ ڈالیں تو پیغمبر (صالح علیہ السلام) نے فرمایا، تم اپنے گھروں میں تین دن نفع اٹھالو یہ ایسا وعدہ ہے جو جھٹلایا نہیں جاسکتا۔'' (القرآن)

''اب صالح نے کہا (اب تمہیں صرف) تین دن کی مہلت ہے۔ اپنے گھروں میں کھاپی لو۔ یہ وعدہ ہے، جھوٹا نہ نکلے گا۔'' (القرآن)

اس کے بعد بھی توبہ کی گنجائش ہوسکتی تھی لیکن جائے عبرت ہے کہ دنیا میں کیسی کیسی قومیں ہوگزری ہیں۔ جب قوم نے یہ سنا کہ حضرت صالحؑ عذاب کی خبر دے رہے ہیں تو اور بھی سرکش بن گئے اور کفر کی انتہائی حدوں کو چھولیا۔

''اگر تو رسولوں میں سے ہے تو اس کو لے آ۔'' (القرآن، الاعراف)

سنت اللہ یہ رہی ہے کہ اگر وہ اپنے پیغمبر کو کسی قوم کی ہدایت کے لیے بھیجے اور قوم اس کی ہدایت پر کان نہ دھرے تو ضروری نہیں کہ وہ قوم ہلاک ہی کردی جائے لیکن جو قوم اپنے نبی سے اس وعدے پر نشانی (معجزہ) طلب کرے کہ اگر ان کا مطلوبہ نشان ظاہر ہوگیا تو وہ ایمان لے آئیں گے اور پھر وہ ایمان نہ لائے تو اس قوم کی ہلاکت یقینی ہوجاتی ہے اور خدائے تعالیٰ اس کو معاف نہیں کرتا تاآنکہ وہ تائب ہوجائے اور خدا کے دین کو قبول کرلے اور یا عذاب الٰہی سے صفحۂ ہستی سے مٹ کر دوسروں کے لیے عبرت کا سبب بن جائے۔ قوم ثمود کا یہی حال تھا۔ نشانی دیکھ کر بھی ایمان نہیں لائے۔ اپنے وعدے کو بھی جھٹلایا، نبی کو بھی جھٹلایا اور پھر عذاب لانے پر اصرار بھی کرتے رہے۔

''غرض یہ کہ انہوں نے اونٹنی کو کاٹ ڈالا اور اپنے پروردگار کے حکم سے سرکشی کی۔ انہوں نے کہا اے صالح! اگر تم واقعی پیغمبروں میں سے ہو تو اب وہ بات ہم پر لا دکھاؤ، جس کا تم نے ہمیں خوف دلایا تھا۔ پس ایسا ہوا کہ لرزا دینے والی ہولناکی نے انہیں آلیا اور جب ان پر صبح ہوئی تو گھروں میں اوندھے منہ پڑے تھے۔ پھر صالح نے ان سے کنارہ کرلیا۔ اس نے کہا، اے میری قوم کے لوگو! میں نے اپنے پروردگار کا پیام تمہیں پہنچایا اور نصیحت کی مگر افسوس تم نصیحت کرنے والوں کو پسند نہیں کرتے۔'' (الاعراف)

☆......☆......☆

اونٹنی کے قاتل ایک خفیہ مقام پر پہنچ گئے اور آئندہ ظہور میں آنے والے وقت کا انتظار کرنے لگے۔ مصرع بن مہرج خوش تھا کہ صدوق جیسی قبیلے کی سب سے حسین عورت اسے میسر آئے گی۔ قدار بن سالف اس کارنامے کی انجام دہی کے بعد عنیزہ کافرہ کی دونوں بیٹیوں سے دادِ عیش دینے کے خواب دیکھ رہا تھا۔ باقی سات سردار خوش تھے کہ اب ان کا اقتدار خطرے میں نہیں پڑے گا۔ ان سب کی امیدیں، خواب اور خوشی اپنی جگہ لیکن رب کا فیصلہ کچھ اور تھا۔

''اس شہر میں نو شخص کہ خرابی کرتے ملک میں اور اصلاح نہ کرتے۔ بولے کہ آپس میں قسم کھاؤ اللہ کی کہ البتہ رات

Marfat.com

میں جا پڑیں ہم اس پر اور اس کے گھر پر پھر کہہ دیں گے اس کے دعویٰ کرنے والے کو ہم نے نہیں دیکھا جب تباہ ہوا اس کا گھر اور ہم بے شک سچ کہتے ہیں۔ انہوں نے بنائی ایک خفیہ تدبیر اور ہم نے بنائی ایک پوشیدہ تدبیر۔'' (القرآن سورۂ نمل)

وہ اس خفیہ ٹھکانے پر کچھ دیر رہ کر ردِعمل دیکھنا چاہتے تھے اپنی قوم کا بھی اور حضرت صالح علیہ السلام کا بھی۔ قوم کی طرف سے تو وہ مطمئن ہو گئے کیونکہ لوگ خوشی سے ناچ گا رہے تھے کہ اونٹنی قتل ہوئی۔ حضرت صالحؑ کے چاہنے والوں کا سر جھک گیا البتہ اب یہ دیکھنا تھا کہ صالح اعلان جنگ کرتے ہیں یا ان کا قبیلہ اٹھ کھڑا ہوتا یا کیا ہوتا ہے۔
انہوں نے خفیہ ٹھکانے سے باہر جھانک کر دیکھا۔ کچھ لوگ منادی کرتے پھر رہے تھے ''صالح نے تین دن کی مہلت دی ہے۔ اس کے بعد وہ کہتا ہے، اے قوم! تم پر عذاب نازل ہوگا۔''

''یہ کیسا اعلان تھا جو ویرانے کو چیرتا ہوا ہم تک پہنچا ہے۔'' قدار نے کہا۔ وہ اتنا خوفزدہ تھا کہ اعلان جنگ سے بھی نہ ہوتا۔

''الفاظ تو بالکل صاف تھے۔ کیا تو نے نہیں سنا؟'' مصرع نے کہا۔
''سنا تو میں نے بھی ہے لیکن یہ کہنے سے صالح کا مطلب کیا ہے؟''
''وہ پھر کوئی معجزہ دکھانے والا ہے۔''
''ہمیں کوئی تدبیر کرنی چاہیے۔ اب قوم کی حفاظت ہماری ذمے داری ہے کیونکہ اونٹنی کو ہم نے قتل کیا ہے۔''
وہ سب کے سب سر جوڑ کر بیٹھ گئے اور آپس میں مشورہ کرنے لگے۔ پھر طے پایا کہ اونٹنی تو قتل ہو چکی، اب اس کے مالک صالح کو بھی قتل کر دو تا کہ دعویٰ ہی ختم ہو۔
''اس سے پہلے کہ وہ (حضرت صالحؑ) پھر کوئی جادو کرے اور ہم مصیبت میں پھنس جائیں، اسے قتل کر دو۔ نہ وہ ہوگا نہ جادو کرے گا۔''
''اس کے گھر والوں کو کیا جواب دو گے؟''
''ہم اس کے اہل و عیال کو بھی قتل کریں گے۔''
''ہم قسمیں کھا کر انہیں یقین دلا دیں گے کہ ہمارا اس قتل سے کوئی واسطہ نہیں۔ ہم نے تو صالح کو قتل ہوتے اور اس کے گھر کو تباہ ہوتے دیکھا تک نہیں۔ صاف مکر جائیں گے۔''
''پھر کر گزرو یہ کام۔ اٹھو۔''
''ابھی نہیں، ذرا اندھیرا پھیلنے دو۔ کسی کو معلوم نہ ہو، کون جاتا ہے اور کس ارادے سے جاتا ہے۔ راستہ بھی ہم وہ اختیار کریں گے جو بستی سے ہو کر نہیں جاتا۔''
اندھیرا پھیلنے میں زیادہ دیر نہیں تھی۔ اسی دوران وہ مزید تدبیریں سوچتے رہے اور آپس میں قسمیں کھاتے رہے کہ اس قتل کا وہ کسی سے ذکر نہیں کریں گے۔

جب اندھیرا دبیز ہو گیا تو یہ نو کے نو افراد راستہ ٹٹولتے ہوئے باہر نکلے اور اندازے سے حضرت صالحؑ کے گھر کی طرف چلنے لگے۔ انہوں نے تدبیر بنائی تھی اور اللہ نے بھی تدبیر سوچ رکھی تھی۔ یہ افراد ایک پہاڑ کے نیچے سے گزر رہے تھے کہ ایک چٹان، پہاڑ سے نیچے گری اور یہ سب کے سب اس کے نیچے دب کر ہلاک ہو گئے۔
''اور ہم نے بنائی ایک پوشیدہ تدبیر اور ان کو خبر نہ ہوئی۔ پھر دیکھ لے کیسا ہوا انجام ان کے فریب کا کہ ہلاک کر ڈالا ہم نے ان کو۔'' (سورۂ نمل)

وہ دن بدھ کا تھا جس دن اونٹنی شہید ہوئی تھی اور پھر رات آ گئی۔ اس رات قدار بن سالف اور اس کے ساتھی چٹان

Marfat.com

کے نیچے دب کر ہلاک ہو گئے۔ اس کے بعد صبح ہوئی اور جمعرات کا دن آیا۔ یہ مہلت کا پہلا دن تھا۔ یہ قوم اچھی خاصی سوئی تھی لیکن صبح سو کر اٹھی تو ان سب کے چہرے زرد تھے۔ یہ گویا ان کے اندر کا خوف تھا جو ان کے چہروں سے ظاہر ہو گیا تھا۔

یہ دن گزر گیا۔ شام ہو گئی، اہل ثمود خوشی سے ناچتے ہوئے گھروں سے باہر نکل آئے ''واہ! یہ دن گزر گیا۔ صالح سے کہو عذاب کیوں نہیں لاتا۔ لے آئے۔''

دوسرے دن جمعہ تھا۔ اس دن ان کے چہرے سرخ ہو گئے۔ چہروں کی اس تبدیلی سے بھی انہوں نے سبق حاصل نہیں کیا۔ شام ہوئی تو مہلت کا دوسرا دن گزرنے کی خوشی منانے لگے۔

جب زندگی کی مہلت میں تیسرے دن کی صبح طلوع ہوئی تو ان کے چہرے سیاہ پڑ چکے تھے۔ پھر جب شام ہوئی تو کافر کہنے لگے۔ ''یہ دن بھی خیر سے مکمل ہوا۔ کدھر گیا صالح کا بھیجا ہوا جواب۔''

تین دن کی ان علامات عذاب نے اگرچہ ان کے چہروں کو واقعی زرد، سرخ اور تاریک بنا دی تھا لیکن ان رنگوں کی ترتیبی خصوصیت یہ صاف بتا رہی تھی کہ ان کے دلوں کو صالح علیہ السلام کے سچے ہونے کا یقین ہے اور صرف حسد و بغض سے انکار کر رہے ہیں۔ اب جب کہ خدا کے حکم کے خلاف جرم کا ارتکاب کر چکے اور اس کی پاداش میں حضرت صالح علیہ السلام سے عذاب کی ہول ناک خبر سنی تو ان پر خوف و دہشت کے وہ فطری رنگ اور نقوش نمایاں ہونے لگے جو موت کے یقین کے وقت خوف سے مجرموں کے اندر پیدا ہوتے ہیں۔

تین دن گزر ضرور گئے تھے لیکن ابھی رات باقی تھی۔ عذاب کا خوف دلوں سے نکلا نہیں تھا۔ یہ بھی معلوم نہیں تھا کہ عذاب ہو گا کس طرح کا۔ لوگ سرِ شام ہی گھروں میں دبک گئے۔ موت سے پہلے موت کا سناٹا طاری تھا۔ کوئی ذی نفس گھر سے باہر نظر نہ آتا تھا۔ شاید یہ گمان ہو کہ اگر عذاب آیا تو وہ اپنے مضبوط گھروں میں محفوظ ہوں گے۔ اٹھارہ مربع میل تک پھیلی ہوئی بستیوں میں خاموشی تھی، خوف تھا اور اداسی تھی۔

وقت موعود آ پہنچا۔ رات کے سناٹے میں ایک ''ہیبت ناک آواز'' ایک ''چنگھاڑ سنائی دی۔ زمین لرز گئی۔ روحیں بدن سے نکل کر بھاگیں، کلیجے پھٹ گئے۔ جو جہاں تھا وہیں اوندھے منہ گرا اور مر گیا۔

قرآن حکیم نے اس ہلاکت آفریں آواز کو کسی مقام پر صاعقہ (کڑک دار بجلی) کسی جگہ رجفہ (زلزلہ ڈال دینے والی شے) اور بعض جگہ ''طاغیہ'' (دہشت ناک) اور بعض جگہ صیحہ (چیخ) فرمایا۔ اس لیے یہ تمام تعبیرات ایک ہی حقیقت کے مختلف اوصاف کے اعتبار سے کی گئی ہیں تاکہ یہ معلوم ہو جائے کہ خدائے تعالیٰ کے اس عذاب کی ہولناکیاں کیسی گونا گوں تھیں۔ ایسی کوندنے والی بجلی، کا تصور کرو جو اضطراب کے ساتھ چمکتی، کڑکتی اور گرجتی ہو اور اس طرح کوندرہی ہو کہ کبھی مشرق میں ہے تو کبھی مغرب میں اور پھر کسی مقام پر ایک ہولناک چیخ کے ساتھ گرے تو اس مقام کا کیا حال ہو گا۔

یہ ایک معمولی انداز ہے اس عذاب کا جو ثمود پر نازل ہوا اور ان کی بستیوں کو تباہ کر کے سرکشوں کی سرکشی اور مغروروں کے غرور کا انجام ظاہر کرنے کے لیے آنے والی نسلوں کے سامنے عبرت کا سامان پیش کر گیا۔

یہ ایسا ہول ناک عذاب تھا کہ کافروں کے کوئی ڈیڑھ ہزار خاندانوں میں سے کوئی اتفاق سے بھی نہیں بچ سکا۔ سب کے سب لقمہ اجل بن گئے۔

ایک معذور لڑکی کلبہ بنت سلق عذاب کے وقت اپنے گھر میں تھی۔ وہ چل پھر نہیں سکتی تھی لیکن جب چیخ بلند ہوئی تو وہ خوف کے عالم میں اٹھ کر بھاگی۔ اس کی ٹانگیں صحیح ہو گئیں۔ وہ اکیلی شاہراہ پر بھاگی چلی جا رہی تھی۔ اس کی رفتار بہت تیز تھی اور پھر وہ ایک عرب قبیلے کے پاس پہنچ گئی۔ جو کچھ اہل ثمود پر گزری تھی، اسی لڑکی نے انہیں بتایا۔ قبیلے والوں نے اسے پانی پلایا۔ جب پانی پی لیا تو وہ بھی مر گئی۔

اہل ثمود پر اترنے والی موت، زندہ نفسوں کی تلاش کرتی پھر رہی تھی۔ جو اس وقت بستی میں نہیں تھا، اسے بھی ڈھونڈ

Marfat.com

رہی تھی۔ ایک شخص اس عذاب کے وقت حرم اللہ (یعنی مکہ) میں تھا۔ حرم کی حرمت میں جب تک وہ حرم میں رہا، اسے مہلت مل گئی لیکن جونہی وہ حرم سے نکلا، اسی چیخ نے اسے پکڑ لیا جو اس کی قوم کو ہلاک کر چکی تھی۔ یہ آخری آدمی بھی خدا کے غضب سے واصل جہنم ہوا۔

عبدالرزاق ؒ نے فرمایا کہ معمر نے کہا، مجھے اسمٰعیل بن امیر نے خبر دی کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک قبر کے پاس سے گزرے تو آپ ﷺ نے فرمایا'' جانتے ہو یہ کون ہے؟ صحابہ نے عرض کیا'' اللہ اور اس کے رسولؐ زیادہ جانتے ہیں۔'' فرمایا'' یہ قبر ابو رغال کی ہے جو ثمود کا آدمی تھا۔ یہ اللہ کے حرم میں تھا تو حرم اللہ نے اس پر عذاب نہ اترنے دیا پھر جب وہ نکلا تو اس کو بھی وہی کچھ پیش آیا جو اس کی قوم کو پیش آیا۔ پھر یہ یہاں دفن کر دیا گیا اور اس کے ساتھ سونے کی ایک ٹہنی بھی دفن کی گئی تھی۔ پھر اس کے پاس ایک قوم نے پڑاؤ ڈالا اور اس کو اپنی تلوار سے کھود کر ٹہنی نکال لی۔

قوم ثمود کی سرکشی اور تباہی کی مفصل کہانی، قرآن حکیم اس طرح سناتا ہے:

''ہم نے قوم ثمود کی طرف اس کے بھائی بندوں میں سے صالح (علیہ السلام) کو بھیجا۔ اس نے کہا'' اے میری قوم کے لوگو! اللہ کی بندگی کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں۔ دیکھو تمہارے پروردگار کی طرف سے ایک واضح دلیل تمہارے سامنے آ چکی ہے۔ یہ خدا کے نام پر چھوڑی ہوئی اونٹنی تمہارے لیے ایک (فیصلہ کن) نشانی ہے۔ پس اسے کھلا چھوڑ دو کہ خدا کی زمین میں جہاں چاہے چرے، اسے کسی طرح کا نقصان نہ پہنچاؤ کہ (اس کی پاداش میں) عذاب جانکاہ تمہیں آ پکڑے اور وہ وقت یاد کرو کہ خدا نے تمہیں قوم عاد کے بعد اس کا جانشین بنایا اور اس سرزمین میں اس طرح بسا دیا کہ میدانوں سے محل بنانے کا کام لیتے ہو اور پہاڑوں کو بھی تراش کر اپنا گھر بنا لیتے ہو۔ (یہ اس کا تم پر احسان ہے) پس اللہ کی نعمتیں یاد کرو اور ملک میں سرکشی کرتے ہوئے خرابی نہ پھیلاؤ۔ قوم کے جن سربرآوردہ لوگوں کو (اپنی دولت و طاقت کا) گھمنڈ تھا، انہوں نے مومنوں سے کہا، اور یہ ان لوگوں میں سے تھے جنہیں (افلاس و بے چارگی کی وجہ سے) کمزور حقیر سمجھتے تھے۔ کیا تم نے سچ مچ معلوم کر لیا ہے کہ صالح خدا کا بھیجا ہوا ہے (یعنی ہمیں تو اس میں کوئی ایسی بات دکھائی نہیں دیتی) انہوں نے کہا ہاں بے شک جس پیام حق کے ساتھ وہ بھیجا گیا ہے ہم اس پر پورا یقین رکھتے ہیں۔ اس پر گھمنڈ کرنے والوں نے کہا تمہیں جس بات کا یقین ہے ہمیں اس سے انکار ہے۔ غرض کہ انہوں نے اونٹنی کو کاٹ ڈالا اور پروردگار کے حکم سے، سرکشی کی۔ انہوں نے کہا۔ اے صالح! اگر تم واقعی پیغمبروں میں سے ہو تو اب وہ بات ہم پر لا دکھاؤ جس کا تم نے ہمیں خوف دلایا تھا۔ پس ایسا ہوا کہ لرزا دینے والی ہولناکی نے انہیں آ لیا اور جب ان پر صبح ہوئی تو گھروں میں اوندھے منہ پڑے تھے۔ پھر صالح ان سے کنارہ کش ہو گیا۔ اس نے کہا، اے میری قوم کے لوگو! میں نے اپنے پروردگار کا پیام تمہیں پہنچا دیا اور نصیحت کی مگر افسوس تم پر! نصیحت کرنے والوں کو پسند نہیں کرتے۔'' (اعراف آیت 79-73)

''اور ہم نے قوم ثمود کی طرف اس کے بھائی بندوں میں سے صالح کو بھیجا۔ اس نے کہا'' اے میری قوم کے لوگو! اللہ کی بندگی کرو۔ اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں۔ وہی ہے جس نے تمہیں زمین سے پیدا کیا اور پھر اسی میں تمہیں بسا دیا۔ پس چاہیے کہ اس سے بخشش مانگو اور اس سے رجوع کرو۔ یقین کرو، میرا پرورگار (ہر ایک کے) پاس ہے اور (ہر ایک کی) دعاؤں کا جواب دینے والا ہے۔'' لوگوں نے کہا'' اے صالح! پہلے تو ایسا آدمی تھا کہ ہم سب کی امیدیں تجھ سے وابستہ تھیں۔ پھر کیا تو ہمیں روکتا ہے کہ ان معبودوں کی پوجا نہ کریں جنہیں ہمارے باپ دادا پوجتے چلے آئے ہیں؟ (یہ کیسی بات ہے) ہمیں تو اس میں بڑا ہی شک ہے جس کی طرف تم دعوت دیتے ہو کہ ہمارے دل میں اترتی نہیں۔'' صالح نے کہا۔'' اے میری قوم کے لوگو! کیا تم نے اس بات پر بھی غور کیا کہ اگر میں اپنے پروردگار کی طرف سے ایک دلیل روشن پر ہوں اور اس نے اپنی رحمت مجھے عطا فرمائی ہو تو پھر کون ہے جو اللہ کے مقابلے میں میری مدد کرے گا اگر میں اس کے حکم

Marfat.com

سے سرتابی کروں۔ تم (اپنی توقع کے مطابق دعوت کا رد کر کے) مجھے کوئی فائدہ نہیں پہنچاتے، تباہی کی طرف لے جانا چاہتے ہو۔ اور اے میری قوم کے لوگو! دیکھو اللہ کی اونٹنی تمہارے لیے ایک (فیصلہ کن) نشانی ہے۔ پس اسے چھوڑ دو، اللہ کی زمین میں چرتی رہے۔ اسے کسی طرح کی اذیت نہ پہنچانا ورنہ عذاب تمہیں آ پکڑے گا۔'' لیکن لوگوں نے (اور زیادہ ضد میں آ کر) اسے قتل کر ڈالا۔ تب صالح نے کہا۔'' (اب تمہیں صرف) تین دن کی مہلت ہے اپنے گھروں میں کھا پی لو اور یہ وعدہ ہے جھوٹا نہ نکلے گا۔ پھر جب ہماری (ٹھہراتی ہوئی) بات کا وقت آ پہنچا تو ہم نے صالح کو اور ان لوگوں کو جو اس کے ساتھ ایمان لائے تھے، اپنی رحمت سے بچا لیا اور اس دن کی رسوائی سے نجات دے دی۔ (اے پیغمبر!) بلاشبہ تیرا پروردگار ہی ہے جو قوت والا اور سب پر غالب ہے اور جن لوگوں نے ظلم کیا تھا ان کا یہ حال ہوا کہ ایک روز کڑک نے آ لیا۔ جب صبح ہوئی تو سب اپنے گھروں میں اوندھے منہ پڑے تھے (وہ اس طرح اچانک مر گئے) گویا ان گھروں میں کبھی بسے ہی نہ تھے۔ تو سن رکھو کہ ثمود نے اپنے پروردگار کی ناشکری کی اور ہاں سن رکھو کہ ثمود کے لیے محرومی ہوگی۔'' (سورۂ ہود آیت 21-28)

اور حجر کے لوگوں نے بھی رسولوں کی بات جھٹلائی۔ ہم نے اپنی نشانیاں انہیں دکھائیں مگر وہ روگردانی ہی کرتے رہے۔ وہ پہاڑ تراش کر گھر بناتے تھے کہ محفوظ رہیں لیکن (یہ حفاظتیں کچھ کام نہ آئیں) ایک دن صبح کو اٹھے تو ہولناک آواز نے آ پکڑا تھا اور جو کچھ انہوں نے اپنی سعی و عمل سے کمایا تھا وہ کچھ بھی ان کے کام نہ آیا (الحجر)

حضرت صالحؑ اور آپ کے ایک سو بیس ساتھی (جو آپ پر ایمان لے آئے تھے) اس ہیبت ناک آواز سے محفوظ رہے لیکن اس عذاب زدہ بستی میں رہنا مناسب نہ سمجھا۔ حضرت صالحؑ نے اپنے ساتھیوں کو ہدایت کی کہ اس زمین پر اللہ کا عذاب نازل ہو چکا ہے یہاں سے جتنی جلد ممکن ہو نکلو۔

جب آپ بستی سے نکلنے لگے تو قوم کی تباہی کو دیکھ کر فطری افسوس، لفظوں میں ڈھل کر زبان مبارک پر آ گیا۔

''تمہاری ہدایت میں مجھ سے جتنا کچھ ہو سکا میں نے خوب کوشش کر لی۔ اور میں تمہاری ہدایت پر اپنے قول، اپنے فعل اور اپنی نیت کے ساتھ بہت ہی حریص تھا (لیکن تمہاری سرکشی آڑے آ گئی) لیکن تم نصیحت کرنے والوں کو پسند نہیں کرتے تھے لہٰذا اس وجہ سے تمہیں اس دردناک عذاب سے دوچار ہونا پڑا جو ہمیشہ اب تمہارے ساتھ رہے گا۔ اور مجھے تمہارے چھٹکارے کی اب کوئی سبیل بھی نظر نہیں آتی۔ اور میں اپنے دونوں ہاتھوں سے بھی اس کو دفع نہیں کر سکتا۔ اور میرے ذمے جو تمہارے لیے واجب تھا وہ میں ادا کر چکا اور تمہارے لیے خرچ کر چکا لیکن اللہ جو ارادہ کرتا ہے وہ کرتا ہے۔''

ہلاک شدہ قوم کی جانب حضرت صالح علیہ السلام کا یہ خطاب اسی طرح کا خطاب تھا جس طرح بدر میں مشرکین مکہ کے سرداروں کی ہلاکت کے بعد مردہ نعشوں کے گڑھے پر کھڑے ہو کر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔

''اے فلاں بن فلاں اور فلاں بن فلاں کیا تم کو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت پسند آئی؟ بلاشبہ ہم نے وہ سب کچھ پا لیا جو ہمارے رب نے ہم سے وعدہ کیا تھا۔ پس کیا تم نے بھی وہ پایا جو تمہارے رب نے تم سے وعدہ کیا تھا۔''

اس قسم کا خطاب انبیا علیہ السلام کی خصوصیات میں سے ہے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ ان کے اس کلام کو بلاشبہ مردوں کو سنوا دیتا ہے اگرچہ وہ جواب دینے سے قاصر ہیں۔

ایک قافلہ بھی حضرت موت سے حجر کی طرف آیا تھا اور یہاں آباد ہو گیا تھا۔ انہیں کیا خبر تھی کہ کئی نسلوں بعد ان کی قوم ان کا سب کچھ برباد کر دے گی اور اللہ کے عذاب کے سزاوار ہوگی۔ لیکن انہیں تو یہ بھی معلوم نہیں تھا کہ اس قافلے میں شامل کسی مرد کی پشت میں ایک ایسا نطفہ بھی موجود ہے جو اللہ کا برگزیدہ پیغمبر بن کر سامنے آئے گا اور اس کا نام صالحؑ ہوگا۔ آج یہی صالحؑ ایک سو بیس آدمیوں کے قافلے کو لے کر اس سرزمین سے کوچ کر رہا تھا۔ اس کا ارادہ کہاں جانے کا

Marfat.com

ہے؟

حجر سے نکل کر مسلمانوں نے کہاں سکونت اختیار کی؟ اس بارے میں مفسرین کی کئی آرا ہیں۔ بعض نے لکھا ہے وہ فلسطین کے علاقے رملہ کے قریب آباد ہوئے۔ اس لیے حجر کے قریب یہی علاقہ سرسبز وشاداب تھا۔

بعض نے لکھا ہے، وہ حضر موت میں آ کر آباد ہوئے کیونکہ ان کا سابق وطن یہی تھا۔ یہاں ایک قبر بھی ہے جس کے متعلق مشہور ہے کہ یہ حضرت صالح علیہ السلام کی قبر مبارک ہے۔

ایک قول یہ بھی ہے کہ آپ اور آپ کے ساتھی مکہ معظمہ تشریف لے آئے اور وہیں مقیم ہوئے اور وہیں انتقال فرمایا۔ انتقال کے وقت آپ کی عمر مبارک ایک سو اسی سال تھی اور آپ کا زمانہ 1700 ق م بتایا جاتا ہے لیکن یقین سے کچھ نہیں کہا جا سکتا۔

☆......☆......☆

اس دردناک عذاب کے بعد عرصہ دراز تک اہل ثمود کی یہ بستیاں اجاڑ اور عبرت کا نشان بنی پڑی رہیں۔ ان کے کنوئیں انتظار کرتے رہے کہ کوئی اس طرف آ نکلے۔ ان کے عظیم الشان محل کھنڈروں میں تبدیل ہو گئے۔ ان میں بند پڑی ہڈیاں اب بھی نکلتی رہتی ہیں جو بتاتی ہیں کہ سرکشوں کا انجام کیا ہوتا ہے۔

مسند امام احمد میں حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے ساتھ تبوک میں اترے تو قوم ثمود کے گھروں کے پاس مقام حجر میں اترے۔ جن کنوؤں سے قوم ثمود پانی بھرتی تھی، آپؐ کے اصحاب نے بھی وہاں سے پانی بھرا۔ اس پانی سے آٹا گوندھا اور آٹا اونٹوں کے آگے ڈال دیا۔ پھر حضور اکرمؐ نے صحابہ کرامؓ کو لے کر آگے کوچ فرمایا اور فرمایا ''یہ وہ بستی ہے جس پر خدا کا عذاب ہوا۔ یہاں نہ قیام کرو اور نہ یہاں کی اشیا سے فائدہ اٹھاؤ۔ آگے بڑھ کر پڑاؤ ڈالو، ایسا نہ ہو کہ تم بھی کسی بلا میں مبتلا ہو جاؤ۔''

ایک روایت میں ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ ''تم حجر کی ان بستیوں میں خدا سے ڈرتے، عجز وزاری کرتے اور روتے ہوئے داخل ہوا کرو ورنہ ان میں داخل ہی نہ ہوا کرو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ تم بھی اپنی غفلت کی وجہ سے عذاب کی مصیبت میں مبتلا ہو جاؤ۔''

Marfat.com

حضرت اسمٰعیل علیہ السلام

حضرت ابراہیمؑ کو بیت المقدس کے علاقوں میں رہتے ہوئے بیس سال سے زیادہ کا عرصہ گزر چکا تھا۔ بڑھاپا سر پر آ چکا تھا لیکن آپؑ ابھی تک اولاد سے محروم تھے۔ آپؑ جب دور تک پھیلے ہوئے اپنے کھیتوں پر نظر ڈالتے، فصلوں کو لہلہاتے ہوئے دیکھتے، اپنے جانوروں کو گنتے گنتے تھک جاتے تو دل میں ایک ہوک سی اٹھتی۔ اپنے خدا پر بے پناہ ایمان کے باوجود بشری تقاضے دل میں گھر بنانے لگتے تھے۔ یہ خیال دل میں شور مچاتا تھا کہ دولت کے جو انبار خدا نے مجھے دیے ہیں ان کا وارث کون ہوگا؟ میں نے جو پیغام عام کیا ہے، اسے کون آگے بڑھائے گا۔ کیا میرا جانشین کوئی بھی نہیں۔ ایک مسلسل دکھ تھا جو آپؑ کے ساتھ ساتھ چل رہا تھا۔ اس روز دل کچھ زیادہ ہی شورش دکھا رہا تھا۔ ایک پنچھی تھا جو پنجرا توڑ کر نکل جانے کو بے تاب تھا۔ سکون قلب کے لیے آپؑ نے خود کو نماز میں مشغول کر لیا۔ اپنے رب کو اپنے سامنے محسوس کیا تو آنکھیں آنسوؤں کا نذرانہ لے کر حاضر ہو گئیں۔ بے تابی نے زبان کو حرکت دے دی۔

''اے خداوند خدا! تو مجھ کو کیا دے گا۔ میں تو بے اولاد جاتا ہوں اور میرے گھر کا مختار میرا خانہ زاد الیعزر ہے۔ تو نے مجھے فرزند نہ دیا اور دیکھ میرا خانہ زاد میرا وارث ہوگا۔''

اس پکار میں ایسا درد تھا، ایسی تاثیر تھی کہ وحی الٰہی کی روشنی نے آپؑ کو گھیر لیا۔ خدا کا کلام آپؑ پر اترا۔ ''یہ غلام تیرا وارث نہیں ہونے کا بلکہ جو تیری صلب سے پیدا ہوا ہو وہی تیرا وارث ہوگا۔''

دل کو ڈھارس ہوئی۔ اطمینان ہو گیا لیکن دوسرے ہی لمحے اپنے بڑھاپے پر نظر گئی۔ حضرت سارہ پر غور کیا جو بانجھ تھیں۔ ''اے خدا! یہ سب کیسے ہوگا۔ میری عمر پچاسی سال ہو گئی ہے۔ میری زوجہ بنجر زمین ہے۔ میں کھیتی کی امید کس سے رکھوں؟'' اللہ تعالیٰ پھر آپؑ سے مخاطب ہوا۔

''آسمان کی طرف منہ کر اور گن سکے تو تاروں کو گن۔ ان کی طرح تیری نسل پھیلے گی۔''

آپؑ نے یہ کلام حضرت سارہ کے گوش گزار فرمایا۔ انہیں بھی اپنے رب پر ایمان تو تھا لیکن اپنے بڑھاپے پر نظر کر کے چپ ہو گئیں۔ دسترخوان کا وقت ہوا تو ملازموں نے کھانا چن دیا۔ مصری لونڈی (حضرت) ہاجرہ بڑے سلیقے سے برتن جما رہی تھیں اور بھاگ دوڑ کر رہی تھیں۔ حضرت سارہ اس لونڈی کو روز ہی دیکھتی تھیں۔ یہ لونڈی بادشاہ مصر نے آپ ہی کی خدمت کے لیے عطا کی تھی۔ اس کا بدن، اس کی صحت، اس کی جوانی آپ کے لیے اجنبی نہیں تھی لیکن آج وہ اسے اس طرح دیکھ رہی تھیں جیسے آج پہلی مرتبہ دیکھ رہی ہوں۔ کوئی ارادہ تھا جو اس کی طرف سے آپ کے دل میں آ گیا تھا اور اب وہ اس ارادے کو ناپ تول رہی تھیں۔ بھنے ہوئے گوشت کا ایک ٹکڑا بہت دیر سے آپ کے ہاتھ میں تھا اور وہ یہ بھول گئی تھیں کہ اسے دانتوں سے کاٹنا بھی ہے۔

''سارہ، کیا سوچ رہی ہو؟'' حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دریافت کیا۔ ''کھانے کے دوران خدا کے شکر کے سوا کوئی خیال درمیان میں نہیں آنا چاہیے۔''

''اس کا شکر یہ ہی تو ادا کر رہی ہوں کہ اس نے ہاجرہ جیسی خدمت گار ہمیں عطا کی ہے۔''

''اس وقت ہاجرہ کی تعریف کا کون سا موقع ہے۔''

Marfat.com

''یہی تو موقع ہے۔ دیکھتے نہیں ہو، گوشت سے بھرا ہوا تھال کس خوبصورتی اور آسانی سے اٹھا کر لے آئی ہے۔''

''ایسا تو وہ روز ہی کرتی ہے۔''

''اس کی اگر شادی ہو جائے تو بانجھ ثابت نہیں ہوگی۔ ضرور بچہ جنے گی۔''

''بانجھ تو تم بھی نہیں ہو۔ بس خدا کی مصلحت ہی یہ تھی کہ تمہارے اولاد نہ ہو۔''

''خدا کی مصلحت یہ بھی تو ہوسکتی ہے کہ جو کام مجھ سے نہیں ہوا، اس سے ہو جائے۔''

''میں نے تمہاری بات سمجھنے میں تاخیر کی ہے۔''

''اللہ نے آپ سے وعدہ کیا ہے کہ آپ کا وارث آپ کے صلب سے ہوگا۔''

''بے شک! اس نے وعدہ کیا ہے۔''

''کیا آپ سمجھتے ہیں کہ اللہ اپنے وعدے کے برخلاف کرے گا؟''

''میں ایسا سوچ بھی نہیں سکتا مگر یہ سب کچھ کیوں سوچ رہی ہو؟''

''میں جو کچھ سوچ رہی ہوں اس کا اظہار مین اسی وقت کروں گی جب ہم اپنے بستر پر جائیں گے۔''

کھانا کھانے کے بعد جب اندھیرے نے زور باندھا، چراغ بجھنے کا وقت آ گیا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے بستر پر آئے تو حضرت سارہ آپؑ کے پیروں کی طرف بیٹھ گئیں۔ ''آپؑ اولاد کے نہ ہونے سے بہت اداس رہتے ہیں؟''

''میری اداسی کا سبب تم خوب جانتی ہو۔ کیا مجھے اپنے وارث کی تلاش نہ ہوگی؟''

''آپؑ کی اداسی کا ایک سبب میں بھی ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے اولاد سے محروم کر دیا ہے۔ آپؑ میری باندی ہاجرہ کو اپنے عقد میں لے لیں۔ اس سے صحبت فرمائیں۔ شاید اس سے آپؑ کو اولاد ملے اور اللہ کا وعدہ سچ ہو جائے۔''

''اگر وہ حاملہ ہوگئی تو کیا تمہیں اس سے رشک نہیں ہوگا؟''

''میں اس سے ہونے والی اولاد کو اپنی اولاد سمجھوں گی۔''

''کیا ایک باندی کو اپنے تصرف میں لانا مجھے زیب دے گا؟''

''اللہ نے آپؑ سے کثرت اولاد کا ذکر کیا ہے۔ شاید اللہ کی حکمت یہی ہو کہ آپؑ ہاجرہ سے شادی کریں اور اس سے آپؑ کی اولاد ہو۔ اللہ کی مصلحت یہی ہے تو آپؑ کیوں پیچھے ہٹتے ہیں۔''

حضرت ابراہیمؑ نے آپ کی بات مان لی اور اس تحفے کو قبول کر لیا۔ حضرت ہاجرہ کو آپؑ اپنے عقد میں لے آئے۔ حضرت سارہ کے شکر گزار ہوئے کہ انہوں نے یہ قربانی بہ رضا و رغبت دی۔

شادی ہوتے ہی حضرت ہاجرہ کے مقام و مرتبہ میں اضافہ ہوگیا۔ اب وہ کنیز، باندی یا لونڈی نہیں رہی تھیں بلکہ اللہ کے نبی کی زوجہ تھیں۔ جو حیثیت حضرت سارہ کی تھی وہی ان کی بھی ہوگئی۔

حضرت سارہ نے اپنی خوشی سے حضرت ہاجرہ کو اپنے شوہر کے سپرد کر دیا تھا لیکن جب انہیں گھر کی مالکن کی حیثیت میں دیکھا تو اپنا مقام کم نظر آنے لگا۔ یہ احساس ہر وقت دامن گیر رہنے لگا میں بوڑھی ہوں اور ہاجرہ جوان ہے۔ شوہر کی نظروں میں جو اہمیت اس کی ہوگی میری کب رہے گی۔ یہ احساس اتنا بڑھا کہ آپ ابراہیمؑ سے جھگڑنے لگیں۔

''میں نے بڑی بھول کی ہاجرہ کو آپؑ کے حوالے کر دیا۔ وہ میری باندی تھی تو میں اس سے بہت کہہ سن لیا کرتی تھی۔ اب تو کچھ کہہ بھی نہیں سکتی۔''

''تم دل چھوٹا کیوں کرتی ہو۔ تم میری بڑی زوجہ ہو۔ جو حیثیت تمہاری ہے اسے کب میسر ہوسکتی ہے؟''

''میں دیکھتی ہوں کہ وہ آپؑ سے ہنسی مخول کرتی ہے اور آپؑ اس کے ناز اٹھاتے ہیں۔''

''وہ اب میری بیوی ہے، اسے خوش رکھنا بھی تو میرے فرائض میں شامل ہے۔''

Marfat.com

''بس یہی بات تو میرے لیے سوہانِ روح ہے کہ وہ اب آپؑ کی بیوی ہے، میری کنیز نہیں۔''

''وہ اب بھی تمہاری کنیز ہے۔ اس کے ساتھ جو جی چاہے کرو۔'' حضرت ابراہیمؑ نے حضرت سارہ کی خوشنودی کی خاطر یہ الفاظ ادا کر دیے۔

حضرت سارہ نے ان الفاظ کو اجازت سمجھا اور اپنے رشک و حسد کی آگ بجھانے کے لیے حضرت ہاجرہ کو تنگ کرنا شروع کر دیا۔ حضرت ہاجرہ ایسی وفادار تھیں کہ کسی بات کا جواب دینا گناہ سمجھتی تھیں۔ حضرت سارہ کا ہر طعنہ خاموشی سے برداشت کر رہی تھیں۔ یہ خاموشی بھی حضرت سارہ کو برداشت نہ ہوئی۔ وہ تو بس یہ دیکھ رہی تھیں کہ اس کی خوبصورتی نے ان کے شوہر کو چھین لیا ہے۔ ایک روز انہیں ایسا غصہ آیا کہ حضرت ہاجرہ کے کان چھید دیے۔ حضرت ہاجرہ نے ان سوراخوں کو چھپانے کے لیے سونے کے تار کانوں میں ڈال لیے۔ حضرت سارہ نے انہیں عیب دار بنانے کی کوشش کی تھی تاکہ ان کی خوبصورتی، بدصورتی میں تبدیل ہو جائے لیکن اس کا الٹا اثر ہوا۔ حضرت ہاجرہ مزید خوبصورت نظر آنے لگیں۔ حضرت سارہ کے غصے میں مزید اضافہ ہو گیا۔

رشک و حسد کی آندھی چل ہی رہی تھی کہ ایک خبر نے حضرت سارہ کو بالکل ہی بے حواس کر دیا۔ حضرت ابراہیمؑ نے یہ خبر خوشی کے طور پر سنائی کہ اللہ کا وعدہ پورا ہوا۔ حضرت ہاجرہ حاملہ ہو گئیں۔ عنقریب اس گھر کو چراغ ملنے والا ہے۔ دعا کی تکمیل کا وقت قریب آنے والا ہے۔

حضرت سارہ نے بھی اس خوش خبری کو تحمل سے سنا لیکن لوگوں میں چہ میگوئیاں شروع ہو گئیں۔ ''یہ باندی تو اپنی آقا (سارہؑ) سے بھی بلند مرتبت ہو گئی۔''

''اگر بیٹا جنا تو کیسی عظمت والی ہو گی۔'' کچھ دن اور گزرے تو عورتوں میں یہ باتیں عام ہو گئیں کہ گھر تو اسی کا ہو گا جس کا بیٹا ہو گا۔ ہائے، اگر سارہ نے بیٹا جنا ہوتا تو حضرت ابراہیمؑ کی دولت کا وہی وارث ہوتا۔ یہ باتیں حضرت سارہ تک پہنچ رہی تھیں بلکہ بعض عورتیں تو براہ راست آپ سے کہہ دیا کرتی تھیں۔ یہ باتیں سن کر حضرت سارہ کو فطری طور پر سخت غیرت آئی۔

''کیا یہ باندی اب میری برابری کرے گی؟''

''تمہارا، اس کا کیا مقابلہ۔''

''کیا اس کا بیٹا تمہاری دولت کا وارث نہ ہو گا؟''

''بے شک! یہ باندی میری نسل کو آگے بڑھانے میں میری معاون ہوئی ہے۔''

''اسی لیے آپؑ اس کے احسان مند ہیں۔''

''اس میں کیا شک ہے لیکن تم ہی تو گھر کی بڑی مالکن ہو۔''

''لیکن اب وہ میری لونڈی تو نہیں رہی اور میں اس سے کچھ بھی نہیں کہہ سکتی۔''

''نہیں بلکہ تم اس کے ساتھ جو جی چاہے کر لو۔''

حضرت ہاجرہ دور کھڑی یہ باتیں سن رہی تھیں۔ جب انہوں نے سنا کہ حضرت ابراہیمؑ کی طرف سے اجازت مل گئی ہے، اب سارہؑ ان کے ساتھ نہ جانے کیا سلوک کریں۔ اس خیال کے آتے ہی آپ گھر سے بھاگ کھڑی ہوئیں۔ اس خیال سے کہ کوئی دیکھ نہ لے۔ آپ نے بستی کے بجائے ویرانے کا رخ کیا۔ لق و دق میدان سے گزرنے کے بعد ایک چشمے کے پاس جا کر ٹھہر گئیں۔ ارادہ یہاں رکنے کا بھی نہیں تھا لیکن پانی دیکھ کر آگے بڑھا نہ گیا۔ اسی وقت ایک آدمی کو اپنی طرف آتے ہوئے دیکھا۔ آپ ڈر گئیں کہ یہ شخص کوئی نقصان نہ پہنچائے۔ وہ قریب آیا تو کسی اور ہی دنیا کا لگتا تھا اور جب اس نے ان کا نام لے کر مخاطب کیا تو آپ کی حیرت کی انتہا نہ رہی۔

Marfat.com

''اے لونڈی ہاجرہ! تو کہاں سے آئی اور کدھر کو جاتی ہے؟''

''تو کون ہے اور مجھے میرے نام سے کیسے جانتا ہے؟''

''میں اللہ کا فرشتہ ہوں اور تیری خبر گیری کے لیے بھیجا گیا ہوں۔''

''تو میرا نام جانتا ہے تو یہ بھی جانتا ہوگا کہ میں اپنی مالکن کی طرف سے بھاگی ہوئی ہوں۔''

''تو اپنی مالکن کے پاس دوبارہ چلی جا اور اس کی اطاعت کر۔''

''وہ میرے رشک میں مبتلا ہے۔''

''خدا تیرے دکھ کو جانتا ہے۔ وہ تیری اولاد کو اتنا بڑھائے گا کہ کثرت سے گنی نہ جائے اور عنقریب ایک بیٹا جنے گی۔ اس کا نام اسمٰعیل رکھنا۔ یہ کہہ کر وہ فرشتہ غائب ہوگیا۔ آپ نے اس زندہ معجزے کو دیکھا اور سوچنے لگیں، اس فرشتے سے انکار نہیں کیا جا سکتا لیکن واپس جا کر کس طرح حضرت سارہ کا سامنا کریں گی۔ بہرحال آپ واپس آئیں اور حضرت سارہ سے معافی کی خواستگار ہوئیں۔ حضرت سارہ نے اس خیال سے انہیں رکھ لیا کہ اس گھر کو بہرحال ایک بیٹے کی ضرورت تھی۔ روایت ہے کہ ایک مرتبہ پھر نکال دیا اور آپ پھر واپس چلی آئیں۔

حضرت ہاجرہ کے بطن سے لڑکا پیدا ہوا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بے حد خوشی ہوئی۔ ایک خوشی تو یہ تھی کہ اب ان کا گھر بچے کی آواز سے محروم نہیں رہا۔ دوسری خوشی یہ تھی کہ یہ بچہ لڑکا تھا۔ ان کے مال و متاع کا وارث، ان کی نسل کا ذمے دار۔

آپؑ نے حضرت ہاجرہ سے مشورہ کیا کہ اس بچے کا نام کیا رکھا جائے۔ حضرت ہاجرہ نے وہ پورا واقعہ دہرا دیا جو چشمے کے کنارے آپ کے ساتھ پیش آیا تھا اور یہ بھی بتا دیا کہ ظاہر ہونے والے فرشتے نے اس بچے کا نام پہلے ہی تجویز کر دیا ہے۔

''مجھ سے اس فرشتے نے کہا تھا کہ میں اس بچے کا نام اسمٰعیل رکھوں۔''

''جب پہلے ہی طے ہو چکا تو پھر اسمٰعیل ہی ہوگا۔''

صدائے حق بلند ہوئی۔ ''میں نے اسمٰعیل کے حق میں تیری سنی۔ دیکھ میں اسے برکت دوں گا اور اس کو بہت بڑھاؤں گا اور اس کے گیارہ سردار پیدا ہوں گے اور میں اس کو بڑی قوم بناؤں گا۔''

حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کا نام بھی آپؑ کی عظمت پر دلالت کرتا تھا عبرانی میں 'ایل' اللہ کے مترادف ہے اور عربی کے اسمع کے معنی ہیں ''سن'' چونکہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی ولادت کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ کی دعا سن لی اور حضرت ہاجرہ کو فرشتے سے بشارت ملی۔ اس لیے ان کا یہ نام رکھا گیا۔

حضرت سارہ خود کو اچانک تنہا محسوس کرنے لگیں اور خوش قسمت ہاجرہ کے مقابلے میں خود کو بدقسمت بھی۔ انہوں نے سوچا تو یہی تھا کہ وہ اسمٰعیل (علیہ السلام) کی پیدائش کو مصلحت خداوندی سمجھ کر قبول کر لیں گی لیکن بشری تقاضے انہیں چین نہیں لینے دے رہے تھے۔ کاش! میں ہاجرہ کی جگہ حضرت ابراہیمؑ کے بیٹے کی ماں بنی ہوتی۔ کاش! میں حضرت ابراہیمؑ کی نظروں میں سرخرو ہوگئی ہوتی۔ یہ حسد اتنا بڑھا کہ اپنے گھر میں بچے کی موجودگی ان کے لیے سوہان روح بن گئی۔ وہ عجیب نہج پر سوچنے لگیں اور اس کا اظہار انہوں نے حضرت ابراہیمؑ سے کر بھی دیا۔

''اب مجھ سے یہ برداشت نہیں ہوتا کہ میں تو بانجھ ہوں اور میری باندی اپنے بچے سے کھیلتی ہے۔''

''کیا تمہیں خدا کی مصلحت سے اختلاف ہے؟''

''میں انسان بھی تو ہوں۔ اس کا بچہ کلکاریاں بھرتا ہے تو میرے دل پر گھونسا لگتا ہے۔''

''کیا تمہیں میری خوشی بھی منظور نہیں؟''

Marfat.com

''میں نے کہا تھا کہ میں اس بچے کا وجود برداشت نہیں کر سکتی۔ اگر آپ کی خوشی میری اولاد سے ہو تو مجھے قبول ورنہ نہیں۔''

''پھر تم کیا چاہتی ہو۔ اب تم تو ماں بننے سے رہیں۔''

''میں نہیں چاہتی کہ ہاجرہ اور اسمٰعیل میری نگاہ کے سامنے رہیں۔ ان کو اور کسی جگہ لے جاؤ۔''

یہ بات ایسی نہیں تھی جسے آپؑ بہ آسانی مان لیتے۔ شیر خوار بچے کے ساتھ حضرت ہاجرہ کو کسی اجنبی مقام پر چھوڑ آنا آپؑ کو ہرگز پسند نہ تھا۔ دوسری طرف حضرت سارہ کے تقاضے بڑھتے جا رہے تھے۔ آپؑ تھے کہ کسی فیصلے پر نہیں پہنچ پا رہے تھے۔ یہ فیصلہ آپؑ کے کرنے کا تھا بھی نہیں۔ خدا پہلے ہی ایک فیصلہ کر چکا تھا۔ حضرت ابراہیمؑ کو بھی اس فیصلے سے باخبر کر دیا گیا۔ آپؑ سے فرما دیا گیا، حضرت سارہ نے جو کچھ کہا ہے اس پر کان رکھو۔

حضرت ہاجرہ کو کہیں لے جا کر چھوڑ دینا چونکہ مشیت ایزدی کا حصہ تھا اس لیے آپؑ کو اس مقام سے بھی باخبر کر دیا گیا جہاں اس شیر خوار اور اس کی والدہ کو چھوڑنا مقرر ٹھہرایا گیا تھا۔

توریت کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت حضرت اسحٰقؑ پیدا ہو چکے تھے۔ اس لحاظ سے حضرت اسمٰعیل سن رشد کو پہنچ چکے ہوں گے کیونکہ توریت ہی کے مطابق حضرت اسمٰعیل سے تیرہ سال بڑے ہیں لیکن اسی واقعے میں توریت کی دوسری آیات مسطور بالا آیات کے خلاف یہ کہتی ہیں کہ حضرت اسمٰعیل ابھی شیر خوار بچہ تھے۔

''تب حضرت ابراہیمؑ نے صبح سویرے اٹھ کر روٹی اور پانی کی ایک مشک لی اور ہاجرہ کو اس کے کاندھے پر دھر کر دی اور اس لڑکے کو بھی اور اسے رخصت کیا۔۔۔''

توریت کے ان متضاد بیانات کے مقابلے میں صحیح قول یہ ہے کہ اس وقت حضرت اسمٰعیل علیہ السلام شیر خوار بچے تھے اور حضرت اسحٰقؑ ابھی اس دنیا میں تشریف نہیں لائے تھے۔

جب حضرت ابراہیمؑ نے ارادہ فرما لیا اور کلام الٰہی نے تائید بھی کر دی تو ایک صبح آپؑ نے ایک مشکیزہ پانی کا ساتھ لیا اور ایک تھیلی میں کھجوریں بھر لیں۔ حضرت ہاجرہ سے فرمایا کہ وہ ان کے ساتھ چلیں اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو بھی ساتھ لے لیں۔

''آپؑ ہم دونوں کو کہاں لے جا رہے ہیں۔ کیا کسی دوست سے ملنے کا ارادہ ہے؟'' حضرت ہاجرہ نے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو گود میں اٹھاتے ہوئے کہا۔

''یہی سمجھو۔ کوئی دوست ہے جس کے کہنے پر میں چل پڑا ہوں۔''

''میں آپؑ کی نظروں میں کتنی مقدر والی ہوں کہ سارہؓ کو اپنے ساتھ نہیں لیا۔ مجھے لے جا رہے ہیں۔''

''دوست کی رضا اسی میں تھی کہ سارہ ساتھ نہ ہو۔''

حضرت ہاجرہ نہ صرف مطمئن ہوئیں بلکہ اپنی حیثیت پر فخر بھی ہوا۔ اس کے بعد انہوں نے کچھ نہیں پوچھا اور خاموشی سے چلتی رہیں لیکن جب بستی پیچھے رہ گئی اور ویرانہ سامنے آ گیا۔ گرمی اپنے عروج پر تھی۔ تپتے ہوئے صحرا کا سفر ہوا تو کچھ دور چلنے کے بعد حضرت ہاجرہ کو پھر فکر لاحق ہوئی۔

''یہ آپؑ ہمیں کہاں لے جا رہے ہیں؟''

''کچھ پوچھنے کی جرأت نہ کرو۔ بس چلتی رہو۔''

''یہاں تو دور دور تک کوئی انسان نظر نہیں آتا۔ آپ کا دوست کہاں رہتا ہے؟''

''جب وہ مقام آ جائے گا تو خود دیکھ لینا میرا دوست کہاں رہتا ہے۔''

کئی روز کے سفر کے بعد حکم الٰہی کے مطابق حضرت ابراہیمؑ نے حضرت ہاجرہ کو رک جانے کا اشارہ کیا۔ تیز ہوائیں

Marfat.com

ریت اڑا رہی تھیں۔ دور دور تک نہ کسی آبادی کے آثار تھے نہ کوئی بھولا بھٹکا انسان ہی نظر آ رہا تھا۔ بس ایک درخت تھا جو نہ جانے کیوں کھڑا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ یہ وہ مقام تھا جہاں آج بیت اللہ کی عمارت ہے اور زمزم کا کنواں ہے۔ گویا موجودہ مکہ مگر اس وقت وہاں کچھ نہیں تھا۔

جب حضرت ابراہیمؑ نے حضرت ہاجرہ کو اس درخت کے نیچے بیٹھ جانے کا حکم دیا تو وہ یہ سمجھیں کہ کچھ دیر یہاں آرام کرنے کے بعد آگے بڑھیں گے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پانی کا مشکیزہ اور کھجور کی تھیلی ان کے قریب رکھ دی اور خود اٹھ کر کھڑے ہوگئے اور جس راستے سے آئے تھے اسی راستے سے واپس ہونے لگے۔ جب حضرت ہاجرہ نے دیکھا کہ وہ انہیں وہاں چھوڑ کر واپس جا رہے ہیں تو انہوں نے بچے کو زمین پر رکھا اور خود حضرت ابراہیم علیہ السلام کا دامن پکڑ کر جھول گئیں۔

''اے ابراہیمؑ! آپؑ ہمیں یہاں تنہا چھوڑ کر کہاں جا رہے ہیں؟''

''یہی وہ مقام ہے جہاں دوست سے ملاقات ہوگی۔''

''پھر آپؑ کیوں جا رہے ہیں؟''

حضرت ابراہیمؑ کے پاس کوئی جواب نہیں تھا یا پھر آپؑ نے جواب دینا ضروری نہیں سمجھا۔ حضرت ہاجرہ ان کے ساتھ ساتھ دوڑ رہی تھیں اور حالت اضطراب میں سوال کرتی جا رہی تھیں۔ جب آپ نے دیکھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کوئی جواب نہیں دے رہے ہیں اور رکنے کو بھی تیار نہیں ہیں تو آپ نیچے بیٹھ گئیں اور آپؑ کے قدم پکڑ لیے۔

''کیا اللہ نے آپؑ کو اس کا حکم دیا ہے؟'' حضرت ہاجرہ نے پوچھا۔

''ہاں۔ ایسا ہی ہے۔''

''اگر یہ اللہ کا حکم ہے تو بلاشبہ وہ ہم کو ضائع نہیں کرے گا۔'' حضرت ہاجرہ نے کہا اور حضرت ابراہیمؑ کے پاؤں چھوڑ کر بچے کی طرف دوڑ پڑیں۔

حضرت ابراہیمؑ کا امتحان پورا ہوگیا تھا۔ آپؑ انہیں چھوڑ کر آگے کی طرف چل پڑے حتیٰ کہ ایک ٹیلے کی اوٹ میں پہنچ گئے جہاں سے حضرت ہاجرہ انہیں نہیں دیکھ سکتی تھیں۔ آپؑ نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھا دیے۔

''اے ہم سب کے پروردگار! ایک ایسے میدان میں جہاں کھیتی کا نام و نشان نہیں، میں نے اپنی اولاد تیرے محترم گھر کے پاس لاکر بسائی ہے کہ نماز قائم رکھیں۔ پس تو اپنے فضل و کرم سے ایسا کر کہ لوگوں کے دل ان کی طرف مائل ہو جائیں اور ان کے لیے زمین کی پیداوار سے سامان رزق مہیا کردے تاکہ تیرے شکر گزار ہوں۔''

☆......☆......☆

حضرت ہاجرہ اس بے سایہ درخت کے نیچے بیٹھی تھیں۔ جہاں تک نگاہ جاتی تھی ان کے سوا کوئی ذی روح موجود نہیں تھا۔ یہ ایسی بے آب و گیاہ سرزمین تھی جہاں کھانے کے لیے گھاس تک موجود نہیں تھی۔ حضرت ہاجرہ نے قریب رکھی کھجوروں کی تھیلی کو دیکھا پھر پانی کے مشکیزے کو ٹٹولا اور خدا کا شکر ادا کیا کہ کچھ سامان تو موجود ہے۔ اس کے بعد اللہ خود مدد کرے گا لیکن ساتھ ہی بشری تقاضے کے تحت اس اندیشے نے بھی سر اٹھایا کہ یہ غذائی سامان کتنے دن کا ہے۔ اس کے بعد کیا ہوگا۔ مشکیزے سے پانی لے کر لب تر کیے اور بچے کو دودھ پلانے بیٹھ گئیں۔ بچے کا پیٹ بھرا تو اس نے سونے کے لیے آنکھیں بند کرلیں۔ حضرت ہاجرہ بھی اس کے قریب ہی زمین پر دراز ہوگئیں۔

یہ معمول محض چند روز ہی رہ سکا۔ پہلے کھجوریں ختم ہوئیں پھر مشکیزے کا پانی بھی ختم ہوگیا۔ وہ خود بھوکی پیاسی تھیں اس لیے دودھ بھی نہ اترتا تھا۔

گرمی اپنے جوبن پر تھی۔ سورج کی تمازت سے پورا ریگستان دہک رہا تھا۔ پیاس کی شدت سے بچہ تڑپ رہا تھا۔

Marfat.com

انہوں نے کئی مرتبہ دودھ پلانے کی کوشش کی لیکن ایک قطرہ بھی نہ اترا۔ کچھ ہی دیر میں بچے کی حالت غیر ہوگئی۔ اس کے لب خشک تھے اور پانی کا ایک قطرہ میسر نہیں تھا۔ میرا بچہ کچھ ہی دیر میں میرے ہاتھ سے نکل جائے گا۔ یہ چڑیا کی سی جان کتنی دیر بھوک پیاس برداشت کرے گا۔ میں اسے مرتے ہوئے نہیں دیکھ سکتی۔ اب یہ جانے اور اس کا اللہ۔ آپ بچے کے پاس سے اٹھیں اور کچھ فاصلے پر جا کر بیٹھ گئیں لیکن آنکھیں اب بھی بچے پر جمی ہوئی تھیں جو پیاس سے بے تاب ہوکر ہاتھ پاؤں چلا رہا تھا۔ حالت تو حضرت ہاجرہ کی بھی غیر تھی لیکن بچہ تو بچہ تھا۔

''اتنی دور بیٹھ کر بھی آپ سے بچے کی بے تابی دیکھی نہیں گئی۔ اٹھ کر کھڑی ہوئیں اور بے تحاشا دوڑتی ہوئی قریب کی پہاڑی ''صفا'' پر چڑھ گئیں کہ شاید بلندی سے وادی میں کوئی انسان انہیں نظر آجائے اور وہ اسے مدد کے لیے پکاریں۔ دور دور تک ریت کے بگولوں کے سوا کچھ نہ تھا۔ بچے کی محبت میں دوڑ کر وادی میں آگئیں۔ بچے کی حالت بدستور وہی تھی۔ انہوں نے اپنے کرتے کا دامن اٹھالیا اور ایک ایسے انسان کی طرح دوڑیں جو پوری طاقت سے دوڑتا ہے حتیٰ کہ وادی کو پار کر گئیں۔ دوسری جانب ''مروہ'' کی پہاڑی تھی۔ وہ پوری رفتار سے پہاڑی پر چڑھتی چلی گئیں کہ شاید یہاں سے کسی انسان کو دیکھ لیں۔ یہاں سے بھی کسی کو نہیں دیکھا۔ وہ پھر اتریں اور وادی میں آکر بچے پر ایک نظر ڈالی۔ امید نے پھر آپ کو ''صفا'' کی جانب دوڑا دیا پھر اتریں اور وادی کو پار کر کے ''مروہ'' پر چڑھ گئیں۔ صفا اور مروہ کے درمیان آپ دیوانوں کی طرح دوڑ رہی تھیں۔ ساتویں مرتبہ جب وہ مروہ پر تھیں۔ ایک غیبی آواز سنی۔ پہلے تو انہوں نے سوچا یہ ان کا نفس ہے جو ان سے مخاطب ہے لیکن آواز پھر آئی تو آپ بے اختیار چیخ اٹھیں۔ ''اگر تم مدد کر سکتے ہو تو سامنے آؤ۔ تمہاری آواز میں نے سن لی ہے۔'' بچے کی طرف دیکھا تو ایک فرشتے کو موجود پایا جس نے اپنی ایڑی کے ساتھ زمین کو کریدا۔ پھر اس نے اپنے پر زمین پر مارے تو پانی ظاہر ہوگیا۔۔۔ زمین سے پانی ابل رہا تھا اور آپ کو یہ ڈر تھا کہیں پانی ضائع نہ ہو جائے اور ابلنا بند ہو جائے۔ آپ ہاتھوں سے اسے روکنے لگیں پھر منڈیر بنا کر حوض کی صورت جمع کرنے لگیں۔۔۔ ساتھ ساتھ کہتی جا رہی تھیں ''زم زم'' یعنی رک جا۔ بعد میں اس پانی کا نام ہی زم زم پڑ گیا۔

حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ''اللہ اسمٰعیل علیہ السلام پر رحم فرمائے۔ کاش وہ زم زم نہ کہتی'' یا حضور ﷺ نے فرمایا'' کاش وہ چلو نہ بھرتیں تو زم زم ایک جاری چشمہ بن جاتا۔''

حضرت ہاجرہ نے اس پانی سے اپنا مشکیزہ بھرا۔ پھر خوب سیر ہوکر پیا اور بچے کو اپنا دودھ پلایا۔ جب آپ اللہ کا شکر ادا کر چکیں تو فرشتے نے حضرت ہاجرہ سے عرض کیا۔ ''آپ اس زمین میں خوف نہ کیجیے۔ بے شک یہاں اللہ کا گھر ہے (بیت اللہ)۔ یہ بچہ اور اس کے والد دونوں مل کر اس کی تعمیر کریں گے اور اللہ اپنے گھر والوں کو ضائع نہیں کرے گا۔''

اس پانی میں عجیب تاثیر تھی۔ یہ پیاس کی شدت کو بھی کم کر رہا تھا اور غذا کی کمی کو بھی پورا کر رہا تھا۔ پیاس کو بھی بجھا رہا تھا اور بھوک کو بھی مٹا رہا تھا۔ بے کھیتی کی یہ زمین جسے آج مکہ کہا جاتا ہے اس قابل ہوگئی تھی کہ حضرت ہاجرہ اپنے شیر خوار بچے کے ساتھ گزر بسر کر سکتی تھیں۔ ان کے پہلو میں زم زم بہہ رہا تھا اور جس درخت کے نیچے بیٹھی تھیں وہ سایہ دار ہو چکا تھا۔ بس ایک کمی تھی کہ یہ ویرانہ ابھی تک ویرانہ تھا۔ ان کے علاوہ کوئی اور نہیں تھا جو یہاں آباد ہوتا۔ قدرت نے اس کا انتظام بھی کر دیا۔

قبیلہ بنی جرہم کا ایک قافلہ اس طرف سے گزرتے ہوئے اس مقام سے کچھ فاصلے پر آکر ٹھہرا جہاں حضرت ہاجرہ پڑاؤ ڈالے ہوئی تھیں۔

اس قبیلے کے کچھ بڑوں نے آسمان پر نظر ڈالی تو کچھ پرندوں کو اڑتے ہوئے دیکھا۔ یہ پرندے زمین کے اس حصے کی طرف اترتے ہوئے محسوس ہو رہے تھے جو نسبتاً بلندی پر تھا۔

''یہ پرندے تو پانی پر اترتے ہیں۔'' ایک بزرگ نے کہا۔

Marfat.com

''ہم یہاں سے ہزار مرتبہ گزرے ہیں۔ پانی کا نام ونشان تک کہیں نہیں دیکھا'' کسی نے کہا۔

''یہ ماجرا کیا ہے۔ کسی آدمی کو دوڑایا جائے تا کہ وہ خبر لائے۔''

انہوں نے ایک آدمی کو اس طرف بھیجا۔ وہ آدمی پرندوں کا تعاقب کرتا ہوا اس مقام تک پہنچ گیا اور واپس آ کر پانی کی خبر دی۔ اس ریگستان میں پانی کی خبر ایسی تھی جیسے کے گھر کی زمین سونے کی بن جائے۔ یہ خبر سنتے ہی اس قافلے کے جتنے افراد تھے سب اپنی اپنی جگہوں پر کھڑے ہوگئے اور یہ معجزہ دیکھنے کے لیے پانی کی طرف چل پڑے۔ ابھی تک وہ پانی کی موجودگی پر ہی حیران تھے، یہ دیکھ کر تو ششدر رہ گئے کہ اس ریگستان میں ایک عورت اپنے شیر خوار بچے کے ساتھ بیٹھی ہے۔

''تم کون ہو اور اس صحرا میں کیا کر رہی ہو؟''

''میرے مالک نے مجھے یہاں بٹھایا ہے۔ جب تک اس کا حکم ہوگا میں یہاں رہوں گی۔''

''یہ پانی کیسے؟''

''میرے خدا نے میرے لیے ریت کو نچوڑ کر پانی نکال دیا ہے۔''

''اب یہ جگہ رہنے کے لائق ہوگئی ہے۔ تم کہو تو ہم یہاں پڑاؤ کرلیں؟''

''میں تو خود باہمی انس ورفاقت کے لیے ترس گئی ہوں۔ تم یہاں رہ سکتے ہو لیکن پانی کی ملکیت میں تمہارا کوئی حصہ نہیں ہوگا۔''

''ہم صرف اپنی ضرورت کے لیے پانی ذخیرہ کریں گے، ملکیت کا حق نہیں جتائیں گے بلکہ تمہیں ایک شاندار مکان بھی تعمیر کر کے دیں گے۔ ہمارے بچے تمہارے بچے کے ساتھ کھیلیں گے۔ ہم پر دنیا حیرت کرے گی کہ ہم نے اس بیابان میں بستی بسائی۔''

''مجھے تو یہ بھی معلوم نہیں کہ اس صحرا کو کہتے کیا ہیں۔''

''پانی کی کمی کی وجہ سے اس صحرا کو مکہ کے نام سے پکارتے ہیں جس کے لغوی معنی زائل کرنے، پستان سے دودھ پینے اور پانی کا کم ہونا ہے۔ ہمیں تو یہاں چشمہ جاری ہونا کسی کی دعا کا نتیجہ معلوم ہوتا ہے۔ ممکن ہے مانگنے والے نے کھیتی کی دعا بھی مانگی ہو اور اب یہاں کھیتی باڑی بھی ہونے لگے۔ اگر تمہاری ہم نشینی ہمیں مل جائے گی تو ہم بھی بابرکت ہوجائیں گے۔''

حضرت ہاجرہ نے اس شرط پر انہیں یہاں رہنے کی اجازت دے دی کہ وہ پانی کی ملکیت کا دعویٰ نہیں کریں گے۔ بنی جرہم کے لوگوں نے نہایت شکر گزاری سے ان کی یہ شرط قبول کرلی اور آدمی بھیج کر باقی ماندہ اہل خاندان کو بھی بلا لیا اور یہاں مکانات بنا کر رہنے سہنے لگے۔ انہوں نے حضرت ہاجرہ کے لیے بھی ایک مکان تعمیر کر دیا۔

جب اتنے لوگ آ گئے تو ان لوگوں نے اپنی ضروریات کے لیے کھیتی باڑی بھی شروع کر دی۔ میٹھا پانی میسر تھا لہٰذا فصلیں خوب ہونے لگیں۔ اب کوئی قافلہ ادھر سے گزرتا تو حیران ہوتا کہ جنگل میں منگل کیسے ہوگیا۔

☆......☆......☆

اللہ نے ایک بیٹا دیا تھا وہ بھی آپ سے جدا ہوگیا، آپؑ پھر اداس رہنے لگے۔ کبھی کبھی آپؑ اس ویرانے میں چلے جاتے جہاں اب بنی جرہم کے لوگ آباد ہو چکے تھے اور حضرت اسمٰعیل ان کے بچوں کے ساتھ کھیلنے لگے تھے۔ دیدار کبھی کبھی کا تھا۔ کوئی ایسی اولاد نہیں تھی جسے وہ ہمیشہ آنکھوں کی ٹھنڈک بنا کر رکھ سکیں۔ اب کوئی ایسی امید بھی نہیں رہ گئی تھیں کہ نوے سال کی عمر میں حضرت سارہ سے کوئی اولاد ہو سکے۔ وہ غمگین رہنے لگے تھے۔ دل بہلانے کے لیے اجنبی مہمانوں کو گھر لے آتے تھے اور ان کی تواضع کر کے دل بہلایا کرتے تھے۔ اس روز بھی وہ جنگل کی سیر کو نکلے تھے۔ یہ خیال تھا کہ اگر

Marfat.com

کوئی اجنبی مل گیا تو وہ اس کی مہمانداری سے لطف اندوز ہوں گے۔

ابھی آپؑ اس ارادے سے ادھر دیکھتے ہوئے سیر میں مشغول تھے کہ تین حسین نوجوان اپنی طرف آتے ہوئے دیکھے۔ یہ لوگ یقیناً اجنبی تھے کہ اس سے پہلے انہیں کبھی نہیں دیکھا گیا تھا۔

''تم لوگ تو مجھے اجنبی معلوم ہوتے ہو۔''

''ہاں، ہم اس زمین کے نہیں ہیں۔ ہمارا مطلب ہے ہم آج ہی بلکہ ابھی یہاں پہنچے ہیں۔''

''اگر آپ لوگ مجھے میزبانی کا موقع دیں تو میں آپ کی تھکن اتارنے اور بھوک مٹانے کا کچھ بندوبست کروں۔''

''ہم ایسے مہربان میزبان کا حکم کیسے ٹال سکتے ہیں۔'' ان تینوں نے کہا اور حضرت ابراہیمؑ کے ساتھ ان کے گھر تک آ گئے۔ آپ نے ان کے آگے پانی کا برتن لا کر رکھ دیا تاکہ وہ ہاتھ منہ دھو کر تازہ دم ہو جائیں اور خود جانوروں کے ریوڑ میں گئے اور ایک فربہ بچھڑا نکال لائے۔ اپنے غلام سے کہا کہ وہ اس بچھڑے کو ذبح کرے اور اسے بھون کر مہمانوں کے سامنے پیش کرے۔

جب دستر خوان سج گیا اور بھنا ہوا بچھڑا مہمانوں کے سامنے رکھ دیا گیا تو دستور کے مطابق حضرت سارہ مہمانوں کی پشت کی جانب کھڑی ہو گئیں۔ حضرت ابراہیمؑ منتظر تھے کہ مہمان کھانے کی طرف ہاتھ بڑھائیں گے لیکن ان کے ہاتھ کھانے کی طرف نہیں بڑھ رہے تھے بلکہ وہ حیرانی سے ایک دوسرے کا منہ دیکھ رہے تھے۔ حضرت ابراہیمؑ کو شک گزرا کہ یہ یقیناً دشمن ہیں کیونکہ رواج تھا کہ دشمن ایک دوسرے کا کھانا نہیں کھاتے تھے۔

''اے ابراہیمؑ، خوف نہ کھاؤ۔ ہم دشمن نہیں اللہ کے بھیجے ہوئے فرشتے ہیں اور تمہیں خوشخبری سنانے آئے ہیں۔ تمہاری بیوی سارہ سے ایک بیٹا پیدا ہوگا۔ اس کا نام تم اسحٰق رکھنا۔''

حضرت سارہ جو قریب کھڑی تھیں، یہ سن کر ہنسنے لگیں اور اپنے چہرے پر ہاتھ مارا۔ ''ہائے افسوس! کیا میں اب اولاد کو جنم دوں گی جب کہ میں بوڑھی ہو چکی ہوں اور یہ میرے شوہر بھی بوڑھے ہو گئے ہیں۔ اس پر اضافہ یہ کہ میں بانجھ ہوں تو مجھے اولاد کیسے ہو گی؟''

''کیا تو اللہ کے حکم سے تعجب کرتی ہے جب کہ (اے نبی کے) گھر والو تم پر تو اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں ہیں۔ بے شک! اللہ تعریف کے لائق اور بزرگ ہے۔''

تعجب تو حضرت ابراہیمؑ کو بھی ہو رہا تھا۔ جس اولاد کی تمنا اور دعائیں تھیں اس کی خوشخبری سنی۔ ایسی خوشی ہوئی کہ ایسی عمدہ خبر سننے کو دوبارہ دل چاہا تو انہوں نے ازراہ تعجب فرشتوں سے کہا۔ ''کیا تم مجھے ایسے وقت خوش خبری دیتے ہو جب کہ مجھے بڑھاپا پہنچ گیا ہے۔ پھر کس چیز کی خوشخبری دے رہے ہو؟''

فرشتوں نے کہا۔ ''(فرمان باری ہے) ہم نے آپ کو حق کے ساتھ خوش خبری دی ہے لہٰذا آپ مایوس ہونے والوں میں سے نہ ہوں۔''

اس طرح فرشتوں نے حضرت ابراہیمؑ کو بھی دوبارہ خوش خبری دیتے ہوئے انہیں مزید مضبوط کر دیا اور دونوں کو بچے کے ساتھ خوشی میں سرشار کر دیا۔

قرآن پاک میں اس بشارت کا ذکر اس طرح فرمایا ہے۔

''اور ان کو ابراہیمؑ کے مہمانوں کا حال بھی سنا دیجیے۔ جب وہ ابراہیمؑ کے پاس آئے تو سلام کیا۔ انہوں نے (حضرت ابراہیمؑ) نے کہا ہمیں تو تم سے ڈر لگتا ہے۔ (مہمانوں نے کہا) ڈریے نہیں۔ ہم آپ کو ایک دانش مند لڑکے کی خوش خبری دیتے ہیں۔ (وہ) بولے کہ جب مجھے بڑھاپے نے آ پکڑا تو تم خوش خبری دینے لگے۔ اب کاہے کی خوش خبری دیتے ہو۔ (انہوں) نے کہا کہ ہم آپ کو سچی خوش خبری دیتے ہیں۔ آپ مایوس نہ ہوں۔ (حضرت ابراہیمؑ) نے کہا کہ اللہ

Marfat.com

کی رحمت سے مایوس ہونا گمراہوں کا کام ہے۔'' (الحجر 52 تا 56)

''بھلا آپ کے پاس معزز مہمانوں کی خبر پہنچی ہے؟ جب وہ ان کے پاس آئے تو سلام کہا۔ ابراہیمؑ نے بھی (جواب میں) سلام کہا۔ (دیکھا تو کہا) کہ یہ اجنبی لوگ ہیں تو (پھر چپ چاپ جلدی سے) اپنے گھر جا کر ایک (بھنا) ہوا موٹا بچھڑا لائے۔ (اور کھانے کے لیے) ان کے آگے رکھ دیا اور کہا آپ کھاتے کیوں نہیں اور دل میں ان سے خوف زدہ ہوگئے۔ انہوں (فرشتوں) نے کہا خوف نہ کیجیے اور ان کو ایک دانش مند لڑکے کی بشارت سنائی۔'' (الذریت 24 تا 28)

''اور ابراہیمؑ کی بیوی (جو پاس) کھڑی تھیں یہ سن کر ہنس پڑی تو ہم نے اس کو اسحٰق کے بعد یعقوب کی خوش خبری دی۔ وہ بولی، ہائے! میری کم بختی۔ کیا اب میرے ہاں اولاد ہوگی۔ میں تو بڑھیا ہوں اور یہ میرے خاوند بھی بوڑھے ہیں۔ یہ تو بڑی عجیب بات ہے۔ انہوں نے کہا کیا تم اللہ کی قدرت سے تعجب کرتی ہو۔''

☆......☆......☆

اللہ کے مقرب فرشتے ابراہیمؑ کو خوش خبری سنا کر رخصت ہوگئے۔ حضرت ابراہیمؑ اور حضرت سارہ ابھی تک تعجب کی حالت میں بیٹھے تھے۔ ایک دوسرے سے آنکھ ملانے کی ہمت نہیں ہو رہی تھی۔

''کیا جو کچھ میں نے اور آپؑ نے سنا ہے وہ سچ ہے؟'' حضرت سارہ نے فرمایا۔

''کیا تمہیں اللہ کی قدرت پر شک ہے؟''

''لوگ سنیں گے اور اس بڑھاپے کی اولاد کو دیکھنے آئیں گے تو اسی طرح ہنسیں گے جس طرح میں اس خبر کو سن کر ہنسی تھی۔''

''کیا تجھے یاد نہیں، میں ہمیشہ دعا کرتا تھا۔ ''اے پروردگار! مجھ کو ایک نیکوکار لڑکا عطا کر۔'' پس جب خدا نے میری دعا قبول کی اور بشارت دی تو ہم تعجب میں کیوں پڑیں۔ کسی کے ہنسنے کی پروا کیوں کریں جب کہ میرے رب نے مجھ سے عہد کیا ہے کہ ہم اپنے بیٹے اسحٰق سے نفع اٹھائیں گے پھر اسحٰق کے ہاں یعقوب پیدا ہوں گے جس سے ہم اپنی آنکھیں ٹھنڈی کریں گے۔''

''پھر تو ہم اسحٰق کے آنے کا انتظار کریں۔ اگلے سال کے اسی موسم کا جیسا کہ فرشتوں نے کہا ہے۔''

☆......☆......☆

تین دن سے آپؑ ایک ہی خواب تواتر سے دیکھ رہے تھے۔ ایک گھنا جنگل ہے۔ دور دور تک کوئی نہیں ہے آپؑ اپنے اکلوتے بیٹے حضرت اسمٰعیل کو یہاں لائے ہیں اور اس کے گلے میں چھری پھیر کر اسے اللہ کی راہ میں قربان کر رہے ہیں۔

یہ خواب جتنا واضح اور روشن تھا، اس کا تقاضا تھا کہ اسے سچ سمجھا جائے، قدرت کی طرف سے ایک اشارہ سمجھا جائے اور اس پر عمل کیا جائے۔ انبیا کا خواب ہمیشہ سچا ہوتا ہے، وحی الٰہی کی ایک صورت ہوتا ہے اس لیے حضرت ابراہیمؑ تسلیم و رضا کا پیکر بن کر اس حکم کی تعمیل کے لیے تیار ہوگئے۔

مقربین بارگاہ الٰہی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا معاملہ وہ نہیں ہوتا جو عام انسانوں کے ساتھ ہے۔ ان کو آزمائش کی سخت سے سخت منزلوں سے گزرنا پڑتا ہے۔ حضرت ابراہیمؑ بھی چونکہ جلیل القدر پیغمبر تھے اسی لیے ان کو بھی مختلف آزمائشوں سے دوچار ہونا پڑ رہا تھا۔ کبھی آپؑ کو دہکتی ہوئی آگ میں ڈالا گیا۔ کبھی حضرت ہاجرہ اور شیرخوار اکلوتے بیٹے (اسمٰعیل) کو بیاباں میں چھوڑ آنے کا حکم ملا۔ بڑھاپے کی تمناؤں کے مرکز راتوں اور دنوں کی دعاؤں کے ثمر حضرت اسمٰعیلؑ کو صرف حکم الٰہی کی تعمیل میں ایک بے آب و گیاہ جنگل میں چھوڑتے ہیں اور پیچھے مڑ کر بھی اس کی طرف نہیں دیکھتے کہ کہیں ایسا نہ ہو شفقت پدری جوش میں آ جائے۔

Marfat.com

ان دونوں کٹھن منزلوں کوعبور کرنے کے بعد اب ایک تیسرے امتحان کی تیاری ہے جو پہلے دونوں امتحانوں سے زیادہ مشکل ہے۔ حضرت ابراہیمؑ تین شب مسلسل خواب دیکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، اے ابراہیمؑ ! تو ہماری راہ میں اپنے اکلوتے بیٹے کی قربانی دے۔''

تمناؤں کا مرکز اسمٰعیل اب اتنا بڑا ہوگیا تھا کہ باپ کے ساتھ دوڑنے لگا ہے۔ حضرت ابراہیمؑ جب کبھی اسے دیکھنے کے لیے فاران کی طرف جاتے ہیں تو وہ ان کے گلے میں جھول جاتا ہے۔ انہیں وہ چھوٹی سی کمان دکھاتا ہے جس سے تیراندازی کی مشق کرتا ہے۔ اب کہا جارہا ہے کہ اس کے گلے پر چھری پھیر دو۔ استقامت کے پاؤں اپنی جگہ جمے ہوئے ہیں۔

حضرت ابراہیمؑ امر ربی کی تکمیل کے لیے تیار ہیں مگر چونکہ یہ معاملہ تنہا اپنی ذات سے وابستہ نہیں بلکہ اس آزمائش کا دوسرا جزو وہ بیٹا ہے جس کی قربانی کا حکم دیا گیا ہے۔ یہ امتحان صرف حضرت ابراہیمؑ کا نہیں بلکہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کا بھی ہے۔ اس لیے انہیں بھی اس خواب سے آشنا کرنا ضروری ہے۔ دیکھیں وہ کیا کہتا ہے۔ حضرت ابراہیمؑ مکہ کی جانب روانہ ہوئے۔ کہا جاتا ہے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی عمر اس وقت سات سال تھی۔ وہ دوسرے بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے کہ حضرت ابراہیمؑ وہاں پہنچ گئے۔ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام انہیں دیکھتے ہی قدموں سے لپٹ گئے۔ حضرت ابراہیمؑ نے شفقت سے ان کے سر پر ہاتھ پھیرا اور یہ خیال آتے ہی کہ کچھ دیر بعد اسے اللہ کی راہ میں قربان کرنا ہے، آپؑ کی آنکھیں بھیگ گئیں۔

''آؤ، اس پتھر پر بیٹھ جاؤ۔ ہم تم سے کچھ باتیں کریں گے۔''

''گھر چلتے ہیں۔ اماں جان بھی وہاں موجود ہوں گی۔ خوب باتیں کریں گے۔''

''یہ باتیں ان کے سامنے کرنے کی نہیں ہیں۔''

''پھر بیٹھے جاتا ہوں۔ بتایئے کیا بات ہے۔''

''اے میرے پیارے بیٹے، میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں تجھے ذبح کر رہا ہوں۔ تیرا کیا خیال ہے، کیا یہ کام میں کر گزروں؟''

''اے میرے پیارے ابا، جس کا آپ کو حکم کیا گیا ہے آپ کر ڈالیے۔ انشاء اللہ آپ مجھ کو صابرین میں سے پائیں گے۔''

''اپنی ماں کو یہ سب کچھ مت بتانا۔'' حضرت ابراہیمؑ نے کہا اور اسے گھر کی طرف لے کر چلے۔ بچے کے قدموں کو دیکھتے جارہے تھے یہ خواب سن کر اور میرا ارادہ دیکھ کر اس کی چال میں کوئی تبدیلی تو نہیں آ گئی؟ حضرت اسمٰعیلؑ استقامت سے چل رہے تھے۔

دروازے پر پڑے ٹاٹ کے پردے میں جنبش ہوئی اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام گھر کے اندر گئے۔ ''دیکھیے تو سہی، میرے ساتھ کون آیا ہے۔''

حضرت ہاجرہ نے دیکھا کہ ان کے عظیم المرتبت شوہر تشریف لائے ہیں۔ اس مرتبہ بہت دن بعد آئے تھے لہٰذا کچھ دیر گلہ کرتے گزر گئی پھر ہاتھ تھام کر اپنے پاس بٹھالیا۔ کچھ دیر بعد حضرت ابراہیمؑ نے ہمت کر کے ذکر چھیڑا۔

''ذرا اسمٰعیل کو تیار کردو۔ میں ایک جگہ جاتا ہوں اور چاہتا ہوں اسمٰعیل کو بھی اپنے ساتھ لے جاؤں۔''

حضرت ہاجرہ نے حضرت اسمٰعیلؑ کو غسل دیا، نئے کپڑے پہنائے، خوشبو لگائی اور خوب اچھی طرح تیار کر کے والد کے حوالے کر دیا اور یہ تاکید کی کہ واپسی میں دیر نہ لگایئے گا۔ اس کے بغیر میرا دل نہیں لگتا ہے۔ حضرت ابراہیمؑ کے پائے استقامت میں ایک مرتبہ لغزش پیدا ہوئی۔ میں ایک ایسی ماں کے پاس سے اس کا بیٹا لے جارہا ہوں جو اس کے بغیر جینے کا

Marfat.com

تصور نہیں کر سکتی لیکن آپؑ یہ بھی جانتے تھے کہ حضرت ہاجرہ نے اللہ کی رضا کی خاطر لق ودق صحرا میں رہنا گوارا کر لیا تھا۔ وہ جب سنے گی کہ اس کا بیٹا اللہ کے حکم سے قربان کیا گیا ہے تو وہ اس امتحان سے بھی سلامت گزر جائے گی۔

حضرت ابراہیمؑ نے اس چھری اور رسی کو خوب اچھی طرح چھپالیا جو وہ اپنے ساتھ لائے تھے اور بیٹے کو لے کر گھر سے باہر نکل آئے اور ایسی راہ پر چل پڑے جہاں کوئی انہیں دیکھنے والا نہ ہو۔

ان کے نکلتے ہی ایک بزرگ نما شخص نے دروازے پر دستک دی۔ حضرت ہاجرہ اس آواز پر باہر آئیں تو ایک بوڑھے شخص کو دروازے پر دیکھا۔

''جانتی ہے، تیرا شوہر تیرے بیٹے کو لے کر کہاں گیا ہے؟''

''اپنے کسی دوست سے ملوانے۔''

''تو بہت سیدھی ہے۔ پہلے وہ تجھے اس ویرانے میں چھوڑ گیا اب وہ تیرے بیٹے کو قتل کرنے جنگل کی طرف گیا ہے۔''

''میرے خدا نے پہلے بھی میری مدد فرمائی تھی، اب بھی کرے گا۔ میں نے اپنا کام اللہ کے سپرد کیا ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو دیکھنے والا ہے۔''

دروازے پر موجود بزرگ کی باتیں سن کر حضرت ہاجرہؓ حیران تھیں کہ یہ شخص کون ہے اور مجھ سے ایسی باتیں کیوں کر رہا ہے کہ اچانک ایک خیال کے تحت وہ بول پڑیں۔ ''تو کون ہے؟''

اس سوال کا جواب دینے کے بجائے وہ شخص بولا۔ ''کیا تجھے ذرا بھی افسوس نہیں؟''

''یہ تو مجھے ورغلانے آیا ہے۔ مردود! کہیں تو شیطان تو نہیں۔'' آپ نے کہا اور وہ شخص نظروں سے غائب ہو گیا۔

یہ شخص واقعی شیطان تھا جو انسان کا روپ بدل کر حضرت ہاجرہ کو بہکانے آیا تھا۔ جب اسے یہاں کامیابی نہیں ہوئی تو اس نے حضرت ابراہیمؑ کا تعاقب کیا۔ حضرت ابراہیمؑ نے بھی اسے پہچان لیا اور مٹی کے ڈھیلے اٹھا کر اس کی طرف پھینکنے شروع کیے۔ حضرت اسمٰعیلؑ نے بھی باپ کی پیروی کی۔

یہ ادا اللہ کو اتنی پسند آئی کہ قیامت تک کے لیے مسلمانوں کا شیوہ بنا دیا کہ وہ اس مقام ''منیٰ'' پر شیطان کو کنکریاں ماریں چنانچہ آج تک یہ رسم ادا کی جا رہی ہے۔

اب حضرت ابراہیمؑ ایسے مقام پر پہنچ گئے تھے کہ کوئی دیکھنے والا نہیں تھا۔ آپؑ نے رسی نکالی اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے ہاتھ پاؤں باندھے اور زمین پر پیشانی کے بل لٹا دیا۔ چہرہ دوسری طرف اس لیے رکھا تھا کہ بیٹے کی صورت دیکھ کر ارادہ بدل نہ جائے۔ ایک پتھر پر چھری کو تیز کیا اور بیٹے کی گردن پر چلائی لیکن چھری نے خراش تک نہ لگائی۔ کہا جاتا ہے کہ چھری اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی گردن کے درمیان کانسی کی سطح حائل ہو گئی تھی۔ اسی وقت وحی الٰہی نازل ہوئی۔

''اے ابراہیمؑ! تو نے اپنا خواب سچ کر دکھایا۔ بے شک! یہ بہت سخت آزمائش تھی۔ اب لڑکے کو چھوڑ اور تیرے پاس جو یہ مینڈھا کھڑا ہے اس کو بیٹے کے بدلے ذبح کر ہم نیکوکاروں کو اسی طرح نوازا کرتے ہیں۔'' آپؑ نے ادھر ادھر نظر ڈالی تو دیکھا کہ ایک درخت کے ساتھ مینڈھا بندھا ہوا ہے۔ آپؑ نے اس کے گلے پر چھری پھیری۔ یہی وہ قربانی ہے جو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ایسی مقبول ہوئی کہ بطور یادگار ہمیشہ ملت ابراہیمؑ کا شعار قرار پائی۔

فرمان باری تعالیٰ ہے۔ ''ہم نے اس (ابراہیمؑ) کو (بدلے میں) عظیم قربانی عطا کی۔ یعنی ہم نے ابراہیمؑ کو اپنے بیٹے کی قربانی کے بجائے ایک دوسرا جانور عطا فرما دیا۔ وہ جانور کون سا تھا؟ جمہور سے یہ مشہور ہے کہ وہ مینڈھا تھا اور سفید رنگ اور عمدہ آنکھوں اور سینگوں والا تھا۔ حضرت ابراہیمؑ نے اسے ببول کے درخت کے ساتھ بندھا دیکھا تھا۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ اس مینڈھے نے جنت میں چالیس سال چرا تھا اور حضرت سعید بن جبیرؒ

Marfat.com

فرماتے ہیں کہ وہ جنت میں چرتا تھا (یعنی یہ مینڈھا جنت سے اترا تھا) اس پر سرخی مائل اون تھا اور حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ وہ مینڈھا ٹیلے سے اتر کر حضرت ابراہیمؑ کی طرف آیا اور وہ عمدہ آنکھوں اور سینگوں والا تھا۔ ممیا تا ہوا نیچے اترا پھر حضرت ابراہیمؑ نے اس کو ذبح کیا۔

☆......☆......☆

اللہ کی راہ میں ذبح ہونے والے کون تھے۔ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام یا حضرت اسحٰق علیہ السلام؟ اہل توریت نے اس مسئلے کو خاصا پیچیدہ بنادیا ہے۔ اہل یہود کے نزدیک یہ حضرت اسحٰق تھے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام نہیں چنانچہ توریت میں آتا ہے۔

''ان باتوں کے بعد یوں ہوا کہ خدا نے ابراہام کو آزمایا اور اسے کہا کہ تو اپنے بیٹے، ہاں اکلوتے بیٹے کو جس کو پیار کرتا ہے۔ ''اسحٰق'' کو لے اور زمین موریا میں جا اور اسے وہاں پہاڑوں میں سے ایک جو میں تجھے بتاؤں گا، سوختنی قربانی کے لیے چڑھا۔''

اس عبارت سے صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ ''اکلوتے بیٹے'' کے ساتھ حضرت اسحٰقؑ کا نام بے محل جوڑ دیا گیا ہے کیونکہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام جب چودہ برس کو ہو چکے تب حضرت اسحٰق علیہ السلام کو ولادت ہوئی۔ جس وقت یہ قربانی ہوئی، حضرت اسمٰعیل علیہ السلام اکلوتے بیٹے تھے۔ دراصل (ذبح) جیسے اعزاز کو بنی اسرائیل کے ساتھ وابستہ کرنے کی غلط حرص تھی جس نے یہود کو اس تحریف پر آمادہ کیا ہے۔ یہ اضافہ توریت کی تصریحات کے بھی خلاف ہے اور نص قرآنی کے بھی قطعاً خلاف ہے۔

قرآن کریم کے ظاہر سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے بلکہ لگتا ہے کہ قرآن کریم نے اس پر تصریح فرمادی ہے کہ ذبیح حضرت اسمٰعیلؑ ہی ہیں کیونکہ اللہ نے پہلے ذبیح کا قصہ ذکر فرمایا پھر اس کے بعد فرمایا ''اور ہم نے اس (ابراہیم) کو پیغمبر اسحٰق کی خوش خبری دی جو صالحین میں سے تھا۔'' (سورہ صافات)

اس سے معلوم ہوا کہ پہلے جس کا قصہ مذکور ہوا وہ حضرت اسمٰعیلؑ تھے گویا کہ قرآن کی اس آیت میں ان کا نام نہیں لیا گیا۔ اشارہ اسی طرف ہے۔

توریت کے قول کے مطابق اللہ نے حضرت ابراہیمؑ کو اپنے اکلوتے بیٹے کے ذبح کا حکم فرمایا اور توریت کے تحریف شدہ نسخے کے مطابق اپنے پہلے بیٹے اسحٰقؑ کا حکم فرمایا تو وہاں لفظ اسحٰقؑ ان کی طرف سے اضافہ ہے اور جھوٹ ہے کیونکہ حضرت اسحٰقؑ نہ اکلوتے تھے نہ پہلے تھے۔ وہ صرف حضرت اسمٰعیلؑ تھے کیونکہ قربانی کے وقت یہی اکلوتے تھے اور پہلے تو تھے ہی۔

اہل کتاب کو دراصل اس بات پر عرب سے حسد نے ابھارا کہ حضرت اسمٰعیل عرب کے باپ ہیں۔ وہ عرب جو حجاز مقدس میں رہتے تھے اور انہی میں سے ہمارے نبی اکرم ﷺ ہیں اور حضرت اسحٰقؑ، حضرت یعقوب کے والد ماجد ہیں اور حضرت یعقوبؑ کا لقب حضرت اسرائیل تھا جس کی طرف بنی اسرائیل منسوب ہیں تو اس وجہ سے بنی اسرائیل نے چاہا کہ یہ شرف و مرتبہ اپنی طرف کھینچ لیں پھر اس مذموم مقصد کے حصول کی خاطر انہوں نے اللہ کی کتاب کو بھی بدل ڈالا۔

مفسر ابن جریرؒ فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ قربان ہونے والے حضرت اسمٰعیلؑ ہیں اور یہود کا گمان ہے کہ وہ حضرت اسحٰقؑ ہیں اور یہود اس میں جھوٹے ہیں۔ عبداللہ بن امام احمد اپنے والد یعنی امام احمد سے روایت کرتے ہیں کہ ذبیح اللہ حضرت اسمٰعیلؑ تھے۔ ابن ابی حاتم فرماتے ہیں۔ ''کہ میں نے اپنے والد سے دریافت کیا تو انہوں نے بھی فرمایا کہ ذبیح حضرت اسمٰعیلؑ تھے۔''

ایک بڑی دلیل یہ بھی ہے کہ حضرت عمرؓ نے ایک یہودی عالم سے جو مسلمان ہوگیا تھا پوچھا کہ ابراہیمؑ کے دو بیٹوں

Marfat.com

میں سے کس کے لیے ذبح کا حکم نازل ہوا تو اس نے کہا، واللہ! اے امیر المومنین وہ اسمٰعیلؑ ہیں اور یہود اس کو جانتے بھی ہیں لیکن تم عربوں پر حسد کرتے ہیں کہ تم کو تمہارے باپ کی وجہ سے یہ یہ شرف حاصل ہو۔''

☆......☆......☆

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ کی پکار سن لی تھی۔ وہ جب حضرت ہاجرہ کو اس بیابان میں چھوڑ کر جا رہے تھے تو کس دکھے دل سے دعا کی تھی۔ ''پس تو (اپنے فضل وکرم سے) ایسا کر کہ لوگوں کے دل ان کی طرف مائل ہو جائیں اور ان کے لیے زمین کی پیداوار سے سامان رزق مہیا کردے تاکہ تیرے شکر گزار ہوں۔''

اس وقت اس بے کھیتی کی زمین میں گھاس تک نہ اگتی تھی نہ کوئی دودھ دینے والا جانور تھا لیکن جلد ہی بنی جرہم کے لوگ یہاں آ گئے۔ ان کے یہاں آنے سے حضرت ہاجرہ کا دل لگ گیا۔ حضرت اسمٰعیلؑ جب ذرا بڑے ہوئے تو اپنے ہمجولیوں میں کھیلنے لگے۔ ریت سے بھری یہ زمین فصلیں بھی دینے لگی۔ زم زم کا میٹھا چشمہ اس زمین کو سیراب کر رہا تھا۔ حضرت ہاجرہ اسی طرح اپنے فرزند کے ساتھ زندگی بسر فرماتی رہیں۔ حضرت ابراہیمؑ کے لیے اللہ تعالیٰ نے زمین کو لپیٹ دیا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ وہ براق پر سوار ہو کر ایک جگہ سے دوسری جگہ چلے جاتے تھے۔ وہ جب بھی مکہ آتے اپنی دعا کی مقبولیت پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے کہ عرب کے قبائل اب اس زمین پر آباد ہونے لگے ہیں۔

حضرت اسمٰعیلؑ بچپن اور لڑکپن کی حدود سے نکل کر جوانی کی عمر میں داخل ہوئے تو ظاہری حسن و جمال میں یکتا تھے۔ ماہر تیر انداز تھے۔ ان کا نشانہ کبھی نہ چوکتا اور شکار زمین پر ڈھیر ہو جاتا۔ اب تک گھوڑا وحشی جانور سمجھا جاتا تھا۔ انہوں نے اسے سدھایا مانوس کیا اور پھر اس پر سواری کی چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے ''گھوڑوں کو اپناؤ۔ ان پر سواری کرو۔ بے شک یہ تمہارے باپ اسمٰعیلؑ کی میراث ہے۔''

ان کے جوان ہوتے ہی ماں کی تمناؤں کے شجر میں ثمر آنے کا وقت آ گیا۔ حضرت ہاجرہ کو آپؑ کی شادی کی فکر ہوئی۔ اردگرد کئی بستیاں آباد ہو گئی تھیں۔ انہی میں قوم عمالیق بھی تھی جو اپنی خوبصورتی اور شان وشوکت میں بہت بڑھی ہوئی تھی اور بنی جرہم کی آمد سے قبل ہی مکہ کے ارگرد ان کے کئی خاندان آباد ہو گئے تھے۔ حضرت ہاجرہ خود تو ایک مصری لونڈی تھیں لیکن حضرت ابراہیمؑ کے مقام و مرتبے سے کون تھا جو واقف نہیں تھا۔ آپ اسی مضبوط سہارے کو ساتھ لے کر اس قوم کی طرف گئیں اور کئی گھروں میں جانے کے بعد ان کی نگاہ انتخاب ایک لڑکی پر پڑی جو ان کے بیٹے کے شایان شان تھی۔

''میں ابراہیمؑ کی دوسری بیوی ہاجرہ ہوں اور اپنے بیٹے کے لیے تمہاری بیٹی مانگنے آئی ہوں۔''

''ابراہیمؑ تو بہت مالدار ہیں پھر تم اس ویرانے میں کیا کر رہی ہو؟''

''حکم خداوندی تھا کہ مجھے اور میرے بیٹے کو اس ویرانے میں چھوڑ دیا جائے اور یہیں ہماری پرورش ہو۔ ہم اس امتحان میں پورے اترے۔ میرا بیٹا وہ ہے جس کی پرورش کے لیے خدا نے زم زم کا چشمہ جاری کیا۔ اس کی پیاس بجھانے کے لیے زمین کا سینہ چیر کر میٹھا پانی نکالا۔ جب یہاں کوئی نہیں رہتا تھا اس وقت میں رہتی تھی۔''

''اسمٰعیلؑ کو ہم نے بھی گھوڑے پر سوار نکلتے ہوئے دیکھا ہے لیکن اگر آپ اسے ساتھ لے کر آتیں تو ہماری بیٹی بھی دیکھ لیتی۔ شاید وہ بھی اسے پسند کر لے۔''

''اس مرتبہ آئی تو اسے بھی ساتھ لے آؤں گی۔''

یہ سعد بن اسامہ بن اکیل العمالیقی کا گھر تھا جہاں حضرت ہاجرہ داخل ہوئی تھیں اور اس لڑکی کا نام عمارہ تھا جس کو آپ نے حضرت اسمٰعیلؑ کی دلہن کے طور پر منتخب کیا تھا۔

حضرت ہاجرہ نے گھر پہنچ کر حضرت اسمٰعیلؑ کو اپنے فیصلے سے آگاہ کیا۔ وہ تو تھے ہی وفا اور تابع داری کا پیکر۔ ماں

Marfat.com

کے فیصلے پر سر جھکالیا اور ماں کے ساتھ لڑکی والوں کے گھر جانا قبول بھی کرلیا۔ آپؑ نے جب اپنی سسرال کی دہلیز کو پار کیا اور لڑکی کی نظر آپ پر پڑی تو وہ آپ کے مردانہ حسن پر فریفتہ ہوگئی۔ اس نے اپنے ماں باپ کو کچھ بھی تو پوچھنے نہیں دیا۔ اس کے گھر والوں نے بھی ابراہیمؑ کی بزرگی اور دولت کو دیکھتے ہوئے یہ شادی قبول کرلی۔ حضرت ہاجرہ نے اپنے ہاتھوں کے کڑے اس لڑکی کے ہاتھوں میں ڈال کر شادی کا اعلان کردیا۔

ایک مقررہ تاریخ کو آپؑ کی شادی عمل میں آگئی اور آپؑ اپنی زوجہ کے ہمراہ اسی چھوٹے سے گھر میں آگئے جہاں وہ اب تک رہتے بستے آئے تھے۔

اس شادی کے کچھ ہی عرصہ بعد حضرت ہاجرہ کا انتقال ہوگیا۔ اب حضرت اسمٰعیلؑ اپنی زوجہ کے ساتھ رہ رہے تھے۔ آپؑ ایک اچھے شکاری تھے۔ یہی آپؑ کا مشغلہ بھی تھا اور اسی سے گزر بسر ہورہی تھی۔ آپؑ کی زوجہ ایک کھاتے پیتے گھر سے آئی تھیں۔ انہیں حضرت اسمٰعیلؑ کی قناعت پسندی ایک آنکھ نہیں بھا رہی تھی۔ اس شادی میں ان کی اپنی پسند بھی شامل تھی لیکن اب شکایتوں کا دفتر کھل گیا تھا۔ انہیں اپنے شوہر کی آمدنی کم معلوم ہورہی تھی۔ وہ دن رات اپنے قبیلے کی مثالیں دیا کرتی تھیں جس میں بڑے بڑے سردار تھے جو سونے چاندی کے برتنوں میں کھاتے تھے۔

''تم بھی ایسا کچھ کیوں نہیں کرتے کہ سونے چاندی کے برتن خرید سکو۔ کوئی کنیز تک ہے نہیں جو میرے کام کرے۔ مجھے تمام کام خود کرنے پڑتے ہیں۔''

''یہ تو تمہیں پہلے بھی معلوم تھا کہ میں کوئی دولت مند نہیں ہوں پھر تم نے مجھ سے شادی کیوں کی؟''

''تمہارے باپ کے پاس تو جانوروں کے بہت سے ریوڑ ہیں، بہت دولت ہے۔ وہ تو تم سے ملنے تک نہیں آتے۔''

''وہ کوئی کام خدا کی رضا کے بغیر نہیں کرتے۔ جب خدا کی مرضی ہوگی مجھ سے ملنے آجائیں گے۔''

''اگر وہ آپؑ کے اتنے ہی خیر خواہ ہوتے تو بچپن میں آپؑ کو یہاں چھوڑ کر ہی کیوں جاتے۔''

''یہ بھی حکم ربی تھا۔''

''حکم ربی نہیں بلکہ تمہاری والدہ ایک لونڈی تھیں جب کہ ان کی پہلی بیوی ان کے خاندان کی ہیں اور اب تو ان کا دل بہلانے کے لیے تمہارا سوتیلا بھائی بھی موجود ہے۔''

''آج تم کیسی باتیں کررہی ہو؟''

''یہ سب مجھے ابھی معلوم ہوا ہے ورنہ بہت پہلے سے یہ باتیں کررہی ہوتی۔''

''اس اللہ کا شکر ادا کیوں نہیں کرتیں جس نے تمہیں باعزت گھرانے میں بیاہا جس کے باپ پر وحی اترتی ہے تم اس کی بیوی ہو۔''

''باپ کے پاس تو دولت بھی ہے، تمہارے پاس کیا ہے۔''

''دیکھو میں کوشش کرتا ہوں کہ تمہاری سب خواہشیں پوری کرسکوں۔''

''ہر مرتبہ یہی کہہ دیتے ہو۔ مجھے بہلانے کا یہ اچھا طریقہ نکالا ہے۔''

حضرت اسمٰعیلؑ نے تیر کمان اٹھایا اور گھر سے باہر نکل گئے۔ آج اداس اتنے تھے جنگل کی طرف جانے کے بجائے چاہ زم زم کے کنارے بیٹھ کر سوچنے لگے کہ اس سخت مزاج عورت کے ساتھ کیسے زندگی گزرے گی۔

بیوی کی یہ بدزبانیاں روز کا معمول بن گئی تھیں لیکن آپؑ کی فطرت میں جو خوئے صبر تھی، آپؑ اسے بروئے کار لا رہے تھے اور نباہ کی پوری کوشش کررہے تھے۔

☆.....☆.....☆

Marfat.com

حضرت سارہ کے ہاں حضرت اسحٰق ؑ کی ولادت ہو چکی تھی۔ حضرت ابراہیمؑ کا یہ دکھ دور ہو گیا تھا کہ سارہؓ سے ان کی کوئی اولاد نہیں۔ حضرت اسمٰعیلؑ کی طرف سے وہ بے فکر ہو چکے تھے کہ ان کی پرورش اچھی طرح ہو رہی ہے۔ ان کے اللہ نے جتنے وعدے کیے تھے وہ سب پورے ہو گئے تھے۔ وہ بارہا جا کر خود دیکھ چکے تھے کہ اب وہاں کئی قبائل آباد ہو چکے ہیں لیکن حضرت اسحٰق ؑ کی پیدائش کے بعد بہت دن سے خبر گیری کے لیے نہیں جا سکے تھے۔ اس عرصے میں بہت کچھ تبدیل ہو چکا تھا حضرت ہاجرہ کا انتقال ہو چکا تھا، حضرت اسمٰعیلؑ کی شادی ہو چکی تھی۔ ابھی تک آپؑ نے اپنی بہو کو دیکھا بھی نہیں تھا۔

''بہت دن ہو گئے۔ میں اسحٰق ؑ کی محبت میں ایسا کھویا کہ دیکھنے تک نہ جا سکا۔ اب سوچتا ہوں مکہ جاؤں۔ اپنی بہو سے بھی مل لوں گا۔''

''میں نے وہاں جانے سے آپ کو کبھی روکا ہے لیکن ہمیشہ کی طرح اب بھی کہوں گی کہ بے شک چلے جائیں لیکن وہاں قیام نہیں کرنا ہے۔''

''خدا کی بندی، اب تو ہاجرہ بھی نہیں رہی۔ اب یہ شرط کیوں لگاتی ہو۔''

''میں یہ شرط ہاجرہ کی وجہ سے نہیں اپنی وجہ سے لگاتی ہوں۔ آپؑ کو دیکھے بغیر مجھے صبر نہیں آتا۔''

''ٹھیک ہے میں قیام نہیں کروں گا۔ بس خیریت پوچھ کر چلا آؤں گا۔''

آپؑ حضرت اسمٰعیلؑ کے گھر پہنچے تو حضرت اسمٰعیلؑ گھر پر نہیں تھے۔ ایک عورت دروازے پر آئی۔ وہ یقیناً ان کی بہو تھی لیکن اس سے پہلے ملاقات نہیں ہوئی تھی اس لیے وہ جان نہ سکی کہ یہ حضرت اسمٰعیلؑ کے باپ حضرت ابراہیمؑ ہیں۔

''اسمٰعیل (علیہ السلام) کہاں ہے؟''

''ہوتے کہاں، کہیں شکار کھیل رہے ہوں گے۔''

''گزر اوقات کا کیا وسیلہ ہے؟''

''ایسی تنگی ہے کہ خدا کسی کو نہ دکھائے۔ میں اپنے گھر میں اچھی خاصی تھی۔ شادی کے بعد تو میں کھانے کو ترس گئی۔''

''شکار سے کچھ نہیں ملتا؟''

''کچھ اور کریں تو ہم امیر نہ ہو جائیں۔''

''اس کا رویہ تمہارے ساتھ کیسا ہے؟''

''میرے برتن خالی پڑے رہتے ہیں روپے کو لے کر کیا کروں گی۔''

''میں زیادہ انتظار نہیں کر سکتا۔ جب آپ کے شوہر آجائیں تو میرا سلام کہنا اور میری طرف سے یہ بھی کہہ دینا کہ اپنے دروازے کی چوکھٹ تبدیل کر لیں۔''

''آپؑ نے اپنا نام تو بتایا ہی نہیں۔''

''میرا حلیہ بتا دینا وہ خود سمجھ جائیں گے کون آیا تھا۔''

آپؑ کے چلے جانے کے بعد حضرت اسمٰعیلؑ کی زوجہ بڑی تک ان کے بارے میں غور کرتی رہی۔ خاص طور پر یہ جملہ اسے بار بار یاد آ رہا تھا۔ ''دروازے کی چوکھٹ بدل لینا۔'' وہ سمجھ نہیں پا رہی تھی کہ اس سے ان بزرگ کا کیا مطلب ہے۔ وہ حضرت اسمٰعیلؑ کا انتظار کرنے لگیں کہ وہ آجائیں تو شاید یہ عقدہ کھلے کہ وہ بزرگ کون تھے اور اس جملے سے ان کا مقصد کیا تھا؟

حضرت اسمٰعیلؑ گھر پہنچے تو بیوی کو بے چینی سے اپنا منتظر پایا۔ پوچھنے پر بیوی نے تمام ماجرا بے کم و کاست سنا دیا۔

''ایک بوڑھا سا آدمی آیا تھا۔ پہلے اس نے آپؑ کے بارے میں پوچھا پھر ہمارے رہن سہن کے بارے میں

Marfat.com

پوچھتا رہا۔ میں نے وہ سب بتادیا جو ہم پر گزر رہی ہے پھر اس نے ایک عجیب بات کہی۔ اس نے کہا، تمہارا شوہر آئے تو اس سے کہنا اپنے دروازے کی چوکھٹ تبدیل کرلے۔ اس وقت سے سوچ رہی ہوں، چوکھٹ تبدیل کرنے سے کیا مراد ہے؟''

''اس نے اپنا نام بتایا؟''

''نام تو نہیں بتایا۔ بس اتنا کہا کہ میں آپؑ کو اس کا حلیہ بتادوں آپؑ خود سمجھ جائیں گے۔''

''وہ میرے والد محترم تھے اور چوکھٹ تبدیل کرنے سے مراد یہ ہے کہ وہ مجھے حکم کر گئے ہیں کہ میں تجھے خود سے جدا کروں لہٰذا تو اپنے گھر والوں میں چلی جا۔''

حضرت اسمٰعیلؑ نے اسے طلاق دے دی۔ بعد میں آپؑ نے بنی جرہم کی ایک اور خاتون سیدہ بنت مضاض بن عمرو الجرہمی سے شادی کرلی۔ پھر کچھ عرصہ ٹھہرنے کے بعد ابراہیمؑ دوبارہ تشریف لائے اور اس دفعہ بھی حضرت اسمٰعیلؑ کو گھر میں موجود نہ پایا۔ اس بیوی سے بھی آپؑ نے سوالات کیے۔

''میں اسمٰعیل کو نہیں دیکھ رہا ہوں۔''

''وہ ہمارے لیے رزق کی تلاش میں نکلے ہیں۔''

''تم لوگ کیسی زندگی گزار رہے ہو؟''

''ہم خیر و عافیت کے ساتھ فراخی و کشادگی میں ہیں۔'' اس بیوی نے کہا اور خدا کا شکر ادا کیا جب کہ گھر کا یہ حال تھا کہ برتن تک نہیں تھے۔

''تمہارا کھانا کیا ہوتا ہے؟''

''گوشت۔''

''تمہارا پینا کیا ہوتا ہے؟''

''پانی۔''

آپ حضرت ابراہیمؑ نے یہ صالح جواب سن کر دعا فرمائی۔ ''اے اللہ! ان کے لیے گوشت اور پانی میں برکت عطا فرما دے۔''

پھر آپؑ نے فرمایا۔ ''تمہارے پاس روٹی، گندم، جو یا کھجور ۔۔۔ میں سے کچھ ہے۔'' راوی کہتے ہیں وہ دودھ اور گوشت لے کر حاضر ہوئیں۔ اگر اس روز وہ عورت روٹی یا گندم یا جو میں سے کچھ لے کر آتی تو حضرت ابراہیمؑ کی دعا کی برکت سے آج ان کی مقدار کہیں زیادہ ہوتی جواب ہے۔

حضور اکرم ﷺ فرماتے ہیں۔ ''اس دن حضرت اسمٰعیلؑ کے ہاں کوئی برتن بھی نہ تھا۔ اگر ہوتا تو حضرت ابراہیمؑ ان کے لیے اس میں (برکت کی) دعا فرماتے۔'' پھر حضور اکرم ﷺ نے فرمایا۔ ''جب سے مکہ میں گوشت اور پانی دونوں وافر مقدار میں رہتے ہیں۔''

حضرت ابراہیمؑ وہاں سے اٹھے تو اپنی اس شکر گزار بہو سے فرمایا۔ ''جب تیرا شوہر آجائے تو اس سے میرا سلام کہنا اور میری طرف سے انہیں حکم دینا کہ اپنے دروازے کی چوکھٹ کو برقرار رکھے۔''

حضرت اسمٰعیلؑ واپس آئے تو اس نے ان بزرگ کی آمد کے بارے میں بتایا۔ ''ایک اچھی صورت والے بزرگ آئے تھے۔ انہوں نے آپؑ کے متعلق دریافت فرمایا تو میں نے بتادیا۔ پھر انہوں نے ہماری زندگی کے بارے میں پوچھا کہ ہم کیسی زندگی گزار رہے ہیں تو میں نے بتادیا کہ خیر کے ساتھ۔''

''کچھ وصیت و نصیحت کر گئے ہیں؟''

Marfat.com

''جی ہاں، آپؑ کو سلام کہہ رہے تھے اور حکم دے گئے ہیں کہ اپنے دروازے کی چوکھٹ کو برقرار رکھنا۔''

''تم جانتی ہو وہ کون تھے؟ میرے والد مکرم تھے اور تم چوکھٹ ہو۔ وہ مجھے حکم کر گئے ہیں کہ میں تجھے عقد میں رکھوں۔''

حق تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ کو جب حضرت اسحٰقؑ کی خوشخبری دی تھی اور فرمایا تھا کہ اس بیٹے میں بڑی برکتیں رکھوں گا اور بہت سے قبیلے اور ان قبیلوں کے بادشاہ بھی اس سے ہوں گے تو حضرت ابراہیمؑ کی زبان سے بے اختیار نکلا کاش! اسمٰعیل بھی اسی طرح جئیں یعنی یہ سب کچھ حضرت اسمٰعیلؑ کے لیے بھی ہو تو کیا اچھا ہے تو رب تعالیٰ نے فرمایا تھا۔

''اور اسمٰعیل کے لیے بھی میں آپ کی دعا قبول کرتا ہوں اور اس پہ برکتوں کی بارش کرتا ہوں اور اس کو اور اس کی اولاد کو بہت بڑھاؤں گا اور اس کی اولاد میں آگے چل کر بارہ عظیم سلسلے پیدا ہوں گے اور ایک عظیم جماعت (انسان) اس کے لیے کردوں گا۔

اللہ تعالیٰ نے یہ وعدہ اس طرح پورا ہوا کہ حضرت اسمٰعیلؑ نے اپنے بعد بنی جرہم میں بارہ بیٹے چھوڑے۔ انہی سے آپؑ کا سلسلہ نسل چلا جو عرب کے بڑے بڑے قبیلوں اور گروہوں کی شکل اختیار کر گیا۔ ایک بیٹے ''قیدار'' کی اولاد مکہ میں مقیم رہی اور اسی قبیلے کی شاخ عدنان سے رسول پاک کا ظہور ہوا۔

اولاد اسمٰعیلؑ میں سب سے زیادہ ممتاز شخص قصی بن کلاب ملقب بہ قریش تھا جس سے قبیلہ قریش ممتاز ہوا۔ قصی کلاب وہی شخص ہے جس نے عمالقہ اور بنی جرہم کے بعد خانہ کعبہ کی دوبارہ تعمیر کی اور اسے ایسا مضبوط اور مستحکم بنایا کہ اس سے پہلے نہیں بنایا گیا تھا۔ اس نے لکڑیوں سے خانہ کعبہ کی چھت بنائی اور بیت اللہ کی عمارت کو وسیع کیا۔

☆......☆......☆

بتوں اور ستاروں کی پرستش کے لیے ہیکل اور مندر موجود تھے۔ جہاں جہاں آبادی تھی، ان بتوں کے ناموں پر بڑی بڑی تعمیرات کی جاتی تھیں۔ حضرت ابراہیمؑ توحید کا درس دے رہے تھے۔ بتوں اور ستاروں کی پرستش کی مخالفت ہی میں آپؑ کو آگ میں ڈالا گیا تھا۔ طرح طرح کی مشکلات سے گزرے تھے لیکن انہیں یہ خیال نہیں آیا تھا کہ اس زمین کے کسی حصے پر خدا کا گھر بھی تعمیر ہونا چاہیے پھر مشیت ایزدی جوش میں آئی اور اللہ نے حضرت ابراہیمؑ کو حکم فرمایا کہ فرشتوں کے عبادت گھروں جیسا ایک گھر زمین والوں کے لیے زمین پر بناؤ۔

''ہم نے ابراہیمؑ کے لیے خانہ کعبہ کو مقرر کیا۔ (اور ارشاد فرمایا) میرے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ بنانا اور طواف کرنے والوں اور قیام کرنے والوں اور رکوع کرنے والوں اور سجدہ کرنے والوں کے لیے میرے گھر کو پاک صاف رکھا کرو اور لوگوں کو حج کے لیے اعلان کردو کہ تمہاری طرف پیدل اور دبلے اونٹوں پر دور دراز راستوں سے چلے آئیں۔''

(سورہ حج)

دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ ''پہلا گھر جو لوگوں کے عبادت کرنے کے لیے مقرر کیا گھا تھا وہی ہے جو مکے میں ہے وہ بابرکت اور جہان کے لیے موجب ہدایت ہے۔ اس میں کھلی ہوئی نشانیاں ہیں جن میں سے ایک ابراہیمؑ کے کھڑے ہونے کی جگہ ہے۔ جو شخص اس گھر میں داخل ہوا اس نے امن پالیا اور لوگوں پر خدا کا حق ہے کہ جو شخص اس گھر تک جانے کی طاقت رکھے وہ اس کا حج کرے اور جو اس حکم کی تعمیل نہیں کرتا تو خدا بھی اہل عالم سے بے نیاز ہے۔''

(سورہ آل عمران)

حضرت ابراہیمؑ نے حکم الٰہی سن لیا لیکن آپ ﷺ کو یہ معلوم نہیں تھا کہ یہ گھر کون سی جگہ تعمیر کرنا ہے۔ آپ اس لاعلمی سے پریشان ہو گئے۔

''اے اللہ! میں تیرا گھر کہاں بناؤں۔ میں بے خبر ہوں مجھے کچھ خبر نہیں۔''

Marfat.com

اللہ تعالیٰ نے یہ پکار بھی سنی اور انہیں مکہ میں اس جگہ سے آگاہ کر دیا جہاں دنیا کے بت کدوں میں خداوند تعالیٰ کا پہلا گھر تعمیر ہونا تھا۔

بعض اہل علم کا کہنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپؑ کی رہنمائی کے لیے سکینہ (ایک ہوا) نازل فرمائی جو مجسم تھی اس سے مذکورہ جگہ دکھانے میں آپؑ کو راہنمائی ہوئی۔ وہ اس کے اشارے کے ساتھ چل پڑے۔ بعض کا کہنا ہے کہ اس رہنمائی کے لیے اللہ تعالیٰ نے جبرئیل علیہ السلام کو بھیجا تھا اور انہوں نے یہ بھی بتایا تھا کہ کام کس طرح کرنا ہے۔

حضرت سدیؒ کا قول ہے کہ جب اللہ عزوجل نے حضرت ابراہیمؑ کو اپنا گھر بنانے کا حکم دیا تو ان کو پتا نہ چلا کہ اس کی جگہ کون سی ہے حتیٰ کہ اللہ نے ہوا بھیجی جس کو حجوج کہا جاتا ہے۔ اس کے دو پر تھے اور سر تھا اور وہ سانپ کی شکل میں تھی۔ اس نے کعبے کے اردگرد کی جگہ کو صاف کر دیا اور پہلی بنیاد ظاہر کر دی۔

بعض لوگوں کا یہ کہنا ہے کہ بیت اللہ پہلے سے تعمیر شدہ تھا۔ حضرت ابراہیمؑ نے اس جگہ دوسری عمارت اٹھائی لیکن یہ درست نہیں۔ صحیح یہ ہے کہ کوئی عمارت نہ تھی بلکہ یہ جگہ باقی جگہ سے کچھ ابھری ہوئی تھی۔ اس کے ابھرے ہونے کی وجہ یہ تھی کہ اللہ کے علم و ارادے میں وہ جگہ بیت اللہ کے لیے مقرر ہوگئی تھی اور حضرت آدم علیہ السلام سے حضرت ابراہیمؑ تک تمام کے نزدیک وہ جگہ مبارک اور عظمت والی تھی۔

بنی اسرائیل کی روایات کے مطابق حضرت آدم علیہ السلام نے اس جگہ پر ایک گنبد سا بنایا تھا اور فرشتوں نے ان سے کہا تھا کہ ہم آپؑ سے پہلے اس کا طواف کر چکے ہیں اور کشتی نوح نے بھی تقریباً چالیس دن تک اس کے گرد طواف کیا تھا۔ علما کا کہنا ہے کہ نہ ان کی تصدیق کی جائے نہ تکذیب لیکن ان خبروں کو دلیل نہ بنایا جائے۔ دلیل قرآن و حدیث میں ہوگی۔ قرآن کہتا ہے۔

''بے شک! پہلا گھر جو لوگوں کے لیے بنایا گیا وہ ''مکہ'' میں ہے اور وہ جہاں والوں کے لیے بابرکت اور ہدایت ہے۔''

حضور اکرم ﷺ سے بھی کہیں مروی نہیں کہ بیت اللہ حضرت ابراہیمؑ کے بنانے سے پہلے تعمیر شدہ تھا۔

خالد بن عمرہ سے مروی ہے کہ ایک شخص حضرت علیؓ کے پاس آیا اور پوچھا کہ آپؓ مجھے بیت اللہ کے بارے میں بتلایئے۔ کیا یہ گھر زمین پر سب سے پہلا بنایا گیا۔ فرمایا ''نہیں بلکہ وہ جگہ جہاں سے پہلے برکت رکھی گئی وہ مقام ابراہیم علیہ السلام اور جو وہاں داخل ہو گیا وہ امن والا ہو گیا اور اگر تو چاہے تو تجھے بتلاؤں کہ یہ بیت (گھر) کس طرح تعمیر ہوا پھر واقعہ بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ کی طرف وحی بھیجی کہ میرے لیے گھر بناؤ یہ حکم سن کر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے آپ کو عاجز سمجھا تو اللہ تعالیٰ نے سکینہ نازل فرمائی۔ سکینہ ایک تیز رفتار ہوا ہے جس کے دو سر ہیں جو ایک دوسرے کے پیچھے چلتے ہیں۔ یہاں تک کہ یہ ہوا مکہ پہنچتی ہے اور وہاں بیت اللہ کا طواف کرتی ہے جیسے سانپ چکر لگاتا ہے۔ حضرت ابراہیمؑ کو یہ حکم دیا گیا کہ جہاں یہ سکینہ جا کے ٹھہر جائے وہاں اللہ تعالیٰ کا گھر تعمیر کرو۔''

ایک اور روایت کے مطابق حضرت علیؓ نے یہ فرمایا کہ جب حضرت ابراہیمؑ مکہ پہنچے تو وہاں بیت اللہ کے مقام پر سر کے برابر ایک پرندہ دیکھا۔ اس پرندے نے کہا کہ میرے سائے کے نیچے تعمیر کیجیے اور اس میں کمی بیشی نہ کیجیے۔''

حضرت علیؓ ہی سے یہ روایت بھی منسوب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ کو وحی فرمائی تھی کہ کعبۃ اللہ بیت معمور کے عین مقابل اور سامنے ہے'' (بیت معمور آسمانوں میں فرشتوں کے لیے بیت اللہ اور کعبۃ اللہ ہے جس کے اردگرد ہر آن ستر ہزار فرشتے طواف کرتے ہیں اور پھر کسی فرشتے کی دوبارہ قیامت تک طواف کی باری نہیں آئے گی)۔

☆......☆......☆

حضرت ابراہیمؑ مقام تعمیر کی تلاش میں گھر سے نکلے تو وہ ہوا آپؑ کے ساتھ ہوگئی جو آپؑ کی رہنمائی کر رہی تھی۔

Marfat.com

جہاں حضرت ابراہیمؑ ٹھہرتے وہ بھی ٹھہر جاتی جب آپؑ چلتے تو وہ بھی آپؑ کے ساتھ چلنے لگتی۔ آپؑ کو یہ دیکھ کر خوشی ہورہی تھی کہ ہوا کا رخ مکہ کی جانب ہے۔ ہوا اس بستی میں پہنچی جو کبھی ویران ریگستان تھا جہاں وہ اپنے بیٹے اسمٰعیل علیہ السلام اور زوجہ ہاجرہؑ کو چھوڑ کر آئے تھے۔ ہوا نے ہموار زمین سے ابھرے ہوئے ٹیلے کے گرد چکر کاٹنے شروع کر دیے۔ مطلب یہ تھا کہ یہی وہ مقام ہے جہاں کعبۃ اللہ کی بنیاد رکھتی ہیں۔ آپؑ نے اس مقام کو اچھی طرح ذہن نشین کرلیا۔ ہوا چلنا بند ہوگئی۔ ہوا کا مقصد پورا ہوگیا تھا۔ آپؑ کو اب حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو تلاش کرنا تھا تاکہ وہ اس تعمیر میں ان کا ہاتھ بٹا سکیں۔ وہ آپؑ کو زم زم کے پاس تیراندازی میں مشغول نظر آ گئے۔

''اسمٰعیلؑ! تیرے رب نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں زمین پر اس کا گھر تعمیر کروں جہاں لوگ دور دراز سے عبادت کے لیے پہنچیں اور وہ ان پر مہربانی کرے۔''

''بے شک! وہ ایسا ہی رحم کرنے والا ہے۔ اس کی اطاعت کیجیے۔''

''اس نے مجھے حکم دیا ہے کہ تو میرے ساتھ تعاون کرے۔''

''میں حاضر ہوں لیکن ہمیں معلوم کیسے ہوگا کہ زمین کے کس ٹکڑے پر اس کا گھر آباد کریں؟''

''میرے رب نے اس کی نشاندہی مجھے کردی ہے۔ میں اس جگہ کو دیکھ کر آیا ہوں۔ بس اب کام شروع کرنا باقی ہے۔ تیرے پاس کچھ ایسے اوزار ہیں جن سے کھدائی ہو سکے کیونکہ بنیادیں رکھنے کے لیے ہمیں کھدائی کرنی ہوگی؟''

''ابھی میں نے اپنا گھر بنایا تھا۔ میرے پاس اوزار بھی ہیں اور تجربہ بھی۔''

دونوں باپ بیٹے اس مقام پر گئے جہاں بیت اللہ کی عمارت تعمیر کرنے کا حکم دیا گیا تھا۔ دونوں نے کھدائی شروع کردی تاکہ بنیادیں بھری جاسکیں۔ کیسا خوش نما منظر تھا خدا کے دو فرماں بردار بندے دنیا میں پہلا خدا کا گھر تعمیر کر رہے تھے۔ ایک مزدور تھا ایک معمار۔ حضرت اسمٰعیلؑ قریب کے پہاڑوں سے پتھر لارہے تھے حضرت ابراہیمؑ بنیادیں بھر رہے تھے اور زبان پر یہ دعا تھی۔

''اے پروردگار! (ہم تیرے دو عاجز بندے تیرے مقدس نام پر اسی گھر کی بنیاد رکھ رہے ہیں) ہمارا یہ عمل تیرے حضور قبول ہو۔ بلاشبہ تو ہی ہے جو دعاؤں کو سننے والا ہے، جاننے والا ہے۔ اے پروردگار، ہمیں ایسی توفیق دے کہ ہم سچے مسلم ہوجائیں اور ہماری نسل سے بھی ایک ایسی امت پیدا کردے جو تیرے حکم کی فرمانبردار ہو۔ خدایا! ہماری عبادت کے طور طریقے بتادے اور ہمارے قصوروں سے درگزر کر۔ بلاشبہ تیری ہی ذات ہے جو درگزر کرنے والی ہے اور جس کی رحیمانہ درگزر کی کوئی انتہا نہیں اور خدایا (اپنے فضل و کرم سے) ایسا کیجیو کہ اس بستی کے بسنے والوں میں تیرا ایک رسول مبعوث ہو جوانہی میں سے ہو۔ وہ تیری آیتیں پڑھ کر لوگوں کو سنائے۔ کتاب اور حکمت کی انہیں تعلیم دے اور اپنی پیغمبرانہ تربیت سے ان کے دلوں کو مانجھ دے۔ پروردگار! بلاشبہ تیری ہی ذات ہے جو حکمت والی اور سب پر غالب ہے۔'' (سورہ البقرہ)

دیکھتے ہی دیکھتے دیواریں بلند ہونے لگیں۔ حضرت اسمٰعیلؑ پتھر اٹھا کر دیتے جاتے تھے اور حضرت ابراہیمؑ انہیں اوپر تلے رکھ کر جوڑتے جاتے تھے۔ ایک دن کام کا آغاز کیا تو دیواریں اتنی بلند ہوگئی تھیں کہ ہاتھ وہاں تک نہیں پہنچ سکتا تھا۔ حضرت اسمٰعیلؑ نہایت مشقت سے ایک بڑا پتھر اٹھا کر لائے۔ اس کے اوپر اور پتھر رکھ کر سیڑھی سی بنادی اور خود اس پتھر کو ہاتھ کے سہارے سے روکے رہے۔ حضرت ابراہیمؑ اس پتھر پر چڑھ کر کام کرنے لگے۔ اس مقام کو جہاں پتھر پر کھڑے ہوکر حضرت ابراہیمؑ دیواریں اٹھا رہے تھے۔ ''مقام ابراہیمؑ'' کے نام سے جانا جاتا ہے۔

''اور حکم دیا کہ حضرت ابراہیمؑ کے کھڑے ہونے کی جگہ (ہمیشہ کے لیے) نماز کی جگہ بنائی جائے۔''

وہ پتھر جس پر چڑھ کر حضرت ابراہیمؑ نے دیواریں بلند کی تھیں حضرت عمر فاروقؓ کے دور خلافت تک کعبے کی دیوار کے ساتھ چپکا رہا حضرت عمرؓ نے اس کو تھوڑا وہاں سے دور کردیا تاکہ طواف کے وقت رکاوٹ نہ بنے۔

Marfat.com

اس مقام ابراہیمؑ میں پتھر پر اللہ کے دوست حضرت ابراہیمؑ کے نشانات قدم اولِ اسلام سے اب تک موجود ہیں۔ تروتازہ اور ظاہر ہیں اور وہ بغیر جوتے کے ہیں۔

جب بنیادیں اٹھ چکیں اور رکن بنانے لگے تو حضرت ابراہیمؑ نے حضرت اسمٰعیلؑ سے فرمایا، ایک پتھر کا ٹکڑا نہایت حسین لاؤ جسے بطور نشان نصب کر دیا جائے۔ چنانچہ حضرت اسمٰعیلؑ ایک پتھر لائے جسے حجرا سود کہا جاتا ہے۔ یہ پتھر آج بھی امتیاز کا نشان مانا جاتا ہے اور ہر سال لاکھوں حاجی اسے بوسہ دیتے ہیں۔

ایک روایت یہ بھی ہے کہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام جو پتھر لے کر آئے وہ آپؑ کو پسند نہ آیا۔ آپؑ نے انہیں پھر بھیجا کہ دوسرا پتھر لے آئیں۔ حضرت اسمٰعیلؑ جب دوسرا پتھر لے کر آئے تو حضرت ابراہیمؑ خود مقام رکن پر پتھر پر کھڑے تھے۔

''ابا جان، یہ پتھر کون آپ کے پاس لایا؟''

''جس نے تجھ پر بھروسا نہ کیا۔ یہ پتھر جبریل لے کر آئے ہیں۔''

بیت اللہ تعمیر ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ کو بتایا کہ یہ ملت ابراہیمی کے لیے (قبلہ) اور ہمارے سامنے جھکنے کا نشان ہے اس لیے توحید کا مرکز قرار دیا جاتا ہے۔ تب ابراہیمؑ و اسمٰعیلؑ نے بارگاہ رب العزت میں دعا کی۔

''اللہ تعالیٰ ان کو اور ان کی ذریت کو اقامت عالم کے بسنے والوں میں سے ہدایت یافتہ گروہ کو اس طرف متوجہ کر دے کہ وہ دور دور سے آئیں اور مناسک حج ادا کریں اور ہدایت و رشد کے اس مرکز میں جمع ہو کر اپنی زندگی کی سعادتوں سے دامن بھریں۔''

جب حضرت ابراہیمؑ تعمیر سے فارغ ہوئے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم آیا کہ حج کے لیے ندا لگائی جائے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ ''(اے ابراہیمؑ) لوگوں کو حج کے لیے آواز دو کہ تمہاری طرف پیدل اور دبلے اونٹوں پر دور دراز کے راستوں سے لوگ آئیں۔''

دوسری روایت میں ہے کہ جب حضرت ابراہیمؑ تعمیر سے فارغ ہوئے تو حکم دیا گیا کہ لوگوں کو حج کے لیے آواز دو۔ عرض کیا کہ ''اے میرے رب میری آواز کہاں تک پہنچے گی؟''

فرمایا ''تمہارے ذمے آواز دینا ہے اور ہمارے ذمے اس کا پہنچانا ہے۔'' چنانچہ حضرت ابراہیمؑ نے آواز دی۔ ''اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے تم پر بیت اللہ کا حج فرض کیا ہے۔'' راوی کہتے ہیں زمین و آسمان کی تمام مخلوقات نے یہ آواز سنی۔ کیا تم دیکھتے نہیں ہو کہ زمین کے انتہائی آخری کناروں سے بھی لوگ حج کے لیے آتے ہیں۔

عبداللہ بن زبیرؓ نے عبید بن عامر سے پوچھا کہ آپ کو یہ بات کس انداز میں پہنچی ہے کہ حضرت ابراہیمؑ نے لوگوں کو حج کے لیے بلایا تھا۔ فرمایا مجھ تک یہ بات پہنچی کہ جب حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام نے بیت اللہ کی تعمیر مکمل کر لی اور وہ کام کر لیا جس کا اللہ تعالیٰ نے ارادہ کیا تھا اور حج کا موقع آ گیا تو انہوں نے یمن کی طرف منہ کیا اور لوگوں کو حج کے لیے بلایا تو جواب ملا ''اے اللہ ہم حاضر ہیں۔'' پھر آپؑ نے شام کی طرف منہ کیا۔ وہاں سے بھی یہی جواب ملا پھر آپؑ حضرت اسمٰعیلؑ کے ساتھ منیٰ میں آئے آپؑ کے ساتھ اور مسلمان بھی تھے۔ وہاں آپؑ نے ظہر، عصر، مغرب اور عشا کی نماز پڑھی۔ وہیں رات گزاری اور اگلے دن فجر کی نماز وہیں پڑھی۔ پھر آپ عرفہ آ گئے اور وہیں ٹھہرے یہاں تک کہ جب سورج ڈھلنے لگا تو آپؑ نے ظہر اور عصر کی نماز پڑھی پھر آپ عرفہ میں موقف کی جگہ آئے وہاں ایک درخت کے پاس ٹھہرے۔ یہی جگہ عرفہ کے اندر موقف ہے جہاں امام حج ٹھہرتا ہے اور لوگوں کو مناسک حج کی تعلیم دیتا ہے۔ جب سورج غروب ہو گیا تو حضرت ابراہیمؑ اور ان کے ساتھی وہاں سے چل کر مزدلفہ آئے اور وہاں مغرب اور عشا کی نماز اکٹھی پڑھی۔ سب نے رات وہیں گزاری۔ اگلے دن صبح کی نماز پڑھی اور پھر مزدلفہ میں 'قزح' کے مقام پر ٹھہرے پھر جب صبح

Marfat.com

خوب روشن ہوگئی تو حضرت ابراہیمؑ اور دوسرے وہاں سے چل پڑے۔ آپؑ ان لوگوں کو اپنے افعال دکھاتے رہے اور تعلیم دیتے رہے یہاں تک کہ آپؑ نے رمی کی اور، منیٰ میں جانور ذبح کرنے کے کی جگہ آئے پھر نحر اور حلق کیا اور پھر وہاں سے لوٹ کر بیت اللہ آئے تا کہ لوگوں کو دکھائیں کہ طواف و وداع کس طرح کرنا ہے یہاں تک کہ حج سے فارغ ہوئے اور لوگوں کو گھر جانے کی اجازت دی۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور بعض صحابہؓ سے مروی ہے کہ جبریل علیہ السلام، حضرت ابراہیمؑ کو مناسک حج سکھاتے رہے۔

☆......☆......☆

حضرت ابراہیمؑ نے حضرت اسمٰعیلؑ کو کعبۃ اللہ کا پہلا متولی مقرر فرمایا اور خود واپس کنعان چلے گئے۔ اللہ تعالیٰ کی منشا صرف یہ نہیں تھی کہ حضرت اسمٰعیلؑ صرف متولی ہو کر رہ جائیں، انہیں تبلیغ کی ذمے داری بھی سونپنی تھی اور تعمیر کعبہ میں جو مشقت برداشت کی تھی اس کا صلہ بھی عطا کرنا تھا کہ وہ نیکو کاروں کو صلہ عطا کرتا ہے۔ اس کے صلے میں آپؑ کو نبوت عطا کی گئی۔ آپؑ مکہ اور اس کے آس پاس کی آبادیوں میں جہاں کے مکین قوم جرہم، قوم عمالیق اور اہل یمن تھے نبی بنا کر بھیجے گئے۔

''(اے نبی) کتاب میں اسمٰعیلؑ کا ذکر کیجیے۔ بے شک! وہ سچے وعدے والے اور پیغمبر تھے اور اپنے اہل کو نماز اور زکوٰۃ کا حکم کرتے تھے اور اپنے رب کے یہاں پسندیدہ شخصیت تھے۔ (سورہ مریم)''

حضرت اسمٰعیلؑ کا ذکر قرآن عزیز میں متعدد بار ہوا ہے۔

''اور اسمٰعیلؑ اور یسع اور ذوالکفل یہ سب صبر کرنے والے تھے اور ہم نے ان کو اپنی رحمت میں داخل کیا بلاشبہ وہ نیک لوگ تھے۔''

ایک اور جگہ فرمایا۔ ''اے محمدؐ! ہم نے تمہاری طرف اسی طرح وحی بھیجی جس طرح نوحؑ اور ان سے پچھلے پیغمبروں کی طرف بھیجی تھی اور ابراہیمؑ اور اسمٰعیلؑ اور اسحٰقؑ اور یعقوب کی طرف۔''

سورہ بقرہ میں فرمایا۔ ''(مسلمانو) کہو کہ ہم خدا پر ایمان لائے اور جو (کتاب) ہم پر اتری اور جو (صحیفے) ابراہیمؑ اور اسمٰعیل اور اسحٰق اور یعقوب اور ان کی اولاد پر اترے۔''

''اے یہود و نصاریٰ! کیا تم اس بات کے قائل ہو کہ ابراہیم ع اور اسمٰعیل اور اسحٰق اور یعقوب اور ان کی اولاد یہودی یا عیسائی تھے۔ (اے محمد تم ان سے کہو) بھلا تم زیادہ جانتے ہو یا خدا۔''

حضرت اسمٰعیلؑ اپنی امت کو نماز، روزے اور زکوٰۃ کی تلقین کرتے رہے۔ لوگوں کو حج کے لیے بلاتے رہے اور اللہ کے گھر کو آباد کرتے رہے یہاں تک کہ آپؑ کی عمر عزیز 137 سال ہوگئی۔ اس عرصے میں ان کی اولاد اور نسل کا سلسلہ بہت پھیل چکا تھا۔ حجاز و شام، عراق، فلسطین اور مصر تک آپؑ کے صاحبزادوں کے خاندان پھیل رہے تھے۔

حضرت اسمٰعیلؑ مقام حجر میں اپنی والدہ حضرت ہاجرہؓ کے پاس مدفون ہوئے۔ عمر بن عبدالعزیزؒ سے روایت ہے کہ حضرت اسمٰعیلؑ نے بارگاہ خداوندی میں مکہ کی گرمی کی شکایت کی تو اللہ نے ان کو وحی فرمائی ''جہاں آپ دفن ہوں گے میں آپ کے لیے جنت کا دروازہ کھول دوں گا جس سے قیامت تک ہوائیں آتی رہیں گی۔''

☆......☆......☆

حضرت ابراہیمؑ کے دوسرے بیٹے حضرت اسحٰق علیہ السلام سے حضرت یعقوب علیہ السلام پیدا ہوئے اور انہی میں سے انبیا کے اکثر گروہ ہیں۔ ان میں نبوت چلی حتیٰ کہ ان کے انبیا کی صحیح تعداد بھی کوئی نہیں جانتا۔ یہاں تک کہ بنی اسرائیل کے انبیا کا یہ سلسلہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر پہنچ کر ختم ہوگیا۔ دوسری طرف حضرت اسمٰعیلؑ ہیں۔ ان کی اولاد میں

Marfat.com

عرب کے مختلف جماعتیں پیدا ہوئیں مگر ان میں سے کوئی نبی نہیں ہوا سوائے ایک نبی کے جنہوں نے آ کر تمام انبیا کا سلسلہ ختم کردیا اور وہ حضرت آدمؑ کی تمام اولاد کے سردار بنے یعنی محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ یہ اعزاز ہی حضرت اسمٰعیلؑ کے لیے باعث افتخار ہے کہ حضور اکرم ﷺ کا تعلق آپؑ کی نسل مبارک سے ہے۔

Marfat.com

حضرت لوط علیہ السلام

وادی کے نشیب میں ہری گھاس، فرشِ زمیں پر مخمل کی طرح بچھی ہوئی تھی۔ اوس کے قطرے اس سبزے کا منہ دھلا رہے تھے۔ دور سے دیکھو تو معلوم ہوتا تھا، دامنِ صحرا میں سچے موتی بکھرے ہوئے ہیں۔ سورج کی کرنوں نے ابھی اس وادی میں جھانکنے کی جرأت نہیں کی تھی۔ شبنم کے قطرے ابھی بھاپ بن کر نہیں اڑے تھے کہ چرواہوں کی ''پکار'' سے وادی گونج اٹھی۔ بکریوں کا ایک ریوڑ چھلانگیں مارتا ہوا اس چراگاہ میں داخل ہوا۔ یہ بکریاں دور دور تک یوں پھیل گئیں جیسے کوئی سوتے میں پاؤں پھیلاتا ہے۔ ان کے محافظ اور چرواہے بے فکر ہو کر ایک طرف بیٹھ گئے۔

ان بکریوں کو اس دسترخوان پر منہ مارتے ہوئے گنتی کے لمحے گزرے تھے کہ بے گنتی بکریوں کا ایک اور ریوڑ چراگاہ میں داخل ہوا۔ پہلے سے موجود بکریوں نے گردنیں اٹھا کر دیکھا اور مطمئن ہو کر، چرنے میں مصروف ہو گئیں۔ آنے والے مہمان ان کے لیے اجنبی نہیں تھے اور پھر دسترخوان پر کھانا وافر مقدار میں موجود تھا۔ ہری ہری تازہ گھاس دور دور تک پھیلی ہوئی تھی۔ آنے والے ریوڑ کی بکریاں اپنے چرواہوں سے بے نیاز تازہ گھاس کے مزے لوٹ رہی تھیں۔

جانوروں کو ایک دوسرے پر کوئی اعتراض نہیں تھا لیکن دونوں طرف کے چرواہے اپنے اپنے ریوڑ کے حق میں ایک دوسرے کے مقابل آ گئے اور جھگڑنے لگے۔

''تم لوگوں نے یہ کیا طریقہ نکالا ہے۔ چراگاہ پر پہلے ہمارا حق ہے۔ پہلے ہمارے جانور کھا پی لیں، اس کے بعد اپنے ریوڑ کو لے کر آنا بلکہ زیادہ اچھا تو یہ ہوگا کہ کسی اور چراگاہ کا رخ کرو۔''

''تمہارا حق کہاں سے نکل آیا۔ تمہارے جانور کیا آسمان سے اترے ہیں؟''

''آسمان سے تو نہیں اترے لیکن ہمارے آقا کے جو احسانات تمہارے آقا پر ہیں اس کا تقاضا یہ ہے کہ ہمارا حق تسلیم کیا جائے۔ پہلے ہمارا حق ہے، بعد میں تمہارا۔''

''تم نے فلسطین میں بھی یہی جھگڑا اٹھایا تھا۔ جہاں جہاں ہم ٹھہرے اور جہاں جہاں سے گزرے ہیں، تم یہی حرکتیں کرتے چلے آئے ہو لیکن یہ مصر ہے، یہاں چراگاہوں کی کمی نہیں اس لیے تمہارا چراغ پا ہونا فضول ہے۔ یہاں قحط نہیں پڑنے جا رہا ہے جو تمہیں تکلیف ہو رہی ہے۔''

''بات قحط کی نہیں ہے، بات حق کی ہے۔ پہلے اس کا جواب دو۔ ہمارے آقا کے تمہارے آقا پر احسانات ہیں یا نہیں؟ تمہارے آقا یتیم ہوئے تو ہمارے آقا نے انہیں سہارا دیا۔ بیٹا بنایا۔ اپنی تربیت میں رکھا۔ ان پر اپنا مال خرچ کیا۔ ان کی شادی کرائی اور جب ہجرت کا وقت آیا تو بے یار و مددگار نہیں چھوڑ دیا بلکہ اپنے ساتھ رکھا۔ پھر ایسے شفیق آقا کے ریوڑ کا پہلا حق ہوا یا نہیں؟''

''تم جس آقا کے نوکر ہو، اس نے تو یہ حق کبھی نہیں جتایا۔''

''وہ نہ جتائیں، ہم تو جتائیں گے۔''

''پھر جس میں طاقت ہے وہ اپنا حق منوا لے۔''

دونوں طرف کے چرواہے اور محافظ اٹھ کھڑے ہوئے۔ قریب تھا کہ نوبت ہاتھا پائی تک پہنچتی کہ انہی میں سے کچھ

Marfat.com

لوگ درمیان میں پڑ گئے۔

''کچھ تو ایک دوسرے کا احترام کرو۔ تم دونوں کے آقا کوئی غیر تو نہیں ہیں۔''

''جب یہ احترام نہیں کرتے تو ہم کیوں کریں۔''

''مت کرو احترام لیکن اتنا تو کر سکتے ہو کہ آپس میں لڑنے کے بجائے یہ معاملہ اپنے اپنے آقاؤں کے سامنے رکھو۔ پھر وہ جیسا کہیں ویسا کرو۔''

''یہ تو کرنا ہی پڑے گا۔ انہیں بھی تو معلوم ہو کہ ہم ان کی نوکری کتنی مشکلوں میں رہتے ہوئے کرتے ہیں۔''

دونوں طرف کے چرواہوں نے اس تجویز سے اتفاق کیا۔ انہیں لڑتے ہوئے اتنی دیر ہوگئی تھی کہ جانور اچھی طرح سیر ہوکر کھا چکے تھے۔ دونوں طرف کے محافظوں نے ہانکا لگایا اور اپنے اپنے ریوڑوں کو جمع کرکے چراگاہ سے باہر نکل گئے۔

ان ریوڑوں میں سے ایک ریوڑ حضرت ابراہیمؑ کی ملکیت تھا، دوسرا آپؑ کے بھتیجے لوط علیہ السلام کا تھا جو آپؑ کے تربیت یافتہ تھے اور ہجرت میں آپؑ کے ساتھ ساتھ تھے۔

حضرت لوط علیہ السلام کے والد کا نام ہاران تھا جو حضرت ابراہیمؑ کے بڑے بھائی تھے۔ ہاران کے انتقال کے بعد حضرت ابراہیمؑ نے حضرت لوط علیہ السلام کو اپنی آغوشِ تربیت میں لے لیا تھا۔ اسی لیے وہ اور حضرت سارہ ملت ابراہیمی کے پہلے مسلم اور ''السابقون الاولون'' میں داخل ہیں۔ قرآن شہادت دیتا ہے۔

''پس ایمان لایا لوط، حضرت ابراہیم (کے دین پر) اور کہا میں ہجرت کرنے والا ہوں اپنے رب کی جانب۔''

☆......☆......☆

حضرت ابراہیم علیہ السلام عراق کے قصبہ ''اور'' کے باشندے تھے۔ ان کی قوم بت پرست اور ستارہ پرست تھی۔ گویا شرک کی آخری حدوں کو چھو رہی تھی۔ ان کے والد آذر اپنی قوم کے مختلف قبائل کے لیے لکڑی کے بت بناتے اور فروخت کیا کرتے تھے مگر اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو شروع ہی سے حق کی بصیرت اور رشد و ہدایت عطا فرمائی تھی۔

''اور بلاشبہ ہم نے حضرت ابراہیمؑ کو اول ہی سے رشد و ہدایت عطا کی تھی اور ہم اس کے معاملے کو جاننے والے تھے۔'' (الانبیا)

حضرت ابراہیمؑ کو شروع ہی سے یقین تھا کہ بت نہ سن سکتے ہیں، نہ دیکھ سکتے ہیں اور نہ کسی پکار کا جواب دے سکتے ہیں اور نہ نفع و نقصان سے ان کا کوئی واسطہ ہے۔ وہ صبح و شام اپنی آنکھوں سے دیکھتے تھے کہ ان کا باپ ان مورتیوں کو اپنے ہاتھوں سے بناتا ہے اور جس طرح اس کا جی چاہتا ہے ناک، کان اور آنکھیں تراش لیتا ہے اور پھر خریدنے والوں کے ہاتھوں فروخت کر دیتا ہے۔ یہ کیسا خدا ہے جو بیچا اور خریدا جا سکتا ہے۔

ان کی قوم بت پرستی کے ساتھ ساتھ ''کواکب یعنی ستارہ پرستی'' میں بھی مبتلا تھی۔ ان کا عقیدہ تھا کہ انسانوں کی موت و حیات، ان کا رزق ان کا نفع و ضرر، خشک سالی، فتح و شکست غرض کارخانہ عالم کا نظم و نسق کواکب اور ان کی حرکات کی تاثیر پہ چل رہا ہے۔ اس لیے ان کی خوشنودی اور ان کی پرستش ضروری ہے۔

حضرت ابراہیمؑ کے سامنے یہ سوال بھی تھا کہ قوم کا یہ عقیدہ درست ہے یا باطل۔ اس پر بھی غور کرنا ضروری تھا تاکہ کسی نتیجے پر پہنچ کر قوم کے سامنے اپنے دلائل رکھ سکیں اور انہیں حقائق سے آگاہ کریں۔

تاروں بھری رات تھی۔ ایک ستارہ خوب روشن تھا۔ آپؑ نے اسے دیکھ کر فرمایا۔ ''میرا رب یہ ہے'' کیونکہ یہ ہی سب سے روشن ہے لیکن جب وہ وقت مقررہ پر نظروں سے اوجھل ہوگیا تو آپؑ نے فرمایا۔ ''میں ڈوبنے والے کو پسند نہیں کرتا۔ پھر نگاہ اٹھائی تو دیکھا، چاند آب و تاب کے ساتھ موجود ہے۔ فرمایا۔ ''یہ میرا پروردگار ہے؟'' لیکن سحر کی آمد کے

Marfat.com

ساتھ جب وہ بھی ڈوب گیا تو بے اختیار آپؑ کی زبان مبارک سے نکلا۔

''اگر میرے پروردگار نے مجھے راہ نہ دکھائی ہوتی تو میں ضرور اسی گروہ میں ہوتا جو راہ راست سے بھٹک گیا ہے۔''

تاروں بھری رات ختم ہوئی۔ ستارے اور چاند سب نظر سے اوجھل ہوگئے۔ اب آفتاب عالم تاب کا رخ روشن سامنے آیا۔ حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا۔''کیا یہ میرا رب ہے؟ نظام فلکی میں اس سے بڑا ستارہ کوئی نہیں۔''

دن بھر چمکنے کے بعد سورج بھی غروب ہوگیا۔ گویا اس کی حیات بھی موت میں تبدیل ہوگئی۔ جس کو موت آجائے وہ پروردگار کیسے ہوسکتا ہے۔ پروردگار، یہ چاند ستارے نہیں بلکہ وہ ہستی ہے جس کے حکم سے یہ ڈوبتے اور طلوع ہوتے ہیں۔ اس یقین کے ساتھ ہی وہ پکار اٹھے۔

''اے میری قوم! تم جو کچھ خدا کے ساتھ شریک ٹھہراتے ہو۔ میں اس سے بے زار ہوں۔ بلاشبہ میں نے اپنا رخ صرف اس ہستی کی طرف اسی ایک خدا کی جانب کرلیا ہے جو زمینوں اور آسمانوں کا خالق ہے۔ میں حنیف ہوں اور مشرک نہیں ہوں۔''

قرآن کے بقول ''ہم نے حضرت ابراہیمؑ کو آسمانوں کی اور زمین کی بادشاہت کے جلوے دکھائے تاکہ وہ یقین رکھنے والوں میں سے ہوجائے۔''

یقین کے یقین کامل میں بدلتے ہی وہ دعوت حق کے لیے مضطرب ہوگئے۔ شرک کا سب سے بڑا مرکز خود ان کے اپنے گھر میں قائم تھا۔ آذر کی بت سازی پوری قوم کے لیے محور بنی ہوئی تھی۔ آپؑ نے سب سے پہلے اپنے والد کو مخاطب کیا۔

''اے باپ! خدا پرستی کے لیے جو راستہ تو نے اختیار کیا ہے اور جس کو آباؤ اجداد کا قدیم راستہ بتلاتا ہے یہ گمراہی اور باطل پرستی کی راہ ہے اور صراط مستقیم اور راہ حق صرف وہی ہے جس کی دعوت میں دے رہا ہوں۔ توحید ہی سرچشمہ نجات ہے نہ کہ تیرے ہاتھ کے بنائے ہوئے ان بتوں کی پرستش و عبادت۔

''اے میرے باپ! تو کیوں ایک ایسی چیز کی پوجا کرتا ہے جو نہ سنتی ہے، نہ دیکھتی ہے نہ تیرے کسی کام آسکتی ہے۔ میں سچ کہتا ہوں، علم کی ایک روشنی مجھے مل گئی ہے جو تجھے نہیں ملی۔ پس میرے پیچھے چل۔ میں تجھے سیدھی راہ دکھاؤں گا۔ اے میرے باپ! شیطان کی بندگی نہ کر۔ شیطان تو خدائے رحمٰن سے نافرمان ہو چکا ہے۔ میں ڈرتا ہوں کہیں ایسا نہ ہو، خدائے رحمٰن کی طرف سے کوئی عذاب تجھے گھیرے اور تو شیطان کا ساتھی ہوجائے۔''

حضرت ابراہیمؑ کو یقین تھا کہ باپ پر اس کی باتیں اثر انداز ہوں گی لیکن افسوس آذر پر اس نصیحت کا مطلق اثر نہ ہوا۔ وہ بیٹے کے خلاف تن کر کھڑا ہوگیا۔

''ابراہیم! کیا تو میرے دین سے پھر گیا ہے؟ یاد رکھ، اگر تو ایسی باتوں سے باز نہ آیا تو میں تجھے سنگسار کردوں گا۔ اپنی خیر چاہتا ہے تو جان سلامت لے کر مجھ سے الگ ہوجا۔''

ایک طرف باپ تھا۔ وہ کفر و شرک پر سہی لیکن احترام لازم تھا۔ سختی کا جواب سختی سے نہیں دیا جاسکتا تھا۔ آپؑ نے نہایت نرمی کے ساتھ جواب دیا۔

''اے باپ! اگر میری بات کا یہی جواب ہے تو آج سے میرا تیرا سلام ہے۔ میں خدا کے سچے دین اور اس کے پیغام حق کو نہیں چھوڑ سکتا۔ میں آج سے جدا ہوتا ہوں مگر غائبانہ تیرے لیے پروردگار الٰہی میں بخشش کی دعا کرتا رہوں گا تاکہ تجھ کو ہدایت نصیب ہو۔''

اس جدائی کے بعد پیغمبر کی شان یہی تھی کہ وہ اپنی قوم کو مخاطب کرے اور اسے راہ راست پر لانے کی کوشش کرے۔ اسے پیغام حق سنانے کی حجت پوری کرے۔

Marfat.com

کم و بیش اکیس بائیس سو سال ق ۔ م کا دَور ابراہیمی کفر و ضلالت سے آباد تھا۔ حضرت صالح علیہ السلام کے بعد سے کوئی نبی نہیں آیا تھا لہٰذا قومیں شترِ بے مہار کی طرح دوڑ رہی تھیں۔ خصوصاً عراق و بابل کا برا حال تھا۔ حضرت ابراہیمؑ کو ایسی ہی بے سمت قوم کو راہ راست دکھانی تھی۔

قصبہ ''اور'' کے بازاروں میں ایک روز ایک آواز گونج رہی تھی ''کون خریدتا ہے ان بتوں کو جو نہ نفع پہنچا سکتے ہیں نہ نقصان۔''

اس طرح تو کوئی دیوانہ ہی اپنا سودا بیچ سکتا ہے، لوگوں نے سوچا اور اس آواز کی طرف دوڑ پڑے۔ حضرت ابراہیمؑ اسی لیے ایسی آوازیں لگا رہے تھے تاکہ لوگ جمع ہوں اور انہیں تبلیغ کا موقع مل جائے۔

''ارے یہ تو آذر کا بیٹا ابراہیم ہے۔ باپ کیسا نیک آدمی کہ اپنے ہاتھوں سے بت بناتا ہے اور اور بیٹا! اسے دیکھو کہہ رہا ہے نہ نفع پہنچا سکتے ہیں نہ نقصان۔''

''سنا ہے اس نے آذر سے بھی بدکلامی کی تھی۔ انہوں نے اس سے علیحدگی اختیار کر لی ہے۔''

''اسی لیے یہ اس کا غصہ ہم پر اتار رہا ہے۔'' لوگ ایک دوسرے سے باتیں کر رہے تھے۔ جب بہت سے لوگ جمع ہو گئے تو ان کی ہمت دراز ہو گئی۔ انہوں نے حضرت ابراہیمؑ سے باز پرس کی۔

''ابھی جو تم کہہ رہے تھے ذرا پھر سے تو کہو۔''

''اب کے میں کہتا نہیں، تم سے پوچھتا ہوں۔ تم لوگ خود بتاؤ کہ جن کی تم پرستش کرتے ہو، یہ تم کو کسی بھی قسم کا نفع یا نقصان پہنچا سکتے ہیں؟''

''ان باتوں کے جھگڑے میں ہم پڑنا نہیں چاہتے۔ ہم تو یہ جانتے ہیں کہ ہمارے باپ دادا یہی کرتے چلے آئے تھے لہٰذا ہم بھی وہی کر رہے ہیں۔''

''تمہارے باپ دادا بھی غلطی پر تھے۔ تم بھی غلطی کر رہے ہو۔''

''ابراہیم! اگر یہ غضب ناک ہو گئے تو تمہیں تباہ کر دیں گے۔''

''یہی تو تمہاری غلط فہمی ہے۔ تمہارے کاہنوں نے تمہارے دلوں میں غلط خوف بٹھا دیا ہے۔ اگر یہ کوئی نقصان پہنچا سکتے ہیں تو مجھے پہنچا لیں۔ میں اعلانیہ کہتا ہوں کہ میں انہیں اپنا دشمن سمجھتا ہوں اور ان سے اعلان جنگ کرتا ہوں۔''

لوگ آپؑ کے بے خوف لہجے کو سن کر حیرت میں پڑ گئے۔ بعض تو یہ کہنے لگے کہ حضرت ابراہیمؑ کے ہوش جاتے رہے ہیں ورنہ اتنا بڑا دعویٰ نہ کرتے۔ اب دیکھنا یہ معبود اسے کیسے تباہ کرتے ہیں۔

ان کی قوم کے نزدیک یہ ان کی پہلی غلطی تھی اس لیے زیادہ شور نہیں مچایا گیا لیکن جب ایسی غلطیاں بار بار سرزد ہونے لگیں تو کاہنوں اور پیشواؤں کو فکر لاحق ہوئی۔ انہوں نے حضرت ابراہیمؑ کے خلاف لوگوں کو بھڑکانا شروع کر دیا۔

ایک عرصہ گزر گیا۔ حضرت ابراہیمؑ نے ہر دلیل استعمال کر کے دیکھ لی مگر قوم اپنے باپ دادا کے دین کو چھوڑنے پر تیار نہیں تھی۔ وہ اپنے بے جان معبودوں کی طرح اندھے، گونگے اور بہرے بن گئے۔ آپؑ کے بھتیجے حضرت لوط علیہ السلام اور آپؑ کی زوجہ حضرت سارہ کے سوا کوئی نہیں تھا جو آپؑ پر ایمان لایا ہو۔ قوم کے پاس کوئی دلیل تو تھی نہیں۔ تبلیغ کے جواب میں لڑنے جھگڑنے لگتے اور دھمکیوں پر اتر آتے۔ حضرت ابراہیمؑ کئی برس کی کوششوں کے بعد اتنے تنگ آ گئے تھے کہ انہوں نے بھی اس قوم کو سزا دینے کا سوچ لیا کہ شاید اسی طرح اس قوم کو کچھ عقل آ جائے۔ باتوں باتوں میں ایک دن یہ کہہ گزرے کہ میں تمہارے بتوں کے ساتھ ایک خفیہ چال چلوں گا۔ یہ جملہ بہت آہستہ سے ادا ہوا تھا لیکن پھر بھی کئی لوگوں نے سن لیا تھا لیکن مفہوم واضح نہیں تھا اس لیے کوئی توجہ نہیں دی اور بات آئی گئی ہو گئی۔

حضرت ابراہیمؑ اپنے منصوبے پر عمل کرنے کے لیے اس خاص تہوار کے انتظار میں تھے جب شہر سے باہر میلہ لگا کرتا

Marfat.com

تھا اور پوری قوم اس میلے میں شریک ہونے کے لیے شہر خالی کر دیا کرتی تھی۔ کئی مہینوں کے انتظار کے بعد وہ دن آ گیا۔ قوم کی قوم ڈھول تاشے بجاتی ہوئی اس میلے کی طرف جا رہی تھی۔ کچھ لوگوں نے آپؑ سے بھی کہا لیکن آپؑ بیماری کا بہانہ کر کے رک گئے۔ لوگوں نے بھی زیادہ کہنا مناسب نہ سمجھا کہ وہ آپؑ کے عقائد سے واقف تھے۔ جب پورا شہر سناٹے میں ڈوب گیا تو آپؑ خاموشی سے اٹھے اور ہیکل میں پہنچ گئے۔ یہاں ایک بڑا دیوتا تھا اور بہت سے چھوٹے چھوٹے بت رکھے ہوئے تھے۔ آپؑ نے ان چھوٹے بتوں میں سے کسی کی ناک توڑ دی، کسی کے کان نوچ لیے، کسی کی آنکھیں نکال لیں۔ کسی کو اوندھے منہ لڑھکا دیا۔ صرف بڑے بت کو صحیح سالم رہنے دیا اور ہیکل (مندر) سے باہر نکل آ گئے۔ کسی کو معلوم بھی نہ ہو سکا کہ کون آیا تھا، کیا کر گیا اور کہاں چلا گیا۔

جب لوگ میلے سے واپس آئے اور ہیکل میں گئے تو ان کے ہوش اڑ گئے۔ صدمے سے ان کا برا حال تھا۔ سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ یہ حرکت کس نے کی ہے اور اب ان بتوں کا عذاب کس طرح ہم پر ٹوٹے گا۔

ابھی لوگ چہ میگوئیاں کر رہے تھے کہ بعض لوگوں کو حضرت ابراہیمؑ کا وہ جملہ یاد آیا۔ ''میں تمہارے بتوں کے ساتھ خفیہ چال چلوں گا۔'' اس جملے کے ساتھ ہی اس کا مطلب بھی سمجھ میں آ گیا۔

''یہ ضرور اس شخص کا کام ہے جس کا نام ابراہیم ہے۔ وہی ہمارے دیوتاؤں کا دشمن ہے۔''

''ان میں سے بعض کہنے لگے، ہم نے ایک جوان کی زبان سے ان بتوں کا (برائی کے ساتھ) ذکر سنا ہے۔ اس کا نام ابراہیم ہے۔'' (الانبیا)

سرداروں اور کاہنوں کے چہرے سرخ ہو گئے۔ جوش غضب سے آوازیں بھاری تھیں۔ انہوں نے فوراً حکم دیا کہ حضرت ابراہیمؑ کو فوراً پکڑ کر لاؤ۔

بعض لوگ تو آپؑ کو اذیت دینے کے بہانے ڈھونڈ رہے تھے۔ دوڑے ہوئے گئے اور حضرت ابراہیمؑ کو پکڑ کر لے آئے۔ جس جس کو پتا چلتا گیا وہ ہیکل کے سامنے پہنچتا گیا۔ اس معرکے کو دیکھنے کے لیے کثیر تعداد میں لوگ جمع ہو گئے۔ حضرت ابراہیمؑ اتنی بڑی تعداد میں لوگوں کو دیکھ کر خوش ہو گئے کہ آج پورے شہر کے سامنے کاہن اور سردار جس طرح لاجواب ہوں گے اسے پورا شہر دیکھے گا اور ہو سکتا ہے میری بات کچھ دلوں پر اثر بھی کر جائے۔

''ابراہیم! کیا تو نے ہمارے دیوتاؤں کے ساتھ یہ سب کیا ہے؟'' کاہن نے پوچھا۔

''میں نے نہیں بلکہ اس بڑے دیوتا نے یہ سب کیا ہے۔ اگر میرا یقین نہیں ہے تو خود اس سے پوچھ لو۔''

''یہ تو بے جان ہیں۔ یہ کب بول سکتے ہیں؟'' کاہن کے منہ سے بے اختیار نکلا۔

''یہی تو میں کہتا ہوں۔'' حضرت ابراہیمؑ نے فاتحانہ انداز میں کہا۔ ''تمہارے یہ دیوتا بولنے تک کی طاقت نہیں رکھتے۔ اپنا دفاع نہیں کر سکتے پھر یہ تمہیں نفع یا نقصان کیا پہنچا سکتے ہیں۔ تم پھر بھی ان کو پوجتے ہو۔ کیا تم عقل سے کام نہیں لیتے۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو پیدا کیا ہے۔ اسی کی عبادت کرو۔''

اس بہترین دلیل کا اثر تو یہ ہونا چاہیے تھا کہ تمام قوم باطل عقائد سے توبہ کرتی لیکن باطنی خباثت نے اس طرف آنے ہی نہیں دیا۔ اس کے برعکس لوگوں نے نعرۂ عداوت بلند کیا۔

''اگر دیوتاؤں کی خوشنودی چاہتے ہو تو اس کو دہکتی ہوئی آگ میں جلا ڈالو تاکہ نہ رہے یہ نہ اس کی دعوت و تبلیغ۔ قصہ ہی پاک ہو جائے۔''

''ہم تیاری کرتے ہیں۔ بس یہ نظر رکھو کہ یہ شہر چھوڑ کر نہ بھاگ جائے۔''

''یہ تو مشکل کام ہے۔ پھر بھی ہم کوشش کرتے ہیں۔ اس کے گھر کی نگرانی کرتے رہیں گے۔''

حضرت ابراہیمؑ کو چھوڑ دیا گیا لیکن ان کے گھر کی نگرانی اور انہیں آگ میں جلانے کی تیاری ہوتی رہی البتہ بعض

Marfat.com

لوگ اس سزا کے مخالف بھی تھے۔ ان کا خیال تھا یہ ابراہیم آخر آذر کا بیٹا ہے۔ آذر ہمارے لیے بت بناتا ہے۔ اس کا خیال ضرور کرنا چاہیے۔ اگر اس کے بیٹے کو سزا دینی ہے تو اسے یہاں سے نکال دو۔

قوم میں اختلاف ہو گیا تھا اور ممکن تھا آپ کو آگ میں ڈالنے کا فیصلہ واپس لے لیا جاتا لیکن انہی دنوں بادشاہ عراق کے سپاہی حضرت ابراہیمؑ کو پوچھتے ہوئے آئے اور اپنے ساتھ لے جا کر دربار شاہی میں پیش کر دیا۔

ان دنوں عراق کے بادشاہ کا لقب نمرود ہوتا تھا۔ وہ صرف بادشاہ ہی نہیں ہوتے تھے بلکہ اپنے آپ کو رب اور مالک کہلواتے تھے۔ رعایا ان کی پرستش دیوتاؤں کی طرح کرتی تھی۔

نمرود کو جب معلوم ہوا کہ قصبہ ''اور'' میں ایک شخص ہے جو ستاروں کی پرستش اور دیوی دیوتاؤں کے خلاف ہے تو اس کی آنکھوں میں خون اتر آیا۔ وہ سوچنے لگا کہ اگر یہ شخص اسی طرح تقریریں کرتا رہا تو رعایا کو میری طرف سے بھی بددل کر دے گا۔ پھر مجھے خدا کون مانے گا۔ باپ دادا کے مذہب کے ساتھ ساتھ میری سلطنت کا رعب بھی جاتا رہے گا۔ اس شخص سے ملا تو جائے۔ ممکن ہے اسے دولت سے خریدا جا سکے۔ یہی سوچ کر اس نے آپؑ کو دربار میں طلب کیا تھا۔

سرکش بادشاہ تخت پر بیٹھا تھا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام قیدیوں کی طرح اس کے سامنے تھے۔ نمرود نے آپؑ کو سر سے پاؤں تک دیکھا پھر دربار میں اس کی آواز گونجی۔

''تو باپ دادا کے دین کی مخالفت کیوں کرتا ہے اور مجھے رب ماننے سے کیوں انکاری ہے؟''

''اس لیے کہ میں خدائے واحد کا پرستار ہوں۔ کسی کو اس کا شریک نہیں مانتا۔ تمام عالم اسی کی مخلوق ہے۔ وہی ان سب کا خالق و مالک ہے۔ رہی بات تیری، تو بھی اسی طرح ایک انسان ہے جس طرح ہم سب انسان ہیں پھر تو کس طرح خدا ہو سکتا ہے۔''

''یہ اتنے جو لوگ مجھے ''رب'' مانتے ہیں؟''

''یہ سب غلط راہ پر ہیں۔ میں صحیح راہ پر ہوں۔''

''تیرے پاس کیا دلیل ہے؟''

''دلیل تو مانگ۔''

''اگر میرے علاوہ تیرا کوئی رب ہے تو اس کا ایسا وصف بیان کر جس کی قدرت مجھ میں نہ ہو۔''

''میرا رب وہ ہے جس کے قبضے میں موت و حیات ہے۔ وہی موت دیتا ہے اور وہی زندگی بخشتا ہے۔''

''یہ تو نے کون سی نئی بات کہی۔'' بادشاہ نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا۔ ''یہ قدرت تو مجھے بھی ہے۔ تجھے یقین نہیں تو یہ دیکھ۔''

بادشاہ نے اسی وقت جلاد کو حکم دیا۔ جلاد نے اس وقت ایک بے قصور شخص کی گردن اڑا دی۔ جیل کے داروغہ کو حکم دیا کہ کسی ایسے قیدی کو پیش کرو جسے موت کی سزا سنائی جا چکی ہے۔ ایسا قیدی اسی وقت پیش کر دیا گیا۔ نمرود نے اسی وقت اس کی جان بخشی کے احکام صادر کر دیے۔

''اے ابراہیم! دیکھا تو نے۔ میں بھی اسی طرح زندگی بخشتا اور موت دیتا ہوں پھر تیرے خدا کی کیا خصوصیت رہی۔ اگر موت و حیات دینا ہی تیرا معیار ہے تو مجھے بھی خدا مان۔ کیوں نہیں مانتا؟''

''میں اس ہستی کو ''اللہ'' کہتا ہوں جو روزانہ سورج کو مشرق سے لاتا اور مغرب کو لے جاتا ہے۔ مشرق سے طلوع ہوتا ہے اور مغرب میں ڈوب جاتا ہے۔ اگر تو خدائی کا دعوے دار ہے تو سورج کو مغرب سے نکال اور مشرق میں چھپا۔''

نمرود کبھی یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ وہ ایسا کرنے پر قادر ہے کیونکہ اول تو وہ ایسا کر نہیں سکتا تھا اور دوسرے یہ کہ اپنے ہم قوموں کی طرح وہ بھی سورج کو دیوتا کہتا تھا۔ اسے یہ جواب ضرور دینا پڑتا کہ یہ کیسا دیوتا ہے جو کسی کے کہنے سے اپنی سمت

Marfat.com

بدل سکتا ہے۔

نمرود کی انا اس کے آڑے آئی۔ وہ لاجواب ہوگیا تھا لیکن دلیل کا جواب دلیل سے دینے کے بجائے وہ بھی قوم کے دوسرے لوگوں کی طرح حضرت ابراہیمؑ سے جھگڑنے لگا۔

''میری رعایا کا فیصلہ اس کے بارے میں بالکل ٹھیک ہے۔ اگر تم لوگ اپنے خداؤں کا بدلہ لینا چاہتے ہو تو اس شخص کو جلا ڈالنا ہی بہتر ہے۔''

بادشاہ سے لے کر رعایا تک سب نے متفقہ فیصلہ کرلیا کہ دیوتاؤں کی توہین کے جرم میں حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کو دہکتی آگ میں جلا دینا چاہیے۔ ایسے سخت جرم کی یہی سزا ہے۔ نمرود نے آپؑ کو یہ سوچ کر پابند سلاسل کردیا کہ کہیں بھاگ نہ جائیں۔ (بعض کا خیال ہے آپؑ ایک سال تک نمرود کی قید میں رہے۔ بعض نے سات سال لکھا ہے)۔

حضرت ابراہیمؑ کو آگ میں ڈالنے کی تیاریاں زور و شور سے شروع ہوگئیں۔ یہ کام ایک مذہبی جشن کی تیاری کے طور پر کیا جا رہا تھا۔ ہر کافر پر لازم تھا کہ وہ آگ روشن کرنے کے لیے لکڑیاں جمع کرے۔ یہاں تک کہ اگر کوئی عورت بیمار ہوتی تو وہ یہ منت مانتی کہ اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے شفا عطا فرمائی تو میں حضرت ابراہیمؑ کے لیے لکڑیاں جمع کروں گی۔

اس کام کے لیے ایک بڑی عمارت بنادی گئی اور لکڑیاں جمع کرنا شروع کردیں۔ ہزاروں من لکڑیاں اس عمارت میں جمع ہوگئیں۔ جب تیاری مکمل ہوگئی اور حضرت ابراہیمؑ کو آگ میں ڈالنے کا ارادہ ہوگیا تو چاروں طرف سے آگ کو خوب بھڑکا دیا گیا۔ آگ کے شعلے ایسے بلند ہو رہے تھے کہ دور دور کی چیزیں جھلس رہی تھیں۔ جب آپؑ کو اس آگ میں پھینکنے کے لیے ایک بلند عمارت کی طرف لے جایا جا رہا تھا تو آپؑ نے آسمان کی طرف دیکھا اور اللہ رب العزت کی بارگاہ میں دعا بہ لب ہوئے۔

''اے اللہ! تو آسمانوں میں اکیلا ہے۔ تو زمین میں اکیلا ہے اور زمین پر تیری عبادت کرنے والا میرے سوا اور کوئی نہیں۔ میرا اللہ مجھے کافی ہے اور وہ بہترین کارساز ہے۔''

کفار نے آپؑ کو آگ میں ڈال دیا۔ اسی وقت آپؑ کی دعا قبول ہوئی اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم آیا۔ ''اے آگ سرد ہوجا اور حضرت ابراہیمؑ پر موجب (سلامتی) بن جا۔''

کہا جاتا ہے کہ اس وقت روئے زمین پر جہاں جہاں آگ جلی، وہ اپنی تاثیر کھو بیٹھی۔ حضرت ابراہیمؑ کے لیے بھی جو آگ جلائی گئی تھی وہ قدرت خداوندی سے گلزار بن گئی۔ آگ کی تپش آپؑ پر حرام ہوگئی۔ دشمن ان کو کسی قسم کا نقصان نہ پہنچا سکے۔ حضرت ابراہیمؑ دہکتی آگ سے سالم و محفوظ نکل آئے۔ آپؑ پر اس آگ کا صرف اتنا اثر ہوا تھا کہ آپؑ کی پیشانی پر پسینے کے چند قطرے ابھر آئے تھے آپؑ اس آگ سے باہر آئے تو پسینا پونچھ رہے تھے۔

اتنے بڑے معجزے کے بعد ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ پوری بستی ایمان لے آتی لیکن بادشاہ نے حضرت ابراہیمؑ کے خدا کا اعتراف تو کیا لیکن اس نے اپنے عقائد سے توبہ نہیں کی۔

''میں تیرے خدا کے حضور چار ہزار جانور ذبح کرنے کو تیار ہوں۔'' نمرود نے کہا۔

''جب تک تو اپنے دین کو چھوڑ کر میرا دین اختیار نہیں کرلے، اللہ تعالیٰ تیری کسی چیز کو قبول نہیں کرے گا۔''

''میں اپنی بادشاہت نہیں چھوڑ سکتا۔''

ان کی قوم نے اسے کھلا جادو قرار دیا اور سب منہ موڑ کر چلے گئے۔ اب کسی میں یہ ہمت نہیں تھی کہ آپؑ کو تکلیف پہنچاتا لیکن اللہ کے نبی کی صرف یہ منشا تو نہیں تھی کہ اسے کوئی تکلیف نہ پہنچائے اس کی منزل تو یہ تھی کہ اس کی قوم بت پرستی چھوڑ کر ایک اللہ پر ایمان لے آئے اور اس کی اب کوئی صورت نظر نہ آتی تھی۔ آپؑ نے ارادہ کرلیا کہ اپنے شہروں کو چھوڑ

Marfat.com

کر کسی ایسی سرزمین کی طرف چلے جائیں جس میں اپنے پروردگار کی عبادت پر کسی قسم کی روک ٹوک نہ ہو اور دعوت الٰہی کا میدان بھی کھلا ہو۔ آپؑ نے اعلان فرما دیا۔

''میں تو اپنے پروردگار کی طرف ہجرت کرنے والا ہوں۔ بے شک وہ زبردست حکمت والا ہے۔'' یہ صرف ان کا ارادہ نہیں تھا۔ اللہ کی رضا بھی اس میں شامل تھی۔

''(ہم نے حضرت ابراہیمؑ کو اور لوط کو) ایسی زمین کی طرف نجات دی (یعنی راستہ دیا) جس میں ہم نے جہان والوں کے لیے برکتیں رکھی ہیں۔''

حضرت ابراہیمؑ اپنے والد اور قوم سے جدا ہو کر وطن سے نکلے اور فرات کے غربی کنارے کے قریب ایک بستی میں چلے گئے جو کلانیین کے نام سے مشہور تھی۔ حضرت لوط علیہ السلام اور حضرت سارہ ہم سفر تھیں۔ کچھ عرصہ اس بستی میں رہنے کے بعد آپؑ حران یا حاران کی جانب روانہ ہو گئے اور وہاں دین حنیف کی تبلیغ شروع کر دی۔ یہاں رہ کر آپؑ نے کھیتی باڑی شروع کر دی جس سے آپؑ کے مال و متاع میں اضافہ ہوا۔ آپؑ کے اور حضرت لوط علیہ السلام کے پاس بڑے بڑے ریوڑ جمع ہو گئے تھے۔ ان کے لیے محافظ اور چرواہے مقرر کیے گئے تھے۔ اس کے ساتھ ہی ان چرواہوں کے درمیان، چراگاہوں کی تلاش اور استعمال پر جھگڑے شروع ہو گئے تھے جو ان دو حضرات کی بردباری کی وجہ سے کوئی بڑی مشکل اختیار نہیں کر سکے تھے۔

آپؑ کا رخ شروع ہی سے شام کی طرف تھا۔ ایک طویل عرصہ حران میں گزارنے کے بعد آپؑ وہاں سے نکلے اور مختلف بستیوں میں تبلیغ کرتے ہوئے فلسطین تک پہنچے۔ آپؑ نے فلسطین کے غربی اطراف میں سکونت اختیار کی۔ یہ علاقہ کنعانیوں کے زیر اقتدار تھا۔ پھر قریب ہی شکیم (نابلس) میں چلے گئے اور وہاں کچھ عرصہ قیام کیا لیکن یہاں زیادہ عرصہ قیام نہیں کیا اور غرب کی جانب بڑھتے چلے گئے۔

آپؑ نے مصریوں کی آسودگی کے بارے میں سن رکھا تھا لہٰذا آپؑ نے ہجرت کر کے مصر جانے کا عزم کر لیا تھا کہ مصریوں کی فراخ دستی سے فائدہ اٹھائیں اور وہاں کے علمائے یہود سے اللہ کی ذات و صفات کے بارے میں تبادلہ خیالات کریں۔ آپؑ نے سفر کیا اور اپنے ریوڑ سمیت مصر پہنچ گئے۔ حضرت لوطؑ اس وقت بھی آپؑ کے ساتھ تھے۔ اس کے علاوہ کچھ وہ لوگ بھی تھے جو آپؑ پر ایمان لے آئے تھے اور آپؑ کے ساتھ ہجرت پر بضد تھے۔ یہی آپؑ کے اور حضرت لوط علیہ السلام کے ریوڑوں کی حفاظت پر متعین تھے۔

☆......☆......☆

شام ہونے کو تھی۔ سورج اپنی کرنوں کو سمٹ جانے کا حکم دے چکا تھا کہ حضرت لوطؑ کے چرواہے آپؑ کے پاس حضرت ابراہیمؑ کے چرواہوں اور محافظوں کی شکایت لے کر آئے۔ دن میں جو واقعہ پیش آ چکا تھا اسے بیان کیا۔

''جناب، آپؑ کے چچا کے آدمیوں کو یہ زعم ہے کہ وہ آپؑ کے چچا کے ملازم ہیں۔ ان کے سامنے ہماری تو کوئی حیثیت ہی نہیں ہے۔ ہر اچھی چراگاہ میں اپنے جانور لے کر گھس جاتے ہیں۔''

''ان کا یہ زعم بجا ہے کہ وہ حضرت ابراہیمؑ کے نوکر ہیں۔ رہی جانوروں کی بات تو اگر ان کے جانور پہلے چر لیتے ہیں تو تمہیں کیا شکایت ہے؟''

''بات یہ نہیں ہے بلکہ ان لوگوں نے اسے اپنی انا کا مسئلہ بنا لیا ہے۔ ہم کوئی ان سے کم ہیں۔''

''دیکھو، تم لوگ یہ امید نہ رکھنا کہ میں اپنے چچا کے مقابلے میں تمہارا ساتھ دوں گا۔''

''ہمیں آپؑ کی حمایت کی نہیں آپؑ کی اجازت کی ضرورت ہے۔''

''کس بات کی اجازت؟''

Marfat.com

''اگر انہوں نے اپنا رویہ نہیں بدلا تو ہم ان سے جنگ کریں گے۔''

''خبردار! اگر تم نے ایسا کیا۔''

''اب ہم سے ان کی زیادتیاں برداشت نہیں ہوتیں۔''

''اچھا میں انہیں سمجھاؤں گا۔ تم لوگ اس وقت تک خاموش رہو۔''

اس قسم کی شکایتیں حضرت ابراہیمؑ کے آدمیوں نے بھی ان سے کیں۔ انہوں نے بھی سمجھا بجھا کر معاملہ رفع دفع کیا لیکن اپنے آدمیوں کے تیور دیکھ کر انہیں فکر ضرور لاحق ہوگئی تھی۔ وہ سوچنے لگے تھے کہ اگر اس کا کوئی علاج نہ کیا گیا تو ہم دونوں کے آدمی آپس میں لڑ پڑیں گے۔ یہ بھی ہوسکتا ہے لوط (علیہ السلام) کے دل میں میری طرف سے برائی آجائے۔ کسی مرحلے پر اس کے دل میں یہ بات آسکتی ہے کہ میرے آدمی اس کے آدمیوں کے ساتھ اس لیے زیادتی کررہے ہیں کہ میں بڑا ہوں یا اپنے آدمیوں کی حمایت کرتا ہوں۔ اس سے پہلے کہ یہ معاملہ طول کھینچے، ہمیں اس کا حل نکالنا ہوگا۔ حل بھی انہوں نے سوچ لیا تھا، صرف مشورہ کرنا باقی تھا۔ مشورے کے لیے کہیں دور تو جانا نہیں تھا۔ حضرت لوط علیہ السلام ان کے ساتھ ہی تھے۔ بس یہ غیرت آرہی تھی کہ حضرت لوط علیہ السلام کہیں یہ نہ سمجھیں کہ وہ ان سے تنگ آگئے ہیں اور انہیں دور کردینا چاہتے ہیں لیکن کسی بڑے خون خرابے سے بچنے کے لیے ضروری بھی تھا کہ ان سے بات کی جائے۔

''لوط! میں نے کبھی تمہیں خود سے الگ سمجھا ہے؟''

''آپؑ تو میرے لیے بہ منزلہ والد کے ہیں۔ آپؑ بھی ہمیشہ اسی شفقت سے پیش آتے ہیں۔''

''کیا تو نہیں چاہتا کہ یہ الفت ہمیشہ قائم رہے؟''

''کیوں نہیں چاہوں گا مگر آج یہ آپؑ کو ہو کیا گیا ہے۔ آپؑ ایسے سوالات کیوں کررہے ہیں؟''

''اس واسطے کہ تیرے اور میرے چرواہوں کے درمیان جھگڑے ہونے لگے ہیں۔ میں نہیں چاہتا کہ تیرے دل میں کوئی برائی پیدا ہو۔ یہ وقت آنے سے پہلے ہم اپنے راستے الگ کرلیں۔ تو اپنے لیے علاقہ پسند کرلے۔ تو اگر دائیں جائے گا تو میں بائیں چلا جاؤں گا۔''

''اگر آپؑ مجھے خود سے جدا کرنا چاہتے ہیں تو زمین کی تقسیم بھی آپ ہی کریں۔''

''جدائی کا فیصلہ صرف میرا نہیں۔'' حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا۔ ''اللہ تعالیٰ تمہیں نبی مقرر کرچکا ہے لہٰذا تم پر لازم ہے کہ تم اپنی قوم کی طرف جاؤ جو سدوم میں رہتی ہے اور دین حنیف کی تبلیغ کرو۔ چراگاہوں کا یہ جھگڑا بہانہ بن گیا۔ تمہیں تو جانا ہی تھا۔''

''مجھے آپ کی جدائی گوارا نہیں ہوتی۔ اگر میرا ریوڑ جھگڑے کا سبب بن رہا ہے تو میں اسے بھی چھوڑنے کو تیار ہوں۔''

''میرے بیٹے! تو ریوڑ چھوڑنے کی بات کررہا ہے، میں تو تجھے اور بہت کچھ دینے والا ہوں۔ میرا جو کچھ ہے تیرا ہی تو ہے۔ رہی بات جدائی کی تو کیا مجھے گوارا ہے لیکن اللہ کا حکم یہی ہے۔ یاد رکھ نبوت کا کام بہت سخت ہے۔''

اب حضرت لوط علیہ السلام کے پاس انکار کی گنجائش نہیں تھی۔ انہوں نے حکم الٰہی کے سامنے سر جھکالیا۔ انہیں یہ بھی معلوم ہوگیا تھا کہ انہیں سدوم کی طرف جانا ہے لیکن یہ معلوم نہیں ہورہا تھا کہ ان کے آقا، ان کے چچا، ان کے سب کچھ ان کے بعد کسی اور سرزمین کا رخ کریں گے یا مصر ہی میں قیام کریں گے۔ پوچھنے کی ہمت نہیں تھی لیکن یہ سوال دل میں آیا ضرور تھا۔

رات آہستہ آہستہ گزر رہی تھی۔ ان دونوں بابرکت حضرات کی خاموشی، رات کے سناٹے کو مزید گہرا کررہی تھی۔ دونوں کے پاس اب کہنے کو کچھ نہیں رہ گیا تھا۔ ایک ہجرت اور مقدر تھی لیکن پچھلی ہجرتوں سے منفرد اور مختلف۔ اب تک ہر

Marfat.com

سرزمین نے حضرت لوطؑ اور حضرت ابراہیمؑ کو ساتھ ساتھ دیکھا تھا لیکن اب جو سفر درپیش تھا اس میں دونوں حضرات کو اکیلے سفر کرنا تھا۔ اس خاموشی کو حضرت ابراہیمؑ نے زبان بخشی۔

''حکم الٰہی یہ ہے کہ تم سدوم اور عامورہ چلے جاؤ اور وہاں رہ کر دین حنیف کی تبلیغ کرو اور میری رسالت کا پیغام حق سناؤ اور میں واپس فلسطین چلا جاؤں اور وہاں رہ کر اسلام کی تعلیم و تبلیغ کر سر بلند کروں۔''

''مجھے آپؑ کے حکم سے انکار نہیں۔ میں ایسا ہی کروں گا۔''

اس مشاورت کے بعد حضرت لوط علیہ السلام مشرق کی طرف چل دیے۔ آپؑ کے ساتھ آپؑ کے جانور تھے، وفادار ساتھی اور آپؑ کی زوجہ۔ مصر کی گہما گہمی سے نکلنے کے بعد آپؑ ویرانوں اور راستے میں آباد بستیوں کو عبور کرتے ہوئے کسی زرخیز علاقے کی تلاش میں چلتے رہے۔ آپؑ کا پیشہ کھیتی باڑی تھا لہٰذا آپؑ ایسے خطہ اراضی کی تلاش میں تھے جہاں کھیتی باڑی آسان ہو۔ آپؑ کے جانور ایک جگہ پہنچ کر رک گئے۔ اس سے یہ ظاہر ہوتا تھا کہ اس زمین میں زرخیزی کے آثار ہیں۔ آپؑ نے یہاں کی مٹی اٹھا کر سونگھی اور زوجہ کو خوش خبری سنادی۔

''ہم یہیں خیمے لگالیتے ہیں۔ آگے اللہ کا مالک ہے۔''

یہ نہر اردن کے قریب ایک میدانی علاقہ تھا۔ یہ علاقہ شہر سدوم سے زیادہ دور نہیں تھا۔ آپؑ نے اپنی زوجہ پر ظاہر کردیا تھا کہ وہ فی الحال یہاں قیام کریں گے اور دو چار دن بعد شہر میں جاکر یہاں کے سرداروں سے ملیں گے اور اپنے رہنے کے لیے کوئی بندوبست کرکے لوٹیں گے۔

اردن کی اس جانب جہاں آج بحر میت یا بحر لوط واقع ہے سدوم اور عامورہ کی بستیاں آباد تھیں۔ لوگوں کا عقیدہ ہے کہ یہ تمام حصہ جو اب سمندر نظر آتا ہے، کسی زمانے میں خشک زمین تھی اور اس پر شہر آباد تھے۔ سدوم و عامورہ کی آبادیاں اسی مقام پر تھیں۔ یہ مقام شروع سے سمندر نہیں تھا بلکہ جب سدوم پر عذاب آیا اور اس زمین کا تختہ الٹ دیا گیا اور سخت زلزلے آئے تب یہ زمین کم از کم چار سو میٹر دھنس گئی اور پانی ابھر آیا۔ اسی لیے اس کا نام بحر میت اور بحر لوط پڑ گیا کیونکہ عذاب یافتہ یہ قوم، قوم لوط تھی۔

اتفاق سے یہی وہ وقت تھا جب اشوریوں اور سدومیوں کے درمیان جنگ بالکل تیار کھڑی تھی۔ اس کا سبب یہ بنا تھا کہ بارہ سال پہلے ایک طویل جنگ کے بعد اشوریوں نے سلاطین سدومیہ پر جزیہ مقرر کردیا تھا۔ یہ سلاطین بارہ سال تک تو اطاعت کرتے رہے اور جزیہ دیتے رہے لیکن تیرہویں سال بغاوت کردی۔ اشوری اپنے لشکر عظیم کے ساتھ سدوم پر چڑھ دوڑے۔ حضرت لوط علیہ السلام ابھی شہر میں داخل بھی نہیں ہوئے تھے کہ اشوری وہاں پہنچ گئے۔ سدومیوں اور اشوریوں میں گھمسان کا رن پڑا۔ آخر کار سدومیوں کو شکست ہوئی۔ بہت سے لوگ قتل ہوئے بہت سے گرفتار ہوگئے۔ ان قیدیوں میں حضرت لوطؑ بھی تھے جنہیں دوسرے قیدیوں کے ساتھ، اشوری اپنے ہمراہ لے گئے۔

جنگ کے ان بادلوں نے افواہوں کی بارش کی تو یہ اندوہناک خبر حضرت ابراہیمؑ تک پہنچ گئی۔ آپ حضرت لوطؑ سے جس شفقت کا برتاؤ فرمایا کرتے تھے اس کا تقاضا تھا کہ آپ کی رہائی کی فکر کی جائے۔ آپؑ نے اپنے غلاموں اور رفقا کو جمع کیا جن کی تعداد بہ مشکل تین سو بنتی تھی۔ یہ کوئی باقاعدہ لشکر بھی نہیں تھا جو ایک پیشہ ور فوج سے لڑے لیکن غیرت اور عزم کی طاقت ساتھ تھی۔ آپؑ نے ہتھیار مہیا کیے اور یہ چھوٹا سا لشکر نہر اردن کے قریب پہنچ کر دشمن کے تعاقب میں روانہ ہوگیا اور اس نہر کے ایک کنارے پر آباد شہر دان کے نزدیک اشوریوں کے آثار تلاش کرلیے۔ حضرت ابراہیمؑ کا لشکر ایک جگہ چھپ کر رات ہونے کا انتظار کرنے لگا تاکہ اشوریوں پر شب خون مارا جاسکے۔

رات ہوئی۔ ہوا پنکھا جھلنے لگی۔ آنکھوں کے کٹورے نیند سے بھرنے لگے۔ اشوریوں کو یہ وہم بھی نہیں ہوسکتا تھا کہ سدوی ان کا پیچھا کریں گے اس لیے ان کی طرف سے بے فکر ہوکر پہرے دار تک گہری نیند سو گئے۔

Marfat.com

مخبر نے ابھی ابھی خبر دی تھی کہ وہ اشوریوں کے لشکر میں گھوم پھر کر دیکھ آیا ہے۔ گہری نیند کے سوا کوئی نہیں ہے جو وہاں جاگ رہا ہو۔ حضرت ابراہیمؑ نے اپنے غلاموں کو ساتھ لیا اور اشوریوں پر ٹوٹ پڑے۔ وہ ابھی اسلحہ بھی سنبھالنے نہیں پائے تھے کہ قتل عام شروع ہو گیا۔ مقابلے کی تاب نہ رہی تو نیم خواب اشوری بھاگ کھڑے ہوئے۔ وہ اپنا اسلحہ اور ساز و سامان بھی ساتھ نہ لے جا سکے تھے۔

اس شاندار فتح کے بعد آپؑ نے سدومیوں کو جن کے ساتھ حضرت لوط علیہ السلام بھی تھے، چھڑا لیا اور سلامتی کے ساتھ واپس لوٹے۔ شاہ سدوم آپؑ کے استقبال کے لیے تیار کھڑا تھا۔ حضرت ابراہیمؑ نے تمام قیدی اس کے حوالے کیے۔ حضرت لوط علیہ السلام کو بھی اس مصیبت سے چھٹکارا مل گیا۔

اب آپؑ شہر سے باہر کے میدانی علاقے سے شہر سدوم میں منتقل ہو گئے۔ اہل شہر کو معلوم ہو چکا تھا کہ حضرت لوط علیہ السلام، حضرت ابراہیمؑ کے بھتیجے ہیں اور حضرت ابراہیمؑ کی وجہ سے سدومیوں کو آزادی ملی ہے لہٰذا سب ان کے احسان مند بھی تھے اس لیے شہر میں آپؑ کی موجودگی پر کوئی معترض نہیں ہوا یہ لوگ کسی اجنبی کو اپنے درمیان دیکھنے کے حق میں نہیں تھے اور نہ ہی اپنی عادات کے مطابق کسی نے آپؑ کو ستایا۔

☆......☆......☆

اس روز وقت سے پہلے اندھیرا چھا گیا تھا۔ شاید اس لیے کہ چاند کی آخری تاریخیں تھیں۔ حضرت لوط علیہ السلام کسی کام سے گھر سے باہر نکلے ہوئے تھے اور ابھی ابھی گھر پہنچے تھے۔ انہیں دیکھ کر ان کی زوجہ نے چراغ کی لو تیز کر دی تھی ورنہ وہ خود تو اندھیرے ہی میں بیٹھی ہوئی تھیں۔

''اللہ نے ہمیں کیسے لوگوں کے درمیان بھیج دیا ہے؟'' حضرت لوطؑ نے اپنی زوجہ سے کہا جو ان کے لیے کھانا بنانے میں مشغول ہو گئی تھیں۔

''اب کیا ہو گیا۔ آپؑ کو تو ان لوگوں سے روز ہی کوئی نہ کوئی شکایت پیدا ہو جاتی ہے۔''

''میں نے گھوم پھر کر اچھی طرح دیکھا ہے۔ یہ لوگ تو ایک ایسے گناہ میں مبتلا ہیں، جس کا خیال تک کسی کو نہ آیا ہوگا۔''

''ایسی کون سی معلومات مل گئیں آپ کو۔''

''یہ لوگ عورتوں کو چھوڑ کر خوبصورت لڑکوں کے پیچھے بھاگتے ہیں۔ یہ سراسر اللہ کے حکم سے روگردانی ہے۔ اولاد آدم میں کسی اولاد کو یہ کام کرتے ہوئے دیکھا ہے؟ یہ تو اسی قوم کی ایجاد ہے اور مزہ یہ ہے کہ پوری قوم اس بے شرمی کے کام میں رنگی ہوئی ہے۔ ایک دوسرے کے سامنے اپنے کارنامے بڑے فخر سے بیان کرتے ہیں۔ لڑکوں کے پیچھے اس طرح بھاگتے ہیں جیسے شکاری اپنے شکار کے پیچھے بھاگتا ہے۔''

''یہ ان لوگوں کا ذاتی فعل ہے۔ تمہیں اس سے کیا۔ کرنے دو جو کر رہے ہیں۔''

''مجھے اللہ تعالیٰ نے اس قوم کی اصلاح کے لیے بھیجا ہے۔''

''ہم پردیسی ہیں۔ آپ نے ان کے خلاف آواز بلند کی تو یہ ہمیں یہاں سے نکال بھی سکتے ہیں۔''

''تمہارا یہ خوف اپنی جگہ ٹھیک ہے لیکن مجھے یہی حکم ہے کہ میں انہیں اس بے شرمی کے کام سے روکوں۔''

''مجھے تو لگتا ہے تمہارے چچا حضرت ابراہیم (علیہ السلام) نے جان بوجھ کر تمہیں یہاں بھیجا ہے تاکہ تم ہلاکت میں پڑ جاؤ۔''

''کیسی باتیں کرتی ہو۔ یہ ان کا نہیں اللہ کا حکم تھا کہ میں سدوم کے لوگوں میں جا کر تبلیغ کروں۔''

''جو جی چاہے کرو۔ ان لوگوں پر اثر ہونے والا نہیں۔''

Marfat.com

''اللہ مالک ہے۔'' حضرت لوط ؑ نے فرمایا۔
سدوم میں دو بڑے سردار تھے۔ حضرت لوطؑ نے بہتر سمجھا کہ عام تبلیغ سے پہلے ان سرداروں کو سمجھانے کی کوشش کریں۔ لوگ ان کی بات کو مانتے ہیں۔ اگر یہ سردار قوم کو اس قبیح فعل سے روکیں گے تو پھر مسئلہ آسانی سے حل ہو جائے گا۔ وہ ان سرداروں میں سے ایک کے پاس پہنچ گئے۔ وہ یہ دیکھ کر سخت مایوس ہوئے کہ سردار خود اس عادت بد میں مبتلا نظر آ رہا تھا۔ اس وقت بھی دو نوخیز لڑکے اس کے پاس بیٹھے تھے اور وہ ان سے ۔۔۔
''مجھے معلوم تھا، تم مجھے کیا سمجھانے آ رہے ہو۔ اس لیے میں ان لڑکوں کو اپنے بٹھالیا ہے تا کہ تم جان لو کہ ہمیں کیا پسند ہے۔ اب کہو کیا کہنا ہے۔''
''میں تو تمہاری قوم کی ایک بد عادت سے تمہیں آگاہ کرنے آیا تھا لیکن اب کچھ بتانے کی ضرورت نہیں تم تو خود ہی اس برائی کا شکار ہو۔ تم لوگ عورتوں کو چھوڑ کر لڑکوں پر مائل ہوتے ہو۔ حقیقت یہ ہے کہ تم حد سے نکل جانے والے ہو۔''
''آج تک یہ نصیحت ہمیں کسی نے نہیں کی۔ تم کون ہوتے ہو؟''
''میں تمہارا امانت دار پیغمبر ہوں۔ خدا سے ڈرو اور میرا کہا مانو اور میں تم سے اس کا بدلہ نہیں مانگتا۔''
''دیکھو لوط! ہم لوگ تمہاری عزت اس لیے کرتے ہیں کہ تمہارے چچا کا ہم پر احسان ہے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ تم ہمارے معاملات میں دخل دینے لگو اور پیغمبر بننے کا ڈھونگ رچاؤ۔''
''سردار، یہ تو سوچو میرا کیا لالچ ہے؟''
''یہ ہمیں نہیں معلوم لیکن یہ بتا دوں کہ اگر تم باز نہ آئے تو یہ قوم تمہیں اپنی بستی سے نکال دے گی پھر میں بھی تمہارے کام نہ آ سکوں گا۔''
''میں اس وقت تک اس شہر سے نہیں نکلوں گا جب تک اللہ تعالیٰ کا حکم نہیں آ جاتا۔''
''ہم بھی نہیں چاہتے کہ تم یہاں سے جاؤ لیکن یہ ضرور چاہیں گے کہ اگر ہم جیسے نہیں بنتے تو ہمیں برا بھی مت کہو۔ یہ اچھا نہیں لگتا کہ ہم تمہاری میزبانی بھی کریں اور تم ہمیں برا بھی کہو۔''
''خدا کی قسم! اگر میری ذات کا سوال ہوتا تو میں پروا بھی نہ کرتا لیکن تم اللہ کے قانون کو توڑ رہے ہو اس لیے میں تم سے ضرور باز پرس کروں گا۔'' آپؑ نے فرمایا اور اٹھ کر چلے آئے۔
اس بستی کا ایک سردار اور تھا لیکن اب اس کے پاس جانا اور تلقین کرنا بے کار تھا۔ ان کو معلوم ہو گیا تھا کہ یہ سردار بھی اسی رنگ میں رنگے ہوئے ہیں بلکہ اصل برائی کی جڑ یہی ہیں۔ عام لوگوں کو تبلیغ کی جائے۔ ممکن ہے کچھ لوگ تائب ہو جائیں۔ پھر یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ لوگ اپنے سرداروں ہی کے خلاف ہو جائیں۔
یہ بے فکرے لوگ شام کے وقت ٹکڑیوں کی شکل میں جگہ جگہ بیٹھ جاتے تھے۔ آپؑ جب ان کے قریب سے گزرتے تھے تو ان کی فحش باتیں آپؑ کی سماعت سے ٹکراتی تھیں اور آپؑ تیزی سے گزر جاتے تھے۔ اب تک ان کی کسی مجلس میں بیٹھنے کا اتفاق نہیں ہوا تھا۔ یہ جگہیں بیٹھنے کے لائق تھیں بھی نہیں لیکن اب جب کہ آپؑ تبلیغ شروع کر چکے تھے۔ آپؑ کو ایسی جگہوں کی تلاش تھی جہاں بہت سے لوگ ہوں اور آپؑ اللہ کا پیغام ان تک پہنچا سکیں۔
ایک اونچے ٹیلے پر بیٹھے ہوئے کچھ لوگ اس وقت اچانک خاموش ہو گئے جب انہوں نے حضرت لوط علیہ السلام کو اپنی طرف آتے ہوئے دیکھا۔ حضرت لوط علیہ السلام ٹیلے پر چڑھے اور ان کے ساتھ بیٹھ گئے۔
''کیوں جی، آپؑ تو بڑے پارسا ہیں۔ آج ہمارے درمیان بیٹھنے کا خیال کیسے آ گیا؟''
''شکر ہے، تمہیں یہ تو معلوم ہے کہ میں بہت پارسا ہوں اور تم گناہ گار۔''
''ہاں، ہم بہت گناہ گار ہیں۔ تمہیں نمونہ دکھائیں؟''

Marfat.com

ان لوگوں کے پاس بہت سارے چھوٹے بڑے پتھر رکھے ہوئے تھے۔ ان میں سے ایک نے ایک کنکری اٹھائی اور نیچے سے گزرنے والے ایک آدمی کے سر کو نشانہ بنادیا۔ کنکری بہت چھوٹی تھی لیکن بلندی سے گئی تھی اور سر پر لگی تھی۔ وہ آدمی بلبلا اٹھا۔ اس نے اوپر کی طرف دیکھا اور بھاگ کھڑا ہوا کہ کہیں دوسری کنکری نہ آجائے۔ شرارتی لوگوں کے قہقہے اس کا پیچھا کررہے تھے۔ یہ ان لوگوں کا روز کا مشغلہ تھا جس کا مظاہرہ وہ حضرت لوط علیہ السلام کے سامنے بھی کررہے تھے۔

''آپؑ نے یہ دلچسپ تماشا دیکھا؟''

''جسے تم مشغلہ سمجھ رہے ہو وہ ایسا گناہ ہے جس کا کوئی فائدہ بھی تمہیں نہیں پہنچتا۔ کیوں خلق خدا کو ستاتے ہو اور بے کار باتوں میں وقت ضائع کرتے ہو۔''

''ہم وہ گناہ بھی کرتے ہیں جس کا ہمیں بہت فائدہ ہوتا ہے۔ اب تک تو تمہیں معلوم ہو ہی گیا ہوگا۔''

''تم لوگوں کا مرض ہی یہ ہے کہ تم برائی کرتے ہو اور اس پر فخر کرتے ہو۔''

''ہم میں کیا برائی دیکھی تم نے؟''

''تم بے حیائی کے مرتکب ہو۔ تم سے پہلے کسی نے یہ کام نہیں کیا تھا۔ تم کیوں لڑکوں کی طرف مائل ہوتے ہو اور مسافروں کے ساتھ بے حیائی کرتے ہو اور اپنی مجلسوں میں ناپسندیدہ کام کرتے ہو؟''

''ہم نے تم سے تو کبھی نہیں کہا کہ تم بھی یہ کام کرو۔ پھر تم ہمیں ٹوکنے والے کون ہوتے ہو؟''

''میں اللہ کا نبی ہوں۔ میرا فرض ہے کہ تمہیں تمہاری بداعمالیوں سے روکوں۔ تمہیں سیدھی راہ دکھاؤ، تمہیں سمجھاؤں کہ جس عمل بد میں تم مبتلا ہو وہ اللہ کے نزدیک سخت ناپسندیدہ ہے۔''

''ہمارے پیغمبر تو ہمارے سردار ہیں۔ انہیں جاکر سمجھاؤ۔''

اس روز حضرت لوط علیہ السلام اپنے گھر پہنچے تو بہت دل شکستہ تھے۔ ایک ہی دن میں اپنی قوم کی طرف سے ان کا یقین اٹھ گیا تھا۔ اس قوم میں برائیاں ہزار تھیں خوبی ایک بھی نظر نہ آتی تھی۔ سب سے بڑی خرابی یہ تھی کہ انہیں اپنی برائیوں کا احساس ہی نہیں تھا بلکہ وہ ان پر فخر کیا کرتے تھے اور اپنے منہ کالا کرنے کی داستانیں فخریہ انداز میں اپنے ساتھیوں کو سنایا کرتے تھے۔ اس عالم میں ان کی اصلاح ناممکن نظر آتی تھی۔ حضرت لوط علیہ السلام نے اپنے رب کو اپنا گواہ بنایا۔

''اے اللہ! تو دیکھ رہا ہے۔ میں تیرا پیغام پہنچانے میں ثابت قدم ہوں۔ پوری دیانت داری سے یہ پیغام ان تک پہنچا رہا ہوں۔ اے رب! تو میری مدد فرما۔ ان کے دلوں کو نرم فرمادے۔ میری باتوں میں اثر پیدا کردے۔''

دن نکلا۔ حضرت لوط علیہ السلام تبلیغ دین کے لیے گھر سے نکلے۔ ایک جگہ لوگوں کا مجمع دیکھ کر اس طرف متوجہ ہوئے۔ بہت سے لوگ ایک اجنبی کو گھیرے کھڑے تھے۔ یہ ایک مسافر تھا جو بستی کے قریب سے گزر رہا تھا کہ شرارتی لڑکوں کے ہتھے چڑھ گیا۔ ان لوگوں نے اس بے چارے کا مال و اسباب چھین لیا اور اس کے ساتھ وہی فعل کیا جس کے لیے یہ قوم مشہور تھی۔ اس پر بھی دل نہیں بھرا۔ اب اسے جگہ جگہ لے کر گھوم رہے ہیں اور سب کو بتا رہے ہیں کہ انہوں نے اس مسافر کے ساتھ کیا کیا ہے۔ حضرت لوط علیہ السلام نے نہایت نرمی سے ان ناہنجار لوگوں کو سمجھایا۔

''اے لوگو! جسے تم اپنا کارنامہ سمجھ رہے ہو وہ اللہ کی نافرمانی ہے۔ تم سے پہلے کی بہت سی قومیں انہی حرکتوں کی وجہ سے اللہ کے عذاب کا نشانہ بن گئی ہیں۔ اس عذاب کو دعوت مت دو۔''

''تم ہمارے معاملے میں نہ ہی بولو تو اچھا ہے۔''

''یہ تمہارا معاملہ نہیں ہے۔ میرا اور میرے اللہ کا معاملہ ہے۔ اے میری قوم! یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ تم اللہ کے قانون کو

Marfat.com

توڑو اور میں خاموش رہوں۔''

''اس میں اللہ کا قانون کہاں سے آ گیا؟''

''اس شخص کا جو مال و اسباب تم نے لوٹا تھا وہ تمہارا نہیں تھا۔ اور اس کے ساتھ جو کچھ کیا وہ تمہیں زیب نہیں دیتا۔''

''اب تم یہ مت کہہ دینا کہ ہم لوٹا ہوا مال واپس کر دیں۔''

''میں تم سے گزارش ہی کر سکتا ہوں کہ اس غریب کا اسباب اسے لوٹا دو۔''

''یہ تو ہم نہیں کر سکتے۔ ہاں، تمہاری خاطر یہ کر سکتے ہیں کہ اسے جانے دیں ورنہ ہمارا ارادہ تو یہ تھا کہ اسے اور کچھ روز اپنے پاس رکھتے۔ اس کا قصور یہ ہے کہ یہ خوبصورت بہت ہے۔''

''بدبختو! اسے جانے دو۔ یہی بہت ہے۔''

مسافر نے شکر گزار آنکھوں سے آپؑ کی طرف دیکھا جیسے کہہ رہا ہو اس بستی میں ایسا آدمی کہاں سے آ گیا۔ اس سے آگے سوچنے کا اس کے پاس وقت ہی نہیں تھا۔ ان لوگوں نے جیسے ہی اسے چھوڑا وہ شہر کے دروازے کی طرف بھاگ کھڑا ہوا۔

''ہم نے اس مرتبہ تو تمہاری دخل اندازی کو معاف کر دیا ہے لیکن آئندہ ٹانگ اڑانے کی کوشش کی تو ہم سے برا کوئی نہیں ہوگا۔'' وہاں موجود لوگوں نے آپؑ کو یہ دھمکی دی اور ادھر ادھر بکھر گئے۔

اتفاق سے یہ معاملہ جہاں درپیش تھا، آپؑ کا گھر وہاں سے قریب ہی تھا۔ آپؑ کی زوجہ دروازے کے باہر آ کر یہ سب ماجرا دیکھ رہی تھیں جب بھیڑ چھٹ گئی تو وہ حضرت لوط علیہ السلام کے پاس آئیں اور انہیں گھر کے اندر لے گئیں۔ حضرت لوط علیہ السلام یقیناً یہ سمجھے ہوں گے کہ وہ ان کی حمایت میں لب کشا ہوں گی لیکن وہ تو قوم کے حق میں بول رہی تھیں۔

''آپؑ نے اگر ان لوگوں سے الجھنا نہیں چھوڑا تو ہمیں بہت برے دن دیکھنے ہوں گے۔ بستی میں یہ باتیں مشہور ہو رہی ہیں کہ یہ لوگ ہمیں یہاں سے نکالنے کے منصوبے بنا رہے ہیں۔''

''تم خوف زدہ کیوں ہوتی ہو۔ اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ میرے چچا کو جب کافروں نے آگ کے حوالے کیا تھا تو کوئی سوچ سکتا تھا کہ وہ آگ ان کے لیے گلزار بن جائے گی؟ وہی اللہ ہماری بھی مدد کرے گا۔''

''میں کہتی ہوں، آپ ان کے معاملے میں بولتے ہی کیوں ہیں؟''

''یہی مطالبہ یہ شریر قوم کرتی ہے۔ پھر ان میں اور تم میں فرق کیا رہ گیا؟''

''وہ ٹھیک ہی تو کہتے ہیں۔ ہمیں اپنے کام سے کام رکھنا چاہیے۔''

''تم چاہتی ہو، میں اللہ کا دیانت دار بندہ نہ بنوں۔ مجھے اس قوم پر پیغمبر بنا کر بھیجا گیا ہے۔ میرا فرض ہے کہ میں انہیں نصیحت کرتا رہوں۔ اگر یہ پھر بھی نہیں مانیں گے تو عذاب کے حق دار ہوں گے اور اگر میں نے ان کی طرف سے آنکھیں بند کر لیں تو سمجھ لو اللہ کی پکڑ بہت سخت ہے اور یہ بات بھی جان لو کہ اگر تم نے ان کی حمایت بند نہ کی تو تم بھی انہی میں سے سمجھی جاؤ گی۔ تمہیں اس لیے معافی نہیں مل جائے گی کہ تم میری بیوی ہو۔''

''واہ جی! اب تو آپ مجھے بھی دھمکیاں دینے لگے۔''

''یہ دھمکی نہیں ہے۔ آنے والے وقت کے لیے تمہیں خبردار کر رہا ہوں۔ مجھے معلوم ہے آنے والا وقت اس بستی میں بہت سخت گزرے گا۔ مجھے تمہاری مدد کی ضرورت ہوگی۔ بستی کے لوگ اب بھی مجھے طعنے دیتے ہیں کہ تم اپنی بیوی کو تو سمجھا نہیں سکتے ہمیں کیا سمجھانے آئے ہو۔ یہی ایک بات ایسی ہے جس کا میرے پاس کوئی جواب نہیں۔''

''میں تو آپ کے بھلے کے لیے کہتی ہوں۔ یہاں ہمارے کھیت لہلہا رہے ہیں۔ ہم خوش حالی کے دن دیکھ رہے

Marfat.com

ہیں۔ یہاں سے نکلے تو ہم کہاں جائیں گے؟''

''کیا تمہیں اللہ پر ایمان نہیں رہا۔ وہ اپنے نیک بندوں کو کبھی مایوس نہیں کرتا۔'' حضرت لوط علیہ السلام نے زوجہ کی کڑوی باتوں کو نظر انداز کرتے ہوئے ان کے اندیشوں کو رفع کرنے کی کوشش کی اور گھر سے باہر نکل گئے۔

دھوپ چھاؤں کے یہ دن اسی طرح گزرتے رہے۔ آپؑ اپنی قوم کے سامنے برابر تبلیغ کرتے رہے لیکن قوم کی حالت میں کوئی تغیر نہ آیا بلکہ اب تو وہ نصیحتوں کے ان پھولوں کو پتھر سمجھ کر حضرت لوط علیہ السلام کو سخت سست کہنے سے بھی گریز نہیں کرتے تھے۔ ان کی زبانوں پر بس ایک ہی جملہ رہتا تھا۔

''تم واقعی بہت پاکباز ہو۔ تمہارا ہم لوگوں میں کیا کام۔ یہاں سے نکل کیوں نہیں جاتے۔ وہاں جا کر رہو جہاں تم جیسے دو چار اور پاکباز رہتے ہوں۔''

اور آپؑ کو حیرت ہوتی تھی کہ یہ کیسے لوگ ہیں۔ اخلاقی بے راہ روی کے جتنے طریقے ہو سکتے ہیں وہ ان لوگوں نے اپنا رکھے ہیں۔ نوجوان خوبصورت لڑکوں کو اپنے ساتھ بنا سجا کر بازاروں میں گھومتے ہیں۔ اپنی مجلسوں میں بے ہودہ باتیں کرنا ان کا شعار ہے حتیٰ کہ اپنے اہل خانہ کے سامنے بے ہودہ حرکات کرتے ہوئے انہیں شرم محسوس نہیں ہوتی۔ یہ تو جانوروں سے بھی گئے گزرے ہو گئے ہیں۔

جب اور کچھ وقت گزر گیا تو ان شریر گروہوں نے آپؑ کے خلاف جتھے تیار کر لیے۔ آپؑ جس طرف سے گزرتے آپ پر فقرے کسے جانے لگتے۔ ان فقروں کے ذریعے آپؑ کی پارسائی و پاکبازی کا مذاق اڑایا جاتا تھا پھر بات دھمکیوں تک آ گئی لیکن آپؑ برابر تبلیغ کرتے رہے۔ بار بار ایک ہی بات کو دہراتے رہے کہ شاید ان پتھروں میں کوئی جنبش پیدا ہو۔

وہ اپنی قوم کو اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت کی طرف بلاتے رہے اور قبیح افعال اور غلیظ حرکتوں سے روکتے رہے۔ انہیں سمجھاتے رہے۔

''تم بے حیائی کے کام کیوں کرتے ہو جب کہ تم (اس کو) برا دیکھتے ہو۔ کیا تم عورتوں کو چھوڑ کر لذت کے لیے مردوں کی طرف مائل ہوتے ہو۔ حقیقت یہ ہے کہ تم احمق لوگ ہو۔''

پوری قوم کا ہر مرتبہ ایک ہی جواب ہوتا تھا۔ ''لوط کے گھر والوں کو شہر سے نکال دو۔ یہ لوگ پاک بنتے ہیں۔''

حضرت لوط علیہ السلام کی ہزار کوشش کے باوجود اپنی حرکتوں سے باز نہ آئے بلکہ اپنی حالت پر ڈٹے رہے اور گمراہی کے گڑھے سے نکلنے کی کوشش ہی نہیں کی بلکہ اپنے سر ایک اور برائی لے لی۔ اللہ کے پیغمبر کو طرح طرح سے ستانے لگے تاکہ یہ یہاں سے نکل کر چلے جائیں۔

☆......☆......☆

وہ صبح سدوم کے لوگوں کے لیے بڑی امید افزا تھی جب سامان سے لدے ہوئے کئی اونٹ شہر میں داخل ہوتے ہوئے دیکھے گئے۔ کوئی تاجر تھا جو اپنا سامان فروخت کے لیے لایا تھا۔ اسے کچھ دن یہاں رہنا تھا اور پھر دوسری بستی عامورہ کی طرف بڑھ جانا تھا۔ کم از کم اس تاجر نے لوگوں کو یہ ہی بتایا تھا۔

اس تاجر نے شہر میں داخل ہوتے ہی کسی سرائے کا پتا پوچھا۔ لوگوں نے اس سرائے کا پتا بتا دیا اور اس کے ساتھ ہی انہوں نے پورے شہر میں یہ خبر پھیلا دی کہ شکار اس وقت فلاں سرائے میں موجود ہے۔ وہ اپنے ساتھ بڑی تعداد میں تجارتی سامان لایا ہے اور اس کا کہنا ہے کہ وہ بہت کم منافع پر یہ سامان فروخت کرے گا۔

یہ تاجر بہ حفاظت سرائے تک پہنچ گیا تھا اور پھر وہ اکیلا نہیں تھا۔ اس کے ساتھ اس کے بہت سے ملازم بھی تھے اس لیے اس کے سامان کی معروف طریقے سے لوٹ مار نہیں کی جا سکتی تھی۔ برائیوں کے حق میں ان لوگوں کا ذہن بہت زرخیز

Marfat.com

تھا۔ اس وقت بھی وہ اپنی مجلسوں میں اس تاجر کو سبق پڑھانے کے لیے شرارت کے مختلف طریقوں پر غور کر رہے تھے۔
مختلف طریقوں پر غور کرنے کے بعد وہ اس نتیجے پر پہنچ گئے اور ایک منصوبے کے تحت سرائے کے اردگرد پھیلنے لگے۔
اتنی دیر میں تاجر اپنا سامان اونٹوں سے اتار چکا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ وہ کچھ دیر آرام کرنے کے بعد باہر نکلے گا اور دکانداروں کے پاس جائے گا اور انہیں دعوت دے گا کہ وہ اس کا سامان خریدیں لیکن وہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ اس کے اعلان سے قبل ہی ایک خریدار آ گیا۔ وہ اس شہر کے لوگوں کی خوش حالی اور ذوق کی تعریف کیے بغیر نہ رہ سکا۔
اس خریدار نے بڑی دلچسپی سے ایک ایک چیز کا معائنہ شروع کر دیا اور ساتھ ساتھ اس تاجر سے ان چیزوں کی قیمت وغیرہ کے بارے میں معلومات لیتا رہا۔ تاجر اسے ہر چیز کے بارے میں تفصیل سے بتاتا رہا۔
''جناب، میں اس شہر کا بہت بڑا تاجر ہوں۔ آپ کے سامان میں سے تقریباً ہر چیز مجھے پسند آئی ہے لیکن مصیبت یہ ہے کہ میرا بھائی بھی میرے کاروبار میں شریک ہے۔ وہ اس وقت شہر سے باہر گیا ہوا ہے۔ وہ کل آئے گا۔ میں چاہتا تھا وہ بھی ان چیزوں کو دیکھ لیتا۔ یہ ریشم، یہ کپڑا، ہتھیار سب ہی کچھ تو اہم ہے۔''
''کوئی بات نہیں۔ آپ انہیں کل لے کر آ جایئے گا۔ میں تو یہیں ہوں۔''
''میں یہ چاہتا ہوں کہ جو چیزیں مجھے پسند آئی ہیں ان کے نمونے اپنے ساتھ لے جاؤں تاکہ میرا بھائی جیسے ہی واپس آئے اسے دکھاؤں اور کل آ کر آپ سے سودا کرلوں۔ میں نہیں چاہتا کہ کوئی دوسرا تاجر مجھ سے پہلے سودا کرلے۔''
''ہاں ہاں، کیوں نہیں۔ سودے میں تو ایسا ہوتا ہی ہے۔ آپ نمونے لے جائیں۔ گھر جا کر آرام سے اپنے بھائی کو دکھالیں۔ باقی باتیں کل طے ہو جائیں گی۔''
اس فرضی تاجر نے کپڑے کا ایک تھان اور کچھ ریشم اٹھالیا اور تاجر کا شکریہ ادا کر کے سرائے سے باہر نکل آیا۔ اسے نکلتے ہوئے دیکھ کر سرائے کے مالک نے شرارت سے اپنی آنکھ دبائی۔ گویا وہ سمجھ گیا کہ اب کیا ہونے والا ہے۔
اس کے باہر نکلتے ہی ایک دوسرا شخص اندر آ گیا۔ اس نے بھی اپنا تعارف ایک بڑے تاجر کی حیثیت سے کرایا بلکہ اس کی تائید سرائے کے مالک نے بھی کی۔ پردیسی تاجر، پہلے تاجر سے بھی زیادہ اس نئے آنے والے سے متاثر ہوا اور پہلے سے بھی زیادہ ذوق وشوق سے اپنا سامان دکھانے لگا۔''
''جناب، میں کیسے یقین کرلوں کہ جو سامان آپ دکھا رہے ہیں وہ اصل ہے یا اسی مالیت کا ہے جو بتا رہے ہیں؟'' سدومی باشندے نے کہا۔
''سب چیزیں آپ کے سامنے ہیں۔ خود دیکھ لیں۔''
''میں کوئی چند چیزیں نہیں خرید رہا ہوں جو آنکھیں بند کر کے خرید لوں۔ میں تو آپ کا تمام سامان خریدنا چاہتا ہوں۔ اس کے لیے دو چار لوگوں سے مشورہ ضرور کرنا ہوگا۔''
''تو کرلیں۔ میں انتظار کروں گا۔''
''مجھے آپ کے تمام سامان میں سے ایک ایک نمونہ درکار ہوگا۔ میرے خیال میں ہم تاجروں کے درمیان اتنا اعتماد تو ہونا چاہیے۔''
''اتنے بڑے سودوں میں نمونوں کا لین دین تو چلتا ہی ہے۔'' تاجر نے کہا اور نمونے اس کے حوالے کر دیے۔
ایک اور شخص آیا۔ اسے کپڑے کا ایک نمونہ اپنی بیوی کو دکھانا تھا۔ وہ یہاں نہیں آ سکتی تھی لہٰذا تاجر نے نمونے کے طور پر ایک تھان اس کے حوالے کر دیا۔
اس کے بعد ایک اور پھر ایک اور۔۔۔ عجیب بات یہ تھی کہ نمونے تقسیم ہو رہے تھے کوئی خرید کچھ نہیں رہا تھا۔ تاجر کو تشویش ضرور ہو رہی تھی لیکن وہ یہ سوچ کر مطمئن تھا کہ وہ پہلی مرتبہ اس شہر میں آیا ہے۔ لوگ اس سے واقف نہیں ہیں۔

Marfat.com

اس پر اعتماد نہیں ہے۔ اچھی طرح جانچ پرکھ کر سودا کرنا چاہتے ہیں۔

شام کے سائے بہ مشکل دراز ہوئے تھے کہ اس کا آدھے سے زیادہ سامان نمونوں کی مد میں تقسیم ہو چکا تھا لیکن تاجر خوش تھا کہ بس ایک رات درمیان میں ہے۔ دوسرے دن کا سورج طلوع ہوتے ہی خریداروں کی قطار لگ جائے گی۔ جو لوگ نمونے لے کر گئے ہیں انہیں ضرور پسند کریں گے۔ دیکھتے دیکھتے میرا سارا سامان فروخت ہو جائے گا۔

''کیا تمہیں یقین ہے نمونے کے طور پر جو سامان گیا ہے، واپس آ جائے گا۔'' سرائے کے مالک نے پوچھا۔

''تم تجارت نہیں کرتے اسی لیے اس اندیشے کا اظہار کر رہے ہو۔ ہم تاجروں میں ''زبان'' ہی سب کچھ ہوتی ہے۔ وہ لوگ جو کہہ کر گئے ہیں، وہی ہوگا۔ مال پسند نہیں آئے گا تو نمونہ واپس آ جائے گا۔''

دوسرے دن سرائے جاگی تو تاجر بھی بیدار ہو گیا۔ غسل کیا نئے کپڑے زیب تن کیے۔ اپنے ملازموں کو ہدایت کی کہ وہ تیار ہو جائیں، خریدار آتے ہوں گے۔

خریدار تو کیا، کوئی نمونہ واپس کرنے یا نمونہ لینے بھی نہیں آ رہا تھا۔ تاجر یہ سوچ کر مطمئن تھا کہ یہاں کے لوگ دیر سے سو کر اٹھنے کے عادی ہوں گے لیکن جب آدھا دن گزر گیا اور سرائے کی دیواروں سے دھوپ اترنے لگی تو اس کا ماتھا ٹھنکا۔ جو لوگ کل آئے تھے، ان میں سے ایک بھی واپس نہیں آیا تھا۔ اپنے مال کی طرف دیکھا تو آدھے مال سے زیادہ غائب تھا۔ وہ گھبرا کر سرائے سے باہر نکلا اور بازار میں پہنچ گیا کہ شاید ان دکانداروں میں سے کوئی نظر آ جائے جو نمونے لے کر گئے ہیں۔ ان چہروں میں سے کوئی چہرہ بھی یہاں نہیں تھا۔ اس نے ڈرتے ڈرتے ایک دکاندار سے اپنا تعارف کرایا اور پورا ماجرا کہہ سنایا۔ دکاندار نے اپنی لاعلمی ظاہر کی۔

''میں تو آج سن رہا ہوں کہ کوئی تاجر آیا ہے۔ یہاں کے تاجروں کو تو یہ بھی معلوم نہیں سرائے میں کون آیا ہوا ہے۔ وہ تو کوئی اور ہی لوگ ہوں گے جو بیوپاری بن کر تمہارا مال ہڑپ کر گئے۔ ہمیں تو کچھ معلوم نہیں۔''

بازار کا کوئی دکاندار اس قصے سے واقف نہیں۔ ''پھر وہ کون لوگ تھے جو نمونے کے نام پر مجھ سے میرا مال لے کر چلتے بنے؟ میرے ساتھ ضرور کوئی دھوکا ہوا ہے۔ وہ رات اس نے اس توقع پر بسر کر دی کہ شاید نمونے لے جانے والوں میں سے کوئی واپس آ جائے لیکن کوئی واپس نہیں آیا۔ اب کوئی شک نہیں رہ گیا تھا کہ وہ لٹ گیا ہے۔ کیسے لوگ ہیں، کیسی بستی ہے یہ۔ وہ روتا پیٹتا ہوا سرائے کے مالک کے پاس پہنچا۔ اسے تمام صورت حال سے آگاہ کیا۔

''آپ تو کہہ رہے تھے، ہم تاجروں میں زبان ہی سب کچھ ہوتی ہے۔''

''میں غلط کہہ رہا تھا۔ اپنے الفاظ واپس لیتا ہوں۔ مجھے تو بس یہ بتا دو، اب میں کیا کروں؟''

''آپ کو تو اس شہر کی عدالت میں جانا چاہیے۔''

''اس شہر میں عدالت نام کی بھی کوئی چیز ہے؟''

''تم وہاں جاؤ گے تو خود اندازہ ہو جائے گا کہ وہاں کیسے شاندار فیصلے ہوتے ہیں۔''

''تم مجھے بتا سکتے ہو ان لوگوں کی عدالت کہاں لگتی ہے؟''

سرائے کے مالک نے ایک آدمی اس کے ساتھ کر دیا جو اسے ایک بڑی عمارت کے سامنے لے گیا۔ یہ یہاں کی عبادت گاہ تھی جہاں بت سجے ہوئے تھے۔ اسے دیکھ کر اس عبادت گاہ کا کاہن باہر نکلا۔ جب اسے معلوم ہوا کہ کوئی تاجر ہے جس کا مال کچھ لوگ لوٹ کر لے گئے ہیں تو اس نے تاجر کو ایک کمرے میں بٹھا دیا۔ اب اسے دونوں سرداروں اور عدالت کے منصف کا انتظار کرنا تھا۔

''یہ ایسی پرامن بستی ہے کہ یہاں کبھی کبھی ہی کوئی مقدمہ آتا ہے اس لیے منصف صاحب گھر پر ہی رہتے ہیں۔ کوئی شکایت آتی ہے تو انہیں بلا لیا جاتا ہے۔ میں نے خبر کر دی ہے، وہ بس آتے ہی ہوں گے۔''

Marfat.com

پردیسی تاجر اس کمرے میں اکیلا بیٹھا تھا اور اس وقت کو برا بھلا کہہ رہا تھا جب اس نے اس بستی میں قدم رکھا تھا۔ یہ کیسے لوگ ہیں جنہیں نہ اپنے وعدوں کا پاس ہے، نہ یہاں انصاف کا نام ونشان ہے۔ بیٹھے بیٹھے اسے نیند آنے لگی تھی۔ وہ اٹھ کر ٹہلنے لگا۔ کاہن نے کمرے کو باہر سے بند کر دیا تھا۔ اب وہ باہر بھی نہیں جا سکتا تھا۔ کہیں اسے قید تو نہیں کر لیا ہے؟ ان لوگوں سے کچھ بعید نہیں۔ اس نے دروازے کو زور زور سے پیٹ ڈالا۔ کاہن نے دروازہ کھول دیا۔

''کیا شور مچا رکھا ہے۔ عدالت تمہارے باپ کی نوکر نہیں ہے۔ چپ کر کے بیٹھو۔ سردار صاحب آنے ہی والے ہیں۔''

''میں توبہ کرتا ہوں۔ میرا کوئی مقدمہ نہیں ہے۔ مجھے جانے دو۔''

عجیب آدمی ہو۔ ابھی کہہ رہے تھے تمہارا مال لوٹا گیا ہے۔ ابھی کہہ رہے ہو کچھ نہیں ہوا۔ اب الٹا تم پر مقدمہ چلے گا۔''

اس نے دروازہ بند کر دیا اور پھر فوراً ہی کھول دیا۔ ''باہر آؤ عدالت لگ گئی ہے۔ جو کہنا ہے وہاں کہنا۔'' وہ اسے لے کر ایک اور کمرے میں چلا گیا جہاں تین آدمی بیٹھے تھے، دو سردار اور عدالت کا منصف۔ کاہن بھی وہیں بیٹھ گیا۔ تاجر کو ایک طرف کھڑے رہنے کا حکم دے دیا گیا تھا۔

تاجر نے ان کے کہنے پر تمام واقعہ شروع سے آخر تک سنا دیا۔

''تم ان لوگوں کے نام بتاؤ جو تم سے تمہارے مال کے نمونے لے کر گئے ہیں۔''

''جناب، میں اس شہر میں نیا ہوں۔ مجھے ان لوگوں کے نام کیا معلوم۔''

''تم خوامخواہ ہمارے شہر کے شریف لوگوں پر الزام لگا رہے ہو۔''

''جناب، میں الزام نہیں لگا رہا ہوں۔ میرے ساتھ واقعی ایسا ہوا ہے۔''

''ہم چھان بین کرتے ہیں۔ تم اس وقت تک سرائے میں رکے رہو۔''

''اس میں تو بہت وقت لگ جائے گا۔''

''مقدمے کا فیصلہ ہونے تک تمہیں رکنا پڑے گا۔ اس طرح الزام لگا کر جا نہیں سکتے۔''

تاجر کی آنکھوں کے سامنے تارے ناچنے لگے۔ مال گیا سو گیا، اب سرائے کا کرایہ بھی بھرتا رہوں۔ جس قسم کی یہ عدالت ہے اس سے تو لگتا ہے فیصلہ کبھی نہ ہو سکے گا۔ ایک امید بھی تھی کہ شاید وہ لوگ سامنے آ جائیں۔ وہ اسی امید کے ساتھ واپس آ گیا۔

پوری بستی میں شور مچ گیا کہ تاجر، عدالت میں چلا گیا ہے۔ جگہ جگہ یہی باتیں ہو رہی تھیں۔ اب اس شرارتی گروہ نے ایک نئی چال چلی۔ ان میں سے ایک شخص نمونہ لے کر واپس آ گیا۔

''تو عجیب تاجر ہے۔ اپنی زبان کا تجھے پاس ہی نہیں۔ تو نے خود ہی نمونہ دیا تھا۔ اب خود ہی مقدمہ کر دیا۔ مجھے نہیں چاہیے یہ نمونہ رکھ اپنے پاس۔''

''کوئی ایک نمونہ تھوڑی گیا تھا۔ میرا تو پورا مال غائب ہے۔''

''میں سب کا جواب دہ نہیں ہوں۔ میں تو اپنی بات کروں گا۔''

''مجھے نہیں چاہیے یہ نمونہ۔ مجھے اپنا پورا مال چاہیے ہے۔ تم شوق سے یہ نمونہ اپنے پاس رکھو۔ میں تو عدالت سے اپنا پورا مال حاصل کر کے رہوں گا۔''

وہ شخص باہر نکلا اور سب سے کہتا پھرا کہ تاجر نے اپنے دیے ہوئے نمونے لینے سے انکار کر دیا ہے۔ وہ شخص عدالت میں بھی چلا گیا۔ وہاں جا کر بھی بتا دیا کہ تاجر نے مال واپس لینے سے انکار کر دیا ہے۔ عدالت نے کسی گواہی کے بغیر مقدمہ

Marfat.com

خارج کر دیا اور تاجر کو کہلوا دیا کہ جب اسے مال چاہیے ہی نہیں تو مقدمہ خارج کیا جاتا ہے۔ وہ آزاد ہے، اپنے وطن واپس جا سکتا ہے۔ تاجر پھر روتا پیٹتا باہر نکل آیا کہ یہ کیسا انصاف ہے۔ عدالت نے انصاف فراہم کرنے کے بجائے مقدمہ ہی خارج کر دیا۔

حضرت لوط علیہ السلام اس واقعے پر نظر رکھے ہوئے تھے لیکن اس لیے خاموش تھے کہ معاملہ عدالت میں پہنچ گیا تھا۔ وہ دیکھنا چاہتے تھے کہ عدالت کیا فیصلہ کرتی ہے۔ اب فیصلہ سامنے آ گیا تھا جو سراسر ناانصافی پر مبنی تھا۔ حضرت لوط علیہ السلام نے تاجر کو ساتھ لیا اور سردار کے پاس پہنچ گئے۔

''یہ مظلوم ہے، پردیسی ہے اور انصاف کا طالب ہے۔ اسے انصاف فراہم کرنا تمہاری ذمے داری ہے۔''

''انصاف تو ہو چکا ہے۔ اس نے نمونے لینے سے انکار کر دیا لہٰذا مقدمہ خارج ہو گیا۔''

''ایک نمونے سے کیا ہوتا ہے۔ اپنے لوگوں سے کہو، جتنے نمونے لے گئے ہیں سب واپس کر دو تاکہ اس کا مال پورا ہو۔''

''وہ تو خیر دیکھا جائے گا۔ یہ بتاؤ، تم اس کی حمایت میں کیوں آئے ہو؟''

''تم نہ مانو مگر حقیقت یہ ہے کہ میں تم پر نبی اتارا گیا ہوں۔ تمہیں برائیوں سے روکنا میرا فرض ہے۔''

''میں دیکھ رہا ہوں، تم ہمارے معاملات میں کچھ زیادہ ہی دخل دینے لگے ہو۔ تم ہم میں سے نہیں ہو اس لیے اپنے کام سے کام رکھو۔''

''بے شک! میں تم میں سے نہیں ہوں لیکن تمہاری عقلیں یہ کیوں نہیں سمجھتیں کہ میں تمہیں نیکی کی طرف بلا رہا ہوں۔''

''لوط، تم بھی یہ سمجھنے سے قاصر ہو کہ یہاں تمہاری بات سننے والا کوئی نہیں۔ تم اگر پاکباز ہو تو پاکباز لوگوں میں چلے جاؤ۔ یہ روز روز کا جھگڑا تو ختم ہو۔''

''میں تم سے پہلے بھی کہہ چکا ہوں کہ میں اللہ کے حکم سے آیا ہوں، اللہ کے حکم ہی سے جاؤں گا۔''

''دیکھو، ہم تمہارے ساتھ اب تک تو رعایت کرتے چلے آئے ہیں لیکن اگر تم نے دخل اندازی بند نہیں کی تو ہم زبردستی بھی تمہیں یہاں سے نکال سکتے ہیں۔''

''کاش! میں اتنی طاقت رکھتا کہ تمہیں اس کا جواب دے سکتا۔ میں تو صرف اپنے اللہ سے دعا کر سکتا ہوں۔''

''تو پھر دعا کرتے رہو۔ یہاں کیوں آئے ہو۔''

''سردار! تم سے پہلے کئی قومیں طاقت کے اسی گھمنڈ میں اللہ کے عذاب کا شکار ہو چکی ہیں۔ میں نہیں چاہتا کہ تم پر بھی عذاب آئے۔''

''ایسا کرو، اپنے اللہ سے کہو ہم پر عذاب لے آئے۔ اگر تم سچے نبی ہو تو جلدی یہ کر دکھاؤ۔''

اس کے بعد گفتگو کی گنجائش ہی نہیں تھی۔ تاجر کا معاملہ ایک طرف رہ گیا، باتیں ہی دوسری نکل آئیں۔ انصاف کی توقع باقی ہی نہیں رہی گئی تھی۔ حضرت لوط علیہ السلام نے تاجر کو ساتھ لیا اور سردار کے گھر سے نکل آئے۔

قوم کے بہت سے افراد کو معلوم ہو چکا تھا کہ اندر کیا باتیں ہوئی ہیں لہٰذا جیسے ہی آپؑ باہر نکلے لوگوں نے طنزیہ فقروں سے آپؑ کا استقبال کیا۔ ہنسی مذاق شروع ہو گیا۔ لوگ فقرے کستے ہوئے آپؑ کے پیچھے پیچھے چل رہے تھے اور آپ سر جھکائے بازار کی طرف رواں دواں تھے۔ بازار میں پہنچ کر آپ نے ایک ایک دکاندار کو غیرت دلائی کہ اگر تم لوگوں میں سے کسی نے اس کا مال ہڑپ کیا ہے تو اسے واپس کر دو تاکہ یہ نقصان سے بچ جائے لیکن کسی نے ایک نہ سنی۔ آپؑ نے اس تاجر کو تسلی دی۔ وہ بے چارہ حیران پریشان سرائے کی طرف چلا گیا۔ حضرت لوط علیہ السلام گھر کی طرف

Marfat.com

جا رہے تھے لیکن اس عالم میں کہ ایک ہجوم آپؑ کا مذاق اڑاتا ہوا پیچھے پیچھے تھا۔ شور سن کر آپؑ کی بیوی بھی دروازے پر آ گئی تھیں۔ انہیں دیکھ کر لوگوں کا ہجوم واپس ہو گیا اور آپؑ گھر میں تشریف لے گئے۔

''آخر وہ دن آ ہی گیا۔ اس قوم کو آپؑ نے اپنے خلاف کر ہی لیا۔ میں دو جوان لڑکیوں کو لے کر کہاں جاؤں گی، سوچا آپ نے؟''

''تم بھی ان ظالموں ہی کی طرف داری کر رہی ہو۔''

''اور کیا کروں۔ ہم ان کے رحم و کرم پر ہیں۔''

''وہ غریب تاجر میرے ہوتے ہوئے لٹ گیا۔''

''آپ کے ہوتے ہوئے یہاں سب کام ہوتے رہیں گے۔ اسی لیے تو کہتی ہوں، ان کے معاملات میں مت بولو۔''

''میں اس وقت تم سے کوئی بحث نہیں کرنا چاہتا۔ بس اتنا کہوں گا، تمہیں اللہ پر بھروسا کرنا چاہیے۔'' آپؑ نے فرمایا اور بیوی کی زبان بند کرنے کے لیے اللہ کے حضور عبادت کے لیے کھڑے ہو گئے۔

آج کا واقعہ اس قوم کے کان کھڑے کرنے کے لیے بہت تھا۔ سرداران قوم، کاہن اور بہت سے دوسرے بااثر افراد سر جوڑ کر بیٹھ گئے کہ حضرت لوط علیہ السلام کو کس طرح باز رکھا جائے۔ دونوں سرداروں کا متفقہ فیصلہ تھا کہ حضرت لوط علیہ السلام کو بستی سے نکال دیا جائے۔ یہ ہماری قوم کے نہیں ہیں۔ ان کی ذمے داری ہم پر فرض نہیں۔ اگر یہ یہاں رہے تو ہماری سرداری خطرے میں پڑ جائے گی۔ ہو نہ ہو یہ سرداری کے خواہش مند ہوں گے۔ اسی لیے یہ سب کچھ کر رہے ہیں۔ ابھی وہ اکیلے ہیں لیکن کسی وقت طاقت پکڑ سکتے ہیں۔

یہ تجویز معقول ضرور تھی لیکن بہت جلد مخالفت کا نشانہ بن گئی۔ دیگر لوگوں کا خیال تھا کہ انہیں زبردستی نکال دینا ٹھیک نہیں۔ ہاں اگر انہیں تنگ کیا جائے اور وہ خود بستی چھوڑ کر چلے جائیں تو وہ دوسری بات ہے۔

''لوط (علیہ السلام) ہمارے ہم خیال نہیں لیکن ان کی بیوی ہماری ہمدرد ہیں۔ لوطؑ کی سزا ان کی بیوی کو دینا ٹھیک نہیں۔ لوطؑ کی بیوی آنے جانے والوں پر نظر رکھتی ہیں اور ہمیں مفید اطلاعات دیتی رہتی ہیں۔ ان کا گھر چونکہ شہر کے دروازے کے قریب ہے لہٰذا جب بھی کوئی مسافر ادھر سے گزرتا ہے اور ان کی نظر پڑتی ہے تو وہ دوڑی ہوئی ہماری طرف آتی ہیں۔ وہ یہ سب کچھ صرف اس لیے کرتی ہیں کہ ہم ان سے خوش رہیں۔ اب یہ اچھا نہیں لگا کہ ان کی خدمات کے برعکس ہم انہیں بستی سے نکال دیں۔''

اچھی خاصی بحث کے بعد یہ طے ہوا کہ حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی کی وجہ سے حضرت لوطؑ کو بستی سے نکالنے کا فیصلہ واپس لیا جاتا ہے لیکن آج سے کوئی ان سے کوئی تعلق نہیں رکھے گا۔ وہ حسب عادت کچھ بھی کہتے رہیں کوئی ان کی باتیں نہیں سنے گا۔ انہیں پابند کیا جائے گا کہ کوئی اجنبی ان کے گھر میں پناہ نہ لینے پائے۔

سرداروں کی مجلس میں یہ باتیں طے کرنے کے بعد کچھ لوگ حضرت لوط علیہ السلام کے پاس آئے اور انہیں اس فیصلے سے آگاہ کیا۔ آپؑ ان پابندیوں کو سن کر ہنس ہی سکتے تھے۔

''میں ان تجاویز کو ماننے کا پابند نہیں۔''

''ہمیں جو کہنا تھا ہم نے کہہ دیا۔ اب ان فیصلوں کے مطابق آپ کو یہاں رہنا ہے۔''

حضرت لوط علیہ السلام کو اس سے زیادہ اس قوم سے امید بھی نہیں تھی۔ انہیں معلوم تھا ان لوگوں کے پاس کوئی دلیل نہیں۔ جب بہت تنگ آ جائیں گے تو لڑنا جھگڑنا شروع کر دیں گے۔

اب آپؑ گھر سے نکلتے تو لوگوں کے زہر میں بجھے ہوئے فقرے آپؑ کا پیچھا کرتے۔

Marfat.com

''اپنے اللہ سے کہو، جلد ہی عذاب بھیجے۔ہم تو انتظار کرتے کرتے تھک گئے ہیں۔''

''تمہاری بیوی تک تو تمہارا کہا مانتی نہیں، ہمیں سمجھانے چلے ہو۔''

''وہ دیکھو لوط جارہے ہیں جو بہت پاکباز ہیں۔''

یہ فقرے آپؑ کی دل شکنی ضرور کررہے تھے لیکن بار بار آپؑ کے چچا حضرت ابراہیمؑ کا یہ جملہ کانوں میں گونجتا تھا۔''کارنبوت بہت سخت ہے'' وہ ایک عزم کے ساتھ تبلیغ میں مصروف ہوجاتے۔قوم کو ان کی بے شرمی اور بے حیائی پر ٹوکتے۔کوئی جھڑک دیتا، کوئی آگے بڑھ جاتا۔کوئی دھمکیاں دیتا۔

حضرت لوط علیہ السلام اس کے باوجود انہیں نیکی کی طرف بلاتے رہتے۔اس سرکش قوم میں سے ایک بھی ایسا نہیں تھا جس پر ان باتوں کا اثر ہوتا بلکہ اپنی حالت پر ڈٹے رہے۔اس فحش حرکت پر ڈٹے رہے جس کی طرف پوری دنیا میں اس سے پہلے کبھی کسی نے ارادہ نہ کیا تھا۔یہ اسی قوم کی ایجاد تھی جس کے لیے قرآن نے یہ بیان اختیار کیا ہے۔

''کیا تم ایسی برائی کرتے ہو جس کی طرف جہاں والوں میں سے کسی نے سبقت نہیں کی۔تم ایسے لوگ ہو جو عورتوں کو چھوڑ کر مردوں سے اپنی خواہش پوری کرتے ہو۔'' (سورہ اعراف)

وہ صرف اسی پر بس نہیں کرتے تھے بلکہ راہ گیروں کو لوٹتے، دوستوں کے ساتھ خیانت کرتے اور اپنی مجالس ومحافل میں دوران گفتگو عجیب عجیب بری حرکتیں کرتے اور کچھ حیا وشرم نہ کرتے اور پھر بھی کچھ ناپسندیدگی کا اظہار تک نہ ہوتا تھا اور کسی وعظ کی پرواہ نہ کرتے تھے اور نہ کسی عقل والے کی نصیحت کا لحاظ کرتے تھے اور ان حرکتوں میں جانوروں کی طرح ہوچکے تھے بلکہ ان سے بھی کہیں بدتر اور فی الحال اپنے گناہوں سے باز آنے کا کوئی خیال نہ تھا بلکہ ڈھٹائی سے کہا کرتے تھے۔

''(اے لوط) اگر تو سچوں میں سے ہے تو ہم پر عذاب لے آ۔''

یہ حضرت لوط علیہ السلام کی نرم خوئی تھی کہ انہوں نے ابھی تک عذاب مانگنے کے لیے ہاتھ نہیں اٹھائے تھے۔

سدوم کے لوگ آپؑ کی مخالفت ضرور کرتے تھے لیکن اس بات کے بھی قائل تھے کہ وہ ایک نیک آدمی ہیں اور ان کاموں میں شریک نہیں جن میں ان کی قوم گرفتار ہے چنانچہ جب ایک مرتبہ آسمان سے بارش کی ایک بوند نہیں برسی تو کھیتیاں مرجھانے لگیں۔حضرت لوط علیہ السلام کے کھیت بھی بارش سے خشک پڑے تھے۔قوم سدوم کے لوگ جب دیوی دیوتاؤں سے بارش کی دعائیں کرتے کرتے تھک گئے تو ان میں سے کسی کو حضرت لوط علیہ السلام کا خیال آیا۔

''لوط سے کہہ کر دیکھو۔شاید وہ اپنے اللہ سے دعا کرے۔''

''اگر اس کا اللہ سننے والا ہوتا تو اس کے کھیت سیراب ہوچکے ہوتے۔وہ اپنے لیے بارش نہیں کراسکتا تو ہمارے لیے کیا کرائے گا۔''

''اس سے کہہ کر دیکھو۔اس طرح اس کا امتحان بھی ہوجائے گا۔بہت کہتا ہے میں نبی ہوں۔''

یہ دلیل سب کو پسند آئی۔حضرت لوط علیہ السلام اس وقت اپنے کھیت کے کنارے افسردہ بیٹھے تھے کہ یہ گروہ ان کے پاس پہنچ گیا۔آج ان لوگوں کے تیور وہ نہیں تھے جو ہوا کرتے تھے۔

''اے لوط! اپنے اللہ سے کہو وہ ہمارے لیے بارش بھیجے۔''

''اللہ تو تمہارا بھی ہے۔تم خود کیوں نہیں کہتے؟''

''وہ تمہاری سنے گا۔ہماری کیوں سننے لگا؟''

''اپنے دیوتاؤں سے کہہ کر دیکھو۔''

''اس معاملے میں تو وہ بھی ہماری نہیں سنتے۔''

Marfat.com

''تم جس غلاظت میں گرفتار ہو اس سے توبہ کرو۔ ایک اللہ پر ایمان لاؤ اور پھر اس سے مانگ کر دیکھو۔''
یہ ایسا مطالبہ تھا جس کے بارے میں انہوں نے سوچا ہی نہیں تھا۔ یہ تو انہیں معلوم ہی نہیں تھا کہ حضرت لوط علیہ السلام خود انہیں امتحان میں ڈال دیں گے۔ ان لوگوں کے عیار ذہنوں نے ایک مرتبہ پھر ایک نئی چال چلی۔
''اگر تمہارا اللہ بارش کر دیتا ہے تو پھر ہم اس پر ایمان لے آئیں گے۔''
''مجھے تو یہ بھی کوئی تمہاری چال معلوم ہوتی ہے۔ بہرحال میں تمہارے کہنے پر یقین کرتا ہوں۔''
بارش کا موسم گزر چکا تھا۔ بادلوں کے کوئی آثار بھی نہیں تھے لیکن آپؑ اس قوم کی یہ آخری حجت بھی پوری کی۔ آپؑ نے آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا دیے۔ کچھ ہی دیر میں دھوپ نے آنکھیں بند کر لیں۔ چاروں طرف سے بادل اُمڈ اُمڈ کر آنے لگے اور دیکھتے ہی دیکھتے جل تھل ہو گیا۔ کھیت تازہ دم ہو گئے۔ پانی جمع کرنے کے لیے ان لوگوں نے جو بڑے بڑے گڑھے بنا رکھے تھے، وہ بھی لبالب بھر گئے۔
ایک دن اور ایک مسلسل بارش ہوتی رہی۔ جب بارش تھم گئی تو حضرت لوط علیہ السلام اپنی قوم کے پاس گئے اور انہیں ان کا وعدہ یاد دلایا۔ اس قوم نے پہلے کون سا وعدہ پورا کیا تھا جواب کرتے۔
''ہم نے تم سے مذاق کیا تھا۔ ہم اپنے مشغلے چھوڑنے والے نہیں۔''
''مجھے معلوم تھا تم اپنے وعدے سے پھر جاؤ گے لیکن میں نے پھر بھی بارش کے لیے ہاتھ اٹھائے۔''
''یہ تو تم نے اپنے لیے دعا کی تھی۔ تمہارے کھیت بھی سوکھ رہے تھے۔ اب یہ تو ہو نہیں سکتا تھا کہ تمہارے کھیتوں میں بارش ہوتی اور کہیں نہیں ہوتی۔''
''تم نے اللہ کے ساتھ مذاق کیا ہے۔ اللہ تمہیں اس کی سزا ضرور دے گا۔''
اس دن کے بعد سے قوم کا رویہ مزید سخت ہو گیا۔ اب تک تو وہ مذاق سمجھ کر ہی سہی آپ کی بات سن لیا کرتے تھے لیکن اب کچھ سننے کو تیار نہیں تھے۔ حضرت لوط علیہ السلام بھی اب بہت اداس رہنے لگے تھے گویا ان کی طرف سے بالکل ہی مایوس ہو چکے تھے۔ برسوں کی تبلیغ کے بعد بھی کوئی ان کا ہم نوا نہ بن سکا تھا بلکہ برابر آپؑ کو جھٹلائے جا رہے تھے۔
آپؑ جس بے بسی کی زندگی گزار رہے تھے اس کی خبریں حضرت ابراہیمؑ کو برابر مل رہی تھیں۔ سدوم کی طرف سے آنے والے لوگ آپؑ کو ایک ایک بات بتا رہے تھے۔ آپؑ نے پریشان ہو کر اپنے ایک غلام زادالیغر دمشقی کو سدوم بھیجا کہ وہ وہاں جائے اور حضرت لوط علیہ السلام کی خیر و عافیت لے کر آئے۔ یہ غلام جب سدوم کی بستی کے قریب پہنچا تو اس قوم کے بعض لوگوں نے وہی حرکت کی جس کے لیے وہ مشہور تھے ''قوم کے لوگ راستے سے گزرنے والوں لوگوں پر کنکر پھینکتے اور ان کا مذاق اڑاتے تھے۔''
ایک سدومی نے زادالیغر دمشقی کے سر پر پتھر کھینچ مارا اور اس کے سر سے خون جاری ہو گیا۔ وہ غلام بے چارہ سر پکڑ کر بیٹھ گیا۔ پھر اِدھر اُدھر دیکھنے لگا کہ اس کی تو کسی سے دشمنی بھی نہیں ہے پھر یہ حرکت کس نے کی ہے۔ اسی وقت وہ سدومی اس کے سامنے آ گیا۔
''سفر کی تھکن سے تیرا چہرہ پیلا پڑ گیا تھا۔ مجھ سے دیکھا نہیں گیا اور میں نے اسے سرخ کر دیا۔ اب تو سرخرو (کامیاب) ہے۔ یہ سب میری وجہ سے ہوا ہے۔ مجھے اس کا انعام دے۔ جو کچھ تیرے پاس ہے وہ نکال دے۔''
''یہ کہاں کی شرافت ہے۔ ایک تو میرا سر پھاڑ دیا اوپر سے انعام بھی مانگتے ہو؟''
''سیدھی طرح انعام دیتے ہو یا لے کر چلوں حاکم کے پاس؟''
''تو تو مجھے پاگل معلوم ہوتا ہے۔ حاکم کیا، کوئی بھی سنے گا تو وہ تیرے اس مطالبے پر ہنسے گا۔''
''ابھی معلوم ہوئے جاتا ہے۔ چل حاکم کے پاس۔''

Marfat.com

وہ سدومی اسے گھسیٹتا ہوا حاکم کے پاس لے گیا۔ غلام خوش تھا کہ اسے انصاف ملے گا اور اس پاگل سے اس کی جان چھوٹے گی لیکن وہ یہ نہیں جانتا تھا کہ یہ کوئی اور شہر نہیں ۔ ۔ روم کی بستی ہے۔

سدومی نے اسے حاکم عدالت کے سامنے پیش کیا اور پورا ماجرا کہہ سنایا۔ حاکم نے اس کے جواب میں عجیب و غریب فیصلہ سنا دیا۔

''بے شک! الیعر زکو سدومی کے پتھر مارنے کی اجرت دینی چاہیے۔''

الیعر زکو غصہ تو آنا ہی تھا۔ وہ پتھر جو اس کے سر پر لگا تھا ابھی تک اس کے ہاتھ میں تھا جو وہ حاکم کو دکھانے کے لیے اپنے ساتھ لے آیا تھا۔ اس نے وہی پتھر حاکم کے سر پر دے مارا۔

''میرے پتھر مارنے کی جو اجرت ہے وہ اس سدومی کو دے دینا۔'' الیعر ز نے کہا اور وہاں سے بھاگ کھڑا ہوا۔

☆......☆......☆

پندرہ دن ہو گئے تھے۔ گھر کے بام و در کسی مہمان کی خوشبو کو ترس رہے تھے۔ یہ خوشبو وہ تھی جو حضرت ابراہیمؑ کی زندگی تھی۔ مہمانوں کی میزبانی کر کے آپؑ کی طبیعت کو ایک خاص لطف میسر آتا تھا۔ اس لیے آپؑ کے دستر خوان پر کوئی نہ کوئی مہمان ضرور ہوتا تھا۔ مہمان کے لیے ضروری نہیں تھا کہ وہ شامل احباب ہو بلکہ اجنبی کو اپنے دستر خوان کی زینت کرنا آپؑ کا خاص مشغلہ تھا۔

یہ پہلا موقع تھا کہ کوئی مسافر، کوئی پردیسی ایسا نہیں مل سکا تھا جسے آپؑ گھر لاتے، دستر خوان پر بٹھاتے۔ آپؑ اسی ارادے سے باہر نکلے تھے کہ شاید کوئی بھولا بھٹکا مسافر کسی سمت سے نکل آئے۔ راستہ ختم ہونے کو تھا۔ آگے جنگل شروع ہوتا تھا کہ آپؑ کو تین آدمی نظر آئے جو چہروں سے نہایت مہذب اور متین نظر آتے تھے۔ اجنبی تھے کہ اس سے پہلے کبھی نظر نہیں آئے تھے۔ آپؑ یہ سوچ کر تیزی سے ان کی جانب لپکے کہ کہیں یہ لوگ جنگل میں کسی طرف غائب نہ ہو جائیں۔

''اگر میرا قیافہ درست ہے تو آپ اس شہر میں اجنبی ہیں۔''

''آپؑ نے بالکل ٹھیک اندازہ لگایا۔ ہم تھوڑی دیر پہلے ہی اس شہر میں آئے ہیں۔''

''اگر آپ لوگ مجھے موقع دیں تو آپ کی میزبانی سے لطف اندوز ہو جاؤں۔ آپ میرے شہر میں پہلی مرتبہ آئے ہیں۔ میرے گھر چلیے اور جو کچھ میسر ہے اسے تناول فرما کر میرے حق میں دعا کیجیے۔''

ان تینوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور رضامند ظاہر کر دی۔ حضرت ابراہیمؑ انہیں نہایت عزت و تکریم کے ساتھ گھر لے آئے۔

ایک بھنا ہوا بچھڑا لے آئے اور ان کے سامنے رکھ دیا اور خود بھی بیٹھ گئے۔ حضرت سارہ ان کی خدمت پر مامور تھیں۔ کھانا سامنے رکھا لیکن مہمانوں کے ہاتھ کھانے کی طرف نہیں بڑھ رہے تھے۔

حضرت ابراہیمؑ یہ دیکھ کر خوف زدہ ہو گئے۔ وہ سمجھے یہ کوئی دشمن ہیں۔ اسی لیے کھانے سے انکاری ہیں کیونکہ قاعدہ یہ تھا کہ دشمن کے گھر کھانا نہیں کھایا جاتا تھا۔

''ایسے مہمانوں پر تعجب ہے کہ ان کے اعزاز میں ہم خود ان کی خدمت کر رہے ہیں اور وہ ہمارا کھانا نہیں کھا رہے ہیں۔'' حضرت سارہ نے مہمانوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

''میں تو خود یہ دیکھ کر گھبرا گیا ہوں۔ آخر ہماری، تمہاری کیا دشمنی ہے۔'' حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا۔

''تینوں مہمان ان میاں بیوی کی گھبراہٹ سے لطف اندوز ہو رہے تھے لیکن زیادہ دیر اس حالت میں رہنا ٹھیک بھی نہیں تھا لہٰذا انہوں نے اپنی حقیقت ظاہر کر دی۔

''آپ گھبرائیں نہیں۔ ہمارے نہ کھانے کا سبب یہ ہے کہ ہم اللہ کے فرشتے ہیں اور اس وقت ایک خاص مقصد کی

Marfat.com

تکمیل کے لیے زمین پر اتارے گئے ہیں۔''

یہ سن کر حضرت ابراہیمؑ کا خوف دور ہوا تو آپؑ نے ان فرشتوں سے ان کے زمین پر آنے کا مقصد دریافت کیا۔
ان فرشتوں نے آپؑ کو بیٹے کی بشارت دی۔

''تمہارے رب کا وعدہ ہے کہ وہ تمہیں عنقریب ایک بیٹا بخشے گا جو تمہاری بیوی سارہ کے بطن سے ہوگا۔''

حضرت سارہ قریب ہی تو کھڑی تھیں۔ یہ گفتگو سن رہی تھیں۔ بات ہی ایسی تھی کہ انہیں بے اختیار ہنسی آ گئی۔ جب خوب ہنس چکیں تو فرشتوں سے مخاطب ہوئیں۔

''میں بڑھیا ہو چکی۔ کیا اب بھی بیٹا جنوں گی جب کہ حضرت ابراہیمؑ میرے شوہر بھی بوڑھے ہیں۔''

''کیا تم خدا کے حکم پر تعجب کرتی ہو۔ اے اہل بیت! تم پر خدا کی رحمت و برکت ہو۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہر طرح قابل حمد اور بہت بزرگ ہے۔''

جب یہ معاملہ گزر چکا تو۔۔۔ حضرت ابراہیمؑ نے ان کی آمد کا اور کوئی مقصد دریافت کیا۔ اس پر فرشتوں نے قوم لوط علیہ السلام کی تباہی کا فیصلہ بیان کیا۔

''قوم لوط علیہ السلام کی تباہی کا فیصلہ ہو چکا ہے۔ اس کے لیے ہم سدوم جا رہے ہیں۔''

''اس بستی میں تو لوط علیہ السلام بھی ہے۔''

''خدا کا یہ فیصلہ ہے کہ قوم لوط علیہ السلام اپنی سرکشی اور بے حیائی پر اصرار کی وجہ سے ضرور ہلاک کی جائے گی اور لوط علیہ السلام اور اس کا خاندان اس عذاب سے محفوظ رہے گا البتہ لوط علیہ السلام کی بیوی قوم کی حمایت اور ان کی بداعمالیوں اور بدعقیدگیوں میں شرکت کی وجہ سے قوم لوط علیہ السلام کے ساتھ ہی عذاب پائے گی۔''

''کیا تم اس بستی کو تباہ کرو گے جس میں تین سو مومن ہیں؟''

''وہاں تین سو مومن نہیں ہیں۔'' فرشتوں نے کہا۔

''تو کیا دو سو مومن ہیں؟''

''نہیں اتنے بھی نہیں ہیں۔''

''کیا چالیس مومن ہیں؟''

''نہیں۔''

''کیا چودہ مومن ہیں؟''

''اتنے بھی نہیں۔''

''اگر وہاں ایک بھی مومن ہوا تو پھر عذاب کے متعلق کیا خیال ہے؟''

''ہم خوب جانتے ہیں کہ وہاں کون ہے اور اسے نکال لیا جائے گا۔''

حضرت ابراہیمؑ ابھی کچھ اور کہنے والے تھے کہ فرشتوں نے انہیں خاموش کر دیا۔ ''اے ابراہیم! اس بات کو رہنے دیں۔ یہ تو اب ہو کر رہنے والی ہے۔ اس کے علاوہ کوئی اور بات کریں کیونکہ ان پر عذاب، ہلاکت اور تباہی واجب ہو چکی ہے۔

۔۔۔ حضرت ابراہیمؑ بار بار فرشتوں کو باتوں میں لگا رہے تھے۔ ان سے نت نئے سوالات کر رہے تھے۔ انہیں قائل کرنے کی کوشش کر رہے تھے کہ کسی طرح وہ سدوم کی تباہی سے رک جائیں لیکن معلوم ہوا یہ فیصلہ اٹل ہے۔

قرآن نے اس حجت کو اس طرح بیان کیا ہے۔'' وہ (ابراہیمؑ) ہم سے قوم لوط کے بارے میں جھگڑنے لگا۔ بے شک!۔۔۔ ابراہیم بردبار، غم خوار، رحیم ہے۔۔۔ ابراہیم اس معاملے میں نہ پڑ۔ بلاشبہ تیرے رب کا حکم آ چکا ہے۔ بلاشبہ

Marfat.com

ان (سدومیوں) پر عذاب آنے والا ہے جو کسی طرح ٹل نہیں سکتا۔'' (سورۂ ہود)

''۔۔۔ابراہیم نے کہا، اے خدا کے بھیجے ہوئے فرشتو! تم کس لیے آئے ہو۔ انہوں نے کہا کہ ہم مجرم قوم کی جانب بھیجے گئے ہیں تا کہ ہم ان پر پتھروں کی بارش کریں۔ یہ نشان کر دیا گیا ہے تیرے رب کی جانب سے حد سے گزرنے والوں کے لیے۔'' (سورۂ الزاریات)

''اور جب ہمارے فرشتے۔۔۔ ابراہیمؑ کے پاس بشارت لے کر آئے۔ کہنے لگے بے شک ہم ہلاک کرنے والے ہیں اس (سدوم) قریے کے رہنے والوں کو۔ بلاشبہ اس کے باشندے ظالم ہیں۔۔۔ ابراہیم نے کہا، اس بستی میں تو لوط ہیں۔ فرشتوں نے کہا، ہمیں خوب معلوم ہے جو اس بستی میں آباد ہیں۔ ہم البتہ لوط اور اس کے خاندان کو نجات دیں گے مگر اس کی بی بی کو نہیں کہ وہ بھی بستی میں رہ جانے والوں کے ساتھ ہے۔'' (سورۂ عنکبوت)

حضرت ابراہیمؑ سے پہلے تین پیغمبر ایسے گزرے تھے جن کی امتوں پر عذاب آیا تھا یعنی حضرت نوح علیہ السلام، حضرت ہود علیہ السلام، اور حضرت صالح علیہ السلام لیکن کسی قوم کے ساتھ ایسا نہیں ہوا تھا کہ فرشتے خود زمین پر اترے ہوں۔ یہی بات آپؑ نے ان فرشتوں سے پوچھی اور فرشتوں نے اس کی وضاحت بھی کر دی۔

''اللہ تعالیٰ نے اس بستی کی تباہی کے لیے پیغمبر حضرت لوط علیہ السلام کی چار مرتبہ گواہی کو شرط ٹھہرایا ہے۔ اگر وہ ہمارے سامنے گواہی دیں گے کہ ان کی قوم کے اعمال بہت برے ہیں اور عذاب میں جلدی فرمائیں گے تو ہم ان کی قوم کو عذاب سے دوچار کریں گے اور انہیں بچالیں گے۔ ہمارا آنا آخری حجت کے طور پر ہے۔''

کہا جاتا ہے، یہ تین فرشتے حضرت جبرئیلؑ، حضرت میکائیلؑ اور حضرت اسرافیلؑ تھے جو تین خوبصورت نوجوانوں کی شکل میں زمین پر اتارے گئے تھے۔

حضرت ابراہیمؑ کو بشارت دینے کے بعد یہ تینوں فرشتے حضرت لوط علیہ السلام کی بستی کی طرف چل پڑے۔ بستی کے آثار نظر آئے تو دوپہر کا وقت ہو چکا تھا۔ بستی میں کھڑے مکان، کسی انجانے خوف سے سہمے سہمے نظر آ رہے تھے۔ شرارتوں کے پتلے، شہر سدوم کے نوجوان لڑکے ابھی گھروں میں دبکے ہوئے تھے۔

فرشتے نہر سدوم تک پہنچے تھے کہ ایک لڑکی انہیں پانی بھرتی ہوئی نظر آئی۔ یہ لڑکی حضرت لوط علیہ السلام کی بیٹی تھی جو گھر والوں کے لیے پانی لینے نہر پر آئی تھی۔

''اے لڑکی! کیا نام ہے تیرا؟''

''تمہیں نام سے کیا لینا ہے۔ میں لوط کی بیٹی ہوں۔''

''تم لوط کی بیٹی ہو؟''

''ہاں۔''

''ہمیں اس بستی میں کوئی نہیں جانتا۔'' فرشتوں نے کہا۔ ''کیا تم ایک دن کے لیے ہمیں اپنا مہمان بنا سکتی ہو ورنہ پھر ہم بستی میں جا کر کسی اور سے کہیں۔''

اس لڑکی نے ان نوجوانوں کی طرف ایک مرتبہ پھر دیکھا۔ ان جیسے حسین مرد اس نے اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھے تھے۔ وہ دل میں سوچ رہی تھی کہ اگر یہ بستی والوں کے ہاتھ لگ گئے تو ضرور ان کی رسوائی ہوگی۔ یہ اجنبی لوگ ہیں شاید نہیں جانتے کہ بستی کے لوگ کتنے خبیث ہیں۔ میں بابا سے جا کر کہتی ہوں کہ وہ انہیں اپنا مہمان بنالیں اور رسوائی سے بچالیں۔

''تمہیں مہمان بنانے کے لیے مجھے اپنے بابا سے پوچھنا پڑے گا۔ جب تک میں پوچھ کر واپس نہ آ جاؤں تم یہیں کھڑے رہنا اور خبردار، کسی اور کے مہمان نہ بننا۔ تم ان بستی والوں کو نہیں جانتے۔ بہت خبیث لوگ ہیں یہ۔''

وہ لڑکی بھاگتی ہوئی، اپنے والد حضرت لوط علیہ السلام کے پاس پہنچی جو اس وقت کھیت میں کام کر رہے تھے۔ لڑکی

Marfat.com

نے ان خوبصورت مہمانوں کی آمد کے بارے میں بتایا۔ حضرت لوط علیہ السلام گھبرا گئے کہ بستی والوں نے تو کسی اجنبی مہمان کو پناہ دینے پر پابندی عائد کر رکھی ہے۔

''بیٹی، کیا تو نہیں جانتی کہ مجھ پر پابندی ہے؟''

''اس وقت مروت کا تقاضا ہے کہ انہیں پناہ دی جائے۔ اگر وہ کسی اور کے مہمان بن گئے تو ان کی بہت ذلت ہوگی۔''

''میں تو خود یہی چاہتا ہوں لیکن ڈرتا ہوں۔''

''ہم انہیں پچھلے راستے سے لے جائیں گے۔ وہاں کسی کی نظر ان پر نہیں پڑے گی۔''

''ٹھیک ہے تم انہیں یہاں لے آؤ۔''

حضرت لوط علیہ السلام پر یہ کٹھن اور مشکل آزمائش آ چکی تھی کیونکہ وہ جانتے تھے کہ ان کو انکار کیا تو یہ ان بدکاروں کے ہاتھ لگ جائیں گے اور اگر رکھا تو یہ پھر بھی چڑھ دوڑیں گے تو آخر کیسے ان مہمانوں کا ان شریروں سے بچاؤ کروں۔ بستی والے پہلے ہی کہہ چکے تھے کہ کوئی مہمان اپنے پاس نہ ٹھہرایا کروں بلکہ مہمانوں کا ہم خود ہی بندوبست کریں گے۔

وہ ابھی اسی کشمکش میں تھے کہ ان کی بیٹی ان تینوں کو لے کے آ گئی۔ حضرت لوط علیہ السلام کی نظر ان پر پڑی تو دنگ رہ گئے ایسے حسین مرد اس سے پہلے انہوں نے نہیں دیکھے تھے۔ ان کی حفاظت، بطور پیغمبر اب ان پر فرض تھی۔ انہوں نے بیٹی سے کہا کہ وہ ان سے پہلے گھر کی طرف جائے اور اگر بستی کا کوئی آدمی نظر آئے تو اسے باخبر کر دے اور خود کچھ دیر بعد ان مہمانوں کو لے کر گھر کی طرف چلے۔ حضرت لوط علیہ السلام اپنے مہمانوں سے اشارتاً ایسی باتیں کر رہے تھے جس سے وہ سمجھ کر لوٹ جائیں اور کسی دوسری بستی کی طرف چلے جائیں۔

''اللہ کی قسم میں روئے زمین پر اس بستی والوں سے زیادہ خبیث لوگ کوئی اور نہیں دیکھتا۔'' حضرت لوط علیہ السلام نے اس جملے کو، گھر تک پہنچنے سے پہلے چار مرتبہ دہرا دیا۔

فرشتوں کو پیغمبر کی گواہی مل گئی تھی لیکن انہوں نے مزید وضاحت چاہی۔ ''ایسا کیا عمل ہے ان لوگوں کا؟''

''یہ خبیث قوم عورتوں کو چھوڑ کر، مردوں سے اپنی ضرورت پوری کرتی ہے اور اس پر نادم بھی نہیں ہے بلکہ اصرار کرتی ہے۔ بے حیائی اور بے شرمی کا کوئی ایسا کام نہیں جو یہ قوم نہ کرتی ہو۔''

حضرت لوط علیہ السلام نے ایک مرتبہ پھر مہمانوں کی طرف دیکھا کہ شاید وہ واپسی کا ارادہ کر رہے ہوں لیکن ان کا ایسا کوئی ارادہ نہیں تھا۔ اتنی دیر میں گھر بھی آ گیا۔ حضرت لوط علیہ السلام نے دروازے پر دستک دی اور مہمانوں کو لے کر اندر تشریف لے گئے۔ انہیں ایک کوٹھری میں بٹھا دیا اور گھر والوں کو سختی سے تلقین کر دی کہ کسی کو ان کے آنے والوں کے بارے میں کچھ معلوم نہ ہو۔

حضرت لوط علیہ السلام کی اہلیہ نے ان خوبصورت لڑکوں کو بڑے غور سے دیکھا۔ انہیں یہ بات بھی بری لگی تھی کہ بستی والوں کے منع کرنے کے باوجود ان کے شوہر نے مہمانوں کو اپنے گھر میں ٹھہرایا ہے۔ وہ موقع دیکھ کر باہر نکلی اور قوم کے لوگوں کو اشارے کر کے اپنی طرف بلانے لگی۔

''لوط کے گھر میں ایسے لڑکے آئے ہیں کہ میں نے ان سے خوبصورت کبھی نہیں دیکھے۔''

جب یہ راز فاش ہو گیا تو وہی ہوا جس کا ڈر تھا۔ قوم کے لوگ حضرت لوط علیہ السلام کے گھر کے سامنے جمع ہونا شروع ہو گئے اور چیخ چیخ کر مطالبہ کرنے لگے کہ اندر جو مہمان ہیں، انہیں ہمارے حوالے کرو۔ بھیڑ تھی کہ برابر بڑھتی جا رہی تھی، شور تھا کہ بلند ہوتا جا رہا تھا۔ ڈر تھا کہ یہ لوگ دروازہ توڑ کر اندر ہی نہ آ جائیں۔ حضرت لوط علیہ السلام گھر سے باہر نکلے اور دروازہ بند کر کے دروازے سے لگ کر کھڑے ہو گئے۔

Marfat.com

''تم لوگ کیا چاہتے ہو۔ کیوں میری ناموس کے پیچھے پڑے ہو؟''

''جو مرد تمہارے گھر مہمان بن کر آئے ہیں انہیں ہمارے حوالے کردو۔ ہمیں اس سے زیادہ تم سے کچھ اور نہیں چاہیے۔''

''تم کیوں اس لعنت میں گرفتار ہو اور خواہش نفس کو پورا کرنے کے لیے فطری طریق عمل کو چھوڑ کر اس ملعون بے حیائی کے درپے ہو۔ کیا تم میں کوئی بھی سلیم فطرت انسان نہیں ہے کہ وہ انسانیت کو برتے اور حق کو سمجھے؟''

''اے لوط! ہم نے تمہاری بہت نصیحتیں سن لیں۔ بس اب جو ہم کہتے ہیں وہ کرو۔''

''دیکھو، میں ان مہمانوں کو پناہ دے چکا ہوں۔ ان کے معاملے میں مجھے رسوا نہ کرو۔''

''ہم نے تمہیں منع نہیں کیا تھا کہ کسی مرد کو اپنے گھر مہمان نہیں ٹھہراؤ گے؟''

''میں نے یہ بھی کہہ دیا تھا کہ یہ تمہاری خواہش ہے، میں اس کا پابند نہیں ہوں۔''

''ہماری خواہش کا احترام کرو ورنہ ہم خود گھر میں گھس کر انہیں باہر نکال لائیں گے۔'' اس مرتبہ قوم کے دونوں سردار تھے جو آگے بڑھ کر حضرت لوط علیہ السلام سے مخاطب ہوئے تھے۔

''میں نہایت عاجز آ کر کہتا ہوں کہ ایسا بے ہودہ مطالبہ مت کرو۔ مہمانوں سے تعرض مت کرو۔ اس سے تو اچھا یہ ہوگا کہ یہ میری بیٹیاں موجود ہیں۔ ان سے شادی کرلو۔''

''تم اچھی طرح جانتے ہو کہ ہمیں عورتوں سے سروکار نہیں۔'' ان لوگوں نے نہایت ڈھٹائی سے اتنی بے ہودہ بات اپنے پیغمبر کے سامنے کہہ ڈالی۔

''اے کاش! مجھ میں تمہارے مقابلے کی قوت ہوتی یا میں کسی مضبوط قلعے میں پناہ پکڑ سکتا۔''

آپؑ کی زبان سے جیسے ہی یہ جملہ ادا ہوا سدومیوں نے آپؑ پر حملہ کردیا۔ آپؑ پیچھے ہٹتے ہٹتے دروازے سے لگ گئے۔ اسی وقت فرشتوں نے آپؑ کو اندر کھینچ لیا اور دروازہ بند کرلیا۔ قوم لوط دروازے پر پتھر برسا رہی تھی۔ لاتیں مار رہی تھی حضرت لوط علیہ السلام مہمانوں کے سامنے شرمندہ ہو رہے تھے۔ بے بسی اور عاجزی سے بار بار یہی الفاظ دہرا رہے تھے کہ کاش مجھ میں تمہارے مقابلے کی قوت موجود ہوتی یا میں کسی مضبوط قلعے میں پناہ پکڑ سکتا۔ حضرت لوط علیہ السلام پردیسی تھے۔ وہ سدوم کے نہیں تھے اسی لیے نہ یہاں آپؑ کی قوم تھی نہ کنبے کے افراد۔ اسی لیے آپؑ اس مشکل وقت میں اپنی قوم اور کنبے کو یاد کر رہے ہیں۔ ''قلعے'' سے آپؑ کی مراد یہی ہے۔

فرشتوں نے آپؑ کی بے بسی دیکھتے ہوئے اپنی حقیقت آپؑ پر ظاہر کردی۔

''اے لوط! بلاشبہ آپ کا قلعہ مضبوط ہے۔ آپ گھبرائیں نہیں۔ ہم انسان نہیں، تمہارے پروردگار کے فرشتے ہیں۔ یہ لوگ ہم تک کبھی نہیں پہنچ سکتے۔ بے شک! یہ لوگ ظالم ہیں۔ ہلاکت ان کا مقدر ہو چکی ہے۔ ہم اس بستی کو ہلاک کرنے والے ہیں۔ اسی لیے ہمیں زمین پر اتارا گیا ہے۔''

''انہیں ابھی ہلاک کردو۔'' حضرت لوط علیہ السلام اب ان بدبختوں کو ایک لمحہ بھی زندہ دیکھنا نہیں چاہتے تھے۔

''ان کی ہلاکت کے لیے صبح کا وقت مقرر ہے اور کیا صبح کا وقت کچھ دور ہے؟''

وہ ظالم قوم دروازے کو برابر دھکے دیے جا رہی تھی کہ دروازہ ٹوٹے اور وہ اندر جا کر اپنا مطلب پورا کریں اور وہ اس میں کامیاب بھی ہوگئے۔ دروازہ ٹوٹ کر اندر کی طرف گر گیا۔ وہ لوگ خوشی سے ناچتے ہوئے، ایک دوسرے پر گرتے پڑتے گھر میں داخل ہونے لگے۔ اسی وقت جبریل علیہ السلام نے اللہ سے اجازت طلب کی۔ سزا دینے کے لیے آپؑ کے پر نمودار ہوگئے۔ آپؑ نے ایک پر، گھر میں داخل ہونے والوں کے چہروں پر مارا۔ سب کے سب بینائی سے محروم ہوگئے۔ اندھیرے نے پاؤں پکڑے روشنی جاتی رہی تو ایک دوسرے سے ٹکرانے لگے۔ کچھ سمجھ نہ آتا تھا کہ کدھر جائیں۔ دیواریں

Marfat.com

ٹٹولتے ہوئے باہر کی طرف بھاگنے لگے۔ ان میں سے بعض حضرت لوط علیہ السلام کو پکار رہے تھے۔

''اے لوط! تو نے اپنے گھر میں جادوگروں کو بلا کر اچھا نہیں کیا۔ ہم بھی جلد اس جادو کا توڑ ڈھونڈیں گے اور کل صبح تک تجھے دیکھ لیں گے۔''

وہ لوگ ایک دوسرے کو آوازیں دیتے ہوئے اپنے اپنے گھروں کی طرف بھاگ رہے تھے لیکن گھروں تک پہنچنا دشوار ہو رہا تھا۔ اپنے گھر ڈھونڈے سے نہیں مل رہے تھے۔ اب اندھیرا بھی پھیل چکا تھا۔ کچھ بھائی نہ دیتا تھا۔ پوری بستی آہ و بکا کے شور سے گونج رہی تھی۔ ان کے رونے اور چیخنے کی آوازیں حضرت لوط علیہ السلام کے گھر تک پہنچ رہی تھیں۔ کوئی اندھا ٹھوکریں کھاتا ہوا حضرت لوط علیہ السلام کے گھر کے قریب پہنچ جاتا تھا تو یہ آوازیں قریب آ جاتی تھیں۔ یہ آوازیں اتنی دردناک تھیں کہ سن کر رونگٹے کھڑے ہو رہے تھے لیکن ان لوگوں پر رحم نہیں کھایا جا سکتا تھا۔ یہ لوگ اب بھی توبہ کرنے کے بجائے، حضرت لوط علیہ السلام کو للکار رہے تھے۔

حضرت لوط علیہ السلام کے گھر میں سب لوگ جاگ رہے تھے۔ عذاب کا حکم آ چکا تھا۔ اللہ تعالیٰ یہ وعدہ بھی کر چکا تھا کہ ہم آپؑ کو بہ حفاظت یہاں سے نکال کر لے جائیں گے اس کے بعد ہی عذاب نازل ہوگا۔''

اہل کتاب کے مطابق حضرت لوط علیہ السلام کو فرشتوں نے بجائے نکلنے کے یہ حکم دیا تھا کہ وہ وہاں ایک پہاڑ پر چڑھ جائیں لیکن حضرت لوط علیہ السلام نے کہا کہ وہ قریبی بستی میں جانا چاہتے ہیں تو فرشتوں نے کہا کہ ٹھیک ہے آپؑ چلے جائیں۔ ہم آپؑ کے وہاں پہنچنے کا انتظار کریں گے حتیٰ کہ آپؑ وہاں پہنچ کر ٹھہر جائیں پھر ہم اس قوم پر عذاب برسائیں گے۔ حضرت لوط علیہ السلام ایک صوعر نامی بستی میں گئے جس کو لوگ غور زغر کہتے تھے۔

حضرت لوط علیہ السلام نے اپنی بیٹیوں کو ساتھ لیا۔ بیوی بھی ساتھ تھی لیکن بے دلی کے ساتھ۔ صاف نظر آتا تھا کہ اس کا دل کہیں اور ہے۔ کبھی قدم دروازے سے باہر رکھتی تھی کبھی اندر رکھتی تھی اور جب فرشتے جلدی کرنے لگے تو وہ نیم دلی کے ساتھ باہر نکلی۔ حضرت لوط علیہ السلام قوم سے بچنے کے لیے گھر کے پچھلے دروازے سے باہر آئے اور یہ لوگ تقریباً بھاگتے ہوئے بستی سے باہر نکلے۔ فرشتے بھاگنے میں ان کی مدد کر رہے تھے۔

رات تیزی سے گزر رہی تھی۔ حضرت لوط علیہ السلام اپنے پیچھے شور اور چیخوں کے سوا کچھ نہیں سن رہے تھے لیکن پیچھے مڑ کر نہیں دیکھ سکتے تھے کیونکہ فرشتوں نے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ تم میں سے کوئی بھی پیچھے مڑ کر نہ دیکھے۔ آگے اندھیرا۔۔۔ اور سناٹا تھا۔ آپؑ کو ایک بستی ''صغر'' تک پہنچنا تھا۔ آپؑ کے وہاں پہنچتے ہی بستی والوں پر عذاب شروع ہو جانا تھا۔ وہ ڈھیٹ قوم مٹ جانے کے قریب تھی جس نے اپنے پیغمبر کی نافرمانی کی۔ کھلی کھلی نشانیوں کو جھٹلا دیا۔

آپؑ کی زوجہ بھی آپؑ کے ساتھ تھیں لیکن اس طرح کہ کبھی ساتھ چلنے لگتی تھیں کبھی پیچھے رہ جاتی تھیں۔ گویا یہ فیصلہ نہیں کر پا رہی تھیں کہ آگے جائیں یا بستی کی طرف واپس لوٹ جائیں۔ بالآخر وہ اندھیرے میں اندھیرا بن گئیں۔ گمان غالب یہ ہے کہ وہ واپس چلی گئیں اور عذاب والوں کے ساتھ عذاب کا شکار ہو گئیں۔ ان کا یہ انجام اللہ تعالیٰ نے پہلے ہی طے کر دیا تھا کیونکہ وہ بدکردار لوگوں کا کھلم کھلا مدد کیا کرتی تھیں۔

''البتہ ان کی بیوی (کہ) اس کے لیے ہم نے ٹھہرا دیا ہے، کہ وہ پیچھے رہ جائے گی۔''

حضرت لوط علیہ السلام جب صحرا کے بالکل قریب نہایت گرم علاقے صغر میں پہنچے تو طلوع صبح کا وقت قریب تھا۔ آپؑ یہ سوچ کر اب آپؑ کی قوم پر عذاب شروع ہو چکا ہوگا، سجدے میں گر پڑے۔

سورج طلوع ہوا تو قوم لوط علیہ السلام کو عذاب نے پکڑ لیا۔ عذاب کے لیے مقرر پانچ بستیاں تھیں۔ صبعہ، صغرہ، عامورہ، دوما اور سدوم۔ سدوم سب سے بڑی بستی تھی۔

ان بستیوں میں ایک قول کے مطابق چار سو انسان تھے اور ایک قول کے مطابق چار ہزار تھے۔ حضرت جبریل علیہ

Marfat.com

السلام نے ان بستیوں کو اپنے پروں پر بلند کیا اور آسمان کے قریب لے گئے یہاں تک کہ آسمان والوں نے ان بستی والوں کے مرغوں کی آوازیں سنیں اور کتوں کا بھونکنا سنا اور پھر ان بستیوں کو الٹ دیا گیا۔ اس طرح کہ بالائی حصے کو نیچے کر دیا اور پھر آسمان سے ایسے پتھروں کی بارش کی گئی جن پر ہر اس شخص کا نام لکھا ہوا تھا جس پر وہ لگے گا۔ مقصد یہ کہ یہ پتھر ہر اس آدمی کو لگے اور اس کا بھیجا نکال دے جو ان بستیوں سے تعلق رکھتا تھا۔ چاہے وہ اس وقت وطن میں تھا یا وطن سے دور۔ ایک پتھر پر زوجہ لوط کا نام بھی تھا جو اسے لگ کر رہا۔ یہ پتھر اس کثرت سے برسے کہ پوری بستی ان سیاہ، آگ میں جلے ہوئے پتھروں سے ڈھک گئی۔ اس علاقے میں یہ پتھر اب بھی موجود ہیں جنہیں دیکھا جا سکتا ہے۔

ان تمام واقعات کو اگر قرآن کریم کی زبان میں سننا ہو تو سورۂ الحجر ملاحظہ کی جا سکتی ہے۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے۔

''اور جب ایسا ہوا کہ بھیجے ہوئے فرشتے خاندان لوط کے پاس پہنچے تو انہوں نے کہا، تم لوگ اجنبی معلوم ہوتے ہو۔ انہوں نے کہا نہیں یہ بات نہیں بلکہ ہم تمہارے پاس وہ بات لے کر آئے ہیں، جس میں لوگ شک کیا کرتے تھے۔ ہمارا آنا ایک امر حق کے لیے ہے اور ہم اپنے بیان میں سچے ہیں۔ پس چاہیے کہ کچھ رات رہے اپنے گھر کے لوگوں کو لے کر نکل جاؤ اور ان کے پیچھے قدم اٹھاؤ اور اس بات کا خیال رکھو کہ کوئی پیچھے مڑ کر نہ دیکھے۔۔۔

''غرض کہ ہم نے لوطؑ پر حقیقت حال واضح کر دی کہ ہلاکت کا ظہور ہونے والا ہے اور باشندگان کی بیخ کنی و بنیاد صبح ہوتے ہوتے اکھڑ جانے والی ہے اور شہر کے لوگ خوشیاں مناتے ہوئے آ پہنچے۔ لوط نے کہا، دیکھو یہ میرے مہمان ہیں تم میری فضیحت نہ کرو، اللہ سے ڈرو۔ تم میری رسوائی کے کیوں در پے ہو۔ انہوں نے کہا، کیا ہم نے تجھے اس بات سے نہیں روک دیا تھا کہ کسی قوم کا آدمی ہو لیکن اپنے یہاں مت ٹھہراؤ۔ لوطؑ نے کہا اگر ایسا ہی ہے تو دیکھو یہ میری بیٹیاں ہیں ان کی طرف ملتفت ہو (یعنی شہر کی عورتیں) تب فرشتوں نے لوطؑ سے کہا، تمہاری زندگی کی قسم، یہ لوگ تو اپنی بدمستیوں میں کھوئے گئے ہیں۔ غرضیکہ سورج نکلتے نکلتے ایک ہولناک آواز نے انہیں آلیا۔ پس ہم نے وہ بستی زیروزبر کر ڈالی اور پکی ہوئی مٹی کے پتھروں کی ان پر بارش کی۔ بلاشبہ اس واقعے میں ان لوگوں کے لیے بڑی ہی نشانیاں ہیں جو پہچان رکھنے والے ہیں۔''

سورۂ ہود میں اس واقعے کو یوں بیان کیا گیا۔

''اور پھر جب ایسا ہوا کہ ہمارے فرستادے لوط کے پاس پہنچے تو وہ ان کے آنے سے خوش نہ ہوا اور ان کی موجودگی نے اسے پریشان کر دیا۔ وہ بولا آج تو بڑی مصیبت کا دن ہے اور اس کی قوم کے لوگ دوڑتے ہوئے آئے۔ وہ پہلے سے برے کاموں کے عادی ہو رہے تھے۔ لوط نے کہا لوگو! یہ میری بیٹیاں ہیں (یعنی بستی کی عورتیں جنہیں وہ اپنی بیٹیوں کی جگہ سمجھتا تھا اور جنہیں لوگوں نے چھوڑ رکھا تھا) یہ تمہارے لیے جائز اور پاک ہیں۔ پس اللہ سے ڈرو۔ میرے مہمانوں کے معاملے میں مجھے رسوا نہ کرو۔ کیا تم میں کوئی بھلا آدمی نہیں۔ ان لوگوں نے کہا، تجھے معلوم ہے کہ تیری ان بیٹیوں سے ہمیں کوئی سروکار نہیں اور تو اچھی طرح جانتا ہے کہ ہم کیا کرنا چاہتے ہیں۔ لوطؑ نے کہا، کاش! تمہارے مقابلے کی مجھے طاقت ہوتی یا کوئی اور سہارا ہوتا جس کا آسرا پکڑ سکتا۔ مہمانوں نے کہا، اے لوط! ہم تیرے پروردگار کے بھیجے ہوئے آئے ہیں۔ یہ لوگ تجھ پر کبھی قابو نہ پا سکیں گے۔ تو یوں کر کہ جب رات کا ایک حصہ گزر جائے تو اپنے گھر کے آدمیوں کے ساتھ نکل چل اور تم میں سے کوئی ادھر نہ دیکھے مگر ہاں تیری بیوی (ساتھ دینے والی نہیں) جو کچھ ان لوگوں پر گزرتا ہے وہ اس پر بھی گزرے گا۔ ان لوگوں کے لیے عذاب کا مقررہ وقت صبح کے آنے میں کچھ دیر نہیں۔ پھر جب ہماری ٹھہرائی ہوئی بات کا وقت آ پہنچا تو (اے پیغمبر) ہم نے اس (بستی) کی تمام بلندیاں پستی میں بدل دیں اور اس پر آگ میں پکے ہوئے پتھر لگاتار برسائے جو تیرے پروردگار کے حضور نشانی کیے ہوئے تھے۔''

ایک اور جگہ قرآن کے تیور یہ ہیں۔

Marfat.com

"پھر بچادیا ہم نے اس کو اور اس کے گھر والوں کو مگر ایک بڑھیا رہ گئی رہنے والوں میں۔ پھر اٹھا مارا ہم نے ان دوسروں کو اور برسایا ان پر ایک برساؤ۔ سو کیا برابر ساؤ تھا ان ڈرائے ہوؤں کا البتہ اس بات میں نشانی ہے اور ان میں بہت لوگ نہیں تھے ماننے والے اور تیرا رب وہ ہے زبردست رحم کرنے والا۔"

☆......☆......☆

حضرت لوط علیہ السلام نے جو یہ فرمایا تھا کہ یہ میری بیٹیاں ہیں، یہ تمہارے لیے جائز اور پاک ہیں۔ اس کی وضاحت اس لیے بہت ضروری ہے کہ بعض معترضین اسے بہت اچھالتے ہیں۔ دیکھنا یہ ہے کہ آپؑ نے حقیقت میں اپنی بیٹیوں کے لیے فرمایا تھا یا کچھ اور مطلب تھا۔ کیا آپؑ اس خبیث قوم کے افراد کے لیے اپنی بیٹیوں کو پیش کر سکتے تھے؟ ہرگز نہیں۔ پھر یقیناً اس کا مطلب کچھ اور ہوگا۔

قرآن و حدیث کے مطابق نبی اپنی امت کے لیے مثل والد کے ہوتا ہے۔ فرمان الٰہی ہے" نبی مومنین کے لیے ان کی جانوں سے زیادہ بہتر ہے اور نبی کی بیویاں مومنین کی مائیں ہیں۔ کئی صحابہ اور سلف صالحین فرماتے ہیں کہ یہاں مطلب خود بخود صاف ہوتا ہے کہ نبی مومنین کا باپ ہے، تو حضرت لوط علیہ السلام نے جو یہ فرمایا کہ یہ میری بیٹیاں ہیں اس سے بھی یہی مراد ہے کہ اپنی قوم کی عورتوں سے شادی کر کے اپنی خواہش پوری کرو۔ یہاں حقیقی بیٹیوں سے مراد لینا غلط اور اہل کتاب سے ماخوذ ہے۔

بعض نے یہ اعتراض بھی کیا ہے کہ یہ کس طرح ہوسکتا ہے کہ حضرت لوط علیہ السلام کافر عورتوں کے باپ تسلیم کیے جائیں۔ اس کا جواب بھی علما نے یہ دیا ہے کہ نبی معصوم اپنی تمام امت کا روحانی باپ ہوتا ہے جس کی جانب اسے مبعوث کیا گیا ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ امت اس کی دعوت سے فلاح پاتی ہے یا محروم رہتی ہے۔

☆......☆......☆

ستاروں کے چراغ ایک ایک کر کے گم ہوگئے تھے۔ سورج اپنے تخت پر آ چکا تھا۔ آج کا سورج ایک نیا نظارہ پیش کر رہا تھا۔ ایک نہیں پانچ بستیاں زیرِ زمین دفن ہوچکی تھیں۔ اس عذاب عظیم سے صرف وہی بچے تھے جو ان بستی والوں کے افعال، میں شریک نہیں تھے۔ حتیٰ کہ حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی بھی اس عذاب میں ہلاک کردی گئیں چنانچہ حضرت نوح علیہ السلام کی بیوی اور حضرت لوطؑ کی بیوی کا ذکر کرتے ہوئے قرآن نے کہا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

"دونوں ہمارے دو نیک بندوں کے تحت تھیں لیکن دونوں بیویوں نے ان سے خیانت کی لہٰذا ان کو اللہ (کے عذاب) سے کچھ بھی فائدہ نہ ہوا اور ان کو کہا گیا جہنم میں داخل ہونے والوں کے ساتھ داخل ہو جاؤ۔"

اس سے یہ مراد ہرگز نہیں کہ وہ خدانخواستہ فاحشہ تھیں۔ ہرگز ہرگز نہیں کیونکہ اللہ کے کسی پیغمبر کے تحت کوئی فاحشہ بدکار عورت نہیں آ سکتی جیسا کہ ابن عباسؓ اور دیگر سلف و خلف بزرگوں نے فرمایا ہے کہ کبھی کسی نبی کی بیوی فاحشہ نہیں ہوسکتی اور جس نے اس کے خلاف کہا اس نے بہت بڑی غلطی کی۔

کتابوں میں یہ ذکر تو ملتا ہے کہ لوط علیہ السلام سدوم کے قریب ایک بستی صغر میں چلے گئے تھے لیکن اس کے بعد کے حالات پر پردہ پڑا ہوا ہے۔ بعض نے یہ لکھا ہے کہ اس واقعے کے بعد آپؑ سات سال زندہ رہے اور صغر سے قریبی پہاڑی پر تشریف لے گئے۔ وہیں آپؑ کا انتقال ہوا۔ بعض نے یہ لکھا ہے کہ آپؑ حضرت ابراہیمؑ کے پاس تشریف لے گئے تھے۔ وہیں آپ کا انتقال ہوا اور آپؑ حضرت ابراہیمؑ، حضرت سارہ اور حضرت اسحٰق کے قریب دفن ہوئے لیکن حتمی طور پر کچھ نہیں کہا جاسکتا کیونکہ آپؑ کے سدوم سے چلے جانے کے بعد کا ذکر نہ قرآن میں ملتا ہے نہ توریت میں لیکن ہلاک شدہ بستی کے آثار آج بھی موجود ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس جگہ کو ایک انتہائی بدبودار سمندر بنادیا ہے، جس کے پانی سے نفع نہیں اٹھایا جاسکتا اور نہ اس کے آس پاس کی زمین نفع اٹھانے کے قابل رہ گئی ہے۔ اللہ نے اس کو عبرت، نشانی، مثال اور نصیحت

Marfat.com

بنا دیا ہے۔ اس زمین پر نہ تو بیج بویا جا سکتا ہے اور نہ کسی قسم کی نباتات ہو سکتی ہے اور نہ مویشی پالے جا سکتے ہیں۔ سیاہ مٹی پر ہر طرف پتھر بکھرے ہوئے ہیں۔ یہ وہی پتھر ہیں جو قوم لوط پر برسائے گئے تھے۔

یہ آثارِ عبرت کے لیے کافی ہیں۔ ''بے شک اس میں عقل والوں کے لیے نشانی ہے اور وہ (شہر) اب تک عام گزر گاہ پر جو برابر چلتی رہتی ہے، واقع ہے۔ بے شک اس میں ایمان لانے والوں کے لیے بڑی نشانی ہے۔'' (سورۂ الحجر)

''ہم نے سمجھنے والوں کے لیے اس بستی کو صریح عبرت کی نشانی بنا دیا۔'' (العنکبوت)

''اور جو لوگ عذاب سے ڈرتے ہیں ان کے لیے وہاں (کامل علامت) نشانی چھوڑ دی (الذریت)۔

''تو ہم نے کنکر بھری ہوا چلائی مگر لوطؑ کے گھر والے کہ ہم نے ان کو سحر کے وقت ہی سے بچا لیا اپنے فضل سے ہر شکر کرنے والے کو ہم ایسا ہی بدلہ دیا کرتے ہیں۔'' (القمر)

حدیث مبارکہ میں آتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ''مومن کی فراست سے ڈرو۔ بے شک وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے۔'' پھر حضور اکرم ﷺ نے ایک تلاوت فرمائی۔ ''اور خدا کا فرمان کہ وہ بستی سیدھے راستے پر ہے یعنی اب تک وہ شارع عام پر ہے۔ ہر آتا جاتا اس سے عبرت پکڑ سکتا ہے۔''

''اور تم ان پر دن کے وقت گزرتے ہو اور رات کے وقت تو پس کیوں عقل نہیں پکڑتے۔''

یہ بستی کس کے لیے نشانی ہے؟ جو آخرت کے عذاب سے ڈرے اور رحمٰن سے غائبانہ ڈرے اور اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے خوف کرے اور اپنی خواہش کو رد کرے، اس کے لیے یہ بستی عبرت و نصیحت ہے تاکہ وہ اللہ کی نافرمانی کو ترک کر دے اور قوم لوط کے مشابہہ ہونے سے ڈرے۔''

''بے شک جس نے جس قوم کی شکل اختیار کی وہ انہی میں سے ہوگا۔''

اس لیے سورۂ ہود میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ ''اور یہ (سزا) ظالموں سے (اب بھی) دور نہیں۔''

اللہ ہمیں محفوظ رکھے۔ آمین!

Marfat.com

حضرت یعقوب علیہ السلام

خیمے کے بیچوں بیچ جلنے والے چراغ کی ہلکی روشنی میں حضرت ابراہیمؑ کا اداس چہرہ صاف نظر آ رہا تھا۔ وہ کسی گہری سوچ میں ڈوبے ہوئے تھے۔ سردیوں کی رات تھی۔ باہر چلنے والی سرد ہوا نے خیمے کو ٹھنڈا کر دیا تھا لیکن انہیں جیسے احساس ہی نہ تھا۔ جیسے یادوں نے یلغار کر دی ہو اور وہ ان یادوں کے تعاقب میں دور بہت دور چلے گئے ہوں۔ جیسے ایک موسم سے دوسرے موسم میں داخل ہو گئے ہوں۔ ان کی زوجہ حضرت سارہ، بھیڑ کی کھال سے بنے کمبل سے اپنے بدن کو گردن تک چھپائے، آپؑ کی اس کیفیت کو بڑی دیر سے دیکھ رہی تھیں لیکن کچھ پوچھنے کی ہمت نہیں تھی کہ نہ جانے کیا اسرار ہے۔ آپؑ نہ جانے کن خیالوں میں گم ہیں۔ ان کے اور اللہ کے درمیان کیا باتیں ہو رہی ہیں۔ یہی سوچتے سوچتے حضرت سارہ کو نیند آ گئی۔ خیمے کا سناٹا اور گہرا ہو گیا۔

اب چراغ میں تیل ختم ہونے لگا تھا۔ حضرت ابراہیمؑ اٹھے اور چراغ میں تیل ڈال کر پھر اپنی جگہ بیٹھ گئے۔ چراغ کی لو بڑھ گئی تھی۔ خیمہ روشن ہو گیا تھا۔ اس تبدیلی نے حضرت سارہ کو بیدار کر دیا۔ انہوں نے آنکھیں کھول کر دیکھا۔ حضرت ابراہیمؑ اب بھی جاگ رہے تھے۔ اس مرتبہ حضرت سارہ سے نہ رہا گیا۔

''اللہ کے نبی! چراغ بجھانے کا وقت گزر بھی چکا۔ آپ ابھی تک جاگ رہے ہیں۔''

''ہاں۔ تم سو جاؤ۔ کہو تو چراغ گل کر دوں۔''

''آخر آج آپ، اتنے ناوقت کیا سوچ رہے ہیں؟''

''اے اللہ کی بندی اپنے اسحٰق کے بارے میں سوچ رہا ہوں۔''

''کیا ہوا اسحٰقؑ کو۔ وہ تو اپنے خیمے میں آرام سے ہے۔ اس کی بیوی ربقہ اس کے ساتھ ہے۔''

''کیا تمہیں یاد نہیں، میں کتنے وثوق سے اپنے بھتیجے بیتوایل کی بیٹی اسحٰقؑ کے خیمے میں لایا تھا اور اسحٰقؑ سے اس کی شادی کی تھی۔ کتنی عجیب بات ہے کہ وہ بانجھ نکلی۔''

''سوچنے سے کیا فائدہ۔ جو اللہ کو منظور۔''

''یہی تو سوچ رہا ہوں۔ اللہ اپنا فیصلہ کیسے بدل سکتا ہے۔ اس نے تو وعدہ کیا تھا۔''

''کیسا وعدہ، اے اللہ کے نبی؟''

''وہ دن یاد کرو جب تم اولاد سے محروم تھیں۔ میں تین اجنبی مہمانوں کو اپنے ساتھ لایا تھا۔ اور جب دستر خوان پر بیٹھے تو ہاتھ کھانے کی طرف نہیں بڑھا رہے تھے۔ میرے استفسار پر انہوں نے بتایا کہ وہ اللہ کے فرشتے ہیں اور ہمیں خوشخبری سنانے آئے ہیں۔ پھر انہوں نے اسحٰق کی اور اس کے بیٹے کی خوش خبری سنائی تھی اور تم اپنے بڑھاپے کو دیکھ کر ہنس پڑی تھیں تو ان فرشتوں نے کہا تھا، کیا تم اللہ کی قدرت سے تعجب کرتی ہو؟''

حضرت سارہ نے کمبل دور پھینک دیا اور اٹھ کر بیٹھ گئیں۔ ان کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اپنی خوشی کو کیسے چھپائیں۔ وہ اپنی جگہ سے اٹھیں اور حضرت ابراہیمؑ کے برابر تشریف فرما ہو گئیں۔

''آپ کی طرح میں بھی پریشان تھی۔ کاش! یہ واقعہ آپ مجھے پہلے یاد دلا دیتے۔ اب میں بالکل مطمئن ہوں۔ اسحٰقؑ

Marfat.com

کی بیوی سے اس کا بیٹا ضرور پیدا ہو گا۔''

''سارہ، کہیں ایسا تو نہیں کہ اسحٰقؑ دوسری شادی کرے اور بیٹا دوسری بیوی سے ہو۔ اگر ایسا ہوا تو میں اپنے بھتیجے سے کیا کہوں گا؟''

''کیا آپ اللہ کی قدرت سے تعجب کرتے ہیں۔ ہم دونوں اللہ سے دعا کریں گے۔ وہ اپنا وعدہ ضرور پورا کرے گا۔ ربقہ ضرور بیٹا جنے گی۔''

''اللہ کا وعدہ ضرور پورا ہو گا لیکن ہم دونوں کی عمریں کب تک انتظار کریں۔ کاش! ہم اپنی زندگی میں اسحٰقؑ کے بیٹے کو دیکھ سکیں۔''

''اللہ کے وعدے میں اس کی کوئی شرط نہیں تھی۔ آپ سے زیادہ مجھے خوشی ہوگی اگر میں اپنے پوتے کو گود میں کھلاؤں۔ اللہ ہماری یہ آرزو پوری کرے۔''

''دیکھو، میں روز کی طرح آج بھی اللہ کی عبادت کے لیے کھڑا ہوتا ہوں۔ اللہ کو منظور ہوا تو وہ میری ضرور سنے گا۔''

وہ رات گزری۔ صبح ہوئی۔ دھوپ نے ذرا قد نکالا تو حضرت ابراہیمؑ، حضرت اسحٰقؑ کے خیمے کی طرف گئے اور انہیں رات میں ہونے والی گفتگو سے آگاہ کیا۔

''بیٹا اسحٰقؑ! تمہاری بیوی بانجھ ہے لیکن تم اللہ کی ذات سے مایوس مت ہونا۔ مجھے فرشتوں کے ذریعے اللہ کا بھیجا ہوا وعدہ یاد ہے۔ اللہ نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ وہ مجھے اسحٰقؑ کا بیٹا عطا کرے گا۔''

''ابا جان، کیوں نہ میں دوسری شادی کر لوں۔ شاید اس سے اولاد ہو۔''

''ایسا ہرگز نہ کرنا۔ ربقہ کا باپ بیتوایل میرا بھتیجا ہے۔ اسے تکلیف پہنچے گی تم اس کی بیٹی کے ہوتے ہوئے دوسری عورت لے آئے۔ اللہ نے چاہا تو ربقہ ہی تمہارے بچے کی ماں بنے گی۔''

''میں تو اس لیے کہہ رہا تھا کہ آپ اپنی زندگی میں میری اولاد کو دیکھ سکیں۔''

''اللہ میری عمر میں برکت دے گا۔ میں نہ رہوں تو بے شک تم دوسری شادی کر لینا۔ اس وقت میں بیتوایل کے سامنے جواب دہ نہیں ہوں گا اور میرے لیے تو تیرے بھائی اسمٰعیل کی اولادیں بھی آنکھوں میں ٹھنڈک ہیں۔ مجھے تو تیری ماں سارہ کا خیال آتا ہے۔ اس کے لیے تو ہی مرکز امید ہے۔''

اتنی دیر میں ربقہ بھی خیمے سے باہر آ گئی تھیں اور شاید یہ گفتگو بھی سن لی تھی۔ انہوں نے بھی صلاح دی کہ حضرت اسحٰقؑ اگر اولاد کی خاطر دوسری شادی کر لیں تو کیا حرج ہے۔ حضرت ابراہیمؑ نے انہیں بھی دوسری شادی کی اونچ نیچ سمجھاتے ہوئے صبر کی تلقین کی۔

''اس ربِ کریم کی رحمت کا انتظار کرو اور ہنسی خوشی رہتی رہو۔''

☆......☆......☆

بیس سال گزر گئے تھے۔ اب نہ حضرت ابراہیمؑ اس دنیا میں رہے تھے نہ حضرت سارہ۔ حضرت اسحٰقؑ حضورِ الٰہی میں دعائیں کرتے کرتے تھک چکے تھے۔ انہیں والد گرامی کی وصیت یاد آ رہی تھی۔ ''میں نہ رہوں تو بے شک تم دوسری شادی کر لینا۔'' ربقہ کو اب بھی کوئی اعتراض نہیں تھا۔

وہ اپنے ارادے کو عملی جامہ پہنانے کے لیے تیار ہو گئے تھے کہ اچانک انہیں معلوم ہوا کہ ربقہ حاملہ ہے۔ پہلے تو انہیں یہ شک ہوا کہ انہیں شادی سے روکنے کے لیے ربقہ نے یہ اطلاع دی ہے لیکن جیسے جیسے دن گزرتے گئے انہیں خبر پر یقین آتا گیا اور اس روزِ سعید کا انتظار ہونے لگا جب ان کا وارث دنیا میں آئے۔

وقتِ مقررہ آن پہنچا تو اللہ تعالیٰ نے ربقہ کو جڑواں لڑکے عطا فرمائے۔ ایک باندی نے آ کر حضرت اسحٰقؑ کو مطلع

Marfat.com

کیا۔ آپ نے خوشبو جلانے کا حکم دیا اور خیمے کی طرف دوڑ پڑے۔ انہوں نے دونوں بچوں کی طرف پیار سے دیکھا۔ ایک بچے کا رنگ سرخ تھا اور اس کے بدن پر بال تھے۔ ملائم اون کی طرح۔ دوسرے بچے کے چہرے پر عظمت اور متانت کی پرچھائیں تھی۔ ربقہ نے نام رکھنے کی فرمائش کی۔

''ہمارا دستور ہے کہ آٹھ دن بعد لڑکے کی ختنہ ہوتی ہیں اسی وقت نام رکھا جاتا ہے۔''

''آپؑ نے کوئی نام سوچا تو ضرور ہوگا۔''

''میں اس وقت تمہیں بھی نہیں بتا سکتا۔ بس مجھے اتنا بتا دو ان میں بڑا کون ہے۔''

''یہ دونوں تو برابر ہی کے ہوئے کیونکہ دونوں جڑواں ہیں۔''

''جو پہلے پیدا ہوا وہ بڑا شمار ہوگا۔ اس کے بعد آنے والا چھوٹا ہوگا۔''

''اس حساب سے تو بالوں والا بڑا ہوگا کہ پہلے یہی پیدا ہوا تھا۔''

''تم جو کہتی ہو یہی ہوا ہوگا۔''

آٹھ دن بعد سنت ابراہیمؑ کے مطابق دونوں کی ختنہ کی گئیں۔ قبیلے کے لوگ جمع ہوئے۔ ان کے سامنے حضرت اسحٰقؑ نے دونوں بچوں کے ناموں کا اعلان کیا۔

''اپنے بڑے بیٹے کا نام ''عیص'' رکھتا ہوں کیونکہ اس کا رنگ سرخ ہے۔ اس کی پہچان یہ ہے کہ اس کے ہاتھوں پر پشمینے کی طرح بال ہیں جو شاید ہمیشہ رہیں۔ چھوٹا بیٹا چونکہ اس کے عقب میں آیا تھا اس لیے اس کا نام یعقوبؑ ٹھیک رہے گا۔ آپ لوگوں کے ذہن میں کوئی اور نام آتا ہو تو وہ بھی بتایئے۔''

''اس سے بہتر اور کون سے نام ہو سکتے ہیں۔ ہم بھی انہیں آج سے عیص اور یعقوبؑ کہہ کر پکاریں گے۔ جس طرح آپؑ ہمارے لیے محترم ہیں یہ بھی محترم رہیں گے۔''

اس موقعے پر حضرت اسحٰقؑ نے بکرے اور بچھڑے بھون کر تیار کر رکھے تھے۔ قبیلے والوں کو شاندار دعوت دی گئی تھی۔ رات گئے تک یہ دعوت چلتی رہی۔ سب نے دعائیں دیں اور اپنے اپنے ٹھکانوں کی طرف لوٹ گئے۔

جب رات گہری ہوئی تو ربقہ اور حضرت اسحٰقؑ پاس پاس بیٹھے تھے۔ دونوں کی نظریں دونوں بچوں پر تھیں۔ ان کے مستقبل اور ان کی پرورش کے بارے میں باتیں ہو رہی تھیں۔

''عیص تو میرا بیٹا ہے کیونکہ یہ بڑا ہے۔ جب یہ بڑا ہوگا تو میری دعاؤں کا حق دار ہوگا۔ بڑا بیٹا تو وارث ہوتا ہے۔''

''ٹھیک ہے تو یعقوبؑ میرا بیٹا ہے۔ میری محبت اس کے ساتھ ہوگی کیونکہ چھوٹے بیٹے کو سب ہی چاہتے ہیں۔''

''ہم ان کی شادیاں دھوم دھام سے کریں گے۔ لیکن کریں گے خاندان میں۔ جس طرح میں تمہیں فدان آرام سے یہاں لایا تھا۔ یاد ہے نا۔''

''سب یاد ہے۔ پہلے انہیں بڑا تو ہونے دو۔''

''اب میں زیادہ سے زیادہ ریوڑ جمع کروں گا تاکہ میرے بچوں کو کچھ نہ کرنا پڑے۔ میرا عیص بے فکری سے زندگی گزارے۔''

''اور میرا یعقوبؑ بھی۔''

''عیص کو چاہنے کا مطلب یہ تھوڑی ہے کہ میں یعقوبؑ کو بھول جاؤں گا۔''

''اور یعقوبؑ کو پسند کرنے سے یہ مطلب تھوڑی ہے کہ میں اپنے عیص کا خیال نہیں رکھوں گا۔''

''یہ دونوں ہماری آنکھوں کا نور ہیں۔ ان کے معاملے میں بھی حسد نہ کرنا۔''

''کیا خبر اللہ مجھے اور بھی اولاد دے تو کیا میں سب سے حسد کرتی پھروں گی۔''

Marfat.com

''آؤ، چراغ بجھا کر جیسا کہ قاعدہ ہے، اللہ سے دعا کریں کہ وہ ہمارے بچوں کو حفظ وامان میں رکھے۔''
دونوں نے اللہ کے حضور دعا کی۔ عیص کو حضرت اسحٰقؑ نے اپنے پاس لٹایا اور ربقہ، حضرت یعقوبؑ کو اپنے بستر پر لے کر لیٹ گئیں۔

دونوں بچوں کی پرورش ہوتی رہی۔ پورا قبیلہ اللہ کی اس قدرت پر خوش تھا کہ اللہ نے حضرت اسحٰقؑ کی دعا پورے بیس برس بعد سنی۔ جب کہ وہ بالکل مایوس ہو چکے تھے۔ یہ دونوں بچے قبیلے کی آنکھ کا تارا بنے ہوئے تھے۔ حضرت اسحٰقؑ چونکہ اللہ کے نبی تھے اس لیے توحید کا درس دینا آپؑ کا فرض تھا جس کو آپؑ پوری دیانت داری سے انجام دے رہے تھے۔ ان کا قبیلہ تو خیر ان کی تعلیمات کے زیر اثر تھا لیکن اگر کوئی قافلہ کنعان میں داخل ہوتا تو سب سے پہلے حضرت اسحٰقؑ ہی سے اس کا آمنا سامنا ہوتا۔ حضرت اسحٰقؑ کا قاعدہ تھا کہ وہ شہر کے ناکے پر چلے جاتے اور جب کوئی قافلہ شہر میں داخل ہوتا آپؑ تبلیغ کے فرائض انجام دیتے بت پرستی اور شرک کی نفی کرتے اور خدا کی وحدانیت کا درس دیتے۔ یہ قافلہ جب کنعان سے واپس جاتا تو حضرت اسحٰقؑ کی باتیں اپنے علاقوں میں جا کر بیان کرتا۔ اس طرح حضرت اسحٰقؑ کی شہرت دور دور تک پھیلی ہوئی تھی۔ کنعان کے باشندے آپ کے وجود کو خیر و برکت کا باعث جانتے تھے اور سمجھتے تھے کہ کنعان کی خوش حالی اس وجہ سے ہے کہ یہاں اللہ کا نبی مقیم ہے۔

اہل کنعان اس وقت بوکھلاہٹ کا شکار ہو گئے جب کنعان قحط کی لپیٹ میں آ گیا۔ سبزہ اس طرح ختم ہو گیا جیسے چھاؤں کو دھوپ کھا جاتی ہے۔ حضرت اسحٰقؑ کے پاس جانوروں کا بہت بڑا ریوڑ تھا۔ اس قحط سے سب سے زیادہ جانور ہی متاثر ہو رہے تھے۔ جب بھوک کی شدت سے جانور مرنے لگے تو آپؑ کو ہجرت کا خیال آیا۔ اور پھر آپؑ کو یاد آیا کہ حضرت ابراہیمؑ نے ایسے ہی کسی موقعے پر مصر کی طرف ہجرت کی تھی۔ آپؑ نے بھی مصر جانے کا ارادہ کیا لیکن بائبل کے مطابق اللہ نے ان کو منع کیا کہ وہ مصر نہ جائیں۔ بائبل کے الفاظ یہ ہیں۔

''جو ملک میں تجھے بتاؤں اس طرف جا کے رہ۔ میں تجھے برکت بخشوں گا کیونکہ میں تجھے اور تیری نسل کو یہ سب ملک دوں گا اور میں اس قسم کو جو میں نے تیرے باپ ابراہام سے کھائی ہے، پورا کروں گا۔''

حضرت اسحٰقؑ نے اس غیبی اشارے کے مطابق مصر جانے کے بجائے فلسطین کے علاقے ''جرار'' کی طرف ہجرت کی۔ جرار کو آپؑ نے اس لیے بھی فوقیت دی کہ کسی زمانے میں حضرت ابراہیمؑ بھی یہاں آ کر رہے تھے۔ یہاں انہوں نے بہت سے کنویں بھی کھدوائے تھے اور ایک عبادت گاہ تعمیر کرائی تھی۔ یہاں کا حکمران ابی ملک تھا جو حضرت ابراہیمؑ کا دوست تھا اور اسے وہ احسانات بھی یاد تھے جو اس کے ملک پر انہوں نے کیے تھے۔ لہٰذا اس نے حضرت اسحٰقؑ کو یہاں رہنے کی اجازت دے دی۔

ابتدا میں تو مقامی باشندوں نے انہیں ہاتھوں ہاتھ لیا لیکن جب آپؑ نے انہیں ایمانداری کی تلقین کی تو انہوں نے اس سے اپنے معاملات میں دخل اندازی کا بہانہ بنا کر ان کی مخالفت شروع کر دی اور یہ پروپیگنڈا شروع کر دیا کہ ان کی وجہ سے ہماری ترقی رک گئی ہے۔ ہمارے تمام وسائل پر انہوں نے قبضہ کر لیا ہے۔ اس بات کا یقین سب کو اس لیے بھی آ گیا کہ حضرت اسحٰقؑ کی وجہ سے کنعان کے اور بہت سے لوگ جرار میں آ کر آباد ہو گئے تھے۔

حضرت اسحٰقؑ کے خیمے دور دور تک پھیل گئے تھے۔ ان کے جانوروں میں بھی یہاں آ کر اضافہ ہو گیا تھا کیونکہ اب انہوں نے گلہ بانی کے ساتھ ساتھ کھیتی باڑی بھی شروع کر دی تھی۔ کنعان سے آئے ہوئے لوگ ان کا پورا ساتھ دے رہے تھے۔ حضرت ابراہیمؑ نے جو کنویں یہاں کھدوائے تھے، حضرت اسحٰقؑ ان کنوؤں کو اپنا حق سمجھ کر اس کا پانی کھیتی باڑی کے لیے استعمال کر رہے تھے۔

کنعان سے آئے ہوئے لوگوں اور مقامی باشندوں کے درمیان آہستہ آہستہ چپقلش بڑھنے لگی۔ اس کی ابتدا زبانی

Marfat.com

مخالفت سے ہوئی۔ مقامی آبادی کے کچھ لوگ جمع ہو کر آئے اور انہیں مجبور کیا کہ اپنے علاقوں کی طرف لوٹ جائیں۔

''میں نے اور میرے ساتھیوں نے تمہارا کیا بگاڑا ہے جو مجھے چلے جانے کو کہتے ہو۔''

''اول تو یہ کہ تم بہت پارسا بنتے ہو۔ ہر وقت ہمیں ایمانداری کی تلقین کرتے ہو۔ توحید کا سبق دیتے رہتے ہو۔''

''تو کیا برا کرتا ہوں۔ مجھ سے یہی کہا گیا ہے کہ میں ایسا کرتا رہوں۔''

''یہ نہیں کہا گیا کہ خود بھی عمل کیا کرو۔''

''تم نے میرے عمل میں کیا کجی دیکھی؟''

''یہ کیا شرافت ہے کہ تم ہماری معیشت میں زبردستی شریک ہو گئے ہو۔ زمین ہماری ہے اور تم اس پر کاشت کرتے ہو۔ یہ ایمانداری ہے؟ کیا معاوضہ دیتے ہو تم اس کا۔''

''تمہارے بادشاہ نے مجھے یہاں رہنے کی اجازت دی ہے۔''

''اسے کیا خبر تم ہمارا کیسا حق مار رہے ہو۔ تم جب یہاں آئے تھے تو تمہارے پاس کیا تھا اور آج دیکھو کیا نہیں ہے۔''

''یہ تو میری محنت ہے۔ تم مجھ سے حسد کیوں کرتے ہو۔ اگر تم محنت کرو تو تم بھی ترقی کرو۔ میرے یہاں رہنے یا نہ رہنے سے کیا فرق پڑتا ہے۔''

''تم ہمارا پانی اپنی زراعت کے لیے استعمال کرتے ہو۔''

''نادان لوگو! یہ کیوں نہیں سوچتے کہ یہ کنویں میرے باپ نے تمہارے لیے کھدوائے تھے۔ ان سے تم فائدہ اٹھاتے رہے ہو جب کہ اصل وارث تو میں ہوں۔ میں نے تمہارا حق نہیں مارا۔''

''کچھ بھی ہو، تمہیں ہمارے علاقے سے جانا ہوگا۔ تم اپنے وطن کو لوٹ جاؤ۔ اب تو وہاں بارانِ رحمت برس چکی ہے۔ قحط ختم ہو گیا ہے۔ تم چلے کیوں نہیں جاتے؟''

''تم اپنے بادشاہ سے کہو۔ وہ کہے گا تو چلا جاؤں گا۔ میں تمہارے کہنے سے تو جانے سے رہا۔''

یہ لوگ وہاں سے اٹھ تو گئے لیکن اس طرح ان کے دلوں پر دشمنی کی لکیر اور گہری ہو گئی۔ سازشوں کے شامیانے لگے تو یہ طے ہوا کہ کوئی ایسی چال چلی جائے جس سے حضرت اسحٰقؑ کا حوصلہ ٹوٹ جائے اور وہ یہاں سے جانے پر مجبور ہو جائیں۔

''بادشاہ سے کچھ کہنا بے کار ہے۔ وہ تو اسحٰقؑ ہی کی حمایت کرے گا۔ اگر اس نے حمایت کر دی تو پھر اپنی طرف سے کچھ نہیں کر سکیں گے۔ اسحٰقؑ کو اتنا پریشان کر دو کہ وہ خود ہی یہاں سے چلے جائیں۔''

سرگوشیوں میں کچھ باتیں ہوئیں اور وہ لوگ ادھر ادھر ہو گئے۔

دوسرے دن حضرت اسحٰقؑ کے آدمی کھیتوں کو پانی دینے کے لیے کنوؤں کی طرف گئے اور پانی کے لیے ڈول ڈالے تو دیہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ کنوؤں میں پانی کی جگہ مٹی بھری ہوئی ہے۔ کسی نے راتوں رات ان کنوؤں کو مٹی سے پاٹ دیا تھا۔ یہ لوگ دوڑتے ہوئے حضرت اسحٰقؑ کے پاس آئے اور صورت حال سے آگاہ کیا۔ یہ ایسی بات نہیں تھی کہ سمجھ میں نہ آتی۔ ایک دن پہلے ہی مقامی لوگ دھمکی دے کر گئے تھے۔ یہ ان کی کارروائی ہو سکتی تھی۔ حضرت اسحٰقؑ نے اپنے آدمیوں کو حکم دیا کہ ان کنوؤں کی مٹی دوبارہ نکال کر انہیں کارآمد بناؤ۔''

حضرت اسحٰقؑ کے نوکر چاکر وہاں پہنچ گئے کنوؤں کو دوبارہ کھودنے لگے۔ جب یہ کام مکمل ہو گیا تو انہوں نے نوکروں کو حکم دیا کہ وہ اپنے خیمے کنوؤں کے قریب لگالیں اور آنے جانے والوں پر نظر رکھیں۔

اب مقامی لوگوں کی مصیبت میں اور اضافہ ہو گیا تھا۔ ان کنوؤں کا پانی وہ بھی استعمال کر لیا کرتے تھے لیکن اب یہ

Marfat.com

سہولت ان سے چھن گئی۔ وہ اس طرف جا بھی نہیں سکتے تھے۔

اس منصوبے کے ناکام ہو جانے کے بعد ایک مشورہ یہ آیا کہ حضرت اسحٰقؑ کے کھیتوں میں آگ لگا دو۔ ان کی محنت ضائع جائے گی تو وہ ضرور دل برداشتہ ہوں گے۔

اس مشورے پر بہت سوں نے نعرۂ تحسین بلند کیا اور شرارتیوں کا ایک گروہ اس مقصد کو پورا کرنے کے لیے رات کے اندھیرے میں جلتی ہوئی مشعلیں لے کر کھیتوں میں پہنچ گیا۔ اس رات ہوا بہت تیز تھی۔ شعلوں نے خوب کام دکھایا۔ کھیتوں کا ایک بڑا حصہ جل کر خاکستر ہو گیا۔ ان مفسدوں نے یہ کام تو کر لیا تھا لیکن اب انہیں یقین تھا کہ حضرت اسحٰقؑ، اپنی شکایت لے کر بادشاہ کے پاس ضرور جائیں گے ان کے کھیت جل گئے۔ وہ مظلوم سمجھے جائیں گے لہٰذا ہم کو ان سے پہلے بادشاہ کے پاس جاتے اور یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ اسحٰقؑ کے آدمیوں نے اپنے کھیتوں کو خود آگ لگا دی ہے تاکہ وہ ہمیں بدنام کر کے بادشاہ کی نظروں میں اپنا رتبہ بڑھا سکیں۔ یہ مٹھی بھر لوگ تھے لیکن اس تجویز پر بہت سے لوگ ان کے ساتھ ہو گئے۔

بادشاہ کو اس وقت تک کھیتوں کے جلنے کی اطلاع ہو چکی تھی۔ وہ غضب ناک ہو کر اپنی رعایا پر برس پڑا لیکن تھوڑی دیر بعد اس کا غصہ جھاگ کی طرح بیٹھ گیا۔

''اسحٰقؑ نے اتنی ترقی کر لی ہے کہ وہ اب یہاں کی بادشاہت کے خواب دیکھ رہے ہیں۔''

''یہ تم لوگ کیسے کہہ سکتے ہو؟''

''ابھی دو دن پہلے ہم ان سے بات کرنے گئے تھے۔ انہوں نے خود اپنا عزم ظاہر کیا تھا۔''

''تم نے ان کے کنویں پاٹ دیے اور کھیتوں کو آگ لگا دی۔''

''یہی تو ہم آپ کو بتانے آئے ہیں۔ انہوں نے یہ حرکت خود کی ہے تاکہ آپ کا عتاب ہم پر ہو اور وہ باعزت کہلائیں۔ یہ ایک چال ہے جس کے ذریعے وہ آپ کی رعایا سے آپ کو لڑوانا چاہتے ہیں اور جب آپ تنہا رہ جائیں گے تو آپ پر غلبہ پانا آسان ہوگا۔ بجائے اس کے کہ وہ خود یہاں سے چلے جائیں، ہمیں یہاں سے نکالنا چاہتے ہیں۔''

بادشاہ نے یہ باتیں سنیں تو گہری سوچ میں ڈوب گیا۔ اس نے رعایا کو تو کسی نہ کسی طرح ٹال دیا لیکن اپنے خاص آدمیوں سے مشورہ کرنے میں مشغول ہو گیا۔

''مصیبت یہ ہے کہ ابراہیمؑ میرے دوست تھے۔ میں اسحٰقؑ کے ساتھ سخت برتاؤ نہیں کر سکتا۔'' بادشاہ نے کہا۔

''اب ابراہیمؑ اس دنیا میں نہیں رہے۔ دوستی ایک حد تک اچھی ہوتی ہے اور پھر اب اسحٰقؑ پر سختی تو نہیں کر رہے ہیں بس انہیں کہہ دیں کہ وہ یہاں سے چلے جائیں۔ آپ نے ان کی مدد کی۔ انہیں رہنے کو جگہ دی۔ اس کا یہ مطلب تو نہیں کہ وہ یہیں کے ہو کر رہ جائیں گے جب کہ یہاں کے لوگ انہیں پسند نہیں کرتے۔ ذرا سوچیے اگر آپ کی رعایا آپ کے خلاف ہو گئی تو کیا ہوگا۔''

''کہتے تو تم ٹھیک ہو لیکن میری مروت مجھے اجازت نہیں دیتی کہ میں انہیں یہاں سے نکالوں۔''

''آپ یہ بات خود کیوں کریں، کسی ذریعے سے اپنا پیغام پہنچا دیں۔''

بادشاہ کو یہ مشورہ پسند آیا۔ حضرت اسحٰقؑ کو پیغام ملا تو خلاف توقع حضرت اسحٰقؑ نے خوش دلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے پیغام بھجوایا۔

''اپنے بادشاہ سے کہنا، میں اس کی مجبوریوں کو سمجھتا ہوں۔ میں تو اس کے اور اس کی رعایا کے لیے خیر ہی خیر تھا۔ اس کے باوجود اگر اسے میرا یہاں رہنا پسند نہیں تو میں چلا جاؤں گا۔''

حضرت اسحٰقؑ نے اس علاقے کو خیر باد کہا اور کنعان واپس چلے گئے۔

Marfat.com

حضرت اسحٰقؑ کے دونوں بیٹے اب اتنے بڑے ہو گئے تھے کہ اپنا رزق پیدا کر سکتے تھے۔ عیص نے ایسا قد نکالا تھا کہ دور دور اس کی نظیر نہیں ملتی تھی۔ چوڑا چکلا سینہ، دراز ہاتھ اور ہاتھوں پر بھیڑ کے بالوں کی طرح گھنے بال۔ طاقت ایسی کہ شیر کا جبڑا چیر دیں۔ اپنے قد اور طاقت کی مناسبت سے شکار ان کا من پسند مشغلہ تھا۔ گھر سے نکلتے تو ترکش کندھے پر پڑا ہوتا، ہاتھ میں کمان ہوتی۔ ان کا پورا دن جنگل میں گزرتا۔ شام کو لوٹتے تو مارا ہوا شکار ساتھ ہوتا۔ جب دستر خوان سجتا اور عیص کا مارا ہوا شکار پیش کیا جاتا تو حضرت اسحٰقؑ عیص کی طرف پسندیدہ نگاہوں سے دیکھتے۔ اس وقت کا قاعدہ تھا کہ شکار کرنے والے مردوں کو قدر و منزلت کی نظر سے دیکھا جاتا تھا۔ بہادر بھی وہی سمجھے جاتے تھے۔ حضرت اسحٰقؑ کا جھکاؤ شروع ہی سے بڑے بیٹے کی طرف تھا اور اب تو وہ ماہر شکاری ہو گیا تھا۔

حضرت یعقوبؑ کو اس خون خرابے سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ طبیعت میں سادگی اور نرمی تھی۔ انہوں نے مویشیوں کے ریوڑ چرانے کی ذمے داری اپنے ہاتھ میں لے رکھی تھی۔ مویشیوں کو چرانے کے بعد زیادہ تر وقت گھر پر ہی گزارتے تھے۔ وہ شروع ہی سے ماں کے لاڈلے تھے۔ ہر وقت گھر میں رہنے کی وجہ سے ماں کے اور قریب ہو گئے۔ ماں کو بھی اچھا لگتا تھا کہ وہ گھر پر ہی رہیں۔

حضرت اسحٰقؑ کا جھکاؤ چونکہ عیص کی طرف تھا اس لیے حضرت یعقوبؑ کچھ بجھے بجھے سے رہنے لگے تھے۔ خاص طور پر دستر خوان پر یہ سوچ کر شرمندہ سے رہتے تھے کہ وہ جو کھا رہے ہیں وہ عیص کے زورِ بازو کی وجہ سے ہے۔ عیص کو بھی اپنی طاقت اور بہادری پر فخر تھا جس کا اظہار وہ برملا کرتا تھا۔

''اماں جان! اگر میرے بھائی کو بڑا جسم اور زیادہ طاقت ملی ہے تو اس میں میرا کیا قصور؟''

''ہاں بیٹا، تیرا کوئی قصور نہیں۔''

''پھر ابا جان اسے کیوں زیادہ چاہتے ہیں؟''

''یہ تجھ سے کس نے کہہ دیا۔''

''ان کا رویہ بتاتا ہے۔''

''وہ ہمارا بڑا بیٹا ہے۔''

''قصور تو اس میں بھی میرا نہیں۔''

''چل چھوڑ۔ تو یہ کیسی باتیں لے بیٹھا۔ میں جو تجھے چاہتی ہوں۔ یہ کیا کم ہے؟''

''چاہتی تو آپ اسے بھی ہیں۔''

''کیوں نہ چاہوں۔ وہ بھی میرا بیٹا ہے مگر تجھے زیادہ چاہتی ہوں۔ میرا تو جی چاہتا ہے، اپنے باپ کی دعاؤں اور رحمتوں کا حق دار تو ہو عیص نہ ہو لیکن یہاں میں بھی مجبور ہوں۔ باپ کا وارث بڑا بیٹا ہوتا ہے اور عیص بڑا ہے۔ کاش میں نے پیدائش کے وقت تیرے باپ سے کہہ دیا ہوتا کہ تو بڑا ہے۔''

ماں بیٹے کے درمیان یہ باتیں اکثر ہوا کرتی تھیں۔ حضرت یعقوبؑ شدت سے محسوس کرنے لگے تھے کہ انہیں نظر انداز کیا جا رہا ہے۔ اس کا اثر یہ ہوا کہ دونوں بھائیوں کے تعلقات میں سرد مہری آنے لگی تھی۔ ویسے بھی عیص گھر میں کم ہی ٹکتا تھا۔

ایک دن حضرت یعقوبؑ حسبِ معمول اپنے خیمے میں تھے کہ خلافِ معمول عیص گھبرایا ہوا خیمے میں داخل ہوا۔ اس کے چہرے سے ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ بھوکا بھی ہے اور تھکا ہوا بھی۔

''کیا ہوا بھائی، کچھ پریشان نظر آ رہے ہو؟''

''پریشان تو نہیں ہاں بھوکا ضرور ہوں۔''

Marfat.com

''بھوکے ہو تو میرے خیمے میں کیوں آئے۔تم تو بڑے ماہر شکاری ہو۔ جاؤ کوئی اچھا سا شکار لے آؤ۔''

''یعقوبؑ میرا مذاق مت اڑاؤ۔ میں جنگل ہی سے آ رہا ہوں۔ آج کوئی شکار ہاتھ نہیں لگا۔ بھوک سے بے دم ہو رہا ہوں۔''

''تمہارے شایان شان کھانا میرے پاس کہاں۔ میں نے تو مسور پکائی ہے۔''

''اس میں سے کچھ مجھے کھلا دے۔''

حضرت یعقوبؑ اس کی بھوک مٹانے ہی والے تھے کہ انہیں ماں کا کہنا یاد آ گیا۔''وہ بڑا ہے اس لیے باپ کا وارث وہی ہوگا۔'' اس خیال کے ساتھ ہی ان کا ہاتھ رک گیا۔

''ایک شرط پر کھلاؤں گا۔''

''تو جلدی سے کھانا نکال۔ مجھے ہر شرط منظور ہے۔''

''نہیں، پہلے شرط سن لے۔ کہیں تو بعد میں مکر نہ جائے۔''

''سنا۔''

''ہمارا یہ دستور ہے کہ میراث بڑے لڑکے کو ملتی ہے اگر تو اپنے حق سے دست بردار ہو جائے اور میراث ملتے وقت تو کہہ دے کہ تو نے یہ حق میرے ہاتھ بیچ دیا ہے تو میں تجھے کھلاؤں گا۔''

''مجھے یہ شرط منظور ہے۔ میں وارث بن کر کیا کروں گا۔ میں بھلا، میرا جنگل بھلا۔''

اس جواب کے بعد حضرت یعقوبؑ نے عیص کو کھانا کھلا دیا۔ کھانے کے دوران وہ اسے یہ شرط یاد دلاتے رہے اور عیص اثبات میں گردن ہلاتا رہا۔

یہ پورا واقعہ بائبل میں ان الفاظ میں درج ہے۔

''اسحٰقؑ عیصو کو بہت پیار کرتے تھے کیونکہ وہ اس کا شکار کیا ہوا گوشت کھاتے تھے اور ربقہ یعقوبؑ کو پیار کرتی تھیں۔ یعقوبؑ نے دال پکائی اور عیصو (عیص) جنگل سے آیا اور بے دم ہو رہا تھا اور عیصو (عیص) نے یعقوبؑ سے کہا جو لال لال ہے مجھے کھلا دے کیونکہ میں بے دم ہو رہا ہوں۔ تب یعقوبؑ نے کہا پہلوٹھے کا حق میرے ہاتھ بیچ دے۔ عیصو نے کہا دیکھ تو مرا جاتا ہوں۔ پہلوٹھے کا حق میرے کس کام آئے گا۔ تب یعقوبؑ نے کہا آج ہی مجھ سے قسم کھا۔ اس نے قسم کھائی اور پہلوٹھے کا حق یعقوبؑ کے ہاتھوں بیچ دیا۔ تب یعقوبؑ نے عیصو کو روٹی اور مسور کی دال دی۔ وہ کھا پی کر اٹھا اور چلا گیا۔ یوں اس نے پہلوٹھے کے حق کو ناچیز جانا۔''

اس واقعے کے بعد حضرت یعقوبؑ کو کچھ اطمینان ہو گیا۔ اس لیے کہ وہ عیص سے زیادہ باپ کی دعاؤں کے طالب تھے اور شاید اس لیے بھی کہ قدرت کو جو کچھ ظہور میں لانا تھا، اس کے لیے اسباب پیدا ہوتے جا رہے تھے۔

وقت نے پھر اڑان بھری۔ حضرت یعقوبؑ اسی طرح ریوڑ چراتے رہے اور عیص جنگل جا کر شکار کرتے رہے۔ حضرت اسحٰقؑ اب بوڑھے ہو گئے تھے۔ بوڑھا تو خیر ہونا ہی تھا لیکن غضب یہ ہوا کہ بینائی جاتی رہی لیکن دو جوان بیٹے موجود تھے اور ربقہ جیسی خدمت گزار بیوی تھی اس لیے انہیں کوئی تکلیف نہیں تھی۔ یوں بھی وہ عرصہ دراز سے اپنے خیمے تک محدود ہو کر رہ گئے تھے۔ ایک روز وہ اپنے خیمے میں بیٹھے ہوئے تھے کہ بھوک کا احساس ہوا۔ انہوں نے عیص کو آواز دی۔

''عیص، کیا بات ہے۔ تم کل بھی شکار پر نہیں گئے۔ اس وقت بھی گھر پر ہو۔ کیا اس لیے کہ میں بوڑھا ہو گیا ہوں اور نابینا بھی۔ تم پر سے میرا خوف جاتا رہا ہے حالانکہ یہی وقت خدمت کا ہے۔ خدمت کرنا کہ میں تیرے حق میں دعا کروں۔ خیر و برکت کی، وراثت کی اور نبوت کی۔''

''ابا جان، کل تو میں شکار پر گیا تھا لیکن شکار نہیں ملا۔ رہی آج کی بات تو میں بس جانے ہی والا تھا۔''

Marfat.com

''ہاں جلدی جنگل جا اور کوئی شکار کر کے مجھے کھا تا کہ میں خوش ہو کر تیرے حق میں دعا کروں۔''

عیص نے فوراً کمان اٹھائی اور خیمے سے نکل کر جنگل کی طرف چل دیا۔ حضرت ربقہ دونوں کی باتیں سن رہی تھیں اور عیص کو جنگل کی طرف جاتے ہوئے بھی دیکھ رہی تھیں۔ ایک خیال نے ان کی آنکھوں کو چمکا دیا۔ انہوں نے خیالوں ہی خیالوں میں حضرت یعقوبؑ کو دیکھا کہ وہ باپ کے سامنے کھڑے ہیں اور نبوت کی دعائیں لے رہے ہیں۔

وہ تقریباً بھاگتی ہوئی حضرت یعقوبؑ کے خیمے میں آئیں۔ حضرت یعقوبؑ انہیں دیکھتے ہی اپنی جگہ سے کھڑے ہو گئے کہ نہ جانے کیا بات ہو گئی ہے۔

''پیاری ماں، آپ اس طرح بھاگتی ہوئی کیوں آتی ہیں۔ خیر تو ہے۔ کیا عیص نے کچھ کہہ دیا؟''

''فوراً جا اور عمدہ بکریوں میں سے دو بچے ذبح کر کے اس کا گوشت اچھی طرح بھون کر باپ کی خدمت میں پہنچ جا۔''

''ماں، آج تمہیں کیا ہو گیا ہے۔ کیا یہ کام میں نے کبھی کیا ہے؟''

''جو میں کہہ رہی ہوں وہ جلدی کر۔ وقت نکل گیا تو پھر کچھ ہاتھ نہ آئے گا۔''

''آخر بات کیا ہے۔ کون سا وقت نکلنے والا ہے۔ مجھے کچھ معلوم تو ہو۔''

''میں تجھے پوری بات بتاتی ہوں۔''

حضرت ربقہ نے جلدی جلدی وہ تمام گفتگو بیان کی جو حضرت اسحٰقؑ اور عیص کے درمیان ہوئی تھی۔ حضرت یعقوبؑ پھر بھی نہیں سمجھے کہ جب کھانا لانے کے لیے عیص سے کہا گیا ہے اور وہ چلے بھی گئے ہیں تو ماں مجھ سے کیوں کہہ رہی ہیں۔

''خیر و برکت کی دعا کے لیے ابا جان نے عیص سے کہا ہے۔ پھر آپ مجھ سے کھانا لانے کو کیوں کہہ رہی ہیں۔ اگر میں کھانا لے بھی گیا تو بھی دعا کے حق دار تو بھائی ہوں گے کیونکہ وہ بڑے ہیں۔''

''میں چاہتی ہوں وہ دعا تجھے ملے۔''

''یہ کس طرح ہو سکتا ہے؟''

''یہ اس طرح ہو سکتا ہے کہ تو کھانا لے کر باپ کے پاس جا اور خود کو عیص ظاہر کر کے دعا لے لے۔ تیرے باپ کو نظر نہیں آتا وہ تجھے عیص ہی سمجھے گا۔''

''اگر انہیں شک ہوا اور مجھے ٹٹول کر دیکھا تو میری چالاکی ظاہر ہو جائے گی۔ وہ دعا کے بجائے مجھے بددعا دیں گے کیونکہ بھائی کے ہاتھوں پر بڑے بڑے بال ہیں جب کہ میرے ہاتھ صاف ہیں۔''

''اس کی ترکیب بھی میں نے سوچ لی ہے۔ بس تو جلدی سے بکری کے دو بچے نہایت عمدہ ذبح کر کے لے آ، تا کہ میں کھانا تیار کروں۔''

حضرت یعقوبؑ جلدی سے ریوڑ میں گئے اور بکری کے دو بچے ذبح کر کے ماں کے پاس لے آئے۔ حضرت ربقہ نے جلدی جلدی کھانا تیار کیا۔ عیص کے کپڑے نکال کر حضرت یعقوبؑ کو دیے۔ وہ یہ کپڑے پہن کر آئے۔ حضرت ربقہ نے ان کی گردن اور ہاتھوں پر بکری کی کھال لپیٹ دی تا کہ حضرت اسحٰقؑ ٹٹولیں تو جسم پر بال محسوس ہوں۔

جب یہ تیاری مکمل ہو گئی تو حضرت یعقوبؑ کھانے کے برتن اٹھا کر حضرت اسحٰقؑ کی خدمت میں پہنچ گئے۔ قدموں کی آہٹ سن کر حضرت اسحٰقؑ نے آنے والے کے بارے میں پوچھا۔

''کون؟ کون آیا ہے خیمے میں۔''

''میں ہوں آپؑ کا بیٹا عیص۔ آپ کے لیے شکار لے کر آیا ہوں۔''

Marfat.com

''تو مجھے اس لیے تو پسند ہے۔ تجھے میری بھوک کا کتنا خیال ہے۔ کتنی جلدی شکار کر کے لے آیا۔''

''مجھے دعاؤں کی طلب جو تھی۔''

''مگر ایک بات ہے۔'' حضرت اسحٰقؑ نے کہا۔ ''تیری آواز یعقوبؑ جیسی کیوں لگ رہی ہے۔''

''نہیں ابا جان۔ میں عیص ہوں یعقوبؑ نہیں۔''

''میرے قریب آ۔'' انہوں نے حضرت یعقوبؑ کو اپنے قریب بلایا۔ ہاتھ اور گردن ٹٹول کر دیکھا۔ جب بال محسوس ہوئے تو انہیں اطمینان ہوگیا۔ ''کپڑوں کی مہک تو عیص ہی کی تھی۔''

''یہ آج آپ کو کیا ہوگیا ہے۔ میں عیص ہی ہوں۔ آپ کھانا کھایئے۔''

حضرت یعقوبؑ نے باپ کو کھانا کھلایا اور کھانے کے بعد دعا کی فرمائش کی۔ ''آپؑ حسب وعدہ میرے حق میں دعا کریں۔''

''اللہ تجھے اپنے سب بھائیوں میں مرتبے کے لحاظ سے بڑا کرے اور آنے والی جماعتوں میں تیری نبوت چلے اور اللہ تیرا رزق اور اولاد بڑھائے۔''

حضرت یعقوبؑ، حضرت اسحٰقؑ کے پاس سے ہٹ گئے کیونکہ اب اتنی دیر ہوگئی تھی کہ عیص کسی وقت بھی آ سکتا تھا۔ اور یہی ہوا بھی۔ حضرت یعقوبؑ کے جاتے ہی عیص اندر آ گیا۔ اس نے حضرت اسحٰقؑ کے آگے کھانا رکھ دیا۔

''یہ کیا ہے میرے بیٹے؟''

''یہ وہ ہے جس کا آپ نے حکم دیا تھا۔''

''پھر وہ کون تھا جو مجھے تجھ سے پہلے کھانا کھلا گیا اور دعا بھی لے گیا؟''

''وہ یقیناً یعقوبؑ ہوگا۔'' پھر اس نے مزید کہا۔

''آپ اس دعا کو واپس لے لیں۔''

''یہ نہیں ہوسکتا میرے بیٹے البتہ ایک دعا ابھی باقی ہے وہ تجھے دیتا ہوں کہ تیری اتنی اولاد ہو جیسے مٹی کے ذرات اور ان کا بادشاہ ان میں سے ہو۔ باہر کا شخص ان پر مسلط نہ ہو۔''

''آپؑ مجھے دعا دیں یا نہ دیں۔ میں اب یعقوبؑ کو قتل کیے بغیر نہیں چھوڑوں گا۔ اس نے مجھے دھوکا دیا۔'' عیص نے کہا اور خیمے سے باہر نکل گیا۔

وہ سب سے پہلے ماں کے پاس گیا۔ انہیں اپنی دھمکی سے آگاہ کیا اور اس کے بعد حضرت یعقوبؑ کے پاس پہنچ گیا۔

''تو نے میرا حق مجھ سے چھین لیا ہے۔''

''کون سا حق؟''

''باپ کی وراثت تجھے مل گئی۔''

''یاد کرو بھائی۔ ایک دن تم بہت بھوکے تھے۔ تم نے پہلوٹھے کا حق میرے ہاتھ بیچ دیا تھا اور اس کے صلے میں کھانا کھایا تھا۔ اب تم کس حق کی بات کرتے ہو؟''

''کچھ بھی ہو۔ میں تجھے قتل کیے بغیر نہیں چھوڑوں گا۔''

توریت نے ان واقعات کو اس طرح مذکور کیا ہے۔ اگرچہ یہ بات کسی طور مناسب معلوم نہیں ہوتی کہ نبوت حاصل کرنے کے لیے کسی نبی نے کسی مغالطے یا ابہام سے کام لیا ہو لیکن توریت میں ان واقعات کو اسی طرح بیان کیا گیا ہے۔ ہمیں اس روایت پر اعتماد نہیں۔ عبارت یہ ہے۔

Marfat.com

''ایک روز حضرت اسحٰق ؑ نے اپنے بیٹے عیسو سے کہا، اے میرے بیٹے، میں اب ضعیف ہو چکا ہوں۔ مجھے اپنے مرنے کے دن کا علم نہیں لہٰذا تم شکار کے لیے جاؤ اور وہاں سے جو ملے اس کا کھانا تیار کر کے مجھے کھلاؤ۔ اس سے قبل کہ میں دنیا سے جاؤں تمہارے لیے خیر و برکت کی دعا کرتا جاؤں۔ عیسو و یعقوبؑ کی ماں نے اپنے بیٹے سے دو مینڈھے لاکر ان سے کھانا تیار کرنے کے لیے کہا۔ یعقوبؑ نے کہا میرے بھائی عیسو کے بدن پر بال ہیں جب کہ میرے بدن پر بال نہیں۔ شاید میرے والد ناگواری محسوس کریں اور میں ان کے نزدیک کھلاڑی ثابت ہو جاؤں اور اپنے لیے بددعا حاصل کروں۔ یعقوبؑ کی والدہ نے کہا تم پر سے بددعا کو رفع کرنا میرا ذمہ، چنانچہ یعقوبؑ نے وہی کیا جو اس سے کہا گیا تھا۔
یعقوبؑ کی والدہ نے اپنے بڑے بیٹے عیسو کے کپڑے یعقوبؑ کو پہنا دیے اور مینڈھوں کی کھال ہاتھوں اور گردن پر پہنا دی اور انہیں کھانا دے دیا۔ یعقوبؑ اسے لے کر اپنے والد کے پاس آئے اور کہا، اے میرے والد! میں عیسو ہوں۔ لیجیے میرا شکار حاضر ہے، کھایے۔ اسحٰق ؑ نے انہیں ٹٹولا اور کہا آواز تو یعقوبؑ کی لیکن ہاتھ عیسو جیسے ہیں۔ پوچھا کہ تم میرے بیٹے عیسو ہو؟ یعقوبؑ نے کہا، ہاں میں ہی ہوں۔ تب حضرت اسحٰق ؑ نے ان کے لیے دعا کی کہ امتیں تمہاری خدمت کریں۔ قبیلے تمہارے آگے جھکیں اور تم اپنے بھائیوں کے سردار بنو اور تمہارا بھائی تمہیں سجدہ کرے۔''

جب عیسو نے اپنے باپ کو گلے لگایا تو اسحٰق ؑ نے عیسو سے کہا۔ ''اب تو میں یعقوبؑ کے حق میں دعا کر چکا ہوں اور بادشاہی بھی دے دی ہے۔''

عیسو نے کہا۔ ''اے میرے باپ میرے لیے بھی دعا کرو۔ تب اسحٰق نے دعا میں جو کہا وہ یہ تھا۔ ''خراب زمین تمہارا ٹھکانا ہوگی۔ اوپر سے شبنم گرے گی۔ اپنی تلوار کے بھروسے زندگی بسر کرو گے اور اپنے بھائی کے غلام رہو گے لیکن ایسا ہوگا کہ تم جب اسے چھوڑنا چاہو گے تو اس کی غلامی کا جوا اپنی گردن سے اتار دو گے۔''

حضرت اسحٰق ؑ نے حضرت ربقہ سے عہد لیا تھا کہ وہ حضرت یعقوبؑ کی محبت میں عیص سے حسد نہ کریں گی لیکن وہ کر بیٹھیں۔ انہوں نے چاہا کہ عیص کے مقابلے میں یعقوبؑ کو نبوت مل جائے۔ نتیجے میں دونوں بیٹوں میں کھنچاؤ پیدا ہو گیا۔ عیص کی دھمکی کے بعد حضرت یعقوبؑ کو اپنی جان کی فکر لاحق ہوگئی۔ وہ کوشش کرنے لگے کہ عیص سے سامنا نہ ہو۔ عیص نے یہ دھمکی دی تھی کہ وہ حضرت اسحٰق ؑ کے انتقال کے بعد انہیں قتل کر دے گا اور ابھی حضرت اسحٰق ؑ زندہ تھے۔ حضرت یعقوبؑ کو مطمئن ہو جانا چاہیے تھا لیکن عیص کا خطرہ ہر وقت ان کے سر پر منڈلاتا رہتا تھا۔ حضرت ربقہ کو بھی یعقوبؑ کی طرف سے فکر رہنے لگی تھی آخر انہوں نے سوچا کہ حضرت یعقوبؑ کو کنعان سے باہر بھیج دیا جائے تاکہ ان کی زندگی محفوظ ہو جائے۔

اس روز عیص شکار کی کسی مہم کے لیے صبح ہی صبح کہیں روانہ ہو گیا تھا۔ حضرت ربقہ نے حضرت یعقوبؑ کو اپنے پاس بلایا اور عیص کے خطرے سے آگاہ کیا۔

''مجھے عیص کے تیور اچھے معلوم نہیں ہوتے۔ اس کا غصہ روز بروز بڑھتا ہی جا رہا ہے۔ تو مجھے جان سے بھی زیادہ عزیز ہے۔ میں نہیں چاہتی تجھے کوئی نقصان پہنچے۔ تو عیص کے سامنے سے ہٹ جا۔ کنعان سے کہیں دور چلا جا۔''

''ماں، میں تو کوئی ایسی جگہ نہیں پاتا۔''

''تو اپنے نانا کے پاس فدان آرام چلا جا۔ وہاں تیرا ماموں لابان ہے۔ اس کی بیٹیاں بھی ہیں۔ انہی میں سے کسی سے شادی کر لینا۔''

''ماں اس طرح تو میں تجھ سے دور ہو جاؤں گا۔''

''اس وقت تو جو میں کہتی ہوں وہ کر۔ میں کوشش کروں گی کہ عیص کو کہیں بھیج دوں۔ وہ چلا گیا تو میں کسی طرح تجھے بلا لوں گی۔''

Marfat.com

''میں فدان آرام کبھی نہیں گیا۔ وہ میرے لیے بالکل اجنبی جگہ ہے۔''
''تجھے جانا ہی ہوگا میرے لعل بلکہ اسی وقت نکل جا۔''
''اور ابا جان؟''
''انہیں میں سنبھالوں گی۔ تو بس جانے کی فکر کر۔ ٹھہر جا، میں کچھ کھانے پینے کا سامان تیرے ساتھ کر دوں۔''

حضرت یعقوبؑ اسی دن کے آخری حصے میں نکل گئے اور وادی دجلہ کا رخ کیا۔ گھر سے نکلتے ہی شام تو ہوگئی تھی۔ سفر کا ایک بڑا حصہ طے کرتے کرتے رات آ گئی۔ تھکن بھی ہوگئی تھی اور اندھیرا بھی گہرا تھا۔ آپؑ نے سوچا کچھ دیر آرام کر لیا جائے پو پھٹتے ہی فدان آرام کی طرف چل پڑیں گے۔ آپؑ زمین کا ایک صاف ٹکڑا دیکھ کر لیٹ گئے اور ایک پتھر کو تکیہ بنا لیا۔

آسمان سے زمین تک ایک سیڑھی لگی ہوئی تھی اور فرشتے اس پر چڑھ رہے تھے اور اتر رہے تھے۔ پھر انہیں محسوس ہوا کوئی انہیں پکار رہا ہے۔ کسی نے بتایا کہ یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی آواز ہے۔ یہ آواز ان سے کہہ رہی تھی۔ ''میں تجھ کو عنقریب برکت دوں گا اور تیری اولاد کو کثیر کردوں گا اور یہ زمین تیرے لیے کردوں گا اور تیرے بعد تیری اولاد کے لیے بھی۔''

اس آواز کی گونج جونہی تھمی، حضرت یعقوبؑ کی آنکھ کھل گئی۔ صبح کی سپیدی نمودار ہونے کو تھی۔ آپؑ نے ادھر ادھر نظر دوڑائی۔ پھر آپؑ کو یاد آیا، میں تو سو گیا تھا۔ اس کا مطلب ہے جو کچھ میں نے دیکھا وہ خواب تھا۔ ایک مبارک اور سچا خواب۔ آپؑ نے ایک مرتبہ پھر پورے خواب کو ذہن میں دہرایا۔ اس کے ایک ایک جزو کو ذہن میں رکھ لیا۔ آسمان سے لگی ہوئی سیڑھی میری عظمت اور بلندی کی دلیل ہے، فرشتوں کا سیڑھی پر چڑھنا اور اترنا اس بات کی نشاندہی ہے کہ آسمان سے میرے لیے پیغام آیا کریں گے۔ مجھ پر وحی نازل ہوگی۔ اللہ مجھ سے کلام کرے گا جس کا آغاز ہو چکا۔ اس کا مطلب ہے ابا جان کی دعا قبول ہوئی۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے مجھ سے کہا، تجھ کو عنقریب برکت دوں گا۔ ماموں کی بیٹی سے میری شادی ہو جائے گی، جس سے میرے بہت سے بچے ہوں گے۔ میرے بعد میری اولاد میں نبوت کا سلسلہ جاری رہے گا۔ ورنہ خدا مجھ سے یہ کیوں کہتا۔ ''یہ زمین تیرے لیے کردوں گا اور تیرے بعد تیری اولاد کے لیے بھی۔''

خواب کی تعبیر صاف نظر آ رہی تھی۔ آپؑ خوشی سے سرشار ہو گئے اور منت مانی کہ اگر وہ اپنے اہل کی طرف صحیح سالم لوٹ گئے تو اس جگہ جہاں مجھے خواب نظر آیا ہے اللہ عزوجل کی عبادت کے لیے ایک گھر بناؤں گا اور یہ منت بھی مانی کہ جو کچھ اللہ دے گا اس کا دسواں حصہ اللہ کی راہ میں لگا دوں گا۔

مجھے یاد کیسے رہے گا کہ میں نے خواب کس جگہ دیکھا تھا۔ پھر آپؑ نے اس پتھر کو تیل لگا دیا جس پتھر پر آپؑ سر رکھ کر سوئے تھے تاکہ واپسی میں اس جگہ کی نشاندہی اس پتھر سے ہو جائے۔ (شاید پتھر وہاں گڑا ہوا تھا) اور اس جگہ کا نام رکھا بیت ایل، ایل کے معنی اللہ یعنی بیت اللہ (اللہ کا گھر) یہ وہی جگہ ہے جو آج بیت المقدس کے نام سے مشہور ہے جس کو حضرت یعقوبؑ نے سب سے پہلے بنایا تھا۔

اس سفر میں آپؑ رات کو چلتے اور دن میں کہیں چھپ جاتے اسی وجہ سے آپ کو اسرائیل کہا گیا۔ اسراء کے معنی رات کو چلنے کے ہیں اور ایل کے معنی دوست۔ آپؑ نے چونکہ رات کا سفر اختیار فرمایا تھا اسی وجہ سے ''رات کے سفر کا دوست'' آپؑ کا لقب ہو گیا۔

آپؑ کے لقب کی ایک توجیہہ یہ بھی دی جاتی ہے۔ اسرا بمعنی عبد اور ایل یعنی اللہ۔ عربی میں اس کا ترجمہ ''عبداللہ'' کیا جاتا ہے۔ حضرت ابراہیمؑ کا وہ اسحاقی خاندان جوان کی نسل سے ہے اسی لیے ''بنی اسرائیل'' کہلاتا ہے اور آج بھی یہود و نصاریٰ کے قدیم خاندان اسی نسبت کے ساتھ منسوب ہیں۔

توریت میں ''اسرائیل'' کی توجیہہ ایک اور ہی انداز سے بیان ہوتی ہے۔

Marfat.com

''ایک شب ایسا ہوا کہ ایک شخص نے آپؑ کے ساتھ کشتی لڑی یہاں تک کہ صبح ہوگئی اور حضرت یعقوبؑ نے ہار نہیں مانی۔ وہ شخص کہنے لگا۔ اب صبح ہوگئی مجھے جانے دو۔ حضرت یعقوبؑ نے فرمایا، ایسے نہیں۔ پہلے تم مجھے برکت دو۔ اس نے پوچھا تمہارا نام؟ آپؑ نے فرمایا یعقوبؑ۔

اس شخص نے کہا۔ آج سے تمہارا نام اسرائیل ہوگا کیونکہ تم غالب ہوئے اور اسرائیل کے معنی ہیں '' خدا قوت بخشتا ہے۔''

اس توجیہہ میں آگے چل کر یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ غیبی مرد خود خدائے کائنات تھا جو حضرت یعقوبؑ کے ساتھ رات بھر کشتی لڑتا رہا۔

ظاہر ہے یہ توجیہہ داستان طرازی کے سوا کچھ نہیں لیکن اس سے یہ ضرور ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت یعقوبؑ کو خدا نے غالب کیا اور قوت بخشی۔

حضرت یعقوبؑ بالآخر فدان آرام کے علاقے میں پہنچ گئے جہاں ان کے نانا کا گھر تھا جہاں سے کبھی ان کی والدہ، حضرت اسحٰقؑ سے شادی کے لیے روانہ ہوئی تھیں۔ یہ ہاران نامی شہر تھا جہاں وہ اس وقت کھڑے تھے۔

حضرت ابراہیمؑ کے دو بھائی تھے۔ ایک کا نام ہاران تھا جو حضرت لوط علیہ السلام کے والد انہوں نے یہ شہر آباد کیا تھا اسی وجہ سے اس شہر کا نام ہاران پڑا۔ دوسرے بھائی کا نام ناحورا تھا جن سے ایک بیٹا بیتوایل تھا۔ اسی بیتوایل کے بیٹے کا نام لابان تھا اور بیٹی کا نام ربقہ۔ انہی ربقہ کا نکاح حضرت اسحٰقؑ سے ہوا تھا۔

ہاران پہنچ کی بیتوایل کے گھرانے کو ڈھونڈنا مشکل نہیں تھا۔ ایک آدمی بکریوں کا ریوڑ لیے چلا جا رہا تھا۔ حضرت یعقوبؑ نے سوچا ان کے ماموں کے پاس بھی جانوروں کا بہت بڑا ریوڑ ہے۔ یہ شخص ان کو ضرور جانتا ہوگا۔ شاید وہ انہیں ان کے گھر تک پہنچا دے یا پتا بتا دے۔

''سنو بھائی، میں پردیسی ہوں۔ مجھے بیتوایل کے بیٹے لابان کے گھر جانا ہے۔''

''وہی لابان جس کے جانوروں کا کوئی شمار نہیں۔ جس کے بہت سی دولت اور نوکر چاکر ہیں؟''

''یہ سب تو مجھے نہیں معلوم، مجھے تو صرف اتنا معلوم ہے کہ مجھے بیتوایل کے بیٹے لابان کے گھر جانا ہے۔''

''تمہیں ان سے کیا کام ہے۔''

''یہ سب کچھ تم کیوں پوچھ رہے ہو۔ پتا معلوم ہے تو بتاؤ ورنہ آگے بڑھو۔''

''ارے ارے ناراض کیوں ہوتے ہو۔ میں نے تو اس لیے پوچھ لیا کہ میری آنکھوں کے سامنے کی بات ہے لابان کی بہن کی شادی حضرت اسحٰقؑ سے ہوئی تھی۔ کہیں تم اس کے بیٹے تو نہیں ہو؟''

''ہاں میں وہی ہوں۔ لابان میرے ماموں ہیں۔''

''پھر ٹھیک ہے۔ تم میرے ساتھ چلو۔ میں تمہیں اس کنویں پر لے چلتا ہوں جہاں لابان کا ریوڑ پانی پینے کے لیے آتا ہے شاید لابان وہاں موجود ہو۔'' اس چرواہے نے راستے میں بتایا کہ وہ کنواں لابان کی ملکیت ہے۔ حضرت یعقوبؑ اس کے ساتھ ساتھ چلتے ہوئے کنویں تک پہنچ گئے۔

''تم یہاں رک کر انتظار کرو۔ لابان یہیں آئیں گے۔ میں اب آگے بڑھتا ہوں۔ میرے جانور یہاں کا پانی نہیں پی سکتے۔''

وہ چرواہا چلا گیا اور حضرت یعقوبؑ ایک پیڑ کے نیچے بیٹھ کر لابان کا انتظار کرنے لگے۔ کچھ دیر بعد ایک ریوڑ آتا ہوا نظر آیا۔ آپؑ سنبھل کر بیٹھ گئے کہ لابان اس ریوڑ کے ساتھ ضرور ہوں گے۔ وہ ریوڑ قریب آیا تو اسے دو آدمی نظر آئے جو اس ریوڑ کے ساتھ تھے۔ اب ان کے لیے اور مشکل ہوگئی کہ ان میں سے کس کو کہے گا یہ لابان ہیں۔ زیادہ قریب آئے تو

Marfat.com

اور مشکل ہوگئی۔ وہ دونوں اپنے لباس سے لابان نہیں لگ رہے تھے۔ آپؑ نے سوچا یہ کسی اور کے جانور ہوں گے جو کسی اور طرف نکل جائیں گے لیکن یہ جانور کنویں کے قریب رک گئے۔ بوڑھے چرواہے نے کہا تھا، اس کنویں سے لابان کے سوا کسی اور کے جانور پانی نہیں پی سکتے اس کا مطلب یہ تھا یہ جانور لابان ہی کے ہیں اور یہ دونوں آدمی لابان کے نوکر ہیں۔

''تم میں سے لابان کون ہے؟'' حضرت یعقوبؑ نے پوچھا اور وہ دونوں ہنسنے لگے۔

''تمہیں ہم لابان نظر آرہے ہیں؟ ہم تو اس کے نوکر ہیں۔''

''مجھے لابان سے ملنا تھا۔''

''اس کے گھر چلے جاؤ۔ یہاں کیا کر رہے ہو؟''

''مجھے کسی نے بتایا تھا وہ یہاں آئے گا۔''

''وہ کبھی کبھی آتے ہیں۔ آج تو نہیں آئیں گے۔''

''مجھے ان کا گھر بتا دو۔ میں یہاں پردیسی ہوں۔''

''کچھ دیر اور بیٹھے رہو۔ اس کی بیٹی راحیل آتی ہوگی اس کے ساتھ چلے جانا۔''

حضرت یعقوبؑ مایوس ہو کر ایک طرف بیٹھ گئے۔ اب ان کی نظریں کسی لڑکی پر جمی ہوئی تھیں کہ وہ آئے، اپنا نام راحیل بتائے اور وہ اس کے ساتھ اس کے گھر جائیں۔

دوپہر کے وقت ایک لڑکی بکریوں کا چھوٹا سا ریوڑ لیے کنویں کی مخالف سمت سے نمودار ہوئی۔ اس کی عمر تیرہ چودہ سال ہوگی۔ اس کا چہرہ نہایت حسین تھا۔ حضرت یعقوبؑ نے دعا کی۔ ''اے خدا! لابان کی بیٹی یہی ہو، وہ لڑکی قریب آئی تو نوکروں نے حضرت یعقوبؑ کو بتایا کہ وہ لابان کی بیٹی ہے جاؤ بات کر لو۔ حضرت یعقوبؑ جلدی سے اٹھے اور اس لڑکی کے قریب پہنچ گئے۔

''تم ہی راحیل ہو؟''

''ہاں مگر تم کیوں پوچھ رہے ہو؟''

''میرا نام یعقوبؑ ہے۔ میں تمہاری پھوپھی کا بیٹا ہوں۔ تمہارے والد لابان میرے ماموں ہیں۔ میں کنعان سے آیا ہوں۔ مجھے اپنے گھر لے چلو۔''

''واہ، ایسے کیسے لے چلوں۔ جانے تم کون ہو۔ میں تو تمہیں جانتی تک نہیں۔''

''تم کیسے جانو گی، مجھے ماموں کے پاس لے چلو۔ وہ مجھے پہچان لیں گے۔''

''نہیں، وہ مجھ پر غصہ ہوں گے کہ میں کس کو ساتھ لے آئی۔''

''غصہ نہیں خوش ہوں گے تم ان کی بہن کے بیٹے کو ساتھ لائی ہو۔''

''خوش ہوں گے؟ اگر ایسا ہے تو چلو میں لے چلتی ہوں لیکن مجھ سے دور چلنا۔ آدمی تو تم ٹھیک نظر آتے ہو مگر پھر بھی۔'' اس نے کہا اور اپنے جانوروں کو آگے بڑھا دیا۔ حضرت یعقوبؑ بھی اس کے ساتھ چلنے لگے۔

''اے، تمہیں کیا بولنا نہیں آتا؟'' کچھ دور چلنے کے بعد راحیل نے پوچھا۔

''بولنا کیوں نہیں آتا۔ تم نے خود ہی تو کہا تھا، دور دور چلنا۔''

''دور دور چلنے کو کہا تھا، یہ تو نہیں کہا تھا کہ بولنا بھی مت۔''

''تمہارے پاس تو نوکر ہیں پھر جانوروں کے ساتھ تم کیوں آتی ہو؟''

''یہ میری بکریاں ہیں۔ انہیں خود لے کر آتی ہوں۔ پھر تمہیں کیوں اعتراض ہے؟''

Marfat.com

''تم تو تھک جاتی ہوگی۔''

''میں پورے چودہ سال کی ہوگئی ہوں۔ بچی نہیں ہوں جو تھک جاؤں گی۔''

''تمہاری کوئی اور بہن بھی ہے؟''

''ہے کیوں نہیں۔ میری ایک بڑی بہن بھی ہے۔''لیا'' ہے اس کا نام۔ وہ میری طرح خوبصورت نہیں ہے۔''

''تمہیں معلوم ہے، میں یہاں کیوں آیا ہوں؟''

''مجھے کیا معلوم۔ ابھی تو آئے ہو۔ تم بتاؤ گے تو مجھے معلوم ہوگا۔''

''میری ماں نے کہا تھا، تم ماموں کے پاس چلے جاؤ۔ وہاں جا کر ان کی بیٹی سے شادی کر لینا۔ میں شادی کرنے آیا ہوں۔''

''پھر تو تمہارے لیے ''لیا'' ٹھیک رہے گی۔ وہ بڑی ہے۔ پہلا حق اس کا ہے۔ اس کے علاوہ وہ تمہاری طرح باتیں بھی کم کرتی ہے۔ وہ ریوڑ لے کر باہر بھی نہیں نکلتی۔ تمہیں ریوڑ والی لڑکیاں اچھی جو نہیں لگتیں۔''

''میں نے کب کہا؟''

''ابھی تو تم کہہ رہے تھے کہ جب نوکر ہیں تو میں جانوروں کے ساتھ کیوں آتی ہوں۔''

''وہ تو میں نے یونہی کہہ دیا تھا۔ مجھے تو بکریاں چراتی ہوئی لڑکیاں بہت اچھی لگتی ہیں۔''

''پھر تو میں بھی تمہیں اچھی لگی ہوں گی۔''

''تم بہت خوبصورت ہو۔ میری ماموں زاد بھی تو ہو۔''

''لو، میرا گھر آ گیا۔ تم یہیں ٹھہر جاؤ۔ میں بابا کو باہر بھیجتی ہوں ورنہ وہ کہیں گے میں کس کو لے آئی۔'' یہ کہہ کر وہ آگے بڑھ گئی۔

حضرت یعقوبؑ وہیں ٹھہر گئے۔ ایک بڑے سے میدان میں لکڑیوں کا احاطہ بنا کر جانوروں کا باڑا بنایا گیا تھا۔ راحیل نے لکڑی کے دروازے کو ہلکا سا دھکا دیا اور اپنی بکریوں کو اندر دھکیل کر دروازہ بند کر دیا۔

اس باڑے سے کچھ ہی فاصلے پر لکڑی کے تختوں سے ایک بڑا سا مکان بنایا گیا تھا۔ کچھ خیمے ادھر ادھر پھیلے ہوئے تھے راحیل نہ جانے کدھر غائب ہوگئی تھی۔ کچھ دیر بعد وہ نمودار ہوئی۔

''تم ٹھیک کہتے تھے۔ تم واقعی میری پھوپھی کے بیٹے ہو۔ چلو تمہیں بابا بلا رہے ہیں۔''

حضرت یعقوبؑ اندر گئے۔ لابان وہاں موجود تھے۔ بھانجے کو دیکھ کر گرم جوشی سے ہاتھ پھیلائے۔ بڑی دیر تک بہنوئی اسحٰقؑ اور بہن ربقہ کی خیریت دریافت کرتے رہے۔ حضرت یعقوبؑ نے یہاں راحیل کی بڑی بہن ''لیا'' کو بھی دیکھا۔ وہ راحیل کے مقابلے میں کم خوبصورت اور چپ رہنے والی لڑکی تھی۔ حضرت یعقوبؑ نے اسی وقت سوچ لیا تھا کہ اگر کسی وقت شادی کرنی پڑی تو وہ راحیل سے شادی کریں گے۔

جب تین چار دن مہمانداری کے گزر گئے تو لابان کو خیال آیا کہ یعقوبؑ سے پوچھنا تو چاہیے کہ ربقہ نے اسے یہاں کس مقصد کے تحت بھیجا ہے۔ شاید کوئی ایسی بات ہو جسے وہ کہنا چاہتا ہو۔

''بھانجے، تم نے بتایا نہیں۔ دور دراز کا سفر کر کے یہاں آنے کی غایت کیا ہوئی؟''

''میرے باپ اور میری ماں کو میری شادی کی فکر ہوئی تو مجھے یہاں بھیج دیا کیونکہ وہ چاہتے ہیں کہ میں خاندان کی کسی لڑکی سے شادی کروں۔''

''تو تم شادی کرنے آئے ہو۔''

''جی ماموں جان۔''

Marfat.com

''اس کے لیے میری ایک شرط ہے۔تم یہاں رہ کر چھ سال بکریاں چراؤ۔اس مدت کو مہر قرار دے کر میں اپنی بیٹی کی شادی تم سے کردوں گا۔''

حضرت یعقوبؑ نے یہ کڑی شرط قبول کی اور نہایت پابندی سے بکریاں چرانے کی خدمت انجام دینے لگے۔ جب یہ مدت پوری ہوئی تو حضرت یعقوبؑ شادی کے خواہاں ہوئے۔ لابان بھی تیار ہوئے لیکن جب حضرت یعقوبؑ کو یہ معلوم ہوا کہ شادی کے لیے ''لیا'' کا انتخاب کیا گیا ہے تو انہیں اعتراض ہوا کیونکہ ان کا میلان راحیل کی جانب تھا۔

''یہ بات تو تمہیں اس وقت واضح کردینی چاہیے تھی کہ تم کس سے شادی کے خواہاں ہو لیا سے یا راحیل سے۔ یہاں کے دستور کے مطابق چھوٹی لڑکی کا نکاح نہیں ہوسکتا تاوقتیکہ بڑی کی شادی نہ ہوجائے۔ اس وقت تم اس رشتے کو منظور کرو اور اپنی خدمت کو مزید طول دو تو راحیل بھی تمہارے نکاح میں دی جاسکے گی۔''

''مجھے کتنی مدت تک بکریاں چرانی ہوں گی؟''

''راحیل زیادہ خوبصورت ہے اس لیے تمہیں سات سال کی مد پوری کرنی ہوگی کیونکہ لیا کے لیے چھ سال تھی۔''

حضرت یعقوبؑ کے لیے یہ شرط تکلیف دہ تھی لیکن راحیل کے حصول کے لیے گوارا کرلیا۔ لیا سے شادی کرلی اور راحیل کے لیے بکریاں چراتے رہے اور مدت پوری ہونے کے بعد راحیل سے بھی شادی کرلی۔

اس زمانے میں دو بہنوں کا نکاح میں جمع ہونا شرعاً ممنوع نہیں تھا۔ بعض لوگوں کا یہ بھی خیال ہے کہ لیا کے مرنے کے بعد راحیل سے نکاح ہوا تھا۔

بائبل کے مطابق حضرت یعقوبؑ کے بارہ بیٹے تھے۔ ''لیا'' کے بطن سے روبین یا روبن، شمعون، لاوی یہوداہ، سیاکر اور زبلون پیدا ہوئے۔ ایک بیٹی بھی پیدا ہوئی جس کا نام دینہ تھا۔ راحیل سے حضرت یوسفؑ اور بنیامین تولد ہوئے جب کہ آپ کے چار بیٹے دان، نفتالی، جاد اور آشیر آپ کی لونڈیوں زلفا اور بلہا کے بطن سے پیدا ہوئے تھے۔

بنیامین کے سوا جن کی پیدائش کنعان میں ہوئی سب کے سب حاران میں پیدا ہوئے جب یعقوبؑ اپنے ماموں لابان کے گھر میں قیام پذیر تھے۔ تفسیر سراج المنیر کے مطابق حضرت یعقوبؑ کے یہی بارہ بیٹے تاریخ عالم میں بنی اسرائیل کے نام سے مشہور ہوئے۔ انہی کی اولاد میں سے حضرت ہارونؑ، حضرت موسیٰؑ، حضرت عزیزؑ اور حضرت الیاسؑ پیدا ہوئے۔

حضرت یعقوبؑ کو اپنے ماموں کے گھر رہتے ہوئے بیس سال ہوگئے تھے کہ ایک رات اللہ کے ایک فرشتے نے آپؑ کو نبوت پر سرفراز ہونے کی خوش خبری پہنچادی۔ آپ کو اہل کنعان کی ہدایت پر مبعوث کیا گیا تھا۔ اس وقت کنعان کا بادشاہ سکم بن دارا تھا جو ستارہ پرست اور نہایت متکبر تھا۔

نبوت ملنے کے بعد آپؑ کو خدا کی طرف سے وحی ملی کہ اپنے گھر یعنی ماں باپ کی طرف لوٹیں اور وعدہ فرمایا کہ آپؑ خوف زدہ نہ ہوں اللہ آپؑ کے ساتھ ہے۔ اس خوش خبری کا ذکر آپؑ نے ماموں سے کیا اور اپنے گھر کی طرف لوٹ جانے کی خواہش کا اظہار کیا۔

''ماموں جان، آپ نے مجھ پر بڑا احسان کیا۔ اپنی دو بیٹیاں میرے عقد میں دیں جن سے مجھے اولاد ملی۔ آپ کی بیٹیاں بڑی خیر و برکت والی ہیں۔ میں یہاں سے کبھی نہ جاتا لیکن اللہ کا حکم یہی ہے کہ میں اپنے ماں باپ کے پاس جاؤں۔ آپ سے واپسی کی اجازت چاہتا ہوں۔''

''میرے پیارے بھانجے تم نے میری اتنی خدمت کی ہے کہ میں کبھی تمہیں جانے کی اجازت نہ دیتا لیکن اسی خدمت گاری کا یہ تقاضا بھی ہے کہ میں تمہیں جانے کی اجازت دے دوں۔ تمہاری وجہ سے مجھے بہت برکت دی گئی ہے لہٰذا میرے مال سے جو چاہو مانگ لو۔''

Marfat.com

حضرت یعقوبؑ نے عرض کیا ''ہر وہ بکری جو اس سال بیا ہے گی اور وہ سفید اور سیاہ دھبوں والے رنگ کی ہو وہ دے دیں اور ہر ایسی بکری جو حاملہ ہو اور اس کی سفیدی سیاہی سے ملی ہو وہ دے دیں اور ہر وہ بکری جس کی سیاہی سفیدی سے ملی ہو وہ دے دیں اور بغیر سینگ والے بکرے بھی۔''

لابان نے غلاموں کو حکم دیا۔ ایسی بکریاں اور ایسے بکرے الگ کر لیے گئے۔ اس کے علاوہ بھی لابان نے بہت سے مویشی اور غلام آپ کے ساتھ کر دیے۔

لابان اور اس کی قوم طبل اور نقارے بجاتی ہوئی رقص کرتی شور مچاتی اس قافلے کے ساتھ شہر سے نکلی جس میں حضرت یعقوبؑ ان کی دونوں بیویاں، ان کے گیارہ بچے، غلام اور ایک ہزار ریوڑ شامل تھا۔

یہ سب لوگ جب قریبی جلعاد نامی پہاڑی کے قریب پہنچے تو لابان نے رکنے کا اشارہ کیا۔ نقاروں کا شور تھم گیا۔ رقص کے دائرے سمیٹ گئے۔ یہ گویا وہ مقام تھا جہاں سے لابان اور حضرت یعقوبؑ کے راستے جدا ہوتے تھے۔ لابان کو ہاران کی طرف لوٹ جانا تھا اور حضرت یعقوبؑ کو کنعان کی طرف بڑھنا تھا۔ یہ الوداع کی آخری منزل تھی۔

اس ٹیلے پر لابان نے حضرت یعقوبؑ سے ایک معاہدہ کیا جس میں کہا گیا کہ وہ یعنی حضرت یعقوبؑ ان کی بیٹیوں کو ذلت و اہانت میں نہیں ڈالیں گے اور ان پر کسی اور عورت سے شادی نہیں کریں گے۔

اس معاہدے کے ساتھ ہی نقارے پر چوٹ پڑی۔ تہنیتی نعرے بلند ہوئے۔ رقص پھر شروع ہو گیا۔ یہ الوداعی جشن تھا جو برپا ہو رہا تھا۔ یہ شور ایک مرتبہ پھر تھم گیا۔ لابان نے کھانے کا اہتمام کیا تھا۔ تمام قوم نے کھانا کھایا اور ہر ایک نے دوسرے کو الوداع کہا اور تمام لوگ اپنے اپنے علاقوں کی طرف لوٹ گئے۔ حضرت یعقوبؑ ایک بڑے ریوڑ اور اہل و عیال کے ساتھ چلے جا رہے تھے کہ سرزمین ساعیر کے قریب پہنچے۔ یہاں آپؑ کے پاس ملائکہ آئے اور انہوں نے آپ کو مرحبا کہا یعنی آنے کی خوشخبری دی۔

حضرت یعقوبؑ کے دل میں عیص کے غصے نے شور مچایا۔ وہ اب اس کے علاقے کے قریب تھے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ ان کا غصہ ابھی فرو نہ ہوا ہو اور وہ کوئی نقصان پہنچا بیٹھیں۔ آپؑ نے اس خوف سے نجات کے لیے اللہ عزوجل کی بارگاہ میں نماز ادا کی اور پھر دعا فرمائی اور اللہ کے سامنے اپنے وعدے وعہد کو یاد کیا۔

حضرت یعقوبؑ عیص کی طاقت وقوت کے قائل تھے۔ وہ ایک ماہر شکاری تھا۔ اس سے مقابلے کی طاقت آپؑ میں نہیں تھی۔ دعا ہی ایک طریقہ تھا جس سے عیص کے دل کو نرم کیا جاسکتا تھا۔

اس دعا کے بعد آپؑ نے ان نوکروں کو اپنے پاس بلا لیا جو ریوڑوں کو ہانکنے پر متعین تھے پھر انہیں حکم دیا کہ ہر صنف کے جانور الگ کر لیں یعنی بکریاں الگ، مینڈھے الگ، سی طرح گائے اور اونٹ کے ریوڑ الگ الگ کر لو اور انہیں اس طرح لے کر چلو کہ ہر ریوڑ کے درمیان فاصلہ رہے۔

''یہاں تمہیں عیص نامی ایک شکاری ملے گا۔ وہ تم سے تمہارے ریوڑ کے بارے میں معلوم کرے تو اس سے کہنا یہاں کوئی سردار عیص رہتا ہے اس کا ایک غلام یعقوبؑ ہے۔ یہ سب مال اس کا ہے اور وہ تجھے تحفے میں دینے کے لیے لایا ہے۔ اسی طرح ہر ریوڑ والا یہی کہے۔''

راحیل اور لیا بڑے غور سے اس تیاری کو دیکھ رہی تھیں۔ ان کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ یہ سب کس کے لیے ہو رہا ہے اور یہ عیص کون اور یعقوبؑ ان کے غلام کیوں ہیں۔

''یعقوبؑ تو ہم سے یہ کہتے رہیں کہ وہ اسحقؑ کے بیٹے ہیں۔ اسحقؑ کا بیٹا غلام کیسے ہوسکتا ہے۔ کہیں ہمارے ساتھ دھوکا تو نہیں ہو گیا اور یہ مال مویشی جو ابا جان نے اس کے ساتھ کیے ہیں وہ اپنے سردار کو تو نہیں دے دے گا۔''

راحیل اور لیا کے درمیان یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ حضرت یعقوبؑ تمام انتظامات مکمل کرنے اور نوکروں کو ہدایات

Marfat.com

دینے کے بعد تشریف لے آئے۔ لیا کی تو ہمت نہیں ہوئی لیکن راحیل نے پوچھ لیا۔

''یہ قصہ کیا ہے۔ آپ کس کے غلام ہیں اور یہ مویشی آپ اسے کیوں دے رہے ہیں۔''

''تم نے بس یہی سنا۔ حقیقت تم سے دور ہے۔''

''یہی تو ہم جاننا چاہتے ہیں۔ میں بھی اور لیا بھی۔''

''عیص میرا سردار نہیں اور نہ میں اس کا غلام ہوں۔ وہ میرا بڑا بھائی ہے۔ اس نے مجھے قتل کرنے کی دھمکی دی تھی۔ اس کے خوف سے میں بھاگ کر حاران آیا تھا۔ اب میں اس علاقے میں ہوں۔ مجھے ڈر ہوا کہ کہیں وہ اپنی دھمکی پر عمل نہ کر بیٹھے۔ اس کے غصے کو نرم کرنے کے لیے میں یہ سب کچھ کر رہا ہوں۔''

''آپ کا کیا خیال ہے۔ اس کا غصہ نرم پڑ جائے گا؟''

''مجھے اپنے خدا سے امید تو ہے۔''

''اور یہ مویشی آپ اسے تحفے میں دے دیں گے۔''

''اگر اس نے قبول کر لیے تو جان کے بدلے میں یہ سودا برا نہیں۔''

''پھر ہمارے پاس کیا رہ جائے گا؟''

''میں نے اسی لیے ہر صنف کے ریوڑ الگ کر دیے ہیں اور انہیں فاصلے پر رکھا ہے۔ عیص کا سامنا جس ریوڑ والے سے ہوگا، وہ عیص سے یہ کہے گا کہ یہ ریوڑ تیرے لیے تحفے میں ہے۔ وہ راضی ہو گیا تو باقی جانور بچ جائیں گے۔''

جب یہ دونوں مطمئن ہو گئیں تو آپؑ نے سب سے آگے والے ریوڑ کو چلنے کا حکم دیا۔ اس کے کچھ دیر بعد دوسرے ریوڑ کو روانہ کیا پھر تیسرے کو۔ سب سے آخر میں آپؑ روانہ ہوئے۔ آپؑ کو کچھ معلوم نہیں تھا اگلے ریوڑ کے ساتھ کیا ہو رہا ہے۔ انہیں عیص ملا یا نہیں؟''

اتفاق کی بات کہ عیص اپنے آدمیوں کے ساتھ واقعی شکار کو نکلا ہوا تھا اور اس کی نظر اس ریوڑ پر پڑ گئی جو سب سے آگے چل رہا تھا۔ اسے تعجب ہوا کہ اتنے بڑے ریوڑ کے ساتھ کون مالدار شخص ہے جو سفر کر رہا ہے۔ معلوم تو ہو یہ کون لوگ ہیں اور کہاں جانے کا قصد ہے۔ وہ ریوڑ کے ساتھ چلنے والے ملازموں کے سامنے آ گئے۔ عیص کے ساتھیوں نے تیر کمان سیدھے کر لیے کہ ہو سکتا ہے جنگ کی نوبت آ جائے۔

''ٹھہرو!'' عیص نے للکارا۔ ''تم لوگ کون ہو اور کہاں جاتے ہو۔ یہ بکریوں کا ریوڑ کس کا ہے؟''

''شاید آپ جانتے ہوں۔'' نوکروں نے کہا۔ ''یہاں عیص نامی ایک سردار ہے۔ یہ تمام ریوڑ اس کے غلام یعقوبؑ کے ہیں جو بیس سال پہلے اپنے مالک سے ناراض ہو کر چلا گیا تھا۔ اب واپس آیا ہے تو یہ تحفہ ساتھ لایا ہے۔ کیا آپ سردار عیص کا پتا بتا سکتے ہیں؟''

اتنے دن بعد اپنے بھائی کا نام سنا تو عیص کا دل بھر آیا۔ ''عیص تو میں ہی ہوں مگر یہ تم سے کس نے کہا کہ یعقوبؑ میرا غلام ہے۔ وہ تو میرا بھائی ہے جو بلاوجہ خوفزدہ ہو کر گھر چھوڑ کر گیا تھا۔''

''ہمیں کیا معلوم۔ وہ تو ملک شام میں بھی یہی کہتے رہے کہ وہ عیص کے غلام ہیں۔''

''برا ہو میری طاقت اور بلند قامتی کا کہ وہ مجھ سے خوفزدہ ہو کر خود کو میرا غلام کہہ رہا ہے۔ کاش! وہ قافلے کے ساتھ آیا ہوتا تو میں اس سے بغل گیر ہوتا۔ اس نے یہ تحفہ بھیجا ہے۔ میں اس ریوڑ کو لے کر کیا کروں گا۔ مجھے تو میرا بھائی مل جاتا وہی میرا تحفہ ہوتا۔''

''آپ پریشان نہ ہوں۔ وہ اسی قافلے کے ساتھ ہیں۔ پیچھے آ رہے ہیں آپ سے ملاقات ہو جائے گی۔''

اتنی دیر میں دوسرا ریوڑ وہاں پہنچ گیا پھر تیسرا ریوڑ آ گیا۔ عیص ان ریوڑوں اور جانوروں کی تعداد دیکھ کر حیران

Marfat.com

ہو رہے تھے کہ یعقوبؑ جب یہاں سے گئے تو خالی ہاتھ تھے، انہوں نے اتنی ترقی کیسے کر لی۔ ہر قسم کے جانور، وافر مقدار میں ان کے پاس ہیں۔ یہاں سے ملک شام کی سرحد تک ان کا قافلہ پھیلا ہوا ہے۔

اس عرصے میں حضرت یعقوبؑ کو خبر پہنچ چکی تھی کہ عیص کا غصہ فرو ہو چکا ہے۔ اور وہ بے چینی سے اپنے بھائی کا انتظار کر رہا ہے لہٰذا اب انہیں چھپنے کی ضرورت نہیں تھی۔

حضرت یعقوبؑ نے اپنے بھائی کو دیکھا تو سواری سے کود پڑے۔ سات مرتبہ ان کو سجدہ کیا۔ اس زمانے میں یہی ان کا سلام تھا اور ان کے ہاں جائز تھا۔ حضرت آدمؑ کو فرشتوں کا سجدہ بھی اسی طرح کا تھا۔

طاقتور عیص نے فرطِ مسرت سے حضرت یعقوبؑ کو گود میں اٹھالیا اور اس طرح میدان میں دوڑنے لگا جیسے کوئی باز کسی چڑیا کو اپنے پنجوں میں اٹھالے۔ انہوں نے یعقوبؑ کو گود سے اتارا تو خوشی کے آنسو ان کی آنکھوں سے جاری تھے۔ ''یعقوبؑ تو کیوں چلا گیا تھا۔ میں تیرا دشمن تو نہیں تھا۔''

''تم ہی نے تو کہا تھا تم مجھے قتل کر دو گے۔''

''غصے میں تو بہت کچھ کہہ لیا جاتا ہے۔ اس کا یہ مطلب تو نہیں کہ تو چلا ہی جائے اور پھر بیس سال تک ہماری خبر نہ لے۔ مجھے معلوم ہی نہ تھا کہ تو کہاں چلا گیا ہے ورنہ میں خود تجھے لینے آتا۔''

اس جشنِ مسرت میں کچھ وقفہ آیا اور عیص نے ادھر ادھر دیکھا تو بچوں اور عورتوں پر نظر پڑی۔ عیص کو ویسا ہی تعجب ہوا جیسا ریوڑوں کو دیکھ کر ہوا تھا۔

''یہ کون ہیں۔ کہاں سے تیرے پاس آئے؟''

''یہ اللہ نے تیرے غلام کو ہبہ کیے ہیں۔'' حضرت یعقوبؑ نے فرمایا اور عیص کو اپنی بیویوں اور باندیوں کے پاس لے کر گئے۔ ایک ایک کے متعلق بتایا۔

دو باندیاں آگے بڑھیں۔ انہوں نے عیص کو سجدہ کیا۔ پھر بڑی بیوی لیا آگے بڑھی اور عیص کو سجدہ کیا اور اس کے بیٹوں نے سجدہ کیا پھر راحیل اور ان کے فرزند حضرت یوسفؑ آگے بڑھے اور سجدے میں گر پڑے۔ حضرت یعقوبؑ نے بڑے بھائی کی خدمت میں التجا کی کہ اس کا ہدیہ قبول کریں اور خوب اصرار کیا تو بالآخر عیص نے ہدیہ قبول کر لیا۔

عیص آگے بڑھ گیا۔ حضرت یعقوبؑ بھی مع اہل و عیال اور جو کچھ ساتھ مویشی تھے سب کو لے کر آگے بڑھنے لگے۔ ان کا ارادہ ساعیر کے پہاڑوں تک پہنچنے کا تھا۔ پھر جب سلحور کے پاس سے گزر ہونے لگا تو ایک گھر بنایا اور وہاں سایہ پکڑا۔ پھر یروشلم کے پاس ایک بستی پر سے گزر ہوا تو اس بستی سے پہلے ایک جگہ پڑاؤ ڈال کر ٹھہر گئے۔ یہ وہی جگہ تھی جہاں آپؑ نے ہاران جاتے ہوئے بابرکت خواب دیکھا تھا اور عہد کیا تھا کہ اس جگہ پر اللہ عزوجل کی عبادت کے لیے ایک گھر بناؤں گا۔

آپؑ کو یہ فکر ہوئی کہ معلوم کریں یہ زمین کس کی ہے۔ اس مقصد کے لیے آپؑ بستی میں گئے اور زمین کے مالک کا پتا پوچھنے لگے۔ جلد ہی آپؑ کو معلوم ہو گیا کہ یہ زمین ایک شخص شیم بن جمور کی ہے۔ آپؑ اس کے پاس گئے۔

''میں اللہ کا نبی ہوں۔ مجھے حکم ہوا ہے کہ میں یہاں عبادت گاہ بناؤں۔ کیا یہ زمین تم میرے ہاتھ فروخت کرتے ہو؟''

''مجھے اس سے غرض نہیں کہ تم کون ہو۔ میں تو یہ دیکھ رہا ہوں کہ تم مالدار آدمی ہو۔ میری زمین کا اچھا بدلہ دو گے۔ میں زمین بیچنے کو تیار ہوں۔ بولو کیا دو گے؟''

بحث و تمحیص کے بعد سو بھیڑوں کے عوض سودا طے ہو گیا۔ آپؑ نے وہ زمین خرید لی اور وہاں خیمہ تان لیا۔ ایک مذبح خانہ بنایا اور عبادت گاہ کی تعمیر شروع کر دی۔ یہی موجودہ بیت المقدس ہے۔

Marfat.com

اس موقع پر اہل کتاب نے حضرت یعقوبؑ کی بیٹی دینہ کا ایک قصہ ذکر کیا ہے۔ یہ بیٹی حضرت یعقوبؑ کی بڑی بیوی لیا سے تھی۔

ہوا یہ (اہل کتاب کے مطابق) شخیم بن جمور اس لڑکی کو زبردستی اپنے گھر لے گیا اور بھائیوں اور والد کو پیغام نکاح دے دیا تو دینہ کے بھائیوں نے کہا، ہم تیری بات مان لیں گے جب کہ تم سب ختنہ کروالو۔ پھر ہماری تمہاری آپس میں رشتے داریاں چل پڑیں گی کیونکہ ہم غیر ختنہ والی قوم سے رشتہ داریاں نہیں کرتے۔ انہوں نے ہاں کرلی اور تمام نے ختنہ کرائی پھر جب تیسرا روز ہوا تو ان کو ختنہ سے تکلیف پہنچی تو انہوں نے اس سنت کو برا بھلا کہنا شروع کردیا تو آل یعقوبؑ نے تمام کو قتل کردیا حتیٰ کہ شخیم اور اس کے باپ جمور کو بھی نمٹا دیا کیونکہ ایک تو انہوں نے کفر کیا تھا اور دوسرا سنتِ ابراہیمؑ کی توہین کی تھی۔ یہ لوگ بتوں کی عبادت کرتے تھے۔ اسی وجہ سے آل یعقوبؑ نے ان کو قتل بھی کیا اور ان کے اموال بھی بطور غنیمت حاصل کرلیے۔

یہیں حضرت یعقوبؑ کی چھوٹی بیوی حضرت راحیل سے ایک بیٹا بنیامین پیدا ہوا۔ اس بیٹے کی پیدائش کے فوراً بعد حضرت راحیل کا انتقال ہوگیا۔ حضرت یعقوبؑ نے انہیں بیت لحم کے اندر دفن کیا اور اس پر بطور نشانی ایک پتھر رکھ دیا۔ اس بیٹے کے بعد حضرت یعقوبؑ کے بیٹوں کی تعداد بارہ ہوگئی۔

اس بیوی کو گنوانے کے بعد جو حضرت یوسفؑ اور بنیامین کی والدہ تھیں، حضرت یعقوبؑ اپنے والد اور والدہ سے ملے اور حیرون بستی میں اقامت پذیر ہوگئے۔ یہ بستی بھی حضرت ابراہیمؑ کی سکونت گاہ تھی۔

کہا جاتا ہے حضرت یعقوبؑ کے آنے کے بعد ان کے بڑے بھائی عیص نے ان کے لیے جگہ خالی کردی اور اپنے چچا حضرت اسمٰعیلؑ کے ہاں چلے گئے اور وہیں ان کی صاحب زادی بسمہ سے نکاح کیا اور ان سے عیص کی بہت سی اولاد ہوئی چنانچہ ان کی نسل زیادہ ہوگئی یہاں تک کہ وہ شام میں اہل کنعان پر غالب ہوگئے اور پھیلتے پھیلتے ساحل سمندر اور اسکندریہ کی سرحد تک پہنچ گئے۔

☆......☆......☆

حضرت اسحٰقؑ اور حضرت ربقہ کا انتقال ہو چکا تھا۔ حضرت یعقوبؑ اپنی بیوی لیا اور بیٹوں کے ساتھ حیرون نامی بستی میں اقامت پذیر تھے اور نبوت کے فرائض انجام دے رہے تھے۔

حضرت یوسف علیہ السلام جب حاران سے چلے تھے تو حضرت یعقوبؑ کی گود میں تھے اور اب آپؑ کی عمر بارہ تیرہ سال تھی۔ حسن میں بے مثال اور تابع داری میں یکتا تھے۔

حضرت لیا کے دس بیٹے عمر میں ان سے بڑے تھے۔ کچھ اس وجہ سے اور کچھ آپ کے ذاتی اوصاف کی وجہ سے حضرت یعقوبؑ انہیں بے حد عزیز رکھتے تھے۔ ان کی ایک پل کی جدائی بھی آپ کو گوارا نہیں تھی۔ حضرت لیا بھی اور حضرت یوسفؑ کے سوتیلے بھائی بھی حضرت یعقوبؑ کی اس محبت کو حسد کی نظر سے دیکھتے تھے اور آپس میں باتیں کرتے رہتے تھے کہ ابا جان جتنی محبت یوسفؑ سے کرتے ہیں ہم سے نہیں کرتے۔

حضرت یعقوبؑ اپنی اولادوں کے ان جذبات سے واقف تھے۔ گھر میں کئی مرتبہ ان باتوں پر چھوٹی چھوٹی رنجشیں ہوچکی تھیں۔ کئی مرتبہ حضرت لیا بھی آپؑ سے شکایت کرچکی تھیں کہ آپ میرے بچوں کو اتنا نہیں چاہتے جتنا راحیل کے بیٹے یوسفؑ سے پیار کرتے ہیں۔ حضرت یعقوبؑ اس حقیقت کو تسلیم بھی کرتے تھے لیکن اپنے دل سے مجبور تھے۔ شاید اس لیے بھی کہ اپنی بیوی راحیل سے آپؑ کو بہت محبت تھی اور حضرت یوسفؑ انہی کی نشانی تھے۔

بھائیوں کی یہ کش مکش بڑھتی چلی گئی۔ گھر میں دو گروہ واضح طور پر بن گئے۔ ایک طرف دس بھائیوں کی طاقتور جماعت تھی دوسری طرف حضرت یوسفؑ اور بنیامین۔

Marfat.com

حضرت یوسفؑ کی والدہ تو تھیں نہیں۔ انہیں جو بات کرنی ہوتی وہ حضرت یعقوبؑ سے کہتے۔ وہ بھی ایسے شفیق کہ ہر بات سننے پر فرمائش پوری کرنے کو تیار رہتے تھے۔

ایک روز حضرت یوسفؑ آپؑ کے پاس آئے تو بہت گھبرائے ہوئے تھے۔ انہوں نے کوئی خواب دیکھا تھا۔ خواب اتنا انوکھا اور روشن تھا کہ وہ گھبرا گئے۔ بیدار ہونے پر دوڑتے ہوئے باپ کے پاس چلے آئے۔

''ابا جان، میں نے ایک خواب دیکھا ہے جس کی گھبراہٹ مجھ پر ابھی تک طاری ہے۔''

''بچوں کی نیند گہری ہوتی ہے اس لیے وہ خواب بھی بہت دیکھتے ہیں۔ اچھا سناؤ کیا دیکھا۔ ضرور کوئی ڈراؤنا خواب ہوگا۔''

''میں نے گیارہ ستاروں اور سورج چاند کو دیکھا ہے۔ دیکھتا کیا ہوں کہ وہ مجھے سجدہ کر رہے ہیں۔''

خواب دیکھ کر حضرت یوسفؑ پر گھبراہٹ طاری ہوئی تھی خواب سن کر حضرت یعقوبؑ بھی گھبرا گئے۔ آپؑ نے چونک کر بیٹے کی طرف دیکھا۔ ابھی یہ بلوغت کو بھی نہیں پہنچا اور ایسا عظیم الشان خواب دیکھ لیا۔

''بیٹا، یہ خواب مجھے تو سنا دیا ہے کسی اور کو مت سنانا اور اپنے بھائیوں کو تو ہرگز نہیں۔ وہ پہلے ہی تم سے حسد کرتے ہیں۔ اس کے بعد تو نہ جانے مکروفریب کے کیسے کیسے جال بچھائیں۔''

''ابا جان، اس خواب میں ایسی کیا بات ہے کہ سب میرے دشمن بن جائیں گے۔''

''تیرا رب تجھ کو برگزیدہ بنائے گا اور تجھ کو لطف و رحمت کی کئی انواع کے ساتھ خاص کرے گا۔ اور کلام کے معانی اور خوابوں کی تعبیر تجھے سکھلائے گا جو کسی کو نہ آتی ہوگی اور تجھ پر اپنی نعمت تمام کرے گا یعنی وحی کا سلسلہ رکھ کر تجھ کو پیغمبری میں لے گا اور تجھے دنیا و آخرت کی کامیابیاں ملتی رہیں گی جیسے تیرے دادا حضرت اسحٰقؑ اور میرے دادا حضرت ابراہیمؑ پر بھی اپنی نعمتیں مکمل فرمائیں۔''

''اس خواب میں ستاروں اور چاند سورج کے سجدہ کرنے کا کیا مطلب ہے؟''

''گیارہ ستارے تیرے گیارہ بھائی ہیں اور چاند سورج تیرے ماں باپ۔ یہ سب تیرے لیے عاجزی برتیں گے۔ بس تو یہ خواب کسی کو نہ سنانا۔ وقت آنے پر اس کی تعبیر ظہور میں آئے گی۔''

حضرت یوسفؑ مطمئن ہوکر باہر کھیلنے کے لیے نکل گئے۔ ان کے باقی بھائی جن میں بنیامین شامل نہیں تھا کسی جگہ چھپے ہوئے حضرت یوسفؑ ہی کے بارے میں باتیں کر رہے تھے۔

''یوسفؑ اور بنیامین والد محترم کو ہم سے زیادہ پیارے ہیں۔ ہمیں تو وہ غصے کی آنکھ ہی سے دیکھتے ہیں۔'' ایک بھائی نے کہا۔

''حالانکہ ہم تعداد میں دس ہیں اور طاقتور جماعت کی طرح ہیں جو ابا جان کے کام آسکتے ہیں۔'' دوسرے نے کہا۔

''میں تو سمجھتا ہوں ابا جان صریح غلطی پر ہیں اور ناانصافی سے کام لے رہے ہیں۔'' چوتھے بھائی نے کہا۔

''اور اب تو ابا جان کی ساری محبت یوسفؑ کے لیے ہو جائے گی۔ ہمیں وہ بالکل ہی نظرانداز کر دیں گے۔''

''کیوں، اب ایسی کیا بات ہوگئی؟''

''یوسف نے ایک خواب دیکھا ہے کہ گیارہ ستارے یعنی گیارہ بھائی اسے سجدہ کر رہے ہیں۔ ابا جان نے اسے کہا ہے کہ تو برگزیدہ ہوگا اور تیرے تمام بھائی تجھے سجدہ کریں گے۔'' سب سے چھوٹے بھائی نے اطلاع دی۔

''تجھے کیسے معلوم ہوا؟''

''جس وقت وہ یہ باتیں کر رہے تھے میں قریب ہی تھا۔'' ابا جان اس سے یہ بھی کہہ رہے تھے کہ وہ اپنا یہ خواب اپنے بھائیوں کو نہ بتائے۔''

Marfat.com

''اس کا مطلب ہے یوسفؑ کو ہمارے خلاف بھڑکایا جا رہا ہے۔''
''وہ اکیلا ہمارا کیا بگاڑ سکتا ہے، لیکن ابا جان اس کے ساتھ ہیں۔ وہ اسے اپنا سگا بیٹا سمجھتے ہیں اور ہمیں سوتیلے بیٹے۔''
''اگر یوسفؑ کو راستے سے ہٹا دیا جائے تو ابا جان کی ساری شفقتیں ہمارے لیے ہو جائیں گی۔''
''راستے سے ہٹانے سے تمہارا کیا مطلب ہے؟''
''ہم یوسفؑ کو قتل کر دیں۔ مرنے کے بعد کوئی واپس نہیں آتا۔ ابا جان سے کہہ دیں گے کہ یوسفؑ کو بھیڑیا، یا کوئی اور جانور اٹھا کر لے گیا ہے۔''
قتل کا نام سن کر سب کے چھکے چھوٹ گئے۔ سناٹا سا پھیل گیا۔ سب کی یہی تجویز ہوئی کہ راستے سے ہٹانے کا کوئی اور طریقہ اختیار کیا جائے۔
ایک بھائی نے یہ تجویز پیش کی۔ ''یوسفؑ کو قتل نہ کرو بلکہ گہرے کنویں میں ڈال دو کہ کوئی راہ چلتا نکال لے گا۔ اگر تمہیں کچھ کرنا ہے تو یہ کرو اور بس۔ قتل سے بھی بچیں گے اور مقصد بھی حاصل ہو جائے گا۔ شاید کوئی نکال کر دوسرے ملک لے جائے۔''
اس تجویز پر سب متفق ہو گئے اور وقت کا انتظار کرنے لگے کہ یوسفؑ کو باہر لے جانے اور تجویز پر عمل کرنے کا موقع مل جائے۔
یہ اتنا آسان نہیں تھا کیونکہ حضرت یوسفؑ ان سے مانوس نہیں تھے اور ان کے ساتھ کھیلنے سے گریز کرتے تھے۔ اس کے علاوہ ان کے بھائیوں کو یہ بھی شک تھا کہ حضرت یعقوبؑ حضرت یوسفؑ کو ان کے ساتھ نہیں بھیجیں گے۔
ان بھائیوں نے ایک خاص منصوبے کے تحت حضرت یوسفؑ کو اپنے ساتھ ملانا شروع کر دیا۔ ان کے ساتھ کھیلنے کودنے لگے۔ حضرت یوسفؑ اس تبدیلی پر حیران ضرور تھے لیکن بچے تھے، بھائیوں کی محبت دیکھی تو سب کچھ بھلا کر ان کے ساتھ کھیلنا شروع کر دیا۔ ایک دن انہوں نے یوسفؑ سے کہا۔
''چلو جنگل میں چلتے ہیں۔ مزے مزے کی چیزیں کھائیں گے۔ کھیلنے کا خوب موقع ملے گا۔'' حضرت یوسفؑ تیار ہو گئے لیکن مسئلہ یہ تھا کہ حضرت یعقوبؑ انہیں ایک پل کے لیے بھی خود سے جدا نہیں کرتے تھے۔ ان سے اجازت لینی ضروری تھی۔ سارے بھائی حضرت یعقوبؑ کی خدمت میں پہنچ گئے۔
''ہم کھیلنے کے لیے جا رہے ہیں۔ یوسفؑ کو بھی ہمارے ساتھ بھیج دیجیے۔ یہ بھی ہمارا بھائی ہے ہمارے ساتھ کھیلے گا۔''
''نہیں، تم لوگ جاؤ۔ یوسف کو یہیں رہنے دو۔''
''ہم بھی تو آپ کے بیٹے ہیں۔ جب ہمیں اجازت دے رہے ہیں تو اسے بھی بھیج دیں۔''
''میرے بیٹو! مجھ سے یہ برداشت نہیں ہوتا کہ میں یوسف سے ایک پل بھی جدا رہوں۔''
''تھوڑی دیر کی بات ہے۔ ہم آ جائیں گے۔''
''اس کے علاوہ مجھے یہ بھی خطرہ ہے کہیں تم کھیل کود میں مشغول ہو جاؤ اور بھیڑیا آ کر اس کو کھا جائے اور یہ اپنے بچپن کی وجہ سے اپنا بچاؤ نہ کر سکے اور تم بھی اس سے غافل رہو۔''
''ہمارے ہوتے ہوئے۔ بھیڑیا اسے کھا جائے یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ یہ کمزور ہے لیکن ہم تو طاقتور جماعت ہیں اور ایک دو نہیں پورے دس ہیں۔ اسے کوئی نقصان پہنچ جائے تو پھر ہماری طاقت کا فائدہ؟''
جب بھائیوں نے بہت ضد کی تو حضرت یعقوبؑ نے اجازت دے دی اور بھائی انہیں لے کر چلے گئے۔ خوب

Marfat.com

ہنستے کھیلتے جا رہے تھے لیکن دل میں تو کچھ اور ہی تھا۔

جنگل میں پہنچ کر انہوں نے اپنے منصوبے پر عمل شروع کر دیا۔ پہلے تو آپؑ کو خوب مارا پیٹا اور رسوا اور ذلیل کرتے رہے اور پھر انہیں کنویں میں ڈالنے پر ہم خیال ہو گئے۔ کنویں میں ایک پتھر ہوتا ہے جو بیچ میں ہوتا ہے اور کوئی اتر کر اس پر کھڑا ہو سکتا ہے تاکہ جب پانی کم ہو جائے تو اتر کر اس پر کھڑے ہو کر پانی بھر لیا جائے۔ اس وقت بھی پانی کم تھا اور پتھر صاف نظر آ رہا تھا۔ بھائیوں نے حضرت یوسفؑ کو اس پتھر پر ڈال دیا۔

ان کے بھائیوں نے ان کی قمیص پر کسی جانور کا خون لگا دیا اور خون میں لت پت قمیص لیے ہوئے، روتے پیٹتے رات کے وقت حضرت یعقوبؑ کی خدمت میں پہنچ گئے۔ دل سے گھڑا ہوا سارا ماجرا رو رو کر سنانے لگے۔

''اے باپ! اگر چہ ہم اپنی صداقت کا کتنا ہی یقین دلائیں مگر تجھ کو ہرگز یقین نہ آئے گا کہ ہم دوڑ میں ایک دوسرے سے آگے نکلنے میں مشغول تھے اور یوسفؑ کو سامان کے پاس بٹھا دیا تھا کہ اچانک یوسفؑ کو بھیڑیا اٹھا کر لے گیا۔''

''اور تم کچھ نہ کر سکے۔ تم تو بہت طاقتور جماعت تھے۔''

''ہم اسے دیکھ ہی نہ سکے اور اسے بھیڑیا لے گیا۔ ہمیں تو یوسفؑ کی یہ قمیص یہ مل سکی جس پر اس کا خون بھی ہے۔''

حضرت یعقوبؑ نے خون آلود قمیص کو دیکھا۔ یہ قمیص کہیں سے بھی پھٹی ہوئی نہیں تھی۔ اگر بھیڑیا حملہ کرتا تو قمیص یقیناً تار تار ہو چکی ہوتی۔ فوراً حقیقت حال سمجھ گئے مگر جھڑ کنے، طعن و تشنیع کرنے اور نفرت و حقارت کا طرز عمل اختیار کرنے کے بجائے پیغمبرانہ علم و فراست کے ساتھ یہ بتا دیا کہ باوجود حقیقت حال کو چھپانے کی سعی کے تم اسے چھپا نہ سکے۔

''(حضرت یعقوبؑ نے) کہا یہ ہرگز نہیں بلکہ بنا دی ہے تمہارے نفسوں نے تمہارے لیے ایک بات۔ اب صبر ہی بہتر ہے اور جو بات تم ظاہر کرتے ہو اس پر اللہ ہی سے مدد مانگتا ہوں۔''

اس طرف یہ ہو رہا تھا دوسری جانب اسمٰعیلیوں (مدیانیوں) کا ایک قافلہ اس کنویں کے پاس آ کر ٹھہرا۔ یہ قافلہ مصر جا رہا تھا۔ انہوں نے اپنے اونٹوں کو بٹھا دیا اور ایک آدمی نے پانی کے لیے کنویں میں ڈول ڈالا۔ حضرت یوسفؑ یہ سمجھے کہ بھائیوں کو رحم آ گیا ہے اور انہیں باہر نکالنے کے لیے ڈول ڈالا ہے۔ وہ ڈول پکڑ کر لٹک گئے اور تاجر نے ڈول کھینچ لیا لیکن جب اس نے پانی کے بجائے نہایت حسین و جمیل لڑکا دیکھا تو خوشی سے چیخ اٹھا۔

''بشارت ہو۔ ایک غلام ہاتھ آیا۔''

خوشی اس لیے ہوئی کہ یہ قافلہ مصر جا رہا تھا اور مصر میں غلام فروخت ہوتے تھے۔ حضرت یوسفؑ اتنے حسین تھے کہ تاجر کو بھاری رقم ملنے کی امید ہو گئی بلکہ وہ چیخ چیخ کر کہنے لگا۔ ''اسے میں نے نکالا ہے۔ یہ میرا مال ہے۔ اس کی اجرت مجھے ملے گی۔''

جب یہ قافلہ اس پڑاؤ کے بعد آگے بڑھا تو حضرت یوسفؑ اس کے ساتھ تھے۔ چھوٹی سی عمر تھی، والدہ کا انتقال ہو چکا تھا۔ باپ کی آغوش محبت بھی چھوٹ گئی تھی۔ بھائیوں کی بے وفائی کا داغ دل پر ہے۔ اس کے باوجود نہ شور وشیون تھا نہ واویلا۔ قسمت پر شاکر مصر کے بازار میں فروخت ہونے چلے جا رہے تھے۔

اس وقت ''مصر'' تمدن و تہذیب کا گہوارہ سمجھا جاتا تھا۔ یہاں کے حکمراں ہیکسوس کنگز تھے جنہیں تاریخ میں ''عمالیق'' کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ اس وقت اس خاندان کا پندرہواں حکمران (Apophis) برسر اقتدار تھا۔ اس خاندان نے فلسطین و شام سے آ کر ۲۰۰۰ ق م میں مصر پر قبضہ کیا اور پندرہویں صدی ق م کے آخر تک قابض رہا۔ یہ لوگ بت پرست تھے اور مصری بتوں کے بجائے شامی دیوتاؤں کی پوجا کیا کرتے تھے۔

حضرت یوسفؑ کنعان سے ایک بدوی غلام کی حیثیت میں مصر میں داخل ہوئے۔ مصر کا دارالسلطنت ''رعمیس''

Marfat.com

تھا۔ یہ اس مقام پر آباد تھا جہاں آج صان کی بستی آباد ہے۔ جغرافیائی حیثیت سے اس کا جائے وقوع مشرق کی جانب دریائے نیل کے قریب بتایا جاتا ہے۔

مصری افواج کا افسر، شاہی خاندان کا ایک رئیس جس کا نام اطفیر بن روحیب تھا۔ وہی تمام خزانہ سلطنت پر حاوی اور محافظ تھا، سیر کے لیے بازار کو نکلا۔ حجازی تاجر ایک خوبصورت غلام کو لیے کھڑا تھا۔ اطفیر کی نظر پڑی۔ اس نے معمولی سی قیمت دے کر اسے خرید لیا۔ اور یہ غلام حضرت یوسف علیہ السلام تھے۔

خدا تعالیٰ کی کارسازی اور معجزہ نمائی دیکھیے کہ ایک بدوی اور وہ بھی غلام، ایک متمدن اور صاحب شوکت وحشمت رئیس کے یہاں پہنچا تو اپنے حلم و وقار اور امانت وسلیقہ مندی کے پاک اوصاف کی بدولت اس کی آنکھوں کا تارا اور دل کا مالک بن گیا۔ اس نے اپنی بیوی کو ہدایت کی۔

''اس کو عزت سے رکھو۔ کچھ عجب نہیں کہ یہ ہم کو فائدہ بخشے یا ہم اس کو اپنا بیٹا بنالیں۔''

بہرحال اطفیر (بعض لوگوں نے اس کا نام نوطیفار بھی لکھا ہے) نے حضرت یوسفؑ کے ساتھ غلاموں کا سا سلوک نہیں کیا۔ چند روز میں اندازہ ہوگیا کہ وہ محض غلام بنانے کے لائق نہیں۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اپنی ریاست، دولت اور گھریلو زندگی کی تمام ذمے داریاں ان کے سپرد کردیں اور ان سب کا امین بنادیا۔ گویا کنعان کے گلہ بان کو عنقریب جو جہانداری سپرد ہونے والی تھی یہ اس کی تمہید تھی۔

''جگہ دی ہم نے یوسف کو اس ملک میں اور اس واسطے کہ اس کو سکھائیں باتوں کا نتیجہ اور مطلب نکالنا اور اللہ طاقتور رہتا ہے اپنے کام میں لیکن اکثر آدمی ایسے ہیں جو نہیں جانتے۔'' (القرآن)

حضرت یوسف علیہ السلام عزیز مصر کے گھر میں بطور رہتے رہے یہاں تک کہ بلوغت کی منزلوں سے نکل کر شباب کی حدوں میں داخل ہوگئے۔ حسن و خوبروئی کا کوئی پہلو ایسا نہ تھا جو آپؑ کے اندر موجود نہ ہو۔ جمال و رعنائی کا پیکر شمس و قمر کی طرح منور، عصمت و حیا کی فراوانی۔

عزیز مصر کی بیوی (یہودی روایات کے مطابق جس کا نام زلیخا اور عربوں کے مطابق راحیل تھا) آپؑ کے حسن بے مثال کے سامنے اپنے دل پر قابو نہ رکھ سکی۔ برق حسن یوسفؑ نے اس کے خرمن دل کو جلادیا۔ نہ جانے کب سے لگاوٹ کی باتوں سے پھسلاتی رہی تھی۔ ایک دن شیطان نے زلیخا کا ہاتھ تھام لیا۔ اس نے بے قابو ہوکر مکان کا دروازہ بند کردیا اور اصرار کرنے لگی کہ اے یوسفؑ! مجھے شاد کام کر۔ وہ کر گزر جس کی آرزو مجھے کب سے ہے۔

شاہی خاندان کی نوجوان عورت، شعلہ حسن سے لالہ رو، محبوب نہیں بلکہ عاشق، آرائش حسن و زینت کی بے پناہ نمائش عشوہ طرازیوں کی بارش۔ ادھر حضرت یوسفؑ نوجوان اور حسین۔ رقیب کا خوف نہ ڈر، گھر اکیلا دروازے بند۔ اس کے باوجود حضرت یوسفؑ بے قرار ہوئے نہ پھسلے نہ ڈگمگائے۔

''اے مصری عورت! یہ ناممکن ہے۔ میں اور اس کی نافرمانی کروں جس کا اسم جلالت ''اللہ'' ہے اور کیا میں اپنے دنیاوی مالک ''عزیز مصر'' کی امانت میں خیانت کروں جس نے مجھے غلام نہیں اپنا بیٹا سمجھ کر گھر میں رکھا۔ اگر میں ایسا کروں گا تو ظالم ٹھہراؤں گا۔''

زلیخا پر ان کلمات کا بھی کچھ اثر نہ ہوا۔ وہ زبردستی پر اتر آئی۔ حضرت یوسفؑ نے یہ صورت حال دیکھی تو اپنے بچاؤ کے لیے دروازے کی طرف بھاگے کہ کسی طرح دروازہ کھول کر باہر کی طرف بھاگ جائیں۔ زلیخا نے انہیں بھاگتے دیکھا تو پیچھے سے کرتا پکڑ لیا۔ یوسفؑ نہ رکے اور کرتا پھٹ گیا۔ اتفاق یہ ہوا کہ جیسے ہی دروازہ کھلا، سامنے عزیز مصر اور زلیخا کا چچا زاد بھائی کھڑے تھے۔ زلیخا نے راز کھلتے دیکھا تو بلند آواز میں چلائی۔

''یہ تیرا غلام بری نیت سے میرے کمرے میں گھس آیا تھا اور مجھ سے دست درازی کررہا تھا۔ اس کی سزا قید خانہ یا

Marfat.com

دردناک عذاب کے علاوہ کیا ہوسکتی ہے جو تیرے اہل کے ساتھ ارادہ بد رکھتا ہو۔''

حضرت یوسفؑ نے اس بہتان کو سنا تو نبوت و رسالت کی چادر کو دوسروں کی نظروں میں داغدار ہونے سے بچانے کے لیے فوراً بول اٹھے۔

''یہ اس کا بہتان ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ خود اس نے میرے نفس کو بہکانا چاہا تھا اور جب میں نے انکار کیا تو اس نے میرا پیچھا کیا۔ سامنے آپ نظر آ گئے تو اس نے جھوٹ گھڑ لیا۔''

زلیخا کے بھائی نے اس موقعے پر بڑی ذہانت کا ثبوت دیا۔ اس نے کہا یوسف کا پیراہن دیکھنا چاہیے۔ اگر وہ آگے سے چاک ہے تو زلیخا سچی ہے اور اگر پیچھے سے چاک ہے تو یوسفؑ صادق القول ہے۔ پیراہن دیکھا تو پیچھے سے چاک تھا۔ عزیز مصر پر حقیقت ظاہر ہوگئی لیکن اسے اپنی حیثیت کا خیال تھا اگر بات کھلے گی تو بڑی رسوائی ہوگی۔ وہ حضرت یوسفؑ سے مخاطب ہوا۔

''سچے تم ہی ہو۔ اب اس عورت کے فریب کو بھول جاؤ۔ کسی سے بیان نہ کرنا۔ بات اگر کھل گئی تو میری بڑی رسوائی ہوگی۔'' عزیز مصر نے بیوی کو بھی تنبیہہ کی کہ وہ توبہ کرے اور آئندہ اس ارادے کے قریب بھی نہ پھٹکے۔

بات یہیں ختم ہوگئی تھی لیکن نہ جانے کیسے پوشیدہ نہ رہ سکی۔ شاہی خاندان کی عورتوں میں چرچا ہونے لگا کہ زلیخا نے کیسی بے حیائی کا کام کیا۔ اپنے غلام کو ورغلایا۔ اعلیٰ مرتبے کی عورت ہوتے ہوئے معمولی بدوی غلام پر ریجھ گئی۔ عشق ہی کرنا تھا تو اپنے مرتبے کا آدمی ڈھونڈتی۔

زلیخا کچھ دن تو یہ طعنے سنتی رہی۔ پھر ایک دن اس نے ان عورتوں کو دعوت کی اور ان کے لیے مسندیں آراستہ کیں۔ دستر خوان بچھا تو دستور کے مطابق ان عورتوں کے ہاتھ میں ایک چھری دے دی گئی اور حضرت یوسفؑ کو حکم دیا کہ وہ باہر نکل آئیں۔ ان عورتوں کی نظر جمال یوسف سے دوچار ہوئی تو اپنے ہاتھ کاٹ لیے اور بے اختیار پکار اٹھیں یہ تو انسان نہیں ہے ضرور ایک فرشتہ ہے۔ یعنی بہت خوبصورت ہے۔ زلیخا کو موقع مل گیا وہ بولی یہ وہ انسان ہے جس کے لیے مجھے تم طعنے دیا کرتی تھیں۔ اس نے مزید کہا۔

''بے شک میں نے اس کو اپنی طرف مائل کرنا چاہا تھا مگر یہ محفوظ رہا۔ میرا دل بے قابو ہوا لیکن اس کا دل قابو میں رہا۔ اگر یہ وہ کام نہ کرے گا جو میں اسے کہتی ہوں تو قید کر دیا جائے گا اور ذلیل ہوگا۔''

حضرت یوسفؑ کھڑے سن رہے تھے۔ انہوں نے کہا۔ ''پروردگار جس کام کی طرف یہ مجھے بلاتی ہیں اس کی نسبت مجھے قید پسند ہے اور اگر تو مجھ سے ان کے فریب کو نہ ہٹائے گا تو میں ان کی طرف مائل ہو جاؤں گا اور نادانوں میں داخل ہو جاؤں گا۔''

اس واقعے کے بعد بھی زلیخا باز نہ آئی۔ اس نے خوشامد، چاپلوسی، مکر و حیلہ آزمایا مگر جب کسی سے مطلب براری نہ دیکھی تو دھمکیوں پر اتر آئی۔

وہ عورتیں جو پہلے زلیخا کو روکتی تھیں اب اس کی مدد میں حضرت یوسفؑ کو اس کی اطاعت و فرماں برداری پر ابھارنے لگیں۔

حضرت یوسفؑ گڑگڑا کر دعائیں مانگ رہے تھے کہ اے اللہ! مجھے ان عورتوں کے مکر و فریب سے بچا۔ وہ پہلے ہی کہہ چکے تھے کہ جس کام کی طرف یہ مجھے بلاتی ہیں اس کی نسبت مجھے قید پسند ہے۔ اللہ نے ان کی دعا سن لی۔

''تو خدا نے ان کی دعا قبول کر لی اور ان عورتوں کا مکر رفع کر دیا۔ بے شک وہ سننے والا اور جاننے والا ہے۔'' (سورہ یوسف)

عزیز مصر جانتا تھا کہ حضرت یوسفؑ سچے ہیں اور بے قصور ہیں لیکن وہ اپنی بیوی کی بے تابیوں کو بھی دیکھ رہا تھا۔

Marfat.com

اس نے اپنی بیوی کی رسوائی سے بچنے کے لیے طے کرلیا کہ حضرت یوسفؑ کو ایک مدت کے لیے زنداں میں بند کردیا جائے تاکہ یہ معاملہ لوگوں کے دلوں سے محو ہوجائے اور زلیخا بھی مطمئن ہوجائے۔

حضرت یوسفؑ کی دعا قبول ہوگئی۔ ان عورتوں کے مکر وفریب سے بچانے کے لیے اللہ نے عزیز مصر کے دل میں یہ بات ڈال دی کہ وہ انہیں قید خانے میں ڈال دے۔ یوں ایک آزمائش کے لیے حضرت یوسفؑ زنداں میں پہنچ گئے۔

ایک آزمائش تو یہ تھی، دوسری آزمائش سے حضرت یعقوب علیہ السلام گزر رہے تھے۔ وہ بیٹا جس کی جدائی ایک پل کے لیے بھی گوارا نہیں تھی، وہ ہمیشہ کے لیے جدا ہوگیا تھا۔ یہ بھی معلوم نہیں تھا کہ زندہ ہے یا نہیں۔ اگر زندہ ہے تو کس حال میں ہے۔ دن رات روتے رہنے سے کام تھا۔ صبر کرتے تھے مگر صبر آتا نہیں تھا۔ بار بار دروازے کی طرف دیکھتے تھے کہ شاید یوسف آ گیا ہو۔ اس کی خوشبو تھی کہ کسی طرف سے نہ آتی تھی آنکھیں بھی کہاں تک آنسوؤں کے شر سے محفوظ رہتیں آہستہ آہستہ بینائی نے ساتھ چھوڑنا شروع کردیا۔ چہرے پر چھائیوں میں تبدیل ہونے لگے اور پھر ہر طرف اندھیرا پھیل گیا۔ آپؑ بالکل ہی نابینا ہوگئے۔

حضرت یوسفؑ نے قید خانے میں پہنچتے ہی اپنے حسن سلوک سے سب کو اپنا گرویدہ بنالیا۔ قید خانے کا داروغہ تو آپؑ کے حلقہ ارادت میں داخل ہوگیا اور جیل کا تمام انتظام ان کے سپرد کردیا۔ آپؑ کو جیل میں اتنی سہولتیں میسر آ گئیں کہ جیل میں ہر طرف گھوم پھر سکتے تھے۔ دوسرے قیدی بھی آزادانہ آپؑ سے ملنے جلنے لگے۔ آپؑ نے دعوت وتبلیغ کا سلسلہ شروع کردیا۔ جب قیدی جمع ہوتے آپؑ انہیں مخاطب کرتے۔

''اے دوستو! تم نے اس پر بھی غور کیا جدا جدا معبودوں کا ہونا بہتر ہے یا اللہ کو یکتا اور سب پر غالب ہے تم اس کے علاوہ جن کی بھی عبادت کرتے ہو ان کی حقیقت اس سے زیادہ کچھ نہیں کہ چند نام ہیں جن کو تمہارے باپ دادا نے گھڑ لیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے ہرگز کوئی سند نہیں اتاری۔ حکومت تو صرف اللہ کے ہی لیے ہے۔ اس نے یہ حکم دیا ہے کہ اس کے سوائے کسی کی عبادت نہ کرو یہی سیدھا دین ہے مگر اکثر آدمی نہیں جانتے۔''

ایک روز دو نوجوان قیدی آپؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ان میں سے ایک شاہی ساقی تھا اور دوسرا شاہی باورچی خانے کا داروغہ تھا۔ دونوں نے خواب دیکھے تھے اور اپنے اپنے خوابوں کی تعبیر جاننے کے لیے آپؑ کے پاس آئے تھے۔ شاہی ساقی کے بارے میں تو آپؑ نے بتایا کہ وہ آزاد ہوجائے گا اور دوبارہ بادشاہ کی ساقی گری پر مامور ہوگا جب کہ باورچی خانے کے داروغہ کے بارے میں آپؑ نے بتایا کہ اسے سولی دی جائے گی۔ بعد میں یہ دونوں تعبیریں صحیح ثابت ہوئیں۔

جب آپؑ ساقی کو خوش خبری سنا رہے تھے تو اس سے یہ بھی کہا کہ جب وہ زنداں سے باہر جائے اور بادشاہ سے ملے تو موقع دیکھ کر میرا ذکر بھی کردینا۔ اس سے کہنا کہ میں بے قصور ہوں اور مجھے زنداں میں ڈال دیا گیا ہے۔ ساقی نے ان سے وعدہ کرلیا لیکن باہر نکل کر وہ اس وعدے کو بھول بھال گیا۔

حضرت یوسفؑ کو زنداں میں رہتے ہوئے سات سال ہوگئے تھے۔ آٹھویں سال بادشاہ وقت نے ایک خواب دیکھا اور اس کی تعبیر معلوم کرنے کے لیے بے چین ہوگیا۔ اس نے دربار کے مشیروں کو طلب کیا اور ان کے سامنے اپنا خواب بیان کیا۔

''سات موٹی گائیں ہیں جن کو سات دبلی گائیں کھا رہی ہیں اور اناج کے سات خوشے سبز ہیں اور دوسرے سات خشک۔''

درباری یہ خواب سن کر پریشان ہوگئے۔ کسی کی سمجھ میں کچھ نہیں آرہا تھا۔ جب وہ ایک ایک کو آزما چکا تو ساقی کو اچانک حضرت یوسفؑ یاد آ گئے اور ان سے کیا ہوا وعدہ بھی۔ اس نے بادشاہ کی خدمت میں عرض کیا، اگر مجھے یہاں سے

Marfat.com

جانے کی اجازت دی جائے تو میں کچھ دیر میں اس خواب کی تعبیر لا کر دے سکتا ہوں۔ بادشاہ نے اجازت دے دی۔ وہ اسی وقت قید خانے میں پہنچا اور حضرت یوسفؑ کو بادشاہ کا خواب سنایا۔ آپؑ نے خواب سنا اور فوراً تعبیر بتا دی۔

''پہلے سات سال فراوانی اور غلے کی وافر مقدار والے ہوں گے پھر سات سال خشک اور قحط زدہ سال ہوں گے۔ پھر ان سات خشک سالوں کے بعد ایک ایسا سال ہوگا کہ خوب بارشیں ہوں گی۔''

اس تعبیر کے ساتھ ہی آپؑ نے قحط سے بچنے کے لیے یہ مشورہ بھی دیا۔

''اپنے بادشاہ سے کہنا کہ ایک صاحب فہم فراست کو مصر پر مختار بنا دے۔ ارزانی کے سات سالوں میں غلہ ذخیرہ کرے تاکہ قحط کی وجہ سے ملک برباد نہ ہو۔ قحط کے دن تمہارا ذخیرہ ختم کر دیں گے پھر ایک برس ایسا آئے گا جس میں خوب بارشیں ہوں گی اس میں کھیتی باڑی کرنا۔''

ساقی نے یہ تمام گفتگو بادشاہ کے گوش گزار کر دی۔ اسے جب معلوم ہوا کہ یہ ایک قیدی کی گفتگو ہے تو اسے سخت تعجب ہوا۔ ایسی جلالت، قدر اور ایسے علم و دانش کا آدمی قید میں اسے فوراً میرے پاس لاؤ۔

ساقی یہ حکم سنتے ہی قید خانے پہنچ گیا۔ وہ خوش تھا کہ اس کی وجہ سے کسی بے گناہ کو رہائی مل رہی ہے لیکن اس وقت وہ حیران رہ گیا جب حضرت یوسفؑ نے زنداں سے باہر آنے سے انکار کر دیا۔

''ایسے تو میں باہر جانے کا نہیں ہوں۔ اپنے بادشاہ سے کہو پہلے تحقیق کرے کہ ان عورتوں کا معاملہ کیا تھا جنہوں نے اپنے ہاتھ کاٹ لیے تھے۔ پہلے یہ بات صاف ہو جائے کہ انہوں نے کیسی کچھ مکاریاں کی تھیں۔ پہلے یہ طے ہو جائے کہ میں بے قصور ہوں۔ اس کے بعد میں رہائی قبول کروں گا۔''

بادشاہ کو معلوم ہوا تو اس نے جواب تک بے خبر تھا معاملے کی تحقیق کے لیے زلیخا اور دوسری عورتوں کو طلب کر لیا۔ اس کے پوچھنے پر ان عورتوں نے گواہی دی۔

''بولیں ''ماشاء اللہ ہم نے اس میں برائی کی کوئی بات نہیں دیکھی۔''

عزیز کی بیوی بھی موجود تھی۔ اب شاید اسے بھی اپنے جرم پر پچھتاوا ہو رہا تھا کہ اس نے حضرت یوسفؑ کو بے قصور جیل بھجوا دیا تھا۔ یہ حقیقت اس کی زبان پر آ گئی۔

''جو حقیقت تھی وہ اب ظاہر ہو گئی۔ ہاں وہ میں ہی تھی جس نے یوسفؑ پر ڈورے ڈالے کہ اپنا دل ہار بیٹھے بلاشبہ وہ اپنے بیان میں بالکل سچا ہے۔''

حقیقت حال ظاہر ہو جانے کے بعد تو بادشاہ آپؑ کا گرویدہ ہو گیا۔ آپؑ کو جلالت قدر کا سکہ اس کے دل پر بیٹھ گیا۔

''اس کو جلد میرے پاس لاؤ کہ میں اس کو خاص کاموں کے لیے مقرر کروں۔''

حضرت یوسفؑ جیل سے نکل کر دربار شاہی میں آئے اور بادشاہ نے ان سے گفتگو کی تو آپؑ کی حکمت و دانائی کا قائل ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔

''جس قحط سالی کا ذکر ہے اس کے متعلق مجھ کو کیا تدبیر کرنی چاہیے؟'' بادشاہ نے آپؑ سے پوچھا۔

''اپنی مملکت کے خزانوں پر آپؑ مجھے مختار کیجیے۔ میں حفاظت کر سکتا ہوں اور میں اس کام کا جاننے والا ہوں۔''

بادشاہ نے ایسا ہی کیا۔ حضرت یوسف کو اپنی تمام مملکت کا امین و کفیل بنا دیا اور شاہی خزانوں کی کنجیاں ان کے حوالے کر کے مختار عام کر دیا۔

حضرت یوسفؑ کی بیان کردہ تعبیر کے مطابق سات سال بعد ملک میں قحط پڑ گیا۔ حضرت یوسفؑ نے خوش حالی کے سات سالوں میں گلے کا خوب ذخیرہ کر لیا تھا لہٰذا جب خلق خدا بھوک سے مرنے لگی تو حضرت یوسفؑ نے ذخیرے کے

Marfat.com

دروازے کھول دیے۔ لوگ قیمت ادا کرتے تھے اور غلہ لے جاتے تھے۔

یہ خبر حضرت یعقوبؑ کو بھی پہنچی کہ عزیزِ مصر کے گودام غلے سے بھرے ہوئے ہیں اور وہ انہیں فروخت کر رہا ہے تو انہوں نے اپنے بیٹوں کو مصر جانے کا مشورہ دیا۔

''عزیزِ مصر نے اعلان کیا ہے کہ اس کے پاس غلہ محفوظ ہے۔ تم سب جاؤ اور غلہ خرید کر لاؤ۔''

حضرت یوسفؑ کی گمشدگی کے بعد حضرت یعقوبؑ بنیامین کو خود سے جدا نہیں کرتے تھے کہ کہیں سوتیلے بھائی اسے بھی کوئی نقصان نہ پہنچا دیں۔ اس لیے دوسرے دس بھائی مصر کے لیے روانہ ہوگئے۔ بنیامین حضرت یعقوبؑ ہی کے پاس رہے۔

کیا شانِ خداوندی ہے کہ یہ دسوں بھائی لاعلمی میں اسی بھائی کے پاس غلہ لینے جا رہے تھے جسے انہوں نے کنویں میں پھینک دیا تھا اور اس کی شانِ نبوت دیکھیے کہ جب وہ غلہ لینے اس کے سامنے پہنچے تو پہچاننے کے باوجود اس کو جھڑکا نہیں البتہ اتنے دنوں بعد بھائیوں کو دیکھ کر حضرت یوسفؑ کو گھر کی یاد آ گئی۔ ان کے بھائی انہیں پہچان نہیں سکے تھے۔ انہیں تو شک بھی نہیں ہوسکتا تھا کہ عزیزِ مصر ان کا بھائی ہوسکتا ہے۔ حضرت یوسفؑ نے گھر کے حالات جاننے کے لیے ان سے سوالات کرنے شروع کر دیے۔

''تمہارے گھر میں کتنے افراد ہیں؟''

''ہمارے ماں باپ اور ہم گیارہ بھائی۔''

''گیارہ مگر تم تو دس ہو۔''

''اصل میں ہم بارہ بھائی تھے۔ ایک تو کہیں گم ہوگیا۔ ایک کو والد ہمارے ساتھ کہیں بھیجتے نہیں ہیں اس لیے ہم دس بھائیوں کو آنا پڑا۔''

''تمہارے والد تمہارے ساتھ نہیں آئے؟''

''وہ نابینا ہوگئے ہیں۔ ہم انہیں کیسے ساتھ لاتے؟''

''نابینا کیسے ہوگئے؟''

''ان کا بیٹا جو گم ہوگیا، اس کی یاد میں روتے روتے ان کی بینائی چلی گئی۔''

بینائی کا سن کر حضرت یوسفؑ کا قلب دھڑکنا بھول گیا تھا۔ قریب تھا کہ آپؑ بے خیالی میں کہہ اٹھتے کہ ان سے کہو ان کا بیٹا زندہ ہے اور اس طرح راز کھل جاتا۔ آپؑ نے خود کو سنبھال لیا۔

''قحط اتنا سخت ہے کہ تمہیں دوبارہ غلہ لینے آنا پڑے گا لیکن یاد رکھو اگر دوسری مرتبہ تم اپنے بھائی بنیامین کو ساتھ نہیں لائے تو تمہیں غلہ نہیں ملے گا۔''

''ہمارے والد اس بھائی کو ہمارے ساتھ نہیں بھیجیں گے۔''

''کچھ بھی ہو، اسے ساتھ لانا ہوگا۔''

''ہم ہر طرح اپنے والد کو ترغیب دیں گے وہ بنیامین کو ساتھ بھیج دیں۔''

جب یہ بھائی کنعان آئے تو عزیزِ مصر کی رحم دلی اور بھی بڑھا چڑھا کر پیش کی۔ یہ تمہید تھی اس بات کی جو وہ آگے کہنے والے تھے۔

''عزیزِ مصر نے کہا ہے کہ اگلی مرتبہ آنا ہو تو اپنے چھوٹے بھائی بنیامین کو ساتھ لانا ورنہ غلہ نہیں ملے گا۔''

''یہ تم بنیامین کو مجھ سے جدا کرنے کی نئی ترکیب پیش کر رہے ہو؟''

''ہم اس کی حفاظت کریں گے۔''

Marfat.com

''اسی طرح کی حفاظت جیسی تم نے یوسف کی، کی تھی۔ اب میں تم پر کیسے اعتبار کرلوں؟''

''ہم خدا کو بیچ میں ڈال کر عہد کرتے ہیں۔''

یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ غلے کی بوریاں کھول کر دیکھی گئیں۔ اس میں وہ پونجی رکھی ہوئی تھی جو انہوں نے معاوضے کے طور پر ادا کی تھی۔ دراصل حضرت یوسفؑ نے ان سے چھپ کر یہ پونجی ان کے سامان میں رکھ دی تھی تاکہ وہ احسان مند بھی ہوں اور ان پیسوں کی وجہ سے وہ دوبارہ بھی آئیں۔

''دیکھا عزیز مصر ہم پر کتنا مہربان ہے۔ اس نے رقم بھی واپس کر دی اور ہمیں بتایا بھی نہیں کہ ہم شرمندہ ہوں گے۔''

بنیامین کو ساتھ لے جانے کی ضد برابر کی جارہی تھی لیکن حضرت یعقوبؑ کو ان پر اعتبار نہیں تھا۔ جب یہ غلہ ختم ہوگیا تو ایک مرتبہ پھر بنیامین کو ساتھ لے جانے کا سوال اٹھا۔ بالآخر حضرت یعقوبؑ ایک شرط کے ساتھ تیار ہوگئے۔

''میں بنیامین کو ہرگز تمہارے ساتھ نہیں بھیجوں گا جب تک تم اللہ کے نام پر مجھ سے عہد نہ کرو اور یہ کہ جب تک ہم خود نہ گھیر لیے جائیں اور ہر طرح مجبور نہ کر دیے جائیں ہم ضرور ضرور اس کو تیرے پاس صحیح سلامت لوٹائیں گے۔''

بھائیوں کے دلوں میں اس مرتبہ کوئی کھوٹ نہیں تھا اس لیے سب نے پختہ عہد کر لیا اور بنیامین کو ساتھ لے کر ایک قافلے کے ساتھ مصر روانہ ہوگئے۔

اس مرتبہ حضرت یوسفؑ نے ان بھائیوں کا پہلے سے بھی زیادہ خیال رکھا۔ بنامین کو دیکھ کر آپؑ کی آنکھیں نم ہوگئیں۔ نوکروں کو حکم دیا کہ ان کو شاہی مہمان خانے میں اتاریں اور ان کے لیے پرتکلف دعوت کا سامان کیا اور حکم دیا کہ ان کے اونٹوں کو اس قدر لاد دو جتنا یہ لے جاسکیں۔

حضرت یوسفؑ یہ چاہتے تھے کہ کسی طرح بنیامین کو اپنے پاس روک لیں لیکن یہ ممکن نہیں تھا کیونکہ وہاں کے قانون میں کسی غیر مصری کو کسی معقول وجہ کے بغیر روکا نہیں جاسکتا تھا۔ آپؑ کو ایک تدبیر سوجھی۔ جب یہ قافلہ روانہ ہونے لگا تو اپنا چاندی کا پیالہ بنیامین کے کجاوے میں رکھ دیا اور قافلے کو رخصت کر دیا۔

کنعان کے اس قافلے نے ابھی تھوڑی مسافت طے کی ہوگی کہ شاہی کارندوں نے برتنوں کی دیکھ بھال کی تو اس میں ایک پیالہ کم تھا۔ انہوں نے آگے بڑھ کر اس قافلے کو روک لیا اور تلاشی لینے پر بنیامین کے پاس سے وہ پیالہ برآمد ہوگیا۔ یہ معاملہ حضرت یوسفؑ کی خدمت میں پیش ہوا۔ آپؑ کو موقع مل گیا کہ بنیامین کو اپنے پاس روک لیں کیونکہ ان پر چوری کا الزام لگ چکا تھا۔ تمام بھائی رونے اور گڑگڑانے لگے کہ ہمارا باپ بہت بوڑھا ہے اگر ہم بھائی کو ساتھ نہیں لے گئے تو وہ مرجائے گا۔ پہلے بھی ایک بھائی ہماری وجہ سے گم ہو چکا ہے وہ یہی سمجھے گا کہ ہم نے اسے بھی مار دیا۔ حضرت یوسفؑ نے معذرت کر لی کہ وہ معاملے کی تحقیق تک بنیامین کو نہیں چھوڑ سکتے۔

برادران یوسفؑ اس طرف سے مایوس ہو کر کنعان واپس گئے اور پورا واقعہ بے کم و کاست بیان کر دیا۔ ساتھ ہی یہ طعنہ بھی دینے لگے کہ تیرا بیٹا چور نکلا۔ خود بھی پکڑا گیا ہمیں بھی ذلیل کیا۔

حضرت یوسفؑ کا غم کیا کم تھا کہ اب بنیامین کا روگ بھی لگ گیا لیکن آپؑ اللہ کی ذات پر صبر کیے بیٹھے تھے۔ بیٹوں سے بار بار کہتے تھے کہ وہ ایک مرتبہ پھر مصر جائیں اور بنیامین کی رہائی کی جستجو کریں۔ لیکن وہ نہیں مانتے تھے بالآخر آپؑ کے بے حد اصرار پر وہ تیار ہوگئے۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ قحط نے شدت اختیار کر لی تھی اور غلے کا آس پاس نشان نہیں تھا۔

یہ بھائی تیسری مرتبہ پھر حضرت یوسفؑ کے پاس پہنچے۔ انہوں نے بنیامین کا کوئی ذکر نہیں کیا صرف اپنی پریشانی اور غلے کی ضرورت کا اعادہ کیا۔

Marfat.com

''اے عزیز! ہمیں قحط نے سخت پریشان کر دیا ہے۔ اس مرتبہ ہم پونجی بھی بہت کم لائے ہیں۔ ہم سے قیمت ادا نہیں ہو سکتی۔ تھوڑی رقم لے لیجیے اور پورا تول دے کر ہم پر احسان کیجیے۔''

یہی موقع تھا کہ حضرت یوسفؑ خود کو ظاہر کر دیں۔ آپؑ نے فرمایا۔ ''کیوں جی، تم جانتے ہو کہ تم نے یوسفؑ اور اس کے بھائی کے ساتھ کیا معاملہ کیا جب کہ تم جہالت میں سرشار تھے۔''

یہ غیر متوقع گفتگو سنی تو ان کے بھائیوں کو کچھ شک ہوا۔ غور کیا تو صاف پہچان گئے۔ ان کے سامنے عزیز مصر نہیں حضرت یوسف علیہ السلام تھے۔ اب ان بھائیوں کے سامنے ندامت اور شرمساری کے سوا کیا تھا۔

''بخدا! اس میں شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تجھ کو ہم پر برتری اور بلندی بخشی اور بلاشبہ ہم سرتا سر قصوروار تھے۔''

حضرت یوسفؑ نے اپنے سوتیلے بھائیوں کی پشیمانی کو دیکھا تو درگزر اور حلم و کرم کے ساتھ فوراً ارشاد فرمایا۔

''آج کے دن میری جانب سے تم پر کوئی سرزنش نہیں۔ اللہ تعالیٰ تمہارا قصور بخش دے اور وہ تمام رحم کرنے والا ہے۔''

اس کے ساتھ ہی یہ بھی فرمایا۔ ''اب تم کنعان واپس جاؤ اور میرا پیراہن لیتے جاؤ۔ یہ والد کی آنکھوں پر ڈال دینا۔ انشاء اللہ میرے لباس کی خوشبو ان کی آنکھوں کو روشن کر دے گی اور تمام خاندان مصر لے آؤ۔''

برادران یوسفؑ اس فیصلے سے شاد کام ہوئے۔ انہیں یہ موقع مل رہا تھا کہ اپنی غلطی کا ازالہ کر سکیں۔ باپ کو یہ خوش خبری پہنچا سکیں کہ جو بیٹا ان کی وجہ سے گم ہوا تھا، وہ اسے ڈھونڈنے میں کامیاب ہوئے۔ انہوں نے خوشی خوشی کنعان کا قصد کیا۔

ابھی یہ بھائی حضرت یوسفؑ کے پیراہن کے ساتھ راستے ہی میں تھے کہ برگزیدہ پیغمبر حضرت یعقوبؑ کے دل و دماغ بو نے پیراہن یوسفؑ سے مہکنے لگے۔ انہوں نے گھبرا کر بیوی کو آواز دی۔

''کیا یوسفؑ آ گیا ہے؟''

''یوسفؑ کہاں سے آ جائے گا؟''

''اگر تم یہ نہ کہو کہ بڑھاپے نے میری عقل مار دی ہے تو میں یقین کے ساتھ کہتا ہوں کہ مجھے یوسفؑ کی مہک آ رہی ہے۔ وہ یہیں کہیں قریب ہے۔''

''تمہیں تو یوسفؑ کا خبط ہو گیا ہے۔ اتنا عرصہ گزر جانے کے بعد وہ اب کہاں۔''

حضرت یعقوبؑ اس وقت خاموش ہو گئے لیکن ان کا دل کہہ رہا تھا کوئی بات ضرور ہے۔ وہ بے چینی سے اپنے بیٹوں کا انتظار کرنے لگے کہ شاید وہ کوئی خوش خبری سنائیں۔

کنعان کا قافلہ بہ خیریت تمام پہنچ گیا اور برادران یوسفؑ نے حضرت یوسفؑ کے ارشاد کے مطابق ان کا پیراہن حضرت یعقوبؑ کی آنکھوں پر ڈال دیا۔ خدا کی قدرت سے آپؑ کی بینائی فوراً بحال ہو گئی۔

''دیکھ، میں نہ کہتا تھا کہ میں اللہ کی جانب سے وہ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔'' (القرآن)

تمام بھائی سر جھکائے کھڑے تھے۔ اب ندامت کے سوا ان کے پاس کچھ نہیں تھا۔ وہ بہ مشکل صرف یہ کہہ سکے۔

''اے باپ! آپؑ خدا کی جناب میں ہمارے گناہوں کی مغفرت کے لیے دعا فرمائیے کیونکہ اب یہ تو ظاہر ہو ہی چکا ہے کہ بلاشبہ ہم سخت خطا کار اور قصوروار ہیں۔''

حضرت یعقوبؑ نے فرمایا۔ ''عنقریب...... میں اپنے رب سے تمہارے لیے مغفرت کی دعا کروں گا۔''

حضرت یعقوب علیہ السلام نے مصر جانے کی تیاریاں شروع کر دیں۔ اپنے بیٹوں کو جمع کیا خاندان کے دیگر افراد اور مال و متاع کو ساتھ لیا۔ اپنے بیٹے یہودا کو آگے روانہ کر دیا کہ وہ ان کی آمد کی خبر حضرت یوسفؑ کو پہنچائے

Marfat.com

اور روانہ ہو گئے۔

جب اللہ کے نبی حضرت یعقوبؑ کے آنے کی خبر مشہور ہوئی تو حضرت یوسفؑ مع بادشاہ اور لشکروں کے آپؑ کے استقبال کے لیے شہر سے باہر نکلے اور یہ بادشاہ اور لشکر حضرت یوسفؑ کی عزت وعظمت کو دوبالا کرنے کی غرض سے نکلے تھے اور ساتھ ہی حضرت یعقوبؑ کی عزت وتکریم بھی مقصود تھی۔ کہا جاتا ہے یہ سب مسلمان ہو گئے تھے اسی لیے یہ عزت مقصود تھی۔

حضرت یوسفؑ نہایت تزک واحتشام کے ساتھ اپنے خاندان کو لے کر آئے۔ شاہی سواریاں شاہی محل میں داخل ہوئیں، تو عجیب سماں تھا۔ دوسرے دن دربار عام منعقد ہوا تا کہ شہریوں سے ان کا تعارف ہو جائے۔ حضرت یوسفؑ کے حکم سے ان کے والدین کو تخت پر بٹھایا گیا۔ دستور کے مطابق تمام درباری سجدے میں گر پڑے۔ تمام خاندان یوسفؑ نے بھی یہی عمل کیا۔ حضرت یوسف کو بچپن میں دیکھا ہوا خواب یاد آ گیا۔

"اے والد! یہ میرے بچپن کے خواب کی تعبیر ہے۔ اللہ نے میرے خواب کو سچ کر دکھایا۔"

اہل کتاب کے مطابق اس کے بعد آپ حضرت یعقوبؑ نے سترہ سال مصر میں گزارے اور پھر موت کا بلاوا آ گیا۔ آپؑ نے اپنے بیٹوں کو توحید واخلاص کی وصیت فرمائی اور پھر ان کے ساتھ جو ہوگا اس کی پیش گوئی فرمائی اور یہودا بیٹے کو خوشخبری دی کہ تیری نسل سے ایک عظیم پیغمبر پیدا ہوگا اور وہ حضرت عیسیٰؑ ہیں۔

حضرت یعقوبؑ نے وفات پائی تو اہل مصر نے ستر دن تک ان کا سوگ منایا۔ حضرت یوسفؑ نے اطبا کو حکم دیا۔ انہوں نے آپؑ کے جسد اطہر پر خوشبو وغیرہ لگائی یعنی لاش کو حنوط کرایا۔ اس کام میں چالیس دن اور لگ گئے اس کے بعد آپؑ کو جرون لا کر اس زمین میں دفن کیا جس کو حضرت ابراہیمؑ نے خریدا تھا۔ یہاں حضرت سارہ حضرت ابراہیمؑ، حضرت اسحٰقؑ اور حضرت ربقہ کی بھی قبریں تھیں۔

وفات کے وقت حضرت یعقوبؑ کی عمر مبارک 140 یا 147 سال تھی۔

Marfat.com

حضرت شعیب علیہ السلام

حجاز کے شمالی مغرب اور فلسطین کے جنوب میں بحر احمر اور خلیج کے کنارے پر قبیلہ مدین آباد تھا۔ جزیرہ نمائے سینا کے مشرقی ساحل پر بھی اس کا کچھ سلسلہ پھیلا ہوا تھا۔ یہ ایک بڑی تجارت پیشہ قوم تھی۔ قدیم زمانے میں جو تجارتی شاہراہ بحر احمر کنارے یمن سے شام تک جاتی تھی اور ایک دوسری تجارتی شاہراہ جو عراق سے مصر کی طرف جاتی تھی۔ اس کے عین چوراہے پر اس قوم کی بستیاں واقع تھیں۔

سامی اقوام کا یہ عام قاعدہ تھا کہ اپنی آبادی اور قومیت کو اپنے بزرگوں نسل کے نام سے موسوم کر دیا کرتی تھیں۔ یہ قبیلہ بھی اپنے بانی موسس خاندان مدین بن ابراہیم علیہ السلام کی طرف منسوب تھا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ایک بیٹے کے نام مدین تھا۔ ان کی نسل کو اہل مدین کہا جاتا ہے۔ مدین، حضرت قطورہ کے بطن سے تھے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تیسری زوجہ تھیں۔

مدین اپنے اہل و عیال کے ہمراہ حضرت اسماعیل کے ساتھ ہی تقریباً 2000 سال قبل مسیح میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کے ساتھ ہی حجاز میں میں آباد ہو گئے۔ یہی خاندان آگے چل کر ایک بڑا قبیلہ بن گیا۔

حضرت شعیب علیہ السلام بھی اسی قبیلہ مدین سے تعلق رکھتے تھے اور اسی قوم کی اصلاح کے لیے آپ علیہ السلام کی طرف نبوت بھیجی گئی۔

مدین کا علاقہ نہایت سرسبز و شاداب علاقہ تھا۔ اس قوم نے قومی شاہراہ پر واقع ہونے کی وجہ سے تجارت بھی شروع کر دی تھی لہٰذا خوش حالی ان کے قدم چوم رہی تھی۔

جب اس قوم پر صدیاں گزر گئیں تو وہ دین حنیف سے ہٹ گئے۔ انہوں نے جب اپنے اردگرد دولت و ثروت کے انبار دیکھے۔ باغوں کی زرخیزی اور شادابی کو دیکھا تو غرور میں مبتلا ہو گئے۔ اس خوش حالی کو اپنے دست و بازو کا کمال سمجھنے لگے۔ یہ بھول گئے کہ یہ سب کچھ خدائے تعالیٰ کی بخشش ہے۔ اسی لیے شکر گزار نہ ہو سکے اور ایک سرکش قوم بن گئے۔ اس سرکشی نے ان میں طرح طرح کی بداخلاقیاں اور قسم قسم کے عیوب پیدا کر دیے۔

جب غیرت حق حرکت میں آئی تو سنت اللہ کے مطابق ان کو راہ حق دکھانے کے لیے انہی میں سے ایک ہستی کو چن لیا۔ یہ ہستی حضرت شعیب علیہ السلام کی ذات گرامی تھی۔

قرآن کریم میں مدین کے ساتھ ساتھ ایک اور قوم ''اصحاب الایکہ'' کا بھی ذکر کیا ہے یعنی جنگل والے۔ اس قوم کا ذکر بھی حضرت شعیب علیہ السلام کے ساتھ آیا ہے۔

''مدین کی سمت ہم نے ان کے بھائی شعیب کو بھیجا۔''

''جنگل والوں نے پیغمبروں کی تکذیب کی جب کہ ان سے شعیب نے کہا کہ تم نہیں ڈرتے۔''

مفسرین اس بارے میں مختلف آرا رکھتے ہیں کہ مدین اور اصحاب ایکہ ایک ہی قبیلے کے دو نام ہیں یا دو جدا جدا قبیلے ہیں۔ بعض کا خیال ہے کہ دونوں جدا جدا قبیلے تھے۔ مدین متمدن اور شہری قبیلہ تھا اور اصحاب ایکہ ایک دیہاتی اور بدوی جنگل اور بن میں آباد تھا اس لیے ان کو بن والا یا جنگل والا کہا گیا۔

Marfat.com

دوسرے مفسرین دونوں کو ایک ہی قرار دیتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ آب و ہوا کی لطافت نہروں اور آبشاروں کی کثرت نے اس مقام کو اس قدر شاداب بنادیا تھا اور اس قدر باغات تھے کہ اگر ایک شخص آبادی سے باہر کھڑے ہو کر نظارہ کرتا تھا تو اس کو یہ معلوم ہوتا کہ یہ نہایت خوبصورت اور گھنے درختوں کا ایک جھنڈ ہے۔ اسی لیے قرآن مجید نے اس کو ''ایکہ'' کہہ کر متعارف کرایا۔

سید سلیمان ندوی کا یہ خیال ہے۔

''مدین اور ایکہ دو چیزیں ہیں کیونکہ ان دونوں قوموں کا حضرت شعیب علیہ السلام سے سوال و جواب، طرز خطاب اور پھر بربادی اور طریقہ بربادی بالکل مختلف ہے۔ اس بنا پر کون دعویٰ کر سکتا ہے کہ مدین اور اصحاب ایکہ ایک ہی قوم کے دو نام ہیں۔''

ان کا خیال ہے حضرت قطورہ سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ایک بیٹے دوان بھی تھے۔ یہ ''اصحاب ایکہ'' انہی دو ان کی نسل سے تھے جو مدین کے قریب آباد ہوئے اور اصحاب ایکہ کہلائے۔ مدین اور ایکہ میں کوئی قریبی تعلق تھا اسی لیے دونوں قوموں پر ایک ہی پیغمبر (حضرت شعیب علیہ السلام) کی بعثت ہوئی۔

ان مفسرین میں سے حافظ عمادالدین ابن کثیر کا یہ خیال ہے کہ یہاں ''ایکہ'' نام کا ایک درخت تھا۔ اہل قبیلہ چونکہ اس کی پرستش کرتے تھے لہٰذا اس کی نسبت سے ''مدین'' کو اصحاب ایکہ کہا گیا ہے۔

مولانا حفیظ الرحمٰن سیوہاروی لکھتے ہیں۔

''مدین اور اصحاب ایکہ ایک ہی قبیلہ ہے جو باپ کی نسبت سے مدین کہلایا اور زمین کی طبعی اور جغرافیائی حیثیت سے ''اصحاب ایکہ'' کے لقب سے مشہور ہوا۔

دونوں قوموں کو ایک ہی سمجھا جائے یا الگ الگ اس سے فرق نہیں پڑتا لیکن اس پر سب متفق ہیں کہ حضرت شعیب علیہ السلام ان قوموں پر بہ طور نبی مبعوث ہوئے۔

''اور مدین کے پاس ان کے بھائی شعیب کو بھیجا۔''

علما میں سے چند کا کہنا یہ بھی ہے کہ حضرت شعیب (علیہ السلام)، حضرت موسیٰ علیہ السلام کے خسر تھے۔ اس کی بنیاد وہ قصہ ہے جو قرآن کے سورۃ ''القصص'' میں بیان ہوا ہے۔ قرآن کے الفاظ یہ ہیں۔

''جب موسیٰ علیہ السلام نے مدین کا رخ کیا تو اس نے کہا۔ امید ہے کہ میرا رب مجھے ٹھیک راستے پر ڈال دے گا اور جب وہ مدین کے کنویں پر پہنچا تو اس نے دیکھا کہ بہت سے لوگ اپنے جانوروں کو پانی پلا رہے ہیں اور ان سے الگ دو عورتیں اپنے جانوروں کو روک رہی ہیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے ان عورتوں سے پوچھا ''تمہیں کیا پریشانی ہے؟'' انہوں نے کہا۔ ''ہم اپنے جانوروں کو پانی نہیں پلا سکتے جب تک یہ چرواہے اپنے جانوروں کو نہ نکال لے جائیں اور ہمارے والد بہت بوڑھے آدمی ہیں، یہ سن کر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کے جانوروں کو پانی پلا دیا۔ پھر ایک سائے کی جگہ بیٹھا اور بولا۔ ''پروردگار، جو بھی خیر تو مجھ پر نازل کردے میں اس کا محتاج ہوں۔''

کچھ دیر نہیں گزری تھی کہ ان دونوں عورتوں میں سے ایک شرم و حیا کے ساتھ چلتی ہوئی اس کے پاس آئی اور کہنے لگی۔ ''میرے والد آپ کو بلا رہے ہیں تاکہ آپ نے ہمارے لیے جانوروں کو جو پانی پلایا ہے اس کا اجر آپ کو دیں۔'' موسیٰ جب اس کے پاس پہنچا اور اپنا سارا قصہ اسے سنایا تو اس نے کہا۔ ''کچھ خوف نہ کرو۔ اب تم ظالم لوگوں سے بچ نکلے ہو۔''

ان دونوں عورتوں میں سے ایک نے اپنے باپ سے کہا۔ ''ابا جان! اس شخص کو نوکر رکھ لیجیے۔ بہترین آدمی جسے آپ ملازم رکھیں وہی ہو سکتا ہے جو مضبوط اور امانت دار ہو۔ اس کے باپ نے کہا۔ ''میں چاہتا ہوں اپنی ان دو بیٹیوں میں

Marfat.com

سے ایک کا نکاح تمہارے ساتھ کر دوں بشرطیکہ تم آٹھ سال میرے ہاں ملازمت کرو اور اگر دس سال پورے کر دو تو یہ تمہاری مرضی ہے۔ میں تم پر سختی نہیں کرنا چاہتا۔ تم انشاء اللہ مجھے نیک آدمی پاؤ گے۔''

موسیٰ نے جواب دیا۔'' یہ بات میرے اور آپ کے درمیان طے ہوگئی۔ ان دونوں مدتوں میں سے جو بھی پوری کر دوں اس کے بعد پھر کوئی زیادتی مجھ پر نہ ہو اور جو کچھ قول و قرار ہم کر رہے ہیں اللہ اس پر نگہبان ہے۔''

توریت میں بھی یہ قصہ تقریباً اسی طرح مذکور ہے۔

''موسیٰ فرعون کے حضور سے بھاگ کر ملک مدیان میں جا بسا۔ وہاں وہ ایک کنویں کے نزدیک بیٹھا تھا اور مدیان کے کاہن کی سات بیٹیاں تھیں۔ وہ آئیں اور پانی بھر بھر کر گھڑوں میں ڈالنے لگیں تاکہ اپنے باپ کی بھیڑ بکریوں کو پلائیں اور چرواہے ان کو بھگانے لگے لیکن موسیٰ علیہ السلام کھڑا ہو گیا اور اس نے ان کی مدد کی اور ان کی بھیڑ بکریوں کو پانی پلایا جب وہ اپنے باپ رعوایل کے پاس لوٹیں تو اس نے پوچھا کہ آج تم اس قدر جلد کیسے آ گئیں۔ انہوں نے کہا ایک مصری نے ہم کو گڈریوں کے ہاتھ سے بچایا اور ہمارے بدلے پانی بھر بھر کر بھیڑ بکریوں کو پلایا۔ اس نے اپنی بیٹیوں سے کہا کہ وہ آدمی کہاں ہے۔ تم اسے کیوں چھوڑ آئیں۔ اسے بلا لاؤ کہ روٹی کھائے اور موسیٰ اس شخص کے ساتھ رہنے کو راضی ہو گیا۔ تب اس نے اپنی بیٹی صفورہ، موسیٰ کو بیاہ دی۔''

توریت ہی میں یہ بیان ملتا ہے۔

''موسیٰ اپنے خسر یترو کی جو مدیان کا کاہن تھا، بھیڑ بکریاں چراتا تھا۔''

قرآن کی عبارت میں صرف یہ بیان ہوا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام مصر سے مدین آئے تو انہوں نے ایک بوڑھے شخص کی بیٹی سے شادی کی۔ اس شخص کا نام نہیں لیا گیا لیکن مفسرین نے مختلف قیاسات کو سامنے رکھتے ہوئے اور غالباً توریت کو سامنے رکھتے ہوئے بھی حضرت شعیب علیہ السلام کو آپ (موسیٰ علیہ السلام) کا خسر بتایا ہے۔

فرق اس سے بھی نہیں پڑتا کہ حضرت شعیب علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام کے خسر تھے یا نہیں۔ اصل تو یہ ہے کہ حضرت شعیب علیہ السلام پیغمبر تھے۔ قرآن اس کا گواہ ہے۔ اہل مدین سے تھے۔ ان کی قوم گمراہ تھی۔ ایک زمانہ گزر جانے کے بعد عاد و ثمود جیسی قوموں کی طرح بت پرستی میں مبتلا ہو چکی تھی۔

یہ قوم برائیوں کی ایسی دلدل میں اتر چکی تھی جہاں اچھائی اور برائی کی تمیز ہی جاتی رہتی ہے۔ شرک و کفر میں ایسے مبتلا ہوئے تھے کہ درختوں، بتوں اور اہل قبور کی ارواح پاک کی ناپاک پوجا کرنے لگے تھے۔ بدنیتی ان کے لہو کا حصہ بن گئی تھی۔ انہوں نے دو قسم کے ترازو تیار کر رکھے تھے۔ ایک اشیا لینے کے لیے دوسرا اشیا دینے کے لیے یعنی جب تولتے تھے، کم تولتے تھے۔ اس پر بھی ان کی نیت نہیں بھرتی تھی۔ انہوں نے ڈاکا زنی کو اپنا پیشہ بنا لیا تھا۔ سنسان راستوں پر بیٹھ جاتے تھے اور گزرنے والوں کو لوٹ لیا کرتے تھے۔ اپنے اس فعل پر نادم ہونے کے بجائے فخر کیا کرتے تھے اور ناچتے گاتے بستی میں داخل ہوتے تھے۔ بڑھا چڑھا کر اپنے کارنامے بیان کرتے تھے۔ جو لوٹ کا مال جتنا زیادہ لاتا اتنا ہی قابل تعریف سمجھا جاتا تھا۔ بستی میں کوئی نہیں تھا جو ملامت کی آواز اٹھاتا یا انہیں شرمندہ کرتا۔ سب کے سب ایک ہی رنگ میں رنگے ہوئے تھے۔

حضرت شعیب علیہ السلام اسی ماحول میں پلے بڑھے تھے لیکن آپ علیہ السلام نیک اور صالح تھے۔ کبھی بت پرستی کی طرف راغب نہیں ہوئے تھے اپنے اردگرد ہونے والی برائیوں کو دیکھ دیکھ کر کڑھتے رہتے تھے۔ کبھی کبھی تو یہ دکھ اتنا بڑھ جاتا کہ آپؑ کی آنکھوں سے بے تحاشا آنسو بہنے لگتے۔ راتوں کو چھپ چھپ کر سجدے میں گر جاتے اور اپنی قوم کی بھلائی کے لیے دعا گو ہوتے۔

''اے میرے رب! میں اتنی طاقت نہیں رکھتا کہ اپنی قوم کو برائی سے روکوں۔ اے اللہ! اگر ان پر تیرا غضب نازل

Marfat.com

ہوا تو یہ کہیں کے نہیں رہیں گے۔ یہ کچھ بھی ہیں میرے اپنے ہیں۔ تو ان کے دل بدل دے یا ان پر کوئی نبی مبعوث کر جو ان کی اصلاح کرے۔'

آپؑ اپنی قوم کے دکھ میں برسوں روتے رہے۔ جب موقع ملتا سمجھاتے بھی رہتے لیکن قوم ان برائیوں میں اتنی آگے بڑھ چکی تھی کہ پیچھے ہٹنے کو تیار نہیں تھی۔ آپ علیہ السلام کے دوست احباب بھی ساتھ چھوڑ گئے تھے۔ آپؑ علیہ السلام اس برے معاشرے میں تنہا رہ گئے تھے۔ ایک زوجہ اور بیٹیاں تھیں جو آپ کی دلداری کرتی رہتی تھیں۔ کبھی کبھار آپؑ بازار کی طرف جا نکلتے تو کوئی نہ کوئی ایسا واقعہ دیکھ آتے کہ توبہ کرتے ہوئے واپس آتے۔

ایک روز آپ علیہ السلام نے دیکھا کہ کچھ لوگ سامان سے لدا ہوا اونٹ بستی میں لے آئے۔ صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ لوٹ کا سامان ہے۔ لوگ اتنے دلیر تھے کہ خوشی سے نعرے لگا رہے تھے۔ ان کے نزدیک یہ بڑا کارنامہ تھا جو انہوں نے انجام دیا تھا۔ ان لٹیروں نے بازار میں کھڑے کھڑے سارا سامان دکانداروں کے ہاتھوں فروخت کر دیا۔

کچھ دیر گزری تھی کہ ایک شخص روتا پیٹتا بستی میں داخل ہوا۔ اور اتفاق سے حضرت شعیب علیہ السلام ہی کے سامنے آیا اور فریاد کرنے لگا۔

''تم کیسے لوگ ہو۔ مسافروں کے سامان پر قبضہ کر لیتے ہو۔''

''بھائی کیا ہوا تیرے ساتھ؟''

''میں ایک قافلے کے ساتھ تھا۔ میرا اونٹ کمزور تھا، پیچھے رہ گیا۔ تمہاری بستی کے لوگوں نے مجھے مارا پیٹا اور میرا ونٹ یہاں لے آئے۔ تم بھی ضرور ان کے ساتھی ہو گے۔''

''اے بھائی! میرا قصور یہ ضرور ہے کہ میں اس بستی میں رہتا ہوں لیکن میں ان کا ساتھی نہیں۔''

''پھر مجھے بتاؤ، میں اپنا اونٹ کہاں تلاش کروں۔ کس کے پاس جاؤں؟''

''اب تو اپنے مال سے ہاتھ اٹھا لے اور جان بچا کر چلا جا۔ یہ لوگ تجھے بھی نقصان پہنچائیں گے۔''

حضرت شعیب علیہ السلام نے اسے مشورہ دیا لیکن وہ نہ مانا اور شور مچانے لگا۔ اس کی آواز سن کر لوگ جمع ہو گئے اور اسے پکڑ کر چند بڑے سرداروں میں سے ایک کے پاس لے گئے جو اس قسم کے فیصلے بڑی مہارت سے نمٹایا کرتا تھا۔ وہ بے چارہ یہ سمجھ کر چلا گیا کہ اسے انصاف ملے گا۔ حضرت شعیب علیہ السلام بھی اس کے ساتھ ساتھ چل دیے۔

اس شخص کو مجرموں کی طرح سردار کے سامنے پیش کیا گیا۔ سردار نے تمام ماجرا سن کر عجیب منطق پیش کی۔

''جو شخص اپنے مال کی حفاظت نہ کر سکے اور الزام دوسروں پر رکھے وہ ہمارے قانون کے مطابق سزا کا مستحق ہے۔ اس شخص کو مار پیٹ کر بستی سے باہر نکال دو۔''

حضرت شعیب علیہ السلام نے کچھ کہنا چاہا تو سردار نے انہیں بھی خاموش کر دیا۔

''تم ہمارے معاملات میں دخل مت دو۔ اگر ہم تمہارے کہنے پر چلے تو کوڑی کوڑی کو محتاج ہو جائیں گے۔ جو ہم کر رہے ہیں ہمیں کرنے دو۔ ہم تمہارے خاندان سے ڈرتے ہیں ورنہ تمہیں بھی بستی سے نکال دیتے۔''

''کتنے نادان ہو تم لوگ کہ خدا سے نہیں ڈرتے اور میرے خاندان کی کثرت سے ڈرتے ہو۔''

آپ علیہ السلام کی ایک نہیں چلی اور لوگ اس شخص کو مارتے ہوئے عمارت سے باہر لے گئے۔ حضرت شعیب علیہ السلام نے دوسرا راستہ اختیار کیا اور بستی سے باہر پہنچ گئے۔ آپ علیہ السلام نے دیکھا وہ شخص زخموں سے چور بے حال زمین پر پڑا ہوا ہے۔ آپؑ نے اسے سہارا دیا اور کسی نہ کسی طرح اپنے گھر تک لے آئے۔ اس کے زخم صاف کیے، مرہم پٹی کی اور اسے آرام سے لٹا دیا۔

بستی کے لوگوں کو معلوم ہوا کہ حضرت شعیب علیہ السلام اس اجنبی کو اپنے گھر لے گئے ہیں تو کچھ شرارتی لوگ وہاں

Marfat.com

جمع ہوگئے اور مطالبہ کرنے لگے کہ اس اجنبی شخص کو ان کے حوالے کیا جائے۔ آپ باہر نکل آئے اور ان سے التجا کرنے لگے کہ وہ شخص ابھی چلنے پھرنے کے قابل نہیں۔ جیسے ہی وہ صحت مند ہوگا وہ اسے روانہ کردیں گے۔ بڑی مشکل سے ان لوگوں کے منہ بند ہوئے اور وہ واپس چلے گئے۔

حضرت شعیب علیہ السلام نے اسی رات سواری کے لیے اپنا گدھا اسے دیا اور رات کے اندھیرے میں اسے شاہراہ تک چھوڑ کر واپس آئے۔

اس رات بے چینی نے آپ علیہ السلام کو چاروں طرف سے گھیر لیا تھا۔ رہ رہ کر اس اجنبی کا خیال آ رہا تھا جس کا مال بھی گیا اور بے عزت ہو کر واپس جانا پڑا۔

رات کا پچھلا پہر تھا۔ اس اجنبی کا خیال ایسا آیا کہ آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے۔ یہ خیال پھر قوم کی برائیوں کی طرف چلا گیا۔ آپ کی ہچکی بندھ گئی۔ روتے روتے صبح ہوگئی کہ آپ علیہ السلام کی بیٹی صفورہ آپ علیہ السلام کے پاس آئیں۔

''ابا جان، آپ کیوں روتے ہیں؟''

''اس لیے کہ مجھے اپنی قوم سے محبت ہے اور وہ ایسی برائیوں میں پڑ رہے ہیں جس کے بعد جہنم اس کا ٹھکانا ہوگا۔''

''ہمیں کسی سے کیا۔ ہم تو ٹھیک راہ پر ہیں۔''

''کل کو خدا مجھ سے بھی پوچھے گا کہ میں نے اپنے لوگوں کو روکا کیوں نہیں۔''

''یہ کام تو نبی کا ہوتا ہے۔ خدا ہم پر کوئی نبی کیوں نہیں اتارتا۔ آپ علیہ السلام برائی کو برائی سمجھتے ہیں یہی بہت ہے۔''

وقت اسی طرح گزرتا رہا۔ آپ علیہ السلام قوم کی حالت دیکھ دیکھ کر روتے رہے۔ آپ اتنا روئے کہ بینائی زائل ہوگئی۔ یہی وہ زمانہ تھا جب حضرت موسیٰ علیہ السلام جو ابھی پیغمبر نہیں بنے تھے مدین میں داخل ہوئے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام ایک عرصہ تک شاہی تربیت میں بسر کرتے کرتے شباب کے دور میں داخل ہوئے تو نہایت قوی اور بہادر جوان نکلے۔ چہرے سے رعب ٹپکتا اور گفتگو سے ایک خاص وقار اور شان ظاہر ہوتی تھی۔ انہیں معلوم تھا کہ وہ اسرائیلی ہیں اور مصری خاندان سے ان کا کوئی رشتہ نہیں۔ یہ بھی دیکھ رہے تھے کہ بنی اسرائیل پر سخت مظالم ہو رہے ہیں اور وہ مصر میں نہایت ذلت اور غلامی کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔

ایک مرتبہ شہری آبادی سے باہر آپؑ کسی طرف جا رہے تھے کہ دیکھا کہ ایک مصری ایک اسرائیلی کو بیگار کے لیے گھسیٹ رہا ہے۔ اسرائیلی نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا تو آپ علیہ السلام کو مدد کے لیے پکارنے لگا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام ٹھہر گئے اور مصری کو اس حرکت سے روکنے کی کوشش کی مگر مصری نہ مانا۔ آپ علیہ السلام نے غصے میں آ کر اس کو ایک طمانچہ رسید کر دیا۔ مصری اس ضرب کو برداشت نہ کر سکا اور اسی وقت مر گیا۔

اس قتل کا چرچا ہوا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام فرعون کے خوف سے مصر سے نکلے اور مدین آ گئے۔ یہ انتخاب آپ علیہ السلام نے اس لیے کیا تھا کہ یہ قبیلہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے نزدیک کی قرابت رکھتا تھا۔

آپ علیہ السلام اتنی جلدی میں مصر سے نکلے تھے کہ نہ کوئی رفیق ساتھ تھا نہ زادِ راہ۔ طبری میں لکھا ہے کہ اس تمام سفر میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خوراک درختوں کے پتوں کے علاوہ کچھ نہ تھی اور برہنہ پا ہونے کی وجہ سے سفر کی طوالت نے پاؤں کے تلوؤں کی کھال تک اڑا دی تھی۔

جب آپ علیہ السلام مدین کی سرزمین میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ کنویں کے سامنے پانی کے حوض پر بھیڑ لگی ہوئی ہے اور جانوروں کو پانی پلایا جا رہا ہے مگر کچھ فاصلے پر دو لڑکیاں کھڑی ہیں۔ ان کے ساتھ جو جانور ہیں وہ پانی دیکھ کر آگے

Marfat.com

کی طرف بڑھ رہے ہیں، مگر لڑکیاں انہیں آگے بڑھنے سے روک رہی ہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ان لڑکیوں پر رحم آیا۔ آپ علیہ السلام ان کے پاس گئے۔

''لڑکیو! تم کیوں پانی نہیں پلاتیں۔ پیچھے کیوں کھڑی ہو؟''

''کیسے آگے بڑھیں۔ دیکھتے نہیں سرکشوں کی بھیڑ ہے۔ ہم آگے بڑھتے ہیں تو یہ ہمیں پیچھے ہٹا دیتے ہیں۔ روز ایسا ہی ہوتا ہے۔ جب طاقتور لوگ اپنے جانوروں کو پانی پلا چکیں گے تو بچا کھچا پانی ہم اپنے جانوروں کو پلا دیں گے۔''

''تمہارے گھر میں کوئی مرد نہیں ہے جو جانوروں کو پانی پلائے؟''

''ہمارے والد نابینا ہیں۔ سب کام ہم پر آ پڑے ہیں۔''

''لاؤ میں پلاتا ہوں تمہارے جانوروں کو پانی۔ دیکھتا ہوں کون مجھے پیچھے ہٹاتا ہے۔''

''تمہیں کون ہٹائے گا تم تو یہاں جتنے ہیں، ان سب پر قوی ہو۔'' ان میں سے ایک لڑکی نے شوخی سے کہا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام آگے بڑھے اور بھیڑ کو چیرتے ہوئے کنویں پر پہنچ گئے اور کنویں کا بڑا ڈول جسے کئی لوگ مل کر کھینچتے تھے تنہا کھینچ کر لڑکیوں کے مویشیوں کو پانی پلا دیا۔ لوگوں کو ان کی قوت کا اندازہ ہو گیا تھا۔ چہرے پر اس وقت بلا کا غصہ بھی تھا لہٰذا کسی کو اتنی جرات نہ ہوئی کہ انہیں روکتا۔

ان لڑکیوں نے ان کی طرف تحسین آمیز نظروں سے دیکھا اور مویشیوں کو لے کر گھر کی طرف چل دیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام ایک درخت کے نیچے بیٹھ کر ستانے لگے۔

لڑکیاں وقت سے پہلے گھر پہنچ گئیں تو والد کو سخت تعجب ہوا۔

''آج اتنی جلدی کیسے آ گئیں۔ کیا ان لوگوں نے تمہارے جانوروں کو جلدی پانی پینے دیا؟''

''وہ کہاں پینے دیتے تھے۔ وہ تو ایک مصری شخص وہاں آ گیا۔ وہ اتنا طاقتور تھا کہ سب کو پیچھے ہٹا کر ہمارے جانوروں کو پانی پلا دیا۔''

''وہ شخص اب کہاں ہے؟''

''ہم تو اسے وہیں چھوڑ آئے ہیں۔''

''جلدی جاؤ اور اس بھلے شخص کو یہاں بلا کر لاؤ۔''

ان دو میں سے ایک لڑکی تیزی سے کنویں پر پہنچی اور ادھر ادھر دیکھنے لگی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اسے ایک درخت کے نیچے بیٹھے نظر آ گئے۔

وہ لڑکی آپ علیہ السلام کے پاس پہنچی۔

''آپ ہمارے گھر چلیے۔ ہمارے والد نے آپ کو بلایا ہے۔ وہ آپ کو اس احسان کا بدلہ دیں گے جو آپ نے ہم پر کیا ہے۔''

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دل ہی دل میں کہا۔ ''پروردگار! اس وقت جو بھی بہتر سامان میرے لیے تو اپنی قدرت سے نازل کرے میں اس کا محتاج ہوں۔''

حضرت موسیٰ علیہ السلام اس لڑکی کے ساتھ چلتے ہوئے ایک مکان کے سامنے پہنچ گئے۔ ایک نورانی صورت بزرگ ان کے منتظر تھے۔ بعض مفسرین کے مطابق یہ حضرت شعیب علیہ السلام تھے۔ حضرت شعیب علیہ السلام نے آپ سے مدین آنے کا سبب دریافت کیا تو آپ علیہ السلام نے تمام حالات من و عن بیان کر دیے۔ حضرت شعیب علیہ السلام نے آپ کو تسلی دی اور فرمایا کہ خدا کا شکر کرو کہ اب تمہیں ظالموں کے پنجے سے نجات مل گئی۔ اب کوئی خوف کا مقام نہیں۔

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کھانے سے فراغت کے بعد آرام کرنے کے لیے لیٹے تو وہ لڑکی حضرت شعیب علیہ

Marfat.com

السلام کے پاس آئی جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بلانے کے لیے کنویں پر گئی تھی۔
''اگر آپ میری بات مانیں تو اس مہمان کو ملازم رکھ لیں۔ یہ شخص قوی بھی ہے اور امانت دار بھی۔''
''تجھے اس کی قوت و امانت کا حال کیسے معلوم؟''
''مہمان کی قوت کا اندازہ تو میں نے اس سے کیا کہ کنویں کا بڑا ڈول اس نے تنہا بھر کر کھینچ لیا اور امانت داری کی آزمائش اس طرح کی کہ جب میں اس کو بلانے گئی تو اس نے مجھے دیکھ کر آنکھیں نیچی کر لیں اور جب یہاں آنے لگا تو مجھ کو پیچھے چلنے کو کہا اور خود آگے آگے چلا اور میں نے صرف اشاروں ہی میں اس کی رہنمائی کی۔

حضرت شعیب علیہ السلام نے بیٹی سے یہ باتیں سنیں تو بہت مسرور ہوئے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنے پاس طلب کر کے مطلب بیان کیا۔

''تمہیں اپنی حفاظت کے لیے ٹھکانا چاہیے اور مجھے ایک طاقتور نوکر کی ضرورت ہے تو کیوں نہ ہم اپنی حاجتیں آپس میں بدل لیں۔''
''مجھے خوشی ہوگی کہ اگر آپ جیسے بزرگ کی خدمت کروں۔''
''اگر تم آٹھ سال تک میرے پاس رہو اور میری بکریاں چراؤ تو اپنی بیٹی صفورہ کی تم سے شادی کرنے کو تیار ہوں اور اگر تم اس مدت کو دو سال بڑھا کر دس سال کر دو تو اور بھی بہتر ہے۔ یہی اس لڑکی کا مہر ہوگا۔''

طرفین کی اس باہمی رضامندی کے بعد بزرگ میزبان نے اس بیان کردہ مدت کو مہر قرار دے کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شادی اپنی بیٹی سے کر دی اور بعض مفسرین کا خیال ہے کہ مدت ختم ہونے پر عقد عمل میں آیا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت شعیب علیہ السلام کی بکریاں چرانے لگے۔ اجرت کی مدت آپ علیہ السلام کے سامنے تھی۔

یہ وہ زمانہ ہے جب حضرت شعیب علیہ السلام کو نبوت عطا ہوئی۔ اب تک آپ علیہ السلام قوم کے غم میں آنسو بہاتے رہے تھے۔ اب آپ علیہ السلام کو حکم دیا جا رہا تھا کہ اٹھ اور اپنی قوم کے پاس جا۔

آپ علیہ السلام پہلے نبی ہیں جنہیں نابینائی میں نبوت سے نوازا گیا۔ گو بعد میں آپ کی بینائی لوٹا دی گئی۔ کہا جاتا ہے کہ کامل بارہ سال آپ دیکھنے سے محروم رہے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے پوچھا۔ ''اے شعیب! کیا تو جہنم کے خوف سے روتا ہے؟''
عرض کیا۔ ''تیری محبت میں روتا ہوں۔ جب تجھ کو دیکھ لوں گا تو مجھے کوئی پرواہ نہ ہوگی کہ میرے ساتھ کیا ہو گیا۔''
اللہ نے بشارت دی کہ اے شعیب تجھ کو میری ملاقات مبارک ہو لہٰذا اسی وجہ سے میں نے موسیٰ بن عمران جو میرے ہم کلام ہیں وہ تجھ کو بطور خادم دے دیے ہیں۔''

یہ انکشاف ہوتے ہی حضرت شعیب علیہ السلام کی نظروں میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وقعت بڑھ گئی۔ وہ جسے محض غلام سمجھتے رہے تھے اسے خدا اپنا ہم کلام کہہ رہا تھا۔ ہو سکتا ہے عنقریب اسے یہ سعادت ملنے والی ہو۔

توریت کے مطابق اس گلہ بانی کے دور میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ایک لڑکا پیدا ہوا جس کا نام جیرسون رکھا گیا۔

مدت اجارہ پوری ہوئی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے مصر کو واپسی کی اجازت طلب کی۔ حضرت شعیب علیہ السلام کی روانگی کے سال میں بکریوں نے جس قدر بچے دیے تھے ان کے حوالے کر دیے اور وہ اپنی بیوی اور اس ریوڑ کو لے کر چل پڑے۔ اس راستے میں وہ واقعہ پیش آیا کہ طور کی جا[illegible] آپ علیہ السلام نے آگ دیکھی۔ آپ علیہ السلام اس طرف گئے اور خدا سے ہم کلام ہو گئے۔ آپ علیہ السلام نبوت [illegible] ہونے اور حکم ملا ''ظالم فرعون اور اس کی قوم کی طرف

Marfat.com

جاؤ اور ان کو سمجھاؤ۔''

حضرت موسیٰ علیہ السلام دعوت و تبلیغ کے لیے مصر کی جانب روانہ ہوئے اور حضرت شعیب علیہ السلام نے اہل مدین کو مخاطب کیا۔

''اے قوم! ایک خدا کی عبادت کر۔ اس کے علاوہ کوئی پرستش کے قابل نہیں۔ خدا کو پوجو۔ اس کے سوا کوئی اور خدا نہیں۔ خدا کی جانب سے گواہی آ چکی۔ خرید و فروخت میں ناپ تول کو پورا رکھو اور لوگوں کے ساتھ معاملات میں کھوٹ نہ کرو۔ کل تک ممکن ہے کہ تمہیں ان برائیوں کا حال معلوم نہ ہو مگر آج تمہارے پاس نشانی اور برہان آ چکی۔ اب حق کو قبول کرلو اور باطل سے باز آ جاؤ۔''

یہ ایسی آواز تھی جو اہل مدین نے اس سے پہلے نہیں سنی تھی۔ اس پر انہیں بڑا تعجب ہوا کہ وہ جوان میں سب سے کمزور تھا اچانک ان کے سامنے آ گیا ہے اور آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کر رہا ہے۔

بات تعجب کی ضرور تھی لیکن خطرے کی نہیں تھی۔ حضرت شعیب علیہ السلام ایسے بااثر نہیں تھے کہ لوگ ان کی باتیں غور سے سنتے اور ان پر عمل کرتے۔

''شعیب، تم کیا کہتے پھرتے ہو کہ نشانی اور برہان آ گئی ہے۔ کس دلیل کی بات کرتے ہو۔ ہمیں بھی تو معلوم ہو۔''

''مجھے رسول بنا کر بھیجا گیا ہے۔ جو کچھ میں لایا ہوں وہی سچ ہے۔ تول اور ترازو کو پورا کرو اور لوگوں کو اشیا گھٹا کر نہ دو اور زمین میں فساد نہ مچاؤ۔''

''اپنی نصیحتیں اپنے پاس رکھو۔ ہم تمہاری باتوں میں آنے والے نہیں۔'' لوگوں نے کہا اور ایک ایک کر کے آپ کے پاس سے ہٹ گئے۔ بھیڑ چھٹ گئی۔

مدت گزر گئی تھی لیکن کسی پر آپ علیہ السلام کی باتوں کا اثر نہیں ہو رہا تھا۔ اب آپؑ نے ان محلوں کا رخ کیا جہاں غریب اور کم حیثیت کے لوگ رہتے تھے۔ یہ تاجر پیشہ تو نہیں تھے لیکن شرک کی بیماری میں ضرور مبتلا تھے۔ درختوں اور پتوں کی پوجا کیا کرتے تھے۔ حضرت شعیب علیہ السلام نے انہیں توحید کا درس دیا اور اخلاقی برائیوں سے باز رہنے کی تلقین کی۔ حضرت شعیب علیہ السلام کی باتوں کو مان لینے سے ان غریبوں کے مال و متاع کا نقصان نہیں ہوتا تھا، اس لیے بعض کمزور ہستیاں آپ پر ایمان لے آئیں اب حضرت شعیب علیہ السلام وعظ و تلقین کے لیے نکلتے تو یہ مٹھی بھر لوگ بھی آپ علیہ السلام کے ہمراہ ہوتے۔ آپ علیہ السلام کسی بلند ٹیلے پر کھڑے ہو جاتے اور قوم سے خطاب فرماتے۔

''خدا کی جانب سے گواہی آ چکی۔ پیمانہ اور ترازو پورا کرو اور لوگوں کو ان کا حق کم نہ کرو اور ہر راستے پر دھمکانے کو نہ بیٹھا کرو اور جو لوگ ایمان لائے ہیں ان کو مت روکو اور سیدھی راہ کو ٹیڑھی کرنے کی کوشش نہ کرو۔ اللہ کے احسان کو یاد کرو۔ تم تعداد میں بہت تھوڑے تھے اس نے تم کو بڑھایا۔ تمہیں خوش حالی دی۔ اس کے شکر گزار بنو ورنہ مفسدین کے انجام سے تم واقف ہو۔ لوط کا زمانہ تم سے زیادہ دور نہیں۔ دیکھو اس کی قوم کے ساتھ کیا گزری میں بھی ڈرتا ہوں تمہیں کوئی عذاب نہ گھیر لے۔

تم میں کچھ لوگ تو جو پیغام دے کر میں بھیجا گیا ہوں، اس پر ایمان لا چکے ہیں اور بعض نہیں لائے تو اس وقت تک صبر کرو کہ خدا ہمارے درمیان فیصلہ کر دے اور وہ بہتر فیصلہ کرنے والا ہے۔''

حضرت شعیب علیہ السلام بڑے فصیح و بلیغ مقرر تھے۔ شیریں کلامی اور حسن خطابت میں نہایت ممتاز مقام رکھتے تھے۔ آپ علیہ السلام کی باتیں وقتی طور پر دلوں پر اثر انداز بھی ہوتی تھیں لیکن کچھ ہی دیر میں ان کے دلوں کی کجی ان پر غالب آ جاتی یا ایک کو دوسرا بہکا دیتا اور وہ کہہ اٹھتے تھے۔

''تم پر تو جادو کیا گیا ہے۔ تم تو ہماری طرح آدمی ہو۔ ہم تمہیں جھوٹا سمجھتے ہیں۔ اگر سچے ہو تو آسمان سے ہم پر

Marfat.com

بادل کا ٹکڑا تو گرا دو۔‘‘

یہ سراسر مذاق اڑانے والی باتیں تھیں۔ آپ علیہ السلام سب کچھ سنتے رہے اور صبر کرتے رہے۔ قوم کا یہ حال رہا کہ چند کمزور لوگوں کے سوا کسی نے پیغامِ حق پر کان نہیں دھرا۔ خود بھی اسی طرح بداعمال رہے دوسروں کی راہ بھی مارتے رہے۔ راستوں میں بیٹھ جاتے اور جو کوئی حضرتؑ شعیب علیہ السلام کے گھر کی جانب جاتا نظر آتا تو اسے مارتے پیٹتے اور موقع لگ جاتا تو لوٹ بھی لیتے۔ اس کے باوجود نہ آپ علیہ السلام رشد و ہدایت سے رک رہے تھے، نہ لوگوں نے آپ علیہ السلام کے پاس آنا جانا چھوڑا تھا۔ یہ بہت تھوڑے لوگ تھے لیکن سرداران قوم اس فکر میں مبتلا ہو گئے تھے کہ اگر یہ تعداد بڑھ گئی تو ان کی سرداری خطرے میں پڑ جائے گی۔ یہ لوگ ہر ہونے والے جرم پر غنڈا ٹیکس وصول کرتے تھے۔ جب جرائم ہی نہیں ہوں گے تو ٹیکس کہاں سے وصول ہو گا۔ مدین کا تمام کاروبار ان سرداروں کے ہاتھوں میں تھا اور اب انہیں اپنی گدی خطرے میں پڑتی نظر آ رہی تھی۔ بالآخر انہوں نے جو فیصلہ کیا وہ ان کے مزاجوں کے عین مطابق تھا۔ وہ یہی سوچ سکے کہ حضرت شعیب علیہ السلام کا کوئی مطالبہ ہے جسے منوانے کے لیے انہوں نے یہ فساد کھڑا کیا ہے۔ اس زوال پذیر معاشرے میں کوئی اس کے سوا سوچ بھی کیا سکتا تھا۔

ایک دن یہ سردار ایک جگہ جمع ہوئے اور حضرت شعیب علیہ السلام کو بلا بھیجا۔ مقصد یہ تھا کہ انہیں دولت کا لالچ دے کر منہ بند رکھنے کا مشورہ دیا جائے۔

حضرت شعیب علیہ السلام کو پیغام پہنچا تو اس وقت آپ علیہ السلام کے پاس ایک نہایت مسکین آدمی بیٹھا ہوا تھا جو لوگوں کے گھروں میں کام کر کے روزی کماتا تھا۔ وہ بھی ساتھ ہولیا لیکن اسے سرداروں تک نہیں پہنچنے دیا گیا۔ بھلا ایسے گھٹیا لوگوں کا سرداروں سے کیا کام۔ وہ باہر بیٹھ گیا اور حضرت شعیب علیہ السلام تنہا سرداروں کے پاس گئے۔

’’شعیب تمہاری تعلیمات کیا ہیں؟‘‘

’’میں کہتا ہوں ایک خدا کی پوجا کرو۔ جو اس کی مخلوقات ہیں ان کی پرستش چھوڑ دو۔‘‘

’’اور؟‘‘

’’اور یہ کہ ناپ تول میں کمی بیشی مت کرو۔ تم نے جو باٹ بنائے ہیں ان میں ہیرا پھیری کرتے ہو۔ چیزیں فروخت کرتے ہوئے دوسرے باٹ استعمال کرتے ہو خریدتے وقت دوسرے۔‘‘

’’اور بھی کچھ فرمانا ہے یا بس؟‘‘

’’آتے جاتے مسافروں کو لوٹ لیتے ہو۔ ڈاکا زنی سے باز آ جاؤ۔‘‘

’’کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ تم اپنا کام کرتے رہو، ہمیں اپنا کام کرنے دو؟‘‘

’’میں اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتا۔ میں تو وہی کہتا ہوں جو میرا خدا مجھ سے کہلوانا چاہتا ہے۔‘‘

’’یہ تمہیں کیا ہو گیا ہے شعیب۔ آپ تو اچھے خاصے عقل مند آدمی تھے۔ دراصل جو نماز آپ پڑھتے ہیں وہ آپ کو سکھاتی ہے کہ ہم اپنے آباؤ اجداد کے معبودوں کو چھوڑ دیں یا ہم اپنے اموال میں سے اپنی مرضی سے کچھ نہ کریں۔ کیا زبردستی ہے کہ دنیوی معاملات میں بھی ہم آپ کی مرضی کے مطابق چلیں۔‘‘

’’میں تمہاری مخالفت میں تمہیں ان باتوں سے منع نہیں کرتا بلکہ اصلاح کا ارادہ رکھتا ہوں کیونکہ میں اپنے رب کی جانب سے واضح دلیل پر ہوں اور اس نے مجھے اپنی جانب سے بہترین رزق عطا فرمایا ہے جس سے تم بے بہرہ ہو۔ تو کیا میں برائی میں پڑا رہنے دوں اور اپنی اصلاح کر لوں۔‘‘

’’شعیب، تم ہمارے ساتھ سودا طے کر لو۔ تمہیں اگر دولت درکار ہے تو اس کی ہمارے پاس کمی نہیں۔‘‘

’’خدا سے ڈرو اور میری بات مانو۔ میں تم سے اس کی اجرت نہیں مانگتا۔ میری اجرت صرف پروردگارِ عالم پر ہے۔

Marfat.com

ناپ اور تول پورا کرو۔ ٹھیک ترازو سے تولو۔ لوگوں کے حق میں کم نہ کیا کرو اور زمین میں فساد نہ پھیلاؤ اور اس سے ڈرو جس نے تم کو اور پہلی قوموں کو پیدا کیا۔"

یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ ایک سردار نہایت طیش کے عالم میں اپنی جگہ سے کھڑا ہوا۔

"جب تم کوئی بات ماننے ہی کو تیار نہیں تو دو باتوں میں سے ایک بات ضرور ہو کر رہے گی۔ یا ہم تم کو اور تم پر ایمان لانے والوں کو اپنی بستی سے نکال دیں گے یا تم کو مجبور کر دیں گے کہ پھر ہمارے دین میں واپس آ جاؤ۔"

حضرت شعیب علیہ السلام نے فرمایا۔"اگر ہم تمہارے دین کو غلط اور باطل سمجھتے ہوں تب بھی زبردستی مان لیں۔ یہ تو بڑا ظلم ہے جب کہ ہم کو خدائے تعالیٰ نے تمہارے اس دین سے نجات دے دی تو پھر ہم اسی دین کی طرف لوٹ جائیں۔ اس کا مطلب تو یہ ہوگا کہ ہم نے جھوٹ بول کر خدائے تعالیٰ پر بہتان باندھا۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ ہاں تمہیں چاہیے کہ باطل خیالات سے توبہ کرو۔ ایک رسول تم میں آ چکا۔ تم پر حجت قائم ہو گئی۔ اب تمہارا کیا بہانہ ہوگا۔"

سرداروں نے آپ علیہ السلام کی طرف سے مایوس ہونے کے بعد آپؑ کو یہ باور کرا دیا کہ آج کے بعد سے کھلی جنگ ہے۔ حضرت شعیب علیہ السلام نے ایک مرتبہ پھر اپنے عزم کو دہرایا اور منصب نبوت کی رعایت سے انہیں سمجھانے کی کوشش کی۔

"دیکھو، خدائے تعالیٰ نے مجھ کو اس لیے بھیجا ہے کہ میں اپنے مقدور بھر تمہاری اصلاح کی سعی کروں اور میں جو کچھ کہتا ہوں اس کی صداقت اور سچائی کے لیے خدا کی حجت اور دلیل اور نشانی بھی پیش کر رہا ہوں۔ تم اس واضح حجت کو دیکھ کر بھی سرکشی و نافرمانی پر قائم ہو۔ میں اپنی اس رشد و ہدایت کے بدلے میں کوئی اجرت بھی نہیں مانگتا۔ میرا اجر تو اللہ کے پاس ہے اور اگر تم اب بھی نہ مانو گے تو مجھے ڈر ہے کہ کہیں خدا کا عذاب تم کو ہلاک نہ کر ڈالے۔"

آپ ان سرداروں سے رخصت ہوئے تو یہ دعا آپ کے ہونٹوں پر تھی۔

"اے پروردگار! تو ہمارے اور ہماری قوم کے درمیان حق اور سچائی کے ساتھ فیصلہ کر دے۔ تو ہی بہترین فیصلہ کرنے والا ہے۔"

قوم کے سرداروں نے قوم سے کہنا شروع کر دیا۔"اگر تم نے شعیب کا کہنا مانا تو تم ہلاک کر دیے جاؤ گے۔"

یہ فیصلہ صرف زبانی کلامی نہیں تھا۔ اس کا عملی مظاہرہ بھی ہوا۔ سب سے پہلے تو وہی غریب آدمی ہلاک کر دیا گیا جو حضرت شعیب علیہ السلام کے ساتھ سرداروں سے ملنے چلا آیا تھا۔ اس کے بعد اوباش لوگ ان کے پیچھے پڑ گئے جو حضرت شعیب علیہ السلام سے کسی طرح کا بھی تعلق رکھتے تھے۔ حضرت شعیب علیہ السلام کی باقاعدہ نگرانی کی جانے لگی۔ حضرت شعیب علیہ السلام نے ان لوگوں کو منع کر دیا کہ وہ ان سے ملنے نہ آیا کریں خود بھی وعظ و تلقین بند کر کے گھر میں بیٹھ گئے اور خدا کے حکم کا انتظار کرنے لگے۔

کچھ دن تک کسی نے حضرت شعیب علیہ السلام کو نہیں دیکھا تو سرداروں کو فکر ستانے لگی کہ آخر ایسی کیا خفیہ سرگرمیاں ہیں جن میں حضرت شعیب علیہ السلام مبتلا ہیں۔ کہیں ہمارے خلاف کوئی اور کاروائی نہ کر رہے ہوں۔ وہ سب جمع ہو کر حضرت شعیب علیہ السلام کے گھر پہنچے۔

"شعیب! کیا تیری نماز ہم سے یہ چاہتی ہے کہ ہم اپنے باپ دادا کے دیوتاؤں کو پوجنا چھوڑ دیں اور ہم کو اپنے مال و دولت میں یہ اختیار نہ رہے کہ جس طرح چاہیں معاملہ کریں۔ اگر ہم کم تولنا چھوڑ دیں۔ لوگوں کے کاروبار میں کھوٹ نہ کریں تو ہم مفلس و قلاش ہو کر رہ جائیں۔ کیا ایسی تعلیم دینے میں تجھ کو کوئی متین اور سچا رہبر کہہ سکتا ہے؟"

حضرت شعیب علیہ السلام نے نہایت دل سوزی اور محبت کے ساتھ فرمایا۔" مجھے یہ خوف ہے کہ یہ بے باکیاں اور خدا کے مقابلے میں نافرمانیاں کہیں تم لوگوں کا بھی وہی انجام نہ کر دیں جو تم سے پہلے قوم نوح، قوم ہود، قوم صالح اور قوم لوطؑ

Marfat.com

کا ہوا۔ اب بھی کچھ نہیں گیا۔ خدا کے سامنے جھک جاؤ اور اپنی بدکرداریوں کے لیے بخشش کے طلب گار بن جاؤ۔ میرا پروردگار رحم کرنے والا اور بہت ہی مہربان ہے۔ وہ تمہاری خطائیں ضرور بخش دے گا۔''

قوم کے سرداروں نے یہ سن کر جواب دیا۔ ''شعیب! ہماری سمجھ میں کچھ نہیں آتا کہ تو کیا کہتا ہے۔ تو ہم سب سے کمزور اور غریب ہے۔ اگر تیری باتیں سچی ہوتیں تو تیری زندگی ہم سے زیادہ اچھی ہوتی۔ ہم کو صرف تیرے خاندان کا خوف ہے ورنہ ہم کب کا تجھے سنگسار کر چکے ہوتے۔ تو ہرگز ہم پر غالب نہیں آ سکتا۔''

''کتنے افسوس کی بات ہے۔ تم میرے خاندان سے تو ڈرتے ہو لیکن خدا سے نہیں ڈرتے۔''

سرداروں نے بھڑک کر کہا۔ ''شعیب! ہم یہاں تیری باتیں سننے نہیں آئے تھے۔ تجھے سمجھانے آئے تھے کہ اپنی ہلاکت کو آواز دے۔''

''اگر یہ بات ہے تو میں بھی تم سے کہتا ہوں۔ تم وہ سب کچھ کرتے رہو جو کر رہے ہو۔ عنقریب خدا کا فیصلہ بتا دے گا کہ عذاب کا مستحق کون ہے اور کون جھوٹا ہے۔ تم بھی انتظار کرو اور میں بھی انتظار کرتا ہوں۔''

ان سرداروں نے چلتے چلتے پھر دھمکیاں دیں اور گھر سے نکل گئے۔

آپ علیہ السلام کچھ دن کے لیے دوسرے قبیلے ''ایکہ'' میں چلے گئے۔ اب حضرت شعیب علیہ السلام کی آواز وہاں کے بازاروں میں گونج رہی تھی۔ پیغام وہی تھا جو آپ علیہ السلام نے مدین والوں کو دیا تھا۔

''میں تمہارا پیغمبر امین ہوں۔ خدا سے ڈرو اور میری بات مانو اور میں تم سے اس کی اجرت نہیں مانگتا۔ میری اجرت صرف پروردگار عالم پر ہے۔ ناپ اور تول پورا کرو اور ٹوٹا دینے والوں میں نہ ہو اور ٹھیک ترازو سے تولو۔ لوگوں کے حق کو کم نہ کیا کرو اور زمین میں فساد نہ پھیلاؤ اور اس سے ڈرو جس نے تم کو اور پہلی قوموں کو پیدا کیا۔''

یہاں کے لوگ کچھ زیادہ ہی حد سے گزرنے والے ثابت ہوئے۔ وہ کھلم کھلا عذاب لانے کی فرمائش کرنے لگے۔

''اگر سچے ہو تو آسمان سے ہم پر بادل کا ٹکڑا تو گرا دو۔''

آپ علیہ اسلام جدھر سے گزرتے یہی مطالبے کیے جاتے۔ آپ علیہ السلام پھر اپنے قبیلے ''مدین'' کی طرف آ گئے۔ یہاں حالات پہلے سے بھی زیادہ ابتر تھے۔ اصحاب ایکہ کی طرح وہ بھی اب عذاب کی نوید سنانے کا مطالبہ کرنے لگے تھے۔ ان کا ایک ہی مطالبہ تھا کہ یا تو عذاب لا کر دکھاؤ یا ہمارے دین میں شامل ہو جاؤ یعنی اصلاح کی خدمت چھوڑ دو۔

آپ علیہ السلام کا جواب یہی ہوتا۔ ''جب اللہ نے ہم کو تمہاری جھوٹی ملت سے نجات دے دی ہے اس کے باوجود بھی تمہاری طرف لوٹیں گے تو یہ ہم اللہ پر جھوٹ باندھیں گے۔ تمام کاموں میں اس کی طرف ہمارا ٹھکانا اور وہی ہماری جائے پناہ ہے۔''

حضرت شعیب علیہ السلام قوم کے غم میں آنسو بہاتے تھے۔ انہیں ہر طرح سمجھانے کی کوشش کرتے تھے لیکن وہ کب سننے والے تھے۔ پوری قوم اپنے کفر پر ڈٹی ہوئی تھی۔

آپ علیہ السلام نے ایک مرتبہ پھر ان پر حجت قائم کی۔ انہیں سمجھایا۔

''اے میری قوم کے لوگو! میری ضد میں آ کر کہیں ایسی بات نہ کر بیٹھنا کہ تمہیں بھی ویسا ہی معاملہ پیش آ جائے جیسا قوم نوح کو یا قوم ہود کو یا قوم صالح کو پیش آ چکا ہے۔''

اور پھر فرمایا۔ ''قوم لوط کا معاملہ تم سے کچھ دور نہیں ہے۔''

حضرت لوط علیہ السلام کی مثال آپؑ نے اس لیے دی کہ یہ نسبتاً قریب کے زمانے کی بات تھی۔ حضرت لوط علیہ السلام کی قوم اور اہل مدین دونوں بڑی شاہراہ پر تھے۔

Marfat.com

''اور لوط علیہ السلام کی قوم اور مدین دونوں بڑی شاہراہ پر آباد تھے۔''

دونوں کے افعال بھی کم وبیش یکساں تھے۔ دونوں قومیں ڈاکے اور راہ زنی میں طاق تھیں۔

اس روز حضرت شعیب علیہ السلام کے جلال کا عالم ہی کچھ اور تھا۔ ہمیشہ نرمی سے بات کرنے والا دوٹوک لہجے میں بات کررہا تھا۔

''اے میری قوم! ذرا اس پر بھی غور کر کہ جن لوگوں نے خدا کی زمین پر فساد پھیلانے کا شیوہ اختیار کیا تھا ان کا انجام کس قدر عبرت ناک ہوا اور اگر تم میں سے ایک جماعت مجھ پر ایمان لے آئی اور ایک جماعت ایمان نہیں لائی تو صرف اتنی ہی بات پر معاملہ ختم ہوجانے والا نہیں بلکہ صبر کے ساتھ انتظار کرو تا آنکہ اللہ تعالیٰ ہمارے درمیان آخری فیصلہ کردے۔''

اس خطاب نے اہل مدین کے دلوں پر خوف سے کپکپی طاری کردی۔ ایک دوسرے سے پوچھتے پھر رہے تھے کہ اس ''آخری فیصلے'' سے ان کا مطلب کیا تھا۔ وہ کس فیصلے کی بات کررہے تھے۔

کفار آپ علیہ السلام پر ایمان نہیں لائے تھے کیونکہ اس میں ان کا بنیادی نقصان تھا لیکن اندر سے ڈرے ہوئے بھی تھے۔ سرداران قوم یہ کہہ کر قوم کو تسلیاں دے رہے تھے کہ شعیب اپنی بات منوانے کے لیے ہمیں ڈرانے کی کوشش کررہے ہیں۔ ان کی دھمکیوں میں آنے کی کوئی ضرورت نہیں۔

''دیکھو اب بھی سنبھل جاؤ۔ جب اللہ کی پکڑ ہوگی تو سنبھلنے کی مہلت نہیں ملے گی۔'' حضرت شعیب علیہ السلام اپنی قوم کو سمجھارہے تھے لیکن کوئی سننے کو تیار نہیں تھا۔

حضرت شعیب علیہ السلام جب اپنی قوم کی طرف سے بالکل مایوس ہوگئے تو ایک رات آپ علیہ السلام کے ہاتھ فیصلہ کن دعا کے لیے اٹھ گئے۔

''اے اللہ! جلد ہمارے درمیان فیصلہ کردے اور تو بہترین فیصلہ کرنے والا ہے۔''

یہ دعا مقبول ہوئی۔ حکم الٰہی ہوا کہ شعیب اپنے ساتھیوں کو لے کر اس بستی سے نکل جاؤ۔ ہم تمہیں اور ان لوگوں کو جو تم پر ایمان لاچکے ہیں بچالیں گے۔''

حضرت شعیب علیہ السلام کو کچھ معلوم نہیں تھا کہ ان کی قوم کس نوع کے عذاب میں مبتلا ہونے والی ہے۔ آپ علیہ السلام نے ان چند لوگوں کو ساتھ لیا اور مدین سے نکلنے لگے۔ بستی کے لوگوں نے دیکھا تو یہی سمجھے کہ آپ تنگ آکر بستی چھوڑ رہے ہیں۔ وہ تو چاہتے ہی یہ تھے کہ حضرت شعیب علیہ السلام کسی طرح بستی چھوڑ کر چلے جائیں۔ ان کی تو جیسے مراد پوری ہوگئی۔ جن لوگوں نے آپ علیہ السلام کو بستی سے باہر جاتے ہوئے دیکھا وہ دوڑتے ہوئے آئے اور سرداروں تک یہ بات پہنچائی۔ انہوں نے اس فرار کو اپنی کامیابی قرار دیا۔

''شعیب علیہ السلام عقل مند تھے کہ بستی چھوڑ کر چلے گئے ورنہ ہم تو انہیں سنگسار کرنے کا منصوبہ بنارہے تھے۔''

ابھی یہ باتیں ہورہی تھیں کہ ہوا نے چلنا چھوڑ دیا۔ سخت گرمی مسلط ہوگئی۔ یہ ایسی آفت تھی کہ کسی کی سمجھ میں کچھ نہیں آرہا تھا۔ کچھ لوگوں نے دبے لفظوں میں کہا بھی کہ یہ حضرت شعیب علیہ السلام کی بددعا کا اثر تو نہیں۔ ابھی وہ زیادہ دور نہیں گئے ہوں گے۔ انہیں راضی کرکے لے آؤ لیکن سرداران قوم نے انہیں ڈانٹ دیا۔ نہیں جان سکتے تھے کہ اللہ کا عذاب سر پر آگیا ہے۔

''اللہ نے ان پر پہلے تو سخت گرمی مسلط فرمائی اور سات دن مسلسل ان پر ہوا بند رکھی جس کی وجہ سے ان کو پانی اور سایہ بھی نفع نہیں دے سکتا تھا۔ سرداران قوم ان کی کیا مدد کرتے۔ وہ تو خود اسی مشکل میں گرفتار تھے۔

یہ لوگ اپنے محلوں سے بھاگ کر جنگل میں پہنچے تاکہ کچھ ہوا لگے۔ وہاں ان پر بادلوں نے سایہ کرلیا۔ تمام لوگ ان

Marfat.com

بادلوں کے نیچے جمع ہو گئے۔ خوش تھے کہ گرمی اور دھوپ سے نجات ملے گی۔ یہ معلوم نہیں تھا کہ موت انہیں ایک جگہ جمع کر رہی ہے۔

جب سب لوگ جمع ہو گئے تو بادلوں سے آگ کے شعلے برسنے لگے۔ پھر زمین ہلنے لگی۔ زلزلے کی کیفیت پیدا ہوگئی۔ پھر آسمان سے ایک چیخ آئی۔ اس کے شور سے ان کے کلیجے پھٹ گئے۔ سب اوندھے منہ گرے پڑے رہ گئے۔

فرمانِ الٰہی ہے۔ ''پھر وہ اپنے گھروں (یعنی علاقے) میں اوندھے منہ ہو گئے جنہوں نے شعیب کو جھٹلایا تھا۔ گویا وہ ان میں تھے ہی نہیں۔ جنہوں نے شعیب کو جھٹلایا وہی خسارہ اٹھانے والے تھے۔''

ایک تفسیر میں لکھا ہے کہ ان کو ایک زلزلے نے پکڑ لیا۔ اس کی وجہ سے وہ زمین میں دھنس گئے۔ زمین زلزلے کی زد میں آ گئی اور ان کی روحیں ان کے جسموں کا ساتھ چھوڑ گئیں اور ان کے حیوانات بھی جمادات کی طرح ہو گئے۔ ان کے اجسام صرف ریت کے ڈھیر رہ گئے جن میں کوئی حرکت نہ تھی اور نہ حواس تھے اور اللہ نے ان پر کئی اقسام کے عذاب جمع فرما دیے تھے اور کئی مصیبتوں اور ہلاکتوں کی صورتیں ان پر اکٹھی کر دی تھیں اور یہ اس وجہ سے ہوا کہ یہ بھی کئی قسم کے گناہوں کے ساتھ زندہ تھے تو اللہ نے ان پر آندھی بھیجی۔ اس نے حرکتیں بند کر دیں اور چنگھاڑ بھیجی، اس نے آوازیں بند کروا دیں اور بادل بھیجے انہوں نے تمام اطراف سے آگ کے شعلے برسا دیے لہٰذا اللہ نے جہاں بھی ان کے قصے کو بیان فرمایا وہیں ان کی مناسبت سے ان کے مختلف عذاب کو بیان فرمایا۔

کل تین طرح کے عذاب کا ان پر ذکر آتا ہے۔ زلزلہ، چنگھاڑ، آگ کے بادل۔

سورۂ ہود میں ان کے متعلق چنگھاڑ کے عذاب کا حکم آیا جس کی وجہ سے وہ اپنے گھروں میں اوندھے گر گئے۔ انہوں نے اپنے نبی کا مذاق اڑایا تھا لہٰذا مناسب ہوا کہ ان کو ایسی ڈانٹ ڈپٹ کی جائے جو اس کے مطابق ہو تو اللہ نے اپنے فرشتے کے ذریعے ایک چیخ ان پر لگوائی جس سے ان کے کلیجے تک پھٹ گئے اور اس بدکلامی کا مزہ مل گیا جو وہ حضرت شعیب علیہ السلام سے کرتے تھے۔

سورۂ شعرا میں ہے کہ ان کو بادل کے عذاب نے آ دبوچا۔ اس کا مطالبہ خود ان کی قوم نے کیا تھا جب انہوں نے کہا تھا کہ آپ علیہ السلام تو جادوگر ہیں۔ ہم تو آپ علیہ السلام کو بس جھوٹا گمان کرتے ہیں۔ اگر آپ علیہ السلام سچے ہیں تو بادل کا ایک ٹکڑا گرا دیجیے۔ وہ سمجھتے تھے حضرت شعیب علیہ السلام ایسا کبھی نہیں کر سکیں گے۔ لاجواب ہو کر رہ جائیں گے۔ اس کے جواب میں حضرت شعیب علیہ السلام نے فرمایا تھا ''میرا رب تمہارے اعمال سے خوب واقف ہے۔''

اللہ نے ان کی خواہش کو پورا فرمایا۔

''پھر انہوں نے شعیب کو جھٹلایا تو ان کو سائبان کے دن کے عذاب نے پکڑ لیا۔ بے شک وہ بڑے دن کا عذاب ہے۔ بہر حال اہلِ مدین تباہ و برباد ہو گئے۔ ان کا وہی حال ہوا جو ان سے پہلے آلِ ثمود کا ہوا تھا۔

ان سب امور کا خلاصہ قرآن کی زبانی یوں بیان ہوا ہے۔

''اور ہم نے (قبیلہ) مدین کی طرف اس کے بھائی کو بھیجا۔ اس نے کہا، اے میری قوم کے لوگو اللہ کی بندگی کرو۔ اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں اور ناپ تول میں کمی نہ کیا کرو۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ تم خوش حال ہو (یعنی خدا نے تمہیں سب کچھ دے رکھا ہے) میں ڈرتا ہوں کہ تم پر عذاب کا ایسا دن نہ آ جائے جو سب پر چھا جائے گا اور اے میری قوم کے لوگو! ناپ تول انصاف کے ساتھ پوری پوری کیا کرو۔ لوگوں کو ان کی چیزیں کم نہ دو۔ ملک میں فساد پھیلاتے نہ پھرو۔ اگر میرا کہا مانو تو جو کچھ اللہ کا دیا بچا رہے اسی میں تمہارے لیے بہتری ہے۔ اور دیکھو (میرا کام تو نصیحت کر دینا ہے) میں کچھ تم نگہبان نہیں۔ لوگوں نے کہا اے شعیب! کیا تیری یہ نمازیں تجھے یہ حکم دیتی ہیں کہ ہمیں آ کر کہے، ان معبودوں کو چھوڑ دو جنہیں ہمارے باپ دادا پوجتے رہے ہیں یا یہ کہ ہمیں اختیار نہیں کہ اپنے مال میں جس طرح کا تصرف کرنا چاہیں کریں بس

Marfat.com

تم ہی ایک نرم دل اور راست باز آدمی رہ گئے ہو۔

شعیب علیہ السلام نے کہا اے میری قوم کے لوگو! کیا تم نے اس بات پر غور کیا کہ اگر میں اپنے پروردگار سے ایک دلیل روشن رکھتا ہوں اور اس کے فضل وکرم کا یہ حال ہو کہ اچھی روزی عطا فرما رہا ہو (تو پھر بھی میں چپ رہوں اور تمہیں راہ حق کی طرف نہ بلاؤں) اور میں یہ نہیں چاہتا کہ جس بات سے تمہیں روکتا ہوں اس سے تمہیں تو روکوں اور خود اس کے خلاف چلوں۔ میں جو کچھ کہتا ہوں اس پر عمل بھی کرتا ہوں۔ میں اس کے سوا کچھ نہیں چاہتا کہ جہاں تک میرے بس میں ہے اصلاح حال کی کوشش کروں۔ میرا کام بنتا ہے تو اللہ کی مدد سے بنتا ہے میں نے اسی پر بھروسا کیا اور اسی کی طرف رجوع ہوں اور اے میری قوم کے لوگو! میری ضد میں آ کر کہیں ایسی بات نہ کر بیٹھنا کہ تمہیں بھی ایسا ہی معاملہ پیش آ جائے جیسا قوم نوح کو یا قوم ہود کو یا قوم صالح کو پیش آ چکا ہے اور قوم لوط کا معاملہ تم سے کچھ دور نہیں اور دیکھو اللہ سے معافی مانگو اور اس کی طرف لوٹ جاؤ۔ میرا پروردگار بڑا ہی رحمت والا ہے، بڑی ہی محبت والا ہے۔

لوگوں نے کہا۔ ''اے شعیب علیہ السلام جو کچھ تم کہتے ہو اس میں اکثر باتیں ہماری سمجھ میں نہیں آتیں اور ہم دیکھ رہے ہیں کہ تم ہم لوگوں میں سے ایک کمزور آدمی ہو۔ شعیب علیہ السلام نے کہا کہ جو تم کرتے ہو میرے پروردگار کے احاطہ علم سے باہر نہیں۔ اے میری قوم کے لوگو! تم اپنی جگہ کام کیے جاؤ میں بھی اپنی جگہ سرگرم عمل ہوں۔ بہت جلد معلوم کر لو گے کہ کس پر عذاب آتا ہے جو اسے رسوا کرے گا اور کون فی الحقیقت جھوٹا ہے۔ انتظار کرو میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرتا ہوں اور پھر جب ہماری ٹھہرائی ہوئی بات کا وقت آ پہنچا تو ایسا ہوا کہ ہم نے شعیب علیہ السلام کو اور ان کو جو ان کے ساتھ ایمان لائے تھے اپنی رحمت سے بچا لیا اور جو لوگ ظالم تھے انہیں ایک سخت آواز نے آ پکڑا۔ بس جب صبح ہوئی تو اپنے اپنے گھروں میں اوندھے پڑے تھے۔''

☆......☆......☆

حضرت شعیب علیہ السلام عذاب آنے سے پہلے یہ کہتے ہوئے افسوس زدہ حالت میں چل دیے کہ اے قوم! بے شک میں نے تو اپنے رب کے پیغامات تم تک پہنچا دیے تھے اور میں نے تمہارے لیے بہت خیر خواہی کی مگر تم نے میری ایک نہ سنی اور جو مجھ پر واجب تھا میں نے پورا کیا۔ میں نے تمہاری ہدایت میں کوئی کسر نہ چھوڑی لیکن میری تمام کوششیں بیکار گئیں۔

پس جو ہوا سو ہوا۔ آج کے بعد میں تم پر افسوس نہیں کروں گا۔ اس لیے کہ تم نے ہی نصیحت کو ٹھکرا دیا تھا اور رسوائی کے دن سے بے خوف ہو گئے تھے۔

اپنی قوم کو چھوڑنے کے بعد حضرت شعیب علیہ السلام اپنے ساتھیوں کے ساتھ حضر موت کے قریب آ کر آباد ہو گئے تھے۔ یہاں ایک قبر ہے جو زیارت گاہ خواص وعوام ہے۔ وہاں کے باشندوں میں مشہور ہے کہ یہ حضرت شعیب علیہ السلام کی قبر ہے۔

حضر موت کے مشہور شہر ''شیون'' کے مغربی جانب ایک مقام ہے جس کو ''شیام'' کہتے ہیں۔ اس جگہ اگر کوئی مسافر وادی ابن علی کی راہ ہوتا ہوا شمال کی جانب چلے تو وادی کے بعد وہ جگہ آتی ہے جہاں یہ قبر ہے۔ یہاں مطلق کوئی آبادی نہیں۔ یہاں جو لوگ آتے ہیں وہ زیارت کے لیے آتے ہیں۔

وفات کے وقت آپ کی عمر مبارک 140 سال تھی۔ بعض مورخین نے 400 سال بھی درج کی ہے۔

قرآن پاک میں حضرت شعیب علیہ السلام کا ذکر مبارک سورۂ اعراف، ہود، شعرا اور سورۂ عنکبوت میں آیا ہے۔

آپ کو خطیب الانبیا کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔

☆......☆......☆

Marfat.com

حضرت یوشع علیہ السلام بن نون

حضرت موسیٰ علیہ السلام ابھی خیمہ اجتماع کے صحن تک بھی نہیں پہنچے تھے کہ خیمے کی چھت پر بادل کا ٹکڑا نمودار ہو گیا۔ حضرت یوشعؑ بن نون بھی آپؑ کے ہمراہ تھے۔

خیمہ اجتماع خدا کے جلال سے معمور ہو گیا اور پھر اس ستون ابر سے خدا نے کلام کیا۔

''تو (حضرت موسیٰ علیہ السلام) عباریم کے اس پہاڑ پر چڑھ کر اس ملک کو جو میں نے بنی اسرائیل کو عنایت کیا ہے، دیکھ لے اور جب تو اسے دیکھ لے گا تو تو بھی اپنے لوگوں میں اپنے بھائی ہارون (علیہ السلام) کی طرح جا ملے گا۔''

حضرت موسیٰؑ کو اشارہ مل چکا تھا کہ اپنی قوم میں ان کی مدت قیام ختم ہوئی۔ انہیں فکر ہوئی کہ ہولناک بیابانوں میں گھومتی ہوئی ان کی قوم کی رہنمائی اب کون کرے گا؟

آپؑ نے فرمایا۔ خداوند! میرے بعد تو کس کو مقرر کرنے والا ہے تاکہ خداوند کی جماعت ان بھیڑوں کے مانند نہ رہے جن کا کوئی چرواہا نہیں۔''

خدا نے کلام کیا۔'' تو نون کے بیٹے یوشع کو لے اس پر اپنا ہاتھ رکھ۔ کیونکہ اس شخص میں روح ہے اور اسے الیعزر کاہن اور ساری جماعت کے آگے کھڑا کر کے ان کی آنکھوں کے سامنے وصیت کر اور اپنے رعب و داب سے اسے بہرہ ور کر دے تاکہ بنی اسرائیل کی ساری جماعت اس کی فرماں برداری کرے۔ اسی کے کہنے سے بنی اسرائیل کی ساری جماعت کے لوگ نکلا کریں اور اسی کے کہنے سے لوٹا بھی کریں۔''

اس ہدایت کے بعد بادل کا یہ ٹکڑا اپنی جگہ سے ہٹ گیا اور آگے کی طرف بڑھنے لگا۔ یہ اس بات کا اشارہ تھا کہ اب کوچ کرنے کا وقت آ گیا ہے۔ حضرت موسیٰؑ کے حکم سے بنی اسرائیل نے کوچ کیا اور دریائے یردن کے پار موآب کے میدانوں میں یریحو کے مقابل خیمے کھڑے کیے۔ کیونکہ بادل کا ٹکڑا اسی جگہ آ کر ٹھہرا تھا۔

اب وقت آ گیا تھا کہ حضرت موسیٰؑ تمام بنی اسرائیل کو جمع کر کے اللہ کے اس کلام سے انہیں آگاہ کریں جو ان پر نازل ہوا تھا۔

خیمہ اجتماع ایستادہ کیا گیا اور تمام قوم کو کہلا بھیجا کہ خیمہ اجتماع میں آ کر خدا کا پیغام سنیں۔ اگر انہوں نے عمل کیا تو وہ بیابان کی ہولناکی سے نجات پائیں گے اور اس ارض مقدس تک پہنچیں گے جس کے لیے وہ چالیس سال سے بھٹک رہے ہیں۔

خیمہ اجتماع سفری یا نقل پذیر مقدس خیمہ تھا جو بنی اسرائیل کے بیابان میں بھٹکنے کے دوران عبادت اور قربانی وغیرہ کے سلسلے میں استعمال ہوتا تھا۔ جب خیمہ لگ چکا اور قوم کے چیدہ چیدہ افراد وہاں پہنچ گئے تو حضرت موسیٰؑ نے ان سے خطاب کیا۔

''میں تو آج کے دن ایک سو بیس برس کا ہوں۔ میں اب چل پھر نہیں سکتا اور خداوند نے مجھ سے کہا ہے کہ تو ان ملکوں تک نہیں جائے گا جو میں بنی اسرائیل کو دینے والا ہوں۔ سو تیرا خدا ہی تیرے آگے آگے جائے گا اور خداوند نے کہا ہے کہ یوشع تمہیں ان ملکوں تک لے جائے گا۔ سو تم اس کا کہنا ماننا اور اس کی فرماں برداری کرنا۔''

Marfat.com

اس کے بعد حضرت موسیٰؑ نے حضرت یوشع علیہ السلام کو اپنے پاس بلایا اور ان کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھا جیسا کہ خدا نے فرمایا تھا اور وصیت کی۔

''تو مضبوط ہو جا اور حوصلہ رکھ کیونکہ تو اس قوم کے ساتھ اس ملک میں جائے گا جس کو خداوند نے ان کے باپ دادا سے قسم کھا کر دینے کو کہا تھا۔ خداوند تیرے آگے آگے چلے گا۔ وہ تیرے ساتھ رہے گا وہ تجھ سے دست بردار ہوگا نہ تجھے چھوڑے گا۔ سو تو خوف نہ کر اور بے دل نہ ہو۔''

اچانک ایک تجلی نمودار ہوئی۔ ابر کے ستون سے اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ سے خطاب فرمایا۔ ''دیکھ تیرے مرنے کے دن آ گئے۔ دیکھ تو اپنے باپ دادا کے ساتھ سو جائے گا اور یوشع سے کہہ دے کہ مضبوط ہو جا اور حوصلہ رکھ کیونکہ بنی اسرائیل کو اس ملک میں لے جائے گا جس کی قسم میں نے ان سے کھائی تھی اور میں تیرے ساتھ ہوں۔''

اللہ تعالیٰ ایک وقفے کے بعد پھر مخاطب ہوا۔ ''اے موسیٰ ! تو اس کوہ عباریم پر چڑھ کر نبو کی چوٹی کو جا جو یریحو کے مقابل ملک موآب میں ہے اور کنعان کے ملک کو جسے میں میراث کے طور پر بنی اسرائیل کو دیتا ہوں، دیکھ لے اور اسی پہاڑ پر جا جہاں تو جائے وفات پا کر اپنے لوگوں میں شامل ہو۔''

توریت میں ہے۔ ''اور موسیٰ موآب کے میدانوں سے کوہ نبو کے اوپر پسگہ کی چوٹی پر چڑھ گیا اور خداوند نے جلعاد کا سارا ملک دان تک اور نفتالی کا سارا ملک اور افرائیم اور منسی کا ملک اور یہود کا سارا ملک پچھلے سمندر تک اور جنوب کا ملک اور یریحو کی وادی کا میدان ضعر تک اس کو دکھایا اور خداوند نے اس سے کہا، یہی وہ ملک ہے جس کی بابت میں نے ابرہام اور اضحٰق اور یعقوب سے قسم کھا کر کہا تھا کہ اسے میں تمہاری نسل کو دوں گا۔ تو اسے اپنی آنکھوں سے دیکھ لے پر تو اس پار وہاں جانے نہ پائے گا۔''

پس خداوند کے بندے موسیٰ نے خداوند کے کہے کے موافق وہیں موآب کے ملک میں وفات پائی۔''

☆......☆......☆

حضرت موسیٰؑ جب چار سو سالہ غلامی سے نجات دلا کر بنی اسرائیل کو مصر سے نکال لائے تھے اور سینا کی وادی میں تھے حضرت موسیٰؑ کو خدا کا حکم ہوا تھا کہ اپنی قوم سے کہو کہ ارض مقدس میں داخل ہوں اور وہاں کے جابر و ظالم حکمرانوں کو نکال کر عدل و انصاف کی زندگی بسر کریں۔ ہم وعدہ کرتے ہیں کہ فتح تمہاری ہوگی اور تمہارے ظالم دشمن ناکام ہوں گے۔

اس وقت بنی اسرائیل قادس کے مقام پر تھے جب حضرت موسیٰؑ نے خدا کے احکام کی بجا آوری کے لیے بارہ آدمیوں کو تفتیش حال کے لیے بھیجا۔ وہ فلسطین کے قریبی شہر اریحا میں داخل ہوئے اور تمام حالات کو بغور دیکھا۔ جب وہ واپس آئے تو حضرت موسیٰؑ کو بتایا کہ وہ بہت جسیم اور تن و توش کے زبردست ہیں اور قوی ہیکل ہیں۔

حضرت موسیٰؑ نے ان بارہ آدمیوں کو سمجھایا کہ وہ قوم کے سامنے ہرگز یہ نہ کہیں کیونکہ مسلسل غلامی کی وجہ سے قوم کے حوصلے پست ہو چکے ہیں، وہ خوف زدہ ہو چکے ہیں اور لڑنے سے گریز کریں گے۔

ان بارہ افراد میں حضرت یوشعؑ بن نون بھی تھے اور کالب بن یفنہ بھی۔ انہوں نے تو حضرت موسیٰؑ کے مشورے پر عمل کیا لیکن باقی حضرات نے اریحا کے باشندوں کی طاقت کا خوب بڑھا چڑھا کر ذکر کیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ جب حضرت موسیٰؑ نے ان سے کہا کہ تم اس بستی (اریحا) میں داخل ہو اور دشمن کا مقابلہ کرو کہ اللہ کا حکم یہی ہے۔ وہ ارض مقدس تمہارے حوالے کر دے گا تو انہوں نے بزدلی کا مظاہرہ کیا۔

''موسیٰ ! ہم کبھی اس شہر میں اس وقت تک داخل نہیں ہوں گے جب تک وہ (اس ملک کے باشندے) وہاں موجود ہیں۔ پس تو اور تیرا رب دونوں جاؤ اور ان سے لڑو۔ ہم تو یہیں بیٹھے ہیں۔''

یہ ایسا جواب تھا کہ اللہ کا غضب نازل ہونا لازمی تھا۔

Marfat.com

''موسیٰ ان کی نافرمانی کا تم پر کوئی بار نہیں۔ اب ہم نے ان کے لیے یہ سزا مقرر کردی ہے کہ یہ چالیس سال اسی میدان میں بھٹکتے پھریں گے اور ان کو ارضِ مقدس میں جانا نصیب نہ ہوگا۔''

یہ واقعہ مصر سے ہجرت کے دو سال بعد پیش آیا تھا۔ یہ قوم اللہ کے حکم سے ہولناک صحراؤں میں بھٹکتی پھر رہی تھی۔ حضرت موسیٰؑ ان کے ساتھ تھے اور انہیں بحیثیت قوم منظم کرنے میں کوشاں تھے۔ یہاں تک کہ چالیس سال کی سزا پوری ہوئی۔ حضرت موسیٰؑ ان کے درمیان سے ہٹ گئے اور حضرت یوشع بن نونؑ کی طرف نبوت نے رخ کیا۔

حضرت یوشع بن نونؑ کا تعلق حضرت یوسف علیہ السلام کی نسل سے تھا چنانچہ مورخین نے ان کا نسب نامہ اس طرح بیان کیا ہے۔

یوشع بن نون بن فراہیم بن یوسف بن یعقوب بن ابراہیمؑ۔

خدائے تعالیٰ کی کرشمہ سازیوں کا یہ عجیب مظاہرہ ہے کہ جس یوسف علیہ السلام کی بدولت کنعان کے ستر انسانوں پر مشتمل خاندان کنعان سے ہجرت کر کے مصر میں آباد ہوا تھا، آج اس کے پوتے یوشعؑ کی قیادت میں لاکھوں کی مردم شماری کا یہ خاندان پھر اپنے اجداد کے وطن کنعان میں داخل ہونے کی تیاری کر رہا تھا۔

منصب نبوت عطا ہوتے ہی کلام الٰہی نے حضرت یوشعؑ کا حصار کیا۔ وحی نازل ہوئی۔

''میرا بندہ موسیٰ مرگیا ہے سو اب اٹھ اور ان سب لوگوں کو ساتھ لے کر اسی یردن کے اس پار اس ملک میں جا جسے میں ان کو یعنی بنی اسرائیل کو دیتا ہوں۔ جس جس جگہ تمہارے پاؤں کا تلوا ٹکے اس کو جیسا میں نے موسیٰ سے کہا میں نے تم کو دیا ہے۔ بیابان اور اس لبنان سے لے کر بڑے دریائے فرات تک اور مغرب کی طرف بڑے سمندر تک تمہاری حد ہوگی۔ جیسے میں موسیٰ کے ساتھ تھا ویسا ہی تیرے ساتھ رہوں گا۔ سو مضبوط ہو جا اور نہایت دلیر ہو جا کہ احتیاط رکھ کر اس ساری شریعت پر عمل کر۔۔۔ جس کا حکم میرے بندے موسیٰ نے تجھ کو دیا۔ اس سے نہ دائیں مڑنا نہ بائیں تا کہ جہاں کہیں تو جائے تجھے خوب کامیابی حاصل ہو۔ خوف نہ کھا اور بے دل نہ ہو کیونکہ خداوند تیرا خدا جہاں جہاں تو جائے تیرے ساتھ رہے گا۔'' (توریت)

اس واضح ہدایت کے بعد اس میں کوئی شک نہیں رہ گیا تھا کہ یوشع بن نونؑ کی نبوت کا پہلا فریضہ یہ ہے کہ وہ بنی اسرائیل کو ارضِ مقدس تک لے جانے کا فرض انجام دیں۔ خدا نے بشارت دے دی تھی کہ فتح ان کی ہوگی لیکن انہیں اپنی قوم کو یہ بتانا بھی ضروری تھا کہ۔۔۔ خدا کے وعدے پر بھروسا کرتے ہوئے فتح پانے۔۔۔ کے لیے انسانی تدبیر کی بھی ضرورت ہے۔۔۔ جنگ جیتنے کے لیے بلند ہمتی کی بھی ضرورت ہوتی ہے۔ آپؑ نے بنی اسرائیل کے ہر قبیلے میں جا کر جہاد کے حق میں تبلیغ شروع کردی۔ انہیں ان کی بہادری کا احساس دلایا۔ وہ مصائب یاد دلائے جن کا سامنا وہ اب تک کرتے رہے تھے۔ ان کے سامنے اس ملک کی سرسبزی و شادابی کی تصویر کشی کی جو اللہ کے وعدے کے مطابق انہیں ملنے والا تھا۔

''اللہ نے وعدہ کیا ہے لیکن دشمن سے لڑنا تمہارا کام ہے۔ کیا تم یہ نہیں چاہو گے کہ تمہاری بیویاں اور بچے اور چوپائے اس ملک میں جا کر رہیں۔ اگر تمہیں وہاں جانا ہے تو ضروری ہے کہ مسلح ہو کر دشمن کے سامنے پہنچو اور اس کو للکارو۔ تمہارا دشمن بے شک زبردست ہے لیکن یاد رکھو اللہ تمہارے ساتھ ہے جو ان سے بھی زبردست ہے۔''

چالیس سال پہلے جب موسیٰ علیہ السلام نے اس قوم کو یہی دعوت دی تھی تو انہوں نے اس دعوت کو حقارت سے ٹھکرا دیا تھا لیکن اب وہی قوم تھی جو حضرت یوشع بن نونؑ سے کہہ رہی تھی۔

''جس جس بات کا تو نے ہم کو حکم دیا ہے ہم وہ سب کریں گے اور جہاں جہاں تو ہم کو بھیجے گا وہاں ہم جائیں گے۔'' انہوں نے یہ بھی عہد کیا۔ ''جو کوئی تیرے حکم کی مخالفت کرے، تیری بات نہ مانے وہ جان سے مارا جائے۔ فقط اتنا

Marfat.com

ہو کہ خداوند تیرا خدا جس طرح موسیٰؑ کے ساتھ رہتا تھا تیرے ساتھ بھی رہے۔'' (توریت)

اپنے وطن کے حصول کے لیے بے تاب قوم جنگ کی تیاری میں مشغول ہوگئی۔ تیسرے دن خیمے اکھڑ گئے خیمہ اجتماع کے تختے لادیوں نے سروں پر اٹھا لیے اور موسیٰؑ کا گیت گاتے ہوئے روانہ ہوئے۔

میں اپنے تیروں کو خون پلا پلا کر مست کر دوں گا
اور میری تلوار گوشت کھائے گی
وہ خون مقتولوں اور اسیروں کا
اور وہ گوشت دشمن کے سرداروں کے سر کا ہوگا۔ (توریت)

☆......☆......☆

حضرت یوشع علیہ السلام اس انوکھے لشکر کو لے کر چلتے رہے۔ ابر کا ٹکڑا آپؑ کے ساتھ ساتھ تھا جس طرح موسیٰؑ کی رہنمائی کیا کرتا تھا۔ اسے جہاں رکنا تھا وہیں اس لشکر کو رکنا تھا۔

بادل کا یہ ٹکڑا ایک مقام شطیم پر جا کر رک گیا۔ یہ یریحو (اریحا) کے بالکل سامنے تھا۔ اریحا شہر کنعان کا پہلا شہر تھا۔ یہ شہر اتنا اہم تھا کہ بڑی بڑی فصلیں قائم کی گئی تھیں جن پر پہرے دار موجود رہتے تھے۔ بیت ایل سکم اور یروشلم تک جانے کے لیے اس شہر پر قبضہ کرنا ضروری تھا لیکن یہ اتنا آسان بھی نہیں تھا۔ اس کی تجارتی اہمیت کی وجہ سے اس کی خوب حفاظت کی جاتی تھی۔ بنی اسرائیل اس شہر کے حفاظتی انتظامات، خفیہ راستوں اور باشندوں کی کیفیت سے بالکل واقف نہیں تھے۔ حضرت یوشع بن نون نے جنگی حکمت عملی اختیار کرتے ہوئے ضروری سمجھا کہ اپنا لشکر وہاں لے جانے سے پہلے کسی طرح وہاں کے حالات معلوم کر لیے جائیں۔ اس مقصد کے لیے انہوں نے دو آدمیوں کو چپکے سے جاسوس کے طور پر اریحا کی جانب روانہ کیا اور انہیں ہدایت کی کہ وہ کسی طرح شہر میں داخل ہوں اور ضروری معلومات حاصل کریں اور لوگوں کے بارے میں معلوم کریں کہ وہ بنی اسرائیل کے بارے میں کیا سوچتے ہیں؟

''ہم زیادہ سے زیادہ دو دن تمہارا انتظار کریں گے۔ اگر اس کے بعد بھی تم نہ آئے تو ہم شہر میں داخل ہو جائیں گے۔''

حضرت یوشعؑ کی طرف سے بھیجے گئے دونوں جاسوس دریا پار کر کے اریحا کی طرف بڑھنے لگے۔ شہر کا دروازہ کھلا ہوا تھا لیکن پہرے دار موجود تھے۔ فصیل پر بھی اور دروازے پر بھی۔ یہ دونوں شہر پناہ کے باہر ایک ٹیلے کے پیچھے چھپ گئے اور آپس میں مشورہ کرنے لگے کہ کس طرح اندر داخل ہوا جائے۔ اگر پکڑے گئے تو سارا منصوبہ دھرا کا دھرا رہ جائے گا۔ پھر آپس میں یہ طے ہوا کہ جب اندھیرا پھیلنے لگے اور شہر کا پھاٹک بند ہونے کا وقت آ جائے تو اندھیرے کا فائدہ اٹھا کر اندر پہنچا جائے۔ اس وقت پہرے دار تھکے ہوئے بھی ہوں گے اور جلدی میں بھی ہوں گے۔ قسمت نے یاوری کی تو ہم صحیح سلامت شہر میں داخل ہو جائیں گے۔

جب اندھیرا پاؤں پھیلانے کی تیاری کر رہا تھا۔ وہ دونوں ٹیلے کے عقب سے نکلے اور پھاٹک میں داخل ہو گئے۔ انہیں یوں لگا جیسے کوئی ان کا تعاقب کر رہا ہے لیکن وہ برابر آگے بڑھتے رہے اور قریبی گلی میں داخل ہو گئے۔ یہاں سے ایک اور گلی میں گئے اور واپس چلتے ہوئے اس مقام پر آ گئے جہاں سے وہ شہر میں داخل ہوئے تھے۔ جب انہیں یقین ہو گیا کہ تعاقب کرنے والے آگے بڑھ گئے ہوں گے تو وہ چلتے ہوئے فصیل شہر سے آگے بڑھ گئے۔ اب سوال یہ تھا کہ وہ رات کہاں گزاریں گے جب کہ انہیں یہ شک بھی ہو گیا تھا کہ انہیں دیکھ لیا گیا ہے۔ چلتے چلتے ان کی نظر ایک دروازے پر پڑی۔ یہ دروازہ چوپٹ کھلا ہوا تھا۔ ان میں سے ایک کو یہ دیکھ کر تعجب ہوا۔

''اتنی رات کو اس گھر کے دروازے کھلے ہوئے ہیں۔ شاید یہاں کوئی رہتا نہیں ہے؟''

Marfat.com

''یہ بات نہیں۔'' اس کے ساتھی نے کہا۔''یہ کسی طوائف کا گھر ہے۔ میں نے سنا ہے کہ اس شہر کی طوائفیں رات کے وقت اپنے دروازے کھلے رکھتی ہیں۔''

''پھر تو کام بن گیا۔'' پہلے ساتھی نے کہا۔

''وہ کیسے؟''

''ہم اس گھر میں رات گزار سکتے ہیں۔ گاہک بن کر جائیں گے اور صبح تک کے لیے محفوظ ہو جائیں گے۔''

وہ دونوں اس گھر میں داخل ہو گئے اور دروازہ اندر سے بند کر لیا۔ دروازہ بند کرتے ہی ایک عورت مسکراتے ہوئے ان کے سامنے آ گئی۔

''عجیب عورت ہو۔ رات کے وقت دروازہ کھلا رکھتی ہو۔''

''طوائف کے دروازے رات کو ہی تو کھلے ہوتے ہیں۔ تم بتاؤ کون ہو؟''

''عجیب طوائف ہو، گاہکوں سے ان کا نام پوچھتی ہو۔''

''اس لیے پوچھ رہی ہوں کہ تم مجھے اجنبی لگتے ہو۔''

''ہم تاجر ہیں۔ تو نے ٹھیک اندازہ لگایا۔ ہم اس شہر میں آج ہی آئے ہیں اور اب تیرے مہمان ہیں۔''

''اپنا مطلب نکالو اور یہاں سے چلتے بنو، میں کسی کو رات بھر کے لیے مہمان نہیں رکھتی۔'' اس طوائف نے کہا اور انہیں لے کر ایک کوٹھری کی طرف بڑھ گئی۔

اس گھر میں اور بھی کئی کمرے تھے۔ لگتا تھا وہ عورت یہاں اکیلی نہیں رہتی۔ اس کے گھر والے بھی اس کے ساتھ ہیں۔ وہ دونوں کوٹھری کی طرف بڑھ رہے تھے اور آپس میں باتیں بھی کرتے جا رہے تھے۔

''یہ عورت ہمیں گناہ گار سمجھ رہی ہے اور گناہ کے لیے لے جا رہی ہے۔ اب اس سے کس طرح پیچھا چھڑایا جائے؟''

''اسے کوٹھری میں پہنچنے دو پھر ہم اسے صاف بتا دیں گے کہ ہم کون ہیں۔''

''اس نے شور مچا دیا تو؟''

''اکیلی عورت ہے اور ہم دو ہیں۔ اس پر قابو پا لیں گے۔''

وہ دونوں کوٹھری میں پہنچے تو طوائف نے کوٹھری کے دروازے بند کر دیے اور ان کے قریب بیٹھ کر لگاوٹ کی باتیں کرنے لگی۔

''تو جانتی بھی ہے ہم کون ہیں؟''

''تم ہی نے تو کہا ہے، تم تاجر ہو۔''

''ہم تجھے اب بتاتے ہیں۔ ہم بنی اسرائیل کی طرف سے بھیجے ہوئے جاسوس ہیں۔''

''ایک طوائف کے گھر کی کیسی جاسوسی؟''

''ہم تیری جاسوسی کرنے نہیں آئے ہیں۔ ہم تو تیری قوم کے بارے میں جاننے کے لیے آئے ہیں۔ ہمیں شاید کسی نے دیکھ لیا ہے اس لیے چھپنے کے لیے تیرے گھر میں آ گئے۔''

''میں نے سنا ہے تم لوگ بہت وحشی اور خطرناک لوگ ہو۔''

''ہم جیسے بھی ہیں اس وقت تو ہمیں تو یہ بتا کہ تیرے گھر میں ہمارے چھپنے کے لیے جگہ ہے یا نہیں؟''

''چھپنے کی جگہ تو ہے لیکن میں کسی مصیبت میں کیوں پھنسوں۔ بادشاہ کے سپاہی تمہیں ڈھونڈ رہے ہوں گے۔ اگر تم یہاں سے پکڑے گئے تو میں بھی ماری جاؤں گی، جلدی سے میرا گھر خالی کرو۔''

''ٹھیک ہے، ہم تیرا گھر خالی کیے دیتے ہیں لیکن ہمارے نبی یوشعؑ بن نون نے قسم کھائی ہے کہ وہ اریحا کی اینٹ

Marfat.com

سے اینٹ بجادیں گے۔ ہم پکڑے گئے تب بھی حملہ تو ضرور ہوگا۔ ہمارے لشکر یہاں سے چھ میل کے فاصلے پر کھڑے ہیں۔ پس! اگر تو آج ہم سے آنکھ پھیرتی ہے تو کل ہم تیرے گھر کو اور تیرے گھر والوں کو سب سے پہلے نشانہ بنائیں گے اس لیے تو آج ہماری مدد کر اور ہماری وفاداریاں خرید لے۔''

وہ عورت ڈر گئی اور سوچنے لگی کہ انہیں کہاں چھپایا جائے۔ وہ انہیں لے کر چھت پر چلی گئی۔ چھت پر لکڑیوں کا انبار رکھا ہوا تھا۔

''تم ان لکڑیوں کو ہٹا کر ان کے پیچھے چھپ جاؤ۔ میں باقی لکڑیاں اس طرح چن دوں گی کہ تمہیں کوئی دیکھ نہیں سکے گا۔''

ان دونوں مردوں نے لکڑیاں ہٹائیں اور ایک کونے میں جگہ بنا کر بیٹھ گئے۔ اس طوائف نے لکڑیاں دوبارہ چن دیں اور اچھی طرح اطمینان کرلیا کہ وہ نظر تو نہیں آرہے ہیں۔

وہ اس کام سے فارغ ہو کر نیچے اتری ہی تھی کہ دروازے پر دستک ہوئی۔ طوائفوں کے دروازے جب رات کے وقت بند ہوتے تھے تو کوئی گاہک دستک نہیں دیتا تھا۔ بند دروازے کا مطلب ہوتا تھا، کوئی گاہک پہلے سے موجود ہے۔ اس وقت دستک ہوئی تو اس کا مطلب تھا کوئی غیر معمولی بات ہے۔ اس نے دروازہ کھول دیا۔ باہر بادشاہ کے سپاہی کھڑے تھے۔

اس طوائف کا نام راحب تھا لہٰذا سپاہیوں نے اس کا نام لے کر اسے مخاطب کیا۔ ''راحب! تو جانتی ہے، یہ ایک طوائف کا گھر ہے؟''

''مجھے معلوم ہے اس لیے کہ میں خود طوائف ہوں۔''

''رات کے وقت اپنے گھر کے دروازے بند کرنے کا مطلب سمجھتی ہے؟''

''یہ کہ اندر کسی مرد کو جو میرا گاہک ہو، موجود ہونا چاہیے اور یہاں موجود نہیں۔ دروازہ میں نے اس لیے بند کر دیا کہ میری طبیعت ٹھیک نہیں۔''

''بنی اسرائیل کے دو جاسوس شہر میں داخل ہوئے ہیں۔ بتانے والے بتارہے ہیں کہ وہ تیرے دروازے پر دیکھے گئے تھے۔ سچ بتا تو نے انہیں کہاں چھپا رکھا ہے؟''

''اچھا، تم ان دو آدمیوں کی بات کررہے ہو۔ انہوں نے اسی طرح دستک دی تھی جس طرح تم نے دی ہے۔ وہ میرے ساتھ رات بسر کرنا چاہتے تھے۔ لیکن میں نے ابھی تمہیں بتایا کہ میری طبیعت ٹھیک نہیں۔ میں نے ان سے بھی یہی کہا تھا اور وہ چلے گئے۔ مجھے کیا معلوم تھا کہ وہ جاسوس ہیں ورنہ میں انہیں گھر میں بلالیتی اور بادشاہ کو خبر کردیتی۔ وہ دونوں گرفتار ہوجاتے۔''

''تیرے خیال میں وہ کہاں گئے ہوں گے؟''

''یہ میں نہیں کہہ سکتی۔ اس وقت تک شہر کے دروازے کھلے ہوئے تھے۔ شاید وہ نکل گئے ہوں کیونکہ ان میں سے ایک کہہ رہا تھا۔ اب ہمیں واپس جانا ہوگا۔''

''ہمیں تیری بات کا یقین نہیں۔ تیرے گھر کی تلاشی لینی ہوگی۔''

''میں تمہیں کیسے روک سکتی ہوں۔ آؤ دیکھ لو۔''

ان سپاہیوں میں سے کچھ تو شہر کے دروازے کی طرف چلے گئے کہ وہاں تلاش کریں اور کچھ سپاہی راحب کے گھر میں داخل ہو کر تلاشی میں مصروف ہوگئے۔ انہوں نے چپا چپا دیکھ لیا۔ چھت پر بھی گئے لیکن وہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ لکڑیوں کے انبار میں کوئی چھپا ہوگا۔ مایوس ہو کر نیچے اتر آئے۔

Marfat.com

''تو ٹھیک کہتی تھی، یہاں کوئی نہیں ہے۔ شاید وہ شہر سے باہر نکل گئے۔''

ان سپاہیوں کے چلے جانے کے بعد راحب کچھ دیر انتظار کرتی رہی کہ کہیں وہ پھر لوٹ کر نہ آئیں۔ جب اسے یقین ہو گیا کہ اب وہ نہیں آئیں گے تو وہ چھت پر گئی اور آگے کی لکڑیاں ہٹا کر ان کو باہر نکال لائی۔

''بادشاہ کے سپاہی تمہیں ڈھونڈنے آئے تھے۔ میری عقل مندی سے تم بچ گئے۔ وہ تمہیں ڈھونڈ نہیں سکے اور واپس چلے گئے۔ اب تم بے فکر ہو جاؤ۔''

''راحب، تم نے طوائف ہوتے ہوئے اللہ کے نبی یوشعؑ بن نون کی مدد کی ہے۔ تمہیں اس کا ثواب ملے گا۔''

''تم ابھی محفوظ نہیں ہو۔ جب تک یہ معاملہ ٹھنڈا نہیں ہو جاتا تمہیں یہاں رہنا ہوگا۔ اگر اب تم پکڑے گئے تو ثابت ہو جائے گا کہ میں نے تمہیں پناہ دی تھی۔ قومی مجرم کو پناہ دینے والے کی سزا موت ہے۔''

''ہم تیرے پاس زیادہ نہیں رہ سکتے۔ آج ہی نکل جائیں گے۔''

''تم سمجھتے کیوں نہیں۔ دن کی روشنی میں تم ضرور پکڑے جاؤ گے۔ کل کی رات میں تمہیں بہ حفاظت نکال دوں گی۔''

اس دلیل نے ان دونوں کو قائل کر دیا اور وہ رکنے پر تیار ہو گئے۔ اب انہیں دوسرے دن کی رات کے آنے تک چھت پر ہی رہنا تھا۔ وہ لکڑیوں سے باہر آ گئے تھے لیکن چھت پر ہی تھے۔

دوپہر ہونے کو آئی تھی کہ وہ عورت ایک مرتبہ پھر اوپر آئی۔ وہ دونوں باہر تو نکل نہیں سکتے تھے۔ انہوں نے سوچا اب جو کچھ پوچھنا ہے اسی سے پوچھ لیا جائے۔

''دیکھ، ہم باہر تو اب نکل نہیں سکتے۔ کیا تو ہمیں چند باتیں بتا سکتی ہے تاکہ ہم اپنے پیغمبر کو جا کر بتا دیں اور اس سے یہی کہیں کہ ہم نے گھوم پھر کر معلوم کی ہیں۔''

''اگر مجھے کچھ معلوم ہوگا تو میں ضرور بتاؤں گی۔''

''کیا تم ہمیں بتا سکتی ہو یہاں فوج کتنی ہے اور تم لوگ لڑنے میں کیسے ہو۔ یہ بھی بتاؤ کہ یہاں کے لوگ اپنے بادشاہ سے خوش ہیں یا نہیں؟''

''فوج کا تو مجھے معلوم نہیں کہ کتنی ہے لیکن اتنا جانتی ہوں کہ ہماری قوم پر تم لوگوں کا رعب بہت ہے اور اب تو یہ سننے میں آ رہا ہے کہ حکمرانوں پر بھی دہشت طاری ہے۔''

''اس دہشت کی وجہ کیا ہے؟''

''ان حکمرانوں کو کہیں سے یہ معلوم ہو گیا کہ خداوند نے یہ ملک بنی اسرائیل کو دے دیا ہے۔ ہم نے یہ بھی سن لیا ہے کہ جب تم مصر سے نکلے تو خداوند نے تمہارے آگے بحرِ قلزم کے پانی کو سکھا دیا تھا۔ اب تم اریحا پر حملہ کرو گے تو بھی تمہارے موسیٰؑ کا خدا تمہارے ساتھ ہوگا۔''

''اب ایک بات اور بتاؤ تم سپاہیوں کو ہمارا نشان بتا بھی سکتی تھیں۔ پھر تم نے ایسا کیوں نہیں کیا؟''

''اس لیے کہ تمہاری قوم کی کامیابی یقینی ہے، اگر میں تمہیں گرفتار کرا بھی دیتی تو تم اس شہر کو فتح ضرور کرتے۔ فتح کے بعد جب لوٹ مار ہوتی تو سب سے زیادہ سزا کی مستحق میں ہوتی۔ اب کم از کم اتنا تو ہوگا کہ میں نے تم پر احسان کیا ہے، تمہاری قوم مجھ پر احسان کرے گی اور میری جان بچی رہے گی۔''

''ہماری قوم تمہارا احسان ہمیشہ یاد رکھے گی۔ اب تم یہ بتاؤ کہ تم ہم سے کیا چاہتی ہو؟''

''یہی کہ جب تمہاری فوج قتل و غارت گری کا بازار گرم کرے تو میں اس سے محفوظ رہوں۔ میرا مکان تمہارے عذاب سے بچا رہے۔''

''وہ تو ٹھیک ہے۔'' ان دونوں نے کہا۔ ''ہم لشکر میں جاتے ہی اپنے لوگوں کو تمہارے احسان کے بارے میں

Marfat.com

بتا دیں گے لیکن لڑائی کے ہنگامے میں ہمارے فوجی تمہارے مکان کو پہچانیں گے کیسے۔ مسئلہ تو یہ ہے۔''

یہ واقعی پیچیدہ معاملہ تھا۔ وہ تینوں دیر تک غور کرتے رہے کہ بنی اسرائیل جب شہر میں داخل ہوں گے تو راحب کے گھر کی شناخت کیسے کریں گے؟ آخر بڑے غور کے بعد ایک ترکیب سمجھ میں آئی۔

''میرے پاس ایک ترکیب ہے، تم اس پر عمل کرنا۔'' ان میں سے ایک نے کہا۔ ''جس روز ہماری فوجیں تیرے شہر میں داخل ہوں، تو اپنے گھر کی کھڑکیوں میں سرخ رنگ کی ڈوریاں باندھ لینا اور اپنے تمام رشتے داروں کو گھر میں بند رکھنا۔ جو گھر سے نکلے گا مارا جائے گا جو گھر میں رہے گا اس کی ذمے داری ہم پر ہوگی۔ ہمارے فوجی ان سرخ ڈوریوں کو دیکھ کر سمجھ لیں گے کہ یہ راحب کا گھر ہے اور ہاں، اس بات کا کسی سے ذکر نہ کرنا۔ ایسا نہ ہو کہ جب ہم داخل ہوں تو ہر گھر کی کھڑکیوں پر یہ ڈوریاں نظر آئیں۔''

یہ باتیں ہوتے ہوتے سورج ڈوب گیا۔ اب وقت ہو گیا تھا کہ وہ دونوں باہر نکلیں اور شہر سے نکلنے کی کوشش کریں لیکن راحب مخالفت کر رہی تھی۔ اس کا کہنا تھا ذرا اور رات ہو جائے۔

''اس وقت تک تو شہر کے دروازے بند ہو جائیں گے۔''

''تم دروازے سے جا بھی نہیں سکتے۔ دروازے بند ہونے دو پھر میں تمہیں بتاؤں گی کیا کرنا ہے۔ اس وقت تک پہرے دار بھی مطمئن ہو جائیں گے، ابھی تو وہ ایک ایک آدمی پر نظر رکھے ہوئے ہوں گے۔''

جب اندھیرا خوب پھیل گیا تو راحب نے ایک مضبوط رسا چھت کی کھڑکی سے باندھ کر نیچے لٹکا دیا اور پھر ان دونوں کو قریب بلایا۔

''تم اس رسے کے ذریعے نیچے اتر جاؤ۔ اس طرف کوئی گھر نہیں ہے صرف دیوار ہے۔ تم اس دیوار کے ساتھ ساتھ شمال کی طرف چلتے رہنا۔ جب دیوار ختم ہو جائے گی تو ایک پہاڑ آئے گا۔ اس پہاڑ پر چڑھ جانا اور پھر دوسری طرف اتر جانا۔ اگر تمہیں احساس ہو کہ کوئی پیچھا کر رہا ہے تو اسی پہاڑ پر چھپے رہنا ہے۔

ان دونوں جاسوسوں نے اس کی ہدایت کو اچھی طرح سنا اور رسے کی مدد سے نیچے اتر گئے۔ راحب کھڑکی میں سے دیکھ رہی تھی۔ جب اس نے دیکھ لیا کہ دونوں کے پاؤں زمین پر ٹک گئے ہیں تو اس نے رسا اوپر کھینچ لیا اور اسی رات سرخ سوت کی ڈوریاں اور سرخ کپڑے گھر کی کھڑکیوں سے باندھ دیے تاکہ حملے کے روز اس کے گھر کی شناخت ہو سکے۔

دونوں جاسوس دیوار کے ساتھ چپک چپک کر چلتے رہے۔ رات بھر چلنے کے بعد وہ پہاڑ آ گیا جس کے بارے میں راحب نے بتایا تھا مگر اب دن نکل آیا تھا اس لیے وہ دونوں پہاڑ کی اوٹ میں چھپ گئے۔ دن کی روشنی میں پہاڑ پر چڑھنا خطرے سے خالی نہیں تھا۔

دن کی دھوپ اندھیرے میں تبدیل ہوئی تو وہ پہاڑ پر چڑھے اور دوسری طرف اتر گئے اور یردن کی دوسری طرف اپنے لشکر کے ساتھ جا ملے۔

بنی اسرائیل شطیم کے مقام پر ٹھہرے ہوئے تھے۔ رات کا وقت تھا لیکن مشعلیں روشن نہیں تھیں۔ وہ نہیں چاہتے تھے کہ ان کے دشمنوں کو ان کی موجودگی کا احساس ہو۔ یہ دونوں جاسوس اندھیروں کو ٹٹولتے ہوئے حضرت یوشعؑ بن نون کی خدمت میں پہنچے اور تمام ماجرا کہہ سنایا۔ اس وعدے کا خاص طور پر ذکر کیا جو وہ راحب طوائف سے کر کے آئے تھے۔ یوشعؑ بن نون نے وعدہ کیا کہ راحب اور اس کے خاندان کی حفاظت کی جائے گی۔

دوسرے دن کا سورج طلوع ہوا تو حضرت یوشعؑ بن نون نے قوم سے خطاب کیا۔ جاسوسوں نے جو معلومات جمع کی تھیں، قوم کو ان سے آگاہ کیا اور کوچ کا حکم دیا۔

''تم اپنے آپ کو پاک کرو کیونکہ کل کے دن خداوند تمہارے درمیان عجیب و غریب کام کرے گا۔'' لوگوں کی سمجھ

Marfat.com

میں نہیں آ رہا تھا کہ عجیب وغریب کام سے ان کی کیا مراد ہے۔

بنی اسرائیل نے حکم ملتے ہی کوچ کی تیاریاں شروع کر دیں۔ جب تیاریاں مکمل ہوگئیں تو حضرت یوشعؑ نے کاہنوں کو حکم دیا کہ وہ تابوت سکینہ لے کر فوج کے آگے چلیں۔

تابوت سکینہ، ببول کی لکڑی سے بنایا ہوا ایک مستطیل صندوق تھا جو تقریباً چار فٹ لمبا، ڈھائی فٹ چوڑا اور ڈھائی فٹ اونچا تھا۔ اس صندوق پر سونا چڑھا ہوا تھا۔ چاروں کونوں پر چار سونے کے کڑے لگے ہوئے تھے جن میں کیکر کی لکڑی کی چوبیں ڈال کر اسے اٹھایا جاتا تھا۔ اسے عہد کا صندوق اور شہادت کا صندوق بھی کہا جاتا تھا۔ اس میں دس احکام کی تختیاں اور ''من'' (من وسلویٰ) سے بھرا ہوا مرتبان اور ہارون علیہ السلام کا عصا رکھا ہوا تھا۔ اس کے متعلق یہ روایت تھی کہ جب بنی اسرائیل اسے اپنے لشکر کے آگے رکھیں گے تو انہیں فتح نصیب ہوگی اور دوسرے معجزات ظہور میں آئیں گے۔

تابوت سکینہ کا ذکر قرآن نے بھی سورۂ بقر میں کیا ہے۔

''ایک صندوق کہ جس میں تمہارے رب کی طرف سے تسلی خاطر ہے اور ان میں سے کچھ بچی ہوئی چیزیں ہیں جو موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کی اولاد چھوڑ گئی تھی۔''

اب صورت حال یہ تھی کہ کاہن اس صندوق کو اٹھائے ہوئے آگے آگے چل رہے تھے اور کم از کم دو ہزار ہاتھ کے فاصلے سے حضرت یوشع علیہ السلام کی سربراہی میں لشکر چل رہا تھا۔ سفر کے دوران ہی حضرت یوشع علیہ السلام پر وحی نازل ہوئی۔

''آج کے دن سے میں تجھے سب اسرائیلیوں کے سامنے سرفراز کرنا شروع کروں گا تاکہ وہ جان لیں کہ جیسے میں موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ رہا ویسے ہی تیرے ساتھ رہوں گا۔''

جب یہ کاہن اور لشکر دریائے یردن (اردن) کے کنارے پہنچے تو سب ششدر رہ گئے۔ دریا کا پانی پوری آب و تاب سے بہہ رہا تھا۔ کاہن سوچ رہے تھے کہ یہاں آنے سے پہلے یہ تو سوچا ہی نہیں تھا کہ دریا کو پار کس طرح کیا جائے گا۔ حضرت یوشع علیہ السلام کی قوم بھی دم بخود کھڑی تھی کہ دریا پار کیسے ہوگا۔ بعض تو اسے حضرت یوشع علیہ السلام کی کوتاہی قرار دینے لگے تھے کہ یہاں آنے سے پہلے انہوں نے اس طرف توجہ کیوں نہیں کی۔

خدا نے حضرت یوشع علیہ السلام سے وعدہ کیا تھا کہ جیسے میں موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ رہا ویسے ہی تیرے ساتھ رہوں گا۔ اس وعدے کی تکمیل میں بھی وہی واقعہ پیش آیا جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ پیش آیا تھا۔ کاہنوں کے پاؤں جونہی ساحل کے بہتے پانی سے مس ہوئے پانی دو حصوں میں بٹ گیا۔ دونوں طرف پانی کی دیوار کھڑی ہوگئی اور درمیان میں رستہ بن گیا۔ یہ سب تابوت سکینہ کی برکت سے ہوا تھا اس لیے جو کاہن تابوت کو اٹھائے ہوئے تھے وہ بیچ دریا میں خشکی پر پاؤں رکھے کھڑے رہے۔ جب سارا لشکر دریا کے اس پار پہنچ گیا تو صندوق والے بھی دوسرے کنارے پر پہنچ گئے۔

بنی اسرائیل نے یہ ماجرا دیکھا تو انہیں یقین آ گیا کہ موسیٰ علیہ السلام کی روح یوشع علیہ السلام کے ساتھ ہے۔ خدا نے اپنا وعدہ پورا کر دیا تھا۔ خدا نے یوشع علیہ السلام سے کہا تھا، میں تیرے ساتھ اس طرح رہوں گا جس طرح موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ تھا۔

اریحا کے لوگوں کو معلوم ہوگیا تھا کہ بنی اسرائیل دریا پار کر چکے ہیں۔ انہوں نے دیکھ لیا تھا خداوند ان کے ساتھ ہے اس لیے دریا کے پانی نے ادھر ادھر تقسیم ہو کر انہیں راستہ دے دیا۔ اس واقعے سے ان پر اتنی ہیبت طاری ہوئی کہ باہر نکل کر مقابلہ کرنے کی ہمت ہی دم توڑ گئی۔ انہوں نے شہر پناہ کے دروازے مضبوطی سے بند کر لیے۔ اب نہ کوئی باہر سے اندر آ سکتا تھا نہ اندر سے باہر جا سکتا تھا۔

Marfat.com

بنی اسرائیل سخت پریشان تھے۔ وسیع و عریض فصیل ان کے سامنے تھی جس کے دروازے مضبوطی سے بند تھے۔ ایک مرتبہ پھر یہ قوم حضرت یوشع علیہ السلام کی طرف سے شک میں پڑ گئی۔ ہمیں اتنی دور لے آئے اور فصیل گرانے کی کوئی ترکیب ان کے پاس ہے نہیں۔

خدا سے اپنے نبی کی یہ بے بسی دیکھی نہیں گئی کلام الٰہی نے یوشع علیہ السلام کو مخاطب کیا۔

''تم سب جنگی مرد شہر کو گھیر لو اور ایک دفعہ اس کے چاروں طرف گشت کرو۔ چھ دن تک تم ایسا ہی کرو اور ساتویں دن تم شہر کے چاروں طرف سات بار گھومنا اور نرسنگیں پھونکنا۔ تب شہر کی دیوار گر جائے گی اور لوگ اپنے اپنے سامنے سیدھے چڑھ جائیں گے۔''

یوشع علیہ السلام نے لشکر کو ساتھ لیا اور فصیل کے گرد ایک چکر کاٹا۔ مقدس صندوق ان کے ساتھ تھا اور نرسنگیں پھونکتے جا رہے تھے۔

دوسرے دن اور پھر تیسرے دن، بنی اسرائیل اکتانے لگے تھے کہ یہ جنگ کا کون سا طریقہ ہے۔ اس طرح فصیل کیسے گرے گی، شاید یوشع علیہ السلام ہمیں بہلا رہے ہیں۔

چھ دن بعد جب ساتواں دن آیا تو حکم الٰہی کے مطابق یوشع علیہ السلام نے قوم سے کہا کہ وہ سات چکر کاٹیں اور زور زور سے نرسنگیں پھونکیں۔

بنی اسرائیل کے لشکر نے فصیل کے گرد چکر کاٹنے شروع کیے۔ ساتویں چکر کے بعد جب زور زور سے نرسنگے پھونکے گئے تو حضرت یوشعؑ نے کہا۔ ''اب دشمن کو للکارو۔'' قوم نے عمل کیا اور نعرے بلند کیے۔ کسی کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ یہ سب کیا ہو رہا ہے لیکن پھر انہوں نے دیکھا، مضبوط فصیل ریت کی دیوار کی طرح بیٹھ گئی۔ اب تو پوری قوم خوشی سے چیخنے لگی۔ حضرت یوشعؑ نے ایک مرتبہ پھر اپنی قوم کو مخاطب کیا۔

''یہ ملک خدا نے اپنی عنایت سے تمہیں دے دیا ہے۔ خدا کا شکر ادا کرنے والوں کی طرح درگاہ الٰہی میں جھکتے ہوئے اور توبہ استغفار کرتے ہوئے داخل ہونا تاکہ شکر گزار بندوں اور مغرور انسانوں میں امتیاز رہے لیکن فتح کا اشارہ ملتے ہی بنی اسرائیل کی سرشت غالب آ گئی۔ وہ شہر میں داخل ہوئے تو سرکش انسانوں کی طرح اکڑتے ہوئے چل رہے تھے۔

قرآن عزیز میں اس کو دو جگہ اختصار اور قدرے تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔

''اور جب ہم نے کہا اس بستی میں داخل ہو اور اپنی مرضی کے مطابق جو چاہو کھاؤ اور شہر کے دروازے میں نیاز مندی کے ساتھ جھکتے ہوئے داخل ہونا اور یہ کہتے ہوئے جانا۔ الٰہی ہماری خطاؤں کو معاف فرما۔ ہم تمہاری خطاؤں کو بخش دیں گے اور عنقریب نیکوکاروں کو اور زیادہ دیں گے۔ ظالموں نے اس قول کو جو ان سے کہا گیا تھا دوسرے قول میں بدل دیا۔ پس ہم نے ظالموں پر ان کی نافرمانی کی وجہ سے آسمان سے سخت عذاب بھیجا۔'' (سورۂ بقرہ)

''اور پھر ان سے کہا گیا تم اس بستی میں رہو اور جس طرح تمہارا جی چاہے کھاؤ پیو اور یہ کہتے ہوئے شہر میں جاؤ اے خدا! ہماری خطاؤں کو محو کر دے اور شہر میں نیاز مندی کے ساتھ جھکتے ہوئے سجدہ ریز ہو کر داخل ہو تو ہم تمہاری خطاؤں کو بخش دیں گے اور عنقریب نیکوکاروں کو زیادہ دیں گے۔ پس ظالموں نے اس قول کو جو ان کو بتایا گیا تھا دوسرے قول سے بدل ڈالا۔'' (سورۂ اعراف)۔

بخاری شریف کی ایک روایت میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بنی اسرائیل نے ''حطۃ'' کی جگہ ''حبۃ'' کہنا شروع کر دیا۔ یعنی یہ کہتے ہوئے داخل ہوئے کہ ہمیں بالیوں میں محفوظ دانوں کی ضرورت ہے۔ گویا انہوں نے حکم خداوندی کے ساتھ ٹھٹول کرنا شروع کر دیا اور سجدہ کرتے ہوئے داخل ہونے کے بجائے سرینوں کے بل (اکڑتے اور تھرکتے ہوئے) چل رہے تھے۔

Marfat.com

مفسرین کرام کے مطابق نافرمانی کا یہ فعل بنی اسرائیل کی پوری جماعت سے سرزد نہیں ہوا تھا بلکہ ان میں سے ایک جماعت وہ تھی جو خدا کے حکم کی فرماں بردار رہی اور جس نے تعمیل ارشاد میں حضرت یوشع علیہ السلام کا ساتھ دیا۔ (اس لیے آئندہ فتوحات ملتی رہیں)

حضرت یوشع علیہ السلام کو یاد تھا کہ راحب طوائف نے ان کے بھیجے ہوئے قاصدوں کو پناہ دی تھی اور قاصدوں نے اس سے عہد کیا تھا کہ فتح کے وقت اس کی حفاظت کی جائے گی چنانچہ آپؑ نے ان دونوں قاصدوں کو طلب کیا اور انہیں حکم دیا۔

''اس طوائف کے گھر جاؤ۔ اس عورت کو اور اس کے پاس جو کچھ ہے سب کو نکال لاؤ تاکہ جب میں شہر کی بربادی کے لیے قدم اٹھاؤں تو اسے کوئی گزند نہ پہنچے۔''

گھروں کے دروازے بدقسمتوں کی طرح بند تھے۔ راحب بھی دروازے بند کیے بیٹھی تھی اور غالباً سوچ رہی ہوگی کہ اس ہنگامے میں یوشعؑ کے بھیجے ہوئے آدمی اسے یاد بھی رکھتے ہیں یا نہیں۔ کسی نے دروازے پر دستک دی راحب کا دل زور سے دھڑکا۔ شاید بنی اسرائیل کے فوجی آ گئے۔ باہر لوٹ مار کا بازار گرم ہو چکا ہوگا اور اب میرے گھر کی باری ہے۔ دستک پھر ہوئی اور وہ دروازے کے قریب پہنچ گئی۔

''باہر کون ہے۔ اپنے نبی سے جا کر کہنا یہ راحب کا گھر ہے۔ وہی راحب جس نے یوشع علیہ السلام کے بھیجے ہوئے جاسوسوں کو پناہ دی تھی اور انہوں نے مجھے امان دی تھی۔''

''راحب دروازہ کھولو۔ ہم وہی ہیں جنہوں نے تمہارے گھر میں پناہ لی تھی۔''

''تم تو مجھے امان دے کر گئے تھے۔''

''ہم تمہیں امان دینے ہی تو آئے ہیں۔ دروازہ کھولو۔''

راحب نے دروازہ کھولا۔ باہر وہی دو مرد کھڑے تھے جنہیں اس نے اپنے گھر میں چھپایا تھا۔ اب ڈرنے کی کوئی بات نہیں تھی۔ اس نے اندر بلا لیا۔

''ہم تمہیں لینے آئے ہیں تاکہ تمہارے نکل جانے کے بعد شہر کو لوٹا جائے۔ جلدی کرو، جس کو ساتھ لینا چاہو لے لو۔''

سب تیار ہی بیٹھے تھے جو قیمتی سامان تھا وہ بھی بندھا رکھا تھا۔ راحب، اس کے ماں باپ اور بھائی اپنے اسباب کے ساتھ باہر نکلے اور ان دونوں مردوں کے ساتھ بنی اسرائیل کی خیمہ گاہ میں پہنچ گئے جہاں انہیں بحفاظت ٹھہرا دیا گیا۔

اس کام سے نمٹنے کے بعد شہر میں قتل عام شروع ہو گیا۔

توریت کے مطابق ''اور انہوں نے ان سب کو جو شہر میں تھے کیا مرد کیا عورت۔ کیا جوان کیا بڈھے، کیا بھیڑ کیا گدھے سب کو تلوار کی دھار سے بالکل نیست کر دیا۔''

صبح سے شام ہوئی تو شہر میں راحب اور اس کے خاندان کے سوا کوئی بھی زندہ نہ تھا۔ لوٹ مار میں جو چاندی، سونے، لوہے اور پیتل کے ظروف ہاتھ لگے وہ بیت المال میں جمع ہوئے کیونکہ حضرت یوشع علیہ السلام نے پہلے ہی کہہ دیا تھا۔

''اور تم بہرحال اپنے آپ کو مخصوص کی ہوئی چیزوں سے بچائے رکھنا۔ ایسا نہ ہو کہ ان کو مخصوص کرنے کے بعد تم کسی مخصوص چیز کو لو اور یوں اسرائیل کی خیمہ گاہ کو لعنتی کر ڈالو۔ سب چاندی اور سونا اور وہ برتن جو پیتل اور لوہے کے ہوں خداوند کے لیے مقدس ہیں۔ سو وہ خداوند کے خزانے میں داخل کیے جائیں۔''

جب اس شہر کو کئی دن کی لوٹ مار کے بعد اور گھروں کو آگ لگانے کے بعد کھنڈر میں تبدیل کر دیا گیا تو اس کے ملبے پر کھڑے ہو کر حضرت یوشع علیہ السلام نے فرمایا۔

Marfat.com

''جو شخص اٹھ کر اس شہر کو پھر بنائے وہ خداوند کے حضور ملعون ہو۔ وہ اپنے پہلوٹھے کو اس کی نیو ڈالتے وقت اور اپنے سب سے چھوٹے بیٹے کو اس کے پھاٹک لگواتے وقت کھو بیٹھے گا۔''

''کنعان (فلسطین) ملک تھا اور اس میں بہت سے شہر تھے۔ اریحا (یریحو) پہلا شہر تھا جس کو فتح کر لیا گیا تھا۔ اب آگے بڑھنا تھا۔

بیت ایل کی مشرقی سمت میں ایک شہر ''عی'' واقع تھا۔ یہ بہت چھوٹی آبادی کا شہر تھا اس لیے اسے فتح کرنے کے لیے حضرت یوشعؑ نے تین ہزار مردوں کو چڑھائی کے لیے بھیجا۔ یہ گئے تو بڑے طمطراق سے تھے لیکن اپنے 36 آدمی گنوا کر، پیٹھ دکھا کر بھاگ آئے۔ انہیں شرمناک شکست ہوئی۔ ''عی'' کے لوگ انہیں کھدیڑتے ہوئے بڑی دور تک آئے اور پھر لوٹ گئے۔

اریحا کی فتح کے بعد ملک کنعان پر ان کا رعب طاری ہو گیا تھا لیکن اس شکست نے یہ باور کرا دیا کہ بنی اسرائیل ناقابل شکست نہیں۔

حضرت یوشع علیہ السلام کو سخت حیرت ہوئی کہ خدا نے انہیں ملک دینے کا وعدہ کیا تھا پھر یہ شکست کیونکر ہوئی۔ اسی پریشانی کے عالم میں آپ سجدہ ریز ہوئے اور بارگاہ الٰہی میں عرض کیا۔

''اے مالک! اسرائیلیوں کے اپنے دشمنوں کے آگے پیٹھ پھیر دینے کے بعد میں کیا کہوں کیونکہ کنعانی یہ سن کر ہم کو گھیر لیں گے اور ہمارا نام زمین پر سے مٹا ڈالیں گے۔ پھر تو اپنے بزرگ کے نام کے لیے کیا کرے گا۔''

''آپؑ پریشانی کے عالم میں اپنے کپڑے چاک کرتے تھے اور آنسوؤں سے روتے تھے۔ غیرت خداوندی جوش میں آئی اور روح صادق نے کلام کیا۔

''اٹھ کھڑا ہو۔ تو کیوں سجدے میں پڑا ہے۔ اسرائیلیوں نے گناہ کیا اور انہوں نے اس عہد کو توڑا ہے جس کا میں نے حکم دیا تھا۔ ان میں سے ایک نے مخصوص کی ہوئی چیزوں میں چوری کی ہے اور ریاکاری سے اپنے اسباب میں اسے ملا بھی لیا۔ اس لیے بنی اسرائیل اپنے دشمنوں کے آگے ٹھہر نہیں سکتے۔ میں آگے کو تمہارے ساتھ نہیں رہوں گا جب تک یہ چوری پکڑی نہیں جاتی۔''

آپؑ کو غیبی اشارہ مل گیا کہ اسرائیلیوں کی بددیانتی کی سزا ہے جو انہیں ملی ہے۔ اب آپؑ کو صرف یہ معلوم کرنا تھا کہ چوری کس نے کی ہے تاکہ اس کو سزا دے کر سب کو پاک کر دیا جائے۔

صبح ہوتے ہی حضرت یوشعؑ نے اپنے جاسوسوں کو خاموشی سے ہر قبیلے کے پاس بھیج دیا تاکہ وہ تحقیق کر کے یہ بتائیں کہ کس قبیلے کا کون شخص اس بددیانتی کا مرتکب ہوا ہے۔ دوپہر نہیں گزری تھی کہ یہوداہ قبیلے کے عکن نامی شخص کو یوشع علیہ السلام کے سامنے پیش کر دیا گیا۔

''عکن، اب تو مجھے اپنی زبان سے بتا دے کہ تجھ پر جو الزام ہے کیا وہ درست ہے؟'' حضرت یوشعؑ نے پوچھا۔

''ہاں یہ درست ہے۔ میں نے خداوند اسرائیل کے خدا کا گناہ کیا ہے۔''

''اپنے گناہ کی نوعیت خود بتا۔''

''میں نے لوٹ کے مال سے بابل کی ایک نفیس چادر، دو سو مثقال چاندی اور پچاس مثقال سونا چرایا ہے۔''

''یہ سب چیزیں تو نے کہاں چھپائی ہیں۔ میرے سامنے پیش کر دے۔''

''میں نے ان چیزوں کو اپنے ڈیرے کی زمین پر چھپا دیا ہے۔''

حضرت یوشعؑ کے قاصد اس کے ڈیرے میں گئے اور تمام مال نکال کر لے آئے۔ اب کوئی شک نہیں رہ گیا کہ عکن ہی چور ہے۔

Marfat.com

''تو نے ہمیں دکھ دیا، خدا آج کے دن تجھے دے گا۔'' حضرت یوشعؑ نے دکھ بھری آواز میں کہا۔'' خدا کے حکم کے مطابق تجھے پتھروں سے مارا جائے گا۔''

''رحم، خداوند رحم، لالچ نے مجھے اندھا کر دیا تھا، مجھے معاف کر دو۔''

حضرت یوشعؑ کے حکم سے اسے سنگسار کر دیا گیا اور پھر اس کے اسباب سمیت اسے جلا دیا گیا کیونکہ خدا نے کہا تھا، جب کوئی مخصوص کی ہوئی چیز رکھتا ہوا پکڑا جائے۔ وہ اور جو کچھ اس کا ہو سب آگ سے جلا دیا جائے۔

اس قربانی کے بعد حضرت یوشعؑ نے اپنے لوگوں کو حکم دیا۔''اب تم ''عی'' پر حملہ کرو، تمہیں یقیناً فتح ہوگی۔ اس مرتبہ آپؑ نے گزشتہ طریقے کے برعکس، بنی اسرائیل کو اجازت دے دی کہ مویشی اور مال و اسباب اپنے لیے رکھ سکتے ہیں۔ اس مرتبہ آپؑ نے نئی حکمت عملی اختیار کی۔ اپنے لشکر کے ایک بڑے حصے کو مغرب کی سمت ایک وادی میں چھپا دیا اور خود شمال کی جانب سے صرف پانچ ہزار مردوں کو اپنے ساتھ لے کر ''عی'' شہر کے سامنے پہنچ گئے۔ عی کے بادشاہ نے دیکھا کہ صرف پانچ ہزار اسرائیلی حملہ آور ہوئے ہیں تو وہ ان سے لڑنے کے لیے باہر نکل آیا۔ حضرت یوشعؑ اس کی فوج سے لڑتے ہوئے پیچھے ہٹنے لگے اور یہ ظاہر کیا جیسے وہ پسپا ہو رہے ہیں اور پھر آپؑ کے حکم سے آپؑ کے لشکر نے فرار کا راستہ اختیار کیا۔ انہیں بھاگتے ہوئے دیکھ کر عی کے لشکر نے ان کا پیچھا کیا اور اسرائیلیوں کے ساتھ ساتھ لگے ہوئے دور تک چلے آئے۔ تیس ہزار اسرائیلی جنہیں حضرت یوشعؑ نے چھپا دیا تھا، کمین گاہ سے نکلے اور عی کے نہتے شہریوں پر ٹوٹ پڑے۔ شہر میں جتنے تھے سب قتل ہو گئے۔ اسرائیلیوں نے ان کے مویشی اور چوپائے لوٹ کر شہر کو آگ لگا دی۔

بادشاہ اپنے لشکریوں کے ساتھ حضرت یوشعؑ کے تعاقب میں تھا۔ اس نے جو پلٹ کر دیکھا تو اس کے شہر سے دھواں اٹھ رہا تھا۔ وہ بدحواس ہو کر واپس پلٹا لیکن بہت دیر ہو چکی تھی۔ وہ شمال اور مغرب دونوں جانب سے بنی اسرائیل کے درمیان گھر چکا تھا۔ اس کا پورا لشکر گاجر مولی کی طرح کٹ گیا اور بادشاہ زندہ گرفتار ہوا۔

حضرت یوشعؑ کے حکم سے بادشاہ کو ایک درخت پر پھانسی دے دی گئی۔ شہر میں کوئی باشندہ نہیں تھا جو زندہ بچا ہو۔ کوئی مکان نہیں تھا جو راکھ کا ڈھیر نہ بن گیا ہو۔

اس فتح کے بعد اسرائیلیوں نے کوہ عیبال پر ایک قربان گاہ بنائی تاکہ موسیٰ علیہ السلام کے حکم کے مطابق خداوند کے حضور قربانیاں چڑھائیں۔ یہاں یوشعؑ نے موسیٰؑ کی شریعت کی ایک نقل تیار کروائی۔ اسرائیل کے لوگوں کو دو حصوں میں تقسیم کیا۔ آدھی قوم کوہ عیبال کے سامنے اور آدھی قوم کوہ گرزیم کے سامنے کھڑی ہوئی۔ عہد کا صندوق ان کے سامنے تھا۔ اب حضرت موسیٰؑ کی شریعت پڑھ کر لوگوں کو سنائی گئی۔

جب شریعت کی یہ باتیں سن کر اسرائیلیوں کی ہمت خوب بڑھ گئی تو حضرت یوشع علیہ السلام نے جبعون شہر یاد دلایا جو یروشلم سے آٹھ میل شمال کی طرف واقع تھا اور فلسطین کے بڑے شہروں میں اس کا شمار ہوتا تھا۔

جنگ کی تیاریاں ہو رہی تھیں کہ کسی ملک کے سفیر بنی اسرائیل کے سرداروں سے آ کر ملے۔ ان کی حالت یہ تھی کہ ان کے جسم پر میلے کچیلے کپڑے تھے جو کئی جگہ سے پھٹ گئے تھے۔ پیروں میں ڈھول سے اٹے ہوئے جوتے تھے اور مرمت کیے ہوئے شراب کے مشکیزے اپنے گدھوں پر لادے ہوئے تھے۔ پھپھوندی لگی روٹیاں ان کے ساتھ تھیں۔

''تم لوگ کون ہو اور طویل ترین سفر کر کے ہم سے ملنے کیوں آئے ہو۔'' حضرت یوشعؑ نے پوچھا۔

''آپ ہماری حالت دیکھ رہے ہیں۔ ہمارا ملک یہاں سے بہت دور ہے۔ اتنا دور کہ یہاں تک آتے آتے ہماری روٹی کو پھپھوندی لگ گئی۔ ہم آپ سے صلح کا عہد باندھنے آئے ہیں۔''

''کس بات کا عہد؟''

''آپؑ کی بہادری کی شہرت دور دور تک ہے۔ آپؑ نے جس طرح اریحا اور عی کو تباہ کیا ہے اس سے ہمارے دل

Marfat.com

دہل گئے ہیں۔ آپؑ کی فتوحات کا سلسلہ جاری ہے۔ آپؑ یقیناً ہمارے شہروں کا بھی رخ کریں گے۔ ہم چاہتے ہیں آپؑ سے معاہدہ امن کرلیں۔ ہم آپؑ کے لیے اپنے شہر کے دروازے کھول دیں گے لیکن آپؑ بھی وعدہ کریں کہ ہمیں نقصان نہیں پہنچائیں گے۔"

"اگر تم ہمارے خادم بن کر رہو گے تو ہم وعدہ کرتے ہیں۔"

ان سے معاہدہ کرنے کے بعد بنی اسرائیل جعون کی طرف روانہ ہوئے۔ دیکھا کہ شہر کا پھاٹک کھلا پڑا ہے۔ فوج ہٹالی گئی ہے۔

بنی اسرائیل کے سردار اندر جاتے ہوئے ہچکچا رہے تھے کہ کہیں یہ بھی کوئی چال نہ ہو۔ کچھ دیر میں دیکھا کہ وہی سفیر دروازے سے باہر آ رہے ہیں جو پھٹے ہوئے کپڑوں میں اسرائیلیوں کی خیمہ گاہ میں آئے تھے۔

"تم تو وہی ہو جو میرے پاس معاہدہ کے لیے آئے تھے۔" حضرت یوشعؑ نے پوچھا۔

"ہاں ہم وہی ہیں اور اسی شہر کے باشندے ہیں اور وعدے کے مطابق آپؑ کے استقبال کے لیے حاضر ہیں۔"

"اس کا مطلب ہے تم نے جھوٹ بولا تھا کہ تم دور دراز کے ملک سے آئے ہو۔"

"اگر یہ جھوٹ نہ بولا ہوتا تو آج ہماری جان کیسے بچتی۔"

"اگر میں اس فریب دینے کے بدلے معاہدے کی پاسداری نہ کروں۔"

"یہ آپؑ کی شان سے بعید ہے کہ معاہدہ کر کے توڑ دیں۔"

اب یوشعؑ کو یاد آیا کہ ان لوگوں سے صلح کرتے وقت خدا کے احکامات سے ہدایات نہیں لی تھیں۔ خدا نے کبھی یہ نہیں کہا تھا کہ کسی سے صلح بھی کرنا۔"

حضرت یوشع علیہ السلام معاہدے سے مجبور تھے لیکن معاہدہ یہ تھا کہ آبادی کو قتل نہیں کریں گے اور لوٹ مار نہیں کریں گے اس کے علاوہ تو کچھ نہیں تھا۔

حضرت یوشع علیہ السلام نے اعلان کیا۔ "شہریو! تمہارے سفیروں نے دھوکے سے ہمارے غضب کو ٹھنڈا کر دیا ہے۔ اس لیے ہم تمہیں قتل تو نہیں کریں گے لیکن اس دھوکے کی وجہ سے تم لعنتی ٹھہرے ہو لہٰذا آج سے تم میں سے کوئی ایسا نہ ہوگا جو ہمارا غلام نہ ہو۔ تم ہمارے مذبح خانوں کو لکڑیاں فراہم کرو گے اور پانی بھرو گے۔ یہی تمہارا اور تمہاری نسلوں کا کام ہوگا۔"

یہاں قتل و غارت گری کا کوئی موقع نہیں تھا۔ پورا شہر مطیع و اطاعت گزار ہو چکا تھا۔ آپؑ نے وہاں سے کوچ کیا۔

جعون فلسطین کے بڑے شہروں میں سے تھا۔ جب اس نے اسرائیل کی اطاعت کر لی تو یروشلم کے بادشاہ کو فکر مند ہونا لازمی تھا۔ اس نے سوچا، بنی اسرائیل سے پہلے جعون کو سبق سکھایا جائے۔ اس نے پڑوسی بادشاہوں سے اپیل کی کہ وہ اس کا ساتھ دیں۔ اگر اسرائیلیوں کو نہ روکا گیا تو وہ پورے ملک فلسطین پر قابض ہو جائیں گے۔ پانچ بادشاہوں نے اس کا ساتھ دینے کا وعدہ کیا اور یہ پانچوں جعون کی طرف بڑھے کہ ان کی غداری کی سزا دی جائے۔

حضرت یوشعؑ راستے میں تھے کہ انہیں جعون کے قاصدوں نے روکا اور ان سے مدد کی درخواست کی۔

"جلد ہمارے پاس پہنچو اس لیے کہ سب اموری بادشاہ جو کوہستانی ملک میں رہتے ہیں۔ ہمارے خلاف اکٹھے ہوئے ہیں۔ حضرت یوشعؑ جس حال میں تھے اسی حال میں جعون کی طرف پلٹ گئے۔ پانچ بادشاہوں کی طاقت سامنے تھی اور بنی اسرائیل تنہا تھے لیکن ان کا خدا ان کے ساتھ تھا۔

خدا نے یوشع علیہ السلام کی ہمت بڑھائی۔ "ان سے نہ ڈر۔ اس لیے کہ میں نے ان کو تیرے ہاتھ میں کر دیا ہے۔"

میدان کارزار گرم ہوا تو معلوم ہوا یہ جنگ چند گھنٹوں کی نہیں اس میں کئی دن لگ سکتے ہیں۔ دوسرے دن یوم سبت

Marfat.com

(ہفتہ) تھا۔ اس دن بنی اسرائیل جنگ نہیں کر سکتے تھے۔ ایک دن کا وقفہ ملنے کے بعد اموریوں کو سنبھلنے کا موقع مل سکتا تھا۔ حضرت یوشعؑ اس جنگ کا فیصلہ فوری چاہتے تھے۔ حضرت یوشعؑ نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھا دیے۔

''اے اللہ! تو سورج کو جبعون پر ٹھہرا دے۔ جب تک میں جنگ نہ جیت لوں دن نہ ڈوبنے پائے۔ اپنے چاند کو حکم دے کہ وہ ادھر آنے سے رکا رہے۔''

یہ تاریخ کا طویل ترین دن تھا۔ سورج اپنی جگہ ٹھہرا رہا اور بنی اسرائیل جنگ کرتے رہے۔ لگتا تھا پورا دن گزر گیا جب کہ آدھا دن گزرا تھا۔ اموری بار بار سورج کی طرف دیکھتے تھے جو اپنی جگہ جما ہوا تھا۔ اس معجزے سے ان کے دلوں پر ہیبت طاری ہوگئی۔

اموریوں کے ہاتھوں سے تلواریں گرنے لگیں۔ ان کے تیر غلط نشانوں پر پہنچنے لگے بالآخر انہوں نے راہ فرار اختیار کی۔ آدھی سے زیادہ فوج کٹ چکی تھی باقی بھاگ کھڑے ہوئے۔ بنی اسرائیل ان کے تعاقب میں دوڑے۔ پانچوں اتحادی بادشاہ ایک غار میں چھپ گئے۔ کسی اسرائیلی نے انہیں دیکھ لیا اور غار پر بڑے بڑے پتھر رکھ کر اسے بند کر دیا۔

حضرت یوشعؑ نے حکم دیا کہ اپنے دشمن کا پیچھا کرنا۔ چن چن کر ایک ایک کو قتل کر دینا۔ ان میں سے کوئی اپنے شہر میں داخل نہ ہونے پائے۔ اسرائیلی ان کو قتل کرتے رہے یہاں تک کہ ایک ایک سپاہی مارا گیا۔ اس کے بعد انہوں نے غار کے پتھر ہٹائے اور پانچوں بادشاہوں کو زندہ گرفتار کر کے یوشع علیہ السلام کے سامنے پیش کر دیا۔ یوشع علیہ السلام نے انہیں پانچ درختوں پر پھانسی دی۔ ان کی لاشیں درختوں پر لٹکی ہوئی تھیں کہ سورج نے اپنا سفر شروع کیا۔

شام ہونے لگی تو ان کی لاشوں کو درختوں سے اتارا گیا اور یوشع علیہ السلام کے حکم سے ان سب کو اسی غار میں ڈال کر بڑے بڑے پتھروں سے اس غار کو ڈھانپ دیا۔

یہ غار جس میں ان بادشاہوں نے خود کو چھپایا تھا مقیدہ کے مقام پر تھا لہٰذا اب یوشع علیہ السلام کی عقیدہ طرف متوجہ ہوئے اور ایک معمولی سی لڑائی کے بعد اسے بھی سر کر لیا۔ اس شہر کا حال بھی وہی ہوا جو اس سے پہلے اریحا کا ہوا تھا۔ بادشاہ سمیت کوئی بھی اس شہر پر رونے والا باقی نہ بچا۔ قریب ہی لبناہ کا شہر آباد تھا۔ بنی اسرائیل کا لشکر اس پر بھی ٹوٹ پڑا۔ خداوند نے اس کو بھی اور اس کے بادشاہ کو بھی بنی اسرائیل کے ہاتھ میں کر دیا اور اس نے اسے اور اس کے بادشاہ کو تہہ تیغ کیا۔

اِن دونوں شہروں سے فارغ ہو کر یوشع علیہ السلام مضبوط اور قلعہ بند شہر لکیس کی طرف بڑھے۔ یہ شہر قلعہ بند تھا لہٰذا محاصرہ کرنا پڑا لیکن صرف دو دن کے محاصرے کے بعد اسرائیلیوں نے دروازے توڑ دیے اور اندر گھس گئے۔ اس شہر کا انجام بھی دوسرے کئی شہروں کی طرح ہوا۔

اس وقت خدا کی مدد اسرائیلیوں کو حاصل تھی۔ وہ شہر پر شہر فتح کرتے چلے جا رہے تھے۔ خدا نے وعدہ کیا تھا کہ یہ ملک میں تم کو دوں گا سو یہی ہوتا جا رہا تھا۔ حضرت موسیٰؑ کو کوہ عباریم پر جتنے علاقے دکھائے گئے تھے وہ یوشع علیہ السلام کے ہاتھوں فتح ہوتے جا رہے تھے۔

لکیس فتح ہونے کے بعد اسرائیلی دستوں نے عجلون کے سامنے پہنچ کر ڈیرے ڈال دیے۔ اس کے بعد مشرق میں حیرون کی طرف پیش قدمی کی اور نہایت آسانی سے اس پر قبضہ کر لیا۔ پھر یوشع علیہ السلام اور ان کے ساتھ سب اسرائیلی جنوب مغرب میں دبیر کی طرف گئے اور ان سے لڑے۔ یہاں بھی بادشاہ اور اس کی رعایا کو قتل کیا اور سب بستیوں کو فتح کر لیا۔

اب تمام ملک یعنی کوہستانی ملک اور جنوبی قطعہ اور نشیب کی زمین قادس سے لے کر غزہ تک اور جشن تک کا تمام جنوبی علاقہ اسرائیلیوں کے قبضے میں آ گیا۔

Marfat.com

اتنے میدان مارنے کے بعد بنی اسرائیل، حضرت یوشع علیہ السلام کی سربراہی میں جلجال اپنی خیمہ گاہ کی طرف لوٹ آئے۔ چار سو سال تک مصر میں غلامی کی زندگی بسر کرنے اور پھر چالیس سال تک صحرا میں بھٹکنے والی قوم اب ایک بڑے حصہ زمین کی مالک تھی۔ ان کی خیمہ گاہیں اب عزووقار کی آماج گاہیں تھیں۔

شمال و جنوب کے بہت سے علاقے فتح ہو چکے تھے لیکن یہ ملک اتنا بڑا تھا کہ بہت سے علاقے ابھی تک ان کے قدموں کی راہ تک رہے تھے۔ انہی میں ایک ''حضور'' بھی تھا۔ یہاں بادشاہ یابین حکومت کرتا تھا۔ فوجی لحاظ سے اس کا محل وقوع بہت اہم تھا۔ یہ شہر کلیل جھیل سے تقریباً پندرہ میل شمال اور دریائے یرون سے تقریباً پانچ میل مغرب میں واقع تھا۔ عظیم الشان قلعہ تھا جو پچیس ایکڑ رقبے پر پھیلا ہوا تھا اور تقریباً ایک سو تیس فٹ بلند تھا۔ بادشاہ کے پاس رتھوں کا ایک زبردست لشکر تھا اور اس وقت کسی کی طاقت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاتا تھا کہ اس کے پاس کتنے رتھ ہیں۔ اس پر مستزاد یہ کہ اس نے اردگرد کے تمام بادشاہوں کو اپنے پاس بلایا اور بنی اسرائیل کے خطرے سے آگاہ کیا۔

''بنی اسرائیل ایک ایسی طاقت بن کر ابھرے ہیں کہ اگر بروقت کاروائی کر کے ان کا سر نہیں کچلا تو وہ سیلاب کے پانی کی طرح ہمارے گھروں میں داخل ہو جائیں گے۔ انہوں نے بستیاں اجاڑ دی ہیں۔ جس طرف جاتے ہیں موت کا پروانہ لے کر جاتے ہیں۔ اریحا جیسے شہروں کو انہوں نے کھنڈر میں تبدیل کر دیا ہے۔ کیا ان کے خلاف لڑنے میں تم میری مدد نہیں کرو گے۔''

''ہمارا مفاد تو اسی میں ہے۔'' ان بادشاہوں نے کہا۔ ''انہیں نیست و نابود کرنا ہمارا بھی خواب ہے لیکن ایسا لگتا ہے اب انہیں زیر کرنا کسی کے بس میں نہیں بلکہ وہ تو کہتے ہیں یوشع براہ راست خدا سے خطاب کرتا ہے اور خدا انہیں ہدایات دیتا ہے اس لیے انہیں ہر جگہ کامیابی ہوتی ہے۔''

''یہ بھی یوشع کی ایک جنگی چال ہے۔'' حضور کے بادشاہ بین نے کہا۔ ''وہ اس طرح کی باتیں اس لیے کرتا ہے کہ اس کی قوم مایوس نہ ہونے پائے۔ یہ سوچ کر یوشع کی ہر بات مان لے کہ وہ جو کچھ کہہ رہا ہے خدا کے حکم سے کہہ رہا ہے۔ اب یہ اتفاق ہے کہ اسے فتح مل بھی جاتی ہے۔ ہر سپہ سالار کی زندگی میں بعض اوقات ایسے مواقع آتے ہیں کہ اس کی ہر حکمت کامیابی سے ہمکنار ہوتی ہے۔ یوشع بھی اسی دور سے گزر رہا ہے مگر میں اس کی ہر چال کو الٹ دوں گا۔''

''کیا آپ سمجھتے ہیں کہ آپ کے پاس اتنی طاقت ہے؟''

''میری طاقت تو آپ لوگ ہیں۔ میں نے میدان اور نشیب، شمال اور جنوب، مشرق اور مغرب میں جتنی قومیں آباد ہیں، سب کو بلوا لیا ہے۔ یہ اتنا بڑا اتحاد ہوگا کہ اگر ہم ہتھیاروں کے بغیر بھی بنی اسرائیل پر ٹوٹ پڑیں تو انہیں زیر کر لیں گے۔''

تمام موجودہ بادشاہوں نے اس کا ساتھ دینے کی ہامی بھر لی اور تیاری کے لیے اپنے علاقوں کو لوٹ گئے اور کئی مہینوں کی تیاری کے بعد رتھوں اور گھوڑوں کے ساتھ میروم کی جھیل پر جمع ہوئے۔ یہ انبوہ کثیر تعداد میں سمندر کے کنارے کی ریت کے مانند تھا۔ عقل یہ تسلیم کرنے کو تیار ہی نہیں تھی کہ یہ انبوہ کثیر کسی سے ٹکرائے اور فتح نہ ہو جب کہ ان کے مقابل بنی اسرائیل کے سورماؤں کی تعداد چالیس ہزار سے زیادہ نہیں تھی۔

حضرت یوشعؑ کو اس تیاری کی خبر ملی۔ یہ کوئی معمولی لشکر نہیں تھا جو بنی اسرائیل سے لڑنے کے لیے میروم کی جھیل پر اس طرح جمع ہوا تھا کہ جھیل چھپ گئی تھی۔ اس دشمن کی کوئی ایک قسم نہیں تھی۔ پورے ملک فلسطین میں جتنی اقوام تھیں سب نے اتحاد کر لیا تھا اور سب لڑنے کے لیے نکل آئے تھے۔ حضرت یوشعؑ نے اپنے لشکر کی طرف غور کیا تو خود میں لڑنے کی سکت نہ پائی تیں، چالیس ہزار کا لشکر اتنی بڑی فوج کا کیا مقابلہ کر سکتا تھا۔ اور ایسی فوج جس میں رتھ بھی شامل تھے۔ آپ تمام رات سجدے میں رہے اور خدا کو پکارتے رہے۔

Marfat.com

''خداوند! یہ تیرے بندے جنہوں نے غلامی سے نجات پائی۔ تیرے بندے موسیٰ نے اسے ایک ایسی قوم بنادیا جو صرف تیرے لیے مخصوص ہے۔ اسے اصنام پرستی سے نجات دلائی۔ اب یہ تیری عبادت کرتی ہے۔ تیرے بندے موسیٰ علیہ السلام نے اسے پاکیزہ زندگی کے قوانین سکھائے اور اب یہ انہی کو یاد کرتی ہے۔ جب یہ غلام تھے تو ان کے علاقوں پر دوسروں نے قبضہ جمالیا اور بت پرستی اختیار کرلی۔ تیری مہربانی ہوئی تو تو نے موسیٰ سے وعدہ کیا کہ وہ اس کی قوم کو اس کے علاقے واپس دلائے گا۔ انہیں ارض مقدس میں داخل کرے گا تاکہ وہ تیری عبادت کریں۔ تیرا شکر ادا کریں پھر تو نے ان فتوحات کا وسیلہ مجھے بنادیا۔ ہر ہر قدم پر تو میرے ساتھ رہا۔ ہم نے کئی گنا طاقت کے دشمن کو شکست دی۔

اے خدا! ایک مرتبہ پھر تمام اصنام پرستوں نے تیرے ماننے والوں کے خلاف اتحاد کرلیا ہے۔ یہ ''ایل دیوتا'' کو مانتے ہیں اور اسے خالق کہتے ہیں۔ یسیرت کو اس کی بیوی کہتے ہیں۔ بعل کی پوجا کرتے ہیں اور اسے خداوند کہتے ہیں۔ ''عنات'' کو جنگ کی دیوی کہتے ہیں۔ تیرا نام ان میں کہیں نہیں ہے۔ تیرا نام لینے والی ایک ہی قوم ہے۔ یہ بت پرست اسے بھی مٹادینا چاہتے ہیں۔

یہ اصنام پرست جمع ہوئے ہیں اور میں ان سے مقابلے کی سکت نہیں رکھتا تاوقتیکہ تو مجھے کوئی راہ نہ سجھائے اگر یہ جنگ ہم ہار گئے تو ہمارا رعب جاتا رہے گا اور جو علاقے ہمیں مل گئے ہیں وہ بھی ہاتھ سے جاتے رہیں گے تو ہماری مدد کو پہنچ۔''

اللہ نے یہ دعا سنی اور یوشعؑ کے پاس وحی بھیجی۔ ''ان سے نہ ڈر کیونکہ کل اسی وقت میں ان سب اسرائیلیوں کے سامنے مار کر ڈال دوں گا نہ تو ان کے گھوڑوں کی کونچیں کاٹ ڈالنا اور ان کے رتھوں کو آگ سے جلا دینا۔''

یوشعؑ کو وحی کے ان الفاظ سے تسلی ہوئی اور انہیں یقین ہوا کہ جس طرح اب تک فتوحات ملتی رہی ہیں، اس معرکے میں بھی انہیں کامیابی حاصل ہوگی۔

آپؑ نے اسی وقت لشکر کے بیچ پہنچ کر وہ سب باتیں اپنے لوگوں تک پہنچائیں جو خدا نے ان تک پہنچائی تھیں تاکہ ان کا حوصلہ بڑھے کیونکہ حضور کے بادشاہ یابین کی زبردست تیاریاں دیکھ کر ان کے حوصلے پست ہو رہے تھے۔ انہوں نے قوم کو مخاطب کیا۔

''اللہ نے تمام قوموں میں تمہیں منتخب کرلیا ہے۔ اسی لیے اس نے تم پر فتح کے دروازے کھول دیے ہیں۔ وہ ہر محاذ پر تمہاری مدد کے لیے تمہارے ساتھ ہوتا ہے۔ یاد کرو جب ہم جبعون میں پانچ بادشاہوں کے اتحاد سے لڑ رہے تھے تو خدا نے سورج کو ٹھہرا دیا تھا اور دن لمبا کردیا تھا تاکہ ہم اچھی طرح دشمن سے جنگ کرسکیں۔ پھر اس نے ہمیں فتح بخشی تھی اور وہ دن بھی یاد کرو جب اریحا کے محاصرے کے وقت شہر کی دیوار خود بخود گر گئی تھی۔ سو یہ دیوار خود بخود نہیں گر گئی تھی بلکہ یہ ایک معجزہ تھا جو خدا نے تمہیں دکھایا تھا کیونکہ وہ تمہیں سرفراز کرنا چاہتا تھا۔

تمہارے خدا نے تم سے کہا ہے کہ اگر تو خدا کے حکموں کو مانے اور اس کی راہوں پر چلے تو خداوند اپنی اس قسم کے مطابق جو اس نے تجھ سے کھائی تجھ کو اپنی پاک قوم بنا کر قائم رکھے گا اور دنیا کی سب قومیں یہ دیکھ کر کہ تو خداوند کے نام سے کہلاتا ہے تجھ سے ڈر جائیں گی اور جس ملک کو تجھ کو دینے کی قسم خداوند نے تیرے باپ دادا سے کھائی تھی اس میں خداوند تیری اولاد کو اور تیرے بچوں کو تیرے چوپایوں کے بچوں اور تیری زمین کی پیداوار کو خوب بڑھا کر تجھ کو برومند کرے گا اور خداوند تجھ کو دم نہیں بلکہ سر ٹھہرائے گا اور تم پست نہیں بلکہ سرفراز ہی رہو گے۔

اے میرے لوگو! یہ سب کچھ ہوگا لیکن اس وقت کہ خدا نے جو باتیں موسیٰؑ کے ذریعے تم تک پہنچائی ہیں تم ان پر احتیاط سے عمل کرو، اگر نہیں کرو گے تو لعنتی ٹھہرو گے۔

اب تم موسیٰؑ کی شریعت کو مضبوطی سے پکڑے رہو اور اپنے دشمن سے لڑنے کے لیے نکلو اور اس شان سے نکلو کہ

Marfat.com

تمہیں دیکھ کر دشمن کا کلیجہ پھٹ جائے۔ دشمن تعداد میں ریت کے ذروں کی طرح ہے لیکن خدا اپنے وعدے کے مطابق تمہیں نصرت عطا کرے گا۔''

بنی اسرائیل پر دشمن کی طاقت کا رعب طاری ہو چکا تھا لیکن یوشع علیہ السلام کی اس طویل تقریر نے ان کے حوصلے بڑھا دیے۔ ان میں سے جو بزدلی دکھا رہے تھے وہ بھی توانا ہو گئے۔ خیمہ گاہ سے باہر نکلے۔ حضرت یوشعؑ نے لشکروں کی صف بندی پہلے ہی کر دی تھی۔ ترتیب سمجھا دی تھی کس کے بعد کون نکلے گا۔ بارہ قبیلوں کے بارہ سردار اپنے اپنے لشکر کے ساتھ تیار کھڑے تھے۔

سب سے پہلے بنی یہوداہ کے لشکر کا جھنڈا روانہ ہوا۔ ان کے لشکر کا سردار غسون نامی تھا۔ پھر روبن کے لشکر کا جھنڈا آگے بڑھا۔ شمعون کا لشکر نکلا۔ پھر بنی افرائیم آگے بڑھے۔ اسی طرح باقی لشکر آتے رہے۔ عہد کا صندوق حسب روایت آگے آگے تھا۔ جسے چار کاہن اپنے کاندھوں پر اٹھائے ہوئے تھے۔ ان سب کے ہونٹوں پر موسیٰؑ کا گیت تھا۔

میں خداوند کی ثنا گاؤں گا کیونکہ وہ جلال کے ساتھ
فتح مند ہوا
اس نے گھوڑے کو سوار سمیت سمندر میں ڈال دیا
خداوند میرا زور اور راگ ہے
وہی میری نجات بھی ٹھہرا
وہ میرا خدا ہے میں اس کی بڑائی کروں گا
وہ میرے باپ کا خدا ہے۔ میں اس کی بزرگی کروں گا
فرعون کے رتھوں اور لشکر کو اس نے سمندر میں
ڈال دیا اور اس کے چیدہ سردار بحر قلزم میں
غرق ہوئے
تو اپنی عظمت کے زور سے اپنے مخالفوں کو تہ و بالا
کرتا ہے
ان کی تباہی سے میرا کلیجہ ٹھنڈا ہو گا
میں اپنی تلوار کھینچ کر اپنے ہی ہاتھ سے ان کو ہلاک
کروں گا۔

☆......☆......☆

یہ لشکر میروم کی جھیل کے قریب پہنچا تو یابین کے لشکر کی تعداد دیکھ کر دنگ رہ گیا تھا۔ یہ معلوم ہوتا تھا کہ ملک فلسطین میں کوئی باقی نہیں بچا ہے جو یہاں نہ آ گیا ہو۔ اسرائیلیوں نے کچھ فاصلے پر ڈیرے ڈالے اور صبح ہونے کا انتظار کرنے لگے۔ حضرت یوشع علیہ السلام انہیں بار بار تلقین کر رہے تھے کہ دشمن کی تعداد سے ہرگز خوفزدہ نہ ہوں۔ خدا کی وعید یاد دلا رہے تھے جس کے مطابق یہ ملک انہیں دے دیا گیا تھا۔

''یہ جنگ تو محض حجت ہے اور تمہارا امتحان ہے ورنہ فتح کا فیصلہ تو آسمانوں میں ہو چکا۔''

صبح ہوئی اور جنگ کے آغاز کے لیے دونوں لشکر آمنے سامنے آئے تو یوں لگتا تھا دونوں کا کوئی مقابلہ ہی نہیں۔ ایک طرف پانچ بادشاہوں اور تمام اقوام کی طاقت دوسری طرف صرف چالیس ہزار نفوس یہ افراد وہ تھے جنہیں مسلسل کامیابیوں نے حوصلہ مند بنا دیا تھا۔ بنی اسرائیل کو دوپہر تک یہ اندازہ ہو گیا کہ اس لشکر جرار کو شکست دینا ناممکن نہیں ہے لیکن سپاہی

Marfat.com

اتنی بڑی تعداد میں ہیں کہ ایک تلوار کا زخم کھا کر نیچے گرتا ہے تو دس اس کے پیچھے آ جاتے ہیں۔
میروم جھیل کے کنارے گھمسان کا رن پڑا ہوا تھا۔ دشمن کے پاؤں اکھڑنے لگے تھے لیکن اندھیرا پھیلنے لگا تھا لہٰذا جنگ رک گئی اور فوجیں اپنے اپنے مقام پر واپس آ گئیں۔
بنی اسرائیل کے دلوں میں جو خوف بیٹھا ہوا تھا وہ نکل گیا۔ یہ صاف نظر آنے لگا کہ کل کا دن اس معرکے کا فیصلہ کن دن ہوگا۔ اسرائیلیوں نے یابین کے سپاہیوں کی آنکھوں میں مایوسی کی تحریر پڑھ لی تھی۔ یہ مایوسی اگر پھیلتی تو شکست یقینی ہے۔
دوسرے دن سورج طلوع ہوتے ہی بنی اسرائیل اتنے اچانک ان پر جھپٹے کہ دشمن کی بدحواساتی فوراً ظاہر ہوگئی۔
حضرت یوشع علیہ السلام نے حکم خداوندی کے مطابق بنی اسرائیل کو حکم دیا کہ ان کے گھوڑوں کی کونچیں کاٹ ڈالیں۔ پھر ان کے رتھوں کو جلانا شروع کر دیا۔ خدا کی طرف سے ان پر ایسی ہیبت طاری ہوئی کہ ان کے قدم اکھڑ گئے۔ اسی وقت ایک تیر نے بادشاہ یابین کے گلے میں چھید کر دیا۔ وہ اپنے رتھ میں اوندھے منہ گر پڑا۔ اس کے لشکر میں جونہی یہ خبر پھیلی سب کے پاؤں اکھڑ گئے۔ جس کا جس طرف منہ اٹھا بھاگ کھڑا ہوا۔ اسرائیلی فوج انہیں مارتی ہوئی مصفاہ کی وادی تک پہنچ گئی۔ چاروں طرف سے گھیر کر ان کا قتل عام شروع کر دیا یہاں تک کہ ان میں سے ایک کو بھی زندہ نہ چھوڑا۔ پھر یہ لشکر حضور کی طرف لوٹا۔ جتنے لوگ وہاں تھے سب کو تہ تیغ کر ڈالا اور اس شہر کو آگ لگا دی۔
جن بادشاہوں کو یابین نے اپنے ساتھ ملایا تھا وہ اپنے اپنے شہروں میں چلے گئے تھے۔ حضرت یوشع علیہ السلام نے ان شہروں کے سب بادشاہوں کو قتل کیا اور شہروں کو لوٹا لیکن جو شہر اپنے ٹیلوں پر بنے ہوئے تھے ان میں سے کسی کو اسرائیلیوں نے نہیں جلایا کیونکہ حضرت موسیٰؑ نے یہی حکم دیا تھا۔ تمام مال غنیمت اور چوپایوں کو اپنے لیے لوٹ میں لے لیا کیونکہ اب اس کی اجازت مل چکی تھی۔
اب کوئی قابل ذکر علاقہ ایسا نہیں تھا جو حضرت یوشع علیہ السلام نے فتح نہ کر لیا ہو۔ ان سب علاقوں کو سوائے جبعون کے بنی اسرائیل نے بزور شمشیر حاصل کیا اور کسی سے صلح نہیں کی۔
''کیونکہ یہ خداوند ہی کی طرف سے تھا کہ وہ ان کے دلوں کو ایسا سخت کر دے کہ وہ جنگ میں اسرائیل کا مقابلہ کریں تاکہ وہ ان کو نیست و نابود کر دے۔''
کنعان جیسے بڑے ملک کو صرف سات سال کے عرصے میں فتح کر لیا گیا اور ان ہنگامہ پرور سالوں میں اکتیس بادشاہوں کو شکست سے دوچار کیا گیا۔ اس ملک میں قدم قدم پر شہری ریاستیں تھیں اور ہر ایک کا بادشاہ الگ تھا۔ ان میں اتحاد کا فقدان تھا اس لیے بنی اسرائیل کو ان چھوٹے چھوٹے علاقوں کو شکست دینا آسان ہوگیا تھا۔
بعض علاقے اب بھی فتح نہیں ہوئے تھے لیکن وہ اس حد تک مطیع ہو گئے تھے اور اسرائیلیوں کا رعب اتنا ہوگیا تھا کہ امن کے زمانے میں اسرائیلیوں کو یہاں سکونت اختیار کرنے میں کبھی کوئی قابل ذکر مشکل پیش نہیں آئی۔

☆......☆......☆

بڑے بڑے بادشاہوں کو شکست ہو چکی تھی اور امن و سلامتی کا دور دورہ تھا مگر پھر بھی کچھ ایسے تھے جن پر اسرائیلی تسلط نہیں تھا۔ حضرت یوشع علیہ السلام نے حساب لگایا تو بہت بڑا علاقہ اب بھی باقی تھا لیکن جو علاقے فتح ہو گئے تھے ان پر حکومت قائم کرنے میں دیر بھی نہیں کی جا سکتی تھی۔ اب حضرت یوشع علیہ السلام بوڑھے بھی بہت ہو چکے تھے لیکن اس کے باوجود اپنے بارہ سرداروں کو طلب کیا اور ان سے مشورہ کیا۔
''ہم چاہتے ہیں جو علاقے اب بھی تمہاری تلواروں سے محفوظ ہیں، انہیں بھی فتح کر لیا جائے کیونکہ وہ علاقے بھی خداوند نے ہمیں دے دیے ہیں۔''

Marfat.com

''وہ علاقے اتنی دور ہیں کہ مزید کئی سال لگ سکتے ہیں۔''

''کیا تم تھک گئے ہو۔ ہم تو جو کچھ کر رہے ہیں، خدا کے حکم کے مطابق کر رہے ہیں۔''

''بات ہمارے تھکنے کی نہیں ہے۔ ہم تو یہ سوچ رہے ہیں کہ اس عرصے میں اگر آپؑ بھی موسیٰؑ کی طرح ہم سے بچھڑ گئے تو بنی اسرائیل کے تمام قبیلے ان علاقوں کے حصول کے لیے آپس میں لڑ مریں گے۔ اس لیے بہتر یہی ہے کہ جو مقبوضہ علاقے ہیں انہیں آپؑ اپنے حکم سے ان قبائل کو تقسیم کر دیں۔''

''اور جو علاقے بعد میں فتح ہوں گے؟''

''ان کی تقسیم بعد میں ہو سکتی ہے۔''

ان سرداروں کی باتیں نہایت معقول تھیں لیکن یوشع علیہ السلام تو وہ کرتے تھے جس کا حکم انہیں خدا کی طرف سے ملتا تھا اور ابھی تک کوئی واضح حکم نہیں ملا تھا۔ آپؑ تذبذب میں تھے اس لیے سرداروں کو رخصت کر دیا اور خود خدا کی ہدایت کا انتظار فرمانے لگے آپؑ کو زیادہ انتظار نہیں کرنا پڑا۔ وحی نازل ہوئی۔

''تو عمر رسیدہ ہے اور قبضہ کرنے کو ابھی بھی بہت ملک باقی ہے (ممکن ہے تیری عمر وفا نہ کرے) جو ملک باقی ہے اسے میں بنی اسرائیل کے سامنے سے نکال ڈالوں گا۔ تو فقط جیسا میں نے تجھے حکم دیا ہے میراث پر اسرائیلیوں کو تقسیم کر دے اور منسی کے آدھے قبیلے کو میراث کے طور پر بانٹ دے۔'' آدھے قبیلے کو اس لیے کہا گیا کہ آدھے قبیلے موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں یردن کے مشرق کے علاقے میں مل چکے تھے۔

جب اس احوال کی شہرت ہوئی تو حضرت یوشع علیہ السلام وراثت کی تقسیم کرنے والے ہیں تو ایک روز کالب بن یفنہ آپؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ یہ وہی کالب بن یفنہ تھے جو ان بارہ آدمیوں میں شامل تھے جنہیں حضرت موسیٰؑ نے قادس سے اریحا اس غرض سے بھیجا تھا کہ وہاں جا کر وہاں کے حالات معلوم کر کے لائیں۔ حضرت یوشع علیہ السلام بھی اس وفد میں شامل تھے۔ جب یہ لوگ واپس آئے تھے تو حضرت موسیٰؑ نے اس وفد سے فرمایا تھا کہ جو کچھ وہاں دیکھ کر آئے ہو قوم کے سامنے بیان نہ کرنا۔ حضرت یوشع علیہ السلام اور کالب بن یفنہ نے تو حضرت موسیٰؑ کے حکم پر عمل کیا تھا لیکن باقی دس نے قوم کو سب کچھ بڑھا چڑھا کر بتا دیا تھا اور ان پر عذاب ٹوٹا تھا۔ کالب بن یفنہ اس وقت وہی زمانہ یاد دلانے آئے تھے۔

''کہو کالب کیسے آنا ہوگیا؟''

''میں آپؑ کا ایک قول یاد دلانے آیا ہوں کہ شاید آپؑ اسے پورا کریں اور موسیٰؑ کے آگے سرخرو ہوں گے۔''

''کالب تم کس قول کی بات کر رہے ہو؟''

''یاد کرو، موسیٰؑ نے میرے بارے میں کیا کہا تھا؟''

''کالب، دیکھ میں بوڑھا ہو گیا ہوں۔ مجھے کچھ یاد نہیں رہتا۔''

''جب خداوند کے بندے موسیٰؑ نے قادس سے مجھ کو اریحا کا حال دریافت کرنے کے لیے بھیجا تھا۔ میں نے اس کو وہی خبر لا کر دی جو میرے دل میں تھی جب کہ میرے بھائیوں نے جو میرے ساتھ گئے تھے لوگوں کو دلوں کو پگھلا دیا اور بڑھا چڑھا کر سب بتا دیا لیکن میں نے موسیٰؑ کی پوری پیروی کی۔''

''مجھے یاد ہے کالب۔ میرے آقا نے ہدایت کی تھی کہ ہم قوم کے سامنے ایسی ویسی بات نہ کریں۔''

''پھر تمہیں یہ بھی یاد ہوگا کہ موسیٰؑ نے قسم کھا کر مجھ سے کہا تھا جس زمین پر تیرا قدم پڑا ہے وہ ہمیشہ کے لیے تیری اور تیرے بیٹوں کی میراث ٹھہرے گی کیونکہ تو نے میری پیروی کی ہے۔''

''پھر؟''

Marfat.com

''جس وقت موسیٰؑ نے قسم کھائی تھی، میں چالیس برس کا تھا۔ ان پینتالیس برسوں تک جن میں بنی اسرائیل بیابان میں آوارہ پھرتے رہے خداوند نے مجھے اپنے قول کے مطابق جیتا رکھا۔ میری عمر اب پچاسی برس کی ہو گئی۔ اب آپ جرون اور اس کا نواحی علاقہ میری ملکیت میں دے دیجئے۔''

''وہاں تو عناقیم بستے ہیں۔ کیا تو انہیں وہاں سے نکال سکتا ہے؟''

''میں پچاسی سال کا ضرور ہو گیا ہوں لیکن آج کے دن بھی ویسا ہی ہوں جیسا اس دن تھا جب موسیٰؑ نے مجھے بھیجا تھا۔ جنگ کے لیے اور باہر جانے اور لوٹنے کے لیے جیسی قوت مجھ میں اس وقت تھی ویسی ہی اب بھی ہے۔ ممکن ہے کہ خداوند میرے ساتھ ہو اور میں ان کو خداوند کے قول کے مطابق نکال دوں۔''

حضرت یوشع علیہ السلام نے یفنہ کے بیٹے کالب کو دعا دی اور اس کو جیرون میراث کے طور پر دے دیا۔

یہوداہ کو بحیرۂ مردار اور بحیرۂ روم کا درمیانی علاقہ ملا۔ بیت لحم کا شہر بھی اسی کے علاقے میں تھا۔ یہ ایک وسیع و عریض علاقہ تھا جس میں سیکڑوں شہر بھی تھے، پہاڑ بھی اور چشمے بھی۔

روبن، جد اور منسی نامی آدھے قبیلوں کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں یردن کے مشرق کے علاقے مل چکے تھے بقیہ آدھے قبیلوں کو دریائے یردن کے مغرب میں وہ علاقہ دیا گیا جو گلیل کی جھیل کی جھیل اور بحیرۂ مردار کے درمیان واقع تھا۔

اس موقعے پر ایک جھگڑا اٹھ کھڑا ہوا۔ بنی یوسف کو یہ دعویٰ تھا کہ وہ بڑا قبیلہ ہے انہیں زیادہ حصہ ملنا چاہیے تھا۔ انہوں نے یوشع علیہ السلام کے حضور شکایت پیش کی۔

''آپؑ نے قرعہ ڈال کر ایک ہی حصہ میراث کے لیے دیا اگرچہ ہم بڑی قوم ہیں کیونکہ خدا نے ہمیں برکت دی ہے۔''

''اگر تم بڑی قوم ہو تو جنگل میں جاؤ اور اپنے لیے جنگل کاٹ کر صاف کر لو کیونکہ کوہستانی ملک تمہارے لیے تنگ ہے۔'' حضرت یوشع علیہ السلام نے جواب دیا۔

بنی یوسف نے کہا۔ ''کوہستانی ملک ہمارے لیے کافی نہیں ہے اور سب کنعانیوں کے پاس جو نشیب کے ملک میں رہتے ہیں ان کے پاس لوہے کے رتھ ہیں۔''

''تم کنعانیوں کو نکال دو گے اگرچہ ان کے پاس لوہے کے رتھ ہیں اور وہ زورآور بھی ہیں۔''

جب یہ تمام مفتوحہ علاقے تقسیم ہو چکے تو معلوم ہوا پانچ قبائل کو تو علاقے مل گئے ہیں مگر سات اب بھی محروم ہیں۔ حضرت یوشع علیہ السلام نے ''سیلا'' میں خیمہ اجتماع کھڑا کرنے کی ہدایت کی تاکہ غیر مفتوحہ فلسطین کے بارے میں ان سات قبائل سے بات کی جائے۔

جب تمام لوگ اس مقدس خیمہ اجتماع میں جمع ہو چکے تو حضرت یوشع علیہ السلام نے جو اب بہت بوڑھے ہو چکے تھے اور ہرگز اس قابل نہیں رہے تھے کہ فوجوں کی نگرانی کر سکیں، خطاب فرمایا۔

''تم کب تک اس ملک پر قبضہ کرنے میں جو خداوند تمہارے باپ دادا کے خدا نے تم کو دیا ہے سستی کرو گے۔ سو تم اپنے لیے ہر قبیلے میں سے تین شخص چن لو۔ میں ان کو بھیجوں گا اور وہ جا کر اس ملک میں سیر کریں گے اور اپنی اپنی میراث کے موافق اس کا حال لکھ کر میرے پاس آئیں گے۔ وہ اس کے سات حصے کریں گے۔ یہوداہ اپنی سرحد میں جنوب کی طرف اور یوسف کا خاندان شمال کی طرف رہے گا۔ سو تم اس ملک کے سات حصے لکھ کر میرے پاس یہاں لاؤ تاکہ میں خداوند کے آگے جو ہمارا خدا ہے تمہارے لیے قرعہ ڈالوں۔''

اس حکم کے مطابق انہوں نے اس ملک میں سیر کی اور شہروں کے سات حصے کر کے سیلا کی خیمہ گاہ میں حضرت یوشع

Marfat.com

علیہ السلام کو پیش کر دیے۔ حضرت یوشع علیہ السلام نے خداوند کے حضور قرعہ ڈالا اور وہیں اس ملک کو اس شرط کے ساتھ سات حصوں میں بانٹ دیا کہ جو علاقے ان کے لیے مقرر ہوئے ہیں ان پر قبضہ کر لیں۔ شمعون کو یہوداہ کے جنوب میں علاقہ دیا گیا۔ بن یامین اور جد کے قبیلوں کو شمال میں۔ کوہ کرمل سے شروع کر کے منسی کے شمال میں سارے علاقے اشکار۔۔۔ زبولون، آشر اور نفتالی قبیلوں کے حصے میں آئے۔

لاوی کے قبیلے کو زمین کا کوئی حصہ ملکیت کے لیے نہ ملا۔ اس لیے کہ وہ ساری امت کے لیے مذہبی خدمات سرانجام دینے کے ذمے دار تھے۔ مختلف قبیلوں کو یہ فرض سونپا گیا کہ وہ لاویوں کو شہر دیں۔ اسی طرح 48 شہروں کے گردونواح میں چراگاہیں مہیا کی گئیں تاکہ لاویوں کے جانوروں کو چارا ملتا رہے۔

حضرت یوشع علیہ السلام نے اپنے علاقے افرائیم کے کوہستانی علاقے میں سے تمنت سرح کو اپنے لیے پسند کیا اور اسی شہر میں آپ مقیم ہو گئے۔

سارے ملک میں پناہ کے شہر مقرر کیے گئے۔ یہ شہر بنانے کے لیے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی معرفت حضرت یوشع علیہ السلام کو حکم ملا تھا تاکہ وہ خونی جو بھول سے یا نادانستہ کسی کو قتل کر دے اور اسے مقتول کے وارثوں سے اپنی جان کا خطرہ ہو تو وہ ان شہروں میں سے کسی میں پناہ لے لے۔

اس طرح کہ وہ اس شہر کے دروازے پر کھڑا ہو کر اس شہر کے بزرگوں کو اپنا حال کہہ سنائے۔ تب وہ اسے شہر میں لے جا کر کوئی جگہ دیں اور وہ ان کے درمیان رہے۔ اگر خون کا انتقام لینے والا اس کا پیچھا کرے تو وہ اس خونی کو اس کے حوالے نہ کریں کیونکہ اس نے اپنے پڑوسی کو نادانستہ مارا اور پہلے سے اس کی اس سے عداوت نہ تھی اور جب تک فیصلے کے لیے جماعت کے آگے کھڑا نہ ہو اسی شہر میں رہے۔ اگر فیصلہ اس کے حق میں ہو تو اس کی مرضی وہیں رہے یا اپنے وطن لوٹ جائے۔

حضرت یوشع علیہ السلام نے اسرائیلیوں میں وہ سارا ملک تقسیم کر دیا اور وہ اس پر قابض ہو کر اس میں بس گئے اور خداوند نے چاروں طرف سے ان کو آرام دیا اور ان کے سب دشمنوں میں سے ایک آدمی بھی ان کے سامنے کھڑا نہ رہا۔ جتنی اچھی باتیں خداوند نے اسرائیل کے گھرانے سے کہی تھیں ان میں سے ایک بھی نہ چھوٹی۔ سب کی سب پوری ہوئیں۔

ان سب کاموں سے نمٹ کر حضرت یوشع علیہ السلام نے روبنیوں، جدیوں اور منسی کے آدھے قبیلے کو بلایا اور ان کا شکریہ ادا کیا۔ اس لیے کہ انہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں میراث مل چکی تھی اس کے باوجود انہوں نے یوشع علیہ السلام کا ساتھ دیا اور ان کے ساتھ اپنے گھربار چھوڑ کر لڑنے کے لیے نکلے۔

''سب کچھ جو خداوند کے بندے موسیٰ علیہ السلام نے تم کو فرمایا تم نے مانا اور جو کچھ میں نے تم کو حکم دیا اس میں تم نے میری بات مانی۔ تم نے اپنے بھائیوں کو اس مدت میں آج تک نہیں چھوڑا اور اب خداوند تمہارے خدا نے تمہارے بھائیوں کو جیسا اس نے ان سے کہا تھا آرام بخشا ہے سو تم اب لوٹ کر اپنے اپنے ڈیرے کو اپنی میراثی سرزمین میں جو خداوند کے بندے موسیٰ علیہ السلام نے یردن کے اس پار تم کو دی ہے چلے جاؤ۔ اس فرمان پر عمل کرنے کی نہایت احتیاط رکھنا جس کا حکم موسیٰ علیہ السلام نے تم کو دیا کہ تم اپنے سے محبت رکھو اور اس کی سب راہوں پر چلو اور اس کے حکموں کو مانو اور اس سے لپٹے رہو۔''

حضرت یوشع علیہ السلام نے برکت دے کر انہیں رخصت کیا اور وہ اپنے اپنے ڈیرے کو چلے گئے۔

میراث دی تھی لیکن اس کے دوسرے آدھے کو یوشع علیہ السلام نے ان کے بھائیوں کے درمیان یردان کے اس پار مغرب کی طرف حصہ دلایا اور یوشع علیہ السلام نے ان کو رخصت کیا کہ اپنے ڈیرے کو جائیں تو انہیں بھی برکت دی اور انہیں بہت سے چوپائے، چاندی، سونا، پیتل اور لوہا اور بہت سی پوشاک دے کر رخصت کیا۔

Marfat.com

جب یہ لوگ یردن کے پار پہنچے تو ان لوگوں نے اپنے علاقے میں ایک مذبح بنایا۔ بنی اسرائیل کو بھنک پڑ گئی۔ ان کے دل میں فوراً یہ خیال آیا کہ حضرت یوشع علیہ السلام سے باغی ہو گئے ہیں اسی لیے اپنا الگ مذبح بنالیا ہے کیونکہ اس وقت تک نذریں اور قربانیاں چڑھانے کے لیے ایک ہی جگہ تھی ''خیمہ اجتماع''

اسرائیلیوں نے المیعز رکاہن کے بیٹے فیناس کو ان کے پاس بھیجا کہ جا کر تحقیق کریں۔ اگر واقعی ایسا ہے تو ان قبائل کو سزا دینے کے لیے ان پر چڑھائی کی جائے۔

فیناس نے چند امیروں کو اپنے ساتھ لیا اور جلعاد پہنچ کر ان قبیلوں سے ملاقات کی اور انہیں بنی اسرائیل کا پیغام پہنچایا۔

''بنی اسرائیل یہ کہتے ہیں کہ تم یوشع علیہ السلام سے منحرف ہو گئے اور اپنا مذبح الگ بنالیا ہے۔ کیا تمہیں نہیں یاد کہ ہم ہی میں سے چند فغفور کے مقام پر موآبی عورتوں کے اثر سے بعل کی پوجا کرنے لگے تھے اور دیوتاؤں پر قربانی چڑھانے لگے تھے۔ ہم اس بدی سے آج تک پاک نہیں ہوئے اور تم نے یہ مذبح بنالیا۔ آج تم باغی ہوئے کل ہم سب پر اس کا قہر نازل ہوگا۔''

''اے بھائیو! یہ نہ کہو، ہم نے مذبح ضرور بنایا ہے لیکن ہم خداوند سے برگشتہ نہیں ہوئے۔''

''پھر تمہیں خدا کے مذبح کے سوا اپنے لیے کوئی اور مذبح بنانے کی ضرورت کیوں پیش آئی؟''

''یہ مذبح ہم نے اس لیے نہیں بنایا کہ اس میں دیوتاؤں کی پرستش کی جائے۔ یہ نہ سوختنی قربانی کے لیے ہے نہ ذبیحہ کے لیے بلکہ اس لیے بنایا گیا ہے کہ آئندہ آنے والی تمہاری اور ہماری نسلوں کے درمیان گواہ رہے تمہاری اولاد ہماری اولادوں سے یہ نہ کہے کہ خداوند میں تمہارا کوئی حصہ نہیں۔ اب ہماری اولادیں کہہ سکیں گی کہ دیکھو خداوند کے مذبح کا نمونہ جسے ہمارے باپ دادا نے بنایا ہے۔''

اس وضاحت سے فنیاس اور اسرائیلی سردار مطمئن ہو گئے کہ واقعی یہ مذبح خدا کی پرستش کے لیے بنایا گیا ہے، دیوتاؤں پر نذریں چڑھانے کے لئے نہیں۔ وہ لوٹ آئے اور یوں بنی اسرائیل کے درمیان پہلی خانہ جنگی کا خطرہ ٹل گیا۔

☆......☆......☆

اسرائیلی اپنے اپنے علاقوں میں آباد ہو چکے تھے۔ جن کو غیر مفتوحہ علاقے دیے گئے تھے وہ انہیں فتح کرنے اور ان پر قبضہ جمانے جا چکے تھے۔

کئی برس گزر چکے تھے کہ حضرت یوشع علیہ السلام کو شدت سے اپنے بڑھاپے کا احساس ہوا۔ انہوں نے تمام اسرائیلیوں اور ان کے بزرگوں اور سرداروں اور قاضیوں اور منصب داروں کو اپنے پاس بلوایا اور ان سے خطاب کیا۔

''جو کچھ موسیٰ علیہ السلام کی شریعت کی کتاب میں لکھا ہے اس پر چلنا اور عمل کرنا تاکہ تم اس سے داہنے یا بائیں ہاتھ کو نہ مڑو اور ان قوموں میں، جو تمہارے درمیان ہنوز باقی ہیں نہ جاؤ اور نہ ان کے دیوتاؤں کا ذکر کرو اور نہ ان کی قسم کھلاؤ اور نہ ان کی پرستش کرو اور نہ ان کو سجدہ کرو بلکہ اپنے خدا سے لپٹے رہو جیسا تم نے آج کیا ہے۔ خداوند نے بڑی بڑی اور زورآور قوموں کو تمہارے سامنے سے دفع کیا بلکہ تمہارا یہ حال رہا ہے کہ آج تک کوئی آدمی تمہارے سامنے ٹھہر نہ سکا۔ پس تم خوب احتیاط کرو کہ خداوند اپنے خدا سے محبت رکھو ورنہ اگر تم کسی طرح برگشتہ ہو کر ان قوموں کے اس حصے سے جو تمہارے درمیان اب بھی باقی ہیں شیر و شکر ہو جاؤ اور ان کے ساتھ بیاہ شادی کرو تو یقین جانو کہ خداوند تمہارا، خدا پھر ان قوموں کو تمہارے سامنے سے دفع نہیں کرے گا۔ تم اس اچھے ملک سے جسے خداوند تمہارے خدا نے تم کو دیا ہے نابود ہو جاؤ گے۔

جب تم خداوند اپنے خدا کے اس عہد کو جس کا حکم اس نے تم کو دیا ہے توڑ ڈالو گے اور جا کر دوسرے معبودوں کی

Marfat.com

پرستش کرنے اور ان کو سجدہ کرنے لگو گے تو خداوند کا قہر تم پر بھڑکے گا اور تم اس اچھے ملک سے جو اس نے تم کو دیا ہے جلد ہلاک ہو جاؤ گے۔"

اس خطاب کے بعد بنی اسرائیل کو یقین ہو گیا تھا کہ حضرت یوشع علیہ السلام ان کے درمیان سے اٹھنے والے ہیں جس طرح موسیٰ علیہ السلام اور ہارونؑ چلے گئے۔

انہوں نے تہیہ کر لیا تھا کہ وہ یوشع علیہ السلام کے کہنے کے مطابق موسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات کو فراموش نہیں کریں گے اور زندگی بھر ان تعلیمات پر عمل پیرا رہیں گے۔

پھر ایک عرصہ اس خطاب پر گزر گیا۔ بنی اسرائیل مختلف وفود کی شکل میں آپؑ کے پاس آتے رہے اور اپنے حق میں دعائیں اور برکتیں سمیٹتے رہے۔

اس کے بعد یوشع علیہ السلام نے اسرائیل کے سب قبیلوں کو سکم میں جمع کیا اور اسرائیل کے بزرگوں اور سرداروں، قاضیوں اور منصب داروں کو بلوایا اور ان سے آخری خطاب کیا۔

"خداوند اسرائیل کا خدا یوں فرماتا ہے کہ تمہارے اجداد قدیم زمانے میں بڑے دریا کے پار رہتے تھے اور دوسرے معبودوں کی پرستش کرتے تھے اور میں نے تمہارے باپ ابراہیم (علیہ السلام) کو بڑے دریا کے پار سے لے کر کنعان کے سارے ملک میں اس کی رہبری کی اور اس کی نسل کو بڑھایا اور اسے اسحٰق عنایت کیا اور اسے یعقوب علیہ السلام دیا جو اپنی اولاد سمیت مصر گیا۔ میں نے موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کو بھیجا اور تم کو وہاں سے نکال لایا۔ تم بہت دن تک بیابان میں بھٹکتے پھرے کیونکہ تم نے میرے حکم پر لبیک نہیں کہا تھا اور میرے عتاب کے سزاوار ٹھہرے تھے۔ میں نے تمہارے لیے چالیس سال کی سزا مقرر کی تھی۔ پھر تم نے یہ سزا پوری کی۔ پھر میں تم کو اموریوں کے ملک میں جو یردن کے اس پار تھا، لے آیا۔ وہ تم سے لڑے۔ میں نے ان کو تمہارے ہاتھ کر دیا اور تم نے ان کے ملک پر قبضہ کر لیا۔ پھر تم فلسطین کے جس حکمراں سے بھی لڑے، تم فتح یاب ہوئے۔

یہ نہ تمہاری تلوار اور نہ تمہاری کمان سے ہوا اور میں نے تم کو وہ ملک جس پر تم نے محنت نہ کی اور وہ شہر جن کو تم نے نہ بنایا، عنایت کیے اور تم ان میں بسے ہو اور تم ایسے تاکستانوں اور زیتون کے باغوں کے پھل کھاتے ہو جن کو تم نے نہیں لگایا۔ پس! اب تم خدا کا خوف رکھو اور نیک نیتی اور صداقت سے اس کی پرستش کرو اور ان دیوتاؤں کو اپنے آپ سے دور کر دو جن کی پرستش تمہارے باپ دادا بڑے دریا اور مصر میں کیا کرتے تھے اور خوب دل لگا کر خداوند کی پرستش کرو۔"

خدا کا یہ پیغام پہنچانے کے بعد حضرت یوشع علیہ السلام نے فرمایا۔" تم نے دیکھ لیا کہ خدا تمہیں اپنی پرستش کا حکم دے رہا ہے۔ اب اگر خدا کی پرستش تم کو بری معلوم ہوتی ہو تو آج ہی تم اسے جس کی پرستش کرو گے چن لو۔ میں اور میرا گھرانا تو خدا کی ہی پرستش کرتا رہے گا۔"

وہاں موجود لوگوں نے جواب دیا" خدا نہ کرے کہ ہم خدا کو چھوڑ کر اور معبودوں کی پرستش کریں۔ ہمارا خدا تو وہی ہے جس نے ہمارے باپ دادا کو مصر کی غلامی سے نکالا اور ہمیں سرسبز شہر دیے۔ جس خدا کے اتنے احسان ہوں اسے ہم کیسے چھوڑ سکتے ہیں۔ ہاں ہماری اولاد کیا کرتی ہے اس سے ہمیں سروکار نہیں۔"

"یاد رکھو خدا بڑی غیرت والا ہے۔ وہ ہرگز یہ برداشت نہیں کرے گا کہ تم اسے چھوڑ کر اجنبی معبودوں کی پرستش کرو۔ اگر تم نے ایسا کیا تو وہ تمہاری خطائیں بخشنے والا نہیں۔ تمہیں فنا کر ڈالے گا۔"

لوگوں نے پھر عہد کیا۔" ہم بھلا اس خدا کو کیسے چھوڑ سکتے ہیں جس نے بڑے بڑے نشان ہمارے سامنے دکھائے اور سارے راستے میں جس میں ہم چلے اور ان سب قوموں کے درمیان جن میں سے ہم گزرے، ہمیں محفوظ رکھا اور خداوند نے سب قوموں کو یعنی اموریوں کو جو اس ملک میں بستے تھے ہمارے سامنے سے نکال دیا۔ سو ہم بھی خداوند کی پرستش کریں

Marfat.com

گے کیونکہ وہ ہمارا خدا ہے۔"

"اگر تم سچے ہو تو تم اجنبی معبودوں کو جو تمہارے درمیان ہیں دور کر دو اور اپنے دلوں کو خداوند اسرائیل کے خدا کی طرف کرو۔"

"کیا تم مجھ سے یہ عہد باندھتے ہو۔"

"ہم تجھ سے عہد کرتے ہیں کہ خدا کی پرستش کریں گے اور اسی کی بات مانیں گے۔"

"دیکھو تم اس بات پر آپ اپنے گواہ رہنا۔"

"ہم گواہ ہیں۔"

اس حجت کے بعد یوشع علیہ السلام نے وہ تمام باتیں جو ان کے درمیان ہوئی تھیں خدا کی شریعت کی کتاب میں لکھ دیں اور انہیں ایک مرتبہ پھر سنائیں۔ ان سب نے بہ یک وقت کہا، ہاں ہم نے یہی کہا تھا۔ اس میں ایک لفظ نہ ادھر ہے نہ ادھر ہے۔ یہ ہمارے اور تیرے درمیان عہد نامہ ہے۔

"حضرت یوشع علیہ السلام نے ایک بڑا پتھر لیا اور بلوط کے ایک درخت کے پاس اسے نصب کر دیا۔

"دیکھو یہ پتھر ہمارا گواہ ہے کیونکہ اس نے خداوند کی سب باتیں ہم سے سنی ہیں یہی تم پر گواہ رہے۔ یہ نہ ہو کہ تم اپنے خدا کا انکار کر جاؤ۔" حضرت یوشع علیہ السلام نے فرمایا "اور یہ بھی سن لو کہ میں اب زیادہ دیر تمہارے درمیان نہیں رہوں گا۔ جب میں مر جاؤں تو مجھے میری میراث تمنت سرح میں دفن کرنا اور جو کچھ میں نے کہا ہے ہمیشہ اس پر قائم رہنا۔"

اس عہد کے بعد جو انہوں نے اپنی قوم سے لیا تھا، حضرت یوشع علیہ السلام زیادہ دن نہ رہے اور اپنی قوم کو فاتح، طاقتور اور بت پرستی سے آزاد قوم کی صورت میں چھوڑ کر ایک سو دس برس کی عمر پوری کر کے رحلت فرمائی۔ آپؑ کی وصیت کے مطابق آپؑ کو تمنت سرح میں دفن کیا گیا جو افرائیم کے کوہستانی ملک میں کوہ نکس کے شمال کی طرف تھا۔

حضرت یوشع علیہ السلام کی وفات کے بعد وہ قبیلے اپنی اپنی میراث کی طرف گئے جو قرعہ میں ان کے نام نکلے تھے تاکہ بچے کھچے کنعانیوں کو وہاں سے نکال دیں۔ یہوداہ نے شمعون کو اپنے ساتھ ملایا اور اپنے علاقے حاصل کر لیے۔ اسی طرح دیگر قبائل نے بھی اپنے اپنے علاقے حاصل کر لیے لیکن وہ حضرت یوشع علیہ السلام کی ہدایت کو بھول گئے جس کا ذکر انہوں نے بار بار کیا تھا۔

بنی اسرائیل کو آخری نصیحت کرتے ہوئے یوشع علیہ السلام نے خبردار کیا تھا کہ باقی ماندہ مقامی باشندوں سے میل جول نہ رکھیں اور نہ ہی ان کے ساتھ شادیاں کریں بلکہ تاکید یہ تھی کہ ان بت پرستوں کو ملک سے نکال دیں اور ان کی زمین پر قبضہ کر لیں۔

یہ شہر فتح کیے گئے لیکن کنعانیوں کو وہاں رہنے بسنے دیا گیا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ اموری اور کنعانی اور دوسری قومیں اس ملک میں جو بنی اسرائیل کو پورے اور مکمل قبضے کے لیے دیا گیا تھا باقی رہ گئیں اور یہ قدرتی بات معلوم ہوتی ہے کہ جب تک بنی اسرائیل طاقتور تھے اور ایمان کی فراوانی تھی ان لوگوں سے جبری خدمت اور خراج لیتے رہے لیکن جونہی کسی جگہ کے اسرائیلی کمزور پڑ جاتے تو یہ قومیں ان شہروں اور دیہات کو دوبارہ چھین لیتے تھے۔

ایسے جزوی قبضے کی وجہ سے بنی اسرائیل کو ہمیشہ مشکلات کا سامنا رہا۔ ترقی اور تنزلی کا چکر چلتا رہا۔ اسرائیلیوں نے ان قوموں کے ساتھ برادرانہ تعلقات قائم کر لیے۔ اس سے بھی آگے بڑھ کر ان قوموں سے شادی بیاہ کے رشتے بھی استوار کرنے لگے۔ ہم سایوں کے اثر سے انہوں نے بعل دیوتا کی پوجا بھی شروع کر دی۔ شروع شروع میں دو دھارے ساتھ ساتھ چلتے رہے۔ وہ خدا کی پرستش بھی کرتے رہے اور دیوتاؤں کی پوجا میں بھی شامل ہوتے رہے لیکن آہستہ آہستہ یہ دونوں دھارے آپس میں مدغم ہو گئے۔ یہ ساری پشت اپنے باپ دادا سے جا ملی اور اس کے بعد ایک اور پشت پیدا ہوئی

Marfat.com

جو خداوند کو اور نہ اس کام کو جو اس نے اسرائیل کے لیے کیا، جانتی تھی اور پوری قوم دوسرے معبودوں کے چاروں طرف کی قوم کے دیوتاؤں میں سے تھے پیروی کرنے اور ان کو سجدہ کرنے لگے۔

بنی اسرائیل کو خدا سے دور لے جانے میں چند قوموں نے خاص کردار ادا کیا۔ ان میں کنعانی، حتی، اموری، فرزی اور یبوسی قومیں خاص طور پر شامل تھیں۔

برگشتگی کے ان ایام میں اسرائیلیوں نے ان قوموں میں شادیاں کیں اور ان کی عورتوں نے انہیں راہ راست سے بالکل ہی ہٹا دیا۔ اسرائیلی قوم اتنی بت پرست ہوگئی کہ جن برکات کا وعدہ موسیٰ علیہ السلام اور یوشع علیہ السلام کی معرفت کیا گیا تھا خدا نے وہ برکات روک لیں۔

توریت کی زبان میں ''اور خداوند کا قہر اسرائیل پر بھڑکا اور اس نے ان کو غارت گروں کے ہاتھ میں کر دیا جو ان کو لوٹنے لگے اور اس نے ان کو ان کے دشمنوں کے ہاتھ جو آس پاس تھے، بیچ دیا۔ سو پھر وہ اپنے دشمنوں کے سامنے کھڑے نہ ہوسکے۔''

یہ قومیں بنی اسرائیل پر ہلہ بولتیں اور ان کی فصلیں اور مال و اسباب لوٹ کر لے جاتیں اور جب صورت حال حد سے زیادہ خراب ہوجاتی تو بنی اسرائیل کو خدا کی طرف رجوع کرنے کا ہوش آتا۔ پھر خدا ان کی توبہ قبول کرتا۔ خدا سورماؤں کو برپا کرتا اور وہ قوم کو رہائی دلاتے۔ یہ چکر اسی طرح چلتا رہا۔ پھر خدا نے عرصہ دراز تک بنی اسرائیل کو بادشاہ اور نبی سے محروم کر دیا اور وہ بغیر نگہبان کی بھیڑوں کی طرح بھٹکتے رہے یہاں تک کہ شموئیل علیہ السلام آئے۔

☆......☆......☆

قرآن عزیز میں یوشع علیہ السلام کا نام مذکور نہیں البتہ سورۂ کہف میں دو جگہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ایک نوجوان اور رفیق کا تذکرہ موجود ہے جب کہ وہ حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات کے لیے تشریف لے گئے۔

ایک صحیح حدیث میں جو حضرت ابی بن کعب سے منقول ہے اس نوجوان رفیق کا نام ''یوشع'' بتایا گیا ہے اس طرح گویا ان کا ذکر بھی قرآن میں موجود ہے۔ اہل کتاب کا ان کے نبی ہونے پر اتفاق ہے اور توریت میں ان کا ایک صحیفہ موجود ہے۔

Marfat.com

حضرت حزقیل علیہ السلام

حضرت ہارون علیہ السلام کے نسب سے تعلق رکھنے والے ایک نبی حضرت حزقیل علیہ السلام کا زمانہ نبوت چھٹی صدی قبل مسیح بتایا جاتا ہے۔

حضرت موسیٰؑ اور حضرت ہارونؑ کے بعد تورات و تاریخ متفق ہیں کہ حضرت یوشع علیہ السلام منصب نبوت پر فائز ہوئے اور ان کے بعد ان کی جانشینی کا حق حضرت موسیٰؑ کے دوسرے رفیق الب بن یوحنا نے ادا کیا۔ یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ہمشیرہ مریم بنت عمران کے شوہر تھے مگر نبی نہیں تھے۔ طبری کہتے ہیں کہ ان کے بعد سب سے پہلے جس ہستی نے بنی اسرائیل کی روحانی اور دنیوی قیادت کی حزقیل علیہ السلام ہی ہیں۔

قرآن عزیز میں حزقیل علیہ السلام کا نام مذکور نہیں لیکن سورۂ بقرہ میں بیان کردہ ایک واقعے کے متعلق سلف صالحین سے جو روایات منقول ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا تعلق حزقیل علیہ السلام کے ساتھ ہی ہے۔

''(اے مخاطب) کیا تو نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو موت کے ڈر سے اپنے گھروں سے ہزاروں کی تعداد میں نکلے پھر اللہ نے فرمایا کہ مر جاؤ پھر ان کو زندہ کر دیا۔ بے شک اللہ تعالیٰ لوگوں پر فضل کرنے والا ہے۔ لیکن اکثر لوگ شکر نہیں کرتے۔'' (سورۂ بقرہ)

کتب تفسیر میں حضرت عبداللہ بن عباس اور بعض دوسرے صحابہ سے یہ روایت منقول ہے کہ بنی اسرائیل کی ایک بہت بڑی جماعت سے جب ان کے بادشاہ یا ان کے پیغمبر حزقیل علیہ السلام نے یہ کہا کہ فلاں دشمن سے جنگ کرنے کے لیے تیار ہو جاؤ تو وہ اپنی جانوں کے خوف سے بھاگ کھڑے ہوئے اور یہ یقین کر کے کہ اب جہاد سے بچ کر موت سے محفوظ ہو گئے ہیں دور ایک وادی میں مقیم ہو گئے۔

اب یا تو پیغمبر نے ان کے اس فرار کو خدا کے حکم کی خلاف ورزی یا قضا و قدر کے فیصلے سے روگردانی سمجھ کر اظہار ناراضی کرتے ہوئے ان کے لیے بددعا کی اور یا خود اللہ تعالیٰ کو ان کی یہ حرکت ناگوار گزری بہر حال اس کے غضب نے ان پر موت طاری کر دی اور وہ سب کے سب موت کی آغوش میں چلے گئے۔ ان پر حضرت حزقیل علیہ السلام کا گزر ہوا تو انہوں نے ان کی اس حالت پر افسوس کیا اور دعا مانگی کہ اللہ! ان کو موت کے عذاب سے نجات دے تاکہ ان کی زندگی خود ان کے لیے اور دوسروں کے لیے عبرت و بصیرت بن جائے۔ پیغمبر کی دعا قبول ہوئی اور وہ زندہ ہو کر نمونہ عبرت بنے۔ (تفسیر ابن کثیر)

توریت میں اس واقعے کو یوں بیان کیا گیا ہے۔

''خداوند کا ہاتھ مجھ پر تھا اور اس نے مجھے (حزقیلؑ) اپنی روح میں اٹھا لیا اور اس وادی میں جو ہڈیوں سے پر تھی مجھے اتارا اور مجھے ان کے آس پاس چوگرد پھرایا اور دیکھ وہ وادی کے میدان میں بہ کثرت اور نہایت سوکھی تھیں اور اس نے مجھے فرمایا اے آدم زاد! کیا یہ ہڈیاں زندہ ہو سکتی ہیں؟ میں نے جواب دیا، اے خداوند خدا تو ہی جانتا ہے۔ پھر اس نے مجھے فرمایا، تو ان ہڈیوں پر نبوت کر اور ان سے کہہ کہ اے سوکھی ہڈیو! خداوند کا کلام سنو! خداوند خدا ان ہڈیوں وک یوں فرماتا ہے۔ کہ میں تمہارے اندر روح ڈالوں گا اور تم زندہ ہو جاؤ گی اور تم پر نسیں پھیلاؤں گا اور گوشت چڑھاؤں گا اور تم کو چمڑا

Marfat.com

پہناؤں گا اور تم میں دم پھونکوں گا اور تم زندہ ہوگی اور جانو گی کہ میں خداوند ہوں۔ پس! میں (حضرت حز قیلؑ) نے حکم کے مطابق نبوت کی اور جب نبوت کر رہ تھا تو ایک شور بلند ہوا اور زلزلہ آیا اور ہڈیاں آپس میں مل گئیں۔ ہر ایک ہڈی اپنی ہڈی سے اور میں نے نگاہ کی تو کیا دیکھتا ہوں کہ نسیں اور گوشت ان پر چڑھ رہا ہے۔ ان پر چمڑے کی پوشش ہوگئی مگر ان میں دم نہ تھا۔ تب اس نے مجھے فرمایا کہ نبوت کر۔ تو ہوا سے نبوت کر اے آدم زاد اور وہاں سے کہہ خداوند یوں فرماتا ہے اے ''دم'' تو چاروں طرف سے آ اور ان مقتولوں پر پھونک کہ زندہ ہو جائیں۔ پس میں نے حکم کے مطابق نبوت کی اور ان میں دم آیا اور وہ زندہ ہو کر اپنے پاؤں پر کھڑی ہوئیں ایک نہایت بڑا لشکر۔''

جب وہ زندہ ہوئے تو انہوں نے یہ الفاظ کہے تھے۔

''اے اللہ! تیری ذات پاک ہے اور ہم تیری ہی تعریف کرتے ہیں۔ تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔''

☆......☆......☆

حضرت داؤد علیہ السلام نے اسرائیل کو متحد کر دیا تھا لیکن ان کے فرزند حضرت سلیمانؑ کی وفات کے بعد سلطنت دو حصوں میں تقسیم ہوگئی۔ ان دو حصوں کو عام طور پر ''شمالی سلطنت'' اور ''جنوبی سلطنت'' کہا جاتا ہے۔ جنوبی سلطنت چھوٹی تھی۔ اس پر حضرت داؤد کے جانشین 586 ق م تک حکومت کرتے رہے۔ اس کا دارالسلطنت ''یروشلم' تھا۔ یہ یہودہ اور بنیمین کے قبیلوں پر مشتمل تھی۔

بائبل نے ان سلطنتوں کو عام طور سے ''یہودہ'' اور ''اسرائیل'' کے نام سے پکارا ہے۔ اسرائیلی شمالی سلطنت اور یہودہ جنوبی سلطنت۔

حضرت حز قیلؑ اس جنوبی سلطنت کے دارالسلطنت یروشلم میں پیدا ہوئے۔

حضرت داؤدؑ کی نسل سے یکے بعد دیگرے بادشاہ برسر اقتدار آتے رہے اور یہودہ کی اس چھوٹی سی مملکت پر حکمرانی کرتے رہے۔ بادشاہوں کی وفات کے بعد ان کے بیٹے تخت نشین ہوتے رہے۔

یہ چھوٹی سی ریاست ابتدا ہی میں بت پرستی کا شکار ہوگئی اور مذہبی جوش وخروش ماند پڑتا گیا۔ اسے ایسے بادشاہ میسر آئے جنہوں نے بت پرستی کی سرپرستی کی اور گمراہی کی اتھاہ گہرائی میں اتر گئے لیکن بعض ایسے حکمران بھی آئے جنہوں نے اس سیلاب پر بند باندھنے کی کوشش کی۔ انہی میں سے ایک یوسیاہ بھی تھا۔ اس کے باپ امون کی وفات کے بعد اسے تخت نشین کیا گیا تو اس کی عمر صرف آٹھ سال تھی۔

مملکت میں ہر طرف بت پرستی کا دور دورہ تھا۔ نو عمر بادشاہ کے لئے مذہبی لحاظ سے ترقی و اصلاح کرنے کے امکانات نہ ہونے کے برابر تھے۔ عمر ایسی تھی کہ امور مملکت دوسرے لوگ چلا رہے تھے جو بت پرستی اور دوسری اخلاقی برائیوں میں گلے گلے ڈوبے ہوئے تھے۔ اس کا باپ امون مانا ہوا شریر بادشاہ تھا۔ اس کے دور حکومت نے کافی موقع فراہم کر دیا کہ ملک کے لوگ بت پرستی کی راہوں پر گامزن رہیں۔ ایسی بدترین برگشتگی کے بدلے میں یہودہ سوائے غضب الٰہی اور کس بات کی امید کر سکتے تھے جیسا کہ اس وقت کے نبی کے خبردار کرتے رہے تھے۔

یہ تباہی اور پہلے آجاتی لیکن یوسیاہ سولہ سال کی عمر کو پہنچا تو اس نے اپنے وقت کی گناہ آلودہ حالت کے خلاف ردعمل کا اظہار کیا۔ وقت کی رو میں بہنے اور بت پرستی کی طرف مائل ہونے کے بجائے وہ خلوص نیت سے خدا کا طالب ہوا اور اس نے مذہبی اصلاحات کا آغاز کر دیا۔ اس نے شاہی اختیار کو بڑی دلیری کے ساتھ استعمال کیا اور نہ صرف یہوداہ بلکہ شمالی قبائل سے بھی بے دینی اور بت پرستی کی رسومات کو ختم کر دیا۔ بعل کے مذبح خانے توڑ ڈالے اور بت پرستی کے لیے مخصوص ظروف کو دور کر دیا۔ مذہبی کسبیوں کے حجرے ڈھا دیے۔ گھوڑے جو سورج دیوتا کے لیے مخصوص تھے ان کو پھاٹک سے ہٹا دیا اور رتھوں کو آگ سے جلا دیا۔ بچوں کی قربانی کی ہولناک رسم کو یک دم ختم کر دیا۔ اس نے ان کاہنوں کو بھی نکال

Marfat.com

دیا جو بت پرستی کے لیے مخصوص تھے۔ ان کی برطرفی سے سورج، چاند اور ستاروں کے لیے بخور جلانا بند ہو گیا۔

پچھلے بادشاہوں نے یروشلم میں ہیکل کو بالکل ہی نظر انداز کر دیا تھا۔ یوسیاہ نے اس کی مرمت کی طرف توجہ دی۔ ہیکل کی تعمیر کے دوران میں اسے توریت کی کتاب ملی جو کسی وقت دفن کر دی گئی تھی اور اب تو لوگ یہ بھی بھول گئے تھے کہ اس کتاب میں کن باتوں پر عمل کرنے کے لیے کہا گیا تھا۔

بادشاہ کی قیادت میں یہوداہ کے بزرگ، کاہن، لاوی اور یروشلم کے عام لوگ ایک جگہ جمع ہوئے تو دریافت شدہ توریت کی کتاب سب کو پڑھ کر سنائی گئی۔

''میں سچے دل سے وعدہ کرتا ہوں کہ میں اس شریعت کی پوری پوری پابندی کروں گا۔'' بادشاہ نے بلند آواز میں اپنی قوم کو مخاطب کیا۔

وہاں موجود لوگوں نے اس کی آوز کا ساتھ دیا۔ پورا یروشلم گونج اٹھا۔ ''ہم اس شریعت کی جو موسیٰؑ ہمارے لیے لائے تھے پوری پوری پابندی کریں گے۔''

مذہبی جوش اپنے عروج پر تھا۔ یہ معلوم ہوتا تھا کہ یہودہ کسی مذہبی انقلاب سے دو چار ہونے والے ہیں۔ ان کا یہ مذہبی اتحاد انہیں سیاسی میدان میں بھی آگے کی طرف لے جائے گا۔ اردگرد کی قومیں ان کی مطیع ہو جائیں گی اور خداوند خدا ان کی مدد کرے گا کیونکہ وہ اس کے فرمانبردار بندے بننے والے ہیں

توریت میں حکم دیا گیا تھا۔

'پہلے مہینے کی چودہویں تاریخ کو شام کے وقت خداوند کی ''فسح'' ہوا کرے (فسح کے معنی ہیں چھوڑنا۔ چونکہ بنی اسرائیل نے سال کے پہلے مہینے میں مصر چھوڑا تھا لہٰذا یہ دن قومی تہوار کی طرح منایا جانے لگا تھا۔ توریت غائب ہوئی تو لوگ اس رسم کو بھی بھول گئے) اور اسی مہینے کی پندرہویں تاریخ کو عید فطیر ہو۔ اس میں تم سات دن تک بے خمیری روٹی کھانا، پہلے دن تمہارا مقدس مجمع ہو۔ اس میں تم کوئی خادمانہ کام نہ کرنا اور ساتویں دن تم خداوند کے حضور آتشیں قربانی گزارنا اور ساتویں دن پھر مقدس مجمع ہو۔ اس روز تم کوئی خادمانہ کام نہ کرنا۔''

عید فسح منانے کی تیاریاں شروع کر دی گئیں۔ کاہن مقرر کیے گئے اور ہیکل میں عبادت کو دوبارہ شروع کیا گیا۔ شموئیل نبی کے بعد یہ عید پھر کبھی نہیں منائی گئی تھی۔

☆......☆......☆

یروشلم کی مشرقی دیوار پر بوزی کاہن کا مکان تھا۔ کہانت کا منصب اس خاندان کو ورثے میں ملا تھا اور نسل در نسل چلا آ رہا تھا۔

بوزی کاہن نہایت پاکباز اور بت پرستی سے کوسوں دور تھا۔ اس کی زندگی میں بس ایک دکھ تھا۔ اس کی بیوی بوڑھی ہو چکی تھی اور ابھی تک اولاد سے محروم تھی بلکہ اب تو کوئی امید ہی باقی نہیں رہ گئی تھی۔

یروشلم میں عید فسح کی تیاریاں شروع ہوئیں تو شہر کی ساری خوشیاں اس کے گھر میں سمٹ آئیں۔ اس کی بیوی نے اسے بتایا کہ وہ امید سے ہے۔ اس نے یہ خبر بڑے تعجب سے سنی کیونکہ اس کی بیوی اب اولاد پیدا کرنے کی عمر سے دور نکل آئی تھی لیکن خدا پرست تھا، دوسرے ہی لمحے اسے یقین آ گیا کہ خدا کی قدرت سے کچھ بھی ہو سکتا ہے۔

''یہ بادشاہ کی نیک چلنی ہے کہ خدا کی رحمت نے ہمارا گھر بھی دیکھ لیا۔'' کاہن نے اپنی بیوی سے کہا۔

''اس میں کیا شک ہے۔ گمراہی کے اندھیرے دور ہوں تو رحمت کی روشنی کو جگہ مل جاتی ہے۔''

''تمہارے اس بڑھاپے میں اللہ نے اپنا معجزہ دکھایا ہے تو آنے والا بچہ بھی غیر معمولی ہوگا۔ میرا وجدان تو یہ کہتا ہے کہ اللہ اس بچے سے کوئی کام لینا چاہتا ہے اس لیے اس نے معجزہ دکھایا ہے۔''

Marfat.com

''آپ کا قیافہ غلط نہیں ہے۔ جب سے یہ بچہ میرے پیٹ میں آیا ہے میں اپنے اردگرد روشنی کا ایک ہالہ سا دیکھتی ہوں۔ کبھی کبھی ایک پسندیدہ خوشبو مجھے اپنے حصار میں لے لیتی ہے اور میں ڈر جاتی ہوں۔''

''بچہ واقعی بابرکت ہوگا۔''

''آپ تو مجھ سے زیادہ عبادت کرتے ہیں۔ دعا کیا کریں کہ اس بچے کے ذریعے اللہ تعالیٰ ہماری عزت وتوقیر میں اضافہ کرے۔''

''میری تو یہی دعا ہے۔ خدا اسے اچھا زمانہ دے۔''

''اللہ ہمارے بادشاہ کو زندگی دے۔ اس نے سب کو دین کا پابند بنا دیا ہے۔ ہمارا بچہ جب اس فضا میں آنکھ کھولے گا تو یقیناً نیک بنے گا۔''

''میں اس کے ہوش سنبھالتے ہی اسے توریت کے اسباق پڑھانا شروع کردوں گا۔''

''میں اسے نماز میں اپنے ساتھ کھڑا کیا کروں گی۔''

''میں اسے برے لڑکوں کی صحبت سے بچاؤں گا۔''

''اب تو ہیکل تک کا فاصلہ ہی کتنا ہے۔ وہ خود بھی دن میں دس چکر کیا کرے گا۔''

''میں اپنے بچے کو بہت بڑا کاہن بناؤں گا۔''

''اسے کیا بننا ہے یہ تو خدا ہی جانتا ہے۔ وہی اسے جو بنانا چاہے گا بنا دے گا۔''

میاں بیوی میں رات گئے تک یہ باتیں ہوتی رہی تھیں اور پھر یہ باتیں روزانہ کا معمول بن گئیں۔ بے چینی سے اس دن کا انتظار ہو رہا تھا جب ان باتوں پر عمل کرنے کا موقع ملے۔

بوزی کاہن اس روز سخت مضطرب تھا۔ بچے کی پیدائش کا وقت قریب آ گیا تھا۔ محلے کی عورتیں اس کی بیوی کی مدد کرنے کے لیے آ گئی تھیں۔ وہ باہر ٹہل رہا کہ جیسے ہی بچے کی رونے کی آواز کانوں میں آئے وہ دوڑ کر اندر جائے اور اپنی امیدوں کا روشن چہرہ دیکھے۔ اسے زیادہ انتظار نہیں کرنا پڑا۔ ایک عورت نے دروازے سے سر نکالا اور اسے بیٹے کی خوش خبری سنائی۔

''مبارک ہو، ہارونؑ کی نسل میں ایک مرد کا اضافہ ہوا ہے۔''

''تم مجھے اجازت دو گی تو میں اندر آؤں گا۔''

''ہم جب تمہارے گھر سے نکلیں تو تم اندر چلے جانا۔ بچے کو غسل دے دیں تو پھر ہمارا کام ختم۔''

کاہن کو اطمینان تو ہو گیا تھا کہ بچہ خیریت سے ہے لیکن بے تابی بڑھ گئی تھی۔ وہ اپنے بیٹے کو جلد سے جلد دیکھ لینا چاہتا تھا۔ مختلف بچے اس کے تصور میں جگہ بنا رہے تھے۔ کبھی سوچتا تھا وہ ایسا ہوگا، کبھی سوچتا نہیں ایسا ہوگا۔ پھر سوچتا، وہ ان جیسا کہاں۔ وہ تو سب سے مختلف ہوگا۔ یروشلم تو کیا اردگرد کے علاقوں میں بھی کوئی اس کی طرح نہیں ہوگا۔ وہ انہی خیالوں میں غلطاں دروازے کے قریب بیٹھا تھا کہ اس نے اپنے گھر سے عورتوں کو نکلتے ہوئے دیکھا۔ اس کا مطلب ہے اب میں اندر جا سکتا ہوں۔ وہ اندر گیا اور اپنی بیوی کے پہلو میں لیٹے ہوئے بچے کو دیکھا۔ اس کا خیال درست تھا۔ وہ اس کے تصور میں آباد تمام بچوں سے مختلف تھا اس کی چوڑی پیشانی سے روشنی پھوٹ رہی تھی۔ وہ یہ بھی محسوس کر سکتا تھا کہ پورا کمرا خوشبو سے بسا ہوا ہے اس نے نومولود کو اپنے دونوں ہاتھوں میں اٹھا لیا۔ بوزی، کاہن تھے۔ عالم کامل تھے۔ ان کا عرفان انہیں بتا رہا تھا کہ ان کی گود میں جو بچہ ہے وہ معمولی بچہ نہیں۔

''معلوم نہیں اس وقت تک میری زندگی وفا کرے نہ کرے جب تک یہ اپنے مقام ومرتبہ تک پہنچے۔''

''ہم دونوں ہی اسے جوان ہوتے ہوئے دیکھیں گے۔'' ان کی بیوی نے کہا۔

Marfat.com

نام رکھنے کا وقت آیا تو آپ کے والد نے آپ کا نام حزقی ایل (حزقیل) رکھا۔ عبرانی زبان میں ''ایل'' اسم جلالت ہے اور حزقی کے معنی قدرت اور قوت کے ہیں۔ عربی زبان میں اس مرکب کے نام کا ترجمہ قدرت اللہ کیا جا سکتا ہے۔

بڑھاپے میں بیٹا نصیب ہوا تھا اور بیٹا بھی ایسا کہ جو دیکھے پیار کرے۔ ابھی وہ بولنے اور کچھ سمجھنے کے لائق بھی نہیں ہوا تھا کہ باپ اسے پاس لٹا کر اسے بنی اسرائیل کی تاریخ سناتا۔ اس کی بیوی اس کی اس حرکت پر ہنسا کرتی تھی۔

''آپ تو اسے ایسے سبق پڑھا رہے ہیں جیسے یہ سمجھ بھی رہا ہے اور یاد بھی کر رہا ہے۔''

''تم نہیں سمجھو گی۔ میں نے تم سے کہا تھا یہ عام بچہ نہیں ہے۔ میں جب اس سے باتیں کرتا ہوں تو مجھے لگتا ہے یہ سب کچھ سمجھ رہا ہے اور یاد کر رہا ہے۔ یوں بھی بچہ جو کچھ سنتا ہے اسے یاد رکھتا ہے۔ بڑے ہو کر یہی باتیں اس کے ذہن میں گردش کریں گی۔ ابھی تو اپنی تاریخ اسے یاد کرا رہا ہوں۔ ذرا ہوش آ جائے تو مذہبی رسمیں بھی سکھاؤں گا۔ اسے اتنا علم سکھا دوں گا کہ دنیا کہے گی، دیکھو! ننھا کاہن جا رہا ہے۔''

باپ نے کیا کیا سوچ رکھا تھا لیکن قدرت کی منشا کچھ اور تھی۔ حضرت حزقیل علیہ السلام ابھی چلنا اور بولنا سیکھے ہی تھے کہ والد کا انتقال ہو گیا۔ بادشاہ کی طرف سے کاہنوں کے لیے وظیفہ مقرر تھا اس لیے مالی پریشانی تو نہیں ہوئی البتہ والدہ کو یہ فکر ضرور لاحق ہو گئی کہ اب ان کی تعلیم و تربیت کا انتظام کیا ہوگا؟ کبھی کبھی شوہر کی کہی ہوئی یہ بات یاد آ جاتی تھی کہ یہ کوئی معمولی بچہ نہیں۔ بس اس سے تسلی ہو جاتی تھی کہ اللہ خود کوئی بندوبست کرے گا۔

اس کا بندوبست یہ ہوا کہ جب وہ خوب چلنے پھرنے لگا تو ہیکل کے بیرونی صحن اس کے لیے کھیل کا میدان بن گئے۔ عام بچوں کی طرح گلیوں میں کھیلنے کے بجائے وہ ہیکل میں چلے جاتے۔ جب تک جی چاہتا کھیلتے پھر ایک طرف بیٹھ کر لوگوں کو عبادت کرتے ہوئے دیکھتے رہتے۔ وہاں ادا ہونے والی رسوم کو دیکھتے اور گھر جا کر ماں کے سامنے دہراتے کہ کون سی رسم کس طرح ادا ہوتی ہے اور اس کا ہماری شریعت میں کیا مقام ہے۔ اگر ہم یہ رسم ادا نہ کریں تو خدا کا ردعمل کیا ہوگا۔ ایک روز انہوں نے ہیکل میں بادشاہ کو دیکھا تو ہیکل کی عظمت ان کی نظروں میں دوبالا ہو گئی۔ وہ سوچ رہے تھے ہیکل بس ایک عمارت نہیں ہے جہاں قیمتی ظروف رکھے ہوئے ہیں بلکہ یہ ایسا پُرجلال مقام ہے جہاں بادشاہ بھی آ کر سر جھکاتا ہے۔

یہاں صرف مذہبی باتیں ہی نہیں ہوتی تھیں بلکہ لوگ جمع ہوتے تو اردگرد کی اقوام کے قصے بھی چھڑ جاتے۔ بابل کی ہمارے لیے کیا اہمیت ہے۔ نینوا سے کیا خطرات ہیں۔ کون یروشلم کا دشمن ہے۔ بادشاہ اپنی مملکت کو وسیع کرنے کے لیے کیا کر رہا ہے یا اسے کیا کرنا چاہیے۔ کاہنوں کو کیا کام ہے۔ نبوت کو کیا کرنا چاہیے۔ غرض ہر قسم کی باتیں ہوا کرتی تھیں۔ کچھ باتیں ان کی سمجھ میں آتی تھیں، کچھ نہیں آتی تھیں لیکن پھر بھی یہ مقام ان کے لیے مدرسہ بنا ہوا تھا جہاں آہستہ آہستہ ان کی تربیت ہو رہی تھی۔

جب وہ ذرا بڑے ہوئے تو کاہنوں کا ہاتھ بٹانے لگے۔ ہر وقت کی قربت نے ان پر علم کے بہت سے دروازے کھول دیے۔ ہر جگہ اپنی پاکبازی اور واقفیت علم کی وجہ سے نگاہ عزت سے دیکھے جانے لگے۔

بیرونی حالات بڑی تیزی سے تبدیل ہو رہے تھے۔ اسرائیلیوں کے دشمن اسوریوں کو شکست ہو گئی تھی۔ نینوا تباہ ہو گیا تھا۔ پرانے دشمن مٹ رہے تھے، نئے دوست بن رہے تھے۔

نینوا کی تباہی کی خبریں یروشلم میں گردش کرنے لگیں تو یوسیاہ نے بین الاقوامی امور کی طرف توجہ دینا شروع کی۔ فوجی لحاظ سے وہ تیار تھا مگر اس سے ایک مہلک غلطی سرزد ہوئی جس نے اس کا چراغ عروج گل کر دیا۔

اموری، خاران میں جلاوطن حکومت کے خلاف لڑائی میں پسپا ہو رہے تھے۔ شاہ مصر نکوہ، اسوریوں کی کمک کے لیے اپنی فوجوں کو لے کر بڑھا۔ یوسیاہ نے موقع غنیمت جانا۔ وہ اپنی فوجیں لے کر تیزی سے مجدد کی طرف بڑھا تا کہ مصریوں کو

Marfat.com

الجھا کر اسوریوں کو شکست کھانے دے۔ یوسیاہ کو مہلک زخم لگے اور فوج کو بری طرح شکست ہوئی۔ اس کے ملازم کسی نہ کسی طرح اسے رتھ میں ڈال کر یروشلم لے آئے لیکن وہ مر چکا تھا۔

حضرت حزقیلؑ کیا، کوئی بھی اس وقت یہ نہیں سمجھ سکتا تھا کہ یوسیاہ کی اس مداخلت کے کیا اثرات مرتب ہوں گے لیکن جلد ہی معلوم ہوگیا۔ یوسیاہ کے بیٹے یہوآخز کو یروشلم میں بادشاہ بنادیا گیا لیکن اسے صرف تین مہینے کی بادشاہت نصیب ہوسکی۔

یوسیاہ کی مجدو میں شکست کے بعد مصری شمال میں کرکمیس کی طرف بڑھے۔ بابل کی مغرب کی طرف پیش قدمی عارضی طور پر رک گئی۔ فرعون نے ربلہ کو اپنا صدر مقام بنایا۔ یہوآخز کو تخت سے اتار کر ربلہ لے آیا اور پھر اسے مصر پہنچادیا۔ اس کے ملک پر سو قنطار چاندی اور ایک قنطار سونا خراج مقرر کیا۔ یوسیاہ کے دوسرے بیٹے یہویقیم کو بادشاہ مقرر کیا جس نے یہ خراج دینا منظور کرلیا تھا۔

یہویقیم نے ان تمام برائیوں کو دوبارہ رواج دے دیا جو یوسیاہ کے دور میں ختم ہوگئی تھیں۔ بتوں کی پرستش کھلم کھلا ہونے لگی۔ اس دور میں یرمیاہ علیہ السلام موجود تھے جو سامنے آئے اور لوگوں کو تنبیہ کرنے لگے۔

یہ اپنے ہوش میں پہلا موقع تھا جب حضرت حزقیل علیہ السلام نے یرمیاہ نبی کا نام سنا اور ان کے پیغام سے آگاہی ہوئی۔ وہ حسب معمول ہیکل میں تھے کہ انہوں نے یرمیاہ نبی کو دیکھا اور سنا۔

''خداوند فرماتا ہے جو قوم اور جو سلطنت اس کی یعنی شاہ بابل کی خدمت نہ کرے گی اور اپنی گردن اس کے جوتے تلے نہ جھکائے گی اس قوم کو میں تلوار اور کال اور وبا سے سزادوں گا یہاں تک کہ میں اپنے ہاتھ سے ان کو نابود کردوں گا۔''

''یروشلم کے لوگ بابل کی اسیری میں جائیں گے اور یروشلم کھنڈر بن جائے گا۔''

حضرت حزقیل علیہ السلام کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ یہ نبی یروشلم کی تباہی کی پیش گوئی کیوں کر رہا ہے لیکن جلد ہی یہ بات اس وقت سمجھ میں آگئی جب ہیکل میں دیوتاؤں کے بخور جلائے جانے لگے اور بتوں کی پرستش عام ہونے لگی۔ ملک میں دو گروہ بن گئے تھے ایک وہ جو حضرت یرمیاہ علیہ السلام کے ساتھ تھا اور دوسرا ان کی مخالفت پر کمربستہ۔ دوسرے گروہ کو چونکہ سرکاری سرپرستی حاصل تھی اس لیے عام غریب لوگ جو ان کے ہم نوا تھے اس وقت کی آمد سے کڑھتے رہتے تھے جو حضرت یرمیاہ علیہ السلام کی پیش گوئی کے مطابق بہت جلد آنے والا تھا۔

یہویقیم کی حکومت کا چوتھا سال تھا کہ کمیس کے مقام پر ایک فیصلہ کن لڑائی ہوئی جس میں بابل کی فوجوں نے مصریوں کو شکست فاش دے دی۔ یروشلم چونکہ مصر کا باج گزار تھا اور بابل کے خلاف تھا لہٰذا مصر کی شکست کے بعد یہ نزلہ اس پر بھی گرا۔ شاہ بابل بنوکدنضر جو تاریخ میں بخت نصر بھی کہلاتا ہے، جنوبی فلسطین میں اتنی دور تک گھس آیا کہ یروشلم کے خزانے لوٹ لیے اور ہزاروں کو یرغمال بنا کر اپنے ساتھ لے گیا۔ حضرت حزقیل علیہ السلام نے یہ منظر بھی دیکھا ہوگا اور شکر بھیجا ہوگا کہ وہ اس گرفتاری سے بچ گئے لیکن حضرت یرمیاہ علیہ السلام کی پیش گوئی پوری ہوتی ہوئی بھی دیکھی ہوگی اور یہ یقین بھی آگیا ہوگا کہ یہ سب قوم کی بداعمالیوں کی وجہ سے ہوا ہے۔

یہویقیم کے خزانے چھن گئے، اس کے لوگ یرغمال بنالیے گئے لیکن اس کا تخت خراج ادا کرنے کی شرط پر باقی رہا۔ وہ تین سال تک شاہ بابل کا خادم بنا رہا اور خراج ادا کرتا رہا لیکن پھر منحرف ہوگیا۔ اس کی اس گستاخی پر بخت نصر نے کئی سال تک اپنی فوجوں کو یروشلم کی طرف نہیں بھیجا مگر وہ لوٹ مار کرنے والے کسدی جتھوں کی حوصلہ افزائی کرتا رہا کہ یہوداہ پر حملے کرتے رہیں۔ اسی جنگ بازی کے دوران میں یہویقیم فوت ہوگیا۔

یہویقیم کے بعد اس کا بیٹا یہویاکین تخت پر بیٹھا لیکن اسے صرف تین مہینے بادشاہت کرنا نصیب ہوا، 597 ق م میں بابل کی فوجوں نے شہر کو گھیر لیا۔ اس نے دیکھا کہ مقابلہ کرنا فضول ہے اس لیے اس نے شاہ بابل کے آگے ہتھیار ڈال

Marfat.com

دیے۔

اس مرتبہ شاہ بابل بخت نصر نے زبانی وعدوں اور خراج کی ادائی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اس نے ہیکل کا سونا چاندی اتار لیا اور خزانے لوٹ لیے۔ یہویاکین اور اس کی مادر ملکہ کو گرفتار کرلیا۔

بخت نصر نے ہیکل کے صحن میں دربار آراستہ کیا۔ اس نے حکم دیا کہ شہر میں جتنے کاریگر، دستکار اور نوجوان تندرست وتوانا افراد ہیں، سب ہیکل میں حاضر ہوں۔

حضرت حزقیل علیہ السلام اس وقت پچیس سالہ نوجوان تھے اور ابھی نبوت سے سرفراز نہیں ہوئے تھے۔ سیاست کے ان ہنگاموں سے دور اپنے گھر میں بند بیٹھے کہ منادی کرنے والے کی آواز سنی۔

''بخت نصر، شاہ بابل نے فرمان جاری کیا ہے کہ جتنے نوجوان اس شہر میں بستے ہیں اور جتنے دستکار ہیں ہیکل کے صحن میں جمع ہوں۔ اس کے بعد گھروں کی تلاشی لی جائے گی، خبردار کوئی گھر میں چھپے رہنے کی غلطی نہ کرے۔''

حضرت حزقیل علیہ السلام کو ایک مرتبہ پھر حضرت یرمیاہ علیہ السلام کی پیش گوئی یاد آئی۔ تو کیا وقت آ گیا جب ہم سب اسیر بنالیے جائیں گے؟ یہ سب بداعمالیوں کا نتیجہ ہے۔

انہوں نے روشن دان سے جھانک کر باہر گلی میں دیکھا۔ بابل کے فوجی ادھر ادھر پھیلے ہوئے تھے۔ منادی کرنے والا آگے نکل گیا تھا لیکن اس کی آواز کی گونج ابھی تک سنائی دے رہی تھی۔ پھر انہوں نے دیکھا، گھروں کے دروازے دھڑا دھڑ کھلنے لگے تھے۔ کچھ نوجوان باہر نکلے۔ ان کے پیچھے ان کے بوڑھے ماں باپ کی آہیں اور سسکیاں صاف سنائی دے رہی تھیں۔ کسی کو نہیں معلوم تھا کہ بخت نصر ان کے ساتھ کیا سلوک کرتا ہے۔ قتل کرتا ہے یا چھوڑ دیتا ہے۔ حضرت حزقیل علیہ السلام نے شکر ادا کیا کہ ان کے والدین زندہ نہیں ہیں ورنہ مجھے رخصت کرتے ہوئے وہ بھی اسی طرح آہ و بکا کر رہے ہوتے۔ اگر میں گھر میں چھپا بیٹھا رہا تو کچھ دیر بعد یہی فوجی جو گلیوں میں گھوم رہے ہیں، گھر میں گھس آئیں گے اور مجھے مجرم سمجھا جائے گا۔ اسی میں عافیت ہے کہ میں بھی دوسروں کی طرح بخت نصر کے فرمان پر عمل کرتے ہوئے ہیکل پہنچ جاؤں۔ آپؑ گھر سے نکلے اور ہیکل کے راستے پر ہولیے۔ آپؑ کا پڑوسی بھی آپ کے ساتھ ہی باہر آیا تھا۔

''حزقیلؑ، تم تو بہت سمجھ دار ہو، تم کیا سمجھتے ہو، بخت نصر نے ہمیں کیوں بلایا ہے؟''

''کیا تمہیں اور ہمیں یاد نہیں کہ یہویقیم کے دورِ حکومت میں بھی اسی قسم کی منادی ہوئی تھی اور کچھ لوگ اسیر بنا کر بابل لے جائے گئے تھے۔ شاید ہماری اسیری بھی ہمارا انتظار کر رہی ہے۔''

''یہ بھی ہوسکتا ہے کہ وہ ہمیں تنبیہہ کر کے چھوڑ دے۔''

''کیوں، ہم نے کیا، کیا ہے جو وہ ہمیں تنبیہہ کرے گا۔ جو بادشاہ اچھے منتظم نہیں ہوتے ان کی رعایا کے ساتھ یہی سلوک ہوتا ہے کہ وہ غلام بنالیے جاتے ہیں۔ میرے دوست! ہم بہت جلد اپنے وطن سے بچھڑ جائیں گے۔''

''یہ تو بہت برا ہوگا۔ سنا ہے ہمارا بادشاہ پہلے ہی گرفتار ہوگیا ہے۔''

''اپنی فکر کرو میرے دوست۔''

وہ ہیکل کے دروازے کے قریب پہنچ گئے تھے اس لیے سلسلہ کلام منقطع کرنا پڑا۔ اندر کا صحن لوگوں سے کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ یہ معلوم ہوتا تھا جیسے پورا شہر یہاں جمع ہوگیا ہے۔ بابل کے فوجی ہاتھوں میں ہنٹر لیے نگرانی پر مامور تھے کہ کوئی بھاگنے نہ پائے۔

دھوپ سروں سے گزرنے لگی تھی یہاں تک کہ بخت نصر مطمئن ہوگیا کہ مطلوبہ لوگ جمع ہو چکے ہیں۔ اس نے یہویاکین کے بیٹے صدقیاہ کو یروشلم میں بچے کھچے لوگوں کا حاکم مقرر کیا اور دس ہزار کے قریب انسانی ریوڑ کو بھیڑ بکریوں کی طرح ہنکاتا ہوا بابل کی طرف چل دیا۔

Marfat.com

حضرت حزقیل علیہ السلام کا بچپن ہیکل کے صحن میں کھیلتے ہوئے گزرا تھا۔ اس کی ایک ایک اینٹ سے انہیں محبت تھی اور آنِ واحد میں یہ ہوا کہ یروشلم بھی چھوٹا اور وہ ہیکل بھی چھوٹ گیا۔ اگرچہ ہیکل تباہ نہ کی گئی مگر سنگ دل حملہ آوروں نے اس کے بہت سے مقدس ظروف کو ناپاک کیا اور انہیں مال غنیمت کے طور پر لے گئے تاکہ اپنے بت خانوں میں استعمال کریں۔

دس ہزار اسیروں کا یہ قافلہ چپ چاپ سر جھکائے بابل کی طرف رواں دواں تھا۔ رات آئی اور اس قافلے نے پڑاؤ کیا تو یہ معلوم ہوتا تھا جیسے قبرستان میں دور تک مشعلیں روشن ہیں۔ اس خاموشی میں کبھی کبھی فوجیوں کی للکار سنائی دیتی تھی تاکہ اسیروں کو یہ معلوم ہو جائے کہ ان کے نگراں جاگ رہے ہیں اور کوئی بھاگنے کی کوشش نہ کرے۔ قریب قریب لیٹے ہوئے یہ اسیر اتنے خوف زدہ تھے کہ آپس میں بھی باتیں نہیں کر رہے تھے یا پھر اپنے اپنے خیالوں میں گم تھے۔ کسی کو اپنا گھر یاد آ رہا ہوگا کسی کو اپنے والدین۔ اس قید سے کب رہائی ملتی ہے؟ سوچنے کے لیے یہ بھی بڑا موضوع تھا۔ حضرت حزقیل علیہ السلام ایک پتھر سے ٹیک لگائے بیٹھے تھے۔ انہیں حضرت یرمیاہ علیہ السلام کی پکار یاد آ رہی تھی۔

"شمال کی طرف سے اس ملک کے تمام باشندوں پر آفت آئے گی کیونکہ خداوند فرماتا ہے دیکھ! میں شمال کی سلطنتوں کے تمام خاندانوں کو بلاؤں گا اور وہ آئیں گے اور ہر ایک اپنا تخت یروشلم کے پھاٹکوں سے مدخل پر اور اس کی سب دیواروں کے گرداگرد اور یہوداہ کے تمام شہروں کے مقابل قائم کرے گا۔"

پھر انہیں یرمیاہ نبی کا یہ خطبہ یاد آیا۔

"تیرے بت کہاں ہیں جن کو تو نے اپنے لیے بنایا۔ اگر وہ مصیبت کے وقت تجھے بچا سکتے ہیں تو اٹھیں، کیونکہ اے یہوداہ جتنے تیرے شہر ہیں اتنے ہی تیرے بت ہیں۔"

حضرت یرمیاہ علیہ السلام کی ہر پیش گوئی پوری ہو رہی تھی لیکن افسوس! کسی نے ان کی بات نہیں مانی۔ لوگ تو ان کے قتل کے درپے ہو گئے تھے۔ اسی نافرمانی کا نتیجہ ہے جو ہم دیکھ رہے ہیں۔ گھر سے بے گھر ہوئے پڑے ہیں۔ ایک وہ وقت تھا جب خدا ہمیں چار سو سال کی غلامی سے نجات دلا کر مصر سے نکال لایا تھا ایک یہ وقت کہ ہم غلام بن کر بابل جا رہے ہیں، کیا پھر چار سو سال؟ حضرت حزقیل علیہ السلام نے گھبرا کر آنکھیں بند کر لیں۔ یہ اس بے وفائی کی سزا ہے جو بنی اسرائیل نے اپنے خدا سے کی ہے۔ توبہ کے سوا ہمارے لیے کوئی راستہ نہیں۔

"اے، کیا تم یہوداہ میں سے نہیں ہو؟" ایک فوجی نے آپ کو آنکھیں بند کیے بیٹھے دیکھ کر ڈپٹ کر کہا۔

"ہاں میں انہیں میں سے ہوں۔ اسی لیے تو تمہارا اسیر ہوں۔" آپؑ نے آنکھیں کھولتے ہوئے کہا۔

"پھر یہاں کیوں بیٹھے ہو۔ قافلہ تو چلنے کو تیار ہے۔ کیا تم یہ سمجھ رہے تھے کہ کوئی تمہیں دیکھ نہیں رہا ہے۔ یہیں بیٹھے رہ جاؤ گے اور بعد میں فرار ہو جاؤ گے۔"

"میں وہ نہیں ہوں جو کسی سے بے وفائی کروں۔ مجھے میرے خدا نے تمہارے حوالے کیا ہے۔ میں تم سے بے وفائی کروں گا تو اپنے خدا سے بے وفائی کروں گا۔"

"اچھا اچھا، زیادہ باتیں مت بناؤ" وہ فوجی انہیں لے کر چلا اور انسانوں کی بھیڑ میں شامل کر دیا۔ یہ قافلہ میدانوں، دریاؤں اور گھاٹیوں کو عبور کرتے ہوئے بابل پہنچ گیا۔

حضرت حزقیل علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کو تل ابیب میں نہر کبار کے کناروں پر بسا دیا گیا۔ ہر ایک نے اپنی ضرورت کے مطابق خطہ زمین گھیر لیا۔ زمین زرخیز تھی لہٰذا کھیتی باڑی بھی شروع کر دی۔

حالات بظاہر خوشگوار تھے۔ انہیں ہر طرح کی آزادی میسر تھی۔ اس میں مذہبی آزادی بھی شامل تھی۔ زندگی ایک وقفے کے بعد پھر سے شروع ہو چکی تھی لیکن جب ان لوگوں کو اپنے وطن کی یاد آ جاتی تو ہر خوشی ماتمی لباس پہن لیتی تھی، ہر

Marfat.com

سکون منتشر ہو جاتا تھا۔ وہ دیکھ رہے تھے کہ بخت نصر اپنی طاقت اور سلطنت کی حدود بڑھا رہا ہے اور واپسی ناممکن معلوم ہوتی ہے۔

ان اسیروں میں اکثر بحث ہوتی تھی کہ وہ اپنے وطن بھی لوٹ سکیں گے یا نہیں۔ جلاوطنوں کے درمیان جھوٹے نبی بھی موجود تھے جو خدا کے نام سے یہ پیغام پہنچایا کرتے تھے کہ بہت جلد وطن واپسی ہوگی۔ دو سال کے اندر اندر بابل کا ''جوا'' ٹوٹ جائے گا۔ اسیروں کی حوصلہ افزائی ضرور ہو رہی تھی لیکن واپسی کی کوئی صورت نظر نہیں آ رہی تھی۔ ایسے میں حضرت یرمیاہؑ کا خط تل ابیب پہنچا۔ حضرت حزقیل علیہ السلام نے اس خط کی نقول کر کے لوگوں میں تقسیم کیں اور پڑھ کر سنایا۔

''رب الافواج اسرائیل کا خدا یوں فرماتا ہے، تم گھر بناؤ اور ان میں بسو اور باغ لگاؤ اور ان کے پھل کھاؤ۔ بیویاں کرو تاکہ تم سے بیٹے بیٹیاں پیدا ہوں اور اپنے بیٹوں کے لیے بیویاں لاؤ اور اپنی بیٹیاں شوہروں کو دو۔ اس شہر کی خیر مناؤ جس میں، میں نے تم کو اسیر کر کے بھیجا ہے اور اس کے لیے خدا سے دعا کرو کیونکہ اس کی سلامتی میں تمہاری سلامتی ہوگی۔ خداوند یوں فرماتا ہے کہ جب بابل میں ستر برس گزر چکیں گے تو میں تم کو یاد فرماؤں گا اور تم اس مکان میں واپس لانے سے پہلے اپنے نیک قول کو پورا کروں گا۔''

اس خط نے اسیروں میں ہلچل پیدا کر دی۔ حضرت حزقیل علیہ السلام نے اس خط کو شہرت دی اور اپنے لوگوں کو آمادہ کیا کہ اب وہ اسی کو اپنا وطن سمجھیں اور جھوٹے نبیوں کی باتوں میں نہ آئیں۔ اب تک جو خدا کی نافرمانی ہو چکی وہی بہت ہے اب مزید نافرمانی اختیار نہ کریں۔

یہاں جو جھوٹے نبی تھے، جب لوگ انہیں ٹھکرانے لگے تو یرمیاہ علیہ السلام کے خلاف ان کے جذبات بھڑک اٹھے۔ ان میں سے ایک انخلامی سمعیاہ نے یروشلم خط بھیجا جس میں الزام لگایا گیا کہ ہماری اسیری کا ذمے دار یرمیاہ علیہ السلام ہے اور مطالبہ کیا کہ اسے قید کر کے کاٹھ میں ڈال دیا جائے (کاٹھ ملزموں کو سزا دینے کے لیے ایک آلہ ہوتا تھا۔ لکڑی سے بنا ہوا ایک ایسا آلہ جس میں ملزم کی گردن اور ہاتھ پاؤں پھنسا دیے جاتے تھے)

صفنیاہ کاہن نے یہ خط پڑھ کر یرمیاہ علیہ السلام کو سنایا۔ تب خداوند کا کلام یرمیاہؑ پر نازل ہوا۔

''اسیری کے سب لوگوں کو کہلا بھیج کہ خداوند نخلامی سمعیاہ کی بابت یوں فرماتا ہے۔ اس لیے کہ سمعیاہ نے تم سے نبوت کی حالانکہ میں نے اسے نہیں بھیجا اور اس نے تمہیں جھوٹی امید دلائی۔ اس لیے خداوند یوں فرماتا ہے کہ دیکھو میں سمعیاہ کو اور اس کی نسل کو سزا دوں گا۔ اس کا کوئی آدمی نہ ہوگا جو ان لوگوں کے درمیان بسے اور اس نیکی کو جو میں اپنے لوگوں سے کروں گا ہرگز نہ دیکھے گا۔''

حضرت یرمیاہ علیہ السلام کا خط ایک مرتبہ پھر اسیروں تک پہنچا۔ حضرت حزقیل علیہ السلام نے اس خط کو بہت شہرت دی۔ جھوٹے نبیوں کی طرف سے لوگوں کے دلوں میں شکوک پیدا ہونے لگے۔

حضرت حزقیل علیہ السلام ابھی نبی نہیں بنائے گئے تھے لیکن کاہن کی حیثیت سے لوگوں کو نصیحت تو کر سکتے تھے۔ یسعیاہ جیسے لوگوں کی طرف سے اپنے ساتھیوں کو ہوشیار تو کر سکتے تھے اور وہ یہی کر رہے تھے۔ رفتہ رفتہ لوگوں کا ایک گروہ ان کے گرد اکٹھا ہو گیا۔ انہوں نے ایک مذہبی تنظیم قائم کر لی۔ بت پرستی کے خلاف تقریریں کرنا اور لوگوں کو خدا کی عبادت کی طرف راغب کرنا آپؑ کا مشغلہ بن گیا تھا۔ آپؑ پر یہ بات پہلے دن ہی سے روشن ہو گئی تھی کہ یہوداہ اس لیے سزا کے مستحق ٹھہرے ہیں کہ انہوں نے خدا کی نافرمانی کی تھی اور اگر آج بھی وہ صدق دل سے توبہ کر لیں تو خدا کی رحمتوں کے حق دار بن سکتے ہیں۔ انہیں یہ بھی یقین تھا کہ جو لوگ ان کے پیچھے یروشلم میں رہ گئے ہیں انہوں نے اپنی روش نہیں بدلی ہوگی۔ اسی وجہ سے یروشلم بہت جلد تباہ ہو جائے گا۔ وہ لوگوں کو سمجھاتے تھے کہ خدا نہیں چاہتا تھا کہ ہم تباہی کا ذائقہ چکھیں۔ اسی

Marfat.com

لیے اس نے ہمیں وہاں سے دور کر دیا۔ اس نے ہم پر ظلم نہیں کیا بلکہ ہمیں محفوظ کر دیا۔ اب ہم اسی خطہ ارض کو اپنا مقدر، اپنا وطن سمجھیں۔

لوگ جلد از جلد اپنے گھروں کو لوٹنا چاہتے تھے لیکن حضرت حزقیل علیہ السلام کی باتیں ان کے زخموں پر مرہم رکھ رہی تھیں۔ انہیں یہ اطمینان تھا کہ وہ وطن سے دور ہیں لیکن خدا کی نظروں میں تو سرخرو ہیں۔

صدقیاہ کی حکومت کا چوتھا سال تھا کہ اسیروں نے یہ خوش خبری سنی کہ ان کا بادشاہ صدقیاہ بابل آ رہا ہے اور یقیناً اسی راستے سے گزرے گا۔ ان میں سے بعض کا یہ بھی خیال تھا کہ وہ یہاں اسیروں کی رہائی کے لیے بات چیت کرنے آ رہا ہے اور اب ان کی رہائی قریب ہے۔ انہوں نے یہ بھی چاہا تھا کہ وہ ایک جگہ جمع ہو کر اس کے رتھ کو گزرتے ہوئے بھی دیکھیں گے۔ ہو سکتا ہے ہمارا جوش و خروش دیکھ کر وہ ہماری رہائی کے لیے زیادہ شد و مد کے ساتھ کوشش کرے۔

اس کا رتھ آیا بھی اور گزر بھی گیا۔ ان اسیروں کو اجازت نہیں تھی کہ اس کے راستے میں کھڑے ہوں۔ پھر انہوں نے سنا صدقیاہ یروشلم واپس چلا گیا ہے۔ امیدوں پر پانی پھر گیا، یسعیاہ جیسے جھوٹے نبی یہ امید دلا رہے تھے کہ انہیں رہائی مل جائے گی۔ ان کی باتیں غلط ثابت ہوئی تھیں۔ اب ان پر اعتبار کرنے کی کوئی تیار نہیں تھا۔ لوگوں کا جھکاؤ حضرت حزقیل علیہ السلام کی طرف ہونے لگا۔ ان کا گھر ہیکل کے صحن کا منظر پیش کرنے لگا۔ ان اسیروں میں جو نیک لوگ تھے، آپؑ کے مکان پر جمع ہو جاتے اور دن بھر کی خبروں سے آپؑ کو باخبر کرتے۔ ان خبروں کا ذریعہ وہ تاجر یا مسافر ہوتے تھے جو یروشلم سے ہوتے ہوئے اس راستے سے گزرتے تھے۔

صدقیاہ فقط کٹھ پتلی بادشاہ تھا جو بابل کے شہنشاہ کے اشاروں پر ناچتا تھا۔ اس کی حکومت نہایت کمزور تھی۔ اس کی متزلزل پالیسیاں ملک کو تباہی سے دوچار کر رہی تھیں۔ مذہبی حالت بھی بہت بری تھی۔ عبادت گاہوں میں خدائے واحد کی عبادت کرنے والے بہت کم تھے جب کہ دیوی دیوتاؤں کی پرستش عام تھی۔ سونے چاندی کے بت اور مورتیاں تیار ہو رہی تھیں۔ ان کی سرپرستی سرکاری سطح پر ہو رہی تھی۔ بادشاہ کے اردگرد جھوٹے اور مفاد پرست مشیر جمع تھے۔ جھوٹے کاہن مذہبی پالیسیوں میں دخیل تھے۔ ہر طرف حرص و طمع کا بازار گرم تھا۔ فوج عیش و عشرت میں ڈوبی ہوئی تھی۔ ان کے ہتھیار زنگ آلود ہو چکے تھے۔ پچھلے واقعات سے اس قوم نے کچھ نہیں سیکھا تھا۔

صدقیاہ کے نادان مشیر اسے اکساتے رہتے تھے کہ بابل کے خلاف بغاوت کر دے اور مصر کا ساتھ دے۔ جھوٹے نبی اسے اکساتے رہتے تھے۔

حضرت یرمیاہ علیہ السلام مسلسل آگاہ کر رہے تھے کہ بخت نصر کی اطاعت قبول کر لو۔ اس پاداش میں ان پر سختیاں بڑھتی جا رہی تھیں۔ حضرت حزقیل علیہ السلام تک یہ خبریں کسی نہ کسی طرح پہنچ ہی جاتی تھیں۔ وہ اپنے وطن کی طرف سے فکرمند رہنے لگے۔ وہ اپنے وطن کا موازنہ دوسری قوموں سے کرتے تو انہیں سخت مایوسی کا سامنا کرنا پڑتا۔ دوسری قومیں متحرک تھیں۔ اپنی فتوحات میں اضافے کر رہی تھیں۔ خوش حالی اور فتح مندی ان کا ساتھ دے رہی تھی جب کہ یروشلم بے حس تھا۔ ان کا سب سے بڑا عیب یہ تھا کہ اپنے نبی کی بات سننے کو تیار نہیں تھے۔

اسیروں کو۔۔۔ ان کے ملک میں رہتے ہوئے پانچ برس ہو گئے تھے۔ حضرت حزقیل علیہ السلام کی عمر تیسویں برس میں داخل ہو گئی تھی۔ وہ ابھی نبی مقرر نہیں کیے گئے تھے۔

ایک دن حالات پر غور کرتے ہوئے وہ نہر کبار کے کنارے کنارے بڑی دور تک چلے گئے۔ بستیاں آنکھوں سے اوجھل ہو گئیں۔ خدا انہیں اور آگے لے جا رہا تھا۔ آج شاید انہیں وہ دکھانا تھا جو دوسروں کو نہیں دکھانا تھا۔ اچانک آسمان کھل گیا۔ شمال کی جانب تیز ہوائیں چلنے لگیں جیسے آندھی آتی ہے۔ یہ آندھی گہری گھٹا اور آگ کا ایک بڑا گولا اپنے ساتھ لے کر آئی۔ آگ میں تپش نہیں، روشنی تھی۔ دیکھتے ہی دیکھتے آگ کے بیچ سے صیقل کیے ہوئے پیتل کی سی صورت جلوہ گر

Marfat.com

ہوئی اور اس میں چار انسانی شکلیں نمودار ہوئیں۔ ہر انسان کے چار چہرے اور چار پر تھے۔ ان کی ٹانگیں سیدھی تھیں اور ان کے پاؤں کے تلوے بچھڑے کے پاؤں کے تلوے کے مانند تھے اور ان کے چاروں طرف پیروں کے نیچے انسان کے ہاتھ تھے اور چاروں کے چہرے اور پر، یوں تھے کہ ان کے پر ایک دوسرے سے باہم پیوستہ تھے اور وہ چلتے ہوئے مڑتے نہ تھے بلکہ سیدھے آگے بڑھے چلے جاتے تھے۔

حضرت حزقیل علیہ السلام نے ان جاندار چہروں کی طرف غور سے دیکھا تو معلوم ہوا ہر چہرے کے پاس زمین پر ایک پہیا ہے۔ ان پہیوں کی شکل اور بناوٹ ایسی تھی کہ گویا پہیا، پہیے کے بیچ میں ہے۔ وہ چلتے وقت اپنے چار پہلوؤں پر چلتے تھے اور پیچھے نہیں مڑتے تھے۔ جب وہ جاندار چلتے تھے تو پہیے بھی ان کے ساتھ چلتے تھے اور جب وہ جاندار زمین پر سے اٹھائے جاتے تھے تو پہیے بھی اٹھائے جاتے تھے کیونکہ جاندار کی روح پہیوں میں تھی۔ جب وہ چلتے تھے، یہ چلتے تھے جب وہ ٹھہرتے تھے، یہ ٹھہرتے تھے اور جب وہ زمین پر سے اٹھائے جاتے تھے تو پہیے بھی ان کے ساتھ اٹھائے جاتے تھے۔

جانداروں کے سروں کے اوپر کی فضا بلور کے مانند درخشاں تھی اور ان کے سروں کے اوپر پھیلی ہوئی تھی۔ اس فضا کے نیچے ان کے پر ایک دوسرے کی سیدھ میں تھے۔

جب یہ جاندار چلے تو شور کی آواز بلند ہوئی جیسے لشکر کی آواز ہوتی ہے۔ اس فضا سے اوپر جو ان کے سروں کے اوپر تھی، تخت کی صورت تھی اور اس کی صورت نیلم کے پتھر کی سی تھی اور اس تخت نما صورت پر کسی انسان کی سی شبیہ اس کے اوپر نظر آئی۔

یہ ایسے مناظر نہیں تھے جو کوئی انسان آسانی سے برداشت کر سکتا۔ کچھ خوف تھا کچھ ادب۔ حضرت حزقیل علیہ السلام اوندھے منہ زمین پر گر گئے۔ ان کے کانوں میں کسی کے باتیں کرنے کی آواز آ رہی تھی پھر یہ آواز بلند ہوئی۔ کوئی تھا جو انہیں مخاطب کر رہا تھا، انہیں پکار رہا تھا۔

''اے آدم زاد! اپنے پاؤں پر کھڑا ہو کہ میں تجھ سے باتیں کروں۔''

اس آواز کے بلند ہوتے ہی حضرت حزقیل علیہ السلام کے پیروں میں جان آ گئی اور وہ اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔ ''میں حاضر ہوں ان باتوں کو سننے کے لیے جن کی آواز میرے کانوں میں آئے گی۔''

آواز پھر بلند ہوئی۔ ''اے آدم زاد! میں تجھے بنی اسرائیل کے پاس یعنی اس باغی قوم کے پاس جس نے مجھ سے بغاوت کی ہے۔ بھیجتا ہوں۔ وہ ان کے باپ دادا آج کے دن تک میرے گناہ گار ہوتے آئے ہیں۔ وہ بے حیا اور سخت دل فرزند ہیں۔ تو ان سے کہنا کہ خداوند یوں فرماتا ہے۔ تیرا کام ان تک میرا پیغام پہنچانا ہے۔ پھر وہ سنیں یا نہ سنیں۔ انہیں یہ تو معلوم ہو جائے گا کہ ان میں ایک نبی آیا ہے۔''

''میں تو بہت کمزور ہوں، وہ میری کہاں سننے والے۔''

''تو ہراساں کیوں ہوتا ہے۔ ان کی باتوں سے مت ڈر اور ان کا خوف دل سے نکال دے کیونکہ میں تیرے ساتھ ہوں۔ تو اب بھی ڈرتا ہے تو جو میں تجھے دیتا ہوں، کھا لے۔''

حضرت حزقیل علیہ السلام نے نگاہ اٹھا کر دیکھا۔ ایک ہاتھ ان کے سامنے تھا جس میں ایک کتاب کا طومار تھا۔ اس میں نوحہ اور ماتم اور آہ و نالہ مرقوم تھا۔ وہ کچھ دیر اس کتاب کو غور سے دیکھتے رہے۔

''اس طومار کو نگل اور جا کر اسرائیل کے خاندان سے کلام کر۔''

حضرت حزقیل علیہ السلام نے منہ کھولا اور اس ہاتھ نے وہ طومار ٹکڑے ٹکڑے کر کے انہیں کھلا دیا۔ حضرت حزقیل علیہ السلام کا منہ شہد کی مٹھاس اور خوشبو سے بھر گیا۔

Marfat.com

''اب تو بنی اسرائیل کے پاس جا اور میری باتیں ان سے کہہ۔ یہ لوگ تیری ہی زبان سمجھتے اور بولتے ہیں۔ اس کے باوجود وہ سمجھنے اور سننے کو تیار نہیں ہوں گے کیونکہ وہ سننا ہی نہیں چاہتے کیونکہ سب بنی اسرائیل سخت پیشانی اور سنگ دل ہیں۔ میں نے بھی ان کے چہروں کے مقابل تیرا چہرہ درشت کیا ہے اور تیری پیشانی ان کی پیشانی کے مقابل سخت کردی ہے۔ اب تو ان سے نہ ڈر۔''

اس کے بعد کسی طاقت نے انہیں اوپر اٹھالیا۔ انہوں نے اپنے پیچھے ایک بڑی کڑک کی آواز سنی۔ جان داروں کے پروں کے ایک دوسرے سے لگنے کی آواز اور ان کے مقابل پہیوں کی آواز اور ایک بڑے دھڑاکے آواز سنائی دی۔ کچھ دیر میں انہوں نے اپنے آپ کو تل ابیب میں اسیروں کے درمیان دیکھا۔ ذرا ہوش ٹھکانے آئے تو سوچنے بیٹھ گئے۔ جو کچھ دیکھ لیا تھا اس کے بعد سراسیمہ ہونا لازمی تھا۔ خوف کی ایک لہر سی سارے بدن میں تھی۔ ذمے داری کا احساس الگ تھا۔ کاہن تھے، انہیں یہ معلوم تھا کہ انہیں کس بات کی گھبراہٹ ہوتی ہے۔ وہ بچھوؤں اور کانٹوں کے درمیان تھے۔ انہیں ان سب کے زہر کو زائل کرنا تھا۔

سات دن تک اپنے گھر میں اس طرح بیٹھے رہے جیسے کوئی چھپ کر بیٹھتا ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ اب انہیں کیا کرنا ہے۔ نبوت پر فائز کرنے کا اشارہ ہو چکا تھا لیکن اب خاموشی تھی۔ انہیں مزید حکم کا انتظار تھا۔ آخر ایک ہفتے بعد خدا کا کلام ان پر نازل ہوا۔

''اے آدم زاد! میں تجھے بنی اسرائیل کا نگہبان مقرر کرتا ہوں۔ پس تو میرا کلام سن اور میری طرف سے انہیں آگاہ کردے۔ تیرا کام صرف پیغام پہنچانا ہے۔ اگر کوئی اس پر عمل نہیں کرتا تو اس کا ذمے دار وہ خود ہوگا۔ ہاں اگر تو نے میرے پیغام کو نہیں پہنچایا اور کسی نے عمل نہ کیا تو اس کی باز پرس میں تجھ سے کروں گا۔''

پھر اس آواز نے آپؑ کو حکم دیا کہ اس مقام سے اٹھ کر کسی کھلے میدان میں پہنچ جائیں۔ آپؑ نے عمل کیا اور مکان سے نکل کر ایک کھلے میدان میں چلے آئے۔ یہاں انہوں نے خدا کی جلالت کا وہی منظر دیکھا جو نہر کیبار کے کنارے دیکھ چکے تھے۔ وہ ایک مرتبہ پھر منہ کے بل زمین پر گر پڑے۔

''اے آدم زاد! اٹھ اور اپنے گھر جا۔ اپنی زبان تالو سے چپکالے۔ کسی سے کچھ نہ کہو۔ ہاں جب میں تجھ سے ہم کلام ہوں تو اپنی زبان کھولنا۔''

اس کے بعد کچھ باتیں ان کے کان میں کہی گئیں جن پر انہیں عمل کرنا تھا۔ ان باتوں پر عمل کرا کے انہیں ایک آزمائش سے گزرانا تھا تاکہ وہ اپنے آپ کو نبوت کا اہل ثابت کرسکیں۔ اس کے بعد آپ کا ہر عمل حکم الٰہی کے مطابق تھا۔

حضرت حزقیل علیہ السلام نے حکم الٰہی کے مطابق مٹی کا ایک ڈھیر کھڑا کیا پھر وحی الٰہی کے الفاظ اپنے دل میں دہرائے تاکہ اس کے مطابق عمل کریں۔ وحی میں کہا گیا تھا۔

''اے آدم زاد! تو ایک کھپرا لے اور اپنے سامنے رکھ کر اس پر ایک یروشلم کی تصویر کھینچ اور اس کا محاصرہ کر اور اس کے مقابل برج بنا اور اس کے سامنے دمدمہ باندھ اور اس کے گرد خیمے کھڑے کر اور اس کے چاروں طرف منجنیقیں لگا۔ پھر تو لوہے کا ایک توا لے اور اپنے شہر کے درمیان اسے نصب کر کہ وہ لوہے کی دیوار ٹھہرے اور تو اپنا منہ اس کے مقابل کر اور وہ محاصرے کی حالت میں ہو اور تو اس کا محاصرہ کرنے والا ہوگا۔ یہ بنی اسرائیل کے لیے نشانی ہے۔''

حضرت حزقیل علیہ السلام کے لیے یہ کام مشکل نہیں تھا۔ ان کی زندگی یروشلم میں گزری تھی۔ وہ اس کے ایک ایک کوچے سے واقف تھے۔ انہوں نے مٹی پر ویسی ہی تصویر کشی کردی جیسا کہ حکم ہوا تھا۔ ان کا یہ عمل قوم کے لیے دلچسپی کا سبب بن گیا۔ انہوں نے پانچ سال سے یروشلم کو آنکھوں سے نہیں دیکھا تھا اور اب اس کی تصویر دیکھ رہے تھے۔ پہلے تو ان کی سمجھ میں نہیں آیا کہ یہ تصویر انہوں نے کیوں بنائی ہے لیکن پھر کچھ سمجھ میں آ گیا۔ یہ شہر محاصرے کی حالت میں کیوں

Marfat.com

ہے۔ کیا یروشلم پر تباہی آنے والی ہے؟ کیا فوجیں اس کا محاصرہ کرلیں گی؟ اس سے زیادہ تعجب انہیں یہ دیکھ کر ہو رہا تھا کہ حضرت حزقیل علیہ السلام گونگوں کی طرح خاموش بیٹھے ہیں۔ کوئی بات پوچھی جائے تو ان کے پاس اس کا جواب ہی نہیں۔ جلاوطن اسرائیلی جوق در جوق آ رہے تھے اور آپس میں چہ میگوئیاں کر رہے تھے۔

''یہ نقشہ تو یروشلم ہی کا ہے۔ لیکن یہ تو حالت جنگ میں ہے۔ ہم اسے اس حالت میں تو چھوڑ کر نہیں آئے تھے۔''

''یہ تو مستقبل کا یروشلم بنایا گیا ہے۔''

''انہیں کیا معلوم مستقبل کا یروشلم کیا ہوگا؟''

''شاید انہیں کہیں سے معلوم ہو گیا ہو۔''

''ہمیں نہیں معلوم ہوا تو انہیں کیسے معلوم ہو گیا؟''

''یہ ہمیں خوفزدہ کر کے اپنی کوئی بات منوانا چاہتے ہیں۔''

''اور یہ بولتے کیوں نہیں؟''

''اس لیے کہ کوئی جواب دینا نہ پڑے۔ بہر حال نقشہ اچھا بنایا ہے۔''

حضرت حزقیل علیہ السلام ان کی باتیں سن رہے تھے۔ انہیں خدا کا کہا یاد آ رہا تھا۔ ''بنی اسرائیل تیری بات نہیں سنیں گے کیونکہ وہ میری سننا نہیں چاہتے۔''

کچھ لوگ ایسے بھی تھے جو اس نقشے کو دیکھ کر افسوس کر رہے تھے کہ ان کے پیارے یروشلم کی یہ حالت ہونے کو ہے لیکن یہ بات ان کی سمجھ میں بھی نہیں آ رہی تھی کہ حضرت حزقیل علیہ السلام گونگے کیسے ہو گئے۔ وہ بنی اسرائیل سے ناراض ہیں یا انہیں کوئی بیماری لاحق ہو گئی ہے؟''

اسی طرح کی باتیں ہوتی رہیں۔ لوگ آتے رہے۔ کچھ لوگوں کو نصیحت ہوئی کچھ نے مذاق اڑایا۔ آپؑ کسی کی بات کا جواب نہیں دے سکتے تھے کیونکہ یہی حکم تھا۔

ایک اور حکم جاری ہوا۔

''اب تو اپنی بائیں کروٹ پر لیٹ رہ اور بنی اسرائیل کی بدکرداری اس پر رکھ دے۔ جتنے دنوں تک تو لیٹا رہے گا، ان کی بدکرداری برداشت کرے گا۔''

حکم الٰہی کے مطابق 39 دن تک حزقیل علیہ السلام اپنے بائیں پہلو پر لیٹے رہے۔ یہ اسرائیل یعنی شمالی سلطنت کا نشان تھا۔ پھر چالیس دن تک دائیں پہلو پر لیٹے رہے۔ یہ نشان تھا یہوداہ یعنی جنوبی سلطنت پر آنے والے غضب کا۔ اس عرصے میں حضرت حزقیل علیہ السلام کی رسد مقرر تھی۔ یہ اسی قدر تھی جتنی عام محاصرے کے دوران میں معمول کے مطابق ہوتی ہے۔ انہیں ہدایت تھی کہ پکانے کے لیے انسانی نجاست کو ایندھن کے طور پر استعمال کرنا۔ اس سے اسرائیل کی ناپاکی ظاہر ہوتی ہے۔

اسیروں کے لیے آپؑ کا یہ عمل بھی تماشے سے کم نہیں تھا۔ لوگ یکے بعد دیگرے ان کے گھر پہنچتے تھے تاکہ اپنی آنکھوں سے سارا ماجرا دیکھ لیں۔ ان کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ حضرت حزقیل علیہ السلام یہ کیوں کر رہے ہیں۔ وہ نہر کبار کے کنارے ابھرنے والی آواز نہیں سن سکتے تھے جب کہ حضرت حزقیل علیہ السلام نے یہ آواز سنی تھی اس لیے ان کا ایمان پختہ تھا۔

''اے آدم زاد!'' آواز ابھری۔ ''تو ایک تیز تلوار لے اور اپنا سر منڈوا اور ترازو لے اور بالوں کو تول کر ان کے حصے بنا۔ ان کا ایک حصہ لے کر آگ میں جلا۔ دوسرا حصہ تلوار سے ادھر ادھر بکھیر دے اور تیسرا حصہ ہوا میں اڑا دے اور میں تلوار لے کر ان کا پیچھا کروں گا اور ان میں سے تھوڑے بال گن کر لے اور ان کو اپنے دامن میں باندھ پھر ان میں سے

Marfat.com

کچھ نکال کر آگ میں ڈال اور جلا دے۔ اس میں سے ایک آگ نکلے گی جو اسرائیل کے تمام گھرانوں میں پھیل جائے گی۔ خدا ان پر ہرگز رحم نہ کرے گا سزا کا وقت آ گیا ہے۔ انہوں نے خدا کے تقدس کو مکروہ اور نفرتی کاموں سے ناپاک کیا ہے۔

اسیروں کی ساری آبادیوں میں یہ خبر پھیل گئی کہ حضرت حزقیل علیہ السلام نے اپنا سر مونڈ لیا ہے۔ نہ جانے ان پر کیا آفت آنے والی ہے جو انہوں نے اپنا یہ حال کیا ہے؟ ساری آبادیوں کے لوگ انہیں دیکھنے کے لیے آنے لگے۔ اس طرح حضرت حزقیل علیہ السلام نے عملاً سب کو بتا دیا کہ خدا اپنی عدالت میں یروشلم سے کیا کرنے والا ہے۔

آپ نے حکمِ الٰہی سے انہیں باخبر کیا۔

"خداوند فرماتا ہے کہ مجھے اپنی حیات کی قسم چونکہ تو نے اپنی تمام مکروہات سے اور اپنے نفرتی کاموں سے میرے تقدس کو ناپاک کیا ہے اس لیے میں بھی تجھے گھٹاؤں گا۔ میری آنکھیں رعایت نہ کریں گی۔ میں ہرگز رحم نہ کروں گا۔ تیرا ایک حصہ مر جائے گا اور کال سے تیرے اندر ہلاک ہو جائے گا اور دوسرا حصہ تیرے چاروں طرف تلوار سے مر جائے گا۔ میں تجھ کو ان قوموں کے درمیان جو تیرے آس پاس ہیں اور ان سب کی نگاہوں میں جو ادھر سے گزریں گے ویران اور باعث ملامت بناؤں گا اور میں تم کو قحط زدہ کروں گا۔"

یروشلم کے متعلق یہ بھیانک تصویر کھینچ کر آپؑ نے اپنے لوگوں کی طرف دیکھا لیکن وہ دیکھ رہے تھے کہ کسی پر کوئی اثر نہیں ہو رہا ہے بلکہ ایک دوسرے سے کہہ رہے ہیں، یہ سب و یروشلم میں رہنے والوں کے لیے ہوگا ہم تو یروشلم سے باہر ہیں۔

حضرت حزقیل علیہ السلام خود یہ سوچتے تھے کہ وہ یروشلم جا نہیں سکتے ورنہ وہاں جا کر یہوداہ کو خدا کا پیغام سناتے شاید ان پر کچھ اثر ہوتا۔

خدا کا کلام پھر نازل ہوا۔ "اے آدم زاد! اسرائیل کے پہاڑوں کی طرف منہ کر کے ان کے خلاف نبوت کر اور یوں کہہ کہ اے اسرائیل کے پہاڑو خداوند کا کلام سنو! خداوند خدا پہاڑوں اور ٹیلوں کو اور نہروں اور وادیوں کو یوں فرماتا ہے کہ دیکھو میں ہاں میں ہی تم پر تلوار چلاؤں گا اور تمہارے اونچے مقاموں کو غارت کروں گا اور تمہاری قربان گاہیں اجڑ جائیں گی اور تمہاری سورج کی مورتیں توڑ ڈالی جائیں گی اور تمہارے مقتولوں کو تمہارے بتوں کے آگے ڈال دوں گا۔ تمہاری بود و باش کے تمام علاقوں کے شہر ویران ہوں گے اور اونچے مقام اجاڑے جائیں گے تاکہ تمہاری قربان گاہیں خراب اور ویران ہوں اور تمہارے بت توڑے جائیں اور باقی نہ رہیں لیکن میں ایک بقیہ چھوڑ دوں گا یعنی وہ چند لوگ جو قوموں کے درمیان تلوار سے بچ نکلیں گے جب تم غیر ممالک میں پراگندہ ہو جاؤ گے۔

حضرت حزقیل علیہ السلام کو اللہ نے شام و فلسطین میں بسنے والی تمام قوموں پر مبعوث کیا تھا۔ کنعان جسے بعد میں فلسطین کہا گیا یہیں یروشلم واقع تھا۔ یہ بنی اسرائیل کی خاص سرزمین تھی اور یہیں قرب و جوار میں ادومی، عمونی، موآبی قومیں آباد تھیں چنانچہ انہیں خدا نے رشد و ہدایت کے لیے جو علاقہ تفویض کیا تھا اس میں بنی اسرائیل، بنی عمونی، موآبی اور شعیر کے قبائل تھے۔ یہ بنی یہوداہ سے تعلق رکھتے تھے۔ یہ سارے علاقے اور ان میں آباد قومیں حضرت حزقیل علیہ السلام کی اصلاح اور ہدایت کا میدان تھیں لیکن وہ اپنی اسیری کی وجہ سے دور دراز کے علاقوں میں نہیں جا سکتے تھے۔ شاہراہ پر کھڑے ہو جاتے اور تاجروں کے قافلوں کا انتظار کرتے۔ جونہی کوئی قافلہ نظر آتا آپؑ اس قافلے کے معزز لوگوں کو جمع کرتے اور انہیں اس کلامِ خداوندی سے آگاہ کرتے جو وقتاً فوقتاً آپؑ پر نازل ہوتا رہتا تھا۔ یہ تاجر جب اپنے اپنے علاقوں میں پہنچتے تو آپؑ کا پیغام لوگوں تک پہنچاتے لیکن یہ لوگ اتنے سرکش ہو چکے تھے کہ ان کے دلوں پر کچھ اثر نہ ہوتا بلکہ الٹا مذاق اڑاتے۔

Marfat.com

''ہم اللہ کی چہیتی قوم ہیں۔ وہ بھلا ہمیں کیوں تباہ کرنے لگا تھا۔ یروشلم کی تباہی اس نبی کی ذہنی اختراع ہے ورنہ یروشلم کیوں تباہ ہونے لگا تھا؟''

وہ قومیں جو فتوحات پر کمر بستہ تھیں اور خوش حالی کے دن بسر کر رہی تھیں، وہ تو یہ ماننے کو تیار ہی نہیں تھیں کہ بت پرستی انہیں کسی مصیبت میں مبتلا کرے گی بلکہ وہ تو یہ سمجھتے تھے کہ دیوتاؤں کی پرستش ہی کی وجہ سے وہ خوش حال ہیں۔ اگر انہوں نے بتوں کو چھوڑ دیا تو وہ نقصان اٹھائیں گے۔

یروشلم کے بادشاہ صدقیاہ تک بھی آپؑ کا پیغام پہنچ رہا تھا لیکن وہ یرمیاہ علیہ السلام کی باتوں پر ہی عمل نہیں کر رہا تھا اور اپنے مشیروں کے کہنے پر حضرت یرمیاہ علیہ السلام کو اذیت پہنچا رہا تھا۔ اس پر بھلا ان پیغامات کا کیا اثر ہوتا۔

وہ جلا وطن بنی اسرائیل جو اسیری کے دن گزار رہے تھے، وہ بھی تل ابیب پہنچنے کے بعد ایک مرتبہ پھر بت پرستی کی لعنت میں مبتلا ہو گئے تھے۔ ان پر بھی حضرت حزقیل علیہ السلام کی باتوں کا کوئی اثر نہ ہوتا تھا۔

دور دراز کے علاقوں کے لوگوں کو یہ تو معلوم ہو گیا تھا کہ ان کی قوم پر کوئی نبی مبعوث ہوا ہے لیکن وہ ان کی بات ماننے کو تیار نہیں تھے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت حزقیل علیہ السلام سے فرما دیا تھا کہ تیرا کام پیغام پہنچانا ہے، وہ اسے مانتے ہیں یا نہیں یہ ان کی ذمے داری ہے۔ حضرت حزقیل علیہ السلام اپنا فرض پوری طرح ادا کر رہے تھے اور اللہ تعالیٰ انہیں وہ مناظر دکھا رہا تھا جو مستقبل میں پیش آنے والے تھے تاکہ وہ ان کی روشنی میں اپنی قوم کو ہدایات دے سکیں۔

حضرت حزقیل علیہ السلام اپنے مکان میں تشریف فرما تھے اور یہوداہ کے چند بزرگ آپؑ کے سامنے بیٹھے تھے کہ وہ آثار ظاہر ہوئے جو وحی کے وقت ہوتے تھے۔ ایک شبیہہ آگ کے مانند نظر آئی۔ اس کی کمر سے نیچے تک آگ اور اس کی کمر سے اوپر تک جلوۂ نور ظاہر ہوا جس کا رنگ صیقل کیے ہوئے پیتل کا سا تھا اور اس نے ایک ہاتھ کی شبیہہ سی بڑھا کر آپ کے سر کو بالوں سے پکڑا اور روح نے انہیں آسمان اور زمین کے درمیان بلند کیا اور حضرت حزقیل علیہ السلام عالم خواب میں یروشلم میں شمال کی طرف اندرونی پھاٹک پر پہنچ گئے جو غیرت کی مورت کا مسکن تھا۔ یہاں انہوں نے اسرائیل کے خدا کا جلال دیکھا۔ حکم ہوا اے آدم زاد! اپنی آنکھیں شمال کی طرف اٹھا۔ یہاں انہوں نے دیکھا کہ دیوار میں ایک چھید ہے۔ حکم ہوا، اے آدم زاد! دیوار کھود۔ جب خواب میں حضرت حزقیل علیہ السلام نے دیوار کھودی تو ایک دروازہ نظر آیا۔

''اندر جا اور جو نفرتی کام وہ یہاں کرتے ہیں دیکھ۔'' آواز آئی۔

حضرت حزقیل علیہ السلام اندر گئے تو دیکھا ہر نوع کے سب رینگنے والے کیڑے اور مکروہ جانوروں کی صورتیں اور بنی اسرائیل کے بت گرداگرد دیوار پر منقش ہیں اور بنی اسرائیل کے بزرگوں میں سے ستر شخص ان کے آگے کھڑے ہیں۔ ہر ایک کے ہاتھ میں بخور دان ہے اور ہر بخور سے خوشبو کا بادل اٹھ رہا ہے۔

''اے آدم زاد! کیا تو نے دیکھا کہ بنی اسرائیل کے سب بزرگ تاریکی میں یعنی اپنے منقش کاشانوں میں کیا کرتے ہیں کیونکہ وہ کہتے ہیں خداوند ہم کو نہیں دیکھتا۔ خداوند نے ملک چھوڑ دیا ہے۔''

اس کے بعد حضرت حزقیل علیہ السلام کو خداوند کے گھر کے شمالی پھاٹک پر لایا گیا۔ انہوں نے دیکھا کہ وہاں عورتیں بیٹھی تنور پر نوحہ کر رہی ہیں۔ پھر وہ اندرونی صحن میں آئے اور دیکھا کہ ہیکل کے دروازے پر آستانے اور مذبح کے درمیان کچھ لوگ بیٹھے ہیں جن کی پیٹھ خداوند کے ہیکل کی طرف ہے اور ان کے منہ مشرق کی طرف ہیں اور وہ آفتاب کو سجدہ کر رہے ہیں۔

''یہ وہ لوگ ہیں جو اس شہر میں بدکرداری کی تدبیر اور بری مشورت کرتے ہیں۔ اس لیے تو ان کے خلاف نبوت کر۔ اے آدم زاد نبوت کر۔''

Marfat.com

حضرت حزقیل علیہ السلام خواب میں یہ تمام مشاہدات کر رہے تھے، اپنے شہر اور شہر کے لوگوں پر افسوس کر رہے تھے جن کی ہلاکت نزدیک تھی۔

یہ مشاہدات جب مکمل ہو گئے تو فرشتوں نے اپنے بازو بلند کیے۔ خدا کا جلال ان کے اوپر جلوہ گر تھا۔ یہ جلال شہر میں سے اٹھا اور شہر کی مشرقی طرف پہاڑ پر جا ٹھہرا۔ حضرت حزقیل علیہ السلام نے محسوس کیا کہ وہ پھر کسدیوں کے ملک میں اسیروں کے پاس ہیں اور واقعی ایسا تھا کیونکہ یہوداہ کے بزرگ اسی طرح ان کے سامنے بیٹھے تھے۔

''آپ کہاں کھو گئے تھے۔ کچھ دیر کے لیے ہم نے دیکھا کہ آپ خاموش ہیں اور کچھ سوچ رہے ہیں۔ ہم نے بھی مناسب نہیں سمجھا کہ آپؑ سے کچھ پوچھتے۔''

''میں صرف اتنی دیر خاموش رہا ہوں جتنی دیر تم کہہ رہے ہو؟''

''ہاں بس اتنی دیر۔''

''کمال ہے! میں تو یہاں سے بہت دور تھا۔ مجھے یروشلم لے جایا گیا تھا۔ میں نے وہاں نہ صرف یروشلم کی حالت دیکھی بلکہ مستقبل قریب میں اس پر آنے والی تباہی بھی مجھے دکھائی گئی۔''

اس کے بعد حضرت حزقیل علیہ السلام نے اپنے مشاہدات کی تفصیل سے اپنے سامعین کو آگاہ کیا۔

''میں خواب میں دیکھ رہا تھا کہ اسرائیل کے نفرتی کاموں کی بدولت خدا کا جلال بھڑک اٹھا۔ اس نے اس مرد کو جو کتانی لباس پہنے ہوئے تھا اور جس کے پاس لکھنے کی دوات تھی پکارا اور اسے حکم دیا کہ یروشلم کے بیچ سے گزر اور ان لوگوں کی پیشانی پر جو ان سب نفرتی کاموں کے سبب آہیں مارتے اور روتے ہیں (یعنی نیک ہیں) نشان کر دے اور اپنے فرشتوں سے کہا، اس کے پیچھے پیچھے شہر میں سے گزر و اور مارو۔ تمہاری آنکھیں رعایت نہ کریں اور تم رحم نہ کرو۔ تم بوڑھوں اور جوانوں اور لڑکیوں اور ننھے بچوں اور عورتوں کو بالکل مارو لیکن جن کی پیشانی پر نشان ہے ان میں سے کسی کے پاس نہ جاؤ۔''

میں نے دیکھا کہ انہوں نے اس قتل عام کا آغاز ہیکل سے کیا۔ مقتولوں سے صحن بھر گیا۔ اس کے بعد وہ شہر میں نکلے اور قتل کرنے لگے۔

میں عالم رویا میں چیخا تھا کہ اے خداوند کیا تو اپنا قہر شدید یروشلم پر نازل کر کے اسرائیل کے سب باقی لوگوں کو ہلاک کرے گا؟ تب اس نے مجھے فرمایا، اسرائیل اور یہوداہ کے خاندان کی بدکرداری نہایت عظیم ہے۔ ملک خونریزی سے پر ہے اور شہر بے انصافی سے بھرا ہے کیونکہ وہ کہتے ہیں خداوند نے ملک کو چھوڑ دیا ہے اور وہ نہیں دیکھتا۔ میں ان کی روش کا بدلہ ان کے سر لاؤں گا۔''

حضرت حزقیل علیہ السلام یہ واقعات سنا رہے تھے کہ انہوں نے اپنے سامعین میں سے بہت سوں کی سسکیوں کی آواز سنی۔ وہ اپنے ملک کے دل گرفتہ حالات سن کر سخت فکرمند تھے۔

''ہم تو یہ سمجھ رہے تھے کہ خدا اپنے لوگوں کو تباہ نہیں کرے گا اور نہ وہ ہیکل کو گزند پہنچنے دے گا۔ ہم تو اپنے وطن جانے کے لیے بے چین ہیں لیکن تم تو ہمیں یوں مایوس کر رہے ہو کہ ہم اب کبھی نہ جا سکیں۔''

''میں نے یہ سوال کیا تھا۔ میرے لوگو تمہارے لیے اچھی خبر ہے۔ تمہاری یہ جدائی عارضی ہے۔ تم اپنے ملک میں ضرور جاؤ گے۔''

''یہ تم کہہ رہے ہو یا خداوند نے بھی یہی کہا ہے؟''

''جب میں یہ سوال کر رہا تھا، خداوند کا کلام مجھ پر نازل ہوا کہ ہر چند میں نے ان کو دوسری قوموں کے درمیان ہانک دیا ہے اور غیر ملکوں میں پراگندہ کیا ہے لیکن میں ان کو تھوڑی دیر تک ان ملکوں میں جہاں جہاں رہ گئے ہیں، رکھوں گا

Marfat.com

پھر اسرائیل کا ملک ان کو دوں گا اور وہاں آئیں گے اور اس کی تمام نفرتی اور مکروہ چیزیں اس سے دور کر دیں گے اور میں ان کو نیا دل دوں گا اور نئی روح ان کے باطن میں ڈالوں گا اور سنگین دل ان کے جسم سے خارج کر دوں گا تا کہ وہ میرے آئین پر چلیں اور میرے احکام پر عمل کریں اور ان پر کاربند ہوں۔ وہ میرے لوگ ہوں گے اور میں ان کا خدا ہوں گا لیکن جن کا دل اپنی نفرتی اور مکروہ چیزوں کا طالب ہو کر ان کی پیروی میں ہے میں ان کی روش کو انہی کے سر پر لاؤں گا۔''

سب لوگ آپ کی باتیں سن کر آپ کے پاس سے اٹھ گئے لیکن ان کے دلوں میں شکوک تھے۔ وہ ہرگز یہ ماننے کو تیار نہیں تھے کہ یروشلم کے بارے میں جو باتیں حضرت حزقیل علیہ السلام نے ان سے کی ہیں وہ اسی طرح ہیں۔ وہ اب بھی یہی کہتے پھر رہے تھے کہ ہیکل کو گزند پہنچنا ممکن ہی نہیں۔ خدا آپ لوگوں کو تباہ کیسے کر سکتا ہے؟ حضرت حزقیل علیہ السلام اپنی باتیں منوانے کے لیے ہمیں ڈرا رہے ہیں۔ یروشلم کو بچانے کے لیے ہمارا بادشاہ وہاں موجود ہے۔ حزقیل علیہ السلام کہتے ہیں مستقبل میں ایسا ہوگا اور ویسا ہوگا۔ مستقبل کس نے دیکھا ہے۔ ان کا دیکھا ہوا خواب ابھی تک تو پورا ہوا نہیں۔

یہ باتیں حضرت حزقیل علیہ السلام تک بھی پہنچ رہی تھیں۔ وہ ان لوگوں کی عقلوں پر افسوس کر رہے تھے جو ان کی باتیں تسلیم کرنے کو تیار نہیں تھے حالانکہ یہ جلاوطن اس تباہی کا ایک نمونہ دیکھ چکے تھے۔ اسی تباہی کی بدولت وہ وطن سے دور ہوئے تھے۔ جس بادشاہ پر وہ اترا رہے تھے وہ باج گزار تھا اور ایک ناکام بادشاہ تھا جس پر نادان مشیر اور جھوٹے نبی حکومت کر رہے تھے۔

حضرت حزقیل علیہ السلام خدا سے دعا کرتے رہتے تھے کہ جو مجھ سے قریب ہیں وہی دور ہیں۔ میری بات سننے کو تیار نہیں۔ ہر مرتبہ یہی جواب ملتا تھا کہ اے آدم زاد! تو ایک باغی گھرانے کے درمیان رہتا ہے جن کی آنکھیں ہیں کہ دیکھیں لیکن وہ نہیں دیکھتے اور ان کے کان ہیں کہ سنیں پر وہ نہیں سنتے۔

خدا ہر طرح سے ان لوگوں پر حجت قائم کرنا چاہتا تھا کہ کسی نہ کسی طرح وہ قائل ہو جائیں۔ یروشلم میں باقی رہ جانے والے افراد کو جو حالات پیش آنے والے تھے انہیں ظاہر کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے ایک علامتی تجربہ کرنے کا حکم دیا۔

''اے آدم زاد (حضرت حزقیل علیہ السلام) سفر کا سامان تیار کر اور دن کے وقت ان لوگوں کو دیکھتے ہوئے اپنے مکان سے روانہ ہو تو ان کے سامنے اپنے مکان سے دوسرے مکان کو جا۔ ممکن ہے کہ وہ سوچیں اگرچہ وہ باغی خاندان ہیں۔''

حضرت حزقیل علیہ السلام نے دن کی روشنی میں دیوار میں اتنا بڑا سوراخ کیا جس میں سے سامان نکل سکے۔ انہیں دیوار میں سوراخ کرتے دیکھ کر بہت سے لوگ جمع ہوئے تھے لیکن کسی نے یہ نہ پوچھا کہ وہ کیا کر رہے ہیں؟ پھر انہوں نے اپنا ضروری سامان اس سوراخ سے باہر نکالا اور جب رات ہوئی تو اسی سوراخ سے خود بھی باہر نکل آئے جیسے حملہ آور کے خوف سے کوئی چھپ کر، گھر بار چھوڑ کر باہر نکلتا ہے۔

یہ بتانا مقصود تھا کہ یروشلم میں جو حاکم ہے اسی طرح آخری دفعہ یہوداہ کے دارالسلطنت سے نکلے گا۔ آپؑ سے کہہ دیا گیا تھا کہ صرف اس وقت بولیں گے جب خدا کا حکم ہوگا، اس لیے آپؑ اپنے عمل سے اپنی قوم کو بہت کچھ سمجھانا چاہ رہے تھے۔ یہ بے حس لوگ سب کچھ دیکھ رہے تھے لیکن کچھ سمجھنے کو تیار نہیں تھے۔

اس عملی تجربے کی رات گزری اور صبح ہوئی تو کلام الٰہی نازل ہوا۔

''اے آدم زاد! کیا بنی اسرائیل نے جو باغی خاندان ہیں تجھ سے نہیں پوچھا کہ تو کیا کرتا ہے؟''

''وہ مجھ سے کیا پوچھتے۔ وہ تو بس مجھے دیکھتے رہے۔ سمجھ رہے ہوں گے کہ شاید میرا دماغ چل گیا ہے جو میں ایسی حرکت کر رہا ہوں۔''

''تو اپنی زبان کھول اور وہ بتا جو میں تجھے بتاؤں۔''

Marfat.com

وحی کے ذریعے آپ کو تمام باتیں بتا دی گئیں اور آپ نے خدا کے حکم کے مطابق جلا وطنوں کو اپنے پاس طلب کیا اور ان سے مخاطب ہوئے۔

''کل جو میں سامان لے کر نکلا تھا، تم سمجھے یہ کیا تھا؟''

''آپ کچھ نہ کچھ کرتے ہی رہتے ہیں۔ ہم کب تک سوچتے رہیں آپ کیا کر رہے ہیں۔''

''خدا یوں فرماتا ہے کہ یروشلم کے حاکم اور تمام بنی اسرائیل کے لیے جو اس میں ہیں یہ بارِ نبوت ہے۔ میں تمہارے لیے نشان ہوں جیسا میں نے کیا ویسا ہی ان سے سلوک کیا جائے گا۔ وہ جلا وطن ہوں گے اور اسیری میں جائیں گے اور جو ان میں حاکم ہے وہ شام کو اندھیرے میں اٹھ کر اپنے کاندھے پر سامان اٹھائے ہوئے نکل جائے گا۔ میں اسے کسدیوں کے ملک بابل میں پہنچا دوں گا لیکن وہ اسے نہ دیکھے گا اگرچہ وہیں مرے گا۔''

''ابھی تک تو صدقیاہ ہی حکومت کر رہا ہے۔ جو آپ کہہ رہے ہیں وہ کب ہوگا کسے خبر۔ ہوتا بھی ہے یا نہیں۔ خداوند بھلا یروشلم کو کیسے تباہ کرے گا؟''

''خدا ہر کام اپنے وقت پر مکمل کرتا ہے۔''

''وہ وقت کب آئے گا۔ آج تک تو کسی ''رویا'' کا ہم نے انجام دیکھا نہیں۔''

''وقت آ گیا ہے کہ ہر رویا کا انجام قریب ہے۔ خداوند فرماتا ہے میں تمہارے دنوں میں کلام کر کے اسے پورا کر دوں گا۔''

حضرت حزقیل علیہ السلام پر پھر وحی نازل ہوئی۔ ''اے آدم زاد! دیکھ بنی اسرائیل کہتے ہیں کہ جو رویا اس نے دیکھی ہے بہت مدت میں ظاہر ہوگی اور وہ ان ایام کی خبر دیتا ہے جو بہت دور ہیں۔ اسی لیے ان سے کہہ خداوند خدا یوں فرماتا ہے کہ آگے میری کسی بات کی تکمیل میں تاخیر نہ ہوگی بلکہ خداوند فرماتا ہے کہ جو بات میں کہوں گا وہ پوری ہوگی۔''

جب حضرت حزقیل علیہ السلام نے اپنی سرگرمیاں تیز کر دیں اور ان کی باتوں کا اثر ہونے لگا اور ان کی قوم میں سے بعض تھرتھراتے ہوئے ہاتھوں سے روٹی کھانے لگے تو جھوٹے نبی بھی بڑی تیزی سے حرکت میں آنے لگے۔ وہ پیش گوئیاں کر رہے تھے کہ امن و امان برقرار رہے گا۔ یروشلم میں کوئی تباہی نہیں آئے گی۔ جلا وطن عنقریب اپنے وطن کو لوٹیں گے۔ یروشلم میں وہ یرمیاہ نبی کی مخالفت پر کمربستہ تھے، تل ابیب میں حضرت حزقیل علیہ السلام کی مخالفت پر آمادہ ہو گئے اور کمال بات یہ کہ دل سے باتیں گھڑتے تھے اور خدا کے نام سے بیان کرتے تھے۔ وہ لوگ کم نہیں تھے جو ان کے بہکاوے میں آ رہے تھے۔ حضرت حزقیل علیہ السلام منتظر تھے کہ خدا ان سے کلام کرے، تو وہ ان کی باتوں کا جواب دیں۔ آخر کار وقت آ گیا۔ خدا کا کلام نازل ہوا۔

''اے آدم زاد! اسرائیل کے نبی جو نبوت کرتے ہیں ان کے خلاف نبوت کرو اور جو اپنے دل سے بات بنا کر نبوت کرتے ہیں ان سے کہہ خداوند کا کلام سنو۔''

''خداوند یوں فرماتا ہے کہ احمق نبیوں پر افسوس جو اپنی ہی روح کی پیروی کرتے ہیں۔''

حضرت حزقیل علیہ السلام نے بھی ان جھوٹے نبیوں کے خلاف زبان کھولی اور بنی اسرائیل سے مخاطب ہو کر خدا کا کلام پہنچانا شروع کر دیا۔

''اسرائیل تیرے نبی ان لومڑیوں کے مانند ہیں جو ویرانوں رہتی ہیں۔ انہوں نے باطل اور جھوٹا شگون دیکھا ہے جو کہتے ہیں جو خدا فرماتا ہے، اگرچہ خداوند نے ان کو نہیں بھیجا اور لوگوں کو امید دلاتے ہیں کہ ان کی بات پوری ہو جائے گی۔ تم جھوٹے غیب داں ہو۔

''خداوند خدا فرماتا ہے کہ چونکہ تم نے جھوٹ کہا اس لیے خداوند فرماتا ہے کہ میں تمہارا مخالف ہوں اور میرا ہاتھ ان

Marfat.com

نبیوں پر جو جھوٹی غیب دانی کرتے ہیں چلے گا۔ نہ وہ میرے لوگوں میں شامل ہوں گے اور نہ اسرائیل کے دفتر میں لکھے جائیں گے اور نہ وہ اسرائیل کے ملک میں داخل ہوں گے اور تم جان لو گے کہ میں خداوند خدا ہوں۔''

حضرت حزقیل علیہ السلام کی باتیں جھوٹے نبیوں تک پہنچ رہی تھیں۔ انہوں نے اور زیادہ سرگرمی سے حضرت حزقیل علیہ السلام کی مخالفت شروع کر دی نہ صرف یہ بلکہ اپنے لوگوں کا ایک گروہ بنا کر حضرت حزقیل علیہ السلام کی خدمت میں پہنچے۔

''جناب! آپ جو اسرائیلیوں کی تباہی کی باتیں کرتے رہتے ہیں، یہ باتیں آپ کو کون بتاتا رہتا ہے؟''

''میں وہی کہتا ہوں جو خدا مجھ سے کہلواتا ہے۔''

''بہت خوب! پھر یہ بتایئے کہ جو کچھ آپ نے بتایا وہ آج تک تو پورا ہوا نہیں۔''

''میرا کام صرف پیغام پہنچا دینا ہے۔ کوئی خبر کس وقت پوری ہوتی ہے، یہ خدا جانتا ہے۔''

''پھر تم دوسرے نبیوں کو جھوٹا کیوں کہتے ہو، وہ بھی تو خبریں دیتے ہیں۔ اس کے پابند نہیں کہ کون سی خبر کب پوری ہوتی ہے۔''

''انہیں بھی میں جھوٹا نہیں کہتا۔ ان کی بابت بھی خدا ہی مجھ سے کلام کرتا ہے اور کہتا ہے، یہ وہ کہتے ہیں جو میں ان سے نہیں کہتا۔''

''یہ ہم کیسے مان لیں کہ ان سے خدا نہیں کہتا اور تم سے کہتا ہے؟''

''تم بالکل مان لیتے اگر تم نے اپنے بتوں کو اپنے دل میں نصب نہ کیا ہوتا۔ تم نے اپنی ٹھوکر کھلانے والی بدکرداری کو اپنے سامنے رکھا ہے۔ تم حق اور باطل میں فرق کر ہی نہیں سکتے۔ تم سب اپنے بتوں کے سبب سے خدا سے دور ہو گئے ہو۔ اس لیے توبہ کرو، اپنے بتوں سے منہ موڑو اور تمام مکروہات سے باز آ جاؤ۔''

''اچھا جی، ذرا ہم بھی سنیں وہ کون سی مکروہات ہیں جنہیں ہم آج سے چھوڑ دیں۔''

''بتوں کی قربانی میں سے کچھ مت کھاؤ۔ بتوں کی طرف اپنی آنکھیں مت اٹھاؤ اور اپنے ہمسائے کی بیوی کو ناپاک مت کرو اور کسی پر ستم کے لیے ہاتھ مت اٹھاؤ۔ قرض دار کا گروی رکھا مال واپس کرو اور ظلم سے کچھ چھین مت لو۔ بھوکوں کو روٹی کھلاؤ اور ننگوں کو کپڑا پہناؤ۔ سود پر لین دین سے باز رہو۔ بدکرداری سے باز ہو اور لوگوں میں سچا انصاف کرو۔ تم ایسا کرو گے تو کیوں مرو گے۔''

ان لوگوں نے یہ باتیں غور سے سنیں۔ عمل کا وعدہ بھی کیا لیکن یہ اصرار بھی کیا کہ ہم خدا کی چہیتی قوم ہیں۔ وہ ہم پر ایسا سخت سلوک نہیں کرے گا جس کی بشارت آپ دیتے ہیں۔

خدا کا کلام پھر نازل ہوا۔ ''جب کوئی ملک سخت خطا کر کے میرا گناہ گار ہو اور میں اپنا ہاتھ اس پر چلاؤں اور اس کی روٹی کا عصا توڑ ڈالوں اور اس میں قحط بھیجوں اور اس کے انسان اور حیوان کو ہلاک کروں تو اگرچہ یہ تین شخص نوح، دانیال اور ایوب اس میں موجود ہوں تو بھی وہ اپنی صداقت سے فقط اپنی ہی جان بچائیں گے۔ یہ تین شخص بھی نہ بیٹوں کو بچا سکیں گے نہ بیٹیوں کو۔ فقط وہ خود ہی بچیں گے اور ملک ویران ہو جائے گا۔''

''ہمارے باپ دادا نے اگر کوئی گناہ کیا تھا تو اس کی سزا ہمیں کیوں ملے گی؟''

''بے شک نہیں ملے گی لیکن اگر کسی باپ کے ہاں ایسا بیٹا پیدا ہوا جو اپنے باپ کے نفرتی کاموں کو دیکھے اور خوف نہ کھائے اسے ضرور سزا ملے گی اور تم وہی بیٹے ہو۔''

جب اسرائیل نوزائیدہ بچے کی طرح بے بس تھا، اس وقت خدا نے اسے جنا اور بڑے ناز و نعم سے اس کی پرورش کی اور برگزیدہ بنایا۔ ایسی کثیر برکات سے فیض یاب ہو کر بھی اسرائیل اپنی برگشتہ حالت میں ایسا بے حیا ہے جیسے فاحشہ اپنی

Marfat.com

بدکاری میں ہوتی ہے۔ اپنے آپ کو خدا کے لیے وقف کرنے اور اس کا جاں نثار بننے کے بجائے اسرائیل سے ساری مادی برکتوں کو غلط انداز میں استعمال کیا۔ یہاں تک کہ والدین نے اپنے بچوں کو بتوں کے لیے قربان کیا۔ تم بھی اگر باپ دادا کی طرح یہی کرتے رہے تو تم اپنے اعمال کی سزا بھگتو گے۔''

''یہ جلاوطنی باپ دادا کے گناہوں کی سزا نہیں تو کیا ہے۔''

''بے شک جلاوطنی اجتماعی مصیبت اٹھانے کی جگہ ہے مگر فی الحال سب کو دکھ اٹھانا ضرور ہے مگر آخر کار جو امتیاز ہوگا وہ زندگی اور موت کا معاملہ ہوگا۔ ناراست فنا ہو جائیں گے، راست باز جیتے رہیں گے۔ جب بیٹے نے وہی کیا جو جائز ہے تو وہ یقیناً زندہ رہے گا۔ جو جان گناہ کرتی ہے وہی مرے گی۔ بیٹا باپ کے گناہ کا بوجھ نہ اٹھائے گا اور نہ باپ بیٹے کے گناہ کا بوجھ۔ صادق کی صداقت اسی کے لیے ہوگی اور شریر کی شرارت شریر کے لیے۔''

☆.....☆.....☆

دو سال سے حضرت حزقیل علیہ السلام قوم کو خبردار کرتے آ رہے ہیں۔ بزرگوں کا ایک وفد ایک دفعہ پھر ان کے سامنے بیٹھا ہے تاکہ خداوند سے دریافت کرے۔ صدقیاہ ابھی تک یروشلم کے تخت پر موجود ہے۔

''حضرت حزقیل علیہ السلام ایک مرتبہ پھر ان بزرگوں کے سامنے اسرائیل کی تاریخ کا جائزہ کا پیش کرتے ہیں۔

''خداوند یوں فرماتا ہے کہ جس دن میں نے اسرائیل کو برگزیدہ کیا اور بنی یعقوب سے قسم کھائی اور ملک مصر میں اپنے آپ کو ان پر ظاہر کیا، میں نے ان سے قسم کھا کر کہا میں خداوند تمہارا خدا ہوں۔ جس دن میں نے ان سے قسم کھائی تاکہ ان کو ملک مصر سے اس ملک میں لاؤں، جو میں نے ان کے لیے دیکھ رکھا تھا۔ جس میں دودھ اور شہد بہتا ہے اور جو تمام ممالک کی شوکت ہے لیکن وہ مجھ سے باغی ہوئے۔ ان میں سے کسی نے مصر کے بتوں کو نہ چھوڑا۔ تب میں نے کہا کہ میں اپنا قہر ان پر انڈیل دوں گا لیکن میں اپنے نام کی خاطر انہیں ملک مصر سے نکال لایا۔ انہیں کنعان میں لایا۔ میں نے اپنے آئین ان کو دیے اور اپنے احکام ان کو سکھائے لیکن بنی اسرائیل بیابان میں مجھ سے باغی ہوئے۔ تب میں نے کہا کہ میں بیابان میں اپنا قہر نازل کر کے ان کو فنا کروں گا تو بھی میری آنکھوں نے ان کی رعایت کی اور میں نے ان کو ہلاک نہ کیا۔ میں نے بیابان میں ان کے فرزندوں سے کہا تم اپنے باپ دادا کے آئین و احکام پر نہ چلو اور ان کے بتوں سے اپنے آپ کو ناپاک نہ کرو۔ فرزندوں نے بھی مجھ سے بغاوت کی۔ تب میں نے کہا میں اپنا قہر ان پر نازل کروں گا تو بھی میں نے اپنا ہاتھ کھینچا۔ پھر میں نے ان سے قسم کھائی کہ میں قوموں میں ان کو آوارہ اور ممالک میں پراگندہ کروں گا۔ کیا تم بھی اپنے باپ دادا کی طرح ناپاک ہوتے ہو اور ان کے نفرت انگیز کاموں کی طرح تم بھی بدکاری کرتے ہو؟''

وقت آگے بڑھتا رہا خداوند کا کلام پھر نازل ہوا۔ ''اے آدم زاد! یروشلم کا رخ کر اور مقدس مکانوں سے مخاطب ہو کر ملک اسرائیل کے خلاف نبوت کر اور اس سے کہہ خداوند یوں فرماتا ہے کہ دیکھ میں تیرا مخالف ہوں اور اپنی تلوار میان سے نکال لوں گا اور تیرے صادقوں اور تیرے شریروں کو تیرے درمیان سے کاٹ ڈالوں گا۔ میری تلوار اپنے میان سے نکل کر جنوب سے شمال تک تمام بشر پر چلے گی۔ پس اے آدم زاد، کمر کی شکستگی سے آہیں مار اور تلخ کامی سے ان کی آنکھوں کے سامنے ٹھنڈی سانس بھر اور جب وہ پوچھیں کہ تو کیوں ہائے ہائے کرتا ہے تو یوں جواب دے کہ اس کی آمد کی افواہ کے سبب سے ہر ایک دل پگھل جائے گا اور سب ہاتھ ڈھیلے ہو جائیں گے اور ہر ایک جی ڈوب جائے گا اور سب گھٹنے پانی کے مانند کمزور ہو جائیں گے۔''

ایک روز حضرت حزقیل علیہ السلام اپنے مکان میں بہت اداس بیٹھے تھے کہ کلام خداوند نے انہیں یاد کیا۔ ''اے آدم زاد! تو دو راستے کھینچ جن سے شاہ بابل کی تلوار آئے۔ ایک ہی ملک سے وہ دونوں راستے نکال اور ایک ہاتھ نشان کے لیے شہر کی راہ کے سرے پر بنا۔ ایک راہ نکال جس سے تلوار بنی عمون کی ربلہ پر اور پھر ایک اور جس سے یہوداہ کے محصور شہر

Marfat.com

یروشلم پر آئے کیونکہ شاہ بابل دونوں راہوں کے نقطہ اتصال پر فال گیری کے لیے کھڑا ہوگا۔ اس کے داہنے ہاتھ میں یروشلم کا قرعہ پڑے گا کہ منجنیق لگائے اور کشت وخون کے لیے منہ کھولے۔ للکار کی آواز بلند کرے اور پھاٹکوں پر منجنیق لگائے اور دمدمہ باندھے اور برج بنائے اور تو اے مجروح شریر شاہ اسرائیل جس کا زمانہ بدکرداری کے انجام کو پہنچنے پر آیا ہے۔ خداوند خدا یوں فرماتا ہے کہ کلاہ دور کر اور تاج اتار۔ یہ ایسا نہیں رہے گا۔ پست کو بلند کر اور اسے جو بلند ہے پست کر۔ میں ہی اسے الٹ الٹ دوں گا۔ پر یوں بھی نہیں رہے گا اور وہ آئے گا جس کا حق ہے اور میں اسے دوں گا۔''

حضرت حزقیل علیہ السلام کو یقین آ گیا کہ جس دن کا عہد تھا وہ آ چکا۔ اب وہ سب کچھ ضرور ہوگا جو کلام الٰہی سے سنایا جا رہا تھا۔ وہ اسیری کی وجہ سے یروشلم جا نہیں سکتے تھے لیکن وہاں کے حالات جاننے کے لیے بے قرار تھے۔ خدا نے عالم خواب میں سب کچھ دکھا دیا تھا لیکن انسانی فطرت ہے کہ وہ اپنے جیسے لوگوں سے سننا چاہتا ہے۔ وہ گھر سے نکل کر ایک بلند ٹیلے پر کھڑے ہو گئے اور ایرانی تاجروں کے کسی قافلے کا انتظار کرنے لگے جو اکثر ادھر سے گزرتے تھے۔ دھوپ میں کئی گھنٹوں کے انتظار کے بعد انہیں واپس آنا پڑا۔ مسلسل تین روز تک جاتے رہے۔ کسی قافلے کی جھلک تک نظر نہ آئی۔ اب انہیں مزید یقین آنے لگا کہ یروشلم کسی افتاد سے ضرور گزر رہا ہے۔ بالآخر چوتھے دن انہیں ایک آدمی دکھائی دیا جو یروشلم کی طرف سے بھاگا چلا آ رہا تھا۔ حضرت حزقیل علیہ السلام نے آگے بڑھ کر اسے رکنے کا اشارہ کیا۔

''تم حزقیل پیغمبر تو نہیں ہو؟'' اس آدمی نے پوچھا۔

''ہاں میں وہی ہوں جسے اپنی قوم سے جدا کر دیا گیا ہے۔ میں ان بھیڑوں کا نگراں ہوں جو میرے قابو میں نہیں مگر تم نے مجھے کیسے پہچانا؟''

''میں جب یروشلم میں تھا تو میں نے تاجروں کے ذریعے تمہارا تذکرہ سنا تھا اور اب یروشلم کے لیے آپ کی بے چینی دیکھ کر مجھے یقین آ گیا کہ آپؑ وہی ہوں گے۔''

''میری بے قراری کو قرار میں تبدیل کرنے کے لیے تمہارے پاس کیا خبر ہے؟''

''وہ سب کچھ ہونے کو ہے جس کی خبر آپؑ اور یرمیاہ نبیؑ دیتے رہے ہیں۔ بداعمالیوں کی سزا قریب پہنچ گئی ہے۔ یروشلم میں سخت کال ہے۔ لوگ مٹکے اٹھائے میلوں چلتے رہتے ہیں اور پانی نہیں ملتا۔ صدقیاہ بادشاہ نے مصر سے دوستی کر لی ہے اور شاہ بابل کو ناراض کر دیا ہے۔ بس اب کچھ ہی دن جاتے ہیں کہ اسے بابل کی تلوار کا سامنا کرنا پڑے گا۔ کچھ بھوک سے مریں گے کچھ تلوار سے۔ میں بڑی مشکل سے جان بچا کر نکلا ہوں کیونکہ صدقیاہ بادشاہ نہیں چاہتا کہ شہر کی آبادی اسے چھوڑ کر چلی جائے اور وہ اکیلا رہ جائے۔ شہر پناہ کی دیوار پر سپاہی بیٹھے ہیں جو کسی کو باہر نہیں جانے دیتے۔ بادشاہ اپنے نادان مشیروں کے کہنے پر چل رہا ہے۔ یہ اس کی سخت غلطی ہے۔''

وہ شخص اپنی راہ ہو لیا اور حضرت حزقیل علیہ السلام اپنے مکان پر تشریف لے آئے۔ یروشلم کے حالات نے آپؑ کو بے چین کر دیا تھا۔ سب کچھ حکم الٰہی کے مطابق ہو رہا تھا لیکن وطن کی محبت اپنی جگہ تھی۔ بے اختیار آپ کی زبان پر یہ نوحہ جاری ہو گیا۔

تیری ماں کون تھی؟
ایک شیرنی جو شیروں کے درمیان لیٹی تھی اور
جوان شیروں کے درمیان اس نے اپنے بچوں کو پالا
اور اس نے اپنے بچوں میں سے ایک کو پالا تو وہ
جوان شیر ہوا اور شکار کرنا سیکھ گیا
اور آدمیوں کو نگلنے لگا

Marfat.com

اور قوموں کے درمیان اس کا چرچا ہوا تو وہ ان
کے گڑھے میں پکڑا گیا
اور وہ اسے زنجیروں سے جکڑ کر زمین مصر میں لائے
اور جب شیرنی نے دیکھا کہ اس نے بے فائدہ
انتظار کیا اور اس کی امید جاتی رہی
تو اس نے اپنے بچوں میں سے دوسرے کو لیا
اور اسے پال کر جوان شیر کیا
اور وہ شیروں کے درمیان سیر کرتا پھرا اور جوان شیر ہوا
اور شکار کرنا سیکھ گیا اور آدمیوں کو نگلنے لگا
اور اس نے ان کے قصروں کو برباد کیا اور ان کے
شہروں کو ویران کیا
اس کی گرج سے ملک اجڑ گیا اور اس کی آبادی نہ رہی
تب بہت سی قومیں تمام ممالک سے اس کی
گھات میں بیٹھیں
اور انہوں نے اس پر اپنا جال پھیلایا۔ وہ ان کے گڑھے میں پکڑا گیا
اور انہوں نے اسے زنجیروں سے جکڑ کر پنجرے
میں ڈالا اور شاہ بابل کے پاس لے آئے
انہوں نے اسے قلعہ میں بند کیا
تا کہ اس کی آواز اسرائیل کے پہاڑوں پر
سنی نہ جائے۔

☆......☆......☆

نہر کیبار کے کنارے ایک آواز پھر بلند ہوئی۔

''ایک بلا یعنی بلائے عظیم۔ دیکھ وہ آتی ہے۔ خاتمہ آیا۔ خاتمہ آ گیا۔ وہ تجھ پر آ پہنچا۔ دیکھ وہ آ پہنچا۔ اے زمین پر بسنے والے تیری شامت آ ئی۔ وقت آ پہنچا، ہنگامے کا دن قریب ہوا۔ یہ پہاڑوں پر خوشی کی للکار کا دن نہیں۔

اب میں اپنا قہر تجھ پر انڈیلنے کو ہوں اور اپنا غضب تجھ پر پورا کروں گا اور تیری روش کے مطابق تیری عدالت کروں گا اور تیرے سب گھناؤنے کاموں کی سزا تجھ پر لاؤں گا۔ میری آنکھ رعایت نہ کرے گی اور میں ہرگز رحم نہ کروں گا۔ میں تجھے تیری روش کے مطابق سزا دوں گا اور تیرے گھناؤنے کاموں کے انجام تیرے درمیان ہوں گے اور تم جانو گے کہ میں خداوند سزا دینے والا ہوں۔

دیکھ وہ دن۔ دیکھ وہ آ پہنچا ہے۔ تیری شامت آ گئی۔ عصا میں کلیاں نکلیں۔ غرور میں غنچے نکلے۔ ستم گری نکلی کہ شرارت کے لیے چھڑی ہو۔ کوئی ان میں سے نہیں بچے گا۔ نہ ان کے انبوہ میں سے کوئی اور نہ ان کے مال میں سے کچھ اور ان پر ماتم نہ ہو گا۔

وقت آ گیا۔ دن قریب ہے، نہ خریدنے والا خوش ہو، نہ بیچنے والا اداس کیونکہ ان کے تمام انبوہ پر غضب نازل ہونے کو ہے کیونکہ بیچنے والا بکی ہوئی چیز تک پھر نہ پہنچے گا اگرچہ ہنوز وہ زندوں کے درمیان ہوں کیونکہ یہ رویا ان کے تمام

Marfat.com

انبوہ کے لیے ہے۔ ایک بھی نہ لوٹے گا اور نہ کوئی بدکرداری سے اپنی جان کو قائم رکھے گا۔ نرسنگا پھونکا گیا اور سب کچھ تیار ہے لیکن کوئی جنگ کو نہیں نکلتا کیونکہ میرا غضب ان کے تمام انبوہ پر ہے۔ باہر تلوار ہے اور اندر وبا اور قحط ہیں۔ جو کھیت میں ہے تلوار سے قتل ہوگا اور جو شہر میں ہے قحط اور وبا اسے نگل جائیں گے لیکن جو ان سے بچ نکلیں گے اور وادیوں کے کبوتروں کے مانند پہاڑوں پر رہیں گے اور سب کے سب نالہ کریں گے۔ ہر ایک اپنی بدکرداری سے۔ سب ہاتھ ڈھیلے ہوں گے اور سب گھٹنے پانی کی طرح کمزور ہو جائیں گے۔ وہ ٹاٹ سے کمر کسیں گے اور ہول ان پر چھا جائے گا اور سب کے منہ پر شرم ہوگی اور ان سب کے سروں پر خوف ناچے گا۔ وہ اپنی چاندی سڑکوں پر پھینک دیں گے اور ان کا سونا پاک چیز کے مانند ہوگا۔ خداوند کے غضب کے دن میں ان کا سونا چاندی ان کو نہ بچا سکے گا۔ ان کی جانیں آسودہ نہ ہوں گی اور ان کے پیٹ نہ بھریں گے کیونکہ انہوں نے اسی سے ٹھوکر کھا کر بدکرداری کی تھی اور ان کے خوبصورت زیور شوکت کے لیے تھے پر انہوں نے ان سے اپنی نفرتی مورتیں اور مکروہ چیزیں بنائیں۔ اس لیے میں ان کے لیے ان کی ناپاک چیز کے مانند کر دیا اور میں ان کو غنیمت کے لیے پردیسیوں کے ہاتھ میں اور لوٹ کے لیے زمین کے شریروں کے ہاتھ میں سونپ دوں گا اور وہ ان کو ناپاک کریں گے اور میں ان سے منہ پھیرلوں گا اور وہ میرے خلوت خانے کو ناپاک کریں گے۔ اس میں غارت گر آئیں گے اور اسے ناپاک کریں گے۔

میں غیر قوموں میں سے بدترین کو لاؤں گا اور ان کے گھروں کے مالک ہوں گے اور میں زبردستوں کا گھمنڈ مٹاؤں گا اور ان کے مقدس مقام ناپاک کیے جائیں گے۔ وہ سلامتی کو ڈھونڈیں گے اور نہ پائیں گے۔ بلا پر بلا آئے گی اور افواہ پر افواہ آئے گی۔ تب وہ نبی سے رویا کی تلاش کریں گے لیکن شریعت کاہن سے اور مصلحت بزرگوں سے جاتی رہے گی۔ بادشاہ ماتم کرے گا اور حاکم پر حیرت چھا جائے گی اور رعیت کے ہاتھ کانپیں گے۔ میں ان کی روش کے مطابق ان سے سلوک کروں گا اور ان کے اعمال کے مطابق ان پر فتویٰ دوں گا تا کہ وہ جانیں کہ میں خدا ہوں۔''

☆......☆......☆

صدقیاہ پر مسلسل دباؤ تھا کہ بابل کے خلاف بغاوت میں مصر کا ساتھ دے۔ فرعون مصر نکوہ کی جگہ دوسرا بادشاہ متعین ہو گیا تھا۔ اس نے ایک متحدہ محاذ بنا کر بابل کے خلاف اعلان جنگ کر دیا۔ بابل پر حملہ کرنے کے لیے نئے فرعون کو یروشلم سے راہ داری کی اجازت لینا پڑتی تھی۔ اس سہولت کے لیے فرعون مصر نے صدقیاہ کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھایا۔ حضرت یرمیاہ علیہ السلام نے کلام خداوندی کی روشنی میں اس کی مخالفت کی۔ وہ ہیکل کے صحن میں کھڑے ہو گئے اور منادی کی۔

''خداوند فرماتا ہے جو قوم شاہ بابل کے سامنے اپنی گردن نہ جھکائے گی اس قوم کو میں تلوار، کال اور وبا سے سزا دوں گا۔ یہاں تک کہ میں اس کے ہاتھ سے اسی کو نابود کر ڈالوں گا۔ پس تم اپنے نبیوں اور غیب دانوں کی نہ سنو جو تم سے کہتے ہیں کہ تم شاہ بابل کی خدمت گزاری نہ کرو کیونکہ وہ تم سے جھوٹی نبوت کرتے ہیں۔''

جھوٹے نبی لوگوں کو بغاوت پر اکسانے لگے تو حضرت یرمیاہ علیہ السلام کی مخالفت میں اضافہ ہو گیا۔ جھوٹے نبی اسیروں کو بھی یہ کہہ کر الجھن میں ڈالنے لگے کہ ہیکل کے خزانے جلد ہی واپس کر دیے جائیں گے۔ حضرت حزقیل علیہ السلام کے برعکس وہ جلاوطنوں کو یہ یقین دلاتے تھے کہ تم جلد اپنے وطن میں بحال کیے جاؤ گے۔

اس وقت مصر کے نئے فرعون نے ایشیا کے خلاف ایک زبردست مہم منظم کی۔ عمون اور یہوداہ نے بغاوت کر دی تو بخت نصر نے خود کو جلدی سے ارام میں ربلہ کے مقام پر مستحکم کر لیا اور اس کی فوج نے یروشلم کا محاصرہ کر لیا کیونکہ صدقیاہ نے خراج دینے سے انکار کر دیا تھا۔ مصر اور یروشلم کے درمیان یہ معاہدہ ہو گیا تھا کہ اگر کبھی بخت نصر، یروشلم پر حملہ آور ہوا تو مصر کا فرعون اس کی مدد کرے گا۔ صدقیاہ یہ معاہدہ کرتے وقت یہ بھول گیا تھا کہ بابل کی چھاؤنیاں شام میں جگہ جگہ قائم ہیں۔ ان چھاؤنیوں کی مدد سے بخت نصر مصری فوجوں کی آمد روک سکتا تھا۔

Marfat.com

یہ سامنے کی بات تھی۔ اسے سوچنا چاہیے تھا لیکن خدا کی منشا کو پورا ہونا تھا۔ حالات اسی طرف جا رہے تھے جن کا اظہار حضرت حزقیل علیہ السلام کرتے رہے تھے لیکن صدقیاہ کی آنکھوں پر غفلت کی پٹی بندھی ہوئی تھی۔ وہ اپنے درمیان چلتے پھرتے حضرت یرمیاہ علیہ السلام کی بات سننے اور اس پر عمل کرنے کو تیار نہیں تھا تو دور بیٹھے حضرت حزقیل علیہ السلام کے پیغامات اس پر کیا اثر انداز ہوتے۔

حضرت یرمیاہ علیہ السلام نے اس مرتبہ بھی صدقیاہ کو مشورہ دیا کہ وہ ہتھیار ڈال دے مگر صدقیاہ اس پر آمادہ نہیں تھا۔ یہ بحث چل ہی رہی تھی کہ معلوم ہوا بخت نصر کی فوجوں نے محاصرہ اٹھالیا۔ بات یہ ہوئی کہ مصر کی فوجیں یہوداہ کی مدد کے لیے نکلی تھی۔ بابل کی فوجیں مصر کی طرف متوجہ ہوگئیں اور محاصرہ اٹھ گیا۔ جھوٹے نبیوں کو بغلیں بجانے کا موقع مل گیا حضرت یرمیاہ علیہ السلام نے خبردار کیا۔

''اس وقتی حادثے پر خوش نہ ہو جاؤ۔ بابل بہت جلد محاصرہ کرلے گا۔''

حضرت یرمیاہ علیہ السلام کی بات سننے کو کوئی تیار نہیں تھا۔ اب صدقیاہ پوری طرح اپنے مشیروں کے حصار میں تھا۔ بادشاہ کے امیروں نے حضرت یرمیاہ علیہ السلام کو گرفتار کرلیا۔ ان پر الزام لگایا گیا کہ وہ بابل کے ساتھ مل گیا ہے۔ معاملہ غداری کا تھا۔ اس کی سزا قتل ہونا چاہیے تھی لیکن امیروں نے یہی مناسب سمجھا کہ اسے قید خانے میں ڈال دیا جائے تاکہ وہ بادشاہ کو بہکانے سے معذور رہے۔

صدقیاہ نے انہیں طلب کیا۔ اس خفیہ ملاقات میں صدقیاہ کو پھر مشورہ دیا کہ ان لوگوں کی بات نہ ماننا جو بخت نصر سے مقابلہ کرنے کی صلاح دیتے ہیں۔ اگر تو نے مقابلہ کیا تو تیری فوجیں شکست سے دوچار ہوں گی اور تو بابل کے حوالے کیا جائے گا۔

بادشاہ نے سر جھکا کر اس کی بات سنی لیکن جو اس کے مقدر میں تھا وہ ہونا تھا اس لیے وہ ایک مرتبہ پھر اس ارادے سے باز رہا کہ اپنے آپ کو بابل کے حوالے کردے۔ بس اتنی رعایت کی کہ حضرت یرمیاہ علیہ السلام کو قید خانے سے نکال کر محافظوں کے صحن میں رکھا گیا۔

محل کے عہدداروں نے سخت اعتراض کیا اور ایک وفد بنا کر بادشاہ کے پاس پہنچے۔

''ہم تجھ سے عرض کرتے ہیں کہ اس آدمی کو قتل کروادے کیونکہ یہ جنگی مردوں کے ہاتھوں کو جو اس شہر میں باقی ہیں اور سب لوگوں کے ہاتھوں کو سست کرتا ہے۔ یہ شخص ہمارا خیر خواہ نہیں بلکہ بدخواہ ہے۔''

بادشاہ اپنے امیروں کے سامنے اتنا بے بس تھا کہ قتل کی اجازت دے دی۔ ''وہ تمہارے قابو میں ہے جو جی چاہے کرو۔ میں تمہارے خلاف کچھ نہیں کرسکتا۔''

اس اجازت کے ملتے ہی حضرت یرمیاہ علیہ السلام کو ایک حوض میں ڈال دیا جس میں پانی نہیں بلکہ کیچڑ تھی۔ ان امیروں کو امید تھی کہ وہ کیچڑ میں دھنس کر ہلاک ہو جائیں گے۔ انہوں نے اپنی دانست میں انہیں مار ہی دیا تھا لیکن خدا نے حضرت یرمیاہ علیہ السلام سے وعدہ کیا تھا کہ میں تجھے چھڑالوں گا۔ یہ وعدہ اس طرح پورا ہوا کہ ایک حبشی خواجہ سرا نے انہیں حوض سے نکالا اور صدقیاہ کے پاس پہنچادیا۔

''میں تجھ سے ایک بات پوچھتا ہوں۔ تو مجھ سے کچھ نہ چھپا۔'' بادشاہ نے کہا۔

''میرے کچھ بتانے کا اب کیا فائدہ۔ تو میری صلاح ماننے والا نہیں بلکہ شاید یہ ہو کہ تو مجھے قتل کرادے۔''

''میں تجھ سے عہد کرتا ہوں، نہ میں تجھے قتل کروں گا اور نہ ان لوگوں کے حوالے کروں گا جو تیرے قتل کے درپے ہیں۔''

جب یہ عہد لے لیا تو حضرت یرمیاہ علیہ السلام نے صدقیاہ سے کہا کہ خداوند لشکروں کا خدا اسرائیل کا خدا یوں فرماتا

Marfat.com

ہے کہ اگر تو نکل کر شاہ بابل کے امرا کے پاس چلا جائے تو تیری جان بچ جائے گی اور یہ شہر آگ سے جلایا نہ جائے گا اور تو اور تیرا گھرانا زندہ رہے گا لیکن اگر تو شاہ بابل کے امرا کے پاس نہ جائے گا تو یہ شہر کسدیوں کے حوالے کر دیا جائے گا اور وہ اسے جلا دیں گے اور تو ان کے ہاتھ سے رہائی نہ پائے گا۔''

''میں ان یہودیوں سے ڈرتا ہوں۔'' صدقیاہ نے کہا۔'' جو کسدیوں سے جا ملے ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ وہ مجھے ان کے حوالے کریں اور مجھ پر طعنہ ماریں۔''

''وہ تجھے ہرگز حوالے نہیں کریں گے۔'' حضرت یرمیاہ علیہ السلام نے کہا۔'' میں تیری منت کرتا ہوں تو خداوند کی بات جو میں تجھ سے کہتا ہوں، مان لے۔ اس سے تیرا بھلا ہوگا اور تیری جان بچ جائے گی۔ دیکھ وہ سب عورتیں جو شاہ یہوداہ کے محل میں باقی ہیں شاہ بابل کے امرا کے پاس پہنچ جائیں گی اور کہیں گی۔

تیرے دوستوں نے تجھے فریب دیا
اور تجھ پر غالب آئے
جب تیرے پاؤں دھنس گئے
تو وہ الٹے پھر گئے

''دیکھ، میں تیری بات مان لیتا ہوں۔'' صدقیاہ نے کہا۔'' جو باتیں میرے اور تیرے درمیان ہوئی ہیں وہ کسی پر ظاہر نہ کرنا ورنہ میرے امرا تجھے قتل کیے بغیر نہیں چھوڑیں گے۔''

حضرت یرمیاہ علیہ السلام کو دوبارہ قید خانے کے صحن میں پہنچا دیا گیا۔

اسی دوران میں یہ خبریں بجلی کے کوندوں کی طرح لپکنے لگیں کہ بابل سے ایک بڑا لشکر روانہ ہو چکا ہے۔ یہ خبریں ابھی ہوا میں تھیں کہ بابل کی فوجوں نے شہر کا محاصرہ کر لیا۔ حضرت یرمیاہ علیہ السلام کی پیش گوئی درست ثابت ہوئی۔ انہوں نے فرمایا تھا کہ بابل بہت جلد محاصرہ کرلے گا۔

حضرت حزقیل علیہ السلام نے جو کچھ اپنی پیش گوئی میں کہہ دیا تھا وہ سب یروشلم میں پیش آ رہا تھا۔

محاصرہ طول کھینچتا جا رہا تھا۔ اب جو باہر تھے وہ اندر نہیں جا سکتے تھے اور جو اندر تھے وہ اندر قید ہو گئے۔ ان کے پاس کھانے پینے کی چیزیں اندر نہیں پہنچ سکتی تھیں۔

قحط پہلے ہی پڑا ہوا تھا۔ جو کچھ باہر سے آ جاتا تھا اس کے بھی لالے پڑ گئے۔ لوٹ مار کا بازار گرم ہو گیا۔ جس دکان پر معلوم ہوتا غذائی اجناس موجود ہیں، لوگ وہاں پہنچ جاتے اور اشیا لوٹ لیتے۔ لوٹ مار بھی کتنے دن چلتی۔ لوگ بھوکوں مرنے لگے۔ سڑکوں پر لاشیں پڑی تھیں۔ ان لاشوں کے تعفن سے وبائی امراض پھوٹ پڑے۔ خدا نے اپنے پیغمبروں سے عہد کیا تھا کہ میں انہیں کال سے ماروں گا اور وبا سے ماروں گا اور تلوار سے۔ پہلے دو عہد پورے ہو گئے تھے ابھی قتل عام ہونا باقی تھا۔

صدقیاہ کے امیروں نے بڑے فخر سے فوجیں تیار کیں اور انہیں ایک دروازے سے باہر نکالا۔ ان سپاہیوں نے ایک منزل آگے بڑھ کر دشمن کا استقبال کیا لیکن قومی جذبے سے عاری یہ فوجی پہلی جھڑپ کی تاب بھی نہ لا سکے اور الٹے قدموں لوٹ آئے۔ دروازے پھر بند ہو گئے۔ یہ آخری امید بھی کمزور چراغ کی طرح بجھ گئی۔ اب دو ہی صورتیں تھیں یا تو دشمن اندر آ جائے یا لڑے بغیر واپس چلے جائے۔ صدقیاہ انتظار کرتا رہا کہ اس کا حمایتی فرعون مصر اس کی مدد کو پہنچے گا لیکن اس کی آنکھیں ترستی ہی رہیں۔

اب اس کے سوا کوئی چارہ نہیں رہ گیا تھا کہ فرار ہوا جائے۔ رات جب تاریک ہو گئی۔ صدقیاہ نے محدود سامان سمیٹا اور فرار کے لیے نکلا۔ دیواروں کے درمیان ایک پھاٹک، شاہی باغ کے برابر تھا اس سے وہ اپنے چند ساتھیوں کے ہمراہ

Marfat.com

نکلا اور بیابان کی راہ لی۔

یہ فرار بالکل اس تمثیل کی طرح تھا جو حضرت حزقیل علیہ السلام نے نہر کیار کے کنارے اسیروں کو دکھائی تھی جس میں انہوں نے دیوار میں سوراخ کیا تھا اور اپنے سامان کے ساتھ باہر نکلے تھے کہ دیکھو اس طرح حاکم یروشلم فرار ہونے پر مجبور ہو جائے گا۔

وہ اس بیابان میں ابھی کچھ ہی دور گیا تھا کہ بابل کے کچھ سپاہیوں نے اسے دیکھ لیا اور اس کا پیچھا کر کے اس کے اور اس کے ساتھیوں کے سروں پر پہنچ گئے۔ اس کے بیٹے بھی ان میں شامل تھے۔ سب کے سب گرفتار ہوئے۔ ربلہ لے جائے گئے جہاں بخت نصر پڑاؤ ڈالے بیٹھا تھا۔

ادھر بابل کی فوجیں یروشلم میں داخل ہو گئیں۔ شہریوں کا خون بہنے لگا۔ شاہی محلات اور عام گھروں کو جلا دیا گیا۔ ہیکل ان کے کھیتوں میں رہنے دیا۔ باقی شہر خالی ہو گیا۔

بخت نصر نے صدقیاہ کے بیٹوں کو اس کی آنکھوں کے سامنے ذبح کیا اور یہوداہ کے سب شرفا کو بھی موت کے گھاٹ اتار دیا۔

اب اس پیش گوئی کے پورا ہونے کا وقت تھا کہ صدقیاہ کو بابل لے جایا جائے گا مگر وہ اس شہر کو دیکھ نہیں سکے گا۔ یہ پیش گوئی اس وقت سمجھ میں نہیں آئی تھی مگر اب آ گئی جب بخت نصر نے فتویٰ جاری کیا کہ صدقیاہ کی آنکھیں نکال لی جائیں۔

جلاد آگے بڑھے اور صدقیاہ کو اندھا کر دیا اور جب اس کے زخم اچھے ہو گئے اور آنکھوں کی جگہ گڑھے نمایاں ہو گئے تو اسے زنجیروں میں جکڑ دیا گیا۔

بابل جاتے ہوئے جب وہ تل ابیب سے گزرا تو اسیر بنی اسرائیل نے اپنے اندھے بادشاہ کو حسرت سے دیکھا جو بابل جا رہا تھا لیکن بابل دیکھنے کے قابل نہیں رہا تھا۔

یروشلم سے آئے ہوئے ہزاروں شہریوں کو تل ابیب میں ان اسیروں کے پاس چھوڑ دیا گیا جو ان سے پہلے یہویقیم کے دور میں یہاں آئے تھے اور جن میں حضرت حزقیل علیہ السلام بھی شامل تھے۔

وہ لوگ ابھی موجود تھے جو حضرت حزقیل علیہ السلام کی پیش گوئیوں کو گلیوں میں گشت کرتے ہوئے دیکھ چکے تھے۔ اب وہی سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے۔

کچھ دن گزرے تو یہ چہ میگوئیاں بھی ہونے لگیں کہ سزا صرف یروشلم ہی کو کیوں ملی۔ جو قومیں یہوداہ کے ساتھ تھیں۔ بابل کے خلاف سازش میں قدم قدم پر شریک تھیں انہوں نے عین وقت پر ساتھ چھوڑ دیا۔ ان کا انجام کیا ہوگا؟ کیا ان پر بھی عدالت ہوگی؟ ان پر بھی غضب نازل ہوگا؟

یہ باتیں کچھ دنوں آپس میں ہوتی رہیں اور پھر حضرت حزقیل علیہ السلام کے کانوں تک بھی پہنچنے لگیں۔ انہیں اللہ تعالیٰ نے ان قوموں پر بھی نبی بنا کر بھیجا تھا۔ ان قوموں کے لیے بھی آپ پر وحی اتری۔

''اے آدم زاد! بنی عمون کی طرف متوجہ ہو اور ان کے خلاف نبوت کر۔ بنی عمون سے کہہ خداوند خدا کا کلام سنو۔ خداوند خدا یوں فرماتا ہے کہ چونکہ تو نے میرے مقدس پر جب وہ ناپاک کیا گیا اور اسرائیل کے ملک پر جب وہ اجاڑا گیا اور بنی یہوداہ پر جب وہ اسیر ہو کر گئے، قہقہہ لگایا۔ اسی لیے میں تجھے اہل مشرق کے حوالے کر دوں گا کہ تو ان کی ملکیت ہو اور وہ تجھ میں اپنے ڈیرے ڈالیں گے اور تیرے اندر اپنے مکان بنائیں گے اور تیرے میوے کھائیں گے اور تیرا دودھ پئیں گے۔''

اسی طرح موآب کے لیے وحی آئی۔

Marfat.com

''خداوند خدا یوں فرماتا ہے کہ چونکہ موآب نے بھی یہوداہ کے ساتھ اچھا نہیں کیا لہٰذا میں اہل مشرق کو اس کے اور بنی عمون کے خلاف چڑھالاؤں گا ان پر قابض ہوں گا تاکہ قوموں کے درمیان بنی عمون کا ذکر باقی نہ رہے اور میں موآب کو سزا دوں گا اور وہ جانیں گے کہ خداوند میں ہوں۔''

ادوم کے لیے حکم جاری ہوا۔

''چونکہ ادوم نے بنی یہوداہ سے کینہ کشی کی اور ان سے انتقام لے کر بڑا گناہ کیا اس لیے خدا یوں فرماتا ہے کہ میں ادوم پر ہاتھ چلاؤں گا۔ اس کے انسان اور حیوان کو نابود کردوں گا اور میں اپنی قوم بنی اسرائیل کے ہاتھ سے ادوم سے انتقام لوں گا اور وہ میرے غضب و قہر کے مطابق ادوم سے سلوک کریں گے اور میرے انتقام کو معلوم کریں گے۔''

صور کے لیے کلام خداوندی میں کہا گیا۔

''دیکھ اے صور، میں تیرا مخالف ہوں اور بہت سی قوموں کو تجھ پر چڑھالاؤں گا، جس طرح سمندر اپنی موجوں کو چڑھاتا ہے اور وہ صور کی شہر پناہ کو توڑ ڈالیں گے اور اس کے برجوں کو ڈھادیں گے اور میں اس کی مٹی تک کھرچ ڈالوں گا اور اسے صاف چٹان بنادوں گا۔ میں بابل کے بخت نصر کو گھوڑوں، رتھوں، سواروں، فوجوں اور بہت سے لوگوں کے انبوہ کے ساتھ شمال سے صور پر چڑھالاؤں گا۔ وہ قتل کریں گے، دولت کو لوٹیں گے، مال تجارت غارت کریں گے، تیرے رنگ محلوں کو ڈھادیں گے۔''

''ابھی صیدا کے خلاف سزا کا اعلان باقی تھا۔ اس کے لیے حکم ہوا۔

''اے آدم زاد، صیدا کا رخ کرکے اس کے خلاف نبوت کر اور کہہ خداوند خدا یوں فرماتا ہے کہ دیکھ میں تیرا مخالف ہوں۔ میں اس میں وبا بھیجوں گا اور اس کی گلیوں میں خونریزی کروں گا اور مقتول اس کے درمیان اس تلوار سے جو چاروں طرف سے اس پر چلے گی گریں گے اور وہ معلوم کریں گے کہ میں خداوند ہوں۔''

اسی طرح ان سب علاقوں کی طرف احکامات جاری ہوتے رہے جہاں جہاں بنی اسرائیل کی شاخیں آباد تھیں اور جن پر حضرت حزقیل علیہ السلام کو نبی مبعوث کیا گیا تھا۔ یہ باتیں وہ اسیر بنی اسرائیل کے سامنے بھی دہراتے رہے جس سے ان کی تشفی ہوتی رہی لیکن یہ کانٹا پھر بھی کھٹکتا رہا کہ خود ان کا کیا ہوگا۔ وہ اپنے وطن لوٹیں گے یا نہیں۔ خدا کی نظروں میں پھر سے سرخرو ہوسکیں گے یا نہیں؟ یہ ایسے سوالات تھے جن کا جواب حضرت حزقیل علیہ السلام ہی دے سکتے تھے۔ اب لوگ ان سے اس کی بابت پوچھنے آرہے تھے لیکن انہیں ہر مرتبہ مایوسی ہو رہی تھی۔ حضرت حزقیل علیہ السلام اپنی طرف سے کچھ نہیں کہہ سکتے تھے۔ وہ انتظار میں تھے کہ اس بارے میں خدا ان سے کیا کہتا ہے۔ آخر ایک روز وحی نازل ہوئی۔

''خداوند خدا یوں فرماتا ہے کہ اب میں یعقوبؑ کی اولاد کی اسیری کو موقوف کروں گا اور تمام بنی اسرائیل پر رحم کروں گا۔ وہ اپنی رسوائی اور خطا کاری جس سے وہ میرے گناہ گار ہوئے برداشت کریں گے۔ جب وہ اپنی زمین میں امن سے بود و باش کریں گے تو کوئی ان کو نہ ڈرائے گا۔ جب میں ان کو امتوں میں سے واپس لاؤں گا اور ان کے دشمنوں کے ملکوں سے فراہم کروں گا اور بہت سی قوموں کی نظروں میں ان کے درمیان میری تقدیس ہوگی جب یہ جانیں گے کہ میں خداوند کا خدا ہوں اس لیے کہ میں نے ان کو اقوام کے درمیان اسیری میں بھیجا اور میں نے ہی ان کو ان کے ملک میں جمع کیا اور ان میں سے ایک کو بھی وہاں نہ چھوڑا اور میں پھر کبھی ان سے منہ نہ چھپاؤں گا کیونکہ میں نے اپنی روح بنی اسرائیل پر نازل کی ہے۔

مصر، یہوداہ کے بین الاقوامی تعلقات میں اہم کردار ادا کیا کرتا تھا۔ جب موقع دیکھتا، اسرائیل کو دشمنوں کے رحم و کرم پر چھوڑ کر الگ ہو جاتا تھا لہٰذا خدائی حکم اس کی تباہی کا ارادہ باندھتا ہے اور حضرت حزقیل علیہ السلام کو بذریعہ وحی اس سے آگاہ کرتا ہے۔

Marfat.com

''اے آدم زاد! تو شاہِ مصر فرعون کے خلاف ہو اور اس کے اور تمام ملک مصر کے خلاف نبوت کر۔ کلام کر اور کہہ خدا وند خدا یوں فرماتا ہے کہ دیکھ اے شاہ مصر فرعون میں تیرا مخالف ہوں۔ تو بڑے مگر مچھ کی طرح ہے لیکن میں تیرے جبڑوں میں کانٹے اٹکاؤں گا اور تیرے دریاؤں کی مچھلیاں تیری کھال پر چمٹاؤں گا اور تجھے تیرے دریاؤں سے باہر کھینچ نکالوں گا۔ میں تجھ کو اور تیرے دریاؤں کی مچھلیوں کو بیابان میں پھینک دوں گا۔ تو کھلے میدان میں پڑا رہے گا۔ تو نہ بٹورا جائے گا نہ جمع کیا جائے گا۔

ملک مصر کے اجڑے ہوئے شہر چالیس برس تک اجاڑ رہیں گے اور میں مصریوں کو قوموں میں پراگندہ اور مختلف ممالک میں تتر بتر کروں گا۔

چالیس برس کے آخر میں، میں مصریوں کو ان قوموں کے درمیان سے جہاں وہ پراگندہ ہوئے جمع کروں گا اور میں مصر کے اسیروں کو واپس لاؤں گا اور ان کے وطن میں واپس پہنچاؤں گا لیکن ان کی مملکت تمام مملکتوں میں حقیر ہوگی۔ وہ کبھی سرفراز نہیں ہوں گے کیونکہ میں ان کو پست کروں گا۔

میں شاہ بابل کے بازاروں کو قوت بخشوں گا اور اپنی تلوار اس کے ہاتھ میں دوں گا لیکن فرعون کے بازوؤں کو توڑ دوں گا اور وہ اس کے آگے اس گھائل کے مانند جو مرنے کے قریب ہو، آہیں بھرے گا۔

☆......☆......☆

حضرت حزقیل علیہ السلام کی امت کے لوگ جو اب یروشلم کی تباہی اپنی آنکھوں سے دیکھ کر توبہ کر چکے تھے اور حضرت حزقیل علیہ السلام کو سچا نبی ماننے لگے تھے، آپؑ کے گرد جمع ہو رہے تھے۔ یروشلم کو غیروں کے قبضے میں گئے کئی برس ہو گئے تھے لیکن جلاوطنوں کی واپسی کی کوئی سبیل نظر نہ آتی تھی۔ یہ لوگ بار بار آپؑ سے پوچھتے تھے کہ خدا سے پوچھیں ہماری واپسی کب تک ہوگی؟ خدا کی طرف سے یہ وعدہ کئی مرتبہ کیا جا چکا تھا کہ میں ان اسیروں کو ان کے وطن واپس لے جاؤں گا لیکن یہ طے نہیں ہوتا تھا کہ واپسی کب تک ہوگی۔ حضرت یرمیاہ علیہ السلام نے یہ مدت ستر سال بتائی تھی۔ اسیروں کو یہ سوچ کر دکھ ہوتا تھا کہ اس وقت تک وہ زندہ نہ رہیں گے۔ ان کی زندگی غلامی میں کٹ جائے گی۔ آزادی کو اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھ سکیں گے۔ ہاں ان کی اگلی نسل اس سے فیض یاب ہو تو ہو۔ ہم تو یہیں مرکھپ جائیں گے اور یہیں دفن ہوں گے۔ ہمیں آزاد ملک میں قبر بھی نصیب نہیں ہوگی۔ خود حضرت حزقیل علیہ السلام کی سمجھ میں نہ آتا تھا کہ یہ سب کچھ کیسے ہوگا۔

ایک روز ایک وفد حضرت حزقیل علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور یہی باتیں ہو رہی تھیں۔ ایک بزرگ نہایت دردمندی سے اپنی بے بسی پر آنسو بہا رہے تھے۔

''میری زندگی اب کتنی رہ گئی ہے۔ خدا کا وعدہ پورا بھی ہوا تو میں زندہ کہاں ہوں گا۔ بہت سے لوگ پہلے ہی مرکھپ گئے۔ انہیں کیا معلوم ہوگا کہ اسرائیلی بحال ہو گئے۔ ہم اب بھی اپنے وطن چلے گئے تو یروشلم کو اپنی آنکھوں سے دیکھ پائیں گے''

''یروشلم تو کھنڈر ہو گیا۔ اگر ہم چلے بھی گئے تو کیا دیکھیں گے؟'' ایک دوسرے بزرگ نے کہا۔

''سمجھ میں نہیں آتا کہ اب یروشلم کی شان و شوکت کون لوٹائے گا اور ہم جو مرنے کو تیار بیٹھے ہیں اسے آباد ہوتے ہوئے کیسے دیکھیں گے؟''

یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ خداوند کے حکم سے روح حضرت حزقیل علیہ السلام کو ایک وادی میں لے گئی جو ہڈیوں سے بھری ہوئی تھی، حضرت حزقیل علیہ السلام ابھی سوچ ہی رہے تھے کہ انہیں یہاں کیوں لایا گیا ہے کہ روح نے حکم خداوندی سے مخاطب کیا۔

Marfat.com

''اے آدم زاد! کیا یہ ہڈیاں زندہ ہو سکتی ہیں؟''

''خدا ہی بہتر جانتا ہے۔''

''تم ان پر نبوت کرو اور کہو خداوند فرماتا ہے کہ میں تمہارے اندر روح ڈالوں گا اور تم زندہ ہو جاؤ گے۔''

حضرت حزقیل علیہ السلام نے حکم کے مطابق نبوت کی۔ اسی دوران میں ایک شور بلند ہوا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے زلزلہ آ گیا ہو۔ ہڈیوں میں حرکت پیدا ہوئی۔ ہر ہڈی اپنی ہڈی کی تلاش میں نکلی اور آپس میں ملنا شروع ہو گئیں۔ پھر نسیں اور گوشت ان پر چڑھنے لگا۔ پھر کھال آ گئی۔ یہ انسان تھے مگر مردہ۔ ان میں دم نہیں تھا۔ پھر تیز ہوا چلنے لگی۔ اس ہوا نے ان سب کو زندہ کر دیا۔ ہزار ہا انسان تھے جو اپنے پیروں پر کھڑے تھے۔

''اے آدم زاد! یہ ہڈیاں تمام بنی اسرائیل ہیں۔ یہ بھی یہی کہتے تھے ہماری ہڈیاں سوکھ گئیں۔ ہماری امید جاتی رہی، ہم بالکل فنا ہو گئے۔ ہمیں کون زندہ کرے گا؟ مگر دیکھ یہ اب زندہ ہیں۔''

''میں جان گیا، تو ہی خدا ہے۔ تو یروشلم کے کھنڈر پر عمارت تعمیر کر سکتا ہے۔''

''اپنے لوگوں سے کہنا، دیکھو میں تمہاری قبروں کو کھولوں گا اور تم کو ان سے باہر نکالوں گا اور میں اپنی روح تم میں ڈالوں گا اور میں تم کو تمہارے ملک میں بساؤں گا۔''

یہ خواب (رویا) جو حضرت حزقیل علیہ السلام کو دکھایا گیا تھا محض تمثیل نہیں تھی بلکہ حقیقت پر مبنی تھا۔ اس کی تحقیق مفسرین نے اپنے اپنے طور پر کی ہے۔

محمد بن اسحٰق فرماتے ہیں کہ لوگوں نے ایک وبا دیکھی تھی جس میں لوگ مر رہے تھے تو یہ موت کے ڈر سے وہاں سے نکل کر زمین میں کہیں اور منتقل ہو گئے۔ یہ ایک بستی تھی جسے داوردان کہا جاتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے متعلق وہاں بھی فرمایا کہ مر جاؤ تو یہ سب کے سب موت کے منہ میں چلے گئے۔ پھر اللہ نے ان کی لاشوں کو درندوں اور پرندوں کا شکار ہونے سے منع کر دیا اور ان سے حفاظت فرمادی اور پھر طویل عرصہ گزر جانے کے بعد وہ واقعہ پیش آیا کہ حضرت حزقیل علیہ السلام کو وہاں لے جایا گیا۔

حضرت عبداللہ بن عباس کے مطابق یہ لوگ موت کی وادی میں اس لیے سو گئے تھے کہ انہوں نے جہاد سے انکار کیا تھا اور ایک وادی میں چھپ گئے تھے۔ وہیں ان کو موت آ گئی۔ جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کیا۔

اس واقعے کی خبر جب حضرت حزقیل علیہ السلام نے اپنے لوگوں تک پہنچائی تو انہیں تشفی ہوگئی کہ وہ غلامی میں مردوں کی زندگی گزار رہے ہیں۔ دوبارہ زندہ کیے جائیں گے اور اپنے وطن کو دیکھ سکیں گے۔

مردہ ہڈیوں کی بحالی اس بات کی علامت تھی کہ اسرائیل کا سارا گھرانا بحال ہوگا۔ اس میں جنوبی اور شمالی دونوں سلطنتیں شامل ہیں۔ جب اسرائیلی دوسری قوموں میں سے اکٹھے کیے جائیں گے تو یہ دونوں متحد ہو جائیں گے۔ ان کے لیے خاص وعدہ ہے کہ صرف ایک ہی بادشاہ ان پر حکمران ہوگا۔

اس اتحاد کے لیے حضرت حزقیل علیہ السلام کے لیے یہ حکم جاری ہوا۔

''اے آدم زاد! ایک چھڑی لے اور اس پر لکھ یہوداہ اور اس کے رفیق بنی اسرائیل کے لیے۔ پھر دوسری چھڑی لے اور اس پر لکھ افرائیم کی چھڑی یوسفؑ اور اس کے رفیق تمام بنی اسرائیل کے لیے اور ان کو جوڑ دے کہ ایک ہی چھڑی تیرے لیے ہو اور وہ تیرے ہاتھ میں ایک ہوں گی۔

میں بنی اسرائیل کو قوموں کے درمیان سے جہاں جہاں وہ گئے ہیں نکال لاؤں گا اور ہر طرف سے ان کو فراہم کروں گا اور ان کو ان کے ممالک میں لاؤں گا اور میں ان کو اس ملک میں اسرائیل کے پہاڑوں پر ایک ہی قوم بناؤں گا اور ان سب پر ایک ہی بادشاہ ہوگا۔''

Marfat.com

اسرائیل کی بحالی کے بعد حضرت حزقیل علیہ السلام کو ایک اور خطرے کی طرف متوجہ کیا گیا۔

''اسرائیل قائم ہو جائے گا تو دوسری قومیں اس پر توجہ دیے بغیر نہ رہ سکیں گی بلکہ اسے چیلنج کریں گے۔ آخری ایام میں انتہائی شمالی حصوں کی شمالی حصوں کی قومیں خاص کر یاجوج اور ماجوج اسرائیل سے جنگ کرنے کو اپنی فوجیں اکٹھی کریں گی۔ اسرائیل کھلے دیہات میں جہاں فصلیں نہ ہوں گی سکونت پذیر ہوگا۔ اس کی خوش حالی بے مثال ہوگی اس لیے شمال سے حملہ آور دشمنوں کے منہ میں پانی بھر آئے گا۔ خدا کا قہر یاجوج کے لشکر کو چاروں طرف سے گھیر لے گا۔ فطرت کی ساری قوتیں اس کے خلاف چھوڑ دی جائیں گی۔ سخت زلزلہ آئے گا۔ کیڑے مکوڑے، چرند پرند اور انسان سب میرے حضور تھرتھرائیں گے اور میں اپنے سب پہاڑوں سے اس پر تلوار طلب کروں گا اور ہر ایک انسان کی تلوار اس کے بھائی پر چلے گی اور میں وبا بھیج کر اور خونریزی کر کے اسے سزا دوں گا اور اس پر اور اس کے لشکروں پر اور ان بہت سے لوگوں پر جو اس کے ساتھ ہوں گے بڑے بڑے اولے اور آگ اور گندھک برساؤں گا اور اپنی بزرگی اور اپنی تقدیس کراؤں گا۔

خداوند خدا یوں فرماتا ہے کہ دیکھ اے یاجوج میں تیرا مخالف ہوں۔ تو اسرائیل کے پہاڑوں پر اپنے سب لشکر اور حمایتیوں سمیت گر جائے گا اور میں تجھے ہر قسم کے شکاری پرندوں اور میدان کے درندوں کو دوں گا کہ کھا جائیں اور میں اپنے مقدس نام کو اپنی امت اسرائیل میں ظاہر کر دوں گا اور پھر اپنے مقدس نام کی بے حرمتی نہ ہونے دوں گا اور قومیں جانیں گی کہ میں خداوند اسرائیل کا قدوس ہوں۔

دشمن بالکل بے بس ہو جائے گا اور اسرائیل جنگ کے بعد مال غنیمت جمع کرے گا۔ سات مہینوں تک وہ مردوں کو دفن کرتے اور ملک کو پاک صاف کرتے رہیں گے۔

☆......☆......☆

یروشلم کی تباہی کو چودہ برس ہو گئے تھے۔ اب اسرائیلیوں نے اپنے آپ کو نئے حالات اور ماحول کے مطابق ڈھال لیا تھا اور جلد واپسی کی امید جاتی رہی تھی۔ اگر وہ حضرت یرمیاہ علیہ السلام کی ستر سالہ جلاوطنی کی پیش گوئی پر ایمان بھی رکھتے تھے تو یہ طے تھا کہ معدودے چند افراد واپس جا سکتے تھے البتہ حضرت حزقیل علیہ السلام کی معرفت بحالی کا وعدہ ان کو یقین دلاتا تھا کہ خدا اپنی قوم اسرائیل سے محبت رکھتا اور ان کی فکر اور نگہداشت کرتا ہے۔

☆......☆......☆

اسیری کو 25 سال گزر گئے تھے اور یروشلم کو تسخیر ہوئے 14 سال ہوئے تھے کہ خدا نے اپنے پیغمبر کی دلداری فرمائی۔ خدا کو معلوم تھا کہ تعمیر ہیکل کے وقت تک حضرت حزقیل علیہ السلام زندہ نہیں رہیں گے۔ خدا انہیں مستقبل کے ہیکل کا نقشہ دکھانے کے لیے عالم رویا میں ملک اسرائیل سے لے گیا اور ایک بلند پہاڑ پر اتار دیا۔ انہوں نے جنوب کی طرف دیکھا تو ایک شہر کا سا نقشہ نظر آیا۔ پھر ندا آئی۔

''اے آدم زاد! اپنی آنکھوں سے دیکھ اور کانوں سے سن اور جو کچھ میں تجھے دکھاؤں اس سب پر خوب غور کر کیونکہ تو اس لیے یہاں پہنچایا گیا ہے کہ میں یہ سب کچھ تجھے دکھاؤں۔ پس جو کچھ تو دیکھتا ہے بنی اسرائیل سے بیان کر۔''

وہ شخص اس شہر میں ایک ایک چیز کو ناپتا پھر رہا ہے اور حضرت حزقیل علیہ السلام کے ساتھ ہیں۔ تھوڑی دیر میں حضرت حزقیل علیہ السلام پہچان لیتے ہیں۔ یہ یروشلم تھا مگر پہلے سے زیادہ خوبصورت۔ وہ ایک ایک چیز کو ذہن میں رکھتے ہیں۔ انہیں یقین ہو جاتا ہے کہ اس نئی ہیکل میں خدا اپنے لوگوں کے درمیان اپنی ابدی سکونت گاہ قائم کر رہا ہے۔ اب وہ کبھی بت پرستی سے خدا کے نام کو ناپاک نہیں کریں گے۔

جب وہ عالم رویا کی ا[illegible] واپس [illegible] تو اس سفر کی تفصیلات سے اپنے سامعین کو آگاہ کیا، کیونکہ حکم یہی تھا کہ جو کچھ وہ دیکھیں اسے بنی اسرائیل سے بیان [illegible]

Marfat.com

''مجھے مشرقی پھاٹک دکھایا گیا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ مسکن کے گرداگرد دیوار ہے۔ ایک شخص ہے جس کے ہاتھ میں پیائش کا سرکنڈا ہے جس سے وہ دیوار کی چوڑائی ناپ رہا ہے۔ تب وہ مشرق کے رخ پر پھاٹک پر آیا اور اس کی سیڑھی پر چڑھا اور اس پھاٹک کے آستانے کو ناپا۔ مختلف کوٹھریوں کو ناپتا رہا۔ جھروکوں اور ستونوں کو ناپتا پھرا اور میں اس کے ساتھ ساتھ تھا۔

پھر وہ مجھے باہر کے صحن میں لے گیا اور کیا دیکھتا ہوں کہ حجرے ہیں اور چاروں طرف صحن میں فرش لگا تھا اور اس فرش میں تیس حجرے تھے۔

شمالی پھاٹک کی لمبائی اور چوڑائی ناپی۔ اس کی کوٹھریاں تین اس طرف اور تین اس طرف تھیں۔ اوپر جانے کے لیے سات زینے تھے۔ اس کی ڈیوڑھی ان کے آگے تھی۔

وہ مجھے جنوب کی راہ سے لے گیا اور کیا دیکھتا ہوں کہ جنوب کی طرف ایک پھاٹک ہے اور اس میں اس کی ڈیوڑھی ہے۔ اوپر جانے کے لیے سات زینے تھے اور اس کی ڈیوڑھی ان کے آگے تھی اور اس کے ستونوں پر، کھجور کی صورتیں تھیں اور جنوب کی طرف اندرونی صحن کا پھاٹک تھا۔ اس کے بعد مجھے اندرونی صحن میں لایا گیا۔ اس کی ڈیوڑھی میں اردگرد دریچے تھے۔ اس میں اوپر جانے کے لیے آٹھ زینے تھے۔ اندرونی صحن میں دو پھاٹک تھے۔ ایک مشرق کی طرف دوسرا شمال کی جانب۔ پھاٹکوں کے ستونوں کے پاس دروازہ دار حجرہ تھا جو سوختنی قربانیاں دھونے کے لیے مخصوص تھا۔ پھاٹک کی ڈیوڑھی میں دو میزیں اس طرف اور دو اس طرف تھیں کہ ان پر سوختنی قربانی اور خطا کی قربانی اور جرم کی قربانی ذبح کریں۔ سوختنی قربانی کے لیے تراشے ہوئے پتھروں کی چار میزیں تھیں جن پر ذبح کرنے کے ہتھیار رکھے ہوئے تھے۔ اس کے بعد میرا راہنما مجھے ہیکل میں لایا اور ستونوں کو ناپا۔ چھ ہاتھ کی چوڑائی ایک طرف اور چھ ہاتھ کی دوسری طرف۔ یہی خیمے کی چوڑائی تھی۔ ہیکل کی دیواروں کے ساتھ ساتھ کم از کم تیس حجرے تھے۔

ہیکل اور مقدس کے دو دروازے تھے اور دروازوں کے دو دو پلے تھے جو مڑ سکتے تھے۔ پھر میں کیا دیکھتا ہوں کہ ہیکل خدا کے جلال سے منور ہے اور میں نے کسی کی آواز سنی جو ہیکل میں سے میرے ساتھ باتیں کرتا تھا اور ایک شخص میرے پاس کھڑا تھا اور اس نے مجھے فرمایا۔ ''اے آدم زاد! یہ میری تخت گاہ اور میرے پاؤں کی کرسی ہے جہاں میں بنی اسرائیل کے درمیان ابد تک رہوں گا اور بنی اسرائیل اور ان کے بادشاہ اور پھر کبھی میرے مقدس نام کو اپنی بدکاری اور اپنے بادشاہوں کی لاشوں سے ان کے مرنے پر ناپاک نہ کریں گے۔'' پھر حکم ہوا کہ احکام اور آئین کے بارے میں جتنی ہدایات ہیں انہیں احتیاط سے لکھ لے اور یہ بھی کہ وہ کون ہیں جن اس نئی ہیکل کو ناپاک کرنے کے باعث کاہن شدید سزا کے ماتحت ہیں۔

''بنی لاوی جو مجھ سے دور ہو گئے جب اسرائیل گمراہ ہوا کیونکہ وہ اپنے بتوں کی پیروی کرکے مجھ سے گمراہ ہوئے۔ وہ بھی اپنی بدکرداری کی سزا پائیں گے۔ تو بھی وہ میرے مقدس میں خادم ہوں گے اور میرے گھر کے پھاٹکوں پر نگہبانی کریں گے اور میرے گھر میں خدمت گزاری کریں گے۔''

''لاوی کاہن یعنی بنی صدوق جو میرے مقدس کی حفاظت کرتے تھے جب بنی اسرائیل مجھ سے گمراہ ہو گئے میری خدمت کے لیے میرے نزدیک آئیں گے اور میرے حضور کھڑے رہیں گے وہی میرے مقدس میں داخل ہوں گے اور وہی خدمت کے لیے میری میز کے پاس آئیں گے اور میرے امانت دار ہوں گے اور نہ سر منڈائیں گے نہ بال بڑھائیں گے۔ وہ صرف اپنے بال کتروائیں گے اور جب اندرونی صحن میں داخل ہوں تو کوئی کاہن شراب نہ پیے اور وہ بیوہ یا مطلقہ سے بیاہ نہ کریں بلکہ بنی اسرائیل کی نسل کی کنواریوں سے یا اس بیوہ سے جو کسی کاہن کی بیوہ ہو۔

اور وہ میرے لوگوں کو مقدس اور عام میں فرق بتائیں گے اور ان کو نجس اور طاہر میں امتیاز کرنا سکھائیں گے اور وہ

Marfat.com

جھگڑوں کے فیصلے کے لیے کھڑے ہوں گے۔ میری تمام مقررہ عیدوں میں میری شریعت اور میرے آئین پر عمل کریں گے۔''

عبادت کے نئے ضابطے بتائے جارہے تھے اور نبی سے کہا جارہا تھا کہ وہ ان کو لکھتا جائے اور بنی اسرائیل کے سامنے کھول کر بیان کردے تاکہ جب وہ اپنے وطن کو لوٹیں یا جب تک یہاں رہیں تو ان ضابطوں پر عمل کرتے رہیں۔

خدا کی بات ابھی جاری تھی۔

''اور وہ کسی مردے کے پاس جانے سے اپنے آپ کو ناپاک نہ کریں مگر فقط باپ یا ماں یا بیٹے یا بیٹی یا بھائی یا کنواری بہن کے لیے وہ اپنے آپ کو ناپاک کر سکتے ہیں۔''

''اور ان کے لیے ایک میراث ہوگی۔ میں ہی ان کی میراث ہوں اور تم اسرائیل میں ان کو ملکیت نہ دینا اور وہ نذر کی قربانی اور خطا اور جرم کی قربانی کھائیں گے اور تم اپنے پہلے گندھے آٹے سے کاہن کو دینا تاکہ گھروں میں برکت ہو۔''

یہ احکامات کاہنوں کے لیے تھے۔اس کے بعد خدا نے بادشاہ کے لیے آئین و احکام بیان کیے۔

''اے اسرائیل کے امرا تمہارے لیے یہی کافی ہے۔ظلم اور لوٹ مار کو دور کرو۔عدالت وصداقت کو عمل میں لاؤ اور میرے لوگوں پر سے اپنی زیادتی کو موقوف کرو۔''

''پہلے مہینے کی پہلی تاریخ کو ایک بے عیب بچھڑا لینا اور مقدس کو پاک کرنا اور کاہن خطا کی قربانی کے بچھڑے کا لہو لے گا اور اس میں سے کچھ مسکن کے ستونوں پر اور مذبح کی کرسی کے چاروں کونوں پر اور اندرونی صحن کے دروازے کو چوکھٹوں پر لگائے گا۔

''تم پہلے مہینے کی چودھویں کو عید فسح منانا جو سات دن کی عید ہے اور اس میں بے خمیری روٹی کھائی جائے گی۔''

اس کے بعد حضرت حزقیل علیہ السلام نے اپنے سامعین کو بتایا۔''پھر وہ مجھے اس مدخل کی راہ سے جو پھاٹک کے پہلو میں تھا کاہنوں کے مقدس حجروں میں جن کا رخ شمال کی طرف تھا لایا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ مغرب کی طرف پیچھے کچھ خالی جگہ ہے۔تب اس نے مجھے فرمایا، دیکھ یہ وہ جگہ ہے جس میں کاہن جرم کی قربانی اور خطا کی قربانی کو جوش دیں گے اور نذر کی قربانی پکائیں گے تاکہ ان کو بیرونی صحن میں لے جاکر لوگوں کی تقدیس کریں۔

پھر وہ مجھے بیرونی صحن میں لایا اور صحن کے چاروں کونوں کی طرف مجھے لے گیا اور دیکھو صحن کے ہر کونے میں ایک اور صحن تھا۔صحن کے چاروں کونوں میں چالیس چالیس ہاتھ لمبے اور تیس تیس ہاتھ چوڑے صحن متصل تھے۔

پھر مجھے ہیکل کے دروازے پر واپس لایا گیا۔دیکھتا ہوں کہ ہیکل کے آستانے کے نیچے سے پانی مشرق کی طرف نکل رہا ہے۔اس مرد نے جس کے ہاتھ میں پیمائش کی ڈوری تھی، مشرق کی طرف بڑھ کر ہزار ہاتھ ناپا اور مجھے پانی میں سے چلایا اور پانی ٹخنوں تک تھا پھر اس نے ہزار ہاتھ اور ناپا اور مجھے اس میں سے چلایا اور پانی گھٹنوں تک تھا۔ پھر اس نے ایک ہزار اور ناپا اور مجھے اس میں سے چلایا اور پانی کمر تک تھا۔ پھر اس نے ایک ہزار اور ناپا اور وہ ایسا دریا تھا جسے میں عبور نہیں کرسکتا تھا کیونکہ پانی چڑھ کر تیرنے کے درجے کو پہنچ گیا اور ایسا دریا بن گیا جس کو عبور کرنا ممکن نہ تھا اور اس نے مجھ سے کہا، اے آدم زاد! کیا تو نے یہ دیکھا؟

وہ مجھے لایا اور دریا کے کنارے پر واپس پہنچایا اور جب میں واپس آیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ دریا کے کنارے دونوں طرف بہت سے درخت ہیں۔تب اس نے مجھے فرمایا کہ یہ پانی مشرقی علاقے کی طرف بہتا ہے اور میدان میں سے ہوکر سمندر میں جاملتا ہے اور سمندر میں ملتے ہی اس کے پانی کو شیریں کردے گا۔ اور یوں ہوگا کہ جہاں کہیں یہ دریا پہنچے گا ہر ایک کو چلنے پھرنے والا جاندار زندہ رہے گا اور مچھلیوں کی بڑی کثرت ہوگی کیونکہ یہ پانی وہاں پہنچا اور شیریں ہوگیا۔ پس جہاں کہیں یہ دریا پہنچے گا زندگی بخشے گا اور یوں ہوگا کہ ماہی گیر اس کے کنارے کھڑے رہیں گے۔اس کی مچھلیاں اپنی اپنی

Marfat.com

جنس کے مطابق بڑے سمندر کی مچھلیوں کے مانند کثرت سے ہوں گی اور دریا کے قریب اس کے دونوں کناروں پر ہر قسم کے میوہ اور درخت اگیں گے جن کے پتے کبھی نہ مرجھائیں گے اور جن کے میوے بھی موقوف نہ ہوں گے۔ وہ ہر مہینے نئے میوے لائیں گے کیونکہ ان کا پانی مقدس میں جاری ہے اور ان کے میوے کھانے کے لیے اور ان کے پتے دوا کے لیے ہوں گے۔

پھر مجھے یہ خوش خبری سنائی گئی کہ تم یعنی اسرائیل میں اس وقت جو بھی ہوں گے زمین کو تقسیم کرو گے تاکہ یعقوب علیہ السلام کے بارہ بیٹوں سے منسوب بارہ قبیلوں کی میراث ہو۔ اور تم سب یکساں اسے میراث میں پاؤ گے جس کی بابت میں نے قسم کھائی کہ تمہارے باپ دادا کو دوں اور یہ زمین تمہاری میراث ہوگی۔

اور یوں ہوگا کہ تم اپنے اور ان بیگانوں کے درمیان جو تمہارے ساتھ بستے ہیں اور جن کی اولاد تمہارے درمیان پیدا ہوئی، میراث تقسیم کرنے کے لیے قرعہ ڈالو گے اور یوں ہوگا کہ جس جس قبیلے میں کوئی بیگانہ بستا ہوگا اسی میں تم اسے میراث دو گے۔

اور یہوداہ کی سرحد سے متصل مشرقی سرحد سے مغربی سرحد تک ہدیہ کا حصہ ہوگا جو تم وقف کرو گے۔ اس کی چوڑائی پچیس ہزار اور لمبائی باقی حصوں میں سے ایک کے برابر مشرقی سرحد سے مغربی سرحد تک اور مقدس اس کے وسط میں ہوگا۔

ہدیہ کا حصہ جو تم خداوند کے لیے وقف کرو گے پچیس ہزار لمبا اور دس ہزار چوڑا ہوگا اور یہ مقدس ہدیہ کا حصہ کاہنوں کے لیے ہوگا۔ اسی طرح شمال میں اتنا ہی حصہ ان کاہنوں کے لیے ہوگا جو صدوق کے بیٹوں میں سے مقدس کیے گئے ہوں گے اور زمین کے ہدیہ میں سے بنی لاوی کے حصے سے متصل یہ ان کے لیے ہدیہ ہوگا جو نہایت مقدس ٹھہرے گا اور کاہنوں کی سرحد کے مقابل بنی لاوی کے لیے ایک حصہ ہوگا۔

اسی طرح دوسرے قبیلوں بن یامین، شمعون اور اشکار وغیرہ کے لیے زمین مختص کی جائے گی۔

شہر سے باہر جانے کے راستے شمال میں قبائل اسرائیل سے نامزد ہوں گے۔ تین پھاٹک شمال کی طرف۔ ایک پھاٹک روبن کا۔ ایک یہوداہ کا ایک لاوی کا۔ اور مشرق کی طرف ایک یوسف کا۔ ایک بنیامین کا اور ایک دان کا۔ جنوب کی طرف ایک شمعون کا ایک اشکار کا ایک زبولون کا اور مغرب کی طرف ایک حد کا ایک آشر کا اور ایک نفتال کا۔ اس کا محیط اٹھارہ ہزار اور شہر کا نام اسی دن سے یہ ہوگا کہ ''خداوند وہاں ہے۔''

ملک کا دورہ ختم ہوا تو آپ کی یہ رویا بھی ختم ہوگئی بلکہ اس کے بعد حزقی ایل کی کتاب میں کسی رویا کا ذکر نہیں ملتا۔ اس کا مطلب یہی نکلتا ہے کہ یہاں نبوت کے تمام کام مکمل ہوگئے۔ اب صرف ایک کام رہ گیا تھا کہ آپؑ کو جو کچھ دکھایا گیا اسے جلاوطنوں کے سامنے پیش کرتے رہیں۔ انہیں حوصلہ دلاتے رہیں کہ اللہ نے انہیں قبول کرلیا ہے اور ان کی بحالی کا وعدہ کیا ہے۔ ان کا وطن پھر سے آباد ہوگا اور دوسری قوموں میں ان کی عزت بڑھے گی اور جو لوگ اس وقت تک زندہ ہوں گے وہ دیکھیں گے کہ ان کے سچے نبی نے جو سچی پیش گوئیاں کی تھیں وہ ایک ایک کرکے پوری ہوئی ہیں، مصر پر آفت ٹوٹے گی۔ سقوط بابل ہوگا اور پھر ایسے حکمران سامنے آئیں گے جن کے دل میں جلاوطنوں کے لیے ہمدردی پیدا ہوگی اور انہیں اپنے وطن واپس دلاتے تھے کہ مشکل کے دن ختم ہونے کو ہیں۔ ان کا خدا انہیں دوبارہ اپنے اپنے گھروں میں بسائے گا۔ ساتھ ہی وہ انہیں یہ بھی تلقین کرتے رہے کہ ایفائے عہد کے لیے ضروری ہے کہ وہ ناپاکی کو دور کریں۔ بت پرستی کی لعنت سے خود کو پاک کریں اور خدائی احکامات پر عمل کریں۔ یہ جلاوطن اتنا عرصہ وطن سے دور رہے تھے۔ دوسری قوموں سے بھی ان کا میل جول نہیں تھا لہٰذا بت پرستی کی طرف رجحان یوں بھی کم ہوگیا تھا۔ حضرت حزقیل علیہ السلام کی تعلیمات اب ان پر پوری طرح اثر انداز ہو رہی تھیں۔

ایک عرصے بعد جب ستر سال پورے ہوئے تو سائرس اعظم نے بابل پر حملہ کیا اور بخت نصر کے وارثوں سے حکومت

Marfat.com

چھین لی۔ سائرس اعظم کو بنی اسرائیل پر رحم آیا اور انہیں آزادی نصیب ہوئی۔ یہ جلاوطن اپنے وطن یروشلم کی طرف لوٹے۔ وہ خزانے بھی واپس کردیے جو بخت نصر اپنے ساتھ لایا تھا اور یروشلم کی دوبارہ تعمیر کا حکم دیا۔ ہیکل کی تعمیر ہوئی۔ مکانات اور عمارات کھڑی ہوگئیں۔ یہ وہی نقشہ تھا جو حضرت حزقیل علیہ السلام کو عالم رویا میں دکھایا گیا تھا۔ غالباً حضرت حزقیل علیہ السلام نے اس نقشے کی جو تفصیل اپنے پاس لکھ لی تھی اور اپنے لوگوں کو اس سے آگاہ کیا تھا، ان لوگوں نے تعمیر کے وقت اسی تفصیل کو پیش نظر رکھا۔

تیس سال کے عرصے میں شہر دوبارہ تعمیر ہوگیا۔ شاندار مکانات تعمیر ہوچکے تھے، محلات رونق افروز تھے، فصلیں لہلہا رہی تھیں۔ آبادی اتنی ہوگئی تھی کہ معلوم ہوتا تھا جو لوگ مرچکے تھے انہیں بھی زندہ کردیا گیا ہو۔ ہیکل میں خدا کی عبادت ہو رہی تھی۔ بتوں کا نام ونشان نہیں تھا۔

محمد بن اسحٰق فرماتے ہیں کہ حضرت حزقیل علیہ السلام کے بنی اسرائیل میں ٹھہرنے کی مدت ہم سے بیان نہیں کی گئی۔ الغرض آپ ایک عرصہ بنی اسرائیل میں ٹھہرے رہے پھر اللہ نے ان کو اپنے پاس بلالیا۔

حضرت حزقیل علیہ السلام کی موت کب واقع ہوئی، کہاں تدفین ہوئی۔ تعمیر یروشلم کو اپنی آنکھ سے دیکھا یا نہیں؟ اس بارے میں کچھ معلوم نہیں۔ بس اتنا معلوم ہے کہ ان کی خدمت 571 ق م تک جاری رہی۔ ان کی خاندانی زندگی کے بارے میں بھی صرف اتنا معلوم ہے کہ وہ شادی شدہ تھے۔ آپ کی زوجہ کا انتقال جلاوطنی کے دور میں ہوگیا تھا۔

Marfat.com

حضرت الیاس علیہ السلام

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کے ابتدائی جانشینوں میں سب سے پہلے جس نبی اور پیغمبر کا ذکر قرآن عزیز میں صراحت کے ساتھ مذکور ہے وہ حضرت الیاس علیہ السلام ہیں۔

قرآن عزیز نے آپ کا نام الیاس علیہ السلام بتایا ہے جب کہ انجیل یوحنا میں انہیں ایلیا نبی کہا گیا ہے۔ بعض آثار میں الیاس اور ادریس ایک نبی کے دو نام ہیں مگر یہ صحیح نہیں۔ ان آثار کے متعلق محدثین کو کلام ہے اور وہ ان کو نا قابل حجت قرار دیتے ہیں۔

ابن اسحٰق سے روایت ہے کہ جب بنی اسرائیل میں فسادات بڑھنے لگے اور وہ اللہ تعالیٰ سے کیا ہوا وعدہ بھول گئے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر بتوں کی پوجا کرنے لگے تو اللہ تعالیٰ نے حضرت الیاس علیہ السلام کو نبی بنا کر بھیجا۔

وفات حضرت موسیٰ علیہ السلام سے لے کر طالوت کی حکومت کے عہد تک بنی اسرائیل سات مرتبہ مرتد ہوئے۔ پہلی مرتبہ آٹھ برس تک، دوسری مرتبہ اٹھارہ سال تک، تیسری مرتبہ بیس برس تک، چوتھی مرتبہ سات سال تک، پانچویں بار تین برس تک، چھٹی مرتبہ اٹھارہ برس تک اور ساتویں بار چالیس برس تک مرتد و کافر رہے۔

اسی دور کفر و شرک میں حضرت الیاس علیہ السلام ''جلعاد'' کے علاقے میں پیدا ہوئے۔ یہ شہر دمشق کے جنوب میں واقع تھا۔ آپؑ بنی اسرائیل کے اس قبیلے سے تعلق رکھتے تھے جو وفات موسیٰ و ہارون کے بعد شام کے علاقے لبنان میں آباد ہو گیا تھا۔ قریب ہی بعلبک شہر آباد تھا جس کے کھنڈر آج بھی ملتے ہیں۔ یہ لوگ ''بعل'' دیوتا کی پرستش کرتے تھے غالباً اسی لیے اس شہر کا نام بعلبک پڑ گیا تھا۔

بعل دیوتا مشرق میں آباد سامی اقوام کا مشہور اور سب سے زیادہ مقبول دیوتا تھا۔ اسرائیلیوں کے یہاں بعل کی پرستش کے لیے مختلف موسموں میں عظیم الشان مجالس منعقد ہوا کرتی تھیں اور اس کے لیے بڑے بڑے ہیکل اور عظیم الشان قربان گاہیں بنائی جاتی تھیں اور کاہن اس کو بخورات کی دھونی دیتے تھے اور اس پر طرح طرح کی خوشبوئیں چڑھاتے تھے اور کبھی کبھی اس کو انسانوں کی بھینٹ بھی دی جاتی تھی۔ (دائرۃ المعارف)

کتب تفسیر میں منقول ہے کہ بعل سونے کا تھا۔ بیس گز کا قد تھا اور اس کے چار منہ تھے اور اس کی خدمت پر چار سو خادم مقرر تھے۔

حضرت الیاس علیہ السلام کے زمانے میں بھی یمن و شام کا یہ بت ہی محبوب دیوتا تھا اور حضرت الیاس علیہ السلام کی قوم دوسرے بتوں کے ساتھ خصوصیت سے اس بت کی پرستش کرتی تھی۔

''اور بے شبہ الیاس (علیہ السلام) رسولوں میں سے ہیں اور وہ وقت ذکر کے قابل ہے جب اس نے اپنی قوم سے کہا کہ تم خدا سے نہیں ڈرتے۔ کیا تم بعل کو پکارتے ہو اور سب سے بہتر خدا کو چھوڑے ہوئے ہو۔ اللہ ہی تمہارا اور تمہارے اگلے باپ دادوں کا پروردگار ہے۔ پس انہوں نے الیاسؑ کو جھٹلایا تو بے شبہ وہ لائے جائیں گے پکڑے ہوئے بجز ان کے جو چن لیے گئے ہیں اور ہم نے بعد کے لوگوں میں الیاسؑ کا ذکر باقی رکھا۔ الیاس علیہ السلام پر سلام ہو۔ بے شبہ ہم نیکو کاروں کو اسی طرح بدلہ دیتے ہیں۔ بے شک وہ ہمارے مومن بندوں میں سے ہے۔'' (سورۃ الصافات)

☆......☆......☆

Marfat.com

شام کے علاقے میں مختلف اور متفرق بادشاہ موجود تھے اور ہر بادشاہ ایک خاص علاقے پر قابض تھا۔ حضرت الیاس علیہ السلام کے علاقے میں اخی اب عمری بادشاہت کر رہا تھا جو دوسروں کے مقابلے میں حق سے قریب تھا۔ اس کی وفات کے بعد اس کا بیٹا جو صرف اخی اب کہلاتا تھا تخت پر بیٹھا۔ اسے ایسی سلطنت ورثے میں ملی جس کے پڑوسی قوموں کے ساتھ تعلقات بڑے دوستانہ تھے۔ اس نے اپنی حکمت عملی سے سیاسی و تجارتی مفادات کو نہایت وسعت دی۔

مشرقی بحیرہ روم کی ساحلی پٹی فینیکے کہلاتی تھی۔ اسی ملک کے دو بڑے شہر صیدا اور صور تھے پر اتبعل بادشاہ حکومت کرتا تھا۔ ایزبل اس کی بیٹی تھی۔ اخی اب نے اس سے شادی کی۔ یہ عورت ملکہ بن کر سامریہ، دارالسلطنت اخی اب آئی تو بت پرستی کا ایک طوفان اٹھ کھڑا ہوا۔ ایزبل بت پرست تھی۔ سامریہ آتے ہی اس نے بعل دیوتا کا مندر بنوایا، مذبح خانہ تعمیر کرایا، سیکڑوں پجاری اس کی خدمت کے لیے مقرر کیے۔ ان سب کو اتنا اعزاز دیا کہ یہ پجاری ملکہ کے ساتھ اس کے دستر خوان پر موجود رہتے تھے۔

اخی اب کچھ دن تو ان سرگرمیوں سے لاتعلق رہا لیکن آہستہ آہستہ ملکہ کی خوشنودی کی خاطر اس کے مذہب میں رنگتا چلا گیا۔ اس نے خود کو چھوڑا اور بعل کے قدموں میں سجدہ ریز ہو گیا۔ اس کی کوششوں سے سیکڑوں ''نبی'' جو خود کو بعل کا نبی کہتے تھے، ملک اسرائیل میں لائے گئے تاکہ بعل پرستی کو اخی اب کے لوگوں کا مذہب بنایا جا سکے۔ ان خود ساختہ نبیوں کی بدولت اور بادشاہ کی خوشنودی کے لیے سامریہ کے لوگوں نے بعل پرستی اختیار کر لی۔

حضرت الیاس علیہ السلام جو حضرت ہارون علیہ السلام کی نسل سے تعلق رکھتے تھے اپنے شہر جلعاد میں تھے کہ آپؑ کو نبوت سے سرفراز کیا گیا اور حکم ہوا کہ بت پرستی کے خلاف سینہ سپر ہو جائیں اور خدا کی توحید کا پیغام لوگوں تک پہنچائیں، وہی پیغام جو ان سے پہلے حضرت موسیٰ و ہارون علیہ السلام نے پہنچایا تھا۔ آپؑ نے اس آواز پر لبیک کہا اور سامریہ کی طرف روانہ ہو گئے۔

وہ ایک چمکیلی صبح تھی جب سامریہ کے لوگوں نے اپنے درمیان ایک اجنبی کو دیکھا۔ اس حلیے کا آدمی انہوں نے اس سے پہلے نہیں دیکھا تھا۔ اس نے کھدر کی قبا پہنی ہوئی تھی جس پر چمڑے کا پٹکا بندھا ہوا تھا اور اس کا چوغہ اس کے بازو پر لٹکا ہوا پیچھے کی طرف اٹھا ہوا تھا۔ کالی اور سفید دھاریوں والی ایک عجیب سی چادر اس کے کاندھے پر پڑی تھی۔ کسی نے اسے شہر میں داخل ہوتے نہیں دیکھا تھا۔ وہ یکایک نمودار ہو گیا تھا جیسے زمین کے ٹکڑے سے اچانک ابھر آیا ہو۔

حضرت الیاس علیہ السلام نے ادھر ادھر نظر دوڑائی۔ شہر کی خوش حالی ایک ایک چہرے سے ظاہر ہو رہی تھی۔ بہترین لباس پہنے لوگ ادھر ادھر گھوم رہے تھے۔ تجارت ان لوگوں کا خاص پیشہ تھی۔ لہٰذا دکانوں میں انواع و اقسام کی اشیا بھری پڑی تھیں۔ مادی خوش حالی میں یہ لوگ بہت آگے تھے لیکن روحانی اعتبار سے پستی میں جا گرے تھے۔

حضرت الیاس علیہ السلام ان لوگوں کو مخاطب کر رہے تھے۔ ''اے بنی اسرائیل! اب بھی وقت ہے سنبھل جاؤ۔ تم نے یہ کیا جہالت اختیار کر رکھی ہے خداوند کو چھوڑ کر بعل کی پرستش اختیار کر لی ہے۔ وہ دن یاد کرو جب تمہارے اجداد حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ مصر سے نکل رہے تھے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے انہیں نصیحت کی تھی۔'' جو مذبح تو اپنے خدا کے لیے بنائے اس کے قریب کسی قسم کے درخت کی یسیرت (لکڑی کا بنایا ہوا ماتا دیوی کا بت) نہ لگانا اور نہ کوئی ستون اپنے لیے کھڑا کرنا جس سے تیرے خدا کو نفرت ہے۔ تو کیا تم ان پیغمبروں کی تعلیمات کو بالکل ہی بھول گئے۔ تو کیا خدا کا غضب تم پر نازل نہیں ہوگا؟''

ان باتوں میں صداقت اتنی تھی کہ بحث کی گنجائش نہیں تھی لیکن ان لوگوں کے دلوں پر مہر لگ چکی تھی۔ وہ قائل ہونے کے بجائے جرح پر اتر آئے۔

''اگر یہی بات ہے تو اسرائیل کیوں یہوداہ سے کہیں زیادہ خوش حال ہیں۔ نئے نئے شہر تعمیر کیے جا رہے ہیں۔

Marfat.com

ہمارے بادشاہ ہاتھی دانت کے محلات میں سکونت پذیر ہیں اور تعلیم کو اس قدر فروغ ملا ہے کہ یہوداہ کو کبھی اس کا وہم و گمان بھی نہ ہوا ہوگا۔ اگر خدا کا ہاتھ شاہ اخی اب پر نہیں ہے تو ہماری خوش حالی کا کیا سبب ہے؟''

''اگر تمہارا مطلب مادی خوش حالی سے ہے تو بلاشک ہم خوش حال ہیں لیکن خدا کی نظروں میں تم کیا ہو؟ تم نے اگر اپنی روش نہیں بدلی تو آج سے چار سو سال پہلے اس سرزمین کے لیے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا تھا۔'' اور یہ بھی دیکھیں گے کہ سارا ملک گویا گندھک اور نمک بنا پڑا ہے اور ایسا جل گیا ہے کہ اس میں نہ تو کچھ بویا جاتا ہے نہ پیدا ہوتا ہے۔ سدوم اور عمورہ کی طرح اجڑ گیا۔ تب وہ بلکہ سب قومیں پوچھیں گی کہ خداوند نے اس ملک کو ایسا کیوں کیا۔ اس وقت وہ لوگوں کو جواب دیں گے کہ ان کے باپ دادا کے خدا نے جو عہد ان کے ساتھ ان کو ملک مصر سے نکالتے وقت باندھا تھا اسے ان لوگوں نے چھوڑ دیا اور جا کر ان معبودوں کی عبادت کی جن سے وہ واقف نہ تھے۔''

ان باتوں پر قائل ہونے کی بجائے یہ لوگ یہ کہتے ہوئے آپؑ کے پاس سے ہٹ جاتے ہیں کہ ''سمجھانے والے اور کیا کم تھے کہ ایک اور آ گیا۔ ہم اس کی باتوں میں آنے والے نہیں۔ چار سو سال تو گزر چکے ہیں اور ابھی تک ہم سلامت ہیں اور ان حالات کی نوبت نہیں پہنچی جن سے یہ شخص ہمیں ڈراتا پھرتا ہے۔''

''آپ نے ان لوگوں کے طعن و طنز کی پروا نہیں کی اور تبلیغ و ہدایت کا فریضہ انجام دیتے رہے۔ آپؑ کی تبلیغ کا یہ اثر ہوا کہ بعض اشخاص گومگو میں پڑ گئے۔ وہ خدا کی عبادت بھی کرتے تھے اور بعل کے مندر میں بھی جاتے تھے۔ آپؑ نے ایسے لوگوں کو للکارا۔

''تم کب تک دو خیالوں میں ڈانواں ڈول رہو گے۔ اگر خداوند ہی خدا ہے تو اس کے پیرو ہو جاؤ ور اگر بعل ہے تو اس کی پیروی کرو۔''

آپؑ بڑی ثابت قدمی سے بعل کے مندر کی طرف جانے والے قدموں کو روکنے میں مصروف تھے۔ آپؑ کو دو محاذوں پر لڑنا پڑ رہا تھا۔ ایک طرف وہ نام نہاد ''نبی'' تھے جو بعل دیوتا کے حامی تھے اور ملکہ ایزبل کے منہ چڑھے تھے۔ دوسری طرف وہ لوگ تھے جو ان کے بہکاوے میں آ کر بت پرستی میں مبتلا تھے اور بعل دیوتا ہی کو خداوند سمجھ رہے تھے۔ حضرت الیاس علیہ السلام ان کاذب نبیوں سے بھی نبرد آزما تھے اور عوام کی تبلیغ میں بھی مشغول تھے۔ آپؑ کی کوششوں سے بعض لوگ بعل دیوتا سے منحرف ہونے بھی لگے تھے۔ ان لوگوں کی تعداد بہت کم تھی لیکن یہ خطرہ پیدا ہونے لگا تھا کہ اگر حضرت الیاس علیہ السلام کو روکا نہیں گیا تو بعل دیوتا کے ماننے والوں اور ایک خدا کی عبادت کرنے والوں کے درمیان ایسا تصادم ہوگا جو اپنے ساتھ بادشاہ کو بھی بہا لے جائے گا۔

ملکہ ان حالات سے ناواقف نہیں تھی۔ ایک ایک پل کی خبریں اس تک پہنچ رہی تھیں۔ ایک روز اس نے بعل مندر کے تمام پجاریوں کو اور ان سب نام نہاد نبیوں کو جو بعل دیوتا کے حامی تھے، اپنے حضور طلب کیا اور حضرت الیاس علیہ السلام کے بارے میں ان سے سوالات کیے۔

''یہ شخص کون ہے، کہاں سے آیا ہے اور آپ لوگ اسے روکتے کیوں نہیں؟''

''اس کا نام الیاس ہے اور حضرت ہارون کی اولاد میں سے ہے۔ ایسا زبردست خطیب ثابت ہوا ہے کہ ہماری ایک نہیں چلنے دیتا۔ سچی بات تو یہ ہے کہ ہم سب اس سے عاجز ہو گئے ہیں۔''

ایک پجاری نے ملکہ کی توجہ ایک اور طرف دلائی۔ ''ایک الیاس پر ہی منحصر نہیں سامریہ میں اور بھی ایسے نبی ہیں جو بعل دیوتا کی مخالفت پر کمربستہ ہیں۔ وہ ابھی تک خاموش تھے لیکن الیاس کے آنے کے بعد ان کی ہمتیں جوان ہو گئی ہیں۔ اگر انہیں نہ روکا گیا تو یہ لوگ شاہی خاندان کے لیے مصیبت بن جائیں گے۔''

''میں الیاس کے قتل کے احکام جاری کرنے والی ہوں۔ وہ عنقریب گرفتار کر کے تمہارے سامنے لایا جائے گا۔

Marfat.com

کی قربانی بعل دیوتا کے قدموں میں دی جائے گی کہ وہ اسی کا گناہ گار ہے۔''

ملکہ کا غصہ اپنے عروج پر تھا۔ وہ اتنی بااختیار تھی کہ یہ سب کچھ کر بھی سکتی تھی لیکن وہاں موجود لوگوں نے اس تجویز کی مخالفت کی۔

''اس طرح تو الیاس کو خوامخواہ کی اہمیت حاصل ہو جائے گی۔ یہاں اور بھی تو لوگ ہیں جو کھلے بندوں نہ سہی چوری چھپے سہی بعل کی مخالفت کرتے ہیں۔ انہیں کیوں بخش دیا جائے۔ کوئی ایسا قانون بنایا جائے کہ سب اس کی زد میں آئیں اور آئندہ بھی کوئی ایسا نہ آئے جو ہمارے مذہب میں دخل اندازی کرے۔''

ملکہ کی طرف سے ایک حکم نامہ جاری ہوا کہ ''بعل دیوتا کی پرستش نہ کرنے والے اور لوگوں کو اس کی پرستش سے روکنے اور اس کی طرف سے بھڑکانے والے ایک شمار میں ہوں گے اور واجب القتل ہوں گے۔''

اس حکم نامے پر بادشاہ اخی اب کے دستخط بھی تھے گویا اس کی منظوری سے یہ حکم نامہ جاری کیا گیا تھا۔ منادی کرنے والے شہر بھر میں منادی کرتے پھر رہے تھے۔ حضرت الیاس علیہ السلام ایک اونچے ٹیلے پر سامریہ کے کچھ لوگوں کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے کہ آپؑ نے یہ اعلان سنا اور آپؑ یہ کہتے ہوئے اس ٹیلے سے نیچے اتر آئے۔ ''اب وقت آ گیا ہے شاہ اخی اب سے بات کر لی جائے چاہے انجام کچھ بھی ہو۔''

آپؑ کے پاس بیٹھے ہوئے سامریوں پر لرزہ طاری ہو گیا کہ نبی الیاس علیہ السلام اپنے آپ کو موت کے منہ میں خود دھکیل رہے ہیں۔ ملکہ کا اعلان سن کر بھی بادشاہ سے ملنے اور اسے سرزنش کرنے جا رہے ہیں۔ راستے میں کئی لوگوں نے آپؑ کو روکنے کی کوشش کی لیکن آپؑ اس کے محل کی طرف بڑھتے رہے جو ہاتھی دانت سے تعمیر کیا گیا تھا اور دنیا بھر میں اپنی مثال آپ تھا۔ آپؑ کے بشرے سے نہ خوف جھلکتا تھا، نہ رعب شاہی سے چال میں کوئی خلل واقع ہوا تھا۔ وہی لمبے لمبے قدم تھے اور آنکھوں کی وہی چمک تھی۔ محل کے سامنے پہنچ کر آپ رک گئے اور پہرے داروں سے کہا۔ ''اپنے مالک سے جا کر کہو الیاس نبی آیا ہے۔''

ایک پہرے دار کے ہاتھ سے تلوار گر گئی۔ ''تمہاری موت کا تو پروانہ جاری ہو چکا اور تم خود یہاں آ گئے۔ جاؤ کہیں جا کر روپوش ہو جاؤ جیسے اور بہت سے ہو گئے۔''

''کوئی مجھے نہیں مار سکتا جب تک میرا خدا نہ چاہے۔''

''سوچ لو الیاس۔ ہم تو تمہاری ہمدردی میں کہہ رہے ہیں۔'' پہرے داروں نے کہا اور ان میں سے ایک آپؑ کی آمد کی خبر دینے محل کے اندر چلا گیا۔ کچھ دیر گزری تھی کہ عظیم الشان محل نقاروں کی آوازوں سے گونجنے لگا۔ یہ اس بات کا اعلان تھا کہ باریابی کی اجازت مل گئی ہے۔ ایک شخص حضرت الیاس علیہ السلام کو بادشاہ کے پاس لے آیا۔

اخی اب ایک بیش قیمت جڑاؤ کرسی پر بیٹھا تھا۔ اس کے اردگرد امراء، رؤسا ریشمی اور اونی کپڑوں کے کوٹوں اور لبادوں میں ملبوس براجمان تھے۔ عقب میں کیل کانٹے سے لیس حفاظتی دستہ مستعد کھڑا تھا۔

''تو تم ہو الیاس جو خود کو نبی کہتے ہو۔ جلعاد سے یہاں آ کر لوگوں کو ورغلا رہے ہو۔ آخر تمہارے مقاصد کیا ہیں؟''

اخی اب نے آپؑ کو مخاطب کیا۔

''میرے مقاصد یہ ہیں کہ میں خداوند کی مخلوق بعل کی پرستش سے روکوں کیونکہ میرے خدا نے مجھے یہی حکم دیا ہے۔''

''میرے خیال میں تو تم جس چیز کی طرف دعوت دیتے ہو وہ سراسر باطل ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو بعل کی مقبولیت میں وہ اضافہ نہ ہوتا جو ہو رہا ہے۔ اس سب کے باوجود جسے تم باطل سمجھتے ہو اس کی وجہ سے ہم پر دنیا تنگ نہیں ہوئی۔ اس کا مطلب ہے خدا ہم سے خوش ہے اور خدا خود یہ چاہتا ہے کہ ہم بعل کی پرستش کریں۔''

Marfat.com

''اے اخی اب ! دنیا میں تجھ سے پہلے بھی خوش حال قومیں آچکی ہیں لیکن بت پرستی نے انہیں اللہ کے قہر کا حق دار بنادیا۔ کیا تو قانون خداوندی سے محفوظ رہ سکتا ہے، ہرگز نہیں۔''

''اتنے ملکوں کے بادشاہ جو بعل کی پرستش کررہے ہیں۔ کیا تیرے نزدیک پاگل ہیں؟''

''بات یہ ہے اخی اب کہ انسان کا باغی دل ہمیشہ اپنے خیالات کے مطابق اپنے لیے معبود تیار کرلیتا ہے۔ یہ دماغ جتنا بدکار ہوگا اس کا تیار کردہ معبود بھی اسی قدر زیادہ قابل نفرت اور شہرت پرستی کی طرف مائل ہوگا لیکن جب مہذب اور سلجھا ہوا دل بغاوت کرتا ہے تو وہ بھونڈے بتوں کی طرف متوجہ نہیں ہوتا۔ وہ صرف خدا کا پرستار ہوتا ہے۔ ایسے خدا کا جو مہربان اور محبت کرنے والا ہوتا ہے مگر گناہوں پر سزا بھی دیتا ہے۔ ہم جو دنیا میں بھیجے گئے ہیں تو اپنے اعمال میں آزاد نہیں ہیں۔''

''تجھ سے پہلے 100 نبی قتل کیے جاچکے ہیں۔ کیا تجھے اپنی زندگی عزیز نہیں؟''

''میں جو کچھ کہہ رہا ہوں اس کا حکم مجھے اللہ نے دیا ہے۔''

''بہت خوب! تو میں یہ سمجھوں کہ تجھے اللہ نے میرے پاس بھیجا ہے۔''

''بے شک ایسا ہی ہے۔''

''تو پھر میرا بھی کہا سن لے۔ میں نے تیری باتیں سن ضرور لی ہین لیکن بعل کی پرستش نہیں چھوڑ سکتا کیونکہ اس دیوتا کی دعا سے میری بادشاہت ہے۔ اگر تو سچا ہے تو کوئی ایسی پیش گوئی کر جو پوری ہو اور میں تجھے سچا مان لوں۔''

''خداوند اسرائیل کے خدا کی قسم! جس کے سامنے میں کھڑا ہوں ان برسوں میں نہ اوس پڑے گی نہ بارش ہوگی جب تک میں نہ کہوں۔''

''تو مجھے قحط سالی کی خبر سنا رہا ہے؟''

''تو خود دیکھ لے گا۔ تیری کھیتیاں جھلس جائیں گی۔ تیرے جانور پانی کو ترس جائیں گے۔ اگر میرا خدا مجھے سچا کرنا چاہے گا تو یہ ضرور کرے گا۔''

یہ ممکن تھا کہ اخی اب آپؑ کو اسی وقت گرفتار کرلیتا لیکن خدا کو یہ منظور نہیں تھا۔ اس نے آپؑ کی آزمائش کے لیے آپؑ کو جانے دیا۔

حضرت الیاس علیہ السلام اخی اب کے محل سے باہر نکلے تو بہت افسردہ تھے۔ وہ سمجھ رہے تھے کہ ملکہ تو غیر قوم کی ہے۔ وہ بت پرست ہے لیکن بادشاہ نے تو ملکہ کے دیکھا دیکھی بت پرستی اختیار کی ہے۔ اس پر میری باتوں کا ضرور اثر ہوا ہوگا لیکن اخی اب نے بھی نہ صرف میری تکذیب کی بلکہ رعونت سے پیش آیا۔

حضرت الیاس علیہ السلام نے اس غصے کے عالم میں دعا کی۔ ''اے اللہ! بنی اسرائیل نے تیری نافرمانی کے علاوہ ہر چیز سے انکار کیا ہے اور تیرے غیر کی عبادت پر راضی ہوئے ہیں۔ پس ان پر اپنی نعمتوں کو بدل دے۔''

''بارگاہ الٰہی جیسے اسی دعا کا منتظر تھی۔ اس دعا کے جواب میں فوراً وحی نازل ہوئی۔ ''ہم ان کے رزق کے معاملے کو تیرے ہاتھ میں دیتے ہیں یہاں تک کہ جو حکم آپ دیں گے وہی کام ہوگا۔''

آپؑ نے فرمایا۔ ''اے اللہ! ان پر بارش روک دے۔''

حضرت الیاس علیہ السلام اپنے ایک پرستار کے گھر میں تھے کہ صاحب خانہ گھبرایا ہوا گھر میں داخل ہوا۔ خوف کی شدت سے اس سے بولنے کی طاقت چھین لی تھی۔ بڑی مشکل سے اس نے الفاظ ادا کیے۔

''اے اللہ کے سچے نبی! گلیوں میں تیری تلاش ہورہی ہے۔''

''اب اخی مجھ سے کیا چاہتا ہے۔ میرے اس کے درمیان تو معاہدہ ہوچکا۔ اب اسے یہ دیکھنا ہے کہ جو میں نے کہا

Marfat.com

ہے وہ پورا ہوتا ہے یا نہیں۔''

''آپؑ کی تلاش اسے نہیں ملکہ کو ہے۔ اس کے سپاہی آپؑ کو ڈھونڈ رہے ہیں۔''

''ملکہ مجھ سے کیا چاہتی ہے۔''

''اسے تو اب معلوم ہوا ہے کہ آپؑ اخی اب سے ملے تھے اور قحط کی دھمکی دے کر چلے آئے ہیں۔ وہ عالمِ طیش میں اپنے ہونٹ کاٹ رہی ہے کہ آپؑ اس کے محل تک پہنچے اور بچ کر نکل آئے۔ اب اس کے آدمی آپؑ کو تلاش کر رہے ہیں۔ آپؑ اگر گرفتار ہوئے تو فوراً قتل کر دیے جائیں گے۔''

''وہ مجھے کیا قتل کرے گی۔ میں تو جو کر رہا ہوں اللہ کے حکم سے کر رہا ہوں۔''

''اس کے آدمی یہ منادی بھی کر رہے ہیں کہ جو شخص الیاس کو پناہ دے گا اس کا گھر جلا دیا جائے گا۔''

''اوہ! تو یہ بات ہے۔'' حضرت الیاس علیہ السلام کے ہونٹوں پر فاتحانہ ہنسی نے جگہ بنالی۔ ''یہ تو میں نے سوچا ہی نہیں تھا کہ میری وجہ سے میرے میزبان بھی مشکل میں پھنس جائیں گے۔ یہ نہیں ہونا چاہیے۔'' آپؑ نے اپنی کالی اور سفید دھاریوں والی چادر اٹھا کر کندھے پر ڈالی۔ وہ چپل پہنی جس کا تلا لکڑی کا تھا۔ یہ اس بات کا اشارہ تھا کہ اب حضرت الیاس علیہ السلام اس گھر میں مزید قیام نہیں کریں گے۔

''آپؑ یہاں سے نکلنے کے لیے رات کا انتظار کر لیتے۔''

''تلاش کرنے والے رات کے وقت زیادہ مستعد ہوتے ہیں۔ پھر یہ کہ میں روشنی بانٹنے آیا ہوں، رات کا انتخاب کیوں کروں؟ میرے مہربان میزبان مجھے جانے دے۔ میرے قیام کی برکت سے تیرے گھر میں ہمیشہ روٹی پکتی رہے گی۔'' آپؑ نے اپنی مخصوص چال کے لمبے لمبے ڈگ بھرے اور باہر نکل گئے۔

وحی کے الفاظ نے آپؑ کو اپنے حصار میں لے لیا۔ ''یہاں سے چل دے اور مشرق کی طرف اپنا رخ کر اور کریت کے نالے کے پاس جو یردن دریا (دریائے اردن) کے سامنے ہے چھپ جا اور تو اسی نالے میں سے پینا اور میں نے کوؤں کو حکم دیا ہے کہ وہ تیری پرورش کریں۔''

آپؑ نے اس غیبی آواز پر عمل کیا اور جھلستی دھوپ میں مشرق کی طرف چل دیے۔ یہاں تک کہ آپؑ نے خود کو کریت نالے میں چھپالیا۔ سیر ہو کر پانی پیا اور اپنے رزق کا انتظار کرنے لگے۔

شام ہوئی تو انہوں نے سیکڑوں کوؤں کو نالے کے اوپر منڈلاتے ہوئے دیکھا۔ ان کی چونچوں میں پھنسے ہوئے گوشت کی بوٹیاں اور روٹی کے ٹکڑے تھے۔ وہ سب نیچے اترے۔ روٹی اور گوشت کے ٹکڑے آپؑ کے سامنے دسترخوان کی طرح سجا دیے اور اڑ گئے۔ آپؑ نے اپنے رب کا شکر ادا کیا۔

''اے اللہ تو ہی رزق دینے والا ہے۔ تو ہی ہے جس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم کو من و سلویٰ سے نوازا اور میرے رزق کا ذریعہ کوؤں کو بنایا۔''

☆......☆......☆

حضرت الیاس علیہ السلام کہاں چلے گئے کسی کو کچھ معلوم نہیں تھا۔ اخی اب خوش ہو رہا تھا کہ اس کے مذہب کا سب سے بڑا مخالف چلا گیا اور شاید وہ اب کبھی لوٹ کر نہ آئے لیکن ایزبل خوف زدہ ہو گئی تھی۔ اسے رہ رہ کر حضرت الیاس علیہ السلام کی دھمکی یاد آتی رہی۔ اگر وہ سچا ثابت ہو گیا تو کیا ہوگا۔ پورے ملک میں قحط نازل ہو جائے گا۔ اسرائیلی عوام بھی سہمے ہوئے تھے۔ اس لیے ضروری تھا کہ بعل دیوتا کو خوش کیا جائے اور اس سے دعا کی جائے کہ وہ حضرت الیاس علیہ السلام کی دھمکی کا اثر زائل کر دے۔ شاہی فرمان جاری کر دیا گیا کہ تمام لوگ مندر میں جمع ہوں اور روایتی رسموں کے ذریعے دیوتا کو خوش کیا جائے۔

Marfat.com

مندر کی ساری جگہ کو بڑی بڑی مشعلوں سے روشن کر دیا گیا تھا۔ کچھ مشعلیں مندر کے برہنہ تن ملازموں نے ہاتھوں میں پکڑ کر اوپر اٹھا رکھی تھیں۔ مذبح خانے میں آگ دہک رہی تھی۔ جس سے نکلنے والے شعلے اس روشنی کو مزید بڑھاوا دے رہے تھے۔

لوگ آنا شروع ہو گئے اور مندر کے گرد پھیلا ہوا باغ مردوں، عورتوں، نوجوانوں اور نوجوان لڑکیوں سے کھچا کھچ بھر گیا۔

دیوتا کو خوش کرنے کے لیے رقص کا دور شروع ہوا۔ رقص کیا تھا بے حیائی اور بے حجابی کا تماشا تھا جس سے ''بعل'' سے زیادہ مرد تماشائی خوش ہو رہے تھے۔ یہ لڑکیاں دیوتا کی باندیاں تھیں۔ ان کی پوشاکیں اتنی باریک تھیں کہ انہیں ان کے جسم چھپانے میں ناکام رہنا ہی تھا۔ ان باندیوں کا دھیرے دھیرے قدم اٹھانا نہایت دیدہ زیب اور ہوش ربا تھا۔

یہ رقص تھما تو بعل کے پروہت اپنے چہروں پر رنگ روغن لگائے اور پیشانی پر سورج کا نشان بنائے میدان میں آئے۔ انہوں نے مذہبی رسوم کے مطابق پوجا پاٹ کا رسمی ناچ شروع کیا۔ پہلے تو وہ آہستہ انداز میں قدم اٹھاتے رہے پھر موسیقی تیز ہوتی گئی اسی رفتار سے ان کا ناچ بھی تیز ہو گیا۔ اب وہ اس طرح گھوم رہے تھے جیسے زمین پر لٹو گھومتا ہے۔ تیز خوشبوؤں نے دماغوں کو معطر کرنا شروع کر دیا۔ مذبح کی آگ اچانک بھڑک اٹھی۔ رقص کرنے والے دیوانوں کی طرح رقص کر رہے تھے۔ بھڑکتی ہوئی آگ کے گرد ان کا ناچ نہایت خوفناک منظر پیش کر رہا تھا۔ اب وہ منظر پیش ہونے والا تھا جس کے لیے یہ محفل سجائی گئی تھی۔ ایک آدمی ہجوم کو چیرتا ہوا آگے آیا۔ اس نے اپنے ہاتھوں میں ایک بچہ اٹھایا ہوا تھا جو خوف کے مارے چیخ رہا تھا۔ اس آدمی نے بچہ مذبح کے پاس کھڑے پروہت کے ہاتھوں میں دے دیا۔ موسیقی کی آواز یک لخت عروج پر پہنچ گئی۔ بچے کی آہ و بکا اس شور میں ڈوب گئی۔ پروہت کا ہاتھ اوپر اٹھا اور بچہ آگ کے شعلوں میں کہیں گم ہو گیا۔ تھوڑی دیر میں مذبح کی آگ مدھم پڑ گئی۔ شمعیں گل کر دی گئیں۔

قربانی چڑھائی جا چکی تھی۔ قوم کو اطمینان ہو گیا تھا کہ بعل دیوتا نے نذرانہ قبول کر لیا اب الیاس علیہ السلام کی بددعا پوری نہیں ہو گی۔

☆......☆......☆

حضرت الیاس علیہ السلام کریت کے نالے میں روپوش تھے۔ صبح شام روٹی اور گوشت بھی مل رہا تھا لیکن نالے میں پانی کم ہوتا جا رہا تھا۔ آسمان بادلوں سے خالی تھا۔ بارش کا موسم کب کا گزر چکا تھا۔ دریا خشک ہو گئے تھے۔ دریا کا پانی اس نالے میں آنا کم ہو گیا اور پھر یہ نالہ بالکل ہی خشک ہو گیا۔ اب آپ کا وہاں رہنا محال تھا۔ بشری کمزوری نے طرح طرح کے وسوسے دل میں ڈالنے شروع کر دیے۔ اپنی موت سامنے نظر آ رہی تھی۔ پورا ملک قحط کا شکار تھا، جاتے تو کدھر جاتے۔ صرف ایک ذات تھی جس سے ہدایت کی امید تھی۔ بالآخر اسی ذات نے ہدایت کا چراغ روشن کیا۔

خداوند کا کلام ان پر نازل ہوا۔ ''اٹھ اور صیدا کی طرف جا، وہاں ایک جگہ صارپت ہے وہاں قیام کر۔ اور دیکھ میں نے ایک بیوہ کو وہاں حکم دیا ہے کہ تیری پرورش کرے۔''

آپؑ نے وہ زمین اسی وقت چھوڑ دی اور ساحلی شہر صیدا کی جانب روانہ ہو گئے۔ جہاں سے گزر رہے تھے خشک سالی کا منظر صاف نظر آ رہا تھا۔ پیڑوں کے پتے جھڑ گئے تھے۔ پتھریلے ٹیلے مزید اداس نظر آ رہے تھے۔ آپؑ کی رفتار میں مزید تیزی آ گئی تھی۔ آپؑ جلد سے جلد صیدا تک پہنچنا چاہتے تھے۔ شہر کا دروازہ سامنے تھا لیکن شہر میں داخل ہونے سے پہلے آپؑ چاہتے تھے کہ کچھ دیر آرام کر لیا جائے۔ آپؑ نے ایک پتھر کو تکیہ بنایا اور چادر بچھا کر زمین پر لیٹ گئے۔ اسی وقت ایک عورت کو دیکھا کہ زمین سے کچھ اٹھاتی آ رہی ہے۔ قریب آئی تو اس کے ہاتھ میں چند لکڑیاں تھیں جو وہ زمین سے اٹھا لائی تھی۔ آپؑ نے اسے پکارا تو وہ آپؑ کے قریب چلی آئی۔

Marfat.com

''اے مرد خدا، تو کون ہے، کہاں سے آیا ہے اور مجھے کیوں بلایا ہے؟''

''بس تو مجھے ایک پردیسی سمجھ لے۔ تیرے شہر میں آیا ہوں کہ تیری میزبانی سے لطف اندوز ہوسکوں۔ کیا تو ایسا کرے گی کہ تھوڑا سا پانی اور ایک روٹی اپنے چولہے پر پکا کر میرے لیے لائے۔''

''تو جہاں سے آیا ہے کیا وہاں بارش ہو رہی تھی؟''

''سارے ملک کا حال تجھے معلوم ہے۔''

''پھر بھی تو مجھ غریب سے روٹی مانگتا ہے۔ میرے گھر میں صرف ایک یا پھر دو روٹیوں کا آٹا رہ گیا ہے۔ کپی میں تھوڑا سا تیل پڑا ہوا ہے۔ جنگل سے لکڑیاں چن کر لے جا رہی ہوں۔ میرا ایک بیٹا ہے، گھر جا کر اس کے لیے روٹی پکاؤں گی اور اسے کھلا دوں گی۔ پھر اس کے بعد ہمارے لیے موت ہی موت ہے کیونکہ ایک چٹکی آٹا بھی باقی نہیں بچے گا۔ سب کو اپنی اپنی پڑی ہے کون مجھے آٹا دے گا۔''

''کیا تجھے میری بھوک پر رحم نہیں آتا؟''

''ہوسکتا ہے تیری بھوک میرے بیٹے کی بھوک سے زیادہ ہو مگر اس کے لیے تجھے میرے گھر چلنا ہوگا کیونکہ میں اگر تیرے لیے روٹی لے کر آئی تو راستے ہی میں چھین لی جائے گی۔''

آپؑ نے اپنی چادر اٹھائی اور اس عورت کے ساتھ ہولیے۔ وہ عورت راستے میں بھی خشک سالی کی باتیں کرتی جا رہی تھی کہ ایک سال ہو گیا بارش کا ایک قطرہ زمین پر نہیں آیا۔ اناج کی سخت قلت ہے۔ جو پیسے والے ہیں وہ کہیں نہ کہیں سے انتظام کر لیتے ہیں اور وہ بھی کب تک کریں گے۔ ایک دن سب مر جائیں گے۔ سنا ہے الیاس نامی ایک نبی کی بددعا سے یہ سب ہو رہا ہے۔

اس عورت کا گھر شہر کے دروازے کے قریب ہی تھا ورنہ اور باتیں کرتی۔ ابھی باتوں سے اس کا دل نہیں بھرا تھا کہ اس کا گھر آ گیا۔ وہ آپؑ کو گھر کے اندر لے آئی۔

''آپؑ بالاخانے پر جا کر بیٹھیں۔ میں آپ کے لیے روٹی ڈالتی ہوں۔''

وہ عورت ایک روٹی اور ایک گلاس پانی لے کر آ گئی۔ آپؑ روٹی کو پانی میں بھگو بھگو کر کھانے لگے۔ ''جا اور اب اپنے بیٹے کے لیے روٹی ڈال۔''

''اب آٹا کہاں جو اپنے بیٹے کے لیے روٹی ڈالوں۔''

''تو جا کر دیکھ تو سہی۔ مٹکے میں آٹا بھی ہوگا اور کپی میں تیل بھی ہوگا۔ تیرے گھر کے گھڑوں میں پانی بھی خوب ہوگا۔''

''کمال کی بات ہے۔ گھر تیرا ہے یا میرا۔ میں ابھی دیکھ کر آئی ہوں ایک چٹکی آٹا بھی نہیں۔''

''میں تجھ سے جیسا کہتا ہوں ویسا کر کیونکہ خداوند اسرائیل کا خدا یوں کہتا ہے کہ اس دن تک جب تک خداوند زمین پر بارش نہ کر دے نہ تو آٹے کا مٹکا خالی ہوگا اور نہ تیل کی کپی میں کمی ہوگی۔''

اس بیوہ عورت نے کچھ یقین کچھ بے یقینی کی کیفیت میں آپؑ کی طرف دیکھا اور آپؑ کے پاس سے اٹھ کر چلی گئی۔ اس نے آٹے کے برتن میں ہاتھ ڈالا تو برتن آٹے سے لبالب بھرا ہوا تھا۔ اس نے جلدی سے برتن ڈھانپ دیا کہ کہیں کسی کی نظر نہ پڑ جائے۔ اگر کسی کو معلوم ہو گیا کہ میرے گھر میں اتنا آٹا ہے تو لوگ لوٹ مار کے لیے آ جائیں گے پھر اس نے تیل کی کپی دیکھی۔ ابھی دیکھ کر گئی تھی، ایک قطرہ بھی نہیں تھا، اب کپی بھری ہوئی تھی۔ پانی کا مٹکا بھی بھرا ہوا تھا۔ اب اس کے سوا اس کے پاس کوئی راستہ نہیں تھا کہ وہ حیران ہوتی رہے۔ اسے اس آدمی سے خوف آنے لگا تھا جو اس وقت اس کے بالاخانے پر بیٹھا ہوا تھا۔ یہ شخص کون ہے؟ جادوگر تو لگتا نہیں۔ ضرور کوئی مرد نیک ہے، خدا جس کی دعا سنتا ہے۔

Marfat.com

وہ کچھ دیر یونہی خوف اور خوشی کے عالم میں گم صم بیٹھی رہی۔ پھر تھوڑا سا آٹا نکال کر اپنے لیے اور بیٹے کے لیے روٹی پکائی اور بالا خانے پر پہنچ گئی تا کہ اجنبی کا شکریہ ادا کرے۔

''آپ نے جیسا کہا تھا ویسا ہی ہوا ہے۔ اب میں اپنے محلے کی سب سے امیر عورت ہوں کہ میرے گھر میں اتنا آٹا ہے لیکن یہ راز کیا ہے۔ میری سمجھ میں کچھ نہیں آتا۔''

''تو میرا نہیں خدا کا شکریہ ادا کر وہی ہے جو نعمتیں چھین بھی لیتا ہے، نعمتیں بانٹتا بھی ہے۔ اس نے چاہا تجھے رزق دے اور اس نے دے دیا اور میں تیرے ساتھ ہوں، جب تک قحط پڑا ہوا ہے تو مٹکے میں ہاتھ ڈالتی رہ اور روٹی پکاتی رہ۔''

''اگر یہ بات ہے تو آپ کو جانے نہیں دوں گی۔ بالا خانہ خالی پڑا ہے۔ جب تک قحط ہے آپ یہیں رہیے۔ کیا خبر ابھی اور کتنا سخت وقت آنے والا ہے۔ آپ چلے گئے تو کہیں یہ برکت بھی رخصت ہو جائے۔''

''میں یہیں رہتا ہوں۔ دو وقت کی روٹی مجھے پہنچاتی رہنا۔ اس کے سوا مجھے تجھ سے کوئی سروکار نہیں۔''

حضرت الیاس علیہ السلام کو معلوم تھا کہ شاہ اخی اب چین سے نہیں بیٹھا ہوگا۔ اس نے ہر طرف میری تلاش کے لیے آدمی دوڑا دیے ہوں گے۔ کیا خبر یہاں بھی کوئی مجھے ڈھونڈنے آیا ہوا ہو لہٰذا بالا خانے سے اترنا یا باہر نکلنا آپؑ نے بالکل موقوف کیا ہوا تھا۔ بڑھیا سے بھی کہہ دیا تھا کہ کسی کو یہ نہ بتائیے کہ اس کے گھر میں کوئی اجنبی ٹھہرا ہوا ہے۔

بالا خانے کی چھت پر آپؑ کا محل بھی تھا اور سیر گاہ بھی۔ دن رات عبادت الٰہی میں مشغول رہتے۔ بڑھیا دو وقت کا کھانا آپؑ کو پہنچا دیا کرتی تھی۔ اسی عالم میں ایک سال مزید گزر گیا۔ آپؑ کو کب تک یہاں رہنا ہے اس کا انحصار وحی الٰہی پر تھا کہ کب کوئی ہدایت ملتی ہے۔

انہی دنوں ایسا ہوا کہ اس عورت کا بیٹا بیمار پڑ گیا۔ غربت کی وجہ سے وہ اس کا علاج بھی نہ کروا سکی۔ یہ خیال بھی نہ آیا کہ بالا خانے پر جو اجنبی ٹھہرا ہے اس سے ذکر کرے۔ شاید اس کے پاس کوئی علاج ہو۔ وہ یہی سمجھتی رہی کہ بخار ہے، اتر جائے گا۔ کھانا دینے گئی تو ایک آدھ مرتبہ بیماری کا ذکر بھی نکل آیا لیکن بڑھیا نے معمولی بخار کہہ کر ٹال دیا۔

وہ جسے معمولی بخار سمجھ رہی تھی، اس نے ایسی شدت اختیار کی کہ بیٹا ہاتھوں میں آ گیا اور دیکھتے ہی دیکھتے اس نے دم توڑ دیا۔ بڑھیا کا وہی ایک سہارا تھا۔ اسے مرتے ہوئے دیکھا تو ایسی آہ زاری کی کہ حضرت الیاس علیہ السلام بالا خانے سے نیچے اتر آئے اور خیریت دریافت کرنے لگے۔ بڑھیا غم زدہ تو تھی اس نے اپنا سارا غصہ آپؑ پر نکال دیا۔

''چل ہٹ یہاں سے۔ بڑا آیا خیریت دریافت کرنے والا۔ دیکھتا نہیں میرے بڑھاپے کا سہارا مجھ سے چھن گیا۔ تو اچھا آیا کہ میرے بیٹے ہی کو مار ڈالا۔ کیا تو اسی لیے آیا تھا کہ چند مٹھی آٹے کے عوض میرے بیٹے کو مار ڈالے۔ یہ سب تیری وجہ سے ہوا ہے۔'' وہ عورت زار و قطار رو رہی تھی۔

''اگر یہ میری وجہ سے مرا ہے تو میں ہی اسے اللہ کے حکم سے زندہ کروں گا۔''

''بھلا مردے بھی کبھی زندہ ہوتے ہیں۔ پھر بھی تم دیکھ لو۔''

حضرت الیاس علیہ السلام آگے بڑھے اور اس کے بیٹے کو ٹٹول کر دیکھنے لگے۔ وہ واقعی مر چکا تھا۔ آپؑ نے اسے گود میں اٹھایا اور بالا خانے پر لے آئے۔ اپنے پلنگ پر اسے لٹا دیا اور خود اللہ سے فریاد کرنے لگے۔

''اے خداوند میرے خدا! اس بیوہ عورت نے میرا بڑا ساتھ دیا ہے۔ جب سب دشمن تھے، یہ میری دوست تھی۔ جب میں بھوک سے مر رہا تھا اس نے مجھے کھانا کھلایا اور زندہ رکھا اور اس کا صلہ اسے یہ ملا کہ اس کا بیٹا مر گیا۔ اے خداوند میں تجھ سے التجا کرتا ہوں کہ اس لڑکے کی جان اس میں پھر آ جائے۔''

آپؑ نے خود کو اس مردہ لڑکے پر گرا دیا اور یہی الفاظ تین مرتبہ دہرائے۔ خدا نے اس فریاد کو سن لیا اور لڑکا اس طرح اٹھ کر بیٹھ گیا جیسے مرا ہی نہیں تھا۔

Marfat.com

''میں اوپر کیسے آ گیا۔ میں نے تو تیرے ہوتے کبھی بالا خانے پر قدم رکھا ہی نہیں۔''

''بخار کی شدت تجھے اوپر لے آئی تھی۔ اب تو بالکل ٹھیک ہے، نیچے جا اور اپنی ماں کا جی خوش کر۔''

وہ لڑکا اٹھا اور اپنے پیروں سے چلتا ہوا نیچے چلا گیا۔ حضرت الیاس علیہ السلام بھی اس کے پیچھے تھے۔ اس عورت نے جو دیکھا کہ اس کا مردہ لڑکا زندہ ہو کر اپنے پیروں سے چلا آ رہا ہے تو وہ حضرت الیاس علیہ السلام کے قدموں میں گر گئی۔

''اب میں جان گئی کہ تو مرد خدا ہے اور خداوند کا جو کلام تیرے منہ میں ہے، وہ حق ہے۔''

''بس یہی سمجھ۔''

''صاف کیوں نہیں کہتا کہ تو ہی الیاس نبی ہے۔ اس کے بارے میں سنا ہے کہ وہ خدا سے باتیں کرتا ہے اور خدا اس کی سنتا ہے۔''

''دیکھ میں تجھ سے پھر کہتا ہوں کہ یہ راز کسی کو بتانا مت۔ میں خدا کے حکم سے تیرے پاس ٹھہرا ہوا ہوں اور جب تک وہ چاہے گا یہاں رہتا رہوں گا۔''

''مجھے کیا پڑی ہے کہ کسی کو بتاؤں اور آپؑ کی جان خطرے میں ڈالوں۔''

حضرت الیاس علیہ السلام اس بیوہ عورت کے گھر میں روپوشی کے دن گزار رہے تھے لیکن اب روپوشی ختم ہو گئی تھی۔ آپؑ کا راز ظاہر ہو گیا تھا۔ لہٰذا مشیت خداوندی نے چاہا کہ آپؑ دنیا پر ظاہر ہو جائیں۔

آپؑ کو روپوش ہوئے تین سال ہوئے تھے۔ خدا کا کلام آپؑ پر نازل ہوا۔ ''اب وقت آ گیا ہے کہ اخی اب سے مل۔ آپؑ نے بارش نہ ہونے کی دعا مانگ کر بہت سے جانور مویشی، پرندوں اور درختوں کو ہلاک۔ البتہ بنی اسرائیل کو ان کے گناہوں کی وجہ سے ہلاک کیا گیا۔''

''اے اللہ! میں ان کے لیے دعا کروں اور ان کے لیے تنگی کے بعد خوشی لے آنے کا ذریعہ بنوں۔ شاید اس کی وجہ سے وہ آپ کی طرف رجوع کرنے والے اور آپ کی عبادت کرنے والے بن جائیں۔''

آپؑ کو اس دعا کی اجازت مل گئی اور آپؑ نے اس بوڑھی عورت پر اپنا ارادہ ظاہر کیا جس کے گھر میں آپؑ قیام پذیر تھے۔ اس عورت پر آپؑ کا راز ظاہر ہو چکا تھا لہٰذا وہ نہیں چاہتی تھی کہ وہ اس کے گھر سے نکلیں اور کسی مصیبت میں گرفتار ہوں۔

''سامریہ میں تو بہت قحط ہے۔ ملکہ ایزبل نے ہر اس نبی کو قتل کرا دیا ہے جو بعل دیوتا کی مخالفت کرتا تھا۔ ایک آپؑ ہی سچے نبی رہ گئے ہیں۔ وہ آپؑ کو بھی قتل کرا دے گی۔ آپؑ سامریہ نہ جائیں۔ اس کے سپاہی بھوکے کتوں کی طرح آپؑ کو تلاش کرتے پھر رہے ہیں۔''

''وہ مجھے قتل نہیں کرا سکتی کیونکہ میں اللہ کے حکم سے وہاں جا رہا ہوں۔''

''آپؑ چلے گئے تو میرے گھر کی برکت چلی جائے گی، مجھے دو وقت کی روٹی مل رہی ہے میں اس سے بھی چلی جاؤں گی۔''

''عنقریب تجھے میری ضرورت نہیں پڑے گی۔ میری دعا سے بارش ہو جائے گی اور زمین اناج اگلنے لگے گی۔ یہ خوش حالی دیکھ کر شاید بادشاہ اور ملکہ ایمان لے آئیں اور مجھے کوئی گزند نہ پہنچائیں۔

☆......☆......☆

خشک سالی کے تین سال گزر چکے تھے۔ لوگ بھوک سے مرنے لگے تھے۔ حضرت الیاس علیہ السلام کی دھمکی کے بعد بادشاہ نے غلے کا بڑا ذخیرہ کر لیا تھا جو اس کے اور اس کے افواج کے لیے بہت تھا لیکن اب مسئلہ یہ آ گیا تھا کہ اب اس کے گھوڑوں اور خچروں کے لیے چارہ موجود نہیں تھا۔ اگر فوراً انتظام نہ کیا جاتا تو وہ ایک ایک کر کے مرنے لگتے۔ چراگاہیں

Marfat.com

سوکھ گئیں تھیں۔ اب حضرت الیاس علیہ السلام کی تلاش سے زیادہ اہم کام نئی چراگاہوں کو تلاش کرنا تھا۔ بادشاہ نے اسی عالم پریشانی میں اپنے دیوان عبدیاہ کو اپنے حضور طلب کیا اور اسے صورت حال سے آگاہ کیا۔ دونوں بڑی دیر تک مشورے کرتے رہے پھر یہ طے ہوا کہ ملک میں جتنے چشمے اور نالے ہیں ان کا گشت کیا جائے شاید کہیں گھاس مل جائے۔

عبدیاہ اپنے گھوڑے پر سوار ہوا اور اخی اب اپنے گھوڑے پر۔ دونوں شہر سے نکلے اور ایک طرف چل دیے۔ ہر طرف زمین پتھر بنی راستے میں بچھی ہوئی تھی۔ راستے میں کئی نالے آئے لیکن ان کے کناروں پر گھاس کا نام ونشان بھی نہیں تھا۔ اخی اب کو اچانک خیال آیا کہ وہ دونوں ایک ہی راستے پر کیوں جارہے ہیں۔ اگر ہم دونوں الگ الگ راستوں پر جائیں تو کم وقت میں زیادہ علاقے کی چھان بین ہوسکے گی۔ انہوں نے آپس میں علاقے تقسیم کر لیے۔

''عبدیاہ ہمیں یوں ایک طرف نہیں چلتے رہنا چاہیے۔ ہم میں سے ایک شمال کی طرف جائے اور دوسرا جنوب کی طرف۔ تم اپنے علاقے میں گھاس تلاش کرو، میں اپنے علاقے میں تلاش کرتا ہوں۔ پھر جس کو جہاں گھاس مل جائے وہ فوراً دوسرے کو مطلع کرے۔''

اس تقسیم کے بعد عبدیاہ ایک طرف چلا گیا اور اخی اب دوسری جانب۔

عبدیاہ ابھی اپنی سمت میں کچھ ہی دور چلا ہوگا کہ دور ایک کھڑے انجیر کے سوکھے درخت کے قریب ایک شخص کو دیکھا جو لمبے ڈگ بھرتا ہوا اس کی مخالف سمت سے آرہا تھا۔ لمبے لمبے بال، لمبی ڈاڑھی، برہنہ سر، چمڑے کے کمر بند سے بندھی ہوئی اونچی سی قبا۔ یہ پہناوا صرف حضرت الیاس علیہ السلام کا ہوسکتا تھا۔ عبدیاہ جہاں تھا وہیں تھم گیا۔ ''یہ تو وہی ہے۔'' بے اختیار اس کے منہ سے نکلا۔ ہاں وہی ہے۔ اس نے کیوں اپنی روپوشی ختم کردی اور اگر ظاہر ہونا تھا تو کہیں اور چلا جاتا۔ یہ سامریہ کی طرف کیوں آ گیا۔ اف میرے خدا! اس وقت اخی اب میرے ساتھ نہیں ورنہ الیاسؑ کا قتل اس سے بعید نہیں تھا۔ حضرت الیاس علیہ السلام نزدیک آئے تو عبدیاہ نے دیکھا کہ وہ بہت دبلے ہوگئے ہیں اور چہرہ دھوپ سے جھلس گیا ہے۔

عبدیاہ دل سے ان کا عقیدت مند تھا۔ وہ اس شخص کی خدمت میں لگا رہتا تھا جو بعل کا دشمن اور خدا کا دوست تھا۔ وہ بت پرستی کے خلاف تھا لیکن بادشاہ کے خوف سے اپنے خیالات ظاہر نہیں کرتا تھا۔

اس وقت جو حضرت الیاس علیہ السلام کو اپنے سامنے دیکھا تو تعظیمی سجدے کے لیے قدموں پر جھک گیا۔ ''اے میرے مالک! کیا یہ آپؑ ہی ہیں؟''

''بنی اسرائیل کا خدا تجھ پر مہربان ہو۔ یہ میں ہی ہوں۔ جا اپنے مالک کو بتادے کہ میں آ گیا ہوں۔''

''میرے آقا، مجھ سے کیا گناہ ہوا ہے کہ یہ کام آپؑ مجھ سے لینا چاہتے ہیں۔ اس کے ہاتھوں آپؑ کا قتل ہو اور ذریعہ میں بنوں۔ یہ مجھ سے نہیں ہوگا۔''

''وہ مجھے قتل نہیں کرسکتا کیونکہ جب تک میں نہیں کہوں گا یہ خشک سالی ختم نہیں ہوگی اور وہ یہ نہیں چاہے گا کہ وہ بھوک سے مرجائے۔''

''خداوند تیرے خدا کی حیات کی قسم! ایسی کوئی قوم یا سلطنت نہیں جہاں میرے مالک نے تیری تلاش نہ کی ہو اور اب آپ کہتے ہیں کہ اپنے مالک کو خبر کردوں کہ الیاسؑ حاضر ہے۔''

''میں خدا کے حکم سے روپوش ہوا تھا۔ اسی کے حکم سے ظاہر ہوا ہوں۔ وہ جو حکم مجھے دیتا ہے، میں اس کے مطابق کرتا ہوں۔''

''میں اسی لیے تو ڈرتا ہوں۔ میں تو جا کر بادشاہ سے کہوں کہ الیاسؑ آ گیا ہے اور جب تجھے بلانے آؤں تو خداوند تجھے نہ جانے کہاں لے جائے۔ واپس آؤں تو تجھے موجود نہ پاؤں تو اخی اب تو تیرے بدلے مجھے قتل کردے گا۔''

Marfat.com

''عبدیاہ تو اتنا ڈر کیوں رہا ہے؟''

''آقا، آپؑ کو نہیں معلوم آپؑ کی غیر حاضری میں یہاں کیا کچھ ہوتا رہا ہے ملکہ ایزبل نے کتنے نبی قتل کرا دیے۔ میں نے خداوند کے نبیوں میں سے پچاس پچاس کر کے ان کو ایک غار میں چھپا دیا تھا اور انہیں روٹی پہنچاتا تھا۔ وہ سب قتل کر دیے گئے۔ ان کے چھپانے کا الزام مجھ پر بھی آیا تھا۔ اب تو اسے یقین ہی ہو جائے گا کہ آپؑ کو بھی میں نے ہی چھپایا تھا اور اب نکال لایا ہوں۔ سو وہ تجھے بھی قتل کرے گا اور مجھے بھی۔''

''رب الافواج کی حیات کی قسم، جس کے سامنے میں کھڑا ہوں میں آج اس سے ضرور ملوں گا۔''

''مالک، آپ کہتے ہیں تو میں یہ خبر پہنچانے اس کے پاس ضرور جاتا ہوں۔''

''تو گھبرا مت۔ میں تجھے اسی جگہ ملوں گا۔''

عبدیاہ اب بھی ہچکچا رہا تھا جیسے کہہ رہا ہو کوئی رو کے اور میں رک جاؤں۔ کوئی اور ہو جو اخی اب تک خبر لے کر جائے لیکن اسے جانا پڑا۔ اس نے اپنے گھوڑے کی باگیں اس طرف موڑ دیں جدھر اخی اب گیا تھا۔ اسے معلوم تھا کہ وہ ابھی زیادہ دور نہیں گیا ہوگا پھر بھی اپنے گھوڑے کو نہایت تیز دوڑا رہا تھا اور بالآخر وہ اخی اب تک پہنچ گیا۔ اخی اب نے اسے آتے ہوئے دیکھا تو خوش ہو گیا۔ وہ سمجھا کہیں گھاس مل گئی ہے جس کی خبر دینے عبدیاہ آ رہا ہے۔

''کہو عبدیاہ، کیا خبر لائے۔ سراغ ملا کسی چیز کا؟''

''بادشاہ سلامت، ایک عجیب وغریب خبر لایا ہوں۔ الیاسؑ نبی ظاہر ہو گئے ہیں اور آپ سے ملنا چاہتے ہیں۔''

''الیاسؑ نبی!'' اخی اب نے حیرت سے کہا۔ ''تیرا دماغ تو ٹھیک ہے۔ میری فوجیں جسے تلاش نہیں کر سکیں تو اسے ڈھونڈ لایا۔ تجھے دھوکا ہوا ہوگا۔''

''مجھے دھوکا کیسے ہو سکتا ہے۔ میں ابھی اس سے مل کر آ رہا ہوں اور اسی نے مجھے آپ کے پاس بھیجا ہے۔''

''اس نے کہا اور تو اس کی باتوں میں آ گیا۔ اسے ملنا ہوتا تو تیرے ساتھ چلا آتا۔ دیکھنا اب وہ وہاں سے غائب ہو گیا ہوگا۔''

''انہوں نے مجھ سے وعدہ کیا ہے۔ وہ وہیں ہوں گے۔''

''انہیں جلدی میرے پاس لے کر آ۔'' اخی اب نے کہا۔ ''اچھا چھوڑو۔ میں وہیں اس کے پاس چلتا ہوں مگر یاد رکھو اگر وہ وہاں نہیں ہوا تو میں سمجھوں گا تو نے اسے چھپا دیا ہے۔''

عبدیاہ سخت گھبرایا ہوا تھا۔ دل ہی دل میں دعا مانگ رہا تھا کہ حضرت الیاس علیہ السلام اپنی جگہ موجود ہوں ورنہ مجھے بادشاہ کے عتاب سے کوئی بچا نہیں سکے گا

وہ دونوں گھوڑوں دوڑاتے چلے جا رہے تھے کہ اس مقام تک پہنچ گئے جہاں حضرت الیاس علیہ السلام موجود تھے۔ عبدیاہ کی جان میں جان آئی کہ اس کی بات صحیح نکلی۔

اخی اب کی نظر جونہی آپؑ پر پڑی، وہ زور سے چیخا۔ ''اے اسرائیل کے ستانے والے کیا تو ہی ہے؟''

''میں نے اسرائیل کو نہیں ستایا بلکہ تو نے اور تیرے باپ کے گھرانے نے، کیونکہ تو نے خداوند کے حکموں کو ترک کیا اور تو ''بعل'' کا پیروکار ہو گیا۔''

''اب تو مجھ سے کیا چاہتا ہے۔ کیا تجھے اپنی غلطی کا احساس ہو گیا جو مجھ سے ملنے کا خواہاں ہے؟''

''غلطی پر میں نہیں، تو اور تیری بیوی ہے۔ میں خدا کا پیغمبر ہوں اور تجھے توحید کا درس دینے آیا ہوں۔''

''یہ کام تو پہلے بھی تو کرتا رہا ہے لیکن اس کا فائدہ کیا ہوا۔ بعل دیوتا اب بھی موجود ہے۔''

''اسی کا فیصلہ کرنے آیا ہوں۔ کیا تجھے تین سال کی قحط سالی سے بھی نصیحت نہیں ہوئی۔''

Marfat.com

''اگر تو سچا ہے تو اپنے خدا سے کہہ کر بارش کرادے۔''

''یہی بات تو اپنے خدا بعل سے کیوں نہیں کہتا۔ اس کے پجاریوں سے کہہ کہ وہ دعا کریں۔''

''میں تو تجھ سے کہتا ہوں کیونکہ تو نے ہی کہا تھا کہ تو کہے گا تو بارش ہوگی۔''

''میں اب بھی اپنے قول سے نہیں پھرا لیکن تیرے اور میرے درمیان معاہدہ ہونا چاہیے۔ معاہدہ یہ کہ بعل کے پجاریوں اور میرے درمیان مقابلہ ہوگا۔ دونوں اپنی اپنی قربانیاں پیش کریں گے۔ جس کی قربانی قبول ہوجائے گی وہ سچا کہلائے گا۔ پھر تو خود دیکھ لے گا۔ اگر میں حق پر ثابت ہوا تو تمہیں یقین کرنا پڑے گا کہ تم باطل ہو لہٰذا بت پرستی کو چھوڑنا ہوگا۔''

ملک میں بڑھتی ہوئی قحط سالی نے بادشاہ کو اتنا مجبور کردیا تھا کہ اسے حضرت الیاس علیہ السلام کی یہ شرط منظور کرنی پڑی۔ اس عہد کے بعد حضرت الیاس علیہ السلام نے ہدایت کی۔

''اب تو قاصد بھیج اور سارے اسرائیل کو ''بعل'' کے ساڑھے چار سو نبیوں کو جو ایزبل کے دسترخوان پر کھاتے ہیں کوہ کرمل پر جمع کرلے۔''

قاصد روانہ کیے گئے۔ ڈھنڈورا پیٹنے والے نقارچی گلی گلی گھوم کر اعلان کرتے پھر رہے تھے کہ عوام، کوہ کرمل پر جمع ہوں۔

بادشاہ اخی اب اس وعدے کے ساتھ حضرت الیاس علیہ السلام سے الگ ہوا کہ اب معینہ روز، کوہ کرمل پر ملاقات ہوگی۔ اخی اب ان دنوں موسم گرما کے پایہ تخت ''یزرعیل'' میں تھا لہٰذا یزرعیل کی طرف روانہ ہوگیا۔ ملکہ ایزبل بھی وہیں تھی اس نے ملکہ کو حضرت الیاس علیہ السلام کے عزائم سے آگاہ کیا اور تقاضا کیا کہ وہ بھی اس روز کوہ کرمل پر اس کے ساتھ چلے لیکن ملکہ نے انکار کردیا۔

''میں الیاس (علیہ السلام) کو زندہ دیکھ کر اذیت کا شکار ہونا نہیں چاہتی۔ آپ خود ہی جائیں اور جو وہاں گزرے اس سے مجھے آگاہ کریں۔ مجھے یقین ہے کہ تم کامیاب لوٹو گے۔ بعل ہماری لاج رکھے گا۔ الیاس نبی کو شکست ہوگی۔''

ملکہ نے معذرت کرلی تھی لہٰذا بادشاہ اپنے وزیروں کے ہمراہ کوہ کرمل پہنچا۔ ہزاروں اسرائیلی وہاں موجود تھے اور بعل کے نبی بھی قربانی کے لیے بیل لے کر پہنچے ہوئے تھے۔ حضرت الیاس علیہ السلام بھی اپنا بیل اپنے ساتھ لائے تھے۔

جب تمام تیاریاں مکمل ہوگئیں تو حضرت الیاس علیہ السلام کی آواز گونجی۔ ''اے بعل کے پجاریو! اگر خداوند ہی خدا ہے تو اس کے پیرو ہوجاؤ اور اگر بعل ہے تو اس کی پیروی کرو اور دیکھو میں اکیلا خداوند کا نبی بچ رہا ہوں اور بعل کے نبی چار سو پچاس آدمی ہیں۔ اس کے باوجود میں مقابلے پر آیا ہوں تاکہ حق و باطل کا فیصلہ ہوسکے۔ اس کی صورت یہ ہوگی کہ تم اپنے بیل کے ٹکڑے کرکے لکڑیوں پر رکھ دو اور نیچے آگ نہ دو۔ میں اپنا بیل تیار کرکے سے لکڑیوں پر دھروں گا اور نیچے آگ نہیں دوں گا۔ تب تم اپنے دیوتا سے دعا کرنا اور میں خداوند سے دعا کروں گا اور وہ خدا جو آگ سے جواب دے وہی خدا ٹھہرے۔''

''ہر طرف سے ''خوب ہے خوب ہے'' کی آوازیں بلند ہونے لگیں۔

بعل کے پجاریوں نے اپنے حصے کے بیل کو ذبح کیا اور گوشت کے بڑے بڑے پارچے لکڑیوں پر رکھ دیے اور شرط کے مطابق لکڑیوں کے نیچے آگ نہیں جلائی اور لکڑیوں کے گرد دائرہ بنا کر کھڑے ہوگئے۔ اس کے بعد انہوں نے اپنا خوفناک ناچ شروع کیا اور متواتر چلا رہے تھے۔ ''اے بعل ہماری سن، اے بعل ہماری سن'' نہ کوئی آواز آئی نہ کوئی جواب دینے والا تھا، نہ آسمان سے آگ اتری۔

کئی گھنٹے اسی طرح اچھلتے کودتے گزر گئے۔ دوپہر ڈھلنے لگی تو حضرت الیاس علیہ السلام نے انہیں چڑانے کے لیے

Marfat.com

پکارا۔ "بلند آواز سے پکارو۔ تمہارا دیوتا کسی سوچ میں ہوگا۔ اس تک تمہاری آواز نہیں پہنچ رہی ہے۔"

"ہاں اور زور سے۔ ہوسکتا ہے وہ کسی سفر میں ہو۔"

"شاباش! اور زور لگاؤ۔ شاید وہ سو رہا ہے۔ اسے جگاؤ تا کہ وہ تمہاری قربانی قبول کرے۔"

آپؑ کے مسلسل طنزیہ فقروں نے ان پجاریوں کو بوکھلا دیا۔ وہ بعل دیوتا کو بلند آواز میں پکارنے لگے اور اپنے دستور کے مطابق اپنے آپ کو چھریوں اور نشتروں سے گھائل کرلیا۔ ان کے جسموں سے لہو بہہ رہا تھا لیکن نہ کوئی جواب دینے والا تھا نہ کوئی توجہ کرنے والا۔ آخر یہ پجاری تھک تھک کر گرنے لگے۔

"تم نے اپنی سی کوشش کرلی اب میری باری ہے۔" حضرت الیاس علیہ السلام نے پجاریوں سے کہا۔ تمام اسرائیلی دم سادھے خاموش کھڑے تھے۔ اخی اب بھی تشویش کے ساتھ مشاہدہ کررہا تھا کہ دیکھو حضرت الیاس علیہ السلام پر کیا گزرتی ہے۔

حضرت یعقوب علیہ السلام کے بارہ بیٹے تھے۔ حضرت الیاس علیہ السلام نے ان بیٹوں کے نام کے بارہ پتھر لیے اور ان سے خداوند کے نام کا ایک مذبح تیار کیا اور مذبح کے اردگرد ایک بڑی کھائی کھودی۔ لکڑیوں کو قرینے سے چنا اور ان لکڑیوں پر بیل کے ٹکڑے قرینے سے چن دیے۔ پھر لوگوں سے کہا کہ چار مٹکے پانی لے کر آؤ اور لکڑیوں پر انڈیل دو۔ پانی انڈیل دیا گیا۔ اس پانی سے مذبح کے اردگرد کی کھائی بھر گئی۔

اس کے بعد آپؑ نے دعا کے لیے ہاتھ بلند کردیے۔ "اے خداوند ابراہیم اور اسحٰق اور اسرائیل کے خدا! آج معلوم ہوجائے کہ اسرائیل میں تو ہی خدا ہے اور میں تیرا بندہ ہوں اور میں نے ان سب باتوں کو تیرے ہی حکم سے کیا ہے۔ میری سن اے خداوند میری سن تا کہ یہ لوگ جان جائیں کہ اے خداوند تو ہی خدا ہے اور تو نے پھر ان کے دلوں کو پھیر دیا ہے۔"

ہر طرف گہرا سکوت تھا۔ حضرت الیاس علیہ السلام کی درد بھری آواز کے سوا کوئی آواز نہیں تھی۔ دعا کے الفاظ ختم ہوئے ہی تھے کہ اچانک آسمان سے آگ نازل ہوئی۔ وہ بجلی کی چمک کی طرح ظاہر ہوئی تھی۔ وہاں موجود لوگ اس قدر خوف زدہ ہوئے کہ ان کی ٹانگوں نے انہیں گھٹنوں کے بل زمین پر گرادیا۔ جب ذرا سر اٹھانے کی جرات ہوئی تو گوشت کا وہاں نام و نشان نہیں تھا۔ لکڑی کا تو ذکر کیا کھال، ہڈی اور پتھر تک بھسم ہوچکے تھے۔ کھائی میں بھرا لبالب پانی بھاپ بن کر اڑ گیا۔"

یہ دیکھ کر لوگ بہ آواز بلند چلا اٹھے۔ "خداوند خدا ہے، خداوند خدا ہے۔"

بعل کے پجاری گھٹنوں میں سر دیے بیٹھے تھے۔ تمام اسرائیلی حضرت الیاس علیہ السلام کے حق میں نعرے لگا رہے تھے۔ آپؑ نے ان جوشیلے نوجوانوں سے کہا۔ "بعل کے پجاریوں کو پکڑلو۔ ان میں سے ایک بھی جانے نہ پائے۔"

لوگوں نے ان پجاریوں کو پکڑ لیا۔ حضرت الیاس علیہ السلام ان کو نیچے قیسون کے نالے پر لے آئے اور وہاں ان کو قتل کردیا۔ بظاہر ان پجاریوں کا قتل شقی القلبی کا مظاہرہ تھا لیکن یہ اس لیے بھی ضروری تھا کہ تمام برائیوں کی جڑ یہی تھے۔ یہی بادشاہوں کو ورغلاتے تھے۔ یہی عوام کی گمراہی کا سبب تھے اور یہی عبادت کے نام پر ہر قسم کی بدکاریوں میں ملوث تھے۔

اخی اب دم بخود ہوکر ان مناظر کو دیکھ رہا تھا لیکن دم نہیں مار سکتا تھا۔ اگر ان پجاریوں کے قتل سے روکتا تو بعل کا حمایتی کہلاتا اور لوگوں کا غم و غصہ اس پر اترتا۔ وہ تو یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ اب بھی بارش ہوتی ہے یا نہیں ہوتی۔

اخی اب نے دیکھا کہ حضرت الیاس علیہ السلام اپنے ایک خدمت گار کے ساتھ پہاڑ کی چوٹی کی طرف جارہے ہیں۔

حضرت الیاس علیہ السلام کوہ کرمل کی چوٹی پر پہنچ کر اپنا سر گھٹنوں کے بیچ کرکے بیٹھ گئے۔ گویا مراقبہ کررہے تھے۔

Marfat.com

کچھ دیر بعد آپؑ نے سر اٹھایا اور خادم سے کہا۔ ''ذرا سمندر کی طرف تو نظر کر۔'' خادم نے دیکھا وہاں کچھ بھی نہیں تھا۔ آپؑ پھر مراقبے میں چلے گئے پھر سر اٹھایا اور خادم سے کہا۔ ''اب دیکھ۔''

اسی طرح بار بار ہوتا رہا آخر ساتویں بار اس خادم نے کہا۔ ''ایک چھوٹا سا بادل آدمی کے ہاتھ کے برابر سمندر میں سے اٹھا ہے۔''

''جا اور اخی اب سے کہہ کہ اپنا رتھ تیار کرلے۔ کہیں بارش تجھے روک نہ لے۔''

اخی اب رتھ میں سوار ہو کر چلا ہی تھا کہ آسمان سیاہ ہو گیا اور پھر بارش نے زور باندھا۔ ایزبل اس وقت یزرعیل میں تھی جو یہاں سے پندرہ میل دور تھا۔

اخی اب نے یہ فاصلہ رتھ میں طے کیا مگر حضرت الیاس علیہ السلام پیدل ہی اس سے پہلے وہاں پہنچ گئے۔

اخی اب ایسا گھبرایا ہوا تھا جیسے اس نے کوئی ڈراؤنا خواب دیکھ لیا ہو اور خواب کی تعبیر لینے محل کی طرف بھاگا جا رہا ہو۔ ایزبل بھی سکون کے بستر پر نہیں تھی۔ بے قراری کے کانٹے اسے بھی زخمی کر رہے تے۔ اڑتی اڑتی خبریں تو اسے پہنچ گئی تھیں لیکن آنکھوں دیکھا حال جاننے کے لیے اسے اخی اب کا انتظار تھا کہ نقارے پر چوٹ پڑی۔ اس کا مطلب تھا، اخی اب نے محل میں قدم رکھ دیا ہے۔ وہ خواب گاہ سے باہر نکلی اور اپنے مرتبے کا خیال نہ رکھتے ہوئے اس راہ داری کی جانب دوڑ پڑی جہاں سے اخی اب کو آنا تھا۔ اخی اب بھی متانت کو بالائے طاق رکھے تیز تیز قدم اٹھاتا چلا آ رہا تھا۔ عبدیاہ اس کے ساتھ تھا لیکن ملکہ پر نظر پڑتے ہی وہ پیچھے رہ گیا۔

''اخی اب، مجھے بتا۔ الیاس نبی نے میرے تربیت یافتہ پجاریوں کے ساتھ کیا کیا۔ کچھ خبریں تو مجھ تک پہنچی ہیں مگر میں تیری زبان سے سننا چاہتی ہوں۔''

''ایزبل، جو بھی ہوا اچھا نہیں ہوا۔ میں قیسون نالے کو پجاریوں کے خون سے لبریز دیکھ کر آ رہا ہوں۔ اس نے تیرے سب نبیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا ہے۔''

''اور تم دیکھتے رہے؟''

''میں کچھ نہیں کر سکتا تھا۔ اس نے خود کو حق پر ثابت کر دیا تھا اور لوگ اس کے ساتھ تھے۔''

''اس نے چالاکی سے کام لیا ہے۔''

''اس کے کہنے کے مطابق بارش تو ہو گئی۔''

''یہی تو برا ہوا۔ اگر لوگوں کا اعتقاد اس پر بڑھ گیا تو صرف میرا نقصان نہیں ہوگا تمہاری بادشاہت بھی چلی جائے گی۔ وہ اتنی تگ و دو صرف بادشاہت حاصل کرنے کے لیے ہی تو کر رہا ہے۔''

''اس کے خدا نے اس کی سن لی جب کہ بعل نے تمہاری نہیں سنی۔''

''وہ جادوگر ہے۔ کیا اتنی بات بھی تم نہیں سمجھتے۔ ہم اس کے جادو سے تو نہیں لڑ سکتے اس کی جان سے تو لڑ سکتے ہیں۔''

''یہ مت بھولو کہ اب اس کے ساتھی بہت ہو گئے ہیں۔''

''تمہیں اپنی بادشاہت کا رعب قائم رکھنا ہوگا۔ چاہے اس کے لیے اس سے زیادہ گردنیں کاٹنی پڑیں جتنے قتل الیاس نے کیے ہیں۔ بھلا بتاؤ، میرے بنائے ہوئے چار سو پجاریوں کو اس نے قتل کرا دیا اور بادشاہ سلامت دیکھتے رہے۔ چاہے بادشاہ سلامت دیکھتے رہیں لیکن میں چپ نہیں رہوں گی۔ میں اسے دنیا کے لیے نشانِ عبرت بنا دوں گی۔''

ایزبل غصے سے پاگل ہو رہی تھی۔ اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ ننگے پاؤں جائے اور حضرت الیاس علیہ السلام کو گھسیٹتے ہوئے اپنے محل میں لے آئے اور جی بھر کے انتقام لے۔ اس کی دو کنیزیں اس کے ساتھ تھیں۔

Marfat.com

''قاصد سے کہو فوراً روانہ ہو۔ الیاس جہاں کہیں ملے اسے میرا پیغام پہنچا دو کہ اگر میں کل اس وقت تک تیری جان اپنے پجاریوں کی جان کی طرح نہ بنا ڈالوں تو دیوتا مجھ سے ایسا ہی بلکہ اس سے زیادہ کریں۔''

حضرت الیاس علیہ السلام ایک دن پہلے اتنی بڑی کامیابی حاصل کر چکے تھے کہ مطمئن اور سمجھ رہے تھے کہ ملکہ بھی ان کی سچائی کی قائل ہوگئی ہوگی اور ان کے پاس پیغام بھیجے گی کہ وہ تائب ہوئی اور کہے گی کہ خداوند ہی اس کا خدا ہے لیکن قاصد کی زبانی یہ پیغام سن کر پریشان ہوگئے۔ اس سے پہلے کہ ملکہ کے انتقام کا ہاتھ ان تک پہنچتا انہوں نے اسرائیل چھوڑا اور نزدیکی سرحد کی طرف چل دیے۔ اسرائیل سے نکل کر یہودا کے علاقے میں داخل ہوئے۔ آپ کا خادم یہاں بھی آپ کے ساتھ تھا۔ سرحدی علاقے کے انتہائی جنوب میں چلتے ہوئے وہ بیر سبع کے ریگستان تک پہنچ گئے۔ یہی وہ مقام تھا جہاں حضرت ہاجرہؑ، حضرت سارہؑ سے بھاگ کر بھٹکتی رہی تھیں۔

حضرت الیاس علیہ السلام اس دشت میں ایک دن تک چلتے رہے۔ اس مسافت کے بعد جھاؤ کا ایک درخت نظر آیا۔ اس پیڑ کو دیکھ کر نہ جانے کیوں تھکن آپ کے قدموں میں اتر آئی۔ شاید خدا یہی چاہتا تھا کہ وہ تھک کر اس پیڑ کے نیچے لیٹ جائیں۔ آپ اس پیڑ کے نیچے بیٹھ گئے اور اب تک کے واقعات پر نظر ڈالنے لگے۔ مایوسی نے ہاتھ پکڑ لیا۔ میری ہر کوشش کا جواب ناکامی سے دیا گیا ہے۔ اب میرے زندہ رہنے کا کیا فائدہ۔ میں جس کے بھلے کی سوچتا ہوں وہی مجھے قتل کرنے کی سوچتا ہے۔

''اب تو اے خداوند میری جان کو لے لے کیونکہ میں اپنے باپ دادا سے بہتر نہیں ہوسکتا۔''

آپ کی آنکھوں میں نیند بھرنے لگی جیسے کوئی چاہتا ہو کہ وہ سو جائیں۔ وہ اسی پیڑ کے نیچے پاؤں پھیلا کر سو گئے۔ نہ جانے کتنی دیر سوتے رہے پھر یوں لگا جیسے کوئی انہیں جھنجھوڑ رہا ہو پھر کسی کی آواز آئی۔ ''اٹھ اور کھا۔''

اس ویرانے میں کون ہے جو مجھے نام لے کر پکارتا ہے۔ آپ نے آنکھیں کھول دیں۔ وہاں کوئی بھی نہیں تھا، آپ اٹھ کر بیٹھ گئے۔ دیکھا کہ انگاروں پر پکی ہوئی ایک روٹی اور پانی کی صراحی سرہانے دھری ہے۔ اب کچھ سوچنے کی ضرورت نہیں تھی۔ غیب سے رزق دینے والے نے رزق دیا ہے۔ آپ نے خدا کا شکر ادا کیا اور روٹی کھالی۔ پانی پیا اور پھر لیٹ گئے۔

خدا کا فرشتہ دوبارہ پھر آیا اور انہیں جھنجھوڑا۔ ''اٹھ اور کھا کہ یہ سفر تیرے لیے بہت بڑا ہے۔'' آپ کی آنکھ پھر کھل گئی سرہانے روٹی رکھی تھی۔ آپ نے کھائی اور پانی پیا۔

اس مرتبہ یہ بشارت بھی مل گئی تھی کہ یہاں سے آگے سفر کرنا ہے۔ اس مرتبہ آپ لیٹے نہیں بلکہ سفر کے لیے آگے پاؤں بڑھا دیے۔

اس کھانے میں کچھ ایسی طاقت تھی کہ پھر بھوک لگی نہ پیاس۔ منزلوں پہ منزلیں مارتے رہے۔ چالیس دن اور چالیس رات چلنے کے بعد ''حورب'' کے پہاڑ تک پہنچ گئے۔

اسرائیلی روایات کے مطابق یہی وہ پہاڑ تھا جہاں خدا نے جھاڑی میں ظاہر ہو کر بنی اسرائیل کو آزاد کرانے کا کام حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سپرد کیا تھا۔ اسی پہاڑ کی ایک چٹان سے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے خدا کے حکم سے لاٹھی مار کر پانی نکالا تھا۔ اب حضرت الیاس علیہ السلام اپنے دشمنوں سے بچ کر یہاں تک آگئے تھے۔

آپ ابھی اس پہاڑ کا جائزہ لے رہے تھے کہ ایک غار نے آپ کو اپنی طرف بلایا۔ آپ اس غار میں گئے اور پتھر سے ٹیک لگا کر، آنکھیں بند کر کے مراقبے کی حالت میں بیٹھ گئے۔

ایک آواز نے آپ کو مخاطب کیا۔ ''اے الیاس تو یہاں کیا کرتا ہے؟''

آپ نے جواب دیا۔ ''خداوند لشکروں کے خدا کے لیے مجھے بڑی غیرت آئی کیونکہ بنی اسرائیل نے تیرے عہد کو

Marfat.com

ترک کیا اور تیرے مذبحوں کو ڈھادیا اور تیرے نبیوں کو تلوار سے قتل کیا اور ایک میں ہی اکیلا بچا ہوں۔ سو وہ میری جان لینے کے درپے ہیں۔''

آواز پھر آئی۔''باہر نکل اور پہاڑ پر خداوند کے حضور کھڑا ہو جا۔''

توریت کے مطابق ''ایک بڑی تند آندھی نے خداوند کے آگے پہاڑوں کو چیر ڈالا اور چٹانوں کے ٹکڑے کردیے پر خداوند آندھی میں نہیں تھا اور آندھی کے بعد زلزلہ آیا پر خداوند زلزلے میں نہیں تھا اور زلزلے کے بعد آگ آئی پر خداوند آگ میں بھی نہیں تھا اور آگ کے بعد ایک دبی ہوئی ہلکی آواز آئی۔''

اس آواز کو سن کر حضرت الیاس علیہ السلام نے اپنا منہ اپنی چادر میں چھپالیا اور غار کے منہ پر کھڑے ہوگئے۔

''اے الیاس تو یہاں کیا کرتا ہے؟''

آپؑ نے پھر وہی جواب دیا جو اس سے پہلے عرض کر چکے تھے۔''مجھے خداوند لشکروں کے خدا کے لیے بڑی غیرت آئی کیونکہ بنی اسرائیل نے تیرے عہد کو ترک کیا اور تیرے مذبحوں کو ڈھادیا اور تیرے نبیوں کو تلوار سے قتل کیا۔ ایک میں ہی اکیلا بچا ہوں سو وہ میری جان لینے کے درپے ہیں۔''

بے حوصلہ حضرت الیاس علیہ السلام کو خدا نے حوصلہ دیا۔''اسرائیل میں سات ہزار افراد اب بھی ایسے موجود ہیں جن کے سر بعل کے سامنے نہیں جھکے۔ تو اپنے راستے لوٹ کر دمشق کے بیابان کو جا اور جب تو وہاں پہنچے تو حزائیل کو مسح کر کے ''آرام'' کا بادشاہ ہو اور خمسی کے بیٹے کو مسح کر کے اسرائیل کا بادشاہ ہو اور الیشع (الیسع) بن سافط کو مسح کر کہ تیری جگہ نبی ہو اور ایسا ہوگا جو حزائیل کی تلوار سے بچ جائے گا اسے یاہو قتل کرے گا اور جو یاہو کی تلوار سے بچ رہے گا اسے الیسع قتل کر ڈالے گا۔''

سوکھے پودوں میں پانی پڑ گیا۔ حوصلے کو سہارا ملا۔ حضرت الیاس علیہ السلام پھر سے تازہ دم ہوگئے۔ اپنی مخصوص چال سے دمشق کی جانب چل دیے۔

☆......☆......☆

کھیتوں میں کام شروع ہو چکا تھا۔ بیلوں کی بارہ جوڑیاں ہل چلانے کے لیے استعمال کی جا رہی تھیں۔ ہل چلانے والا ہر آدمی دستور کے مطابق اپنے سامنے والے آدمی کے عقب میں ذرا دائیں ہاتھ کی جانب ہٹ کر ہل چلا رہا تھا۔ الیسعؑ سب سے آخر میں تھے اور وہ ہل کی ہتھی پر پورا وزن ڈال رہے تھے تاکہ ہل کا نوک دار حصہ زمین کو زیادہ گہرا کھود سکے۔ دن خوب نکل آیا تھا اور دھوپ پھیل گئی تھی۔ گویا اب کام ختم ہونے ہی والا تھا۔ کھیتوں میں کام کرنے والوں میں سے کسی کی نظر مغرب کی جانب ٹیلے کی طرف اٹھی اور وہ چیخ اٹھا۔''اگر میں غلطی پر نہیں ہوں تو وہ دیکھو ایلیا (الیائ) نبی آرہے ہیں۔ ان کے لمبے بال کھدر کی قبا اور چمڑے کا پٹکا۔ یہ خدایہ وہی ہیں۔''

کام کرنے والوں کے ہاتھ رک گئے تھے۔ اس لیے بھی کہ وہ نبی کو دیکھ رہے تھے اور اس لیے بھی کہ حضرت الیاس علیہ السلام عرصہ دراز سے غائب ہوگئے تھے۔ سب کو حیرت تھی کہ وہ کس مہم پر ہیں اور اب کیوں نمودار ہوگئے؟

وہ اسی طرف آرہے تھے اور وہ آگئے۔ ان کا رعب ایسا تھا کہ کام کرنے والے آگے بڑھنے کے بجائے پیچھے ہٹ گئے۔ صرف الیسعؑ نے جو اپنی جگہ کھڑے رہ گئے تھے یا ان میں اتنی سکت ہی نہیں رہ گئی تھی کہ پیچھے ہٹتے۔ حضرت الیاس علیہ السلام ان کے قریب آئے اور اپنی سفید اور کالی دھاریوں والی چادر ان کے شانوں پر پھیلا دی اور مڑ کر ٹیلے کی طرف واپس روانہ ہوگئے۔ اس چادر میں نہ جانے کیسا اثر تھا کہ الیسعؑ کچھ دیر تو بے حس و حرکت کھڑے رہے اور پھر دیوانہ وار آپؑ کی طرف لپکے، قریب پہنچے اور اپنے کندھے سے چادر کو اتارا اور بڑے احترام سے حضرت الیاس علیہ السلام کو واپس کر دی۔

Marfat.com

''میں حوراب کے ایک غار میں روپوش تھا کہ مجھے حکم ملا ابیل محولہ کے شہر جا اور الیسع کو مسح کر اور اپنا جانشین مقرر کر، اب تجھے میرے ساتھ رہنا ہوگا تا کہ تیری تربیت ہو۔''

''میں اب یوں بھی آپؑ کے بغیر نہیں رہ سکتا لیکن پہلے مجھے اپنے باپ اور اپنی ماں کو چوم لینے دیجیے پھر میں آپؑ کے ساتھ ہی رہوں گا۔''

حضرت الیاس علیہ السلام نے اسے گھر جانے کی اجازت دے دی اور یہ بھی بتا دیا کہ اگر آنا ہو تو فلاں مقام پر اس سے آ کر مل لے۔

حضرت الیسعؑ کے بلاوے کی خبر آن کی آن میں شہر بھر میں پھیل گئی۔ الیسعؑ گھر پہنچے تو ان کے عزیز و اقارب جمع ہو چکے تھے۔ الیسعؑ خود بھی یہی چاہتے تھے کہ عزیز و اقارب سے الوداعی ملاقات ہو جائے۔ انہوں نے اپنے بیلوں کی جوڑی کو ذبح کرنے کا حکم دیا تا کہ مہمانوں کی ضیافت ہو سکے۔ نبی کا جانشین ہونا اس گھرانے کے لیے باعث اعزاز تھا لیکن دکھ کا مقام بھی تھا کہ وہ سب سے جدا ہو رہے تھے خصوصاً ان کی والدہ غم کی تصویر بنی بیٹھی تھیں لیکن والد پرعزم تھے۔

''ہمارے بیٹے کا بلاوا خدا کی طرف سے ہے۔ جب خدا طلب کرے تو ہمیں فوراً پیروی کرنی چاہیے۔ خواہ ایسا کرنے میں کتنی ہی قربانی دینی پڑے۔''

رخصت کا وقت آ گیا تھا۔ حضرت الیسعؑ سفر کے لیے موزوں لباس میں تھے جو چمڑے کے پٹکے والی اونچی قبا اور ڈھیلے ڈھالے چوغے پر مشتمل تھا۔ کسی نے اس رخصت کو یادگار بنانے کے لیے زبور کا یہ نغمہ چھیڑ دیا تھا۔

میں اپنی آنکھیں پہاڑوں کی طرف اٹھاؤں گا
میری کمک کہاں سے آئے گی
میری کمک خداوند سے ہے
جس نے آسمان اور زمین کو بنایا
وہ تیرے پاؤں کو پھسلنے نہیں دے گا
تیرا محافظ اونگھنے کا نہیں
دیکھ اسرائیل کا محافظ
نہ اونگھے گا نہ سوئے گا
خداوند تیرا محافظ ہے

یہ نغمہ ختم ہوا تو اس کے والد آگے بڑھے اور اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھا دیے۔

''خداوند تجھے برکت بخشے اور تیری نگہبانی کرے۔ خداوند اپنے چہرے کا جلوہ تجھے دکھائے اور تجھ پر رحم کرے۔ خداوند کا چہرہ تجھ پر متوجہ ہو اور تجھے سلامتی بخشے۔''

دعا کے ان الفاظ کے بعد حضرت الیسعؑ کی پیشانی کو بوسہ دیا اور رخصت ہو گئے۔ کچھ دیر سب کو نظر آئے پھر اوجھل ہو گئے۔ اب انہیں حضرت الیاس علیہ السلام کی رفاقت میں رہنا تھا۔ اس نبی کی رفاقت میں جن کے ساتھ رہنا لوگوں کے مطابق ایسا ہی تھا جیسا آتش فشاں پہاڑ کے دامن میں دن گزارنا۔

☆......☆......☆

اسرائیلی بادشاہ اخی اب نے ہمسایہ مملکتوں کے ساتھ پرامن تعلقات قائم کر لیے تھے لیکن قحط سالی کے بعد ملک اتنا کمزور ہو گیا تھا کہ ارام کے بادشاہ بن ہدد نے اسرائیل کی ابھرتی ہوئی سلطنت پر حملہ کر دیا۔ اسے بتیس باج گزار حکمرانوں کی حمایت حاصل ہوئی۔

Marfat.com

شاہ اخی اب اس وقت یزرعیل میں تھا اور جنگ کے لیے قطعی تیار نہیں تھا۔ اس نے مزاحمت کی قطعی کوشش نہیں کی بلکہ سارے خزانے اور قیمتی اشیا سمیٹ کر سامریہ میں پناہ لے لی اور شہر کے پھاٹک بند کردیے گئے۔ بن ہدو نے محاصرہ کرلیا اور ایک قاصد کو شہر کے اندر بھیجا اور کہلوایا۔ ''تیری چاندی اور تیرا سونا میرا ہے۔ تیری بیویوں اور لڑکوں میں جو سب سے خوبصورت ہیں وہ میرے ہیں۔''

شاہ اخی اب اتنا ڈرا ہوا تھا کہ اس نے یہ شرائط مان لیں اور کہلا بھیجا۔ ''تیرے کہنے کے مطابق میں اور جو کچھ میرا ہے اب تیرا ہے۔''

ارامی بادشاہ بن ہدو نے اس کی اس بزدلی پر مزید مطالبہ کردیا۔ قاصد پھر آیا اور یہ پیغام لایا۔ ''بن ہدو یوں فرماتا ہے کہ میں نے تجھے کہلا بھیجا تھا کہ تو اپنی چاندی اور سونا اور اپنی بیویوں اور لڑکے میرے حوالے کردے لیکن اب میں کل اسی وقت اپنے خادموں کو تیرے پاس بھیجوں گا۔ سو وہ تیرے گھر اور تیرے خادموں کے گھروں کی تلاشی لیں گے اور جو کچھ تیری نگاہ میں نفیس ہوگا وہ اسے اپنے قبضے میں کر کے لے آئیں گے۔''

یہ شرط اخی اب کے لیے نہایت شرمناک تھی۔ اس نے شہر کے چند بزرگوں کو بلوایا اور ان سے مشورہ کیا۔ سب نے یک زبان ہوکر کہا کہ بادشاہ کو یہ مطالبہ نہیں ماننا چاہیے اور بزدلی پر لڑنے کو ترجیح دی جائے۔ اخی اب نے کہلا بھیجا کہ میں اپنے قول پر قائم ہوں اور اپنے مطالبے کو جیسا کہ پہلے کہہ چکا ہوں پورا کروں گا لیکن دوسرے مطالبات کے سلسلے میں مجھے معذور سمجھا جائے۔

اس جواب سے بن ہدو کا طیش میں آنا لازمی تھا۔ اس نے پیغام بھیجا کہ وہ سامریہ کی اینٹ سے اینٹ بجادے گا۔

اب حالات سنجیدہ ہوگئے تھے۔ جنگ سر پر کھڑی تھی۔ اخی اب ابھی تک گھبرایا ہوا تھا کہ انبیازادوں میں سے ایک اخی اب کے پاس آیا اور اسے بشارت دی کہ اس جنگ میں فتح اس کی ہوگی۔

''کس کے وسیلے سے؟'' اخی اب نے پوچھا۔

''صوبوں کے سرداروں کے وسیلے سے۔''

انبیازادے وہ کہلاتے تھے جو حضرت الیاس علیہ السلام کے تربیت یافتہ تھے اور ملک میں ادھر ادھر پھیلے ہوئے تھے۔

اخی اب نے صوبوں کے سرداروں کے جوانوں کو ہتھیاروں سے لیس کیا اور ارامیوں کے کیمپ میں بھیج دیا۔ ارامی اس وقت اپنے کیمپوں میں ہتھیار کھولے، شراب کے نشے میں بدمست پڑے تھے۔ انہیں گمان بھی نہیں تھا کہ نہ نرسنگے پھونکے جائیں گے نہ نقاروں پر چوٹ پڑے گی اور جنگ چھڑ جائے گی۔ ارامی کیمپ چھوڑ کر بھاگنے لگے۔ تھوڑی دیر بعد ہی اخی اب نے اپنی فوج کو بھی روانہ کردیا جس نے پورے ارامی لشکر کو اپنی سرحدوں سے باہر بھگا دیا۔

اس فتح کے بعد اخی اب جشن فتح میں مشغول تھا کہ وہ نبی جس نے اخی اب کو فتح کی بشارت دی تھی ایک مرتبہ پھر اس کے پاس آیا۔

''جا اپنے کو مضبوط کر اور جو کچھ تو کرے اسے غور سے دیکھ لینا کیونکہ اگلے سال شاہ ارام پھر تجھ پر چڑھائی کرے گا۔''

یہ ایسی خبر نہیں تھی کہ اخی اب کو اطمینان ہوجاتا۔ کیا اب وہ جنگوں ہی سے الجھا رہے گا؟ اسے اس وقت شدت سے حضرت الیاس علیہ السلام کی یاد آرہی تھی۔ ان کی پیش گوئیاں بالکل درست ثابت ہو رہی تھیں۔ ان کی دعا میں تاثیر ہے لیکن وہ اس وقت نہ جانے کہاں روپوش ہیں۔ ان کے شاگرد ہیں جن پر مجھے قطعی بھروسہ نہیں۔ وہ اکثر میرے خلاف ہی خبریں دیتے ہیں۔ الیاس اگر ہوتے تو ممکن ہے اس جنگ کو ٹال دیتے۔

انبیازادے کی پیش گوئی درست ثابت ہوئی اور اگلے سال بن ہدو اور اخی اب ایک مرتبہ پھر مدمقابل ہوگئے۔ سات

Marfat.com

دن تک خیمہ زن رہے اور پھر جنگ چھڑ گئی۔ دن بھر کی لڑائی میں ارامیوں کے ایک لاکھ پیادے قتل کر دیے گئے اور باقی جو ستائیس ہزار رہ گئے تھے شہر کے اندر بھاگ گئے۔ یہاں ایک دیوار ان کے اوپر گری اور وہ سب کے سب ہلاک ہو گئے ارامی بادشاہ بن ہدد شہر کے اندر ایک اندرونی کوٹھری میں گھس گیا۔ یہاں وہ کب تک چھپا رہ سکتا تھا۔ اس کی فوج پسپا ہو گئی تھی اور اسے یقین تھا کہ اخی اب یلغار کرتا ہوا آئے گا پھر اسے بچانے والا کون ہو گا۔

بن ہدد کو بچنے کی کوئی امید باقی نہیں رہ گئی تھی۔ اس نے اپنے دو خادموں کو جو اس کے ساتھ چھپے ہوئے تھے اپنے پاس بلایا اور کہا۔

''دیکھو تم دونوں اپنی کمروں پر ٹاٹ لپیٹ لو اور سروں پر رسیاں باندھ لو اور شاہ اسرائیل کے حضور پہنچ کر میری جان کی بخشش چاہو۔ شاید وہ مجھے بخشش دے ورنہ موت تو سامنے کھڑی ہے۔

وہ دونوں خادم کوٹھری سے باہر نکلے۔ اخی اب کی فوجیں چاروں طرف پھیلی ہوئی تھیں۔ اخی اب اپنے رتھ پر سوار ابھی ابھی شہر میں داخل ہوا تھا کہ یہ دونوں خادم اس کے سامنے پہنچ گئے۔

''اے شاہ اسرائیل! ہم دونوں بن ہدد کے خادم ہیں۔''

''بن ہدد کہاں ہے؟''

''آپ کے فوجیوں کی تلواروں سے خوف زدہ ہو کر چھپ گیا ہے اور یوں عرض کرتا ہے کہ مہربانی کر کے مجھے جینے دیں۔''

''کیا وہ زندہ ہے؟ جاؤ اسے لے آؤ۔''

خادم فوراً بن ہدد کو کوٹھری سے نکال لائے۔ اخی اب کمال مہربانی سے ملا اور اسے اپنے رتھ پر سوار کر لیا۔

''جن شہروں کو میرے باپ نے تیرے باپ سے لیا تھا میں ان کو پھیر دوں گا اور تو اپنے لیے دمشق میں سڑکیں بنوا لینا جیسے میرے باپ نے سامریہ میں بنوائیں۔''

کچھ اور شرائط طے کر کے اخی اب نے اس سے صلح کر لی اور جانے دیا۔

اخی اب اس بڑی فتح کے بعد لوٹ رہا تھا کہ انبیا زادوں میں سے ایک اسے ملا۔ وہ اس سے خوش نظر نہ آتا تھا۔ وہ اس کے رتھ کے ساتھ ساتھ دوڑ رہا تھا۔

''خداوند یوں فرماتا ہے کہ تو نے اپنے ہاتھ سے ایک ایسے شخص کو نکل جانے دیا جسے میں نے واجب القتل ٹھہرایا تھا۔ سو تجھے اس کی جان کے بدلے اپنی جان اور اس کے لوگوں کے بدلے اپنے لوگ دینے پڑیں گے۔''

''یہ تو کیا کہتا ہے؟'' اخی اب نے رتھ کو ٹھہرا لیا۔

''وہی جو تیرا مقدر ہو گیا۔''

''ایزبل نے اسی لیے تم میں سے بہت سوں کو قیدی بنا لیا ہے کہ تم لوگ بدشگونی کرتے ہو۔''

''اے اخی اب تو یہ کیوں چاہتا ہے کہ ہر خبر تیرے حق میں ہو۔''

''اس لیے کہ بعل کے پجاری ہمیشہ میرے حق میں بولتے ہیں اور حوصلہ دلاتے ہیں۔''

''اسی لیے تو وہ جھوٹے ہیں۔''

''جو تو کہہ رہا ہے اس میں کیا سچائی ہے؟''

''اگر کوئی فوجی نافرمانی کرے تو اسے زندہ رہنے کا حق نہیں رہتا چنانچہ اسرائیل کے بادشاہ کا کیا حشر ہو گا کیونکہ فتح کے بعد اس نے اپنا فرض پورا نہیں کیا۔ کیا تجھے یاد نہیں، جنگ سے پہلے بھی ایک نبی تیرے پاس آیا تھا اور اس نے کہا تھا، ارامی یہ کہتے ہیں کہ خداوند پہاڑیوں کا خدا ہے، وادیوں کا نہیں، لہٰذا میں سارے ہجوم کو تیرے ہاتھ میں کر دوں گا تاکہ

Marfat.com

انہیں معلوم ہو جائے خداوند ہر جگہ ہوتا ہے اور تیرے ہاتھوں اسے سزا ملے گی۔"

"ہاں یاد ہے۔"

"پھر تو نے خدا کے اس دشمن کو کیا سزا دی۔ اپنے علاقے واپس لینے کے لیے، محض دنیاوی فائدے کے لیے تو نے اس کی جان بخش دی۔ اس وقت تجھے کوئی نبی یاد نہیں آیا جس سے تو پوچھ سکتا۔"

"اب میرے ساتھ کیا ہوگا؟"

"خداوند کا فیصلہ بدل جائے تو میں کہہ نہیں سکتا۔ ابھی تک تو یہی فیصلہ ہے۔"

اخی اب بڑی دیر تک اس کو جاتے ہوئے دیکھتا رہا پھر اس نے کوچوان سے کہا، رتھ آگے بڑھائے۔ اخی اب سامریہ کی طرف جا رہا تھا جہاں اسے فتح کا جشن منانا تھا لیکن اب وہ اداس ہو گیا تھا۔ اتنی بڑی فتح اس کے لیے ناخوشگوار ہو گئی تھی۔

ایزبل اس کے استقبال کی تیاریوں میں مصروف تھی کہ اس کے آنے کی خبر گونجی، وہ جھروکے سے اس کے رتھ کو محل کی طرف آتے ہوئے دیکھ رہی تھی۔ پھر وہ محل میں داخل ہوا۔ ایزبل نے دیکھا اس کا چہرہ خوشی کے جذبات سے عاری ہے اور جلد ہی اس کی وجہ بھی معلوم ہو گئی۔ اس نے راستے میں ملنے والے نبی کی گفتگو ایزبل کو سنا دی۔

"اسی لیے میں ان نبی زادوں سے متنفر ہوں۔ یہ ہمیشہ بدگوئی کرتے ہیں۔ اسی لیے میں نے سامریہ کو ان سے خالی کرا دیا ہے اور اب یہ صحراؤں میں بھٹکتے پھر رہے ہیں۔ ایلیا (الیاسؑ) مجھ سے بچ کر نکل گیا۔ آپ فکر نہ کریں بعل کے نبی آپ کے حق میں دعا کریں گے۔ اس بددعا کو دعا میں تبدیل کر دیں گے۔"

ایزبل کی تسلیوں نے بادشاہ کو پھر مطمئن کر دیا۔

اخی اب ایک مرتبہ پھر موسم گرما کے دارالسلطنت یزرعیل میں تھا۔ وہ جب یہاں آتا تھا شہر کی رونق دوبالا ہو جاتی تھی۔ وہ سیر کے لیے نکلتا تھا تو لوگوں کو اپنے بادشاہ کو دیکھنے کا موقع بھی مل جاتا تھا لیکن اس مرتبہ جب سے یہاں آیا تھا ایک مرتبہ بھی محل سے باہر نہیں نکلا تھا۔ شہر میں طرح طرح کی چہ میگوئیاں ہو رہی تھیں لیکن کسی پر حال نہیں کھلتا تھا۔

اسی شہر کے ایک گھر میں، جب کہ رات کا کھانا کھایا جا چکا تھا۔ ایک بیٹا اپنے باپ کو سمجھا رہا تھا۔

"اگر بادشاہ آپ کا تاکستان خریدنا چاہتا ہے اور بضد ہے تو میرے خیال میں آپ کو ایسا کر لینا چاہیے۔ آپ تاکستان کی خاطر اپنی جان کیوں خطرے میں ڈالتے ہیں۔ وہ آخر بادشاہ ہے زبردستی بھی قبضہ کر سکتا ہے اور میرے خیال میں ہمیں اس تاکستان کی ایسی ضرورت بھی نہیں۔"

"تمہارا خیال ہے، میں اپنی جان خطرے میں ڈال رہا ہوں؟" باپ نے کہا۔

"بالکل۔ بادشاہ جس چیز کو چاہتا ہے حاصل کر لیتا ہے اور اگر اس معاملے کو ملکہ نے اپنی انا کا مسئلہ بنا لیا تو پھر ہمیں نقصان کے سوا کچھ نہ ملے گا۔"

"یہ تاکستان میرے اجداد کی نشانی ہے۔ میں اسے ہرگز نہیں بیچوں گا۔ میں قانون کا سہارا لوں گا۔"

"بادشاہوں کے آگے قانون کی نہیں چلتی۔ آپ بادشاہ کی بات مان لیں۔"

"ہرگز نہیں۔ تم اپنا کام کرو مجھے اپنا کام کرنے دو۔"

یہ چھوٹا سا گھرانا جہاں یہ باتیں ہو رہی تھیں نبوت نامی یزرعیلی کا تھا۔ نبوت کے بزرگوں کا چھوڑا ہوا انگوروں کا ایک باغ تھا جو بادشاہ کے محل سے لگا ہوا تھا۔ بادشاہ کو یہ باغ پسند آ گیا۔ اس نے نبوت سے کہا یہ باغ (تاکستان) مجھے دے دو کہ میں اسے ترکاری کا باغ بناؤں۔ میں تجھ کو اس سے بہتر باغ بنا دوں گا۔ تو چاہے تو نقد قیمت لے لے۔ نبوت نے انکار کر دیا۔

Marfat.com

''خداوند، مجھ سے ایسا نہ کرائے کہ میں تجھ کو اپنے باپ دادا کی میراث دے دوں۔''

پھر دوسرے دن وہی ہوا جس کا خدشہ نبوت کے بیٹے نے ظاہر کیا تھا۔ ایزبل جو سامریہ میں تھی وہ بھی یزرعیل پہنچ گئی۔ وہ یہاں آئی تو اس نے اخی اب کو عجیب حال میں دیکھا۔ وہ عبدیاہ (وزیر) پر برس پڑی۔

''تم اپنے عیش وعشرت میں پڑے رہتے ہو۔ تمہیں خبر ہی نہیں۔ یہ اگر تمہارے بقول کل سے نہ کچھ کھا رہے ہیں نہ پی رہے ہیں تو تم نے اس کی وجہ پوچھی؟''

''مجھے پوچھنے کی ضرورت ہی نہیں تھی ملکہ عالی۔ مجھے تو معلوم ہے۔''

''جب معلوم ہے تو اس کا کوئی علاج کیا؟''

''یہ جو کچھ طلب کر رہے ہیں وہ میرے اختیار میں نہیں۔''

''ایسی کیا چیز ہے جو اسرائیل کے بادشاہ کو نہیں مل سکتی۔''

عبدیاہ نے پورا معاملہ ملکہ کے گوش گزار کر دیا۔ ملکہ نے توجہ کے ساتھ پورا واقعہ سنا اور قہقہہ مار کر ہنس پڑی۔

''بس اتنی سی بات کے لیے تم اور تمہارا بادشاہ دونوں پریشان ہیں۔ ایک شہری کی کیا مجال کہ بادشاہ کسی چیز کو طلب کرے اور وہ دینے سے انکار کر دے۔''

''ہر کوشش کر کے دیکھ لی۔ زبردستی کریں گے تو تمام اسرائیلی اس کے حق میں اٹھ کھڑے ہوں گے۔''

''زبردستی کی ضرورت نہیں۔ جو کام طاقت سے نہ ہو اس کے لیے تدبیر کی ضرورت ہوتی ہے۔ اب یہ مجھ پر چھوڑ و۔ اب دیکھو میں کیا کرتی ہوں۔''

وہ اخی اب کے پاس پہنچی اور تسلی کے لفظوں سے اسے بہلانا چاہا لیکن وہ ایسا دل شکستہ تھا کہ کسی صورت ماننے کو تیار نہیں تھا۔ وہ اس وقت کسی بچے کی طرح مچل رہا تھا۔

''آپ کو یزرعیلی نبوت کا تاکستان چاہیے ہے نا؟''

''ہاں اب یہ میری انا کا مسئلہ بن گیا ہے۔ میری رعایا کا ایک معمولی سا آدمی مجھے جھڑک دے یہ مجھ سے کیسے برداشت ہو سکتا ہے۔''

''تاکستان میں آپ کو دلاؤں گی۔''

''زبردستی تو میں بھی کر سکتا تھا۔''

''میں عقل سے کام لوں گی تلوار سے نہیں۔ آپ یہ مجھ پر چھوڑ دیں اور میرے ساتھ دسترخوان پر چلیں۔'' اخی اب مان گیا اور اپنا سوگ اتار دیا۔

ایزبل نے اخی اب کے نام سے خط لکھے اور اس پر اخی اب کی شاہی مہر لگا کر ان بزرگوں اور امیروں کے پاس روانہ کیے جو نبوت کے شہر میں تھے اور اس کے پڑوس میں رہتے تھے۔ ان خطوط میں یہ لکھا گیا تھا کہ نبوت نے خدا اور بادشاہ پر لعنت کی ہے۔

اگلی صبح شہر میں ڈھنڈورا پیٹا جا رہا تھا کہ شاہی حکم ہے، جو جس حال میں ہے، اپنا کام کاج چھوڑ کر شہر کے پھاٹک پر پہنچ جائے۔

شاہی سپاہی نبوت کے گھر پہنچ گئے کہ تمام گھر والے شہر کے پھاٹک پر چلیں۔

پھاٹک کے باہر کھلے میدان میں عوام قطار در قطار کھڑے تھے۔ شہر کے قاضی پتھر کے چبوتروں پر براجمان تھے۔ نبوت وہاں پہنچا تو سب سے امتیازی جگہ پر اسے بٹھا دیا گیا۔ امتیازی ان معنی میں کہ وہ دور سے، سب کو صاف نظر آ رہا تھا۔

Marfat.com

نبوت کے خلاف الزام پڑھ کر سنایا گیا۔''نبوت نے خدا اور بادشاہ کے خلاف کفر کیا ہے۔''

اس الزام کے ساتھ ہی دو گواہ سامنے آئے جنہوں نے تصدیق کی کہ یہ الزام درست ہے اور وہ اس کے گواہ ہیں۔
پہلے الزام کی یہ سزا یہ تھی کہ سنگسار کیا جائے دوسرے کے لیے جائداد کا ضبط کیا جانا تھا۔

چالاک ایزبل نے نبوت کو دونوں سزاؤں کا مستحق قرار دے دیا تھا اور غالباً انتظامات پہلے ہی مکمل کر لیے گئے تھے۔
الزام ثابت ہوتے ہی اسے بلند جگہ سے گھسیٹ لیا گیا۔ وہ بے چارہ زمین پر گر گیا اور پھر گرا ہی رہا کیونکہ چاروں طرف سے پتھر اس پر برسنے لگے اور دیکھتے ہی دیکھتے اس کا خون چاروں طرف پھیل گیا۔ بھیڑ چھٹ گئی۔ چند کتے آئے اور اس کا لہو چاٹنے لگے۔

جب ایزبل نے سنا کہ نبوت سنگسار کر دیا گیا تو اس نے اخی اب سے کہا، اٹھ یزرعیلی نبوت کے تاکستان پر قبضہ کر۔ جسے اس نے قیمت پر بھی تجھے دینے سے انکار کیا تھا کیونکہ نبوت جیتا نہیں بلکہ مر گیا ہے۔

دوسرے دن اخی اب چند سپاہیوں کے ساتھ تاکستان گیا۔ اس کے پاؤں زمین پر نہیں ٹک رہے تھے جو اس نے چاہا تھا وہ اسے مل گیا تھا۔

محل کی طرف سے آنے والی سڑک پر شاہی رتھ نیچے اتر رہا تھا۔ پھر وہ تاکستان کے پھاٹک پر آ کر رک گیا۔ بادشاہ کو دیکھنے کے لیے لوگ جمع ہونے لگے تھے اور رتھ کے ساتھ ساتھ چلنے والے سپاہی انہیں دور ہٹانے کی کوشش کر رہے تھے۔ ہجوم سے کسی نے لوگوں کی توجہ کھیتوں کی طرف مبذول کی۔ ایک شخص تنہا چلا آ رہا تھا جس کا چوغہ اس طرح ہوا میں اڑ رہا تھا جیسے وہ شخص غبارے میں بیٹھا ہو۔

''وہ دیکھو ایلیا (الیاسؑ)'' کسی نے پکارا اور پھر سینکڑوں آوازیں اس کی تائید کرنے لگیں۔

دیکھتے دیکھتے وہ شخص تاکستان کے قریب آ گیا۔ ہجوم نے خود بخود اسے راستہ دے دیا۔ وہ پھاٹک کے اندر گیا۔ بادشاہ کی نظر بھی اس پر پڑ چکی تھی۔

''اے میرے دشمن، کیا میں تجھے مل گیا؟''

''تو مجھے مل گیا۔ اس لیے کہ تو نے خداوندی کے حضور بدی کرنے کے لیے اپنے آپ کو بیچ ڈالا ہے۔ تو نے جان بھی لی اور قبضہ بھی کر لیا۔'' تاکستان میں سناٹا چھا گیا تھا۔ صرف حضرت الیاس علیہ السلام کی آواز گونج رہی تھی۔ ''خداوند فرماتا ہے کہ اس جگہ جہاں کتوں نے نبوت کا لہو چاٹا تھا، کتے تیرے لہو کو بھی چاٹیں گے اور خداوند فرماتا ہے، میں تجھ پر بلا نازل کروں گا اور تیری پوری صفائی کروں گا۔ اخی اب کی نسل کے ہر ایک لڑکے یعنی ہر ایک ایک کو جو اسرائیل میں بند ہے اور اسے جو آزاد چھوٹا ہوا ہے کاٹ ڈالوں گا۔''

''یہ سب تدبیر تو ایزبل کی تھی۔'' اخی اب نے ڈرتے ڈرتے کہا۔

''یزرعیل کی فصیل کے پاس کتے ایزبل کو کھائیں گے۔ اخی اب کا جو کوئی شہر میں مرے گا اسے ہوا کے پرندے چٹ کر جائیں گے۔''

وسیع و عریض تاکستان کے ماحول میں یہ باتیں اس قدر دہشت انگیز تھیں اور جرم ابھی تازہ تھا۔ اخی اب ایسا خوف زدہ ہوا کہ خدا کے حضور تائب اور خاکسار ظاہر کرنے کے لیے اس نے اپنا چوغہ اتارا اور اسے پھاڑ کر زمین پر پھینک دیا۔ اب وہ سب دیکھنے والوں کے سامنے فقط اپنی لمبی قبا میں کھڑا تھا۔ پھر اس نے مٹھی بھر مٹی اٹھائی اور اپنے سر کو خاک آلود کر لیا۔

توریت میں ہے۔''جب اخی اب نے یہ باتیں سنیں تو اپنے کپڑے پھاڑے اور اپنے تن پر ٹاٹ ڈالا اور روزہ رکھا اور ٹاٹ ہی میں لیٹنے اور دبے پاؤں چلنے لگا۔''

Marfat.com

حضرت الیاس علیہ السلام کو وحی کے ذریعے اطلاع دی گئی۔ ''تو دیکھتا ہے کہ اخی اب میرے حضور کیسا خاکسار بن گیا ہے۔ پس چونکہ وہ میرے حضور خاکسار بن گیا ہے اس لیے میں اس کی حیات میں یہ بلا نازل نہیں کروں گا بلکہ اس کے بیٹے کے ایام میں اس کے گھرانے پر یہ بلا نازل کروں گا۔''

تین سال گزر گئے۔ کوئی قابل ذکر واقعہ پیش نہیں آیا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا اسرائیل کے دشمن جنگ و جدل سے دست بردار ہو چکے ہیں۔ حضرت الیاس علیہ السلام کہیں روپوش ہو چکے تھے۔

خداوند نے وعدہ کیا تھا کہ اخی اب نے خاکساری اختیار کر لی ہے اس لیے اس کی حیات تک یہ خاندان محفوظ رہے گا لیکن اس کی وفات کے بعد بلا نازل ہوگی۔ اخی اب کے انجام کا موقع بہرحال نکل آیا۔ اسرائیلیوں نے یہ منظر بڑی حیرت سے دیکھا کہ شاہ یہوداہ یہوسفط، شاہی جلوس کے ساتھ اخی اب سے ملاقات کے لیے سامریہ کی سڑک سے گزر رہا ہے۔ جلد ہی یہ بات سامنے آ گئی کہ اس ملاقات کی اصل وجہ یہ ہے کہ دونوں بادشاہ اکٹھے ہو کر شاہ ارم ہدو سے جنگ کرنے کا عزم رکھتے ہیں۔

''رامات اور جلعاد ہمارا ہے۔ ہماری کمزوری ہے کہ ہم اسے شاہ ارام سے چھین نہیں لیتے۔ اگر تو ہمارا ساتھ دے تو یہ کام بخوبی ہو سکتا ہے۔'' شاہ اسرائیل نے شاہ یہوداہ سے کہا۔

''میں ایسا ہوں جیسا تو۔ میرے لوگ ایسے جیسے تیرے لوگ اور میرے گھوڑے ایسے ہیں جیسے تیرے گھوڑے لیکن یہ بھی ضروری ہے کہ خدا کی مرضی بھی تو دریافت کر لے۔'' شاہ یہوداہ نے جواب دیا۔

شاہ اسرائیل اخی اب نے توریت کے مطابق نبیوں کو جو چار سو آدمی تھے اکٹھا کیا اور ان سے پوچھا۔ ''میں لڑنے جاؤں یا باز رہوں۔''

ان سب نے یک زبان ہو کر کہا۔ ''جا کیونکہ خداوند اسے بادشاہ کے قبضے میں کر دے گا۔''

شاہ یہوداہ ان نبیوں سے متفق و مطمئن نظر نہیں آتا تھا۔ اس نے کہا۔ ''ان کو چھوڑ کر یہاں خداوند کا کوئی نبی نہیں ہے تاکہ ہم ان سے پوچھیں؟''

شاہ اسرائیل نے یہوسفط سے کہا۔ ''ایک شخص املہ کا بیٹا میکایاہ ہے تو سہی جس کے ذریعے سے ہم خداوند سے پوچھ سکتے ہیں لیکن مجھے اس سے نفرت ہے کیونکہ میرے حق میں وہ کبھی نہیں بدلا۔ ہمیشہ بدی کی پیش گوئی کرتا ہے۔''

''پھر بھی تو اسے بلا۔''

اخی اب نے میکایاہ کو قید میں ڈالا ہوا تھا۔ جب شاہ یہوداہ نے زور دیا تو اس نے داروغہ جیل کو حکم دیا کہ وہ میکایاہ کو جیل سے نکال کر کچھ دیر کے لیے یہاں لے آئے۔

دونوں بادشاہ سامریہ کے پھاٹک کے سامنے ایک کھلی جگہ اپنے اپنے تخت پر شاہانہ لباس پہنے ہوئے بیٹھے تھے اور سب نبی ان کے حضور پیش گوئیاں کر رہے تھے کہ میکایاہ کو بھی سخت پہرے میں لایا گیا۔

''میکایاہ، ہم رامات جلعاد سے لڑنے جائیں یا باز رہیں؟'' شاہ اسرائیل نے پوچھا۔

''میں نے سارے اسرائیل کو ان بھیڑوں کے مانند جن کو چوپان نہ ہو پہاڑوں پر پراگندہ دیکھا ہے۔'' میکایاہ نے بے خوفی سے کہا۔ ''ان کا کوئی مالک نہیں کہ وہ اپنے اپنے گھر سلامت لوٹ جائیں۔''

''میرے نبی تو کچھ اور کہتے ہیں۔'' اخی اب نے کہا۔

''خداوند نے تیرے ان سب نبیوں کے منہ میں جھوٹ بولنے والی روح ڈالی ہے اور خداوند نے تیرے حق میں بدی کا حکم دیا ہے۔''

میکایاہ نے صاف لفظوں میں کہہ دیا تھا کہ اس جنگ میں اسرائیلیوں کی سخت تباہی ہوگی۔ انہیں ہزیمت اٹھانی پڑے

Marfat.com

گی اور بادشاہ اپنے انجام کو پہنچے گا لیکن اخی اب نے اس بات کو جھٹلا دیا کیونکہ خدا کی طرف سے اس کا انجام طے ہو چکا تھا۔

جنگ کرنے کی حکمت عملی طے ہونے لگی تو اخی اب نے یہ تجویز پیش کی کہ میں بھیس بدل کر لڑائی میں جاؤں گا تا کہ میکایاہ کی بات پوری نہ ہو سکے۔ دشمن کو مجھے ڈھونڈنے اور قتل کرنے میں دھوکا ہو۔ مزید احتیاط یہ کی کہ دونوں نے اپنے رتھ بھی بدل لیے۔

ادھر شاہ ارام نے اپنے تمام سرداروں کو حکم دیا تھا کہ کسی چھوٹے یا بڑے سے نہ لڑنا سوائے شاہ اسرائیل کے۔

نیچے وادی میں دونوں فوجیں برسرِ پیکار تھیں اور پہاڑی پر ارامی فوج کے پیچھے رامات جلعاد کا فصیل دار شہر کھڑا تھا۔

بن ہدد کے سپاہی اخی اب کا رتھ ڈھونڈتے پھر رہے تھے۔ پھر انہیں وہ رتھ نظر آ گیا۔ وہ اس رتھ کا تعاقب کرتے رہے اور آخر کار اسے جالیا لیکن یہ دیکھ کر انہیں مایوسی ہوئی کہ اس پر شاہ یہوسفط سوار ہے۔

اخی اب عام سپاہی کے بھیس میں رتھ سواروں کے دستے میں شامل تھا۔ اپنی دانست میں اپنی شناخت مٹا دی تھی لیکن نبیوں کا کہنا پورا ہونا تھا۔ ایک تیر اتفاقیہ طور پر اس کے لگا اور وہ زخمی ہو گیا۔ اس نے اپنے سارتھی (رتھ بان) سے کہا کہ باگ پھیر کر مجھے لشکر سے باہر لے چل کیونکہ میں زخمی ہو گیا ہوں۔

پورے دن یہ موقع ہی نہ مل سکا کہ رتھ کو بھگایا جاتا۔ بادشاہ کو اس کے رتھ ہی میں ارامیوں کے مقابل سنبھالے رکھا گیا اور وہ شام کو مر گیا اور اس کا خون رتھ کے پائیدان میں بھر گیا۔

آفتاب غروب ہونے تک لشکر میں اس کی موت کی پکار ہو گئی۔ اسرائیلی ان بھیڑوں کی طرح تتر بتر ہو گئے جن کا کوئی چوپان نہ ہو۔

اخی اب کا رتھ شمال مغرب کی طرف جا رہا تھا۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ اسے ایزبل کے پاس یزرعیل لے جایا جا رہا تھا۔ رتھ کا نچلا حصہ خون میں لت پت تھا۔ شاہی لاش رتھ سے نکال کر محل میں لے جائی گئی اور خون سے لت پت رتھ کو کتے چاٹ رہے تھے۔ یہ وہی مقام تھا جہاں نبوت کے خون کو کتوں نے چاٹا تھا۔ حضرت الیاس علیہ السلام کا کہا پورا ہوا۔

اخی اب کی لاش کو غسل دے کر تیار کر دیا گیا۔ پھر اسے شاہی اعزاز کے ساتھ سامریہ لے جایا گیا جہاں اسے دفن کر دیا گیا۔

اخی اب کا بیٹا اخزیاہ اسرائیل کے تخت پر بیٹھا تو یہ امید کی جاسکتی تھی کہ کوئی تبدیلی عمل میں آئے گی لیکن اخزیاہ نے اپنی ماں اور باپ ہی کا راستہ اختیار کیا۔ بعل کی پرستش اور اسی کو سجدہ کرتا رہا۔

ایزبل نے اسے یقین دلایا تھا کہ اس کے باپ کے ساتھ جو کچھ ہوا ہے ایلیا نبی کی بددعاؤں کی وجہ سے ہوا ہے لہٰذا اس نے تخت پر بیٹھے ہی حضرت الیاس علیہ السلام کی تلاش شروع کر دی۔ اردگرد جتنے علاقے تھے اور جن سے اس کے دوستانہ مراسم تھے وہاں بھی اس نے کہلا بھیجا تھا کہ اس حلیے کا آدمی بھی جہاں بھی نظر آئے فوراً گرفتار کر کے اس کے پاس بھیجا جائے۔

اخزیاہ ایسی شدومد کے ساتھ حضرت الیاس علیہ السلام کو تلاش کر رہا تھا کہ حیرت ہوتی تھی۔ اس کے دل میں اخی اب سے بھی زیادہ نفرت چھپی ہوئی تھی جس کا اظہار بار بار وہ کرتا بھی رہتا تھا۔

اخی اب دنیا سے جا چکا تھا۔ خدا کا فرمان یہی تھا کہ وہ اخی اب کے دنیا سے اٹھ جانے کے بعد اس خاندان پر بلا نازل کرے گا اس کا اظہار حضرت الیاس علیہ السلام کر بھی چکے تھے لہٰذا اس کے سامان پورے ہونا شروع ہو گئے تھے۔

اخزیاہ کو حکومت کے مزے لوٹتے ہوئے ابھی ایک سال بھی نہیں ہوا تھا کہ ایک روز وہ بالا خانے پر گیا۔ ایک جھلملی دار کھڑکی سے لگا باہر کے نظاروں سے لطف اندوز ہو رہا تھا کہ پاؤں پھسلا اور گر پڑا۔

Marfat.com

اس کے زخم معمولی سے تھے لیکن عجیب بات تھی کہ کسی طرح ٹھیک ہونے میں نہیں آتے تھے۔ کئی مہینے ہو گئے تھے کہ پلنگ سے اترنے کے لائق نہیں رہا تھا۔

جب اخزیاہ ہر طرف سے مایوس ہو گیا تو اس نے قاصدوں کو طلب کیا۔ ''تم سب عقرون جاؤ اور وہاں کے دیوتا بعل زبوب سے پوچھو کہ مجھے اس بیماری سے شفا ہو جائے گی یا نہیں۔

قاصدوں نے روانگی کے لیے کمر کس لی۔ وہ سامان بھی چھکڑوں پر لادا جو بعل زبوب کی نذر کرنا تھا۔ اس میں قربانی کے لیے جانور بھی شامل تھے۔

قاصدوں کا یہ وفد جس نے قافلے کی شکل اختیار کر لی تھی۔ وہ عقرون کی طرف جانے کے لیے نکلے تھے۔ فلسطینی لوگ عقرون میں بعل کو بعل زبوب کہتے تھے۔ ان کے ہاں یہ مکھیوں کا دیوتا تھا۔ یہ قاصد اسی بعل زبون کے پاس جا رہے تھے۔ مذہبی گیت ان کی زبانوں پر تھے۔

یہ قاصد روانہ ہونے کے کچھ ہی دیر بعد واپس آ گئے تو اخزیاہ کو تعجب ہوا۔ ''تم لوٹ کیوں آئے۔ کیا تمہیں احساس نہیں کہ جو سوال میں نے پوچھا ہے وہ کتنا اہم ہے؟''

''ہمیں پورا احساس ہے اور اسی احساس کے ساتھ ہم روانہ ہوئے تھے۔''

''پھر واپس کیوں آ گئے؟''

''راستے میں ایک ایسا واقعہ ہو گیا کہ ہمیں آنا پڑا۔''

''مجھے پوری بات بتاؤ ورنہ میں سمجھوں گا تم مجھے مرتے ہوئے دیکھنا چاہتے ہو۔ نہیں چاہتے کہ بعل زبوب میرے حق میں دعائیہ کلمات کہے۔''

''جناب، راستے میں ہمیں ایک شخص ملا اور ہم سے کہنے لگا کہ اس بادشاہ کے پاس جس نے تم کو بھیجا ہے پھر جاؤ اور اس سے کہو خداوند یوں فرماتا ہے، کیا اسرائیل میں کوئی خدا نہیں جو تو عقرون کے دیوتا بعل زبوب سے پوچھنے کو بھیجتا ہے؟''

اخزیاہ پریشان ہو گیا جیسے اسے کچھ یاد آ گیا ہو۔ ''مجھے کچھ اس شخص کے بارے میں بتاؤ وہ کیسا تھا؟''

''وہ بہت بالوں والا آدمی تھا اور چمڑے کا کمر بند اپنی کمر پر کسے ہوئے تھا۔''

''اسرائیل کے دیوتا بعل کی خیر ہو، وہ تو ایلیا (الیاسؑ) تھا۔ آخر بعل نے اسے میرے پاس بھیج دیا'' اخزیاہ نے اپنے آپ سے کہا اور پھر قاصدوں پر برس پڑا۔ ''تم نے اسے گرفتار کیوں نہیں کر لیا۔ کاش تم اسے گرفتار کر کے میرے پاس لائے ہوتے۔''

''ہم اسے پہچانتے نہیں تھے ورنہ ضرور اسے پکڑ لاتے لیکن آپ فکر مند نہ ہوں ہم ابھی اپنے سپاہیوں کو لے کر جاتے ہیں۔''

''اب کیا وہ وہاں بیٹھا ہو گا؟''

''ہمیں یقین ہے کہ وہ کہیں نہیں گیا ہو گا۔ اس نے ہمیں واپس بھیجا ہے تو ہمارے جواب کا بھی منتظر ہو گا۔''

اخزیاہ نے پچاس سپاہیوں کے ایک سردار کو طلب کیا اور اسے ہدایت کی کہ وہ اپنے سپاہیوں سمیت جائے اور جس طرح بھی ہو حضرت الیاس علیہ السلام کو اس کے پاس لے آئے۔

یہ سردار اپنے پچاس سپاہیوں سمیت حضرت الیاس علیہ السلام کی تلاش میں نکلا لیکن اسے تلاش کرنے کی ضرورت محسوس ہی نہیں ہوئی کیونکہ حضرت الیاس علیہ السلام اسی ٹیلے پر فروکش تھے جہاں انہوں نے اخزیاہ کے قاصدوں سے ملاقات کی تھی۔

Marfat.com

''اے مردِ خدا! اس سے پہلے کہ ہم تجھے گرفتار کرنے اوپر آئیں تو خود نیچے اتر اور ہمارے ساتھ ہمارے بادشاہ کے پاس چل۔''

''میں آیا تو اسی لیے تھا لیکن تم تو مجھے گرفتار کرنے آئے ہو۔''

''بعل کے روشن کے ساتھ یہی سلوک ہونا چاہیے۔''

''میں تو یہ سوچ کر آیا تھا کہ اخی اب جس طرح اپنے انجام کو پہنچا اس کے بعد اس کے جانشین کو عقل آ گئی ہو گی لیکن وہ تو اب بھی بت پرستی میں مبتلا ہے اور بنی اسرائیل کو گمراہ کر رہا ہے۔ تمہاری باتوں سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ تم بھی بادشاہ کے ہم خیال ہو ورنہ مجھے بعل کا دشمن کہہ کر حقارت سے مخاطب نہ کرتے۔''

''اے مردِ خدا! تو نے ٹھیک کہا، ہم بعل کے دوست ہیں۔''

''اگر میں مردِ خدا ہوں تو آگ آسمان سے نازل ہو اور تجھے تیرے پچاسوں سمیت بھسم کر دے۔''

حضرت الیاس علیہ السلام کا یہ کہنا تھا کہ آگ آسمان سے نازل ہوئی اور وہ پچاس سوار، سردار سمیت جل کر خاک ہو گئے۔ توریت ہی کے مطابق ان سواروں کے جل جانے کے بعد اخزیاہ نے مزید پچاس سوار بھیجے۔ ان کے اور حضرت الیاس علیہ السلام کے درمیان بھی یہی مکالمہ ہوا۔ ان کا حشر بھی وہی ہوا جو ان سے پہلے والوں کا ہو چکا تھا۔ اخزیاہ نے تیسرے پچاس سپاہیوں کے سردار کو اس کے پچاس سپاہیوں سمیت بھیجا۔

یہ سردار پچھلوں کا انجام دیکھ چکا تھا لہٰذا اس نے حضرت الیاس علیہ السلام کو نیچے اترنے کے لیے نہیں کہا بلکہ خود اوپر گیا اور حضرت الیاس علیہ السلام کے آگے گھٹنے کے بل جھک گیا۔

کہنے لگا۔ ''اے مردِ خدا! میری جان اور میرے پچاسوں کی جانیں جو تیرے خادم ہیں تیری نگاہ میں گراں بہا ہوں۔ دیکھ آسمان سے آگ نازل ہوئی اور سب کو جلا گئی۔ سو اب میری جان تیری نظروں میں گراں بہا ہو۔''

خدا کو اس سردار کی منت گزاری پسند آئی۔ حضرت الیاس علیہ السلام کو کلام الٰہی نے پکارا۔ ''اس کے ساتھ نیچے جا۔ اس سے مت ڈر۔''

حضرت الیاس علیہ السلام ٹیلے سے نیچے اتر آئے اور اس کے ساتھ اخزیاہ سے ملاقات کے لیے چلے۔ راستے میں آپ نے اس سردار سے کہا۔ ''دیکھ میں تیرے کہنے سے بادشاہ کے پاس چلتا ہوں لیکن تو مجھ سے یہ نہیں کہے گا کہ میں سچ کے سوا کچھ کہوں۔''

''میں تو اپنے بادشاہ کی ملازمت میں ہوں۔ میں آپ کو وہاں پہنچا دوں گا۔ آپ جو چاہیں اس سے کہیں۔''

''کیا وہ برا سچ برداشت کرے گا؟''

''اس کے سو آدمی جل کر خاک ہو گئے ہیں اس لیے اب وہ اس نتیجے پر پہنچ چکا ہے کہ آپ کو ستانے والا نقصان سے دوچار ہو گا۔''

حضرت الیاس علیہ السلام بادشاہ کے پاس پہنچے تو وہ پلنگ پر لیٹا تھا۔ اپنا انجام صاف نظر آ رہا تھا اس لیے بادشاہوں والی اکڑ ختم ہو چکی تھی۔

''میں نے چند آدمی بعل زبوب کے مندر عقرون بھیجے تھے، تاکہ وہ وہاں جا کر پوچھیں مجھے شفا ہو گی یا نہیں لیکن آپ نے انہیں راستے سے واپس کر دیا۔ کیا آپ نہیں چاہتے کہ مجھ شفا ہو؟'' اخزیاہ نے حضرت الیاس علیہ السلام سے کہا۔

حضرت الیاس علیہ السلام نے وہی جواب پھر دہرا دیا۔ ''خداوند یوں فرماتا ہے تو نے عقرون کے دیوتا بعل زبوب سے پوچھنے کو لوگ بھیجے ہیں تو کیا اس لیے کہ اسرائیل میں کوئی خدا نہیں ہے جس کی مرضی تو دریافت کر سکے۔ اس لیے تو پلنگ سے جس پر تو چڑھا ہے اترنے نہ پائے گا بلکہ ضرور مرے گا۔''

Marfat.com

اخزیاہ نے مایوس ہوکر آنکھیں بند کرلیں اور اپنے آدمیوں سے کہا۔ ''الیاس علیہ السلام کو کچھ نہ کہو۔ یہ جہاں جانا چاہتے ہیں انہیں جانے دو۔''

☆......☆......☆

ملک میں قدیم الایام مذہب کو دوبارہ قائم کرنے کے لیے بیداری رونما ہونے لگی تھی۔ حضرت الیاس علیہ السلام کی کوششوں سے بت پرستوں کو ہر محاذ پر شکست ہوئی تھی اور خدا پرستوں میں اضافہ ہونے لگا تھا۔ حضرت الیاس علیہ السلام نے جو درس گاہیں قائم کی تھیں اور جن کے طلبہ انبیازادے کہلاتے تھے ان کے ممبران میں اضافہ ہو رہا تھا۔ اخزیاہ کے واقعے کے بعد جب حضرت الیاس علیہ السلام منظر عام پر آ گئے اور ان کے خلیفہ حضرت الیسع بھی ان کے ساتھ تھے تو ان مدارس کے طلبہ نے ان سے درخواست کی کہ وہ ان مدارس کی باگ دوڑ سنبھال لیں اور انہیں تعلیم دیں۔ بیت ایل، جلجال اور یریحو کے طلبہ نے متحدہ درخواست کی تھی۔

حضرت الیاس علیہ السلام اخزیاہ کے دربار سے نکلے اور جلجال پہنچے۔ یہاں کے طلبہ کے سامنے حضرت الیاس علیہ السلام نے کچھ ایسے کلمات کہے کہ ان کی تقریر الوداعی تقریر معلوم ہوتی تھی۔ طلبہ کو اور خود حضرت الیسع کو یہ شبہ پیدا ہونے لگا تھا کہ شاید حضرت الیاس علیہ السلام اب ہم سے جدا ہونے والے ہیں۔ وہ کسی طرح بھی اپنے آقا کا ساتھ چھوڑنے کو تیار نہیں تھے کہ کہیں عارضی مفارقت، دائمی مفارقت میں تبدیل نہ ہو جائے لہٰذا جب حضرت الیاس علیہ السلام جلجال سے روانہ ہونے لگے تو انہوں نے چاہا کہ حضرت الیسع یہیں ٹھہرے رہیں۔

''تو ذرا یہیں ٹھہر جا اس لیے کہ خداوند نے مجھے بیت ایل کو بھیجا ہے۔''

الیسع نے کہا۔ ''خداوند کی حیات کی قسم اور تیری جان کی قسم، میں تجھے نہیں چھوڑوں گا۔''

جب حضرت الیسع کسی طرح تیار نہیں ہوئے تو آپ انہیں ساتھ لے کر بیت ایل کی طرف چلے گئے۔ وہاں کے طلبہ کو بھی آپ نے خطبہ دیا۔ اس خطبے میں کچھ ایسے الفاظ تھے جو بچھڑنے والا نصیحت کے طور پر کہتا ہے۔

''ہر اس فعل کو جو خدا کی رضا کے مطابق نہیں ترک کر کے فقط اسی کی پیروی کرنا اور سارے دل سے اس کے احکام پر عمل کرنا۔''

طلبہ نے حضرت الیسع کے سامنے اپنے اندیشوں کا اظہار کیا۔ ''کیا آپ جانتے ہیں کہ آقا ہم سے جدا ہونے والے ہیں۔''

''خاموش رہو۔ میں جانتا ہوں۔'' حضرت الیسع نے درشتی سے کہا۔

اس جواب کے بعد تمام انبیازادے مزید اداس ہو گئے۔ ایک سرد خاموشی چاروں طرف پھیل گئی۔ ایسے میں حضرت الیاس علیہ السلام کی آواز گونجی۔

''یہاں سے میں یریحو کی طرف جاؤں گا۔ وہاں سے بھی مجھے بلاوا ہے۔'' اس کے بعد آپ نے حضرت الیسع سے کہا۔ ''تو ذرا یہیں ٹھہر جا کیونکہ خدا نے مجھے یریحو کو بھیجا ہے۔''

حضرت الیسع نے کہا۔ ''خداوند کی حیات کی قسم اور تیری جان کی قسم، میں تجھے چھوڑ کر نہیں جاؤں گا۔''

''اگر ایسا ہے تو چل تو بھی میرے ساتھ یریحو چل۔''

وہ انبیازادے جو یریحو میں تھے الیسع کے پاس آئے اور کہنے لگے۔ ''کیا تجھے معلوم ہے کہ خداوند تیرے آقا کو تیرے سر پر سے اٹھا لے گا۔''

انہوں نے کہا۔ ''ہاں میں جانتا ہوں، تم چپ رہو۔''

''الیسع یہاں ٹھہرے رہو کیونکہ خدا مجھے یردن کے اس پار بلا رہا ہے۔''

Marfat.com

الیسع ؑ کے چہرے پر وہ نرمی نہیں تھی جو ہمیشہ رہتی تھی۔ اس وقت غیر معمولی قوت ارادی کا اظہار ہو رہا تھا۔ اب آپ ؑ حضرت الیاس علیہ السلام سے مخاطب ہو کر کہہ رہے تھے۔

''خداوند کی حیات کی قسم، میں آپ کو نہیں چھوڑوں گا۔''

حضرت الیاس علیہ السلام کا چہرہ یہ سن کر نرم پڑ گیا۔ صاف ظاہر تھا کہ وہ حضرت الیسع ؑ کو ساتھ لے جانے پر رضامند ہو چکے ہیں۔ آپ ؑ مدرسے سے باہر نکلے۔ الیسع ؑ بھی آپ ؑ کے ساتھ قدم سے قدم ملا کر چل رہے تھے۔ قریباً پچاس انبیا زادے پیچھے پیچھے چلنے لگے۔

دریائے اردن سامنے تھا اور طغیانی جوبن پر تھی۔ اس وقت اسے پار کرنا تقریباً ناممکن تھا۔ ادھر ادھر نظر دوڑائی مگر کوئی کشتی بھی نہیں تھی۔ انبیا زادے اور خود حضرت الیسع ؑ یہی سوچ رہے تھے کہ حضرت الیاس علیہ السلام اپنا ارادہ بدل دیں گے لیکن ایسا نہیں ہوا۔ حضرت الیاس علیہ السلام نے اپنی دھاریوں والی چادر کندھے سے اتاری اور اسے بل دے کر لاٹھی کی طرح بنالیا اور پانی پر مارا۔ انبیا زادوں کے منہ سے چیخ نکلتے نکلتے رہ گئی۔ پانی دو حصوں میں تقسیم ہو گیا اور پہلے حضرت الیاس علیہ السلام نے پھر حضرت الیسع ؑ نے دریا میں قدم رکھ دیا۔ دونوں طرف کا پانی بلور کی چمکتی ہوئی دیوار کی طرح کھڑا تھا اور دونوں مردانِ خدا اس راستے پر چلے جا رہے تھے جو دریا کے درمیان بن گیا تھا اور دھوپ کی روشنی میں کندن کی طرح دمک رہا تھا۔

جب وہ دریا کے اس پار پہنچے تو زبردست دھماکے کے ساتھ پانی کی دیوار نیچے آ گری۔ اب پانی اسی طغیانی کے ساتھ جنوب کی طرف بہہ رہا تھا۔ انبیا زادے ساحل پر کھڑے اس پورے کھیل کو دلچسپی سے دیکھ رہے تھے کہ کس طرح خدا نے پانی کو اپنی گرفت میں لیا اور پھر اسے آزاد کر دیا۔

دریا کے اس کنارے سے دوسری طرف کا منظر صاف دکھائی دے رہا تھا۔ وہ دونوں مسافر دریا پار کر گئے تھے اور پہاڑیوں کے سائے میں قدم مارتے چلے جا رہے تھے۔ ایک جگہ پہاڑ کی اوٹ میں ہو کر حضرت الیاس علیہ السلام نے الیسع ؑ کو رکنے کا اشارہ کیا۔

''اس سے پیشتر کہ میں تجھ سے لے لیا جاؤں بتا کہ میں تیرے لیے کیا کروں؟''

''میں تیری منت کرتا ہوں کہ تیری روح کا دونا حصہ مجھ پر ہو۔''

حضرت الیاس علیہ السلام نے فرمایا۔ ''تو نے مشکل سوال کیا۔ تو بھی اگر مجھے اپنے سے جدا ہوتے ہوئے دیکھے تو تیرے لیے ایسا ہی ہوگا۔'' اس گفتگو کے فوراً بعد مشرقی آسمان پر ایک تیز روشنی نمودار ہوئی۔ توریت کے مطابق یہ آتشیں رتھ اور گھوڑے کی روشنی تھی جو آسمان سے زمین کی طرف آ رہا تھا۔ حضرت الیاس علیہ السلام اس پر بیٹھ گئے۔ زبردست آندھی چلی۔ ہر طرف اتنی مٹی اور ریت ہوگئی کہ کچھ نظر نہ آتا تھا۔ ریت کے بگولے آسمان کی طرف جا رہے تھے۔ کچھ دیر بعد یہ بگولے ختم ہوئے تو نہ رتھ تھا نہ حضرت الیاس علیہ السلام، حضرت الیاس علیہ السلام کی چادر تھی جو زمین پر پڑی ہوئی تھی۔

حضرت الیسع ؑ صدمے سے نڈھال ہو کر چیخنے لگے اور فرط جذبات سے اپنے کپڑوں کو پھاڑ ڈالا۔ جب کچھ طبیعت بحال ہوئی تو زمین پر پڑی ہوئی حضرت الیاس علیہ السلام کی چادر اٹھائی۔ اسے آنکھوں سے لگایا اور اپنے شانوں کی زینت بنالیا اور واپسی کے لیے دریائے اردن کی طرف چل دیے۔ دریا اپنی پوری طغیانی کے ساتھ چل رہا تھا۔ دریا کے اس پار کیسے جایا جائے؟ اب تو حضرت الیاس علیہ السلام بھی ساتھ نہیں تھے۔ رات ہونے والی تھی اور پریشانی نے پاؤں پکڑے ہوئے تھے۔ آپ کو یاد آیا کہ آتے وقت جب دریا پار کرنا تھا تو حضرت الیاس علیہ السلام نے اپنی چادر کو پانی پر مارا تھا اور پانی نے راستہ بنا دیا تھا۔ آپ ؑ نے چادر کو بل دیا اور پانی پر مارا۔ ''خداوند ایلیا کا خدا کہاں ہے۔''

Marfat.com

پانی ادھر ادھر دو حصے ہوگیا اور حضرت الیسعؑ نے دریا میں پاؤں رکھ دیا۔

دریا کے ادھر پچاس انبیا زادے اب بھی جمع تھے۔ انہوں نے آسمان سے روشنی ہوتے اور بگولوں کو آسمان کی طرف جاتے ہوئے دیکھ لیا تھا اور یہ دیکھ رہے تھے کہ حضرت الیاس علیہ السلام کی روح الیسعؑ کے ساتھ ہے۔ یہ جان چکے تھے کہ چادر کے ساتھ اس کی روحانی قوت بھی حضرت الیسعؑ کو ودیعت کی گئی ہے۔

تمام انبیا زادے حیرت سے یہ منظر دیکھ رہے تھے۔ حضرت الیسعؑ دریا کا آدھا پاٹ طے کر چکے تھے۔ ایلیا (الیاسؑ) کے نام کے نعرے بلند ہو رہے تھے۔ جب حضرت الیسعؑ نے ساحل پر پاؤں رکھا اور پانی پہلے کی طرح جنوب کی جانب بدستور بہنے لگا تو انبیا زادوں نے زمین تک جھک کر حضرت الیسعؑ کو سلام کیا۔ یہ اس بات کی علامت تھی کہ انہوں نے حضرت الیسعؑ کو نبی کی حیثیت سے تسلیم کر لیا ہے اور اب یہ ان کی ذمے داری تھی کہ ان کا ساتھ دیں اور جو کچھ انہوں نے دیکھا ہے اسے دوسروں تک پہنچائیں۔

یہ طلبہ ایک مرتبہ پھر حضرت الیسعؑ کو یریحو کے مدرسے میں لے آئے۔ اس وقت حضرت الیاس علیہ السلام ساتھ نہیں۔ یہ خیال آتے ہی حضرت الیسعؑ اداس ہو گئے۔ وہ اپنے چہرے کی اداسی کو چھپانے کی کوشش کر رہے تھے۔ مدرسے کی چھت پر بیٹھے طلبہ نے ایک مرتبہ پھر حضرت الیاس علیہ السلام کا ذکر چھیڑ دیا۔ وہ اس واقعے کو تفصیل سے جاننا چاہتے تھے جو دریا کے اس پار پیش آیا تھا۔

حضرت الیسعؑ نے اس واقعے کو اتنی وضاحت سے پیش کیا کہ سب کی تشفی ہو جانی چاہیے تھی لیکن ایک طالب علم متذبذب نظر آ رہا تھا۔ اس نے گفتگو کے درمیان کئی سوال بھی اٹھائے تھے۔ جب گفتگو ختم ہوئی تو اچانک بول پڑا۔

''ہمیں ایلیا نبی کی لاش تلاش کرنی چاہیے۔ ہوسکتا ہے خدا کی روح نے انہیں اٹھا کر کسی پہاڑ پر یا کسی وادی میں ڈال دیا ہو۔''

الیسعؑ نے نہایت نرمی سے سمجھایا۔ ''کیا تو نے نہیں دیکھا اور میں نے تجھے نہیں بتایا کہ ایک بگولہ آسمان کی طرف اٹھا تھا۔ تمہیں ایلیا (الیاسؑ) کی لاش کیسے مل سکتی ہے۔ خدا نے انہیں آسمانوں پر اٹھا لیا ہے۔

''یہ ناممکن ہے۔'' وہ طالب علم بحث پر اتر آیا۔ ''جسم تو مادہ ہے اور مادہ اس حالت میں آسمان پر نہیں جا سکتا۔ خدا نے ایلیا کی روح اپنے پاس رکھ لی ہوگی، جسم تو کہیں نہ کہیں زمین پر ہی ہوگا۔''

''تو کیسی باتیں کرتا ہے۔ کیا تو خدا کی جلالت کا قائل نہیں؟''

''آپ مجھے اور میرے کچھ ساتھیوں کو اجازت دیں۔ ہم جلعاد کی پہاڑیوں میں انہیں ڈھونڈیں گے۔ اگر ضروری ہوا تو آگے بھی جائیں گے۔''

''قطعی نہیں۔ یہ قطعی غیر ضروری ہے۔'' حضرت الیسعؑ نے پرزور لہجے میں کہا اور پھر ایک دوسرے طالب سے پوچھا۔ ''تمہارا کیا خیال ہے؟''

''مجھے یقین ہے کہ الیاسؑ نبی آسمان پر زندہ اٹھا لیے گئے ہیں اور آپ کی شکل میں ہماری رہنمائی کے لیے موجود ہیں لیکن میرا کہنا یہ بھی ہے کہ ہمیں تلاش کے لیے جانا چاہیے تاکہ جس کے دل میں شک ہے اس پر ثابت ہو جائے کہ انہیں آسمان پر اٹھا لیا گیا ہے۔''

اس طالب علم کی بات نہایت معقول تھی لیکن پھر بھی ایک اور طالب علم نے مخالفت کی۔ ''اگر ہم تلاش کے لیے نکلے تو یہ خدا کو قادر مطلق نہ ماننے کے برابر ہوگا۔ اگر خدا نے چاہا ہوگا کہ ایلیا (الیاسؑ) کو زندہ اوپر اٹھا لیا جائے تو اس نے ایسا ہی کیا ہوگا۔ ہم کیوں شک کریں۔''

''تم چپ رہو۔ ہم الیسعؑ نبی سے بات کر رہے ہیں۔'' ایک طالب علم نے اسے ٹوکا اور پھر الیسعؑ سے مخاطب

Marfat.com

ہوا۔ ''ہم تو آپ سے پوچھتے ہیں کہ ہم جائیں یا نہ جائیں؟''

''اگر تمہیں نہ جانا ہوتا نہ جاتے۔ میرے کہنے سے نہ گئے تو تم ہمیشہ یہی سوچتے رہو گے کہ میں نے تمہیں کیوں نہ جانے دیا لہٰذا چلے جاؤ اور خوب جی بھر کے ڈھونڈ لو لیکن یاد رکھو، تمہیں وہاں کچھ نہیں ملے گا۔''

انبیا زادوں میں سے کچھ نے کشتیوں کا انتظام کیا اور اس عزم کے ساتھ دریا کو پار کیا کہ وہ ملک کا کونا کونا چھان ماریں گے۔

انہوں نے ایسا ہی کیا ہوگا لیکن تین دن بعد وہ آئے تو بہت تھکے ہوئے تھے۔ اس لیے بھی کہ سفر بہت تھکا دینے والا تھا اور اس لیے بھی کہ حضرت الیاس علیہ السلام کا جسم انہیں کہیں نہ مل سکا تھا۔

حضرت الیاس علیہ السلام جب تک زندہ رہے لوگوں کے لیے پراسرار بنے رہے۔ اچانک غائب ہو جاتے تھے اور پھر اچانک ہی نمودار ہو جاتے تھے۔ عہد کے بادشاہ اپنی پوری طاقت کے ساتھ ان کی تلاش میں رہے لیکن وہ کبھی کسے کے ہاتھ نہ آئے۔ ان کی موت بھی پراسرار ہی رہی۔

آپؑ کی وفات کے بارے میں مختلف اقوال ملتے ہیں۔ سب کا نچوڑ یہی ہے کہ آپؑ زندہ غائب ہوگئے۔ البتہ اس میں اختلاف ہے کہ وہ آسمان میں زندہ ہیں یا زمین پر۔

حضرت کعب فرماتے ہیں، چار انبیا زندہ ہیں۔ دو زمین میں۔ وہ حضرت الیاس علیہ السلام، حضرت خضر علیہ السلام ہیں اور دو آسمان میں وہ حضرت ادریس علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔''

Marfat.com

حضرت الیسع علیہ السلام

''اور اسمٰعیل اور الیسع اور یونس اور لوط کو بھی اور ان سب کو ہم نے جہان کے لوگوں پر فضیلت بخشی تھی اور ان کے کچھ باپ داداؤں کو اور کچھ اولاد کو اور کچھ بھائیوں کو بھی اور ان کو مقبول بھی کیا تھا اور سیدھا راستہ بھی دکھایا تھا اور یہ لوگ ویسے تھے جن کو ہم نے کتاب اور حکمت (شریعت) اور نبوت عطا فرمائی تھی۔ سو اگر یہ (کفار) ان باتوں (ان کی نبوت) سے انکار کریں تو ہم نے ان پر ایسے لوگ مقرر کردیے ہیں کہ وہ ان سے کبھی انکار کرنے والے نہیں۔ یہی وہ لوگ تھے جن کو اللہ نے ہدایت دی آپ ان کی ہدایت کی پیروی کریں۔ آپ کہہ دیجیے کہ میں تم سے اس کا صلہ نہیں مانگتا۔ یہ تو جہان کے لوگوں کے لیے بہت ہے اور اسمٰعیل اور الیسع اور ذوالکفل کو بھی یاد کرو۔ وہ سب نیک لوگوں میں سے تھے۔''
(الانعام)

☆......☆......☆

دمشق کے قرب و جوار میں ایک بستی ابیل محولہ کے نام سے آباد تھی۔ دریائے اردن اس بستی کی دہلیز کو چھوتا ہوا گزرتا تھا لہٰذا یہاں کی زمین زرخیز اور لوگوں کا پیشہ کھیتی باڑی تھا۔

یہاں ایک نوجوان حضرت الیسع علیہ السلام تھے، جن کے خاندان کے پاس بڑی زمین اور بہت سے مویشی تھے۔ ان سب کی دیکھ بھال حضرت الیسع علیہ السلام ہی کے ذمے تھی۔ چند ملازم بھی رکھے ہوئے تھے جو ان کے ساتھ مل کر یہ تمام کام انجام دیتے تھے۔ حضرت الیسع علیہ السلام کی بردباری اور شرافت پوری بستی میں مثال کی حیثیت رکھتی تھی۔ نرم مزاج ایسے تھے کہ انسان تو کیا اپنے کسی جانور تک کو چابک نہیں مارا۔ صبح تاروں کی چھاؤں میں گھر سے نکل جاتے۔ ہل چلاتے، بیج بوتے اور فصل کے زمانے میں ملازموں کے ساتھ مل کر فصل کاٹتے۔ یہی آپؑ کے معمولات تھے۔

آپؑ کے والد نے آپؑ کو مدرسے کی تعلیم سے دور رکھا تھا۔ اس لیے کہ ان کے والد کے مطابق یہ مدارس نوجوانوں کو گمراہ کررہے تھے اور بت پرستی کی طرف مائل کررہے تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت سے دور لے جارہے تھے۔

اس وقت سامریہ میں اخی اب نام کا اسرائیلی بادشاہ تھا، جس نے اپنی ملکہ کے اثر سے ''بعل'' بت کی پرستش شروع کردی تھی جو اس وقت پورے اسرائیل کا محبوب دیوتا تھا۔ اخی اب نے بعل کا مندر بنوایا تھا، مذبح تعمیر کرایا تھا، جس میں بعل کو قربانیاں پیش کی جاتی تھیں۔ خاص مواقع پر انسان بھی قربان کیے جاتے تھے۔ اس نے ایسے جھوٹے نبی تیار کیے تھے جو ''بعل'' کی پرستش کی تلقین کیا کرتے تھے۔ سیکڑوں پجاری تھے جو دربار سے بھاری مراعات وصول کرتے تھے۔ اکثر نوجوان بھاری معاوضے کے لالچ میں بعل کے پرستار بن کر دربار تک پہنچنے کے خواہش مند رہتے تھے۔ مدارس ان نئے خیالات کا گڑھ بنے ہوئے تھے۔ بعل کو خداوند کہنے والے بہت تھے، خدا کو خدا کہنے والوں کی تعداد کم ہوتی جارہی تھی۔ بیشتر لوگ ایسے بھی تھے جو خدا کو بھی مانتے تھے اور بعل کے آگے بھی سجدہ ریز ہوتے تھے۔ مدارس کا حال بھی یہی تھا۔ یہاں بھی قدیم مذہب اور نئے خیالات کا ٹکراؤ ہورہا تھا۔

اس دور کے نبی حضرت الیاس علیہ السلام کو حکم ہوچکا تھا کہ قوم کو گمراہی سے نکالیں۔ شرک اور بت پرستی سے

Marfat.com

روکیں۔

حضرت الیاس علیہ السلام منظر عام پر آئے اور تبلیغ و ہدایت کا فریضہ انجام دینے لگے۔ ایسے مدارس بھی قائم کیے جہاں بت پرستی کے خلاف تعلیم دی جانے لگی لیکن بت پرستی کو شاہی سرپرستی حاصل تھی لہٰذا حضرت الیاس علیہ السلام کی باتوں کا قوم پر کوئی اثر نہ ہوا۔ ملکہ ایزبل آپ کے خون کی پیاسی ہوگئی جس کی وجہ سے آپؑ کو روپوش ہونا پڑا۔

عرصہ دراز سے کسی کو کچھ معلوم نہیں تھا کہ حضرت الیاس علیہ السلام کہاں ہیں۔ ان کی تعلیمات اور ان کی شخصیت البتہ گھروں میں زیر بحث آتی رہتی تھی۔ حضرت الیسع علیہ السلام کا گھرانا حضرت الیاس علیہ السلام کی تعلیمات کے حق میں اور بت پرستی سے کوسوں دور تھا۔ حضرت الیسعؑ کسی مدرسے میں ہی نہیں بھیجے گئے تھے لیکن گھر کا ماحول مذہبی ضرور تھا۔ اس لیے موسوی شریعت اور حضرت الیاس علیہ السلام کے نظریات سے انہیں پوری آگاہی مل چکی تھی۔ بلکہ حضرت الیاس علیہ السلام سے ملاقات کا شوق تو عشق کی حد تک پہنچ گیا تھا۔ انہوں نے اپنی نبی کو کبھی نہیں دیکھا تھا لیکن والد کی زبانی اتنی مرتبہ ان کا ذکر سن چکے تھے کہ ان کا حلیہ مبارک ذہن نشین ہو چکا تھا۔ وہ اکثر سوچا کرتے تھے کہ کاش حضرت الیاس علیہ السلام اپنی روپوشی ختم کریں۔ ابیل محولہ کی گلیوں سے گزریں اور وہ ان کے قدموں پر سر رکھ سکیں۔

شب و روز اسی آرزو میں گزر رہے تھے۔ سنجیدگی میں مزید اضافہ ہوگیا تھا۔ سر جھکا کر چلنا معمول تھا۔ یوں لگتا تھا جیسے وہ خواب میں چل رہے ہوں۔ کوئی نہیں جانتا تھا کہ آپؑ کس کے تصور کو ساتھ لیے چل رہے ہیں۔

اس کیفیت میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا بلکہ کچھ دنوں سے تو بے چینی بھی ساتھ چلنے لگی تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے کچھ ہونے کو ہے۔ کچھ ایسا ہونے کو ہے جس کے بعد ہر انتظار ہر بے چینی ختم ہو جائے گی۔

کھیت کی زمین نرم کرنے کے لیے ہل چلانے کا موسم تھا۔ اس کے بعد بیج ڈالنے کا مرحلہ ہوتا ہے۔ بیلوں کی بارہ جوڑیاں ہل چلانے کے لیے استعمال کی جا رہی تھیں۔

ہل چلانے والا ہر آدمی اپنے سامنے والے آدمی کے عقب میں ذرا دائیں ہاتھ کی جانب ہٹ کر ہل چلا رہا تھا۔ حضرت الیسع علیہ السلام سب سے آخر میں تھے۔ اسی طرح اپنے خیالوں میں مگن کسی کی یاد میں گم کہ کسی کی پرچھائیں زمین پر نظر آئی۔ کوئی ساتھ ساتھ چل رہا تھا۔ آپؑ رکے تو پرچھائیں بھی رک گئی۔ پلٹ کر دیکھا، ایک بڑے بالوں والا آدمی جس نے کھدر کی قبا پہنی ہوئی تھی اور کمر پر چمڑے کا پٹکا بندھا ہوا تھا۔ کاندھے پر سفید اور کالی دھاریوں والی چادر پڑی تھی آپؑ کے سامنے کھڑا ہے۔ اس کا چہرہ دبلا اور دھوپ سے جھلسا ہوا ہے۔

جتنی دیر میں پلکیں جھپکتی ہیں اتنی دیر میں حضرت الیسع علیہ السلام نے آنے والے کو پہچان لیا۔ ''اگر میرے خیال کی آنکھیں ٹھیک دیکھ رہی ہیں تو میرے سامنے میرے آقا حضرت الیاس علیہ السلام ہیں۔''

''غلط میں بھی نہیں ہوں کہ میں الیسع تک پہنچ گیا ہوں۔''

''ہاں میں ہی الیسع ہوں سافط کا بیٹا اور آپؑ کا غلام۔ میرے لیے کیا حکم ہے؟''

''تجھے خداوند اسرائیل کے خدا نے اعزاز بخشا ہے۔''

''بے شک! یہ اعزاز ہی تو ہے کہ آپؑ سے ملاقات ہوگئی۔''

''میں تجھے یہ بتانے آیا ہوں کہ خدا نے تجھے رحمتوں سے نوازا ہے۔''

''آپؑ کی زبان مبارک ہو۔''

''میں کوہ سینا میں حوراب کی چوٹی پر تھا کہ مجھے خدا نے حکم دیا، ابیل محولہ جاؤ اور سافط کے بیٹے الیسع کو مسح کرو۔ وہ تمہارا نائب اور جانشین ہوگا۔'' حضرت الیاس علیہ السلام نے کہا اور اپنی چادر حضرت الیسع علیہ السلام پر ڈالتے ہوئے آگے بڑھ گئے۔

Marfat.com

کھیت میں کام کرنے والے دوسرے نوجوان اس منظر کو بڑے غور سے دیکھ رہے تھے لیکن ہر شخص اپنی جگہ ساکت تھا۔ الیسع علیہ السلام پر بھی جیسے کسی نے جادو کر دیا ہو۔ پھر جیسے انہیں ہوش آ گیا۔ انہوں نے دیکھا حضرت الیاس علیہ السلام مغرب کی طرف جا رہے ہیں اور بہت آگے نکل گئے ہیں۔ حضرت الیسع علیہ السلام بے تحاشا ان کی طرف دوڑے۔ اپنے کندھوں سے چادر کو اتارا اور نہایت احترام سے حضرت الیاس علیہ السلام کو واپس کر دیا۔

''میرے آقا مجھے اتنا موقع دو کہ میں اپنے والدین کو الوداعی بوسہ دے لوں اور میرے احباب کو الوداعی ضیافت تیار کرنے کا موقع دیں۔ پھر تو مجھے آپؑ کے ساتھ رہنا ہے۔''

''اپنے والدین کو میرا سلام کہنا۔ جا اپنی والدہ کو جی بھر کے دیکھ لے۔ جب ضیافت سے فارغ ہو جائے تو کوہ کرمل پر چلے آنا۔ میں تیرا انتظار کروں گا۔''

وہ گھر پہنچے تو ان سے پہلے یہ خبر پہنچ چکی تھی۔ انہوں نے قبیلوں کے دستور کے مطابق ضیافت کا اہتمام کیا۔ اپنی بیلوں کی جوڑی کو ذبح کیا اور اس کے جوئے کی لکڑی کو ایندھن کے طور پر استعمال کیا۔

یہ وہ وقت تھا جب حضرت الیاس علیہ السلام کی تلاش جاری تھی۔ ان کے ساتھ رہنے والے بھی اتنے ہی بڑے مجرم سمجھے جاتے تھے چنانچہ خاندان کے اکثر لوگوں نے ان کی والدہ کو سمجھایا کہ وہ اپنے بیٹے کو الیاس کے پاس نہ بھیجیں لیکن ان کی والدہ نے بھیگی آنکھوں اور لرزتے ہونٹوں سے سب کے منہ بند کر دیے۔

''مجھے معلوم ہے میرا بیٹا کبھی کسی سفر پر نہیں گیا۔ یہ بھی معلوم ہے کہ خطرے کا سفر ہے لیکن یہ بھی معلوم ہے کہ اسے خدا نے طلب کیا ہے اور جب خدا طلب کرے ہمیں فوراً پیروی کرنی چاہیے۔ کیا تم نے سنا؟ خدا کہتا ہے'' میں ضرور تیرے ساتھ رہوں گا۔''

دوسرے دن الوداع کی گھڑی آئی تو منظر دیکھنے کا تھا۔ بہت سے لوگ ان کے گھر کے باہر جمع تھے۔ اسرائیلی ہمسائیوں کے علاوہ دونوں ریاستوں کے مزارعین اور ملازمین بھی شامل تھے۔ یہ اس گھرانے کے لیے بڑا اعزاز تھا لہٰذا لوگ مبارکبادیں دے رہے تھے۔

حضرت الیسع علیہ السلام گھر سے برآمد ہوئے تو سفر کے لیے موزوں لباس پہنے ہوئے تھے۔ یہ لباس چمڑے کے پٹکے والی اونچی قبا اور ڈھیلے ڈھالے چوغے پر مشتمل تھا۔ ہاتھ میں عصا بھی تھام رکھا تھا۔ ان کے والد نہایت متانت سے آگے بڑھے اور دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھا کر بیٹے کے حق میں دعا کی۔

''خداوند تجھے برکت بخشے اور تیری نگہبانی کرے۔ خداوند اپنے چہرے کا جلوہ تجھے دکھائے اور تجھ پر رحم کرے۔ خداوند کا چہرہ تجھ پر متوجہ ہو اور تجھے سلامتی بخشے۔''

ان دعاؤں کے ساتھ آپؑ رخصت ہوئے۔ دنیا اور دنیاداری کہیں پیچھے رہ گئی اور کوہ کرمل کی طرف روانہ ہو گئے جہاں حضرت الیاس علیہ السلام ان کا انتظار کر رہے تھے۔ اب انہی کے ساتھ انہیں رہنا تھا، انہی کے ساتھ سفر کرنا تھا۔ ان کی تربیت میں دن گزارنے تھے۔

جس طرح پراسرار حضرت الیاس علیہ السلام دنیا کی نظروں سے غائب تھے اسی طرح حضرت الیسع علیہ السلام بھی نظروں سے اوجھل ہو گئے۔ کوہ کرمل کے غاروں میں تزکیہ نفس کے مراحل طے کرتے رہے اور تربیت حاصل کرتے رہے۔

ابیل محولہ کے نوجوانوں میں آپؑ کا تذکرہ اکثر ہوتا رہتا تھا۔ کبھی سننے میں آتا تھا کہ وہ حضرت الیاس علیہ السلام کے ساتھ سامریہ میں دیکھے گئے ہیں۔ کبھی کوئی مسافر بتاتا کہ جلعاد میں نظر آئے تھے۔ کبھی بیت ایل کی طرف جانے کی خبریں ملتی تھیں۔

اسی طرح دن پہ دن گزرتے گئے یہاں تک کہ بادشاہ اخی اب کا انتقال ہو گیا اور اس کی جگہ اس کا بیٹا اخزیاہ تخت

Marfat.com

نشیں ہوا۔ وہ بھی اپنے باپ سے مختلف نہیں تھا لیکن اب ملکہ ایزبل ، بیوہ اخی اب کا عمل دخل کم ہوگیا تھا جو حضرت الیاس علیہ السلام کی سب سے بڑی دشمن تھی۔ اس لیے حضرت الیاس علیہ السلام نے روپوشی ختم کی اور حضرت الیسع علیہ السلام کو ساتھ لے کر سماریہ تشریف لے آئے۔ یہاں ایک ایسا واقعہ پیش آ گیا کہ آپؑ کو اخزیاہ کے دربار میں جانا پڑا۔ حضرت الیسع علیہ السلام بھی ساتھ تھے۔

ہوا یہ کہ اخزیاہ اس کھڑکی میں سے جو سامریہ میں اس کے بالا خانے میں تھی گر پڑا اور بیمار ہوگیا۔ سو اس نے قاصدوں کو بھیجا اور ان سے یہ کہا کہ جاکر عقرون کے دیوتا بعل زبوب سے پوچھو کہ مجھے اس بیماری سے شفا ہو جائے گی یا نہیں۔

یہ قاصد حضرت الیاس علیہ السلام کو ملے تو آپؑ نے ان سے پوچھا۔ ''کیا اسرائیل میں کوئی خدا نہیں جو تم لوگ عقرون جاتے ہو؟'' یہی بات آپ نے دربار میں آ کر اخزیاہ سے بھی کہی اور یہ بھی کہا۔ ''اس پلنگ سے جس پر تو چڑھا ہے اترنے نہ پائے گا بلکہ ضرور ہی مرے گا۔''

حضرت الیاس علیہ السلام اس سے پہلے قحط کی پیش گوئی کر چکے تھے جو صحیح ثابت ہوئی تھی۔ اخی اب کی موت بھی اسی طرح واقع ہوئی تھی جس طرح آپؑ نے بتائی تھی۔ اخزیاہ یہ سب جانتا تھا۔ اسے یقین تھا کہ آپؑ کی یہ پیش گوئی بھی درست ثابت ہوگی۔ وہ مرنے کے لیے تیار ہوگیا اور حضرت الیاس علیہ السلام کو کوئی گزند پہنچائے بغیر جانے کا حکم دیا۔

اس واقعے کے بعد ایسا لگتا تھا جیسے حضرت الیاس علیہ السلام کو جو کام کرنا تھا وہ کر چکے۔ اب وہ بعض اہم کام حضرت الیسع علیہ السلام کے ذمے کر دینا چاہتے ہیں۔ ان کی باتوں سے ظاہر ہونے لگا تھا کہ اب وہ اس دنیا میں زیادہ دن نہیں رہیں گے۔ ان کے سفر بھی بہت بڑھ گئے تھے، جیسے کوئی بے چین آدمی ایک جگہ سے دوسری جگہ جاتا ہے۔ حضرت الیسع علیہ السلام کو ایک شہر سے دوسرے شہر لے کر جا رہے تھے جیسے وہ اپنے نائب کے طور پر آپؑ کو متعارف کرا رہے ہوں۔ جو مدارس آپؑ کی اور حضرت الیسع علیہ السلام کی کوششوں سے قائم ہوئے تھے اور جہاں آپؑ کے نظریات کی تبلیغ ہو رہی تھی، ان مدارس کے دورے کر رہے تھے۔ پھر ایک وقت وہ آیا جب آپ کو کوئی غیبی اشارہ مل گیا۔ آپؑ نے چاہا، حضرت الیسع علیہ السلام کو کسی جگہ چھوڑیں اور خود آگے نکل جائیں لیکن حضرت الیسع علیہ السلام کسی طور پر آپ کا ساتھ چھوڑنے کو تیار نہ ہوتے۔

حضرت الیاس علیہ السلام جب بھی آپؑ کو کہیں ٹھہرے جانے کا حکم دیتے اور خود آگے بڑھنے کا ذکر کرتے تو آپؑ جواب میں کہتے۔ ''خداوند کی حیات کی قسم اور تیری جان کی سوگند میں تجھے نہیں چھوڑوں گا۔''

جلجال پہنچے پھر بیت ایل گئے پھر یریحو میں آ گئے۔ حضرت الیسع علیہ السلام ہر جگہ یہی کہتے رہے کہ میں آپؑ کو نہیں چھوڑوں گا۔ حضرت الیسع علیہ السلام کو یقین ہوگیا تھا کہ ان کے آقا اس سے جدا ہونے والے ہیں۔ ان کی محبت تقاضا کر رہی تھی کہ جب تک حیات ہیں، وہ ان کے ساتھ رہیں۔

حضرت الیاس علیہ السلام جب یریحو پہنچے تو انہوں نے ایک مرتبہ پھر حضرت الیسع علیہ السلام کو وہاں قیام کرنے کے لیے کہا۔ ''تو ذرا یہاں ٹھہر جا کیونکہ خدا نے مجھ کو یردن بھیجا ہے۔''

حضرت الیسع علیہ السلام نے کہا۔ ''خداوند کی حیات کی قسم اور تیری جان کی سوگند، میں تجھے نہیں چھوڑوں گا۔''

حضرت الیاس علیہ السلام پھر مجبور ہوگئے کہ انہیں اپنے ساتھ لے کر جائیں۔ پچاس انبیازادے بھی آپؑ کو رخصت کرنے کے لیے دریائے اردن تک گئے۔ یہاں پہنچ کر معلوم ہوا طغیانی بہت ہے اور کوئی کشتی بھی نہیں ہے۔ دریا کے اس پار جانا بہت مشکل ہو جائے گا۔

یہ پچاس انبیا زادے اس وقت حیران رہ گئے جب انہوں نے دیکھا کہ حضرت الیاس علیہ السلام نے اپنی چادر کو

Marfat.com

دریا کے پانی پر مارا اور پانی دو حصوں میں تقسیم ہوگیا اور وہ دونوں اسی طرح دریا پار کر گئے جیسے کوئی خشکی پر چلتا ہے۔

وہ پچاس انبیازادے یہ معجزہ دیکھنے کے لیے رک گئے تھے۔ اب واپسی ہونے ہی والے تھے کہ ایک اور منظر نے انہیں وہاں رکنے پر مجبور کردیا۔ انہوں نے دیکھا کہ آسمان پر ایک روشنی نمودار ہوئی اور پھر ایک رتھ آسمان سے زمین پر اتر آیا۔ حضرت الیاس علیہ السلام اس میں بیٹھ گئے۔ پھر تیز آندھی چلنے لگی۔ ریت اور مٹی کا ایک بگولا آیا اور اس بگولے میں وہ رتھ کہیں غائب ہوگیا۔ گرد وغبار کم ہوا تو حضرت الیسع علیہ السلام کو اکیلے کھڑا ہو دیکھا۔ زمین پر حضرت الیاس علیہ السلام کی چادر پڑی ہوئی تھی جسے حضرت الیسع علیہ السلام نے اٹھالیا۔ انبیازادوں کی کچھ سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ ان کی آنکھوں نے کیا دیکھا ہے۔ البتہ انہیں اب یہ فکر تھی حضرت الیسع علیہ السلام واپس کیسے آئیں گے۔ ان کے ساتھ اب حضرت الیاس علیہ السلام نہیں ہیں جو دریا میں راستہ بنالیں گے۔ پھر انہوں نے دیکھا کہ حضرت الیسع علیہ السلام واپس آنے کے لیے دریا کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ حضرت الیسع علیہ السلام نے پریشانی کے عالم میں ادھر ادھر دیکھا۔ پھر انہیں ایک خیال آیا۔ حضرت الیاس علیہ السلام نے بچھڑنے سے پہلے فرمایا تھا۔ ''الیسع! اس سے پہلے کہ میں تجھ سے جدا ہو جاؤں، بتا تو مجھ سے کیا چاہتا ہے؟''

حضرت الیسع علیہ السلام نے فرمایا تھا۔ ''تیری روح کا دونا حصہ مجھ پر ہو۔''

اس خیال کے آتے ہی آپؑ کو خیال آیا کہ دیکھیں تو سہی یہ درخواست قبول ہوئی یا نہیں؟ حضرت الیاس علیہ السلام کی روحانی قوت کا کتنا حصہ مجھے ملا ہے۔ ملا بھی ہے یا نہیں۔ انہوں نے وہ چادر ہاتھ میں لی جو حضرت الیاس علیہ السلام چھوڑ کر گئے تھے۔ اسے طغیانی بھرے دریا پر مارا۔ ثبوت مل گیا، پانی دو حصوں میں تقسیم ہوگیا۔

دوسری طرف کھڑے ہوئے انبیازادے مشاہدہ کر رہے تھے کہ حضرت الیاس علیہ السلام کو روحانی قوت آپؑ کے جانشین کو ودیعت ہوئی ہے۔ کیوں نہ ہوتی، انہیں وہ سب کام جنہیں حضرت الیاس علیہ السلام ادھورا چھوڑ گئے تھے مکمل کرنا تھے۔''

''کون سے کام؟''

خدا نے حضرت الیاس علیہ السلام کو یہ فرمان دیا تھا کہ وہ حزائیل یورام کا اور یاہو کو اسرائیل کا بادشاہ مقرر کریں اور یہ بھی کہا تھا کہ ایسا ہوگا جو حزائیل کی تلوار سے بچ جائے گا اسے یاہو قتل کرے گا اور جو یاہو کی تلوار سے بچ جائے گا اسے حضرت الیسع علیہ السلام قتل کریں گے۔

ان میں سے کوئی پیش گوئی تاحال پوری نہیں ہوئی۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ یہ سب کام حضرت الیسع علیہ السلام کو پورے کرنے تھے۔

ساحل پر کھڑے ہوئے پچاس انبیازادے ان کی روحانی قوت کا مشاہدہ کر چکے تھے لیکن یہ سوال اب بھی باقی تھی کہ دیگر لوگ بھی ان کی حیثیت کو قبول کرلیں گے اور انہیں حضرت الیاس علیہ السلام کے جانشین کے طور پر قبول کرلیں گے؟

اس کے لیے ضروری تھا کہ ان کی ذات سے کثرت سے معجزے ظاہر ہوں اور وہ عظیم روحانی قوت کا مظاہرہ کریں اور شاید لوگ بھی ان سے یہی توقع کر رہے تھے چنانچہ آپؑ ابھی یریحو میں تھے کہ لوگوں کا ایک وفد آپؑ کے پاس آیا اور یوں مخاطب ہوا۔

''ہمارا نبی ہمارے درمیان ہو اور ہم مصیبت سے نہ نکل سکیں۔ یہ تو کوئی بات نہ ہوئی۔''

''خدا تمہاری مصیبت دور کرے۔ ایسی کیا مشکل ہوگئی؟''

''آپ تو خود دیکھ رہے ہیں یہاں کے پانی کی کیا کیفیت ہے۔ کچھ دنوں سے یہاں ایسا نمک آگیا ہے کہ ہماری تمام زمینیں بنجر ہوکر رہ گئی ہیں۔ پیتے ہیں تو حلق کڑوا ہوجاتا ہے۔ ہم لوگ طرح طرح کی بیماریوں میں مبتلا ہو رہے ہیں۔

Marfat.com

اگر آپؑ کو الیاس نبی کی روح کا دونا حصہ ملا ہے تو ہمیں اس مشکل سے نجات دلایئے۔''
''تم لوگ ایک خدا کو ماننے کا وعدہ کرو تو میں خدا سے دعا کروں گا۔''
''ہم تو پہلے بھی بعل کی پرستش بادشاہ کے خوف سے کرتے تھے۔ اب آپؑ آگئے ہیں تو ہمیں اس کی ضرورت نہیں۔''
''اگر یہ بات ہے تو میرے پاس نیا پیالہ لے کر آؤ اور اس میں تھوڑا سا نمک ڈال دو۔''
''وہ لوگ پیالہ اور نمک لے کر آگئے۔ آپؑ نے فرمایا۔'' مجھے اب یہ بتاؤ کہ کس چشمے کا پانی سب سے زیادہ کڑوا ہے؟''
لوگوں نے آپ کی توجہ ایک چشمے کی طرف دلائی۔
''ویسے تو یہاں کئی چشمے ہیں جن کا پانی کھارا ہے لیکن ایک چشمے کا پانی بالکل زہر ہو کر رہ گیا ہے۔ ہمیں ڈر ہے کہ باقی چشمے بھی اسی طرح نہ ہو جائیں۔''
''مجھے اس چشمے پر لے چلو جس کا پانی سب سے زیادہ کڑوا ہے۔''
ریحو کے لوگ آپؑ کو ایک چشمے پر لے گئے۔ آپؑ نے پیالے میں نمک گھولا اور اس چشمے میں ڈال دیا اور فرمایا۔
''خداوند فرماتا ہے کہ میں نے اس پانی کو ٹھیک کر دیا ہے۔ اب آئندہ اس میں موت یا بنجر پن نہ ہوگا۔'' اس کے بعد آپؑ نے لوگوں سے فرمایا۔'' ایک دن کی مہلت دو۔ کل آکر اس چشمے سے پانی لے لینا۔''
دوسرے دن وہ لوگ چشمے پر گئے اور پانی نکالا تو ایسا میٹھا تھا جیسے چینی گھول دی ہو۔ لوگ حیران تھے کہ حضرت الیسع علیہ السلام نے تو اس میں نمک ڈالا تھا چینی کہاں سے آگئی۔ پھر کچھ لوگوں نے کہا۔'' ایک یہی چشمہ تو نہیں ہے۔ کئی اور چشمے بھی ہیں، ان کو بھی دیکھ لینا چاہیے۔ حضرت الیسع علیہ السلام نے تو اس چشمے میں نمک ڈالا تھا، باقی چشمے تو ویسے ہی ہوں گے۔ وہ دوڑے دوڑے ان چشموں پر بھی گئے۔ ان کی خوشی کی انتہا نہ رہی جب انہوں نے دیکھا کہ یہ چشمے بھی میٹھے ہو گئے ہیں۔
ریحو کے لوگ اصرار کر رہے تھے وہ یہیں رہ جائیں لیکن آپ کو قوم کے نبی کی حیثیت سے ابھی کئی سفر کرنے تھے۔ آپؑ کو ریحو سے بیت ایل کی طرف جانا تھا۔ آپؑ نے ریحو کی درس گاہ سے ایک طالب علم کو ساتھ لیا اور بیت ایل کی طرف چل دیے۔ اسی طرح پیدل جس طرح حضرت الیاس علیہ السلام ہر جگہ پیدل سفر کرتے تھے۔
''مبارک ہو الیسعؑ!'' طالب علم نے ایک پہاڑی سے نیچے اترتے ہوئے کہا۔'' ریحو کے لوگوں نے آپؑ کو الیاس علیہ السلام کے جانشین کے طور پر اپنا نبی تسلیم کر لیا ہے۔ بلکہ بعل کے پیروکار بھی آپؑ کے مطیع نظر آرہے تھے لیکن کیا ملک کے باقی لوگ بھی آپؑ کی اس حیثیت کو قبول کریں گے؟''
''تم نے ٹھیک کہا۔ ایک عظیم شخصیت کا جانشین ہونا آسان کام نہیں۔ اسی لیے میں نے اپنے آقا سے رخصت ہوتے وقت روحانی قوت کی استدعا کی تھی۔ میں اسی قوت سے اپنے لیے جگہ بناؤں گا۔''
عمودی پہاڑی راستوں پر چلتے ہوئے اچھا خاصا سفر طے ہو گیا تھا۔ جیسے جیسے بیت ایل قریب آرہا تھا، طالب علم کے دل میں پریشان کن خیالات سر ابھار رہے تھے۔ بات یہ تھی کہ بیت ایل شمالی سلطنت کا دینی مرکز ضرور تھا لیکن یہاں کے لوگوں میں جو مذہب رائج تھا وہ حضرت الیسع علیہ السلام سے مختلف تھا۔ اس کا ثبوت بچھڑے کا وہ مجسمہ تھا جو مندر کے سامنے نصب تھا۔ اس شہر میں برگشتہ دینی اساتذہ اور اوباش طلبہ کی کمی نہیں تھی۔
بیت ایل سامنے تھا۔ سلیٹی رنگ کی دیواریں اور شہر میں داخلے کا بلند و بالا پھاٹک صاف نظر آرہا تھا۔ طالب علم نے پھر حضرت الیسع علیہ السلام کو مخاطب کیا۔

Marfat.com

''آپ کا کیا خیال ہے، بیت ایل کے لوگ آپ کے ساتھ کیسا سلوک کریں گے کیونکہ یریحو کی طرح یہاں کے لوگ آپ کے مرتبے سے واقف نہیں ہیں۔''

''کیا تم دیکھتے نہیں شہر کے پھاٹک سے کچھ لوگ باہر آرہے ہیں۔ یہ ہمارے استقبال کے لیے آرہے ہیں۔ تم نے نہیں دیکھا تو اب دیکھ لو۔ یہ جس طرح کا استقبال کریں گے، میرا جواب ویسا ہی ہوگا۔''

یہ لوگ استقبال کے لیے نہیں آرہے تھے بلکہ شریر نوجوانوں کا ایک گروہ تھا جو چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا۔ ''چڑھا چلا جا اے گنجے سر والے، چڑھا چلا جا، اے گنجے سر والے۔''

حضرت الیسع علیہ السلام نے ان نعروں کو سنا اور ان پر برس پڑے۔ ''چپ ہو جاؤ، خدا کے دشمنو، چپ ہو جاؤ۔ واپس جاؤ اور مجھے راستہ دو۔''

ہجوم نے پیچھے ہٹنے کے بجائے مزید آگے بڑھنا شروع کر دیا۔ ان کے نعروں میں مزید تیزی آگئی تھی۔ ان میں سے بعض نے پتھر بھی اٹھائے ہوئے تھے، جو وہ کسی وقت بھی حضرت الیسع علیہ السلام کی طرف اچھال سکتے تھے۔

حضرت الیسع علیہ السلام نرم مزاج تھے لیکن اس وقت ان کے چہرے پر غصہ صاف دیکھا جا سکتا تھا۔ انہوں نے مجمع کی طرف دیکھا اور پکار کر کہا۔ ''تم نے میری نہیں خدا کی توہین کی ہے۔ تم پر لعنت ہو۔ اس کفر کا بدلہ تمہیں ابھی مل جاتا ہے۔''

ابھی ان الفاظ کی گونج ختم نہیں ہوئی تھی کہ قریبی جنگل سے دو ریچھنیاں نکلیں اور ہجوم پر ٹوٹ پڑیں اور دیکھتے ہی دیکھتے بیالیس اوباشوں کو پھاڑ کر رکھ دیا۔ باقی شہر کی طرف بھاگ کھڑے ہوئے۔

یہ ایسا ہولناک منظر تھا کہ آپ کے ساتھ آیا ہوا طالب علم خوف سے تھر تھر کانپنے لگا۔ وہ حضرت الیسع علیہ السلام کا ایک نیا روپ اپنے سامنے دیکھ رہا تھا۔ یہ درشتی تو حضرت الیاس علیہ السلام کے مزاج میں تھی۔ تو کیا الیاس نبی کی روح کا دونا حصہ حضرت الیسع علیہ السلام کو مل گیا ہے؟ وہ سوچ رہا تھا کہ حضرت الیسع علیہ السلام کی آواز اس کے کانوں میں گونجی۔

''آؤ انبیازادوں کے اسکول چلیں۔''

یہ دعوت کچھ زیادہ خوش کن نہیں تھی۔ بیت ایل کے اس مدرسے میں ایسے طلبہ کی تعداد بہت زیادہ تھی جو حضرت الیاس علیہ السلام کے نظریات سے متفق نہیں تھے اور اب حضرت الیسع علیہ السلام کے بھی یقیناً مخالف تھے۔

انبیازادوں کے اس اسکول میں حضرت الیسع علیہ السلام کا استقبال ضرور ہوا لیکن صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ یہ پذیرائی دکھاوے کی ہے۔ نفرت کی وہ لہر کبھی کبھی ان کے مہذب جملوں سے ظاہر ہو جاتی تھی جو وہ دوران گفتگو ادا کرجاتے تھے۔ یہ کھٹکا برابر لگا ہوا تھا کہ نہ جانے کب کیا ہو جائے گا لیکن ان لوگوں تک شہر سے باہر ہونے والے واقعے کی خبر پہنچ چکی تھی لہٰذا یہ سب محتاط تھے۔

دو دن بعد جب الیسع علیہ السلام وہاں سے رخصت ہونے لگے تو بہت تھوڑے سے لوگ تھے جو انہیں رخصت کرنے شہر کے دروازے تک آئے اور یہ وہی لوگ تھے جو مردان خدا تھے اور الیسع علیہ السلام کو سچا نبی مانتے تھے۔

ان سے رخصت ہونے کے بعد حضرت الیسع علیہ السلام کوہ کرمل کی طرف چل دیے۔ اب وہ کچھ دن یہاں کے پرسکون ماحول میں، اس غار میں رہ کر عبادت کرنا چاہتے تھے جو حضرت الیاس علیہ السلام نے اپنے لیے مخصوص کیا تھا۔

852 ق م میں اخزیاہ کی وفات کے بعد چونکہ اخزیاہ کا کوئی بیٹا نہیں تھا لہٰذا اخی اب کے دوسرے بیٹے یعنی یورام کو تخت پر بٹھا دیا گیا۔ یورام دوسروں کی نسبت چالاک ثابت ہوا۔ وہ یہ دیکھ کر کہ اب تک کے سارے فساد کی جڑ بعل اور اس کی پرستش ہے۔ اگر اس کے برخلاف تاثر دے دیا جائے تو حضرت الیسع علیہ السلام خاموش ہو کر بیٹھ جائیں گے۔ اسے اب ایزبل کی طرف سے بھی خطرہ نہیں تھا۔ اس کی جگہ یورام کی بیویوں نے سنبھال لی تھی۔ وہ لاتعلق ہو گئی تھی۔ اسے اب

Marfat.com

اس سے بھی غرض نہیں تھی کہ کون لعل کے مندر جا رہا ہے۔ اب اس کے شوہر کی حکومت نہیں تھی کہ پجاریوں پر بے دریغ خرچ کر سکے۔ ان سب باتوں سے اسے ہمت ہوئی اور اس نے تخت پر بیٹھتے ہی لعل کی طرف توجہ کی اور بعل دیوتا کے ستون کو توڑ دیا جس کے لیے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے چار سو سال پہلے کہا تھا۔

''جو مذبح تو نے اپنے خدا کے لیے بنائے ہیں اس کے قریب کسی قسم کے درخت کی یسیرت نہ لگانا اور نہ کوئی ستون اپنے لیے کھڑا کرنا جس سے خداوند تیرے خدا کی نفرت ہے۔''

اس ستون کو توڑنے کا یورام کا مقصد حضرت الیسع علیہ السلام پر یہ ظاہر کرنا تھا کہ وہ بعل کو پسند نہیں کرتا لیکن حقیقت یہ تھی کہ دل سے اپنے باپ دادا کے دین کا پیروکار تھا۔ توریت نے اس کے دھوکے کا پول ان الفاظوں میں کھولا ہے۔

''اور اس نے (یورام نے) خداوند کے آگے بدی کی یہ اپنے باپ اور اپنی ماں کی طرح نہیں کیونکہ اس نے بعل کے اس ستون کو جو اس کے باپ نے بنایا تھا دور کر دیا۔ تو بھی وہ نباط کے بیٹے یربعام کے گناہوں سے جن سے اس نے اسرائیل سے گناہ کرایا تھا لپٹا رہا اور ان سے کنارہ کشی نہ کی۔''

حضرت الیسع علیہ السلام نے جب دیکھا کہ اس نے بعل کا ستون گرا دیا ہے اور بعل کے مخالفوں سے اس سختی کے ساتھ پیش نہیں آ رہا ہے جس طرح اس کی ماں ایزبل پیش آتی تھی تو آپ نے کوہ کرمل سے سامریہ کا رخ کیا کہ اب وہیں قیام کریں گے اور اپنے لیے حجرے بنائیں گے۔''

آپ نے جس وقت سامریہ میں قدم رکھا، ہر طرف جنگ کے بادل منڈلا رہے تھے۔ اس جنگ کا سبب یہ بنا کہ موآب کا بادشاہ میسا بہت بھیڑ بکریاں رکھتا تھا اور اسرائیل کے بادشاہ کو ایک لاکھ مینڈھوں کی اون دیتا تھا لیکن جب اخی اب مر گیا تو وہ باغی ہو گیا۔ اخزیاہ کو اتنی فرصت نہ ملی کہ وہ اس سے باز پرس کرتا لیکن یورام نے اس سے اس بغاوت کی سزا دینے کا ارادہ کر لیا۔ اس نے شاہ یہودا یہوسفط سے کمک حاصل کی۔ یہوداہ اور اسرائیل کی متحدہ افوج کی کمان یورام کے ہاتھ میں تھی۔ یہ دونوں افواج مارچ کرتے ہوئے شہر کے پھاٹک سے نکلیں تو دیکھنے کا منظر تھا۔ لوگ یہ بھی دیکھ رہے تھے کہ آخری دستے کے ساتھ حضرت الیسع علیہ السلام بھی شامل تھے، جنہیں یورام نے خیر و برکت کے لیے ساتھ لے لیا تھا۔

اس متحدہ فوج نے بحیرہ مردار کے جنوبی کنارے کے ساتھ ساتھ سات دن تک سفر کیا۔ یہاں اس نے شاہ ادوم کو بھی اپنے ساتھ ملا لیا۔ اگر چہ دریائے ارنون کے شمال میں موآبی علاقے پر اسرائیل کا کنٹرول تھا لیکن یورام نے جنوب کی طرف سے حملہ کرنے کا منصوبہ بنایا۔ راستے بھر پانی کا نام و نشان نہیں تھا۔ اس کی فوجیں ادوم اور موآب کی سرحد پر خیمہ زن تھیں اور پانی کہیں نہیں تھا۔ اس کے لشکر اور چوپائے جو پیچھے چلے آتے تھے ان کے لیے کہیں پانی نہیں تھا۔ اس کے فوجی چشموں اور جھرنوں کی تلاش میں بار بار راہ سے گمراہ ہو جاتے تھے۔ ایک وقت وہ آیا کہ پورا لشکر پانی کی ایک بوند سے بھی محروم ہو گیا۔ کئی کئی میل کی مسافت طے کرنے کے بعد بھی پانی نہ ملا اور پانی کی تلاش میں سرگرداں سپاہی پیاس کی شدت سے بے حال ہوئے تو یورام چلا اٹھا۔

''افسوس کہ خداوند نے ان تین بادشاہوں کو اکٹھا کیا تا کہ ان کو شاہ موآب کے حوالے کر دے۔''

یہوسفط اور ادوم کا حال بھی اس سے کچھ مختلف نہیں تھا۔ وہ پریشان اور قلت آب سے بے حال تھے۔ آخر یہوسفط نے تجویز پیش کی۔

''کیا خداوند کے نبیوں میں سے کوئی یہاں نہیں ہے تا کہ اس کے وسیلے سے ہم خداوند کی مرضی دریافت کریں۔''

''الیسع بن سافط یہاں ہے جو ایلیاہ کے ہاتھ پر پانی ڈالتا تھا۔'' شاہ اسرائیل کے ایک خادم نے کہا۔

''ہمیں اس کے پاس لے چل۔'' تینوں بادشاہوں نے کہا۔

حضرت الیسع علیہ السلام اس وقت ایک سوکھے درخت کے نیچے دعا کر رہے تھے۔ جھلسی ہوئی گھاس پر جب سجدہ ریز

Marfat.com

ہوئے تو ان کے آنسو اس گھاس کے تنکوں پر صاف دکھائی دیتے تھے۔

تینوں بادشاہ اپنے اپنے گھوڑوں پر سوار ان کے قریب پہنچ گئے اور انتظار کرنے لگے کہ کب وہ عبادت سے فارغ ہوتے ہیں۔

عربی گھوڑوں کی ہنہناہٹ سے حضرت الیسع علیہ السلام کی عبادت میں خلل واقع ہوا اور انہوں نے سر اٹھا کر دیکھا۔ تینوں بادشاہ گھوڑے سے اتر آئے تھے۔ آپؑ کی نگاہ جیسے ہی یورام پر پڑی آپؑ نے اسے مخاطب کیا۔

''مجھ کو تجھ سے کیا کام۔ تو اپنے باپ کے نبیوں اور اپنی ماں کے نبیوں کے پاس جا۔''

''آپؑ ایسا تو نہ کہیں۔ اس وقت آپؑ کے سوا ہمارا کون مددگار ہوگا۔ تینوں بادشاہ اس وقت آپؑ کے رحم وکرم پر ہیں۔ آپؑ خدا سے فریاد کریں کہ وہ ہمیں بخش دے۔ ہم پر رحم کرے۔''

''یہی تو میں کہہ رہا ہوں۔ تو ہی ان کو یہاں تک لایا ہے۔ تو نے ہی ان کو بچایا بعل دیوتا سے کہہ۔ وہ تیری ضرور سنے گا۔''

وہ پھر منت سماجت کرنے لگا۔ آخر حضرت الیسع علیہ السلام کی نرم طبیعت نے رحم کی درخواست قبول کر لی۔

''رب الافواج کی حیات کی قسم جس کے آگے میں کھڑا ہوں۔ اگر مجھے شاہ یہوداہ کی حضوری کا پاس نہ ہوتا تو میں تیری طرف نظر بھر کے بھی نہ دیکھتا۔ خیر اب کیا کہنا ہے۔''

''اس علاقے میں پانی دور دور تک نظر نہیں آتا۔ ہم سب دشمن کی تلوار سے نہیں پانی کی قلت سے مر جائیں گے۔ جیتی ہوئی جنگ ہار جائیں گے۔''

''تجھے پانی چاہیے؟''

''اس کے بغیر میرے چوپائے مر جائیں گے۔''

''تو پھر جیسا میں کہتا ہوں تو ویسا کر۔ اس علاقے میں ایک طویل خندق کھدوا دے تاکہ پانی آئے تو اس میں جمع ہو سکے۔''

''سوال تو یہی ہے کہ پانی ہے کہاں جو خندق میں جمع ہوگا۔''

''یہ کام تیرے سوچنے کا نہیں کیونکہ خداوند یوں فرماتا ہے کہ تم نہ ہوا آتی دیکھو گے اور نہ بارش دیکھو گے تو بھی یہ وادی پانی سے بھر جائے گی۔ تم بھی پیو گے تمہارے مویشی اور چوپائے بھی۔''

''ایک بات اور بتا دیجیے۔ اس جنگ کا نتیجہ کیا ہوگا۔ اگر ہمیں شکست ہی کھانی ہے تو ہم ابھی سے لوٹے جاتے ہیں۔'' اس مرتبہ شاہ یہوداہ نے سوال کیا۔

''یہ خداوند کے لیے ایک ہلکی سی بات ہے۔ وہ موآبیوں کو بھی تمہارے ہاتھ میں کر دے گا اور تم ہر فصیل دار شہر اور عمدہ شہر مار لو گے اور ہر اچھے درخت کو کاٹ ڈالو گے اور پانی کے سب چشموں کو بھر دو گے اور ہر اچھے کھیت کو پتھروں سے خراب کر دو گے۔''

اس یقین دہانی کے بعد یورام نے خندق کھودنے کا حکم دے دیا۔

جب خندق کھد گئی تو اتحادی فوج نے حیرت انگیز طور پر دیکھا کہ ادوم کی طرف سے پانی ریلے کی شکل میں بہتا ہوا آ رہا ہے۔ دیکھتے ہی دیکھتے طویل ترین خندق لبالب بھر گئی۔

یہ رات کا وقت تھا۔ صبح ہوئی تو ان موآبیوں نے جو ہتھیار بند ہو کر سرحد پر کھڑے تھے اور شاہ موآب کی سربراہی میں لڑنے آئے تھے، اس خندق کو دیکھا تو شفق کی سرخی نے تمام پانی کو سرخ کر دیا تھا۔ وہ یہ تو گمان بھی نہیں کر سکتے تھے کہ اس علاقے میں اتنا پانی ہوگا۔ انہوں نے یہ قیاس کیا کہ تینوں بادشاہ آپس میں لڑ مرے ہیں اور یہ ان سپاہیوں کا خون ہے

Marfat.com

۔ان میں سے بڑی تعداد مطمئن ہوکر موآب کو لوٹ گئی جو تھوڑے سے رہ گئے تھے انہوں نے حالات جاننے کے لیے بے خطر ہوکر اسرائیلیوں کی لشکر گاہ میں قدم رکھ دیا۔ اتحادی فوج کے تازہ دم دستے ان پر ٹوٹ پڑے۔ موآبیوں کے پاس بھاگنے کے سوا کوئی چارہ نہ تھا۔ یورام کے لشکر ان کا تعاقب کرتے ہوئے موآب میں داخل ہو گئے اور جو ملا اسے مولی گاجر کی طرح کاٹ کر رکھ دیا۔ وہی ہوا جو حضرت الیسع علیہ السلام نے کہا تھا۔ شہروں کو مسمار کیا اور زمین کے ہر اچھے قطعے پر سب نے ایک ایک پتھر ڈال کر اسے بھر دیا اور پانی کے سب چشمے بند کر دیے اور سب اچھے درخت کاٹ ڈالے۔

جب شاہ موآب نے دیکھا کہ لڑنے کی سکت نہیں تو اس نے اپنے پہلوٹھی کے بیٹے کو ساتھ لیا جو اس کی جگہ بادشاہ ہوتا اور اسے موآبی دیوتا کموش کے حضور سوختنی قربانی کے طور پر چڑھا دیا۔ انسانی گوشت کے جلنے کی بو آئی تو یہ راز اسرائیلیوں پر کھلا اور وہ دستور کے مطابق جنگ سے ہاتھ اٹھانے پر مجبور ہو گئے۔ فتح ہو چکی تھی لیکن موآبیوں کو مطیع کیے بغیر اور خراج طلب کیے بغیر اپنے ملک کو لوٹ گئے۔

یورام اب حضرت الیسع علیہ السلام کا دل سے قائل ہو چکا تھا۔ وہ دیکھ چکا تھا کہ کس طرح ان کی دعا سے ریگستان میں پانی میسر آ گیا تھا۔ انہی کی دعا سے اسے فتح نصیب ہوئی تھی۔ اسے ایزبل کی طرف سے بھی خطرہ نہیں رہا تھا۔ وہ یہ بھی دیکھ رہا تھا کہ اس جنگ کے بعد ان کی شہرت میں بے حد اضافہ ہو گیا ہے۔ اس بات کے چرچے عام ہو رہے تھے کہ حضرت الیسع علیہ السلام کی مناجات پر خدا نے ریگستان میں کسی بارش کے بغیر خندقوں کو پانی سے بھر دیا تھا۔ ہر گاؤں، ہر بستی سے لوگ آ رہے تھے اور حضرت الیسع علیہ السلام سے اظہار عقیدت کے لیے ان کے ہاتھ چوم رہے۔ اس کا مطلب یہی ہو سکتا تھا کہ اسرائیلیوں نے ان کی ہستی کو اپنا روحانی پیشوا تسلیم کر لیا تھا۔ جو مخالف تھے بھی انہوں نے اسی کو مصلحت سمجھا کہ خاموش رہیں۔ یورام میں بھی اب اتنی قوت نہیں تھی کہ وہ ان کی مقبولیت سے ٹکر لے سکے۔ اس نے اسی میں مصلحت جانی کہ ان کی دلداری کرتا رہے اور ان کے غضب سے بچتا رہے۔

یورام نے انہیں خوش کرنے کے لیے ایک رہائش گاہ بھی ان کے لیے وقف کر دی۔ یہ بھی اجازت دے دی کہ وہ چاہیں تو اس میں توسیع بھی کر سکتے ہیں۔ ان کی تبلیغ و ہدایت پر بھی کوئی پابندی نہیں رہی تھی۔

حضرت الیسع علیہ السلام کو اس سے فائدہ یہ ہوا کہ ملاقاتیوں کی تعداد میں اضافہ ہو گیا۔ وہ غریب جو بادشاہ کے خوف کی وجہ سے ان سے ملتے ہوئے کتراتے تھے اب بادشاہ کی نظر بدلی ہوئی دیکھی تو بے خطر آپؑ کے پاس آنے لگے۔ ان میں صرف سامریہ ہی کے لوگ نہیں تھے بلکہ دور دراز کے لوگ بھی شامل تھے۔ ایسے بھی تھے جو بعل دیوتا کے پروہت تھے اور اب دل برداشتہ ہو کر آپؑ کے قدموں میں کھنچے چلے آ رہے تھے۔ بے شمار ضرورت مندوں کا تانتا بندھا رہتا تھا۔ خود آپؑ نے بھی یہ شیوہ بنا لیا تھا کہ ہر ضرورت مند کی مدد کرنی ہے۔

آپؑ کی قیام گاہ پر ہر وقت ضرورت مندوں کا ہجوم رہتا تھا۔ ایک روز ایسا ہی ہجوم تھا کہ آپؑ نے ایک عورت کو دیکھا جو بڑی دیر سے بیٹھی رو رہی تھی۔ آپؑ نے اپنے خادموں سے کہا کہ سب سے پہلے اس عورت کو میرے پاس بھیجو۔ اس کے آنسو مجھے چین سے نہیں بیٹھنے دیں گے۔

وہ عورت آپؑ کے سامنے پیش ہوئی تو شدت غم سے اس سے بات نہیں ہو رہی تھی۔ آپؑ کی شفقت نے اسے اور پھوٹ پھوٹ کر رونے پر مجبور کر دیا۔ جب وہ دل ہلکا کر چکی تو اس نے اپنی بپتا سنائی۔

''میں آپؑ کے پاس اس لیے آئی ہوں کہ میرا آپؑ سے ایک رشتہ ہے۔''

''میں صرف اسی لیے تو تیری بات نہیں سنوں گا کہ تجھ سے میرا کوئی رشتہ ہے۔ میں تو سب ہی کی سنتا ہوں۔''

''میں کسی سفارش کے لیے رشتہ نہیں بتا رہی ہوں۔ میں تو یہ بتانا چاہتی ہوں کہ تیرے نام لیواؤں کے ساتھ کیسے کیسے ظلم ہو رہے ہیں۔''

Marfat.com

''چل بتا، تجھ سے میرا کیا رشتہ ہے؟''

''میرا آپ سے دینی رشتہ ہے۔ میرا شوہر انبیا زادوں میں سے ایک تھا جو اب اس دنیا میں نہیں رہا۔ میں اس کی بیوہ ہوں۔ ہماری زندگی بعل کی مخالفت کی وجہ سے اجیرن کر دی گئی تھی۔ کوئی نوکری تک دینے کے لیے تیار نہیں تھا۔ اس مصیبت کے دنوں میں میرے شوہر نے ایک ساہوکار سے قرض لیا تھا۔ اس قرض کا مجھے علم نہیں تھا۔ میرے شوہر کے مرنے کے بعد ساہوکار میرے گھر آیا اور اپنی رقم طلب کرنے لگا۔ میں نے اسے اپنی مجبوری بتائی اسے خدا کے واسطے دیے لیکن وہ کسی صورت نہ مانا۔''

''اس نے قرض دیا تھا تو مانگنا تو تھا۔ تم اپنے پڑوسیوں سے کہتیں۔ شاید وہ کچھ مدد کر دیتے۔'' حضرت الیسع علیہ السلام نے کہا۔

''آپؑ کیا سمجھتے ہیں میں نے ان سے نہیں کہا ہوگا؟ ایک ایک سے کہا اور وہ خود بھی میری حالت کو جانتے تھے لیکن وہ تو الٹا اس ساہوکار کا ساتھ دینے لگے۔ سچ ہے غریب کی کون سنتا ہے۔''

''آگے بتا کیا ہوا۔''

''میں ساہوکار کو ٹالتی رہی کہ شاید یہ تھک جائے اور آنا چھوڑ دے لیکن وہ کہاں ماننے والا تھا۔ ہر دوسرے تیسرے دن آ دھمکتا تھا۔ اب کے وہ آیا تو یہ دھمکی دے کر گیا ہے کہ اگر ایک ہفتے میں رقم نہیں لوٹائی تو وہ میرے دو بیٹوں کو غلام بنا کر لے جائے گا۔ میں اپنے بیٹوں کو ہرگز اس کے پاس نہیں جانے دوں گی۔ اسی لیے میں آپؑ کے پاس آئی ہوں۔''

''تو بالکل ٹھیک جگہ آئی۔ اب تو زندگی بھر کسی کی قرض دار نہیں ہوگی اور تیرا یہ قرض بھی اتر جائے گا۔'' حضرت الیسع علیہ السلام نے اسے تسلی دی اور فرمایا۔ ''مجھے یہ بتا تیرے گھر میں کیا ہے؟''

''تیری لونڈی کے پاس گھر میں ایک پیالہ تیل کے سوا کچھ نہیں۔''

''تو جا اور ہمسایوں سے تھوڑے عرصے کے لیے برتن مانگ لے۔''

''میں ان برتنوں کا کیا کروں گی۔ مجھے تو قرض اتارنے کے لیے رقم درکار ہے۔''

''پہلے جو میں کہتا ہوں وہ تو کر۔ جب برتن جمع ہو جائیں تو میرے پاس چلی آنا۔ پھر میں تجھے بتاؤں گا کہ کیا کرنا ہے۔'' وہ عورت مایوس ہو کر اٹھ گئی۔ باہر نکل کر بھی وہ لوگوں سے یہی کہہ رہی تھی کہ یہ کیسے نبی ہیں۔ میں نے ان کی بڑی شہرت سنی تھی۔ رقم مہیا کرنے کے بجائے مجھے برتن جمع کرنے پر لگا دیا۔ اب میں برتنوں کی قرض دار ہو جاؤں گی۔ لوگوں نے اسے سمجھایا کہ تو زیادہ تکرار مت کر، جیسا وہ کہتے ہیں ویسا کر لے۔

وہ عورت بڑبڑاتے ہوئے چلی گئی اور ہمسایوں سے برتن مانگنے میں مشغول ہو گئی۔ کسی نے برتن دیا کسی نے نہیں دیا کہ مفلس عورت ہے کہیں برتن بیچ کر ہی نہ کھائے۔ بہر حال پھر بھی اس نے اچھے خاصے برتن جمع کر لیے اور رات بھر سوچتی رہی کہ دیکھو کل کیا ہوتا ہے۔

دوسرے دن سورج طلوع ہونے سے پہلے ہی حضرت الیسع علیہ السلام کی قیام گاہ کے دروازے پر جا کر بیٹھ گئی۔ خادموں نے دروازہ کھولا تو اسے بیٹھے دیکھا۔ ایک دن پہلے وہ اسے دیکھ چکے تھے لہٰذا اسے اندر بلا لیا اور حضرت الیسع علیہ السلام کے سامنے پیش کر دیا۔

''تو آ گئی۔''

''میں نے آپؑ کے حکم کے مطابق برتن جمع کر لیے ہیں۔ اب بتا میرے لیے کیا حکم ہے؟''

''میری بات غور سے سن۔ تو اپنے بیٹوں کو ساتھ لے کر اندر جانا اور پیچھے سے دروازہ بند کر لینا۔ تیرے گھر میں جو ایک پیالہ تیل ہے اسے پہلے ایک برتن میں انڈیلنا اور جب وہ بھر جائے تو دوسرا برتن بھر لینا۔ اسی طرح تمام برتن بھر لینا۔

Marfat.com

پھر اس تیل کو بیچ کر قرض اتار دینا۔ جو پیسے بچیں اس سے نئے برتن خرید لینا۔ ہمسایوں کے برتن واپس کر دینا۔ تیرا جو ایک پیالہ تیل ہے وہ اسی طرح بھرا رہے گا۔ نئے برتن آ جائیں تو انہیں بھی بھر لینا اور بیچ دینا۔''

''میری تو کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا ہے۔ ایک پیالہ تیل سے اتنے برتن کیسے بھر سکتے ہیں۔''

''خداوند کو منظور ہوا تو ایسا ہی ہوگا۔ تیرے گھر میں تیل کبھی ختم نہیں ہوگا اور تو اپنی گزر بسر اسی تیل سے کرتی رہے گی۔''

اس عورت کو شاید اب بھی یقین نہیں آیا تھا لیکن انکار بھی نہیں کر سکتی تھی۔ اٹھی اور گھر چلی گئی۔ اس نے حضرت الیسع علیہ السلام کو آزمانے کو تیل بڑے برتن میں انڈیلنا شروع کیا۔ حیرت سے اس کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ بڑا برتن بھر چکا اور پیالے سے ایک قطرہ بھی کم نہیں ہوا تھا۔ اس نے بیٹے سے کہا دوسرا برتن لا، پھر تیسرا۔ اس طرح تمام برتن بھر گئے۔ اس عورت نے اس تیل کو بازار میں لے جا کر بیچ دیا۔ قرض اتارا۔ نئے برتن خریدے اور ہمسایوں کے برتن انہیں واپس کر دیے۔ جب پیسے ختم ہو گئے تو اس نے پھر پیالے کا تیل برتنوں میں انڈیلا اور بازار جا کر بیچ دیا۔

اس کے حالات بہتر ہونے لگے تو محلے والوں کو تشویش ہوئی کہ یہ تو اتنی مفلس تھی، اب اس کے حالات کیسے بدل گئے۔ تب دو ایک نے اس سے پوچھا۔ اس نے تفصیل تو نہیں بتائی بس اتنا کہا کہ یہ سب کچھ بعل دیوتا کو نہ ماننے اور خدا پر یقین رکھنے سے ہوا ہے۔ حضرت الیسع علیہ السلام کی برکت ہے جو میرے گھر میں اتر آئی ہے۔ وہ جس سے ملتی حضرت الیسع علیہ السلام کی تعریف کرتی اور انہیں ترغیب دیتی کہ بعل کی پرستش سے ہاتھ اٹھا لیں تو اللہ انہیں بھی برکت دے گا۔ یہ عورت حضرت الیسع علیہ السلام کی نمائندہ بن کر دین کی تبلیغ کرتی رہی۔ یہ چونکہ موآب سے آئی تھی لہٰذا اس کی تبلیغ سے حضرت الیسع علیہ السلام کا نام موآب میں بھی مشہور ہو گیا۔

اسی طرح جب آپؑ سفر میں نکلے ہوئے تھے تو شونیم کی طرف جا نکلے۔ آپؑ کا خادم جیجازی آپؑ کے ساتھ تھا۔ یہاں ان کی ملاقات ایک مالدار عورت سے ہوئی۔ وہ انہیں جانتی نہیں تھی لیکن اتنا اندازہ اسے ہو گیا تھا کہ یہ کوئی مرد خدا ہیں۔ وہ ان کی تواضع کے لیے دسترخوان کی طرح بچھ گئی۔ ضد کر کے انہیں اپنے ساتھ کھانا کھلایا اور یہ وعدہ بھی لیا کہ وہ جب بھی ادھر سے گزریں اس کے ساتھ کھانا کھائیں۔ آپؑ نے وعدہ کر لیا اور جب ادھر سے گزرنا ہوتا کھانے کے لیے وہیں چلے جاتے۔ وہ عورت آپؑ کی اس طرح خدمت کرتی جیسے ان کی کوئی کنیز ہو۔

حضرت الیسع علیہ السلام اس عورت کی نیکی سے بہت خوش تھے۔ اس کے ساتھ ہی انہیں یہ بھی احساس تھا کہ انہیں بھی اس عورت کے لیے کچھ کرنا چاہیے۔ ایک روز اپنے خادم جیجازی کو بلایا اور اس سے کہا۔

''دیکھ وہ عورت جس کے گھر ہم کھانا کھاتے ہیں، مجھے حاجت مند لگتی ہے۔ اس کی آنکھوں میں ہمیشہ کوئی سوال رہتا ہے۔ شاید کوئی حجاب مانع ہے کہ وہ کہہ نہیں پا رہی ہے۔ تو اس کے پاس جا اور پوچھ اسے کس چیز کی حاجت ہے۔''

جیجازی اس عورت کے پاس گیا اور تھوڑی دیر میں واپس آ گیا۔ ''وہ عورت کہتی ہے میرے پاس بہت دولت ہے۔ مجھے کس چیز کی حاجت ہو سکتی ہے۔''

''نہیں، میں نے اس کی آنکھوں میں ایک حسرت دیکھی ہے۔ تو جا کر ارد گرد والوں سے پوچھ۔ شاید وہ بتائیں کہ اس کی زندگی میں کس چیز کی کمی ہے۔'' جیجازی پھر چلا گیا۔ اس مرتبہ وہ آیا تو اس کے پاس بہت سی معلومات تھیں۔

''اس کے پڑوس والے کہتے ہیں، اس کے پاس اللہ کا دیا بہت کچھ ہے لیکن اس کی کوئی اولاد نہیں ہے اور اس کا شوہر بوڑھا ہے۔ اس کا دکھ اسے ہمیشہ رہتا ہے۔ اس نے دولت کے لیے بوڑھے سے شادی کر لی تھی۔ یہ دولت اس کے شوہر کی ہے اس کی نہیں۔''

''بس میرا مسئلہ حل ہو گیا۔'' حضرت الیسع علیہ السلام نے کہا۔ ''تو مجھے اس کے پاس لے چل۔''

Marfat.com

آپ اس عورت کے گھر پہنچے تو وہ ہمیشہ کی طرح خوش ہوگئی اور آپ کے لیے دستر خوان بچھا دیا۔

''آج میں تیرے پاس کھانا کھانے کے لیے نہیں آیا ہوں۔ آج میں تجھے کچھ دینے آیا ہوں۔''

''میرے پاس سب کچھ ہے۔ میں تجھ سے کیا چاہوں گی۔''

''تو حیادار ہے کچھ نہیں بتاتی لیکن مجھے تو سب معلوم ہے۔ تو اولاد کے لیے ترستی ہے۔''

''جب آپ پر یہ سب روشن ہے تو میں آپ کو کیا بتاؤں۔ بس اتنا کہہ سکتی ہوں کہ غلطی میری تھی۔ میں نے دولت کے لیے بوڑھے سے شادی کرلی۔ اب اولاد کی شکایت کیا کروں۔'' اس عورت نے ٹھنڈی سانس بھری۔

''میں اب سامریہ واپس جارہا ہوں لیکن تیرے لیے دعا کرتا جارہا ہوں۔ تجھے اگلے موسم بہار میں خوش خبری ملے گی تجھے اللہ ایک سعادت مند بیٹا دے گا۔''

''یہ تو معجزہ ہی ہوگا اور آپ کی ذات سے یہ بعید نہیں ہے۔''

آپ نے اسے مزید دعا دی اور سامریہ کی طرف لوٹ آئے۔

سامریہ میں آئے چند ہی روز ہوئے تھے کہ معلوم ہوا کہ جلجال میں کال پڑا ہوا ہے۔ اب آپ کو جلجال کے لوگوں کی مدد کے لیے پہنچنا تھا۔ دراصل آپ نے تبلیغ کا یہ طریقہ اختیار کرلیا تھا کہ جہاں کوئی مشکل میں ہوتا وہاں آپ پہنچ جاتے۔ اس کی مدد کرتے اور یوں وہ آپ کا گرویدہ ہوجاتا اور آپ کے نظریات کا پرچار کرتا اور بعل کی مخالفت پر کمر بستہ ہوجاتا۔ یوں آپ اپنے محاذ پر لڑنے کے لیے خاموش سپاہی تیاری کررہے تھے۔

آپ جلجال پہنچے تو دریا کے کنارے، پر فضا یہ شہر خشک، ویران اور بنجر دکھائی دے رہا تھا۔ درخت اپنی چھال تک سے محروم تھے۔ معلوم ہوا ٹڈیوں کے غول نے اس شہر پر حملہ کیا اور منٹوں میں کھیت کو چٹ کرگئیں۔ جس پیڑ پر بیٹھیں اس کی چھال اور پتے کھا گئیں۔ اب یہاں کے لوگوں کے لیے کھانے کو کچھ بھی نہیں۔ لوگ بے حد کمزور اور مایوس نظر آرہے تھے۔ گھاس تک کا نام و نشان نہیں تھا کہ جانوروں کی تو بھوک مٹ جاتی۔

آپ نے جلجال کے طالب علموں کو حکم دیا کہ وہ جنگل میں جائیں اور جنگلی لوبیا اور دوسری چیزیں جو کھانے کے قابل ہوں جلد لے کر آئیں۔

جتنی دیر میں وہ آئے آپ نے لکڑیاں جمع کر کے دیگ چڑھا دی۔

طالب علم جنگل میں چاروں طرف پھیل گئے۔ ایک طالب علم اس طرف چلا گیا جہاں اندرائن کے بہت سے درخت لگے ہوئے تھے اور ان میں پھل بھی تھے۔ یہ پھل زہریلے ہوتے ہیں مگر وہ ان سے ناواقف تھا۔ اس نے وہ پھل توڑ لیے۔

جب یہ طالب علم واپس آئے تو اپنے ساتھ لائی ہوئی ترکاریاں دیگ میں انڈیل دیں۔ اندرائن کے پھل بھی دیگ میں ڈال دیے۔ کسی نے غور بھی نہیں کیا کہ وہ کیا ڈال رہا ہے۔

کھانا کیا ایک قسم کی لپسی تیار ہوگئی جسے گھونٹ گھونٹ کر کے پیا جاسکتا تھا۔ وقتی بھوک مٹانے کے لیے یہی بہت تھا۔ لوگ بھوکے تو تھے ہی فوراً ٹوٹ پڑے لیکن ایک گھونٹ کے بعد ہی تھوکنے پر مجبور ہوگئے۔

''اے مرد خدا! یہ تو ہمیں کیا کھلا رہا ہے۔ اس میں تو زہر ہے۔''

''میں نے تو وہی کچھ پکایا جو تم لوگ لائے تھے۔''

''تم نے جان بوجھ کر اس میں کوئی ایسی چیز ملا دی ہے کہ ہم سب مرجائیں۔''

اس شہر میں بہت سے لوگ ایسے تھے جو حضرت الیسع علیہ السلام کے خلاف تھے اور ان کو کہنے کا موقع مل گیا۔ کچھ لوگ اور بھی ان کے ساتھ شامل ہوگئے۔ اچھا خاصا ہنگامہ کھڑا ہوگیا۔

آپ نے نہایت تحمل سے سب کی باتیں سنیں اور ایک شخص سے کہا۔ ''ایک مٹھی آٹا کہیں سے لے کر آتا کہ اس

Marfat.com

کھانے کو میں کھانے کے قابل بنادوں۔'' وہ دوڑ کر مٹھی بھر آٹا لے آیا۔ آپؑ نے اس آٹے کو دیگ میں ڈال کر ایک لکڑی سے ہلایا۔

''اب یہ دیگ کھانے کے قابل ہوگئی ہے۔ تم اسے کھاتے رہو۔''

جن لوگوں کو حضرت الیسع علیہ السلام پر اعتبار تھا، انہوں نے فوراً ہاتھ بڑھادیا۔ انہوں نے ایسی مزے دار لپسی اس سے پہلے نہیں کھائی تھی۔ انہوں نے تعریف کی تو دوسرے لوگوں نے بھی اپنی بھوک مٹالی۔ تمام لوگ کھا چکے تو بھی دیگ اسی طرح بھری ہوئی تھی۔

''جب تک قحط کا زمانہ ہے تم اس میں سے کھاتے رہنا۔''

لوگوں کو یقین تھا کہ حضرت الیسع علیہ السلام نے جیسا کہا ہے ویسا ہی ہوگا اور واقعی ایسا ہی ہوا۔ صبح شام اسی دیگ سے لنگر جاری تھا اور ہر روز اس کھانے کا ذائقہ دوسرا ہوجاتا تھا۔ چند ہی روز میں بھوک سے بے حال چہرے پہلے سے بھی زیادہ شاداب ہوگئے۔

اب آپؑ کے یہاں رہنے کی ضرورت نہیں رہی تھی۔ آپؑ رخصت ہونے لگے تو لوگوں کا ایک گروہ آپؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنے سابقہ عقائد سے توبہ کی۔

''ہمیں ابھی تک بعل دیوتا پر ایمان تھا لیکن ہم نے دیکھا کہ بعل اپنے مندر سے نکل کر ہماری مدد کو نہیں آیا۔ آپؑ کا خداوند سچا ہے کہ اس کی مدد ہمیں ملی۔ آج کے بعد سے ہم بعل سے نفرت اور خدا سے محبت کریں گے۔''

☆......☆......☆

شاہ ارام کے لشکر کا سردار نعمان، بادشاہ کے نزدیک نہایت معزز تھا اس لیے کہ بادشاہ کو تمام فتوحات اسی سردار کی بدولت ملی تھیں۔ کچھ دنوں سے وہ کوڑھ کے مرض میں مبتلا ہوگیا تھا۔ کوڑھ کے منحوس نشان اس کے بدن پر نمایاں ہونے لگے تھے لیکن چونکہ ابھی جسم کے پوشیدہ حصوں میں تھے اس لیے اس کا مرض سب پر ظاہر نہیں ہوا تھا۔ شاید بادشاہ کو بھی علم نہ ہوتا لیکن ایک روز اس نے نعمان کی بیوی اور اس کی اسرائیلی لونڈی کے درمیان ہونے والی گفتگو سن لی۔

''یہ لونڈی نعمان کی بیوی سے کہہ رہی تھی۔'' کاش میرا آقا اس نبی کے پاس ہوتا جو سامریہ میں ہے تو وہ نبی ایسا ہے جو اسے کوڑھ سے شفا دیتا۔''

''تو کس نبی کی بات کررہی ہے۔ ہم نے سب کچھ کرکے دیکھ لیا۔''

''میں الیسع کی نبی کی بات کررہی ہوں جو آئے دن معجزے دکھاتا رہتا ہے۔ اس کی دعا میں بڑا اثر ہے۔''

''تم کہتی ہو تو وہ ایسا ہی ہوگا لیکن اسرائیل سے تو ہماری دشمنی رہتی ہے۔ نعمان وہاں کیسے جاسکتا ہے؟'' نعمان کی بیوی نے سرد آہ بھرتے ہوئے کہا۔

بادشاہ نے یہ گفتگو سنی اور اسے پہلی مرتبہ معلوم ہوا کہ نعمان کو کوڑھ ہوگیا ہے۔ نعمان اسے بہت عزیز تھا۔ وہ اسے اپنے ہاتھ سے کھونا نہیں چاہتا تھا۔ اس نے اسرائیلی لونڈی کو اپنے پاس بلایا اور پوری تفصیل معلوم کرلی۔ پھر نعمان کو بلایا اور اسے بتایا کہ وہ سب کچھ جان گیا ہے۔

''تو فکر مت کر، ہر چند کہ اسرائیلیوں سے ہمارے تعلقات اچھے نہیں ہیں لیکن تیری جان بچانے کے لیے دشمن کو بھی گلے لگالوں گا۔ میں یورام کے نام خط لکھ کر تجھے دے رہا ہوں۔ تو فوراً سامریہ کی طرف روانہ ہوجا اور یہ خط یورام تک پہنچادے۔''

نعمان سپہ سالار تھا۔ وہ پورے کروفر کے ساتھ سپاہیوں کے ایک دستے کو لے کر سامریہ کے پھاٹک پر جا کھڑا ہوا۔ شہر کے باہر خیموں کا بازار لگادیا اور خود بادشاہ یورام سے ملنے شہر میں داخل ہوگیا۔ وہ شاہی محل میں یورام سے ملا اور اپنے

Marfat.com

بادشاہ کا خط اس کے حوالے کیا۔ بادشاہ نے اسے مہمان خانے پہنچا دیا اور خود شاہ ارام کی طرف سے بھیجے گئے خط کو پڑھنے لگا۔

خط میں لکھا تھا۔ ''یہ نامہ جب تجھ کو ملے تو جان لینا کہ میں نے اپنے خادم نعمان کو تیرے پاس بھیجا ہے تاکہ اس کے کوڑھ سے اسے شفا دے۔''

یورام کے درباریوں نے دیکھا کہ یورام چیخ چیخ کر کہہ رہا ہے۔ ''کیا میں خدا ہوں کہ ماروں اور جلاؤں جو یہ شخص ایک آدمی کو میرے پاس بھیجتا ہے کہ میں اس کو کوڑھ سے شفا دوں۔''

اس نے عالم پریشانی میں اپنی قبا چاک کر لی۔ ''یہ کچھ اور نہیں۔ شاہ ارام مجھ سے لڑائی کا بہانہ ڈھونڈ رہا ہے۔ میں چاہوں تو اس کے سردار لشکر کو اپنے محل میں قید کر لوں مگر مصیبت یہ ہے کہ وہ قاصد کے روپ میں آیا ہے۔ ہماری یہ روایت نہیں کہ ہم قاصد کو گرفتار کر لیں۔''

اس نے اسی وقت اپنے وزیروں اور مشیروں کا اجلاس طلب کر لیا اور ان سے پوچھا کہ اب کیا کیا جائے۔ اس مصیبت سے کیسے چھٹکارا حاصل کیا جائے۔ سب کی رائے یہی تھی کہ نعمان کو واپس بھیج دیا جائے۔ شاہ ارام کو ایک خط اس مضمون کا بھیجا جائے کہ شاہ اسرائیل بادشاہ ہے خدا نہیں۔ اور جنگ کی تیاری کی جائے کیونکہ شاہ ارام کی نیت ٹھیک معلوم نہیں ہوتی۔

ابھی یہ اجلاس ختم نہیں ہوا تھا کہ کسی نے حضرت الیسع علیہ السلام کے آنے کی اطلاع دی۔ بادشاہ نے حضرت الیسع علیہ السلام کا نام سنا تو اسے خیال ہوا کہ ہو سکتا ہے اس جنگ کے بارے میں حضرت الیسع علیہ السلام نے کوئی پیغام بھیجا ہو، اس نے خادم کو فوراً بلا لیا۔

''میرے آقا نے کہلوایا ہے کہ اے بادشاہ! تو نے اپنے کپڑے کیوں پھاڑے۔ تو اسے میرے پاس آنے دے۔ وہ جان لے گا کہ اسرائیل میں ایک نبی ہے۔''

یورام کو اب اپنی غلطی کا احساس ہو رہا تھا۔ اس نے پہلے ہی حضرت الیسع علیہ السلام کو کیوں نہیں بلا بھیجا تھا۔ شاید وہ اپنے معجزے سے نعمان کے کوڑھ کا علاج کر دیں۔

بادشاہ نے اسے پورے اعزاز کے ساتھ حضرت الیسع علیہ السلام کی قیام گاہ کی طرف بھیج دیا۔ گھوڑوں اور رتھوں کا قافلہ حضرت الیسع علیہ السلام کے دروازے پر پہنچ گیا۔

نعمان تو وہ تھا کہ اطلاع ملتے ہی شاہی محل کے دروازے اس پر کھل گئے تھے لیکن یہاں اس کی اطلاع پر حضرت الیسع علیہ السلام کا خادم باہر نکلا۔

''آقا کہتے ہیں جا اور یردن میں سات بار غوطہ مار تو تیرا جسم پھر سے بحال ہو جائے گا اور تو پاک صاف ہو گا۔''

اپنے اعزاز اور مرتبے کو دیکھتے ہوئے نعمان کو یہ پیغام بہت ناگوار ہوا۔ وہ تو سمجھ رہا تھا کہ حضرت الیسع علیہ السلام باہر نکلیں گے، اس کا استقبال کریں گے اور کھڑے ہو کر خدا سے دعا کریں گے اور میرے زخموں پر ہاتھ رکھیں گے۔ حضرت الیسع علیہ السلام کی بے توجہی پر اسے غصہ آ گیا۔

''میں ارامی لشکر کا سردار ہوں۔ بادشاہ اسرائیل تک میرا احترام کرتا ہے۔ حضرت الیسع علیہ السلام نے باہر نکل کر میرا استقبال بھی نہیں کیا۔'' اس نے اپنے آدمیوں سے کہا۔

''حضور، اس وقت وہ عبادت میں مشغول ہوں گے۔ انہوں نے جو کہا ہے اس پر عمل کر کے دیکھ لیں۔''

''کیا دمشق کے دریا ابانہ اور فرفر اسرائیل کی سب ندیوں سے بڑھ کر نہیں ہیں۔ کیا میں ان ندیوں میں نہا کر پاک صاف نہیں ہو سکتا جو وہ مجھے یردن میں غوطے مارنے کا حکم دے رہے ہیں۔''

Marfat.com

اس کے آدمیوں نے پھر اسے سمجھایا۔ ''اے ہمارے باپ! اگر وہ نبی کوئی بڑا کام کرنے کا حکم تجھے دیتا تو کیا تو اسے نہ کرتا۔ یہ تو معمولی سا کام ہے۔ یہ تجھے کر لینا چاہیے۔''

وہ ارام جانے کے لیے مڑ چکا تھا لیکن اپنے خدمت گاروں کے سمجھانے پر دریائے یردن (اردن) پر چلا گیا اور حضرت الیسع علیہ السلام کے کہنے کے مطابق سات مرتبہ اپنے جسم کو دریا میں بھگویا اور دریا سے باہر نکل آیا۔ قریب ہی اس کا خیمہ لگا دیا گیا تھا۔ وہ خیمے میں چلا گیا اور اثر دیکھنے کے لیے دن بھر ٹھہرا رہا۔ صبح اس کی آنکھ کھلی تو اس نے گھبرا کر اپنے جسم کو ٹٹولا۔ کسی زخم کا نشان تک باقی نہ رہا تھا۔ اسے یقین نہیں آ رہا تھا کہ کوئی دوا لگائے بغیر کس طرح شفا مل سکتی ہے۔ اسے جب اپنی آنکھوں پر یقین نہ آیا تو اس نے ایک خدمت گار کو بلایا۔

''میرے بدن کو دیکھنا۔ تمہیں کوئی نشان نظر آ رہا ہے؟''

''مبارک ہو، آپ کو تو صحت مل چکی ہے۔ اس پانی میں تو جادو ہے۔''

''جادو پانی میں نہیں ہے۔ جادو تو اس نبی کی دعا میں ہے۔ میں سمجھ رہا تھا اس نے مجھے ٹال دیا ہے مگر اس نے تو واقعی میرا علاج کر دیا ہے۔ اب مجھ پر لازم ہو گیا ہے کہ میں اس مرد خدا کے پاس جاؤں اور اس کا شکریہ ادا کروں۔''

وہ اپنے رتھ پر سوار ہوا اور ایک مرتبہ پھر حضرت الیسع علیہ السلام کے دروازے پر آ گیا اور آپؑ سے ملنے کا اشتیاق ظاہر کیا۔ اس مرتبہ اسے باریابی کی اجازت مل گئی۔

وہ اندر داخل ہوا اور حضرت الیسع علیہ السلام کے سامنے پہنچا تو اس کی آنکھیں جھکی ہوئی تھیں۔ ''میں نے جان لیا کہ آپؑ سچے نبی ہیں لہٰذا کرم فرما کر اپنے خادم کا ہدیہ قبول کیجیے۔''

''کیسا ہدیہ!''

''دس قنطار چاندی اور چھ ہزار مثقال سونا اور دس جوڑے کپڑے آپ کی نذر کے لیے لایا تھا۔''

''خداوند کی حیات کی قسم! جس کے آگے میں کھڑا ہوں، میں کچھ نہیں لوں گا۔''

''آپؑ نہ لیں مگر مجھے دینے تو دیں۔ میری خوشی اسی میں ہوگی کہ آپ اسے قبول کریں۔''

''میں نے کہہ دیا کہ میں تجھ سے کچھ نہیں لوں گا۔ اگر دینا ہی ہے تو یہ وعدہ دے کر تو بت پرستی چھوڑ دے گا۔''

''میں آپؑ کے سامنے عہد کرتا ہوں کہ خداوند کے سوا کسی غیر معبود کے حضور نہ تو سوختنی قربانی کروں گا نہ ذبیحہ چڑھاؤں گا اور دوسروں کو تلقین کروں گا لیکن ایک بات کے لیے آپؑ مجھے معاف کر دیں کہ جب میرا بادشاہ پرستش کے لیے رمون کے مندر میں جائے اور مجھے ساتھ لے جائے اور میں اس کی خوشنودی کے لیے رمون کے آگے سر جھکا دوں تو میں مجبور ہوں گا۔''

''جا اور سلامتی کے ساتھ جا۔''

نعمان نے ایک مرتبہ پھر ہدیہ قبول کرنے کے لیے اصرار کیا لیکن آپؑ نے ایک مرتبہ پھر سختی سے انکار کر دیا۔ نعمان نے رخصت کا سلام پیش کیا اور باہر نکل گیا۔

وہ بہ مشکل شہر کے پھاٹک سے باہر نکلا ہوگا کہ اس کے آدمیوں نے اسے باخبر کیا کہ کوئی ہے جو رتھ کے پیچھے دوڑا آ رہا ہے اور ہاتھ سے رکنے کا اشارہ کر رہا ہے۔ نعمان نے رتھ بان سے کہا، وہ گھوڑوں کی لگام کھینچ لے۔ دیکھا تو حضرت الیسع علیہ السلام کا خادم جیحازی تھا۔ دوڑ کر آنے کی وجہ سے اس کی سانس پھول رہی تھی۔

''خیر تو ہے۔'' نعمان نے پوچھا۔ ''میں نے تمہیں حضرت الیسع علیہ السلام نبی کے پاس دیکھا تھا، تم تو ان کے خادم ہو۔''

''میں نبی کا خادم ہوں۔ میرا نام جیحازی ہے۔''

Marfat.com

''اس طرح بھاگے ہوئے کیوں آ رہے ہو۔ کیا کام ہے مجھ سے؟''

''میرے نبی نے مجھے یہ کہنے کا بھیجا ہے کہ انبیازادوں میں سے ابھی دو جوان افرائیم کے کوہستانی ملک سے میرے پاس آ گئے ہیں سو ذرا ایک قنطار چاندی اور دو جوڑے کپڑے ان کے لیے دے دے۔''

''میں نے تو پہلے ہی ہدیہ دینا چاہا تھا مگر تیرے آقا نے انکار کر دیا تھا بہرحال اب تو آیا ہے خوشی سے دو قنطار لے۔''

نعمان نے دو قنطار چاندی تھیلیوں میں باندھی اور دو جوڑے کپڑوں سمیت ان کو اپنے دو ٹوکروں پر لادا اور جیحازی کے ساتھ کر دیا۔ جیحازی نے یہ ساری چیزیں پائیں باغ کے اس برج میں چھپا دیں جس میں وہ سویا کرتا تھا۔

اس کام سے نمٹنے کے بعد وہ حضرت الیسع علیہ السلام کے پاس آیا۔

''جیحازی تو اتنی دیر سے کہاں تھا؟''

''میں تو کہیں نہیں گیا، یہیں تھا۔''

''افسوس کہ تو نے میرے نام پر کسی کو دھوکا دیا اور اب جھوٹ بول رہا ہے۔ کیا تو نعمان کے پیچھے نہیں دوڑا تھا؟ کیا تو اس سے چاندی اور کپڑے لے کر نہیں آ رہا ہے؟''

اب جیحازی کے سامنے بچاؤ کی کوئی دلیل نہیں تھی۔ اس نے آپؑ کے پاؤں پکڑ لیے۔ ''مجھے معاف کر دیں۔ میں لالچ میں اندھا ہو گیا تھا۔''

''جیحازی تو میرے پاس اس وقت سے ملازم ہے جب ہم دونوں کم عمر لڑکے ہوا کرتے تھے۔ اس لیے مجھے تجھ سے محبت بھی بہت ہے۔ تو میرے کرب کو میرے چہرے پر دیکھ رہا ہوگا لیکن کیا کروں حق دار کو حق دینا میرا شیوہ ہے۔ تیرا حق یہ ہے کہ تجھے سزا ملے۔ اگر میں تجھے چھوڑ دوں تو لوگ یہی کہیں گے کہ تو میرا اپنا تھا اس لیے تیری طرف داری کی۔ اس لیے نعمان کا کوڑھ تجھے اور تیری نسل کو سدا لگا رہے گا۔''

جیحازی نے گھبرا کر اپنے ہاتھوں کی طرف دیکھا۔ کوڑھ کے نشانات ظاہر ہونے لگے تھے۔ اس نے ایک دلدوز چیخ ماری اور اپنا چہرہ دونوں ہاتھوں سے چھپا کر باہر کی طرف بھاگا۔ اس دن کے بعد سے اسے کسی نے نہیں دیکھا کہ وہ کدھر چلا گیا۔

☆......☆......☆

حضرت الیسع علیہ السلام کے معجزے اور ان کی شہرت دور دور تک ہو رہی تھی۔ اس کا اثر یہ ہوا کہ آپؑ کے حامیوں کی تعداد تیزی سے بڑھنے لگی۔ نعمان کو اس کے کوڑھ سے نجات ملی تو آپؑ کی شہرت اسرائیل سے نکل کر ارام تک پہنچ گئی۔

ملک میں آپؑ کا حلقہ اثر اس تیزی سے بڑھ رہا تھا کہ کبھی کبھی یورام سوچنے لگتا تھا کہ اس نے انہیں ڈھیل دے کر شاید غلطی کی لیکن وہ خود آپؑ کے اتنے معجزے دیکھ چکا تھا کہ آپؑ پر ہاتھ ڈالتے ہوئے ڈرتا تھا۔

ملک کے نوجوان طبقے میں آپؑ کے نظریات کو ایسی مقبولیت حاصل ہو رہی تھی کہ آپؑ کے شاگردوں میں بے حد اضافہ ہو رہا تھا۔ ملاقاتیوں کی اتنی بھیڑ رہنے لگی کہ آپؑ کی قیام گاہ تنگ ہو گئی اور حجروں کی تعداد کم پڑنے لگی۔ اس بات کی ضرورت محسوس کی جانے لگی کہ عمارت میں توسیع ہو۔

انبیازادوں میں سے کچھ آپؑ کے پاس آئے اور یوں کہنے لگے۔ ''یہ گھر اب تنگ ہو گیا ہے اسی لیے ہم نئی درس گاہ تعمیر کرنا چاہتے ہیں۔ آپؑ اجازت دیں تو ہم دریائے یردن کے کنارے کھڑے جنگلات سے لکڑی کاٹ کر لے آئیں۔''

''چلے جانا۔ ایسی جلدی کیا ہے۔''

''ہم چاہتے ہیں یہ کام بارش شروع ہونے سے پہلے ہو جائے۔''

Marfat.com

''میری طرف سے اجازت ہے۔تم جب چاہو اس کام کے لیے جاسکتے ہو۔''

''آپ بھی ہمارے ساتھ چلیں تو کام جلدی ہوگا اور وقت ضائع نہیں ہوگا۔ہم کام کرتے رہیں گے اور آپ ہمیں تعلیم دیتے رہیے گا۔''

''چلو اس شرط پر تو چلنے کو تیار ہوں کہ ہمارا درس جاری رہے گا۔تم لوگ چلنے کی تیاری کرو۔''

اگلے چند دن اس مہم پر روانگی کی تیاری میں گزرے۔آخر ایک صبح طلوع آفتاب سے پہلے یہ کارواں یردن کی طرف رواں دواں ہوگیا۔اس قافلے میں بیل گاڑیاں بھی تھیں۔اس وقت تو یہ تقریباً خالی تھیں اور صرف کلہاڑے اور آرے وغیرہ رکھے تھے لیکن واپسی میں انہیں بہت کام آنا تھا۔واپسی پر ساری لکڑی بیل گاڑیوں پر لاد کر لانی تھی۔

گرمیوں کا موسم تھا۔پہاڑی پر جانے والی سڑکوں پر ہوا خشک اور گرم تھی۔جیسے جیسے دن چڑھنے لگا گرمی کی شدت میں بھی اضافہ ہونے لگا لیکن پرجوش نوجوان گرمی سے بے نیاز آگے بڑھتے جارہے تھے اور پھر ایک مناسب جگہ پہنچ کر لکڑی کاٹنے کا کام شروع کر دیا۔

کام کا تیسرا دن تھا کہ ایک حادثہ پیش آ گیا۔ہاں، اسے حادثہ ہی کہا جاسکتا تھا۔ایک طالب علم کی کلہاڑی کا اگلا سرا یعنی لوہے والا حصہ دستے سے نکل کر نیچے دریا میں گر پڑا۔شڑاپ سے آواز آئی اور پھر سناٹا۔

''چلو کوئی بات نہیں۔ایک کلہاڑی ہی تو تھی۔'' کسی طالب علم نے کہا۔

''وہ صرف کلہاڑی نہیں تھی۔میں اسے ہمسائے سے مانگ کر لایا تھا۔اب میں اسے کیا واپس کروں گا۔''

''جب کسی کی امانت تھی تو اسے واپس آنا چاہیے۔'' حضرت الیسع علیہ السلام نے کہا۔''لکڑی کی ایک شاخ لے کر میرے پاس آؤ۔'' وہ لڑکا ایک لکڑی لے کر آپ کے پاس آ گیا۔آپ اس کے ساتھ کنارے پر گئے۔''کچھ یاد ہے کلہاڑی کس جگہ گری تھی؟''

اس لڑکے نے نشاندہی کی۔آپ نے لکڑی کی شاخ اس طرف پھینکی۔یہ دیکھ کر سب خوشی سے تالیاں بجانے لگے کہ لکڑی پھینکتے ہی کلہاڑی کا پھل پانی کے اوپر آ گیا۔لوہے کو پانی پر تیرتے ہوئے کسی نے نہیں دیکھا ہوگا اور پھر یہ بھی نہیں دیکھا ہوگا کہ تیرتا ہوا کنارے تک آ گیا ہو۔

''اب تم اسے لکڑی کے دستے میں لگالو۔کام تقریباً ختم ہوچکا ہے۔واپس جا کر جس کا ہے اسے دے دینا۔''

واپس آ کر نئے حجروں کی تعمیر کا کام شروع ہوگیا۔کئی مہینے کے بعد اتنی تعداد میں حجرے قائم ہوگئے کہ دوسرے شہروں سے آنے والے زائرین بہ سہولت یہاں ٹھہرنے لگے۔

بادشاہ کی نظروں میں حضرت الیسع علیہ السلام کی عزت روز بہ روز بڑھتی جارہی تھی کیونکہ آپ کے مشوروں سے کئی مرتبہ اس کی جان بچی تھی۔

شاہ ارام اور شاہ اسرائیل کے درمیان جنگوں اور جھڑپوں کا سلسلہ جاری رہتا تھا لیکن اب کچھ دنوں سے یہ ہونے لگا تھا کہ شاہ ارام، یورام کے خلاف جو بھی قدم اٹھاتا تھا، یورام کو پہلے سے اس کا علم ہوجاتا تھا۔کئی مرتبہ شاہ ارام نے یورام کو شکار کے دوران قتل کرانا چاہا لیکن یورام بچ نکلا۔

ان پے در پے واقعات نے شاہ ارام کو شک میں مبتلا کر دیا۔اسے یہ شک ہونے لگا تھا کہ ارامیوں میں کوئی غدار موجود ہے جو یورام سے ملا ہوا ہے اور اسے بروقت اطلاع کر دیتا ہے۔اس کا شک سپاہیوں کے اس دستے کی طرف گیا جو سپہ سالار نعمان کے علاج کے لیے اس کے ساتھ سامریہ گیا تھا۔اس نے تمام سپاہیوں کو اپنے حضور طلب کیا اور ان سے باز پرس کی۔

''تم میں سے کون ہے جو یہاں ہونے والے فیصلے شاہ اسرائیل تک پہنچاتا ہے۔'' بادشاہ نے پوچھا لیکن دوسری

Marfat.com

طرف مسلسل خاموشی تھی۔ بادشاہ کی آواز پھر گونجی۔ ''اس سے پہلے کہ میں تم سب کی گردنیں قلم کرادوں، تم خود اپنے ساتھی کا نام بتادو جو مخبری کرتا ہے اور اپنی جان بچالو۔''

''ہم سب آپ کے جان نثار ہیں۔ ہم نے آپ کا نمک کھایا ہے۔ ہم کیوں یہاں کی باتیں وہاں پہنچانے لگے۔''

''پھر کیا اسے الہام ہو جاتا ہے۔ میں جب اس کا محاصرہ کرتا ہوں وہ وقت سے پہلے وہاں سے فرار ہو جاتا ہے۔''

یہ سپاہی حضرت الیسع علیہ السلام سے متاثر تھے اس لیے نہیں چاہتے تھے کہ ان کا نام درمیان میں آئے جب انہیں اپنی جان خطرے میں نظر آنے لگی تو ان میں سے ایک نے حقیقت ظاہر کر دی۔

''اے میرے مالک! اے بادشاہ! ہم میں سے کوئی مجرم نہیں بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ الیسع علیہ السلام جو اسرائیل میں نبی ہے تیری ان باتوں کو جو تو اپنی خلوت میں کہتا ہے، شاہ اسرائیل کو بتا دیتا ہے۔''

''جا کر دیکھو، وہ کہاں ہے تاکہ میں اسے پکڑ سکوں۔''

سپاہیوں کا ایک دستہ ان کی تلاش میں نکلا۔ حضرت الیسع علیہ السلام چونکہ اکثر سفر میں رہتے تھے اس لیے یہ معلوم کرنا ضروری تھا کہ اس وقت وہ کہاں ہیں۔ سپاہیوں کو جلد ہی معلوم ہو گیا کہ اس وقت وہ مصر کو سامان لے جانے والی شاہراہ پر واقع شہر ''دوتین'' میں قیام کیے ہوئے ہیں۔

بادشاہ کو اطلاع مل گئی تو اس نے ایک بڑا لشکر ترتیب دیا اور ''دوتین'' کی طرف روانہ کر دیا کہ جس طرح ہو الیسع علیہ السلام کو گرفتار کر کے اس کے پاس پہنچیں۔ گھوڑوں اور رتھوں کا ایک بڑا لشکر اس طرح روانہ ہوا جیسے ایک نہتے شہری کو نہیں، کسی بڑے بادشاہ کی گرفتاری کے احکام ہوں۔ راستے میں پڑنے والی بستیاں خوف سے لرز گئیں کہ یہ لشکر جرار کسی عظیم طاقت سے نبرد آزما ہونے کے لیے روانہ ہوا ہے۔ منزلوں پر منزلیں مارتا ہوا یہ لشکر رات کے کسی حصے میں ''دوتین'' شہر کے محاصرے کے لیے پہنچ گیا۔

حضرت الیسع علیہ السلام کا خادم صبح کو اٹھ کر باہر نکلا تو دوڑتا ہوا اپنے آقا کے پاس چلا آیا۔

''اے آقا! یہ میں کیا دیکھ رہا ہوں۔ ارامی لشکر مع گھوڑوں اور رتھوں کے شہر کو محاصرے میں لیے ہوئے ہے۔ میں نے ادھر ادھر گھوم پھر کر وجہ دریافت کرنے کی کوشش کی تو معلوم ہوا، وہ تو آپؑ کو گرفتار کرنے کے لیے آئے ہوئے ہیں۔ حاکم شہر سے بات چیت چل رہی ہے، ابھی کچھ ہی دیر میں یہاں پہنچ جائیں گے۔ ہائے اے میرے مالک اب ہم کیا کریں۔''

''خوف نہ کر کیونکہ ہمارے ساتھ والے ان کے ساتھ والوں سے زیادہ ہیں۔'' حضرت الیسع علیہ السلام نے فرمایا اور دعا کی۔ ''اے خداوند اس نوجوان (خادم) کی آنکھیں کھول دے تاکہ اسے وہ سب نظر آ جائے جو میں دیکھ رہا ہوں۔''

اب خادم کو وہ نظر آ رہا تھا جو اس نے اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ اس نے جونگاہ کی تو دیکھا حضرت الیسع علیہ السلام کی قیام گاہ کے چاروں طرف جو پہاڑ ہیں ان پر ہزار ہا جوان ہتھیاروں سے لیس کھڑے ہیں۔ پورا پہاڑ گھوڑوں اور رتھوں سے بھرا ہوا ہے۔

''اے جوان! کیا تو نے دیکھ لیا؟ یہ سب اللہ کے فرشتے ہیں۔ جو ہماری مدد کو آئے ہیں۔ کیا اب بھی تو خوفزدہ ہوگا؟''

''نہیں آقا! اب تو بڑے سے بڑا لشکر بھی ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔''

حضرت الیسع علیہ السلام نے فرمایا۔ ''اب تو باہر جا اور لشکر پر نظر رکھ۔ وہ میری طرف بڑھنے لگے تو مجھے خبر کر۔''

جب لشکر کے سپاہی آپؑ کی قیام گاہ تک پہنچ گئے اور خادم نے خبر کر دی تو حضرت الیسع علیہ السلام نے دعا کی۔

''خداوند! میں تیری منت کرتا ہوں تو ان لوگوں کو اندھا کر دے۔''

Marfat.com

حضرت الیسع علیہ السلام کی دعا قبول ہوئی، آپ باہر نکلے تو دیکھا پورا لشکر ہاتھوں سے ٹٹول ٹٹول کر آگے بڑھ رہا ہے۔ حضرت الیسع علیہ السلام بے کھٹک ان کے پاس پہنچ گئے۔

''یہ تمہیں کیا ہو گیا اور تمہیں کس کی تلاش ہے؟''

''کیا یہ دوتین شہر نہیں ہے؟ کیا یہاں الیسع علیہ السلام نہیں رہتا۔ ہم تو اسی کی تلاش میں یہاں آئے تھے اور ہمارا یہ حال ہو گیا۔''

''اب تمہیں الیسع علیہ السلام مل بھی گیا، تمہارے سامنے بھی آ گیا تو تم اسے کیسے گرفتار کرسکو گے، تمہیں تو راستہ تک نظر نہیں آتا۔''

''ہائے، اب ہم کیا کریں۔ اب تو ہم ارام تک واپس بھی نہیں جاسکتے۔ اے مرد نیک! تو جو کوئی بھی ہے کیا ہمیں ارام کی راہ دکھا سکتا ہے؟''

''کیوں نہیں۔ میں اپنے خادم کو تمہارے ساتھ کیے دیتا ہوں۔ وہ آواز لگاتا ہوا تمہارے آگے آگے چلتا رہے گا اور تم اس کے پیچھے پیچھے ارام کی سرحد تک بہ حفاظت پہنچ جاؤ گے۔''

ان لوگوں میں سے کسی نے پوچھا۔ ''اے شخص! سچ بتا، کیا الیسع علیہ السلام اتنا طاقتور ہے کہ اس نے ہم سب کو اندھا کر دیا ہے؟''

''شاید ایسا ہی ہوگا۔'' حضرت الیسع علیہ السلام نے کہا۔ ''اس وقت تو تم لوگ یہاں سے نکلنے کی کرو۔ اگر الیسع علیہ السلام کے آدمیوں نے دیکھ لیا تو تم سب یہیں قتل کر دیے جاؤ گے۔''

وہ لوگ گھبرا گئے اور نکلنے کی جستجو کرنے لگے۔ حضرت الیسع علیہ السلام نے اپنے خادم کو لشکر کے آگے کر دیا اور خود پیچھے پیچھے چلتے رہے۔ خادم کو پہلے ہی بتا دیا تھا کہ اسے کیا کرنا ہے۔

یہ لشکر چلتا رہا لیکن اس کا رخ ارام کی طرف نہیں سامریہ کی جانب تھا۔ حضرت الیسع علیہ السلام کا خادم اپنے آقا کے حکم کے مطابق انہیں سامریہ لے جا رہا تھا۔

یہ لشکر سامریہ کے اندر داخل ہوا اور شاہ اسرائیل کو اطلاع ہوئی تو وہ ملاحظے کے لیے آئے۔ تب حضرت الیسع علیہ السلام نے دعا کی ''خداوند! ان کی بینائی واپس کر دے۔''

بینائی بحال ہوتے ہی سپاہیوں نے خود کو سامریہ میں دیکھا تو اپنی موت صاف نظر آنے لگی اور یہ غلط بھی نہیں تھا کیونکہ شاہ اسرائیل بار بار کہہ رہا تھا۔ ''کیا میں انہیں قتل کر دوں، کیا میں انہیں مار ڈالوں؟ جب میں ان کے کٹے ہوئے سر شاہ ارام کے پاس بھیجوں گا تو وہ جان جائے گا کہ شاہ اسرائیل کیسی طاقت والا ہے۔''

''اے بادشاہ! انہوں نے تیرے خلاف تلوار نہیں اٹھائی ہے۔ یہ تیرے قیدی ہیں۔ ان کے ساتھ اچھا سلوک کر۔ یہ بھوکے ہیں انہیں روٹی کھلا۔ یہ پیاسے ہیں انہیں پانی پلا تا کہ یہ جب یہاں سے جائیں تو تیرے مطیع ہو چکے ہوں۔'' شاہ اسرائیل پر آپ کے اتنے احسانات تھے کہ آپ کے حکم کے برخلاف نہیں کرسکتا تھا۔ اس نے لشکر کے لیے کھانا تیار کرایا اور کھلایا۔

لشکر کے سپاہی اتنی دیر میں یہ جان چکے تھے کہ حضرت الیسع علیہ السلام کون ہیں۔ وہ ان کی روحانی قوت کے قائل ہو گئے تھے اور سمجھ گئے تھے کہ وہ سچے نبی ہیں۔

جب رخصت ہونے لگے تو انہوں نے حضرت الیسع علیہ السلام سے ملاقات کی اور اپنے گناہوں کی معافی چاہی اور یہ عہد کیا کہ ان میں سے ہر ایک بعل سے نفرت کرے گا اور خدا کی عبادت میں مشغول رہے گا۔

حضرت الیسع علیہ السلام کا یہی طریق تبلیغ تھا جسے وہ کامیابی سے انجام دے رہے تھے۔

Marfat.com

یہ لشکر اپنی سرحد میں پہنچا تو وہاں اس گمشدہ لشکر کا بڑی بے چینی سے انتظار ہو رہا تھا۔ بادشاہ نے اپنے گھوڑوں اور رتھوں کو آتے ہوئے دیکھا تو گھبرا کر شہر کی دیوار پر آ گیا۔ وہ یہ جاننے کے لیے بے چین تھا کہ اس لشکر پر کیا گزری ہے۔ لشکر والوں نے اسے تمام حالات سے آگاہ کیا اور درمیان میں حضرت الیسع علیہ السلام کی تعریف بھی کر دی۔ شاہ ارام یہ سن کر آپے سے باہر ہو گیا۔

''یہی شخص سارے فساد کی جڑ ہے جس کی تم تعریف کر رہے ہو، تم ایک معمولی سے آدمی سے فریب کھا کر آ گئے۔ اب میں دیکھتا ہوں، وہ اور اس کا آقا یورام میرے ہاتھ سے کیسے بچتا ہے۔''

''ہم نے اس سے فریب نہیں کھایا۔ اس کے پاس روحانی قوت ہے۔ اس نے ہماری بینائی چھین لی تھی۔''

''یہ سب تمہارے بہانے ہیں تاکہ تم اپنی کمزوری چھپا سکو۔ جاؤ جنگ کی تیاری کرو۔''

ارام میں جنگ کے نرسنگے پھونکے جانے لگے۔ مندروں میں قربانیاں چڑھائی جانے لگیں۔ اس جنگ میں شاہ ارام کو خود جانا تھا اس لیے تیاریاں زور و شور سے جاری تھیں۔ ان تیاریوں میں کئی مہینے لگ گئے۔

اس عرصے میں سامریہ کو ایک اور مصیبت کا سامنا درپیش ہو گیا۔ اس سال کی بارشوں کے لیے سب کی امیدیں رائگاں گئیں۔ کھڑی فصلیں جنہیں پنپنے کے لیے پانی کی ضرورت تھی سوکھ گئیں۔ غلے کے جو ذخائر پچھلے سال کے موجود تھے ان پر گزارہ ہونے لگا۔ جب یہ ذخائر ختم ہو گئے تو جلعاد سے گاڑیاں بھر بھر کر آنے لگیں اور شہریوں میں تقسیم ہونے لگیں۔ اس نازک وقت میں کچھ بے صبروں نے ''بعل'' کو آواز دی کیونکہ وہ بارش کا دیوتا سمجھا جاتا تھا۔ ایک بت شاہی محل میں بھی نصب ہو گیا۔

بعل کی پرستش کی خبریں حضرت الیسع علیہ السلام کو بھی مل رہی تھیں لیکن ابھی وہ یہ دیکھنا چاہتے تھے کہ کتنے لوگ ہیں جو اس صبر کے وقت میں اپنے ایمان کو قائم رکھتے ہیں۔ قحط کی خبریں شاہ ارام تک بھی پہنچ رہی تھیں جو پہلے ہی جنگ کی تیاریاں مکمل کر چکا تھا۔ اس نے یہ موقع غنیمت جانا اور سامریہ پہنچ کر شہر کا محاصرہ کر لیا۔

یہ محاصرہ اتنا شدید اور مکمل تھا کہ جب فصیل پر چڑھ کر دیکھا گیا تو شاہ ارام کی فوج چیونٹیوں کی طرح، دائرے کی شکل میں ڈیرے ڈالے ہوئے نظر آئی۔ کوئی ایسا سوراخ بھی انہوں نے نہیں چھوڑا تھا جہاں سے باہر نکلا جا سکے۔

آنے جانے کے تمام راستے بند ہو گئے تو شہر میں خوراک کی قلت انتہا کو پہنچ گئی۔ یورام اس قحط کو اب تک سرسری نظر سے دیکھ رہا تھا لیکن اب اسے تشویش ہونے لگی۔ وہ شام ارام کے سامنے ہتھیار ڈال کر اپنے شہریوں کو بھوک سے نجات دلا سکتا تھا لیکن اس کی انا اسے ایسا کرنے سے روک رہی تھی۔ حضرت الیسع علیہ السلام کسی مصلحت کے تحت بارش کی دعا نہیں کر رہے تھے۔ شاید اس لیے کہ ان کی موجودگی کے باوجود یورام نے بعل کا بت شاہی محل میں نصب کرا دیا تھا اور اس کی پرستش پھر سے شروع کر دی تھی اور ایسے لوگوں کو خود سے قریب کر لیا تھا جو بعل کے پرستار تھے۔

جب قلت غذا اپنے عروج کو پہنچ گئی اور لوگ بادشاہ کو دہائی دینے لگے۔ اس سے اصرار کرنے لگے کہ وہ شہر کے دروازے کھول دے تو بادشاہ کو کسی ممکنہ بغاوت کا احساس ہوا لہٰذا وہ باہر نکلا اور شہر کا دورہ کرنے لگا تاکہ لوگوں کو تسلی دے۔

وہ ایک جگہ سے گزر رہا تھا کہ ایک عورت نے اسے پکارا۔ ''اے بادشاہ، میری مدد کر۔''

''میں تیری کیا مدد کروں جب خدا ہی ہماری مدد نہیں کر رہا ہے۔ دیکھتی نہیں بارش کا ایک قطرہ نہیں گرا۔ باہر دشمن کی فوج راستہ روکے کھڑی ہے اور تیرا نبی سو رہا ہے۔'' بادشاہ نے کہا۔

''خدا کو تو چھوڑ۔ جو کام تیرے کرنے کا ہے وہ تو کر۔''

''بتا میں تیری کیا مدد کروں۔ تجھے کیا ہوا ہے جو سب کے ساتھ نہیں ہو رہا ہے۔''

تب اس عورت نے قریب کھڑی ایک عورت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ ''اس عورت نے مجھ سے کہا تھا کہ

Marfat.com

اپنا بیٹا دے تا کہ ہم آج کے دن اسے کھائیں اور میرا بیٹا جو ہے اسے ہم کل کھائیں گے۔ میں اتنے دن کے فاقے میں تھی کہ میں نے اس کی بات مان لی اور اپنے بیٹے کو ذبح کر کے اس کا گوشت پکا لیا۔ اب آج اس کی باری تھی لیکن اس نے اپنا بیٹا چھپا لیا ہے۔''

یہ ایسا دل خراش واقعہ تھا کہ بادشاہ نے ایک چیخ ماری اور پنا چوغہ تار تار کر لیا اور اپنے مشیروں سے کہنے لگا کہ لوگ اپنی اولادوں کو کھانے لگیں، میرے لیے یہ کتنے شرم کا مقام ہے۔

خوشامدی مشیروں نے کہا۔'' آپ کی اس میں کیا خطا۔ یہ بلا تو خدا کی طرف سے نازل ہوئی ہے اور خدا کا نمائندہ الیسع علیہ السلام خاموش بیٹھا ہے۔ اس کا ذمے دار تو الیسع علیہ السلام ہے، نا کہ آپ۔''

بادشاہ کے ذہن میں یہ بات بیٹھ گئی کہ حضرت الیسع علیہ السلام ہی یہ سب کچھ کر رہے ہیں تا کہ میں بدنام ہو جاؤں اور لوگ میرے بجائے انہیں اپنا بادشاہ بنالیں۔ وہ غصے میں پاؤں پٹختا ہوا محل میں آیا۔ یہاں بھی کان بھرنے والوں نے اس کے کان بھرے۔ اس نے حضرت الیسع علیہ السلام کو قتل کرانے کا ارادہ کر لیا۔

'' آج ساقط کے بیٹے الیسع علیہ السلام کا سر اس کے تن پر رہ جائے تو خدا مجھ سے ایسا بلکہ اس سے بھی زیادہ کرے۔'' اس نے ایک آدمی کو بلایا اور اس سے کہا۔'' زہر میں بجھا خنجر لے اور اسی وقت جا کر الیسع علیہ السلام کو قتل کر دے۔''

اس آدمی نے بادشاہ کے سامنے گردن خم کی اور الیسع علیہ السلام کی طرف روانہ ہو گیا۔

حضرت الیسع علیہ السلام اس وقت اپنے گھر میں بیٹھے، چند لوگوں کے ساتھ محو گفتگو تھے کہ اچانک کچھ کہتے کہتے رک گئے اور کسی ایسی آواز کو سننے لگے جس کی سماعت سے دوسرے لوگ محروم تھے۔

''میں بھاری قدموں کی آواز سن رہا ہوں۔ اس قاتل زادے نے میرا سر اڑا دینے کو ایک آدمی بھیجا ہے۔ دیکھو وہ جیسے ہی آئے دروازہ بند کر لینا اور اسے مضبوطی سے تھامے رکھنا۔''

ابھی یہ ہدایت پوری نہیں ہوئی تھی کہ قاتل اپنے ہاتھ میں خنجر لیے پہنچ گیا۔ اس کے پیچھے یورام بھی تھا۔ بادشاہ نے آپؑ کو دیکھتے ہی ان کے قریب بیٹھے لوگوں کو ہٹا دیا اور ان سے کہا۔

''ساقط کے بیٹے الیسعؑ۔ کیا تو نہیں دیکھتا کہ یہاں عورتیں اپنی اولادوں کو کھانے لگی ہیں؟''

''یہ بلا تو خدا کی نازل کی ہوئی ہے۔'' حضرت الیسع علیہ السلام نے کہا۔

''میں خدا کی راہ کب تک تکوں۔ اس سے پہلے ہی تیرا کام تمام نہ کر دوں۔''

''تو میرے قتل سے باز رہ۔'' حضرت الیسع علیہ السلام نے اپنی طرف بڑھتے ہوئے قاتل کو اشارے سے روکتے ہوئے کہا۔'' تو خداوند کی بات سن۔ خداوند یوں فرماتا ہے کہ کل اسی وقت کے قریب سامریہ کے پھاٹک پر ایک مثقال میں ایک پیمانہ میدا اور ایک ہی مثقال میں دو پیمانے جو بکے گا۔''

''تیرا مطلب ہے ایک دن میں قحط ختم ہو جائے گا اور ارامی محاصرہ بھی ختم کر دیں گے۔''

''خداوند جو چاہتا ہے وہ ہو جاتا ہے۔''

''اگر خداوند آسمان میں کھڑکیاں بھی لگا دے تو کیا یہ بات ہو سکتی ہے؟'' قاتل نے کہا۔

''سن!'' حضرت الیسع علیہ السلام کی غصیلی آواز گونجی۔'' تو اسے اپنی آنکھوں سے دیکھے گا پر اس میں سے کھانے نہ پائے گا۔''

''بہت خوب! یہ تو بڑا دلچسپ تماشا ہو گا۔'' قاتل نے خنجر کو نیام کر لیا۔ بادشاہ نے بھی کہا کہ کل تک کی مہلت دے دی جائے لیکن یہ تاکید بھی کر دی کہ اگر اس مہلت سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کی گئی تو پھر تجھے کوئی بچانے والا نہیں ہو گا۔

Marfat.com

حضرت الیسع علیہ السلام کی کہی ہوئی بات کو خدا سچ ثابت کرنے کے لیے اسباب مہیا کر رہا تھا۔ رات آئی، ہر طرف اندھیرا پھیل گیا تو شہر کے پھاٹک کے باہر چار کوڑھی جو کسی جگہ چھپے ہوئے تھے بھوک سے بے تاب ہو کر باہر نکل آئے۔

ایک نے دوسرے سے کہا۔ ''اگر ہم کسی طرح شہر کے اندر جائیں تو وہاں بھی بھوک ہی بھوک ہے۔ یہیں بیٹھے رہیں تو بھی مر جائیں گے تو کیوں نہ ایسا کریں کہ ارامی لشکر میں جائیں۔ اگر وہ ہمیں جیتا چھوڑ دیں تو چھوڑ دیں اور اگر مار دیں تو مرنا تو ہے ہی۔''

اس کی تائید باقی دو نے بھی کی اور وہ اس کی طرف چل دیے جہاں ارامیوں نے پڑاؤ ڈالے ہوئے تھے۔ اندھیرے کے باوجود ان کے خیمے صاف نظر آ رہے تھے۔

جب یہ کوڑھی خیموں کے نزدیک پہنچ گئے تو انہیں تعجب ہوا۔ کسی پہرے دار نے انہیں ٹوکا تک نہیں تھا۔ یہ تعجب اس وقت ختم ہو گیا جب انہوں نے دیکھا کہ خیمے خالی پڑے ہیں۔ لشکر تو کیا کوئی ایک آدمی بھی وہاں موجود نہیں۔ خیموں کا ایک شہر ہے جو خالی پڑا ہے۔ ساز و سامان سمیت۔ گھوڑوں اور گدھوں سمیت۔

توریت کا بیان ہے کہ خداوند نے رتھوں کی آواز اور گھوڑوں کی آواز بلکہ ایک بڑی فوج کی آواز ارامیوں کے لشکر کو سنوائی۔ سو وہ آپس میں کہنے لگے کہ دیکھو شاہ اسرائیل نے حتیوں کے بادشاہ اور مصریوں کے بادشاہوں کو ہمارے خلاف اجرت پر بلایا ہے تاکہ وہ ہم پر چڑھ آئیں۔ اس لیے وہ اٹھے اور بھاگ نکلے۔ اپنے ڈیرے اور اپنے گھوڑے اور اپنے گدھے بلکہ ساری لشکر گاہ جیسی کی تیسی چھوڑ دی اور اپنی جان لے کر بھاگ گئے۔

ان کوڑھیوں کو اب یقین ہو گیا تھا کہ یہاں کوئی نہیں۔ وہ ایک خیمے میں داخل ہوئے۔ اتفاق سے ارامیوں کی طعام گاہ تھی۔ وہ کھانے پر ٹوٹ پڑے۔ جتنا بھی تھا سب چٹ کر گئے۔ چاندی سونے کے پیالے الٹ پلٹ رکھے تھے، انہیں سمیٹا۔ پھر دوسرے خیمے میں گئے۔ ریشمی کپڑے سمیٹے اور سب چیزوں کو ایک جگہ لے جا کر چھپا دیا اور پھر خیموں کی طرف لوٹ آئے۔ ایک شاہ ارام بن کر بیٹھ گیا اور باقی تین اس سے ہنسی مذاق کرنے لگے۔

اس کھیل تماشے میں جب خاصا وقت گزر گیا اور صبح نمودار ہونے کو تھی، ان میں سے ایک نے کہا۔ ''اس کھیل کود سے کیا فائدہ۔ اب صبح ہونے کو ہے۔ ہم شاہی گھرانے کو جا کر خبر دیں کہ ارامی فوج فرار ہو گئی ہے۔ اس کا ہمیں انعام بھی ملے گا اور شہر میں محصور لوگوں کو کھانے کو ملے گا جو نہ جانے کب سے بھوکے ہیں۔ بھوک کا مزہ ہم سے زیادہ کون جانتا ہوگا۔ آؤ یہ نیک کام بھی کر دیں۔''

وہ چاروں شہر پناہ کی فصیل کے نیچے آئے اور چیخ چیخ کر دربان کو پکارنے لگے۔ دربان نے کسی خفیہ جگہ سے جھانک کر دیکھا اور وہیں سے انہیں للکارا۔

''تم لوگ کون ہو اور کیوں پکار رہے ہو؟''

''ہم اسرائیلی ہیں، ارامی نہیں۔ دروازہ کھولو تو ہم بتائیں ہم کیوں آئے ہیں۔''

''دیکھتے نہیں۔ ارامی فوج محاصرہ کیے ہوئے ہے۔ ہم دروازہ نہیں کھول سکتے۔''

''کس ارامی فوج کی بات کر رہے ہو۔'' کوڑھیوں نے کہا۔ ''ارامی لشکر تو کب کا فرار ہو چکا۔ ہم وہیں سے آ رہے ہیں۔ وہاں نہ آدمی ہے نہ آدمی کی آواز صرف گھوڑے اور گدھے بندھے ہوئے ہیں اور خیمے جوں کے توں ہیں۔''

یہ ایسی خبر تھی کہ دربان خود بھاگتا ہوا گیا اور بادشاہ کے محل میں خبر دی۔ یہ خبر آناً فاناً ہی پورے شہر میں پھیل گئی۔ لوگ آ آ کے پھاٹک کے سامنے جمع ہونے لگے۔ ایک دوسرے پر گرے پڑتے تھے کہ کسی طرح شہر سے باہر نکل کر ارامیوں کی لشکر گاہ سے کھانے کا سامان لوٹ لیں۔ اتنی دیر میں بادشاہ بھی دروازے پر پہنچ گیا۔ اسے دیکھ کر لوگ شور مچانے لگے کہ دروازے کھولے جائیں لیکن بادشاہ دروازے کھلوانے پر تیار نہیں تھا۔

Marfat.com

''اس وقت دروازے کھولنا مصلحت کا تقاضا نہیں ہے۔'' بادشاہ نے اپنے خادموں سے کہا۔ ''ہوسکتا ہے ارامی ہمیں دھوکا دینے کے لیے کہیں چھپ گئے ہوں۔ جب ہم شہر سے نکلیں تو وہ ہمیں جیتا پکڑ لیں اور شہر میں داخل ہو جائیں۔ ذرا اور اجالا پھیل جائے پھر دیکھا جائے گا۔''

لوگوں کا شور بڑھتا جا رہا تھا اور بادشاہ دروازہ کھولنے پر تیار نہیں تھا۔ آخر اس کے ایک خادم نے دانش مندانہ تجویز پیش کی۔

''اے بادشاہ! ہم سب باہر نہیں نکلتے۔ صرف پانچ گھوڑے باہر نکالے جائیں۔ ان گھوڑوں پر پانچ قاصدوں کو روانہ کیا جائے جو ارامی لشکر کو تلاش کریں۔ اگر وہ کہیں چھپے ہوئے ہوں گے تو ضرور باہر نکل آئیں گے۔''

بادشاہ کو یہ تجویز پسند آئی۔ اس نے دو رتھ گھوڑوں سمیت نکال دیے جن پر قاصد سوار تھے۔ یہ قاصد رتھ دوڑاتے یردن تک چلے گئے۔ سارا راستہ کپڑوں اور برتنوں سے بھرا پڑا تھا جن کو ارامیوں نے جلدی میں پھینک دیا تھا۔ قاصدوں نے لوٹ کر بادشاہ کو خبر کر دی۔

یہ خبر سنتے ہی اسرائیلی فوجی، ارامیوں کے چھوڑے ہوئے خیموں میں گھس گئے اور غلے کے ذخیروں پر قبضہ کر کے لے آئے۔ ایک مثقال میں ایک پیمانہ میدا اور ایک ہی مثقال میں دو پیمانے ''جو'' خداوند کے کلام کے مطابق بکنے لگا۔

وہ قاتل جو حضرت الیسع علیہ السلام کو قتل کرنے آیا تھا، اسے بادشاہ نے پھاٹک پر مقرر کیا۔ لوگوں کا ایسا ریلہ آیا کہ وہ لوگوں کے پاؤں کے نیچے دب مرا۔

حضرت الیسع علیہ السلام کا یہ کہا بھی پورا ہوا۔ آپؑ نے فرمایا تھا۔ ''تو اپنی آنکھوں سے دیکھے گا پر اس میں سے کھانے نہ پائے گا۔'' یہی ہوا کہ اس نے چیزوں کو ارزاں نرخ پر بکتے ہوئے دیکھا ضرور لیکن کھانے سے پہلے ہی مر گیا۔ اس نے کہا تھا، اگر خداوند آسمان میں کھڑکیاں بھی لگا دے تو بھی کیا ایسی بات ہو سکتی ہے۔ کھڑکیاں لگیں یا نہیں لیکن ہوا وہی جو خداوند نے کہا تھا۔

☆......☆......☆

شاہ اسرائیل یورام کو تخت نشین ہوئے دس سال سے زیادہ کا عرصہ ہو گیا تھا۔ ان برسوں میں قحط سالی کے ناخوشگوار دن بھی تھے اور بہت سارے خوشگوار دن بھی۔ حضرت الیسع علیہ السلام کے معجزوں نے انہیں دور دور تک مشہور کر دیا تھا۔ ارامی سپہ سالار کی شفایابی کے بعد تو ارامی دارالسلطنت دمشق میں انہیں ''مرد خدا'' تسلیم کر لیا گیا البتہ بادشاہ بن ہدد اور یورام شاہ اسرائیل میں دشمنی برابر چلی آ رہی تھی بلکہ شاہ ارام خود حضرت الیسع علیہ السلام کا بھی دشمن تھا لیکن پے در پے واقعات کو دیکھ چکا تھا کہ اس کا دل انہیں ''مرد خدا'' کہنے پر بضد تھا۔

حضرت الیسع علیہ السلام سامریہ کی قحط سالی کے صدمے سے نکل آئے تھے لیکن بہت دن سے سوخیم کے سوا کہیں اور کا سفر نہیں کیا تھا۔

ایک شام آپؑ چند بزرگوں کے ساتھ تشریف فرما تھے کہ یکایک شمالی مشرق کی جانب پہاڑی ڈھلانوں کی طرف دیکھنا شروع کر دیا۔ وہاں بیٹھے ہوئے بزرگ جانتے تھے کہ ایسے موقعوں پر جب حضرت الیسع علیہ السلام کسی گہری سوچ میں ڈوبے ہوں تو انہیں کیا کرنا چاہیے۔ انہوں نے گفتگو کا سلسلہ ختم کر دیا اور انتظار کرنے لگے کہ آپؑ کی محویت ختم ہو اور آپؑ خود کوئی بات کریں۔ حضرت الیسع علیہ السلام کا حال یہ تھا کہ جیسے وہ دل ہی دل میں کسی سے باتیں کر رہے ہوں۔''

یہ محویت ختم ہوئی اور آپؑ نے ارشاد فرمایا۔ ''کل ہم دمشق روانہ ہو جائیں گے۔''

''دمشق!'' سب نے ہکا بکا ہو کر ایک ساتھ پکارا۔

''ہاں دمشق۔'' آپ نے اسی اعتماد سے جواب دیا۔

Marfat.com

''وہاں تو بن ہدد کی حکومت ہے جو آپؑ کا دشمن ہے۔''
''مجھے یقین ہے اس دشمنی کے باوجود اسے میری ضرورت ہے۔ وہ مجھے دیکھ کر خوش ہوگا۔''
وہاں بیٹھے ہوئے تمام لوگوں کو آپؑ کے اس بیان پر شک تھا لیکن کوئی مخالفت نہیں کر سکتا تھا کیونکہ سب کو معلوم تھا کہ حضرت الیسع علیہ السلام وہی کرتے ہیں جس کا حکم انہیں خداوند دیتا ہے۔
دوسرے دن طلوع آفتاب سے قبل ہی آپؑ نے قیام گاہ چھوڑ دی۔ صرف ایک خادم آپؑ کے ساتھ تھا جس نے معمولی سا سامان اپنے سر پر اٹھایا ہوا تھا۔ یہ سفر پیدل طے کرنا تھا اس لیے زیادہ سامان لے جانے کی گنجائش نہیں تھی۔
''مالک، راستہ طویل ہے۔ اگر ہم خچر پر چلتے تو بڑی آسانی ہو جاتی۔''
''مصیبت کا سفر پیدل ہی کیا جاتا ہے۔''
آپؑ نے ایسی بات کہہ دی تھی کہ خادم سوچ میں پڑ گیا تھا۔ دمشق میں ایسی کون سی مصیبت آنے والی ہے جس کی طرف مالک اشارہ کر رہے ہیں۔
چند پراٹھے اور خشک انجیر زادِراہ کے طور پر ساتھ تھے۔ خادم یہ بھی سوچ رہا تھا کہ یہ ختم ہوگئے تو کیا ہوگا لیکن اس کی یہ پریشانی جلد ہی دور ہوگئی۔ وہ ایک گاؤں کے سامنے سے گزر رہے تھے کہ گاؤں کے لوگ باہر نکل آئے جیسے انہیں کسی نے پہلے سے بتا دیا ہو کہ حضرت الیسع علیہ السلام آ رہے ہیں۔ یہ لوگ نہایت مروت سے پیش آئے۔ ضد کر کے گاؤں میں لے گئے اور خاطر تواضع میں لگ گئے۔ یہی کچھ راستے میں آنے والے ہر گاؤں میں ہوا اور راستہ آرام سے کٹتا رہا۔
غرض اسی طرح سفر کرتے، رکتے اور تازہ دم ہو کر پھر اپنی راہ لیتے۔ پانچواں دن ہو گیا۔ اب دمشق ایک منزل سے بھی کم رہ گیا تھا لیکن حضرت الیسع علیہ السلام نے بہتر سمجھا کہ شہر میں داخل ہونے کے بجائے کچھ دیر کے لیے سرائے میں قیام کریں۔ خادم نے پھر مشورہ دینے کی جسارت کی۔
''اب دمشق تھوڑی ہی دیر کی مسافت پر ہے۔ ہم یہاں ٹھہرنے کے بجائے شہر میں داخل ہو کر کسی سرائے کا رخ کیوں نہ کریں۔''
''نہیں۔ آنے والا یہیں آئے گا۔''
حضرت الیسع علیہ السلام نے پھر ایک ایسی بات کر دی تھی کہ خادم سوچ میں پڑ گیا تھا۔ آنے والا کون ہے؟ آپؑ کو کس کا انتظار ہے؟ وہ بے چینی سے آنے والے وقت کا انتظار کرنے لگا۔
ایک دن اور ایک رات اسی سرائے میں گزر گیا۔ دوسرے دن وہ دوپہر کے وقت سرائے میں اچانک کھلبلی سی مچ گئی۔ سرائے کا مالک ادھر ادھر دوڑتا پھر رہا تھا جیسے کسی کو تلاش کرتا پھر رہا ہے۔ پھر وہ حضرت الیسع علیہ السلام کے سامنے آیا۔
''مجھ سے کوئی خطا ہوئی ہو، تو معاف کر دیجیے گا۔ میں نے آپؑ کو پہچانا نہیں تھا۔ آپؑ تو شاہی مہمان ہیں۔''
''شاہی مہمان؟''
''اسی لیے تو بادشاہ کا افسر خاص حزائیل آپؑ سے ملنے کے لیے سرائے کے دروازے پر کھڑا ہے۔''
''اچھا تو آنے والا آ گیا۔'' حضرت الیسع علیہ السلام نے وہی الفاظ پھر دہرائے اور سرائے کے دروازے کی طرف بڑھے، آپؑ کا خادم بھی آپؑ کے پیچھے دوڑا۔ دیکھا کہ چالیس اونٹوں پر بیش قیمت سامان لدا ہوا ہے۔ ایک رتھ پر حزائیل بیٹھا ہے جو حضرت الیسع علیہ السلام کو دیکھ کر نیچے اتر آیا اور تعظیم کے لیے جھکا۔
''اے مردِ خدا! میرے بادشاہ کو معلوم ہوا کہ آپؑ کے بابرکت قدم اس سرائے میں ہیں تو اس نے مجھے بھیجا کہ میں آپؑ کی خدمت میں یہ تحائف پیش کروں۔ آپؑ انہیں قبول فرمائیں۔''

Marfat.com

''میرے پاس تو اتنی جگہ بھی نہیں کہ ان تحائف کو سلیقے سے رکھ سکوں۔ تو انہیں تو واپس لے جا اور یہ بتا کہ تیرے بادشاہ کو مجھ سے کیا کام ہے جو یہ تحائف بھیجے ہیں۔''

''ہدوشاہ بہت بیمار ہے اور آپؑ سے یہ جاننے کا خواہش مند ہے کہ وہ اس بیماری سے شفا پائے گا یا نہیں؟''

آپؑ کچھ دیر آسمان کی طرف دیکھتے رہے پھر حزائیل کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال دیں۔ ''تیرا بادشاہ ضرور شفا پائے گا۔ خدواند نے مجھ کو بتایا ہے کہ وہ یقیناً مرجائے گا۔''

''شفا بھی پائے گا اور مر بھی جائے گا، یہ کیسے؟''

''تو خود دیکھ لے گا بلکہ تو سمجھ بھی گیا ہوگا۔'' حضرت الیسع علیہ السلام نے کہا۔ ''اس کے علاوہ بھی بہت کچھ ہوگا۔''

''وہ کیا میرے مالک؟''

''مجھے تو یہ بتاتے ہوئے رونا آتا ہے کہ تو بنی اسرائیل کے قلعوں کو آگ لگائے گا اور ان کے نوجوانوں کو اپنی تیغ سے رنگین بنائے گا اور ان کے بچوں کو ٹکڑے ٹکڑے کرے گا اور ان کی حاملہ عورتوں کو چیر ڈالے گا۔''

''یا حضرت! یہ سب کچھ میں کروں گا۔ میری حیثیت کیا ہے جو میں یہ سب کروں گا۔ میں تو ہدوشاہ کا معمولی سا کتا ہوں۔''

''تو ہمیشہ کتا نہیں رہے گا۔ خدا نے مجھے بتایا ہے کہ تو ارام کا بادشاہ ہوگا۔ میرے آقا ایلیا نبی کو حوراب میں یہی بتایا گیا تھا۔ جو کام ایلیا ادھورے چھوڑ گئے، وہ مجھ ہی کو کرنے ہیں۔''

بادشاہت کی خوش خبری سن کر حزائیل اتنی جلدی میں تھا کہ پوری بات سنے بغیر ہی رتھ میں سوار ہوا اور دمشق کی طرف چل دیا۔ اس کے ساتھ ہی تحفوں سے لدے اونٹ بھی مڑ گئے کیونکہ حضرت الیسع علیہ السلام نے ہدیہ لینے سے انکار کر دیا تھا۔

حضرت الیسع علیہ السلام کو اس دن سے زیادہ غم زدہ کسی نے کسی اور دن نہ دیکھا ہوگا۔ وہ خود سے باتیں کرتے ہوئے چل رہے تھے، نیا سال شروع ہوتے ہی حزائیل، اسرائیل پر حملہ کر کے اینٹ سے اینٹ بجادے گا۔ افسوس کہ میں یہ دن دیکھنے کے لیے زندہ ہوں گا۔

وہ ایسے مقام پر پہنچ گئے تھے جہاں سے تین راستے نکلتے تھے۔ ایک شونیم کی طرف جاتا تھا، آپؑ اس مقام پر رک گئے اور خادم کو سامریہ جانے کا حکم دیا۔

''جب اسرائیل میں آگ لگے تو تم شونیم چلے آنا جہاں میں اس وقت جا رہا ہوں۔ اس عرصے میں تم خدا کے نیک بندوں کو میرا پیغام پہنچاتے رہنا کہ وہ تباہی سے پہلے اپنا بچاؤ کر لیں اور کسی ایسے مقام کی طرف نکل جائیں جہاں وہ محفوظ رہیں۔ اسرائیلیوں کی بت پرستی کی سزا خداوند انہیں دینے والا ہے۔''

خادم کو سامریہ کی طرف روانہ کیا اور خود شونیم کی طرف چلے گئے جہاں آپؑ کو اس مالدار عورت کے گھر قیام کرنا تھا، آپؑ کی دعا سے جس کے گھر بیٹا پیدا ہوا تھا۔

حزائیل، حضرت الیسع علیہ السلام سے رخصت ہونے کے بعد بن ہدد کے پاس گیا اور اسے خوش خبری سنائی۔

''حضرت الیسع علیہ السلام نے مجھے بتایا ہے کہ آپ ضرور شفایاب ہوں گے۔''

اور حزائیل نے یہ نہیں بتایا کہ حضرت الیسع علیہ السلام نے یہ بھی بتایا تھا کہ وہ ضرور شفایاب ہوگا اور یقیناً مر جائے گا۔

بادشاہ اپنی شفایابی کی خبر سن کر بہت خوش ہوا۔ وہ خود محسوس کر رہا تھا کہ اس کی صحت بڑی تیزی سے لوٹ رہی ہے لیکن حزائیل کچھ اور سوچ رہا تھا۔ حضرت الیسع علیہ السلام نے اسے خبر دی تھی کہ وہ ہدد کی جگہ ارام کا بادشاہ بنے گا۔ بن ہدد

Marfat.com

کی موت سے پہلے وہ کیسے بادشاہ بن سکتا ہے۔ اب پوری بات اس کی سمجھ میں آئی۔ بادشاہ کو شفا ملے گی اور وہ یقیناً مرے گا۔ پہلی خبر درست ہوئی۔ اس خبر کا دوسرا حصہ باقی ہے۔ بادشاہ کو مرنا ہے۔ اگر میں بادشاہ کو ماردوں گا تو مجھ پر یقیناً گناہ نہیں ہوگا۔ اس کی تقدیر میں یہی لکھ دیا گیا ہے۔ حضرت الیسع علیہ السلام نے اشاروں میں یہی کہا ہے۔ وہ موقعے کی تاک میں لگا رہا۔ ایک روز اسے موقع مل گیا۔ اس نے گیلا کمبل لیا اور بیماری سے اٹھتے ہوئے کمزور بادشاہ کے منہ پر بچھا دیا اور خود اس کے اوپر بیٹھ گیا۔ بیمار بادشاہ نے کچھ دیر ہاتھ پاؤں چلائے اور پھر ٹھنڈا ہو گیا۔

حضرت الیسع علیہ السلام کے خادموں نے بستی بستی جا کر حضرت الیسع علیہ السلام کا پیغام پہنچا دیا تھا کہ اس علاقے سے نقل مکانی کر جائیں۔ اہل ایمان نے اس پیغام پر یقین کیا اور نقل مکانی کی تیاری شروع کر دی۔ انہی دنوں یہ خبر آ گئی کہ بن ہدوشاہ کی موت کے بعد شاہی گھرانے کا مختار حزائیل تخت شاہی پر قابض ہو گیا ہے۔ اس کے بعد کوئی شک نہیں رہ گیا تھا کہ حضرت الیسع علیہ السلام نے جو کہا تھا، درست تھا اور آئندہ کے لیے جو کہا ہے وہ بھی جلد سامنے آ جائے گا۔

ارام میں یہ بات عام ہو گئی تھی کہ بن ہدوشاہ کی موت فطری نہیں تھی بلکہ حزائیل اسے قتل کر کے تخت پر بیٹھا ہے لہٰذا وہاں شاہی حلقوں میں اور خود فوج میں بے چینی بڑھنے لگی تھی۔ اس کا احساس شاہ اسرائیل یورام کو بھی تھا۔ اس نے موقع غنیمت جان کر حزائیل پر حملہ کر دیا تا کہ وہ جلعاد کا شہر واپس لے لے جو اس سے چھین لیا گیا تھا اور جسے وہ ہمیشہ اپنا کہا کرتا تھا۔ اس کوشش میں اخزیاہ نے اس کا ساتھ دیا جو یروشلم کا حکمران اور یورام کا رشتے دار تھا۔

اگرچہ یورام نے جنگی اہمیت کا یہ قلعہ لے لیا مگر وہ خود جنگ میں زخمی ہو گیا۔ اسے رتھ میں سوار کر کے بڑی احتیاط سے یزرعیل لایا گیا۔ اخزیاہ بھی اس کے ساتھ آ گیا۔ فوج ابھی جلعاد ہی میں تھی جس کی کمان سپہ سالار یاہو کر رہا تھا۔

یہ وہی یاہو تھا جس کے لیے حضرت الیاس علیہ السلام نے پیش گوئی کی تھی جو حزائیل کی تلوار سے بچ جائے گا اسے یاہو قتل کرے گا۔

اس پیش گوئی کے پورا ہونے کا وقت آ گیا تھا۔ حضرت الیسع علیہ السلام شونیم میں تھے کہ انہیں ان سب حالات کا علم ہوا۔ حضرت الیاس علیہ السلام کے ذریعے خداوند نے جو کہا تھا وہی ہو رہا تھا۔ حزائیل ارام کا بادشاہ بن گیا تھا اور اب یاہو کی باری تھی کہ وہ یورام کی جگہ اسرائیل کا بادشاہ بنے۔

حضرت الیسع علیہ السلام نے اپنے ایک خادم کو سامریہ سے بلوایا کیونکہ آپؑ کے خیال میں وہی یہ کام کر سکتا تھا۔ اس خادم کو سامریہ میں یہ پیغام ملا تو گھبرانے کے سوا اس کے پاس کوئی کام نہیں تھا۔ حالات ہی ایسے تھے کہ وہ یہی سوچ سکتا تھا کہ اس کے آقا یقیناً کسی مشکل میں ہیں ورنہ اسے ہرگز طلب نہ کرتے۔ ان کی خدمت کرنے والے وہاں بھی بہت ہیں۔ وہ بھاگم بھاگ شونیم پہنچ گیا۔ حضرت الیسع علیہ السلام، حضرت الیاس علیہ السلام کی کالی سفید دھاریوں والی چادر اوڑھے بیٹھے تھے۔ ان کا چہرہ نہایت سنجیدہ اور متفکر نظر آ رہا تھا۔

''دیکھو میں ایک کام تمہارے سپرد کر رہا ہوں۔ کام خطرناک بھی ہے اور ہوشیاری سے کرنے کا بھی لیکن یہ خدائی فیصلہ ہے اس لیے خدا تمہاری مدد کرے گا۔ بس جو میں کہتا ہوں اسے غور سے سن لو۔''

''میں فطری طور پر بزدل ہوں لیکن آپؑ کی مدد میرے ساتھ ہے تو مجھے فکر نہیں۔''

''خدا کا فیصلہ آ چکا ہے۔ اب یورام کی جگہ یاہو بن یہوسفط بن نمسی اسرائیل کا بادشاہ ہوگا۔ یہی میرے آقا ایلیاہ (الیاسؑ) کی پیش گوئی بھی تھی۔''

''میرے آقا، یورام تو ابھی زندہ ہے۔''

''اسی لیے تو یہ کام خطرناک ہے۔ کسی کو کانوں کان خبر نہ ہو۔ خدا کے دشمنوں کو یہی شخص قتل کرے گا اس لیے اسے بادشاہ بنایا جا رہا ہے۔''

Marfat.com

''مجھے کیا کرنا ہوگا؟''

''طاق پر جو تیل کی کپی رکھی ہے وہ اٹھا کر مجھے دے۔''

خادم نے تیل کی کپی اٹھالی۔ آپ نے سلسلہ کلام پھر شروع کیا۔''تو کمر کس لے اور یہ کپی اپنے ساتھ لے جا۔ یاہو اس وقت جلعاد میں فاتح فوجوں کے ساتھ ہے۔تو جلعاد جا کر یاہو کے بارے میں پوچھنا۔ جب وہ تجھے مل جائے تو اس کو کسی اکیلی جگہ لے جانا جہاں اس کے بھائی بند نہ ہوں۔ پھر اس سے کہنا، خداوند یوں کہتا ہے کہ میں نے تجھے مسح کر کے اسرائیل کا بادشاہ بنایا ہے اور تیل کی یہ کپی اس کے سر پر انڈیل دینا۔ پھر تو وہاں سے بھاگ آنا،ٹھہرنا مت۔''

یہ خادم انبیا زادوں میں سے تھا اور کہا جاتا ہے کہ اس کا نام میکائل تھا۔ وہ خادم تیل کی کپی اپنی کمر سے باندھ کر جلعاد کی طرف روانہ ہوگیا۔ وہ ابھی جلعاد کی سرحد پر ہی تھا کہ پکڑا گیا۔

''میں جاسوس نہیں ہوں۔ مجھے تو یاہو بن یہوسفط سے ملنا ہے۔'' خادم نے کہا۔

''اس سے کیوں ملنا ہے؟''

''یہ میں اسی کو بتاؤں گا۔ مجھے اس کے پاس لے چلو۔''

سپاہیوں نے اسے ایک قریبی گاؤں میں پہنچا دیا جہاں یاہو ٹھہرا ہوا تھا۔ وہ اس گاؤں کے ایک گھر میں پہنچا تو یاہو چند سرداروں کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ خادم نے کہا۔''ان سب کو اپنے پاس سے ہٹا دے تو میں تجھے وہ پیغام سناؤں جو میں نے تیرے لیے لایا ہوں۔'' یاہو نے ان سب سرداروں کو اپنے پاس سے ہٹا دیا اور خادم کو لے کر ایک کوٹھری میں چلا گیا۔ تب خادم نے بتایا کہ اسے الیسع علیہ السلام نے بھیجا ہے۔ یاہو،حضرت الیسع علیہ السلام کا مداح تھا اس لیے پیغام سننے کے لیے بے چین ہوگیا۔

خادم نے تیل کی کپی کمر سے نکالی اور تیل اس کے سر پر انڈیل دیا۔''خداوند اسرائیل کا خدا یوں فرماتا ہے کہ میں نے تجھے مسح کر کے خداوند کی قوم یعنی اسرائیل کا بادشاہ بنایا ہے۔''

حضرت الیسع علیہ السلام نے کہا تھا،مسح کر کے وہاں رکنا مت، بھاگ آنا چنانچہ اس نے یہی کیا۔کوٹھری کا دروازہ کھولا اور بھاگتا ہوا باہر آ گیا۔

یاہو باہر نکلا تو خوشی کی گھبراہٹ اس کے چہرے سے ظاہر تھی۔ساتھی سرداروں نے اس کی طرف دیکھا تو پیغام کی نوعیت جاننے کی فکر ہوئی۔

''یہ دیوانہ تیرے پاس کیوں آیا تھا؟''

''الیسع علیہ السلام کا نمائندہ تھا اور ایسی بات کہہ گیا ہے کہ تم لوگ یقین نہیں کرو گے لیکن الیسع علیہ السلام نے اب تک جتنی باتیں کہی ہیں وہ سب درست ثابت ہوئی ہیں اس لیے یقین کرنا پڑے گا۔''

''ایسی کیا بات کہہ گیا ہو؟''

''اس نے کہا کے خداوند فرماتا ہے کہ میں نے تجھے مسح کر کے اسرائیل کا بادشاہ بنایا ہے۔''

یہ ایسا پیغام تھا کہ سرداروں کے چہرے خوف زدہ ہوگئے۔انہوں نے اپنے اطمینان کے لیے ایک مرتبہ پھر یاہو سے پوچھا۔

''مجھے یقین ہے وہ الیسع علیہ السلام کے انبیا زادوں میں سے تھا۔''

''پھر وہ بھاگا کیوں؟''

''اس لیے کہ جو میں اب کرنے والا ہوں، وہ اس سے واقف تھا۔''

''تم کیا کرنے والے ہو یاہو؟''

Marfat.com

''میرا حکم ہے کہ شہر کے دروازے بند کر دیے جائیں۔ فوجیوں کو حکم دو کہ کوئی یہاں سے نکل کر باہر نہ جانے پائے۔ میں نہیں چاہتا کہ میرے یزرعیل پہنچنے سے پہلے یہ خبر وہاں تک پہنچے۔''

''تم یزرعیل جاؤ گے؟''

''الیسع علیہ السلام کے پیغام بھیجنے کا مقصد ہی یہ تھا کہ خدائی فیصلہ تو ہو چکا ہے لیکن اس فیصلے کو عملی جامہ میری تلوار پہنائے گی۔ ابھی یورام مرا نہیں ہے۔''

ان سرداروں نے اسے بادشاہ تسلیم کر لیا اور اپنے چوغے اتار کر اس کے قدموں کے نیچے بچھا دیے اور نرسنگا پھونک کر اس کی بادشاہت کے نعرے بلند کیے۔

''یاہو بادشاہ ہے۔ یاہو بادشاہ ہے۔''

یاہو نے بااعتماد سپاہیوں کا جتھا ساتھ لیا، خود رتھ پر سوار ہوا اور یزرعیل کی طرف روانہ ہوا۔ وہ نبوت کے تاکستان تک پہنچا تھا کہ برج پر کھڑے نگہبان نے یورام کو خبر پہنچائی۔ ''مجھے ایک جتھا آتا دکھائی دیا ہے جو نبوت کے تاکستان کے پاس پہنچ کر رک گیا ہے۔''

یورام جو زخمی تھا، اس نے کہا کہ قاصد بھیج کہ معلوم ہو کون ہے؟ قاصد بھیجا گیا لیکن وہ واپس نہ آیا، دوسرا قاصد اور پھر تیسرا قاصد۔ جو جاتا واپس نہیں آتا تھا۔ یورام تڑپ کر اپنے بستر سے اٹھا۔ رتھ تیار کھڑا تھا وہ اس پر بیٹھ گیا۔ دوسرے رتھ پر اخزیاہ سوار ہوا جو یورام کی تیمارداری کے لیے یزرعیل میں موجود تھا۔

یہ دونوں بادشاہ نبوت کی ملکیت تک پہنچے ہی تھے کہ انہوں نے یاہو کو اپنے سامنے پایا اور اس کے پیچھے اس کے سپاہی تھے۔

''یاہو خیر ہے؟'' یورام نے یاہو کو دیکھ کر پوچھا۔

''جب تک میری ماں ایزبل زندہ ہے تب تک کیسی خیر۔'' یاہو نے گستاخی سے جواب دیا۔

اس جواب کے بعد یورام کی سمجھ میں سب کچھ آ گیا تھا۔ اس نے باگ موڑی اور بھاگا اور اخزیاہ سے کہا، تو بھی بھاگ یہاں تو فتنہ بپا ہے۔

یاہو نے تیر جوڑا اور سارے زور سے کمان کھینچی۔ تیر یورام کے دل سے پار ہو گیا اور وہ اپنے رتھ میں گرا۔ اخزیاہ نے دیکھا تو وہ نبوت کے باغ کی راہداری سے نکل بھاگا۔ یاہو نے گھوڑا پکڑا اور اس کا تعاقب کر کے اسے بھی رتھ ہی میں ڈھیر کر دیا۔ اس کے رتھ بان نے رتھ کو بھگایا اور مردہ اخزیاہ کو یروشلم تک پہنچا دیا۔

یاہو نے اپنے لشکر کے سردار سے کہا۔ ''یورام کی لاش کو نبوت کی ملکیت کے کھیت میں ڈال دے کہ اس کے باپ نے اس نیک مرد نبوت کی ملکیت پر قبضہ کیا تھا اسے مروا دیا تھا۔''

پھر یورام نے اسے یاد دلایا۔ ''یاد کر جب میں اور تو اس کے باپ اخی اب کے پیچھے پیچھے چل رہے تھے تو خداوند نے فتویٰ دیا تھا کہ میں نے کل نبوت کے خون اور اس کے بیٹوں کے خون کو دیکھا ہے۔ خداوند فرماتا ہے اور میں اسی کھیت میں تجھے بدلہ دوں گا۔ سو جیسا خداوند نے فرمایا ہے اسے لے کر اسی جگہ ڈال دے۔''

اس کام سے نمٹنے کے بعد وہ شہر کے پھاٹک میں داخل ہوا۔ اس کے آدمی اس وقت تک شہر میں ادھر ادھر پھیل چکے تھے۔ وہ جیسے ہی شاہی محل کے سامنے پہنچا، ایزبل نے کھڑکی سے منہ نکال کر اسے شرمندہ کرنے کو کہا۔

''اے اپنے آقا کے قاتل خیر تو ہے؟''

وہ یہ بھول گئی تھی کہ یاہو کے سپاہی محل تک پہنچ گئے ہیں۔ اس نے جیسے ہی یاہو کو مخاطب کیا، یاہو کے سپاہی کھڑکی پر آ گئے۔

Marfat.com

''اس لعنتی عورت کو کھڑکی سے نیچے پھینک دو۔'' یاہو نے کہا اور خود آگے بڑھ گیا۔
سپاہیوں نے ایزبل کو کھڑکی سے نیچے پھینک دیا۔ خون کے چھینٹے پڑے اور دیواروں کو رنگین کر گئے۔
یاہو دوپہر تک شہر کے انتظامات میں مصروف رہا۔ پھر وہ محل میں گیا۔ کچھ دیر آرام کرنے کے بعد اسے ایزبل کی لاش کا خیال آیا۔ اس نے اپنے آدمیوں کو اس کی طرف متوجہ کیا۔
''ایزبل کی لاش اٹھا کر کسی جگہ دفن کر دو کیونکہ وہ شہزادی ہے۔''
سپاہی وہاں گئے تو ایزبل کی لاش کو کتے کھا رہے تھے۔ کھوپڑی، پاؤں اور ہتھیلیوں کے سوا کچھ باقی نہیں بچا تھا۔
یاہو نے کہا۔ ''یہ خداوند کا ہی سخن ہے جو اس نے اپنے بندے ایلیاہ کی معرفت فرمایا تھا کہ یزرعیل کا قتل عام کرے گا اور ہر طرف امن قائم کر دے گا۔
یاہو نے قدم جماتے ہی عمل کرنا شروع کر دیا۔
سامریہ میں اخی اب کے ستر بیٹے تھے۔ اس وقت یہ ستر شہزادے ان بڑے آدمیوں کے پاس تھے جو ان کے پالنے والے تھے۔ یاہو نے انہیں خط لکھا کہ اگر تم میری طرف ہو اور میری بات ماننا چاہتے ہو تو اپنے آقا کے بیٹوں کے سر اتار کے یزرعیل میں کل اسی وقت میرے پاس آ جاؤ۔''
جب یہ نامہ ان لوگوں کے پاس آیا تو انہوں نے ان ستر آدمیوں کو قتل کیا اور ان کے سر ٹوکروں میں رکھ کر یزرعیل بھیج دیے۔
یاہو سامریہ پہنچا اور اخی اب کے باقی ماندہ قرابت داروں کو چن چن کر قتل کیا۔ یہاں تک کہ اس نے جیسا خداوند نے ایلیاہ (الیاس علیہ السلام) سے کہا تھا، انہیں نیست و نابود کر دیا۔
یہاں تک کہ کاروائی کے بعد اب بعل کے پجاریوں کی باری تھی۔ یاہو نے خود کو بعل کا پرستار ثابت کرنے کے لیے یہ اعلان کر دیا کہ بعل کے تمام پجاری میرے پاس حاضر ہوں کیونکہ میں بعل کے لیے بڑی قربانی کرنے والا ہوں۔
یاہو نے سارے اسرائیل میں لوگ بھیج دیے اور بعل کے سب پوجنے والوں کو بلا لیا۔ یہاں تک کہ بعل کا مندر ایک سرے سے دوسرے سرے تک بھر گیا۔ جب وہ ذبیحے اور سوختنی قربانی کے لیے اندر گئے تو یاہو نے اسی جوان باہر مقرر کر دیے اور کہا کہ اگر کوئی ان میں سے نکل بھاگے تو چھوڑنے والے کی جان اس کی جان کے بدلے لے لی جائے گی۔
جب سوختنی قربانی چڑھائی جا چکی تو یاہو نے پہرے والوں سے کہا کہ گھس جاؤ اور ان کو اس طرح قتل کرو کہ ایک بھی زندہ نہ بچنے پائے۔
ان پجاریوں کے قتل عام کے بعد بعل کے ستون توڑ دیے گئے اور مندر مسمار کر دیا۔
یاہو نے بعل پرستی کا خاتمہ کر دیا تھا لیکن خود کو بت پرستی سے مکمل پاک نہ کر سکا اور نہ ہی خدا کی شریعت کی پیروی کر سکا۔
اس نے سونے کے بچھڑوں کو ماننے سے جو بیت ایل اور دان میں تھی کنارہ کشی نہ کی اس لیے خداوند نے یاہو کو خبردار کیا، تیرے بعد تیرے بیٹے صرف چوتھی پشت تک بادشاہ ہوں گے۔
دراصل بنی اسرائیل کا مزاج ہی کچھ ایسا بن گیا تھا کہ وہ بار بار کی توبہ کے بعد دوبارہ بت پرستی کا شکار ہو جاتے تھے۔
یاہو کے ساتھ بھی ایسا ہی ہوا۔ وہ جلد ہی سونے کے بچھڑے کی پرستش کرنے لگا۔ اس کی دیکھا دیکھی عوام میں بھی یہ وبا پھیلنے لگی۔ سیاسی اعتبار سے بھی وہ کمزور ہو گیا تھا۔ اس نے جن قوتوں کو نیست و نابود کیا تھا وہ پھر سے سر اٹھانے لگی تھیں۔
ارامی بادشاہ حزائیل بار بار اس کے علاقوں میں گھس آتا تھا اور بالآخر جلعاد کا اہم فوجی قلعہ اس نے چھین لیا۔
یاہو کی وفات کے بعد جب اس کا بیٹا یہوآخز تخت نشین ہوا تو ان کمزوریوں نے اسرائیل کو پوری طرح اپنی لپیٹ

Marfat.com

میں لے لیا۔ بت پرستی شاہی سرپرستی میں شروع ہوگئی۔ شاہی محل، برائیوں اور عیاشیوں کا گڑھ بن گیا۔

حضرت الیسع علیہ السلام اس پوری صورت حال کو دیکھ رہے تھے اور سمجھ رہے تھے کہ یہ اس پیش گوئی کے پورا ہونے کا وقت آ گیا ہے جوانہوں نے حزائیل کو بادشاہت کی خوش خبری سناتے وقت کی تھی کہ تو اسرائیلیوں کا قتل عام کرے گا۔

آپ یہوآ خز کی بت پرستی اور برائیوں سے مایوس ہوکر کوہ کرمل چلے گئے اور اللہ کی عبادت میں مشغول ہو گئے۔

حزائیل نے اسرائیل میں حکومت بدلنے کا بھرپور فائدہ اٹھایا اور ارامی تسلط کو افرائیم کے کوہستانی علاقے تک بڑھالیا۔ وہ عذاب عظیم کی طرح اسرائیل پر جھپٹا اور حضرت الیسع علیہ السلام کے اندیشوں کو سچ کردکھایا۔ اسرائیلی اس خطرناک انداز میں قتل ہوئے کہ لگتا تھا کہ اب کوئی زندہ نہیں بچے گا۔ اس نے نہ جوان دیکھے نہ بوڑھے نہ حاملہ عورتوں کو بخشا۔ جتنے اہم قلعے تھے ان سب پر قبضہ کرلیا۔

اسرائیلی فوج گھٹ کر پچاس گھڑسواروں، دس رتھوں اور دس ہزار پیادوں تک محدود ہوگئی۔ ارام بتدریج اسرائیل پر چھاتا چلا گیا۔ یہوآ خز کی طاقت اتنی کمزور ہوگئی کہ وہ حملہ آوروں کا سامنا کرنے کے لائق ہی نہ رہا۔ آس پاس کی قومیں ادومی، عمونی، فلستی ۔۔۔ اور صوری سب اس کمزوری سے فائدہ اٹھانے لگیں۔

جب یہوآ خز کے ہاتھوں سے ملک کی باگ ڈور بالکل ہی نکل گئی تو وہ کوہ کرمل کی طرف بھاگا۔ حضرت الیسع علیہ السلام اس وقت وہیں تھے اور یہوآ خز جانتا تھا کہ خدا کے عذاب سے اسے وہی بچا سکتے ہیں۔

حضرت الیسع علیہ السلام نے اسے دیکھ کر منہ پھیرلیا۔ ''کیا میں نے تیرے باپ سے اور تجھ سے یہ عہد نہیں لیا تھا کہ بت پرستی نہ کرنا۔ تم نے سونے کے بچھڑے بنالیے۔ تمہاری فطرت ایک مرتبہ پھر بت پرستی کی طرف لوٹ گئی۔ پھر تو یہ ہونا ہی تھا کہ حزائیل تم پر مسلط ہوجائے۔ اب میرے پاس کیا لینے آئے ہو۔''

''اگر حزائیل اسی طرح حملہ آور ہوتا رہا تو اسرائیل کے وہ نیک لوگ بھی ختم ہوجائیں گے جو ابھی تک تیرے نام لیوا ہیں۔''

''میں اس بڑھاپے میں تیرے لیے کیا کرسکتا ہوں۔ تو مجھ سے کیا چاہتا ہے؟''

''آپ حزائیل سے کہیں کہ وہ اس ظلم سے باز آجائے۔''

''وہ جو کچھ کررہا ہے اس میں خدا کی رضا شامل ہے۔ خدا نے یہ فیصلہ بھی کیا ہے کہ تیری جگہ تیرے بیٹے یوآس کو بادشاہ بنادیا جائے۔''

''میں تو اب بے بس بادشاہ ہوں۔ مجھے بادشاہت سے غرض بھی نہیں۔ میں تو صرف یہ چاہتا ہوں کہ آپ اسرائیل کی مظلومی کو دیکھیں اور خدا سے دعا کریں۔''

''اسرائیل کی بدحالی پر میرا دل بھی دکھتا ہے۔ میں ضرور دعا کروں گا۔''

یہوآ خز کو کچھ امید تو بندھی تھی لیکن وہ اب بھی مایوس تھا۔ منہ لٹکا کر چلا آیا۔

یہ حضرت الیسع علیہ السلام کی دعا کا نتیجہ ہی تھا کہ حزائیل نے حملوں سے ہاتھ کھینچ لیا یا پھر اسے جتنی تباہی پھیلانا تھی پھیلا چکا تھا۔ وہ جہاں تھا وہیں رک گیا۔ کبھی کبھی اس کا کوئی جتھا اسرائیلی سرحدوں میں چلا آتا تھا اور لوٹ مار کرکے چلا جاتا تھا ورنہ اب کوئی بڑا معرکہ دیکھنے میں نہیں آرہا تھا اور بنی اسرائیل پہلے کی طرح اپنے ڈیروں میں مطمئن تھے۔

ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ اتنی نصیحتوں کے بعد یہوآ خز بت پرستی سے ہاتھ کھینچ لیتا، اس نے کنارہ کشی اختیار نہیں کی۔ وہ اسی راستے پر چلتا رہا۔

آخر وہ وقت آ گیا جب سترہ سال حکومت کرنے کے بعد یہوآ خز بیمار پڑا اور وفات پا گیا۔ اسے سامریہ میں دفن کیا گیا اور اس کی جگہ اس کا بیٹا یوآس تخت پر بیٹھا۔

Marfat.com

حضرت الیسع علیہ السلام ابھی تک کرمل کی پہاڑی پر تھے اور بہت بیمار تھے۔ عیادت کے لیے آنے والوں کا تانتا بندھا رہتا تھا۔ ایک روز آپؑ کا خادم بھاگتا ہوا آپؑ کے پاس آیا اور خبر دی کہ بادشاہ یوآس کا رتھ کھڑا ہے۔ بادشاہ آپؑ کی عیادت کے لیے اجازت کا طلب گار ہے۔

آپؑ نے اجازت دے دی اور تمام لوگوں کو اپنے پاس سے ہٹا دیا۔

بادشاہ اندر آیا اور آپؑ کے پلنگ کی پٹی کے ساتھ فرش پر گھٹنوں کے بل بیٹھ گیا۔ پھر بستر کی چادر سے منہ ڈھانپ کر رونے لگا۔

''اب کیا روتا ہے۔ بت پرستی تو تو نے بھی ترک نہیں کی۔ تو بھی ہاتھی دانت کے بنے محل میں عیش کرتا ہے۔ اسرائیل کے جو علاقے چھن لیے گئے ہیں تو نے انہیں حاصل کرنے کے لیے انگلی نہیں ہلائی۔''

''میں ایسے وقت میں بادشاہ بنا ہوں کہ دس رتھوں کے سوا میرے پاس کچھ نہیں۔ کبھی ہم دو ہزار رتھوں کے مالک ہوا کرتے تھے۔''

''تیرے بت اگر کچھ نہیں دیتے تو عہد کر کہ آئندہ صرف خدا سے مانگے گا۔ تجھے معلوم ہے میں لڑکا تھا، اس وقت سے سچے نبی ایلیاہ (الیاسؑ) کے ساتھ ہوں۔ میں اسرائیل کو بت پرستی کی لعنت سے بچانے کے لیے کوشاں رہا ہوں۔ اب تجھ سے کہتا ہوں کہ بت پرستی سے باز آ تاکہ تیرے حق میں دعا کروں۔''

اس نے عہد کرلیا تو حضرت الیسع علیہ السلام نے جو نقاہت کے سبب اٹھ کر نہیں بیٹھ سکتے تھے، کہنی کا سہارا لے کر کسی قدر اوپر اٹھنے کی کوشش کی۔ بادشاہ نے بھی سہارا دیا۔

''خالی ہاتھ آیا ہے یا تیر کمان بھی ساتھ لایا ہے؟'' حضرت الیسع علیہ السلام نے پوچھا۔

''میرے ساتھ کمان بھی ہے اور تیروں سے بھرا ترکش بھی لیکن یہ دنیاوی سامان آپؑ کے پاس لانا اچھا نہیں لگ رہا تھا اس لیے باہر ہی چھوڑ آیا ہوں۔''

''مجھے اس وقت تیر کی بھی ضرورت تھی اور کمان کی بھی۔'' حضرت الیسع علیہ السلام نے کہا۔ ''اچھا ٹھہر! میں کسی سے کہتا ہوں وہ تیری کمان اور ترکش لا کر مجھے دے دے گا۔''

آپؑ نے ایک خادم کو بولا اور وہ باہر جا کر بادشاہ کے رتھ سے ترکش اور کمان لے آیا۔

''تیر، کمان ہاتھ میں پکڑ لے۔'' حضرت الیسع علیہ السلام نے فرمایا۔

بادشاہ حیران تھا کہ وہ کیوں ایسا کہہ رہے ہیں۔ یہاں کون دشمن ہے جس کا مجھے نشانہ لینا ہے لیکن وہ انکار بھی نہیں کرسکتا تھا۔ بادشاہ نے خاموشی سے ایسا ہی کیا۔

''کمان پر اپنا ہاتھ رکھ۔'' بادشاہ نے ایسا ہی کیا اور حضرت الیسع علیہ السلام نے بادشاہ کے ہاتھوں پر اپنا ہاتھ رکھا۔

''کھڑکی میں سے تیر چلا۔''

بادشاہ نے مشرق کی جانب کھلنے والی کھڑکی سے تیر چلایا۔

''یہ فتح کا تیر خداوند کا یعنی ارام پر فتح کا تیر ہے کیونکہ اس تیر کی برکت سے تو افیق میں ارامیوں کو مارے گا یہاں تک کہ ان کو نابود کردے گا۔''

حضرت الیسع علیہ السلام نے دوبارہ تکیے پر سر رکھ دیا اور اس طرح سانس لینے لگے جیسے کوئی اہم کام سے نمٹنے کے بعد اطمینان کا اظہار کرتا ہے۔

اس کے بعد آپؑ نے بادشاہ کو حکم دیا۔ ''ان تیروں کو ہاتھ میں لے اور ایک ایک کرکے زمین پر مار۔''

بادشاہ نے ترکش سے تیروں کو نکالا اور زمین پر مارنے لگا لیکن چہرے سے لگ رہا تھا کہ وہ بددل ہے اور اس کام کو

Marfat.com

نہایت احمقانہ سمجھ رہا ہے۔

ایک ۔دو ۔ تین اور پھر وہ ٹھہر گیا۔ نہ صرف ٹھہر گیا بلکہ ترکش کو ایک کونے میں پھینک کر اٹھ کھڑا ہوا۔ اس کی اس حرکت کی وجہ کچھ بھی ہو لیکن اس کا یہ طرز عمل حضرت الیسع علیہ السلام کو غصہ دلانے کے لیے بہت تھا۔ غالباً اس نے توقع سے بہت کم کام کیا تھا۔

''تجھے پانچ یا چھ بار مارنا چاہیے تھا۔ تب تو ارامیوں کو اتنا مارتا کہ ان کو نابود کر دیتا۔ اب تو ارامیوں کو فقط تین بار مارے گا۔''

یہ سن کر بادشاہ تھوڑی دیر کے لیے تذبذب اور بے یقینی کی حالت میں کھڑا رہا۔ پھر رخ پھیر کر کمرے سے باہر نکل گیا۔

بادشاہ کے جاتے ہی کمرے میں ایک ٹھنڈی خاموشی طاری ہوگئی۔ خادموں کو احساس ہوا کہ کوئی آواز نہیں ہے تو وہ کمرے میں گئے۔ حضرت الیسع علیہ السلام کی طرف جھک کر دیکھا۔ پھر کسی نے آہستہ سے ہلا کر دیکھا اور یہ دیکھا کہ اس عظیم القدر ہستی کو خداوند اپنے پاس بلا چکا ہے۔

کچھ عرصے بعد حزائیل کا انتقال ہوا اور اس کی جگہ اس کا بیٹا ہدد ارام کا بادشاہ بنا۔ بادشاہت تبدیل ہوئی تو یہوآس کو اپنی جنگی طاقت میں اضافے کا موقع ملا۔ اس نے حزائیل کے بیٹے ہدد سے وہ علاقے چھین لیے جو اس نے اس کے باپ یہوآخز کے ہاتھ سے چھین لیے تھے۔ تین بار یوآس نے اسے شکست دی۔ حضرت الیسع علیہ السلام کے سامنے اس نے تین مرتبہ ہی تیر زمین پر مارے تھے۔ یہ معجزہ حضرت الیسع علیہ السلام کی موت کے بعد ظاہر ہوا۔

اس معجزے کو دیکھنے کے بعد یوآس کو نصیحت ہو جانی چاہیے تھی لیکن ہوا یہ کہ حضرت الیسع علیہ السلام کی موت سے وہ رنجیدہ اور پریشان تو ضرور ہوا کہ اب اس کے لیے کون دعا کرے گا مگر اپنے عہد سے جلد ہی پھر گیا۔ خدا کی عبادت کرنے پر خلوص دل سے مائل نہ رہا بلکہ بت پرستی میں پڑا رہا۔

اس کے مختصر سے دور حکومت میں اسرائیل کے حالات نے بہتری کی طرف پلٹا کھایا۔ یہ حضرت الیسع علیہ السلام کی پیش گوئی کے عین مطابق تھا۔

Marfat.com

حضرت شموئیل علیہ السلام

دن بھر کی گہما گہمی کے بعد عیلی کاہن کی عبادت گاہ تاریکی اور خاموشی میں ڈوبی ہوئی تھی۔ اس عبادت گاہ کے ایک کمرے میں متبرک صندوق ''تابوت سکینہ'' رکھا ہوا تھا۔ یہ صندوق بنی اسرائیل کے لیے اس واسطے مقدس تھا کہ اس میں آل موسیٰؑ و آل ہارونؑ کی باقیات تھیں۔ توریت کا اصل نسخہ، حضرت موسیٰؑ اور حضرت ہارونؑ کے عصا اور پیراہن محفوظ تھے۔ بنی اسرائیل کے پاس یہ تابوت نسل در نسل چلا آ رہا تھا۔ جب بھی کسی دشمن سے مقابلہ ہوتا تو اس تابوت کو میدان جنگ میں اپنے ساتھ لے کر نکلتے تھے اور یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ اس کی وجہ سے انہیں دشمن پر غلبہ حاصل ہوتا ہے۔ اگر شکست ہوتی بھی ہے تو نقصان کم سے کم ہوتا ہے۔

حضرت یوشعؑ کے زمانے میں جب بنی اسرائیل سرزمین فلسطین میں داخل ہو گئے اور انہیں اپنا کھویا ہوا ملک دوبارہ مل گیا تو حضرت یوشع بن نون علیہ السلام نے ان کے درمیان اس علاقے کو تقسیم کر دیا تاکہ وہ امن و اطمینان کے ساتھ زندگی بسر کریں اور آپس کے جھگڑوں سے انہیں نجات مل جائے۔

بنی اسرائیل دراصل حضرت یعقوبؑ کے ان بارہ بیٹوں کی اولادیں تھیں جو اپنا علاقہ کنعان چھوڑ کر مصر میں آباد ہو گئے تھے۔ حضرت یوسفؑ کی وفات کے بعد فراعین مصر ان کے ساتھ غلاموں کا سا برتاؤ کر رہے تھے پھر حضرت موسیٰؑ کا ظہور ہوا۔ آپؑ نے ایک طویل جدوجہد کے بعد بنی اسرائیل کو غلامی سے نجات دلائی اور بحر قلزم پار کر کے انہیں سینا کی وادی میں لے آئے۔ یہ وادی سرزمین فلسطین سے قریب تھی۔

حضرت موسیٰؑ کی معرفت خدا کا حکم ہوا کہ اپنی قوم سے کہو کہ ارضِ مقدس میں داخل ہو اور وہاں کے جابر و ظالم حکمرانوں کو وہاں سے نکال دو اور عدل و انصاف کی زندگی بسر کرو۔

حضرت موسیٰؑ نے خدا کا یہ پیغام اپنی قوم کو پہنچا دیا۔ ''تم اس بستی میں داخل ہو اور دشمن کا مقابلہ کر کے اس پر قابض ہو جاؤ۔ خدا تمہارے ساتھ ہے۔''

نادان بنی اسرائیل اتنا بھی نہ سمجھ سکے کہ جب ان کا اولوالعزم پیغمبر ان سے کہہ رہا ہے تو فتح یقینی ہے۔ انہوں نے صاف انکار کر دیا۔

انہوں نے کہہ دیا۔ ''اے موسیٰؑ! ہم کبھی اس شہر میں اس وقت تک داخل نہیں ہوں گے جب تک وہ اس میں موجود ہیں۔ پس تو (موسیٰؑ) اور تیرا رب دونوں جاؤ اور ان سے لڑو، ہم تو یہیں بیٹھے ہیں۔''

اس بے ہودہ جواب پر حضرت موسیٰؑ سخت افسردہ خاطر ہوئے۔ اسی رنج و ملال میں درگاہِ الٰہی میں عرض کیا۔ ''یا اللہ، میں اپنے اور ہارونؑ کے سوا کسی پر قابو نہیں رکھتا۔ سو ہم دونوں حاضر ہیں، اب تو ہمارے اور اس نافرمان قوم کے درمیان جدائی کر دے۔ یہ تو سخت نااہل ہیں۔''

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ پر وحی نازل فرمائی۔ ''موسیٰؑ! تم غمگین نہ ہو۔ ان کی نافرمانی کا تم پر کوئی بار نہیں۔ اب ہم نے ان کے لیے یہ سزا مقرر کر دی ہے کہ یہ چالیس سال اسی میدان میں بھٹکتے پھریں گے اور ان کو ارضِ مقدس میں جانا نصیب نہ ہوگا۔ ہم نے ان پر ارضِ مقدس کو حرام کر دیا ہے۔''

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کا وعدہ پورا ہوا۔ بنی اسرائیل چالیس سال تک وادی سینا میں بھٹکتے پھرے اور جب یہ مدت پوری ہوگئی تو حضرت موسیٰ اور حضرت ہارونؑ کے وصال کے بعد حضرت موسیٰ کیا یک خادم حضرت یوشعؑ بن نون علیہ السلام نے جو نبوت سے سرفراز ہوئے، بنی اسرائیل کو ایک مرتبہ جہاد پر اکسایا اور اپنی قوم کو لے کر ارض کنعان کے سب سے پہلے شہر ''اریحا'' کی جانب بڑھے اور دشمن کو للکارا۔ سخت مقابلے کے بعد فتح حاصل کر لی۔ کنعان کو فتح کرتے ہوئے ارض فلسطین جا پہنچے اور بیت المقدس کو بھی فتح کر لیا۔ بنی اسرائیل ایک مرتبہ پھر اپنے آبائی وطن کے مالک کہلائے۔

قرآن عزیز میں ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو کامیاب کیا اور شہر کے اندر ان کا فاتحانہ داخلہ ہونے لگا تو اس نے حکم دیا کہ مغرور اور متکبر انسانوں کی طرح داخل نہ ہونا بلکہ خدا کا شکر ادا کرنے والوں کی طرح خشوع کے ساتھ جھکتے ہوئے اور توبہ و استغفار کرتے ہوئے داخل ہونا۔

''اور جب ہم نے کہا، اس بستی میں داخل ہو اور اپنی مرضی کے مطابق جو چاہو کھاؤ اور شہر کے دروازے میں نیاز مندی کے ساتھ جھکتے ہوئے داخل ہونا اور یہ کہتے ہوئے جانا ''الٰہی ہماری خطاؤں کو معاف فرما۔'' ہم تمہاری خطاؤں کو بخش دیں گے اور نیکوکاروں کو عنقریب اور زیادہ دیں گے۔''

اور پھر ان سے کہا گیا۔ ''تم اس بستی میں رہو اور جس طرح تمہارا جی چاہے کھاؤ پیو اور یہ کہتے ہوئے شہر میں جاؤ، اے خدا! ہماری خطاؤں کو معاف کردے اور شہر میں نیاز مندی کے ساتھ جھکتے ہوئے اور سجدہ ریز ہو کر داخل ہو تو ہم تمہاری خطاؤں کو بخش دیں گے اور عنقریب نیکوکاروں کو اور زیادہ دیں گے۔''

ان احکام کے باوجود فتح و نصرت کے بعد بنی اسرائیل کی سرشت غالب آئی اور خدا کے حکم کی خلاف ورزی کرتے ہوئے مغرور انسانوں کی طرح بستی میں داخل ہوئے۔ ان کی گردنیں اکڑی ہوئی تھیں۔ نیاز مندی کے بجائے اللہ سے ٹھٹھول کر رہے تھے۔

اس تکبر کا نتیجہ یہ نکلا کہ عرصہ دراز تک اس قوم کو ''نبی'' سے محروم رکھا گیا۔ اس کے علاوہ کوئی بادشاہ بھی نہیں تھا جو ان کی حفاظت کے امور انجام دیتا۔ یہ ہمسایہ قومیں اکثر ان پر حملہ آور ہوتی رہتی تھیں اور بنی اسرائیل ان کا نشانہ بنتے رہتے تھے۔ کبھی عمالقہ حملہ کر دیتے کبھی فلسطینی، کبھی مدیانی ان پر چڑھ دوڑتے کبھی ارامی، کبھی یہ فتح یاب ہوتے کبھی دشمن غلبہ پالیتا اور جزیہ لے کر چھوڑتا۔ بھیڑوں کا ایک ریوڑ تھا جس کا کوئی نگراں نہیں تھا، آپس میں لڑتے رہنا بھی ان کے امراض میں سے ایک مرض تھا۔

حضرت یوشع بن نون علیہ السلام نے حکومتی معاملات نمٹانے کے لئے مختلف قبیلوں میں سردار مقرر کر دیے تھے اور باہمی تنازعات کو نمٹانے کے لیے قاضیوں کا تقرر کیا تھا۔ دینی معاملات کاہنوں کے سپرد کر دیے گئے تھے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات سے تقریباً ساڑھے تین سو سال تک یہ نظام یونہی قائم رہا کہ خاندانوں اور قبیلوں میں سردار حکومت کرتے اور عدالتی فیصلوں کے لیے قاضی موجود تھے۔

یہ نظام کچھ دنوں تک تو بہ خوبی چلتا رہا لیکن وقت کے ساتھ ساتھ اس میں خرابیاں پیدا ہونے لگیں۔ خصوصاً جنگی معاملات میں یہ قوم کمزور ثابت ہونے لگی۔ آپس کا انتشار بڑھتا گیا جس سے دشمن کا اتحاد فائدہ اٹھاتا رہا۔ اطراف میں آباد قومیں ان پر حملہ آور ہوتیں۔ لوٹ مار کرتے، نوجوانوں کو قتل کرتے اور عورتوں کو اٹھا کر لے جاتے۔ شکست خوردہ قوم کاہن کے پاس جا کر داد و فریاد کرتی، اپنے زخم اسے دکھاتی اور یہ اصرار کرتی کہ ان کا بھی کوئی بادشاہ ہو جس کی فوج ہو اور وہ ان کی طرف سے لڑے۔ کاہن کبھی انہیں صبر کی تلقین کرتا کبھی انہیں بدلہ لینے پر اکساتا۔ اس کا یہی کام تھا اور وہ یہی کر سکتا تھا۔

ان ابتر حالات کو جھیلتے ہوئے تین صدیاں گزر چکی تھیں کہ زمام اقتدار عیلی نام کے ایک کاہن کے ہاتھ میں آئی۔ یہ

Marfat.com

کاہن سیلا نامی شہر میں قیام پذیر تھا۔ اسی شہر میں اس کی عبادت گاہ تھی۔ اس عبادت گاہ میں مختلف شہروں سے لوگ عبادت کے لیے آتے تھے۔ اس عبادت گاہ کی اہمیت اس لیے بھی تھی کہ تابوت سکینہ اسی کاہن کے پاس تھا۔

☆......☆......☆

کوہستانی سلسلے کے ایک شہر "رامہ" کے کچھ لوگ عیلی کاہن کی عبادت گاہ جانے کی تیاریاں کر رہے تھے۔ کچھ لوگوں کے پاس گدھے تھے، کچھ پیدل جانے کے لیے تیار تھے۔

اس شہر میں حضرت یوسف علیہ السلام کے چھوٹے بھائی بن یامین کے ایک بیٹے افرائیم کی نسل آباد تھی۔ یہ لوگ افرائیمی کہلاتے تھے لیکن کچھ لوگ حضرت ہارون علیہ السلام کی نسل سے تعلق رکھتے تھے۔ انہی میں ایک شخص القانہ بھی تھے جو عیلی کاہن کے عقیدت مند تھے لہٰذا وہ ہر سال عبادت کے لیے "سیلا" جایا کرتے تھے اور عیلی کاہن سے اپنے لئے دعائیں کرواتے تھے۔

☆......☆......☆

القانہ کئی دن سے اس سفر پر جانے کی تیاری کر رہا تھا اور وہ تحفے تحائف جمع کر رہا تھا جو اسے عیلی کاہن کی خدمت میں پیش کرنے کے لیے لے جانے تھے۔

اس شخص کی دو بیویاں تھیں۔ ایک کا نام "حنہ" تھا اور دوسری بیوی کا نام "فتنہ یا فنینا" تھا حنہ نے اپنے شوہر کو تیاری کرتے ہوئے دیکھا تو اسے بھی اشتیاق ہوا کہ وہ بھی عیلی کاہن کی زیارت کرے۔ اس آرزو میں یہ راز یقیناً پوشیدہ تھا کہ وہ اولاد سے محروم تھی اور وہ چاہتی تھی کہ عیلی کاہن سے اپنے حق میں دعا کرائے۔ القانہ اپنے گدھوں کو چارا ڈال کر گھر میں داخل ہوئے تھے کہ حنہ نے اپنی آرزو ان کے سامنے رکھ دی۔

"میں چاہتی ہوں اس سال میں بھی عیلی کاہن کی عبادت گاہ جاؤں۔"

"کیوں سفر کی مشقت میں پڑتی ہو۔ میں چلا جاتا ہوں یہ کیا کم ہے۔ خاندان کے لیے سال بھر کی دعائیں سمیٹ کر لے آتا ہوں۔"

"مشقت کے بغیر کون سی دعا قبول ہوتی ہے۔ میں یہ مشقت برداشت کرنے کو تیار ہوں۔"

"تمہیں جو مانگنا ہے مجھ سے کہہ دو۔ میں کاہن سے دعا کے لیے کہہ دوں گا۔"

"میں اپنے دل کی بات صرف کاہن کے سامنے رکھوں گی۔"

"تم چلو گی تو کیا فنینا ضد نہیں کرے گی؟؟"

"مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔ وہ بھی ہمارے ساتھ چلے۔ اچھا ہے راستے میں کوئی مجھ سے بات کرنے والی تو ہوگی۔" باتوں کی آواز سن کر فنینا بھی کوٹھری سے نکل آئی۔ اس نے جب سنا کہ حنہ "سیلا" جانے کی ضد کر رہی ہے تو وہ بے اختیار ہنسنے لگی۔

"اس میں ہنسنے کی کیا بات ہوگئی؟" القانہ نے پوچھا۔

"مجھے معلوم ہے یہ سیلا کیوں جانا چاہتی ہے۔ بس یہی سوچ کر ہنس رہی تھی۔"

"کیوں جانا چاہتی ہے؟" القانہ نے پوچھا۔

"یہ سمجھتی ہے وہاں جانے سے اس کا بانجھ پن دور ہو جائے گا۔ اس سے خدا ناراض ہے اسی لیے تو اب تک اس کی اولاد نہیں ہوئی۔ اب خوامخواہ سفر کی مشقت برداشت کرنے پر بضد ہے۔"

اس کے اس طنز پر حنہ خاموش نہ رہ سکی۔ "میں خدا سے مایوس نہیں ہوں۔ اسی لیے ہر دروازہ کھٹکھٹانا چاہتی ہوں۔ خدا میری نہیں سنتا، ممکن ہے کاہن کی سن لے۔ نیک لوگوں کی دعاؤں میں اثر ہوتا ہے۔"

Marfat.com

''دیکھ لو، جو شوہر میرا ہے وہی تمہارا ہے۔ مجھے تو خدا نے اولاد دے دی، تمہیں نہیں دی۔ کیا اب بھی کہو گی کہ خدا تم سے ناراض نہیں ہے۔ تم بانجھ ہو بانجھ۔''

''تم تو میری بہنوں کی طرح ہو تم تو ایسی بات مت کہو۔ جس نے مجھے بانجھ کیا ہے وہ مجھے اولاد دے بھی سکتا ہے۔''

''دینا ہوتی تو اب تک دے چکا ہوتا۔ تم اس قابل ہو ہی نہیں۔''

''فنینا، ایسی غرور کی باتیں مت کرو۔ خدا اگر تم سے ناراض نہیں ہے تو اب ہو جائے گا۔''

''تمہاری بددعاؤں سے کچھ نہیں ہوتا۔ جو حقیقت ہے میں تو وہ کہہ رہی ہوں۔''

القانہ دونوں بیویوں کی نوک جھوک میں بہت کم مداخلت کرتے تھے لیکن وہ اس وقت دیکھ رہے تھے کہ فنینا کی باتوں سے حنہ کو بے حد اذیت ہوئی ہے اس کی آنکھوں کے کٹورے چھلکنے لگے ہیں۔ انہوں نے فنینا کو ڈانٹا۔

''حنہ ٹھیک کہہ رہی ہے۔ تم اس وقت تکبر سے کام لے رہی ہو۔ اگر سفر کی مشقت اٹھا رہی ہے تو وہ اٹھا رہی ہے۔ تم سے تو نہیں کہہ رہی ہے کہ تم بھی چلو۔ اسے جانے دو۔ باتوں کے تیر تو مت چلاؤ۔''

''واہ، تمہارے ساتھ یہ جائے اور میں نہ جاؤں۔ میں تو ضرور جاؤں گی۔''

''میں منع نہیں کرتا، تم بھی چلو لیکن خبردار، اب کوئی ایسی بات مت کرنا جس سے اس کا دل دکھے۔''

''آپ کہتے ہیں تو کوئی ایسی بات نہیں کروں گی۔''

''تو پھر تیاری کرو ہم کل صبح روانہ ہو جائیں گے۔''

اس رات پوری بستی میں عیلی کاہن اور اس کی عبادت گاہ کی باتیں ہوتی رہی تھیں۔ جن لوگوں کو صبح نکلنا تھا وہ رات بھر جاگتے رہے تھے۔ جیسے ہی صبح نمودار ہوئی، قافلہ روانہ ہو گیا۔ القانہ اور ان کی دونوں بیویاں بھی اس قافلے کے ہمراہ تھے۔

یہ طے ہو گیا تھا کہ فنینا راستے بھر خاموشی اختیار کرے گی لیکن فنینا اپنی عادت سے مجبور تھی۔ وہ زیادہ دیر اپنے وعدے کی پاسداری نہ کر سکی۔ اس نے تمام راستہ طنز کے تیر برساتے ہوئے طے کیا۔ سیلا تک پہنچتے پہنچتے حنہ کا دل اتنا دکھ چکا تھا کہ وہ عبادت گاہ میں داخل ہوئی تو اس کی آنکھیں بری طرح برس رہی تھیں۔ اس نے سسکیوں کے درمیان اپنی دعا اپنے خدا کے حضور پیش کی۔

''میں اگر بانجھ ہوں تو اس میں میرا کیا قصور۔ یہ مرض تو نے مجھے دیا ہے تو ہی اسے دور کر دے۔ مجھے اولاد دے تاکہ فنینا کے طنز کے تیروں سے میرا کلیجا چھلنی نہ ہو۔''

حنہ کی آواز میں ایسا درد تھا کہ عیلی کاہن متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔ وہ اس کے قریب آیا اور شفقت سے اس کے سر پر ہاتھ رکھا۔ اس ہمدردی نے صبر کے تمام بندھن توڑ دیئے۔ حنہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

''بیٹا، تجھے کیا دکھ ہے۔ میں نے تو تیری مناجات پر غور ہی نہیں کیا۔ تو کیا مانگ رہی ہے۔''

''خدائی باپ! میں اولاد سے محروم ہوں۔ میری سوکن مجھ پر طنز کرتی رہتی ہے کہ میں بانجھ ہوں۔''

''صبر کر بیٹی۔ اللہ تیری فریاد ضرور سنے گا۔ تو اسے دل سے پکار رہی تھی اس تک تیری آواز ضرور پہنچی ہو گی۔''

''میں یہ چاہوں گی کہ آپ میرے لیے خاص طور پر دعا کریں۔''

''میں تیرے لیے ضرور دعا کروں گا۔''

''میں وعدہ کرتی ہوں کہ اگر میرے بیٹا ہوا تو میں اسے عبادت گاہ کی خدمت کے لیے نذر کر دوں گی۔''

''میں تیرے لیے دعا کروں گا کہ اس بیٹے کے علاوہ بھی تیرے بیٹے اور بیٹیاں ہوں تاکہ تو تنہائی محسوس نہ کرے۔''

کسی کو نہیں معلوم تھا کہ اندر کیا ماجرا ہوا ہے لیکن یہ سب دیکھ رہے تھے کہ حنہ جب باہر آئی تو اس کے چہرے پر

Marfat.com

اطمینان کی دھوپ نکلی ہوئی تھی۔ اس کی آنکھیں کسی آنے والی امید سے چمک رہی تھیں۔ فنینا اس کی اس کیفیت کو معنی خیز نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ آخر اس سے رہا نہ گیا اس نے پوچھ ہی لیا۔

''کیا بات ہے حنہ، بہت خوش نظر آتی ہو؟''

''کاہن نے میرے حق میں دعا کی ہے اور یقین دلایا ہے کہ میں بیٹے کی ماں بنوں گی۔''

''ہوں۔'' فنینا نے برا سا منہ بنایا۔'' کاہن کا تو کام ہی یہ ہے۔ وہ سب کے حق میں دعا کرتا ہے۔ بات تو جب ہے کہ دعا قبول ہو۔''

''میرا دل گواہی دے رہا ہے کہ اس کی دعا قبول ہوگی۔''

''دیکھیں گے۔'' فنینا نے کندھے اچکاتے ہوئے کہا۔

یہ خاندان مزید تین دن عبادت گاہ میں ٹھہرا رہا اور عبادات میں مصروف رہا۔ چلتے وقت عیلی کاہن خود حنہ کے پاس آیا اور اسے اس کا وعدہ یاد دلایا۔

''تجھے اپنا وعدہ یاد ہے؟ تیرے بیٹا ہوگا تو اسے عبادت گاہ میں چھوڑ جائے گی۔''

''مجھے اپنا وعدہ یاد ہے۔ میں وہی کروں گی جو کہا ہے۔''

''تو پھر جا، اللہ تیری حفاظت کرے۔''

یہ لوگ جب واپس جانے لگے تو عجیب بات یہ ہوئی کہ فنینا بالکل خاموش تھی جیسے اسے بھی یقین ہوگیا ہو کہ کاہن نے جو کچھ کہا ہے وہی سچ ہے۔

''گھر پہنچ کر حنہ نے اپنے آپ کو عبادت میں مشغول کرلیا۔ وہ دن رات دعائیں کررہی تھیں کہ کاہن کی دعا قبول ہو۔ مجھے اولاد مل جائے تاکہ فنینا کا منہ بند ہوجائے۔ کبھی کبھی دل میں یہ خیال بھی آتا تھا کہ دعائیں ہمیشہ کی طرح زائل نہ ہوجائیں لیکن یہ کشمکش زیادہ دن جاری نہ رہ سکی۔ رامہ پہنچنے کے بعد دوسرے مہینے ہی اس نے اپنے شوہر القانہ کو خوشخبری سنا دی۔

''کاہن کی دعا قبول ہوگئی۔ خوش خبری ہو کہ میں امید سے ہوں۔''

''سچ کہو۔'' القانہ بستر سے اٹھ کر بیٹھ گیا۔

''میں نہ کہتی تھی کہ کاہن کی بات غلط نہیں ہوسکتی۔''

''کہہ تو ٹھیک رہی ہو۔ یہ تو واقعی بڑی خبر ہے۔ اب فنینا کی زبان بند ہوجائے گی۔''

''میں چاہتی ہوں ابھی اسے معلوم نہ ہو۔''

''آخر کب تک چھپاؤ گی اور چھپانے کا فائدہ بھی کیا؟''

''وقت آنے پر اسے خود معلوم ہوجائے گا۔''

''جیسی تمہاری مرضی، ویسے یہ بات چھپنے والی نہیں۔''

''میں آپ کو ایک بات اور بتادوں۔ میں نے منت مانی ہے کہ اگر لڑکا ہوا تو میں اسے عبادت گاہ کے لیے کاہن عیلی کے سپرد کردوں گی۔''

''یہ تم نے کیا غضب کیا۔'' القانہ بے چین ہوگیا۔'' اتنی دعاؤں کے بعد تمہیں بیٹا ملے گا اور وہ بھی تم خود سے جدا کردو گی۔''

''کاہن عیلی نے مجھے بتایا ہے کہ میرے اور بھی اولادیں ہوں گی پھر مجھے بڑے بیٹے کے جدا ہونے کا غم نہیں ہوگا۔ میں اسے سال کے سال جا کر دیکھ آیا کروں گی۔ کیا میرے لیے یہ بہت نہیں ہے۔''

Marfat.com

"تم اپنی نذر پوری کرسکو گی؟ اسے خود سے جدا کرسکو گی؟"
"کیوں نہیں۔ مجھے اپنے فیصلے پر ذرا بھی پچھتاوا نہیں ہے۔"
القانہ چپ ہو گئے۔ کیا کہتے۔ وہ اس بات کے قائل بھی تھے کہ جب کوئی منت مان لی جائے تو اسے پورا بھی کرنا چاہیے۔ وہ حنہ کی رضا میں خوش تھے اور اس لیے بھی خوش تھے کہ ان کا بیٹا عیلی کاہن کے پاس رہ کر بہترین تعلیم حاصل کر سکے گا۔
وقت گزرتا رہا۔ فنینا سے یہ بات چھپی نہ رہ سکی کہ حنہ ماں بننے والی ہے۔ وہ حسد کی آگ میں جل رہی تھی لیکن اپنی جلن کو ظاہر نہیں ہونے دے رہی تھی، البتہ کبھی کبھی حنہ سے یہ ضرور کہتی تھی کہ اگر بیٹی ہوئی تو وہ اپنی نذر پوری نہیں کر سکے گی۔ حنہ کو یقین تھا کہ وہ بیٹے کی ماں بنے گی اس لیے وہ فنینا کی بات کو اہمیت نہیں دے رہی تھی۔
آخر نو مہینے پورے ہو گئے اور ولادت کا وقت نزدیک آ گیا۔ فنینا اب اس سے بالکل لاتعلق ہو گئی تھی البتہ دل ہی دل میں دعائیں مانگتی رہتی تھی کہ بیٹی ہو بیٹا نہ ہو۔
آخر ایک رات حنہ نے اپنی مدد کے لیے قبیلے کی عورتوں کو جمع کر لیا۔ فنینا اس وقت بھی اس کے پاس نہیں تھی۔ اپنے شوہر القانہ کے ساتھ باہر بیٹھی رہی۔ کبھی کبھی کوٹھری کی طرف دیکھ لیتی تھی کہ کوئی عورت باہر نکلے اور بیٹی پیدا ہونے کی خبر سنائے۔ ایک تکلیف دہ انتظار کے بعد کوٹھری کا دروازہ کھلا اور ایک عورت باہر آئی۔ "القانہ تمہیں مبارک ہو۔ حنہ نے لڑکا پیدا کیا ہے۔"
فنینا پر یہ خبر بجلی بن کر گری۔ اس کا ہر اندیشہ کانچ کی طرح بکھر کر رہ گیا۔ وہ صرف اتنا کہہ سکی۔ "اتنی دعاؤں کے بعد حنہ کو بیٹا ملا ہے۔ کیا وہ اسے عیلی کاہن کے سپرد کر سکے گی۔"
وہ اندر جا کر حنہ کو مبارک باد دینے کے لیے بھی تیار نہیں تھی لیکن جب القانہ نے ڈانٹا تو وہ نومولود کو دیکھنے اور حنہ کو مبارکباد دینے کے لیے اندر چلی گئی۔ اندر ایک روشنی تھی جس نے فنینا کا استقبال کیا۔ اس نے گھبرا کر ادھر ادھر دیکھا۔ چراغ تو ایک ہی تھا جو جل رہا تھا پھر یہ روشنی کیسی تھی۔ وہ حنہ کے قریب گئی تو اسے محسوس ہوا کہ یہ روشنی بچے کے بدن سے نکل کر ادھر ادھر پھیل رہی ہے۔
"فنینا، کیا تو نہیں دیکھتی کہ یہ بچہ میرے ہی بستر پر پیدا ہوا ہے۔ میں ہی وہ عورت ہوں جو بانجھ تھی مگر خدا جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے۔"
"ہاں، دیکھ رہی ہوں لیکن یہ سوچ رہی ہوں، اتنا خوبصورت بچہ تو عیلی کاہن کے سپرد کیسے کرے گی؟"
"اس میں سوچنے کی کیا بات ہے۔ میرے لیے اس سے زیادہ خوشی کی اور کیا بات ہو گی کہ میں اللہ کی راہ میں کچھ نذر کرنے کے لائق ہوئی۔"
"کمال ہے! میں تو کہتی ہوں عبادت تک تو ٹھیک ہے لیکن تو اپنا بیٹا کسی کو نہ دینا۔"
"فنینا، یہ تو نہیں تیرا حسد بول رہا ہے۔ تو یہ چاہتی ہے کہ میں منت پوری کرنے کے ثواب سے محروم ہو جاؤں اور مجھ پر عذاب نازل ہو۔ ذرا یہ بھی تو سوچ۔ جس نے مجھے یہ بیٹا دیا ہے وہ اسے مجھ سے چھین لے تو میں کیا کرلوں گی۔ اس سے بہتر یہ نہیں کہ میں اسے نیکی کی راہ میں قربان کردوں۔ کیا خبر میری یہ نیکی اسے اعلیٰ مرتبے تک پہنچائے اور یہ بنی اسرائیل کے سر کا تاج بنے۔"
فنینا نے اس وقت کچھ اور کہنا مناسب نہ سمجھا اور خاموشی سے باہر نکل آئی۔
اس کے نکلتے ہی القانہ نومولود کو دیکھنے کے لیے اندر پہنچ گئے۔ اندر پہنچتے ہی القانہ بھی اسی کیفیت سے دوچار ہوئے جس سے فنینا گزر چکی تھی۔ انہیں بھی غیر معمولی روشنی کا احساس ہوا لیکن انہوں نے ظاہر نہیں ہونے دیا، صرف بیوی کو

Marfat.com

مبارک باد دینے پر اکتفا کیا۔

''حنہ، مبارک ہو، خدا نے تمہاری سن لی۔''

''میں خدا سے کبھی مایوس نہیں ہوئی تھی۔ مجھے یقین تھا وہ میری سنے گا۔''

''مجھے احساس ہے فنینا جیسی جھگڑالو عورت نے تمہارا بہت دل دکھایا تھا۔ اب وہ کچھ نہیں کر سکے گی۔''

''میں اس کی باتوں کا برا نہیں مانتی۔'' حنہ نے کہا۔ ''اب اس بچے کا کوئی نام بھی ہونا چاہیے۔''

''میں سوچتا ہوں، اس کا نام تو میں نے ابھی لے دیا۔ شاید تم نے سنا نہیں۔ میں نے ابھی کہا، خدا نے تمہاری سن لی یعنی اس کا نام ہوگا اشموئیل۔''

اشموئیل عبرانی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی ہیں'' خدا نے سنا'' عربی میں اس کا ترجمہ اسماعیل ہوتا ہے یہی لفظ اشموئیل کثرت استعمال سے شموئیل رہ گیا۔

جب القانہ بھی اس کے پاس سے ہٹ گئے تو حنہ تنہائی میں خود سے باتیں کرنے لگی۔ میرا شموئیل، کاہن کی دعا اور میری منت سے پیدا ہوا ہے۔ میں اسے لے کر کاہن کے پاس جاؤں گی۔ اپنا عہد دہراؤں گی۔ کاہن سے کہوں گی کہ تیری امانت میرے پاس اس وقت تک ہے جب تک اسے میری ضرورت ہے۔ جب یہ دودھ چھوڑ دے گا تو میں اسے تیرے پاس چھوڑ جاؤں گی۔ مجھے دکھ تو بہت ہوگا لیکن اللہ کی راہ میں ہر دکھ جھیلنا ہوتا ہے۔ میں سینے پر پتھر رکھ لوں گی لیکن اپنے عہد سے نہیں پھروں گی۔ شاید اللہ کو میری ادا پسند آئے اور وہ مجھے مزید اولاد سے نواز دے۔ یہی سوچتے سوچتے اسے نیند آ گئی۔

صبح اس کی آنکھ کھلی تو اسے خود سے کی ہوئی باتیں یاد آ گئیں۔ اس نے القانہ سے ضد کی کہ اسے کاہن عیلی کے پاس لے چلے۔

القانہ اپنی مصروفیات کا بہانہ کر کے ٹالتے رہے۔ دو مہینے گزر گئے۔ اب زیادہ صبر کرنا حنہ کی برداشت سے باہر تھا۔ القانہ بھی اب زیادہ دیر نہیں ٹال سکتے تھے۔

ایک مرتبہ پھر وہ اور حنہ سیلا کی طرف رواں دواں تھے۔ اس مرتبہ فنینا ان کے ساتھ نہ تھی۔ وہ سال کے سال عبادت کے لیے جاتی تھی۔ یہ عبادت کا موقع نہیں تھا اس لیے اس نے جانا ضروری نہیں سمجھا تھا۔

حنہ کے لیے یہ سفر نہایت خوشگوار تھا۔ وہ دل ہی دل میں مذہبی گیت گاتی ہوئی جا رہی تھی۔ وہ ایک نظر اپنے بچے کو دکھ لیتی، ایک نظر اونچے نیچے راستوں پر ڈالتی۔ بالآخر دونوں میاں بیوی سیلا میں داخل ہو گئے۔ عبادت گاہ میں داخل ہو کر حنہ نے بچے کو کاہن عیلی کی گود میں ڈال دیا۔

''یہ آپ کی دعاؤں کا ثمر ہے۔ میں اسے دکھانے کے لیے آپ کے پاس لائی ہوں۔''

''صرف دکھانے کے لیے؟''

''نہیں نہیں۔ مجھے اپنا وعدہ یاد ہے۔ یہ کچھ بڑا ہو جائے پھر میں اسے آپ کی خدمت میں پہنچا دوں گی۔''

''کیا نام رکھا ہے اس خوش قسمت بچے کا؟''

''شموئیل۔''

''بہت اچھا نام ہے۔ میں اس بچے میں غیر معمولی بات دیکھ رہا ہوں۔ اپنی منت ضرور پوری کرنا۔ میں دیکھ رہا ہوں یہ تمہاری اور میری بخشش کا سبب بنے گا۔''

القانہ اس دوران بالکل خاموش تھے لیکن عبادت گاہ سے واپس آتے ہوئے انہوں نے حنہ کو آمادہ کرنا چاہا کہ وہ شموئیل کو عیلی کاہن کے پاس چھوڑنے کا ارادہ ترک کر دے لیکن حنہ نے وہی جواب انہیں بھی دیا جو وہ فنینا کو دے چکی

Marfat.com

تھی۔

گھر پہنچ کر حنہ نے ایک عجیب وغریب تبدیلی دیکھی۔ اس نے دیکھا کہ فینینا اس سے نہایت محبت کے ساتھ مل رہی ہے اور پھر یہ محبت بڑھتی ہی چلی گئی۔ اب وہ گھر میں اس طرح رہ رہی تھی جیسے دو بہنیں رہتی ہیں۔ بچے کی دیکھ بھال فینینا خود ہی کر رہی تھی۔ بچے کی تعریفیں کرتے ہوئے اس کا منہ نہیں تھکتا تھا۔ حنہ نے اس سلوک کو عیلی کاہن کی دعاؤں کا نتیجہ سمجھا اور کاہن سے اس کی عقیدت مزید بڑھ گئی۔ یہ تو اسے بہت بعد میں معلوم ہوا کہ فینینا کی محبت کے پیچھے کیا راز چھپا ہوا تھا۔

یہ راز اس پر اس وقت کھلا جب فینینا باتوں باتوں میں اس سے کاہن عیلی کے خلاف اکسانے لگی اور شموئیل (علیہ السلام) سے اپنی محبت جتا کر یہ تقاضا کرنے لگی کہ وہ اسے عبادت گاہ کی نذر نہ کرے۔

''دیکھو تو تمہارا بچہ کتنا خوبصورت ہے اور پھر تمہاری کوئی اور اولاد ہے بھی نہیں۔ تم اسے چھوڑ آؤ گی تو تنہا رہ جاؤ گی پھر یہ بھی سوچو کہ یہ بیٹا تمہارے بڑھاپے کا سہارا بنے گا۔ کیوں اپنے ہاتھ کاٹتی ہو۔ اب تو مجھے بھی اس سے اتنی محبت ہوگئی ہے۔ میں تو اسے نہیں جانے دوں گی۔''

شروع شروع میں حنہ نے اسے فینینا کی محبت کا تقاضا ہی سمجھا لیکن جب اس کے تقاضے بڑھنے لگے تو وہ اس نتیجے پر پہنچی کہ فینینا چاہتی ہے کہ میں اپنی نذر پوری نہ کروں اور مجھ پر یا میرے بچے پر عذاب نازل ہو۔ حنہ نے اس کی ان باتوں کا کوئی جواب نہیں دیا بلکہ خاموشی اختیار کیے رکھی کیونکہ اس نے سوچ لیا تھا کہ اسے کیا کرنا ہے۔ اس خاموشی نے فینینا کے دل میں یہ شک ڈال دیا کہ حنہ پر اس کی باتوں کا اثر ہو رہا ہے اور اس کے ارادے میں لچک آنے لگی ہے۔ وہ اپنی اس فتح پر اتنی خوش تھی کہ اس نے آنے والی عورتوں سے بھی کہنا شروع کر دیا۔

''اب دیکھتی ہوں حنہ اپنی منت کیسے پوری کرتی ہے۔ اکلوتے بیٹے کو کیسے خود سے الگ کرتی ہے۔ مجھے یقین ہے وہ اس امتحان میں کبھی پوری نہیں اترے گی اور عذاب کی مستحق بنے گی۔''

اس نے القانہ کے بھی کان بھرنے شروع کر دیے تھے۔ ''شموئیل ہمارے گھر کی رونق ہے۔ میرا دل اس سے بہت لگ گیا ہے۔ آپ حنہ کو روکیں۔ یہ کیسی ماں ہے جو بچے کو خود سے جدا کر رہی ہے۔''

القانہ اس کی ہاں میں ہاں ملاتے رہتے تھے۔ وہ خود نہیں چاہتے تھے کہ حنہ اپنے فیصلے پر عمل کرے لیکن وہ دیکھ چکے تھے کہ حنہ اپنے ارادے میں اٹل ہے۔ اس سے بات کرنا بے کار تھا۔ وہ فیصلہ کر چکی تھی۔

اسی ٹال مٹول میں حضرت شموئیلؑ اتنے بڑے ہوگئے کہ دودھ چھڑانے کا وقت آ گیا۔ حنہ اس دن کے انتظار میں تھی کہ رضاعت کی مدت ختم ہو اور وہ عیلی کاہن کے سامنے سرخرو ہو۔ اس نے یہ مدت ختم ہونے کے بعد ایک دن کا بھی انتظار نہیں کیا۔ حضرت شموئیلؑ کے کپڑے ایک پوٹلی میں باندھے اور القانہ سے کہا کہ وہ اسے عیلی کاہن کے پاس لے چلے۔ القانہ نے ایک مرتبہ پھر سمجھانے کی کوشش کی لیکن بے سود، فینینا کو معلوم ہوا تو احساس شکست سے اس کا چہرہ سیاہ پڑ گیا، لیکن وہ ہمت ہارنے والی نہیں تھی۔ اس نے بھی ساتھ جانے کی ٹھان لی۔ اس نے سوچا، ایک آخری کوشش اور کر دیکھوں۔ راستے بھر اسے سمجھاتے ہوئے جاؤں گی۔ شاید منزل تک پہنچتے پہنچتے اس کا حوصلہ پست ہو جائے۔ شاید وہ اسے چھوڑ کر آنے لگے تو اس کا دل بھر آئے۔

''میں اب شموئیل کو دیکھے بغیر زندہ رہنے کا تصور نہیں کر سکتی۔ تو ہے کہ مانتی ہی نہیں۔ خیر میں بھی ساتھ چلتی ہوں۔ اپنے بیٹے کے ساتھ کچھ دیر اور رہ لوں گی۔'' فینینا نے اپنی محبت جتائی۔

ایک مرتبہ پھر یہ خاندان ''سیلا'' کی طرف روانہ ہوگیا۔ یہ خدا ہی جانتا تھا کہ یہ سفر کتنا مبارک ہے۔ اللہ تعالیٰ حضرت شموئیل علیہ السلام کو کیا مقام و مرتبہ تفویض کرنے والا ہے۔ یہ بچہ جو ماں کی گود میں، گدھے پر بیٹھا سفر کر رہا ہے نبی

Marfat.com

اسرائیل کے لیے کتنا مبارک ثابت ہونے والا ہے۔
سفر خاموشی سے کٹ جاتا اگر فنینا ساتھ نہ ہوتی۔ وہ اپنے منصوبے پر ثابت قدمی سے عمل کر رہی تھی۔ بار ہا اسے سمجھا رہی تھی کہ وہ یہ نادانی نہ کرے۔ اب بھی وقت ہے گھر لوٹ جائے۔
''کسی جانور کی قربانی دے کر منت پوری کر دینا۔ کوئی ضروری ہے کہ اپنی اولاد کو خود سے جدا کر رہی ہے جب کہ تیری کوئی اور اولاد بھی نہیں ہے۔''
حنہ یہ سب باتیں سنتی چلی آ رہی تھی بالآخر اس کا پیمانہ صبر لبریز ہو گیا۔ ''فنینا تو اپنی نصیحت اپنے پاس رکھ۔ میری اولاد ہے میں اس کے ساتھ جو کروں۔ میرا حوصلہ بڑھانے کی بجائے میری ہمت پست کر رہی ہے۔''
''میں تو تمہارے ہی بھلے کے لیے کہہ رہی تھی۔''
''میں خوب جانتی ہوں۔ تو نہیں چاہتی کہ خدا مجھ سے خوش ہو اور مجھے انعام سے نوازے۔ میں سمجھ لوں گی میں بانجھ ہوں، بیٹا میں نے جنم ہی نہیں دیا تھا، تو مجھے منت پوری کرنے سے مت روک۔''
القانہ بھی یہ باتیں سن رہے تھے۔ وہ اس انتظار میں تھے کہ شاید حنہ اپنا فیصلہ تبدیل کرے لیکن جب انہوں نے دیکھا کہ یہ جھگڑا محض جھگڑا ہے۔ حنہ کا فیصلہ اٹل ہے تو انہوں نے فنینا کو ڈانٹا اور چپ رہنے کی تلقین کی۔ فنینا خاموش تو ہو گئی لیکن دل ہی اب بھی یہی سوچ رہی تھی کہ حنہ کی اکڑ راستے تک ہے۔ جب وہ اسے چھوڑ کر آنے لگے گی تو اس کا حوصلہ ٹوٹ جائے گا یا بچہ اتنا رونے لگے گا کہ عیلی کاہن خود اسے واپس کر دے گا۔ یہ تماشا دیکھنے کا ہوگا۔ ذرا دیکھو تو وہاں پہنچ کر ہوتا کیا ہے۔
ان کی سواریاں عبادت گاہ کے سامنے رکیں اور حنہ نے حضرت شموئیلؑ کو نیچے اتارا تو اس خیال سے دل میں ہوک سی اٹھی کہ ابھی کچھ دیر گزرے گی تو میں اسے چھوڑ کر چلی جاؤں گی۔ دل کا کرب چہرے سے ظاہر ہونے لگا۔ فنینا دل ہی دل میں مسکرا رہی تھی۔ وہ سوچ رہی تھی کہ، اول تو حنہ اسے چھوڑ کر جائے گی نہیں اور اگر چھوڑ بھی دیا تو ایک مرتبہ پھر اولاد سے محروم ہو جائے گی۔ جیت پھر بھی میری ہی ہوگی۔ عجیب نادان عورت ہے، اتنے دن بعد اولاد ملی بھی تو اپنے ہاتھوں محرومی خرید رہی ہے۔ اسے کیا معلوم تھا کہ جسے وہ نادانی سمجھ رہی ہے وہی دانشمندی ہے۔ اسے اس صبر پر جو صلہ ملنے والا ہے اس کی نہ کوئی حد ہے نہ حساب۔
عبادت گاہ میں عیلی کاہن ان کا منتظر تھا۔ وہ دیکھ رہا تھا کہ حضرت شموئیلؑ ماں کی انگلی تھامے مسکراتے ہوئے چلے آ رہے ہیں۔ حنہ نے ایک لمحے کو رک کر بیٹے کو سمجھایا۔
''دیکھو، میں تمہیں یہاں چھوڑ کر چلی جاؤں گی۔ تمہیں اب یہیں رہنا ہوگا اور تعلیم حاصل کرنی ہوگی۔ میں تمہیں دیکھنے کے لیے آتی رہوں گی۔ اپنے دل پر قابو رکھنا۔ خبردار جو ایک بھی آنسو آنکھ سے نکلا۔''
حضرت شموئیلؑ نے اثبات میں گردن ہلائی اور ماں کے ساتھ چل دیئے۔ حنہ، کاہن کے قریب جا کر رک گئیں۔ فنینا اس منظر کو غور سے دیکھ رہی تھی۔
''میں شموئیل کو آپ کے پاس لے آئی ہوں۔ اب یہ آپ کی تربیت میں رہے گا۔ یہ اس کے کچھ کپڑے ہیں۔'' حنہ نے کپڑوں کی پوٹلی ایک طرف رکھتے ہوئے کہا۔
''بیٹی، میں دیکھ رہا ہوں تو غمزدہ ہے۔''
''آپ کو معلوم ہے، میری کوئی اور اولاد نہیں ہے۔ اللہ نے ایک ہی اولاد دی تھی۔ دکھ تو ہونا ہی ہے لیکن ایفائے عہد بھی تو کوئی چیز ہے۔''
''مجھے تیرے دکھ کا اندازہ ہے تو پریشان مت ہو۔ میں نے تیرے لیے خدا سے دعا کی تھی کہ تیرا گھر تیرے بچوں

Marfat.com

سے بھر دے۔ خدا تیری منت سے خوش ہوا ہے۔ مجھے بشارت ہوئی ہے کہ تجھے خداوند ایک بیٹے کے بدلے میں تین بیٹے عطا کرے گا اور دو بیٹیاں بھی۔''

''خدا کرے ایسا ہی ہو کہ میرا دل لگا رہے۔'' حنہ نے کہا اور سجدے میں گر کر خداوند کی خوب ثنا کی۔''

اب حنہ کو یہ ڈر تھا کہ شموئیلؑ بچہ ہی تو ہے واپس جانے کی ضد ضرور کرے گا۔ فینا بھی اس منظر کو دیکھنے کے لیے بے چین تھی لیکن جو کچھ ہوا وہ اس کے برعکس تھا۔ حنہ نے کاہن سے واپسی کی اجازت مانگی اور واپسی کے لیے مڑیں تو حضرت شموئیلؑ اطمینان کی تصویر بنے کھڑے تھے۔ نہ واپس جانے کی ضد زبان پر تھی نہ جدائی کے آنسو آنکھوں میں۔۔۔ جیسے انہیں معلوم ہو کہ وہ جس منزل کے مسافر ہیں، اللہ تعالیٰ نے جس منصب کے لیے انہیں منتخب کر لیا ہے، اس کے لیے یہی سب کچھ ضروری ہے۔

اب حنہ کو بھی اطمینان قلب میسر آ گیا تھا۔ اسے مزید اولادوں کی خوشخبری سنا دی گئی تھی۔ اب چہرے پر ملال کی وہ پرچھائیاں بھی نہیں تھیں جو یہاں آتے ہوئے دکھائی دے رہی تھیں البتہ فینا کے چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔ اسے وہ منظر نظر نہیں آیا تھا جس کی وہ منتظر تھی۔ اب اس کے پاس کہنے کو کچھ نہیں تھا۔ واپسی کا سفر خاموشی سے کٹ گیا۔

☆......☆......☆

حضرت شموئیلؑ، عیلی کاہن کی عبادت گاہ میں پرورش پاتے، تربیت حاصل کرتے رہے۔ حنہ سال کے سال اپنے بیٹے کو دیکھنے کے لیے سیلا آتی رہتی تھی۔ سال بھر وہ جتنے کپڑے اور کھلونے وغیرہ جمع کرتی، سال بھر بعد وہ حضرت شموئیلؑ تک پہنچا دیتی وہ جب بھی آتی تھی، اپنے بیٹے کی طرف دیکھ کر اس کے بدن میں سیروں خون کا اضافہ ہو جاتا تھا۔ عیلی کاہن حضرت شموئیل علیہ السلام کی پرورش نہایت ناز و نعم سے کر رہا تھا۔ وہ آپ کی شخصیت میں پرورش کے آثار دیکھ کر اپنے بیٹوں سے بھی زیادہ آپ کو چاہنے لگا تھا۔

اس توجہ، محبت اور خود حضرت شموئیلؑ کی سعادت مندی کا نتیجہ تھا کہ آپ نے نہایت کم عمری میں توریت حفظ کر لی اور عبادت کے طور طریقے بھی اچھی طرح ازبر کر لیے۔

بنی اسرائیل کا شیرازہ بکھر چکا تھا۔ وہ حضرت موسیٰؑ کی شریعت سے بہت دور چلے گئے تھے۔ بت پرستی کی پرانی وبا ان میں پھر سے سرایت کرنے لگی تھی۔ توریت اور اس کے احکامات کو ان لوگوں نے بالکل ہی فراموش کر دیا تھا۔ بہت تھوڑے لوگ رہ گئے تھے جو شریعت کی پاسداری کر رہے تھے۔ یہی وہ تھوڑے سے لوگ تھے جو عبادت گاہ کا رخ کرتے تھے اور اپنے حق میں عیلی کاہن سے دعائیں کراتے تھے۔ اب عبادت گاہ میں آنے والے حضرت شموئیلؑ کو بھی دیکھ رہے تھے۔ ان کی پاکبازی اور شرافت کے بھی قائل ہوتے جا رہے تھے۔ خاص طور پر عیلی کے بیٹوں اور حضرت شموئیلؑ کا موازنہ کر کے انہیں سخت حیرت کا سامنا ہوتا تھا۔ عیلی کے بیٹے سخت شرارتی اور بداطوار تھے۔ عبادت گاہ میں جو عورتیں عبادت کے لیے آتی تھیں، یہ لڑکے ان کی نقلیں اتارتے تھے، گویا یہ بھی ان لوگوں میں سے تھے جو شریعت سے دور جا پڑے تھے۔ کاہن کے بیٹے ہوتے ہوئے ایسی ایسی حرکتوں کے مرتکب ہو رہے تھے کہ انگلیاں اٹھ رہی تھیں جب کہ حضرت شموئیلؑ ہر وقت عبادت اور تعلیم میں مشغول رہتے۔ ہر آنے جانے والے سے نرمی اور ادب سے پیش آتے تھے۔ اس سے صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ عیلی کاہن کی جانشینی کا حق دار اس کے بیٹے نہیں حضرت شموئیلؑ ہوں گے۔ عیلی کاہن کے بعد حضرت شموئیلؑ ہی قاضی کے منصب پر فائز ہوں گے۔ یہ سوچ کر لوگ ان سے اور زیادہ عقیدت سے پیش آنے لگے تھے۔

یہ حضرت شموئیلؑ کی پارسائی اور نیکی ہی تھی کہ ان کی رسائی اس کمرے تک ہو گئی تھی جہاں متبرک صندوق تابوت سکینہ رکھا ہوا تھا۔ حضرت شموئیل علیہ السلام دن بھر عیلی کاہن اور عبادت گاہ کی خدمت میں مصروف رہتے اور رات آتی تو اس کمرے میں پڑ کر سو جاتے جہاں تابوت سکینہ رکھا ہوا تھا۔ کاہن عیلی بھی اسی کمرے میں سوتے تھے۔

Marfat.com

اس رات بھی یہ دونوں کمرے میں سو رہے تھے۔ ان دونوں کے سوا تیسرا تابوت سکینہ تھا۔ کمرے میں گھپ اندھیرا تھا، حضرت شموئیلؑ صندوق کے بالکل نزدیک آرام فرماتے تھے جب کہ کاہن عیلی کچھ فاصلے پر دراز تھے۔ گزرنے والا دن معمول کے مطابق گزرا تھا لیکن یہ رات پراسرار اندھیرے سے کوئی کہانی کہنے والی تھی۔ بنی اسرائیل کے خوابوں کو تعبیر ملنے والی تھی۔ بھٹکے ہوئے لوگوں پر خدا کو پیار آ گیا تھا۔ خدا کو بنی اسرائیل کی قوم بہت عزیز رہی تھی اس لیے وہ ان کی گستاخیوں کو بار بار نظر انداز کرتا رہا تھا۔ ہر ٹھوکر کے بعد سنبھلنے کا ایک موقع مل جاتا تھا، ٹھوکریں کھاتی ہوئی اس قوم کو ایک مرتبہ پھر ایک نبی ملنے والا تھا۔

وہ رات کتنی برکتوں والی تھی جب اندھیرے میں روشنی بن کر خاموشی میں ایک آواز ابھری۔ کوئی پکارنے والا پکار رہا تھا۔ ''اے شموئیل!''

خاموشی میں یہ سرگوشی بھی صدا کی طرح سنائی دی۔ حضرت شموئیلؑ گھبرا کر اٹھ بیٹھے۔ وہاں اور کوئی تھا نہیں۔ انہوں نے لازمی طور پر یہی سمجھا کہ استاد مکرم عیلی انہیں بلاتے ہیں۔ شاید کوئی ضرورت پیش آ گئی ہو۔

''اے مقدس باپ! کیا آپ مجھے پکار رہے تھے۔ آپ حکم فرمائیں تاکہ میں اسے پورا کرسکوں۔''

''میرے عزیز بیٹے۔ میں نے تو تیری نیند میں خلل نہیں ڈالا۔''

''پھر مجھے آواز دینے والا کون تھا۔ آپ کے اور میرے سوا یہاں کوئی ہے بھی نہیں۔''

''ہوسکتا ہے، میں نے ہی آواز دے دی ہو۔ مجھے تم سے کوئی کام نہیں۔ تم جا کر سو جاؤ۔''

حضرت شموئیلؑ کو اطمینان ہوگیا۔ وہ اندھیرے میں راستہ بناتے ہوئے اپنے بستر تک آئے۔ کچھ دیر آنکھیں کھولے چھت کی طرف دیکھتے رہے لیکن وہاں اندھیرے کے سوا کچھ بھی نہیں تھا۔ دن بھر کی تھکن کے بعد نیند آنکھوں میں پڑاؤ ڈالے ہوئے تھی۔ کچھ ہی دیر میں انہیں پھر نیند آ گئی۔ کمرے میں خاموشی پھر پہرا دینے لگی۔ کبھی کبھی عیلی کاہن کی سانسوں کی خرخراہٹ اس خاموشی کو توڑ دیتی تھی ورنہ خاموشی ہی خاموشی تھی۔

''شموئیل! اے شموئیل!''

حضرت شموئیلؑ نے سنا۔ کوئی انہیں پکار رہا ہے۔ وہی آواز تھی اور یقیناً یہ میرے استاد کی آواز ہے۔ شاید انہیں کوئی ضرورت پڑ گئی ہو۔ وہ ایک مرتبہ پھر اٹھے اور عیلی کاہن کے سرہانے پہنچ گئے۔

''مقدس باپ! میں حاضر ہوں۔ آپ نے مجھے کیوں بلایا؟''

''آج تجھے کیا ہوگیا ہے شموئیل۔ میں نے تجھے نہیں بلایا۔''

''پھر یہ کون ہے جو مجھے آواز دیتا ہے۔ ہمارے علاوہ تیسرا یہاں کون ہے؟''

''جاؤ جا کر سو جاؤ شموئیل۔''

''مقدس باپ! مجھے آپ کے سوا دنیا میں سب سے ڈر لگتا ہے۔ اب تو مجھے اپنے بستر کی طرف جاتے ہوئے بھی خوف آ رہا ہے۔ آواز دینے والا مجھے پھر آواز دے گا۔''

''چراغ کی لو ذرا بڑھا لو تاکہ خوف جاتا رہے۔''

''اگر پھر بھی آواز آئی؟''

''اگر اب بھی آواز آئے تو میرے پاس اٹھ کر مت آنا بلکہ اس آواز کا تعاقب کرتے ہوئے کہنا، میں حاضر ہوں۔ مجھے حکم دو تاکہ میں اس پر عمل کروں۔''

''مقدس باپ! آخر یہ کیا اسرار ہے۔ آج تک تو ایسا کبھی نہیں ہوا۔''

''تو نہیں سمجھے گا لیکن میں سمجھ رہا ہوں کہ یہ معاملہ کیا ہے۔ بنی اسرائیل کی دعائیں پوری ہونے کو ہیں۔''

Marfat.com

''ان دعاؤں کا اس آواز کے ساتھ کیا تعلق؟''

''یہ غیب کی آواز ہے جو تجھے کچھ بتانے آئی ہے۔ اگر یہ تجھ سے مخاطب ہوگئی تو تجھے کوئی منصب بھی دیا جاسکتا ہے۔ اگر وہ آواز تجھ سے خطاب کرے تو میرے بارے میں ضرور پوچھنا۔''

''بہت بہتر۔'' حضرت شموئیلؑ نے کہا۔ عیلی کاہن نے آپؑ کے حق میں دعا کی اور آپؑ اپنے بستر کی طرف بڑھ گئے۔

آپؑ کی نظریں وہاں رکھے ہوئے تابوت سکینہ پر جمی ہوئی تھیں۔ کان منتظر تھے کہ وہ آواز پھر آئے گی لیکن ہر طرف خاموشی پھیلی ہوئی تھی۔ کچھ دیر بعد حضرت شموئیلؑ کو یقین آ گیا تھا کہ اب کوئی آواز نہیں آئے گی۔ یہ ان کا وہم تھا جو آواز کا روپ دھار رہا تھا۔ اسی اطمینان نے انہیں نیند کے قریب کردیا لیکن ابھی آنکھ لگی ہی تھی کہ آنے والی آواز نے بیدار کردیا۔

غیب سے آنے والی آواز نے آپ کو بہت بے چین کردیا تھا۔ جو بار بار آپؑ کا نام پکار رہی تھی۔

''شموئیل۔ اے شموئیل! کیا تم میری آواز سن رہے ہو؟''

''میں حاضر ہوں۔ مجھے حکم دو تاکہ میں اس پر عمل کروں۔'' آپؑ اٹھ کر بیٹھ گئے اور آواز تابوت سکینہ کی طرف سے آئی تھی۔

''اپنی قوم کی طرف جاؤ اور اپنے رب کا پیغام پہنچاؤ۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان میں نبی مبعوث کیا ہے۔''

''میرے استاد عیلی کاہن کے لیے کیا حکم ہے؟ تاکہ میں اسے بھی کوئی خبر پہنچاسکوں۔''

''عیلی سے کہو کہ اسے اپنی اولاد کی محبت نے اس بات سے روکا ہوا ہے کہ وہ اپنے بیٹوں کو میری قربان گاہ میں شرارت کرنے اور نافرمانی کرنے سے روکے لہٰذا میں بطور سزا اس سے اور اس کی اولاد سے کہانت چھین کر انہیں ہلاک کردوں گا۔''

حضرت شموئیلؑ رات بھر ان دو متضاد خبروں پر غور کرتے رہے۔ اس ذمے داری نے بھی جگائے رکھا جو ان پر ڈالی گئی تھی اور اس اطلاع نے بھی پریشان رکھا کہ استاد عیلی کاہن کا خاندان تباہ ہونے والا ہے۔ آنکھوں ہی آنکھوں میں رات کٹ گئی اور صبح کی عبادت کا وقت ہوگیا۔

عبادت سے نمٹنے کے بعد جب وہ ایک ساتھ مل کر بیٹھے تو عیلی کاہن نے رات کا احوال معلوم کرنے کے لیے حضرت شموئیلؑ کو مخاطب کیا۔

''اے میرے بیٹے! کیا وہ آواز پھر آئی تھی؟''

''ہاں استاد مقدس! اس غیبی آواز نے پھر مجھے مخاطب کیا تھا اور میں نے جواب میں وہی الفاظ دہرائے تھے جو آپ نے مجھے بتائے تھے۔''

''کیا جواب آیا؟''

''وہ آواز کہہ رہی تھی، اپنی قوم کی طرف جاؤ اور اپنے رب کا پیغام پہنچاؤ۔''

''شموئیل، تجھے مبارک ہو۔ بنی اسرائیل تقریباً چار سو سال سے کسی نبی کے لیے ترس رہے تھے۔ تجھے نبوت پر سرفراز کیا گیا ہے لیکن یاد رکھ بنی اسرائیل وہ لوگ ہیں کہ جو ابتدا میں جس کی آرزو کرتے ہیں بعد میں اس کی تکذیب کرتے ہیں۔ تجھے بھی مشکلات سے گزرنا ہوگا۔ حوصلہ رکھنا۔''

''مجھے اپنی قوم کا احوال معلوم ہے۔ میں ثابت قدم رہوں گا۔''

''اب تو مجھے بتا، اس کے علاوہ اس آواز نے کیا کہا؟''

Marfat.com

''مقدس استاد، اس کے علاوہ اس آواز نے جو کچھ کہا وہ اتنا اچھا نہیں ہے کہ تجھے سناؤں۔''

''جو کچھ تجھ سے کہا گیا ہے وہ سنا دے۔ خدا کے فیصلے کو کوئی نہیں بدل سکتا۔ تو سنائے تو بھی وہی ہوگا تو نہ سنائے گا پھر بھی وہی ہوگا۔''

''مجھے بتایا گیا ہے کہ عیلی کاہن کو اپنی اولاد کی محبت نے اس بات سے روکا ہوا ہے کہ وہ اپنے بیٹوں کو میری قربان گاہ میں شرارت کرنے اور نافرمانی کرنے سے روکے لہٰذا میں بطور سزا اس سے اور اس کی اولاد سے کہانت چھین کر انہیں قتل کر دوں گا۔''

عیلی کاہن نے جونہی یہ پیغام سنا، شرم اور کوفت سے اس کی گردن جھک گئی لیکن اس پر بھی اس نے صبر کیا۔ ''اللہ جو کرتا ہے اچھا کرتا ہے۔ وہ انصاف کرنے والا ہے۔ شاید میرے بیٹے اسی لائق تھے۔ اب جو اعزاز انہیں ملنے والا تھا تجھے مل گیا ہے۔

عبادت گاہ کی یہ رات، دن بن کر پھیل گئی۔ اس کا چرچا ہونے لگا کہ رامہ سے آنے والا وہ لڑکا جو معبد کی خدمت میں مصروف رہتا تھا۔ اس سے خداوند نے کلام فرمایا ہے اور بنی اسرائیل پر اسے نبی بنایا ہے۔ لوگ جوق در جوق آپؑ کی زیارت کے لیے عبادت گاہ پہنچنا شروع ہو گئے۔ ہر زبان پر ایک ہی بات تھی کہ اب بنی اسرائیل کو اس کا کھویا ہوا وقار دوبارہ مل جائے گا کیونکہ خداوند کی ناراضی، خوشنودی میں تبدیل ہو گئی ہے اسی لیے تو اس نے بنی اسرائیل کی ہدایت کے لیے نبی مبعوث کیا ہے۔ ایک ہجوم کے سامنے آپؑ نے پہلا خطاب ارشاد فرمایا۔

''اے میری قوم کے لوگو! تمہاری تباہی، ذلت اور رسوائی تمہاری اپنی پیدا کردہ ہے۔ تم نے توریت کو اپنے دلوں سے نکال دیا۔ شریعت موسوی کو بھلا کر کھلم کھلا بت پرستی میں مبتلا ہو گئے۔ اپنے اتحاد کو ہاتھ سے جانے دیا اور منتشر ہو کر دانوں کی طرح بکھر گئے۔ میں تو تم سے یہی استدعا کرتا ہوں کہ تم اپنے اندر کی یہ خرابیاں دور کر لو تو تمہارا عروج دوبارہ تمہیں مل سکتا ہے۔''

''اے شموئیلؑ! آخر تم ہم سے چاہتے کیا ہو؟''

''نادانو! کیا اب بھی تم نہیں سمجھے کہ میں تم سے کیا چاہتا ہوں۔ میں تو صرف یہ چاہتا ہوں کہ تم نے موسیٰؑ، ہارونؑ اور یوشعؑ بن نون کی تعلیمات کو بھلا دیا ہے، انہیں دوبارہ تھام لو۔ یہ تینوں بزرگ ہرگز بت پرست نہیں تھے لیکن تم میں سے بہت سوں نے بت پرستی شروع کر دی ہے۔ اس فعل سے باز آ جاؤ اور توریت کے احکامات کی پاسداری کرو۔''

''ہمیں تو اب یاد بھی نہیں کہ توریت میں کیا لکھا ہے۔'' کسی نے پکار کر کہا۔

''میں توریت کا حافظ ہوں۔ جو کچھ میں کہوں اس پر عمل کرو اور پہلی بات یہی ہے کہ بتوں کو اپنے دلوں اور گھروں سے نکال دو اور شرک کو خیر باد کہہ دو اور اپنے نبیوں کو قتل کرنا چھوڑ دو اور آپس کے فسادات سے باز آ جاؤ۔ حضرت یعقوبؑ کے بارہ بیٹے تھے۔ تم انہی بارہ بیٹوں کی اولادیں ہو اور بنی اسرائیل کہلاتے ہو۔ تم سب آپس میں رشتے دار ہو پھر آپس میں لڑنے کا جواز کیا ہے۔ کون بڑے بیٹے کی اولاد میں سے ہے کون چھوٹے بیٹے کی اولاد میں سے۔ یہ سوچنے کا وقت نہیں ہے۔ ہمیں آپس میں متحد ہونا ہے کیونکہ ہمارا دشمن متحد ہو کر حملہ کرتا ہے اور ہم آپس میں تقسیم ہیں۔''

نہایت بصیرت افروز باتیں تھیں۔ لوگوں کے دلوں پر ان کا اثر بھی ہوا لیکن بعض لوگ نے باہر نکل کر حضرت شموئیلؑ پر اعتراضات بھی شروع کر دیے۔ انہوں نے کہنا شروع کر دیا کہ لو بھائی یہ خوب رہی۔ اتنی جلدی انہیں نبوت بھی مل گئی۔ ان لوگوں نے آپؑ کی تکذیب کھل کر یہ کہہ کر کی کہ ہماری قوم میں بہت دنوں سے کوئی نبی نہیں آیا تھا اس کا فائدہ اٹھا کر عیلی کاہن کے اکسانے پر حضرت شموئیلؑ نے نبی ہونے کا اعلان کر دیا۔

حضرت شموئیلؑ کو معلوم تھا کہ کارِ نبوت آسان نہیں۔ بنی اسرائیل کے درمیان جو بھی نبی آیا ہے انہوں نے اس کی

Marfat.com

تکذیب کی ہے۔ یہی تو وہ لوگ تھے کہ جب حضرت موسیٰؑ نے انہیں صبر اور اللہ پر توکل کرنے کی تلقین کی تو یہ چیخ اٹھے۔

''ہم پہلے ہی مصیبتوں میں گرفتار تھے۔ اب تیرے آنے پر کچھ امید بندھی تھی مگر تیرے آنے کے بعد بھی وہی مصیبت باقی رہی۔ یہ تو سخت آفت کا سامنا ہے۔''

اور یہی تو وہ قوم تھی کہ جب اسے حضرت موسیٰؑ مصر سے نکال لائے اور بیابان رستوں سے ہوتے ہوئے سینا کی راہ لی۔ سینا کے بت کدوں میں پرستاران صنم بتوں کی پوجا میں مشغول تھے۔

بتوں کی پوجا عام تھی۔ بنی اسرائیل نے یہ منظر دیکھا تو کہنے لگے موسیٰؑ ہم کو بھی ایسے ہی معبود بنا دے تاکہ ہم بھی اسی طرح ان کی پرستش کریں۔ حضرت موسیٰؑ نے قوم کی زبانی یہ مشرکانہ مطالبہ سنا تو بہت ناراض ہوئے اور بنی اسرائیل کو ڈانٹا کہ ''بدبختو! خدائے واحد کی پرستش چھوڑ کر بتوں کی پوجا پر مائل ہو اور خدا کی ان نعمتوں کو فراموش کر بیٹھے جن کا مشاہدہ اپنی آنکھوں سے کر چکے ہو۔''

اور یہی تو وہ قوم تھی جس نے پست ہمتی کا مظاہرہ کیا اور جب حضرت موسیٰؑ نے ان سے کہا کہ تم اس بستی (اریحا) میں داخل ہو اور دشمن کا مقابلہ کرو تو انہوں نے پیٹھ دکھائی۔

''وہاں تو بڑے ظالم لوگ بستے ہیں۔ ہم تو اس وقت تک اس بستی میں داخل نہ ہوں گے جب تک وہ وہاں سے نکل نہ جائیں۔''

''ایسی قوم کو راہِ راست پر لانا اور اسے دشمن سے لڑنے کی تلقین کرنا آسان کام نہیں لیکن مجھے خداوند کی نظروں میں سرخرو ہونا ہے اس لیے میں یہ فرض ادا کرتا رہوں گا۔''

آپؑ نے نبوت کے فرائض انجام دینے شروع کر دیے۔ آپؑ کی تبلیغ کا مرکزی حصہ یہ تھا کہ قوم کو توریت کی تعلیمات پر جمع کیا جائے۔ آپؑ نے تبلیغی دوروں کا آغاز کر دیا۔ کبھی ایک شہر میں کبھی دوسرے شہر میں۔ بنی اسرائیل کی آبادیاں جہاں جہاں بکھری ہوئی تھیں، آپؑ وہاں تشریف لے جاتے۔ آپؑ کی آواز ہر طرف گونج رہی تھی۔

''دیوی دیوتاؤں کی پرستش چھوڑ دو۔ حضرت موسیٰؑ جو تعلیمات تمہارے لیے چھوڑ گئے ہیں۔ ان پر عمل کرو۔ یہ بت نہ تو تمہیں فائدہ پہنچا سکتے ہیں نہ نقصان۔ اس خداوند کی پرستش کرو جو تمہارے لیے فائدہ ہی فائدہ ہے۔''

لوگ آپؑ کی باتوں کو غور سے سنتے۔ ان پر عمل کرنے کے وعدے بھی کرتے لیکن جلد ہی اسے فراموش بھی کر دیتے۔ یہ سلسلہ یونہی چلتا رہا۔ بنی اسرائیل اپنے فیصلے آپؑ کے پاس لاتے۔ آپ کو غیب داں بھی کہتے، نبی بھی مانتے لیکن کرتے وہی جس کی انہیں عادت پڑ چکی تھی۔

وقت گزرتا رہا اور پھر ایک وقت وہ بھی آیا جب خدا کو اپنا وعدہ پورا کرنا تھا۔ حضرت شموئیلؑ کو غیب سے یہ خبر مل چکی تھی کہ عیلی کاہن کے بیٹوں سے قاضی کا منصب چھین لیا جائے گا اور ان کی بداطواری کی بدولت انہیں ہلاک کر دیا جائے گا۔ قاضی کا منصب ان سے چھن چکا تھا اب ان کا قتل ہونا باقی تھا۔ اس کا سبب یہ بنا کہ ساحلی شہر غزہ کے فلسطینیوں نے شہر ''سیلا'' پر زبردست حملہ کر دیا۔

اس حملے کی خبر جونہی عیلی کاہن تک پہنچی اور لوگ یہ پوچھنے کے لیے اس کے پاس جمع ہوئے کہ اب ہمیں کیا کرنا چاہیے تو اس نے بطور کاہن لوگوں کو حکم دیا کہ وہ میدان جنگ میں جائیں اور دشمن کو اپنی سرحدوں سے نکال باہر کریں۔

بوڑھا کاہن ان کے ساتھ میدان جنگ میں جانے سے قاصر تھا۔ اس نے اپنے دونوں بیٹوں کو حکم دیا کہ وہ تابوت سکینہ کو اپنے ساتھ لے جائیں اور لڑائی میں اسے اپنے آگے آگے رکھیں تاکہ اس کی برکت سے انہیں فتح حاصل ہو۔ ان بیٹوں کے چلے جانے کے بعد کاہن نے حضرت شموئیلؑ کو مشورہ دیا کہ وہ اپنے شہر ''رامہ'' چلے جائیں۔

Marfat.com

''میرے بیٹے، میں دیکھ رہا ہوں کہ اب تباہی ''سیلا'' والوں کے بہت نزدیک ہے۔ تمہیں وہ رات یاد ہے جب غیب کی آواز نے تم سے خطاب کیا تھا؟ اس نے کہا تھا میرے بیٹے ہلاک کردیے جائیں گے۔ اس وقت کو آنا ہی تھا وہ آ گیا۔ مجھے معلوم ہے میں نے اپنے بیٹوں کو آخری مرتبہ دیکھا ہے۔ شاید اب میں انہیں کبھی نہ دیکھوں۔ تم اپنے شہر رامہ چلے جاؤ تا کہ اس تباہی سے محفوظ رہو۔ وہاں جا کر عبادت گاہ قائم کر لینا اور لوگوں کی رہنمائی کرنا۔''

کاہن کے دونوں بیٹوں نے لوگوں کی مدد سے صندوق نکالا اور میدان میں پہنچ گئے۔ دشمن کا لشکر تلواروں اور نیزوں سے آراستہ تھا۔ دوسری طرف سیلا کے رہنے والے ڈنڈوں اور پتھروں سے لیس ہو کر ان کے مقابلے کے لیے آئے تھے۔ دونوں کا کوئی مقابلہ ہی نہیں تھا۔

غزہ کے فلسطینیوں کا مقصد شہر فتح کرنا نہیں تھا کہ کسی مدافعت کے بغیر شہر فتح کرتے اور اپنی حکومت قائم کر لیتے۔ ان کا مقصد تو بنی اسرائیل کا خون بہانا تھا۔ انہوں نے اتنے بڑے پیمانے پر قتل عام کیا کہ چار ہزار افراد کو قتل کر دیا۔ کئی بڑے بڑے سرداروں کو اپنے ساتھ غلام بنا کر لے گئے۔

عیلی کاہن جس خبر کو سننے کا منتظر تھا، وہ خبر جنگ کے خاتمے کے بعد اسے مل گئی۔ وہ ایک کرسی پر بیٹھا ہوا تھا کہ اسے اس کے بیٹوں کے قتل کیے جانے کی خبر ملی۔ اس نے یہ خبر صبر و سکون سے سنی پھر اسے یاد آیا کہ اس کے بیٹے تابوت سکینہ بھی تو اپنے ساتھ لے گئے تھے۔ کیا وہ ابھی تک ان کے ساتھ میدان میں تو نہیں پڑا ہوا ہے۔

''صندوق کا کیا ہوا؟''

''غضب ہو گیا کاہن۔ دشمن اسے بھی چھین کر لے گیا۔''

''میں اس مقدس امانت کی حفاظت بھی نہ کر سکا۔ ایسے زندہ رہنے کا کیا فائدہ۔'' اس نے کہا اور جس کرسی پر بیٹھا تھا اسی کرسی سے سر کے بل گر کر ہلاک ہو گیا۔

حضرت شموئیلؑ اپنے علاقے رامہ میں پہنچ چکے تھے۔ وہاں جا کر انہوں نے عبادت گاہ قائم کی اور بنی اسرائیل کے علاقوں میں گھوم پھر کر تبلیغ کے فرائض انجام دینے لگے۔

''سیلا'' پر حملہ معمولی بات نہیں تھی جب کہ اس مرتبہ ان کے بڑے بڑے سردار دشمن کی قید میں چلے گئے تھے اور انہیں چھڑانے کی طاقت کسی میں نہیں تھی۔ تابوت سکینہ ان کے قبضے سے چلا گیا تھا اور کسی میں ہمت نہیں تھی کہ اسے واپس لے آئے۔ یہ ایسی ذلت تھی کہ داغ کی طرح ہر چہرے پر سجی ہوئی تھی۔ ایسی شکستوں سے وہ پہلے بھی دو چار ہو چکے تھے لیکن اس وقت انہیں یہ صبر تھا کہ ان کے درمیان کوئی نبی موجود نہیں۔ اس وقت یہ شکست ایسے وقت ہوئی تھی کہ حضرت شموئیلؑ کی شکل میں ایک نبی ان کے درمیان موجود تھا۔ اب یہ قوم شدت سے یہ سوچنے لگی کہ انتظامی امور نبی نہیں چلاتا۔ اگر ان کا کوئی بادشاہ ہوتا اس کی فوج ہوتی، اس کے پاس ہتھیار ہوتے تو یقیناً اس شکست کا سامنا نہ ہوتا۔ دوسری قوموں کو ان پر اسی لیے برتری حاصل ہے کہ ان کے پاس بادشاہ ہے جو اپنی قوم میں عسکری روح پھونکتا ہے۔

قوم کے بڑوں کے درمیان کئی دنوں تک یہی بحث جاری رہی۔ سرداروں اور تاجروں کے اجلاس منعقد ہوتے رہے اور بالآخر سب کا اس پر اتفاق ہو گیا کہ ہمارا بھی کوئی بادشاہ ہونا چاہیے۔ اس سے اگلے اجلاس میں اس پر بحث ہونی تھی کہ بادشاہ کس کو ہونا چاہیے۔ تاجروں کے طبقے نے اپنی خدمات پیش کیں۔

''امورِ سلطنت چلانے کے لیے دولت کی ضرورت ہوتی ہے لہٰذا بادشاہت ہمارے طبقے کو زیب دیتی ہے۔ بادشاہ ہم تاجروں میں سے کسی کو ہونا چاہیے۔''

''بادشاہت کے لیے صرف دولت کا ہونا لازمی نہیں ہے۔ امورِ سلطنت چلانے کے لیے جس تجربے کی ضرورت ہوتی ہے وہ ہمارے پاس ہے۔'' قوم کے سرداروں نے شور مچایا۔ ''ہم اپنے اپنے قبیلوں کے معاملات چلاتے ہیں، اگر ہم

Marfat.com

میں سے کسی کو بادشاہ بنا کر تمام قبیلوں کی باگ ڈور اس کے ہاتھ میں دے دی جائے تو آپس کا انتشار ختم ہوسکتا ہے۔ پھر ہر قبیلہ اس کی بات ماننے کا پابند ہوگا۔ تاجروں کا کام یہ ہے کہ وہ اسے مالی معاونت فراہم کریں۔"

"جب ہم کاروبار کر سکتے ہیں تو ملکی کاروبار بھی بہتر طریقے سے چلا سکتے ہیں۔"

"تمہارا کام تجارت کرنا ہے تم تجارت کرو۔" سرداروں نے کہا۔

"تم بہت دن قبیلوں کو بے وقوف بنا چکے۔ اب ہم قوم کو نجات دلائیں گے۔"

"یہ کبھی نہیں ہوسکتا۔ بادشاہ ہم میں سے ہوگا۔"

"بادشاہت ہمارا حق ہے یا تو بادشاہ ہم میں سے بنے گا ورنہ نہیں بنے گا۔"

یہ بحث اتنی بڑھی کہ دونوں گروہ گتھم گتھا ہونے کے قریب ہو گئے۔ قریب تھا کہ یہ بحث کسی بڑے جھگڑے کا پیش خیمہ بن جاتی، اسی وقت کچھ لوگوں کو حضرت شموئیلؑ کی یاد آئی۔

"جب ہم میں ایک نبی آ چکا ہے تو ہم پریشان کیوں ہیں۔ آپس میں کیوں دست و گریبان ہیں؟"

"نبی ہمارے لیے دعا کر سکتا ہے وہ بادشاہ تو نہیں کہ ہم اسے تسلیم کر لیں۔"

"وہ بادشاہ تو نہیں ہے لیکن ہمارے لیے بادشاہ کا تقرر تو کر سکتا ہے۔ وہ اپنے خدا سے کہے گا اور ہم میں سے کسی کو بادشاہ بنا دے گا۔"

"ہاں یہ ٹھیک ہے۔ چلو رامہ چل کر اس سے کہتے ہیں، ہمارے لیے بادشاہ کا انتظام کر دے۔"

تاجروں اور سرداروں کا ایک وفد سیلا سے رامہ پہنچا۔ حضرت شموئیلؑ اس وقت اپنی عبادت گاہ میں تھے کہ یہ وفد آپ کے سامنے پہنچ گیا۔

"دشمن نے جو ہماری حالت کی ہے وہ تیرے سامنے ہے۔" وفد کے ارکان نے حضرت شموئیلؑ سے کہا۔ "اب ہم یہ چاہتے ہیں کہ تو ہمارے لیے ہمارا بادشاہ مقرر کر دے تاکہ اس کے ساتھ مل کر ہم اللہ کے راستے میں قتال کریں اور اسے تیری نبوت کی علامت قرار دیں۔"

"یہ بھی تو ہوسکتا ہے، اللہ تعالیٰ جب تم پر قتال فرض کر دے تو تم جنگ نہ کرو۔" حضرت شموئیلؑ نے کہا۔

"ہمارے انکار کرنے کا سرے سے جواز ہی نہیں۔ ان ظالموں (فلسطینیوں) نے تو ہمیں گھر بار بال بچوں سے الگ کر دیا ہے۔ انہوں نے ہم پر مظالم کے پہاڑ ڈھائے ہیں۔ اب ہم چاہتے ہیں کہ ہمارا ایک بادشاہ ہو اور اس کی سرپرستی میں ہم اپنے ملک کو آزاد کرائیں۔"

"تمہیں معلوم ہے بادشاہ کیا ہوتا ہے۔ وہ تمہارے لیے صرف جنگ ہی نہیں کرے گا بلکہ تمہارے بچوں کو غلام بھی بنائے گا اور وہ اس کے رتھوں کے آگے دوڑتے پھریں گے۔ تمہاری عورتیں اس کے محل میں کھانا پکایا کریں گی۔ میں تو کہتا ہوں، بادشاہ کا مطالبہ چھوڑ دو۔"

"تم چاہتے ہو ہم کبھی تابوت سکینہ حاصل نہ کر سکیں؟"

"بادشاہ کے مطالبے کے بجائے دل سے خداوند کی پرستش کرو۔ دیوی دیوتاؤں کو چھوڑ دو۔ جب خدا تمہارے ساتھ ہوگا تو خود بخود فتح مل جائے گی۔"

"شموئیل! تیری نصیحتیں ہم بہت دن سے سن رہے ہیں۔ اس وقت تو ہم صرف یہ چاہتے ہیں کہ تو ہم میں سے کسی کو بادشاہ بنا دے۔ کہیں اس مسئلے پر ہمارے درمیان خون ریزی نہ ہو جائے۔"

"میری قوم کے لوگو! تم ابھی بادشاہوں کے مظالم سے واقف نہیں ہو۔"

"بادشاہ کے مظالم ہمارے لیے آسان ہوں گے اس ذلت سے جو اس وقت ہمارے سامنے ہے۔ فلسطینیوں نے

Marfat.com

ہمیں آہن گری کا پیشہ تک اختیار کرنے سے روک دیا ہے تاکہ ہم لوہے کو پگھلا کر اس سے ہتھیار نہ بنا سکیں۔ مجبوراً ہمیں ڈنڈوں اور لاٹھیوں سے لڑنا پڑتا ہے۔ اگر ہمارا بادشاہ ہوتا تو ہم پر یہ پابندی نہیں لگ سکتی تھی۔ اس کے پاس فوج ہوتی جس کو وہ میدان جنگ میں بھیجتا۔ اپنے خدا سے کہو، وہ ہماری قوم میں سے ایک بادشاہ ہمیں دے دے۔''

یہاں تک کی گفتگو کو قرآن عزیز نے اس طرح بیان کیا ہے۔

''کیا تم کو بنی اسرائیل کی اس جماعت کا حال معلوم نہیں جس نے موسیٰ کے بعد اپنے زمانے کے نبی سے درخواست کی تھی کہ ہم اللہ کی راہ میں جہاد کریں گے ہمارے لیے ایک حکمراں (بادشاہ) مقرر کر دیجیے۔ نبی نے کہا کچھ بعید نہیں ہے کہ اگر تم کو لڑائی کا حکم دیا گیا تو تم لڑنے سے انکار کر دو۔ سرداروں نے کہا۔ ایسا کس طرح ہو سکتا ہے کہ ہم اللہ کی راہ میں نہ لڑیں جب کہ ہم اپنے گھروں سے جا چکے اور اپنی اولادوں سے علیحدہ کیے جا چکے ہیں۔''

حضرت شموئیلؑ شاید نہیں چاہتے تھے کہ بنی اسرائیل پر کوئی بادشاہ مقرر ہو اس لیے آپؑ اس کی آزمائشوں سے قوم کو ڈراتے رہے لیکن جب آپؑ نے دیکھا کہ قوم بضد ہے تو آپؑ نے وعدہ کر لیا۔

''تمہیں معلوم ہے کہ میں کوئی کام خدا کی مرضی کے بغیر نہیں کرتا۔ میں خدا کے سامنے درخواست پیش کروں گا۔ اگر اس کی مرضی ہوئی تو ہمارے لیے بادشاہ ضرور مقرر کر دیا جائے گا۔''

''آپ خدا سے پوچھ لیں لیکن ہم زیادہ دیر برداشت نہیں کریں گے۔''

ان لوگوں کے چلے جانے کے بعد حضرت شموئیلؑ نے عبادت گاہ کے دروازے بند کر لیے اور گڑگڑا کر اپنے رب کو مخاطب کیا۔ ''میری قوم مجھ سے ایک بادشاہ کا مطالبہ کر رہی ہے۔ میں نے اسے ہر طرح سے سمجھا کر دیکھ لیا لیکن وہ اپنے مطالبے پر قائم ہے۔''

آپؑ گریہ وزاری میں مشغول تھے کہ اچانک آپؑ نے وہی آواز سنی جو عیلی کاہن کی عبادت گاہ میں سنی تھی اور جس نے آپؑ کو نبوت کی نوید سنائی تھی۔

''تیرے رب کا حکم ہے کہ تو اپنی قوم کا مطالبہ مان لے اور ان کے لیے بادشاہ کا تقرر کر دے۔ اس میں تیرے لیے کوئی گناہ نہیں ہے۔''

آپؑ کو اجازت مل گئی تھی لیکن اب آپؑ یہ سوچ رہے تھے کہ کسے بادشاہ مقرر کیا جائے۔ ''کہیں اس انتخاب میں مجھ سے کوئی غلطی نہ ہو جائے۔'' آپؑ نے اس آواز کو مخاطب کیا۔

''اب میں اس الجھن میں ہوں کہ بادشاہ کس طبقے سے ہو۔ تاجر یا سردار۔ حضرت یعقوبؑ کے بارہ بیٹوں کی اولادیں یہاں بستی ہیں۔ بادشاہ کس کی اولاد سے ہو۔ ایسا نہ ہو کہ بادشاہ کے انتخاب پر آپس میں فساد پھوٹ پڑے۔''

''یہ تو ہر حال میں اختلاف کریں گے۔ تو وہ کر جو تجھ سے کہا گیا ہے۔ جسے بادشاہ مقرر ہونا ہے وہ بہت جلد اس وقت تیرے پاس پہنچ جائے گا جب تو حالت سفر میں ہوگا۔''

''اس کی پہچان کیا ہوگی۔ میں اسے کیسے پہچانوں گا؟''

''اسے ہم نے علم کی وسعت اور قد و قامت کے پھیلاؤ میں بڑھایا ہے۔''

کہا جاتا ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے جنت کی ایک شاخ لا کر دی تھی اور آپؑ سے کہا تھا کہ جس شخص کا قد اس شاخ کے برابر ہوگا وہی بنی اسرائیل کا نیا بادشاہ ہوگا۔

وہ رات بنی اسرائیل کے وفد نے بھی جاگ کر کاٹی تھی۔ صبح ہوتے ہی عبادت گاہ کا صحن لوگوں سے بھر گیا۔ یہ لوگ پوچھنے آئے تھے کہ خدا نے بادشاہ کے بارے میں کیا کہا۔ حضرت شموئیلؑ نے انہیں پوری بات بتادی۔ یہ بھی بتادیا کہ تم میں سے جس کا قد جنت کے درخت کی شاخ کے برابر ہوگا وہی تمہارا بادشاہ ہوگا۔

Marfat.com

وہاں جتنے لوگ موجود تھے ان میں سے کسی کا بھی قد اس شاخ کے برابر نہیں تھا۔ بادشاہت کے جتنے امیدوار تھے ان سب کے منہ لٹک گئے۔ بعض تو یہ بھی کہتے سنائی دیے کہ حضرت شموئیلؑ کسی کو بادشاہ بنانے کی باتیں کر رہے ہیں۔ بھلا اتنا قد کس کا ہوگا۔ اس کے باوجود انہیں یہ امید تھی کہ یہ شاخ جس کے قد پر بھی پوری اترے گی وہ کوئی بھی ہو، ہوگا تو ہم میں سے۔ کچھ دن اور انتظار کر لیا جائے تو کیا حرج ہے۔ وہ حضرت شموئیلؑ سے وعدہ لے کر اپنے اپنے گھروں کو روانہ ہو گئے۔

کئی دن تک عبادت گاہ میں لوگوں کا مجمع لگا رہا۔ ہر شخص اس امید پر یہاں آتا رہا کہ شاید اس کا قد و قامت مطلوبہ معیار پر پورا اترے اور وہ بادشاہ بنا دیا جائے لیکن کوئی کامیاب نہ ہوسکا۔ کئی دن کی بے سود کوشش کے بعد حضرت شموئیلؑ کو یاد آیا کہ ان سے کہا گیا تھا کہ وہ اس وقت تیرے پاس پہنچ جائے گا جب تو حالت سفر میں ہوگا۔ آپ ''رامہ'' سے نکل کر کوہستانی علاقے کی طرف روانہ ہو گئے۔

☆......☆......☆

حضرت یوشع بن نونؑ نے بنی اسرائیل کے درمیان جن علاقوں کی تقسیم کی تھی، ان میں اریحا اور جبعون نامی علاقے حضرت یوسف علیہ السلام کے چھوٹے بھائی بن یامین کی اولاد کے حصے میں آئے تھے۔ بن یامین کی نسل کے یہ لوگ مالی طور پر خوش حال نہیں تھے۔ نہ ان میں تجارت ہوتی تھی نہ بڑے پیمانے پر کھیتی باڑی۔ اسی لیے بنی اسرائیل کے دوسرے قبیلے جو ارد گرد کے علاقوں میں آباد تھے، ان سے لاتعلق ہو گئے تھے۔ یہ لوگ الگ تھلگ نہایت محدود سی زندگی گزار رہے تھے۔ اکثر کے پاس مویشیوں کے ریوڑ تھے۔ انہی سے ان کی گزر بسر ہوتی تھی۔ بن یامین میں بھی کئی قبیلے موجود تھے جن کے الگ الگ سردار تھے۔ انہی میں ایک قبیلے کا ایک سردار قیس بھی تھا جس کے پاس مویشیوں کے کئی ریوڑ تھے مزید یہ کہ یہ شخص نہایت بہادر تھا۔ اس کی بہادری کے چرچے دور دور تک پھیلے ہوئے تھے۔

شام کا وقت تھا۔ قیس اپنے حجرے میں تھا۔ اس کا بیٹا طالوت اس کے قریب ہی بیٹھا تھا کہ ایک نوکر نے مویشیوں کے چراگاہ سے آنے کی اطلاع اسے دی۔

''ریوڑ واپس آ گیا ہے، لیکن.....'' نوکر کچھ کہتے کہتے رک گیا۔

''لیکن کیا۔ آگے تو بول۔ تیری زبان کیوں بند ہوگئی؟''

''سردار گنتی کرنے پر معلوم ہوا کہ دو گدھے کم ہیں۔''

''کم ہیں؟ کیسے کم ہوگئے۔''

''پتا نہیں سردار۔ ادھر ادھر کہیں بھٹک گئے ہوں گے۔''

''انہیں چراگاہ میں کون لے گیا تھا؟''

''سردار، وہی نوکر جو اس کام پر مامور ہیں۔ کبھی ایسا نہیں ہوا مگر آج۔''

''گدھے کم ہونے کا مطلب سمجھتے ہو؟ اگر کسی اور سردار کے ہاتھ لگ گئے تو وہ یہی مشہور کرے گا کہ اس نے یہ گدھے زبردستی چھین لیے ہیں۔ جانتا ہے اس سے میری شہرت کو کتنا نقصان پہنچے گا۔''

''جی سردار۔''

''اور یہ بھی جانتا ہوگا کہ ان گدھوں کے حصول کے لیے ہمیں ایک لمبی جنگ چھیڑنی ہوگی۔''

''جی سرکار، یہ بھی جانتا ہوں۔''

''ان نوکروں سے کہو، رات ہونے سے پہلے پہلے گدھوں کی تلاش کر کے لے آئیں ورنہ لڑائی تو بعد میں چھڑے گی، میں ان کی گردنیں پہلے اڑا دوں گا۔''

Marfat.com

''میں ابھی ان نوکروں کو آپ کا پیغام پہنچاتا ہوں۔''

قیس کا بیٹا طالوت یہ سب باتیں سن رہا تھا۔ اسے باپ کے غصے کا علم تھا۔ جانتا تھا کہ اب نوکروں کا کیا حشر ہونے والا ہے، اگر گدھے نہ ملے تو کتنے نوکروں کی جان چلی جائے گی، وہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

''اگر آپ کہیں تو گدھے تلاش کرنے میں جاؤں؟'' اس نے باپ سے کہا۔

''تم کیوں جاؤ گے؟ جنہوں نے گم کیے ہیں وہی تلاش کر کے لائیں گے۔''

''یہ نوکر بے چارے تھک چکے ہوں گے۔ گدھے ابھی زیادہ دور نہیں گئے ہوں گے۔ میں تلاش کر کے لے آتا ہوں۔''

''ٹھیک ہے تم چلے جاؤ۔''

طالوت نے ایک نوکر کو ساتھ لیا اور چند روٹیاں باندھ لیں۔ ہتھیار تو اپنے ساتھ رکھتا ہی تھا۔ گدھوں کی تلاش میں گھر سے نکل گیا۔ پہلے چراگاہ میں تلاش کیا پھر چراگاہ کی مخالف سمت چل پڑا۔ اسے معلوم تھا کہ گدھے مخالف سمت گئے ہوں گے ورنہ گھر تک پہنچ چکے ہوتے۔

شام اور رات کے درمیان فاصلہ ہی کتنا رہ گیا تھا۔ علاقوں کی چھان بین میں اندھیرا پھیل گیا۔ اب یہ تلاش بے سود تھی۔ صبح ہونے کا انتظار کرنا تھا۔ وہ دونوں وہیں ایک جگہ پڑ کر سو گئے۔

سورج کی کرنوں نے جگایا تو گدھوں کی تلاش میں نکل کھڑے ہوئے۔ قدموں نے سفر کا اشارہ کیا اور راستہ پھر طے ہونے لگا۔ چپا چپا چھان مارا گدھوں کا کہیں پتا نہیں تھا۔ یہ دن بھی گزر گیا تو فکر لاحق ہوئی مگر اب رات میں واپسی کا سفر بھی طے نہیں ہو سکتا تھا۔ ساتھ لائی ہوئی روٹی بھی ختم ہو گئی تھی۔ یہی طے ہوا کہ رات گزار لی جائے صبح ہوتے ہی بستی کی تلاش میں نکلیں گے تاکہ کچھ کھانے کو مل جائے اور پھر گھر کو روانہ ہوا جائے۔

صبح ہوئی تو طالوت کے نوکر نے انہیں بیدار کیا۔ طالوت نے دیکھا کہ نوکر کچھ پریشان ہے۔ انہوں نے پریشانی کا سبب پوچھا تو وہ اور زیادہ پریشان ہو گیا۔

''طالوت! میں یہ دیکھ رہا ہوں کہ ہم راستہ بھٹک گئے ہیں۔ مجھے اندیشہ ہے کہ اب ہم واپس بھی نہیں جا سکتے۔ اتنی دور نکل آئے کہ واپسی کا راستہ بھی یاد نہیں رہا۔ جہاں تک میرا خیال ہے ہم یہودا یا نبی یوسفؑ کے علاقے میں ہیں۔''

''تیرے خیال میں اب مجھے کیا کرنا چاہیے؟''

''اب یہی ہو سکتا ہے کہ ہم چلتے رہیں۔ شاید کوئی بستی آ جائے اور وہاں کوئی بندۂ خدا ہمیں واپسی کا راستہ سمجھا دے اور ہم بخیر و عافیت گھر پہنچ جائیں۔''

حضرت طالوت نے اپنے نوکر کی بات مان لی۔ اس کے سوا کوئی چارہ بھی نہیں تھا۔ چلتے چلتے وہ ایک بستی میں پہنچ گئے۔ اپنے آثار سے یہ بستی معلوم ہوتی تھی مگر عجیب ماجرا تھا۔ بستی میں ہو کا عالم تھا۔ دکانیں بند تھیں، گھروں کے دروازے کھلے پڑے تھے۔ کوئی ذی روح نظر نہ آتا تھا۔

''اس بستی پر ایسی کیا افتاد پڑی ہے۔ یہ سب لوگ کہاں چلے گئے؟'' حضرت طالوت نے نوکر سے پوچھا۔

''یہی میں سوچ رہا ہوں۔ ہو سکتا ہے ان لوگوں کا کوئی تیوہار ہو اور یہ لوگ بستی سے باہر چلے گئے ہوں۔''

''یہاں کون ہے جس سے ہم کچھ پوچھ سکیں؟''

''ہم بھی بستی سے باہر چلتے ہیں۔ شاید وہاں کوئی مل جائے۔''

یہ دونوں اس چھوٹی سی بستی کو پار کر کے کھلے میدان میں آ گئے۔ یہاں بھی جشن یا میلے کے کوئی آثار نہیں تھے۔ حضرت طالوت کی نظر اچانک ایک بلند ٹیلے پر پڑی۔ وہاں کچھ لوگ اوپر کی جانب جا رہے تھے۔

Marfat.com

''وہ، اس طرف ۔ ادھر دیکھو۔ کچھ لوگ ٹیلے کی طرف جا رہے ہیں۔ ان میں عورتیں بھی ہیں، شاید وہاں کوئی قربانی دی جا رہی ہے۔'' حضرت طالوتؑ نے نوکر کی توجہ اس طرف مبذول کی۔

''طالوت، مجھے ایک بات یاد آئی۔ میں نے سن رکھا ہے کہ شہر ''رامہ'' میں عیلی کاہن کے ایک شاگرد شموئیلؑ کو بڑا رتبہ ملا ہے۔ اسے خداوند نے نبوت بھی دی ہے۔ بنی اسرائیل کا یہ نبی ہر وقت سفر میں رہتا ہے اور تبلیغ کرتا ہے۔ ہو نہ ہو یہ نبی اس وقت اس علاقے میں آیا ہوا ہے اور لوگ قربانی دینے کے لیے اس کے پاس جمع ہو رہے ہیں۔''

نوکر کی اس بات کی بہت جلد تصدیق بھی ہوگئی۔ جب ٹیلے پر جانے والے ایک شخص نے بتایا کہ غیب داں شموئیل آئے ہوئے ہیں۔ لوگ ان کی سرپرستی میں قربانی دیں گے اور ساتھ بیٹھ کر کھانا کھائیں گے۔

وہ شخص یہ اطلاع دے کر جلدی سے ٹیلے پر چڑھ گیا لیکن طالوت کسی فکر میں ڈوب گئے۔ نوکر حیران تھا کہ اس کا آقا منزل پر آ کر اپنے قدموں کو کیوں روک رہا ہے۔

''اے طالوت! اب کیا سوچ رہے ہو؟''

''سوچ رہا ہوں بنی اسرائیل کا قاعدہ ہے کہ جب کسی غیب داں کے پاس جائے تو اسے نذر پیش کرتے ہیں۔ ہمارے پاس تو کچھ بھی نہیں ہے، کیا پیش کریں گے۔''

میرے پاس آپ کی دی ہوئی کچھ چاندی موجود ہے۔ ہم اسے پیش کر سکتے ہیں۔''

طالوت نے اپنے غلام کو لے کر ٹیلے کے اوپر پہنچ گئے۔ یہاں بنی یہودا کے بڑے بڑے سردار جمع تھے۔ قربانی دی جا چکی تھی اور اب کھانا کھانے کی تیاریاں ہو رہی تھیں۔

حضرت شموئیلؑ نے دیکھا کہ ایک نہایت قد آور، وجیہہ و شکیل، نہایت تن و توش کا آدمی جس کے بشرے سے بہادری ٹپک رہی ہے اس طرح قدم اٹھاتا چلا آ رہا ہے کہ جیسے ذرا زور دے گا تو ابھرا ہوا ٹیلا نیچے بیٹھ جائے گا۔ آپؑ نے آنکھوں ہی آنکھوں میں اس کے قد کو ناپا۔ انہوں نے اپنی قوم میں اس قد و قامت کا آدمی اس سے پہلے نہیں دیکھا تھا۔

وہ شخص آپؑ کی طرف آ رہا تھا اور پھر آپؑ ہی کے پاس آ کر رک گیا۔ ''میں آپؑ کی تلاش میں یہاں تک پہنچا ہوں۔ کیا آپ ہی غیب داں شموئیلؑ ہیں۔''

''طالوت، ادھر آؤ۔ میرے قریب بیٹھ جاؤ۔ میں ہی وہ ہوں جس سے ملاقات کے لیے خداوند نے تمہیں میرے پاس بھیجا ہے۔''

''کمال ہے، آپ میرے نام سے بھی واقف ہیں۔''

''ہم تو یہ بھی جانتے ہیں کہ تمہارے گدھے گم ہوگئے ہیں اور تم ان کی تلاش میں یہاں تک پہنچے ہو۔''

''آپ بے شک وہی ہیں جن تک مجھے پہنچنا تھا۔''

''تم بھی وہ ہی ہو جسے یہاں تک پہنچنا ہی تھا۔ میں تمہارا ہی انتظار کر رہا تھا۔''

''میرا انتظار اور آپ جیسی برگزیدہ ہستی۔ یہ کیا اسرار ہے؟''

''تجھے خداوند نے یہاں بھیجا ہے۔ تجھے بڑا رتبہ ملنے والا ہے۔''

''مجھے کوئی بڑا مرتبہ کیسے مل سکتا ہے۔ میں تو بن یامین سے ہوں۔ بنی اسرائیل کے سب سے چھوٹے قبیلے کا۔ میرا خاندان بن یامینی خاندانوں میں سب سے چھوٹا ہے۔''

''اللہ کا معیار دولت و ثروت نہیں ہے۔ بس تو وقت مقررہ کا انتظار کر۔''

کھانے کا اہتمام ہو چکا تھا۔ جتنے مہمان موجود تھے ان کی صفیں بندھ گئیں۔ سب کے سامنے بھنے ہوئے گوشت کی قابیں رکھ دی گئیں۔ حضرت شموئیلؑ نے طالوت کو نہایت نمایاں مقام پر بٹھایا اور سب سے بہترین کھانا ان کے سامنے رکھا

Marfat.com

گیا۔

طالوت اس عزت و احترام پر حیران تھے۔ بنی لاوی اور بنی یہودا کے بڑے بڑے سردار یہاں جمع تھے۔ ان کی موجودگی میں ان کی اس قدر توقیر کیوں کی جارہی ہے یہ ماجرا ان کی سمجھ سے بالاتر تھا۔

یہاں موجود مہمانوں کا حال بھی ان سے کچھ زیادہ مختلف نہیں تھا۔ وہ خود یہ سوچ رہے تھے کہ بن یامین قبیلے کا معمولی سا شخص آخر اتنا اہم کیوں ہے کہ حضرت شموئیلؑ نے اپنی تمام توجہ ان پر ہی مبذول کر رکھی ہے۔ انہیں نمایاں مقام پر بٹھایا گیا ہے جب کہ یہ حق ان میں سے کسی کا تھا۔ یہ بات کسی کی سمجھ میں نہ آتی تھی۔ آپس میں چہ میگوئیاں کر رہے تھے لیکن کوئی بات کسی کی سمجھ میں نہیں آرہی تھی اور اس وقت پوچھنا مناسب بھی نہیں تھا۔ تمام لوگ خاموشی سے کھانا کھاتے رہے لیکن اب ان لوگوں میں وہ جوش وخروش نظر نہیں آرہا تھا جو اس سے پہلے تھا۔

تقریب ختم ہوئی تو لوگ خاموشی سے اٹھے اور بلندی سے نشیب کی طرف چل دیئے۔ ان کے نزدیک حضرت شموئیلؑ نے ایک اجنبی اور کم تر درجے کے آدمی کی اس قدر توقیر کر کے ان کی بے عزتی کی تھی۔

ان مہمانوں کو جاتا ہوا دیکھ کر طالوت نے بھی وہاں سے اٹھنے کا ارادہ کیا اور چلتے چلتے اپنے گدھوں کے بارے میں معلوم کیا۔

''گدھے تو تمہارے باپ کو مل چکے۔ اس وقت تو میں تم سے کوئی اور ہی بات کہنے والا ہوں۔ تم اپنے غلام کو نیچے بھیج دو تا کہ میں اکیلے میں تم سے کچھ بات کروں۔''

طالوت نے اپنے غلام کو ٹیلے سے نیچے جانے کا حکم دیا۔ اس کے جانے کے بعد حضرت شموئیلؑ نے جبرئیل کی دی ہوئی شاخ یا بعض لوگوں کے نزدیک ''عصا'' نکالا جسے وہ ہر وقت اپنے ساتھ رکھنے لگے تھے اور شاید اپنا شک رفع کرنے کے لیے آپ کا قد ناپا۔ یہ شاخ یا عصا طالوت کے قد پر پورا اترا تو آپؑ کو مزید اطمینان ہوگیا۔

''تجھے بنی اسرائیل کا بادشاہ بننا مبارک ہو۔ خداوند نے تجھے مسح کیا اور تو اس کی طرف سے پیشوا ہوا۔''

''میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ میرا گھر میرے قبیلے کے تمام لوگوں سے گھٹیا گھر ہے تو کیا میں پھر بھی بادشاہ ہوں؟''

''ہاں کیونکہ خداوند کا یہی فیصلہ ہے۔''

''کیا میں یہ بھاری ذمہ داری پوری کر سکوں گا؟''

''خداوند جب کسی پر بوجھ ڈالتا ہے تو اٹھانے کی ہمت بھی دیتا ہے۔''

''اب میں کیا کروں مجھے تو واپسی کا راستہ تک معلوم نہیں؟''

''یہاں سے شمال کی جانب چلا جا۔ گھر تک پہنچ جائے گا۔ راستے میں ضلضخ نامی بستی ملے گی۔ یہاں سے بن یامینیوں کی سرحد شروع ہو جاتی ہے۔ یہاں ایک شخص تمہیں بتائے گا کہ تمہارے گدھے گھر پہنچ گئے ہیں تو اور آگے بڑھے گا تو بلوط کا ایک درخت آئے گا۔ یہاں تجھے تین اشخاص ملیں گے جو بیت ایل کے خدا کے پاس جارہے ہوں گے۔ وہ تجھے روٹی کے دو ٹکڑے دیں گے۔ یہاں سے تو خدا کے پہاڑ پر پہنچے گا۔ یہاں تجھ پر خدا کی وحی نازل ہوگی۔ تو خود محسوس کرے گا تو بدل گیا ہے۔''

طالوت نے یہ تمام باتیں اچھی طرح ذہن نشین کر لیں اور غلام کو ساتھ لے کر اپنے علاقے کی طرف چل دیے۔ راستے میں وہ تمام نشانیاں حرف بہ حرف پوری ہوتی چلی گئیں جو حضرت شموئیلؑ نے بتائی تھیں۔

طالوت اپنے شہر میں پہنچے تو ہر شخص کو اپنا منتظر پایا۔ ہر آدمی یہ پوچھ رہا تھا کہ وہ کہاں گم ہوگئے تھے۔ راستے میں ہی معلوم ہوگیا کہ ان کے باپ ان کے لیے بے حد پریشان ہیں۔ ان کی تلاش کے لیے ہر طرف آدمی دوڑا دیئے گئے ہیں۔ گھر پہنچے تو باپ کی پریشانی آنکھوں سے دیکھ لی۔ طالوت نے باپ کو خوش کرنے کے لیے حضرت شموئیلؑ سے ملاقات کا

Marfat.com

احوال اور ان کا شفقت سے پیش آنا تفصیل کے ساتھ سنا دیا۔ قیس نے تمام ماجرا بڑی دلچسپی سے سنا اور اپنے لیے اسے خوش قسمتی تصور کیا۔

''غیب داں نے تیری عزت کی۔ اس کا مطلب ہے ہمارے قبیلے کو عروج ملنے والا ہے۔''

''آپ بہت جلد خود دیکھیں گے اور سن بھی لیں گے۔''

''تو مجھ سے کچھ چھپا رہا ہے۔'' قیس نے کہا۔ ''سچ سچ بتا، شموئیلؑ نے تجھ سے اور کیا کہا ہے؟''

''مجھے حکم ہوا ہے، کسی کو کچھ نہ بتاؤں۔ بہت جلد سب کچھ ظاہر ہو جائے گا۔''

قیس نے خاموشی اختیار کر لی لیکن بے چینی اس کے ساتھ ساتھ چلنے لگی تھی۔ ایک نادیدہ خوشی نے اسے مضطرب کیے ہوئے تھا۔ وہ جانتا تھا کہ اس کے بیٹے کے حق میں کیا رونما ہونے والا ہے۔ طالوت کا حال بھی کچھ اس سے جدا نہیں تھا۔ وہ تمام واقعات پر غور کر رہے تھے اور غیب سے ہونے والے فیصلوں کا جائزہ لے رہے تھے۔ گدھوں کا گم ہونا مشیت ایزدی تھا۔ اس بہانے سے مجھے حضرت شموئیلؑ تک پہنچایا گیا اور بادشاہت کی خوشخبری مل گئی۔ میرا حال تو حضرت موسیٰؑ کی طرح ہوا ہے کہ وہ بھی آگ لینے گئے تھے اور پیغمبری مل گئی تھی۔ اس خیال کے ساتھ ہی انہیں گھبراہٹ بھی ہو رہی تھی کہ بنی اسرائیل پر بادشاہت کرنا آسان نہ تھا۔ کیا میں اس ذمہ داری پر پورا اتر سکوں گا؟

انتظار اور بے چینی کے دن ختم ہوئے۔ حضرت شموئیلؑ کی طرف سے بن یامینی قبائل کے سرداروں کو حکم ملا کہ وہ مصفاہ پہنچ جائیں کیونکہ خداوند نے طالوت کے بارے میں جو فیصلہ کیا ہے اس کا اعلان اسی مقام پر کیا جائے گا۔

سرداروں نے طالوت کی وجہ سے اپنی یہ عزت دیکھی تو سب طالوت کے گرویدہ ہو گئے۔ سب لوگ ان کے گھر آ رہے تھے اور پوچھ رہے تھے کہ انہیں کیا مرتبہ ملنے والا ہے۔

قبائل کے سردار اپنے اپنے خاندانوں کے مردوں کے ساتھ مصفاہ پہنچ گئے۔ وہ سمجھ رہے تھے کہ صرف انہی کو بلایا گیا ہوگا لیکن یہاں تو خیموں کی بھیڑ لگی ہوئی تھی۔ بنی اسرائیل کے تمام طبقے حتیٰ کہ عورتیں اور بچے تک آئے ہوئے تھے۔ یہ رونق دیکھ کر بن یامینی سرداروں کو یقین آ گیا کہ طالوت کو یقیناً کوئی بہت بڑا رتبہ ملنے والا ہے۔ بنی اسرائیل کو کچھ معلوم نہیں تھا کہ کیا ہونے والا ہے۔

مصفاہ کی عبادت گاہ میں حضرت شموئیلؑ موجود تھے اور طالوت کی آمد کا انتظار فرما رہے تھے جیسے ہی طالوت مصفاہ پہنچے انہیں ہاتھوں ہاتھ عبادت گاہ میں پہنچا دیا گیا۔ بنی اسرائیل میں سے چند لوگوں نے انہیں پہچان لیا۔ یہ وہی لوگ تھے جو صوف کے علاقے میں قربانی کے وقت حضرت شموئیلؑ کے ساتھ تھے اور طالوت اپنے گدھوں کی تلاش میں وہاں پہنچے تھے۔

''ارے یہ تو وہی ہے جو اپنے گدھے کی تلاش میں ہمارے علاقے میں آیا تھا۔''

''ہاں، یہ تو وہی ہے۔''

''اسے اتنی عزت کیوں دی جا رہی ہے؟''

''اس دن بھی حضرت شموئیلؑ کی توجہ اسی کی طرف مرکوز تھی۔''

''آخر ماجرا کیا ہے۔ شموئیلؑ اس سے کیا کام لینا چاہتے ہیں۔''

''اگر اسے اتنی عزت دینی تھی تو ہمیں کیوں بلایا تھا؟''

''چپ رہو اور دیکھو کیا ہوتا ہے۔ کوئی ایسی ویسی بات ہوئی تو ہم ضرور احتجاج کریں گے۔''

حضرت شموئیلؑ کی آواز بلند ہوئی۔ وہ بنی اسرائیل کو مخاطب کر رہے تھے۔ ''کیا تمہیں یاد ہے کہ تمہاری ایک جماعت نے درخواست کی تھی کہ ہمارے لیے ایک بادشاہ مقرر کر دیجیے تا کہ ہم خدا کی راہ میں جہاد کریں؟''

''ہاں ہمیں یاد ہے۔ وہ جماعت ہم ہی ہیں۔'' کچھ لوگوں نے بہ آواز بلند کہا۔

Marfat.com

''اگر تم پر جہاد کا حکم جاری کیا گیا اور بادشاہ مقرر ہو گیا تو کہیں ایسا نہ ہو تم جہاد سے انکار کر دو۔''

''ہمارے انکار کا سرے سے جواز ہی نہیں۔ ظالموں نے تو ہمیں گھر بار اور بال بچوں سے الگ کر دیا ہے اور انہوں نے ہم پر مظالم کے پہاڑ ڈھا دیے ہیں۔ اس لیے اب ہم چاہتے ہیں کہ ہمارا ایک بادشاہ ہو اور اس کی سرپرستی میں ہم اپنے ملک کو آزاد کرائیں اور ظالموں سے انتقام لیں۔''

''اگر تمہیں بادشاہ درکار ہے تو اللہ نے تمہارے لیے طالوت کو مقرر کر دیا ہے۔''

یہ سننا تھا کہ ایک بھونچال سا آ گیا۔ بہت سے لوگ ایک ساتھ اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔ ان میں بنی لادی اور بنی یہودا کے لوگ سب سے آگے آگے تھے۔

''طالوت ہم پر کیسے حکمراں بن سکتا ہے۔ اس بادشاہی کے حق دار تو ہم ہیں۔ تمہیں ہم میں سے کسی کا نام پیش کرنا چاہیے تھا۔ اس کو تو مال و دولت کی وسعت بھی حاصل نہیں ہے۔''

حضرت شموئیلؑ نے نہایت برہمی سے کہا۔ ''میں پہلے ہی جانتا تھا کہ تمہاری پستی اور بزدلی تمہارے وقتی جوش اور ولولے کو کبھی پائیدار اور مستقل نہیں رہنے دے گی چنانچہ تم نے اب اس لیے حیلہ جوئی شروع کر دی ہے۔''

''اس میں حیلہ جوئی کی کیا بات ہے۔ طالوت نے خود کہا تھا کہ وہ ایک گھٹیا خاندان سے تعلق رکھتے ہیں۔''

''حکمراں کا جو معیار تم نے بنالیا ہے وہ غلط ہے۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے حکمرانی کی قابلیت اور استعداد میں تم پر اس کو برگزیدہ کیا ہے۔ اگر تمہیں شک ہے تو اپنے جوانوں کو یہاں لاؤ اور ان کی طوالت کو طالوت کے قد سے ناپو کوئی ہے جو طالوت سے اونچا ہو۔ جبرئیلؑ کی دی ہوئی جنت کی شاخ میرے پاس ہے۔ مجھ سے خداوند نے کہا تھا جو اس شاخ کے برابر ہوگا وہی تمہارا بادشاہ ہوگا۔ یہ شاخ طالوت کے قد پر پوری اترتی ہے۔ اس قامت کا کوئی جوان تمہارے پاس ہے تو لے آؤ۔ یاد رکھو، طالوت کا تقرر میرا نہیں۔ بن یامین کے اس نادار شخص کو اللہ نے تمہارا بادشاہ مقرر کیا ہے میں تو خداوند کا فیصلہ تم تک پہنچانے والا ہوں۔''

''شموئیلؑ تم یہی کہہ رہے ہو نا کہ طالوت کو اللہ نے ہم پر مقرر کیا ہے۔''

''ہاں، مجھے یہی بتایا گیا ہے۔''

''اگر طالوت کا تقرر منجانب اللہ ہے تو اس کے لیے خدا کی کوئی نشان دکھائیے۔''

بنی اسرائیل کی یہی عادت تھی کہ اپنے پیغمبروں سے طرح طرح کی فرمائشیں کر کے انہیں زچ کر دیا کرتے تھے۔ اس وقت بھی وہ یہی کر رہے تھے۔ حضرت شموئیلؑ اپنی جانب سے کوئی بات کہنا نہیں چاہتے تھے اس لیے انہوں نے ایک دن کی مہلت مانگ لی۔ یہ اجلاس کسی نتیجے پر پہنچے بغیر ختم ہو گیا۔

مورخین کہتے ہیں، بنی اسرائیل میں ایک عرصے سے نبوت کا سلسلہ سبط لادی میں اور حکومت و سرداری حضرت یعقوبؑ کے بیٹے یہودا کی اولاد میں تھی۔ اب جب کہ حضرت شموئیلؑ کے ارشاد کے مطابق یہ شرف بن یامین کی نسل میں منتقل ہونے لگا تو بنی اسرائیل کے سردار اسے برداشت نہ کر سکے اور اعتراض کرنے لگے۔ ان لوگوں نے جب بادشاہت مطالبہ کیا تھا تو یہ سمجھے ہوئے تھے کہ انہی میں سے کوئی شخص بادشاہ بنا دیا جائے گا لیکن یہاں تو معاملہ ہی الٹا ہوا جا رہا تھا اب یہ آخری شرط رکھ دی تھی کہ نہ کوئی نشانی دکھا سکیں گے نہ بادشاہت کے حق دار بن سکیں گے۔

حضرت شموئیلؑ نے ایک مرتبہ پھر خود کو عبادت گاہ میں بند کر لیا۔ ''اے اللہ! میں سخت مشکل میں ہوں۔ طالوت بادشاہت پر میری قوم مجھ سے نشانی طلب کر رہی ہے۔ اب میں انہیں کیا کہہ کر قائل کروں۔ کوئی نشانی مجھے بتا کہ میں انہیں بتاؤں۔''

حضرت شموئیلؑ کو بتایا گیا۔ ''اپنی قوم کو بتا دے جو متبرک صندوق (تابوت سکینہ) تمہارے ہاتھوں سے چھن گیا

Marfat.com

ہے اور جس میں توریت اور حضرت موسیٰؑ و ہارونؑ کے تبرکات محفوظ ہیں وہ طالوت کے بدولت تمہارے پاس واپس آ جائے گا اور حکمت الٰہی سے ایسا ہوگا کہ تمہاری دیکھتی آنکھوں فرشتے اسے اٹھالائیں گے اور وہ دوبارہ تمہارے قبضے میں آ جائے گا۔"

''اور ان کے نبی نے ان سے کہا۔'' طالوت کی اہلیت حکومت کی نشانی یہ ہے کہ جو (مقدس) تابوت تمہارے پاس واپس آ جائے گا اور فرشتے اس کو اٹھالائیں گے۔ اس تابوت میں تمہارے پروردگار کی جانب سے تمہارے لیے (فتح و نصرت) کی طمانت ہے اور موسیٰؑ و ہارونؑ کے گھرانوں کی (مقدس یادگاروں) کا بقیہ ہے۔ بے شبہ اس واقعے میں تمہارے خدا کا بہت بڑا نشان ہے۔ اگر تم یقین کرنے والے ہو۔'' (سورۃ بقرہ)

یہ قوم پھر بھی کہاں ماننے والی تھی۔ ان لوگوں نے بہ یک آواز کہا۔'' ہم کیسے مان لیں کہ یہ نشانی پوری ہو کر رہے گی۔ جب تابوت سکینہ پہنچ جائے گا جیسا کہ تم نے کہا ہے تو ہم بے شک طالوت کو بادشاہ مان لیں گے۔ ابھی اس قصے کو جانے دو۔''

☆......☆......☆

مشہور شہر دجلہ کے قریب بیت وجون نامی ایک مندر تھا۔ اس مندر کا نام اس دیوتا کے نام پر رکھا گیا تھا جس کا بت اس مندر میں رکھا ہوا تھا۔ فلسطینیوں نے تابوت سکینہ اسی مندر میں لا کر رکھ دیا تھا۔

ایک روز شہر کے لوگ عبادت کے لیے مندر پہنچے تو انہوں نے وجون بت کو اوندھے منہ گرا ہوا پایا۔ یہ ایسی بدشگونی تھی کہ سب کے ہوش اڑ گئے۔ سب نے مل کر بت کو سیدھا کیا اور عبادت میں مشغول ہو گئے۔ دن بھر پجاریوں کا تانتا بندھا رہا۔ رات کو جب مندر کے دروازے بند ہوئے تو اچھی طرح دیکھ لیا گیا۔ ان کا بت صحیح سالم حالت میں تھا لیکن صبح ہوئی اور پجاری مندر میں آئے تو بت اوندھے منہ گرا پڑا تھا۔ بڑے بڑے پجاری سر جوڑ کر بیٹھ گئے کہ یہ کون ہے جو بت کو اوندھے منہ گراتا ہے اور چلا جاتا ہے۔ پھر یہ طے ہوا کہ رات کے وقت مندر کے گرد پہرا دیا جائے۔ اس رات مندر کو خالی کرا لیا گیا۔ اچھی طرح دیکھ لیا گیا کہ کوئی اندر رہ تو نہیں گیا ہے۔ باہر ایسا انتظام کر دیا کہ کوئی اندر نہ جا سکے، بڑے دروازے پر تالا لگا دیا گیا۔ صبح ہوئی اور لوگ اندر پہنچے تو یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ بت کے ہاتھ پاؤں کٹ چکے ہیں اور صندوق کے نیچے گرا پڑا ہے۔ اپنے بت کی یہ تذلیل اب ان کے لیے ناقابل برداشت تھی۔ بڑے پجاری کو بلایا گیا اور اس سے دریافت کیا گیا کہ اب کیا ہونا چاہیے؟

''یہ جو کچھ ہو رہا ہے اس صندوق کی نحوست کی وجہ سے ہے جو تم بنی اسرائیل سے چھین کر لائے ہو۔ اسے فوراً یہاں سے ہٹا دو۔'' بڑے پجاری نے کہا۔ اس نے یہ تجویز بھی پیش کی کہ اسے بنی اسرائیل کو واپس کر دیا جائے۔

''یہ ہرگز نہیں ہو سکتا۔'' ایک پجاری نے کہا۔'' اس صندوق کی وجہ سے بہت نقصان پہنچا ہے۔ بنی اسرائیل کے لوگ اسی کو اپنے ساتھ میدان جنگ میں لایا کرتے تھے اور فتح حاصل کرتے تھے۔ اب یہ ہمارے قبضے میں ہے، ہم اس کی تذلیل کرتے رہیں گے۔ ہرگز واپس نہیں کریں گے۔''

''اگر تم اسے واپس نہیں کر سکتے تو بستی کے کنارے پر لے جا کر رکھ دو تاکہ ہم اس کی نحوست سے محفوظ رہیں اور یہ ہمارے قبضے میں بھی رہے۔''

یہ تجویز سب کو پسند آئی۔ تابوت سکینہ کو اٹھایا اور بستی کے ایک کونے میں لے جا کر رکھ دیا۔ اب چونکہ اسے کھلی جگہ پر رکھ دیا گیا تھا اسی لیے سب کی دسترس میں تھا۔ جو بھی اس طرف سے گزرتا، اس کی بے حرمتی کرتا ہوا گزرتا۔ شہر کے لوگ خوش تھے کہ انہیں اس کی بے حرمتی کرنے کا خوب موقع مل رہا ہے۔

ابھی وہ اس مشغلے سے دل بہلا رہے تھے کہ ایک اور مصیبت ان پر ٹوٹ پڑی اور وہ اس مشغلے کو بھول کر نئی آنے والی

Marfat.com

مصیبت کو ٹالنے میں لگ گئے۔ یہ نئی مصیبت چوہوں کی بہتات تھی۔ یہ معلوم ہوتا تھا جیسے ان چوہوں نے ان کے کھیتوں میں یلغار کردی ہو۔ کھڑی فصلیں برباد ہوگئیں اور پھر یہ چوہے ان کے گھروں میں داخل ہوگئے۔ یہ لوگ ان چوہوں کو مارتے مارتے تھک گئے تھے لیکن ان کی تعداد میں برابر اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔ ہر طرف مرے ہوئے چوہے اور ان سے اٹھنے والا تعفن تھا جو پورے شہر کو لپیٹ میں لیے ہوئے تھا۔ پھر وہی ہوا جو ان مرے ہوئے چوہوں کے نتیجے میں ہونا تھا۔ شہر میں طاعون کی وبا پھوٹ پڑی۔ ان کی گردنوں اور بغلوں میں گلٹیاں نمودار ہوتیں اور دیکھتے ہی دیکھتے موت واقع ہوجاتی۔ ایک ایک دن میں کئی کئی جنازے اٹھنے لگے۔ جب ہر طرف موت کا رقص ہونے لگا تو ان لوگوں کو تابوت سکینہ کا خیال آیا۔ یہ مشہور ہوگیا کہ یہ چوہے اور یہ انوکھی بیماری اس تابوت سکینہ کی وجہ سے ہے۔ اگر اسے شہر میں رہنے دیا تو پورا شہر موت کی چادر اوڑھ کر سو جائے گا چنانچہ تابوت سکینہ کو یہاں سے ہٹا کر ایک دوسرے قصبے میں پہنچا دیا گیا۔

اس قصبے میں کچھ دن تو امن رہا لیکن پھر ایک دن معلوم ہوا چوہوں نے یہاں بھی یلغار کردی ہے۔ قصبے کے لوگ بیت وجون کا حشر دیکھ چکے تھے۔ وہ موت کے قریب آنے سے پہلے قصبہ چھوڑ کر ادھر ادھر فرار ہوگئے۔ قصبہ شہر خموشاں نظر آنے لگا۔ ہر طرف چوہے تھے اور کچھ بچے کھچے لوگ جو یہ سوچ رہے تھے کہ اس تابوت سکینہ کو کہاں ٹھکانے لگائیں جس کی نحوست سے ہمارا یہ حشر ہوا ہے۔ ان لوگوں نے اپنی بلا ایک اور قصبے عقرون میں منتقل کردی۔ یہاں بھی یہی ہوا۔ چوہے نمودار ہونا شروع ہوئے اور پہلے فصلیں تباہ ہوئیں اور پھر طاعون کی بیماری نے قصبے کو گھیر لیا۔

اتنی آزمائشوں کے بعد اب یہ نادانی تھی کہ اس تابوت کو کسی اور قصبے میں منتقل کیا جاتا۔ ضروری تھا کہ اس سے نجات کا کوئی حل نکالا جاتا۔

عقرون کے لوگوں نے کاہنوں اور نجومیوں کو جمع کیا اور ان سے تمام واقعات بیان کر کے علاج کا مطالبہ کیا۔ ان حضرات نے بڑے غور و فکر کے بعد اس کا حل یہ نکالا کہ جس طرح ممکن ہو جلد اس تابوت کو یہاں سے نکال دو اور جس کی یہ امانت ہے (یعنی بنی اسرائیل کی) اس تک پہنچا دو۔ یہ لوگ ہرگز یہ گوارا نہیں کرسکتے تھے کہ چھینا ہوا یہ صندوق اپنے ہاتھوں سے واپس کریں لیکن اتنا نقصان اٹھانے کے بعد اسے اپنے پاس رکھ بھی نہیں سکتے تھے۔

''اسے ہم کس طرح بنی اسرائیل تک پہنچائیں؟'' لوگوں نے کاہنوں اور نجومیوں سے پوچھا۔

''اس کی صورت یہ ہے کہ سونے کے سات چوہے بنائے جائیں اور سات گلٹیاں اور ان کو ایک گاڑی میں تابوت کے ساتھ رکھ دیا جائے اور گاڑی میں دو ایسی گائیں جوڑی جائیں جو دودھ دے رہی ہوں اور ان کو بستی کے باہر لے جا کر بیت شمس کی سڑک پر چھوڑ دیا جائے۔

فلسطینیوں نے ایسا ہی کیا۔ خدا کی قدرت دیکھیے کہ وہ گائیں خود بخود ایسے رخ پر چل پڑیں جو بنی اسرائیلیوں کی بستی کی جانب جاتا تھا۔

ایک کھیت میں فصل کاٹی جاری تھی۔ یہاں کام کرنے والے اسرائیلیوں نے گایوں کے ڈکارنے کی آوازیں سنیں تو سر اٹھا کر دیکھا۔ انہیں ایک بیل گاڑی آتی نظر آئی لیکن عجیب بات یہ تھی کہ اسے بیل نہیں گائیں چلا رہی تھیں اور اس سے بھی عجیب بات یہ تھی کہ اسے چلانے والا کوئی نہیں تھا۔ گائیں خود بخود اسے لے کر آ رہی تھیں۔ وہ سب کے سب اس گاڑی کے قریب آنے کا انتظار کرنے لگے۔

وہ گاڑی چلتی ہوئی آئی۔ اور کھیت کے قریب آ کر کھڑی ہوگئی۔ اس پر ایک صندوق رکھا ہوا تھا۔ اسرائیلیوں نے غور سے دیکھا تو یہ تابوت سکینہ تھا۔ وہ خوشی سے چیخنے چلانے لگے۔ ان کی نعمت گھر بیٹھے انہیں مل گئی تھی۔ وہ بھاگتے ہوئے بیت یعریم نامی بستی میں پہنچے اور لوگوں کو بتایا کہ تابوت سکینہ کو فرشتوں نے یہاں تک پہنچا دیا ہے۔ شموئیل کا کہنا سچ ثابت ہوا۔ خدا کی نشانی ظاہر ہوگئی۔

Marfat.com

بیت یعریم کے ایک ٹیلے پر طالوت کا بیٹا ایند اب رہتا تھا۔ اسے بھی خبر کر دی گئی۔ وہ ابھی کھیتوں کی طرف جانے کے لیے نکلا ہی تھا کہ بنی اسرائیل تابوت کو لے کر اینداب کے گھر پہنچ گئے۔ توریت میں یہ واقعہ اس طرح بیان ہوا ہے۔

''سوان گایوں نے بیت شمس کی سڑک کی سیدھی راہ لی اور اس شاہراہ پر چلیں اور چلتے ہوئے ڈکارتی تھیں اور داہنے یا بائیں ہاتھ نہ مڑیں اور خلستی قطب ان کے پیچھے بیت شمس کے سوانے تک گئے اور بیت شمس کے لوگ وادی میں گیہوں کی فصل کاٹ رہے تھے۔ انہوں نے جو آنکھیں اوپر کیں تو صندوق دیکھا۔''

اس نشانی کے ظاہر ہونے کے بعد بنی اسرائیل کو انکار کرنے کے لیے کوئی چارکار باقی نہیں رہا اور حضرت شموئیلؑ کے الہامی فیصلے پر طالوت کو بنی اسرائیل کا بادشاہ بنا دیا گیا۔

حضرت شموئیل نے جلجال نامی بستی میں پہنچ کر قربانیاں دیں اور طالوت کی بادشاہت کا باقاعدہ اعلان کیا۔ یہیں بادشاہت کے اصول اور قوانین مرتب ہوئے اور قوم کی کامیابی کے لیے دعائیں کی گئیں۔

اس موقع پر حضرت شموئیلؑ نے خطاب کیا۔

''میں لڑکپن سے آج تک تمہارے ساتھ چلتا رہا ہوں۔ اب تم یہ بتاؤ کہ میں نے کسی کا بیل لیا یا کسی کا گدھا لیا۔ میں نے کسی کا حق مارا، کسی پر ظلم کیا یا کسی کے ہاتھ سے رشوت لی؟''

تمام موجود اسرائیلیوں نے بہ یک زبان اعلان کیا۔ ''تو نے نہ ہمارا حق مارا نہ ہم پر ظلم کیا۔''

اس کے بعد حضرت شموئیلؑ نے طالوت کو گواہ بنایا۔ ''اے طالوت، تو گواہ رہنا کہ میرے ذمے کسی کا کچھ نہیں نکلا'' پھر وہ اپنی قوم سے مخاطب ہوئے۔ ''میں نے نہ چاہتے ہوئے بھی تمہارا مطالبہ پورا کیا اور تمہارے لیے بادشاہ کا تقرر کیا۔ اب تمہارا فرض ہے کہ اپنے بادشاہ کے ساتھ چلو، خداوند کے پیرو بنے رہو اور بتوں کی پرستش مت کرو۔''

اس تقریر کا انداز کچھ ایسا تھا کہ لوگوں کو یہ شبہ ہونے لگا کہ حضرت شموئیلؑ اب زیادہ دن ان کے درمیان نہیں رہیں گے، ان کا کام پورا ہو چکا ہے اور وفات کے دن قریب آ گئے ہیں۔

اس تقریب اور اس تقریر کے بعد آپؑ اپنے علاقے میں واپس چلے گئے۔ اب جو کرنا تھا وہ طالوت کو کرنا تھا۔ اب طالوت نے بنی اسرائیل کو منادی کی کہ وہ دشمنوں (فلسطینیوں) کے مقابلے کے لیے نکلیں۔ طالوت نے اپنے لیے تین ہزار جوان چن لیے۔ یہ بیت ایل کے پہاڑ پر ان کے ساتھ رہنے لگے۔ ایک ہزار بن یامین قبیلے سے جوان لیے گئے۔ انہیں جیعہ میں طالوت کے بیٹے جوناتھن کے پاس چھوڑ دیا گیا۔

پہلے چھوٹی جھڑپیں ہوتیں رہیں اس کے بعد طالوت اپنا لشکر لے کر چلے۔ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے طالوت کے دل میں ڈالا کہ وہ حملہ کرنے سے پہلے اپنے لشکر کو آزمالیں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ ایک جماعت کی بزدلی پورے لشکر کے قدم اکھاڑ دے چنانچہ جب یہ گروہ ایک ندی کے کنارے پہنچا تو طالوت نے اعلان کیا۔

''اللہ تعالیٰ اس نہر کے ذریعے تمہاری آزمائش کرنا چاہتا ہے وہ یہ کہ کوئی شخص اس نہر کا پانی نہ پیے البتہ سخت پیاس کی حالت میں گھونٹ بھر پانی پی کر حلق تر کر لینے کی اجازت ہے۔''

جب طالوت لشکریوں کو لے کر روانہ ہوئے تو انہوں نے کہا۔ ''بلاشبہ اللہ تعالیٰ تم کو نہر کے پانی سے آزمائے گا جو شخص اس سے سیراب ہو کر پیے گا وہ میری جماعت میں نہ رہے گا اور جو ایک چلو پانی کے سوا اس سے سیراب ہو کر نہ پیے گا وہ میری جماعت میں رہے گا۔''

اسرائیلی پہلے ہی خوف زدہ تھے انہوں نے سوچا اس حکم کی خلاف ورزی کرنی چاہیے تا کہ طالوت انہیں اپنی جماعت سے نکال دیں اور وہ لڑائی سے بچ جائیں۔ ایک بڑی تعداد نے خوب سیر ہو کر پانی پیا۔ جو پانی پینے سے رہ گئے ان کی تعداد بہت تھوڑی تھی۔

Marfat.com

براء بن عازبؓ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے اور گفتگو کر رہے تھے کہ بدری صحابہ کی تعداد اصحاب طالوت کے بقدر ہے جنہوں نے نہر پار کی اور آپ کے ساتھ صرف تین سو دس سے کچھ زائد تھے۔

''پھر جب طالوت اور اس کے ساتھ وہ لوگ جو ایمان رکھتے تھے ندی کے پار اترے تو ان لوگوں نے (جنہوں نے طالوت کے حکم کی نافرمانی کی تھی) کہا ہم میں یہ طاقت نہیں کہ آج جالوت سے اور اس کی فوج سے مقابلہ کر سکیں لیکن وہ لوگ جو سمجھتے تھے انہیں ایک دن اللہ کے حضور حاضر ہونا ہے پکار اٹھے کتنی ہی چھوٹی جماعتیں ہیں جو بڑی جماعتوں پر حکم الٰہی سے غالب آ گئیں اور اللہ صبر کرنے والوں کا ساتھی ہے۔''

بنی اسرائیلیوں نے پہاڑ پر کھڑے ہو کر دشمن کی فوج پر ایک نظر ڈالی تو دشمن کی فوج ان کے ہوش اڑانے کے لیے کافی تھی۔ ان کے سوار اور پیدل دستے ہتھیاروں کی بھیڑ میں چھپے کھڑے تھے۔

مجاہدین کا لشکر اب آگے بڑھا اور دشمن کی فوج کے مقابل صف آرا ہو گیا۔ مخالف لشکر ان کی تعداد دیکھ کر ہنس رہا تھا۔ مجاہدین نے اللہ تعالیٰ کی درگاہ میں دعا کی۔ ہمارے رب ہم پر صبر انڈیل دے اور ہمارے قدموں کو ثابت کر دے اور کافر قوم پر ہماری مدد کر۔

بعض اسرائیلی روایات میں یہ بھی ہے کہ جالوت کی زبردست طاقت اور بنی اسرائیل کے اس کے مقابل ہونے میں جھجک دیکھ کر طالوت نے یہ اعلان کر دیا کہ جو شخص جالوت کو قتل کرے گا میں اس سے اپنی بیٹی کی شادی کروں گا اور اس کو حکومت میں بھی حصہ دار بناؤں گا۔

اس گھبراہٹ اور پریشانی کے عالم میں حضرت شموئیلؑ نے ایک مرتبہ پھر طالوت کی مدد کی۔ انہوں نے طالوت کے پاس ایک سینگ بھیجا جس میں تیل اور لوہے کا تنور تھا اور پیغام دیا کہ یہ سینگ جس شخص کے سر پر پورا آئے گا وہی جالوت کو قتل کرے گا اور یہ تیل اس کے سر پر لگایا جائے گا لیکن اس کا کوئی قطرہ بھی نیچے نہ گرے۔

طالوت نے اس سینگ کو اپنے لشکر کے ہر آدمی پر آزمایا لیکن کسی کے سر کو اس کے مطابق نہ پایا تو آپ پریشان ہو گئے۔ بنی اسرائیل پر جالوت کی ہیبت چھائی ہوئی تھی۔ فلسطیوں کے لشکر میں اس نام کا ایک پہلوان تھا۔ چھ ہاتھ کا قد، بھاری بھرکم، سر سے پاؤں تک لوہے میں ڈوبا ہوا۔ جب تک اسے قتل نہ کیا جاتا، فلسطیوں کو شکست دینا ناممکن تھا اور یہاں یہ سینگ کسی کے سر پر فٹ نہیں آ رہا تھا جیسا کہ حضرت شموئیلؑ نے پیغام دیا تھا۔ اس کا مطلب تھا جالوت قتل نہیں کیا جا سکے گا۔

طالوت نے ایک مرتبہ پھر اعلان کیا کہ لشکر میں کوئی ایسا آدمی تو نہیں رہ گیا جو میرے سامنے اب تک پیش نہیں ہوا۔ اس اعلان کے بعد ایشی نام کا ایک آدمی پیش ہوا۔ اس نے اور اس کے بیٹوں نے بھی نہر پار کی تھی۔

''میرے تیرہ بیٹے ہیں۔ میں نے بارہ بیٹے پیش کر دیے ایک رہ گیا ہے جس کا نام داؤد ہے۔''

''اسے اب تک کیوں نہیں لائے؟''

''میرے تمام بیٹوں میں وہ پستہ قد اور کمزور ہے۔ اس لیے میں اسے ذرا پیچھے ہی رکھتا ہوں۔''

''اس وقت میں ایک ایک کو آزما رہا ہوں۔ اسے بھی لے کر آؤ۔''

حضرت داؤدؑ غلیل کے ساتھ بہت تیز پتھر پھینکتے تھے۔ اس وقت بھی وہ اسی شغل میں تھے کہ باپ کا پیغام ملا، باپ نے شرم کی وجہ سے انہیں لشکر سے ذرا دور ہی رکھا تھا۔ وہ باپ کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے اپنی جگہ سے چلے تاکہ طالوت کے سامنے پیش ہوں اور غیبی سینگ کے ساتھ ان کی آزمائش ہو سکے۔ ان کی غلیل بھی ان کے ساتھ تھی کہ یہ ہر وقت ساتھ ہی رہتی تھی۔ راستے میں ایک پتھر نے ان کو آواز دی۔ ''مجھے لے لے کیونکہ تو میرے ساتھ جالوت کو قتل کر سکتا ہے۔''

Marfat.com

حضرت داؤدؑ نے یہ آواز سنی اور پتھر اٹھا کر اپنے تھیلے میں ڈال دیا۔ آگے چلے تو ایک اور پتھر نے یہی آواز دی۔ ''مجھے لے لے کیونکہ میں تیرے ساتھ جالوت کو قتل کر سکتا ہوں۔'' انہوں نے وہ پتھر بھی تھیلے میں ڈال لیا۔ کچھ دور جا کر پھر یہی ماجرا پیش آیا۔ آپ نے اس تیسرے پتھر کو بھی اٹھا کر اپنے تھیلے میں ڈال لیا۔

وہ طالوت کے سامنے پیش ہوئے اور طالوت نے سینگ ان کے سر پر رکھا تو وہ پورا اترا سر پر تیل لگایا تو ایک قطرہ بھی نیچے نہیں گرا۔ آپ کچھ کمزور سے تھے جس کی وجہ سے تنور دوسروں کو پورا نہ آ سکا اور آپ کے سر پر خوب کس کر پورا آ گیا۔ اب طالوت خوش تھے کہ بشارت صحیح نکلی۔ جالوت کے قتل کا سامان ہو گیا۔

اب طالوت کو جنگ شروع کرنے میں کوئی امر مانع نہیں تھا۔ انہوں نے اپنے لشکر کو حکم دیا کہ وہ ٹکڑیوں میں بٹ کر مختلف سمتوں سے اچانک دشمن کے سامنے پہنچیں اور صف باندھ لیں۔ ان کا لشکر پہاڑ سے اترا اور مختلف گھاٹیوں سے اچانک نمودار ہو کر مخالف فوجوں سے کچھ فاصلے پر صف آرا ہو گیا۔ فلسطیوں نے اب دیکھا کہ بنی اسرائیل کتنی کم تعداد میں ہیں۔ ان کے حوصلے اتنے بڑھ گئے کہ جالوت اکیلا صفوں سے باہر نکلا اور بنی اسرائیل کو للکارنے لگا۔

''اے بنی اسرائیل! اے طالوت کے غلامو! اے شموئیلؑ کے ماننے والو! دیکھو میں تنہا باہر آیا ہوں تم میں سے اگر کوئی پہلوان ہے۔ اگر کسی کو اپنی بہادری پر ناز ہے تو میرے سامنے آئے اور مجھ سے لڑے۔ اسی طرح ایک ایک کر کے بھیجتے رہنا۔ میں ایک ایک کر کے قتل کرتا رہوں گا اور تمہارا لشکر صاف ہو جائے گا۔''

اس کے اس خطاب کے بعد میدان میں سناٹا پھیل گیا۔ طالوت کے لشکریوں نے جالوت کو پہلی مرتبہ دیکھا تھا۔ اس کے قد و قامت کو دیکھ کر بنی اسرائیل کے دل دہل گئے۔ ان میں سے ہر ایک دو قدم پیچھے ہٹ گیا کہیں اسے جالوت کا مقابلہ کرنے کے لیے نہ بھیج دیا جائے۔ جب کوئی باہر نہ نکلا تو جالوت کی آواز پھر گونجی۔

''تم میں سے کوئی مرد ہے تو سامنے آئے اور مجھ سے مقابلہ کرے۔ میں دعوت دیتا ہوں۔ کوئی مجھ سے لڑے اور مجھے قتل کر ڈالے۔ میرے قتل کے بعد تمہاری فتح خود بخود ہو جائے گی۔'' پھر طالوت سے مخاطب ہوا۔ ''کیا فوجوں کو آپس میں لڑانے اور تمام اسرائیلیوں کو قتل کرانے سے بہتر یہ نہ ہو گا کہ ہم آپس میں ایک معاہدہ کر لیں۔ تم اپنا کوئی آزمودہ جوان بھیجو۔ اگر اس نے مجھے قتل کر ڈالا تو میرے قتل کے بعد میری قوم تمہاری غلام ہو جائے گی اور اگر میں تمہارا آدمی قتل کر ڈالوں تو تم ہماری غلامی میں آ جاؤ گے۔''

حضرت داؤدؑ جو کسی حکم کے منتظر تھے اس للکار پر چپ نہ رہ سکے۔ انہوں نے طالوت کی جانب اجازت طلب نگاہوں سے دیکھا اور اجازت ملتے ہی صف سے باہر نکلنے کے لیے قدم اٹھا دیے۔ بنی اسرائیل نے انہیں پکڑ کر اندر کی طرف کھینچا۔

''کیوں اپنی موت کو دعوت دیتے ہو۔ جالوت کو دیکھ نہیں رہے ہو۔ سر سے پاؤں تک لوہے کا لباس پہنے ہوئے ہے اور تمہارے پاس ایک لاٹھی اور غلیل کے سوا کچھ نہیں ہے۔ وہ مشہور پہلوان ہے اور تمہیں جنگ کا کوئی تجربہ نہیں۔ بکریاں چراتے چراتے میدان میں آ گئے ہو۔''

''جب تم میں سے کوئی نہیں جاتا تو مجھ ہی کو جانا پڑے گا۔ اس نے تمام بنی اسرائیل کو للکارا ہے۔ تابوت سکینہ ہمارے پاس پہنچ چکا ہے۔ اس کی برکت سے میں ضرور کامیاب ہو جاؤں گا۔''

''پھر بھی یہ کہاں کی دانش مندی ہے۔''

''اللہ ہماری مدد کے لیے کافی ہے۔'' حضرت داؤدؑ نے کہا اور جالوت کے مقابل پہنچ گئے۔ یہ معلوم ہوتا تھا جیسے پہاڑ کے نیچے اونٹ کھڑا ہے۔

جالوت کی نظر جیسے ہی آپؑ پر پڑی وہ ہنسنے لگا۔ اس کے قہقہوں سے میدان گونج گیا۔ ''تو نے کیا طالوت کی نافرمانی

Marfat.com

کی ہے جو اس نے سزا کے طور پر تجھے میرے پاس بھیجا ہے۔''

''مجھے تیری للکار سامنے لائی ہے۔''

''ایک لاٹھی کے ساتھ؟'' جالوت نے کہا جس کے ایک ہاتھ میں تلوار اور دوسرے ہاتھ میں بھالا تھا۔

''میری یہ لاٹھی ہی تیرے لیے بہت ہے کیونکہ اب تابوت سکینہ ہمارے پاس ہے۔''

''واپس لوٹ جا کیونکہ مجھے تجھ پر رحم آ رہا ہے اور میں تجھے قتل کرنا نہیں چاہتا۔''

''تو مجھے قتل کرنا نہیں چاہتا لیکن میں تجھے قتل کرنا چاہتا ہوں۔'' یہ کہہ کر آپ دو قدم پیچھے ہٹے اور ایک پتھر نکال کر غلیل میں رکھا اور کہا۔ ''یہ ابراہیمؑ کے باپ کے نام پر۔''

جب بھی پتھر پھینکتے اس پر نام لیتے چنانچہ دوسرے پر کہا۔ یہ اسحٰقؑ کے باپ کے نام پر۔ تیسرے پر کہا، یہ اسرائیل کے نام پر۔ پھر ایک پتھر پھینکا، پھر غلیل سے نشانہ لیا اور پتھر پھینکا جو اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان لگا جس سے اس کا سر پھٹ گیا۔ پھر آپ نے اسی کی تلوار سے اسے قتل کر دیا۔

یہ سب کچھ اتنی جلدی ہو گیا کہ طالوت کی موت کا کسی کو یقین ہی نہ آتا تھا لیکن جب حضرت داؤدؑ شاد کام و بامراد واپس آئے اور طالوت کی خدمت میں جالوت کی تلوار اور نیزہ پیش کیا جسے وہ چھین لائے تھے تو ہر طرف شادیانے بجنے لگے۔ ادھر فلسطیوں میں بھگدڑ مچ گئی۔ جالوت کے مرتے ہی انہیں شکست ہوگئی اور انہوں نے فرار ہونا شروع کر دیا۔ اسرائیلیوں نے ان کا دور تک پیچھا کیا۔

جالوت کا یہ قتل بنی اسرائیل کے عروج کی پہلی سیڑھی تھی۔ اس کے بعد نبوت اور بادشاہت یکجا ہوگئی۔ حضرت داؤدؑ ان کے نبی بھی ہوئے اور بادشاہ بھی۔ یہ پہلا موقع تھا جب یہ دونوں ایک جگہ جمع ہوئے تھے۔ یہ ایک الگ داستان ہے جو ہمارے موضوع سے باہر ہے۔

حضرت شموئیلؑ کی ذمے داری یہی تھی کہ وہ اپنی قوم کا کھویا ہوا وقار اسے دوبارہ دلائیں۔ یہ کام انہوں نے کر دیا تھا۔ انہیں یہ بھی نظر آ رہا تھا کہ حضرت داؤدؑ کی شکل میں ایک نبی دنیا میں آ چکا ہے جو آئندہ اعلان کرے گا۔ ان کا کام ختم ہو چکا ہے چنانچہ اسی دوران آپؑ کا انتقال ہو گیا اور اپنے وطن ''رامہ'' میں دفن ہوئے۔

Marfat.com

حضرت داؤد علیہ السلام

گرمیوں کے دن تھے۔ دن بھر ایسی چمکیلی دھوپ نکلی رہی تھی کہ آنکھیں بند ہو رہی تھیں۔ ہوا کے گرم جھکڑ اس طرح چل رہے تھے جیسے دوزخ کا دروازہ کھل گیا ہو۔ بیت لحم کے رہنے والوں نے ایسی گرمی اس سے پہلے نہیں دیکھی تھی لیکن یہ بھی عجیب ماجرا ہوا کہ جیسے ہی دوپہر ڈھلی اور شام کی آمد آمد ہوئی، ہوا میں ایسی خنکی آ گئی جیسے سردیوں کا موسم آ گیا ہو۔ دھوپ ابھی پوری طرح ڈھلی نہیں تھی لیکن حدت غائب ہو گئی تھی۔ ہوا اتنی نرمی سے چل رہی تھی جیسے صحرا باغ بن گیا ہو۔

حضرت ایشا (ایشی) نے بڑھاپے کی وجہ سے گھر سے نکلنا بالکل ہی ترک کر دیا تھا لیکن اس وقت موسم نے ایسا پلٹا کھایا تھا کہ گھر میں دل گھبرانے لگا۔ ایسی ترنگ آئی کہ باہر نکل آئے۔ اردگرد کے گھروں سے دوسرے لوگ بھی موسم سے لطف اندوز ہونے باہر آ گئے تھے۔ کچھ لوگ انہیں دیکھ کر ان کے پاس چلے آئے۔ اس وقت موسم کی تبدیلی کے سوا کسی کے پاس کوئی موضوع ہی نہیں تھا۔ سبب کسی کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا، تعجب سب کر رہے تھے۔

''ایشا، تم نے تو بیت لحم میں طویل عرصہ گزارا ہے، یاد ہے کبھی ایسا ہوا ہو؟''

''ایسا کیسے ہو سکتا ہے۔ موسم تو اپنے وقت پر بدلتے ہیں۔ ہاں ایک مرتبہ یاد ہے۔ وہ بھی میں نے دیکھا نہیں صرف سنا تھا۔ شموئیل نبی پہلی مرتبہ یروشلم میں داخل ہوئے تھے تو ان کے استقبال کے لیے گرمیوں میں سرد ہوائیں چلی تھیں۔''

''اب تو سنا ہے وہ بہت بوڑھے ہو گئے ہیں۔ اپنے شہر ''رامہ'' سے کم ہی نکلتے ہیں۔''

''ہاں سنا تو یہی ہے۔ کیا خبر اسرائیلیوں میں کوئی اور نبی پیدا ہوا ہو۔ یہ ہوائیں اس کا استقبال کر رہی ہوں۔ یا خدا بہتر جانتا ہے کوئی اور بات ہو۔''

چند لوگ اور جمع ہو گئے تھے۔ ان کے سوالات سے حضرت ایشا کا دم الجھنے لگا تھا۔ مسلسل گوشہ نشینی نے انہیں مردم بےزار بنا دیا تھا۔ اس وقت بھی وہ چاہتے تھے تنہا ہو جائیں۔ پہلے انہوں نے سوچا گھر چلے جائیں لیکن موسم انہیں اپنی طرف کھینچ رہا تھا یا کوئی اور بات ظہور میں آنے والی تھی۔ وہ ان لوگوں سے پیچھا چھڑا کر کھیتوں کی طرف چلے گئے۔ کھیتوں سے ذرا ہٹ کر زیتون اور انجیر کے درخت ہاتھ پھیلائے کھڑے تھے۔ وہ کھیتوں کے اندر سے ہوتے ہوئے ان درختوں کی طرف چلنے لگے۔ درختوں کے قریب پہنچ کر انہوں نے کھیتوں کی طرف مڑ کر دیکھا۔ انہوں نے دیکھا، بستی کی طرف سے کوئی گدھے پر سوار چلا آ رہا ہے۔ آج دن میں گرمی اتنی تھی کہ کوئی بھی کھیتوں میں کام کرنے نہیں آیا تھا۔ انہیں تعجب ہوا کہ یہ کون ہے جو اس طرف چلا آ رہا ہے۔ پھر وہ یہ سوچ کر مطمئن بھی ہو گئے کہ ان کی طرح کوئی اور بھی سیر کے لیے نکلا ہوگا۔ وہ پھر چلنے لگے۔ غیر شعوری طور پر انہوں نے پھر مڑ کر دیکھا۔ اس مرتبہ انہوں نے اس گدھے سوار کو پہچاننے میں دیر نہیں لگائی۔ یہ ان کا بڑا بیٹا الباب تھا جو ہاتھ کے اشارے سے انہیں بلا رہا تھا۔ وہ رک گئے اور اس کے قریب آنے کا انتظار کرنے لگے۔ وہ قریب آیا تو بہت گھبرایا ہوا تھا۔

''ابا جان، آپ نے کچھ سنا۔ برکتوں کا نزول ہوا ہے۔ شموئیل نبی بیت لحم آئے ہیں اور ہمارے گھر اترے ہیں۔''

''کیا کہا تم نے۔۔۔ ہمارے گھر اترے ہیں؟''

''ہاں، اور مجھے بھیجا بھی انہوں نے ہے کہ میں آپ کو بلا کر لاؤں۔ پوری بستی میں کھلبلی مچی ہوئی ہے۔ ہر شخص کو

Marfat.com

تعجب ہو رہا ہے کہ وہ کیوں آئے ہیں اور ہمارے گھر کیوں اترے ہیں۔''

''الباب، بات تو فکر کی ہے، وہ رامہ سے یہاں تک سفر کر کے آئے ہیں۔ ضرور کوئی خاص بات ہوگی۔'' پھر وہ کچھ سوچنے لگے۔ ''الباب، وہ قاضی بھی تو ہیں کوئی مقدمہ پیش ہوا ہوگا۔ اس کی تحقیق کے لیے آئے ہوں گے۔ بستی میں بہت سے لوگ لین دین میں گھپلے کرتے رہتے ہیں۔ ان کی شکایت پہنچی ہوگی۔ بہر حال چل کر دیکھتے ہیں۔''

وہ بیٹے کے ساتھ گدھے پر سوار ہوگئے۔ گھر کے قریب پہنچے تو بزرگوں کو جمع دیکھا لیکن اس حال میں کہ سب کے سب تھر تھر کانپ رہے تھے۔ شموئیل نبی کا آنا کوئی عام بات نہیں تھی۔ سب ڈر رہے تھے کہ ان کے گناہوں پر سزا ملنے کا وقت آ گیا ہے۔ شموئیل نبی اسی لیے یہاں آئے ہیں۔ حضرت ایشا کو دیکھا تو سب کی ہمت بندھی۔ چند بزرگ حضرت ایشا کے ساتھ شموئیل نبی کے پاس پہنچے۔

''حضرت، ہم بہت گناہ گار لوگ ہیں۔ اگر خداوند ہم سے ناراض ہے اور ہمیں سزا دینے کا ارادہ کر چکا ہے تو ہم آپ سے پناہ کے طالب ہیں۔ آپ خدا سے ہماری سفارش کریں۔''

''مجھے کسی سے کوئی غرض نہیں۔ میں تو یہاں خداوند کے لیے قربانی چڑھانے آیا ہوں۔ دیکھتے نہیں کہ میرے ساتھ ایک بچھیا بھی ہے۔ میں کھلی جگہ اس کی قربانی کروں گا۔ تم لوگوں پر خدا کی خاص برکت ہے کہ تم سب اس قربانی کی دعوت میں شریک ہوگے۔ اب اپنے اپنے گھروں کو جاؤ اور پاک صاف ہو کر دعوت میں شریک ہو جانا۔ اب مجھے اکیلا چھوڑ دو۔''

لوگ خوشی خوشی اپنے اپنے گھروں کو روانہ ہو گئے۔ شموئیل نبی نے حضرت ایشا سے کہا کہ وہ دروازہ اندر سے بند کر لیں۔ انہوں نے تعمیل کی۔ کمرے میں ان دونوں کے سوا اب کوئی نہیں رہ گیا تھا۔

''ایشا، میری بات غور سے سننا۔''

''آپ سے خدا باتیں کرتا ہے، میں آپ کی باتیں کیوں نہ سنوں۔''

''میں یہاں خود نہیں آیا ہوں۔ میں خدا کے حکم پر آیا ہوں۔ اس نے مجھ سے کہا کہ میں تجھے بیت اللحمی ایشا کے پاس بھیجتا ہوں۔''

''میرے لیے شکر کا مقام ہے۔''

''یہ نہیں پوچھو گے کہ کیوں بھیجا ہے؟''

''میری کیا مجال کہ میں خدا سے سوال جواب کروں۔''

''اسرائیل کے بادشاہ طالوت کی بادشاہت چاک کر دی گئی ہے۔ خدا مجھ سے یوں ہم کلام ہوا کہ اس نے تیرے بیٹوں میں سے ایک کو بادشاہت کے لیے چنا ہے۔ اب تو اپنے بیٹوں کو میرے سامنے لے آ تاکہ میں اس ہونے والے بادشاہ کا مسح کروں لیکن خبردار، جب تک طالوت تخت پر ہے کسی کے سامنے اس کا چرچا مت کرنا۔ بس یہی کہنا کہ شموئیل نبی یہاں قربانی کرنے آئے تھے۔''

''اے پاک نبی، میرے تو کئی لڑکے ہیں۔ بادشاہت کس کے حصے میں آئے گی؟''

''خداوند مجھے خود آگاہ کر دے گا۔ بس تو اپنے لڑکوں کو ایک ایک کے میرے سامنے لا۔''

سب سے پہلے الباب سامنے آیا۔ حضرت شموئیلؑ نے اسے دیکھ کر سوچا، خدا کا ممسوح اس کے سامنے ہے لیکن خدا کی رضا لینی ضروری ہے۔

خدا ہم کلام ہوا۔ ''تو اس کے چہرے اور اس کے قد کی بلندی کو مت دیکھ۔ اس لیے کہ میں نے اسے ناپسند کیا ہے۔ کیونکہ خدا انسان کے مانند نظر نہیں کرتا۔ اس لیے کہ انسان ظاہری صورت کو دیکھتا ہے اور خداوند دل پر نظر رکھتا ہے۔''

حضرت ایشا نے دوسرے بیٹے ابید اب کو بلایا اور اسے حضرت شموئیل کے سامنے سے نکالا۔ خداوند نے اسے بھی نہیں

Marfat.com

چنا۔ پھر سمہ سامنے آیا۔ خدا نے اس کو بھی رد کر دیا۔ ایک ایک کر کے تمام بیٹے سامنے آ گئے۔

حضرت شموئیل سخت ہراساں تھے۔ خدا کی جانب سے آنے والی وحی غلط نہیں ہو سکتی تھی لیکن وہ یہ بھی دیکھ رہے تھے کہ سب کو رد کر دیا گیا ہے۔

''کیا تیرے سب لڑکے یہی ہیں؟'' حضرت شموئیل نے پوچھا۔

سب سے چھوٹا ابھی باہر ہے۔ وہ بھیڑ بکریاں چرانے جاتا ہے اور اکثر اندھیرا ہونے پر ہی لوٹتا ہے۔''

''تو نے یہ بات کیوں چھپائی؟''

''وہ ابھی چھوٹا ہے بزرگی کی باتوں سے اسے کیا سروکار۔''

''جو خدا دیکھتا ہے ہماری نظروں سے اکثر اوجھل رہتا ہے۔ اسے جلد بلا بھیج۔ جب تک وہ نہیں آ جاتا ہم میں سے کوئی کھانے پر نہیں بیٹھے گا۔''

انہیں لگا کہ حضرت شموئیل اس بات پر خفا ہیں کہ انہوں نے ایک بیٹا کیوں چھپایا۔ انہوں نے اپنے نواسے یوآب کو حضرت داؤد علیہ السلام کو بلانے کے لیے دوڑایا۔ یوآب ابھی چھوٹا تھا اور نہیں جانتا تھا کہ اندر کیا باتیں ہو رہی ہیں۔ وہ تو بس یہ جانتا تھا کہ اسے اپنے ماموں کو بلا کر لانا ہے۔ وہ اس طرف بھاگے جا رہا تھا جس راستے پر اسے امید تھی کہ حضرت داؤد علیہ السلام واپس آ رہے ہوں گے۔

ابھی حضرت داؤدؑ اسے نظر نہیں آئے تھے کہ ان کے بربط سے پھوٹنے والے نغمے اسے سنائی دیے۔

خداوند میرا چوپان ہے مجھے کمی نہ ہوگی

وہ مجھے ہری ہری چراگاہ میں ٹھہراتا ہے

وہ مجھے راحت کے چشموں کے پاس بٹھاتا ہے

وہ میری جان کو بحال کرتا ہے۔

یوآب جہاں تھا وہیں رک گیا۔ اس نغمے کا مطلب ہی یہ تھا کہ حضرت داؤدؑ گھر کی طرف واپس آ رہے ہیں وہ جب بھی گھر کی طرف لوٹتے تھے یہی نغمہ گاتے تھے ان کا بربط اس آواز کا ساتھ دیتا تھا۔ کچھ دیر نہیں گزری تھی کہ ہلکے ہلکے اندھیرے میں اسے بھیڑوں کا ریوڑ نظر آ گیا۔ پھر حضرت داؤد علیہ السلام بھی نظر آ گئے جو بربط بجاتے ہوئے ریوڑ کے پیچھے پیچھے چل رہے تھے۔ ان کی غلیل ان کے گلے میں لٹکی ہوئی تھی، کاندھے پر تھیلا تھا جس میں یقیناً وہ پتھر تھے جو وہ غلیل میں رکھ کر چلاتے تھے۔

یوآب دوڑتا ہوا گیا اور ان کے پاس جا کھڑا ہو گیا۔ ''ماموں کیا یہ خبر تمہیں حیران نہیں کرے گی کہ شموئیل نبی بیت لحم میں آئے ہوئے ہیں؟''

''وہ خدا کے نبی ہیں جہاں چاہیں جائیں۔ یہ خبر تم مجھے کیوں سنانے اتنی دور سے آ گئے۔ میں جب آتا تو میں خود دیکھ لیتا۔''

''میں خود نہیں آیا ہوں، نانا جان نے مجھے بھیجا ہے۔ بزرگ نبی کہتے ہیں جب تک تم نہیں آؤ گے وہ کھانے پر نہیں بیٹھیں گے۔''

''میرے بغیر کھانے پر نہیں بیٹھیں گے؟ کیا وہ کھانا بھی کھائیں گے؟''

''نانا جان کہہ رہے تھے وہ خدا کے نام کی قربانی دینے بیت لحم آئے ہیں۔ ذرا چل کر دیکھو پوری بستی کو دعوت دی گئی ہے۔''

حضرت داؤد علیہ السلام کے لیے اس سے زیادہ فخر کی بات نہیں ہو سکتی تھی کہ بزرگ نبی اس کے بغیر کھانے پر بیٹھنے

Marfat.com

سے انکار کر رہے ہیں لیکن وہ یہ بھی سوچ رہے تھے کہ ان میں آخر ایسی کون سی بات ہے جو ان کا اس شدت سے انتظار کیا جا رہا ہے۔ وہ ریوڑ کو جلدی جلدی ہانکنے لگے۔ اب انہیں گھر پہنچنے کی خود جلدی ہو رہی تھی۔

وہ گھر پہنچے تو حضرت ایشا ان کا بے چینی سے انتظار کر رہے تھے۔ انہیں لے کر فوراً حضرت شموئیل کی خدمت میں پہنچ گئے۔

''جناب یہ ہے میرا چھوٹا بیٹا داؤد۔''

حضرت شموئیل نے نظر اٹھا کر دیکھا۔ سرخ رنگ اور نیلی آنکھوں والا حسین، خوبصورت لڑکا ان کے سامنے کھڑا تھا۔ ان کی مردم شناس نظروں نے گواہی دی کہ یہی ان کا مقصودِ نظر ہے لیکن انہیں ''وحی'' کا انتظار تھا جس میں دیر لگ رہی تھی۔ پھر ان کے کانوں میں آواز آئی۔ ''اٹھ اور اسے مسح کر کیونکہ وہ یہی ہے۔''

حضرت شموئیل نے داؤدؑ سے کہا کہ وہ غسل کریں اور یہ لباس پہن لیں۔ وہ ایک لباس اپنے ساتھ لائے تھے جو انہوں نے حضرت داؤدؑ کو دے دیا۔

حضرت داؤدؑ لباس پہن کر آئے تو ایسا موزوں تھا جیسے انہی کے لیے سلوایا گیا ہو۔ اس کے بعد حضرت شموئیل نبی نے اپنے جبے سے بیل کا سینگ نکالا جس میں تیل بھرا ہوا تھا۔ وہ تیل انہوں نے حضرت داؤد علیہ السلام کے سر پر انڈیل دیا، اسی کو مسح کرنا کہتے تھے۔

''نوجوان، اب تم خدا کے مسوح ہو، اب تم طالوت کی طرح اس ملک اسرائیل کے بادشاہ بنو گے اور وقتِ مقررہ پر تمہیں نبوت کا منصب بھی عطا کر دیا جائے گا لیکن خبردار جب تک یہ دونوں نعمتیں تمہیں مل نہ جائیں کسی کے سامنے اس کا چرچا مت کرنا۔ یہ بھی مت بتانا کہ تمہیں مسح کیا گیا ہے۔''

حضرت داؤد علیہ السلام سے قبل بنی اسرائیل میں یہ سلسلہ قائم تھا کہ حکومت ایک سبط (خاندان) سے وابستہ تھی اور نبوت و رسالت دوسرے سبط سے۔ حضرت داؤدؑ پہلے شخص ہیں جن کے اندر خدا تعالیٰ نے یہ دونوں نعمتیں جمع کر دی تھیں۔ اس کی نوید حضرت شموئیل علیہ السلام بھی دے رہے تھے اور قرآن حکیم نے بھی ذکر کیا۔

''اللہ نے ان کو حکومت بھی عطا کی اور حکمت بھی اور اپنی مرضی سے جو چاہا سکھایا۔''

حضرت داؤدؑ بچپن ہی سے خدا پر کامل بھروسا کرنے کے عادی تھے۔ وہ پورا یقین رکھتے تھے کہ خدا ان کا رکھوالا ہے۔ وہ سوچتے تھے جس طرح میں اپنے ریوڑ کو پیار کرتا ہوں اور اس کی دیکھ بھال کرتا ہوں اسی طرح خدا مجھے پیار کرتا ہے اور میری پوری حفاظت کرتا ہے۔ اس دن تو انہیں پورا یقین آ گیا تھا جب ایک ریچھ ان کے ریوڑ کی طرف آ نکلا تھا اور انہوں نے غلیل میں پتھر رکھ کر ایسا تاک کر نشانہ لیا تھا کہ ریچھ اس وقت لوٹ پوٹ ہو گیا۔ ایک پتھر سے میں نے ریچھ جیسے موذی جانور کو ڈھیر کر دیا۔ یہ یقیناً خدا کی مجھ پر خاص مہربانی ہے۔ وہ اپنے بربط پر ہمیشہ ہی تعریف سے بھرے نغمے گاتے رہتے تھے۔ ان نغموں میں ایسی تاثیر تھی کہ پرندے ان کے گرد جمع ہو جاتے تھے۔ ان کی بھیڑیں ان کی طرف گردنیں اٹھا کر تکتی رہتی تھیں۔ کبھی کبھی انہیں یوں لگتا جیسے جنگل میں موجود پرندے جو کچھ بول رہے ہیں ان کی سمجھ میں آ رہا ہے اور جو کچھ وہ کہہ رہے ہیں، پرندے اسے سمجھ رہے ہیں۔ خدا نے پرندوں کی بولیوں کو ان پر آسان کر دیا تھا۔ ان کے اس علم میں ابھی اور اضافہ ہونے والا تھا۔

خدا کے لیے اسی محبت اور خدا کی رحمت کا یہی یقین تھا جس نے انہیں خدا کی نظروں میں پسندیدہ بنا دیا۔ انہیں دو نعمتیں ایک ساتھ عطا کیں یعنی بادشاہت اور نبوت کی بشارت دی۔ انہیں ایسا معتبر کیا کہ حضرت شموئیلؑ نے انہیں مسح کیا۔

مسح کے بعد حضرت شموئیلؑ نے کھلے میدان میں جا کر قربانی دی تا کہ لوگوں کو یقین آ جائے کہ وہ قربانی دینے یہاں آئے تھے۔ لوگ ڈھول پیٹتے، طاشے بجاتے، ناچتے گاتے، خوشی مناتے میدان کی طرف چلے اور قربانی کی دعوت میں

Marfat.com

شریک ہوئے۔ انہیں یہ معلوم ہی نہیں تھا کہ حضرت ایشا کے گھر میں کیسا انقلاب آ گیا ہے۔ کتنی تبدیلیاں ہیں جو حضرت داؤدؑ کی شخصیت میں رونما ہو چکی ہیں۔

☆......☆......☆

طالوت سے پہلے بنی اسرائیل کا نہ کوئی بادشاہ تھا اور نہ تمام قوم کا ایک حکمران اور اسی لیے ہمسایہ قومیں اکثر ان پر حملہ آور ہوتی رہتی تھیں اور بنی اسرائیل ان کا نشانہ بنتے رہتے تھے۔ کبھی ان پر عمالیقی چڑھ آتے تھے، کبھی فلسطینی حملے کرتے تھے۔ بنی اسرائیل کو لوہے کے ہتھیار تک بنانے کی اجازت نہیں تھی جن سے وہ اپنا دفاع کر سکتے۔ دوسری قوموں کی ہمت اتنی بڑھ گئی تھی کہ ان کا متبرک صندوق (تابوت سکینہ) جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے سے ان کے پاس تھا، فلسطینی ان سے چھین کر لے گئے۔

یہ حملے حضرت شموئیلؑ کے عہد میں بھی جاری رہے تو بنی اسرائیل نے ان سے درخواست کی کہ وہ ہم پر ایک بادشاہ مقرر کر دیں جس کی قیادت میں ہم ظالموں کا مقابلہ کریں۔

یہ مطالبہ اس لیے بھی کیا جا رہا تھا کہ حضرت شموئیلؑ بڑھاپے کی طرف گامزن تھے۔ لوگوں کو یہ فکر ہونے لگی تھی کہ اگر وہ بھی نہ رہے تو بنی اسرائیل بالکل ہی منتشر ہو جائیں گے۔ انہیں متحد کرنے والا کوئی حکمران ہونا چاہیے۔

حضرت شموئیلؑ کو ان کا یہ مطالبہ ناگوار گزرا۔ انہوں نے فرمایا کہ اگر تم پر بادشاہ مقرر ہو گیا تو وہ تم سب کو اپنا خادم اور غلام بنا لے گا لیکن بنی اسرائیل کا اصرار بڑھتا رہا اور آخر حضرت شموئیلؑ نے خدا سے دعا مانگ کر حضرت یعقوبؑ کے چھوٹے بیٹے بن یامین کی نسل سے ساؤل (طالوت) نامی شخص کو بادشاہ مقرر کر دیا جو نہایت وجیہہ اور قوی ہیکل تھا۔ بہادری میں بھی اپنا ثانی نہیں رکھتا تھا۔

بنی اسرائیل نے جب یہ سنا کہ بن یامین کی نسل سے تعلق رکھنے والے ایک شخص طالوت کو ہمارا بادشاہ مقرر کیا گیا ہے تو خوش ہونے کے بجائے منہ بنانے لگے۔

مورخین کہتے ہیں کہ بنی اسرائیل میں ایک عرصے سے کہانت اور نبوت کا سلسلہ سبط لاوی میں اور حکومت و سرداری کا سلسلہ سبط یہود میں چلا آ رہا تھا۔ اب جب کہ یہ شرف بن یامین کی نسل میں منتقل ہونے لگا تو بنی اسرائیل کے سرداروں کو حسد پیدا ہوا۔ وہ تو یہ سمجھ رہے تھے کہ بادشاہ ہم میں سے کوئی ہو گا۔

حضرت شموئیل علیہ السلام نے فرمایا۔ ''میں پہلے ہی جانتا تھا کہ تمہاری پستی اور تمہاری بزدلی تمہارے وقتی جوش اور ولولے کو کبھی بیدار نہیں ہونے دے گی۔''

حضرت شموئیلؑ نے لاکھ سمجھایا کہ طالوت کا چناؤ اللہ تعالیٰ کے حکم سے کیا گیا ہے۔ طالوت کے پاس قوتِ علم بھی ہے اور طاقتِ جسم بھی، جو حکمرانی کے لیے ضروری چیزیں ہیں لیکن ردوکد بڑھتی گئی۔

''اگر طالوت کا انتخاب من جانب اللہ ہے تو اس کے لیے خدا کا کوئی نشان دکھایئے۔'' بنی اسرائیل نے مطالبہ کیا۔

حضرت شموئیل علیہ السلام نے فرمایا۔ ''اگر تم خدا کے فیصلے کی تصدیق چاہتے ہو تو وہ بھی دیکھ لینا۔ وہ متبرک صندوق (تابوت سکینہ) جس میں تورات اور حضرت موسیٰؑ و ہارون علیہ السلام کے تبرکات ہیں اور جو تم سے فلسطینی چھین کر لے گئے ہیں وہ طالوت کی بدولت تمہارے پاس واپس پہنچ جائے گا۔''

حضرت شموئیلؑ کی یہ بشارت آخر بروئے کار آئی اور بنی اسرائیل کے سامنے ملائکہ اللہ نے تابوت سکینہ طالوت کو پیش کر دیا اور اسی طرح ان پر یہ ظاہر ہو گیا کہ اگر وہ حضرت شموئیلؑ کے اس الہامی فیصلے کو قبول کر لیں تو کامیابی یقینی ہے۔

اس تمام ردوکد کے بعد بنی اسرائیل کو انکار کرنے کے لیے کوئی چارۂ کار باقی نہیں رہا اور الہامی فیصلے پر طالوت کو بنی اسرائیل کا بادشاہ بنا دیا گیا۔ یہ بنی اسرائیل کا پہلا بادشاہ تھا۔

Marfat.com

بنی اسرائیل بڑے جوش و خروش سے اپنے بادشاہ کی حمایت کر رہے تھے کیونکہ وہ ان کے دشمنوں پر فتوحات حاصل کر رہا تھا۔ اس نے تمام پڑوسی اقوام کو مطیع کر لیا۔ بنی اسرائیل اسی دن کا خواب دیکھ رہے تھے۔ اس نے عمونیوں پر زبردست فتح حاصل کی۔ فلسطینیوں کے خلاف جنگ کی اور انہیں شکست سے دوچار کیا لیکن بہت جلد طالوت دانستہ نافرمان ہو گیا اور اپنی ترقی اور کامیابی کے تمام مواقع کھو بیٹھا۔ نبی اور خدا کی نظروں سے بھی اترتا چلا گیا۔ کم از کم دو مرتبہ اس نے سخت نافرمانی کا مظاہرہ کیا۔ اسے جلجال میں حضرت شموئیلؑ کی آمد کا انتظار کرنا تھا مگر وہ صبر نہ کر سکا اور خود ہی قربانی چڑھانے لگا۔ اسی طرح عمالیقیوں سے جنگ کرتے ہوئے اس نے حضرت شموئیلؑ کی ہدایات کا خیال نہیں رکھا جب کہ اسے معلوم تھا کہ حضرت شموئیلؑ کوئی ہدایت اپنی جانب سے نہیں دیتے۔ اس نے نبی کی نافرمانی کی اور خدا سے بھی لڑائی مول لی۔

حضرت شموئیلؑ نے طالوت کو خدا کا حکم پہنچایا۔ ''رب الافواج یوں فرماتا ہے کہ مجھے اس کا خیال ہے کہ عمالیق نے اسرائیل کے ساتھ کیا کیا اور جب یہ مصر سے نکل آئے تو وہ راہ میں ان کے مخالف ہو کر نکل آئے لہٰذا اے طالوت، اب تو جا اور عمالیق کو مار اور جو کچھ ان کا ہے سب کو بالکل نابود کر دے اور ان پر رحم مت کرنا بلکہ مرد و عورت، ننھے بچے اور شیر خوار گائے بیل اور بھیڑ بکریوں، اونٹ اور گدھے سب قتل کر ڈال۔''

طالوت نے اس ہدایت کو گرہ میں باندھ لیا۔ طلائم کی وادی میں طالوت نے اپنے آدمیوں کی گنتی کی۔ وہ دو لاکھ پیادے اور یہوداہ کے دس ہزار مرد تھے۔ یہ تعداد ایسی تھی کہ طالوت کو اپنی فتح کا یقین ہو گیا وہ اس عظیم لشکر کو لے کر چلا اور عمالیق جہاں آباد تھے وہاں وادی کے بیچ گھات لگا کر بیٹھ گیا۔ عمالیقیوں کے علاوہ وہاں جو دوسری آبادی تھی طالوت نے ان سے کہا کہ وہ وہاں سے نکل جائیں۔ ''تم سے ہماری کوئی جنگ نہیں کیونکہ جب ہم مصر سے آئے تھے، تم ہمارے ساتھ مہربانی سے پیش آئے تھے۔'' چنانچہ تمام لوگ عمالیقیوں میں سے نکل گئے۔

عمالیق ایک قدیم اور خانہ بدوش قوم تھی۔ حضرت موسیٰؑ نے ان کی تندی کا تجربہ ان کے افیدم کے مقام پر بنی اسرائیل پر بلاوجہ حملے کے دوران کیا جس کے نتیجے کے طور پر خدا نے ان سے ہمیشہ جنگ کرتے رہنے کو کہا۔

جب عمالیقیوں کے علاوہ جتنے لوگ تھے درمیان سے ہٹ گئے تو طالوت نے ان پر حملہ کر دیا۔ یہ لوگ نہایت ظالم اور لڑنے والے تھے لیکن طالوت خدا کی تائید سے یہاں آیا تھا اس لیے خوفناک معرکے کے بعد فتح اسی کو ملی۔ اس نے حاکم اجاج کو زندہ گرفتار کر لیا۔ عورتوں اور بچوں کو اور مردوں کو قتل کر ڈالا لیکن فربہ جانوروں کو دیکھ کر اس کے لشکر کی نیت خراب ہو گئی۔ انہوں نے طالوت سے کہا، ان جانوروں کو مارنے سے کیا فائدہ۔ انہیں ہم اپنے ساتھ لے چلتے ہیں۔ ان کی بھیڑ بکریوں سے ہمارے ریوڑوں میں اضافہ ہو گا۔ ہم دولت مند ہو جائیں گے۔ ان کے بیل اور اونٹ ہماری بار برداری کی ضرورتوں کو پورا کریں گے۔ طالوت نے انہیں حضرت شموئیلؑ کی ہدایت یاد دلائی لیکن وہ نہ مانے۔ طالوت بھی ان جانوروں کو دیکھ کر للچانے لگا تھا لہٰذا اس نے بھی زیادہ اصرار نہیں کیا بلکہ دوسروں سے بڑھ کر اچھے اچھے جانور خود اپنے لیے رکھ لیے۔

یہ جانور لے کر وہ اپنے محل میں آ گیا۔ اجاج بھی اس کے ساتھ تھا جسے اس نے اس امید پر قید خانے میں ڈال دیا کہ یہ خود یا اس کے لوگ جو بچ گئے ہوں گے اس کی رہائی کے لیے مال و دولت دیں گے۔

یہ کارروائیاں اتنے خفیہ طریقے سے ہوئی تھیں کہ حضرت شموئیلؑ کو معلوم بھی نہ ہوتا لیکن خدا نے انہیں سب کچھ بتا دیا۔

کلام الٰہی نازل ہوا۔ ''میں نے طالوت کو بادشاہ ہونے کے لیے مقرر کیا تھا لیکن وہ میری پیروی سے پھر گیا ہے اس کی خبر لے اور اسے خبر دے کہ اس کی بادشاہت اس سے چھین لی گئی۔''

Marfat.com

حضرت شموئیلؑ کو اس کی اس نافرمانی پر سخت طیش تھا۔ اسی غصے کے عالم میں انہوں نے سفر کیا اور طالوت بادشاہ سے ملے۔ طالوت انہیں دیکھ کر یہی سمجھا کہ وہ جنگ کے حالات معلوم کرنے آئے ہیں۔ وہ انہیں خوش کرنے کے لیے بڑی بڑی باتیں کرنے لگا۔

''آپ کو مبارک ہو، میں نے خداوند کے حکم پر عمل کیا۔ عمالیقیوں کا قلع قمع کر دیا۔ عورتیں، بچے سب قتل کر دیے گئے۔''

''اجاج کو قتل کر کے تم نے کہاں پھینکا؟''

''اس کو میں زندہ گرفتار کر کے لایا ہوں۔ آپ کو تو خوش ہونا چاہیے کہ وہ اب ہمارے قبضے میں ہے۔''

''کیا میں نے تجھ سے نہیں کہا تھا کہ سب کو قتل کر دینا۔''

''آپ اب فرمائیں، میں اب قتل کر دوں گا۔''

''اجاج کو میرے حضور لے آ۔''

طالوت نے اجاج کے قید سے نکالا اور حضرت شموئیلؑ کے سامنے پیش کر دیا۔

اجاج کو طالوت کے نرم رویے کی وجہ سے امید تھی کہ اسے معاف کر دیا جائے گا۔ وہ خوشی خوشی چلا آیا۔ حضرت شموئیلؑ نے اس سے پوچھا۔ ''تیرے اور طالوت کے درمیان کیا بات ہوئی ہے؟'' اجاج نے بتایا کہ طالوت نے اس سے بھاری رقم کا مطالبہ کیا تھا جب کہ میرے مویشی اس نے پہلے ہی قبضہ میں لے لیے ہیں۔ اب میں رقم کا مطالبہ کیسے پورا کروں؟''

ابھی یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ عمالیق سے چھینے ہوئے جانوروں نے بولنا شروع کر دیا۔ ان کی آوازیں چاروں طرف گونجنے لگیں جب کہ طالوت کہہ چکا تھا کہ اس نے جانوروں کو قتل کر دیا ہے۔

''اگر تو نے تمام جانوروں کو ہلاک کر دیا تھا تو یہ آوازیں کیسی ہیں۔ کیا تو نے مجھے دھوکا نہیں دیا؟''

طالوت گھبرا گیا اور بہانہ بنانے کو کہنے لگا۔ ''یہ تو وہ اچھے اچھے جانور ہیں جنہیں میں نے جیتا رکھا کہ ان کو خداوند تیرے خدا کے لیے ذبح کریں۔ باقی کو تو میں نیست و نابود کر چکا۔''

''کیا میں نے یہ نہیں کہا تھا کہ سب کو قتل کر دینا۔''

طالوت کے پاس کوئی جواب نہیں تھا۔ تب حضرت شموئیلؑ نے اسے ڈرایا۔ ''تو نے خداوند کی بات کیوں نہ مانی بلکہ وہ کام کر گزرا جو خداوند کی نظر میں برا ہے۔''

طالوت اب بھی ضد پر قائم تھا۔ ''میں نے تو خداوند کا حکم مانا۔ جس راہ خدا نے مجھے بھیجا میں چلا۔ اجاج کو لے کر آیا۔ بھیڑ بکریاں اور گائیں لے آیا کہ خدا کی راہ میں قربان کروں۔''

''خدا کی نظروں میں فرماں برداری، قربانی سے بہتر ہے اور تو نے نافرمانی کی۔ اب قربانی کرے بھی تو کیا؟''

''میں اپنے لوگوں سے ڈر گیا سو یہ عظیم گناہ کر بیٹھا۔''

''تو لوگوں سے ڈر گیا، خدا سے نہیں ڈرا۔''

''میں تیری منت کرتا ہوں، مجھے بخش دے۔''

''تو نے خدا کے فرمان کو رد کیا خدا نے تجھے رد کر دیا کہ تو اسرائیل کا بادشاہ نہ رہے۔'' یہ کہہ کر حضرت شموئیلؑ نے اسے اس کے حال پر چھوڑا اور اٹھ کر جانے لگے۔

وہ جیسے ہی مڑ کر جانے لگے طالوت نے ان کے کرتے کا دامن پکڑا اور اس زور سے کھینچا کہ دامن چاک ہو گیا۔ حضرت شموئیلؑ جاتے جاتے رکے اور کہا۔ ''خداوند نے اسرائیل کی بادشاہی تجھ سے آج ہی چاک کر کے چھین لی اور تیرے ایک پڑوسی کو جو تجھ سے بہتر ہے دے دی۔''

☆......☆......☆

Marfat.com

حضرت ایشا اپنے گھر میں بیٹھے تھے کہ انہیں معلوم ہوا کہ طالوت بادشاہ کے چند قاصد ان سے ملنے بیت لحم آئے ہیں۔

ان کی آمد کا سن کر حضرت ایشا پر گھبراہٹ طاری ہوگئی۔ ابھی کچھ دن پہلے حضرت شموئیلؑ یہ خوش خبری سنا کر گئے تھے کہ ان کا بیٹا داؤدؑ طالوت کی جگہ بادشاہ بننے والا ہے۔ ان کے دل میں یہ بات آئی، طالوت کو اس واقعے کا علم ہوگیا ہوگا۔ یہ قاصد اس کی باز پرس کرنے آئے ہوں گے۔ یہ بھی ہوسکتا ہے وہ داؤدؑ کو گرفتار کرکے لے جائیں۔ وہ ابھی سوچ ہی رہے تھے کہ داؤدؑ کو کہلا بھیجیں کہ وہ بیت لحم سے کہیں دور چلا جائے کہ اتنی دیر میں قاصد دروازے پر آگئے۔ حضرت ایشا گھبرا رہے تھے لیکن وہ یہ نہیں جانتے تھے کہ خداوند داؤدؑ کو اسی راہ پر لے جارہا ہے جس کی خوشخبری سنائی گئی تھی۔ اس کا احساس اس وقت ہوا جب ان قاصدوں میں سے ایک نے زبان کھولی۔

یہ خدا کی نافرمانی کا نتیجہ تھا کہ طالوت ایک عجیب و غریب مرض میں مبتلا ہوگیا۔ اس پر وحشت اور دیوانگی کے دورے پڑنے لگے۔ وہ بادشاہ تھا۔ طبیبوں کی اس کے لیے کمی نہیں تھی۔ فوراً علاج شروع ہوگیا لیکن مرض تھا کہ بڑھتا ہی چلا جاتا تھا۔ بے قراری حد سے بڑھ گئی۔ راتیں ٹہل ٹہل کر گزارنے لگا۔ طبیبوں سے مایوس ہوکر کاہنوں کو بلایا گیا۔ طالوت کی یہ کیفیت ہمیشہ نہیں رہتی تھی۔ کچھ دیر بعد وہ ہوش میں آجاتا تھا۔ اس وقت بھی وہ ہوش میں تھا جب ایک کاہن اس کے پاس حاضر ہوا۔

کاہن اس سے اس کا احوال دریافت کرنے لگا۔ کاہن کی اتنی ہمت تو نہیں ہوئی کہ بادشاہ سے کچھ کہتا۔ اس نے طالوت کے بیٹے جوناتھن کو اپنے پاس بلایا۔

''خداوند کی روح بادشاہ سے جدا ہوگئی ہے اور خداوند کی طرف سے ایک بری روح اسے ستانے لگی ہے۔ یہ دورے اسی وجہ سے پڑتے ہیں۔''

''کوئی علاج بھی تو ہوگا۔''

''ایک ایسا شخص تلاش کیا جائے جو بربط بجانے میں استاد ہو۔ جب جب یہ بری روح بادشاہ پر چڑھے وہ بربط بجائے۔ رفتہ رفتہ اس بری روح کا آنا بند ہوجائے گا۔''

اس کے خادم پورے ملک میں پھیل گئے لیکن کوئی ایسا بربط نواز نہیں ملا جس سے ان ملازموں کی تشفی ہوتی آخر ایک ملازم نے بادشاہ کے سامنے داؤدؑ کا تذکرہ چھیڑ دیا۔

''میں نے بیت لحم جاتے ہوئے جنگل میں ایک لڑکے کو بربط بجاتے ہوئے دیکھا ہے۔ جنگل کے خونخوار درندے اس کے اردگرد جمع ہوجاتے ہیں اور اس کا بربط سنتے ہیں۔ یہ ہو ہی نہیں سکتا کوئی اس کے قریب سے گزرے اور اس کے قدم رک نہ جائیں۔ آواز بھی ایسی سریلی ہے کہ پتھر بھی پگھل جائے۔ آپ اس لڑکے کو بلا کر دیکھیں۔ وہ وہاں کے رہنے والے ایک شخص ایشا کا لڑکا ہے۔''

بادشاہ نے قاصد روانہ کردیے جو اس وقت ایشا کے گھر میں بیٹھے تھے۔ سرگوشیوں میں وہ اسے بادشاہ کی حالت سے باخبر کررہے تھے۔ حضرت ایشا اس وقت تک کچھ نہیں سمجھے تھے کہ وہ انہیں بادشاہ کی بیماری کے بارے میں کیوں بتارہے ہیں لیکن اچانک یہ بھید بھی کھل گیا۔

''کاہنوں نے بتایا ہے کہ کوئی ماہر بربط نواز بادشاہ کا علاج کرسکتا ہے۔ ہمیں معلوم ہوا ہے کہ آپ کا بیٹا ماہر بربط نواز ہے۔ آپ اسے ہمارے ساتھ روانہ کردیں کہ وہ دربار میں رہ کر بادشاہ کے سامنے بربط بجائے۔''

حضرت ایشا کی آنکھیں کسی انجانے خیال سے چمک اٹھیں۔ اس کا مطلب ہے حضرت شموئیل علیہ السلام کی خوش خبری پوری ہونے والی ہے۔ خدا انہیں دربار میں لے جارہا ہے۔ یہیں سے کوئی راستہ نکلے گا۔ انہیں یہ بھی خوشی تھی کہ

Marfat.com

حضرت داؤد علیہ السلام اگر بادشاہ کے قریب چلے گئے تو ان کے باقی بیٹے بھی فوج میں چلے جائیں گے۔ انہوں نے حضرت داؤدؑ کو بلانے کے لیے آدمی بھیج دیا۔

حضرت داؤد علیہ السلام نے سنا تو انہیں بھی حضرت شموئیلؑ یاد آ گئے۔ اس کا مطلب ہے خدا مجھے دربار میں بھیج رہا ہے وہ راستہ کھلتا جا رہا ہے جب مجھے بادشاہت ملے گی۔

حضرت داؤدؑ گدھے پر سوار ہوئے۔ بادشاہ کے لیے کچھ تحائف بھی ساتھ لیے اور قاصدوں کے ہمراہ طالوت کی طرف روانہ ہو گئے۔

جس وقت حضرت داؤدؑ دربار میں پہنچے۔ اتفاق سے بری روح بادشاہ پر چڑھی ہوئی تھی۔ حضرت داؤدؑ نے فوراً اپنی بربط سنبھالی اور ان کی مشاق انگلیاں تاروں سے ساتھ کھیلنے لگیں۔ پھر ان کی آواز موسیقی کے مدھر سروں کا ساتھ دینے لگی۔ خدا کی عظمت کا گیت ان کے ہونٹوں پر تھا۔

اے خداوند ہمارے رب
تیرا نام تمام، زمین پر کیسا بزرگ ہے
جب میں تیرے آسمان پر جو تیری دستکاری ہے
اور چاند ستاروں پر جن کو تو نے مقرر کیا غور کرتا ہوں
تو پھر انسان کیا ہے کہ تو اسے یاد رکھے
کیونکہ تو نے اسے خدا سے کچھ ہی کم تر بنایا ہے
اور جلال اور شوکت سے اسے تاج دار کرتا ہے
تو نے اسے اپنی دستکاری پر تسلط بخشا
تو نے سب کچھ اس کے قدموں کے نیچے کر دیا ہے۔

اس نغمے کی تاثیر ایسی تھی کہ بادشاہ تو بادشاہ، سامعین دربار بھی جھوم رہے تھے۔ یہ معلوم ہوتا تھا کہ دیواریں بھی رقص میں آ گئی ہوں۔ اس نغمے کے آگے بری روح کیا ٹھہرتی۔ بادشاہ ہوش میں آیا تو اس کے ہونٹوں پر گیت کے یہ الفاظ مچل رہے تھے۔

اے خداوند ہمارے رب
تیرا نام تمام زمین پر کیسا بزرگ ہے

بادشاہ نے تحسین بھری نظروں سے بربط نواز کو دیکھا۔ اس کی تعریف کے الفاظ فراہم کرنے لگا اور بے اختیار کہہ اٹھا۔ ''تو میرا منظور نظر ہوا۔ میں تجھے خود سے جدا نہ ہونے دوں گا۔'' حضرت داؤدؑ کو اپنے ریوڑ یاد آئے۔ باپ کے بڑھاپے پر نظر گئی۔ دربار کی گھٹن اور جنگل کی کھلی فضا کا موازنہ کیا۔

''میں گھر نہ گیا تو میرے ریوڑ کون چرائے گا؟''

''اس کی تو فکر مت کر۔ میں اس کا انتظام کر دوں گا۔ میرے نوکر تیری بکریاں چرائیں گے۔''

حضرت داؤد علیہ السلام محل میں رہنے لگے۔ جب بادشاہ کو بدروح ستانے لگتی، حضرت داؤد علیہ السلام اپنا بربط سنبھال لیتے اور بادشاہ کو اذیت سے نجات مل جاتی۔

اس عرصے میں بادشاہ کے بیٹے جوناتھن سے ان کی دوستی ہو گئی۔ جوناتھن جلد ہی ان کا عقیدت مند بن گیا۔ اس کا خیال تھا کہ جس طرح اس کے باپ پر بدروح آتی ہے، حضرت داؤد علیہ السلام کو نیک روح اپنے حصار میں لے لیتی ہے اور اسے نغمے سکھاتی ہے۔

Marfat.com

بادشاہ تیزی سے صحت یاب ہو رہا تھا۔ اب ہفتوں گزر جاتے اور اسے بربط سننے کی ضرورت محسوس نہ ہوتی۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے جب دیکھا کہ بادشاہ کو اب ان کی خدمت کی ضرورت نہیں رہی تو انہوں نے بادشاہ سے بیت لحم واپس جانے کی اجازت مانگی۔ بادشاہ کو ان کی فرقت اب بھی گوارا نہیں تھی۔ اس نے ان سے کہا کہ اب وہ اس محل کے محافظوں میں شامل ہو جائیں۔ حضرت داؤد علیہ السلام یہ سن کر ہنسنے لگے۔

''میں نے ہتھیار چلانے کا ہنر سیکھا ہی نہیں تو محافظ کیسے بن جاؤں۔ بربط سے تو دشمن نہیں بھگائے جاتے۔ ہاں البتہ میرے تین بھائی آپ کی فوج میں ہیں۔ باقی کو بھی لڑائی بھڑائی کا بہت شوق ہے، آپ چاہیں تو ان کو بھی اپنے پاس بلالیں اور مجھے اجازت دیں۔ جب آپ یاد کریں گے میں حاضر ہو جایا کروں گا۔''

طالوت نے سوچا، اس کے تمام بھائی میرے پاس چلے آئیں گے تو اس کا بھی آنا جانا لگا رہے گا۔ خدا راستے بناتا چلا جا رہا تھا۔ اس نے ان کی سفارش قبول کی اور ان کے باقی بھائی بھی اس کی فوج میں آ گئے۔ حضرت داؤد علیہ السلام واپس آ گئے۔

حضرت داؤد علیہ السلام اس عرصے میں لڑکپن کو خیر باد کہہ کر عہد شباب میں قدم رکھ چکے تھے۔ وہ زیادہ قد آور نہیں تھے لیکن جوانی نے ان کے اعضا کو مضبوط بنا دیا تھا۔ حسن و جمال میں مزید اضافہ ہو گیا تھا۔ ان کے دن ایک مرتبہ پھر وادیوں کی چراگاہوں اور کھلی فضاؤں میں گزرنے لگے۔ وہ خوش تھے کہ خدا نے انہیں دوبارہ قدرتی مناظر کے حسن سے لطف اندوز ہونے کا موقع عطا کیا ہے۔ کبھی کبھی سوچتے ضرور تھے کہ محل میں رہ کر آ گئے لیکن تخت تو ملا نہیں۔ پھر خدائی فیصلے کے انتظار میں صبر کر لیتے تھے۔ ابھی شاید وقت نہیں آیا۔ جب وقت آیا تو خدا خود کوئی بندوبست کر دے گا۔

طالوت کا حال بھی ان سے کچھ مختلف نہیں تھا۔ اسے کبھی کبھی حضرت شموئیل علیہ السلام کا خیال آ جاتا تھا جو یہ کہہ کر چلے گئے تھے کہ اس کی بادشاہت چھین کر کسی اور کو دے دی جائے گی۔ وہ سوچتا رہتا تھا کہ وہ شخص اب تک تو آیا نہیں۔ اس نادان کو کیا خبر تھی کہ وہ شخص آیا بھی اور جائزہ لے کر چلا بھی گیا۔ پھر ایک خبر ایسی آئی کہ ہر خیال دل سے نکل گیا۔ اس کے جاسوسوں نے اسے خبر دی کہ فلسطینی دوسری کئی قوموں کے ساتھ مل کر اسرائیل پر حملہ کرنے والے ہیں۔

شاید وہ اسباب مہیا ہونے والے تھے جو حضرت شموئیلؑ کی پیش گوئی کو حتمی نتیجے تک لے جانے والے تھے۔ دشمن کی تیاریوں اور تعداد کو دیکھ کر طالوت نے بھی جنگی تیاریاں شروع کر دیں۔ طالوت نے بنی اسرائیل کو پیغام عام دیا کہ دشمن سے مقابلے کے لیے نکلیں۔ قومی معاملہ تھا۔ فلسطینی ہر اسرائیلی کے دشمن تھے۔ فوج کے علاوہ ایک بڑی تعداد عام لوگوں کی جمع ہو گئی اور سب مل کر مقابلے کے لیے نکلے۔ اتنی بڑی تعداد دیکھ کر طالوت خوش ہو گیا کہ وہ یہ جنگ ضرور جیت لے گا لیکن خدا کو اسے نیچا دکھانا تھا۔ اسی لیے اس کے دل میں یہ بات آئی کہ مقابلے سے پہلے اپنے آدمیوں کو آزما لیا جائے چنانچہ جب یہ گروہ ایک ندی کے کنارے پہنچا تو طالوت نے اعلان کیا کہ اللہ تعالیٰ اس نہر کے ذریعے تمہاری آزمائش کرنا چاہتا ہے۔ کوئی شخص اس سے جی بھر کے پانی نہ پیے۔ جو شخص اس کی خلاف ورزی کرے گا وہ خدا کی جماعت سے نکال دیا جائے گا البتہ سخت پیاس کی حالت میں گھونٹ بھر پانی پی کر حلق تر کرنے کی اجازت ہے۔

مفسرین کہتے ہیں، یہ واقعہ نہر اردن پر پیش آیا۔

جب لشکر ندی کے پار ہو گیا تو جن لوگوں نے پانی پی لیا تھا وہ کہنے لگے ہم میں فلسطینیوں سے مقابلے کی طاقت نہیں۔ یہ لوگ طالوت کا ساتھ چھوڑ کر جانے لگے۔ ہزاروں کی تعداد سیکڑوں میں رہ گئی۔

بخاری کی ایک روایت میں ہے کہ براء بن عازبؓ فرماتے ہیں کہ ہم اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپس میں بات چیت کیا کرتے تھے کہ اصحاب بدر کی تعداد اصحاب طالوت کے برابر تھی۔

طالوت کی بہادری نے یہ گوارا نہیں کیا کہ وہ واپس جائے۔ وہ کم تعداد کے باوجود آگے بڑھتا رہا اور ایلہ کے مقام پر

Marfat.com

خیمہ زن ہوگیا۔ فلسطینی ایک مقام شوکہ کے قریب جمع تھے۔ یہ دونوں جگہیں کوہستانی تھیں۔ ایک طرف کے پہاڑ پر فلسطینی ڈیرے ڈالے ہوئے تھے، دوسری طرف کے پہاڑ پر اسرائیلی مقابلے کے لیے تیار تھے۔ درمیان میں وادی تھی۔

دونوں فریق انتظار کر رہے تھے کہ پہل کون کرے گا۔

فلسطینیوں کی تعداد اتنی زیادہ تھی کہ طالوت وادی میں اترنے کا خطرہ مول نہیں لے سکتا تھا، کمال تو یہ تھا کہ تعداد میں زیادہ ہونے کے باوجود فلسطینی بھی حملے میں پہل کرنے سے کترا رہے تھے۔ اس تذبذب میں ایک مہینا گزر گیا۔

افسران کو یہ دیکھ کر تعجب ہو رہا تھا کہ طالوت میں وہ جوش و خروش نہیں جو کبھی ہوا کرتا تھا۔ لگتا تھا اسے جنگ سے کوئی دلچسپی ہی نہیں۔ ایک مہینے میں خوراک بھی ختم ہونے لگی تھی۔ طالوت اس کا بھی کوئی انتظام نہیں کر رہا تھا۔ کبھی کبھی فوجیوں کے عزیز و اقارب کھانا پہنچا دیتے تھے۔ طالوت کے افسروں نے کئی مرتبہ اس کی توجہ اس طرف مبذول کروائی لیکن اس پر ایسی افسردگی طاری تھی کہ سننے کے باوجود کوئی قدم نہیں اٹھا رہا تھا۔

وقت گزرتا جا رہا تھا کہ ایک روز ایک دیوقامت انسان فلسطینیوں کے لشکر سے نکلا۔ اس کا قد چھ ہاتھ اور ایک بالشت تھا۔ اس کے سر پر پیتل کا خود تھا اور پیتل ہی کی زرہ پہنے ہوئے تھا جو تول میں پانچ ہزار مثقال کے برابر تھی۔ اس کی ٹانگوں پر پیتل کے دو ساق پوش تھے اور اس کے دونوں شانوں کے درمیان پیتل کی برچھی تھی۔ ایک شخص سپر لیے اس کے آگے آگے چل رہا تھا۔

اسے دیکھتے ہی طالوت کے لشکر پر کپکپی طاری ہوگئی۔ وہ ابھی اس کی طرف خوف زدہ آنکھوں سے دیکھ ہی رہے تھے کہ اس کی آواز گونجی۔ آواز ایسی تھی کہ وادی سے پہاڑ تک صاف سنائی دے رہی تھی۔ وہ اسرائیلیوں کو للکار رہا تھا۔ اس کا نام جالوت تھا۔

"اے بے غیرت اسرائیلیو! کیوں دیر کرتے ہو۔ اگر تم میں کوئی مرد ہے تو میرے مقابلے پر آئے اگر وہ مجھ سے لڑے اور مجھے قتل کر دے تو ہم تمہارے خادم ہو جائیں گے اور اگر میں اسے قتل کر دوں تو تم ہمارے خادم ہو جانا۔"

سن لیا تم نے! کوئی مرد نکالو اور میرے مقابلے پر بھیجو۔" اس کے بعد اس کا قہقہہ اس طرح گونجا جیسے ایک ساتھ بہت سے پتھر لڑھکا دیے ہوں۔ پھر سناٹا ہوگیا۔ وہ انسان نما دیو وادی میں کھڑا تھا اور انتظار کر رہا تھا کہ کوئی اس کے مقابلے کو آئے۔

طالوت کے لشکر میں کسی کو اتنی ہمت نہیں ہوئی کہ اس کی طرف آنکھ بھر کر بھی دیکھتا۔ طالوت بھی سر جھکائے اپنے خیمے کی طرف لوٹ گیا۔ اب وہ خود ہی بڑبڑا رہا تھا۔ "مجھے شموئیل علیہ السلام کی بددعا لگ گئی ہے۔ خدا نے میرا ساتھ چھوڑ دیا ہے۔ میری بہادری کہاں رخصت ہوگئی۔ اگر خدا نے مجھے چھوڑ دیا تو میں بھی اسے چھوڑتا ہوں۔ اب جالوت جانے اور بنی اسرائیل۔"

خدا نے طالوت کو چھوڑ دیا لیکن اسرائیلی قوم کو فراموش نہیں کیا تھا۔ طالوت کی جگہ کسی کو بادشاہ بھی تو مقرر کرنا تھا اور اس کا انتخاب ہو چکا تھا۔ یہ تھے حضرت داؤد علیہ السلام۔

جالوت نے اب وتیرہ بنا لیا تھا کہ وہ دن میں دو مرتبہ وادی میں اترتا تھا اور اسرائیلیوں کو للکارتا تھا لیکن کسی میں اتنی ہمت نہیں تھی کہ اس کے مقابلے کو جاتا۔ اب تو لوگ طالوت کو طعنے دینے لگے تھے کہ جالوت کے مقابلے پر اسے جانا چاہیے لیکن وہ بھی کترا رہا تھا۔

جالوت نے اعلان کر دیا کہ وہ چالیس دن تک دعوت مبارزت دے گا، اس کے بعد پہاڑ پر چڑھ جائے گا اور طالوت کی بادشاہت کا خاتمہ کر دے گا۔

اس اعلان کے بعد طالوت کو یقین ہوگیا کہ اسے جس نئے بادشاہ کی نوید سنائی گئی تھی وہ کوئی اور نہیں یہی جالوت

Marfat.com

ہے لیکن یہ بات اس کی فہم سے دور تھی کہ ایک فلسطینی ،اسرائیل کا بادشاہ کیسے بن سکتا ہے۔ اسے اسرائیلیوں کی قسمت پر افسوس ہونے لگا کہ ان پر فلسطینی غالب آجائیں گے۔

ادھر وہ یہ سوچ رہا تھا دوسری جانب خدا کی مشیت کچھ اور سوچ رہی تھی۔

پہلوان جالوت ہر روز وادی میں اترتا تھا۔ اسرائیلیوں کو للکارتا اور واپس چلا جاتا۔

پورے اسرائیل میں شور مچ گیا تھا۔ ہر زبان پر جالوت کا نام تھا۔ حضرت داؤد علیہ السلام بھی اس کی شہرت سن رہے تھے۔ انہیں شوق ہو رہا تھا کہ وہ اس پہلوان کو دیکھیں بلکہ یہ جذبہ بھی کروٹیں لے رہا تھا کہ وہ اس پہلوان سے مقابلہ کریں۔ وہ جب ریچھ جیسے موذی کو مار سکتے ہیں۔ بھیڑوں کی طرف لپکنے والے شیر سے پنجہ کشی کر سکتے ہیں تو جالوت کیا چیز ہے لیکن مصیبت یہ تھی کہ وہ حضرت ایشا کو بتائے بغیر اس علاقے میں نہیں جا سکتے تھے جہاں دونوں فوجیں آمنے سامنے تھیں۔ اس کا انتظام بھی خدا نے کر دیا۔ طالوت کی فوجوں میں غذا کی قلت ہوگئی تھی۔ حضرت ایشا کے بیٹے فوج میں تھے۔ انہیں فکر ہوئی کہ بیٹوں کو کھانا پہنچایا جائے۔ اس کام کے لیے حضرت داؤد علیہ السلام کے علاوہ اور کوئی ان کے پاس نہیں تھا۔ انہوں نے حضرت داؤد علیہ السلام کو اپنے پاس بلایا اور حکم دیا کہ وہ اپنے بڑے بھائیوں کو کھانا پہنچائیں۔ ابھی یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ ڈھول پیٹنے کی آواز آئی۔ بادشاہ طالوت کی طرف سے اعلان کیا جا رہا تھا کہ ''جو کوئی جالوت سے مقابلہ کر کے اسے قتل کرے گا، بادشاہ اپنی بیٹی کی شادی اس سے کرے گا اور اپنی آدھی دولت اسے دے گا۔''

اس اعلان کو سن کر حضرت ایشا بھی پریشان ہو گئے۔

''داؤدؑ، اب تو لشکر میں تیرا جانا بھی ضروری ہو گیا ہے۔ ایسا نہ ہو کہ تیرے بھائیوں میں سے کوئی بادشاہ کی بیٹی سے شادی کے لالچ میں جالوت کے سامنے چلا جائے اور مارا جائے۔ تو کل صبح صبح رخصت ہو جانا۔ بھائیوں کو کھانا پہنچانا اور میرا یہ پیغام دینا کہ جالوت کے سامنے جانے کی کوئی ضرورت نہیں بلکہ جس طرح اور بہت سے جوان جنگ سے واپس آ گئے ہیں تم بھی واپس آ جاؤ۔''

حضرت داؤد علیہ السلام نے وہ رات بڑی بے قراری سے گزاری اور صبح ہوتے ہی لشکر روانہ ہو گئے۔ وہ وہاں پہنچے تو یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ لشکر کے نام پر چند سو افراد ہیں جو طالوت کے ساتھ ہیں۔ ان کے بھائیوں نے بتایا کہ دشمن کے پاس ایک آدمی ہے جالوت، اس کے خوف سے تمام لوگ بھاگ گئے ہیں۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے بھائیوں کو پیغام پہنچایا کہ وہ جالوت سے ہرگز مقابلہ نہ کریں۔ پھر خود ہی اس کے بارے میں پوچھنے لگے۔ ان کے بھائیوں نے جالوت کے قد و قامت کا اس انداز میں ذکر کیا کہ حضرت داؤد علیہ السلام کو اسے دیکھنے کا اشتیاق ہونے لگا۔

''الباب، کیا میں اسے کسی طرح دیکھ سکتا ہوں؟''

''کیوں نہیں۔۔۔ وہ ہر روز باہر نکلتا ہے۔ ابھی کچھ دیر میں نکلے گا۔ دیکھ لینا۔''

یہی ہوا۔ کچھ دیر بعد انہوں نے جالوت کی للکار سنی۔ ''بے غیرت اسرائیلیو! تم میں کوئی مرد ہے تو میرے سامنے آئے۔ کیا کسی ماں نے کوئی مرد نہیں جنا۔ تم تو وہ قوم ہو خدا نے جسے چھوڑ دیا ہے ورنہ وہ تمہاری ضرور مدد کرتا۔''

حضرت داؤد علیہ السلام نے جالوت کو دیکھا لیکن بالکل بھی مرعوب نہیں ہوئے بلکہ اپنے بھائیوں کو برا بھلا کہنے لگے کہ ان میں سے کوئی مقابلے کو کیوں نہیں جاتا۔

''وہ بنی اسرائیل کو گالیاں دے رہا ہے۔ تمہیں طعنہ دے رہا ہے کہ تمہیں خدا نے چھوڑ دیا ہے۔ اسے کیا حق ہے کہ بنی اسرائیل کو برا کہے۔ تم میں سے کوئی اسے قتل کیوں نہیں کرتا؟''

''تم اس کو دیکھ رہے ہو، کسی کو اپنی جان سے جانا ہے۔'' الباب نے کہا۔

''غیرت بھی کوئی چیز ہوتی ہے۔''

Marfat.com

''تم اپنی غیرت اپنے پاس رکھو اور سیدھے گھر جاؤ۔''

''تم مجھے اس سے لڑنے کی اجازت دو۔ میں اس سے لڑوں گا۔''

''کیا ہاتھوں سے مارو گے اسے۔ تم سے کہہ دیا سیدھے گھر جاؤ۔''

ان کی باتیں دوسرے لوگ بھی سن رہے تھے۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے ان سے بھی یہی کہا کہ وہ لڑنا چاہتے ہیں۔ ہر طرف یہ خبر پھیل گئی۔ طالوت تک بھی بات پہنچ گئی اور اس نے حضرت داؤد علیہ السلام کو بلالیا۔

حضرت داؤد علیہ السلام جب اس کے دربار میں گئے تھے، کم عمر لڑکے تھے۔ اب جوان ہو چکے تھے، طالوت انہیں دیکھ کر پہچان بھی نہیں سکا البتہ اسے تعجب ضرور ہورہا تھا۔

''تم جالوت سے کیوں لڑنا چاہتے ہو؟''

''وہ ہمارے خدا کو برا کہہ رہا ہے۔''

''تم تو فوج میں بھی نہیں ہو۔ اتنے بڑے پہلوان سے کیسے لڑو گے؟''

''مجھے اپنے خدا پر بھروسا ہے۔''

''جنگ ہتھیاروں سے لڑی جاتی ہے۔''

''میرے پاس میری غلیل ہے۔''

طالوت کو ہنسی آگئی۔ ''وہ پہاڑ جیسا آدمی تمہاری غلیل سے کیسے مرسکتا ہے؟''

''میں نے اسی غلیل سے ریچھ اور شیر کو ڈھیر کردیا تھا۔''

''میں نہیں چاہتا کہ تم اس کے ہاتھوں ہلاک ہو۔''

''خود بھی مقابلہ نہیں کرتے، کسی اور کو بھی لڑنے نہیں دیتے۔ کیا یہ چاہتے ہو کہ بنی اسرائیل غلام بن جائیں۔''

''تم اگر مرنا چاہتے ہو تو میری طرف سے اجازت ہے۔''

طالوت نے حکم دیا کہ وہ زرہ بکتر پہن لیں اور تلوار دی کہ اس تلوار سے اس کا مقابلہ کریں۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے زرہ پہن تو لی لیکن اس کے بوجھ سے ان کا چلنا دوبھر ہورہا تھا۔

''میں اس کا بوجھ برداشت نہیں کرسکتا۔'' انہوں نے زرہ بکتر اتار دی۔ ''تلوار مجھے چلانا ہی نہیں آتی اس لیے یہ تلوار بھی اپنے پاس رکھ لیں۔ میں صرف لاٹھی لے کر اس کے سامنے جاؤں گا۔''

طالوت اس عجیب و غریب مجاہد کو دیکھ رہا تھا۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے اپنا تھیلا کندھے پر ڈالا، لاٹھی ہاتھ میں لی اور جالوت سے مقابلہ کرنے کے لیے روانہ ہوئے۔ اب ان کے بھائیوں کی ہمت نہیں تھی کہ انہیں روکتے البتہ افسوس ضرور کررہے تھے کہ ان کا بھائی ان کے ہاتھوں سے گیا۔

حضرت داؤد علیہ السلام پہاڑ سے نیچے اتر رہے تھے کہ آواز آئی۔ ''مجھے اٹھالو'' حضرت داؤد علیہ السلام نے چونک کر دیکھا۔ وہاں کوئی بھی نہیں تھا۔ آواز پھر آئی۔ ''مجھے اٹھالو۔'' یہ آواز ایک پتھر سے آرہی تھی۔ انہوں نے یہ پتھر اٹھایا اور اپنے تھیلے میں ڈال لیا۔ چند قدم آگے بڑھے تھے کہ ایک پتھر نے پھر پکارا۔ ''مجھے ساتھ لے چلو'' انہوں نے اس پتھر کو بھی اٹھالیا۔ اسی طرح پانچ پتھروں سے آواز آئی اور انہوں نے پانچوں کو اپنے تھیلے میں ڈال لیا۔

ان پتھروں کو اٹھاتے ہی انہیں اپنی فتح کا یقین ہوگیا۔ پتھر باتیں کررہے تھے اس لیے انہیں یقین ہوگیا کہ رب الافواج ان کے ساتھ سفر کررہا ہے۔ ''اب جالوت کو میں نہیں میرا خدا مارے گا جو میرے ساتھ سفر کررہا ہے۔ ہاتھ میرے ہوں گے، طاقت خدا کی ہوگی۔''

وہ اپنی لاٹھی گھماتے ہوئے وادی میں داخل ہوئے۔ کسی نے جالوت کو خبر کی کہ بنی اسرائیل نے تجھ سے مقابلے کے

Marfat.com

لیے کسی کو بھیجا ہے۔ وہ بپھرے ہوئے شیر کی طرح آیا اور حضرت داؤد علیہ السلام کو دیکھ کر اپنی جگہ رک گیا۔ وہ سمجھ رہا تھا کہ اس سے بھی طاقتور کوئی اس کے مقابلے کے لیے آیا ہوگا لیکن اس کے سامنے درمیانہ قد ایک نوجوان کھڑا تھا۔ وہ اور قریب آیا تو یوں لگ رہا تھا جیسے بکری کے سامنے پہاڑ آ کر کھڑا ہو گیا۔ اس کے سامنے حضرت داؤد علیہ السلام کا قد ایسا لگ رہا تھا جیسے وہ آدھے زمین کے اندر ہیں۔

یہ مذاق ہی تو تھا کہ جالوت جیسے جنگجو سپاہی کے مقابلے پر ہتھیاروں کے بغیر ایک لڑکا کھڑا تھا۔ اپنی اس توہین پر وہ ایسا غضب ناک ہوا اور اپنے دیوتاؤں کے نام سے حضرت داؤد علیہ السلام پر جھنجھلاتے ہوئے بولا۔ ''تو نے مجھے سمجھا کیا ہے جو لاٹھی لے کر کتے بھگانے چلا آیا، میں تجھے اس بدتمیزی کا ابھی مزہ چکھاتا ہوں۔ تو نہیں دیکھ سکے گا مگر تیرا گوشت درندے کھا رہے ہوں گے۔''

''تو اس لاٹھی پر مت جانا۔ یہ خدا کی لاٹھی ہے۔ جنگ ہتھیاروں سے نہیں جیتی جاتی۔ فتح اس کی ہوتی ہے خدا جس کے ساتھ ہوتا ہے۔ میں تجھے قتل کروں گا اور تیرا سر کاٹ کر طالوت کے پاس لے کر جاؤں گا۔''

حضرت داؤد علیہ السلام کی زبانی یہ کلمات سن کر جالوت نے کئی زوردار قہقہے لگائے۔ بس یہی قہقہے اس کی موت کا سبب بن گئے۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے دیکھا کہ جب وہ قہقہہ لگاتا ہے تو ''خود'' (پیتل کی ٹوپی جو وہ سر پر پہنے ہوئے تھا) ذرا سا ہٹ جاتا ہے اور اس کی پیشانی ننگی ہو جاتی ہے۔ انہوں نے تھیلے سے ایک پتھر نکالا اور غلیل میں رکھ لیا۔ پھر کوئی ایسی بات کہہ دی کہ جالوت قہقہہ لگانے پر مجبور ہو گیا۔ بس یہی وقت تھا۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے نشانہ لیا اور اس کی ننگی پیشانی پر داغ دیا۔ پتھر میں کچھ ایسی طاقت تھی کہ پیشانی میں گھستا چلا گیا۔ دیوقامت جالوت دھڑام سے زمین پر گر گیا۔ خبر نہیں وہ بے ہوش ہوا تھا یا مر گیا تھا۔ حضرت داؤد علیہ السلام اس کی چھاتی پر سوار ہوئے اور اسی کی تلوار سے اس کا سر کاٹ لیا۔

طالوت کا سپہ سالار انبیر پہاڑی پر سے منظر دیکھ رہا تھا۔ وہ سپاہیوں کو لے کر نیچے اترا۔ ادھر جالوت کے مرتے ہی فلسطینیوں میں بھگدڑ مچ گئی۔ انہوں نے بھاگنا شروع کر دیا۔ طالوت کا لشکر نیچے اتر چکا تھا۔ انہوں نے بھاگتے ہوئے فلسطینیوں کو قتل کرنا شروع کر دیا۔

فوج قتل عام میں لگی ہوئی تھی۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے جالوت کا سر ہاتھ میں لیا اور طالوت کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔

شام تک میدان خالی تھا۔ دشمن کا قلع قمع ہو چکا تھا۔ طالوت اپنے لشکر کو لے کر جلوس کی شکل میں یروشلم کی طرف پلٹا۔ اتنی دیر میں یروشلم کے لوگوں کو فتح کی نوید مل چکی تھی۔ یہ بھی معلوم ہو گیا تھا کہ داؤدؑ نامی ایک نوجوان نے جالوت کو قتل کر دیا ہے۔ لڑکیاں ہاتھوں میں دف سنبھالے ناچتی ہوئی شہر سے باہر نکل آئیں۔ وہ دف بجا رہی تھیں اور ناچ رہی تھیں۔ ان کی نظر جب حضرت داؤد علیہ السلام پر پڑی تو ان کے ہونٹوں پر ایک گیت آ گیا۔ ''ساؤل (طالوت) نے تو ہزاروں کو مگر داؤد علیہ السلام نے لاکھوں کو مارا۔''

طالوت کو یہ گیت سخت ناپسند ہوا۔ وہ سوچنے لگا کہ اتنی جلدی لوگ مجھے بھول گئے۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے کون سا بڑا کارنامہ انجام دے دیا۔ میں نے اتنی جنگیں لڑیں اور لڑکیاں کہہ رہی ہیں میں نے ہزاروں کو مارا۔ اس نے اتفاق سے ایک کو مار لیا تھا یہ کہہ رہی ہیں اس نے لاکھوں کو مارا۔ میں بوڑھا ہونے لگا ہوں اس لیے یہ لڑکیاں اس نوجون پر فریفتہ ہو رہی ہیں۔ اگر یہی حال رہا تو وہ سب کے دل موہ لے گا اور ایک دن میرے تخت و تاج پر قابض ہو جائے گا۔ اس خیال کے ساتھ ہی اسے خیال آیا۔ کہیں یہی تو وہ نہیں ہے جس کی طرف شموئیل نے اشارہ کیا تھا۔ اگر یہ وہی ہے تو بھی یہ تاج و تخت اس کے حوالے نہیں کروں گا۔ اس نے اپنے سپہ سالار انبیر کو بلایا۔

Marfat.com

''کیا تو جانتا ہے داؤد کون ہے؟''

''حضور یہ وہی چرواہا ہے جو آپ کے سامنے بربط بجایا کرتا تھا۔''

''اف میرے خدا! میں نے اسے پہچانا تک نہیں۔'' طالوت نے اپنے سر دونوں ہاتھوں میں تھام لیا۔'' کیا خدا اس کی مدد نہیں کر رہا ہے؟ اس نے جالوت جیسے گرانڈیل کو مار دیا۔ اب میری آنکھوں پر پردے پڑ گئے کہ میں اسے پہچان نہیں سکا۔''

''حضور، وہ معمولی حیثیت کا بربط نواز آپ کو کیا یاد رہتا۔''

''مجھے یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ حضرت شموئل علیہ السلام مجھ سے جھگڑے کے بعد بیت لحم گئے تھے۔ انہوں نے یقیناً وہاں کسی کو مسح کیا ہے اور بادشاہت کی خوشخبری سنائی ہے۔ یہ شخص بھی بیت لحم کا رہنے والا ہے کہیں اس کو تو مسح نہیں کیا تھا؟''

''اس میں کون سی مشکل بات ہے۔'' انبیر نے کہا۔'' ابھی معلوم ہو جاتا ہے۔ اس کے بھائی فوج میں ہیں۔ آپ کے ملازم ہیں۔ انہیں بلا کر معلوم کیا جا سکتا ہے۔''

ان کے بھائیوں کو بلایا گیا۔ حضرت ایشا نے ان سے کہہ رکھا تھا کہ مسح والی بات کسی کو معلوم نہ چنانچہ انہوں نے بادشاہ کے سامنے یہ اقرار تو کیا کہ حضرت شموئلؑ بیت لحم آئے تھے لیکن یہ بھی کہا کہ اس وقت حضرت داؤد علیہ السلام جنگل میں تھے۔ ان کی ملاقات نہیں ہوئی۔

بادشاہ وقتی طور پر مطمئن ہو گیا لیکن برابر غور کرتا رہا۔ جالوت کو تو وہی مار سکتا تھا خداوند اور حضرت شموئل علیہ السلام جس کے ساتھ ہوں، یقیناً داؤد ہی وہ شخص ہے جس کو حضرت شموئل علیہ السلام نے مسح کیا ہوگا۔

وہ اس مسئلے پر اتنی دیر سوچتا رہا کہ اس پر انتشار اور بے کیفی کا دورہ پڑ گیا۔ حضرت داؤد علیہ السلام اس وقت تک محل ہی میں تھے۔ طالوت کے خادموں نے انہیں بلایا کہ بادشاہ کا علاج کریں۔

حضرت داؤد علیہ السلام نے بربط بجانا شروع کیا۔ آج نہ معلوم کیا تھا کہ بادشاہ کی طبیعت سنبھلنے کے بجائے بگڑتی چلی جا رہی تھی۔ اس نے اسی عالم وحشت میں اپنے قریب رکھا ہوا بھالا اٹھایا اور حضرت داؤد علیہ السلام کی طرف کھینچ مارا، اگر حضرت داؤد علیہ السلام کو خدا نے بچا نہ لیا ہوتا اور وہ درمیان سے ہٹ نہ گئے ہوئے تو یہ بھالا ان کے بدن کے آر پار ہو گیا ہوتا۔

حضرت داؤد علیہ السلام ایک طرف کو ہٹے اور بھالا دیوار میں پیوست ہو گیا۔ حضرت داؤد علیہ السلام ذرا بھی نہ گھبرائے، اسی طرح بربط بجاتے رہے۔ یہاں تک کہ طالوت بے ہوش ہو گیا۔ طالوت کے بیٹے جوناتھن نے حضرت داؤد علیہ السلام سے کہا کہ اب وہ یہاں سے ہٹ جائیں۔

بادشاہ کو ہوش آیا تو اس کے بیٹے جوناتھن اور سپہ سالار انبیر نے بادشاہ کو سمجھایا اور یاد دلایا کہ اس نے داؤد کی جان لینے کی کوشش کی تھی۔

''داؤد تو وہ ہے جس نے آپ کی خاطر جالوت کو قتل کیا۔ آپ نے وعدہ کیا تھا کہ جو جالوت کو قتل کرے گا آپ اس سے اپنی بیٹی کی شادی کر دیں گے اور اب آپ داؤد کی جان کے درپے ہیں۔''

طالوت پر ان باتوں کا کوئی اثر نہیں ہوا، البتہ یہ پچھتاوا ضرور ہو کہ اس نے یہ حرکت خود کیوں کی۔ کھلی ایسی ترکیب کی جائے کہ داؤد قتل بھی ہو جائے اور مجھ پر الزام بھی نہ آئے۔ اس نے حضرت داؤد علیہ السلام کو ہزار سپاہیوں کا سردار بنا دیا۔ مطلب یہ تھا کہ کسی جنگ میں انہیں جان بوجھ کر قتل کرایا جائے لیکن وہی مثل ہوئی کہ کفن کی دکان کھولی تو لوگوں نے مرنا چھوڑ دیا۔ جالوت کی موت کے بعد ایسا خوف طاری ہو گیا تھا کہ کوئی قوم اسرائیلیوں پر حملہ آور نہیں ہو رہی تھی۔

حضرت داؤد علیہ السلام، طالوت بادشاہ کی خدمت گزاری میں کوشاں تھے۔ بنی اسرائیل میں ان کی مقبولیت بڑھتی

Marfat.com

جارہی تھی۔ طالوت کو حیرت تو اس وقت ہوئی جب اس کی چھوٹی بیٹی میکل انہیں پسند کرنے لگی۔ اس نے جوناتھن اور ابنیر کو اپنے ساتھ ملالیا اور بادشاہ پر زور ڈالا کہ وہ اس کی شادی داؤدؑ سے کردے، حالانکہ وہ اپنے وعدے سے پھر چکا تھا۔ اس نے اعلان کیا تھا کہ جو جالوت کو قتل کرے گا وہ اس کے ساتھ اپنی بڑی بیٹی میرب کی شادی کرے گا۔ اس نے میرب کی شادی کسی اور سے کردی۔ سب نے زور دیا کہ وہ اپنا عہد پورا کرے اور میکل کی شادی حضرت داؤد علیہ السلام سے کردے۔ وہ پہلے تو ٹال مٹول سے کام لیتا رہا اور پھر یہ سوچ کر تیار ہوگی کہ جب وہ محل میں رہے گا اور یہ سمجھ لے گا کہ میں اس سے خوش ہوں تو وہ احتیاط چھوڑ دے گا اور اسے قتل کرانے میں آسانی ہوجائے گی۔

اب حضرت داؤد علیہ السلام بادشاہ کے داماد بن گئے تھے۔ ان سے محبت کرنے والوں میں مزید اضافہ ہوگیا۔ لوگ اس لیے بھی ان کی عزت کرنے لگے کہ وہ بادشاہ کے داماد ہیں۔ حضرت داؤد علیہ السلام کے حسن اخلاق نے بھی لوگوں کو اپنا گرویدہ بنالیا تھا۔ اب بادشاہ ان کی طرف سے اور بھی خائف ہوگیا۔ ہر وقت حضرت داؤد علیہ السلام کے قتل کے منصوبے سوچتے رہنے سے اس کی حالت دیوانوں جیسی ہوگئی تھی۔ وہ ان کے خلاف جو بھی منصوبہ تیار کرتا حضرت داؤد علیہ السلام کو اس کی پہلے سے خبر ہوجاتی اور وہ بچ نکلتے۔ اس کا شک اپنے بیٹے جوناتھن پر تھا کہ وہ حضرت داؤد علیہ السلام کو پہلے سے خبردار کردیتا ہے۔ اب حضرت داؤد علیہ السلام کے ہمدردوں میں ایک کا اور اضافہ ہوگیا تھا اور وہ تھی میکل۔

ایک روز وہ گھبرائی ہوئی حضرت داؤد علیہ السلام کے پاس آئی۔ ''میں آپ کی فرقت گوارا نہیں کرسکتی لیکن محل میں آپ کے قتل کا منصوبہ تیار ہوچکا ہے۔ ابھی کچھ دیر میں شاہی کارندے آئیں گے اور آپ کو زبردستی یہاں سے لے جائیں گے، آپ ان کے آنے سے پہلے یہاں سے نکل جائیں۔''

''اگر میرے قتل کا منصوبہ تیار ہو ہی چکا ہے تو محل کو چاروں طرف سے گھیر لیا گیا ہوگا۔ میں نکلوں گا کیسے؟''

''اس محل کا ایک خفیہ راستہ بھی ہے جس کا مجھے پہلے سے علم ہے۔ میں تمہیں رات کے اندھیرے میں نکال دوں گی۔''

''اور تم؟''

''میں ابھی آپ کے ساتھ نہیں جاسکتی۔ آپ جہاں بھی جائیں جوناتھن سے رابطہ رکھیے گا۔ وہ آپ کا ہمدرد ہے۔ خدا نے آپ کی محبت اس کے دل میں ڈال دی ہے۔ آپ جب چاہیں گے وہ مجھے آپ کے پاس لے آئے گا۔''

حضرت داؤد علیہ السلام محل سے نکلے اور اتوب شہر پہنچے۔ یہاں ایک کاہن رہتا تھا اس سے ملاقات کی۔ اس کاہن نے کچھ روٹیاں اور ایک تلوار حضرت داؤد علیہ السلام کو دی۔ یہاں سے وہ حضرت شموئل علیہ السلام کے پاس رامہ گئے۔ حضرت شموئل علیہ السلام کو جب معلوم ہوا کہ وہ طالوت کے خوف سے بھاگ کر آئے ہیں تو انہیں خدشہ ہوا کہ طالوت ضرور ان کے تعاقب میں آئے گا۔ ان دونوں حضرات نے رامہ چھوڑ دیا اور شہر نبوت میں آگئے۔ یہاں زہاد اور عبادت گزاروں کی ایک جماعت رہتی تھی۔ حضرت شموئل علیہ السلام کو اپنے درمیان دیکھ کر ان زہاد کو ایسی خوشی ہوئی کہ سب کے سب سجدے میں گر گئے۔

حضرت داؤد علیہ السلام یہاں رہنے لگے۔ اب ان کے شب و روز عبادت میں گزر رہے تھے۔ حضرت شموئل علیہ السلام کے انتقال کے بعد حضرت داؤد علیہ السلام کو بنی اسرائیل کا نبی ہونا تھا لہٰذا یہ تربیت اور صحبت ضروری تھی جو اس قیام میں ہورہی تھی کیونکہ حضرت شموئل علیہ السلام بھی ان کے ساتھ تھے۔

طالوت یہ دیکھ کر بے قابو ہوگیا تھا کہ حضرت داؤد علیہ السلام ان کے ہاتھ سے نکل گئے۔ اس نے ادھر ادھر آدمی دوڑا دیے کہ حضرت داؤد علیہ السلام کا پتا چلائیں اور پھر خود بھی تین ہزار سپاہی لے کر نکل گیا۔

طالوت اس وقت جھاؤ کے ایک درخت کے نیچے اپنا بھالا اپنے ہاتھ میں لیے بیٹھا تھا۔ اس کے خادم اس کے اردگرد

Marfat.com

کھڑے تھے۔

ایک خادم یہ خبر لایا تھا کہ اس نے ایشا کے بیٹے کو اتوب میں اخیطوب کے بیٹے اشملک کاہن کے پاس آتے دیکھا تھا۔ یہ سنتے ہی طالوت غضب میں آ گیا۔ جسے میں نے نکال دیا لوگ اسے اپنے پاس بلا رہے ہیں۔ اس نے اس کاہن کو اور اس کے پورے گھرانے کو اپنے پاس بلا لیا۔

''تو نے میرے خلاف کیوں سازش کی ہے کہ تو نے داؤدؑ کو روٹی اور تلوار دی۔''

''بادشاہ سلامت تیرے سب خادموں میں حضرت داؤد علیہ السلام سب سے زیادہ امانت دار ہے تو کیوں اس کے قتل کے درپے ہے؟''

''جب تجھے معلوم تھا کہ وہ میرے پاس سے بھاگا ہوا ہے تو کیوں تو نے مجھے خبر نہیں کی؟''

''اس لیے کہ میں نہیں چاہتا کہ تو اس کے قتل کا گناہ اپنے سر لے۔''

''تو اور تیرے باپ کا گھرانا ضرور مار ڈالا جائے گا۔''

اتوب میں جتنے کاہن تھے ان سب کو بھی بادشاہ نے اپنے پاس بلوا لیا۔ اپنے سپاہیوں کو حکم دیا کہ ان سب کو تلوار کی دھار پر رکھ لو۔ یہ کل پچاسی آدمی تھے جو اس روز طالوت کے ہاتھوں قتل ہوئے۔ کاہن کا ایک بیٹا ابی یاتر بچ نکلا اور نبوت جا کر حضرت داؤد علیہ السلام کے ساتھ شامل ہو گیا۔

اس قتل عام کے بعد طالوت نے نبوت کا رخ کیا۔ وہ اس جگہ پہنچ بھی گیا جہاں عبادت گزار جمع تھے لیکن وہاں پہنچ کر اس پر عجیب سی کیفیت طاری ہو گئی۔ خدا نے اس کی آنکھوں پر ایسے پردے ڈالے کہ وہ حضرت داؤد علیہ السلام کو گرفتار کیے بغیر ہی چلا گیا۔

خطرہ ٹل گیا تھا لیکن ختم نہیں ہوا تھا۔ حضرت داؤد علیہ السلام کو یقین ہو گیا تھا کہ طالوت ان کا دشمن بن گیا ہے وہ ان کا پیچھا کرتا رہے گا اور انہیں ہلاک کر کے چھوڑے گا۔ خدا نے اس وقت تو مجھے بچا لیا لیکن آئندہ کیا ہو گا۔ وہ خدا کا ممسوح ہے خدا نے اسے برگزیدہ کیا ہے اس لیے نہ تو میں اسے قتل کروں گا نہ اس کے خلاف جنگ کروں گا اور وہ مجھے قتل کرنے سے باز نہیں رہے گا اس لیے مجھ پر لازم ہے کہ میں کسی ایسی جگہ چھپ جاؤں جہاں وہ مجھے ڈھونڈ نہ سکے۔ پھر وہ یا تھک ہار کے بیٹھ جائے یا ہلاک ہو جائے۔ وہ اتنی بات نہیں سمجھتا کہ خدا کا عہد کبھی جھوٹا نہیں ہوتا۔ اس کی بادشاہت میرے حصے میں آئی ہے۔ وہ تو مجھے مل کر رہے گی۔

حضرت داؤد علیہ السلام ان لوگوں کو لے کر بیابان کی طرف نکل گئے اور دشت زیف کے ایک غار میں قیام کر کے رشد و ہدایت کا سلسلہ دراز کر دیا۔ لوگوں میں ان کی مقبولیت اتنی تھی کہ جسے معلوم ہوتا وہ دشت زیف میں آ کر ان سے ملاقات کرتا۔ کچھ لوگ ایسے بھی تھے جو گھر بار چھوڑ کر ان کے پاس رہنے لگے۔ دیکھتے دیکھتے ان کی تعداد چھ سو تک پہنچ گئی۔ یہی لوگ حضرت داؤد علیہ السلام کا لشکر تھے اور یہی ان کی پاکیزہ جماعت، جو ان کے ساتھ عبادت میں مشغول رہتی۔ ان پہاڑوں میں آپ کا بربط گونجتا رہتا۔ آپ خدا کے اوصاف بیان کرتے، اس سے اپنی محبت کا اظہار کرتے اور جب ان نغموں کو سریلی آواز میں گاتے تو پہاڑ جھومنے لگتے۔ کہاں کہاں سے پرندے آ کر جمع ہو جاتے اور آپ کی تلاوت سنتے۔

''ہمارے بندے داؤدؑ کو یاد کرو جو صاحب قوت تھے۔ بے شک وہ بہت رجوع کرنے والے تھے۔ پھر ہم نے پہاڑوں کو ان کے تابع کر دیا تھا کہ صبح شام ان کے ساتھ اللہ پاک کا ذکر کرتے تھے اور پرندوں کو جو جمع رہتے تھے۔ سب ان کے زیر فرماں تھے۔''

انہی نغموں کا مجموعہ ''زبور'' کہلاتا ہے۔ بنی اسرائیل کی رشد و ہدایت کے لیے اصل اور اساس ''توریت'' تھی لیکن حالات و واقعات اور زمانے کے تغیرات کے پیش نظر حضرت داؤد علیہ السلام کو خدا کی جانب سے زبور عطا ہوئی جو توریت

Marfat.com

کے قوانین و اصول کے اندر رہ کر اسرائیلی گروہ کی رشد و ہدایت کے لیے بھیجی گئی تھی چنانچہ حضرت داؤد علیہ السلام نے شریعت موسوی کو از سر نو زندہ کیا۔ اسرائیلیوں کو راہ ہدایت دکھائی اور وحی سے مستفیض ہو کر تشنہ کامان معرفت الٰہی کو سیراب کیا۔

زبور خدا کی حمد کے نغموں سے معمور تھی۔ حضرت داؤد علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے ایسا لہجہ اور ایسا سحر آ گیں لحن عطا کیا تھا کہ جب زبور کی تلاوت فرماتے تو جن و انس حتیٰ کہ غیور و حوش تک وجد میں آ جاتے۔ اس لیے آج تک لحن داؤدی ضرب المثال ہے۔

لغت میں زبور کے معنی پارے اور ٹکڑے کے ہیں۔ چونکہ یہ کتاب دراصل توریت کی تکمیل کے لیے نازل ہوئی اس لیے اس کا ایک حصہ اور ٹکڑا ہے۔

☆......☆......☆

طالوت نے یروشلم سے تین کوس کے فاصلے پر جبعہ کو اپنا فوجی قلعہ بنایا تھا۔ وہ اس وقت یہاں موجود تھا کہ دشت زیف کے کچھ لوگ اس کے پاس آئے۔ یہ لوگ حضرت داؤد علیہ السلام سے مخالفت رکھتے تھے، انہوں نے مخبری کی۔ ''داؤدؑ کوہ حلیلہ کے بن کے قلعوں میں دشت کے جنوب کی طرف چھپا ہوا ہے۔ اگر بادشاہ اسے تلاش کرے تو اسے حوالے کرنا ہمارا ذمہ ہے۔''

طالوت یہ خبر سنتے ہی دشت زیف کی طرف روانہ ہوا۔ حضرت داؤد علیہ السلام کو خدا نے بتا دیا اور وہ ہوشیار ہو کر چٹان سے اتر آئے اور ''معون'' کے بیابان میں رہنے لگے۔ ان کے آدمی برابر کہہ رہے تھے کہ ہم طالوت کا مقابلہ کریں گے لیکن آپؑ یہی کہتے رہے کہ جسے خدا نے برگزیدہ کیا ہے میں اس سے مقابلہ نہیں کروں گا اس کا فعل اپنی جگہ لیکن میں اسے قتل نہیں کروں گا۔

اسی وقت ایک قاصد نے آ کر طالوت کو بتایا کہ فلسطینیوں نے ملک پر حملہ کیا ہے۔ وہ حضرت داؤد علیہ السلام کے بالکل قریب پہنچ چکا تھا۔ اس کے آدمیوں نے حضرت داؤد علیہ السلام کو گھیر لیا تھا لیکن خدا نے مدد کی کہ یہ خبر آ گئی۔ طالوت ان کا پیچھا چھوڑ کر دشمن سے مقابلے کے لیے روانہ ہو گیا۔

حضرت داؤد علیہ السلام سجدے میں گر گئے۔ خدا نے انہیں پھر بچا لیا تھا۔

جب طالوت فلسطینیوں کا پیچھا کر کے لوٹا تو اسے معلوم ہوا کہ حضرت داؤد علیہ السلام ''عین جدی'' کے بیابان میں ہیں۔ بحیرہ مردار کے مغرب میں یہ ایک نخلستان تھا۔

طالوت تین ہزار آدمیوں کو لے کر تلاش میں نکلا۔ وہ حضرت داؤد علیہ السلام کو اس طرح ڈھونڈتا پھر رہا تھا جیسے پہاڑی بکرے گھاس ڈھونڈتے ہیں۔ ایک چٹان سے دوسری چٹان۔ وہ نخلستان آ گیا تھا لیکن حضرت داؤد علیہ السلام کا کہیں پتا نہ تھا، خدا نے اسے چھپا لیا تھا۔ ایک جگہ چار سو فٹ کی بلندی سے آبشار نیچے گر رہا تھا۔ طالوت خود بھی تھک گیا تھا، اس کے سپاہی بھی پیاسے تھے۔ اس آبشار سے انہوں نے پیاس بجھائی اور تھکن اتارنے کے لیے کسی غار کو ادھر ادھر تلاش کرنے لگے۔ کچھ فاصلے پر سلیٹی رنگ کی پہاڑیاں تھیں۔ ادھر بڑھے تو ایک غار نظر آیا۔ وہ اس غار میں چلے گئے اور پاؤں پھیلا کر لیٹ گئے۔

خدا کی شان دیکھیے کہ یہ وہی غار تھا جس کے اندرونی حصے میں حضرت داؤد علیہ السلام اپنے آدمیوں کے ساتھ موجود تھے اور اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے کہ طالوت انہیں تلاش کرتا ہوا یہاں تک آ گیا ہے۔ وہ یہ بھی دیکھ رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے سب پر نیند غالب کر دی ہے۔

حضرت داؤد علیہ السلام کے ایک ساتھی نے سرگوشی میں کہا۔ ''طالوت کا کام تمام کرنے کے لیے یہ نہایت عمدہ موقع

Marfat.com

ہے۔ یقیناً یہ وہی دن ہے جس کے بارے میں خدا تعالیٰ نے کہا تھا کہ میں تیرے دشمن کو تیرے ہاتھ میں کر دوں گا اور جو تیرا جی چاہے تو کرنا۔

حضرت داؤد علیہ السلام نے فرمایا۔ ''تم اس معاملے کو مجھ پر چھوڑ دو۔'' یہ کہہ کر وہ اس طرف گئے جہاں طالوت اور اس کے ساتھی بے خبر سو رہے تھے۔ بے شک! یہ ایسی نیند تھی کہ خدا نے انہیں سلایا تھا۔ کسی کا امتحان مقصود تھا۔

خدا نے ان سب کو ایسا غافل کر دیا تھا کہ کسی کی آنکھ نہ کھل سکی اور حضرت داؤد علیہ السلام، طالوت کے بالکل نزدیک پہنچ گئے۔ ان کے ہاتھ میں تلوار بھی تھی۔ ان کے سپاہی گردنیں اٹھائے انہیں تک رہے تھے اور انتظار کر رہے تھے کہ کب ان کے آقا کی تلوار چلتی ہے اور کب طالوت کی گردن الگ ہوتی ہے۔ ساتھ ہی وہ اپنی تلوار بھی سنبھالے ہوئے تھے کہ اگر طالوت کے ساتھی جاگ گئے تو وہ بھی مقابلے کے لیے دوڑ پڑیں گے لیکن ان کی حیرت کی انتہا نہ رہی جب انہوں نے دیکھا کہ ان کا آقا طالوت کو سوتا چھوڑ کر واپس آ رہا ہے۔

حضرت داؤد علیہ السلام اپنے لوگوں میں پہنچے تو ان کی مٹھی میں بالشت بھر کپڑے کا ایک ٹکڑا دبا ہوا تھا۔ یہ طالوت کے کرتے کا دامن تھا جو انہوں نے اپنی تلوار سے کاٹ لیا تھا۔

''آپ نے اسے ہاتھ سے جانے دیا۔'' ساتھیوں نے آپؑ سے کہا۔ ''اس وقت وہ آپؑ کے ہاتھ میں تھا اور اس کے ساتھی بھی سو رہے تھے۔''

''خدا نہ کرے میں اپنے مالک سے جو خداوند کا ممسوح ہے ایسا سلوک کروں کہ اس پر ہاتھ اٹھاؤں۔ مجھے تو یہ جسارت بھی اچھی نہیں لگی کہ میں نے اس کے کرتے کا دامن کاٹ لیا۔''

ان کے ساتھیوں نے بہت کہا کہ وہ انہیں طالوت پر حملہ کرنے کی اجازت دیں لیکن انہوں نے منع کر دیا۔

اتنی دیر میں طالوت کی نیند اس کی بیداری میں بدل گئی۔ انہوں نے دیکھا وہ غار سے باہر جا رہا ہے۔ حضرت داؤد علیہ السلام بھی غار سے نکلے۔

طالوت نے ایک آواز سنی۔ ''میرے مالک میرے بادشاہ۔'' اس نے پلٹ کر پیچھے دیکھا اور سمجھ گیا کہ وہ حضرت داؤد علیہ السلام کے غار میں سو گیا تھا۔ اس نے میری جان بخش دی، کمال ہے۔ اتنی دیر میں حضرت داؤد علیہ السلام قریب آ گئے تھے۔ اللہ نے ایسا رعب ان پر طاری کر دیا تھا کہ طالوت کے ساتھی جہاں تھے وہیں کھڑے رہ گئے۔

''حضور آپ کیوں ان کی باتوں پر دھیان دیتے ہیں جو کہتے ہیں آپ کو نقصان پہنچانا چاہتا ہوں۔ خدا نے اس غار میں آپ کو میرے حوالے کر دیا تھا۔ میں چاہتا تو آپ کو قتل کر سکتا تھا لیکن میں خداوند کے ممسوح کو کیوں ہاتھ لگاؤں۔''

''تو یہ کیسے کہہ سکتا ہے کہ میں تیرے غار میں تھا اور تیری دسترس میں تھا؟'' طالوت نے کہا۔

''آپ کے کرتے کا یہ دامن گواہ ہے جو میں نے کاٹ لیا تھا۔''

طالوت نے گھبرا کر اپنے دامن کی طرف دیکھا اور اس پر کپکپی طاری ہو گئی۔ اس نے کچھ کہنا چاہا لیکن آواز اس کے حلق میں اٹک سی گئی۔

حضرت داؤد علیہ السلام کی آواز پھر گونجی۔ ''خدا ہی میرے اور تیرے درمیان انصاف کرے اور تجھ سے میرا انتقام لے پر میرا ہاتھ تجھ پر نہیں اٹھے گا۔''

اس حسن سلوک نے طالوت کو جذباتی کر دیا۔ وہ رونے لگا۔ آنسوؤں کے درمیان اس نے کہا۔ ''تو یقیناً مجھ سے زیادہ صادق ہے۔ تو نے بدی کا بدلہ نیکی سے دیا۔ خدا تعالیٰ نے مجھے تیرے ہاتھ میں کر دیا تھا۔ اب میں جان گیا ہوں کہ تو یقیناً بادشاہ ہوگا۔ اسرائیل کی سلطنت تیرے ہاتھ پر قائم ہوگی۔ اب تو خداوند کی قسم کھا کہ میرے بعد میری نسل کو ہلاک نہیں کرے گا اور میرے باپ کے گھرانے میں سے میرے نام کو مٹا نہیں ڈالے گا۔''

Marfat.com

حضرت داؤد علیہ السلام نے قسم کھائی۔

طالوت اپنے ساتھیوں سمیت سرمئی پہاڑوں کی طرف گیا اور آنکھوں سے اوجھل ہوگیا۔

کسی کو یہ پوچھنے کی جرأت نہیں تھی کہ جب غلط فہمیاں دور ہوگئی تھیں تو وہ طالوت کے ساتھ واپس کیوں نہیں چلے گئے کیونکہ وہ جانتے تھے کہ طالوت ایک دن پھر ان کے آقا کی جان کے درپے ہوگا۔ اس کی باتیں بھروسے کے لائق نہیں ۔

حضرت داؤد علیہ السلام کو اب بادشاہت حاصل کرنے کے لیے طالوت کی موت کا انتظار کرنا تھا۔ ایک ایسی موت جو ان کے ہاتھ سے لائی ہوئی نہ ہو۔ اس تمام عرصے میں انہیں اپنی جان کی بھی حفاظت کرنی تھی اور رشد و ہدایت کا فریضہ بھی انجام دینا تھا۔

ان کا اندازہ جلد ہی درست ثابت ہوا۔ انہوں نے ایک مرتبہ پھر سنا کہ طالوت سرگرمی سے ان کی تلاش کررہا ہے اور انہیں قتل کرنے کے درپے ہے۔ ان کا سفر پھر شروع ہوگیا۔ وہ ایک غار سے دوسرے غار میں چھپتے پھر رہے تھے۔ ان کے گرد گھیرا تنگ ہوتا جارہا تھا۔ وہ اپنے ساتھیوں کو طالوت کے قتل کی اجازت بھی نہیں دے رہے تھے اور اب اپنا بچاؤ بھی مشکل ہوگیا تھا۔

حضرت داؤد علیہ السلام نے طالوت سے بچنے کے لیے یہ جگہ بھی چھوڑ دی اور فاران کے بیابان میں آگئے۔ ان کے ساتھ چھ سو مرد، ان کی بیویاں اور بچے بھی تھے۔ ان سب کے اخراجات پورے کرنے کے لیے انہیں رقم کی ضرورت پڑتی تھی۔

حضرت داؤدؑ نے اس علاقے کے لوگوں سے ایک معاہدہ کیا کہ وہ اور ان کے آدمی، علاقے کے لوگوں کو لٹیروں سے بچاتے رہیں گے۔ اس خدمت کے صلے میں وہ انہیں ''تحفظ خراج'' دیں گے۔

معون میں ایک شخص رہتا تھا جس کا نام نابال تھا۔ وہ کرمل گاؤں کے قریب اپنی بھیڑوں کی اون کتر رہا تھا کہ حضرت داؤدؑ نے اپنے آدمی بھیج کر اس سے تحفظ خراج طلب کیا۔ نابال نے خراج دینے سے انکار کردیا اور حضرت داؤد علیہ السلام کے لیے نہایت گستاخانہ الفاظ ادا کیے۔

''داؤدؑ کون ہے اور ایشا (یسی) کا بیٹا کون ہے۔ ان دونوں بہت سے نوکر ایسے ہیں جو اپنے آقا کے پاس سے بھاگ آئے ہیں، تو کیا میں اپنی دولت انہیں دے دوں جنہیں میں نہیں جانتا۔''

حضرت داؤد علیہ السلام کے ملازموں نے یہ باتیں حضرت داؤد علیہ السلام کو بتادیں۔ آپ کو سخت صدمہ پہنچا کہ میں نابال کے مال کی ناحق حفاظت کرتا رہا اور اس نے یہ صلہ دیا۔ آپؑ نے اپنے آدمیوں کو حکم دیا کہ تلواریں باندھ لیں۔ خود بھی مسلح ہوگئے کہ جائیں اور نابال کو قتل کردیں۔

نابال کی بیوی خوبصورت بھی تھی اور عقل مند بھی۔ خدا کی پرستار تھی اور حضرت داؤد علیہ السلام پر ایمان رکھتی تھی۔ وہ گدھے پر سوار ہوئی اور حضرت داؤد علیہ السلام کے پاس پہنچ گئی۔ اس کی نظر حضرت داؤد علیہ السلام پر جیسے ہی پڑی وہ اوندھے منہ سجدے میں گرگئی۔ کچھ دیر بعد اٹھی تو حضرت داؤد علیہ السلام سے مخاطب ہوئی۔

''تو اس خبیث نابال کی پروا مت کر۔ وہ اپنے نام کی طرح حماقت سے بھرا ہوا ہے۔ میں نے تیرے خادموں کو نہیں دیکھا تھا ورنہ ان کی خدمت کرتی۔ میں تیری منت کرتی ہوں کہ اپنے ہاتھ سے انتقام لینے سے باز رہ۔''

ابجیل نے بڑی حکمت سے حضرت داؤد علیہ السلام کو قیمتی تحائف پیش کیے اور ان کا غصہ ٹھنڈا کیا۔

جب غصہ اتر گیا تو حضرت داؤد علیہ السلام نے بھی اس کا شکریہ ادا کیا۔

''خداوند اسرائیل کا خدا مبارک ہو جس نے تجھے آج کے دن مجھ سے ملنے کو بھیجا اور تیری عقل مندی مبارک۔ تو

Marfat.com

خود بھی مبارک ہو جس نے مجھ کو آج کے دن خون ریزی اور اپنے ہاتھوں اپنا انتقام لینے سے باز رکھا۔ اب خدا ہی انصاف کرنے والا ہے۔"

خدا نے انصاف کیا کہ نابال نے ایک سچے نبی سے گستاخی کی تھی۔ ابھی دس دن نہیں گزرے تھے کہ نابال کا اچانک انتقال ہو گیا۔

جب حضرت داؤد علیہ السلام نے سنا تو ابجیل پر افسوس ہوا کہ ان کی وجہ سے ابجیل کا خاوند مرا۔ انہوں نے ازالے کے طور پر پیغام بھیجا اور اس سے شادی کر لی۔ میکل کو جو حضرت داؤد علیہ السلام کی بیوی تھی، طالوت نے کسی اور سے بیاہ دیا تھا۔

اب حضرت داؤد علیہ السلام کو خدا کا حکم پہنچا کہ وہ فلسطینیوں کی سرزمین میں چلے جائیں۔ پہلی نظر میں یہ حکم انہیں عجیب سا لگا کیونکہ فلسطینی ہمیشہ سے اسرائیلیوں کے دشمن تھے۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے جالوت کو قتل کیا تھا اور اب انہیں دشمن کی زمین پر بھیجا جا رہا تھا جب کہ ان کے ساتھ صرف چھ سو آدمی تھے اور سب کے پاس ہتھیار بھی نہیں تھے لیکن انہیں خدا کی ذات پر مکمل یقین تھا وہ فلسطینیوں کی طرف بے خوف و خطر روانہ ہو گئے۔ اس حکم کا پہلا فائدہ یہ ہوا کہ طالوت نے ان کی تلاش ترک کر دی۔ وقتی طور پر ان کی جان بچ گئی۔ ابھی اور کیا فوائد ہونے والے تھے، یہ خدائی راز تھے جو بعد میں ظاہر ہوئے۔

حضرت شموئیل علیہ السلام کا بھی انتقال ہو گیا تو حضرت داؤد علیہ السلام نے بھی مناسب سمجھا کہ وہ بنی اسرائیل کے درمیان سے نکل جائیں۔

حضرت داؤد علیہ السلام فلسطینیوں کے شہر "جات" میں اکیس بادشاہ سے ملے اور پناہ کی درخواست کے ساتھ اپنی خدمات پیش کر دیں۔

"اپنی ساری طاقت سے آپ کی خدمت کرنا میرے لیے باعث سعادت ہو گا۔"

یہ سن کر بادشاہ خوش ہو گیا۔ دشمن کی فوج کا مایہ ناز جوان اپنی خدمات اسے پیش کر رہا تھا۔ اسے یہ بھی خوشی ہو رہی تھی کہ اس کے چلے آنے سے اسرائیلیوں کی کمر ٹوٹ گئی ہو گی۔ اب انہیں زیر کرنا آسان ہو جائے گا۔ اگر میں نے اسے پناہ نہ دی تو وہ واپس چلا جائے گا۔

حضرت داؤد علیہ السلام کا وہاں قیام کرنا اکیس کے مفاد میں تھا لیکن اس کے درباریوں کے تیور کچھ اور تھے۔ وہ بادشاہ پر زور ڈال رہے تھے کہ وہ حضرت داؤد علیہ السلام کو اپنی ملازمت میں نہ رکھے۔

"کیا یہ وہی شخص نہیں جس نے جالوت کو قتل کر کے ہمیں شکست سے دوچار کرایا تھا اور ہمارا قتل عام ہوا تھا۔ ہم وہ دن کبھی نہیں بھول سکتے۔"

حضرت داؤد علیہ السلام کی بڑے پیمانے پر مخالفت ہو رہی تھی۔ انہیں تو اب یہ شک ہو رہا تھا کہ موت یہاں بھی ان کے تعاقب میں ہے۔ ان میں سے کوئی بھی مجھے قتل کر دے گا۔ اکیس بادشاہ بھی ان کے دباؤ میں آ کر مجھے نکال دے گا۔ انہوں نے خدا کا شکر ادا کیا کہ وہ جس حال میں رکھے میں خوش رہوں گا۔ انہوں نے بادشاہ سے بات کی۔

"تیرے درباری مجھے برداشت کرنے کو تیار نہیں۔" حضرت داؤد علیہ السلام نے اکیس سے کہا۔ "تو ایسا کر مجھے دارالسلطنت سے دور کوئی علاقہ رہنے کو دے دے۔ میں اپنے آدمیوں کو لے کر وہاں چلا جاؤں۔ تو جب کہے گا میں اپنے لشکر سے تیری مدد کروں گا۔"

یہ بات بادشاہ کی سمجھ میں آ گئی۔ اس نے صقلاج کا علاقہ انہیں رہنے کو دے دیا۔ یہ علاقہ فلسطین کے جنوب میں تھا۔ کبھی یہ اسرائیلیوں کے پاس تھا پھر اس پر فلسطینیوں نے قبضہ کر لیا تھا اور اب حضرت داؤد علیہ السلام کو مل رہا تھا۔

Marfat.com

یہ شہر سرحد پر واقع تھا اور یہاں پہلے ہی سے کچھ اسرائیلی خاندان آباد تھے لہٰذا حضرت داؤد علیہ السلام کو اس شہر میں اپنائیت محسوس ہوئی۔ ان کے ساتھی بھی بھاگتے بھاگتے تنگ آ چکے تھے۔ بہت دن بعد انہیں رہنے کے لیے فصیل دار شہر ملا تھا۔

حضرت داؤد علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کو صقلاج میں رہتے ہوئے ایک سال ہو گیا تھا۔ یہاں کے رہنے والے ان کے شکر گزار تھے کہ ان کی موجوگی کی وجہ سے عمالیقی لوٹ مار کے لیے اس طرف نہیں آتے تھے ورنہ یہ خانہ بدوش لٹیرے آئے دن لوٹ مار کرتے رہتے تھے۔ صقلاج کے لوگ ان کے احسان مند تھے۔

ایک دن اکیس بادشاہ کا قاصد صقلاج آیا اور پیغام دیا کہ وہ اپنے سپاہیوں سمیت جات میں حاضر ہو جائیں۔

فلسطینی دیکھ رہے تھے کہ حضرت داؤد علیہ السلام، اپنی قوم سے الگ ہو گئے ہیں۔ ان کی قوم دو حصوں میں بٹ گئی ہے۔ ایک گروہ طالوت کے ساتھ ہے، دوسرا حضرت داؤد علیہ السلام کے ساتھ۔ اب اسرائیلیوں میں اتحاد باقی نہیں رہا تھا۔ وہ کمزور ہو چکے ہیں لہٰذا ان پر حملہ کر دیا جائے۔ اسی حملے میں ساتھ چلنے کے لیے حضرت داؤد علیہ السلام کو پیغام بھیجا گیا تھا۔

حضرت داؤد علیہ السلام کو جب یہ معلوم ہوا تو وہ سخت رنجیدہ ہوئے۔ کیا مجھے اپنی قوم پر تلوار اٹھانی پڑے گی؟ میں قسم کھا چکا ہوں کہ طالوت کو نہ قتل کروں گا اور نہ ہی اس سے جنگ کروں گا۔ اے خدا! میری قسم کو قائم رکھ۔ مجھے اس امتحان سے بچا لے۔

انہوں نے اکیس بادشاہ سے وفاداری کی شان دکھائی۔ قاصد سے کہہ بھی دیا کہ بادشاہ کا حکم سر آنکھوں پر۔ اپنے ساتھیوں لے کر چل بھی دیے لیکن دل ہی دل میں یہی تھا کہ یہ معرکہ ٹل جائے۔

وہ ''افیق'' کی طرف روانہ ہو گئے جہاں فلسطینی فوجیں اکٹھی ہو رہی تھیں۔ راستے بھر ان کے سپاہی بھی چہ میگوئیاں کرتے رہے تھے کہ حضرت داؤد علیہ السلام، طالوت سے لڑنے پر کیونکر آمادہ ہو گئے ہیں جب کہ وہ یہ کہتے رہے تھے کہ طالوت خدا کا ممسوح ہے، وہ اس کے خلاف تلوار نہیں اٹھائیں گے۔

یہی سوچتے سوچتے وہ افیق تک پہنچ گئے۔

انہیں دیکھتے ہی فوج کے عہدے داروں کے ماتھے شکنوں سے بھر گئے۔ وہ اس برہمی کی حالت میں اکیس بادشاہ کے سامنے پہنچے۔

''حضور آپ نے داؤدؑ کو کیوں بلا لیا۔ اس کا ہمارے درمیان کیا کام۔''

''کیا تم نہیں جانتے کہ یہ طالوت کا دشمن ہے اور بہادر بھی ہے۔ یہ ہماری جنگ کو اپنی جنگ سمجھ کر لڑے گا۔''

''یہ شخص ہمارے ساتھ صرف اس لیے جا رہا ہے کہ طالوت پر دباؤ ڈال کر اپنے لیے معافی حاصل کر لے اور عین جنگ کے دوران ہم سے الگ ہو کر اپنی قوم کے ساتھ مل جائے۔''

''داؤدؑ ہمیشہ ہمارا وفادار رہا ہے۔''

''مگر ہم اس پر اعتبار نہیں کر سکتے۔ اسے فوراً واپس بھیج دیں۔ یہ ہمارے ساتھ نہ جانے پائے۔''

اکیس بادشاہ عجیب کشمکش میں تھا۔ وہ اسے اپنے ساتھ لے جانا چاہتا تھا مگر اس کی فوج مخالفت کر رہی تھی بالآخر اس نے حضرت داؤد علیہ السلام سے معذرت کر لی۔

''میری فوج تمہاری مخالف ہے لہٰذا میں مجبور ہوں۔ میرے افسران کو اشتعال مت دلاؤ بلکہ چپ چاپ صقلاج روانہ ہو جاؤ۔''

انہوں نے ایک مرتبہ پھر اپنے خدا کا شکر ادا کیا جو قدم قدم پر ان کی مدد کر رہا تھا۔ خدا نے ان کی قسم کی لاج رکھ لی

Marfat.com

تھی۔ وہ طالوت کے خلاف تلوار اٹھانے سے بچ گئے تھے۔

دوسرے دن وہ اپنے ساتھیوں سمیت پھر صقلاج کی طرف چل پڑے۔ ابھی صقلاج دور تھا کہ بربادی کے آثار نظر آنے لگے۔ بستی کی طرف سے دھواں اٹھتا نظر آ رہا تھا۔ قریب گئے تو حقیقت آشکار ہوگئی۔ وہ اپنی آنکھوں سے شہر کو دیکھ رہے تھے جو جل کر خاکستر کر دیا گیا تھا۔ مکانوں اور مکینوں کی جگہ راکھ کے ڈھیر تھے۔ ان کے تمام ساتھی اپنے بیوی بچوں کو اپنے پیچھے چھوڑ کر گئے تھے مگر اب وہاں کوئی بھی باقی نہیں تھا۔ اس شہر کو جس نے بھی آگ لگائی تھی وہ یا تو انہیں اپنے ساتھ لے گئے تھے یا وہ جل کر راکھ ہو گئے تھے۔

یہ حادثہ ایسا تھا کہ تمام لوگ مشتعل ہو کر حضرت داؤدؑ کے خلاف ہو گئے۔ وہ چیخ چیخ کر کہہ رہے تھے کہ اس بربادی کا باعث داؤدؑ ہے۔ اگر وہ ہمیں اس ملک میں نہ لاتا تو ہمیں یہ دن دیکھنا نہ پڑتا۔ اس کے خدا نے اسے اس قابل نہیں سمجھا کہ اسے بچاتا تو ہم بھی اسے کیوں بچائیں۔ ان مشتعل لوگوں نے یہ تک طے کر لیا تھا کہ وہ حضرت داؤد علیہ السلام کو سنگسار کر دیں گے۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے انہیں سمجھایا کہ جو مصیبت آئی ہے اس کے تم ہی نہیں، میں بھی شکار ہوا ہوں۔ میری دو بیویاں بھی اسیر ہوئی ہیں لیکن مجھے یہ زیب نہیں دیتا کہ میں خدا کے خلاف ایک لفظ بھی کہوں۔ تم ٹھہرو میں خدا سے پوچھتا ہوں، اب ہمیں کیا کرنا ہے؟ حضرت داؤد علیہ السلام سب کو چھوڑ کر ایک اکیلے گوشے میں عبادت کرنے لگے انہوں نے خدا سے دریافت کیا۔ ''اگر میں ان لٹیروں کو پیچھا کروں تو کیا میں ان کو جا لوں گا؟''

جواب آیا۔ ''تو یقیناً ان کو جا لے گا اور ضرور سب کچھ چھڑا لے گا۔''

حضرت داؤد علیہ السلام نے اپنے لوگوں کو خوش خبری سنائی۔ ''خدا اب بھی ہمارے ساتھ ہے، خداوند اسرائیل کے خدا نے کہا ہے، یہ عمالیقی لٹیرے تھے۔ تو اگر ان کا پیچھا کرے تو ان کو ضرور پالے گا اور ضرور سب کچھ چھڑا لے گا۔''

ان کے پرستاروں نے ایک مرتبہ پھر کمر باندھی اور ان کے ساتھ ہو لیے۔ راستے میں ایک ندی آتی تھی اسے پار کیا۔ تھکن سے چور تھے مگر چلے جاتے تھے۔ ایک جگہ انہیں ایک آدمی ملا جو شکل سے مصری معلوم ہوتا تھا۔ وہ شخص زمین پر پڑا ہوا تھا اور بری حالت میں تھا۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے اسے روٹی اور شہد دیا۔ پانی پینے کے بعد اس کے کچھ حواس درست ہوئے تو اس نے بتایا۔

''میں مصری ہوں اور ایک عمالیقی شخص کا غلام۔ میں بیمار تھا اس لیے میرا مالک مجھے یہاں چھوڑ کر چلا گیا۔ ہم بہت سی جگہوں پر حملے کرتے رہے تھے اور صقلاج کو بھی ہم نے ہی جلایا تھا۔''

''کیا تم بتا سکتے ہو وہ لوگ کہاں گئے ہیں؟'' حضرت داؤد علیہ السلام نے پوچھا۔

''اگر آپ قسم کھائیں کہ مجھے قتل نہیں کریں گے تو میں آپ کو اس طرف لے چلتا ہوں جہاں وہ ہو سکتے ہیں۔''

وہ شخص انہیں ایک طرف کو لے کر چلا۔ عمالیقی اس وقت ایک جگہ ڈیرے ڈالے ہوئے تھے اور کامیابی کا جشن منا رہے تھے۔ ان کے ناچ گانے کی آوازیں دور تک سنائی دے رہی تھیں۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے اچانک ان پر حملہ کر دیا۔ عمالیقی پہلے تو اس اچانک افتاد سے گھبرا گئے لیکن پھر سنبھل کر مقابلے پر آ گئے۔ یہ ایسے سخت جان لوگ تھے کہ اس اچانک حملے کے باوجود مقابلے پر ایسے ڈٹے کہ دوسرے دن شام تک معرکہ گرم رہا۔ سیکڑوں عمالیقی قتل ہو گئے۔ اس کے باوجود سیکڑوں عمالیقی اونٹوں پر بیٹھ کر نکل بھاگے۔ وہ ان تمام لوگوں کو وہیں چھوڑ گئے جنہیں اسیر بنا کر صقلاج سے لائے تھے لہٰذا بڑی کامیابی یہی تھی کہ سب کو ان کی بیوی بچے مل گئے، ان میں حضرت داؤد علیہ السلام کی دو بیویاں بھی تھیں۔

گھر بار جل گئے تھے لیکن بچھڑے ہوئے عزیز انہیں دوبارہ مل گئے تھے۔

حضرت داؤد علیہ السلام صقلاج میں واپس آ گئے۔ اپنی پریشانی سے نجات ملی تو طالوت اور بنی اسرائیل کا خیال آیا جن سے جنگ کرنے کے لیے فلسطینی گئے ہوئے تھے۔

Marfat.com

وہ اپنے ساتھیوں سے کہنے لگے۔ ''مجھے اپنی قوم کا خیال آ رہا ہے۔ نہ جانے ان پر کیا بیت رہی ہوگی۔ طالوت نے اپنی نادانی سے مجھے خود سے دور کر لیا ہے۔ اگر میں وہاں ہوتا تو اپنی قوم کے کچھ کام آ سکتا۔ کوئی خبر آئے تو معلوم ہو وہاں کیا ہو رہا ہے لیکن میرا اندازہ ہے کہ جو کچھ ہو رہا ہوگا برا ہو رہا ہوگا۔''

انہیں صقلاج آئے ہوئے تیسرا دن تھا کہ ایک شخص کو دیکھا جس کے سر پر خاک تھی اور پیراہن چاک تھا وہ بے تحاشا بھاگ رہا تھا، جیسے ہی اس کی نظر حضرت داؤد علیہ السلام پر پڑی وہ سجدے میں گر گیا۔

''تو کون ہے اور کیوں روتا ہے؟'' حضرت داؤد علیہ السلام نے پوچھا۔

''میں اسرائیلی فوج سے آیا ہوں۔''

''کیا خبر لایا ہے؟''

''خبر بہت بری ہے۔ تمام اسرائیلی پراگندہ ہو کر بھاگ گئے اور ہزاروں سپاہی جنگ میں کام آ گئے۔'' یہاں تک کہنے کے بعد وہ پھر رونے لگا۔ جب ذرا دل ہلکا ہوا تو اس نے وہ بات کہہ دی جو حضرت داؤد علیہ السلام سننا نہیں چاہتے تھے۔ ''طالوت اور اس کا بیٹا بھی مارے گئے ہیں۔''

''کہیں تو غلط تو نہیں کہہ رہا ہے۔ تجھے کیسے معلوم ہوا کہ وہ مر گئے ہیں۔''

اس عمالیقی نے یہ تو دیکھ لیا تھا کہ طالوت اس جنگ میں قتل ہوا ہے اور اس طرح قتل ہوا ہے کہ جب اس نے دیکھا کہ اس کے تین بیٹے قتل ہو چکے اور خود بھی تیراندازوں کے نرغے میں ہے۔ بھاگنے کا کوئی راستہ نہیں۔ اس نے اپنی تلوار زمین پر کھڑی کی اور پیٹ کے بل اس پر گر پڑا۔

اب جو اس عمالیقی سے پوچھا گیا تو اس نے اسے اپنے نام سے منسوب کر دیا تاکہ حضرت داؤد علیہ السلام اپنے دشمن (طالوت) کے مارنے والے سے خوش ہو کر اسے انعام دیں۔

''میں خود جلبوعہ پر تھا۔ میں نے طالوت بادشاہ کو دیکھا کہ اپنے پیٹ کے ساتھ بھالے کی ٹیک لگائے ایستادہ۔ طالوت بادشاہ مجھے دیکھ کر چلا اٹھے کہ میرے پاس آؤ۔ میں قریب گیا تو انہوں نے نے کہا، مجھے اس اذیت سے نجات دلاؤ۔ میں سخت تکلیف میں ہوں مگر میری جان نہیں نکلتی۔''

''پھر تم نے کیا کیا؟''

''میں نے تلوار نکالی اور ایک ہی وار میں انہیں تکلیف سے نجات دلا دی۔ آپ کے دشمن کا قاتل میں ہوں۔ مجھے انعام ملنا چاہیے۔''

انعام کے بجائے حضرت داؤد علیہ السلام کی آواز گونجی۔ ''تو خداوند کے ممسوح کو ہلاک کرنے کے لیے اس پر ہاتھ اٹھانے سے کیوں نہ ڈرا۔'' پھر انہوں نے ایک جوان کو نزدیک بلا کر کہا۔ ''نزدیک جا اور اس پر حملہ کر۔''

اس جوان نے اس شخص کو قتل کر دیا۔ یہ اس کے جھوٹ کی سزا تھی۔

حضرت داؤد علیہ السلام نے اس کی لاش کو مخاطب کیا۔ ''تیرا خون تیرے ہی سر پر کیونکہ تو نے ہی اپنے منہ سے آپ اپنے اوپر گواہی دی اور کہا کہ میں نے خداوند کے ممسوح کو قتل کیا۔''

حضرت داؤد علیہ السلام نے اس مرثیے کے ساتھ طالوت اور جوناتھن کا غم منایا۔

اے اسرائیل تیرے ہی اونچے مقاموں پر\
تیرا فخر مارا گیا\
ہائے زبردست کیسے کھیت آئے\
یہ بات نہ بتانا

Marfat.com

اسقلوں کے کوچوں میں اس کی خبر نہ کرنا
نہ ہو کہ فلسطینیوں کی بیٹیاں خوش ہوں
اے جلبوعہ کے پہاڑو
تم پر نہ اوس پڑے اور نہ بارش ہو
کیونکہ وہاں زبردستوں کی سپر بری طرح
پھینک دی گئی
یعنی ساؤل (طالوت) کی سپر
طالوت اور جوناتھن
وہ عقابوں سے تیز
اور شیر ببروں سے زورآور تھے
اے اسرائیل کی بیٹیوں ساؤل پر رو
اس نے تم پر نفیس ارغوانی لباس پہنائے
سونے کے زیوروں سے تمہاری پوشاک کو آراستہ کیا
ہائے لڑائی میں زبردست کیسے کھیت آئے

اب اسرائیلی قوم کا کوئی بادشاہ نہیں تھا۔ کوئی نہیں تھا جو انہیں دشمنوں سے بچاتا۔ اسرائیلی بھاگ بھاگ کر حضرت داؤد علیہ السلام کے پاس آرہے تھے اور انہیں مجبور کررہے تھے کہ وہ بادشاہت کا اعلان کردیں۔ خود ان کے ساتھی ان پر زور دے رہے تھے لیکن خدا سے پوچھے بغیر وہ کوئی قدم اٹھانا نہیں چاہتے تھے۔ پہلے تو وہ انکار کرتے کہ خدا ان سے مخاطب ہو اور ان کی رہنمائی کرے۔ پھر وہ اس کی رضاجوئی کے لیے اس کے حضور جھکے۔ خدا نے انہیں مخاطب کیا۔

''یہوداہ کے شہر جبرون چلا جا۔''

ہجرت کے دن ختم ہوئے۔ حضرت داؤد علیہ السلام اپنے خاندان اور اپنے ساتھیوں کے خاندانوں سمیت جبرون چلے گئے۔ جبرون کے لوگوں نے شاندار استقبال کیا۔ لڑکیاں دف بجا بجا کر پھر وہی گیت گارہی تھیں۔

''ساؤل نے تو ہزاروں کو مارا مگر داؤد نے لاکھوں کو مارا۔''

یہوداہ کے قبیلے کے بزرگوں نے بڑی دھوم دھام سے تاجپوشی کی رسم ادا کی اور ان کو طالوت کے تخت پر بٹھایا۔ اس وقت حضرت داؤد علیہ السلام کی عمر تیس برس تھی۔

جبرون میں یہوداہ کے قبیلے نے حضرت داؤد علیہ السلام کو اپنا بادشاہ بنایا ادھر ملک کے باقی حصوں میں طالوت کے سپہ سالار انبیر نے طالوت کے ایک بیٹے اشبوست کی بادشاہی کا اعلان کردیا۔ انبیر نے صرف اتنا ہی نہیں کیا بلکہ یہوداہ کے خلاف لشکرکشی کردی۔ اب بنی اسرائیل واضح طور پر دو حصوں میں بٹ گئے۔ حضرت داؤد علیہ السلام نہیں چاہتے تھے کہ خانہ جنگی ہو لیکن یہ جنگ ان پر مسلط کردی گئی تھی۔

اس خانہ جنگی کے دوران یہوداہ قبیلے اور اسرائیل کے دوسرے قبیلوں کے سیکڑوں جوان خوامخواہ جان سے ہاتھ دھو بیٹھے۔

اس خانہ جنگی کو دو برس ہوچکے تھے کہ انبیر اور اشبوست کے درمیان اختلاف ہوگیا۔ انبیر حضرت داؤد علیہ السلام کے پاس جبرون آیا اور ان سے پورے اسرائیل کی بادشاہت کے لیے شرائط طے کرنے لگا۔ ان شرطوں کو مان کر وہ جبرون سے واپس جارہا تھا کہ حضرت داؤد علیہ السلام کے بھانجے یوآب نے اپنے بھائی عسابیل کے قتل کے بدلے میں انبیر کو قتل

Marfat.com

کر دیا۔ چند دنوں بعد اشبوست بھی اپنے بستر پر اپنے آدمیوں کے ہاتھوں قتل ہو گیا۔

یہ قتل اتنی جلدی جلدی ہوئے کہ اسرائیلیوں نے جان لیا کہ خداوند حضرت داؤد علیہ السلام کے ساتھ ہے۔ پھر ہم اس کا ساتھ کیوں چھوڑیں۔

اسرائیل کے بارہ قبیلے تھے۔ حضرت داؤد علیہ السلام اب تک صرف ایک قبیلے کے بادشاہ تھے لیکن اب باقی گیارہ قبیلوں کے نمائندے بھی جبرون آئے اور حضرت داؤد علیہ السلام سے ملے اور ان سے کہا کہ ہم تیری ہڈی اور تیرا گوشت ہیں۔

ان لوگوں نے حضرت داؤد علیہ السلام کو پورے ملک کا بادشاہ تسلیم کر لیا۔ اس وقت حضرت داؤد علیہ السلام کی عمر 37 سال تھی۔ انہیں یہوداہ پر حکومت کرتے ہوئے سات سال ہوئے تھے اور اب وہ پورے ملک اسرائیل کے بادشاہ تھے۔

خانہ جنگی سے فرصت مل چکی تھی۔ حضرت داؤد علیہ السلام اب پورے ملک کے بادشاہ تھے۔ صرف ایک شہر ''یبوس'' ایسا تھا جو ان کے قبضے میں نہیں تھا بلکہ کسی کے لیے بھی یہ ناقابل تسخیر سمجھا جاتا تھا۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے اسے تسخیر کرنے کا ارادہ کیا۔

''ہم خدائے قادر کی مدد سے یبوس کے ناقابل تسخیر شہر کو فتح کریں گے تاکہ اسے اسرائیل کی سلطنت کا پایہ تخت بنائیں۔''

اس شہر میں لعانیوں کا ایک قبیلہ آباد تھا۔ اس کے لوگ یبوسی کہلاتے تھے اور شہر کا نام یبوس پڑ گیا۔

حضرت داؤد علیہ السلام کے سرداروں نے سنا تو انگشت بدنداں رہ گئے۔ آج کسی اسرائیلی نے اس شہر میں ایک رات کے لیے قیام بھی نہیں کیا تھا، فتح کرنا تو بڑی بات تھی۔ بلند و بالا برجوں اور فصیلوں والا شہر ابھی تک اسرائیلیوں کی عزت کو للکار رہا تھا۔

حضرت داؤد علیہ السلام کو خدا کی طرف سے اشارہ مل چکا تھا اسی لیے وہ نہایت اعتماد کے ساتھ اس شہر کے پھاٹک کے سامنے جا کر کھڑے ہو گئے۔

فصیل سے کسی نے پکارا۔ ''بزدل یہودیو! تمہیں یہ گمان بھی کیسے ہو گیا کہ تم مٹھی بھر فوج کے ساتھ اس شہر کو فتح کر لو گے۔ ہمارے تو لنگڑے لولے بھی تمہیں بھگا دیں گے۔''

حضرت داؤد علیہ السلام نے سنا تو تن بدن میں آگ لگ گئی۔ انہوں نے پہلے ہی دیکھ لیا تھا کہ اس شہر کے اندر جانے کا کوئی راستہ نہیں سوائے ایک زمین دوز نہر کے۔ انہوں نے اپنے لشکر میں اعلان کیا جو شخص اس زمین دوز نہر کے ذریعے سب سے پہلے شہر میں داخل ہو کر کسی یبوسی کو قتل کرے گا اسے میں اپنی فوج کا سپہ سالار بنا دوں گا۔ اس اعلان کو سنتے ہی چند لوگ نہر میں اتر پڑے۔ حضرت داؤد علیہ السلام کا بھانجا یوآب نہایت جوشیلا نوجوان تھا۔ اس وقت بھی وہ سب سے آگے تھا۔

یہ لوگ اسے کوئی عام نہر سمجھ رہے تھے لیکن اندر سے بہت گہری تھی۔ تاریکی میں کچھ سجھائی نہیں دے رہا تھا، سر کو اوپر رکھنا بھی مشکل تھا۔ کئی تو راستے میں ہی غرق ہو گئے۔ یوآب برابر ہاتھ پاؤں چلا رہا تھا۔ بالآخر یہ سفر مکمل ہوا۔ روشنی کی ہلکی سی کرن نمودار ہوئی۔ وہ نہر کے دوسرے سرے پر تھا۔ سورج غروب ہو گیا تھا۔ یوآب سب سے پہلے باہر آیا۔ یبوسی سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ کوئی شہر میں داخل ہو گا۔ انہوں نے پھاٹک بند کر دیے تھے لیکن کوئی پہرے دار نہیں تھا۔ سب کے سب فصیلوں پر چڑھ کر یہودیوں کی بے بسی پر ٹھٹھے لگا رہے تھے۔ انہیں معلوم ہی نہیں تھا کہ نہر کے ذریعے کچھ لوگ اندر آ چکے ہیں۔ انہیں تو اس وقت معلوم ہوا جب شہر کا دروازہ کھل گیا اور انہوں نے حضرت داؤد علیہ السلام کی فوج کو شہر میں داخل ہوتے ہوئے دیکھا۔ اس وقت تک اپنے دفاع کا وقت گزر چکا تھا۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے سخت خوں ریزی کے بعد

Marfat.com

شہر پر قبضہ کرلیا۔
یہ شہر صدیوں بعد یہودیوں کے ہاتھ لگا۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے اس کا نام یروشلم رکھا۔ جس کا عام مطلب ''سلامتی کا شہر'' ہے۔
یہ شہر نہ صرف اسرائیل کی سلطنت کی حیثیت سے سیاسی مرکز بنا بلکہ دینی مرکز بھی۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے اسی شہر میں قیام اختیار کیا۔
ان کے بڑھتے ہوئے قدم دیکھ کر فلسطینیوں نے ایک مرتبہ اسرائیل پر حملہ کرنے کی تیاری شروع کردی۔ انہوں نے اپنے ایک شہر میں جہاں ان کے بت رکھے ہوئے تھے جمع ہونا شروع کردیا تاکہ وہاں جمع ہوکر یروشلم کی طرف بڑھیں۔
حضرت داؤد علیہ السلام صرف بادشاہ نہیں تھے نبی بھی تھے۔ کوئی کام خدا کی مرضی کے بغیر کر ہی نہیں سکتے تھے۔ انہوں نے خدا کی مرضی پوچھی۔
''کیا میں فلسطینیوں سے مقابلے کے لیے جاؤں؟''
''ضرور جا کیوں کہ میں انہیں تیرے ہاتھ میں کردوں گا۔''
انہوں نے اپنے سپہ سالار یوآب کو حکم دیا کہ لشکر تیار کرکے اچانک دھاوا بول دو۔ فلسطینیوں کا لشکر جرار وفائیم کی وادی میں پڑا ہوا تھا۔ اس مرتبہ یہ لشکر عجیب شان سے آیا تھا۔ یہ لوگ اپنے بت اپنے ساتھ لائے تھے اور انہیں وادی میں جا بجا نصب کردیا تھا۔ گویا حضرت داؤد علیہ السلام اپنا خدا اپنے ساتھ رکھتے تھے تو وہ بھی اپنے بتوں کو اپنے ہمراہ لے آئے تھے۔
حضرت داؤد علیہ السلام نے ان پر بے خبری میں حملہ کیا۔ ان کے پاؤں اکھڑ گئے اور وہ جان بچا کر بھیڑوں کی طرح بھاگے اور ایسے بھاگے کہ اپنے دیوتاؤں کو بھی وہیں چھوڑ گئے۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے ان بتوں کو اکٹھا کرکے آگ لگادی۔
فلسطینیوں نے اپنے دیوتاؤں کی موت کا انتقام لینے کے لیے ایک مرتبہ پھر حملہ کیا۔ حضرت داؤد علیہ السلام کی فوجوں نے انہیں پھر شکست دی۔ اس مرتبہ فلسطینیوں کو ایسا سبق ملا کہ آئندہ ان کے دلاوروں کی ہمت نہیں ہوئی کہ حضرت داؤد علیہ السلام کے مقابل آئے۔
اس جنگ وجدل کے ماحول سے فرصت ملی اور حضرت داؤد علیہ السلام یروشلم میں اپنے تعمیر کردہ محل میں بیٹھے تو بے چین ہوگئے۔ وہ سوچا کرتے کہ میں تو یہاں دیودار کی لکڑیوں کے گھر میں رہتا ہوں اور خدا کا مقدس صندوق سات پردوں میں چھپا ہوا ہے۔ ایک گھر میں مقید ہے جہاں چند لوگ ہی اس کا دیدار کرتے ہیں۔
کاہنوں کے شہر نوب میں خیمہ اجتماع تھا جو ایسی عبادت گاہ تھی جس میں خدا کی خاص حضوری تھی اور جن میں خاص خاص دینی رسومات ادا کی جاتی تھیں لیکن جب سے طالوت نے وہاں کاہنوں کو قتل کیا تھا اس صندوق کو جبعون میں منتقل کردیا گیا تھا۔ اب حضرت داؤد علیہ السلام سوچ رہے تھے کہ یروشلم میں ایک عبادت گاہ بنائیں اور تابوت سکینہ کو وہاں منتقل کردیں انہیں خدا کے جواب کا انتظار تھا۔ ایک دن یہ جواب مل گیا۔
خدا فرمارہا تھا۔ ''کیا تو میرے لیے ایک گھر بنائے گا؟ کیونکہ جب سے میں بنی اسرائیل کو مصر سے نکال لایا آج کے دن تک گھر میں نہیں رہا بلکہ خیمہ اور مسکن میں پھرتا رہا ہوں۔''
حضرت داؤد علیہ السلام نے تابوت سکینہ کو یروشلم لانے کی تیاریاں شروع کردیں۔ تیس ہزار چیدہ چیدہ سپاہیوں کی فوج تیار کی گئی تاکہ یہ قربت تعریم جائے اور ابنداب کے گھر سے وہ صندوق لے کر آئے جو وہاں رکھا ہوا تھا۔ اس صندوق کے لیے ایک خاص خیمہ تیار کرایا گیا تھا کیونکہ اس وقت تک ہیکل تعمیر نہیں ہوا تھا۔

Marfat.com

حضرت داؤد علیہ السلام نے تیاریوں کی ساری تفصیلات پر ذاتی طور پر نگاہ رکھی اور موسیقی کے سازوں، سازندوں اور گانے والی جماعت کا خاص انتظام کیا۔

ایک بہت بڑا جلوس خوشی خوشی قربت یعریم کی طرف روانہ ہو گیا۔

گانے والیاں گا رہی تھیں۔

خداوند کے پہاڑ پر کون چڑھے گا۔

اور اس کے مقدس مقام پر کون کھڑا ہوگا۔

وہی جس کے ہاتھ صاف ہیں اور جس کا دل پاک ہے۔

اس صندوق کو قربت یعریم سے لایا گیا۔ جب یہ مجمع یروشلم کے قدیم پھاٹکوں پر پہنچا جو صدیوں تک ان پر بند رہے تھے تو جلوس کے قدم رک گئے۔ سب کو شدت سے یہ احساس ہو رہا تھا کہ یہ کتنی بڑی مہربانی ہے۔ اب اس شہر میں اس کی پاک حضوری ہوگی۔

گانے والیوں نے پھر گایا

اے پھاٹکو اپنے سر بلند کرو

اے ابدی دروازہ اونچے ہو جاؤ

اور جلال کا بادشاہ داخل ہوگا

یہ جلال کا بادشاہ کون ہے

خداوند جو قوی اور قادر ہے

انہوں نے یہ کارنامہ انجام دے دیا تھا کہ بنی اسرائیل کے بارہ قبیلوں کو متحد کر دیا تھا۔ اردگرد کے دشمنوں سے نجات دلا دی تھی۔ یروشلم کو ساری قوم کا مذہبی مرکز بنا دیا تھا۔ عہد کا صندوق، یروشلم میں لا کر رکھا۔ اب انہیں یہ آرزو ہوئی کہ عبادت کے لیے ایک مستقل عمارت (ہیکل) تعمیر کریں لیکن خدا کی طرف سے ملنے والا جواب خاصا حوصلہ شکن تھا۔

''ہیکل کی تعمیر اس وقت تک ملتوی رکھی جائے جب تک اس کا بیٹا سلیمان تخت نشین ہو۔''

اس کی وجہ یہ بتائی گئی تھی کہ چونکہ تیرے ہاتھوں نے بہت خون بہایا ہے اس لیے میں تجھے ہیکل کی تعمیر کی اجازت نہیں دے سکتا۔

خدا کی طرف سے اس انکار پر بھی ان کے دل میں رنجش کے بجائے جذبہ تشکر ہی موجزن تھا کیونکہ اس پیغام میں یہ خوش خبری بھی تھی کہ ان کی بادشاہت ان کی نسل میں منتقل ہوگی اور حضرت سلیمانؑ کا زمانہ ان سے زیادہ پرسکون اور پرامن ہوگا۔

وہ اگر ہیکل کی تعمیر نہیں کر سکتے تھے تو اس مبارک منصوبے کی تیاری تو کر سکتے تھے۔ پس وہ بڑی سرگرمی سے تعمیر کے لیے سامان اکٹھا کرنے میں مصروف رہے۔ اس سلسلے میں انہوں نے بہت سا سونا چاندی، پیتل، لوہا اور عمارتی لکڑی جمع کی تھی اور اسے اس کارِ خیر کے لیے علیحدہ رکھ دیا تھا۔

☆......☆......☆

قرآن مجید، توریت اور اسرائیلی تاریخ اس کی شاہد ہیں کہ حضرت داؤد علیہ السلام شجاعت، قوت، فکر و تدبر جیسے اوصاف میں کامل تھے۔ فتح و نصرت ان کے قدم چومتی تھی اور خدا کا فضل و کرم اس قدر شامل حال تھا کہ دشمن کے مقابلے میں ان کی جماعت کتنی ہی مختصر ہوتی کامیابی ان کے قدم چومتی تھی۔ اس لیے بہت تھوڑے عرصے میں شام و عراق، فلسطین اور مشرقی اردن کے تمام علاقوں پر ان کا حکم نافذ ہو گیا۔ ایلہ سے لے کر فرات کے تمام علاقوں اور دمشق تک تمام ملک ان

Marfat.com

کے زیر نگیں تھا اور اگر حجاز کے بھی ان حصوں کو شامل کر لیا جائے جو ان کی قلمرو حکومت کا حصہ بن چکے تھے تو یہ کہنا کسی طرح بے جا نہ ہوگا کہ حضرت داؤد علیہ السلام کی مملکت وحکومت واحد سلطنت تھی جو جدید فلسفہ تاریخ اقوام کے مطابق وحدت عرب یا اس سے بھی زیادہ وسیع وحدت اقوام سامی کی حکومت سمجھی جا سکتی ہے۔ وحی الٰہی کے مشرف نے ان کی عظمت و شوکت کو اور بھی زیادہ بلند کر دیا تھا۔ رعایا کو یہ یقین حاصل تھا کہ اگر حضرت داؤد علیہ السلام کے سامنے کوئی ایسا معاملہ رکھ دیا جائے جو انتہائی پے چیدہ ہو۔ کذب وافترا سے اسے کتنا ہی ڈھانپ دیا گیا تب بھی وحی الٰہی کے ذریعے ان پر حقیقت منکشف ہو جائے گی۔ جن وانس کسی کو بھی یہ حوصلہ نہیں ہوتا تھا کہ وہ ان کے احکام کی خلاف ورزی کریں۔

ابن جریر نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ وہ شخص ایک گائے کا جھگڑا حضرت داؤد علیہ السلام کے پاس لے گئے ایک نے دوسرے پر دعویٰ دائر کیا کہ یہ میری گائے ہے اور اس نے غصب کر لی ہے مدعا علیہ انکار کرتا رہا اور جھگڑے کی بات چیت رات گئے تک چلتی رہی پھر اللہ نے آپ پر وحی فرمائی کہ مدعی کو قتل کر دو۔ صبح ہوئی تو حضرت داؤد علیہ السلام نے مدعی کو کہا کہ مجھے حکم باری ہے کہ تجھے قتل کر دوں لہٰذا سچ سچ بتا کیا ماجرا ہے۔ اس نے عرض کیا کہ اے اللہ کے سچے نبی میں اس پر اپنے دعوے میں بالکل سچا ہوں لیکن اصل بات یہ ہے کہ اس واقعے سے قبل میں نے دھوکا دے کر اس کے باپ کو قتل کر دیا تھا۔ یہ سن کر حضرت داؤد علیہ السلام نے اس کو قصاص میں قتل کر دیا۔

اس قسم کے واقعات ہوتے تھے جن کی وجہ سے حضرت داؤد علیہ السلام کے حکم اور ان کی عظمت وشوکت کے سامنے سب پست اور فرماں بردار تھے۔

قرآن شاہد ہے۔

''اور ہم نے اس کی حکومت کو مضبوط کیا اور اس کو حکمت (نبوت) عطا کی اور صحیح فیصلہ کرنے کی طاقت بخشی۔''

شاہی اور بادشاہی کے باوجود حضرت داؤد علیہ السلام سلطنت کے مال سے کچھ نہیں لیتے تھے۔ اہل وعیال کی معاش کا بار بیت المال پر نہیں ڈالتے تھے بلکہ اپنی محنت اور ہاتھ کی کمائی سے حلال روزی حاصل کرتے اور اسے ذریعہ معاش بناتے تھے۔

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے۔ ''کسی انسان کا بہترین رزق اس کے اپنے ہاتھ کی محنت سے کمایا ہوا رزق ہے اور بے شبہ اللہ کے پیغمبر داؤد علیہ السلام اپنے ہاتھ سے محنت کر کے روزی کماتے تھے۔''

شیخ بدر الدین عینی فرماتے ہیں کہ حضرت داؤد علیہ السلام دعا مانگا کرتے تھے کہ خدایا ایسی صورت پیدا کر دے کہ میرے ہاتھ کی کمائی آسان ہو جائے کیونکہ میں بیت المال پر اپنی معاش کا بوجھ نہیں ڈالنا چاہتا چنانچہ آپ کی اس دعا کو اللہ تعالیٰ نے اس طرح پورا کیا کہ آپ کے ہاتھ میں لوہے اور فولاد کو موم کی طرح نرم کر دیا کہ جب وہ زرہ بناتے تو سخت مشقت اور آلات کے بغیر فولاد کو جس طرح چاہتے کام میں لاتے اور ان کے ہاتھ میں موم کی طرح بہ آسانی ہر قسم کی شکل اختیار کر لیتا تھا۔

سورۃ انبیاء میں اس طرح بیان ہوا ہے۔

''اور ہم نے اس (داؤد) کو سکھایا ایک قسم کا لباس بنانا تا کہ تم کو لڑائی کے موقع پر اس سے بچاؤ حاصل ہو۔''

تاریخ سے پتا چلتا ہے کہ داؤد علیہ السلام سے پہلے لوہے کی صنعت نے اس حد تک ترقی کر لی تھی کہ فولاد کو پگھلا کر اس سے سپاٹ ٹکڑے بنائے جاتے اور ان کو جوڑ کر زرہیں بنائی جاتی تھیں۔ یہ زرہیں بہت بھاری ہوتی تھیں۔ انہیں صرف قوی ہیکل لوگ ہی پہن سکتے تھے۔ حضرت داؤد علیہ السلام پہلے شخص تھے جنہیں خدائے تعالیٰ نے یہ فضیلت بخشی کہ انہوں نے تعلیم وحی کے ذریعے ایسی زرہیں تیار کیں جو باریک اور نازک زنجیروں کے حلقے سے بنائی جاتی تھیں اور ہلکی اور نرم ہونے کی وجہ سے جنگ کا سپاہی اس کو پہن کر بہ آسانی نقل وحرکت بھی کر سکتا تھا اور دشمن سے محفوظ بھی رہتا تھا۔

Marfat.com

آپؑ کو کتاب زبور عطا کی گئی تھی۔ آپ کو یہ معجزہ بھی عطا ہوا تھا کہ آپ جب گھوڑے پر زین کسنا شروع کرتے تو اس سے فارغ ہونے تک مکمل زبور کی تلاوت کرلیا کرتے تھے۔ حضرت داؤد علیہ السلام کا یہ معجزہ حرکت زبان سے تعلق رکھتا ہے۔ گویا خدائے تعالیٰ حضرت داؤد علیہ السلام کے لیے زمانے کو اس مدت میں ایسا سمیٹ دیتا تھا کہ عام حالت میں وہ گھنٹوں کی مقدار بن سکتا ہے یا حضرت داؤد علیہ السلام کو سرعت اور الفاظ کی اس درجہ قوت عطا کردی گئی تھی کہ دوسرا شخص جس کلام کو گھنٹوں میں ادا کرے، حضرت داؤد علیہ السلام بخاری کی نقل کردہ روایت کے مطابق مختصر وقت میں ادا کرنے پر قدرت رکھتے تھے۔

یہ اس لیے تھا کہ اللہ تعالیٰ کو آپ کی تلاوت پسند تھی۔ ابن ابی حاتم جعفر بن سلیمان سے روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ حضرت داؤد علیہ السلام قیامت کے روز عرش کی تجلی کے پاس کھڑے ہوں گے تو اللہ عز وجل ارشاد فرمائیں گے کہ اے داؤد آج اسی حسین اور عمدہ آواز کے ساتھ میری بزرگی بیان کرو جس کے ساتھ دنیا میں تم میری بزرگی بیان فرماتے تھے۔

حضرت داؤد علیہ السلام فرمائیں گے۔ ''الٰہی اب کیسے ہوسکتا ہے۔ آپ نے مجھ سے وہ آواز لے لی ہے۔''

فرمان باری ہوگا۔ ''آج میں دوبارہ عطا کردیتا ہوں۔''

اس فرمان کے بعد حضرت داؤد علیہ السلام جنت کی آسودہ حالی کے ساتھ اپنی پوری قوت عمدہ آواز میں صرف کردیں گے۔

☆......☆......☆

حضرت داؤد علیہ السلام اب بوڑھے ہوگئے تھے۔ ان کے دو بیٹے امنون اور ابی سلوم ان کے خلاف بغاوت کرچکے تھے۔ ایک وقت تو وہ آیا تھا جب حضرت داؤد علیہ السلام کو یروشلم سے نکلنا پڑگیا تھا لیکن پھر ان بغاوتوں پر قابو پالیا گیا۔ امنون اور ابی سلوم یکے بعد دیگرے مارے گئے اور حضرت داؤد علیہ السلام کو دوبارہ یروشلم آنا نصیب ہوا لیکن اب کہن سالی کی بدولت بستر پر لیٹے رہتے تھے۔ ایک مرتبہ پھر انتظامی معاملات میں خلل پڑنے لگا۔ حضرت داؤد علیہ السلام دو بغاوتیں فرد کرچکے تھے اس لیے انہوں نے سوچا اپنے جانشین کا اعلان فرمادیں۔ انہیں خدا کا پیمان یاد تھا کہ تیرے بیٹا سلیمان بادشاہ بنایا جائے گا اور وہ ہیکل تعمیر کرے گا۔

ایک عام اجتماع میں حضرت داؤد علیہ السلام نے حاکموں، امرا اور کاہنوں کو تاکید کی کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کو ان کا جانشین اور بادشاہ تسلیم کریں۔

اس کے بعد انہوں نے اپنے مشیروں کو طلب کیا اور ان سے کہا۔ ''ہمارے بیٹے سلیمان کو شاہی خچر پر سوار کر کے میرے خادموں کے ہمراہ جیحوں لے جاؤ۔ وہاں ناتن نبی اور صندوق کاہن سے اسے مسح کر کے اسرائیل کا بادشاہ بنائیں۔ اسے شاہی تخت پر بٹھایا جائے کیونکہ ہم نے اسے اسرائیل کا بادشاہ بنایا ہے۔''

جب حضرت سلیمان علیہ السلام تخت پر بیٹھ چکے اور فضا نعروں سے گونج چکی تو حضرت داؤد علیہ السلام کو خدا کے یہ الفاظ یاد آئے۔ ''ہم تیری بادشاہت کو کبھی ختم نہیں کریں گے۔''

حضرت سلیمان علیہ السلام کو نصیحت کی۔

''اے میرے بیٹے سلیمان اپنے باپ کے خدا کو پہچان اور پورے دل اور روح کی مستعدی سے اس کی عبادت کر کیونکہ خدا سب دلوں کو جانتا ہے۔ اگر تو اسے ڈھونڈے تو وہ تجھ کو مل جائے گا اور اگر تو اس کو چھوڑے تو وہ ہمیشہ کے لیے تجھے رد کردے گا سو ہوشیار ہو کیونکہ خدا نے تجھ کو مقدس کے لیے ایک گھر بنانے کو چنا ہے سو ہمت باندھ کر کام کر۔''

انہوں نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے سامنے ہیکل اور اس کی جزئیات کا خاکہ پیش کرتے ہوئے فرمایا۔ ''اس

Marfat.com

نقشے کا ہر حصہ خدا کی عین ہدایت کے مطابق ہے۔ اس میں کلام نہیں کہ یہ بہت بھاری ذمہ داری ہے لیکن ہمیشہ ہمت سے کام لینا۔"

خدا کا شکر ادا کرتے ہوئے فرمایا:

"میرے بیٹے سلیمان کو ایسا کامل دل عطا کر کہ وہ تیرے حکموں اور شہادتوں اور آئین کو مانے اور ان سب باتوں پر عمل کرے۔"

حضرت داؤد علیہ السلام اب محسوس کر رہے تھے کہ وہ جلد ہی اس رحیم خالق کے پاس پہنچ جائیں گے جس کا دست کرم ہمیشہ نہیں سنبھالتا رہا۔

☆......☆......☆

مشہور محدث حاکم نے اپنی کتاب مستدرک میں ایک روایت نقل کی ہے۔ جس کا مضمون یہ ہے۔

"حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا عالم بالا میں جب حضرت آدم علیہ السلام کی صلب سے ان کی ذریت نکالی اور ان کے سامنے پیش کی تو انہوں نے ایک خوبصورت چمکتی پیشانی والے شخص کو دیکھ کر دریافت کیا۔ پروردگار! یہ کون شخص ہے، جواب ملا، تمہاری ذریت میں سے بہت بعد میں آنے والی ہستی داؤدؑ ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام نے فرمایا، اس کی عمر کیا مقرر کی گئی ہے۔ ارشاد ہوا کہ ساٹھ سال۔ حضرت آدم علیہ السلام نے عرض کیا۔ الٰہی! میں اپنی عمر کے چالیس سال اس کو بخشتا ہوں۔

اس روایت سے اندازہ ہوتا ہے کہ انتقال کے وقت حضرت داؤد علیہ السلام کی عمر مبارک سو سال تھی۔ توریت وغیرہ میں صرف اتنا بتایا گیا کہ آپؑ نے کہن سالی میں انتقال فرمایا۔

مسند احمد میں حضرت ابو ہریرہ سے منقول ہے کہ رسول اکرمؐ نے فرمایا۔

"حضرت داؤد علیہ السلام میں بہت سخت غیرت و حیا تھی۔ آپ جب باہر جاتے تو باہر سے دروازے بند کر جاتے اور کوئی آپ کے آنے تک داخل نہیں ہو سکتا تھا۔ ایک مرتبہ آپ کی بیوی نے اچانک صحن کے بیچ میں کسی کو کھڑے پایا تو اس کو کہنے لگیں، اللہ کی قسم ہم کو داؤدؑ رسوا کر دیں گے۔

اتنے میں حضرت داؤد علیہ السلام آ گئے۔ پوچھا تو کون ہے؟ اس شخص نے کہا میں وہ ہوں جو بادشاہوں سے نہیں ڈرتا اور رکاوٹیں مجھے آنے سے نہیں روک سکتیں۔ حضرت داؤد علیہ السلام فوراً بولے پھر تو اللہ کی قسم آپ ملک الموت ہیں۔ اللہ کے فرمان کو مرحبا ہو۔ پھر کچھ ٹھہرے اور روح قبض ہو گئی۔

جب غسل و کفن اور سارے معاملات سے فارغ ہوئے تو سورج اپنی تپش ڈالنے لگا۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے پرندوں کو فرمایا۔ داؤد علیہ السلام پر سایہ فگن ہو جاؤ۔ پرندوں نے آپ (داؤدؑ) کی نعش مبارک پر سایہ کر لیا حتیٰ کہ رات نے ظلمت طاری کر دی اور پھر حضرت سلیمان علیہ السلام نے پرندوں کو فرمایا پر سمیٹ لو۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ہمیں ساتھ ساتھ اشاروں سے سمجھا رہے تھے کہ کیسے پرندوں نے پر پھیلائے اور کیسے سمٹے اور وہ پرندے بڑے پروں والے باز تھے اور یہ کئی تھے اور سایہ فگن تھے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرمؐ نے فرمایا۔ "داؤدؑ شنبہ (ہفتہ) کے دن اچانک انتقال فرما گئے تھے۔

بعض مفسرین نے یہ بھی لکھا ہے کہ ملک الموت آپ کے پاس تشریف لانے تو آپ سیڑھیوں سے اتر رہے تھے۔ فرشتے نے عرض کیا مجھے بھی اجازت دیجئے کہ میں بھی آپ کے ساتھ اتروں۔ پھر کہا اے اللہ کے نبی! سال، مہینے، روزی

Marfat.com

سب کچھ ختم ہو گئے تو حضرت داؤد علیہ السلام وہیں سیڑھیوں پر سجدے میں گر گئے اور فرشتے نے سجدے کی حالت میں روح قبض کر لی۔

Marfat.com

حضرت سلیمان علیہ السلام

حضرت داؤد علیہ السلام اپنے بستر پر تکیوں سے ٹیک لگائے بیٹھے تھے کہ آپ کی زوجہ، والدہ حضرت سلیمان علیہ السلام کمرے میں داخل ہوئیں۔ ان کے چہرے پر گھبراہٹ کے آثار تھے۔نہیں چاہتی تھیں کہ بیمار شوہر کے آرام میں خلل ڈالیں اور وہ بات انہیں بتائیں جو وہ سن کر آ رہی تھیں لیکن بات ایسی تھی کہ کہے بغیر رہا نہیں جا سکتا تھا۔

''حضور، کیا آپ نے مجھ سے وعدہ نہیں کیا تھا کہ سلیمان علیہ السلام آپ کے جانشین ہوں گے۔''

''میں کوئی بات اپنی طرف سے نہیں کہتا۔ بذریعہ وحی مجھ سے یہی کہا گیا تھا۔''

''اگر ایسا ہے تو ادونیاہ (حضرت داؤد علیہ السلام کے ایک اور صاحبزادے) کیوں بادشاہ بن بیٹھا ہے؟''

ابھی حضرت داؤد علیہ السلام حیران بھی نہیں ہو پائے تھے کہ آپ کے چند مشیر بھی ملاقات کے لیے حاضر ہوئے۔ ان میں سے ایک نے آگے بڑھ کر کچھ کہنے کی ہمت کی۔

''اے میرے مالک بادشاہ کیا تو نے فرمایا ہے کہ میرے بعد ادونیاہ بادشاہ ہوا اور وہی میرے تخت پر بیٹھے کیونکہ اس نے آج بیل اور موٹے موٹے جانور اور بھیڑیں کثرت سے ذبح کی ہیں اور سلیمان (علیہ السلام) کے سوا بادشاہ کے سب بیٹوں اور لشکر کے سرداروں کی دعوت کی ہے اور کہتے ہیں ادونیا بادشاہ جیتا رہے۔ کیا یہ بات میرے مالک بادشاہ کی طرف سے ہے؟''

حضرت داؤد علیہ السلام اب بڑھاپے کی منزل میں تھے۔ کمزور تھے اور بیمار بھی۔ آپ کے بیٹے ادونیا نے اسی کا فائدہ اٹھا کر بادشاہت پر قبضہ کرنا چاہا تھا جب کہ خدا اس تخت پر اسے دیکھنا چاہتا تھا جو بادشاہ بھی ہو اور نبوت کے اعزاز سے معزز بھی۔ اس کے لیے خدا نے حضرت سلیمان علیہ السلام کا انتخاب کیا تھا۔حضرت داؤد علیہ السلام نے ایک مرتبہ پھر اپنے اور خدا کے وعدے کو دہرایا اور اپنی زوجہ کو مخاطب کر کے فرمایا۔'' مجھے یہی بتایا گیا ہے۔ خدا کا کہا کبھی غلط نہیں ہوتا۔ تیرا بیٹا سلیمان (علیہ السلام) ہی میرے بعد بادشاہ ہوگا اور وہی میری جگہ میرے تخت پر بیٹھے گا۔ میں آج کے دن ویسا ہی کروں گا۔''

والدہ، سلیمان علیہ السلام کو خوش خبری مل گئی تھی۔ وہ وہاں سے ہٹ گئیں۔حضرت داؤد علیہ السلام نے اپنے مشیروں کو حکم دیا۔

''میرے بیٹے سلیمان کو میرے خچر پر سوار کراؤ اور اسے جیجون (ایک چشمہ) کو لے جاؤ۔ وہاں کاہن اس کا مسح کریں کہ وہ اسرائیل کا بادشاہ ہو اور تم نرسنگا پھونکنا اور کہنا کہ سلیمان علیہ السلام بادشاہ جیتا رہے۔ پھر تم اس کے پیچھے پیچھے چلے آنا اور وہ آ کر میرے تخت پر بیٹھے کیونکہ وہی میری جگہ بادشاہ ہوگا اور میں نے اسے مقرر کیا ہے۔''

حضرت داؤد علیہ السلام کے وفادار سرداروں نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو خچر پر سوار کرایا اور جیجوں پر لے آئے۔ رسم کے مطابق کاہنوں نے تیل کا سینگ لیا اور حضرت سلیمان علیہ السلام کو مسح کیا۔ نرسنگا پھونکا اور سب لوگوں نے کہا کہ سلیمان علیہ السلام بادشاہ جیتا رہے۔ پھر ہدایت کے مطابق سب لوگ ان کے پیچھے پیچھے آئے۔ ناچتے گاتے، جشن مناتے، بانسریاں بجاتے شہر میں داخل ہوئے تو زمین ان کے شور وغل سے گونج اٹھی۔

Marfat.com

حضرت سلیمان علیہ السلام نہایت ادب و احترام سے اپنے والد حضرت داؤد علیہ السلام کے تخت پر بٹھا دیے گئے اور فضا ایک بار پھر مبارک سلامت کے خوش آئند الفاظ سے گونج اٹھی۔

حضرت داؤد علیہ السلام نے بہ آواز بلند فرمایا۔

''خداوند اسرائیل کا خدا مبارک ہو، جس نے مجھے ایک وارث بخشا جو میری آنکھوں کے سامنے آج میرے تخت پر بیٹھے۔''

قرآن مجید نے اسی جانشینی کو وراثت داؤد سے تعبیر کیا ہے۔

''اور سلیمان علیہ السلام داؤد علیہ السلام کا وارث ہوا۔'' (سورۂ نمل)

ابن کثیرؒ کہتے ہیں یہاں وراثت سے مراد مالی وراثت نہیں ہے ورنہ حضرت داؤد علیہ السلام کی اور بھی بہت سی اولاد تھی، وہ کیوں محروم رہتی۔''

نبی کی فطرت یہ گوارا نہیں کرتی کہ مال جیسی حقیر شے پر ان کی وراثت کا انتساب ہو۔ اس لیے کہ جن ہستیوں کا مقصد حیات تبلیغ و ارشاد اور راہ خدا کی دعوت ہو وہ کب گوارا کرسکتی ہیں کہ علوم و نبوت کے علاوہ ایک ادنیٰ شے ان کی وراثت قرار پائے۔

جس ہستی کو اللہ تعالیٰ شرف نبوت سے سرفراز کرتا ہے اس کو یہ منصب جلیل سن رشد کے بعد عطا فرماتا ہے تاکہ وہ دنیوی اسباب کے لحاظ سے بھی عمر طبعی کا وہ حصہ طے کرلے جس میں عقل و پختگی میں استواری پیدا ہوجاتی ہے۔ یہ طریقہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے حق میں بھی کارفرما رہا چنانچہ سن رشد کے بعد ان کو حکومت و خلافت کے ساتھ ساتھ منصب نبوت بھی منجانب اللہ عطا ہوا۔

قرآن مجید اس کی گواہی کے لیے موجود ہے۔

''بے شک! ہم نے (اے محمدؐ) تیری طرف وحی بھیجی جس طرح ہم نے نوح علیہ السلام کی جانب وحی بھیجی اور اس کے بعد دوسروں پیغمبروں کی طرف وحی بھیجی اور ابراہیمؑ کی جانب، اسماعیلؑ، یعقوبؑ اور اس کی اولاد کی جانب اور عیسیٰؑ کی اور ایوبؑ کی اور یونس علیہ السلام کی اور ہارونؑ کی اور سلیمان علیہ السلام کی جانب وحی بھیجی۔'' (سورۂ نسا)

''بے شک! ہم نے داؤد اور سلیمان علیہ السلام کو علم (نبوت کا علم) دیا۔'' (ص)

حضرت سلیمان علیہ السلام، حضرت داؤد علیہ السلام کے فرزند ہیں لہٰذا ان کا نسب بھی یہودا کے واسطے سے حضرت یعقوب علیہ السلام تک پہنچتا ہے۔ قرآن بھی یہی کہتا ہے کہ وہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے واسطے سے حضرت ابراہیمؑ کی نسل سے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام میں ذکاوت اور فصل مقدمات میں اصابت رائے کا کمال فطرت ہی سے ودیعت کردیا تھا۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے ان کے اس جوہر کو پہچان لیا تھا اس لیے بچپن ہی سے انہیں امور مملکت میں شریک کار رکھتے تھے خصوصاً فصل مقدمات میں ان سے ضرور مشورہ لیا کرتے تھے۔

آپؑ سن رشد کو پہنچے تو نبوت اور بادشاہت دونوں آپؑ کی طرف منتقل ہوگئیں۔

حضرت داؤد علیہ السلام نے آپؑ کی تخت نشینی پر آپؑ کو نصیحت فرمائی۔

''اے میرے بیٹے سلیمان (علیہ السلام) اپنے باپ کے خدا کو پہچان اور پورے دل اور روح کی مستعدی سے اس کی عبادت کر کیونکہ خدا سب دلوں کو جانتا ہے اور جو کچھ خیال میں آتا ہے، اسے پہچانتا ہے۔ اگر تو اسے ڈھونڈے تو وہ تجھ کو مل جائے گا اور اگر تو اس کو چھوڑے تو وہ ہمیشہ کے لیے تجھے رد کردے گا۔ سو ہوشیار ہو کیونکہ خداوند نے تجھ کو مقدس کے لیے ایک گھر بنانے کو چنا ہے۔ سو ہمت باندھ کر کام کر۔''

Marfat.com

حضرت داؤد علیہ السلام کو یہ خیال ہمیشہ رہتا تھا کہ اتنی وسیع سلطنت کے باوجود وہ ابھی تک ایسی عمارت (بیت المقدس) کی تعمیر نہیں کر سکے ہیں جہاں متبرک صندوق (تابوت سکینہ) رکھا جائے جس میں تورات بھی ہے اور موسیٰ علیہ السلام و ہارون علیہ السلام کے تبرکات بھی محفوظ ہیں۔ یہ صندوق ایک خیمے میں رکھا ہوا ہے اور میں ایک محل میں رہتا ہوں۔ ان کا یہ خیال خیال ہی رہا کیونکہ وحی الٰہی سے انہیں معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ ان کے ہاتھوں بیت المقدس کی تعمیر کے حق میں نہیں۔

''خدا آپ کو ایک فرزند عطا کرے گا جو صلح سلامتی سے حکومت کرے گا۔ وہی خدا کے ہیکل کی تعمیر کرے گا۔''

حضرت داؤد علیہ السلام کو یہ سن کر بہت افسوس ہوا کہ ہیکل کی تعمیر ان کے ہاتھوں نہیں ہوگی لیکن یہ سن کر خوشی بھی ہوئی تھی کہ ان کے بعد ان کا بیٹا تخت پر بیٹھے گا اور صلح سلامتی کے ساتھ حکومت کرے گا اور وہی ہیکل کی تعمیر بھی کرے گا۔

حضرت داؤدؑ کا وقت وفات قریب تھا۔ انہوں نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو قریب بلایا اور وصیت فرمائی۔

''میں اسی راستے جانے والا ہوں جو سارے جہان کا ہے۔ اس لیے تو مضبوط ہو اور مردانگی دکھا اور جو موسیٰ علیہ السلام کی شریعت میں لکھا ہے اس کے مطابق اس کی راہوں پر چل اور اس کے حکموں پر چل تا کہ تجھے کامیابی ہو۔ خدا نے مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ اگر تیری اولاد اپنے طریق کی حفاظت کر کے اپنے سارے دل اور اپنی ساری جان سے میرے حضور راستی سے چلے تو اسرائیل کے تخت پر تیرے ہاں آدمی کی کمی نہ ہوگی۔''

حضرت سلیمان علیہ السلام تخت پر بیٹھ چکے تھے کہ حضرت داؤد علیہ السلام کا انتقال ہوا۔ توریت نے اسے اس طرح بیان کیا۔

''اور داؤد (علیہ السلام) اپنے باپ دادا کے ساتھ سو گیا اور داؤدؑ کے شہر میں دفن ہوا اور کل مدت جس میں داؤد علیہ السلام نے اسرائیل پر سلطنت کی، چالیس برس کی تھی۔ سات برس تو اس نے جبرون میں سلطنت کی اور 33 برس یروشلم میں اور حضرت سلیمان علیہ السلام اپنے باپ داؤد علیہ السلام کے تخت پر بیٹھا اور اس کی سلطنت نہایت مستحکم ہوئی۔''

حضرت داؤد علیہ السلام ایک عظیم مملکت کے مالک تھے۔ انہوں نے یکے بعد دیگرے گرد و نواح کی ان تمام سرسبز وادیوں، زرخیز میدانوں، شاداب چراگاہوں پر قبضہ کر لیا تھا جنہیں بنی اسرائیل صدیوں سے حسرت کی نگاہ سے دیکھتے چلے آ رہے تھے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کو یہ تمام زرخیزی و شادابی بغیر جنگ و جدال کے ہاتھ آئی۔

حضرت سلیمان علیہ السلام بادشاہ ہی نہیں، اللہ کے نبی بھی تھے لہٰذا اللہ تعالیٰ نے انہیں بعض خصوصیات اور امتیازات سے نوازا اور اپنی نعمتوں میں سے بعض ایسی نعمتیں عطا فرمائیں جو ان کی زندگی مبارک کا امتیاز بنیں۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام دونوں کو یہ خصوصیت عطا فرمائی تھی کہ وہ چرند پرند کی بولیاں سمجھ لیتے تھے۔

''اور بے شک ہم نے داؤد (علیہ السلام)، سلیمان (علیہ السلام) کو ''علم'' دیا اور ان دونوں نے کہا، حمد اللہ کے لیے ہی زیبا ہے جس نے اپنے بہت سے مومن بندوں پر ہم پر فضیلت عطا فرمائی اور سلیمان علیہ السلام، داؤد علیہ السلام کا وارث ہوا اور اس نے کہا۔ ''اے لوگو! ہم کو پرندوں کی بولیوں کا علم دیا گیا ہے اور ہم کو ہر چیز بخشی گئی ہے۔ بے شک! یہ خدا کا کھلا ہوا فضل ہے۔'' (سورۂ نمل)

اس کا یہ مطلب نہیں جیسا کہ بعض لوگوں نے لکھا ہے کہ وہ (حضرت سلیمان علیہ السلام) اپنے قیاس کے ذریعے ان کی مختلف قسم کی آوازوں سے صرف ان کے مقصد اور مراد کو سمجھ لیتے تھے اور اس سے زیادہ کچھ نہ تھا۔ نہیں ہرگز نہیں بلکہ حضرت سلیمان علیہ السلام پرندوں کی باتوں کو اسی طرح سمجھتے اور سمجھاتے تھے جیسے ایک انسان دوسرے انسان سے کرتا ہے۔ یہ خلاف عقل سہی لیکن ایک معجزہ تھا جو حضرت سلیمان علیہ السلام کو عطا ہوا تھا۔

Marfat.com

ایک مرتبہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا لشکر جرار سفر میں تھا کہ یہ لشکر ایک ایسی وادی میں پہنچا جہاں چیونٹیاں بے شمار تھیں اور پوری وادی ان کا مسکن بنی ہوئی تھی۔ چیونٹیوں کے بادشاہ نے لشکر کے اس کثیر انبوہ کو دیکھ کر اپنی امت سے کہا کہ تم فوراً اپنے بلوں میں گھس جاؤ۔ سلیمان علیہ السلام اور اس کے لشکر کو کیا معلوم کہ تم اس کثرت کے ساتھ وادی کی زمین میں رینگ رہی ہو۔ نہ معلوم ان کے گھوڑوں اور پیادوں کے نیچے تم میں سے کتنی تعداد بے خبری میں روندی جائے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے چیونٹیوں کے بادشاہ کی یہ باتیں سنیں تو ان کو ہنسی آ گئی اور اس کے عاقلانہ حکم کی داد دینے لگے۔

یہ واقعہ قرآن میں بھی بیان ہوا ہے۔

''اور جمع ہوا لشکر سلیمان (علیہ السلام) کے لیے جن، انسان اور پرندوں سے اور وہ درجہ بدرجہ قرینے کے ساتھ آگے پیچھے چل رہے تھے حتیٰ کہ وہ وادی نملہ پہنچے تو ایک چیونٹی نے کہا۔ اے چیونٹیو! اپنے گھروں میں گھس جاؤ ایسا نہ ہو کہ بے خبری میں سلیمان علیہ السلام اور اس کا لشکر تم کو پیس ڈالے۔

چیونٹی کی یہ بات سن کر سلیمان (علیہ السلام) ہنس پڑا اور کہنے لگا، اے پروردگار! مجھ کو یہ توفیق دے کہ میں تیرا شکر ادا کروں جو تو نے مجھے اور میرے والدین پر انعام کیا ہے اور یہ کہ میں وہ نیک عمل کروں جو تجھ کو پسند آئے اور مجھ کو اپنی رحمت سے اپنے نیک بندوں میں داخل فرما۔''

مفسرین ''وادی نملہ'' شام میں بتلاتے ہیں۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کو ایک امتیاز یہ بھی عطا ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ''ہوا'' کو ان کے حق میں مسخر کر دیا اور ان کے زیر فرمان کر دی گئی۔ حضرت سلیمان علیہ السلام جب چاہتے تو صبح کو ایک مہینے کی مسافت اور شام کو ایک مہینے کی مسافت کی مقدار سفر کر لیتے تھے۔ یہ تسخیر صرف اس نوعیت کی نہیں تھی کہ ان کے تخت کو اڑا کر ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جاتی بلکہ آپ کا حکم اس درجہ چلتا تھا کہ تیز و تند ہوا آپ کے حکم سے نرم اور خوشگوار ہو جاتی تھی لیکن اس کی رفتار میں کوئی فرق نہیں پڑتا تھا۔ آپ ایک دن میں اتنا سفر طے کر لیتے تھے جتنا ایک شخص گھوڑے پر سوار ہو کر ایک ماہ میں فاصلہ طے کرتا ہے۔ تخت سلیمان علیہ السلام آج کل کے تیز رفتار جہاز سے بھی تیز رفتاری کے ساتھ ہوا کے کاندھے پر اڑا چلا جاتا تھا۔

عقل پرست انسانوں کی نگاہ میں یہ بات بعید از عقل ہے لیکن اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے کر سکتا ہے۔ عام قانون قدرت تو یہ ہے کہ انسان ہوا میں نہیں اڑ سکتا۔ ظاہری اسباب کے بغیر تخت سلیمان علیہ السلام کس طرح اڑ سکتا تھا؟ لیکن قدرت کے کچھ خاص قوانین بھی ہیں جو ان نفوس قدسیہ کے لیے مخصوص ہیں، جنہیں انبیا علیہم السلام کہا جاتا ہے۔ خاص طور پر جب قرآن اس کی گواہی دیتا ہے تو یقین کے سوا کوئی راستہ نہیں رہ جاتا۔

''اور مسخر کر دیا سلیمان (علیہ السلام) کے لیے تیز و تند ہوا کو کہ اس کے حکم سے زمین پر چلتی تھی جس کو ہم نے برکت دی تھی اور ہم ہر شے کے جاننے والے ہیں۔'' (انبیا)

''اور سلیمان علیہ السلام کے لیے مسخر کر دیا ہوا کو ایک مہینے کی مسافت (طے کراتی) اور شام کو ایک مہینے کی مسافت (سبا)

''اور مسخر کر دیا ہم نے اس (سلیمان) کے لیے ہوا کو کہ چلتی ہے وہ اس کے حکم سے، نرمی کے ساتھ جہاں وہ پہنچتا ہے۔'' (ص)

آپ کا ایک بڑا امتیاز جو کائنات میں کسی کو نہیں ملا یہ تھا کہ ان کے زیر نگیں صرف انسان نہیں تھے بلکہ جنات بھی تابع فرمان تھے اور آپ ان سے اسی طرح کام لیتے تھے جیسے کوئی مزدوروں اور غلاموں سے لیتا ہے۔

قرآن پاک میں آپ کی شان و صفات کے بارے میں مذکور ہے۔

Marfat.com

''اور دیووں (شیطانوں کی جماعت کو بھی ان کے تابع کر دیا تھا کہ ان) میں سے بعض ان کے فرمان سے غوطے مارتے تھے اور اس کے سوا اور کام بھی کرتے تھے اور ہم ان کے نگہبان تھے۔'' (الانبیا)۔

''اور طاقت ور جنات کو بھی (ان کے زیر فرمان کیا) یہ سب معمار عمارتیں بنانے والے اور غوطہ خور تھے۔'' (ص)

''وہ جو کچھ چاہتے یہ ان کے لیے بناتے مثلاً قلعے اور مجسمے اور (بڑے بڑے) لگن جیسے تالاب اور اپنی جگہ سے نہ ہٹنے والی بھاری دیگیں۔ اے داؤد کی اولاد (میرا) شکر کرو اور میرے بندوں میں سے شکر گزار تھوڑے ہیں۔'' (سبا)

آپ کے عہد حکومت میں اسرائیل کا عروج نقطہ کمال پر پہنچ چکا تھا۔ دور ونزدیک کے سب بادشاہوں کے دلوں پر آپ کے نام کی ہیبت تھی۔ آپ کی سلطنت شمال میں گلیلی، جنوب میں مصر کی حدود تک، شمال مشرق میں دریائے فرات تک، جنوب مشرق میں یمن تک اور مغرب میں بحیرہ روم تک پھیلی ہوئی تھی۔

☆......☆......☆

وہ دونوں طوائفیں تھیں۔ ان دونوں کو ایک ہی مقدمہ درپیش تھا۔ ایک ہی وقت میں وہ دونوں حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس حاضر ہوئیں۔ ان میں سے ایک کہنے لگی۔

''اے میرے مالک! میں اور یہ عورت دونوں ایک ہی گھر میں رہتی ہیں۔ اس کے ساتھ گھر میں رہتے ہوئے میرے ایک بچہ ہوا۔ تیسرے دن ایسا ہوا کہ یہ عورت بھی زچہ ہوگئی اور ہم ایک ساتھ ہی تھے۔ اس عورت کا بچہ رات کو مر گیا۔ یہ بدبخت رات کو اٹھی اور میرے بیٹے کو میری بغل سے لے کر اپنی گود میں لٹا دیا اور اپنے مرے ہوئے بچے کو میرے برابر لٹا دیا۔''

''تجھے کیوں نہ معلوم ہوا؟''

''اس لیے کہ میں سو رہی تھی۔''

''پھر کیا ہوا آگے سنا؟''

''صبح کو جب میں اٹھی کہ اپنے بچے کو دودھ پلاؤں تو کیا دیکھتی ہوں کہ وہ مرا پڑا ہے۔ میں نے غور کیا تو وہ میرا لڑکا نہیں تھا۔''

حضرت سلیمان علیہ السلام نے دوسری عورت سے فرمایا۔ ''اب تو بتا، تیرا کیا کہنا ہے؟''

''میں تو صرف یہی کہہ سکتی ہوں کہ یہ جھوٹ بول رہی ہے۔ جو زندہ ہے یہی میرا بیٹا ہے اور مرا ہوا اس کا بیٹا ہے۔ یہ میرا بیٹا چھیننے کے لیے مجھ پر الزام لگا رہی ہے۔ اپنا بیٹا مار دیا اور میرا بیٹا ہتھیانے کی کوشش کر رہی ہے۔''

حضرت سلیمان علیہ السلام نے پہلی عورت سے پوچھا۔ ''تیرے پاس کیا ثبوت ہے کہ جو مر گیا وہ تیرا نہیں اس کا بیٹا ہے جب کہ تین دن کے بچے کی کوئی ایسی شناخت بھی نہیں ہوتی۔ کہیں تو اس پر الزام تو نہیں لگا رہی ہے؟''

وہ عورت رونے لگی۔ ''مالک! میں طوائف ضرور ہوں لیکن ایک ماں بھی تو ہوں۔ میں دل کی آنکھوں سے دیکھتی ہوں، مردہ بچہ ہرگز میرا نہیں۔''

''تیری اس بات کو کون مانے گا؟''

''کیا میرے آنسو سچ ثابت نہیں کرتے؟''

''ہوسکتا ہے تو اپنے بچے کے غم میں رو رہی ہو اور زندہ بچہ حاصل کرنا چاہتی ہو۔''

''مالک! جب آپ بھی یہ کہیں گے تو مجھے انصاف کہاں ملے گا۔''

وہ دونوں عورتیں آپس میں جھگڑ رہی تھیں۔ دونوں کا اصرار تھا کہ جو بچہ زندہ ہے وہ اس کا ہے۔ جب کوئی کسی کی بات ماننے کو تیار نہیں ہوئی تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے ایک تلوار منگوائی۔

Marfat.com

اپنے آدمیوں کو حکم دیا۔ ''اس جیتے بچے کو چیر کر دو ٹکڑے کر دو اور آدھا ایک کو، آدھا دوسری کو دے دو۔'' یہ حکم سنتے ہی پہلی عورت چیختی چلاتی تلوار کے سامنے آ گئی۔

''مجھے بچہ نہیں چاہیے۔ اے بادشاہ! یہ بچہ اسی کو دے دو مگر اسے مارو مت۔ مجھے ہرگز یہ گوارا نہیں ہوگا کہ یہ مارا جائے۔''

دوسری عورت خاموش کھڑی تھی جیسے اس حکم کا اسے دکھ ہی نہ ہوا ہو۔

پہلی عورت کی ماتا تھی جو اسے چیخنے چلانے پر مجبور کر رہی تھی جب کہ دوسری عورت کو معلوم تھا کہ یہ بچہ میرا نہیں ہے اس لیے وہ پرسکون تھی۔

یہی وہ نکتہ تھا جسے حضرت سلیمان علیہ السلام نے بھانپ لیا اور حکم دیا کہ بچہ پہلی عورت کو دیا جائے کیونکہ یہی اس کی ماں ہے، اب دوسری عورت کو قبول کرنا پڑا کہ وہ جھوٹی ہے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کے ایسے ہی دانش مندانہ فیصلوں نے لوگوں پر ان کا رعب طاری کر دیا۔ لوگ ڈرنے لگے کہ اگر انہوں نے کسی کے ساتھ ظلم کیا تو حضرت سلیمان علیہ السلام کی حکمت و دانائی انہیں اپنی گرفت میں لے لے گی۔ بنی اسرائیل جو ہمیشہ سرکشی پر آمادہ رہتے تھے حضرت سلیمان علیہ السلام کے خوف سے لڑائی جھگڑوں سے تائب ہو گئے۔ ایسا انصاف ملا تو خوشحالی لازمی تھی، توریت کا بیان ہے۔

''یہودا اور اسرائیل کے لوگ کثرت میں سمندر کے کنارے کی ریت کے مانند تھے اور کھاتے پیتے اور خوش رہتے تھے اور سلیمان علیہ السلام دریائے فرات سے فلسطینیوں کے ملک تک اور مصر کی سرحد تک سب مملکتوں پر حکمران تھے۔ وہ ان کے لیے ہدیے لاتی تھیں۔''

حضرت سلیمان علیہ السلام کے رتھوں کے لیے چالیس ہزار رتھ بان اور بارہ ہزار سوار تھے۔ ان کے منصب داروں میں سے ہر ایک اپنے مہینے میں سلیمان علیہ السلام کے لیے اور ان سب کے لیے جو سلیمان علیہ السلام کے دستر خوان پر آتے تھے، رسد پہنچاتا تھا۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کو اس خوش حالی اور ناموری کے باوجود ہمیشہ یہ خیال رہتا تھا کہ وہ اب تک خدا کا گھر ہیکل (مسجد اقصیٰ) تعمیر نہیں کر سکے ہیں جب کہ حضرت داؤد علیہ السلام سے خدا کا یہ عہد تھا کہ تیرا بیٹا جس کو میں تیری جگہ تخت پر بٹھاؤں گا وہی میرے نام کے لیے گھر بنائے گا، اب حضرت سلیمان علیہ السلام کو حکومت کرتے ہوئے چار برس ہو گئے تھے۔ یہ خیال روز بہ روز شدت اختیار کرنے لگا تھا۔ ایک روز انہوں نے اپنے تمام منصب داروں اور عہدے داروں کا اجلاس طلب کیا اور ان کے سامنے اپنا منصوبہ رکھ دیا۔

''آپ لوگ جانتے ہیں کہ میرے والد حضرت داؤد علیہ السلام اپنے خدا کے نام کے لیے گھر نہ بنا سکے کیونکہ ان کے گرد ہر طرف لڑائیاں ہوتی رہیں، اب خداوند میرے خدا نے مجھ کو ہر طرف امن دیا ہے۔ نہ کوئی مخالف ہے نہ آفت کی مار۔ اب کوئی نہیں ہے جو مجھے اس کی تعمیر سے روکے۔ اب میں دیودار اور صنوبر کی لکڑی جمع کروں گا اور بڑے بڑے پتھروں سے عمارت تعمیر کروں گا اور اس کے گرد عظیم الشان شہر آباد کیا جائے گا۔

تمام منصب داروں نے خوشی خوشی اس خدمت کو قبول کیا اور اپنے تعاون کا یقین دلایا لیکن حضرت سلیمان علیہ السلام جانتے تھے کہ جس عظیم تعمیر کا وہ خواب دیکھ رہے ہیں وہ انسانوں کے بس کا نہیں۔ وہ انسانوں کے ہی نہیں جنات کے بھی بادشاہ تھے لہٰذا انہوں نے ارادہ کر لیا کہ یہ کام وہ جناب سے لیں گے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کی خواہش تھی کہ مسجد اور شہر کو بیش قیمت پتھروں سے بنوائیں اور اس کے لیے دور دراز سے حسین اور بڑے بڑے پتھر منگوائیں۔ اس زمانے کے محدود رسل و رسائل آپ کی خواہش کی تکمیل کے لیے ناکافی تھے۔

Marfat.com

یہ کام صرف ''جن'' انجام دے سکتے تھے۔ آپ نے انہیں طلب کیا اور انہیں حکم دیا کہ وہ مسجد کی تعمیر کے لیے کام کریں۔ وہ دور دور سے خوبصورت اور بڑے بڑے پتھر جمع کر کے لاتے رہے۔ کاریگروں نے ان پر نقش و نگار کندہ کیے۔ لبنان سے دیودار اور صنوبر کی لکڑی منگوائی گئی اور مسجد کی تعمیر کا کام شروع ہو گیا۔

خداوند تعالیٰ کو لکڑی اور پتھروں کی عمارت سے کوئی سروکار نہیں ہوتا چنانچہ کلام الٰہی حضرت سلیمان علیہ السلام پر نازل ہوا۔

''یہ گھر جو تو بناتا ہے سو اگر تو میرے آئین پر چلے اور میرے حکموں کو پورا کرے اور میرے فرمانوں کو مان کر ان پر عمل کرے تو میں اپنا قول جو میں نے تیرے باپ داؤد علیہ السلام سے کیا تیرے ساتھ قائم رکھوں گا اور میں بنی اسرائیل کے درمیان رہوں گا اور اپنی قوم اسرائیل کو ترک نہیں کروں گا۔''

یہ گھر جب تعمیر ہوا تو اس کی لمبائی ساٹھ ہاتھ اور چوڑائی بیس ہاتھ اور اونچائی تیس ہاتھ تھی اور ہیکل کے سامنے ایک برآمدہ اس گھر کی چوڑائی کے مطابق بیس ہاتھ لمبا تھا اور اس گھر کے سامنے اس کی چوڑائی دس ہاتھ تھی۔ جھروکے بنائے گئے تھے جن میں جالیاں جڑی ہوئی تھیں۔ گردا گرد منزلیں اور حجرے بنوائے۔ فرش صنوبر کے تختوں سے بنایا گیا تھا۔ فرش سے دیواروں تک دیودار کے تختے لگائے گئے تھے۔

اس گھر کے اندر بیچ میں الہام گاہ تیار کی تاکہ خداوند کے عہد کا صندوق وہاں رکھا جائے۔

جب سات سال کی مدت میں یہ عمارت بن کر تیار ہو گئی تو آپ نے اسرائیل کے بزرگوں اور قبیلوں کے سب سرداروں کو اپنے پاس یروشلم طلب کیا۔ تمام لوگوں کو مخاطب کر کے آپ نے کلام کیا۔

''میرے باپ داؤد علیہ السلام کے دل میں تھا کہ خداوند اسرائیل کے خدا کے نام کے لیے ایک گھر بنائے لیکن خدا نے اسے روک دیا کیونکہ یہ اعزاز میرے حصے میں آنا تھا۔ خداوند کے وعدے کے مطابق میں اسرائیل کے تخت پر بیٹھا ہوں اور میں نے خداوند اسرائیل کے خدا کے نام کے لیے اس گھر کو بنایا ہے اور میں نے یہاں ایک جگہ اس صندوق کے لیے مقرر کر دی ہے جس میں خداوند کا وہ عہد ہے جو اس نے ہمارے باپ دادا سے جب وہ ان کو ملک مصر سے نکال لایا باندھا تھا۔''

اس خطاب کے بعد حضرت سلیمان علیہ السلام نے اسرائیل کی ساری جماعت کے روبرو خداوند کے مذبح کے آگے کھڑے ہو کر اپنے ہاتھ آسمان کی جانب پھیلا دیے۔

''اے خداوند اسرائیل کے خدا تیرے مانند نہ تو اوپر آسمان میں نہ نیچے زمین پر کوئی خدا ہے۔ تو نے اپنے بندے داؤد علیہ السلام کے حق میں وہ بات قائم رکھی جس کا تو نے اس سے وعدہ کیا تھا۔ تو نے اپنے منہ سے فرمایا اور اپنے ہاتھ سے اسے پورا کیا۔

آسمانوں کے آسمان میں بھی تو نہیں سما سکتا تو یہ گھر کچھ بھی نہیں جسے میں نے بنایا۔ اے خدا اس دعا اور فریاد کو سن لے جو تیرا بندہ آج کے دن تیرے حضور کرتا ہے۔

اور تو اپنے بندے اور قوم اسرائیل کی مناجات کو جب وہ اس گھر کی طرف رخ کر کے کریں سن لینا۔ اور سن کر معاف کر دینا۔

اگر کوئی تیرے مذبح کے آگے قسم کھائے تو تو آسمان پر سے سن کر عمل کرنا اور اپنے بندوں کا انصاف کرنا۔ جب تیری قوم اسرائیل اپنے دشمنوں سے شکست کھائے اور پھر تیری طرف رجوع کرے تو تو آسمان پر سے سن کر اپنی قوم اسرائیل کا گناہ معاف کر دینا اور ان کو اس ملک میں جو تو نے ان کے باپ دادا کو دیا پھر لے آنا۔

اگر ملک میں کال ہو۔ اگر وبا ہو۔ اگر بادِ سموم ہو غرض کیسی ہی بلا ہو۔ اگر یہ قوم تجھ سے معافی کی طلب گار ہو تو اسے

Marfat.com

معاف کردینا۔

اگر تیرے لوگ خواہ کسی راستے سے تو ان کو بھیجے اپنے دشمن سے لڑنے کو نکلیں اور وہ اس گھر کی طرف جسے میں نے تیرے نام کے لیے بنایا ہے رخ کر کے دعا کریں تو تو آسمان پر سے ان کی دعا اور مناجات سن کر ان کی حمایت کرنا۔

اگر تو ان سے ناراض ہو کر انہیں دشمن کے حوالے کردے اور پھر وہ تیری طرف رجوع کریں تو تو آسمان پر سے جو تیری سکونت گاہ ہے ان کی دعا اور مناجات سن کر ان کی حمایت کرنا۔''

یہ اور اس جیسی دعائیں کر چکے تو آپ مذبح کے سامنے سے جہاں وہ اپنے ہاتھ آسمان کی طرف پھیلائے ہو گھٹنے ٹیکے تھے، اٹھے اور کھڑے ہو کر اسرائیل کی ساری جماعت کو بلند آواز سے برکت دی۔

''خداوند جس نے اپنے سب وعدوں کے موافق اپنی قوم اسرائیل کو آرام بخشا مبارک ہو۔ خداوند ہمارا خدا ہمارے ساتھ رہے۔ جیسے وہ ہمارے باپ دادا کے ساتھ رہا اور ہمیں ترک کر کے نہ چھوڑے۔''

بزرگوں کی ایک جماعت صیون روانہ ہوئی جہاں تابوت سکینہ رکھا ہوا تھا۔

کاہنوں نے صندوق اٹھایا اور خیمہ، اجتماع کو اور ان سب مقدس ظروف کو جو خیمے کے اندر تھے، لے آئے۔ جیسے ہی صندوق پہنچا ساری جماعت نے صندوق کے سامنے کھڑے ہو کر اتنی بھیڑ بکریاں اور بیل ذبح کیے کہ ان کی کثرت کے سبب ان کا شمار یا حساب نہ ہو سکا۔

جب کاہن یہ صندوق رکھ کر الہام گاہ سے باہر نکلے تو ہر طرف ابر چھا گیا۔ اس میں ایسا جلال تھا کہ کاہن اپنے قدموں پر کھڑے نہ رہ سکے۔

اسی وقت وحی الٰہی نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو اپنے حصار میں لے لیا۔

''میں نے تیری دعا اور مناجات جو تو نے میرے حضور کی ہے سن لی اور اس گھر میں جسے تو نے بنایا ہے اپنا نام ہمیشہ تک رکھنے کے لیے میں نے اسے مقدس کیا اور میری آنکھیں اور میرا دل سدا وہاں لگے رہیں گے۔ اب رہا تو، سو اگر تو جیسے تیرا باپ داؤد چلا ویسے ہی میرے حضور خلوص دل اور راستی سے چل کر اس سب کے مطابق جو میں نے تجھے فرمایا عمل کرے اور میرے آئین اور احکام کو مانے تو میں تیری سلطنت کا تخت اسرائیل کے اوپر ہمیشہ رکھوں گا جیسا میں نے تیرے باپ داؤد علیہ السلام سے وعدہ کیا اور کہا کہ تیری نسل میں اسرائیل کے تخت پر بیٹھنے کے لیے آدمی کی کمی نہ ہو گی لیکن تم یا تمہاری اولاد اگر تم میری پیروی سے برگشتہ ہو جاؤ اور میرے احکام اور آئین کو جو میں نے تمہارے آگے رکھے نہ مانو بلکہ جا کر اور معبودوں کی عبادت کرنے اور ان کو سجدہ کرنے لگو تو میں اسرائیل کو اس ملک سے جو میں نے ان کو دیا ہے کاٹ ڈالوں گا اور اس گھر کو جسے میں نے اپنے نام کے لیے مقدس کیا ہے اپنی نظر سے دور کر دوں گا۔''

ان وعدوں کے بعد حضرت سلیمان علیہ السلام راہ راست پر چلتے ہوئے شہر کی تعمیر اور خصوصاً اپنے لیے شاندار محل کی تعمیر کی طرف متوجہ ہوئے۔

اس محل کی تعمیر میں تیرہ برس خرچ ہوئے۔

یہ محل انہوں نے لبنان کے جنگلوں کی لکڑی سے بنایا۔ اس کی لمبائی سو ہاتھ اور چوڑائی پچاس ہاتھ اور اونچائی تیس ہاتھ تھی اور وہ دیواروں کے چار ستونوں کی چار قطاروں پر بنا ہوا تھا اور ستونوں پر دیودار کے شہتیر تھے۔ ہر قطار میں پندرہ شہتیر تھے۔ کھڑکیوں کی تین قطاریں تھیں اور تینوں قطاروں میں ہر ایک روزن دوسرے روزن کے مقابل تھا۔

ستونوں کا برآمدہ تھا۔ اس کے سامنے ایک ڈیوڑھی تھی اور ان کے آگے ستون اور موٹے موٹے شہتیر تھے۔ تخت شاہی کے لیے ایک برآمدہ بنایا جہاں وہ عدالت کر سکیں اور فرش سے فرش تک اسے پورا پاٹ دیا۔ یہ سب اندر اور باہر بنیاد سے منڈیر تک بیش قیمت پتھروں کے بنے ہوئے تھے جو ناپ کے مطابق آروں سے چیرے گئے تھے اور ایسا ہی باہر بڑے

Marfat.com

صحن تک تھا۔اسی طرح کی اور بھی بیش قیمت اور حیران کن تعمیرات تھیں جو انہوں نے محل میں قائم کی تھیں۔

اس محل کی تعمیر بھی صاف بتا رہی تھی کہ اس میں قوم جن نے حصہ لیا ہے۔حضرت سلیمان علیہ السلام حیران کن تعمیرات میں جنات سے کام لیتے تھے۔ہیکل کی عمارت ہو یا محل کی تعمیر یا پھر قلعوں کی تعمیر۔قرآن اس پر شاہد ہے۔

''وہ (جن) اس کے لیے بناتے تھے جو کچھ وہ چاہتا تھا۔قلعوں کی تعمیر ہتھیار اور تصاویر اور بڑے بڑے لگن جو حوضوں کے مانند تھے۔'' (سبا)

اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام پر ایسے عظیم الشان احسانات کیے اور پھر یہاں تک فرمایا کہ اس بے انتہا دولت کے صرف وخرچ پر کوئی باز پرس بھی نہیں ہے مگر ان تمام باتوں کے باوجود حضرت سلیمان علیہ السلام دولت کو مخلوق خدا کی خدمت کے لیے ''امانت الٰہی'' سمجھ کر ایک حبہ اپنی ذات پر صرف نہیں فرماتے تھے بلکہ اپنی روزی ٹوکریاں بنا کر حاصل کرتے تھے۔رہی محل کی تعمیر تو وہ رعب شاہی کے لیے تھی، نہ کہ نمود و نمائش کے لیے۔

ایک اسرائیلی روایت یہ بھی ہے کہ قوم جن نے تخت سلیمان علیہ السلام کو اس کاریگری سے بنایا تھا کہ تخت کے نیچے دو زبردست اور خونخوار شیر کھڑے تھے اور دو گدھ معلق تھے اور جب حضرت سلیمان علیہ السلام تخت حکومت پر جلوہ افروز ہونے کے لیے تخت کے قریب تشریف لے جاتے تو دونوں شیر اپنے بازو پھیلا کر بیٹھ جاتے اور تخت نیچا ہو جاتا اور وہ بیٹھ جاتے تو شیر پھر کھڑے ہو جاتے اور فوراً ہیبت ناک گدھ اپنے پروں کو پھیلا کر سر مبارک پر سایہ فگن ہو جاتے۔اسی طرح انہوں نے پتھروں سے بڑی اور بھاری دیگیں بنائی تھیں جو چولہوں پر قائم تھیں اور اپنی ضخامت کی وجہ سے حرکت میں نہیں آتی تھیں اور بڑے بڑے حوض پتھر تراش کر بنائے تھے اور شہر بیت المقدس اور ہیکل اور ان سب اشیا کی تعمیر اور کاریگری میں صرف سات سال لگے تھے۔

تورات میں متعدد جگہ ان تعمیری خدمات کا تفصیل کے ساتھ ذکر ہے۔

''اور یہی باعث ہے جس نے سلیمان علیہ السلام بادشاہ نے لوگوں کی بےگار لی کہ خداوند کا گھر اور اپنا قصر اور یروشلم کی شہر پناہ اور شہر (حاصور اور مجدد اور جازر بھی بنائے سو سلیمان علیہ السلام نے جازر اور بیت حوران اسفل کو پھر تعمیر کیا اور بعلات اور دشت تدمر کو مملکت کے درمیان۔۔۔اور خزانے کے سارے شہر جو سلیمان علیہ السلام کے تھے اور اس کی گاڑی کے شہر اور اس کے سرداروں کے شہر بنائے اور جو کچھ سلیمان علیہ السلام کی تمنا تھی سو یروشلم میں اور لبنان میں اور اپنی مملکت کی ساری زمین میں بنائے۔''

تورات میں پتھر کے عظیم الشان حوض اور بھاری دیگوں اور تصویروں اور ان کے بنانے کے لیے بیش قیمت پتھروں کے متعلق طویل فہرست دی گئی ہے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کے سامنے چونکہ عظیم الشان عمارات اور پر ہیبت قلعوں کی تعمیر کے نقشے تھے اور آپؑ ان تعمیرات کے استحکام کے بھی شائق تھے۔اس لیے ضرورت تھی کہ گارے اور چونے کے بجائے پگھلی ہوئی دھات گارے کی طرح استعمال کی جائے۔لیکن سوال یہ تھا کہ اس قدر کثیر مقدار میں یہ کیسے میسر آئے۔یہ سوال تھا جس کا حل حضرت سلیمان علیہ السلام چاہتے تھے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی اس مشکل کو اس طرح حل کر دیا کہ ان کو پگھلے ہوئے تانبے کے چشمے مرحمت فرمائے۔

بعض مفسرین کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حسب ضرورت سلیمان علیہ السلام کے لیے تانبے کو پگھلا دیا تھا اور یہ حضرت سلیمان علیہ السلام۔۔۔کے لیے نشان (معجزہ) تھا۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام پر یہ انعام کیا کہ زمین کے جن حصوں میں تانبا پانی کی طرح پگھل کر بہہ رہا تھا ان چشموں کو حضرت سلیمان علیہ السلام پر آشکار کر دیا۔ان سے قبل کوئی شخص زمین کے اندر دھات کے ان چشموں سے

Marfat.com

واقف نہیں تھا۔

ابن کثیر کہتے ہیں کہ پگھلے ہوئے تانبے کے یہ چشمے یمن میں تھے جن کو اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام پر ظاہر کر دیا تھا۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کو معلم السحر بھی کہا جاتا ہے اور ان کے جادو کی بنیاد ہاروت و ماروت کے سحر پر مبنی بتائی جاتی ہے۔ لیکن یہ محض روایات ہیں۔ قرآن اس کا انکار کرتا ہے۔

''ایک فرقے نے اللہ کی کتاب کو اسی طرح پیچھے ڈال دیا گویا وہ جانتے ہی نہیں اور ان فضول چیزوں کے پیچھے لگ گئے جو سلیمان علیہ السلام کے عہد میں شیاطین پڑھا کرتے تھے اور سلیمان علیہ السلام نے مطلق کفر کی بات نہیں کی بلکہ شیاطین ہی کفر کرتے تھے کہ لوگوں کو جادو سکھاتے تھے اور ان باتوں کو بھی (پیچھے لگ گئے) جو شہر بابل میں دو فرشتوں ہاروت اور ماروت پر اتری تھیں اور وہ دونوں کسی کو کچھ اس وقت تک نہیں سکھاتے تھے جب تک یہ نہ کہہ دیتے کہ ہم تو ایک ذریعہ آزمائش ہیں، تم کفر میں نہ پڑو۔

یہود نے تین کتابیں حضرت سلیمان علیہ السلام کی جانب منسوب کی ہیں۔ ان کتابوں کے ایک قصے میں لکھا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس ایک انگوٹھی تھی۔ اس پر اسم اعظم کندہ تھا۔ اس کی تاثیر یہ تھی کہ انسان، حیوان، چرند پرند اور جن بھوت وغیرہ آپؑ کے پاس کھنچے چلے آتے تھے۔ جب آپؑ کی سلطنت عظیم الشان ہوگئی تو آپ کو اپنی قوت و قدرت پر ناز ہونے لگا۔ خدا کو یہ بات ناگوار گزری اور آپؑ کو آزمائش میں ڈال دیا گیا۔

اسرائیلی روایات میں ہے کہ جنوں کا بادشاہ اشمیدائی آپؑ سے خوش نہیں تھا اور اس فکر میں تھا کہ اسم اعظم والی انگوٹھی سے آپؑ کو محروم کر دے جس کی وجہ سے آپؑ کی شان و شوکت برقرار ہے۔ ایک روز اسے موقع مل گیا اور وہ یہ انگوٹھی لے اڑا۔ اس انگوٹھی کے ذریعے اس نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی شکل اختیار کر لی اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی شکل میں تبدیلی آگئی چنانچہ جب آپؑ محل میں واپس آئے تو دربانوں نے انہیں روک دیا کہ یہ اجنبی شخص کیسے دربار میں گھسا چلا آتا ہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام حیران تھے کہ یہ کیسا انقلاب آگیا کہ دربان تک پہچاننے سے انکار کر رہے ہیں۔ وہ لاکھ کہتے تھے کہ میں تمہارا بادشاہ سلیمان علیہ السلام ہوں لیکن کوئی ماننے کو تیار نہیں تھا۔ سب کہہ رہے تھے کہ سلیمان علیہ السلام تو اندر ہیں۔

''اچھا تم میرا ایک کام کر دو'' حضرت سلیمان علیہ السلام نے کہا۔ ''میری خوابگاہ میں تکیے کے نیچے ایک انگوٹھی رکھی ہے وہ لا کر مجھے دے دو۔ اس کے بعد تم مجھے پہچان لو گے۔ میرا جاہ و جلال اسی انگوٹھی ہی میں پوشیدہ ہے۔''

دربان ہنسنے لگے لیکن ایک جہاندیدہ دربان نے مشورہ دیا کہ اندر جا کر دیکھا تو جائے کہ وہاں سلیمان علیہ السلام موجود ہیں یا نہیں۔

دربان نے ایک کنیز کو اندر بھیجا۔ وہ اسی وقت یہ خبر لے آئی کہ سلیمان علیہ السلام اندر موجود ہیں۔ یہ شخص کسی طرح سلیمان علیہ السلام نہیں ہو سکتا۔

''اب تم چپ چاپ یہاں سے چلے جاؤ'' دربانوں نے کہا۔ ''بادشاہ اندر موجود ہے۔ اگر اسے معلوم ہو گیا تو تم گرفتار کر لیے جاؤ گے۔''

جب حضرت سلیمان علیہ السلام نے جانے سے انکار کر دیا تو وہ لوگ آپؑ کو زبردستی باہر نکالنے لگے۔ اتنی دیر میں ایک شخص نظر آیا جو رکن سلطنت اور آپؑ کا مشیر تھا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام بڑی امید کے ساتھ اس کی طرف بڑھے۔

''تم تو میرے مشیر ہو۔ تم تو مجھے ضرور پہچان لو گے۔ سچ بتاؤ کیا میں سلیمان علیہ السلام نہیں؟''

اس شخص نے حیرانی سے آپؑ کی طرف دیکھا اور یہ کہتا ہوا آگے بڑھ گیا۔ ''مجھے تو معلوم نہیں کہ تم کون ہو اور کیوں

Marfat.com

اپنے آپ کو بادشاہ کہلوانے کی ضد کر رہے ہو۔''
اب تو دربانوں کی ہمت اور بڑھ گئی۔ انہوں نے آپؑ کو محل سے باہر نکال دیا۔ کچھ دیر نہیں گزری تھی کہ آپؑ پاگل مشہور ہو گئے۔ خلق خدا کثرت سے تماشا دیکھنے آنے لگی کہ کیسا پاگل ہے جو خود کو بادشاہ کہہ رہا ہے۔
آپؑ یروشلم کی گلیوں میں چیختے پھر رہے تھے۔
''لوگو! میری باتیں غور سے سنو! میں داؤد علیہ السلام کا بیٹا سلیمان علیہ السلام ہوں۔ یروشلم کا بادشاہ۔ تمہارا بادشاہ۔ مجھے پہچانو، میں نے یروشلم کو آباد کیا۔ تمہیں خوش حالی دی اور آج تم ہی مجھے پہچاننے سے انکار کر رہے ہو۔ کوئی بہروپیا تمہارا بادشاہ بن بیٹھا اور تم مجھے مجنوں اور دیوانہ کہہ رہے ہو۔''
لوگ ان کی باتیں سن رہے تھے۔ کچھ کے دلوں پر اثر بھی ہو رہا تھا لیکن جلد ہی آپؑ کی باتیں قہقہوں میں اڑ جاتی تھیں۔ آپؑ سے اپنوں کی یہ بے وفائی برداشت نہ ہوئی اور آپؑ شہر چھوڑ کر جنگل کی طرف نکل گئے۔ جنگلی پھل آپؑ کی گزر اوقات کا ذریعہ بن گئے۔ رفتہ رفتہ جسم کے کپڑے پھٹنے لگے۔ اب وہ واقعی مجنوں نظر آتے تھے۔
ایک مرتبہ پھر آپؑ جنگل سے نکلے اور ایک نامعلوم سمت کی طرف چل پڑے۔ چلتے چلتے ایک شہر میں پہنچ گئے۔ ایک دکان کے سامنے دیکھا کہ کسی شخص نے کھانے پینے کا کچھ سامان خریدا ہے اور اب اسے اٹھانے کے لیے کسی مزدور کی تلاش میں ہے۔ آپؑ اس کے سامنے جا کر کھڑے ہو گئے۔ اس شخص نے یہی سمجھا ہو گا کہ کوئی مزدور آ گیا۔
''یہ سامان اٹھاؤ گے؟'' اس شخص نے کہا۔
''کیوں نہیں اٹھاؤں گا۔ مزدوری ملے گی تو میں اپنے کھانے کے لیے بھی کچھ خریدوں گا۔ یہ بتاؤ جانا کہاں ہے۔''
''شاہی محل تک۔ میں وہاں شاہی باورچی ہوں۔ یہ سارا سامان وہیں کے لیے لے جا رہا ہوں۔''
''تمہارے بادشاہ کا نام کیا ہے؟''
''آلمون۔''
یہ نام سنتے ہی حضرت سلیمان علیہ السلام پر ظاہر ہو گیا کہ وہ دشمن ملک میں آ گئے ہیں۔ یہاں بنی عمون کی حکومت تھی۔ یہ لوگ بنی اسرائیل کے موروثی دشمن تھے۔ آپؑ نے شکر بھیجا کہ ابھی تک اپنے بارے میں انہوں نے اس شخص کو کچھ نہیں بتایا۔ انہوں نے تہیہ کر لیا کہ وہ کچھ بتائیں گے بھی نہیں۔
شاہی محل میں پہنچ کر شاہی باورچی نے آپؑ کے ہاتھ پر اجرت رکھ دی۔
''یہ تو میری ایک روز کی اجرت ہو گئی۔'' حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا۔ ''اگر آپؑ کے ذریعے میری آمدنی کا کوئی مستقل بندوبست ہو جائے تو آپؑ کی مہربانی ہو گی۔ آپؑ شاہی باورچی ہیں۔ آپؑ کو اتنا اختیار تو ہو گا۔''
''اختیار تو ہے۔'' باورچی نے کہا۔ ''لیکن سوال یہ ہے کہ آپؑ کر کیا سکتے ہیں۔''
''آپ مجھے اپنے مددگار کے طور پر رکھ لیں۔''
کچھ دنوں میں جب بھوک کی کمزوری دور ہوئی۔ نئے کپڑے بھی جسم پر آ گئے تو آپؑ کی وجاہت ظاہر ہونے لگی۔ محل میں جو بھی آپؑ کو دیکھتا متاثر ہوئے بغیر نہ رہتا تھا۔ یہ خبریں بادشاہ تک بھی پہنچیں کہ ایک شخص نیا ملازم ہوا ہے لیکن کسی طرح بھی ملازم معلوم نہیں ہوتا۔ بادشاہ کو شک ہوا کہ یہ کوئی اسرائیلی تو نہیں جو جاسوس بن کر یہاں آ گیا ہوں۔ اس نے آپؑ کو اپنے پاس طلب کر لیا۔ اب شاہی باورچی کو اپنی جان کی فکر ہوئی کہ اگر یہ شخص واقعی اسرائیلی نکلا تو میری خیر نہیں۔ اس نے آپؑ سے ایک مرتبہ پھر پوچھنے کی کوشش کی۔
''اے شخص! سچ سچ بتا تو اسرائیلی تو نہیں۔ اگر ہے تو ابھی بھاگ جا۔ میں کہہ دوں گا کہ تو میرے پاس سے بھاگ گیا اور تیری جان بچ جائے گی۔''

Marfat.com

''میں جو بھی ہوں تو اس کو چھوڑ دے۔ مجھے بادشاہ کے پاس لے چل۔ میں اسے مطمئن کردوں گا۔ میں خود بھی سلامت رہوں گا، تیری جان بھی بچ جائے گی۔ میں تجھ سے وعدہ کرتا ہوں کہ تیری جان بچالوں گا۔''

شاہی باورچی ڈرتے ڈرتے انہیں بادشاہ کے پاس لے گیا۔ خود ایک کونے میں کھڑا ہوگیا اور بادشاہ نے آپؑ سے سوال جواب شروع کردیے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام حکمت و دانائی کا مجموعہ تھے۔ گفتگو کے پھول برسائے تو بادشاہ سحر زدہ سا ہوکر رہ گیا۔ یہ پوچھنا ہی بھول گیا کہ وہ اسرائیلی تو نہیں؟

صرف اتنا کہہ سکا۔ ''تم جیسے قابل آدمی کے لیے یہ زیبا نہیں کہ باورچی کے مددگار کے طور پر کام کرو۔ آج سے تم شاہی باورچی خانے کے داروغہ کے طور پر کام کروگے۔''

شاہی باورچی خوش ہوگیا کہ میری جان بھی محفوظ رہی اور نوکری بھی۔

محل میں باتیں تو بن ہی رہی تھیں۔ یہ سن کر لوگوں کو اور بھی تعجب ہوا کہ بادشاہ نے اس اجنبی کو داروغہ مطبخ بنادیا ہے، ارکان شاہی کو جستجو ہوئی کہ اس شخص کو دیکھا جائے۔

کئی شہزادے ان سے ملنے آئے تو متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ آپؑ کی وجاہت اور گفتگو دونوں نے پورے محل کو اپنے حصار میں لے لیا۔

بادشاہ کی ایک بیٹی شہزادی لغامہ بھی تھی۔ یہ باتیں سن سن کر اس کا دل بھی حضرت سلیمان علیہ السلام کی جانب کھنچنے لگا لیکن اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا وہ کس طرح ان سے ملاقات کرے۔ پھر ایک دن یہ ترکیب اسے سوجھ گئی۔ وہ دل ہی دل میں مسکرائی اور محل کے اس حصے میں پہنچ گئی جہاں اس کے خیال میں داروغہ مطبخ یعنی حضرت سلیمان علیہ السلام کو ہونا چاہیے تھا۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے شہزادی کی آمد کا سنا اور پھر اسے اپنے سامنے دیکھا تو اٹھ کر کھڑے ہوگئے۔

''میرا نام شہزادی لغامہ ہے۔''

''آپ کی آمد کا شکریہ لیکن کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ آپ نے یہ زحمت کیوں کی؟''

''میں ایک کھانے کی فرمائش کرنے آئی ہوں۔ آپؑ باورچی سے کہہ کر وہ کھانا تیار کرائیں۔''

''شہزادی صاحبہ آپ کا حکم ملتا تو میں خود حاضر ہوجاتا۔ آپؑ نے زحمت کیوں کی۔''

''میں اپنا کام خود کرنے کی عادی ہوں۔ مجھے جب بھی کوئی فرمائش کرنی ہوگی، میں خود آؤں گی۔''

''مجھے اچھا نہیں لگے گا کہ مالک اپنے نوکر کے پاس خود چل کر آئے۔''

''آپؑ کو اچھا نہ لگے لیکن مجھے اچھا لگے گا کہ میں آپؑ سے ملاقات کرنے کے لیے روزانہ آؤں۔ آپؑ کو کوئی اعتراض تو نہیں ہوگا؟''

''آپ کی خواہش میرے لیے حکم کا درجہ رکھتی ہے لیکن کیا اس سے باتیں بنانے والوں کو سہولت حاصل نہیں ہوجائے گی؟''

''میں شہزادی ہوں۔ میرے سامنے کون سر اٹھا سکتا ہے۔''

''نقصان آپؑ کو نہیں مجھے ہوگا۔ بہت سے حاسد ہوں گے جو یہ دیکھیں گے کہ مجھے اہمیت مل رہی ہے تو وہ میرے دشمن بن جائیں گے۔ کہیں مجھے نوکری ہی سے ہاتھ دھونے نہ پڑ جائیں۔''

''میں آپؑ پر کوئی آنچ نہ آنے دوں گی۔''

شہزادی اب روز اپنی فرمائش کے بہانے آپؑ سے ملاقات کے لیے آنے لگی تھی۔ ہر ملاقات میں آپؑ کی کوئی نہ

Marfat.com

کوئی خوبی اس پر ظاہر ہو جاتی تھی۔ رفتہ رفتہ یہ ملاقاتیں محبت میں تبدیل ہو گئیں۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کو اندازہ تھا تو لیکن شہزادی کے دل میں کیا ہے ان پر ظاہر نہیں ہوا تھا کیونکہ شہزادی نے ابھی تک اپنی محبت کا اظہار نہیں کیا تھا۔

ایک روز شہزادی، آپؑ سے ملاقات کر کے واپس آ رہی تھی کہ ملکہ کی نظر اس پر پڑ گئی۔ ملکہ تک خبریں پہنچ تو رہی تھیں لیکن اب اس نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا تھا۔

''اس کا مطلب ہے جو باتیں میں سن رہی ہوں وہ ٹھیک ہیں۔'' ملکہ نے کہا۔

''آپ کیا باتیں سنتی رہی ہیں؟''

''یہی کہ تو داروغہ مطبخ سے ملنے جاتی ہے۔''

''میں اپنی پسند کے کھانے کا حکم دینے جاتی ہوں۔''

''مجھ سے جھوٹ مت بول۔ یہ کام تو تجھے کسی کنیز سے لینا چاہیے۔ تو ایک معمولی باورچی کے پاس خود چل کر آتی ہے۔''

''وہ کوئی معمولی آدمی نہیں ہے وہ ضرور کچھ چھپا رہا ہے ورنہ وہ کسی اعلیٰ خاندان سے تعلق رکھتا ہے۔''

''کہیں کا بادشاہ تو نہیں ہے۔ تو شہزادی ہے، اس سے تیرا میل جول ٹھیک نہیں۔''

اس وقت تو شہزادی چپ ہو گئی لیکن اس نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس جانا نہیں چھوڑا۔ تب ملکہ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو حکم دیا کہ وہ شہزادی کو اپنے پاس آنے سے منع کر دیں۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کو یہ سن کر ہنسی آ گئی۔

''میں ایک معمولی سا نوکر ہوں اور وہ ایک شہزادی۔ میں بھلا انہیں کیسے منع کر سکتا ہوں۔ یہ کام تو آپ کر سکتی ہیں۔ وہ یہاں آئیں گی تو میں انہیں نہیں روک سکتا۔''

ملکہ کے چلے جانے کے بعد حضرت سلیمان علیہ السلام سوچ میں پڑ گئے۔ وہ سوچنے لگے کہ یہ بات بہت آگے بڑھ گئی ہے۔ میری نوکری تو گئی۔ رہنے کا ایک ٹھکانا بن گیا تھا۔ دیکھو اب کہاں جانا پڑتا ہے۔

اگلے روز شہزادی آئی تو آپؑ نے اسے منع کر دیا۔

''ملکہ کا حکم ہے کہ آپؑ میرے پاس نہ آیا کریں۔ آپ کے آنے سے جو مصیبت مجھ پر آئے گی اسے میں برداشت کر لوں گا لیکن جس مصیبت سے آپ دوچار ہو جائیں گی وہ مجھ سے نہیں دیکھا جائے گا۔''

''میں ہر مصیبت برداشت کر لوں گی لیکن آپ کے پاس آنا نہیں چھوڑوں گی۔ آپؑ کو ملکہ کے حکم کا پاس ہے میری خواہش کا احترام نہیں۔''

''میں تو آپ کو اونچ نیچ سمجھا رہا ہوں۔ اب جو ہو سو ہو۔''

''اگر آپؑ کو محل سے نکال دیا جاتا ہے تو میں بھی آپؑ کے ساتھ محل سے نکل جاؤں گی۔ ہر عیش کو ٹھوکر مار دوں گی۔''

شہزادی یہ کہہ کر چلی گئی۔ اب تک وہ اشاروں اشاروں میں ماں کو سمجھاتی رہی تھی لیکن اب اس نے کھل کر اپنے عشق کا اظہار اپنی ماں کے سامنے کر دیا اور زور دیا کہ داروغہ مطبخ سے اس کی شادی کرا دی جائے۔

یہ ایسی فرمائش نہیں تھی کہ جسے شاہی خاندان بہ آسانی پورا کر سکتا۔ ملکہ کے ذریعے یہ خبر بادشاہ تک پہنچ گئی۔ بادشاہ کے غضب نے سر اٹھایا۔ اس نے ملکہ سے صاف کہہ دیا کہ وہ اس شخص کو قتل کرا دے گا۔ ملکہ بھی چپ ہو گئی تھی لیکن باورچی سے معلومات کرنے کے بعد سب کے منہ اتر گئے۔

باورچی نے بتایا۔ ''وہ شخص اسرائیلی معلوم ہوتا ہے اور کسی اچھے خاندان کا ہے۔ اگر اس قتل کی خبر سلیمان (علیہ السلام) تک پہنچی تو وہ اسے معاف نہیں کرے گا۔''

Marfat.com

یہ سن کر بادشاہ بھی سوچ میں پڑ گیا۔

کئی روز کے غور وفکر کے بعد بادشاہ نے یہ طے کیا کہ اس شخص کو شہر سے نکال دیا جائے لیکن ملکہ نے مخالفت کی۔

''اگر بات یک طرفہ ہوتی تو کوئی بات نہیں تھی۔ ہماری بیٹی بھی اس کے عشق میں گرفتار ہے اس لیے بہتر یہ ہے کہ ان دونوں کی شادی کر دی جائے۔''

بادشاہ مجبور ہو گیا لیکن اپنے غصے کو نہ دبا سکا۔ اس نے ملکہ کو خوش کرنے کے لیے حضرت سلیمان علیہ السلام کی شادی شہزادی سے کر دی۔ بہت کچھ جواہرات بھی شہزادی کو دیے لیکن ایک رات اس نے شہزادی اور حضرت سلیمان علیہ السلام کو بلا کر حکم دیا کہ وہ محل سے چلے جائیں بلکہ یہ شہر ہی چھوڑ دیں۔ اس نے ایک آدمی بھی ان کے ساتھ کر دیا جو انہیں ایک صحرا میں چھوڑ آیا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام اپنے خدا پر بھروسا کر کے آگے بڑھتے رہے۔ پوری رات گزر گئی۔ دن کا کچھ حصہ بھی گزر گیا لیکن صحرا ختم ہونے میں نہ آتا تھا۔ اب انہیں فکر ہونا شروع ہوئی۔ شہزادی بھی پریشان تھی بالآخر دوسرے دن صبح کے وقت انہوں نے خود کو ایک گاؤں کے قریب پایا۔ یہاں کے لوگ ہمدرد تھے کہ انہیں ایک بڑھیا نے اپنے گھر میں پناہ دے دی۔ یہ بستی سمندر کے کنارے تھی اور یہاں ماہی گیر آباد تھے۔ وہ دن رات اپنے گرد مچھلیاں ہی مچھلیاں دیکھتے تھے۔

ایک روز شہزادی نے کہا کہ ہمیں بڑھیا کے دستر خوان پر کھاتے ہوئے کئی روز ہو گئے ہیں۔ آپ بازار جا کر مچھلی خرید لائیں تاکہ ہم اس بڑھیا کی دعوت کریں۔

آپ بازار گئے اور ایک بڑی مچھلی خرید کر لے آئے۔ شہزادی نے مچھلی کا پیٹ چاک کیا تو پیٹ سے ایک انگوٹھی نکلی اس نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو فوراً بلا لیا۔

''یہ دیکھیے یہ کیسی انگوٹھی ہے۔''

''یہ تمہیں کہاں سے ملی؟''

''میں نے مچھلی کا پیٹ چاک کیا تو یہ انگوٹھی نکلی۔ کسی کی گری ہوگی مچھلی نے کھا لی ہوگی۔''

حضرت سلیمان علیہ السلام نے رب کا شکر ادا کیا۔ شہزادی پر کچھ ظاہر نہیں ہونے دیا۔ اندر کمرے میں گئے اور خدا کے حضور سجدے میں گر گئے۔ خدا نے ان کی توبہ قبول کر لی تھی۔ انگشتری ان کے قبضے میں تھی۔

رات کو جب وہ سونے کے لیے لیٹے تو شہزادی کو اپنے بارے میں سب کچھ بتا دیا۔ وہ سن کر حیران ہو رہی تھی کہ لیکن یقین نہ کرنے والی کوئی بات ہی نہیں تھی۔

انگوٹھی آنے کے بعد ''جن'' ایک مرتبہ پھر حضرت سلیمان علیہ السلام کے تابع ہو گئے تھے۔ انگوٹھی ملنے کا مطلب بھی یہ تھا کہ آزمائش کے دن پورے ہو چکے۔ انہوں نے جنوں کو حکم دیا کہ وہ انہیں اور شہزادی کو یروشلم کے شاہی محل میں پہنچا دیں۔ یہاں پہنچے تو نقشہ ہی بدلا ہوا تھا دربان آپ کو دیکھتے ہی تعظیم کے لیے جھک گئے۔ یہ سب جنوں کے بادشاہ اشمیدئی کو ہی سلیمان علیہ السلام سمجھتے رہے تھے۔ انہیں یہ خبر ہی نہیں تھی کہ سلیمان علیہ السلام برسوں سے غائب تھے۔ کسی کو کانوں کان خبر نہ ہوئی۔

جنوں کا بادشاہ اب کسی غلام کی طرح ان کے سامنے کھڑا تھا اور معافی کا خواستگار تھا۔ آپ نے اسے معاف کر دیا کیونکہ آپ کے نزدیک جو کچھ ہوا تھا خدا کی مرضی سے ہوا تھا۔

کلام پاک میں ایسا کوئی واقعہ نہیں ملتا۔ یہ ضرور ملتا ہے کہ خدا نے آپ کی آزمائش کی تھی اور آپ پر ابتلا کا ایک دور گزرا تھا۔ سورۂ ص کی آیات اس پر شاہد ہیں۔

''اور بے شک! ہم نے سلیمان علیہ السلام کو آزمایا اور ڈال دیا ہم نے اس کی کرسی پر ایک جسم پھر وہ اللہ کی جانب رجوع ہوا۔ کہا اے پروردگار! مجھ کو بخش دے اور مجھ کو ایسی حکومت عطا کر جو میرے بعد کسی کو میسر نہ آئے۔ بے شبہ تو ہی

Marfat.com

بخشنے والا ہے۔تب ہم نے اس کے لیے ہوا کو مسخر کر دیا کہ وہ اس کے حکم سے نرم رفتار سے چلتی تھی جہاں وہ پہنچنا چاہتا تھا۔''

ان آیات میں یہ ظاہر نہیں کیا گیا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کو جو آزمائش پیش آئی وہ کیا تھی۔صرف یہ اشارہ ہے کہ ان کی کرسی پر ایک جسد ڈالا گیا۔ احادیث میں بھی کوئی تفصیل نہیں ملتی البتہ مفسرین نے دو آرا قائم کی ہیں۔ایک یہ کہ حضرت سلیمان علیہ السلام سخت علیل ہو گئے تھے۔جب تخت پر لا کر بٹھائے گئے تو یہ معلوم ہوتا تھا کہ کوئی جسم ہے بے روح۔ دوسری رائے یہ ہے کہ آپ ''انشاء اللہ'' کہنا بھول گئے تھے جس پر سزا کے مستحق ہوئے۔

اسرائیلی روایات نے اس آزمائش کے واقعے کو کچھ اور ہی رنگ دے دیا ہے۔تمام روایات کا خلاصہ یہ ہے کہ کچھ عرصہ کے لیے اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے تخت پر شیطان کو قابض کر دیا تھا۔ اس کے مختلف اسباب بیان کیے گئے ہیں کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی ایک بیوی جس کا نام امینہ تھا، بت پرست تھی اور وہ اپنے باپ کا مجسمہ بنا کر اس کی پرستش کیا کرتی تھی لہٰذا خدائے تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو یہ سزا دی کہ جس مدت تک امینہ نے ان کے گھر میں بت پرستی کی تھی اس مدت تک کے لیے وہ تخت سلطنت سے محروم کر دیے گئے اور ان کی انگشتری جس میں اسم اعظم کندہ تھا وہ ان کی باندی جرادہ کے ذریعے شیطان کے ہاتھ پڑ گئی اور وہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے تخت پر بیٹھ کر حکومت کرنے لگا اور پھر مدت ختم ہونے کے بعد انگشتری شیطان کے ہاتھ سے دریا میں گر گئی اور مچھلی اس کو نگل گئی اور وہ مچھلی شکار ہو کر حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس آئی اور اس طرح اس کے پیٹ میں سے انگشتری نکال کر انہوں نے اپنا ملک واپس لے لیا۔

یہ قصے اس لیے رواج پا گئے کہ اہل کتاب میں ایک گروہ حضرت سلیمان علیہ السلام کو نبی ہی نہیں مانتا اور ان کی شان و شوکت کو وہ جادو کا کرشمہ سمجھتا ہے جب کہ آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ طاقت دی گئی تھی کہ آپ جنات سے کام لیتے تھے۔ہوا پر سفر کرتے تھے اور چرند پرند کی بولیاں سمجھتے تھے چنانچہ ایک مرتبہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے زمانے میں بارش نہیں ہوئی۔قحط کی حالت دیکھ کر حضرت سلیمان علیہ السلام اپنی امت کے ساتھ استسقا کے لیے میدان میں نکلے۔راہ میں دیکھا کہ ایک چیونٹی اگلے قدم اٹھائے آسمان کی جانب نظر کیے یہ دعا مانگ رہی ہے۔

''خدایا ہم بھی تیری مخلوق ہیں اور تیرے فضل کے محتاج ہیں۔ہم کو بارش سے محروم نہ کر۔''

حضرت سلیمان علیہ السلام نے نہ صرف اس آواز کو سن لیا بلکہ وہ جو کہہ رہی تھی اسے بھی سمجھ لیا۔آپ نے واپس آ کر قوم سے فرمایا۔ چلو ایک حیوان کی دعا نے ہمارا کام کر دیا۔اب تمہاری طلب کے بغیر ہی بارش ہو گی۔

یہ جادو کے کرشمے نہیں تھے بلکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو معجزات عطا کیے تھے۔

☆......☆......☆

حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس ایک لشکر جرار تھا جس میں جفاکش اور بہادر لوگ شامل تھے۔ بار برداری اور سفری ذرائع کے لیے جنات آپ کے مطیع بنا دیے گئے تھے۔ ہدہد پرندہ آپ کے قاصد کا فریضہ انجام دیتا تھا۔

آپ نے جنات کی مدد سے ایک نہایت شاندار اور وسیع و عریض فرش تعمیر کروایا تھا۔ یہ فرش اتنا وسیع تھا کہ جس پر تمام دربار بیٹھ جاتا تھا۔ جب آپ حکم دیتے تھے جنات اسے ایک جگہ سے دوسری جگہ اٹھا لے جاتے تھے۔ اسی فرش پر آپ کا تخت بھی نصب تھا۔

اس فرش کی خصوصیت یہ تھی کہ آپ اس پر بیٹھ کر ایک ماہ کی راہ ایک دن میں طے کر لیتے تھے۔ چار ہزار علما آپ کے دائیں جانب اور چار ہزار امرا اور رؤسا آپ کے بائیں طرف دست بدست کھڑے رہتے تھے۔ اسی طرح چار ہزار جن اور پریاں بھی دربار میں حاضر رہتی تھیں۔ حضرت سلیمان علیہ السلام انہیں اپنے فرمان لکھواتے اور مختلف امور کی

Marfat.com

تفصیلات اور شکایات سنتے تھے۔

دربار سلیمانی پورے جاہ وچشم کے ساتھ منعقد تھا۔ جنات، پرند، منصب دار سب حاضر خدمت تھے۔ آپؑ نے کسی کام کے لیے ہدہد کو طلب کیا لیکن وہ غیر حاضر تھا۔

''میں ہدہد کو غیر حاضر دیکھتا ہوں۔ وہ ایسی گستاخی کا مرتکب کیسے ہوا کہ میری اجازت کے بغیر دربار میں موجود نہیں۔''

پھر آپؑ اپنے وزیر برخیاہ کی طرف متوجہ ہوئے۔''میں ہدہد کو سخت عذاب دوں گا۔ اسے ذبح کر ڈالوں گا یا پھر وہ اپنی غیر حاضری کی وجہ بتائے۔''

ابھی آپؑ کے حکم کی گونج کم نہیں ہوئی تھی کہ ہدہد کے پروں کی آواز آئی اور وہ زمین پر اتر کر تخت کے سامنے آکر کھڑا ہوگیا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس سے باز پرس کی۔

''میں حکم دے چکا ہوں۔ تجھے ذبح کردوں گا یا پھر تو معقول وجہ بتا کہ دربار سے کیوں غیر حاضر تھا۔''

''اے بادشاہ! میری غیر حاضری کی وجہ جان لے۔ اس کے بعد جو سزا ہوگی وہ مجھے منظور ہے۔''

''اگر تیرے پاس کوئی معقول وجہ ہے تو ضرور بتا۔''

ہدہد نے بولنا شروع کیا۔''میں ایک ایسی یقینی اطلاع لایا ہوں جس کی خبر آپؑ کو پہلے سے نہیں ہے۔ میرا گزر یمن کے مشرقی علاقے میں ہوا۔ وہاں میں نے سبا نام کا ایک شہر دیکھا۔ شہر کیا ہے سونے اور چاندی کا خزانہ ہے۔ یہاں ایک ملکہ حکومت کرتی ہے۔ اس کا تخت نہایت بیش قیمت ہے۔ صرف اس تخت کو دیکھ کر ہی اس قوم کی خوش حالی کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے لیکن اخلاقی طور پر سبا کے رہنے والے بہت گرے ہوئے ہیں۔ وہ لوگ سورج کی پرستش کرتے ہیں اور خدائے واحد کو بھولے ہوئے ہیں۔''

''اگر تو اپنی بات میں سچا ہے تو میں ملکہ سبا کو دین حق کی قبولیت کی دعوت دوں گا۔ اگر وہ اس دعوت کو قبول نہیں کرتی تو پھر اس کے خلاف جہاد کروں گا۔ تیرے جھوٹ سچ کا امتحان ابھی ہوجائے گا۔ اگر تو سچا ہے تو میرا یہ خط لے جا اور اس کو ملکہ تک پہنچا دے اور انتظار کر وہ اپنے درباریوں سے اس کے متعلق کیا گفتگو کرتی ہے۔''

حضرت سلیمان علیہ السلام نے ایک خط لکھ کر ہدہد کے حوالے کردیا۔

''یہ خط سلیمان علیہ السلام کی جانب سے اور اللہ کے نام سے شروع ہے جو بڑا مہربان اور رحم کرنے والا ہے۔ تم کو ہم پر سرکشی اور سربلندی کا اظہار نہیں کرنا چاہیے، اور تم میرے پاس خدا کے فرماں بردار ہوکر آؤ۔''

سبا کی حکومت کا اصل مرکز عرب کے جنوبی حصے یمن کے مشرقی علاقے میں تھا اور دارالحکومت کا نام مآرب تھا۔ اس کو شہر سبا بھی کہتے تھے اور آہستہ آہستہ اس کا دائرہ وسیع ہوکر مغرب میں حضر موت تک وسیع ہوگیا تھا اور دوسری جانب افریقا تک بھی اس کا اثر پہنچ چکا تھا چنانچہ حبشہ میں اذنیہ کا علاقہ سبا کے ماتحت تھا جس پر مغاثر ایک سبائی گورنر حکومت کرتا تھا۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ یمن کی حکومت زوال پذیر تھی اور سبا نے یمن اور اطراف یمن میں اپنے مشہور قلعے تعمیر کر لیے تھے۔ سبا کی مختلف شاخیں تھیں اور عرصہ دراز کے بعد ان میں سے متعدد شاخوں نے یمن کو مرکز حکومت بنا کر عظیم الشان تمدن اور حکومت کی بنیاد قائم کرلی تھیں۔

قوم سبا ایک طاقتور اور تاجر قوم تھی۔ ان کے دیار ومسکن میں قیمتی دھاتیں ہیرے، جواہرات، ریشم اور مسالے بہ کثرت ملتے تھے۔ نیز ہندوستان کا مال یمن کے ساحل پر اترتا تھا جہاں سے یہ لوگ ہندوستانی مال شام وفلسطین، مصر وغیرہ لے جاتے تھے۔ قوم سبا دولت وحکومت کے نشے میں اللہ تعالیٰ کو بھول چکی تھی اور وہ تمام برائیاں جو قوم عاد وثمود میں تھیں ان میں بھی موجود تھیں۔

Marfat.com

قرآن مجید نے حضرت سلیمان علیہ السلام اور ملکہ سبا کے واقعے میں یہ نہیں بتایا کہ اس ملکہ کا نام کیا تھا مگر عرب یہود کی اسرائیلی داستانوں میں اس کا نام بلقیس مذکور ہے اور اہل حبشہ جن کو یہ دعویٰ ہے کہ وہ ملکہ سبا اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی نسل سے ہیں ملکہ کا نام ''ماکدہ'' بتاتے ہیں۔

جیوش انسائیکلوپیڈیا میں ہے کہ اس کا ملک فلسطین سے مشرق میں ہے اور انجیل میں ہے کہ فلسطین کے جنوب میں ہے یوسیفوس کی تاریخ میں ہے کہ وہ مصر وحبشہ کی ملکہ تھی اور اہل حبش اس کو حبشی نژاد سمجھتے ہیں۔

ان روایات میں اہل تحقیق یوسیفوس کی روایت کو غلط سمجھتے ہیں اور باقی دونوں روایتوں کا حاصل ایک ہی ظاہر کرتے ہیں۔ اس لیے کہ یہ دونوں حصے یمن ہی کی حکومت کے حصے تھے۔

شمالی عرب متصل عراق میں چار قدیم حکمراں عورتوں کے نام ملتے ہیں لہٰذا زیادہ امکان یہ ہے کہ ملکہ سبا اسی حصے سے تعلق رکھتی تھی۔

قرآن نے اس ملکہ کا نام لیے بغیر اس کا ذکر کیا ہے۔

''سلیمان نے پرندوں کا جائزہ لیا پھر کہا میں نے ہدہد کو نہیں دیکھا یا وہ موجود نہیں۔ میں اس کو سخت سزا دوں گا یا ذبح کر ڈالوں گا یا کوئی صاف دلیل لائے۔ سلیمان علیہ السلام تھوڑی دیر ٹھہرے کہ ہدہد آ کر گویا ہوا۔ مجھے وہ معلوم ہے جو آپؑ کو نہیں معلوم، میں سبا سے ایک سچی خبر لے کر آیا ہوں۔ میں نے ایک عورت کو دیکھا جو سبا پر حکومت کرتی ہے۔ اس کو ہر شے عنایت کی گئی ہے۔ اس کا ایک بڑا تخت ہے۔ میں نے اس عورت کو اور اس کی رعایا کو خدا کو چھوڑ کر آفتاب کو سجدہ کرتے دیکھا۔ شیطان نے ان کے اعمال ان کی نگاہ میں اچھے کر کے دکھائے ہیں۔ صحیح راستے سے ان کو باز رکھا ہے۔ وہ راہ کو نہیں پاتے کہ خدا کو وہ سجدہ کریں جو آسمانوں سے اور زمین سے چھپی ہوئی چیز کو باہر نکالتا ہے۔ سلیمان علیہ السلام نے کہا ہم دیکھتے ہیں کہ تو سچ کہتا ہے یا جھوٹا ہے۔ میرا یہ خط لے جا۔ ان کے پاس ڈال دے۔ پھر ان سے الگ ہٹ کر دیکھ کہ وہ کیا جواب دیتے ہیں۔''

ہدہد نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے گرامی نامے کو اپنی چونچ میں دبایا اور شہر سبا کی جانب پرواز کر گیا۔ کچھ دیر ملکہ کے محل کے اوپر چکر کاٹتا رہا پھر ایک روشن دان کے ذریعے ملکہ کی خواب گاہ میں داخل ہو گیا۔ ملکہ اس وقت محو استراحت تھی۔ ہدہد نے خط ملکہ کی چھاتی پر رکھ دیا اور خود روشن دان میں بیٹھ کر ملکہ کے بیدار ہونے کا انتظار کرتا رہا۔ کچھ دیر بعد ملکہ بیدار ہوئی تو چھاتی پر خط پڑا دیکھ کر حیران ہوئی۔ گھبرا کر ادھر ادھر دیکھنے لگی کہ خواب گاہ میں کوئی آیا نہ گیا پھر یہ خط کہاں سے آیا۔ اس نے کنیزوں کو بلایا سب نے یہی بتایا کہ دروازے بند تھے۔ اس نے پریشان ہو کر خط پڑھنا شروع کیا۔ خط پر حضرت سلیمان علیہ السلام کی مہر ثبت دیکھ کر وہ پریشان ہو گئی۔ اس نے سن رکھا تھا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نہایت طاقتور بادشاہ ہیں۔ اس خط کو اس نے ایک دھمکی ہی سمجھا۔ اس خط میں ''مسلمین'' کا لفظ دیکھ کر وہ یہ سمجھی کہ دوسرے قاہر بادشاہوں کی طرح وہ یہ چاہتے ہیں کہ میں ان کا ماتحت ہو جانا قبول کر لوں۔ وہ حلقہ اسلام میں داخل ہونے کے مفہوم کو سمجھ ہی نہیں سکی۔

ملکہ سبا نے اسی وقت ارکان دولت کا اجلاس طلب کیا اور خط ان کے سامنے رکھ دیا۔

''اے میرے ارکان دولت! میں کوئی کام تمہارے مشورے کے بغیر نہیں کرتی۔ اس خط کی عبارت تم نے سن لی۔ اب تم میں سے کوئی مجھے یہ بتائے کہ ان کے بارے میں تم کتنا جانتے ہو؟''

ان میں سے چند عہدے دار حضرت سلیمان علیہ السلام کے بارے میں جانتے تھے۔ انہوں نے ملکہ کو بتایا کہ وہ نہایت طاقتور اور جلیل القدر فرماں رواں ہیں۔ دین موسوی کی طرف لوگوں کو بلاتے ہیں اور خود کو نبی کہتے ہیں۔

''وہ تو ٹھیک ہے لیکن اب تم لوگ مجھے مشورہ دو کہ مجھے کیا کرنا چاہیے۔ کیا میں اس کی اطاعت قبول کر لوں۔ اس

Marfat.com

نے خط میں یہی لکھا ہے؟''

ارکان دولت نے اس کی مخالفت کی۔''ہمیں اس سے مرعوب ہونے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ اپنے ملک کو بچانے کے لیے ہم جان کی بازی لگا دیں گے۔ ہمارے پاس جنگی قوت کی کمی نہیں۔ ہم بھرپور مقابلہ کریں گے۔''

''میں دیکھ رہی ہوں کہ اس کا پیغام ہمارے پاس عجیب طرح سے پہنچا ہے۔ اس کی طاقت کا ہمیں غلط اندازہ نہیں لگانا چاہیے۔ بادشاہوں کا قاعدہ رہا ہے کہ جب وہ کسی ملک پر حملہ کرتے ہیں تو اسے لوٹ لیتے ہیں۔ وہاں کے رہنے والوں کو قتل کرتے ہیں اور ہر طرح کی بربادی لاتے ہیں لہٰذا سلیمان علیہ السلام کے بارے میں سوچ سمجھ کر قدم اٹھانا چاہیے۔ میرا مشورہ تو یہ ہے کہ میں اپنا ایک ایلچی سلیمانؑ کے پاس بھیجوں۔ وہ بیش بہا تحائف لے کر جائے اور سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں پیش کرے۔ شاید وہ اس سے راضی ہو جائے۔'' ملکہ بلقیس نے تقریر کرتے ہوئے کہا۔''اس طرح ہمیں اس کی شان و شوکت کا بھی اندازہ ہو جائے گا۔ ہمارا ایلچی خود اپنی آنکھوں سے دیکھ آئے گا۔''

تمام درباریوں نے اس مشورے کو صائب سمجھا۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کا مخصوص پرندہ ہدہد ایک گوشے میں دبکا بیٹھا تھا اور ساری گفتگو سن رہا تھا۔ وہ وہاں سے اڑا اور مسافت طے کرتا ہوا حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس پہنچ گیا۔ ملکہ بلقیس کے دربار کی تمام کیفیات بیان کر دی۔ یہ بھی بتا دیا کہ ان کی طرف سے ایک ایلچی پہنچنے والا ہے۔

کئی مہینوں کی مسافت طے کر کے بلقیس کا ایلچی حضرت سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے تحائف سے لدے اونٹ دیکھے تو آپؑ کے ہونٹوں پر تبسم آ گیا۔ مقصد یہ تھا ہی نہیں جو بلقیس نے سمجھا تھا۔

آپؑ نے فرمایا۔''تم نے اور تمہاری ملکہ نے میرے پیغام کا مقصد غلط سمجھا۔ کیا تم اس غرض سے میرے پاس آئے ہو کہ ان تحائف کے ذریعے جن کو تم بیش بہا سمجھ کر بہت مسرور ہو مجھ کو پھسلاؤ۔ ان تحائف کی میرے نزدیک کیا اہمیت ہے۔ مجھے دولت سے خریدنے آئے ہو جب کہ تم دیکھ رہے ہو کہ خدائے تعالیٰ نے مجھ کو جو کچھ مرحمت فرمایا ہے اس کے مقابلے میں تمہاری یہ بیش بہا دولت قطعاً ہیچ ہے۔ تم اپنے ہدایہ واپس لے جاؤ اور اپنی ملکہ سے کہو کہ اگر اس نے میرے حکم کی تعمیل نہیں کی تو میں ایسے عظیم الشان لشکر کے ساتھ تمہارے ملک پر حملہ کروں گا کہ تم اس کی مدافعت سے عاجز رہو گی اور پھر میں تم کو ذلیل و رسوا کر کے شہر بدر کر دوں گا۔''

قاصد اپنا سامنہ لے کر واپس چلا گیا۔ ملکہ قاصد کی واپسی کی بے چینی سے انتظار کر رہی تھی۔ اسے دیکھتے ہی کھل اٹھی اور پوچھنے لگی کہ وہ کیا پیغام لایا ہے۔

قاصد نے اس کے سامنے حضرت سلیمان علیہ السلام کے دربار کی شان و شوکت کا نقشہ سا کھینچ کر رکھ دیا۔ یہ پیغام بھی پہنچا دیا کہ اگر جلد ہی کوئی انتظام نہیں کیا گیا تو وہ حملہ کر دیں گے۔

''سلیمان علیہ السلام کی حکومت صرف انسانوں ہی پر نہیں بلکہ جن اور حیوانات بھی ان کے تابع فرمان اور مسخر ہیں۔'' یہ سن کر ملکہ بلقیس نے یہ طے کر لیا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام سے لڑنا اپنی ہلاکت کو دعوت دینا ہے۔ بہتر یہی ہے کہ وہ خود جائے اور اپنی اطاعت و فرمانبرداری کا انہیں یقین دلائے۔

وہ ایک لشکر عظیم کے ساتھ حضرت سلیمان علیہ السلام کی جانب روانہ ہوئی۔

بائبل میں مذکور ہے۔

''اور جب سبا کی ملکہ نے خداوند کے نام کی بابت سلیمان علیہ السلام کی شہرت سنی تو وہ آئی تاکہ مشکل سوالوں سے اسے آزمائے اور وہ یروشلم میں آئی۔ اس کے ساتھ اونٹ تھے جن پر بہت سا سونا اور بیش بہا جواہر لدے ہوئے تھے اور

Marfat.com

جب وہ سلیمان علیہ السلام کے پاس پہنچی تو اس نے ان سب باتوں کے بارے میں جو اس کے دل میں تھیں گفتگو کی۔ سلیمان علیہ السلام نے اس کے سب سوالوں کے جواب دیے اور جب سبا کی ملکہ نے سلیمان علیہ السلام کی ساری حکمت اور اس محل کو جو اس نے بنایا تھا اور اس کے دستر خوان کی نعمتوں اور اس کے ملازموں کی نشست اور اس کے خادموں کی حاضر باشی اور ان کی پوشاک اور ان کے ساقیوں اور اس سیڑھی کو جس سے خداوند کے گھر کو جایا جاتا تھا دیکھا تو اس کے ہوش اڑ گئے۔ سلیمانؑ نے اسے اپنی شاہانہ سخاوت سے سرفراز کیا اور وہ اپنے ملازموں سمیت اپنی مملکت کو لوٹ گئی۔''

ملکہ بلقیس ملک سبا جانب یروشلم روانہ ہوئی تو حضرت سلیمان علیہ السلام کو وحی کے ذریعے معلوم ہو گیا کہ ملکہ سبا حاضر خدمت ہو رہی ہے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے درباریوں کو مخاطب کر کے فرمایا۔'' میں چاہتا ہوں کہ ملکہ سبا کے یہاں پہنچنے سے پہلے اس کا تخت شاہی اٹھا کر یہاں لے آیا جائے۔ تم میں سے کون اس خدمت کو انجام دے سکتا ہے؟''

ایک دیو پیکر جن اپنی جگہ سے اٹھ کر کھڑا ہوا۔'' میں آپ کے دربار برخاست کرنے سے پہلے تخت کو لا سکتا ہوں۔ مجھ کو یہ طاقت حاصل ہے اور یہ کہ اس کے بیش بہا سامان کے لیے امین ہوں۔ ہرگز خیانت نہیں کروں گا۔''

یہ دعویٰ ابھی گردش میں تھا کہ ایک عفریت جن نے عجب دعویٰ کر دیا۔'' میں آنکھ جھپکتے ہی اس کو آپ کی خدمت میں پیش کر سکتا ہوں۔'' اور واقعی ایسا ہی ہوا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے گردن گھمائی تو ملکہ سبا کا تخت قریب رکھے دیکھا۔

''حضرت سلیمان علیہ السلام نے جب تخت اپنے پاس رکھے دیکھا تو کہا۔'' یہ اس خدا کا فضل ہے تا کہ وہ مجھے آزمائے کہ میں شکر کرتا ہوں کہ ناشکری کرتا ہوں اور جو شکر کرتا ہے وہ اپنے ہی لیے کرتا ہے اور جو ناشکری کرے تو خدا بے پروا اور بزرگ ہے۔'' (نمل)

یہ تخت کوئی معمولی تخت نہیں تھا۔ اس کے پائے یاقوت کے تھے اور اس کے تخت کا طول وعرض تیس گز تھا۔ آپؑ نے اس تخت کو دیکھا اور حکم جاری کیا۔

''اس تخت کی صورت میں کچھ تبدیلی کر دی جائے۔ میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ اتنی نشانیوں کے بعد بھی وہ پیغام حق پر ایمان لاتی ہے یا نہیں۔''

یہ تخت یمن میں بہ حفاظت مقفل کمروں میں تھا جہاں سے اظہار معجزہ کے لیے پل میں حضرت سلیمان علیہ السلام نے منگوالیا تا کہ ملکہ سبا حقیقت پر ایمان لے آئے۔

سید سلیمان ندوی کی رائے یہ ہے کہ ملکہ سبا نے تحفے کے طور پر حضرت سلیمان علیہ السلام کے لیے اپنے ملک کی صنعت کاری کی ایک چیز تیار کرائی تھی اور چونکہ یہ تحفہ تھا، ضرور ہے کہ ملکہ اپنے ساتھ شام لائی ہوگی۔ انہوں نے نہ جانے یہ رائے کیسے قائم کر لی ورنہ قرآن نے سورۂ نمل میں صاف کہہ دیا۔

''سلیمان (علیہ السلام) نے کہا۔'' اے درباریو! تم میں کوئی ایسا ہے جو اس (بلقیس) کا تخت لے آئے قبل اس کے کہ وہ فرماں بردار ہو کر آ پہنچے۔ ان میں سے ایک دیو پیکر جن نے کہا۔ میں اس کی مجلس برخاست ہونے سے پہلے لا سکتا ہوں اور مجھ کو یہ قدرت حاصل ہے اور میں اس کے بارے میں امین ہوں اور جس کے پاس کتاب کا علم تھا اس نے کہا۔

''میں تیری پلک جھپکتے اس کو حاضر کر سکتا ہوں۔''

اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ تخت حضرت سلیمان علیہ السلام کے لیے بنایا نہیں گیا تھا۔ اس لیے قاصدوں کی معرفت جو ہدایہ بھیجے گئے، ان میں تخت کا کوئی ذکر نہیں اور وہ قاصد واپس بھی گئے اور غالباً حضرت سلیمان علیہ السلام نے وہ تحائف واپس بھی بھیج دیے اور پھر یہ بھی کہ حضرت سلیمان علیہ السلام اس اعجاز کو دیکھ کر اس کو خدا کا عظیم الشان فضل قرار

Marfat.com

دیتے ہیں اور یہ بھی کہ ملکہ کا امتحان لینے کے لیے حضرت سلیمان علیہ السلام اس تخت میں تبدیلی کا حکم بھی دیتے ہیں۔ کسی کے دیے ہوئے تحفے میں تبدیلی کون کرتا ہے۔

اس تخت کا معاملہ بے شک وشبہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی نبوت ورسالت کا نشان تھا۔

کچھ عرصے کے سفر کے بعد جب ملکہ بلقیس حضرت سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں پہنچ گئی اور جب دربار میں حاضر ہوئی۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کے دربار میں رکھے تخت کو دیکھ کر حیران ہوئی۔ یہ تخت تو وہ یمن میں چھوڑ کر آئی تھی۔ وہ بھی ایک جیسے بنے سات محلوں میں سے ایک میں مقفل تھا۔ یہاں کیسے پہنچ گیا؟

''یوں حیرانی سے کیا دیکھ رہی ہو۔ کیا یہ تمہارا تخت ہے۔''

''ایسا معلوم ہوتا ہے گویا وہی ہے۔'' اس نے کہا۔ ''میں یہ بھی نہیں کہہ سکتی کہ یہ یقیناً میرا ہی ہے۔''

بلقیس عقل مند تھی۔ وہ آپ کی طاقت کا مظاہرہ دیکھ تو چکی تھی۔ شک بھی ہوگیا تھا کہ تخت اسی کا ہے۔ حیران بھی ہورہی تھی کہ اس کے آنے سے قبل یہ تخت یہاں کیسے پہنچ گیا لیکن ابھی وہ اپنی فرماں برداری کے اعلان سے ہچکچا رہی تھی۔

اس کے آنے سے سے پہلے حضرت سلیمان علیہ السلام نے ایک عمارت بنوائی تھی جو شیشے کی تھی۔ فرش کے نیچے پانی چلتا رہتا تھا۔ اس کی چھت بھی شیشے کی تھی۔ فرش کے نیچے پانی میں مچھلیاں تیرتی رہتی تھیں۔ حضرت سلیمان علیہ السلام اس عمارت میں اپنے شاہی تخت پر جلوہ افروز تھے۔ شیشے کے نیچے سے پانی ایسی آب وتاب کے ساتھ بہہ رہا تھا کہ شیشہ درمیان میں نظر ہی نہ آتا تھا۔

ملکہ محل میں داخل ہوئی تو شفاف پانی بہتا ہوا پایا۔ اس نے گھبرا کر اپنے لباس کی پنڈلیوں سے اوپر کرلیا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام اس کی گھبراہٹ سے لطف اندوز ہورہے تھے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا۔ ''لباس بچانے کی ضرورت نہیں۔ یہ پانی نہیں جیسا کہ تم سمجھ رہی ہو۔ یہ محل اور اس کا صحن چمکتے ہوئے شیشے کا ہے۔ اس لیے تم دھوکا کھا گئیں۔''

بلقیس اس جملے پر سخت خفیف ہوئی۔ ملکہ کا ملک یمن صنعت وحرفت کے لیے مشہور تھا لیکن ایسی کاریگری اس نے اس سے پہلے نہیں دیکھی تھی۔

پے در پے دو تین واقعات ایسے ہوئے تھے کہ اس (ملکہ) کے قوائے عقلی بیدار ہونے لگے۔ سبا سے تخت کا آجانا، اس میں تبدیلی ہونا اور اب فرش کو پانی سمجھنا۔ وہ یہ سمجھنے پر مجبور ہوگئی کہ اب تک جو کچھ ہوتا رہا ہے ایک زبردست بادشاہ کی قاہرانہ طاقت کا مظاہرہ نہیں بلکہ مجھ پر واضح کرنا مقصود ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کو یہ بے نظیر طاقت اور معجزانہ قدرت کسی ایسی ہستی کی عطا کردہ ہے جو شمس وقمر بلکہ کل کائنات کا تنہا مالک ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام مجھ سے اپنی تابعداری اور فرماں برداری کے طالب نہیں بلکہ خداوند تعالیٰ کی اطاعت کی دعوت دینا ان کا مقصد ہے۔

یہ خیال آنا تھا کہ اس نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے سامنے ایک شرم سار اور نادم انسان کی طرح درگاہ الٰہی میں یہ اقرار کیا۔ ''پروردگار! آج تک میں نے اپنے نفس پر بڑا ظلم کیا کہ اللہ کے سوا دوسروں کی پرستش کرتی رہی لیکن اب میں سلیمانؑ کے ساتھ ہوکر صرف ایک خدا ہی پر ایمان لاتی ہوں جو تمام کائنات کا پروردگار ہے۔''

یہ معلوم نہیں ہوتا کہ قوم سبا بھی ایمان لے آئی تھی یا یہ بلقیس کا انفرادی فعل تھا۔ اس لیے کہ جب وہ سبا سے چلی تھی تو اس نے اپنے ارکان دولت سے مشورہ کیا تھا لیکن دربار حضرت سلیمان علیہ السلام میں آکر اس نے صیغہ واحد استعمال کیا۔ ''میں ایمان لاتی ہوں۔'' البتہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ اس زمانے میں جو مذہب بادشاہوں کا ہوتا تھا اسی پر عام رعایا چلتی تھی لہٰذا قوم سبا نے بھی کواکب پرستی کو چھوڑ کر دین موسوی اختیار کرلیا ہوگا۔

☆......☆......☆

Marfat.com

ملکہ سبا آپ حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس مہمان کی حیثیت سے رہ رہی تھی اور آپؑ کے معجزات اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کررہی تھی۔ دیکھ رہی تھی کہ جنات، ہوا، پرندے سب آپؑ کے مطیع ہیں۔ آپؑ کے تخت کو ہوا میں سفر کرتے ہوئے بھی دیکھ رہی تھی۔

ایک دن وہ حضرت سلیمان علیہ السلام سے کہنے لگی کہ مجھے بھی اشتیاق ہورہا ہے۔ میں چاہتی ہوں آپؑ کے تخت پر بیٹھوں اور ہوا میں اڑتی پھروں۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس کی خواہش پوری کی۔ تخت پر بلقیس بھی بیٹھی، حضرت سلیمان علیہ السلام بھی اور دیگر عمائدین سلطنت بھی۔ آپؑ نے ہوا کو حکم دیا۔ ہوا تخت کے نیچے پہنچی اور فرش نما تخت کو بلند کردیا۔ پھر وہ اس طرح ہوا میں تیرنے لگا جیسے کشتی پانی میں تیرتی ہے۔ پھر ایک جزیرے پر نظر پڑی تو ملکہ بلقیس نے اس جزیرے پر اترنے کی ضد کی۔ ہوا کو حکم ہوا اور تخت اس جزیرے پر اتر گیا۔ یہ جزیرہ سات سمندروں کے بیچ تھا اور ظاہر ہے کہ یہاں اس سے پہلے کوئی نہیں آیا ہوگا۔

ابھی اس تخت کو اترے کچھ ہی دیر ہوئی تھی، یہاں کا سبزہ آنکھوں کو رونق بخش ہی رہا تھا کہ عجیب الخلقت گھوڑے نظر آئے۔ ان گھوڑوں کے پر نکلے ہوئے تھے۔ اس کا مطلب تھا وہ اڑ بھی سکتے ہیں۔ اس کا مظاہرہ فوراً ہو بھی گیا۔ ان گھوڑوں کی نظر جیسے ہی حضرت سلیمان علیہ السلام اور دیگر لوگوں پر پڑی تو اس طرح اڑ گئے جیسے پرندے اڑتے ہیں۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کو گھوڑے بہت پسند تھے۔ آپؑ کے اصطبل میں ہر رنگ و نسل کے گھوڑے موجود تھے لیکن ایسے گھوڑے کبھی کسی نے نہیں دیکھے تھے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام گھوڑوں کو تکتے رہ گئے اور گھوڑے نظروں سے اوجھل ہوگئے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کا جی اچاٹ ہوگیا۔ انہوں نے اسی وقت واپسی کا حکم دے دیا لیکن ایک فکر اپنے ساتھ لائے کہ یہ گھوڑے کس طرح انہیں مل سکتے ہیں۔ آپؑ نے یروشلم پہنچتے ہی جنوں کو حاضر ہونے کا حکم دیا اور انہیں حکم دیا کہ فلاں جزیرے میں جو گھوڑے نظر آئے تھے، انہیں پکڑ کر لاؤ اور جتنے ہیں سب لے آؤ۔ ان جنوں نے یہ کہہ کر معذرت کرلی کہ وہ تو خشکی کے جن ہیں۔ وہ جزیرہ سات سمندروں کے بیچ ہے لہٰذا آپؑ ان جنوں کو بلایئے جن کی حکومت سمندروں پر ہے۔ سمندروں سے تعلق رکھنے والے جنوں کا بادشاہ آپؑ کی اطاعت سے منحرف ہوکر سمندر کی تہ میں کہیں چھپ گیا تھا۔ ان گھوڑوں پر وہی قابو پاسکتا تھا اور اسے گرفتار کرنا مشکل تھا۔ خشکی کے جنوں نے آپؑ کی یہ مشکل بھی حل کردی۔ ان جنوں نے سمندر کے جن تک یہ خبر پہنچادی کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا انتقال ہوگیا ہے۔ اب ہم بھی آزاد ہیں اور تو بھی۔ وہ جن فریب میں آگیا اور باہر نکل آیا۔ خشکی کے جنوں نے اسے فوراً گرفتار کرلیا اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس پہنچادیا۔ سمندری جن نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو دیکھا تو خوف سے تھر تھر کانپنے لگا۔ اسے اپنا انجام نظر آرہا تھا لیکن حضرت سلیمان علیہ السلام نے کمال فراخدلی سے اسے معاف کردیا لیکن اس شرط پر کہ وہ ان گھوڑوں کو پکڑ کر لائے گا۔ ان گھوڑوں کا معاملہ شاید اتنا مشکل تھا کہ جنوں کا وہ بادشاہ بھی وعدہ کرتے ہوئے ہچکچا رہا تھا لیکن اسے اپنے انجام کی بھی فکر تھی۔ اسے وعدہ کرنا پڑا۔

جنوں کے بادشاہ نے کسی ترکیب سے چالیس گھوڑے پکڑے اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں پیش کردیا۔

عصر سے کچھ پہلے کا وقت تھا کہ یہ گھوڑے حضرت سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں پیش کردیے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے ان گھوڑوں کو قریب سے دیکھا تو دیکھتے رہ گئے۔ کبھی ایک گھوڑے کے قریب جاتے تھے، کبھی دوسرے کو دیکھتے تھے۔ یہ خیال بھی دل کو خوش کررہا تھا کہ ایسے نایاب گھوڑے میرے سوائس کے پاس ہوں گے۔ اس محویت میں اتنی دیر ہوگئی کہ عصر کا وقت نکل گیا۔

Marfat.com

اسی وقت حضرت جبرئیل علیہ السلام حاضر ہوئے۔ ''اے سلیمان! دنیا کے مال نے تمہیں اتنا مشغول کر دیا کہ نماز عصر بھی ادا نہ کر سکے۔ اللہ کو تمہاری یہ مشغولیت پسند نہیں آئی۔''

حضرت سلیمان علیہ السلام نے استغفار کی اور سجدے میں گر کر دیر تک روتے رہے۔ پھر اپنے دل کو یہ کہہ کر اطمینان دلایا کہ جب وہ ان گھوڑوں پر بیٹھ کر جہاد کریں گے تو اس کا ثواب انہیں ضرور ملے گا۔ اللہ تعالیٰ بھی ضرور خوش ہو جائے گا۔

مسلم مفسرین نے اوپر بیان کردہ واقعہ کہیں نہیں لکھا۔ یہودیوں کی مذہبی کتابوں میں یہ تفصیل ضرور ملتی ہے لیکن اس واقعے کا ہلکا سا اشارہ قرآن میں ضرور ملتا ہے۔

''جب اس (سلیمان) کے سامنے اصیل اور سبک رو گھوڑے پیش کیے گئے تو وہ کہنے لگا کہ بے شک! میری محبت مال (جہاد کے گھوڑے) پروردگار کے ذکر ہی میں سے ہے۔ یہاں تک کہ وہ گھوڑے نظر سے اوجھل ہو گئے (حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا) ان کو واپس لاؤ پھر وہ ان کی پنڈلیاں اور گردن چھونے لگا۔'' (سورہ ص)

حضرت علیؓ کی تفسیر کے مطابق اس کی تفصیل کچھ اس طرح ہے کہ ایک مرتبہ حضرت سلیمان علیہ السلام کو جہاد کی مہم پیش آئی۔ انہوں نے حکم دیا کہ اصطبل سے گھوڑوں کو لایا جائے۔ گھوڑے پیش ہوئے تو ان کی دیکھ بھال میں عصر کی نماز کا وقت جاتا رہا اور سورج غروب ہو گیا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کو جب خدا کی طرف سے تنبیہ ہوئی تو فرمایا۔ مجھے یہ اعتراف ہے کہ مال کی محبت یادِ خدا پر غالب آ گئی اور اس غصے میں گھوڑوں کو واپس منگایا اور یادِ خدا کی محبت میں ان سب کو ذبح کر ڈالا کہ وہی اس غفلت کا باعث بنے تھے۔

حضرت عبداللہ بن عباس کی روایت کے مطابق جو حسن بصری کی سند سے منقول ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جہاد کی مہم کے سلسلے میں جب حضرت سلیمان علیہ السلام نے گھوڑوں کو حاضر کرنے کا حکم دیا اور وہ پیش کیے گئے اور ان کی دیکھ بھال میں نماز کا وقت نکل گیا تو آپؑ نے گھوڑوں کی پنڈلیوں اور گردنوں پر ہلکے ہلکے مارا اور فرمایا کہ ''آئندہ تم ذکر اللہ سے غفلت کا باعث نہ بننا۔''

ایک اور روایت اس طرح بیان ہوئی ہے۔ ''ایک مہم کے موقع پر ایک شام کو حضرت سلیمان علیہ السلام نے جہاد کے گھوڑوں کو اصطبل سے لانے کا حکم دیا۔ جب وہ پیش کیے گئے تو آپؑ کو چونکہ گھوڑوں کی نسلوں اور ان کے ذاتی اوصاف کے علم کا کمال حاصل تھا۔ اس لیے آپؑ نے جب ان کو اصیل، سبک رو، خوش رو پایا تو آپؑ پر مسرت و انبساط کی کیفیت طاری ہو گئی اور فرمانے لگے۔ ''ان گھوڑوں سے میری یہ محبت ایسی مالی محبت میں شامل ہے جو پروردگار کے ذکر ہی کا ایک شعبہ ہے۔''

حضرت سلیمان علیہ السلام کے اس غور و فکر کے درمیان گھوڑے، اصطبل کو روانہ ہو گئے چنانچہ جب انہوں نے نظر اوپر اٹھائی تو وہ نگاہ سے اوجھل ہو چکے تھے۔ آپؑ نے حکم دیا، ان کو واپس لاؤ۔ جب وہ واپس لائے گئے تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے محبت اور آلاتِ جہاد کی حیثیت سے عزت و توقیر کی خاطر ان کی پنڈلیوں اور گردن پر ہاتھ پھیرنا شروع کر دیا اور ایک ماہرِ فن کی طرح ان کو مانوس کرنے لگے۔''

☆......☆......☆

قومِ سبا کا مذہب آفتاب پرستی تھا اور وہ اس فلسفے کی قائل تھی کہ کائنات میں خیر و شر کی قدرت و طاقت کواکب کے ہاتھ میں ہے اور چونکہ آفتاب ان میں سب سے بڑا اور کائنات پر اثر انداز ہے اس لیے وہی اس قابل ہے کہ اس کی پرستش کی جائے۔ بلقیس بھی اسی کواکب پرستی میں مبتلا تھی اور اسی لیے وہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے پیغام کے مفہوم کو سمجھ نہیں سکی تھی۔ وہ سمجھی تھی تو صرف یہ کہ دوسرے دنیا دار بادشاہوں کی طرح حضرت سلیمان علیہ السلام بھی اس کی دولت و مملکت کے خواہاں ہیں اور اسے اپنا ماتحت بنانا چاہتے ہیں۔ اس کی تصدیق کے لیے وہ آپؑ کی خدمت میں حاضر ہوئی تھی۔

Marfat.com

حضرت سلیمان علیہ السلام کو معلوم تھا کہ وہ کافرہ ہے۔ بت پرست ہے۔ وہ انہیں محض بادشاہ سمجھتی ہے، نبی نہیں۔ اسی لیے آپؑ نے اس کا تخت ملک یمن سے منگوایا تھا کہ وہ ان کی نبوت کی قائل ہو جائے۔ بلقیس نے اپنے تخت کو دیکھا۔ اس کی بدلی ہوئی ہیئت کو دیکھا تو وہ یہ سوچے بغیر نہ رہ سکی کہ یہ بادشاہت سے بالاتر کوئی اور واقعہ ہے۔ پھر پے در پے ایسے واقعات رونما ہوتے رہے کہ وہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی نبوت کی قائل ہوگئی۔ سمجھ گئی کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی پشت پر خدائے تعالیٰ کی وہ طاقت ہے جو پیغمبرانہ جاہ وجلال کے ساتھ ''نشانِ الٰہی'' کے نام سے وابستہ رہتی ہے۔

وہ اپنے قدیم فعل پر شرمسار ہوئی اور آپؑ کی نبوت پر ایمان لے آئی۔

کتب تفاسیر میں منقول ہے کہ اسلام قبول کر لینے کے بعد حضرت سلیمان علیہ السلام نے ملکہ سبا (بلقیس) سے نکاح کر لیا اور اس کو اپنے ملک میں جانے کی اجازت دے دی اور حضرت سلیمان علیہ السلام گاہے گاہے اس سے ملاقات فرماتے رہے تھے لیکن قرآن حکیم اور احادیث میں نفی یا اثبات دونوں حیثیتوں میں اس واقعے کا کوئی ذکر نہیں ملتا۔

☆......☆......☆

حضرت سلیمان علیہ السلام کی دولت وثروت کا کوئی ٹھکانا نہیں تھا۔ آپؑ دولت اور حکمت میں زمین کے سب بادشاہوں سے سبقت لے گئے تھے اور سارا جہان آپؑ کے دیدار کا طالب تھا تاکہ اس حکمت کو جو خدا نے ان کے دل میں ڈالی تھی سنے۔

اسرائیل کی تاریخ کے کسی دور میں ایسی خوشحالی پھر کبھی نہ ہوئی جیسی حضرت سلیمان علیہ السلام کے دور میں ہوئی۔ امن وسکون ہوا تو تجارت کو بھی فروغ ملا۔ بحری بیڑے حیرام کے بحری بیڑے کے ساتھ ترسیس کو جاتے تھے (ترسیس اندلس میں تھا) ترسیس سے سونا چاندی اور ہاتھی دانت آتے تھے۔ مصر سے گھوڑوں کی تجارت کی جاتی تھی۔

ملک میں مال ودولت کی فراوانی تھی۔

ہر سال آپؑ کے پاس باہر سے جو سونا آتا تھا اس کی مقدار چھ سو چھیاسٹھ قنطار یعنی تقریباً آٹھ سو من تھی۔ توریت میں ہے۔ ''سلیمانؑ بادشاہ نے سونا گھڑ کر دو سو ڈھالیں بنائیں۔ چھ سو مثقال سونا ایک ڈھال میں لگا اور اس نے گھڑے ہوئے سونے کی سو سپریں بنائیں۔ ایک ایک سپر میں ڈیڑھ سیر سونا لگا۔ ماسوا ان کے بادشاہ نے ہاتھی دانت کا ایک بڑا تخت بنایا اور اس پر سونا چڑھایا۔ اس تخت پر چھ سو سیڑھیاں تھیں اور تخت کے اوپر کا حصہ پیچھے سے گول تھا اور بیٹھنے کی جگہ کی دونوں طرف ٹیکیں تھیں اور ٹیکوں کے پاس دو شیر کھڑے تھے اور ان چھ سیڑھیوں کے ادھر ادھر بارہ شیر کھڑے تھے۔ کسی سلطنت میں ایسا کبھی نہیں سنا تھا۔

اور حضرت سلیمان علیہ السلام بادشاہ کے پینے کے سب برتن سونے کے تھے۔ چاندی کا ایک بھی نہیں تھا کیونکہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے زمانے میں اس کی کچھ قدر نہ تھی۔

اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس ایک ہزار چار سو رتھ اور بارہ ہزار سوار تھے جن کو آپؑ نے رتھوں کے شہروں میں اور یروشلم میں رکھا اور بادشاہ نے یروشلم میں چاندی کو تو ایسا کر دیا جیسے پتھر اور دیودار (قیمتی لکڑی) کو ایسا جیسے گولر کے درخت ہوتے ہیں اور جو گھوڑے حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس تھے وہ مصر سے منگوائے گئے تھے اور بادشاہ کے سوداگر ایک ایک جھنڈ کی قیمت لگا کر ان کے جھنڈ خرید لیا کرتے تھے۔ سلطنت کی وسعت

(آپؑ کی سلطنت کی وسعت یہ تھی۔ شمال مشرق میں دریائے فرات تک، جنوب مشرق میں یمن تک، مغرب میں فلسطینیوں کے ملک اور بحر روم تک شمال میں گلیل تک اور جنوب میں مصر کی حدود تک۔)

خوش حالی اور وسعت کا یہ حال ہوا تو انہوں نے فرعون مصر کی بیٹی سے شادی کی۔ اس سے آپؑ کی حدود سلطنت میں مزید اضافہ ہو گیا۔ آپؑ کی حکومت کا کچھ علاقہ کسی زمانے میں فرعون کی عمل داری میں شامل ہو گیا تھا۔ آپؑ کی شادی

Marfat.com

فرعون کی بیٹی سے ہوئی تو وہ یہ علاقہ اپنے ساتھ جہیز میں لے آئی۔
اس کے بعد تو آپؑ کی بادشاہت کا جواب ہی نہیں تھا۔
بشری تقاضا ہوا۔ جی میں یہ آئی کہ دنیا کو بھی تو معلوم ہو میری سلطنت کیسی وسیع ہے۔ میرے اختیارات اور میری دولت کا کوئی جواب ہی نہیں۔

آپؑ سوچنے لگے کہ اس شان وشوکت کا مظاہرہ کس طرح کیا جائے۔ بہت غور وفکر کے بعد یہ فیصلہ کیا کہ مخلوق خداوندی کی دعوت کی جائے۔ اس دعوت میں صرف انسان نہیں ''اجنہ'' بھی شامل ہوں۔ جنات جس کثرت سے دنیا میں آباد ہیں اس کا شمار نہیں کیا جاسکتا لیکن حضرت سلیمان علیہ السلام کو اپنی دولت پر اعتماد تھا کہ وہ ضرور اس ضیافت کا اہتمام کرسکیں گے۔

اعلان ہوگیا کہ جملہ مخلوق مقررہ دن میدان میں جمع ہو۔ ان سب کو کھانا حضرت سلیمان علیہ السلام دیں گے۔
اس اعلان کے بعد آپؑ نے جنوں کو حکم دیا کہ وہ بڑی بڑی دیگیں تیار کریں۔ جنوں نے دیگیں تیار کردیں۔ کہا جاتا ہے کہ ان دیگوں کی تعداد دو ہزار سے زیادہ تھی اور ہر دیگ ایک بڑے تالاب سے بھی بڑی تھی۔
ہزاروں جانور ذبح ہوئے۔
ہوا کو حکم ہوا کہ جب تک دعوت چلتی رہے ہوا ان کے تخت کو معلق رکھے تاکہ آپؑ انتظامات کی نگرانی کرتے رہیں۔
آپؑ مخلوق کو جمع ہوتے ہوئے دیکھ رہے تھے۔ ابھی کھانا شروع نہیں ہوا تھا کہ ایک عجیب واقعہ رونما ہوا۔ ایک بڑی مچھلی دریا سے ہوا میں بلند ہوکر آپؑ کے تخت کے قریب آ گئی۔
''آپ نے مجھے بلایا نہیں مگر میں پھر بھی آپؑ کی دعوت میں شامل ہونے آئی ہوں۔''
''ہم نے دریا کی مخلوق کو نہیں بلایا تھا لیکن ایسی کوئی پابندی بھی نہیں۔ تو آ گئی ہے تو ایک طرف بیٹھ جا۔ جب سب کھانا شروع کریں تو تو بھی کھالینا۔ تیرا کھانا ہی کتنا ہوگا۔''
''مجھ سے صبر نہیں ہوتا۔ میں بہت بھوکی ہوں۔ مجھے تو ابھی کھانا چاہیے ہے۔ تیرے مہمان بعد میں کھاتے رہیں گے۔''

''اچھا جا، جتنا تجھے کھانا ہے کھالے۔''
یہ سننا تھا کہ مچھلی کھانے کی طرف چل دی۔ یہ کوئی عام مچھلی نہیں تھی۔ یہ تو حضرت سلیمان علیہ السلام کا امتحان لینے کے لیے بھیجی گئی تھی۔ اس کا اندازہ حضرت سلیمان علیہ السلام کو اس وقت ہوا جب وہ ہزاروں آدمیوں کا کھانا، تنہا ایک لقمے میں چٹ کرگئی اور پھر حضرت سلیمان علیہ السلام کے سامنے آکر کھڑی ہوگئی۔
''سلیمان، میرے لیے اور کھانا فراہم کردے۔ میں اب بھی بھوکی ہوں۔''
''ہزاروں آدمیوں کا کھانا کھا گئی اور اب بھی کہتی ہے بھوکی ہوں۔ میرے مہمان اب کیا کھائیں گے۔ تو نے تو کھانا ہی ختم کردیا۔''
''اچھی دعوت ہے تیری۔ اتنے لوگوں کو کھانا کھلانے چلا ہے اور ایک کا پیٹ نہیں بھر سکا۔ اللہ تعالیٰ مجھ کو ہر روز کھانے کے لیے تین لقمے مہیا کرتا ہے اور یہ جو اس وقت میں نے کھایا ہے وہ میرے لیے صرف ایک لقمہ تھا۔ ابھی دو لقموں کی کسر ہے۔ رزق پہنچانا کھیل نہیں ہے جس کا دعویٰ تم کر اٹھے تھے۔''
یہ سنتے ہی سب کچھ عیاں ہوگیا۔ اتنا کچھ دے کر بھی اللہ تعالیٰ کے پاس کتنا کچھ ہے۔ مین کسی کو ایک لقمہ بھی نہیں دے سکتا اور وہ اتنی مخلوق کو کھلا رہا ہے۔ اب اللہ کا نبی رو رہا تھا اور خدا سے عاجزانہ کہہ رہا تھا ''خدایا! میں نے ایک بہت بڑا قصور کیا۔ میں نے یہ گمان کرلیا کہ میں تیری مخلوق کے کچھ حصے کو پیٹ بھر کر کھانا کھلا سکتا ہوں۔ مجھ عاجز کو معاف کردے۔

Marfat.com

میں توبہ کرتا ہوں روزی دینے والا صرف تو ہی ہے اور سارے جہان کا تو ہی پیٹ پال سکتا ہے۔ میں مسکین ہوں تو توانا ہے۔''

☆......☆......☆

اسرائیلی قصوں میں ایک قصہ یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ ایک روز حضرت سلیمان علیہ السلام نے ایک جن کو بلایا۔ اس کا نام سمندون تھا۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے پوچھا۔ ''اے سمندون! تو نے کوئی ایسی جگہ بھی دیکھی ہے جو عجیب وغریب بھی ہو اور دنیا کی نظروں سے اب تک پوشیدہ بھی ہو۔''

سمندون جن کچھ دیر سر کھجاتا رہا جیسے کچھ سوچنے کی کوشش کر رہا ہو پھر جواب دیا۔ ''حضور! یہاں سے مغرب کی طرف ایک جزیرہ ہے اور اس میں ایک عظیم شہر موجود ہے۔ میرا اس شہر کی طرف سے گزر ہوا تو میں کچھ دیر کے لیے اڑنا بھول گیا۔ ایسا خوبصورت شہر میں نے اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ میں دیکھتا پھر رہا تھا کہ ایک مکان پر نظر پڑی۔ یہ مکان سنگ مرمر سے بنایا گیا تھا۔ مکان کے اوپر بلند مینار تھا جس پر پتھر کے دو شیر بنے ہوئے تھے۔ ان کی شکلیں انسان جیسی تھیں۔ اسی شیر جیسی دوسری بہت سی مورتیاں تھیں۔ مجھے تجسس ہوا تو میں محل کے اندر بھی گیا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ محل کے بیچ میں ایک عظیم الشان تخت بچھا ہوا ہے۔ اس تخت پر ایک عورت اور ایک لڑکی نہایت حسین بیٹھی تھیں۔ کچھ دیر بعد لڑکی تخت سے اتر گئی اور ایک حجرے کی طرف چلی۔ اس کے تخت سے اترتے ہی بے شمار لونڈیاں حرکت میں آ گئیں۔ میں فوراً ایک لونڈی کے پاس پہنچا اور خود کو ظاہر کر دیا۔ میں نے اس لونڈی سے اس کا نام پوچھا تو وہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر مجھے دیکھنے لگی۔

''اے شخص! تو کون ہے اور اس طلسم کدے میں کیسے چلا آیا؟''

''میں جو بھی ہوں۔'' میں نے کہا۔ ''تو میرے سوالوں کے جواب دے۔''

''پوچھ کیا پوچھنا ہے؟''

''مجھے اس شہر اور اس محل کے بارے میں کچھ بتا اور یہ کہ تخت پر بیٹھی عورت کون ہے اور جو ابھی حجرے میں گئی ہے وہ کون ہے۔''

اس لونڈی نے مجھے بتایا۔ ''اس شہر کا نام صیدون ہے۔ یہاں جو شکلیں اور مورتیاں تجھے نظر آ رہی ہیں وہ سب جادو کے کرشمے ہیں۔ جب کوئی دشمن ہماری طرف بڑھتا ہے تو یہ مورتیاں آوازیں دے دے کر دشمن کی آمد کی خبر دیتی ہیں۔ ہم ہوشیار ہو جاتے ہیں اور جنگ کی تیاری شروع کرتے ہیں اور بادشاہ کو فیصلہ کرنا ہوتا ہے کہ سچا کون ہے اور جھوٹا کون ہے تو دونوں فریقوں کو شیروں کے سامنے کھڑا کر دیا جاتا ہے۔ ان شیروں کی خاصیت یہ ہے کہ جو فریق جھوٹا ہوتا ہے، یہ شیر اسے چیر پھاڑ ڈالتے ہیں۔''

''تو نے پوچھا تخت پر بیٹھنے والیاں کون تھیں۔ کیا وہی اس عجب وغریب شہر کی حکمران ہیں؟'' حضرت سلیمان علیہ السلام نے جن سے پوچھا۔

''حضور، ان میں ایک تو بادشاہ کی بیوی تھی دوسری اس ملک کی شہزادی۔''

''پوچھنے کی بات تو نے پوچھی ہی نہیں، اس شہر کے رہنے والوں کا مذہب کیا ہے۔''

''میں نے پوچھا تو نہیں لیکن اس لونڈی نے خود ہی بتا دیا تھا۔ ان لوگوں میں یہ دستور ہے کہ وہ اپنے بادشاہ کی پرستش کرتے ہیں۔''

''تم نے ان سے کہا نہیں کہ یہ سراسر گمراہی ہے؟''

''میں کچھ کہنے ہی والا تھا کہ وہ مجھے چھوڑ کر آگے بڑھ گئی۔''

Marfat.com

''تم نے اس سے کچھ نہیں کہا لیکن ہم اس کے بادشاہ سے ضرور کہیں گے۔ اسے مجبور کریں گے کہ وہ دعوت حق قبول کرے۔ اگر وہ نہ مانا تو اسے سزا دیں گے۔''

حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس بادشاہ کے خلاف جہاد کا حکم دے دیا۔ اس حکم کے ملتے ہی تمام لشکری تیار ہو گئے۔ آپؑ نے ہوا کو حکم دے دیا کہ ان سب کو شہر صیدون پہنچا دے۔ لشکر کو راستہ بتانے کے لیے سمندون جن آگے آگے چل رہا تھا۔

صیدون کے برج اور مینار چیخنے لگے۔ ''خبردار، ہوشیار۔ بادشاہ سلامت! فوج کو باہر نکالیں۔ دشمن کی فوج جنگ کے لیے آ رہی ہے۔''

شہری اور سپاہی ان آوازوں کا مطلب خوب سمجھتے تھے۔ انہوں نے تیاری کی اور شہر سے باہر نکلے۔ زمین خالی پڑی تھی۔ انہوں نے آسمان کی طرف نگاہ کی اور ان کے دل دھک سے رہ گئے۔ ایک شہر تھا جو ہوا میں اڑتا چلا آ رہا تھا۔ یہ کیسا لشکر ہے؟ لوگ ایک دوسرے سے پوچھ رہے تھے اور پھر وہ الٹے قدموں شہر کی طرف بھاگ کھڑے ہوئے۔

''اے بادشاہ! ذرا باہر نکل کر تو دیکھو۔ ایک عجیب و غریب فوج ہم نے دیکھی ہے جو ہوا میں اڑتی چلی آ رہی ہے۔ ایک شہر ہے جو ہوا میں اڑتا ہوا آ رہا ہے۔ اس فوج کا ہم کیسے مقابلہ کریں گے۔ یہ فوج تو ہمارے صیدون کو تباہ کر دے گی۔''

بادشاہ کو پہلے تو یقین ہی نہیں آیا کہ کوئی لشکر ایسا بھی ہو سکتا ہے جو ہوا میں اڑتا ہو لیکن جب وہ خود باہر نکلا اور دیکھا تو اس کے بھی ہوش اڑ گئے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کا لشکر زمین پر اتر آیا تھا۔ صیدون کے بادشاہ کی آنکھیں کھل جانی چاہیے تھیں کہ جو لشکر ہوا میں اڑ سکتا ہے وہ کیسا طاقتور ہو گا لیکن موت اس کے انتظار میں تھی۔ وہ اپنی فوج کو لشکر کے مقابل لے آیا۔ تنکے اور طوفان کا کیا مقابلہ۔ معمولی سے معرکے کے بعد فیصلہ ہو گیا۔ صیدون پر حضرت سلیمان علیہ السلام کا قبضہ ہو گیا۔ اس جنگ میں شاہ صیدون بھی مارا گیا۔

محل سے زندہ بچ جانے والی شہزادی کو حضرت سلیمان علیہ السلام اپنے ساتھ یروشلم لے آئے۔

یروشلم پہنچ کر جب وہ شہزادی آپؑ کے سامنے پیش ہوئی تو سخت گستاخی سے پیش آئی لیکن آپ نے اس کی باتیں یہ کہہ کر نظر انداز کر دیں کہ اس کا باپ اور خاندان مارا گیا ہے۔ اس کا شہر تباہ ہوا ہے، اتنا غصہ کرنا تو اس کا حق ہے۔ جب اس لڑکی کا غصہ اتر گیا تو آپؑ نے اسے سمجھایا۔

''دیکھ لڑکی! تیرا باپ سخت گمراہی میں مبتلا تھا۔ لوگوں سے اپنی پرستش کرواتا تھا۔ اللہ نے مجھے حکم دیا کہ اس گمراہ کو سزا دی جائے۔ وہ میرے مقابل آیا اور مارا گیا۔''

''میں جانتی ہوں تو ہوا میں اڑنے والا بادشاہ ہے۔ طاقتور ہے لیکن مرنے والا میرا باپ تھا۔ میں اس کے لیے ماتم کیوں نہ کروں؟''

''تیرا باپ مارا جا چکا۔ اب تجھے چاہیے کہ تو ایک خدا پر ایمان لے آئے۔''

''میں آپ کے کہنے پر ایک خدا پر ایمان لے آؤں گی لیکن اس سے پہلے میں اپنے باپ کی شکل دیکھنا چاہتی ہوں۔''

''میں اس کی شکل تجھے کیسے دکھا سکتا ہوں۔ وہ تو مر چکا۔''

''اس کا کٹا ہوا سر ہی مجھے دکھا دے۔ اگر تو ایسا نہ کر سکا تو میں ایمان لانے والی نہیں۔''

اس کا دل ایمان کی طرف راغب نہیں ہوا تھا۔ اسی لیے وہ ایسی شرطیں رکھ رہی تھی۔ وہ سمجھ رہی تھی کہ حضرت سلیمان علیہ السلام اس کے باپ کا سر نہیں لا سکیں گے اور وہ ایمان لانے سے بچ جائے گی لیکن اسے یہ معلوم نہیں تھا کہ یہ کوئی اور

Marfat.com

نہیں حضرت سلیمان علیہ السلام ہیں۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے کسی جن کو حکم دیا کہ شاہ صیدون کا کٹا ہوا سر لایا جائے۔ چشم زدن میں وہ سر لے آیا شہزادی کی نظر جیسے ہی کٹے ہوئے سر پر پڑی وہ بے ہوش ہوگئی۔ اس کے بے ہوش ہونے میں شاید یہ صدمہ بھی شامل تھا کہ اب اسے ایمان لانا پڑے گا۔

اس شہزادی کا نام امینہ تھا۔

جب وہ ہوش میں آئی اور چند روز کی تسلیوں کے بعد اسے اپنی حالت پر صبر آ گیا تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے اسے خدائے واحد پر ایمان لانے کی تلقین کی۔ وہ دل سے تیار نہیں تھی لیکن اب اس کے سامنے کوئی اور راستہ تھا بھی نہیں۔ وہ ایمان لے آئی اور حضرت سلیمان علیہ السلام سے شادی کر لی۔

اس کے دل میں اب تک باپ کی پرستش کا خیال کروٹیں لیتا رہتا تھا۔ وہ بے چین رہتی تھی کہ باپ تو ہے نہیں۔ پرستش کس کی کرے۔ انسان جو کچھ سوچتا ہے ویسے ہی حالات پیدا ہو جاتے ہیں۔ شیطان بھی اسے بہکاتا ہے جو بہکنے کے لیے تیار ہوتا ہے۔ امینہ کے دل کی کمزوری شیطان پر ظاہر ہوگئی۔ اس نے بزرگ کا روپ دھارا اور محل میں داخل ہو گیا۔ امینہ کے سامنے پہنچا تو وہ ایک اجنبی کو اپنے سامنے دیکھ کر حیران رہ گئی۔

''آپ کون ہیں اور یہاں کیسے چلے آئے؟'' امینہ نے پوچھا۔

''میں تیرے باپ عنکبود شاہ صیدون کا دوست ہوں۔ جن دنوں صیدون پر تباہی آئی، میں صیدون سے باہر تھا، آ کر مجھے معلوم ہوا کہ سلیمان تجھے اٹھا لایا ہے اور تجھ سے شادی کر لی ہے تو میں تجھ سے ملنے آ گیا۔''

''آپ کو اندر آتے ہوئے کسی نے دیکھا تو نہیں؟''

''مجھے کچھ جادو آتا ہے لہٰذا میں نے خود کو چھپا لیا تھا'' اس کے بعد شیطان نے کہنا شروع کیا۔ ''میں نے سنا ہے تو سلیمانؑ کے خدا کی پرستش کرنے لگی ہے جب کہ تیرا باپ تو خود خدا تھا۔ تجھے اس کی پرستش کرنی چاہیے۔''

''میں اس کی پرستش کیسے کر سکتی ہوں۔ وہ تو مر چکا۔''

''تو پریشان کیوں ہوتی ہے۔ میں تیرے باپ کا مجسمہ بنا کر تجھے دے دوں گا۔ تو اس کی عبادت کیا کرنا۔''

''آپ کیا سمجھتے ہیں حضرت سلیمان علیہ السلام مجھے اس کی پرستش کرنے دیں گے؟''

''حضرت سلیمان علیہ السلام کو بتانے کی کیا ضرورت ہے۔ تو اسے ایسی جگہ چھپا کر رکھنا کہ کسی کی نظر نہ پڑے۔''

شیطان نے مجسمہ لا کر دے دیا۔ امینہ اس مجسمے کی پرستش کرنے لگی۔

یہی وہ واقعہ ہے جس کی سزا کے طور پر اسرائیلی روایات کے مطابق حضرت سلیمان علیہ السلام کچھ مدت کے لیے تخت سے محروم کر دیے گئے اور شیطان قابض ہو گیا۔ آپؑ کی انگشتری جس پر اسم اعظم کندہ تھا شیطان کے ہاتھ لگ گئی تھی جس کے زور پر وہ حکومت کرتا رہا پھر جب مدت ختم ہوئی تو انگشتری شیطان کے ہاتھ سے دریا میں گر گئی اور مچھلی اس کو نگل گئی اور وہ مچھلی حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس شکار ہو کر آئی اور اس طرح اس کے پیٹ سے انگشتری نکال کر انہوں نے اپنا ملک واپس لیا۔

تورات سلاطین 1 باب 11 میں بھی اس روایت سے ملتا جلتا ایک قصہ مذکور ہے اور اس میں بیویوں کی خاطر حضرت سلیمان علیہ السلام کا بت پرستی تک کرنا موجود ہے (نعوذ باللہ)

''خداوند سلیمان علیہ السلام سے ناراض ہوا کیونکہ اس کا دل خداوند اسرائیل کے خدا سے پھر گیا تھا۔ جس نے اسے دوبارہ دکھائی دے کر اس کو اس بات کا حکم کیا تھا کہ وہ غیر معبودوں کی پیروی نہ کرے پر اس نے بات نہ مانی جس کا حکم خداوند نے دیا تھا۔''

Marfat.com

''اس کی بیویوں نے اس کے دل کو غیر معبودوں کی طرف مائل کر لیا اور اس کا دل اپنے خدا کے ساتھ کامل نہ رہا جیسا کہ اس کے باپ داؤد علیہ السلام کا دل تھا۔''

ان روایات میں ایک اولوالعزم پیغمبر کی جانب جس قدر خرافات اور ذلیل واقعات کی نسبت کی گئی ہے ایک عام آدمی بھی بہ آسانی سمجھ سکتا ہے کہ ایسی روایات کا اسلام کی تعلیمات سے کیا واسطہ ہو سکتا ہے۔

یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ایک پیغمبر کے گھر میں بت پرستی ہوتی رہے اور اسے بذریعہ وحی بھی معلوم نہ ہو سکے اور یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ایک پیغمبر بیویوں کی خوشنودی کے لیے بت پرستی کی طرف مائل ہو جائے۔

یہ سب اس لیے ممکن ہو سکا کہ بنی اسرائیل نے اپنی الہامی کتب میں تحریف کر دی تھی اور اپنی اغراض دنیوی کی خاطر ان میں ہر قسم کا ردوبدل کر دیا تھا چنانچہ حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے معاملے میں تو اس درجہ جسارت اختیار کی کہ ان کی نبوت و رسالت سے بھی انکار کر کے ان پر طرح طرح کے الزام اور بے ہودہ بہتان لگائے۔ ان کے نزدیک حضرت سلیمان علیہ السلام ایک پیغمبر نہیں بلکہ جادوگر تھے اور جادو ہی کے زور پر جن وانس اور وحوش وطیور کو مسخر کیے ہوئے تھے۔ (نعوذ باللہ)

قرآن مجید نے اپنا فرض ادا کرتے ہوئے بنی اسرائیل کے لگائے ہوئے اس بہتان کی مدلل تردید کی اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی پیغمبرانہ عظمت کو نمایاں اور روشن کیا۔ اس نے بتایا کہ سلیمان علیہ السلام کا دامن جادو کی نجاست سے پاک ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے زمانے میں بنی اسرائیل کو گمراہ کرنے کے لیے شیاطین نے سحر سکھایا تھا اور اس کو مدون کیا اور بنی اسرائیل کتاب اللہ (توریت و زبور) کو پس پشت ڈال کر جادو سیکھنے اور سکھانے لگے اور جب بعض نیکوکاروں نے اس کی مخالفت کی اور سمجھایا کہ یہ گمراہی ہے تو انہوں نے کہنا شروع کر دیا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا سکھایا ہوا علم ہے۔

اور یہ بھی حقیقت ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس گمراہی کو روکنے کے لیے شیاطین کے ان تمام نوشتوں کو حاصل کر کے اپنے تخت کے نیچے دفن کر دیا تاکہ جن وانس کسی کو وہاں تک پہنچنے کی جرأت نہ ہو سکے اور ساتھ ہی یہ فرمان جاری کر دیا کہ جو شخص سحر کرے گا یا جنوں کے متعلق علم غیب کا عقیدہ رکھے گا تو اس کو قتل کی سزا دی جائے گی۔ جب آپ کا انتقال ہو گیا تو شیاطین نے اس مدفون ذخیرے کو نکال لیا اور بنی اسرائیل میں یہ عقیدہ پید کر دیا کہ جادو کا یہ علم حضرت سلیمان علیہ السلام کا علم ہے اور اس کے زور پر جن وانس اور ہوا پر حکومت کرتے تھے اور اس طرح جادو کو پھر بنی اسرائیل میں رائج کر دیا۔

قرآن حکیم نے اس تاریخی حقیقت کو یوں بیان کیا ہے۔

''اور جب ان (بنی اسرائیل) کے پاس اللہ کی جانب سے رسول آیا جو تصدیق کر رہا ہے ان الہامی کتابوں کی جو ان کے پاس ہیں تو جو لوگ کتاب (توریت) سے نوازے گئے تھے انہوں نے اللہ کی کتاب (توریت کو پس پشت ڈال دیا اور آپؐ کی صداقت کی بشارت) کے متعلق ایسے ہو گئے گویا وہ جانتے ہی نہیں۔ انہوں نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے زمانے میں ایسی چیز کی پیروی اختیار کر لی جو شیطاطین پڑھتے تھے اور حضرت سلیمان علیہ السلام نے کفر نہیں کیا تھا شیاطین نے کفر کیا تھا کہ لوگوں کو جادو سکھاتے تھے۔

☆......☆......☆

قرآن مجید نے نہایت صاف اور واضح طور پر یہ بیان کیا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا قاصد ہدہد پرندہ تھا۔

''اور پرندوں کا جائزہ لیا تو کہنے لگا کیا وجہ میں ہدہد کو نہیں پاتا۔ سلیمانؑ نے کہا ہم اب دیکھتے ہیں کہ تو (ہدہد)

Marfat.com

اپنے قول میں سچا ہے یا جھوٹا ہے۔ لے یہ میرا خط لے جا اور ان کی طرف ڈال دے۔''

ابہام کی کوئی گنجائش نہیں لیکن ایسے لوگوں نے جو معجزات کو خلاف عقل قرار دیتے ہیں طرح طرح کی تاویلات پیش کرنی شروع کر دیں چنانچہ اول پرندے کا بات چیت کرنا خلاف عقل قرار دیا گیا اور پھر زیر بحث واقعہ سے متعلق آیت کے خود ساختہ معنی بیان کیے گئے اور کہا گیا کہ پہلے زمانے میں یہ دستور تھا کہ مشرکین اکثر اپنی اولاد کے نام دیوتاؤں کے نام پر رکھ لیا کرتے تھے جن میں حیوانات کے نام بھی تھے لہٰذا اس جگہ بھی ہد ہد سے پرندہ مراد نہیں ہے بلکہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا قاصد ''انسان'' مراد ہے، جس کا نام غالباً ہد ہد تھا۔

جب یہ اعتراض وارد ہوا کہ ترجمہ تو یہ ہے کہ ''پرندوں کا جائزہ لیا گیا'' تو ایک مفسر نے اس کی یہ توجیہہ پیش کی کہ ''طیر'' کے معنی فوج کے ہیں۔

''ان کے یہ معنی بے سند اور عربی لغت کے پیش نظر باطل ہیں اور یہ مسلم ہے کہ لغت میں اجتہاد کی گنجائش نہیں ہے بلکہ وہ اہل زبان کے استعمال کے تابع ہے اور اہل عرب حقیقی اور مجازی کسی معنی کے اعتبار سے بھی ''طیر'' بہ معنی نہیں استعمال کرتے بلکہ صرف پرندے ہی کے معنی میں بولا جاتا ہے۔'' (قصص القرآن)

سید سلیمان ندوی نے بھی اس کے بین بین راستہ اختیار کیا ہے۔

''فرض کر لو کہ نامہ بر کبوتروں کی طرح تربیت یافتہ نامہ بر ہد ہد ہوگا اور اس کے بولنے سے مقصود اس مضمون کا خط اس کے پاس ہونا سمجھ لو جیسا کہ خود اس موقع پر قرآن مجید میں ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے خط دے کر اس کو ملکہ سبا کے پاس بھیجا۔ اسی طرح پہلے بھی خط لے کر آیا ہوگا۔''

تعجب ہے کہ جب کہ قرآن مجید'' جملہ (چیونٹی) اور ہد ہد کے واقعات کو حضرت سلیمان علیہ السلام کے لیے عظیم الشان نعمت اور احسان ظاہر کر رہا ہے اور قرآن مجید کا سیاق و سباق ان واقعات کو ایسے انداز میں ہونا بیان کرتا ہے جس سے ہد ہد کا پرندہ ہو کر حضرت سلیمان علیہ السلام سے باتیں کرنا صاف صاف اور صریح معلوم ہوتا ہے تو پھر وحی کے دیے ہوئے علم کے افکار پر تاویلوں کی لکیریں کھینچنے کا کیا فائدہ۔

ملکہ سبا کے تخت کا معاملہ بھی مفسرین میں زیر بحث رہا ہے۔ کسی نے کہا یہ منگوایا نہیں گیا تھا بلکہ تحفے کے طور پر آیا تھا اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے لیے خاص طور پر بنوایا گیا تھا۔ کسی نے کہا منگوانے کے معنی یہ تھے کہ وہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے توشہ خانے میں تھا، ملک یمن سے نہیں منگوایا گیا تھا۔

''عربی محاورے میں کتاب اکثر ''خط'' کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ خود اسی جگہ قرآن میں دو جگہ اس معنی میں استعمال ہوا ہے۔ اس لیے آیت کا مقصود یہ ہے کہ درباریوں میں سے ملکہ سبا کے مضمون خط کا جس کو علم تھا وہ بہ طور تحفہ اپنے ساتھ ایک تخت لائی ہے۔ اس نے کہا۔ ''میں ابھی لاتا ہوں۔''

حضرت سلیمان علیہ السلام نے ملکہ سبا کا تخت جس خاص طریقے سے منگوایا وہ ایسا طریقہ ہے جس کا موجودہ علوم ابھی تک نہیں پا سکے اور تخت کا یہ واقعہ صریح طور سے ثابت ہے۔ خارق عادات معجزات کا جب ثبوت موجود ہے تو انکار اور بے دلیل انکار سے کیا فائدہ۔ اس لیے کہ قوانین قدرت کا جو خالق ہے اس کو یہ بھی اختیار ہے کہ وہ قدرت کے کسی عمل کو توڑ پھوڑ دے۔ اس کے لیے یہ مشکل نہیں کہ وہ پلک جھپکنے میں ملک یمن سے تخت منگوا لے۔

مفسرین نے اس مسئلے پر بھی بحث کی ہے کہ یہ شخص انسانوں میں سے تھا یا قوم جن سے۔ اکثر کا یہ قول ہے کہ وہ انسانوں میں سے تھا۔

مفسرین کہتے ہیں کہ جس شخص کے متعلق قرآن نے یہ کہا ہے کہ اس کے پاس کتاب کا علم تھا اور اس کا نام آصف برخیا تھا اور وہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا معتمد خاص اور کاتب (وزیر) تھا۔ مفسرین نے بعض اور نام بھی لیے ہیں لیکن

Marfat.com

آصف برخیا پر ہی اتفاق ہے۔

قرآن میں ہے۔

''جس کے پاس کتاب کا علم تھا اس نے کہا میں تیری پلک جھپکتے اس کو حاضر کر سکتا ہوں۔''

یہ شخص آصف ہو یا کسی اور نام سے موسوم در حقیقت حضرت سلیمان علیہ السلام کا صحابی اور ان کا بہت مقرب تھا اور جس طرح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ آپؐ کے تربیت یافتہ تھے اور ان میں سے بعض نمایاں تھے۔ آصف برخیا بھی حضرت سلیمان علیہ السلام کا تربیت یافتہ تھا۔ اسی تربیت کا نتیجہ تھا کہ اس کو تورات و زبور اور دوسرے اسرار حقائق کا زبردست علم حاصل تھا چنانچہ جب جنوں میں سے ایک نے تخت سبا کو حاضر کرنے کا دعویٰ کیا اور یہ کہا کہ دربار کی برخاستگی سے قبل وہ تخت لے آئے گا۔ اگرچہ مقصد کے حاصل ہونے کے لیے یہ مدت کافی تھی لیکن حضرت سلیمان علیہ السلام یہ چاہتے تھے کہ یہ عمل ''جن'' کے ذریعے نہیں بلکہ اللہ کے کسی خاص بندے کے ہاتھ سے ہونا چاہیے تاکہ ان کی پیغمبرانہ توجہ سے وہ عمل معجزہ بن کر ملکہ سبا کے سامنے پیش ہو۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کی اسی نیت کو محسوس کرتے ہوئے آصف برخیا نے فوراً خود کو پیش کیا کیونکہ اسے یقین تھا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی مبارک توجہ اس اعجاز کو پورا کر دکھائے گی اور ایسا ہی ہوا۔ اسی لیے آپؐ نے آصف کا نہیں اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کیا۔

''یہ میرے پروردگار کا فضل ہے۔''

اور یہ بھی کہ اس تخت کے منگوانے اور اس کی ہیئت میں تبدیلی سے اپنی شانِ خود نمائی مقصود نہیں تھی بلکہ ملکہ سبا کو دین حق کی طرف راغب کرنا تھا۔ اسی لیے تبدیلی کے وقت آپؐ نے فرمایا تھا۔

''دیکھیں وہ اس واقعے سے متاثر ہو کر ہدایت قبول کرتی ہے یا گمراہ ہی رہتی ہے۔''

☆......☆......☆

حضرت سلیمان علیہ السلام سے متعلق نہایت دلچسپ اور عجیب و غریب واقعات مشہور ہیں جو سب کے سب اسرائیلی روایات (اسرائیلیات) سے ماخوذ ہیں۔ یہ قصے ان علمائے یہود کے ذریعے جو مشرف بہ اسلام ہو گئے تھے، مسلمانوں میں بھی نقل ہو کر مشہور ہو گئے۔ مسلمان علما نے ان قصوں کو سچ سمجھ کر اپنی کتب میں داخل کر لیا۔ اسی لیے محققین کی ہمیشہ یہ کوشش رہی کہ ان قصوں میں سے صرف انہیں اہمیت دی جائے جو قرآن و حدیث کے مطابق ہوں۔

بنی اسرائیل کی روایات کا مدار بیشتر تورات پر ہے تورات یا توریت کے علاوہ دوسرا سلسلہ بنی حیم ہے۔ یہ عبرانی قاعدہ لغت کے اعتبار سے ''نبی'' کی جمع ہے۔ یہ بنی اسرائیل کے انبیا کے مواعظ، مراثی اور بنی اسرائیل کے کلام اور مختصر تاریخ کا ذخیرہ ہے۔ تیسرا حصہ ''ترگوم'' ہے۔ عربی زبان میں ترجمہ کو کہتے ہیں۔ یہودی علما نے توریت اور بنی حیم کی آرامی زبان میں تفسیر کی ہے جس کے متعلق ان کا دعویٰ ہے کہ انہوں نے یہ تفسیر انبیا علیہم السلام سے سنی ہے۔ چوتھا حصہ مدارش ہے۔ اس کی حیثیت یہود کے یہاں وہ ہے جو اسلام میں حدیث کا درجہ ہے۔ پانچواں حصہ تالمود ہے۔ یہ بنی اسرائیل کا فقہ ہے اور ان سب کے علاوہ بعض وہ قصص و حکایات ہیں جن کو یہود سینہ بہ سینہ اپنی یادداشت سے مذہبی نقول کی طرح نقل اور بیان کرتے چلے آئے ہیں۔

ان سب کو اسرائیلیات کہا جاتا ہے۔

سورۂ سبا میں حضرت سلیمان علیہ السلام کی وفات کا جو واقعہ بیان کیا گیا ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے حکم سے جنوں کی ایک بہت بڑی جماعت ایک عظیم الشان عمارت بنانے میں مصروف تھی کہ آپؐ کو پیغام اجل آ پہنچا مگر جنوں کو ان کی موت کی خبر نہ ہوئی اور وہ اپنی خدمات میں مصروف رہے اور عرصے کے بعد جب دیمک نے ان کی لاٹھی کو چاٹ کر اس توازن کو خراب کر دیا تو حضرت سلیمان علیہ اسلام جو لاٹھی سے ٹیک لگائے کھڑے نظر آتے تھے

Marfat.com

وہ گر گئے تب جنوں کو علم ہوا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا عرصہ ہوا انتقال ہو گیا۔

''اور جب ہم نے اس (سلیمان) کی موت کا فیصلہ کر دیا تو ان (جنوں) کو اس موت کی کسی نے اطلاع نہیں دی مگر دیمک نے جو کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی لاٹھی چاٹ رہی تھی اور جب حضرت سلیمان علیہ السلام گر پڑا تو جنوں پر یہ ظاہر ہو گیا کہ وہ علم غیب رکھتے ہوتے تو اس سخت مصیبت میں مبتلا نہ ہوئے۔'' (سورۂ سبا)

حضرت ابن عباسؓ نے روایت کی ہے کہ رسول اکرم ﷺ سے مروی ہے آپؐ نے فرمایا جب اللہ کے نبی حضرت سلیمان علیہ السلام نماز ادا فرماتے تو سامنے ایک درخت لگا دیکھتے۔ آپؐ اس سے پوچھتے تیرا کیا نام ہے؟ وہ کہتا فلاں۔ آپ پوچھتے تو کس فائدے کے لیے ہے؟ نسل بڑھانے کے لیے یا کسی دوا کے لیے۔ تو ایک مرتبہ آپؐ نماز ادا فرما رہے تھے کہ آپؐ نے ایک درخت کو سامنے دیکھا تو اس سے پوچھا تیرا کیا نام ہے۔ عرض کیا خروبہ۔ آپ نے پوچھا کس چیز کے لیے ہے تو عرض کیا اس گھر کی خرابی اور ویرانی کے لیے۔ آپ کو اشارہ مل گیا کہ آپ کی وفات قریب ہے۔ آپؐ نے دعا کی ''اے اللہ! سال بھر تک جنوں سے میری موت کو مخفی رکھنا تا کہ انسان جان لیں کہ جن غیب کا علم نہیں جانتے۔

اس سے ملتی جلتی ایک اور روایت بھی نقل کی گئی ہے۔

''حضرت سلیمان علیہ السلام بیت المقدس میں ایک ایک دو دو سال اور ایک ایک دو دو مہینے تنہائی میں بسر کرتے تھے اور کبھی اس سے کم و زیادہ مدت بھی رکھتے تھے اور جس مرتبہ آپؐ نے وفات پائی آپؐ اس میں داخل ہوئے اور وفات کے آثار یوں شروع ہوئے کہ جب بھی آپؐ صبح کرتے تو بیت المقدس میں کوئی پودا اگا ہوتا۔ آپؐ اس سے پوچھتے تیرا کیا نام ہے وہ نام بتا دیتا۔ ایک مرتبہ ایک نیا پودا اگا۔ اس سے پوچھا تیرا کیا نام ہے۔ اس نے بتایا۔ ''خروبہ'' یعنی خرابی پھر پوچھا کس کام کے لیے ہے۔ عرض کیا اس مسجد بیت المقدس کی ویرانی وخرابی کے لیے ہوں۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ میں زندہ ہوں اور اللہ پاک اس بیت المقدس کو ویران فرمادیں لہٰذا اب میری وفات کا وقت قریب معلوم ہوتا ہے اور تیرے چہرے پر میری ہلاکت اور مسجد کی ویرانی لکھی ہوئی ہے۔ پھر آپؐ نے اس پودے کو اکھیڑا اور اپنے ایک باغ میں لگا دیا۔ پھر آپؐ دوبارہ محراب میں داخل ہوئے اور اپنے عصائے مبارک کے ساتھ ٹیک لگا کر نماز میں مشغول ہو گئے اور اسی حالت میں کھڑے کھڑے وفات ہو گئی اور حالت ایسی رہی کہ شیاطین وجن کو آپؐ کی وفات کا قطعی علم نہ ہوسکا۔

شیطان تو شیطان ہوتے ہیں۔ یہ ایک جانب سے داخل ہوتے اور دوسری جانب سے نکل جاتے۔ اگر کسی کی نظر حضرت سلیمان علیہ السلام پر پڑ جاتی تو وہ جل کر راکھ ہو جاتا مگر پھر بھی باز نہ آتے تھے۔ تو ایک شیطان اسی غرض سے داخل ہوا کہ دیکھوں آپؐ کیا کر رہے ہیں۔ یہ اندر گیا تو حضرت سلیمان علیہ السلام کی کوئی آواز یا آہٹ سنائی نہ دی اور نہ ہی جلا تو ہمت کر کے اندرونی کمرے میں داخل ہو گیا تو ان کا انتقال ہو چکا تھا۔ شیطان فوراً نکلا اور سب کو خبر دی کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کو تو کب کی موت آچکی ہے۔ لوگوں نے دروازہ کھول کر آپؐ کو نکالا اور دیکھا لاٹھی کو زمینی کیڑا کھا گیا تھا لہٰذا اس کیڑے کو ایک دوسری لاٹھی پر رکھا اور وہ کیڑا دن رات اس کو کھاتا رہا۔ پھر حساب سے پتا چلا کہ تقریباً ایک سال پہلے آپؐ وفات پا چکے تھے۔

عبدالرحمٰن بن زید سے مروی ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے ملک الموت کو کہا جب تجھے میرے متعلق حکم ملے تو مجھے بتلا دینا تو ملک الموت ان کے پاس آیا اور کہا اے حضرت سلیمان علیہ السلام مجھے آپ کے متعلق حکم ملا ہے۔ اب آپ کی عمر سے تھوڑی سی گھڑی رہ گئی ہے تو آپؐ نے شیاطین کو بلایا اور اپنے گرد شیشے کی عمارت بنوائی جس کا دروازہ نہ تھا۔ پھر اس میں عصا پر ٹیک لگا کر کھڑے ہوئے۔ پھر ملک الموت داخل ہوئے اور روح قبض کر لی۔ پھر اللہ نے گھن لگنے والے کیڑے (دیمک) کو بھیجا جو لاٹھی کو کھاتا رہا حتیٰ کہ اندر سے لاٹھی کھوکھلی ہو گئی اور حضرت سلیمان علیہ السلام کا بوجھ نہ سنبھال

Marfat.com

سکی اور آپؑ گر گئے۔ جب جنوں نے یہ صورت دیکھی تو فوراً بھاگ گئے اور کام کاج چھوڑ دیا۔

یہ اور اسی قسم کی روایات ہیں جو اسرائیلیات سے ماخوذ ہیں۔ توریت میں حضرت سلیمان علیہ السلام کی وفات کا واقعہ اسی طرح ہے۔

''غرض ساری مدت کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے یروشلم میں سارے اسرائیل پر سلطنت کی اور حضرت سلیمان علیہ السلام اپنے باپ دادوں کے ساتھ سو رہا اور اپنے باپ دادوں کے شہر صیہون میں گاڑ دیا گیا اور اس کا بیٹا رحعام اس کی جگہ بادشاہ ہوا۔''

قرآن نے جس طرح اس واقعے کو بیان کیا ہے اس سے بنی اسرائیل کو ان کی حماقت پر متنبہ کرنا تھا کہ ان کے عقیدے کے مطابق اگر جن غیب داں ہوتے تو وہ عرصہ تک حضرت سلیمان علیہ السلام کے خوف سے تعمیر بیت المقدس یا کسی دوسرے شہر کی تعمیر کی صعوبتوں میں مبتلا نہ رہتے چنانچہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی وفات کا جس صورت سے ان کو علم ہوا اس کے بعد خود شیاطین (جنوں) کو بھی یہ اعتراف کرنا پڑا کہ ہمارا دعوۂ غیب دانی قطعاً غلط ثابت ہوا۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے توریت کے مطابق سات سو شادیاں کی تھیں اور تین سو حرمیں تھیں لیکن حضرت ابو ہریرہؓ کے مطابق رسول ﷺ نے فرمایا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی ستر بیویاں تھیں۔

انہوں نے چالیس سال حکومت کی۔ یہ تیرہ سال کی عمر میں بادشاہ بنائے گئے۔

ابن جریرؒ فرماتے ہیں حضرت سلیمان علیہ السلام کی کل عمر پچاس سال سے چند سال اوپر تھی۔

اور آپؑ نے اپنی سلطنت کے چوتھے سال میں بیت المقدس کی بنیاد کی ابتدا کی۔

اور آپؑ کے بعد آپؑ کا فرزند رحعام سترہ سال بادشاہ رہا۔ ابن جریرؒ نے اس کو روایت کیا۔

اور فرمایا اس کے بعد بنی اسرائیل کی سلطنت پارہ پارہ ہوگئی۔

حضرت سلیمان علیہ السلام شاعر بھی تھے۔ توریت کی 22 ویں کتاب کا نام ''غزالغزلات'' ہے اور اس میں اعلیٰ پائے کی تمثیلی شاعری موجود ہے۔ اس میں حضرت سلیمان علیہ السلام کی چھ غزلیں ملتی ہیں۔

(عورت کا خطاب)

دیکھ تو ہی خوب صورت ہے اے میرے محبوب
بلکہ مرغوب خاطر ہے
ہمارا پلنگ بھی سبز ہے
ہمارے گھر کے شہتیر دیودار کے ہیں
اور ہماری کڑیاں صنوبر کی ہیں
میں شاروں کی نرگس
اور وادیوں کی سوسن ہوں

(مرد کا خطاب)

جیسی سوسن جھاڑیوں میں
ویسی ہی میری محبوبہ کنواریوں میں

(عورت کا خطاب)

جیسا سیب کا درخت بن کے درختوں میں
ویسا ہی میرا محبوب نوجوانوں میں

Marfat.com

میں نہایت شادمانی سے اس کے سائے میں بیٹھی
اور اس کا پھل میرے منہ میں میٹھا لگا
وہ مجھے مے خانے کے اندر لایا
اور اس کی محبت کا جھنڈا میرے اوپر تھا
کشمش سے مجھے قرار دو سیبوں سے مجھے
تازہ دم کرو
کیونکہ میں عشق کی بیمار ہوں۔

☆......☆......☆

توریت ہی میں حضرت سلیمان علیہ السلام کے اقوال درج ہیں۔
خداوند کا خوف علم کا شروع ہے لیکن احمق حکمت اور تربیت کی حقارت کرتے ہیں۔
حکمت کوچے میں زور سے پکارتی ہے
وہ راستوں میں اپنی آواز بلند کرتی ہے
وہ پھاٹکوں کے مدخل میں اور شہر میں یہ کہتی ہے
اے نادانو! تم کب تک نادانی کو دوست رکھو گے
احمق کب تک علم سے عداوت رکھیں گے
احمقوں کی فارغ البالی ان کی ہلاکت کا باعث ہوگی
دغا کی روٹی آدمی کو میٹھی لگتی ہے
لیکن آخر کو اس کا منہ کنکروں سے بھر جاتا ہے
آدمی کا ضمیر خداوند کا چراغ ہے
دولت بہت سے دوست پیدا کرتی ہے
پر مسکین اپنے ہی دوست سے بے گانہ ہے
کل کی بات پر گھمنڈ نہ کر
کیونکہ تو نہیں جانتا کہ ایک ہی دن میں کیا ہوگا۔

Marfat.com

حضرت ایوب علیہ السلام

مسلم شریف میں حضرت جابرؓ کی روایت ہے کہ فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ السلام نے کہ ابلیس اپنا عرش دریا پر بچھاتا ہے پھر اپنے چیلوں کو لوگوں کے پاس انہیں گمراہ کرنے کے واسطے بھیجتا ہے۔ جو بھی کسی انسان کو بڑے فتنے میں مبتلا کر دیتا ہے اس کا مرتبہ اس کے نزدیک بڑا ہوتا ہے چنانچہ ایک شیطان آ خر کہتا ہے کہ میں نے ایسا ایسا کرایا۔ ابلیس کہتا ہے تو نے کچھ نہیں کیا حتیٰ کہ ایک کہتا ہے کہ میں نے فلاں میں اور اس کی بیوی میں تفریق کرادی۔ ابلیس اس کو اپنے قریب کرتا ہے اور کہتا ہے کہ تو نے عمدہ کام کیا۔'' یہ حدیث شریف مسند احمد حنبل میں بھی مذکور ہے۔

ابلیس نے جسے عرف عام میں شیطان لعین کہا جاتا ہے سطح آب پر اپنا دربار آراستہ کیا ہوا تھا۔ مسند کفر آراستہ ہو چکی تو شہنشاہ الحاد ابلیس تکبر کا تاج سر پر رکھ کر تخت زرنگاہ پر جلوہ افروز ہوا۔ اس کے دائیں بائیں اس کے پانچ بیٹے ثبور، اعور، مسوط، واسم اور زلنبور ہاتھ باندھے کھڑے تھے۔ سامنے اس کے چیلے جن شیاطین کا جم غفیر تھا۔ سب کو معلوم تھا کہ ابلیس اکثر و بیشتر یہ دربار اس مقصد کے تحت سجاتا ہے کہ ہر اس چیلے سے اس کے کارنامے سنے جس کے ذمے اس نے کوئی کام لگایا تھا اس لیے ہر چیلا بڑی تیاری سے آیا تھا اور اپنے کارناموں کی فہرست ساتھ لایا تھا۔ ابلیس ایک ایک کو آواز دیتا رہا اور اس کے کارنامے سن کر خوش ہوتا رہا جب سب کارنامے اس کے گوش گزار ہو چکے تو اس نے ایک بھیانک قہقہہ لگایا۔

''میرے بچو! مجھے وہ دن اچھی طرح یاد ہے جب میں نے آدمؑ کے پتلے کو سجدہ کرنے سے انکار کیا تھا۔ مجھے ایسا ہی کرنا چاہیے تھا کیونکہ میں مرتبے میں اس سے بڑا تھا۔ میں آگ سے بنا تھا اور آدمؑ خاک سے لیکن میری حق تلفی کی گئی۔ میرے انکار کو بغاوت سمجھا گیا۔ قہر الٰہی جوش میں آیا اور مجھے ملعون قرار دے کر راندۂ درگاہ قرار دے دیا گیا۔ میں نے اس روز قسم کھائی تھی کہ اپنی رسوائی کا بدلہ اس سے لوں گا۔ بنی نوع انسان کو قیامت تک رسوا کروں گا۔ جس حکم عدولی کے تحت مجھے سزا ملی ہے انسان کو بھی اسی حکم عدولی میں مبتلا کر کے رہوں گا۔ اسے ایسا کر دوں گا کہ وہ اپنا رب کو تو خدا کو مانے گا لیکن پیروی میری کرے گا۔ اسے ہر ایسے فعل میں مبتلا کر دوں گا جو اسے خالق کائنات سے دور لے جائے گا۔ مجھے فخر ہے کہ میں آج تک اس قسم پر قائم ہوں اور میرے چیلے، میرے معاون اس کام کو بخیر و خوبی انجام دے رہے ہیں۔ ہے کوئی جو مجھ سے بچنے کا دعویٰ کرے۔'' اس نے وہ نعرہ بلند کیا جو وہ اپنے چیلوں کا حوصلہ بلند کرنے کے لیے 'شیخی' کے طور پر بلند کرتا رہتا تھا۔

ابھی شیطان مردود کی تقریر یہیں تک پہنچی تھی کہ سیاہ آندھی نے سب کو اپنی طرف متوجہ کر لیا۔ ابلیس کے ہونٹوں پر شیطانی مسکراہٹ ابھر آئی۔ وہ آسمان کی طرف دیکھنے لگا جیسے اسے کسی کا انتظار ہو۔ یہ جنات کا ایک لشکر تھا جو آسمان سے زمین کی طرف آ رہا تھا۔ یہ سب شیطان کے مددگار تھے جو اس کے لیے خبریں جمع کرتے پھرتے تھے۔ سیاہی چھٹ گئی، ہوائیں تھم گئیں۔ گروہ شیاطین، ابلیس کے روبرو حاضر ہو گیا۔

''کہو کیا خبر لائے؟'' ابلیس نے پوچھا۔

''ہم آسمانوں پر اڑ رہے تھے کہ ہم نے فرشتوں کو آپس میں باتیں کرتے ہوئے سنا۔ وہ کہہ رہے تھے، عوض کی سرزمین میں حضرت ایوب علیہ السلام نامی ایک شخص ہے۔ وہ کامل اور صادق ہے اور خدا سے ڈرتا ہے اور بدی سے دور رہتا

Marfat.com

ہے۔ خدائے تعالیٰ کے یہاں انبیا اور رسل کی جماعت میں شامل ہے۔''
یہ سنا تھا کہ ابلیس کے چہرے کی سیاہی میں اضافہ ہو گیا۔ حسد کی ایسی آگ جلی کہ اس کے منہ سے شعلے نکلنے لگا۔
''روئے زمین پر بنی آدم علیہ السلام میں سے کوئی ایسا بھی موجود ہے جس کی تعریف خدائے تعالیٰ کر رہا ہے اور تمہیں خبر تک نہیں۔ کہاں گئے تمہارے دعوے، کیا ہوئے تمہارے کارنامے۔ تم تو کہہ رہے تھے، تم نے کفر و شرک، نفرت، بغض اور ناشکری کے امراض عام کر دیے ہیں۔ کوئی قلب انسانی اس سے غافل نہیں پھر میں یہ کیا سن رہا ہوں۔ کیا تم نے میری محنت غارت نہیں کر دی تمہارے سروں پر خاک پڑے، کیا تم نے مجھے شرمندہ نہیں کیا؟''
ابلیس کی آواز گونج رہی تھی۔ اس کے چیلے سانس روکے اپنے پیر کے احکامات سننے کے منتظر تھے۔ ابلیس کی آواز اب بھی گونج رہی تھی۔ ''عوض کی سرزمین کی طرف یلغار کر دو۔ معلوم کرو یہ شخص کون ہے جس کی دھوم عرش الٰہی تک ہے۔ کہاں سے آیا ہے، اس کا نسب کیا ہے؟ اس کے اعمال کیا ہیں جن کے سبب اس نے ایسی ترقی کی ہے۔ خبردار! ابھی اس سے کوئی تعرض نہ کرنا۔ تمام معلومات مل جانے کے بعد میں خود فیصلہ کروں گا کہ مجھے کیا کرنا ہے۔''
''آقا! میری ایک تجویز ہے۔'' ایک جن شیطان نے اپنی جگہ کھڑے ہو کر کہا۔
''کہہ، کیا کہنا چاہتا ہے؟''
''یہ کام مجھ اکیلے کے سپرد کرنا چاہیے۔''
''کیوں تو نے پہلے کون سا بڑا تیر مارا ہے۔''
''میرے کئی دوست جن عوض کے علاقے میں رہتے ہیں۔ میں ان کے ذریعے تمام معلومات اکٹھی کر لوں گا اور تجھ تک پہنچا دوں گا مگر میری ایک شرط ہے۔''
''کیا شرط ہے؟''
''تو مجھ سے ناراض ہے۔ اگر میں نے یہ کام کر دیا تو تیری ناراضی، خوشنودگی میں بدل جانی چاہیے۔''
''میں تیرے مراتب میں اضافہ کر دوں گا۔ جا اور یہ کام کر۔'' ابلیس نے کہا اور اس کے ساتھ ہی دربار برخاست کرنے کا اعلان کر دیا۔

☆......☆......☆

ابن اسحاق فرماتے ہیں۔ ''حضرت ایوب علیہ السلام رومی شخص تھے اور ان کا نسب نامہ یوں ہے۔ ایوب بن موص بن رازح بن العیص بن اسحاق بن ابراہیم خلیل اللہ۔
ایک نسب نامہ یوں بھی بیان کیا جاتا ہے۔ ایوب بن عوض بن روعیل بن عیص بن اسحاق بن یعقوب۔
ابن عساکرؒ نے نقل کیا ہے کہ حضرت ایوب علیہ السلام کی والدہ ماجد حضرت لوط علیہ السلام کی بیٹی تھیں اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان کے والد مکرم ان لوگوں میں سے تھے جو حضرت ابراہیمؑ پر ان کو آگ میں ڈالے جانے والے دن ایمان لائے۔

زیادہ درست نسب نامہ وہ سمجھا جاتا ہے جس میں ان کا سلسلہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے قائم کیا گیا ہے جیسا کہ ابن اسحاقؒ نے فرمایا ہے کیونکہ حضرت ایوب علیہ السلام، حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آل میں سے ہیں۔ اس کی صراحت قرآن سے بھی ہو جاتی ہے۔ سورۂ انعام میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔
''اور آپ (ابراہیمؑ) کی اولاد میں سے داؤد اور سلیمان اور ایوب اور یوسف اور موسیٰ اور ہارون ہیں۔''
حضرت ایوب علیہ السلام ان انبیا میں سے ہیں جن کے بارے میں وحی بھیجنے کی صراحت سورۂ نسا میں آ گئی۔
''بے شک! ہم نے آپ کی طرف وحی بھیجی جیسے ہم نے وحی بھیجی نوح کی طرف اور ان کے بعد دوسرے نبیوں کی

Marfat.com

طرف اور ہم نے وحی بھیجی ابراہیم اور اسماعیل اور اسحاق اور یعقوب اور ان کی اولاد اور عیسیٰ اور ایوب کی طرف۔''

حضرت ابن کثیرؒ تمام شواہد کی روشنی میں اس بات پر متفق ہیں کہ حضرت ایوب علیہ السلام، حضرت عیص بن اسحاق علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں اور ان کی بیوی کا نام ایک قول کے مطابق لیابنت یعقوب علیہ السلام اور ایک قول کے مطابق رحمت بنت افرائیم اور ایک قول کے مطابق لیابنت منسا بن یعقوب ہے اور یہی زیادہ مشہور ہے۔

مورخین کے مطابق حضرت اسحٰق کے صاحبزادے عیسو کے خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ ان کا لقب ادوم مشہور ہو گیا تھا کیونکہ وہ پیدائش کے وقت سرخ تھے اور ادوم کے معنی بھی سرخ ہیں۔ یہی ادوم کنعان سے ترکِ وطن کر کے اپنے چچا حضرت اسماعیل علیہ السلام کے پاس حجاز آ گئے تھے اور ان کی صاحبزادی بشامہ سے شادی کر کے عرب کے اس حصے سرزمین میں آباد ہو گئے تھے جو شام و فلسطین کے جنوب مغرب میں عرب کی آخری حد ہے۔ یہ خاندان ادوم کی نسبت سے ادومی کہلانے لگا اور پھر یہ قوم بن گئی۔ ان کی نسل میں صدیوں تک حکومت کا دور رہا اور مورخین کے نزدیک ان کے دورِ حکومت کی ابتدا تقریباً 1700 قبل مسیح بتائی جاتی ہے۔

تورات میں حضرت ایوب علیہ السلام کو یوباب کہا گیا ہے۔ یہ دراصل ایک ہی شخصیت کے دو نام ہیں۔ دراصل عبرانی میں یوباب کو اوب کہا گیا ہے اور یہی اوب عربی میں ایوب ہو گیا۔

حضرت ایوب علیہ السلام، حضرت یوسف علیہ السلام کے بعد قوم ادوم کی طرف مبعوث ہوئے۔ انہوں نے جو سرزمین اپنے لیے منتخب کی وہ عوض کہلاتی تھی۔ حضرت نوح علیہ السلام کے بیٹوں میں سے ایک بیٹا عوض بھی تھا۔ یہ علاقہ اسی کے نام پر آباد ہوا تھا۔ آپؑ اپنی قوم کو توحید، آخرت اور صبر کی تلقین کرتے رہے۔ اس علاقے کا جغرافیہ کچھ اس طرح تھا کہ اس کی شمالی سرحد بابل سے مل جاتی تھی اور جنوبی سرحد سبا تک چلی جاتی تھی۔

حضرت ایوب علیہ السلام کی ملکیت میں ملک شام کا علاقہ ''بثینہ'' اپنی تمام تر آمدنیوں سمیت موجود تھا۔ اس علاقے میں آپ کی ایک ہزار بکریاں مع چرواہوں کے، سات ہزار بھیڑیں، تین ہزار اونٹ اور پانچ سو بیلوں کی جوڑیاں تھیں جنہیں پانچ سو غلام ہنکاتے تھے اور ہر غلام، اپنی بیوی، اولاد اور مال و دولت بھی رکھتا تھا اور ہر بیلوں کی جوڑی کے جوتنے کا سامان ایک گدھی اٹھاتی تھی۔ ہر گدھی کے دو تین حتیٰ کہ چار پانچ بچے بھی تھے۔ یہ سب کچھ آپ کی ملکیت میں تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ اللہ نے آپؑ کو اولاد کی نعمت سے بھی نوازا تھا۔ آپؑ کے سات بیٹے اور تین بیٹیاں تھیں۔ غرض آپؑ کے مقابلے کا خوش حال اور مالدار شخص سرزمین عوض پر کوئی دوسرا نہیں تھا۔ عام خیال یہ ہے کہ اس وقت تک آپؑ نبی مبعوث نہیں ہوئے تھے محض اللہ کے ایک نیک بندے تھے لیکن اس قدر مال و دولت کے باوجود آپ علیہ السلام نہایت عبادت گزار تھے۔ قربانی کے لیے یہ جانور بھی مہیا کرتے رہتے تھے، لوگوں کو توحید پر چلنے اور صبر اختیار کرنے کی تلقین بھی کرتے رہتے تھے۔ سنتِ ابراہیمی پر پوری طرح عمل کرنا آپؑ کے روز و شب کا شعار تھا۔ شکر گزاری آپؑ کا وتیرا تھا۔ کسی نے نہیں سنا تھا کہ کبھی آپؑ نے اپنے رب کی شکایت کی ہو۔ سخاوت آپؑ کا طریقہ تھا۔ کوئی ضرورت مند آتا تو کبھی خالی ہاتھ نہ جانے دیتے۔

آپؑ کے یہی اوصاف تھے جن کی تعریف آپؑ کے ہم قوم ہی نہیں کرتے تھے بلکہ خدا بھی ایسا خوش تھا کہ آپؑ کے مال و دولت میں برابر اضافہ ہو رہا تھا اور پھر یہی مال و متاع آپؑ کے لیے امتحان اور مصائب کا سامان بن گیا۔

☆......☆......☆

ابلیس ایک درخت کے نیچے اس طرح بیٹھا تھا کہ اس کا آدھا جسم دھوپ میں تھا اور آدھا چھاؤں میں۔ وہ جب بہت پریشان ہوتا تھا تو اسی بے ڈھنگے پن سے بیٹھتا تھا۔ اسے اپنے اسی چیلے کا انتظار تھا جو حضرت ایوب علیہ السلام کے بارے میں معلومات حاصل کرنے گیا ہوا تھا۔ حسد کی آگ ابھی تک اس کے سینے میں الاؤ کی طرح دہک رہی تھی۔ کسی

Marfat.com

انسان کی تعریف عرش الٰہی پر ہو، یہ اسے گوارا نہیں تھا۔ اس نے زمین کی مٹی اٹھا کر بے اختیار اپنے سر پر ڈالنی شروع کر دی۔

''آقا، ہمارے ہوتے ہوئے آپ اتنے پریشان کیوں ہیں؟'' اس آواز کے تعاقب میں ابلیس نے گردن اٹھا کر دیکھا۔ وہی عفریت جن اس کے سامنے کھڑا تھا جسے اس نے حضرت ایوب علیہ السلام کی خبر لانے کے لیے بھیجا تھا۔

''پریشانی سی پریشانی ہے۔ میں نے یہ قسم کھائی تھی کہ میں بنی آدم کو گمراہ کر کے چھوڑ دوں گا لیکن اتنی کامیابیوں کے بعد بھی مجھے یہ سننے کو مل رہا ہے کہ ایک انسان کی تعریف اللہ تعالیٰ کر رہا ہے۔ عظمت کا میں حقدار تھا عظمت اسے مل رہی ہے۔ کبھی میں چار پروں والے فرشتے میں تھا، اب میں اپنے سر پر خاک ڈال رہا ہوں۔ کیا یہ میری شکست نہیں؟''

''ہرگز نہیں آقا۔ کیا آپ نمرود، فرعون، شداد اور ان جیسے ہزاروں سرکش انسانوں کو بھول گئے جن کو آپ نے راہ راست سے بھٹکا دیا تھا۔ ہم ایوبؑ کا بھی وہی حال کریں گے۔ آپ گھبراتے کیوں ہیں۔''

''جلدی کر، مجھے اس کے بارے میں بتا۔''

''وہ بہت مالدار شخص ہے۔ اتنا کہ سرزمین عوض پر کوئی دوسرا نہیں۔''

''اس کی اولاد؟''

''سات بیٹے اور تین بیٹیاں ہیں۔''

''آپس میں محبت کیسی ہے؟''

''ایسی کہ ہر روز ایک بیٹا اپنے گھر ضیافت کرتا ہے۔ باقی چھ اس ضیافت میں شریک ہوتے ہیں۔''

''اس کا خاندان؟''

''مشہور پیغمبر اسحاق (علیہ السلام) کے خاندان میں سے ہے۔ لوط (علیہ السلام) اس کے نانا تھے۔''

''خود اس کا کردار کیسا ہے؟''

''دن رات عبادت میں مشغول رہتا ہے۔ نہایت شکر گزار ہے۔ اس کے ہونٹوں سے کبھی کسی نے شکایت نہیں سنی۔''

''اتنا کچھ کہنے کے بعد بھی تو کہتا ہے، اسے گمراہ کر لے گا؟''

''ہم نے کتنوں کی عبادتیں خاک میں ملا دیں۔ یہ کیا چیز ہے۔''

''تو اپنی سی کوشش کر لے، پھر میں یہ دیکھتا ہوں مجھے کیا کرنا ہے۔''

شیطان کا وہ چیلا اجازت ملتے ہی ہوا ہو گیا۔ ایک مرتبہ وہ پھر عوض کی سرزمین پر پہنچا۔ اس مرتبہ اس نے انسانی روپ دھار لیا تھا۔ نہایت نورانی صورت بزرگ، کانوں میں دو بڑے بڑے بالے پڑے ہوئے، عصا ہاتھ میں۔ جس طرف سے گزرتا، لوگ تعظیم کے لیے جھک جاتے تھے۔ ہر ایک پوچھ رہا تھا، اے اجنبی اس شہر میں کس غرض سے آیا ہے؟ وہ سیاحت کا بہانہ کر کے سب کو مطمئن کرتا چلا جاتا تھا۔ گھومتے گھومتے شام ہو گئی تو اس نے دیکھا، شہر کے دروازے پر تخت بچھایا جا رہا ہے۔ ''شاید کسی بادشاہ کی آمد ہے۔'' اس نے سوچا اور ایک طرف کھڑے ہو کر تماشا دیکھنے لگا۔ جوان لڑکے ہنسی مذاق میں مشغول تھے، بوڑھے لوگ تخت کے اردگرد جمع ہونے لگے تھے، امراء اپنی سواریوں سے اتر کر پیدل چلنے لگے تھے۔ اس عفریت جن نے کچھ پوچھنا مناسب نہیں سمجھا۔ جو کچھ ہو گا سامنے آ جائے گا۔ اچانک نوجوانوں کے ہونٹوں پر تالے پڑ گئے۔ بوڑھے سنبھل کر کھڑے ہو گئے۔ کسی نے چلا کر کہا ''ایوبؑ کی سواری چل پڑی ہے۔ اگر کسی کی کوئی حاجت ہے تو تخت کے قریب اپنی جگہ بنا لے۔''

وہ عفریت جن رستے پر نظریں جمائے کھڑا تھا۔ حضرت ایوب علیہ السلام اپنے خچر پر سوار نظر آئے۔ ان کے آگے

Marfat.com

پیچھے ان کے غلاموں کی قطار تھی۔ حضرت ایوب علیہ السلام تخت سے چند قدم کے فاصلے پر اپنے خچر سے اتر گئے اور پیدل چلتے ہوئے تخت تک آئے۔ ہونٹوں پر تبسم تھا، چال میں نہایت وقار، چہرے پر رعب تھا لیکن تکبر نام کو نہیں تھا۔ نہایت شاندار لباس بدن پر تھا جس سے امارت ظاہر ہوتی تھی لیکن آپؑ کے رویئے میں انکسار تھا۔ امیروں والا غرور نہ تھا۔ قریب کھڑے ہوئے لوگوں کی خیریت دریافت کرتے ہوئے تخت پر تشریف فرما ہو گئے۔ آپؑ کے بیٹھتے ہی نوجوان ادھر ادھر ٹل گئے۔ چند بے تکلف بوڑھے آپؑ کے نزدیک آ کر بیٹھ گئے۔

ایک بوڑھی عورت آگے بڑھی۔ اس نے بتایا کہ اس کا ایک ہی بیٹا تھا جو قضائے الٰہی سے مر گیا۔ اب اس کا کوئی سہارا نہیں۔ آپؑ نے ہاتھ بڑھایا۔ ایک غلام نے ایک تھیلی آپؑ کی طرف بڑھا دی۔ آپؑ نے وہ تھیلی اس عورت کو پیش کر دی۔

''اس میں اتنی رقم ضرور ہے کہ تمہارے بہت سے دن آرام سے گزر جائیں گے۔ مزید ضرورت ہو تو اور لے جانا۔''

وہ عورت خوشی خوشی دعائیں دیتی ہوئی اپنی راہ چل دی۔ اس کے بعد ضرورت مند آتے رہے اور آپؑ ان کی مدد کرتے رہے۔ ساتھ ہی تلقین بھی کرتے جاتے تھے کہ صبر اختیار کرو اور اللہ کا شکر ادا کرتے رہو رہا کرو۔

بعض لوگ اپنے جھگڑے لے کر آئے اور آپؑ نے فریقین کے درمیان صلح کرا دی۔ آپ کے فیصلے اٹل تھے مجال نہیں تھی کہ کوئی سرمو اختلاف کرتا۔

وہ عفریت جن یہ سب اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا تھا۔ جب بھیڑ چھٹ گئی اور حضرت ایوب علیہ السلام اپنے غلاموں کے ساتھ رہ گئے تو وہ آپؑ کے قریب پہنچ گیا۔

''آپؑ تو بہت دولت مند ہیں جو اس طرح مٹھیاں بھر بھر کر لٹا رہے ہیں۔''

''بزرگوار، آپ کیوں میرے نفس کو دھوکا دے رہے ہیں۔ میں کہاں سے دولت مند ہو گیا۔ یہ سب تو اس اوپر والے کی دین ہے۔ اس نے مجھے دیا ہے، میں حقدار کو دے رہا ہوں۔ اس میں میرا کون سا کمال ہو گیا۔''

''آپ اسی طرح لٹاتے رہے تو آپ تو بہت جلد قلاش ہو جائیں گے۔''

''دینے والا اگر ضرورت سمجھے گا تو مجھے اور دیدے گا۔ نہیں دیا تو اس کی مرضی۔ میں اس سے ہر حال میں راضی ہوں۔''

''آپ تو مجھے بہت ہی نیک آدمی معلوم ہوتے ہیں۔''

''کوشش کرتا ہوں کہ گناہوں سے بچا رہوں۔''

''آپ کی دولت غریبوں کے کام آتی ہے۔ آپ اس دولت میں اضافہ کیوں نہیں کرتے۔ آپ اس کے پاس وسائل بھی ہیں۔ آپ کے نزدیک ہی سبا اور بابل کی بستیاں ہیں وہاں بہت دولت ہے۔ آپ ان پر چڑھائی کر دیں۔ ان کی دولت غریبوں میں تقسیم کر دیں۔''

''کیوں، جو میرے پاس ہے کیا وہ شکر ادا کرنے کے لیے کافی نہیں؟''

''تم شکر ہی ادا کرتے رہنا اور لوگ تمہاری دولت لوٹ کر چلتے بنیں گے۔''

''بھائی، تم آخر ہو کون جو مجھے ایسی الٹی باتیں سکھا رہے ہو؟''

''میں تمہارا ہمدرد ہوں۔ قریب کی بستی سے تمہاری شہرت سن کر آیا ہوں۔ زندگی رہی تو کل پھر آؤں گا۔'' اس عفریت جن نے کہا اور ایک طرف کو چل دیا۔

دوسرے دن وہ پھر اس مقام پر آیا۔ حضرت ایوب علیہ السلام پھر اسی سج دھج سے تشریف فرما ہوئے۔ ضرورت

Marfat.com

مندوں نے پھر اپنی ضرورتیں پوری کیں۔ بھیڑ چھٹ جانے کے بعد وہ عفریت جن پھر حضرت ایوب علیہ السلام کے پاس آیا۔

''میری باتوں پر کچھ غور کیا؟''

''بندۂ خدا، تیری باتیں ایسی تھیں بھی کہ میں کچھ غور کرتا؟''

''سنا ہے تیرے سات بیٹے ہیں۔''

''ہاں اللہ نے مجھے اولاد سے بھی نوازا ہے۔''

''دنیا کا دستور یہی ہے۔ وہ سب تیرے مرنے کا انتظار کر رہے ہوں گے۔''

''میں نے انہیں محتاج نہیں رکھا ہے جو وہ میرے مرنے کا انتظار کریں گے۔ ان سب میں آپس میں بھی بہت محبت ہے۔''

''یہ سب اس وقت تک ہے جب تک تیرے پاس دولت ہے۔ یہ جاتی رہی تو کوئی پوچھے گا بھی نہیں۔ اسی لیے کہتا ہوں اس دولت کی حفاظت کر۔''

''مال کی حفاظت یہ ہے کہ اسے خرچ کیا جائے۔''

''مجھے تیرا انجام کچھ اچھا معلوم نہیں ہوتا۔''

''میرا خدا جو چاہے گا وہی ہوگا۔''

''اچھی طرح غور کر لے۔ میں پھر آؤں گا۔''

وہ عفریت جن مسلسل انہیں ورغلانے پر تلا ہوا تھا لیکن ان کا ایمان اتنا پختہ تھا کہ انہیں یہ باتیں بے وزن معلوم ہو رہی تھیں۔ اس جن نے ان کے دل میں وسوسے ڈالنے کی بہت کوشش کی۔ اس کا نتیجہ صرف اتنا ہوا کہ حضرت ایوب علیہ السلام یہ سوچنے لگے کہ کہیں یہ شخص ٹھیک ہی تو نہیں کہہ رہا۔ یہ خیال آتے ہی انہوں نے توبہ کی۔ فرشتے آپ کی توبہ کو لے کر عرش کی جانب پرواز کر گئے۔ توبہ قبول ہوئی۔ ایمان مزید پختہ ہو گیا۔

تیسرے دن وہ بدبخت ایک مرتبہ پھر حضرت ایوب علیہ السلام کے پاس آیا۔ اس کا سر جھکا ہوا تھا اور پشیمان نظر آ رہا تھا۔ پھر اس نے وہ داؤ چلایا جو شیطانوں کی دنیا میں سب سے کاری داؤ ہے۔

''ایوبؑ، میں نے تمہارے بارے میں جو کچھ سنا تھا سب سچ نکلا۔ تم واقعی بہت عبادت گزار ہو۔ تم جیسا خدا پر ایمان رکھنے والا میں نے دوسرا نہیں دیکھا۔ تمہاری عقل نے تمہیں بچالیا ورنہ تمہاری عبادت بھی رائیگاں چلی جاتی اور تم میری آزمائش پر پورے نہ اترتے۔''

''بدبخت، تو مجھے شیطان معلوم ہوتا ہے۔ میری عقل کی کیا بساط، میرے اللہ نے میری حفاظت کی ہے۔''

یہ سننا تھا کہ اس عفریت کو مزید سننے کی تاب نہ رہی۔ وہ فوراً نظروں سے غائب ہو گیا۔ اس کا اتنا بڑا داؤ ناکام ہوا تھا کہ وہ قریبی ریگستان میں جا کر ریت اپنے منہ پر ڈالنے لگا۔ اسے اپنی موت صاف نظر آ رہی تھی۔ ابلیس نے اسے یہ آخری موقع دیا تھا۔ وہ پہلے بھی ایک مشن میں ناکام ہو چکا تھا۔ اس مرتبہ کامیاب ہو جاتا تو ممکن تھا اس کی سزا معاف ہو جاتی۔

وہ کئی دن اس ریگستان میں ناکامی کا سوگ مناتا رہا اور پھر ایک عزم کے ساتھ اٹھا۔ اگر اس کے شہر کے لوگوں کو اس کے خلاف کر دوں تو ایوبؑ کی ساری اکڑفوں رفو چکر ہو جائے گی۔ وہ یقیناً خدا کا ناشکرا بن کر شکایت کر بیٹھے گا کہ جن لوگوں کا میں اتنا خیال رکھتا ہوں وہی میرے خلاف باتیں کر رہے ہیں۔ وہ اٹھا اور پھر شہر میں آ گیا۔ اس مرتبہ وہ نئی صورت میں ظاہر ہوا تھا۔ اس نے حضرت ایوب علیہ السلام کے خلاف لوگوں کو بھڑکانا شروع کر دیا۔

Marfat.com

''تم لوگوں کو معلوم ہے جب ایوبؑ یہاں آئے تھے ان کے پاس اتنی دولت نہیں تھی۔ اتنی دولت کہاں سے آ گئی؟ انہوں نے بڑی چالاکی سے لوگوں کے کھیتوں پر قبضہ کرلیا۔ جو دولت تمہیں ملنے والی تھی اس پر انہوں نے قبضہ کرلیا۔''

''وہ تو بہت خدا ترس ہیں۔ بے یار و مددگار لوگوں کا سہارا ہیں۔ کتنی بیوائیں ہیں جن کا گھر ان کی وجہ سے چل رہا ہے۔''

''یہ سب دکھاوا ہے۔ دیکھتے نہیں ہو، کتنی شان سے آ کر تخت پر بیٹھتے ہیں تا کہ تم ان سے ڈرتے رہو۔''

''ان میں غرور تو نام کو نہیں دیکھا۔''

''ارے بہت چالاک ہیں وہ۔ چہرے سے کچھ بھی ظاہر نہیں ہونے دیتے۔''

''تم آخر ان کی برائیاں کرکے ہم سے چاہتے کیا ہو؟''

''مجھے کیا چاہنا ہے۔ میں تو تمہارے بھلے کے لیے کہہ رہا ہوں۔ ان کے خلاف اٹھ کھڑے ہو۔ کرلو ان کی دولت پر قبضہ اور مزے اڑاؤ۔''

''تم ان جیسے نیک آدمی کے لیے یہ خیالات رکھتے ہو۔ تم آخر ہو کون؟ چلو یہاں سے۔''

اس نے اسی میں عافیت سمجھی کہ وہاں سے کھسک لے۔ دوسرے علاقے میں پہنچا، وہاں بھی اسے یہی جواب سننے کو ملا۔ کئی جگہ تو پٹتے پٹتے بچا۔ کئی ہفتوں کی تگ و دو کے بعد اسے اندازہ ہوگیا کہ لوگ حضرت ایوب (علیہ السلام) سے عقیدت رکھتے ہیں اور ان کے خلاف کوئی بات سننے کو تیار نہیں ہیں۔ اب ایک ہی راستہ رہ گیا تھا۔ وہ یہ کہ حضرت ایوب علیہ السلام کے بیٹوں میں پھوٹ ڈال دے وہ نئے نئے روپ بھر کے ان سے ملتا رہا لیکن کئی مہینوں کی کوشش کے باوجود بھی وہ ان میں سے کسی کے دل میں بھی بغاوت کے شعلے نہ بھڑکا سکا۔

اب اس کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا کہ وہ واپس جا کر ابلیس جا کر ابلیس کے سامنے اپنی ناکامی کا اعتراف کرلے اور معافی کا خواستگار ہو۔ وہ پلک جھپکتے میں ابلیس کے پاس پہنچ گیا اور اس حالت میں کہ اس کے سر پر مٹی تھی اور آنکھوں میں آنسو۔ مارے دہشت کے چہرہ نیلا پڑ گیا تھا۔

''تیری حالت بتا رہی ہے کہ تو ناکام واپس آیا ہے۔''

''میں کیا اس کے پاس جو بھی جائے گا نامراد لوٹے گا۔ اس کا ایمان پہاڑ سے زیادہ مضبوط ہے۔''

''تو پھر میرا فیصلہ بھی سن لے۔ تو اگلے سو برس تک اندھے کنویں میں الٹا لٹکا رہے گا۔''

ابلیس نے فیصلہ سنا دیا۔ اسی وقت اس پر عمل درآمد بھی ہوگیا لیکن اسے سزا مل جانے سے ابلیس کی پریشانی تو دور نہیں ہوسکتی تھی۔ شکست کا زخم تو نہیں بھر سکتا تھا۔ وہ اسی طرح پیچ و تاب کھا رہا تھا اور دیکھ رہا تھا کہ فرشتوں کو ہنسنے کا موقع مل رہا ہے۔

عہد نامہ، قدیم کے مطابق ایک فرشتے کی معرفت اللہ تعالیٰ نے اس سے پوچھا۔ ''کیا تجھے اب بھی دعویٰ ہے کہ تو میرے نیک بندوں کو ورغلا سکے گا؟ کیا تجھے اپنی زمین پر ایوب جیسا دوسرا بندہ ملا جس کا تذکرہ میرے عرش پر ہو رہا ہے۔ وہ مجھ سے ڈرتا ہے اسی لیے کسی سے نہیں ڈرتا۔''

''میں نے ابھی اسے آزمایا ہی کب ہے۔''

''ہمیں سب خبر ہے۔ تو ایوب کو ہمیشہ میرا شکر گزار ہی پائے گا۔''

''وہ شکر نہ کرے تو کیا کرے۔ تو نے دنیا جہان کی نعمتیں بھی تو اسے دی ہوئی ہیں۔''

''تو کیا سمجھتا ہے، اگر اس کے پاس دولت نہ ہوتی تو کیا وہ میرا شکر گزار نہ ہوتا؟''

''تو اس کی حمایت چھوڑ دے اور اس کے مال و دولت پر مجھے اختیار دے دے۔ میں اسے قلاش کردوں، پھر دیکھنا

Marfat.com

ہوں ہو تجھے کتنا یاد رکھتا ہے۔''

''وہ ہر آزمائش میں پورا اترے گا۔''

''وہ کیا کرتا ہے، یہ تو آزمائش کے بعد ہی معلوم ہوگا۔ مجھے امتحان لینے تو دے۔''

''امتحان تو نہیں، ہم لیں گے۔ جا ہم نے تجھے ایوب کی ہر اس چیز پر اختیار دیا جو دنیاوی غرور کا باعث بنتی ہے۔''

''بس، میں یہی چاہتا تھا۔ اب اپنے اس بندے کو دیکھ۔ وہ کتنی جلدی بدلتا ہے۔''

''جا تو یہ بھی کر دیکھ۔''

جب فرشتہ یہ فرمان رب سنا کر چلا گیا تو شیطان نے خوشی سے چنگھاڑ ماری اور اپنے تمام چیلوں کو جمع کر کے سطح آب پر دربار منعقد کیا۔ آج اس کا وہی طمطراق تھا جس سج دھج سے وہ دربار لگاتا تھا۔

''تمہارا علم کیا کہتا ہے؟ انسانوں کو دنیا میں کس چیز سے سب سے زیادہ محبت ہوتی ہے؟''

''مال و دولت اور اولاد۔''

''شاباش! میرے شاگردو۔''

''اگر یہ دونوں چیزیں کسی سے چھین لی جائیں؟''

''وہ اپنے حواس کھو بیٹھے گا۔''

''ایوب کی عقل ہی سے سمجھاتی ہے کہ وہ اپنے اللہ کا شکر ادا کرتا رہے۔ جب یہی سلب ہو جائے گا تو سوائے مال کے نقصان کے اسے کچھ یاد نہیں رہے گا۔''

''آقا ہمارے لیے کیا حکم ہے؟''

''اپنے اپنے لشکر لے کر ہر طرف پھیل جاؤ۔ ایوب کے مال و دولت کو تہس نہس کر دو کیونکہ اب مجھے ایوب کے مال و دولت پر اختیار مل چکا ہے۔ اس کا وہ حمایتی جسے خدا کہتے ہیں اور ایوب کو جس پر بڑا ناز ہے درمیان سے ہٹ گیا ہے۔ اب ایوب نہتا ہے، اسے تباہ کر دو پھر میں جا کر پوچھوں گا کیسا مزاج ہے؟''

ہر وہ جن جس میں حضرت ایوب علیہ السلام کے مال و متاع کو برباد کرنے کی کچھ بھی صلاحیت تھی تیار ہو گیا۔ انسانی آنکھوں سے پوشیدہ یہ گروہ در گروہ لشکر کسی ریگستان سے اٹھے اور ہوا پر سوار ہو گئے۔ راستے میں یہ لشکر دو حصوں میں تقسیم ہو گیا۔ ایک عوض کی شمالی سرحد کی طرف چلا گیا، دوسرا جنوبی سرحد کی طرف جہاں قوم سبا آباد تھی۔ زمین پر اترتے ہی ان سب نے انسانی صورت اختیار کر لی اور لوگوں میں گھل مل گئے اور انہیں حضرت ایوب علیہ السلام کی دولت و ثروت کے قصے ایسے حسین پیرائے میں سنائے کہ ملک سبا کے لوگوں کے منہ میں پانی آ گیا۔

''وہ ایسا بے خوف ہے کہ اپنے جانوروں کی حفاظت کا بندوبست بھی نہیں کیا ہے۔ اس کے کچھ غلام ہیں جو کھیتوں میں کام کرتے رہتے ہیں اور جانور آرام سے چرتے رہتے ہیں۔ اگر تم لوگ ہمت کرو تو وہ سب جانور تمہارے ہو سکتے ہیں۔''

''تمہارا مطلب ہے، ہم جائیں اور اس کے جانور ہانک کر یہاں لے کر آئیں؟''

''چند گھنٹوں کی محنت سے اگر ہزاروں جانور ہاتھ لگ جائیں تو کیا برائی ہے۔''

''برائی تو کوئی نہیں لیکن کام خطرے کا ہے۔''

''تم کہو گے تو ہم بھی تمہارے ساتھ چلیں گے۔''

''اس میں تمہارا حصہ کتنا ہوگا؟''

''ہمیں حصہ نہیں چاہیے۔ سب کچھ تمہارا ہوگا۔''

Marfat.com

''تم ہماری مدد کیوں کرنا چاہتے ہو؟''

''اس شخص نے کبھی ہمارے جانور ہتھیا لیے تھے۔''

''تم اپنے جانور ہم سے طلب نہیں کرو گے؟''

''بہت پرانی بات ہوگئی۔ اب تو ہم صرف بدلہ لینا چاہتے ہیں۔''

ان عفریت جنوں نے گھوم پھر کر بہت سے لوگ تیار کر لیے۔ یہ کام وہ خود بھی کر سکتے تھے لیکن وہ چاہتے تھے کہ حضرت ایوب علیہ السلام کو اپنے پڑوسیوں پر شک ہو اور وہ ان سے بدلہ لینے کے لیے ان پر چڑھ دوڑے اور یہ دعوئی غلط ثابت ہو جائے کہ وہ ہر مصیبت پر صبر کرتا ہے۔ قتال کا گناہ بھی اس کے سر جائے۔ کسی ان دیکھی آفت پر تو بندہ صبر بھی کر لیتا ہے لیکن جب دشمن کا علم ہو تو بدلہ ضرور لیتا ہے۔ حضرت ایوب علیہ السلام بھی ایسا ہی کریں گے۔

تیاریاں ہونے لگیں۔ جس جس کو چلنا تھا وہ رات کے اندھیرے میں سرحد کے نزدیک پہنچنے لگا۔ چاند کی روشنی میں راستہ صاف نظر آ رہا تھا لیکن یہ وہ چوری تھی جو رات کے پردے میں نہیں دن کے اجالے میں کرنے کی تھی۔

جب چاند سے یہ ظلم دیکھا نہ گیا تو وہ کسی پہاڑی کے پیچھے چھپ گیا۔ ستارے ایک اک کر کے پیچھے ہٹ گئے۔ ہر طرف گھپ اندھیرا پھیل گیا۔ شیاطین نے لٹیروں کے دلوں میں لالچ کا رس ٹپکا دیا۔ ایسے وسوسے ڈالے کہ شقاوت قلبی نے سر اٹھایا۔ یہ یاد ہی نہیں رہا کہ ان سے کتنا بڑا جرم سرزد ہونے کو ہے۔ ہوا ایک مرتبہ پھر تیز ہونے لگی کہ صبح ہونے کو تھی۔

جب اجالے نے تاریکی کو پیچھے دھکیل دیا۔ دن کچھ کچھ نمودار ہونے لگا اور یہ یقین ہو گیا کہ آبادی سے دور، لہلہاتے کھیتوں میں حضرت ایوب علیہ السلام کے غلام آ چکے ہوں گے۔ چراگاہوں میں جانور پہنچ چکے ہوں گے تو یہ لٹیرے دبے پاؤں، پناہ گاہوں سے نکلے اور ایک دائرہ سا بنا کر غلاموں کے سروں پر پہنچ گئے۔ یہ وہ نہتے غلام جو ہل چلانے اور کھیتوں میں پانی دینے میں مشغول تھے پہلے تو سمجھے ہی نہیں کہ ہوا کیا ہے اور جب سمجھے تو بہت دیر ہو چکی تھی۔ لٹیروں کی تلواریں ہر گلے کو کاٹتے ہوئے گزر گئیں۔ آن کی آن میں سب غلام مارے گئے۔

کچھ لوگ اس قتل و غارت گری میں سرگرم تھے، کچھ لوگوں نے جانوروں کے ریوڑ ہنکائے اور جس طرف سے آئے تھے اسی طرف روانہ ہو گئے۔ اس بڑی تعداد میں جانوروں کو لے جانا شاید ان لٹیروں کے بس کی بات نہ ہوتی لیکن انہیں تو لعین شیطانوں کی مدد حاصل تھی۔ دیکھتے ہی دیکھتے کھیت اجڑ گئے، نوکر مارے گئے اور یہ لوگ جانوروں کو اپنے ساتھ لے گئے۔

قدرت کی یہ خبر حضرت ایوب علیہ السلام تک پہنچانی تھی لہٰذا ایک نوکر کسی نہ کسی طرح زندہ بچ گیا۔ وہ کسی بڑے پتھر کے پیچھے اس طرح زمین پر بچھ گیا تھا جیسے زمین پر کوئی کپڑا بچھا دے۔ موت کی آنکھ بھی اسے نہ پہچان سکی اور وہ بچ گیا۔ جب جان کا خوف نکل گیا۔ اسے یقین ہو گیا کہ حملہ آور جا چکے ہیں تو وہ پتھر کے بستر سے اٹھا اور بے تحاشا دوڑنے لگا۔ حضرت ایوب علیہ السلام کے پاس پہنچا تو مارے خوف کے اس سے بات بھی نہیں ہو رہی تھی۔ آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔

''خدا تجھے خوش رکھے۔ روتا کیوں ہے؟'' آپؑ بار بار اس سے پوچھ رہے تھے اور وہ رونے کے سوا کچھ کہنے کے لائق نہیں تھا۔ آپؑ نے اسے تسلی دی۔ اس کے لیے پانی لے کر آئے۔ اس کا کچھ خوف دور ہوا تو اس نے آپؑ کی جانب احسان مند نظروں سے دیکھا۔

''آپؑ ایسے مالک ہیں جو نوکر کو پانی پلاتے ہیں۔ میں وہ نوکر ہوں جو سب کچھ دیکھتا رہا اور کچھ نہ بچا سکا۔''

''کیا نہیں بچا سکا؟ کیا ہو گیا کھل کر بتا۔''

Marfat.com

''مالک! ملک سبا کی طرف سے کچھ لوگ آئے تھے جنہوں نے آپؑ کے تمام نوکروں کو قتل کیا اور جانور اپنے ساتھ لے گئے۔ میری زندگی تھی کہ میں بچ گیا لیکن اب سوچتا ہوں کیوں بچ گیا۔''

''اس لیے کہ موت اور زندگی کا مالک اللہ ہی ہے۔ اس نے نہیں چاہا کہ تو ان لٹیروں کے ہاتھوں قتل ہو۔''

''باقی نوکروں کا کیا قصور تھا وہ کیوں قتل ہوئے؟ یہ تو سراسر ناانصافی ہے۔''

''ایسی باتیں نہیں کرتے، کفر ہوتی ہیں۔ خدا کے ہر کام میں حکمت ہوتی ہے۔''

''یہ کیا حکمت ہوئی کہ آپ کا اتنا عظیم نقصان ہو گیا۔ اونٹ، بیل اور بکریاں سب چلے گئے۔''

''وہ میرے کب تھے۔ میں تو جب دنیا میں آیا تھا تو میرے تن پر کپڑے بھی نہیں تھے۔''

''آپؑ نے اپنی محنت سے سب کچھ جمع کیا تھا۔''

''محنت کی توفیق بھی تو اسی کی دی ہوئی تھی۔''

''آپؑ کو ذرا بھی دکھ نہیں ہوا؟''

''دکھ کیوں نہیں ہوا لیکن میں اپنے رب کی رضا میں راضی ہوں بلکہ شکر ادا کرتا ہوں کہ سات ہزار بھیڑیں اور ہیں میرے پاس جو اتفاق سے دوسری چراگاہ میں تھیں ورنہ وہ بھی چلی جاتیں البتہ یہ سوچ رہا ہوں کہ سبا والوں کو مجھ سے کیا دشمنی تھی۔ انہوں نے ایسا کیوں کیا؟''

''یہ سوچنے کا وقت نہیں مالک! شہر کے سب لوگ آپؑ کے ساتھ ہیں۔ میں ابھی جا کر سب کو بتاتا ہوں۔ ہم سبا والوں سے اپنے جانور چھین کر لے آئیں گے۔''

''کیا میں نے ابھی تجھ سے نہیں کہا کہ میرا کچھ نہیں تھا، سب اللہ کا دیا ہوا تھا۔ اس نے دیا تھا اسی نے لے لیا۔ وہ اگر کسی اور کو دینا چاہتا ہے تو میں اس کے کام میں دخل کیوں دوں۔ سبا والوں پر چڑھائی کروں اور خون بہاؤں۔ میرا شعار صبر کرنا ہے۔ میں نے صبر کیا۔ تو بھی صبر کر۔''

ابھی یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ دوسری چراگاہ سے بھی خبر آ گئی۔ وہاں بھی سارے نوکر قتل کر دیے گئے تھے، صرف ایک نوکر زندہ بچ کر آیا تھا۔ سات ہزار بھیڑیں حملہ آور اپنے ساتھ لے گئے تھے۔ یہ شمالی سرحد کے بابلیوں کی حرکت تھی جو غول در غول آئے اور منٹوں میں سب کچھ تباہ کر کے واپس چلے گئے۔ اس وقت بھی آپؑ نے صبر کیا اور آسمان کی طرف دیکھ کر کہا۔

''اے مالک! جس وقت تو نے سات ہزار بھیڑیں میرے پاس جمع کر دی تھیں تو میں نے تیرا شکر ادا کیا تھا۔ آج تو نے واپس لے لیں تو میرا فرض ہے کہ میں صبر کروں۔ تیرا مال تھا تو نے لے لیا پھر شکایت کیسی؟ میری اولاد تو زندہ سلامت ہے۔ وہ بھی تو میری دولت ہے۔ لوگ ایک نرینہ اولاد کو ترستے ہیں، میرے سات بیٹے ہیں۔ یہ کیا مجھ پر تیری کم مہربانی ہے، جتنا بھی شکر کروں کم ہے۔''

ابلیس یہ تمام باتیں سن رہا تھا اور اندر ہی اندر جل بھن رہا تھا۔ اس کے تمام منصوبے خاک میں مل گئے تھے۔ حضرت ایوب علیہ السلام کی زبان ایک مرتبہ پھر شکوہ خداوندی سے آلود نہیں ہوئی تھی جبکہ ابلیس تو یہ سمجھ رہا تھا کہ مال کا نقصان تو ایسا بڑا دھچکا ہوتا ہے کہ اچھے اچھوں سے صبر کا دامن چھوٹ جاتا ہے۔ حضرت ایوب علیہ السلام اس حال میں بھی شکر ادا کر رہے تھے۔ صبر کا پہاڑ بنے ثابت قدمی سے کھڑے ہوئے تھے۔ ان کے پائے استقلال میں ذرا بھی لغزش نہیں آئی تھی۔

یہ عظیم نقصان ایسا نہیں تھا کہ لوگوں کی نظروں سے پوشیدہ رہتا۔ دن چڑھا تو سب کو تفصیلات معلوم ہو گئیں۔ شہر کے لوگ حضرت ایوب علیہ السلام کے گھر کے سامنے جمع ہو گئے اور ان سے ان کے مال کی وفات پر تعزیت کرنے لگے۔ حضرت ایوب علیہ السلام نے ان سے بھی یہی کہا کہ انسان کو صبر کا دامن نہیں چھوڑنا چاہیے۔

Marfat.com

''جب مجھے اللہ تعالیٰ نے اتنے جانور عطا کیے تھے، اس وقت میرے پاس کوئی یہ کہنے نہیں آیا کہ میں اس کا شکر ادا کروں۔ اب مجھ سے سب کچھ چھن گیا ہے تو کہتے ہیں میں اللہ سے شکایت کروں۔''

ابلیس نے سب کے دلوں میں وسوسے ڈال دیے تھے۔ بدلے کی آگ بھڑکا دی تھی۔ وہ چاہتا تھا کہ لوگوں کے دباؤ میں آ کر حضرت ایوب علیہ السلام حملہ آوروں سے بدلہ لینے پر آمادہ ہو جائیں اور قتل و غارت کے مرتکب ہوں اور وہ اللہ سے کہہ سکے کہ تیرے صابر بندے کا صبر کہاں چلا گیا؟ وہ تو لڑنے مرنے پر آمادہ ہو گیا ہے۔

حضرت ایوب علیہ السلام سے محبت کرنے والے چیخ چیخ کر بدلہ لینے کا مطالبہ کر رہے تھے اور اپنے تعاون کا یقین دلا رہے تھے۔ حضرت ایوب علیہ السلام کسی طرح آمادہ نہ ہوتے تھے۔ آخر تمام لوگ مایوس ہو کر اپنے اپنے گھروں کو لوٹ گئے۔

حضرت ایوب علیہ السلام نے تو فیصلہ کر لیا تھا کہ وہ صبر کریں گے بدلہ نہیں لیں گے لیکن ان کے بیٹوں کو صبر نہیں آتا تھا۔ ساتوں بھائیوں نے ایک جگہ بیٹھ کر غور کرنے اور کسی نتیجے پر پہنچنے کا فیصلہ کیا۔ ان سات بھائیون کا یہ دستور چلا آ رہا تھا کہ ہر ایک بیٹا ایک دن سب کی دعوت کرتا تھا اور چھ بھائی اس کے ساتھ مل کر کھاتے پیتے تھے۔ ان کی تینوں بہنیں بھی اس میں شریک ہو جایا کرتی تھیں۔ سانحہ ایسا ہوا تھا کہ یہ دعوتیں کچھ دنوں کے لیے موقوف ہو جاتیں لیکن بڑے بھائی نے کہا۔ اس طرح تو لوگ سمجھیں گے کہ ہم سوگ منا رہے ہیں۔ اس لیے ہمیں اپنا معمول ترک نہیں کرنا چاہیے۔ ہم مل کر بیٹھیں گے تو اس مسئلے پر غور بھی کر لیں گے۔ اس دن بڑے سے چھوٹے بھائی کی باری تھی لہٰذا اس نے اہتمام کیا اور ساتوں بھائی اور بہنیں وہاں جمع ہو گئے۔

ابلیس تو ایسے موقعے کی تلاش میں تھا۔ حضرت ایوب علیہ السلام کی تمام اولادیں ایک جگہ جمع تھیں، اس سے اچھا موقع اور کون سا ہو سکتا تھا۔ اسے حضرت ایوب علیہ السلام کے مال و متاع کے ساتھ ساتھ ان کی اولاد پر بھی اللہ کی طرف سے اختیار مل چکا تھا کہ تو چاہے تو اولاد کی طرف سے بھی انہیں آزما لے۔ اس نے اسی وقت جنات کے نہایت شریر ٹولے کو جو اس کا مطیع اور فرماں بردار تھا، حکم دیا۔ ''جاؤ اور مکان کی چھتیں اڑا دو، ستون گرا دو اور اس ہوشیاری سے کہ اندر جو بھی ہو، کوئی زندہ نہ رہنے پائے۔''

مشیت ایزدی یہی تھی کہ حضرت ایوب علیہ السلام کو ابتلا میں مبتلا کر کے ان کی آزمائش کی جائے اور پھر جنات کے لیے یہ کون سا مشکل کام تھا۔

ابھی ضیافت کا آغاز بھی نہیں ہوا تھا کہ مکان کی بنیادوں نے زمین چھوڑ دی۔ چھت بیٹھ گئی، ستون لیٹ گئے۔ اردگرد اور مکانات بھی تھے، سب اسی طرح کھڑے تھے صرف وہ مکان زمین بوس ہوا جس میں حضرت ایوب علیہ السلام کی اولادیں موجود تھیں۔ کسی کے زندہ بچ جانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔

''اولاد کا دکھ صاحب اولاد سے پوچھو۔''

اتنی اولادوں کی ناگہانی موت ایسی تھی کہ اچھے اچھوں کے قدم ہل جاتے لیکن جس طرح امتحان لینے والا عظیم تھا اسی طرح آزمائش پر پورا اترنے والا بھی بے مثال تھا۔ لوگ دھاڑیں مار مار کر رو رہے تھے اور چیخ چیخ کر کہہ رہے تھے۔ ''اس سے بڑی آفت اور کیا ہو سکتی ہے؟ ایوبؑ جتنے بھی آنسو بہائیں کم ہیں۔''

حضرت ایوب علیہ السلام اب بھی خدا کا شکر ادا کر رہے تھے۔ ''میرا مال ہی نہیں میری اولاد بھی اسی کی دی ہوئی تھی۔ وہ صاحب اختیار ہے، اولاد دینے میں بھی اولاد لینے میں بھی، پھر میں اس کے اختیار میں دخل کیوں دوں؟ شکایت تو ظالم سے کی جاتی ہے، خدا ظالم نہیں ہے۔''

مال تو صرف حضرت ایوب علیہ السلام کا تھا لیکن اولاد تو بیوی کی بھی تھی۔ جب تک مال اور جانوروں کا معاملہ تھا،

Marfat.com

بیوی خاموش تھی لیکن اب تو اس کی کوکھ اجڑی تھی، وہ کیسے خاموش رہتی۔ اس نے رو رو کر آسمان سر پر اٹھالیا۔

''بڑے خدا کے شکر گزار بنے پھرتے تھے۔ بڑے فخر سے کہا کرتے تھے کہ خدا تم پر بہت مہربان ہے۔ یہی ہے تمہاری راست بازی کا صلہ۔ تمہارے خدا نے تمہارے ساتھ یہ سلوک کیا ہے۔ تم اب بھی اس کی شکایت نہیں کرتے۔ سچی بات یہ ہے کہ اولاد تو میری تھی، تمہیں کیا غم؟''

''تم ابھی غصے میں ہو۔ تمہیں خبر نہیں کہ تم کیا کہہ رہی ہو۔ اللہ سے مغفرت طلب کرو۔ یہ نہ ہو اس کا عذاب ہم پر نازل ہو۔''

''تمہارے پاس اب رہا کیا ہے جو چھن جائے گا۔ مال، مویشی، اولاد، نوکر سب کچھ تو تم سے چھن گیا۔ میں تو سوچتی ہوں، اب ہم گزارہ کیسے کریں گے؟''

''انسان اگر شکر گزار رہے تو بہت سی نعمتیں چھن جانے کے بعد بھی بہت سی نعمتیں رہ جاتی ہیں جن کا شکر ادا ہوسکتا ہے۔ میرے ہاتھ پاؤں سلامت ہیں، میں صحت مند ہوں اور اس صحت مندی پر شکر گزار ہوں۔ جو کچھ چھن گیا ہے اسے دوبارہ لاسکتا ہوں۔ رزق دینے والا میرا مالک ہے۔ ہمارا گزارہ ہوجائے گا۔ تم صبر کرو۔''

مویشیوں کی چوری تک تو لوگوں کی زبانیں بند تھیں۔ وہ اسے دشمنی کا نتیجہ سمجھ رہے تھے لیکن جس طرح مکان گرا اور حضرت ایوب علیہ السلام کی جملہ اولادیں اس کے نیچے دب گئیں، اس سے لوگوں کو کہنے کا موقع مل گیا۔ اب جگہ جگہ باتیں ہورہی تھیں کہ حضرت ایوب علیہ السلام پر اللہ کا عذاب نازل ہوا ہے۔ کہنے والے کہہ رہے تھے۔ ''وہ بظاہر نیک نظر آتے تھے لیکن یقیناً کسی ایسے گناہ میں مبتلا تھے جس کی سزا اللہ نے انہیں دی ہے۔'' یہ باتیں آپؑ تک بھی پہنچ رہی تھیں۔ آپؑ نے ان طعنوں کو برداشت کیا۔ عبادت میں مشغول رہے لیکن خدا سے کبھی یہ تک نہیں کہا کہ تو نے یہ میرے ساتھ کیا کردیا؟ اسے بھی کہیں شکایت نہ سمجھ لیا جائے۔ آپؑ کے لبوں پر نہ اپنے نقصان کی شکایت تھی نہ لوگوں کے رویے کی۔ عبادتوں میں اور اضافہ ہوگیا تھا تاکہ شکر گزاری کا زیادہ سے زیادہ موقع مل سکے۔ کبھی کبھی باہر نکلتے تو آپؑ کی جانب انگلیاں اٹھتیں۔ جب آپؑ کے پاس دولت تھی تو بڑے بڑے امراء آپؑ سے بات کرتے ہوئے جھجکتے تھے لیکن ان واقعات کے بعد یہ حال ہوگیا کہ نوجوان آپؑ کو دیکھ کر قہقہے لگانے لگے۔ آپؑ نے اس پر بھی صبر کیا۔

ابلیس کے لیے یہ صورت حال شدید ناقابل برداشت تھی۔ وہ تو سمجھ رہا تھا کہ اولاد کا نقصان اٹھانے کے بعد ایوب (علیہ السلام) ضرور صبر کا دامن چھوڑ دیں گے لیکن وہ دیکھ رہا تھا کہ آپؑ کے پائے ثبات میں اب بھی لغزش نہیں آئی ہے۔ اس نے ایک اور حربہ استعمال کیا۔ اس نے حضرت ایوب علیہ السلام کے بیٹوں کے استاد کا روپ دھارا اور تعزیت کے لیے حضرت ایوب علیہ السلام کی خدمت میں پہنچ گیا۔ اس نے لڑکوں کی صفات اس خوبی سے بیان کیں اور ایسی پر اثر تقریر کی کہ آپؑ کا دل بھر آیا اور گریہ طاری ہوگیا۔ آپؑ نے ایک مشت خاک اپنے سر پر ڈالی اور شدت جذبات سے اپنے بال نوچنے لگے۔ ابلیس کو بے حد خوشی ہوئی۔ یہ عمل اس کے حق میں بہت غنیمت تھا۔ وہ سمجھ گیا کہ اب حضرت ایوب علیہ السلام کا پیمانہ صبر لبریز ہوگیا۔ وہ وہاں سے فوراً رخصت ہوگیا کہ عرش الٰہی تک پہنچ کر یہ خبر سنادے کہ جسے تو صابر کہتا تھا اس نے گریہ کیا اور سر پہ خاک ڈالی۔

اس کے اٹھتے ہی حضرت ایوب علیہ السلام کو اپنی غلطی کا احساس ہوا انہوں نے نادانستگی میں اپنی عادت کے برخلاف کام کیا۔ آپؑ فوراً سجدے میں گر کر توبہ واستغفار کرنے لگے۔

''الٰہی! مجھ سے بھول ہوئی۔ مجھے معاف کردے۔ میں تو دنیا میں تن برہنہ آیا تھا۔ جو کچھ مجھے ملا وہ تیرا ہی تو تھا۔ تو نے ہی اسے واپس لے لیا پھر شکایت کیوں۔ میرے لیے تو صبر ہی لازم ہے۔''

اس سے پہلے کہ ابلیس عرش پر پہنچتا، فرشتے اس توبہ کو لے کر آسمان پر پہنچ گئے۔ توبہ قبول ہوئی۔ ابلیس منہ دیکھتا رہ

Marfat.com

گیا۔

''ہم نہ کہتے تھے، کہ ایوب صالح قلب اور پاکیزہ عقل رکھتا ہے۔ اگر وہ غلطی کرتا بھی ہے تو اس کی عقل اسے ٹوک دیتی ہے۔'' اللہ نے اسے مخاطب کیا۔ ''کیا تو نے نہیں دیکھا کہ اس کا مال واسباب ضائع کر دیا گیا، اولاد بھی ہلاک ہوگئی، مویشی چھن گئے، نوکر چاکر مارے گئے۔ دنیاوی سامان جتنا تھا سب جاتا رہا، اس کے باوجود وہ راستی پر قائم ہے۔ اپنے ہم وطنوں کے طعنے سن رہا ہے، بیوی جھگڑ رہی ہے مگر وہ صبر کیے جاتا ہے۔ کیا اب بھی تجھے آزمائش کی ضرورت ہے؟''

''اس کا جسم ابھی تندرست ہے۔ وہ کیوں گناہ کی بات منہ سے نکالے گا۔ اسے امید ہے کہ اس کے ہاتھ پاؤں سلامت ہیں۔ وہ پھر اتنا ہی مال ومتاع جمع کر لے گا۔ صحت وتندرستی انسان کے لیے بڑی نعمت ہے۔ یہ نعمت بھی اگر اس سے چھن جائے تو پھر میں دیکھتا ہوں وہ کیسے تیرا شکر ادا کرتا ہے۔''

''جا، تو یہ بھی کر کے دیکھ لے۔ میں تجھے اس کی صحت پر بھی اختیار دیتا ہوں لیکن یاد رکھ، تجھے اس کی زبان، دل اور عقل پر اختیار نہیں ہوگا۔ زبان جس سے وہ میرا ذکر کرتا ہے، دل جس سے وہ مجھے یاد کرتا ہے، عقل سے وہ اچھا برا پہچانتا ہے۔''

ابلیس پھر خوش ہوگیا۔ ناامیدی کے درخت پر امید کے پھل آ گئے۔ وہ عرش سے اس طرح اترا جیسے مکھی، مٹھائی کی طرف لپکتی ہے۔ وہ جس وقت حضرت ایوب علیہ السلام کے پاس پہنچا، آپؑ سجدے میں مشغول تھے۔ اس سے بہتر موقع اسے کوئی اور نہیں مل سکتا تھا۔ یہی وہ وقت تھا جب آپ گردوپیش سے بے خبر تھے، ابلیس نے آپ کے گلے میں شیطانی پھونک ماری اور اپنا کارنامہ اپنے ساتھیوں کو سنانے کے لیے روانہ ہوا۔

حضرت ایوب علیہ السلام نے بہ مشکل سجدے پورے کیے۔ انہیں یوں محسوس ہوا جیسے ان کے چاروں طرف آگ کے الاؤ بھڑکنے لگے ہیں جن کی آنچ ان کے بدن کو جھلسائے دے رہی تھی۔ ان کا جسم شمع کے مانند پگھلنے لگا۔ اٹھنے بھی نہیں پائے تھے کہ گھبرا کر پیراہن چاک کر دیا۔ پورا بدن آبلوں سے بھر گیا تھا۔ آپؑ پر وحشت سی طاری ہوگئی۔ زور زور سے بیوی کو آوازیں دینے لگے۔ وہ نیک بخت گھبرائی ہوئی آئی۔ آپ کے بدن اور چہرے پر نظر پڑی تو اس کے منہ سے چیخ نکل گئی۔

''یہ کیا ہوا؟ آپؑ کے بدن پر تو آبلے پڑے ہوئے ہیں۔''

''میں تو خود حیران ہوں، یہ مجھے ہوا کیا ہے؟ میں تو سجدے میں تھا۔ اپنے رب کو یاد کر رہا تھا کہ یوں لگا جیسے کسی نے دہکتے ہوئے انگارے میرے جسم میں بھر دیے ہوں۔ پورا بدن آبلوں سے بھر گیا۔''

''بس یہی ہونا باقی رہ گیا تھا۔ کیا اب بھی اپنے رب کا شکر ادا کرتے رہو گے؟''

''کیوں اب کیا ہوگیا؟ تندرستی بھی تو اس کی دی ہوئی تھی اب بیماری کا دکھ دیا گیا ہے تو اسے بھی صبر وشکر کے ساتھ جھیلنا چاہیے۔''

''تمہیں تو کوئی سمجھا ہی نہیں سکتا۔ مصیبت تو میری ہے، اب میں تمہارے علاج کے لیے باہر نکلتی ہوں۔''

آپؑ کی زوجہ نے سخت سست تو بہت کہہ لیا تھا لیکن شوہر کے سابقہ احسانات کو یاد کیا تو آبدیدہ ہوگئیں اور آپؑ کو اس بیماری سے نجات دلانے کے لیے باہر نکلیں۔ اس شہر میں ایک بوڑھا حکیم تھا جو جڑی بوٹیوں سے لوگوں کا علاج کرتا تھا۔ آپ سیدھی اس کے گھر پہنچیں اور شوہر کی بیماری سے آگاہ کیا اور علاج کے لیے درخواست کی۔ وہ بوڑھا بیماری کی تفصیل سن کر سوچ میں پڑ گیا اور پھر اپنی دواؤں کا صندوق اٹھا کر زوجہ، حضرت ایوب علیہ السلام کے ساتھ چل دیا۔

اس بوڑھے نے حضرت ایوب علیہ السلام کو دیکھا تو حکیم ہونے کے باوجود بری طرح گھبرا گیا۔ ایسا مریض اس نے اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ پہلے تو وہ یہی سمجھا کہ ان کے جسم پر بہت سے انگارے ایک ساتھ گر گئے ہیں یا یہ انگاروں

Marfat.com

پر گر گئے ہیں لیکن جب حقیقت معلوم ہوئی تو پریشان ہو گیا۔ اس نے ایسی بیماری ہی نہیں دیکھی تھی تو علاج کیا کرتا۔ حضرت مجاہدؒ سے مروی ہے کہ حضرت ایوب علیہ السلام پہلے انسان ہیں جن کو چیچک نکلی تھی۔

یہ غالباً چیچک تھی جسے ظاہر ہے کہ وہ بوڑھا حکیم نہیں سمجھ سکا۔ اس کا علاج بھی اس وقت کوئی نہ جانتا تھا۔ اس حکیم نے اپنی دانست میں ایسی جڑی بوٹیاں آپؑ کے جسم پر مل دیں جو آگ سے جل جانے والے لوگوں کے جسم پر وہ مل دیا کرتا تھا اور گھر چلا آیا۔ دوسرے دن وہ حضرت ایوب علیہ السلام کو پھر دیکھنے آیا۔ آبلے پھوٹ گئے تھے اور ان سے پانی رسنے لگا تھا۔ حکیم خوش ہو گیا کہ علاج ہو گیا۔ اب یہ آبلے خشک ہو جائیں گے۔ اس نے آپؑ کے جسم پر کسی دوا کا لیپ کر دیا لیکن ہوا یہ کہ آبلے پھر نمودار ہو گئے۔ دوا لگانے کے بعد آبلے پھوٹ جاتے تھے لیکن پھر نکل آتے تھے۔ جب کئی مرتبہ ایسا ہو چکا تو حکیم نے علاج سے معذرت کر لی۔

''انہیں کوئی ایسا مرض ہے جس کا علاج میرے پاس نہیں تو کسی کے پاس بھی نہیں۔ انہیں ان کے حال پر چھوڑ دو۔''

وہ انہیں ان کے حال پر کیسے چھوڑ سکتی تھی۔ غصے میں بہت کچھ کہہ لیتی تھی لیکن شوہر کی محبت بھی دل میں تھی۔ گھریلو چٹکلے کرتی رہی لیکن مرض روز بہ روز بڑھتا ہی چلا گیا۔ مال و دولت پاس ہوتا تو آنسو خشک بھی ہو جاتے لیکن اب تو گھر کی تنگی بھی تھی اور شوہر کی نہ سمجھ میں آنے والی علالت بھی۔

بیماری کا راز کب تک چھپا رہتا۔ شہر میں سب کو معلوم ہو گیا کہ حضرت ایوب علیہ السلام کو ایسی بیماری ہو گئی ہے جو اس سے پہلے دیکھی نہ سنی۔ جو دیکھنے آتا تھا مایوس ہو کر جاتا تھا۔ کچھ اور وقت گزرا تو لوگوں نے ان کی بیماری کا سلسلہ ان کے ہونے والے نقصانات سے جوڑنا شروع کر دیا۔ پہلے تو ان کے کھیت اجڑے، پھر مویشی ہاتھ سے چلے گئے۔ اولاد جتنی تھی سب چھن گئی اور اب وہ ایسی بیماری میں مبتلا ہیں۔ یہ سب تو عذاب کی نشانیاں ہیں۔ ان سے کوئی ایسا گناہ سرزد ہوا ہے کہ اللہ کا عذاب ان پر نازل ہوا ہے۔ اگر یہی حال رہا تو یہ عذاب پوری بستی کو اپنی لپیٹ میں لے لے گا۔ کم از کم یہ تو ہوگا ہی کہ ان کے پاس جانے والے اور ان سے تعلق رکھنے والے بھی اس بیماری میں مبتلا ہو جائیں۔ لوگوں نے آپؑ کے پاس آنا چھوڑ دیا۔ آپؑ اس حال میں بھی شکر گزار بندے بنے رہے۔ زبان پر ہر وقت ذکر خداوندی جاری تھا۔ ''اے خدا! مجھے وہ وقت یاد ہے جب میں تندرست تھا۔ اس وقت مجھے کتنی خوشی ہوتی تھی۔ اب اگر مصیبت آ گئی ہے تو صبر و شکر سے کام کیوں نہ لوں۔''

بیوی ان کی شکر گزاری دیکھتی تھی اور دل ہی دل میں کڑھتی رہتی تھی۔ کبھی کبھی کہہ بھی اٹھتی تھی۔ ''ابھی تک اس کی شکر گزاری کرتے ہو جس نے تمہیں اس انوکھی مصیبت میں ڈال دیا ہے۔ اس سے شکایت کیوں نہیں کرتے؟ تم نے آخر ایسا کیا، کیا ہے جس کی تمہیں سزا مل رہی ہے؟''

''ایسے کفریہ کلمات منہ سے مت نکالو'' آپؑ کہتے۔ ''یہ سزا نہیں آزمائش ہے۔ مجھے اس آزمائش پر پورا اترنے دے۔ میرا حوصلہ مت توڑ۔ جس کا ایمان جتنا مضبوط ہوتا ہے اتنی ہی تکالیف ہوتی ہیں۔ ہمیں اس صبر کا پھل ضرور ملے گا۔''

''جانے کب ملے گا؟ ابھی تو تم ٹھیکروں سے اپنی کھال رگڑ رہے ہو۔''

''نیک بخت وہ دن بھول گئی جب خداوند میری حفاظت کرتا تھا۔ اس کا چراغ میرے سر پر تھا۔ میں تاریکی میں روشنی پر چلتا تھا۔ جب میں اپنے پاؤں مکھن سے دھوتا تھا۔ جب چٹان میرے لیے تیل کے چشمے بہاتی تھی۔ جب شہر کے دروازے پر جاتا اور تخت پر بیٹھتا، تو جوان مجھے دیکھ کر ٹل جاتے۔ بڑے بڑے لوگ مجھ سے بات کرتے ہوئے جھجکتے تھے اور امراء اپنی زبان تالو سے لگا لیتے تھے۔ اس لیے جس کان نے مجھے سنا، اس نے تعریف کی اور جس آنکھ نے مجھے دیکھا میری گواہی دی کیونکہ میں نے ہر فریاد کرنے والے مسکین اور بے یار و مددگار کی مدد کی اور ہر بیوہ کے دل کو خوشی کا گانا میری

Marfat.com

وجہ سے نصیب ہوا۔ میں اندھوں کی آنکھ، لنگڑوں کا پاؤں اور غریبوں کا باپ تھا۔'' (بائبل)

بیوی یہ سن کر خاموش ہو جاتی کیونکہ اس میں ایک لفظ بھی غلط نہیں تھا لیکن یہ بات اس کی سمجھ میں پھر بھی نہیں آتی کہ آخر یہ سب کچھ چھن کیوں گیا اور اگر چھن بھی گیا تو اس کا شوہر اس کی شکایت کیوں نہیں کرتا؟

وقت اسی طرح آگے بڑھتا رہا۔ شفایاب تو کیا ہونا تھا، بیماری نے اور بھی کل پرزے نکالنے شروع کر دیے۔ اب بدن پر پڑنے والے آبلے خاموش ہو گئے تھے لیکن بے پناہ خارش نے بولنا شروع کر دیا تھا۔ یہ خوفناک صورت حال تھی۔ کیڑے جسم کو کاٹنے لگے تھے۔ آپؑ ہر وقت اپنا بدن کھجاتے رہتے۔ آپ کی بیوی نے راکھ کا ڈھیر بچھا دیا جس پر آپؑ بیٹھ گئے اور ایک ٹھیکرے سے جسم کو کھجانا شروع کر دیا۔ ٹھیکرے کی رگڑ سے جسم پر زخم پڑ جاتے جن سے خون رسنے لگتا۔ بعض زخم پک گئے تھے جن سے پیپ بہتی رہتی۔ اس وقت بھی آپؑ کی زبان سے حمد وثنا کے سوا کوئی کلمہ نہ ہوتا تھا۔

حضرت ایوب علیہ السلام اتنی تکلیف میں مبتلا ہونے کے باوجود اپنے رب کی حمد وثنا میں مصروف رہتے اور ہر حالت میں خدا کا شکر ادا کرتے رہتے تھے۔

عزیز واقارب نے ساتھ چھوڑ دیا تھا، ملنے جلنے والوں نے کنارہ کشی اختیار کر لی تھی مگر بیوی ابھی تک ان کے خیالات سے اختلاف رکھنے کے باوجود ان کے ساتھ تھی۔

سفر ایوبؑ، تورات میں ہے کہ اس عالم تنہائی میں آپؑ کے تین دوست جو غالباً اب تک شہر سے باہر تھے اور حضرت ایوب علیہ السلام کے حال سے غافل تھے آپؑ کے پاس چراغ کی طرح آئے اور آگ کی طرح برس گئے۔ ان تینوں کے نام تھے قیمتی الیغز، ضوفر نعماتی، سوخی بلدو۔

ان دوستوں نے جب پہلے پہل حضرت ایوبؑ کو دیکھا تو پہچان نہ سکے۔ پہچانتے بھی کیا۔ راکھ پر بیٹھا ہوا ہڈیوں کا ڈھانچا، جس کا گوشت جگہ جگہ سے ادھڑا ہوا تھا۔ حضرت ایوبؑ کیسے ہو سکتے تھے لیکن انہیں یقین کرنا پڑا جب انہوں نے حضرت ایوبؑ کی آواز سنی۔

''مجھے دیکھو، میرے کھانے کی جگہ میری آہیں ہیں۔ میرا کراہنا آبلوں کے پانی کی طرح جاری ہے۔ دوستو! جس بات سے میں ڈرتا ہوں، وہی مجھ پر آتی ہے اور جس بات کا مجھے خوف ہوتا ہے وہی مجھ پر گزرتی ہے کیونکہ مجھے چین ہے نہ آرام۔ نہ مجھے کل پڑتی ہے بلکہ مصیبت ہی آتی ہے۔''

تینوں دوست یہ سن کر اور آپؑ کی حالت آنکھوں سے دیکھ کر سخت متاثر ہوئے۔ دل میں سوچ رہے تھے کہ حضرت ایوبؑ سے کوئی سخت گناہ سرزد ہوا ہے تب ہی اس مصیبت میں مبتلا ہیں لیکن کچھ کہتے ہوئے مروت آڑے آ رہی تھی۔ جو شخص اس حال میں ہو، اسے شرمندہ کرنا اچھا نہیں لگ رہا تھا۔ آخر تیمنی سے رہا نہیں گیا۔ اس نے کچھ دیر کے سکوت کے بعد اپنے دل کا حال زبان کے سپرد کر دیا۔

''ایوب! اگر ہم تجھ سے ایک بات کہیں تو کیا تو ناراض ہوگا؟ میں بولے بغیر نہیں رہ سکتا۔ (بے شک) تو نے بہتوں کو سکھایا۔ کمزور ہاتھوں کو مضبوط کیا۔ تیری باتوں نے گرتے ہوئے کو سنبھالا اور تو نے لڑکھڑاتے گھٹنوں کو مضبوط کیا مگر اب تو تجھ پر آ پڑی ہے۔ ذرا یاد کر کہیں کبھی کوئی معصوم تیرے ہاتھوں ہلاک تو نہیں ہوا۔ ایسا تو کبھی نہیں ہوتا کہ کوئی بے گناہ ہوتے ہوئے بھی ہلاک ہوا اور کہاں صادق مارے گئے۔'' (باب ۴)

حضرت ایوبؑ کی تکلیف میں کئی گنا اضافہ ہو گیا۔ انہیں محسوس ہوا کہ جیسے ان کا دوست ڈھکے چھپے لفظوں میں کہنا چاہ رہا ہے کہ جو فصل بوئی جاتی ہے، وہی کاٹی جاتی ہے۔ مجھے ضرور کسی گناہ کی پاداش میں یہ سزا دی گئی ہے۔ جیسے ان کا دوست کہہ رہا ہو کہ جب تو نے کوئی گناہ کیا نہیں تو یہ سزا کیوں مل رہی ہے؟

''میرے دوست! مجھے یاد نہیں کہ میں نے ایسا کوئی کام کیا ہو جس کی پاداش میں مجھے یہ سزا دی گئی ہو۔ مجھے تو نہ یاد

Marfat.com

ہے کہ میں غریب کو، جب وہ فریاد کرتا تھا، چھڑاتا تھا۔ میں نے ہر فریاد کرنے والے مسکین اور بے یارو مددگار کی مدد کی اور ہر بیوہ کو اتنا خوش کرتا تھا کہ وہ خوشی سے گانے لگتی تھی۔ میں ہمیشہ راست باز رہا ہوں۔ کون نہیں جانتا کہ میں اندھوں کے لیے آنکھیں تھا، لنگڑوں کے لیے پاؤں تھا۔ میں نے شیر کے دانت توڑ دیے۔ میری بات لوگ سنتے تھے اور خاموشی سے میری نصیحت کا انتظار کرتے تھے۔''

ان کا دوست اب بھی اصرار کر رہا تھا کہ حضرت ایوب علیہ السلام ضرور گناہگار ہیں۔ وہ برابر کہے جا رہا تھا۔ ''کسی گناہ کے بغیر تیری یہ حالت کیونکر ہوگئی؟ اے ایوبؑ! جو خدا کو بھول جاتے ہیں ان کا یہی حال ہوتا ہے۔''

حضرت ایوب علیہ السلام نے اپنے دوستوں کو سمجھانے کی کوشش کی، دلائل دیے مگر وہ برابر بحث کیے جا رہے تھے۔

ضوفر نعماتی بہت دیر سے خاموش بیٹھا تھا۔ بالآخر وہ بھی بول پڑا۔ اس نے بہت سخت لہجے میں حضرت ایوبؑ کو مخاطب کیا۔ ''کیا طول کلام کا جواب نہ دیا جائے اور کیا کوئی شخص اپنی زیادہ گوئی سے بے گناہ ٹھہرے۔ جان رکھ کہ خدا نے تیری بدکاری کا بہت ہی کم بدلہ لیا ہے۔ کیا تو اپنی تلاش سے خدا کا بھید پا سکتا ہے۔'' (باب ۱۱)

حضرت ایوبؑ نے اسے سمجھایا۔ ''انسان ناقص العقل ہے۔ مشیت الٰہی کے اسرار و علم نہیں سمجھ سکتا۔ مشیت الٰہی کے اسرار و حکم لامحدود ہیں۔ انسانی فہم سے بالاتر۔'' انہوں نے مزید کہا۔

''فریب کھانے والا اور فریب دینے والا دونوں اس کے ہیں۔ وہ ایمان دار مشیروں کو لٹوا کر اسیری میں لے جاتا ہے اور عدالت کرنے والوں کو بے وقوف بنا دیتا ہے۔ بادشاہی اختیارات سلب کر لیتا ہے اور شاہی بندھنوں کو کھول ڈالتا ہے۔ وہی کاہنوں کو تباہ کر کے قید خانے میں لے جاتا ہے اور بڑے بڑے زبردستوں کو پچھاڑ دیتا ہے۔ جنہیں اپنی گویائی پر بھروسا ہوتا ہے وہ اس قوت سے اسے محروم کر دیتا ہے۔ وہ قوموں کو بہت زیادہ ترقی دے کر ہلاک کر دیتا ہے۔ بہت سی قوموں کے سرداروں سے ان کی عقلیں چھین لی جاتی ہیں۔ انہیں اندھیرے بیابان میں بھٹکنے کیلئے پہنچا دیا جاتا ہے۔ وہاں انہیں روشنی نہیں ملتی۔ روشنی کے بغیر تاریکی میں ٹٹولتے پھرتے ہیں۔

اے میرے دوستو! میری آنکھوں نے یہ سب کچھ دیکھا ہے اور میری عقل نے سمجھ بھی لیا ہے۔''

حضرت ایوب علیہ السلام اپنے دوستوں کو خدا کے بے پناہ اختیارات سے آگاہ کر کے یہ سمجھانے کی کوشش کر رہے تھے کہ خدا جو چاہے کر سکتا ہے۔ وہ جس کو جس حال میں رکھنا چاہے رکھے۔ ضروری نہیں کہ میں گناہ گار ہوں۔ اس کی مشیت کو وہی سمجھ سکتا ہے کہ اس نے مجھے اس بیماری میں کیوں مبتلا کیا ہے۔

نعماتی نے مذاق اڑانے کے انداز میں قہقہہ لگایا۔ ''بہت خوب! ایسا لگتا ہے کہ تو نے خدا کی مصلحتوں کو جان لیا ہے اور تجھے عقل مندی کے ٹھیکے دار ہونے کا یقین ہوگیا ہے۔ تو کن انسانوں کی بات کر رہا ہے۔ انسان ہے ہی کیا کہ وہ پاک ہو۔ وہ جو عورت سے پیدا ہوا اس کا کیا اعتبار کہ صادق ہو۔ عام انسانوں سے قطع نظر اس کی بات کر جو گھناؤنا اور بہت برا ہے۔ یہ آدمی تو بدی کو پانی کی طرح پی جاتا ہے۔ شریر آدمی اپنے شر کی وجہ سے ساری عمر درد سے کراہتا رہتا ہے مگر اپنی شرارتیں نہیں چھوڑتا۔''

دوستوں کی باتیں آپ کو مسلسل دکھ پہنچا رہی تھیں۔ وہ تنہائی سے اکتا گئے تھے۔ دوستوں کی صورت دیکھ کر خوش ہوئے تھے کہ چلو کوئی تو حوصلہ دلانے والا آیا مگر دوستوں نے تو وہ کچھ کہہ دیا جو کسی نے نہیں کہا تھا۔ اپنی باتوں سے دل میں تیر ترازو کر دیے، زخموں کے انبار لگا دیے۔ آپ نے متحمل ہو کر شکوہ کیا۔

''اگر میری جگہ تم ہوتے۔ تم اس مہلک مرض میں مبتلا ہوتے تو میں اپنی زبان سے تم میں حوصلہ پیدا کرتا۔ تمہاری غم گساری کرتا۔ تمہیں تسلی دیتا۔ میرا گواہ آسمان پر ہے اور میرا ضامن عالم بالا پر ہے۔''

سوخی بلدو اب تک چپ تھا لیکن اب اس نے بھی بولنا ضروری سمجھا۔ ''تو آسمان کو اپنا گواہ بنا رہا ہے اور کہتا ہے کہ

Marfat.com

عالم بالا پر تیرا ضامن بیٹھا ہے۔ اتنی بڑی بڑی باتیں مت کر۔ تیرے وجود اور عدم سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اگر تو نہ رہا تو کیا زمین اجڑ جائے گی۔ مجھے تو ایسا لگتا ہے کہ خدا عادل ہے۔ وہ شریر کا چراغ گل کر دے گا۔''

حضرت ایوب علیہ السلام نے کہا۔'' تو میرے مقابلے میں اپنی بڑائی کرتا ہے اور نہیں جانتا کہ مجھے خدا نے پست کیا ہے۔ میں نے اپنی کھال پر ٹاٹ کو سی لیا ہے اور اپنا سر خاک پر رکھ دیا ہے۔ میرے بھائی مجھ سے دور ہو گئے، شناسا بے گانہ ہو گئے۔ میرا سانس میری بیوی کے لیے مکروہ ہے ان سب کے باوجود میں جانتا ہوں کہ مجھے چھٹکارا دینے والا زندہ ہے۔ یہ کھال جو برباد ہو چکی ہے اس کے ہوتے ہوئے اپنے جسم کے ساتھ خدا کو دیکھوں گا اور جیسے میں دیکھوں گا کوئی بے گانہ آنکھ سے نہیں دیکھ سکے گا۔''

تیمنی الیغز نے آپ کو پھر نصیحت کی کہ وہ (حضرت ایوب علیہ السلام) خدا کی نافرمانی چھوڑ دیں۔ اس دوست کے نزدیک آپؑ کی بیماری کا سبب یہ تھا کہ وہ خدا کے نافرمان ہو گئے تھے۔

''اے ایوبؑ! اس سے ملا رہ تو سلامت رہے گا۔ میں تجھ سے خوشامدانہ کہتا ہوں کہ شریعت کو اس کی زبانی قبول کر اور اس کی باتوں کو اپنے دل میں رکھ لے۔ اگر تو قادر مطلق کی طرف پھر جائے گا تو اس مرض سے چھٹکارا پا لے گا۔''

حضرت ایوب علیہ السلام نے کہا۔'' وہ جو دلوں کا حال جانتا ہے اسے معلوم ہے کہ میں نے کون سا راستہ اختیار کر رکھا ہے۔ میرے پاؤں اس کے قدموں سے لگے ہوئے ہیں۔ میں بھٹی میں ڈالا گیا ہوں، وہ جب چاہے گا میں سونے کے مانند نکل آؤں گا۔ وہ جو جی چاہے کرے میں دم نہیں مار سکتا کیونکہ میں جانتا ہوں کہ اس نے جو کچھ میرے لیے مقرر کر دیا ہے وہ ضرور پورا ہو گا۔''

''ہم تو پھر بھی یہ کہیں گے کہ اگر تو راست باز ہوتا تو غلیظ بیماری میں مبتلا نہ ہوتا۔ تو اگر حق پر ہوتا تو خدا سے شکوہ ضرور کرتا۔''

''دوست، میں خود کو حق پر سمجھنے کے باوجود اللہ سے شکوہ نہیں کر سکتا۔ اپنے بارے میں جانتا ہوں کہ کامل ہوں پر میں اپنے آپ کو کامل نہیں سمجھتا۔''

''ہماری عقلیں تو یہی کہتی ہیں کہ جو کچھ تجھ پر بیتی یا بیت رہی ہے وہ کسی گناہ کا خمیازہ ہے۔'' تینوں دوستوں نے بہ یک آواز کہا۔

''دوستو! میں نے جو کچھ کہا اس پر اپنے دستخط کرنے کو تیار ہوں۔ اب قادر مطلق ہی جواب دے سکتا ہے کہ اس میں کتنا سچ ہے اور کتنا جھوٹ۔ اگر زمین میرے خلاف دہائی دیتی ہو کہ یہ برا آدمی ہے جو مجھ پر چلتا ہے تو مجھے برا سمجھو لیکن زمین جانتی ہے کہ میں نے جو پھل کھائے اس کی قیمت ادا کی۔''

حضرت ایوب علیہ السلام نے اپنے ان دوستوں کے اس الزام کو تسلیم نہیں کیا اور مناظرے میں ان کو بتایا کہ میں بے گناہ ہوں اور یہ مصیبت خدا کی جانب سے ایک امتحان ہے اور ہم اس کی حکمتوں کا احاطہ نہیں کر سکتے چنانچہ خدا تعالیٰ نے حضرت ایوب علیہ السلام کے کلام کی تصدیق کی اور ان کے دوستوں کو قصوروار ٹھہرایا۔

''اور ایسا ہوا کہ جب خداوند، ایوب سے یہ باتیں کہہ چکا تو خداوند نے تیمنی الیغز سے کہا کہ میرا غضب تجھ پر اور تیرے دونوں دوستوں پر بھڑکا ہے کیونکہ تم نے میری بابت حق باتیں نہیں کہیں جیسی میرے بندے ایوب نے کہی ہیں۔'' (باب ۴۲ آیات ۷)

دوستوں کے رخصت ہو جانے کے بعد آپؑ کی آنکھیں بہت دیر تک آنسو بہاتی رہیں۔ یہ دکھ بڑا جان لیوا ہوتا ہے کہ جنہیں ہم دوست اور ہمدرد سمجھیں وہی ہماری نیت پر شک کریں۔

☆......☆......☆

Marfat.com

طویل عرصہ گزر چکا تھا۔ بیماری طول پکڑتی جارہی تھی۔ پھوڑوں سے ہروقت پانی رستا رہتا تھا۔ اس پانی میں بو بھی تھی جو دوسروں کے لیے ناقابل برداشت تھی۔ عزیز رشتے داروں نے قطع تعلق کرلیا تھا۔ پڑوسی بھی آپ کی دیواروں سے بچ کر گزرتے تھے۔ بیماری کی طوالت نے لوگوں کو یہ یقین الگ دلا دیا تھا کہ ایوبؑ گناہگار ہیں اور خدا انہیں سزا دے رہا ہے۔ بیوی کے سوا کوئی بھی نہیں تھا جسے ان کی آنکھیں کبھی کبھی دیکھ لیا کرتی تھیں کیونکہ وہ بھی ہروقت ان کے سامنے نہیں بیٹھ سکتی تھیں۔ ذکر خدا اب بھی زبان پر جاری تھا۔ ادھڑے ہوئے جسم میں صبر کی طاقت اب بھی موجود تھی۔

ایک دن چند پڑوسی ہمت کرکے آپؑ کے پاس آئے اور کہا۔ ''اے ایوبؑ! تمہارے زخموں کی بدبو نے ہم کو پریشان کررکھا ہے۔ ہمیں یہ بھی ڈر ہے کہ تمہاری بیماری کہیں ہمیں بھی نہ لگ جائے۔ اس لیے اب تم یہ بستی چھوڑ کر کہیں چلے جاؤ۔''

''میری اس بیماری کو سات سال ہوچکے ہیں۔ اگر یہ بیماری کسی اور کو لگنا ہوتی تو لگ چکی ہوتی۔''

''کیا خبر اب لگ جائے۔''

''تم لوگ آخر سمجھتے کیوں نہیں۔ یہ بیماری نہیں ہے جو کسی اور سے باز پرس کرے گی۔ یہ تو میری آزمائش ہے۔ یہ میرا اور خدا کا معاملہ ہے۔ تم اس سے دور رہو۔''

''بس ایوبؑ بس! ہم تمہاری یہ باتیں بہت سن چکے ہیں۔ جب خدا تمہیں سزا دے رہا ہے تو ہم پناہ دینے والے کون ہوتے ہیں۔''

''یہ سزا نہیں امتحان ہے۔''

''بس، ہمیں بخشو اور اپنا ٹھکانا کہیں اور کرلو۔''

''کیا تم لوگ میرے سب احسان بھول گئے جو یوں بستی سے نکال رہے ہو؟''

''ہمیں سب یاد ہے لیکن ہم مجبور ہیں۔ تم خود چلے جاؤ ورنہ ہم تمہیں کہیں پھینک آئیں گے۔''

آپ کی بیوی یہ سب باتیں ایک پردے کی اوٹ سے سن رہی تھیں۔ جب وہ چلے گئے تو آپ سامنے آگئیں۔ حضرت ایوب علیہ السلام اتنی باتیں کرنے کے بعد نڈھال سے ہوگئے تھے۔

''تمہاری بیماری اب تمہیں یہاں رہنے بھی نہیں دے گی۔ تم اپنے خدا سے کچھ کہتے کیوں نہیں؟''

''وہ سب دیکھ رہا ہے۔''

''وہ دیکھ رہا ہے تو ہماری مصیبتیں ٹال کیوں نہیں دیتا۔ ہم کب تک اس کا شکر ادا کرتے رہیں۔ کیا سب ہمارا فرض ہے، اس کا نہیں؟''

''تو نے اس وقت میرا دل دکھایا ہے۔ میں قسم کھاتا ہوں کہ صحت مند ہوجانے کے بعد تیرے سو درے لگاؤں گا تاکہ تیرا دماغ ٹھیک ہوجائے۔''

''مجھے سزا بعد میں دے لینا پہلے پڑوسیوں پر غور کرو اور سوچو ہم یہاں سے کہاں جائیں گے؟''

''یہاں بھی میں کون سا آرام سے ہوں۔ جو خدا یہاں ہے وہ کہیں اور بھی ہوگا۔ جہاں چاہو مجھے پھینک آؤ۔''

زوجہ کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔ مصیبتوں سے تنگ آکر نہ جانے کیا کیا منہ سے نکل جاتا تھا لیکن اب جو شوہر سے مفارقت کا خیال آیا تو آنکھیں بھر آئیں۔

''ہم تو اس قابل بھی نہیں رہے کہ پڑوسیوں سے دشمنی مول لے سکیں۔ دیکھو میں کوئی انتظام کرتی ہوں۔''

حضرت ایوب علیہ السلام کے دو بھائی تھے جو کبھی کبھی آکر خیریت دریافت کرجاتے تھے۔ حضرت ایوب علیہ السلام کی زوجہ نے ان سے کہا کہ ایوبؑ کو کہیں دور لے جانے میں ان کی مدد کریں۔ اب سوال یہ تھا کہ کہاں لے جایا جائے۔

Marfat.com

مختلف تجویزیں سامنے آ رہی تھیں کہ حضرت ایوب علیہ السلام نے بھی اپنی رائے دی۔

''تم لوگ یہی چاہتے ہو نا کہ میں یہاں سے چلا جاؤں؟''

''ہم کیا، سب لوگ یہی چاہتے ہیں۔''

''میرے پڑوسیوں نے کوئی خاص جگہ تو نہیں بتائی ہے کہ مجھے کہاں جانا چاہیے؟''

''نہیں۔''

''تو پھر مجھے کہیں جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ مجھے اسی آبادی سے دور جنگل میں لے جاؤ۔ اپنی زندگی کے باقی دن وہیں پورے کرلوں گا۔''

''میں آپ کا خیال رکھوں گی۔''

''ہم بھی آتے رہیں گے۔'' بھائیوں نے کہا اور حضرت ایوب علیہ السلام کو ایک موٹے کپڑے میں لپیٹ کر گھر سے نکل کھڑے ہوئے۔ آبادی جلد ہی ختم ہوگئی اور جنگل شروع ہوگیا۔ کچھ دور چل کر ایک سایہ دار درخت کے نیچے حضرت ایوب علیہ السلام کو لٹا دیا۔ آپؑ اپنے ساتھ بدن کھجانے کے لیے ٹھیکرے ساتھ لے آئے تھے۔ دونوں بھائیوں نے اردگرد سے ریت جمع کر کے آپ کے نیچے بچھا دی اور چلے آئے۔

دوسرے دن ایک بھائی آیا۔ کھانے کے لیے کچھ لایا تھا، وہ دے دیا اور پانی کا برتن قریب رکھ دیا۔ کچھ دیر بیٹھا پھر اٹھ گیا۔ اسی طرح وہ روز آتا رہا اور کھانے کا سامان پہنچاتا رہا۔

بیوی کو آپؑ نے غصے میں نہ جانے کیا کچھ کہہ دیا تھا کہ اس کا دل آپؑ کی طرف سے صاف نہیں تھا۔ سب تو چھوڑ ہی گئے تھے انہوں نے بھی کنارہ کشی اختیار کر لی۔ صرف دو بھائی تھے جو دوسرے تیسرے دن حضرت ایوب علیہ السلام کے پاس آجاتے تھے۔ اس کے علاوہ کوئی پرسانِ حال نہ تھا۔

آپؑ کی بیوی آپؑ سے بے حد محبت کرتی تھیں۔ کنارہ کشی ضرور اختیار کر لی تھی لیکن دل وہیں اٹکا ہوا تھا۔ ایک دن بیٹھے بیٹھے ہوک سی اٹھی اور آپ دوڑتی ہوئی جنگل میں پہنچ گئیں۔ حضرت ایوب علیہ السلام سخت تکلیف کے عالم میں اپنے زخموں کو جھیل رہے تھے۔ زخموں سے خون رس رہا تھا۔ صبر و رضا کے کلمات اب بھی زبان سے جاری تھے۔

''اے خدا شکر ہے۔ تو نے جس حال میں رکھا مجھے قبول ہے۔''

آپؑ کی زوجہ کچھ دیر کھڑی دیکھتی رہیں پھر رونے لگیں۔ رونے کی آواز سن کر حضرت ایوب علیہ السلام نے چونک کر آپ کی طرف دیکھا۔ بجھی ہوئی آنکھوں میں روشنی سی آ گئی۔

''تم آ گئیں؟ میں تو سمجھ رہا تھا شوہر کی دل شکنی کر کے کہیں اللہ کے عذاب نے تمہیں نہ پکڑ لیا ہو۔ اور یہ کیا، تم رو رہی ہو۔ رونا بھی تو ناشکری ہے۔ میرے ساتھ تم بھی صبر کرو۔''

''آپؑ ٹھیک کہتے ہیں۔ مجھے صبر کرنا چاہیے۔ میں آپ کا ساتھ نہیں چھوڑ سکتی۔''

''دو بھائی تھے۔ وہ بھی کب تک آتے۔ انہوں نے بھی ساتھ چھوڑ دیا۔ کئی دن سے وہ بھی نہیں آئے۔ اگر تم کچھ کھانے کو لائی ہو تو مجھے بھوک لگ رہی ہے۔''

آپؑ کی بیوی کچھ روٹیاں اور سالن اپنے ساتھ لائی تھیں جو انہوں نے آپؑ کے سامنے رکھ دیا۔ کچھ دیر آپؑ کے پاس بیٹھیں اور اٹھ آئیں۔ وہ اس جنگل میں ان کے ساتھ کیسے رہ سکتی تھیں۔

گھر آ کر انہوں نے حضرت ایوب علیہ السلام کی حالت پر غور کیا تو انہیں یاد آیا کہ وہ جس وقت آپؑ کے پاس پہنچی تھی آپؑ پر دھوپ آ رہی تھی۔ دھوپ کی شدت آپؑ کے زخموں کو پکائے دے رہی تھی۔ آپ نے سوچا ایک ایسا سائبان ہونا چاہیے جو آپؑ کو دھوپ سے بچا سکے۔ انہوں نے دوسرے ہی دن شہر سے سامان لے جا کر ایک جھونپڑی سی بنا دی جس

Marfat.com

میں حضرت ایوب علیہ السلام رہنے لگے۔ آپ کی اہلیہ صبح و شام آپ کے پاس آتیں۔ آپ کو سہارا دے کر رفع حاجت کے لیے لے جاتیں۔ جو کچھ کھانے کے لیے لاتیں ساتھ بیٹھ کر کھاتیں۔ آپ کے نیچے بچھی ہوئی ریت کو بدلتیں۔ غرض ایک وفادار بیوی کی حیثیت سے جو خدمت ہوتی بجالاتیں۔ اس خدمت گزاری میں بھی طویل عرصہ گزر گیا۔ سردی، گرمی کی کئی راتیں بیت گئیں۔ ایک مرتبہ پھر شکوہ آپ کی زبان پر آ گیا۔

''اگر آپ اپنے پروردگار سے دعا کریں تو وہ آپ کو ان مصائب سے رہائی عطا کرے گا۔''

''میں ستر سال تک صحیح سالم رہا تھا اور کچھ نہیں تو کم از کم اللہ کے لیے ستر سال تک تو صبر کرلوں۔'' آپ نے فرمایا۔

کئی سال پھر گزر گئے۔ بیماری کی شدت میں اضافہ ہو گیا۔ آبلوں سے رسنے والے پانی میں کیڑے پڑ گئے۔ کیڑوں کی کلبلاہٹ نے آپ کو سخت اذیت میں مبتلا کر دیا۔ کچھ دیر کے لیے آنکھ لگتی تو کیڑے اپنی غذا کی تلاش میں آپ کو کاٹنے لگتے۔ آپ بے چین ہو کر اٹھ بیٹھتے۔ ایسی اذیت کو برداشت کرنا بھی خدا کی رحمت ہی تھی۔ اس نے صبر کی طاقت دی ہوئی تھی ورنہ ایسی تکلیف برداشت کرنا کسی انسان کی بس کی بات نہیں۔

ایک روز آپ ان کیڑوں کو اپنے زخموں پر چلتے ہوئے دیکھ رہے تھے کہ اچانک ایک خیال نے آپ کو اپنی اہمیت کا احساس دلایا۔ خوشی کی ایک لہر سی بدن کو شاداں کر گئی۔ اپنی تکلیف کو بھول کر اس سرشاری میں ڈوب گئے کہ میں اب بھی کسی کے کام آ سکتا ہوں۔ خدا کی مخلوق کی پرورش کر سکتا ہوں۔ ان کیڑوں کی غذا میرے زخموں میں ہے۔ ''شکر ہے اے مالک، میں کسی کے کام آنے کے لائق ہوں۔''

اب آپ کے لیے یہ مشغلہ سا بن گیا تھا۔ ان کیڑوں کو چلتے ہوئے دیکھتے رہتے۔ شکر خداوندی کا ایک موقع اور ہاتھ آ گیا۔ اگر کوئی کیڑا پھسل کر زمین پر گر جاتا، اسے اٹھا کر دوبارہ زخم پر رکھ لیتے۔

دوسروں کی بھوک مٹانے کے لیے اذیت اٹھانے والا خدا کا یہ نیک بندہ بھوک اور تکلیف کے دن کاٹ رہا تھا۔ اب گھر کی حالت یہ ہو گئی تھی کہ آپ کی زوجہ آپ کے لیے کھانے کا انتظام بھی نہیں کر سکتی تھیں۔ کہیں سے کوئی انتظام ہو جاتا تو خوشی خوشی آپ کے پاس چلی آتیں۔ جس دن کہیں سے کچھ نہ ملتا تو شرمندگی آپ کے قدم تھام لیتی۔ آپ کس منہ سے شوہر کی دلداری کے لیے آتیں۔ کچھ سمجھ میں نہ آتا تھا کہ کیا کریں۔ زندگی گزارنے کے لیے کچھ نہ کچھ تو کرنا ہی تھا۔ آمدنی کا کوئی ذریعہ نہیں تھا۔ اولاد رہی نہیں کہ سہارا بنتی۔ کھیت کھلیان سب اجڑ گئے تھے۔ جب تک گھر میں بیش قیمت اشیا تھیں، انہیں بیچ بیچ کر گزارہ ہوتا رہا۔ یہ اشیا بھی لوگوں نے ضرورت مند سمجھ کر اونے پونے خرید لی تھیں۔ یہ بھی خیال تھا کہ بیماری چند دنوں کی ہے اس لیے کچھ پس انداز کر کے بھی نہیں رکھا تھا۔ اب یہ وقت آیا کہ دو وقت کی روٹی بھی مشکل ہو گئی۔ اپنوں نے ساتھ چھوڑ دیا، غیروں کے آگے ہاتھ پھیلاتے شرم آتی تھی۔ آپ کی اہلیہ نے ہمت کی اور ایک گھر میں پہنچ گئیں۔ انہیں کہاں نہیں جانتا تھا۔ اس گھر کی خاتون نے سمجھا یونہی ملنے آئی ہوں گی لیکن جب انہوں نے اپنے لیے کام مانگا تو وہ عورت حیران رہ گئی۔

''بہن، ایک وقت وہ تھا جب غریب عورتیں تمہارے دسترخوان پر آتی تھیں۔ آج یہ دن آ گیا کہ تم خود مانگنے نکل کھڑی ہوئیں۔''

''مانگنے نہیں نکلی ہوں۔ محنت مشقت کرنا چاہتی ہوں۔ کوئی کام ہو تو بتاؤ۔''

''یہ بھی مانگنے کا ایک طریقہ ہی تو ہے۔ آخر ہو تو محتاج ہی۔''

''بہن، میرا شوہر بیمار نہ ہوتا تو مجھے گھر سے کیوں نکلنا پڑتا۔''

''بیمار تو نہیں، یہ کہو کوئی عذاب اترا ہے۔''

''بہن، مجھ پر وقت پڑا ہے۔ جو جی چاہے کہہ لو۔''

Marfat.com

''اچھا اچھا، زیادہ باتیں نہ بناؤ۔ کنوئیں سے پانی کھینچ کر لاؤ جو مجھ سے ہوگا مدد کر دوں گی۔''

آپؑ کی اہلیہ نے کنوئیں سے پانی بھر کے لا دیا۔ اس عورت نے کچھ پیسے دے دیے۔ پھر آپ دوسرے گھر میں گئیں۔ وہاں سے کچھ پیسے مل گئے۔ اتنے پیسے ہوگئے کہ کھانے کا انتظام ہو سکے۔ آپ نے نان بائی کی دکان سے روٹیاں اور سالن خریدا اور حضرت ایوب علیہ السلام کے پاس چلی گئیں۔ اب یہی روز کا معمول بن گیا۔ اہل ثروت گھرانوں میں محنت مشقت کے صلے میں جو کچھ ملتا اس سے شوہر کا پیٹ بھرتیں اور خود بھی کھاتیں۔

ابلیس برابر ان دونوں کے پیچھے لگا ہوا تھا۔ وہ حیران تھا کہ اتنا عرصہ گزر جانے کے بعد بھی حضرت ایوب علیہ السلام کے ایمان میں کوئی فرق نہیں آیا ہے۔ وہ دیکھ رہے ہیں کہ ان کی چہیتی بیوی گھر گھر کام کرنے پر مجبور ہوگئی ہے اس کے باوجود آپؑ صبر کیے جا رہے ہیں۔ اس کی سمجھ میں یہ بات آئی کہ یہ ایمان کی مضبوطی ہے جو انہیں راہ راست سے ہٹنے نہیں دے رہی ہے۔ اگر کسی طرح ان کا ایمان کمزور ہو جائے تو یہ ثابت قدمی بھی جاتی رہے گی اور اللہ کی مدد بھی چھن جائے گی۔ اس نے پھر ایک چال چلی۔

حضرت ایوب علیہ السلام کی زوجہ محترمہ آپؑ کے لیے کھانا لے کر جنگل کی طرف جا رہی تھیں۔ آج کچھ دیر ہوگئی تھی اس لیے پریشان تھیں۔ معمول سے زیادہ رفتار سے چل رہی تھیں۔ انہیں محسوس ہوا کہ جیسے کوئی ان کے پیچھے آ رہا ہے۔ ایک بزرگ ان سے کچھ فاصلے پر چل رہے تھے۔ آپ نے پلٹ کر دیکھا ضرور تھا لیکن رکنے کی ضرورت نہیں تھی۔ ان بزرگ کو جنگل میں جانے کی کیا ضرورت پیش آ گئی۔ آپ نے سوچا اور بدستور چلتی رہیں۔ پھر ان بزرگ کی آواز ان کے کانوں میں آئی اور وہ رک گئیں۔

''خاتون، میری ایک بات سنیے۔''

''فرمائیے۔ مجھ سے کیا کام آن پڑا ہے آپ کو؟''

''میں جاننا چاہتا ہوں کہ، آپ کون ہیں، اتنی پریشان کیوں ہیں اور جنگل کی طرف کیوں جا رہی ہیں؟''

''محترم بزرگ! اگر آپ یہاں کے ہوتے تو ضرور جانتے کہ میں کون ہوں؟''

''میں یہاں اجنبی ہوں اسی لیے پوچھ رہا ہوں۔''

''میں اس شہر کے سب سے مالدار شخص ایوبؑ کی بیوی ہوں۔''

''مالدار شخص کی بیوی اور اس حال میں۔''

''برسوں پہلے میرے شوہر سے زیادہ مالدار کوئی نہیں تھا۔ ہمارے ہزاروں جانور تھے، کھیت تھے۔ کام کاج کرنے کے لیے نوکر چاکر تھے۔ پھر نہ جانے کیا ہوا۔ شاید خدا ہم سے روٹھ گیا۔ ایک ایک کر کے ہر نعمت ہم سے چھین لی گئی۔ مویشی مر گئے، کھیت اجڑ گئے، نوکر قتل ہوگئے۔ اولاد بھی ہاتھ سے جاتی رہی۔ ہم نے سب کچھ برداشت کیا لیکن ایک مصیبت ایسی ہے جو برداشت نہیں ہوتی۔ میرا شوہر آبلوں کے مرض میں مبتلا ہے۔ ان سے جو پانی خارج ہوتا ہے اس سے بدن میں خارش ہوتی ہے۔ ایسی کہ کھجا کھجا کر زخم پڑ گئے ہیں۔ غرض سخت تکلیف میں ہے میرا شوہر۔''

''بڑا افسوس ہوا یہ سن کر۔'' اس بزرگ نے افسوس کرتے ہوئے کہا۔ ''تمہارے شوہر نے ضرور کوئی ایسا کام کیا ہوگا کہ سب نعمتیں چھن گئیں، صحت بھی برباد ہوگئی کیونکہ اللہ تعالیٰ ظالم نہیں ہے۔ انسان پر جو آفت آتی ہے وہ اس کے اعمال کی سزا ہوتی ہے۔''

''یہ آپ کیسی باتیں کر رہے ہیں۔ میرے شوہر تو نہایت راست باز اور اللہ سے ڈرنے والے ہیں۔ وہ تو اس حال میں بھی اللہ کے ذکر سے خالی نہیں رہتے۔ صبر کرتے ہیں، اللہ کا شکر ادا کرتے ہیں۔''

''تم ان کا علاج کیوں نہیں کراتیں؟''

Marfat.com

''علاج کرایا تھا۔ حکیم صاحب کہتے ہیں کہ اس مرض کا کوئی علاج نہیں۔''

''یہ تو وہ غلط کہتے ہیں۔ دنیا میں ایسا کوئی مرض نہیں جس کا علاج خدا نے پیدا نہ کیا ہو۔ ہمیں معلوم نہ ہو تو یہ الگ بات ہے۔ تمہارے شوہر کا علاج تو بہت آسان ہے۔ تم کہو تو نسخہ بنادوں لیکن مجھے ایک ڈر ہے۔''

''وہ کیا؟''

''نسخہ ایسا ہے کہ تمہارا شوہر اسے استعمال نہیں کرے گا اور میرا بتایا ہوا نسخہ بے کار چلا جائے گا۔''

''آپ بتائیں تو سہی۔ استعمال کرانا میری ذمے داری ہے۔''

''چھوڑو رہنے دو۔ مجھے شبہ ہے تمہارا شوہر اسے استعمال نہیں کرے گا۔'' اس بزرگ نے کہا اور ایک طرف مڑ کر آگے جانے لگا۔ آپؑ کی زوجہ حضرت ایوب علیہ السلام کی بیماری سے اتنی تنگ آ چکی تھیں کہ ہر نسخہ آزمانے کو تیار تھیں۔ بزرگ کو جاتا دیکھا تو آپ نے اس کا دامن تھام لیا۔

''بزرگوار، میں بہت پریشان ہوں۔ اگر آپ نے مجھے نسخہ نہیں بتایا تو میں کہیں کی نہ رہوں گی۔ آپ جلدی سے مجھے بتائیں۔ میں اسے ضرور آزماؤں گی۔''

یہ بزرگ دراصل ابلیس تھا جو بھیس بدل کر آپ کے سامنے آیا تھا۔ اس نے بے قراری سے سمجھ لیا کہ ایوبؑ کی اہلیہ اب اس کے جال میں پوری طرح پھنس چکی ہیں۔ وہ کسی نہ کسی طرح ایوبؑ کو راضی کرلیں گی۔ وہ بھی بیماری سے تنگ آ چکے ہوں گے اور دوا سمجھ کر میرا نسخہ آزمانے پر تیار ہو جائیں گے۔

''اس بیماری کا صرف ایک ہی علاج ہے۔'' شیطان نے کہا۔ ''پہلے ایوبؑ کو سور کا گوشت کھلاؤ، اس کے بعد شراب پلاؤ۔ سات دن تک کھلانا ہوگا۔ اس کے بعد دیکھنا کیا ہوتا ہے۔''

''محترم بزرگ! کیا اس کے علاوہ کوئی اور نسخہ آپ کے پاس نہیں ہے؟''

''مجھے افسوس ہے اس کے علاوہ کوئی اور علاج اس بیماری کا ہے ہی نہیں؟''

''اچھا، میں کوشش کروں گی کہ وہ اس نسخے کو استعمال کرلیں۔''

''میں نے تو پہلے ہی کہا تھا، میری محنت بے کار چلی جائے گی۔''

''آپ کی محنت بے کار نہیں جانے دوں گی۔''

''بے شک! ان دونوں چیزوں میں ایوبؑ کو کراہت ہوگی لیکن اس سے کہنا، وہ دوا سمجھ کر کھالے اور پی لے۔ جان بچانے کے لیے تو سب جائز ہے۔''

''آپ میرے ساتھ ایوب کے پاس چلیں۔ شاید وہ آپ کی بات مان لیں۔''

''نہیں، میرا جانا ٹھیک نہیں ہے۔ یہ معاملہ تمہارے اور اس کے درمیان رہنا چاہیے۔ اسے جب یہ اطمینان ہوگا کہ بات باہر نہیں جائے گی تو وہ ضرور مان جائے گا۔''

''ٹھیک ہے، میں کوشش کرتی ہوں۔''

آپ کی اہلیہ نے کہا اور تیز تیز قدم اٹھاتی ہوئی حضرت ایوب علیہ السلام کے پاس پہنچ گئیں۔ وہ بڑی بے چینی سے انتظار کر رہے تھے۔

''کہاں رہ گئی تھیں۔ آج بہت دیر کردی۔''

''آپ پہلے کھانا کھالیں اس کے بعد بتاتی ہوں۔'' آپ نے سہارا دے کر ان کو اٹھایا اور جو کچھ ساتھ لائی تھیں وہ کھانے کے لیے رکھ دیا۔ ساتھ ساتھ لگاوٹ کی باتیں بھی کرتی جاتی تھیں تاکہ ایوبؑ خوش ہو جائیں اور جو بات وہ کہنا چاہتی تھیں اسے آسانی سے مان لیں۔ نسخہ استعمال کرنے پر تیار ہو جائیں۔

Marfat.com

جب آپؑ سیر ہو کر کھانا کھا چکے تو آپؑ کی اہلیہ نے خوشی خوشی آپؑ کو بتایا۔ ''مجھے تمہاری بیماری کا نسخہ مل گیا ہے اب تم ضرور ٹھیک ہو جاؤ گے۔''

''میری بیماری کا نسخہ؟ تم بھی عجیب بات کرتی ہو۔''

''آپ کو تو میری کسی بات کا یقین ہی نہیں آتا۔''

''اچھا بتاؤ۔''

''مجھے ایک بزرگ ملے تھے جنہوں نے یہ نسخہ بتایا ہے۔ مجھے خبر ہے آپ اس نسخے کو استعمال کرنے سے گریز کریں گے۔ میں بھی ہوتی تو یہی کرتی لیکن آپ اسے دوا سمجھ کر استعمال کر لیں۔''

''کچھ بتاؤ گی بھی یا نہیں۔''

''تمہیں سور کا گوشت کھا کر شراب پینی ہو گی۔ سات دن مسلسل، پھر یہ مرض جاتا رہے گا۔''

''تم نے میری بے بسی کا خوب فائدہ اٹھایا ہے۔ جانتی ہو کہ میں اٹھ نہیں سکتا جو تمہیں سزا دوں۔ تم نے یہ تصور بھی کیسے کر لیا کہ میں اس معمولی سی بیماری کو ٹالنے کے لیے یہ حرام چیزیں استعمال کروں گا۔ مجھے ٹھیک ہونے دو، میں تمہیں سو لکڑیاں ضرور ماروں گا۔''

آپؑ کی اہلیہ مایوس ہو کر چپ ہو گئیں۔ دونوں خاموش بیٹھے تھے۔ غالباً اہلیہ یہ سوچ رہی تھی کہ ایوبؑ کی قسمت میں صحت لکھی ہی نہیں گئی ہے۔ حضرت ایوب علیہ السلام یہ سوچ رہے تھے کہ یہ کیسی عورت ہے جو تھوڑی سی تکلیف دور کرنے کے لیے حرام چیزیں استعمال کرنے پر تیار ہو گئی۔ اپنے ساتھ میرا ایمان بھی خراب کرنے چلی تھی۔

آپؑ کی اہلیہ نے آپؑ کے بدن کے نیچے نئی ریت بچھا دی۔ کچھ دیر آپؑ سے باتیں کرتی رہیں لیکن ایوبؑ خاموش ہی رہے پھر آپ اٹھ کر چلی آئیں۔

اس کے بعد آپؑ کی اہلیہ کو آپؑ سے ایسی ویسی بات کہنے کی ہمت نہ ہوئی۔ خود انہوں نے بھی سوچا کہ واقعی سور کا گوشت اور شراب ایسی چیز نہیں تھی جسے ایوبؑ استعمال کرتے۔

حضرت ایوب علیہ السلام کی بیماری کو اتنا طویل عرصہ گزر گیا تھا کہ بہت سے لوگ تو انہیں بھول ہی گئے تھے البتہ بعض بوڑھے لوگ جنہوں نے آپؑ کا اچھا دور دیکھا تھا انہیں دیکھنے کے لیے جنگل کی طرف چلے جاتے تھے مگر اس ڈر سے کہ یہ بیماری انہیں نہ لگ جائے، دور سے کھڑے ہو کر دیکھ آتے تھے اور دوسرے لوگوں کو نصیحت کرتے تھے کہ ایوبؑ کے حال سے عبرت پکڑو۔ شہر میں آنے والے سوداگر جو آپؑ سے واقف تھے، وہ البتہ آپؑ کے پاس جا کر بیٹھ جاتے تھے اور حضرت ایوب علیہ السلام پر زور دیتے تھے کہ انہوں نے اگر کوئی گناہ کیا ہو تو وہ اپنے خدا سے معافی مانگ لیں۔ اب تو حضرت ایوب علیہ السلام نے یہ بحث کرنا بھی چھوڑ دی تھی کہ وہ بے قصور ہیں۔ کہنے والوں کی باتیں خاموشی سے سنتے رہتے تھے۔

آپؑ کے پاس آنے والوں میں ابلیس بھی تھا جو خاموشی سے، سب کی نظروں سے پوشیدہ آپؑ کے پاس آ کر بیٹھ جاتا تھا اور پیچ و تاب کھاتا رہتا تھا۔ وہ حیران تھا کہ اتنا عرصہ گزر گیا مگر حضرت ایوبؑ کے ایمان میں کوئی فرق نہیں آیا۔ ان کی زبان سے کوئی ایسا کلمہ نہیں سنا جس سے ناشکری ظاہر ہوتی اور وہ اسے لے کر عرش پر جائے اور خدا سے کہے کہ وہ ایوبؑ کو ورغلانے میں کامیاب ہو گیا بلکہ وہ تو یہ دیکھ رہا تھا کہ حضرت ایوب علیہ السلام کے مراتب میں روز بہ روز اضافہ ہی ہوتا جا رہا ہے۔ فرشتوں کے درمیان روز باتیں ہوتی ہیں ''ایوب صابر و شاکر ہیں وہ ہرگز شیطان کے قابو میں نہیں آئیں گے۔''

شیطان مسلسل پیچھے لگا ہوا تھا۔ کسی پہلوان کی طرح جو اپنے حریف کو پچھاڑنے کے لیے نئے نئے داؤ سوچتا رہتا ہے اس نے ایک منصوبہ اور بنایا۔

Marfat.com

حضرت ایوب علیہ السلام کی اہلیہ جن گھروں میں کام کرتی تھیں، ان لوگوں کے دلوں میں ابلیس نے وسوسے ڈالنے شروع کر دیے۔ ان سب کو یہ وہم سا ہو گیا کہ یہ عورت ایوبؑ کی بیوی ہی تو ہے۔ ان کے پاس جاتی ہے، پاس بیٹھتی ہے، ان کے ساتھ کھانا کھاتی ہے کہیں اس کے ذریعے ایوبؑ کا مرض ہم کو بھی لاحق نہ ہو جائے۔ لوگوں نے انہیں کام دینا بند کر دیا۔

''ہمارے برتنوں کو ہاتھ لگاتی ہو۔ تمہاری سانسیں ہم تک پہنچتی ہیں۔ کہیں ایسا نہ ہو ہم بھی بیمار ہو جائیں۔''

''اتنے دن سے میں تمہارے پاس آ رہی ہوں۔ کسی کو کچھ ہوا؟''

''اب تک نہیں ہوا، تو اب ہو جائے گا، مہربانی کر کے ہمارے گھر نہ آیا کرو۔''

جب ہر طرف سے یہی جواب ملنے لگا تو آپ کو پریشانی ہوئی وہ لوگوں کو یقین دلاتی تھیں، ان کی خوشامد کرتی تھیں مگر کوئی کام دینے کو تیار نہ ہوتا تھا۔ بس اب ایک ہی گھر رہ گیا تھا۔ یہ بہت دولت مند گھرانہ تھا لیکن یہ لوگ حضرت ایوب علیہ السلام کو اچھا نہیں سمجھتے تھے اس لیے آپ وہاں جانا نہیں چاہتی تھیں لیکن دو دن سے کھانے کو کچھ نہیں ملا تھا اس لیے مجبوراً آپ کو جانا پڑا۔

''مجبور نہ ہوتی تو میں کبھی نہ آتی۔ تمہیں معلوم ہے کبھی ہمارے گھر میں خود کئی کئی نوکر تھے۔ اب وقت پڑا ہے تو آپ کے پاس آئی ہوں۔ آپ مجھ سے کوئی کام لے لیں تاکہ میں اپنے شوہر کے لیے کھانے کا بندوبست کر سکوں۔''

''ہمارے گھر میں کوئی کام کہاں۔ دیکھ نہیں رہی ہو ہمارے گھر میں کتنے نوکر ہیں۔''

''پھر بھی کوئی کام تو ہوگا۔''

''میں نے تمہیں گھر میں آنے دیا یہی بہت ہے۔ تمہاری وجہ سے ایوبؑ کی بیماریاں ہمارے اندر بھی آ جائیں گی۔''

''بہن، ایسا تو نہ کہو۔ کام نہیں دینا تو نہ دو۔''

اس عورت کی بیٹی اس گفتگو کو بڑے غور سے سن رہی تھی۔ اس کی نظریں آپ کے خوبصورت بالوں پر جمی ہوئی تھیں۔ جب آپ وہاں سے اٹھنے لگیں تو اس لڑکی نے آپ کو روک لیا۔

''میرے پاس ایک تجویز ہے۔ آپ اگر مان لیں تو میرا کام بن جائے گا اور آپ کا بھی۔''

''مجھے تو ہر تجویز قبول ہے۔ مجھے ہر حال میں اپنے شوہر کے لیے کھانا لے کر جانا ہے۔''

''مجھے تمہارے بال بہت پسند آئے ہیں۔ اگر یہ مجھے دے دو تو تمہیں کھانا مل سکتا ہے۔''

یہ ایسی تجویز تھی کہ کوئی عورت بھی آسانی سے نہیں مان سکتی تھی۔ آپؑ کی اہلیہ نے تذبذب کا شکار ہو گئیں۔ ایک طرف اپنے بالوں کی محبت تھی، دوسری جانب شوہر کی بھوک کا خیال تھا بالآخر شوہر کی محبت جیت گئی۔ آپ نے اپنے سر کے بالوں کی دو مینڈھیوں میں سے ایک کاٹ کر اس لڑکی کے حوالے کر دی۔ اس کے بدلے نہایت عمدہ کھانا میسر آ گیا۔ آپ خوشی خوشی حضرت ایوب علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو گئیں۔ آپؑ نے پرتعیش کھانا دیکھا تو بڑی حیرت ہوئی۔

''تم تو کہہ رہی تھیں کہیں کام نہیں مل رہا ہے، پھر یہ کھانا؟''

''ایک جگہ کام مل گیا تھا۔ آپ کھانا کھائیں۔''

''تمہاری آواز میں وہ اعتماد نہیں۔ سچ بتاؤ یہ کھانا کہاں سے لائیں؟''

''میں آپؑ کی بیوی ہو کر جھوٹ نہیں بولوں گی؟ آپ آرام سے کھانا کھائیں۔''

حضرت ایوب علیہ السلام نے بے یقینی کی حالت میں کھانا کھایا اور آپؑ کی اہلیہ نے خدا کا شکر ادا کیا کہ وہ اس قابل تو ہوئیں کہ شوہر کو پیٹ بھر کر کھانا کھلا سکیں البتہ یہ فکر ضرور تھی کہ کل کیا ہوگا؟''

وہ دوسرے دن پھر کام ڈھونڈنے نکلیں۔ کوئی بھی آپ کو کھانا دینے پر تیار نہیں ہوا۔ یہ دن فاقے میں گزر گیا۔ آپ

Marfat.com

شرمندگی کی وجہ سے حضرت ایوب علیہ السلام کے پاس بھی نہیں گئیں۔ دوسرا دن طلوع ہوا تو آپ کو پھر فکر لاحق ہوئی۔ آپ دو چار گھروں میں جھانکنے کے بعد پھر اس گھر میں پہنچ گئیں جہاں آپ نے اپنے بالوں کے بدلے میں کھانا حاصل کیا تھا۔ آپ نے پہلے تو کام مانگا لیکن جواب نفی میں ملنے کے بعد آپ نے اپنے بالوں کی دوسری مینڈھی آگے کر دی۔

''تمہیں یہ بال پسند ہیں؟''

''بہت، میں نے اسی لیے تو خریدے تھے؟'' لڑکی نے کہا۔

''تم یہ بال بھی خرید لو اور اس کے عوض کھانا دے دو۔''

''ہاں ہاں، بڑی خوشی سے۔''

اس لڑکی نے باقی بال بھی خرید لیے اور کھانا ان کے حوالے کر دیا۔ آپ خوشی خوشی جنگل کی طرف چل دیں اور بیمار شوہر کے سامنے طرح طرح کے کھانے چن دیے۔

''آج پھر اتنا اچھا کھانا لائی ہو۔ ایسا کون سا کام تمہیں مل گیا ہے؟''

''آپ کو اس سے کیا، آپ کھانا کھائیں۔''

''میں اس وقت تک نہیں کھاؤں گا جب تک تم مجھے سچ نہیں بتاؤ گی۔''

''میں آپ سے جھوٹ کیوں بولوں گی؟''

''مجھے تو یہی لگتا ہے۔'' آپؑ نے کہا اور لقمہ توڑنے کے لیے روٹی کی طرف ہاتھ بڑھا دیا۔ اسی وقت ہوا کا ایک ایسا جھونکا آیا کہ اہلیہ کی اوڑھنی سر سے ہٹ گئی۔ آپؑ نے دیکھا کہ اہلیہ کے سر پر بال نہیں ہیں۔ بال نہ ہونے سے صورت عجیب سی ہو گئی تھی۔

''اوہ، اب میں سمجھا۔ تم نے کہیں چوری کی ہے۔ سزا کے طور پر تمہارے بال کاٹ دیئے گئے ہیں۔ مجھے تم سے یہ امید نہیں تھی۔ تم نے میری بیوی ہوتے ہوئے چوری کی اور پکڑی گئیں۔ تم نے مجھے مرجانے دیا ہوتا مگر یہ حرکت تو نہ کرتیں۔''

اس معاشرے میں یہ دستور تھا کہ جب کوئی چوری کرتے ہوئے پکڑا جاتا تھا تو اس کے سر کے بال مونڈھ دیے جاتے تھے۔ اسی لیے حضرت ایوب علیہ السلام کو یہ شک ہوا تھا۔ آپؑ کی اہلیہ کی عجیب حالت تھی۔ شوہر کی نظروں میں گر گئیں۔ قربانیوں کا یہ صلہ مل رہا تھا کہ چوری کا الزام لگ رہا تھا۔ آپ کو حقیقت بتانی پڑی۔ حقیقت سامنے آئی تو حضرت ایوب علیہ السلام کا بہن کا صبر ضرب المثل بن گیا تھا، آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ بے اختیار زبان سے نکلا۔

''اے رب! مجھے تکلیف پہنچی ہے اور آپ رحم کرنے والوں میں سب سے زیادہ رحم کرنے والے ہیں۔'' (الانبیا)

ابن ابی حاتم فرماتے ہیں کہ عبید بن عمیر سے مروی ہے کہ حضرت ایوب علیہ السلام کے دو بھائی تھے۔ ایک دن آپؑ کے پاس آئے تو آپؑ کے پاس سے آنے والی بو کی وجہ سے وہ قریب نہ آ سکے تو دور کھڑے ہو گئے۔ ایک نے دوسرے سے کہا۔ ''اگر اللہ ایوبؑ میں کوئی بھلائی اور خیر جانتا تو اس کو اس طرح بتلا نہ کرتا۔''

یہ کلمہ حضرت ایوبؑ کے کانوں تک بھی پہنچ گیا۔ آپ کو ایسی تکلیف کسی کے کہنے سے نہیں ہوئی تھی جتنی بھائیوں کے ان خیالات سے ہوئی۔ آپؑ نے فوراً بارگاہ رب العزت میں دست التجا بلند کیے۔

''اے اللہ! اگر آپ کو علم ہے کہ جس نے کبھی کوئی رات سیر ہو کر نہیں گزاری اور میں جانتا ہوں کہ بھوکے کا کیا مرتبہ ہے تو آپ میری تصدیق فرمایئے'' تو اللہ نے آسمان سے ان کی تصدیق و تاکید کی پھر کہا۔ ''اے اللہ! اگر آپ جانتے ہیں کہ میرے پاس کبھی دو قمیص نہیں رہیں اور میں ننگے کا مرتبہ جانتا ہوں تو آپ میری تصدیق فرمایئے۔'' پھر آسمان سے تصدیق ہوئی۔ پھر آپؑ نے کہا۔ ''اے اللہ! تیری عزت کا واسطہ۔'' اور یہ کہتے ہوئے سجدے میں گر پڑے۔

Marfat.com

''اے اللہ! میں کبھی اپنا سر نہ اٹھاؤں گا جب تک کہ آپ مجھ سے ان تکالیف کو دور نہ فرمادیں گے۔''

اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ ایوب اپنی جگہ سے اٹھو اور زمین پر ٹھوکر مارو۔ حضرت ایوب علیہ السلام نے ارشاد باری کی تعمیل کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے ایک چشمہ جاری کر دیا جس میں انہوں نے غسل کیا۔ جسم کا ظاہری روگ سب جاتا رہا۔ اس کے بعد انہوں نے پھر ٹھوکر ماری اور دوسرا چشمہ ابل پڑا اور انہوں نے اس کا پانی پیا اور اس سے جسم کے باطنی حصے میں مرض کا جو اثر تھا، اس کا بھی قلع قمع ہو گیا۔ (تفسیر ابن کثیر)

قرآن مبین کے الفاظ یہ ہیں:

''اور ایوب کا معاملہ بھی یاد کرو جب اس نے پروردگار کو پکارا تھا، میں دکھ میں پڑ گیا ہوں اور خدایا! تجھ سے بڑا رحم کرنے والا کوئی نہیں۔ پس ہم نے اس کی دعا قبول کر لی اور اس کا دکھ دور کر دیا اور اس کا کنبہ اس کی مثل اور اس کے ساتھ اپنی رحمت سے اور اپنے عبادت گزاروں کی نصیحت کے لیے عطا کر دیا۔'' (انبیاء)

''اور یاد کرو ہمارے بندے ایوبؑ کو جب اس نے اپنے پروردگار کو پکارا تھا کہ مجھ کو شیطان نے ایذا اور تکلیف کے ساتھ ہاتھ لگایا ہے (تب ہم نے اس سے کہا) اپنے پاؤں سے ٹھوکر مار (اس نے ایسا ہی کیا اور چشمہ ابل پڑا تو ہم نے اس سے کہا) یہ ہے نہانے کی جگہ ٹھنڈی اور پینے کی اور ہم نے اس کو اس کے اہل و عیال عطا کیے اور ان کے مانند اور زیادہ اپنی مہربانی سے اور یادگار رہنے کے لیے عقل مندوں کے لیے۔'' (ص)

امام بخاریؒ نے اپنی صحیح میں روایت نقل کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ ''حضرت ایوبؑ غسل فرما رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے سونے کی ٹڈیاں ان پر برسائیں۔ حضرت ایوب علیہ السلام نے ان کو دیکھا تو مٹھی بھر کر کپڑے میں رکھنے لگے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت ایوب علیہ السلام کو پکارا، ایوب! کیا ہم نے تم کو یہ سب کچھ دھن و دولت دے کر غنی نہیں بنا دیا پھر یہ کیا؟ حضرت ایوب علیہ السلام نے عرض کیا، پروردگار! یہ صحیح اور درست مگر تیری نعمتوں اور برکتوں سے کب کوئی بے پروا ہو سکتا ہے۔ (بخاری کتاب الانبیاء)

☆......☆.....☆

آپؑ کی اہلیہ کو آپ کے پاس آنے میں اس دن کچھ دیر ہو گئی تھی۔ حضرت ایوب علیہ السلام کو بے چینی سے انتظار تھا کہ بیوی آئیں تو وہ انہیں خوشخبری سنائیں۔ ایک ایک پل بھاری ہو رہا تھا۔ کبھی اپنے صحت مند جسم کو دیکھتے تھے جو پہلے سے زیادہ حسین ہو گیا تھا، کبھی اس لباس کو دیکھتے تھے جو جنت سے آپؑ کے لیے بھیجا گیا تھا اور جسے آپؑ نے زیب تن فرما لیا تھا۔ شدت سے خواہش تھی کہ وہ بیوی بھی اسے دیکھے اور خوش ہو جس نے ان کے ساتھ خود بھی تکلیفیں اٹھائی تھیں۔ ایک جگہ پڑے پڑے دل بھی اکتا گیا تھا۔ دل چاہ رہا تھا، بیوی کو ساتھ لے کر شہر کی طرف جائیں اور دنیا کو بتائیں کہ صبر کرنے والوں کا پھل کتنا میٹھا ہوتا ہے۔ جو اس کا شکر ادا کرتے ہیں انہیں اللہ کس طرح نوازتا ہے۔ آپؑ چہل قدمی کرتے ہوئے اس درخت سے آگے بڑھ گئے جہاں آپؑ نے بسیرا کیا تھا۔

آپؑ کی اہلیہ آپؑ کی خدمت کے لیے جنگل میں داخل ہوئیں تو درخت کے نیچے بنی ہوئی جھگی میں آپؑ کو نہ پا کر پریشان ہو گئیں۔ کبھی جھگی سے نکل کر دور تک دیکھتی تھیں کبھی جھگی میں چلی جاتی تھیں۔ ''یا اللہ! وہ تو اٹھ کر بیٹھنے کی طاقت نہیں رکھتے تھے کہیں جا کیسے سکتے ہیں۔ اے منحوس درندے، اس شخص کی ہڈیوں پر تو گوشت بھی نہیں تھا، تو اسے اٹھا کر لے گیا۔ تیری بھوک کیا مٹی ہوگی۔ تیرے جبڑوں کی آگ کبھی نہ بجھے تو نے یہ کیسا ظلم کر ڈالا'' آپ زار و قطار رونے لگیں۔ اسی وقت ایک بزرگ صورت آدمی جو نہایت بیش قیمت چادر اپنے جسم سے لپیٹے ہوا تھا جس کے چہرے سے روشنی پھوٹ رہی تھی، جھگی کی طرف آتا ہوا نظر آیا۔ آپ دوڑتی ہوئی اس کے پاس پہنچیں کہ اس سے اپنی بپتا کہیں۔ شاید وہ ایوب کا کچھ حال جانتا ہو۔

Marfat.com

''اے اللہ کے نیک بندے!'' آپ نے مخاطب کیا۔ ''کیا تو نے یہاں ایک آفت زدہ شخص کو دیکھا ہے؟''

''کیسا شخص۔ کیا کہہ رہی ہو۔''

''یہاں اس درخت کے نیچے، اس جھگی میں ایک شخص رہتا تھا، میرا شوہر تھا۔ برسوں کا بیمار تھا۔ بستی والوں نے اسے نکال دیا تھا۔ عزیز و اقارب سب اسے چھوڑ گئے تھے۔ وہ کسی لاش کی طرح یہاں پڑا ہوا تھا اور اب نہیں ہے۔ کوئی کتا اٹھا کر لے گیا یا بھیڑیا۔ میں اس کو تلاش کر رہی ہوں۔ کیا تم نے کسی ایسے شخص کو دیکھا ہے؟''

''تم اپنے شوہر سے بہت محبت کرتی تھیں؟''

''وہ ایسا نیک بندہ تھا کہ اس سے تو اللہ بھی محبت کرتا تھا۔''

''اس کا نام کیا تھا؟''

''اس کا نام ایوبؑ تھا۔''

''ایوبؑ میں ہی تو ہوں۔''

''تمہارا نام ایوبؑ ہوگا مگر تم وہ نہیں ہو۔ کیوں میرے زخموں پر نمک چھڑکتے ہو۔''

''افسوس تجھ پر۔ ذرا غور سے دیکھ، میں ہی ایوب ہوں۔ اللہ نے میرا جسم مجھے لوٹا دیا ہے۔''

''اور یہ شاندار کپڑے؟''

''مجھے اللہ نے جنت کا جوڑا پہنا دیا ہے۔''

اب جو آپ نے اس پاکیزہ صورت کی طرف غور سے دیکھا تو آنکھیں شکر گزار بن گئیں۔ وہ ان کے ایوبؑ ہی تھے۔ بس اتنا تھا کہ پہلے سے زیادہ حسین ہوگئے تھے۔

آپؑ نے ایک مرتبہ پھر اللہ رب العزت کا شکر ادا کیا اور بیوی کے ہمراہ گھر کی طرف لوٹے۔ یہ خبر جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی کہ آپؑ کو صحت مل گئی ہے۔ آپؑ اس طرح تندرست ہوگئے ہیں جیسے کبھی بیمار پڑے ہی نہیں تھے۔ ایک خلقت آپؑ کے گھر کے سامنے جمع ہوگئی۔ وہ اٹھارہ سال بعد حضرت ایوب علیہ السلام کو دیکھ رہے تھے اور وہ بھی اس طرح کہ بیماری کا نام و نشان نہیں تھا۔ ہجوم میں طرح طرح کی باتیں ہو رہی تھیں۔ کچھ لوگ کہہ رہے تھے۔ ''ایوبؑ واقعی نیک بندے تھے۔ ان سے کوئی گناہ سرزد نہیں ہوا تھا۔ اسی لیے اللہ نے ان کا مرض دور کر دیا۔'' کچھ لوگ کہہ رہے تھے۔ ''اس میں ایوبؑ کا کیا کمال۔ اٹھارہ سال ہوگئے تھے کوئی کب تک بیمار رہ سکتا ہے۔ بیماری خود بخود چلی گئی۔ اگر اللہ ہی کو ٹھیک کرنا تھا تو اٹھارہ سال تک انتظار کیوں کیا۔'' کچھ لوگ یہ بھی کہتے نظر آ رہے تھے کہ ایوبؑ نے گناہ تو کوئی ضرور کیا تھا لیکن انہوں نے توبہ کی اور ان کی توبہ قبول ہوگئی۔ غرض جتنے منہ اتنی باتیں تھیں۔ حضرت ایوب علیہ السلام ان سب باتوں سے بے نیاز کسی اور ہی سوچ میں گم تھے۔ انہیں اپنی قسم یاد آ رہی تھی۔ انہوں نے قسم کھائی تھی کہ میں تجھے (بیوی کو) سو کوڑے لگاؤں گا اور پھر بعد میں اس قسم کی تجدید بھی کی تھی۔ مدت امتحان ختم ہوئی اور آپؑ کو صحت نصیب ہوئی تو قسم پوری کرنے کا سوال سامنے آیا۔ آپؑ سخت تردد میں تھے۔ ایک جانب رفیقہ حیات کی انتہائی وفاداری، غم خواری اور حسن خدمت کا معاملہ اور دوسری جانب قسم پوری کرنے کا سوال۔

حضرت ایوب علیہ السلام اسی سوچ میں گم تھے کہ حضرت جبریل علیہ السلام حاضر ہوگئے۔ حکم باری تعالیٰ ہوا کہ ''ایوب! جھاڑو کے سوتنکوں کا ایک مٹھا بنائیں اور اس سے اپنی رفیقہ حیات کو ماریں۔ اس طرح آپ کی قسم پوری ہو جائے گی۔''

قرآن مبین نے اس کو اس طرح بیان کیا ہے۔

''اپنے ہاتھ میں سینکوں کا مٹھا لے اور اس سے مار اور اپنی قسم میں جھوٹا نہ ہو۔ بے شک ہم نے اس کو صبر کرنے والا

Marfat.com

پایا۔ بے شبہ وہ (خدا کی جانب) بہت رجوع ہونے والا ہے۔''
یہ اللہ کی طرف سے اپنے متقیوں کے لیے کشادگی اور آسان راستے کی فراہمی تھی خصوصاً اس نیک صابرہ اہلیہ پیغمبر کے لیے اور اسی وجہ سے اللہ نے اس رخصت و آسانی کے بعد وجہ وعلت بھی بیان فرمائی کہ وہ ایوبؑ ہمارے صابر اور بہترین بندے اور رجوع کرنے والے تھے۔

☆......☆......☆

اسرائیلی روایات میں حضرت ایوب علیہ السلام کے مرض کے متعلق مبالغہ آمیز روایات درج ہیں اور ان میں ایسے امراض کا انتساب کیا گیا ہے جو باعث نفرت سمجھے جاتے ہیں اور جن کی وجہ سے مریض انسان سے بچنا ضروری سمجھا جاتا ہے مثلاً جذام یا پھوڑے پھنسیوں کا اس حد تک پہنچ جانا کہ بدن گل سڑ جائے اور بدبو سے نفرت پیدا ہونے لگے۔
ان روایات کو نقل کرنے کے بعد مسلم مفسرین نے یہ اشکال پیدا کیا ہے کہ ''نبی'' کو ایسا مرض لاحق نہیں ہوتا جو انسانوں کی نگاہوں میں باعث نفرت ہو اور اس کی وجہ سے وہ مریض سے دور بھاگتے ہوں۔ اس لیے کہ یہ نبوت کے مقصد تبلیغ وارشاد کے منافی ہے۔
بعض مفسرین نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ شاید حضرت ایوبؑ کو یہ مرض نبوت سے پہلے لاحق ہوا ہو اور مصیبت و آزمائش پر صبر وشکر کے بعد جب ان کو شفا عطا ہوئی تب منصب نبوت سے سرفراز کیا گیا ہو۔
حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ پھر اللہ نے ان کو ان کے اموال و اولاد وہی کے وہی اور انہی جیسے اور بھی لوٹا دیے۔
قرآن میں ہے۔''اور ہم نے اس کو اس کا اہل اور ان کے مثل ان کے ساتھ عطا کر دیا۔''
اس میں کئی اقوال ہیں۔ ایک یہ کہ اللہ نے ان کے پہلے اہل وعیال کو زندہ فرما دیا تھا اور دوسرا قول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو پہلے اہل وعیال کا بدلہ د... دیا تھا یعنی دوسرے اہل وعیال عطا فرما دیے تھے اور قیامت میں پھر تمام کو جمع فرمائیں گے۔
حضرت ضحاکؒ حضرت ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں۔''اللہ نے ان کی بیوی کو ان کی جوانی واپس لوٹا دی تھی بلکہ پہلے سے زیادہ جوانی عطا فرمائی تھی حتیٰ کہ پھر ان سے حضرت ایوب علیہ اسلام کے 26 لڑکے ہوئے۔
سفر ایوب میں ہے کہ ابتلا سے نجات پانے کے بعد حضرت ایوب علیہ السلام ایک سو چالیس سال زندہ رہ کر انتقال کر گئے۔
''بعد اس کے ایوبؑ ایک سو چالیس برس جیا اور اپنے بیٹوں اور بیٹیوں کے بیٹے چار پشت تک دیکھے۔ ایوبؑ بوڑھا اور دراز عمر ہو کر مر گیا (باب ۴۲ آیات ۱۶۔۱۷)
حضرت لیث نے حضرت مجاہدؒ سے نقل کیا ہے کہ اللہ عز وجل قیامت کے دن حضرت سلیمان علیہ السلام کو اغنیا کے ساتھ دلیل و حجت پیش کریں گے اور حضرت یوسف علیہ السلام کو پاک دامنی پر دلیل پیش کریں گے اور حضرت ایوب علیہ السلام کو مصیبت والوں پر بطور دلیل و حجت پیش کریں گے۔
وفات سے قبل آپؑ نے اپنے بیٹے حومل کو اپنے بعد کی وصیت فرمائی اور حضرت ایوب علیہ السلام کے بعد ان کے معاملات اور دیگر امور کے نگراں ان کے دوسرے فرزند بشر بن ایوبؑ ہوئے اور ان کے بارے میں اکثر کا خیال ہے کہ یہی ذوالکفل علیہ السلام ہیں۔ لوگوں کے خیال کے مطابق یہ پیغمبر تھے۔
حضرت ایوب علیہ السلام کے عہد حیات کے بارے میں سخت اختلافات ہیں۔ مولانا سید سلیمان ندویؒ فرماتے ہیں کہ (حضرت ایوب علیہ السلام) کا زمانہ 1000 ق م اور 700 ق م کے درمیان ہے۔ صاحب قصص القرآن کی تحقیق کے مطابق حضرت ایوب علیہ السلام کا زمانہ حضرت موسیٰ اور حضرت اسحاقؑ و یعقوب علیہما السلام کے زمانے کے درمیان

Marfat.com

ہے اور تقریباً 1500 ق م اور 1300 ق م کے حدود میں تلاش کرنا چاہیے۔ اس لیے کہ محققین توراۃ بالاتفاق بیان کرتے ہیں کہ صحیفہ ایوبؑ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قبل کے زمانے کا ہے اور حضرت موسیٰؑ نے اس کو قدیم عربی سے عبرانی میں منتقل کیا ہے۔

☆......☆......☆

Marfat.com

حضرت یونس علیہ السلام

بنی اسرائیل نے چھ سو برس کے مصائب و آلام کے بعد حضرت داؤد علیہ السلام کے زمانے میں جو عروج و اقتدار پایا وہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے انتقال پر ختم ہوگیا اور بنی اسرائیل پھر گمراہ ہوگئے لہٰذا اللہ تعالیٰ نے ان پر بخت نصر، شاہ نینوا کو مسلط کردیا جس نے بنی اسرائیل کو ملیا میٹ کرتے ہوئے بیت المقدس کی اینٹ سے اینٹ بجادی۔ ہیکل سلیمانی اور مسجد اقصیٰ کو لوٹ لیا۔ ہیرے جواہرات نوچ لیے۔ بیت المقدس کھنڈر بن گیا اور اپنے آخری حملے میں ستر ہزار اسرائیلی قتل کردیے۔ ساٹھ ہزار اسرائیلیوں کو غلام بنا کر اپنے ساتھ بابل لے گیا۔

بخت نصر کے ان حملوں نے بنی اسرائیل کی شان و شوکت خاک میں ملادی۔ بابل کے تمام نسخے نذر آتش کردیے۔ اگر کوئی اسرائیلی عبادت کرتا ہوا نظر آجاتا تو اس کا فیصلہ تلوار کرتی۔ یہ تھی اللہ سے پھر جانے والی اور اپنے نبیوں کو قتل کرنے والی قوم کی قسمت۔

نصف صدی گزرنے کے بعد جب انہوں نے کروٹ لی اور بیت المقدس کو دوبارہ آباد کیا تو ایک رومی نے اٹھ کر انہیں پھر دریائے ذلت کے سپرد کردیا۔ جو قوم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں اور بخششوں کا شکر ادا نہیں کرتی بے شک اس کا یہی حشر ہوتا ہے۔

ترقی کا تاج بنی اسرائیل کے سر سے اترا تو عراقیوں کو اقتدار نصیب ہوا جن میں بابل و نینوا دونوں شامل تھے۔ نینوا اشوری حکومت کا مرکزی شہر تھا اور اس کی آبادی ایک لاکھ سے زیادہ تھی۔ اہل نینوا بڑے دولت مند اور ترقی یافتہ تھے لیکن دولت کے نشے میں اللہ تعالیٰ کو بھول گئے تھے۔ بتوں کو اپنا خدا مان کر دنیا داری میں مگن تھے۔ ان کی شرارتیں روز بہ روز اس راستے کی طرف بڑھتی جارہی تھیں جو اللہ کے عذاب کی طرف جاتا تھا۔

شہر موصل کے مقابل دریائے دجلہ کے کنارے اٹھارہ سو ایکٹر پر پھیلا ہوا یہ شہر قبائلی نظام کی طرح مختلف قبیلوں میں تقسیم تھا۔ ہر قبیلے کا الگ حکمران تھا اور ان حکمرانوں پر ایک بادشاہ مقرر ہوتا تھا جو وادی تہذیب کے اس مسکن کی نگرانی کرتا تھا۔

☆......☆......☆

شام ہونے کو تھی۔ نینوا کی مرکزی شاہراہ پر چہل پہل بڑھنے لگی تھی۔ زرق برق قباؤں میں ملبوس بے فکرے نوجوان قہقہے برساتے، چہلیں کرتے ہوئے پھر رہے تھے۔ سڑک کی دونوں طرف کھڑی، سر بہ فلک عمارتوں کے جھروکے نازنینوں کے حسین چہروں سے آباد تھے۔ تاجروں کی دکانیں شام و ایران کے نایاب، سامان سے پٹی پڑی تھیں۔ کہیں ریشم کہیں کم خواب، کہیں سنجاب، کہیں جواہرات اپنی بہار دکھا رہے تھے۔ خریدار کم تماشائی زیادہ تھے۔

ان کھیل تماشوں میں ایک شخص سب سے الگ تھلگ مگر سب سے نمایاں نظر آرہا تھا۔ اس کی عمر اٹھائیس سال ہوگی۔ چہرے سے شرافت، متانت اور سنجیدگی ہویدا تھی۔ یہ شخص اپنے لباس اور چہرے مہرے سے، اسی قوم کا ایک فرد معلوم ہوتا تھا لیکن اجنبیوں کی طرح سب سے لاتعلق تھا جیسے اس شہر میں پہلی مرتبہ آیا ہو۔ اس کی آنکھوں میں دلچسپی نہیں حیرانی نظر آتی تھی۔ ایسی حیرانی جو حقارت کی حدوں کو چھو رہی تھی۔

Marfat.com

''کیا کوئی دوسری قوم ایسی بے فکر ہوگی جیسی یہ قوم ہے؟'' اس نے نوجوان کی اس ٹولی کو دیکھ کر سوچا جو ابھی ابھی شراب کے نشے میں شور مچاتی ہوئی اس کے قریب سے گزری تھی اور شاید اس پر بھی کوئی فقرہ کسا تھا جسے وہ پوری طرح سن نہ سکا تھا۔

اس شخص نے اب اپنی رفتار میں اضافہ کر لیا تھا۔ وہ اب جلد سے جلد وہاں پہنچنا چاہتا تھا جہاں اسے پہنچنا تھا۔ پھر اسے خیال آیا کہ وہ صحیح سمت میں جا بھی رہا ہے یا نہیں۔ اسے کسی سے پوچھ لینا چاہیے۔

''بھائی، ہیکل کا بڑا دروازہ کس طرف ہے؟'' اس شخص نے ایک راہ گیر سے پوچھا۔

''لگتے تو نہیں کے ہو، پھر مجھ سے مذاق کیوں کرتے ہو۔ تمہیں یہ نہیں معلوم کہ ہیکل کا دروازہ کدھر ہے؟''

''تم ٹھیک کہتے ہو، میں تمہارا ہم قوم ہوں لیکن یہاں سے کچھ فاصلے پر رہتا ہوں، اس طرف کبھی آنا نہیں ہوا۔''

''یہ تم نے اور بھی عجیب بات کہہ دی۔'' اس شخص نے غضب ناک نظروں سے گھورتے ہوئے کہا۔ ''اتنی عمر ہوگئی اور آج تک ہیکل میں قدم نہیں رکھا۔ آج کیا مشکل پڑ گئی جو دیوتاؤں کی یاد آ گئی۔''

''مشکل مجھ پر نہیں، تم لوگوں پر پڑنے والی ہے، میں اس مشکل سے نجات دلانے کے لیے آیا ہوں۔''

''ہمارے دیوتا ہی بہت ہیں ہمیں مشکلوں سے نجات دلانے کے لیے۔ دیکھتے نہیں، یہ خوش حالی، یہ دولت کی ریل پیل، یہ اونچی اونچی عمارتیں یہ مال واسباب سے لدی ہوئی کشتیاں، یہ سب کس کی بدولت ہے؟ یہ سب ہمارے دیوتاؤں نے ہمیں دیا ہے۔ کیا تو نہیں جانتا کہ اردگرد کی سلطنتوں میں ہماری واحد قوم ہے جس میں کوئی غریب نہیں، کوئی نادار نہیں۔ کوئی کم امیر ہے کوئی زیادہ امیر، غریب کوئی نہیں۔''

''صرف دولت ہی تو انسانیت کا معیار نہیں۔''

''اچھا نجات دہندہ صاحب۔ میرا سر مت کھائیے اور اپنی راہ لیجیے۔ یہاں سے آٹھ عمارتیں چھوڑ کر بائیں طرف مڑ جائیے گا۔ جو سیڑھیاں نظر آئیں گی۔ بس وہی ہیکل کا بڑا دروازہ ہے مگر ذرا سنبھل کر جائیے گا۔ وہاں تم جیسے لادینوں کا سر کچلنے کے لیے بہت سے دیوتا موجود ہیں۔'' اس نے کہا اور اپنی راہ ہولیا۔

یہ شخص عمارتیں گنتا ہوا آگے بڑھنے لگا۔ آٹھویں عمارت کے بعد وہ بائیں طرف مڑ گیا۔ یہاں نینوا کے پرانے بادشاہ بخت نصر کا مجسمہ نصب تھا جو ایک اسرائیلی کی لاش پر پاؤں رکھے کھڑا تھا۔ یہ مجسمہ اس وقت کی یادگار تھا جب بخت نصر بنی اسرائیل پر طوفان برق و باد کی طرح ٹوٹ پڑا تھا۔

اس مجسمے کے قریب پہنچ کر اس نے ادھر ادھر نظر دوڑائی تو راہ گیر کی بتائی ہوئی سیڑھیاں نظر آ گئیں۔ یہ کم از کم پچاس سیڑھیاں تھیں اور اس کے اوپر بڑا دروازہ نظر آ رہا تھا۔ یہی ہیکل کا بڑا دروازہ تھا۔ سیڑھیوں کے قریب اسے ایک رتھ کھڑا نظر آیا جسے سات گھوڑے ایک ساتھ کھینچتے تھے اس کا مطلب ہے حکمرانوں میں سے بھی کوئی آیا ہوا ہے، اس نے سوچا۔ اب مشکل یہ تھی کہ ہر سیڑھی پر دونوں طرف مہمانوں کو خوش آمدید کہنے کے لیے بت بنائے گئے تھے۔ کسی کا منہ شیر کا تھا۔ کوئی الو کی شکل کا تھا۔ کسی کے پر تھے کوئی برہنہ تھا۔ اسے ان بتوں کے درمیان سے ہوتے ہوئے اوپر جانا تھا بہر حال مجبوری تھی، وہ سیڑھیاں بڑھنے لگا۔ عبادت گاہ میں داخل ہونے والے ہر سیڑھی پر ان بتوں کے پاؤں چھو رہے تھے، ان کے آگے ہاتھ جوڑ رہے تھے اور اوپر چڑھتے جاتے تھے۔ ہیکل کے اندر پہنچ کر انہیں بڑے بت کو سجدہ کرنا پڑتا۔

اٹھائیس سالہ یہ نوجوان ان بتوں کو حقارت سے دیکھتا ہوا سیڑھیاں طے کر رہا تھا۔ بعض لوگ اس کی طرف حیرت سے دیکھ رہے تھے کہ یہ کیسا خودسر آدمی ہے کہ اتنی سیڑھیاں طے کر چکا اور اس نے ایک بھی بت کی دعا نہیں لی۔

وہ ہیکل کے بڑے دروازے کے سامنے جا کر رک گیا۔ بہت سے لوگ دروازے کے باہر سجدے میں پڑے ہوئے تھے۔ کچھ لوگ اندر داخل ہو رہے تھے کچھ باہر نکل رہے تھے۔

Marfat.com

''اے اہلِ نینوا، میری بات سنو!'' ایک آواز گونجی اور بہت سے لوگ اس طرف متوجہ ہو گئے۔ پھر اس بھیڑ میں اضافہ ہوتا چلا گیا۔

''مجھ پر وہ فرشتہ ظاہر ہوا ہے جو مجھ سے پہلے بھی اللہ کے نیک بندوں پر ظاہر ہوتا رہا ہے۔ اس نے مجھے خوش خبری دی ہے کہ اللہ نے مجھے اپنا رسول مقرر کیا ہے۔ مجھے یہ ہدایت بھی دی گئی ہے کہ میں تم تک پہنچوں اور اللہ کا پیغام تم تک پہنچاؤں۔ وہ پیغام جو تم سے پہلی قوموں کو دیا گیا تھا۔ جب تک وہ اس پر کاربند رہے، کامیاب رہے اور جیسے ہی روگردانی کی، اللہ کے عذاب نے انہیں پکڑ لیا۔ پس، تم اللہ کے پیغام پر کان دھرو جو میرے ذریعے تم تک پہنچایا گیا ہے، اس سے پہلے کہ تم تباہ ہو جاؤ۔''

''کیا ہے وہ پیغام جو تمہارے اللہ نے تمہارے ہاتھ بھجوایا ہے۔ ذرا ہم بھی تو سنیں۔'' کئی آوازوں نے ایک ساتھ پوچھا۔

''اللہ ایک ہے۔ اس کی پرستش کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو۔ اس کی ذات میں کسی کو شریک نہ کرو۔ دنیاوی مال پر مت اتراؤ۔ آخرت کی فکر کرو جہاں پہنچ کر تمہیں حساب دینا ہوگا۔''

''اپنے اللہ سے کہو، ہمیں خود آ کر بتائے۔ ہم تمہاری باتوں کو کیوں مانیں۔ کیا پتا تم نے یہ سب باتیں دل سے گھڑ لی ہوں۔''

''تم سے پہلے کے لوگ بھی یہی مطالبے کرتے تھے۔ خدارا! ان جیسے نہ بنو۔ بنی اسرائیل کی مثال تمہارے سامنے ہے۔ اللہ نے انہیں کتنی نعمتوں سے نوازا تھا لیکن جب وہ گمراہ ہو گئے۔ اللہ اور اس کے رسولوں کا مذاق اڑانے لگے تو بخت نصر ان کی گردن پر پاؤں رکھ کر کھڑا ہو گیا۔ پھر نہ دولت ان کے کام آئی نہ کوئی تدبیر۔ کیا دولت ان کے پاس نہیں تھی جو تم اپنی دولت پر اتراتے ہو؟''

''ہمیں باتوں میں مت الجھاؤ۔ اگر اللہ ہے تو اسے سامنے کیوں نہیں لاتے؟''

''تم اپنے بتوں سے کہو، بول کر دکھائیں۔''

''تم اچھی طرح جانتے ہو، بت بولتے نہیں ہیں۔''

''تمہارے بت جو نہ بول سکتے ہیں نہ سن سکتے ہیں نہ دیکھ سکتے ہیں افسوس کہ تم انہیں تو اپنا خدا مانتے ہو اور خدا جو سنتا بھی ہے دیکھتا بھی ہے جسے انسانی ہاتھوں نے نہیں بنایا اس پر یقین نہیں کرتے۔ یہ تمہاری سمجھ کا پھیر نہیں تو کیا ہے؟''

''اے شخص! تو کون ہوتا ہے ہمارے بتوں کو برا کہنے والا؟''

''میں متی کا بیٹا یونس ہوں۔ تمہاری طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں تاکہ میں تمہیں بت پرستی سے روکوں۔''

''تیرا لشکر تو نظر آتا نہیں۔ پھر تو ہمیں روکے گا کیسے؟''

''میں طاقت سے نہیں روکوں گا۔ تمہیں سمجھاؤں گا۔ اصل طاقت تو اللہ کے پاس ہے، اگر نہیں مانو گے تو عذاب آئے گا۔''

''اپنے اللہ سے کہو عذاب لے آئے۔ ہم تو نہیں ماننے والے۔''

''جانتے بھی ہو عذاب کیا ہوتا ہے؟''

''ہمیں جاننے کی ضرورت بھی نہیں ہے اور اب تم یہاں سے چلتے پھرتے نظر آؤ۔'' کئی لوگ خطاب کرنے والے کی طرف کسی خطرناک ارادے سے بڑھے لیکن وہ ان کی نظریں بچا کر بھیڑ ہی میں کہیں گم ہو گیا۔

خطاب کرنے والے یہ شخص حضرت یونس علیہ السلام تھے جن سے اللہ رب العزت نے کہیں تو آپ کا نام لے کر خطاب کیا ہے۔

Marfat.com

''پس کوئی بستی ایسی نہ ہوئی کہ ایمان لاتی تو اس کا ایمان اسے نفع دیتا سوائے یونس کی قوم کے۔'' (سورۂ یونس)

اور کہیں آپؑ کو آپؑ کے لقب سے یاد کیا ہے۔ سورۂ انبیا میں ''ذوالنون'' کہا گیا ہے۔ اس لیے کہ قدیم عربی زبان میں ''نون'' مچھلی کو کہتے ہیں اور سورۂ القلم میں صاحب الحوت کو یاد کیا گیا اور ''حوت'' بھی مچھلی کو کہتے ہیں۔

''اور مچھلی والے (یونسؑ) کو یاد کرو جب وہ (اپنی قوم سے خفا ہوکر) غصے کی حالت میں چل دیے۔'' (سورۂ انبیا)

''پس اپنے پروردگار کے حکم کی وجہ سے صبر کو کام میں لاؤ اور مچھلی والے کی طرح بے صبر نہ ہو جاؤ۔'' (سورۂ القلم)

مورخین اسلام اور اہل کتاب اس پر متفق ہیں کہ حضرت یونسؑ کے نسب سے متعلق اس سے زیادہ اور کوئی بات ثابت نہیں کہ ان کے والد کا نام متی ہے اور بعض لوگوں نے کہا ہے کہ متی حضرت یونسؑ کی والدہ کا نام ہے مگر یہ صحیح نہیں اس لیے کہ بخاری کی ایک روایت میں حضرت عبداللہ بن عباس سے یہ صراحت مذکور ہے کہ متی والد کا نام ہے نہ کہ والدہ کا اور اہل کتاب حضرت یونس علیہ السلام کا نام یوناہ اور ان کے والد کا نام امتی بتاتے ہیں۔ یونس بن متی اور یوناہ بن امتی میں کوئی نمایاں اختلاف نہیں ہے بلکہ یہ عبرانی اور عربی زبانوں کی نقطی تعبیر ہے۔

توریت کے بیان کے مطابق حضرت یونسؑ کی پیدائش یروشلم میں ہوئی اور پھر وہاں سے آپؑ کو عراق کی طرف بھیجا گیا۔ علمائے اسلام نے آپ کی جائے پیدائش نینوا کو قرار دیا ہے۔ علامہ طبریؒ نے تاریخ طبری میں یہی لکھا ہے۔ ''یہ بات مشہور ہے کہ حضرت یونس علیہ السلام موصل کی ایک نینوا نامی بستی کے رہنے والے تھے۔ آپؑ کا زمانہ نبوت ۷۰۰ سے ۸۰۰ سال قبل مسیح بتایا گیا ہے۔

آپؑ بت پرستوں میں رہتے ہوئے بھی بت پرستی سے محفوظ رہے تھے۔ اللہ جس کی چاہتا ہے حفاظت کرتا ہے۔ آپؑ اللہ کی خوب عبادت کرنے والے نیک بندے تھے۔ توریت کے بیان کے مطابق جب آپؑ عمر عزیز کے اٹھائیس برس گزار چکے تو اللہ نے حکم دیا۔ ''یوناہ بن متی، اٹھ اور اس شہر نینوا کے کو جا اور اس کے خلاف منادی کر کیونکہ ان کی شرارت میرے حضور پہنچی ہے۔''

اور قرآن نے یوں ذکر کیا ہے۔ ''اور ہم نے اسے ایک لاکھ یا اس سے زیادہ لوگوں کی طرف پیغمبر بنا کر بھیجا۔''

بہرحال جب آپؑ وحی کی منازل سے گزرے تو ہدایت کی ذمے داری آپؑ پر تھی۔ انبیا علیہ السلام کا عام قاعدہ یہ رہا ہے کہ انہوں نے اپنی تبلیغ کا آغاز معاشرے کے اس طبقے سے کیا جو مفلس و نادار تھے۔ انہوں نے ان انبیائے کرام کی آواز پر لبیک کہا اور پھر یہ مقدس حضرات بڑوں کی طرف متوجہ ہوئے لیکن حضرت یونسؑ کو ایسی قوم سے واسطہ پڑا جہاں مفلسی و ناداری کو کوئی جانتا بھی نہ تھا۔ دولت کی ایسی بہتات تھی کہ ہر شخص اپنی ضروریات میں خود کفیل تھا۔ گویا حکمران طبقے کے خلاف ایسی شکایات تھیں ہی نہیں کہ یہ لوگ ان کے خلاف اٹھ کھڑے ہوتے لہٰذا حضرت یونس علیہ السلام نے یہی سوچا کہ تبلیغ کا آغاز ہیکل کی پرشکوہ عمارت کے سامنے سے کیا جائے کہ مذہبی قوت کا یہی منبع تھا۔ اسی قلعے کو تسخیر کرنے کی ضرورت تھی کیونکہ بت پرستی ہی اس قوم کا مرض تھا۔

حضرت یونس علیہ السلام بت پرستی سے اتنی دور تھے کہ ایک ہی شہر میں رہتے ہوئے آپؑ کو مرکزی عبادت گاہ کا راستہ تک نہیں معلوم تھا۔ آپؑ راستہ پوچھتے ہوئے وہاں تک پہنچے اور جرات مندانہ خطاب کیا۔

خطاب کے بعد لوگ آپؑ کو ڈھونڈتے رہ گئے اور آپؑ گھر پہنچ گئے۔ چراغ جل چکا تھا۔ آپؑ کی زوجہ محترمہ آپ کا انتظار فرما رہی تھیں۔ اپنے شوہر کی طرح انہیں بھی اللہ پر بھروسا تھا لیکن پھر بھی اندیشے سر اٹھا رہے تھے۔

''میں نے آپ کو زندہ دیکھا ہے، میں پہلے شکر کی نماز پڑھ لوں پھر ساتھ بیٹھ کر کھانا کھائیں گے۔''

''کیا تمہیں میرے رب پر بھروسا نہیں تھا؟''

''جو آپؑ کا رب ہے وہی میرا رب ہے۔ بھروسا نہ ہونے کا سوال ہی نہیں تھا لیکن میں اپنی محبت کو کیا کروں۔''

Marfat.com

"کیا تم سب سے زیادہ مجھ سے محبت کرتی ہو؟"

"یہ قوم بہت شریر ہے۔ میں ڈر رہی تھی۔"

ان دونوں نے مل کر نمازِ شکر ادا کی۔ پھر ساتھ مل کر کھانا کھایا اور پھر گھر کی کنڈی اندر سے اچھی طرح بند کر کے سونے کے لیے لیٹ گئے۔ حضرت یونس علیہ السلام بہت دیر تک اللہ کو اور اس کی قدرت کو یاد کرتے رہے جس نے آج انہیں ان شریر لوگوں سے محفوظ رکھا تھا۔

دوسرے دن کا سورج طلوع ہوا تو آپؑ ایک قبیلے کی طرف روانہ ہو گئے۔ یہ شہر چونکہ مختلف قبیلوں میں بٹا ہوا تھا اس لیے آپؑ نے یہی بہتر سمجھا کہ جس دعوت کا آغاز انہوں نے ہیکل کے بڑے دروازے سے کیا ہے، اب اس پیغام کو ہر قبیلے تک پہنچائیں تاکہ کسی کو یہ کہنے کا موقع نہ ملے کہ یونسؑ ہم تک تو پہنچا ہی نہیں تھا۔

اس قبیلے کے بارے میں یہ مشہور تھا کہ یہ لوگ بہت سے بتوں کی پوجا نہیں کرتے بلکہ ان کا صرف ایک ہی بت ہے جسے یہ اپنا نجات دہندہ سمجھتے ہیں، اسی لیے یہ لوگ ہیکل میں جا کر عبادت نہیں کرتے تھے۔ اپنے بت کو اپنے گھر میں رکھتے اور وہیں عبادت کرتے تھے۔ حضرت یونس علیہ السلام کو امید تھی کہ یہ لوگ چونکہ ایک بت کی پرستش کرتے ہیں اس لیے توحید سے قریب ہیں، میری باتیں ان کی سمجھ میں ضرور آ جائیں گی۔

آپؑ نے اس قبیلے کے حاکم سے ملاقات کی اور اسے دین کی دعوت دی۔ حاکم ان کی طرف اس طرح دیکھ رہا تھا جیسے وہ کسی اور زبان میں اس سے مخاطب ہوں۔

"تو تم ہی وہ دیوانے آدمی ہو جو کل ہیکل میں گھس گیا تھا اور دیوتاؤں کی بے حرمتی کی تھی؟"

"میں وہی یونس متی ہوں لیکن دیوانہ ہرگز نہیں ہوں۔ میں اللہ کا نبی ہوں اور میں جو کہتا ہوں اپنی طرف سے نہیں کہتا۔"

"ہم لوگ کیسے مان لیں کہ تم اللہ کے نبی ہو۔"

"تمہیں یہ تو معلوم ہوگا کہ خدا ایک ہے۔"

"ہم سے زیادہ کون جانتا ہوگا۔ ہمارا ایک ہی بت ہے، وہی ہمارا خدا ہے۔"

"جسے تم نے اپنے ہاتھوں سے بنایا ہے وہ خدا کیسے ہو سکتا ہے؟"

"پھر تمہارا خدا کیسا ہے، ذرا ہمیں بھی دکھاؤ۔"

"میرا خدا وہ ہے جسے کسی نے نہیں بنایا اور اس نے سب کو بنایا ہے۔"

"دیکھو یونس اگر تمہیں الٹی سیدھی باتیں کر کے مشہور ہی ہونا ہے تو ان بہت سے بتوں کی پوجا کرنے والوں سے کہو کہ ایک بت کی پوجا کریں جس طرح ہم کرتے ہیں، اگر تم کامیاب ہو گئے تو ہم تمہیں مالا مال کر دیں گے۔"

"میں کسی لالچ کے لیے تبلیغ نہیں کر رہا ہوں کہ بار بار اپنا بیان بدل دوں۔ اس ایک بت کو بھی اپنے گھروں سے نکال دو پھر دیکھو اللہ تمہیں کتنی نعمتوں سے نوازتا ہے۔"

"ہمیں اب کسی نعمت کی ضرورت ہے، کیا ہے جو ہمارے پاس نہیں ہے۔ زندگی تو تم اپنی خراب کر رہے ہو۔ معمولی سی تجارت کرتے ہو، اب وہ بھی نہیں رہے گی۔ یہی حال رہا تو لوگ تمہارا مال خریدنا بھی چھوڑ دیں گے۔"

"تم نے یہ کیسے سمجھ لیا کہ یہ مال و دولت تمہارے پاس ہمیشہ رہے گا جس نے دیا ہے وہ چھین بھی سکتا ہے۔"

"ہم اپنی حفاظت کرنا جانتے ہیں۔"

"دور کیوں جاتے ہو، بنی اسرائیل کی شان و شوکت کہاں گئی؟ کیا کبھی سوچا؟"

"وہ تم جیسے لوگوں کے بہکاوے میں آ کر گمراہ ہو گئے تھے۔ پھر دیوتاؤں نے انہیں سزا دے دی۔ مجھے تو یہ ڈر ہے

Marfat.com

کہ تمہاری حرکتیں ہمارے لیے کوئی عذاب نہ کھڑا کر دیں۔ ویسے ہم نے اپنی حفاظت کا بندوبست اچھی طرح کر لیا ہے، پختہ فصیلیں اور قلعے ہماری حفاظت کے لیے بہت ہیں۔''

''افسوس کہ تمہاری سمجھ میں میری بات نہیں آئی۔''

''میں تو تمہیں یہی مشورہ دوں گا کہ ہماری زندگیوں میں زہر گھولنے سے باز رہو۔''

''جو کام خدا نے میرے ذمے لگایا ہے میں اس سے کیسے باز رہ سکتا ہوں۔''

''پھر تم اپنے انجام کی فکر کرو۔'' حاکم نے کہا اور اٹھ کر چلا گیا۔

حضرت یونس علیہ السلام اسی طرح ایک ایک حاکم کے پاس جاتے رہے۔ یہی سوال رکھتے رہے لیکن کوئی بھی ان کی بات سننے یا ماننے کو تیار نہیں ہوا۔ اب حضرت یونس علیہ السلام نے سوچا کہ یہ لوگ تو اقتدار کے نشے میں چور ہیں۔ سمجھتے بھی ہوں گے تو نہ سمجھنے کا ڈھونگ رچاتے ہوں گے۔ انہیں اب براہ راست عوام سے مخاطب ہونا چاہیے۔ اس کے لیے بازار بہت مناسب ہیں۔ وہاں ہر قسم کے لوگ ہر وقت آتے ہیں۔ شاید کچھ لوگوں کے دل میں میری باتیں اتر جائیں۔

ہفتے کے دن نینوا کے ایک بڑے میدان میں بہت بڑا بازار لگتا تھا۔ تاجر اپنی دکانیں لگاتے تھے۔ شام اور مصر کے تاجر بھی یہاں آتے تھے۔ بڑی تعداد میں لوگ خریداری کے لیے آتے تھے جنہیں کچھ نہیں بھی خریدنا ہوتا تھا، وہ بھی ان نادر اشیا کو دیکھنے کے لیے آتے تھے۔ غرض خوب بھیر بھاڑ ہوتی تھی۔ حضرت یونس علیہ السلام بھی وہاں پہنچ گئے۔ یہاں کی دنیا ہی نرالی تھی۔ کہیں کوئی جادوگر اپنی جادوگری کے کمالات دکھا رہا تھا اور لوگ اس کے گرد جمع تھے۔ کہیں کوئی شعبدہ باز لوگوں کی آنکھوں میں دھول جھونک رہا تھا۔ کسی جگہ جوا کھیلا جا رہا تھا۔ اس بازار میں عورتیں بھی آزادانہ گھوم رہی تھیں۔ ان میں کچھ ایسی عورتیں بھی تھیں جو بے حیائی کے کاموں کے لیے لوگوں کو دعوت نظارہ دے رہی تھیں۔ ایک جگہ بتوں کی خرید و فروخت ہو رہی تھی۔

حضرت یونس علیہ السلام نے ایک خالی گوشہ دیکھا تو وہاں کھڑے ہو گئے اور لوگوں کو اپنی طرف بلایا۔ لوگ یہی سمجھے کہ کوئی شعبدہ گر ہے۔ کوئی کرتب دکھانے والا ہے۔ لوگ کھنچے چلے آئے اور مجمع اکٹھا ہو گیا۔

''لوگو! مجھے خدا نے تمہارے پاس بھیجا ہے کہ میں تمہیں بے حیائی کے کاموں سے روکوں۔ تم کیا سمجھتے ہو، تمہارا پیدا کرنے والا تمہیں پیدا کر کے بھول گیا ہے۔ تم پر کوئی گرفت کرنے والا نہیں ہے۔ جن بتوں کو تم اپنا خدا کہتے ہو، وہ تمہیں بے حیائی کے کاموں سے روکنے کی قدرت نہیں رکھتے۔ اسی لیے تم دلیر ہو گئے ہو، ان بتوں کو توڑ دو اور ایک اللہ پر ایمان لے آؤ۔ وہ دن آنے والا ہے جب یہ بت تمہاری حفاظت نہیں کر سکیں گے۔''

مجمع شور مچانے لگا۔ ''کوئی کرتب دکھانا ہے تو دکھاؤ۔ خالی خولی باتیں کر کے کیوں ہمارا اور اپنا وقت برباد کر رہے ہو۔''

ایک طرف سے آواز آئی۔ ''ارے، یہ تو وہی یونس متی ہے جس کا دماغ چل گیا ہے۔ کیوں اس پاگل کے پیچھے پڑے ہوئے ہو، چلو کہیں اور چلتے ہیں۔ وہ دیکھو، سامنے۔ مصری طائفہ آیا ہوا ہے، ان کا رقص دیکھتے ہیں۔''

لوگ ایک ایک کر کے کھسکنے لگے۔ تھوڑی دیر میں مجمع چھٹ گیا۔ حضرت یونس علیہ السلام انہیں بلاتے رہے اور بالآخر تنہا کھڑے رہ گئے۔ ''یہ قوم کھیل تماشوں میں اتنی ڈوب گئی ہے کہ کوئی سنجیدہ بات سننے کو تیار ہی نہیں۔ خیر ابھی تو سال دو سال ہی گزرے ہیں۔ بھٹکی ہوئی قوم کو راہ راست پر آنے میں کچھ وقت تو لگے گا۔'' آپؑ نے اپنے آپ کو تسلی دی اور بازار سے ہٹ کر کچھ دور ایک درخت کے نیچے بیٹھ گئے۔ آپؑ پر سخت اضمحلال طاری تھا۔ اپنی محنت رائگاں جاتی نظر آ رہی تھی لیکن خدا پر بھروسہ بھی تھا کہ وہ کوئی راہ ضرور نکالے گا۔

شام ہو چکی تھی۔ تاجر اپنی دکانیں سمیٹ رہے تھے۔ نوجوانوں کی ٹولیاں بازار سے گھروں کی طرف لوٹ رہی

Marfat.com

تھیں۔ بازار میں آئی ہوئی طوائفیں گاتی بجاتی ہوئی گزر رہی تھیں۔

ہمارے دیوتا سلامت رہیں
جنہوں نے ہمیں
حسن دیا اور اچھی آوازیں دیں
لچکتی ہوئی کمان کی طرح بدن دیا
جب ہم رقص کے لیے بدن تولتے ہیں
اور گانے کے لیے منہ کھولتے ہیں
تو اسے دیوتا
دیکھنے والے نینوا کے سخی لوگ
ہمارے منہ موتیوں سے بھر دیتے ہیں
اپنی جیبیں خالی کر دیتے ہیں
ان کی جیبیں پھر سے بھر دے

حضرت یونس علیہ السلام ان کی بے حیائی پر کڑھ ضرور رہے تھے لیکن ان کا حال تو اس ڈوبنے والے کی طرح تھا جو تنکے کا سہارا ڈھونڈتا ہے۔ ایک امید بھرا خیال ان کے قریب سے ہوکر گزرا۔ یہ طبقہ گناہوں کے بہت قریب ہوتا ہے، اگر انہیں ان کے گناہوں کا احساس دلایا جائے تو ممکن ہے یہ راہ راست پر آ جائیں۔ یہ طبقہ برائیوں کے پھیلانے کا ذریعہ بھی بنتا ہے۔ اگر یہ ایمان لے آئیں اور برائیوں سے توبہ کر لیں تو شاید ان کے پاس آنے والے لوگوں کو بھی نصیحت ہو۔

آپؑ اس درخت کے نیچے سے اٹھے اور گھر کی طرف چل دیے۔ ان کا گھر یہاں سے قریب نہیں تھا۔ گھر پہنچتے پہنچتے رات ہوگئی۔ گھر کے سامنے پہنچے تو گھر کا دروازہ خلاف معمول کھلا ہوا تھا۔ آپؑ کو اپنی زوجہ کا خیال آیا۔ کہیں وہ کسی مصیبت میں تو نہیں۔ اسی وقت ایک عورت گھر سے باہر نکلی، گلی میں گھپ اندھیرا پھیلا ہوا تھا۔ آپؑ نے اپنی زوجہ کا نام لے کر آواز دی لیکن وہ کوئی اور عورت تھی۔

”تمہاری بیوی کے ولادت ہونے والی ہے، تم اسے چھوڑ کر کہاں چلے گئے تھے اس حالت میں۔“

”میرے پاس ایک امانت ہے، اس کو حق داروں میں تقسیم کرتا پھر رہا ہوں، اللہ کا پیغام ہے جو گھر گھر پہنچا رہا ہوں۔“

”تمہارے انہی کاموں نے تمہیں رسوا کیا ہے۔“ وہ عورت بولی۔ ”قبیلے کے لوگوں نے منع کر دیا تھا کہ کوئی تمہارے گھر کا رخ نہ کرے۔ میں سب سے چھپ کر تمہاری بیوی کی مشکل حل کرنے آئی ہوں، میرے ساتھ ایک عورت اور ہے جو اندر ہے۔ کسی چیز کی ضرورت پڑ گئی تھی، وہ لینے جا رہی ہوں۔“

وہ عورت اندھیرے میں گم ہوگئی۔“ حضرت یونس علیہ السلام اس خیال سے کہ اندر ایک غیر عورت بیٹھی ہے دروازے پر ہی بیٹھ گئے اور جانے والی عورت کا انتظار کرنے لگے کہ وہ کب لوٹ کر آتی ہے۔

کچھ دیر بعد وہ عورت آئی اور آپؑ سے کوئی بات کیے بغیر اندر چلی گئی۔ اندر سے بچے کے رونے کی آواز آئی اور حضرت یونسؑ نے اپنے رب کا شکر ادا کیا کہ اس مشکل وقت میں اس نے ان کی مدد کی۔

”تم ایسے گمراہ ہو کہ تمہارے گھر میں ایک بت تک نہیں کہ میں بچے کو اس کے قدموں میں رکھ کر اس کی زندگی کی دعا مانگتی۔“ اس عورت نے باہر نکل کر حضرت یونس علیہ السلام سے کہا۔ اس کے پیچھے پیچھے دوسری عورت بھی آ گئی۔

”اس بچے کی جتنی زندگی اللہ نے لکھ دی ہے اس میں کوئی اضافہ نہیں کر سکتا۔ وہ جب چاہے گا اسے اپنے پاس

Marfat.com

بلا لے گا۔'' حضرت یونس علیہ السلام نے فرمایا اور وہ دونوں عورتیں بکتی جھکتی چلی گئیں۔

''عجیب ظالم باپ ہو، بچے کی زندگی کا بھی خیال نہیں۔''

حضرت یونس علیہ السلام اندر تشریف لے گئے، بیوی کی خیریت دریافت کی، بچے کو دیکھا۔ گھر میں بکریاں پلی ہوئی تھیں۔ دودھ کی کوئی کمی نہیں تھی۔ دس پندرہ دن بعد آپؑ مال تجارت لے کر نینوا سے باہر چلے جاتے تھے اور برائے نام منافع لے کر گھر چلے آتے تھے۔ گزر بسر ہو ہی جاتی تھی۔ اگر گھر میں کمی تھی تو بقول اس عورت کے بتوں کی کمی تھی۔

''ان عورتوں کو تم نے کچھ دے دلا کر رخصت کیا ہے یا یونہی؟''

''میں نے اتنا دیا ہے کہ کہیں سے نہ ملا ہوگا۔''

''بہت ناراض ہو کر گئی ہیں۔ میں نے سمجھا شاید۔''

''ناراض تو اس لیے تھیں کہ ہم خدا پرست کیوں ہیں۔''

''ہاں، یہ شکایت تو ہم سے پورے شہر کو ہے۔ افسوس کہ میں اب تک ایک شخص کو بھی اپنا ہم نوا نہ بنا سکا۔ پتا نہیں میرا رب مجھ سے راضی بھی ہے کہ نہیں؟''

''وہ اگر راضی نہ ہوتا تو وحی کا سلسلہ بند ہو گیا ہوتا، خدا آپ کی رہنمائی قدم قدم پر کر رہا ہے۔''

''میں نے اس کے لیے کیا کیا۔''

''آپ کوشش ہی کر رہے ہیں اور یہی آپ کر سکتے ہیں۔''

''مجھے لگتا ہے اس شہر کے لوگ ہمیں زیادہ دن تک برداشت نہیں کر سکیں گے۔''

''اللہ کو جو منظور ہوگا وہی ہوگا۔ آپ کھانا کھا لیں، بہت تھک گئے ہوں گے۔''

''تم آرام سے لیٹی رہو۔ میں تھوڑا سا دودھ پی لوں گا۔ یہی میری بھوک ہے۔''

آپؑ اپنے بستر پر دراز ہو گئے اور دن بھر کے واقعات پر غور کرنے لگے۔ پھر آپ کو ان طوائفوں کا خیال آیا جنہیں آپ بازار میں دیکھ چکے تھے۔ امید کی کرن اب تک دل میں روشن تھی۔ میری قوم کا یہی ایک مظلوم طبقہ ہے۔ میں انہیں یقین دلاؤں گا کہ تم اللہ پر ایمان لے آؤ تو اللہ کی نظروں میں تمہیں اتنی عزت مل جائے گی جو اس معاشرے میں تمہیں کبھی حاصل نہیں ہو سکتی۔ تمہاری دنیا تو خیر خراب ہوئی ہے، آخرت ہی سنوار لو۔

آپؑ صبح سو کر اٹھے تو یہ سوال سامنے آیا کہ ہیکل کا پتا تو میں نے پوچھ بھی لیا تھا، ان طوائفوں کا پتا کس سے دریافت کروں گا۔ آپؑ کو یہ تو معلوم تھا کہ ان ارباب نشاط کا ایک محلّہ الگ سے آباد ہے لیکن کس طرف ہے جاننے کی کبھی کوشش نہیں کی تھی۔ آپؑ نے اس ارادے کو اس وقت تک کے لیے ملتوی کر دیا جب تک اس محلے کی بابت معلوم نہیں ہو جاتا۔

ایک روز آپؑ اپنے گدھے پر بیٹھ کر بازار کی طرف نکلے تھے کہ ایک دکان کے سامنے ایک رتھ کو دیکھ کر ٹھہر گئے۔ اس سے ایک عورت نہایت قیمتی پوشاک پہنے نیچے اتری اور ایک دکان میں داخل ہوئی۔ آپؑ نے اس وقت یہی سمجھا تھا کہ شاہی خاندان کی کوئی عورت ہے جو زیورات خریدنے آئی ہے لیکن پھر آپؑ نے دیکھا کہ اس کے دکان میں داخل ہوتے ہی کچھ اوباش قسم کے نوجوان دکان کے سامنے جمع ہو گئے اور اس عورت کے بارے میں تبصرے کرنے لگے۔ اب آپؑ کو معلوم ہوا کہ یہ عورت دراصل بہت مشہور طوائف ہے۔

''بھائیو! اس کا کیا ہے۔ یہ قیمتی سے قیمتی زیور خرید سکتی ہے۔ یہ نینوا کی سب سے بڑی طوائف ہے۔ حاکموں تک اس کی رسائی ہے۔ ہم تو بس اسے دیکھ ہی سکتے ہیں۔''

ان تبصروں کے بعد شک کی گنجائش ہی نہیں رہ گئی تھی کہ وہ عورت کون ہے۔ آپؑ بھی وہیں ٹھہر کر اس عورت کے دکان سے باہر آنے کا انتظار کرنے لگے۔

Marfat.com

کچھ دیر بعد وہ عورت باہر آئی۔ دکان کا مالک اس کے ساتھ ساتھ چل رہا تھا۔ پھر اس نے ہاتھ کا سہارا دے کر اس عورت کو رتھ پر سوار کرایا۔ کوچوان نے گھوڑے کو ہانکا۔ لوگوں کی بھیڑ کچھ دور تک رتھ کے ساتھ ساتھ چلتی رہی۔ پھر لوگ ادھر ادھر ہو گئے۔ حضرت یونس علیہ السلام بھی اپنے گدھے پر سوار کچھ فاصلہ دے کر چل رہے تھے۔

انہیں اس وقت اس عورت سے کوئی بات نہیں کرنی تھی۔ اس لیے قریب جانے کی ضرورت بھی نہیں تھی۔ یہ رتھ شہر کی گہما گہمی سے نکلنے کے بعد ایک خالی راستے سے گزرنے لگا۔ پھر آبادی آ گئی۔ یہاں نہایت شاندار مکان بنے ہوئے تھے۔ دن کا وقت تھا اس لیے تماش بین نظر نہیں آ رہے تھے۔ اداس مکان اپنے مکینوں کی خوش حالی کی داستانیں سنا رہے تھے۔ وہ رتھ ایک مکان کے سامنے پہنچ کر رک گیا۔ وہ عورت اتری اور اس مکان کے اندر چلی گئی۔ یونس علیہ السلام نے اپنا گدھا گھمایا اور واپس چلے آئے۔

دوسرے دن حضرت یونس علیہ السلام اس محلے میں پہنچ گئے اور اسی دروازے پر دستک دی جہاں وہ عورت اتری تھی۔ ایک عورت دروازے پر آئی لیکن یہ وہ نہیں تھی جسے آپ نے کل دیکھا تھا۔

''اس مکان کی مالکہ کو بلاؤ، تم تو شاید ان کی ملازمہ ہو۔''

''نہیں، میں ان کی بہن ہوں۔''

''جو کوئی بھی ہو۔''

''وہ دن کے وقت کسی سے نہیں ملتیں۔ کیا تمہیں یہاں کے آداب کا علم نہیں؟''

''میں یہاں روز کا آنے والا نہیں ہوں۔''

''نینوا میں تو رہتے ہو، جاؤ رات کے وقت آنا۔''

''میں ان کا گاہک نہیں ہوں بلکہ مجھے ایک ضروری پیغام ان تک پہنچانا ہے۔''

پیغام کا سن کر وہ عورت کچھ سوچ میں پڑ گئی۔ پھر آپ کو وہیں ٹھہرا کر اندر چلی گئی۔ کچھ دیر بعد آئی اور آپ کو اندر آنے کو کہا۔ آپ اندر داخل ہوئے تو واقعی وہ سچ تھا جو لوگوں نے کہا تھا۔ یہ محل نما مکان اس عورت کی خوش حالی کا قصہ بیان کر رہا تھا۔ وہ شیشے کی طرح چمکتے ہوئے فرش سے گزر کر ایک کمرے میں داخل ہوئے۔ وہاں عورت ایک مرصع تخت پر کروٹ سے نیم دراز تھی۔ دو خوبصورت لڑکیاں دائیں بائیں کھڑی پنکھا جھل رہی تھیں۔ عطر اور لوبان کی خوشبو سے پورا کمرا مہک رہا تھا۔

''فرمائیے کس کا پیغام لائے ہیں آپ؟'' اس عورت نے کہا اور پھر ایک دم ٹھٹک گئی، اتنی حیران ہوئی کہ اٹھ کر بیٹھ گئی۔ ''آپ وہی تو نہیں ہیں جو کل بھی میرا پیچھا کرتے ہوئے یہاں تک پہنچے تھے۔''

''جی ہاں، میں وہی ہوں۔''

''آپ کو جو کہنا تھا اسی وقت کہہ دیتے۔''

''بات تفصیلی تھی اس لیے میں نے مناسب نہیں سمجھا۔''

''فرمائیے۔ آپ کہیں تو میں اپنی کنیزوں کو یہاں سے ہٹا دوں؟''

''نہیں، انہیں یہیں رہنے دیں۔ یہ بات ان کے بھی سننے کی ہے بلکہ آپ کی جتنی برادری ہے اگر ان سب کو بھی بلا لیں تو اور اچھا ہے۔''

''ایسا کیا پیغام ہے۔ جلدی فرمائیے۔'' اس عورت کی دلچسپی اتنی بڑھ گئی تھی کہ وہ آپ کی طرف آگے کی جانب جھک کر بیٹھ گئی۔

''آپ کی اس معاشرے میں کتنی عزت ہے؟''

Marfat.com

''ہمارے سامنے حاکم بھی سر جھکاتا ہے۔''

''میں نے پوچھا ہے عزت کتنی ہے۔ کیا اتنی ہی عزت ہے جتنی دوسری پارسا عورتوں کی؟''

''اس سوال کا آپ کے پیغام سے کیا تعلق ہے؟''

''کچھ تو ہوگا جو یہ سوال میں آپ سے کر رہا ہوں۔''

''ظاہر ہے لوگ ہمیں اچھا نہیں سمجھتے مگر ہمیں کیا ہمیں تو دولت سے مطلب ہے۔''

''کیا تم نے سوچا ہے، یہاں بھی عزت نہیں اور مرنے کے بعد بھی دوزخ کا عذاب سمیٹو گی۔ کیا میں تمہیں ایسا راستہ نہ بتادوں کہ اللہ کے یہاں تم عزت دار کہلاؤ۔''

''تم آخر ہو کون اور کیا چاہتے ہو؟''

''میں اللہ کا نبی ہوں اور اپنی قوم کو سیدھا راستہ دکھانے آیا ہوں۔ تمہاری مظلومیت اس بات کی متقاضی ہے کہ تم میری بات سنو بھی اور مانو بھی کیونکہ تم دونوں طرف سے گھاٹے میں ہو۔ بت پرست ہو اس لیے بھی اور اہل نینوا تمہیں کمتر سمجھتے ہیں اس لیے بھی۔''

اس عورت کے چہرے کا رنگ تبدیل ہو گیا جیسے ان باتوں کا اس پر اثر ہونے لگا ہو لیکن پھر وہ فوراً سنبھل بھی گئی۔ اس نے اپنی کنیزوں کی طرف دیکھا اور اسے اپنا مرتبہ یاد آ گیا۔

''جو اس وقت مجھے خوش حالی میسر ہے۔ کیا وہ میرے دیوتاؤں کی دی ہوئی نہیں؟''

''ہرگز نہیں۔''

''تو پھر تمہارے خدا نے دی ہوگی۔ اس صورت میں بھی صاف ظاہر ہے کہ تمہارا خدا مجھ سے بہت خوش ہے ورنہ وہ مجھے محتاج کر چکا ہوتا۔''

''اگر کسی کو عیش و عشرت نصیب ہو تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ خدا اس سے خوش بھی ہے۔ وہ سدھرنے کے لیے پورا موقع دیتا ہے۔ اس کے بعد پھر اس کا انصاف شروع ہو جاتا ہے۔''

''آپ کا پیغام مجھے مل گیا۔ میں نے بہت موقع، بہت وقت دے دیا۔ آپ کو معلوم ہوگا کہ میرے وقت کی کتنی قیمت ہے۔''

''مجھے بھی جلدی نہیں ہے، آپ خود غور کر لیں میں کل پھر آؤں گا۔''

''اگر میں نے ملنے سے انکار کر دیا؟''

''ابھی میری بات مکمل نہیں ہوئی۔'' آپؑ نے فرمایا اور اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔

آپؑ وہاں زیادہ دیر بیٹھنا چاہتے بھی نہیں تھے۔ آپؑ کو معلوم تھا کہ کہاں بیٹھے ہیں اور شام ہوتے ہی یہاں کون لوگ آنا شروع ہو جائیں گے پھر یہ کہ آپؑ اپنی بات کو تشنہ بھی چھوڑ دینا چاہتے تھے تاکہ وہ طوائف دوسرے دن آپؑ کے آنے تک کچھ نہ کچھ سوچتی رہے۔

حضرت یونس علیہ السلام کے جاتے ہی اس محلے میں رونقوں کے میلے لگنا شروع ہو گئے۔ وہ طوائف جو ابھی ہدایت کے پھول چن کر اٹھی تھی، سنگار کی منزلوں سے گزر ضرور رہی تھی لیکن اس کا دھیان کہیں اور تھا۔ حضرت یونس علیہ السلام کی باتوں نے اسے کچھ سوچنے پر مجبور کر دیا تھا۔ وہ سوچ رہی تھی، میرے پاس جو بھی آتا ہے اسے مجھ سے کوئی غرض نہیں ہوتی۔ وہ اپنے مقصد سے آتا ہے اپنی مرضی سے چلا جاتا ہے یہ پہلا شخص تھا جسے اس کا کوئی جسمانی مطلب یہاں کھینچ کر نہیں لایا۔ اس کی جرات بتا رہی تھی کہ وہ سچ بول رہا ہے۔ مختلف قوموں میں رسول آتے تو رہے ہیں۔ کہیں یہ ان میں سے نہ ہو۔ مجھے اس کی بات مان لینی چاہیے۔ شاید میرے ہی فائدے کی بات ہو۔

Marfat.com

محفل کا وقت ہو گیا تھا۔ نینوا کے کئی اہم لوگ آئے ہوئے تھے۔ وہ سوچ رہی تھی کاش، یہ نہ آئے ہوتے۔ مجھے سوچنے کا کچھ اور موقع مل جاتا۔ وہ زیادہ دیر خود سے نہ لڑ سکی۔ ایک ادائے خاص سے اٹھی اور تماشائیوں کے سامنے پہنچ گئی۔ اب کوئی خیال درمیان میں نہیں تھا۔ وہ تھی اور اس کی برسوں کی ریاضت۔

دوسرے دن حضرت یونس علیہ السلام ایک موہوم امید کے ساتھ اس کے دروازے پر پہنچے تو وہاں کا رنگ ہی بدلا ہوا تھا۔ وہ خود انہیں لینے دروازے پر آئی۔ اندر گئے تو دوسری بہت سی طوائفیں وہاں جمع تھیں۔

''اگر وہی باتیں آپ ان سب کے سامنے بھی کہیں جو مجھ سے کہی تھیں؟''

''میں تو سب ہی کی ہدایت کے لیے بھیجا گیا ہوں۔ ایک تم ہی مخصوص نہیں تھیں۔''

آپؑ نے ہدایت کے موتی بکھیرنے شروع کیے لیکن وہاں کوئی جوہری نہیں تھا۔ وہ اخلاق باختہ عورتیں آپؑ کی عظمت کی قائل ہی نہیں تھیں۔ وہ تو شاید اس لیے جمع ہو گئی تھیں کہ یہاں روز تماشے ہوتے ہیں آج دوسری طرح کا تماشا سہی۔ آپؑ کی ہر بات پر قہقہے لگ رہے تھے۔ سوال بھی ایسے کیے جا رہے تھے جن کا مقصد تنگ کرنے کے سوا کچھ نہیں تھا۔

وہ عورت جو اب تک آپؑ پر ایمان لاتی نظر آ رہی تھی، مذاق اڑانے والیوں میں سب سے آگے آگے تھی۔ وہ سوچ رہی تھی کہ اگر اس نے اپنی ساتھ والیوں کا ساتھ نہیں دیا تو اس کا رعب ختم ہو جائے گا۔ اس کے بارے میں سب کیا سوچیں گی کہ ایک کمزور آدمی کی باتوں میں آ گئی۔

اس قوم کی کمزوری ہی یہ تھی کہ یہ لوگ جھوٹی انا کا شکار تھے۔ شیخی بگھار کر خوش ہوتے تھے۔ اپنے آگے کسی کو کچھ نہ سمجھنا ان کی فطرت میں شامل تھا۔ یہی سبق یہاں دہرائے جا رہے تھے۔ کسی کے دل میں اگر کوئی بات اتر بھی رہی تھی تو دوسرے ہی لمحے وہ اس سے مکر جاتی تھی۔

اس قوم پر نصیحت سننے اور قبول کرنے کے دروازے ہی بند ہو چکے تھے۔ یہ لوگ سوچتے تھے کہ اگر کسی کی بات مان لی تو اس کا مرتبہ ہم سے بڑھ جائے گا۔ دولت کا نشہ تھا، اس لیے یہ برائی، برائی معلوم ہی نہیں ہوتی تھی بلکہ یہ احساس ہوتا تھا کہ اگر یہ برائی ہوتی تو ہماری دولت ہم سے چھن گئی ہوتی۔

جب حضرت یونس علیہ السلام یہاں سے اٹھے اور اپنے گدھے پر سوار ہوئے تو بہت دل گرفتہ تھے۔ نچلے ترین طبقے نے بھی ان کی بات کو نہ صرف ٹھکرا دیا تھا بلکہ اپنے پیشے کی ذلالت سے مجبور ہو کر آپؑ کے ساتھ رکیک مذاق کیے تھے۔ اس قوم سے تو یہ گدھا اچھا ہے۔ جس طرف کہتا ہوں اسی طرف چل تو پڑتا ہے۔ یہ لوگ انسان ہو کر عقل و شعور سے محروم ہیں۔

آپؑ گھر پہنچے تو کسی بھی دن سے زیادہ تھکے ہوئے تھے۔ یہ تھکن روح کی تھی جسم کی نہیں۔ ایسی مایوسی ہوئی تھی جس کا اظہار وہ کسی سے بھی نہیں کر سکتے تھے۔

روح کے ان زخموں میں ابھی اور اضافہ ہونے والا تھا۔ اگلے دن آپؑ گھر سے نکلے تو شہر میں دوسری ہی باتیں گردش کر رہی تھیں۔ یہ مشہور کر دیا گیا تھا کہ آپؑ چھپ چھپ کر ارباب نشاط کے محلے میں جاتے ہیں اور دوسروں کے سامنے پاکیزہ بنے رہتے ہیں۔ لوگ آپؑ کو دیکھ کر بے اختیار ہنس رہے تھے۔ جس طرف جاتے تھے بے ہودہ فقروں کا سامنا تھا۔ آپؑ نے وضاحت کرنی چاہی لیکن لوگوں کو تو موقع مل گیا تھا۔ آپؑ کئی دن گھر میں بیٹھے رہے۔ اس عرصے میں آپؑ ہمہ تن عبادت الٰہی میں مصروف رہے۔ قریب تھا کہ مایوس ہو کر تبلیغ کا فریضہ ترک کر دیتے کہ اللہ نے ان کے دل میں یہ بات ڈال دی کہ تمہاری ذمے داری یہ نہیں کہ لوگ تمہاری بات نہیں سنتے، تمہاری ذمہ داری یہ ہے کہ اپنی بات ان تک پہنچاتے رہو۔

آپؑ ایک مرتبہ پھر گھر سے نکلے اور لوگوں کو جمع کر کے ان سے خطاب کیا لیکن اب آپؑ کا انداز تخاطب کسی اور ہی

Marfat.com

رنگ میں ظاہر ہو رہا تھا۔ جو کچھ کہنا تھا کہہ چکے تھے، اب ان کے ہونٹوں پر عذاب الٰہی کے الفاظ تھے۔

''اگر اب بھی تم نے میری بات نہ مانی، بتوں کو پوجنا نہیں چھوڑا، میرا اور اللہ کی تعلیمات کا مذاق اڑاتے رہے تو تم پر عذاب نازل ہوگا۔''

''اچھا! تم بہت عقل مند ہو تو ذرا یہ بتاؤ، یہ عذاب ہوتا کیا ہے؟''

''تم بڑے نادان ہو۔'' حضرت یونسؑ نے فرمایا۔ ''کیا تم نہیں جانتے عذاب کیا ہوتا ہے۔ کیا تم نے پچھلی قوموں کے قصے نہیں سنے کہ کس طرح وہ صفحہ ہستی سے مٹ گئیں یہ قصے نسل در نسل تم سنتے چلے آئے ہو۔ تمہیں سب معلوم ہے مگر میری دشمنی میں تم انجان بن رہے ہو۔ تم جانتے ہو سیاہ آندھیوں نے بستیوں کو تاراج کیا۔ تمہیں معلوم ہے زلزلوں نے شہروں کے تخت الٹ دیے۔ کڑک والی بجلیوں نے زندہ لوگوں کو موت کی نیند سلا دیا۔ وہ بھی تمہاری طرح غفلت کے نشے میں اکڑتے پھرتے تھے مگر اب کہاں ہیں۔ ڈرو اس وقت سے جب تم پر بھی یہ وقت آجائے۔''

مجمع سناٹے میں تبدیل ہو گیا۔ عذاب کی یہ کہانیاں وہ سنتے آئے تھے اور اب حضرت یونسؑ کی زبانی سن رہے تھے۔ ہوسکتا ہے یہ شخص سچا ہو اور ہم یونہی اسے جھٹلا رہے ہوں۔ کہیں ہم بھی کسی عذاب سے دوچار نہ ہو جائیں۔ پھر اچانک نیکی نہ قبول کرنے کی صلاحیت نے سر ابھارا جو ان کے دلوں میں پل پل کر جوان ہو چکی تھی۔

چہ میگوئیاں شروع ہوئیں۔ مکھیوں کی بھنبھناہٹ کی طرح آوازوں نے سانس لینی شروع کی۔ پھر یہ آوازیں شور میں تبدیل ہو گئیں۔ مختلف جانب سے آوازیں آ رہی تھیں۔

''ان قوموں کے دیوتا آپس میں لڑ گئے تھے۔ ہم اپنے دیوتاؤں کو خوش رکھتے ہیں۔ ہمارے دیوتا، تمہارے بھیجے ہوئے عذاب کا مقابلہ کریں گے۔ ہمارا کچھ نہیں بگڑ سکتا۔ بابل و نینوا کی تہذیب ہمیشہ رہے گی۔''

حضرت یونس علیہ السلام کو جو کہنا تھا کہہ چکے تھے آپؑ اس بلند جگہ سے نیچے اتر آئے جہاں کھڑے ہو کر آپؑ خطاب فرما رہے تھے، آپؑ کی ذمہ داری اپنی بات کو زبردستی منوانا نہیں تھا، بلکہ لوگوں تک پہنچانا تھا۔ آپؑ یہ آخری بات بھی پہنچا چکے تھے۔

حضرت یونس علیہ السلام کے جاتے ہی مجمع بھی ٹکڑیوں میں بٹ کر ادھر ادھر منتشر ہونے لگا لیکن آج ان منتشر ہونے والوں کے رنگ ڈھنگ دوسرے تھے۔ یہ آپس میں الجھتے ہوئے چل رہے تھے۔ یہ پہلی مرتبہ ہوا تھا کہ حضرت یونس علیہ السلام موضوع بحث بنے ہوئے تھے اور لوگ آپس میں اختلاف کر رہے تھے۔ بحث کا ایک نیا دروازہ کھل گیا تھا۔

''یونس متی کو ہم سے کوئی تو ہمدردی ہے جو بے عزتی کے باوجود ہماری ہدایت کے لیے کوشاں ہے۔''

''ایسے رسول پہلے بھی آتے رہے ہیں۔ کیا خبر یہ سچا ہو۔''

''ہم نے اسے کسی برائی میں بھی نہیں دیکھا۔''

''یہ شخص نہ اقتدار چاہتا ہے نہ دولت۔ اس کا اپنا مفاد کیا ہے؟''

کچھ لوگ آپؑ کے حق میں باتیں کر رہے تھے جب کہ کچھ لوگ آپ کے خلاف بول رہے تھے۔ دلائل ان کے پاس بھی تھے۔

''یہ شخص بڑا ہوشیار ہے، ہمیں آپس میں لڑوا کر اپنے مقاصد پورے کرنا چاہتا ہے۔''

''دولت اور اقتدار سے بھی بڑی چیز شہرت ہوتی ہے۔ یہ شخص شہرت کا بھوکا ہے۔''

''اسے ہمارے دیوتاؤں نے گمراہ کر دیا ہے اور اب یہ ہمیں ہمارے دیوتاؤں کے خلاف بھڑکا رہا ہے۔''

''چھپ چھپ کر بتوں کے آگے گڑگڑاتا ہے اور یہاں آ کر شیخی بگھارتا ہے۔''

''یہ لوگ واضح طور پر دو حصوں میں بٹ گئے تھے۔ ایک طرف وہ تھے جن کے دل عذاب کی وعید سن کر خوف میں پڑ

Marfat.com

گئے تھے، دوسری طرف وہ تھے جو ضد میں آ کر اور زیادہ اکڑ گئے تھے۔ انہوں نے سوچا اگر اس شخص کی گرفت نہیں کی گئی تو ہم لوگ آپس میں لڑ پڑیں گے۔ اس شخص نے وہ فتنہ کھڑا کیا ہے کہ اگر روک تھام نہیں کی گئی تو ہمارا اتحاد خطرے میں پڑ جائے گا۔

حضرت یونس علیہ السلام قوم کے ان جذبات سے بے نیاز دعوت تبلیغ میں مصروف تھے۔ وہ ہر طبقہ فکر تک اپنا پیغام پہنچا رہے تھے تاکہ کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ قافلہ تبلیغ اس تک تو پہنچا ہی نہیں تھا۔

قوم کا وہ شرارتی گروہ جو یہ سوچتا تھا کہ اگر کچھ لوگ یونس (علیہ السلام) کی تعلیم پر عمل کر بیٹھے تو ان کی عیاشی رخصت ہو جائے گی، آپؑ کو اذیت پہنچانے پر کمربستہ ہو گیا۔ آپؑ جہاں جاتے لڑکوں کا غول آپؑ کے ساتھ ہو لیتا۔ آپؑ کچھ کہنے کے لیے لب کھولتے تو قہقہوں کا طوفان برپا ہو جاتا۔ آپ کی آواز شور میں دب جاتی۔ بعض نیک دل لوگ، ان لڑکوں کو منع کرتے تو انہیں بھی دھمکیاں دی جاتیں کہ یونسؑ کا ساتھ دینے والوں کا بھی یہی حشر کیا جائے گا۔

اب تک آپؑ کو نظر انداز کیا جاتا رہا تھا کہ کب تک اپنی ''دعوت'' پر ڈٹا رہے گا لیکن اب کئی سال گزر جانے کے بعد اس قوم کو یہ خطرہ لاحق ہو گیا تھا کہ کہیں وہ کامیاب نہ ہو جائے۔ حضرت یونس علیہ السلام نے بقول قوم نینوا، زندگی اجیرن کر دی تھی۔ ہر وقت توحید کی طرف بلاتا رہتا ہے۔ روز روز کی نصیحتیں سن سن کر تنگ آ چکے ہیں۔ اب اسے چاہیے کہ یا تو خاموش ہو جائے یا یہ شہر چھوڑ کر کہیں چلا جائے یا پھر ہم اسے خود راستے سے ہٹا دیں گے۔

شہر کی بڑھتی ہوئی شورش نے حاکموں کو بھی ہوشیار کر دیا تھا۔ وہ بھی یہ سمجھنے لگے تھے کہ اگر یونسؑ نے تبلیغ جاری رکھی تو قوم حصوں میں تقسیم ہو جائے گی اور افراتفری پھیل جائے گی۔ انتظامی معاملات صحیح طور پر چلانے کے لیے ضروری ہے کہ یونسؑ کا فیصلہ جلد کر دیا جائے چنانچہ ایک روز حاکم نے آپؑ کو طلب کر لیا۔

''تمہیں معلوم بھی ہے تم نے کیا فتنہ کھڑا کر دیا ہے؟''

''میں اس کے سوا کچھ نہیں جانتا کہ میں اللہ کا پیغام اس کی مخلوق تک پہنچا رہا ہوں۔''

''تمہاری وجہ سے شہر کا امن غارت ہونے کو ہے۔''

''میں نے کوئی ایسا کام نہیں کیا۔ میں تو کسی کے ساتھ زبردستی کرنے کی حیثیت ہی نہیں رکھتا۔''

''کچھ لوگ تمہارے ورغلانے کی وجہ سے۔ دوسروں سے لڑنے کو تیار ہو گئے ہیں۔''

''میں انہیں سمجھاؤں گا۔''

''تمہیں کچھ کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ تم اب بالکل خاموشی اختیار کر لو، بس یہی کہنے کے لیے میں نے تمہیں یہاں بلایا تھا۔''

''آپ مجھے ایسے کام سے روک رہے ہیں جو میرے اللہ نے میرے سپرد کر دیا ہے اور اس کام کا میں آپ لوگوں سے کوئی بدل بھی نہیں چاہتا۔ میں تو یہ بھی نہیں چاہتا کہ آپ میری باتیں ضرور سنیں لیکن میرا یہ فرض ہے کہ میں اپنی بات کہتا رہوں۔''

''دوسرے لفظوں میں تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ تمہیں میری تجویز منظور نہیں؟''

''میں یہ تو کر سکتا ہوں کہ یہاں سے کہیں اور چلا جاؤں لیکن یہ نہیں ہو سکتا کہ میں اپنی قوم کو بت پرستی میں مبتلا دیکھوں اور خاموش رہوں۔ مجھ سے یہ نہیں ہوگا۔''

''دیکھو یونس، ہم یہ بھی نہیں چاہتے کہ تم کہیں اور جاؤ اور لوگ کہیں نینوا والوں نے اپنے ایک نیک بندے کو گھر سے بے گھر کر دیا۔ ہم تو بس یہ چاہتے ہیں کہ تم چپ ہو جاؤ ورنہ یہ قوم تمہارے ساتھ بدسلوکی کرے گی۔''

حضرت یونس علیہ السلام نے اس کی اس دھمکی کو غور سے سنا اور اس کے پاس سے اٹھ کر چلے آئے۔ یہ دھمکی ایسی

Marfat.com

نہیں تھی جسے وہ نظر انداز کر دیتے۔ معاملے کی نوعیت صاف بتا رہی تھی کہ پانی سر سے اونچا ہو چکا ہے۔

لوگوں کو معلوم ہو چکا تھا کہ حاکم نے انہیں بلایا تھا اور انہوں نے حاکم کی بات ماننے سے انکار کر دیا ہے۔ گویا اب حاکم بھی ان سے ناراض ہو گیا ہے۔ شرارتی لوگ اور دلیر ہو گئے کہ اب کوئی زیادتی ہوئی اور مقدمہ حاکم کے پاس گیا تو وہ ہم سے باز پرس نہیں کرے گا۔

ان شرارتی لوگوں نے آپؑ کو اذیت پہنچانے کی سب ترکیبیں جمع کر لیں۔ ایک روز آپؑ کا گدھا چوری ہو گیا جو آپؑ کی واحد سواری تھی۔ پھر ایک روز کچھ لوگ آپؑ کے گھر میں کودے اور بکریاں غائب ہو گئیں۔

ان لوگوں میں چوری کا رواج نہیں تھا کیونکہ سب کے سب دولت مند لوگ تھے۔ پھر حاکم ایسا سخت تھا کہ کوئی چوری کی ہمت ہی نہیں کر سکتا تھا۔ صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ یہ چوری نہیں شرارت کی جا رہی ہے۔ آپؑ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مسلسل صبر کی تلقین کی جا رہی تھی اور آپؑ صبر کر رہے تھے۔ آپؑ تو چوری کا مقدمہ تک لے کر حاکم کے پاس نہیں گئے۔

اب آپؑ کے پاس سواری نہیں تھی۔ آپؑ پیدل نکل کھڑے ہوئے لیکن آپؑ سے کوئی بات کرنے کا روادار نہیں تھا۔ جس کا دامن پکڑتے وہ جھٹک دیتا۔ جس سے بات کرتے وہ جھڑک دیتا۔ سب کو معلوم تھا کہ یہ ایک طاقتور گروہ آپ کے خلاف ہو گیا ہے۔ اگر ہم نے ان سے کوئی بات کی یا سنی تو وہ گروہ ہمیں معاف نہیں کرے گا۔

آپؑ پر سختیاں برداشت کرتے رہے لیکن سختیاں تھیں کہ برابر بڑھتی جا رہی تھیں۔ ایک وقت وہ آیا کہ دکانداروں نے گھر کا سودا سلف تک آپؑ کے ہاتھ بیچنے سے انکار کر دیا۔

اس عرصے میں آپؑ کا ایک بیٹا اور پیدا ہو چکا تھا۔ گھر میں چار افراد تھے۔ نوبت فاقوں تک پہنچ گئی۔ ایک بکری باقی بچ گئی تھی۔ اس کا دودھ پی پی کر گزارہ ہو رہا تھا۔ پھر آپؑ نے گھر میں کچھ سبزیاں اگا لیں اور وقت کٹتا رہا۔ یہ اندیشہ تلوار کی طرح سر پر لٹک رہا تھا کہ شرارتی لوگ نہ جانے کیا قدم اٹھا بیٹھیں۔ قتل کرنے کی دھمکیاں دی جا رہی تھیں لیکن آپؑ کے پائے ثبات کو جنبش نہیں تھی۔

آپؑ نے نازک دور میں بھی تبلیغ کا کام جاری رکھا ہوا تھا۔ آپؑ کسی بلند جگہ کھڑے ہو جاتے اور لوگوں کو جمع ہونے کی تلقین کرتے۔ کوئی نہیں آتا تو آپؑ خطاب شروع کر دیتے۔ کوئی سنے یا نہ سنے، آپ کو پیغام پہنچانا تھا۔ لوگ کانوں میں انگلیاں دے کر گزر جاتے لیکن آپؑ برابر ان کی سماعتوں پر دستک دیتے رہتے۔

ان لوگوں سے یہ بھی برداشت نہ ہوا۔ انہیں تو بس پرخاش سی ہو گئی تھی کہ کسی طرح انہیں خاموش کرا دیا جائے۔ وہ حاکم کے پاس ان کی شکایت لے کر پہنچے۔ حاکم نے ارادہ کیا کہ انہیں بلائے لیکن ان لوگوں نے تجویز دی کہ یونسؑ کو اس میدان میں بلایا جائے جہاں قیدیوں کو سزا دی جاتی ہے تاکہ اسے معلوم ہو جائے کہ اس کی حیثیت کیا ہے۔ ہم اس سے آخری مرتبہ بات کرنا چاہتے ہیں۔

حاکم سے اجازت ملتے ہی سارے شہر میں ڈھنڈورا پیٹ دیا گیا۔ نقارے لے کر آدمی دوڑ پڑے جو اعلان کرتے پھر رہے تھے کہ فلاں دن قیدیوں والے میدان میں یونس بن متی کو اس کا فیصلہ سنانے کے لیے طلب کیا گیا ہے۔ تمام لوگ وہاں پہنچیں۔

حضرت یونس علیہ السلام اس وقت گھر پر ہی تھے۔ آپؑ کی زوجہ نے یہ اعلان سنا اور پھر آپؑ کو متوجہ کیا۔ یہ اعلان ہی ایسا تھا کہ آپؑ کی زوجہ گھبرا گئیں۔ اس میدان میں قیدیوں کو بڑی سخت سزائیں دی جاتی تھیں۔ وہ یہی سمجھی ہوں گی کہ حاکم کی جانب سے فیصلہ سنا دیا گیا ہے اور اب سزا کے لیے بلایا جا رہا ہے۔

''آپؑ یہاں سے چلے جائیں، میں کہہ دوں گی آپ کہیں تشریف لے گئے ہیں۔''

''میں اگر چلا گیا تو واقعی مجرم سمجھا جاؤں گا۔ مجھے جو کچھ کہنا ہے اپنی صفائی میں کہہ تو سکوں گا۔''

Marfat.com

''یہ لوگ بڑے ظالم ہیں۔ فیصلہ پہلے ہی ہو چکا ہوگا۔ آپ کو صفائی پیش نہیں کرنے دی جائے گی۔''

آپؑ ابھی کسی فیصلے پر نہیں پہنچ پائے تھے کہ کسی نے دروازے کو زور زور سے بجایا۔ اس کا مطلب ہے سپاہی آ گئے ہیں۔ آپؑ کی زوجہ نے ایک مرتبہ پھر آپؑ کو مشورہ دیا۔

''آپؑ چھپ جائیں، میں کہہ دیتی ہوں آپؑ گھر پر نہیں ہیں۔''

''ہمیں زیب نہیں دیتا کہ ہم جھوٹ کا راستہ اختیار کریں۔'' آپ نے فرمایا اور دروازے پر پہنچ گئے۔ سپاہیوں نے آپ کو حاکم کا پیغام پہنچا دیا جس کے مطابق آپ کو مقرر کردہ تاریخ پر قیدیوں والے میدان میں پہنچنا تھا۔

آپؑ اندر تشریف لائے تو ملال آپؑ کے چہرے سے جاتا رہا تھا۔ ''اگر میرے خلاف فیصلہ سنایا جا چکا ہوتا تو وہ لوگ مجھے گرفتار کر کے لے جا چکے ہوتے۔ اطلاع دے کر گئے ہیں اس کا مطلب ہے انہوں نے مجھے بات کرنے کے لیے بلایا ہے۔ مجھے امید ہے بہتری کی کوئی صورت نکل آئے گی۔ شاید میری آخری کوشش کامیاب ہو جائے۔''

''اگر انہوں نے آپ کے خلاف فیصلہ سنا دیا؟''

''میں بھی اب انہیں موقع نہیں دوں گا۔ میں بھی فیصلہ سنا کر ہی آؤں گا۔''

شہر میں منادی جاری تھی۔ چہ میگوئیاں ہو رہی تھیں۔ لوگ اپنے اپنے خیال پیش کر رہے تھے۔ کسی کو کچھ معلوم نہیں تھا کہ یونسؑ کو کیوں بلایا جا رہا ہے۔ کچھ لوگ ایسے تھے جو افسوس کر رہے تھے کہ بے چارے کے ساتھ نہ جانے کیا ہو، کچھ خوشی سے ناچ رہے تھے کہ ہمارے رنگ میں بھنگ ڈال رہا تھا، اب سزا کا سزاوار ہوگا۔

مقررہ تاریخ آئی تو لوگ، میدان میں جمع ہونا شروع ہو گئے۔ اگلی صف میں تمام قبیلوں کے حکمران اور وہ شرارتی گروہ تھا جو پیش پیش تھا اور باقی لوگ بھی تھے۔

لوگ جمع ہو رہے تھے کہ یونسؑ کی آمد کا شور ہوا۔ حاکم کے سپاہی لوگوں کے درمیان سے راستہ بناتے ہوئے آپؑ کو سب سے آگے لے گئے۔ آپؑ کو خوف زدہ کرنے کے لیے اس جلاد کو بھی بلایا گیا تھا جو سزا یافتہ مجرموں کو کھولتے ہوئے تیل کے کڑھاؤں میں ڈالتا تھا یا ان کے سر قلم کرتا تھا۔

اس سے پہلے کہ آپؑ سے کوئی کچھ پوچھتا آپؑ نے خود ہی کہنا شروع کر دیا۔ ''میرا جو کام تھا میں نے کر دکھایا مگر تم نے میری باتیں دھیان سے سنی نہیں۔ میں تمہیں تلقین کرتا رہا اور تم میرا مذاق اڑاتے رہے۔ مجھ سے استہزا اور مذاق کرتے رہے مجھے اذیت پہنچاتے رہے حتیٰ کہ مجھ پر ارباب نشاط سے ملوث ہونے کا الزام تک لگا دیا۔ تمہیں شرم بھی نہیں آئی اپنے نبی پر ایسا رکیک الزام لگاتے ہوئے۔''

''اے اہل نینوا! تم گواہ ہو کہ میں تم میں سے ہر ایک کے پاس پہنچا ہوں، کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ میں نے اسے راہ ہدایت نہیں دکھائی۔ میرا اس سے کوئی فائدہ نہیں تھا لیکن تم اپنا فائدہ چاہتے ہی نہیں تھے۔ میں نے اپنی ذمہ داری پوری کر دی۔ اب اللہ تعالیٰ تم سے خود نمٹے گا۔''

''یونسؑ! ہم تمہارے خطاب بہت سن چکے۔ سن سن کر ہمارے کان پک گئے ہیں۔ اب تم صرف ایک کام کرو۔ اپنے اللہ کو ہمیں آنکھوں سے دکھا دو یا ہمارے دیوتاؤں کو برا بھلا کہنا چھوڑ دو۔'' شرارتی گروہ نے ان سے مطالبہ کیا اور پورا مجمع اس کی تائید کرنے لگا۔

''یہ دونوں کام ناممکن ہیں۔ کوئی آنکھ نہیں جو اللہ کو دیکھ سکے۔ اس کی نشانیوں سے اسے پہچانا جا سکتا ہے۔ تم اس کی قدرت سے پیدا ہوتے ہو، اسی کے حکم سے مارے جاؤ گے اور اسی کے حکم سے اٹھا لیے جاؤ گے۔ اسی [illegible] کی نشانیاں ظاہر ہوتی ہیں مگر تمہارے دل سیاہ ہو چکے ہیں تم نہیں سمجھ سکو گے۔ اب تمہیں سمجھانا فضول ہے۔ رہا تمہارے دیوتاؤں کا معاملہ تو جب اس کائنات کا مالک ایک ہے تو اس کی ذات میں ان بے جان بتوں کو شمار کیوں کرتے ہو۔ ذرا سوچو، اگر

Marfat.com

ایک ملک کے بہت سے بادشاہ بنا لیے جائیں تو یہ کہاں کی دانش مندی ہے۔''

''اب ہمیں معلوم ہو گیا کہ تم باز آنے والے نہیں ہو۔'' مجمع نے بہ یک آواز کہا۔''اب آخری بات کہہ کر چپ ہو جاؤ۔ ورنہ ہم تمہارے ساتھ وہی کریں گے جو ایک دشمن دوسرے دشمن کے ساتھ کرتا ہے۔''

آپؑ نے مجمع کی طرف حسرت و افسوس کے ساتھ دیکھا اور فرمایا۔''میں نے بہت چاہا کہ تم عذاب الٰہی سے محفوظ رہو لیکن افسوس ایسا لگتا ہے یہ عذاب تمہارے مقدر میں لکھ دیا گیا ہے۔ میں تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ میں تمہارا شہر چھوڑ کر چلا جاؤں گا۔ میرے جانے کے تین دن بعد تم پر اللہ کا عذاب نازل ہوگا۔ پھر اس عذاب سے تمہیں کوئی نہیں چھڑا سکے گا اور تم آنے والوں کے لیے عبرت کی نشانی بن جاؤ گے۔''

آپؑ نے فرمایا اور کسی سے اجازت لیے بغیر جس طرح آئے تھے اسی طرح مجمع چیرتے ہوئے باہر نکل گئے۔ اہل نینوا نے ایک نادیدہ خوف کی لکیر سی کھنچتی ہوئی اپنے سینوں میں محسوس کی۔ بعض کے تو رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ اگلی صفوں میں بیٹھے ہوئے حاکم بھی بت بنے خاموش بیٹھے تھے جیسے انہیں سانپ سونگھ گیا ہو۔ یہ مجمع آہستہ آہستہ آپؑ کے خطاب کے سحر سے باہر نکلا تو باتوں کی بھنبھناہٹ سنائی دینے لگی۔ کچھ لوگ اس بات پر افسوس کر رہے تھے کہ ہم لوگوں نے یونس کے ساتھ اچھا نہیں کیا۔ کچھ لوگ تو باقاعدہ آہ و زاری کرنے لگے تھے کہ اگر واقعی عذاب آ گیا تو کیا ہوگا۔ ایک گروہ وہ تھا جو اور زیادہ ڈھیٹ بن گیا تھا۔ قہقہے برساتا ہوا حضرت یونس علیہ السلام اور ان کی پیش گوئی کا مذاق اڑا رہا تھا۔

''جب کوئی جواب نہ بن پڑا تو عذاب سے ڈرا کر چلتے بنے۔ جیسے ان کے کہنے سے عذاب آ ہی جائے گا۔ ساتھ ہی یہ بھی کہہ گئے کہ شہر چھوڑ کر چلے جائیں گے اور عذاب آئے گا تین دن بعد تا کہ عذاب نہ آیا تو ہم ان کا گریبان بھی نہ پکڑ سکیں مگر ہم بھی دیکھتے ہیں وہ شہر چھوڑ کر کیسے جاتے ہیں۔ مرنا ہی ہے تو ہمارے ساتھ مریں۔ اتنی آسانی سے تو ہم نہیں جانے دیں گے۔''

شرارتی گروہ نے ایک خفیہ اجلاس منعقد کیا جس میں پہلے تو یہ طے ہوا کہ حضرت یونس علیہ السلام کو اور ان کے اہل و عیال کو قتل کر دیا جائے مگر پھر ایک نادیدہ خوف ان پر غالب آ گیا۔ کہیں وہ اس اقدام سے قوم کے غضب کا نشانہ نہ بن جائیں۔ انہوں نے بالآخر یہ طے کیا کہ حضرت یونس علیہ السلام کو بستی سے باہر جانے نہ دیا جائے۔ کیونکہ انہوں نے یہ کہا ہے کہ جب وہ بستی چھوڑ کر چلے جائیں گے تو عذاب اترے گا۔ انہیں جانے ہی نہ دو، نہ وہ جائیں گے نہ عذاب آئے گا۔

دراصل حضرت یونس علیہ السلام کی قوم کو ان کی سچائی پر یقین آ گیا تھا۔ انہیں معلوم تھا کہ رسول آتے رہے ہیں اور یونسؑ انہی میں سے ایک ہیں لیکن ان کی اکڑ کم نہیں ہوتی تھی۔ ان کی جھوٹی انا انہیں مجبور کر رہی تھی کہ وہ انہیں جھٹلاتے رہیں۔ اب جو عذاب کی دھمکی سنی تو خوف ان پر غالب آ گیا۔ اب وہ درمیان کا راستہ تلاش کر رہے تھے کہ عذاب سے بھی بچ جائیں اور حضرت یونس علیہ السلام کو جھٹلا بھی دیں۔

ان لوگوں نے حضرت یونس علیہ السلام کی نگرانی کے لیے پہرے بٹھا دیے۔ سب آدمیوں کو ہدایت کر دی کہ اول تو یونسؑ گھر سے نکلنے نہ پائیں اور اگر نکل جائیں تو ان کا پیچھا کرو اور پکڑ کر حاکم کے سامنے پیش کرو۔

ادھر تو یہ لوگ اپنی ترکیبیں بنا رہے تھے ادھر حضرت یونس علیہ السلام نے گھر پہنچ کر اپنی زوجہ کو تمام ماجرا سنایا۔ وہ اس بات سے خوش تو تھیں کہ ان کے شوہر صحیح سلامت واپس آ گئے ہیں لیکن فکر مند بھی تھیں کہ اب یہ قوم ظلم و زیادتی پر اتر آئی ہے۔ مایوس ہو کر ضرور ستائے گی کیا خبر کیا سلوک کریں۔

حضرت یونس علیہ السلام پہلے ہی کہہ چکے تھے کہ وہ بستی چھوڑ کر چلے جائیں گے، یوں بھی عذاب کے وقت ان کا باہر رہنا ہی ٹھیک تھا۔ وہ قوم کے حق میں بددعا کر چکے تھے اور انہیں یقین تھا کہ ان کی بددعا ضرور سنی جائے گی اور اللہ تعالیٰ ضرور عذاب بھیجے گا۔ وہ اپنے رسول کو کبھی شرمندہ نہیں کرتا لہٰذا یہ کہاں کی دانش مندی ہے کہ عذاب کے وقت وہ اپنے گھر

Marfat.com

میں موجود رہیں۔

انہوں نے وحی کا انتظار بھی نہیں کیا اور بہ عجلت رات کی تاریکی میں بیوی اور دونوں بچوں کو لے کر گھر سے نکل گئے۔ انہیں شک تھا کہ کچھ لوگ ان کی دیکھ بھال میں ضرور لگے ہوں گے لہٰذا انہوں نے بستی سے باہر نکلنے کے لیے معروف راستے کے بجائے ایسے راستے کا انتخاب کیا جو گھنے جنگل سے ہوکر گزرتا تھا اور اتنا خطرناک تھا کہ پہرا دینے والے یہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ حضرت یونس علیہ السلام اس راستے سے جائیں گے لہٰذا اس طرف کوئی انتظام نہیں کیا گیا تھا۔ حضرت یونس علیہ السلام بہ آسانی گزر گئے اور گھنے جنگل میں قدم رکھ دیا۔ اندھیرا اتنا تھا کہ آنکھوں کی روشنی ساتھ چھوڑ گئی۔ ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑے اندازے سے چل رہے تھے۔ بھیڑیوں کی آوازوں سے جنگل گونج رہا تھا۔ قدم قدم پر احساس ہورہا تھا کہ ابھی کوئی درندہ حملہ کردے گا۔ ایک بچہ ماں کی گود میں تھا، دوسرا باپ کے کندھے سے لگا ہوا تھا۔ کچھ پتا نہیں تھا راستہ کس طرف لے جارہا ہے۔

خدا خدا کر کے جنگل بھی ختم ہوا اور رات بھی گزر گئی۔ تھکن بھی تھی، نیند کا غلبہ بھی۔ بھوک پیاس بھی ستارہی تھی اور دن کی روشنی میں یہ خوف بھی تھا کہ کوئی انہیں تلاش نہ کرلے لہٰذا آپؑ ایک غار میں داخل ہوگئے۔ گھر سے چلے تھے تو کچھ روٹیاں ساتھ لیتے آئے تھے۔ غار میں بیٹھ کر کھانا کھایا۔ پانی ساتھ تھا پانی پیا اور وہیں غار میں آرام کرنے کے لیے لیٹ گئے۔

''کیا ہم اس غار میں رہتے رہیں گے؟'' آپؑ کی بیوی نے پوچھا۔

''ہم اس غار میں رہنے کے لیے نہیں آئے ہیں، ہم یہاں سے فرات کی طرف جائیں گے۔ وہاں کوئی کشتی ضرور مل جائے گی جو ہمیں ترسیس پہنچادے گی۔''

نینوا کے بازاروں میں عجیب قسم کی اداسی چھائی ہوئی تھی۔ لوگ چل پھر رہے تھے لیکن سب کے چہرے مغموم تھے جیسے کچھ ہونے والا ہے۔ دکانداروں نے اپنی دکانیں کھولی ضرور تھیں لیکن ان کے دل بے قرار تھے۔ جانور رہ رہ کر ڈکرارہے تھے جیسے انہیں کچھ نظر آرہا ہو۔ ابھی ایک دن ہی گزارا تھا مگر نینوا کی حالت ابتر تھی۔ لوگ اپنے گھروں سے گھبرا گھبرا کر باہر نکل رہے تھے۔ عجیب سی بے چینی تھی جو دلوں پر طاری تھی۔

دوپہر گزری تھی کہ حضرت یونس علیہ السلام کے چلے جانے کی خبر بھی پھیل گئی۔ اب لوگوں کو یقین ہوگیا کہ کچھ نہ کچھ ہونے والا ہے۔ اگر عذاب کی خبر جھوٹی ہوتی تو یونسؑ اپنا گھربار چھوڑ کر یوں نہ چلے جاتے۔

یہ عذاب ہی کے آثار تھے کہ دلوں پر گھبراہٹ اور دہشت طاری تھی۔ حضرت یونس علیہ السلام کے غائب ہوجانے کی خبر نے مہر ثبت کردی۔ لوگوں نے کہنا شروع کردیا کہ یونسؑ نے جس عذاب کا ذکر کیا تھا وہ عذاب نازل ہوکر رہے گا۔ ہم نے ان کو جھٹلایا یہ ہماری بھول تھی۔

مفسد اور شرارتی گروہ اب بھی لوگوں کو سمجھاتا پھر رہا تھا۔ ''یونسؑ کی بددعا سے ڈرنے کی ضرورت نہیں۔ ہمارے دیوتا ہماری حفاظت کریں گے۔ تمہیں یونہی وہم ہوگیا ہے کہ عذاب آنے کو ہے۔ اگر عذاب آنا ہوتا تو اب تک آچکا ہوتا۔''

وہ لوگوں کو سمجھاتے ضرور پھر رہے تھے لیکن اندر سے وہ بھی ڈرے ہوئے تھے۔ ان کی آواز میں وہ یقین نہیں تھا جو حضرت یونس علیہ السلام کی موجودگی میں ہوا کرتا تھا۔

وہ رات اہل نینوا پر اس طرح گزری جیسے کسی میت کے سرہانے بیٹھ کر گزرتی ہے۔ مائیں اپنے بچوں کو چھاتی سے لگائے جاگتی رہیں۔ رات بھر لوگوں کے چراغ گل رہے کہ چہروں کا خوف کہیں دوسروں پر ظاہر نہ ہوجائے۔ ہوائیں دیواروں سے سر ٹکراتی رہیں۔

صبح ہوئی اور سب لوگوں نے خود کو زندہ دیکھا تو جان میں جان آئی۔ لوگ ایک دوسرے کو مبارکباد دیتے پھر رہے

Marfat.com

تھے کہ رات گزر گئی اور عذاب نہیں آیا۔

''آئے گا بھی نہیں۔'' شراتی گروہ کہتا پھر رہا تھا۔ ''تم لوگ بزدل ہو جو ایک نہتے آدمی کی دھمکی سے ڈر گئے تھے۔ وہ تمہیں خوف میں مبتلا کر کے بستی سے نکل گیا ہے۔ اس کی باتوں میں کوئی صداقت نہیں تھی۔''

''اس نے تین دن کی مہلت دی تھی۔ اس سے پہلے عذاب کیسے آ سکتا ہے۔'' کسی نے یاد دلایا اور دل پھر سے بجھ گئے۔ پھر وہی گھبراہٹ، وہی دہشت، وہی خوف۔

رات قیامت کی آئی۔ نیند تھی کہ آنکھوں سے اڑ گئی تھی۔ پورے شہر میں سناٹے کی حکمرانی تھی۔ سڑکیں ویران پڑی ہوئی تھیں۔ رات بھر جاگنے والا شہر خوف کی چادر اوڑھے سو رہا تھا۔

صبح ہوئی تو دلوں کا خوف اپنے عروج پر پہنچ چکا تھا۔ پوری بستی گھروں سے باہر نکل آئی تھی۔ صبح ہو گئی تھی مگر دن نمودار نہیں ہوا تھا۔ آسمان کو سیاہ بادل نے گھیرا ہوا تھا اور یہ بادل پھلتا ہی جا رہا تھا۔ ان لوگوں کو یقین ہو گیا کہ عذاب کے نزول کا وقت قریب آ گیا ہے۔ حضرت یونس علیہ السلام کے غائب ہونے سے دل پہلے ہی لرز رہے تھے اب جو عذاب کے آثار دیکھے تو چیخ پکار مچ گئی۔ رعایا سے لے کر بادشاہ تک کے دل کانپنے لگے۔ وہ اپنے کیے پر پشیمان تھے۔ اللہ نے ان کے دلوں میں توبہ کے الفاظ ڈال دیے۔ اب ہر طرف سے ایک ہی آواز آ رہی تھی۔ ''پروردگار! حضرت یونس علیہ السلام تیرا جو پیغام ہمارے پاس لے آئے تھے ہم اس کی تصدیق کرتے ہیں اور اس پر ایمان لاتے ہیں۔''

ان لوگوں نے عمدہ لباس اتار کر ٹاٹ لپیٹ لیے اور تمام مذکر مونث خواہ انسان ہوں یا جانور ہر ایک کو ان سے جدا کر دیا۔ ماؤں سے ان کے بچے الگ کر دیے۔ اسی حالت میں شہر سے ویرانے میں نکل آئے۔ ان کے ساتھ ان کا بادشاہ اور حاکم بھی اسی حالت میں تھے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کو چیخ چیخ کر پکار رہے تھے۔

''پروردگار! حضرت یونس علیہ السلام جو پیغام ہمارے پاس لے کر آئے تھے ہم اس کی تصدیق کرتے ہیں اور اس پر ایمان لاتے ہیں۔''

''یا اللہ ہمیں اس عذاب سے بچا لے اور ہمارے پیغمبر کو واپس ہمارے پاس بھیج دے۔ ہم اس کی اتباع کریں گے۔''

مرد، عورت، لڑکے لڑکیاں، مائیں، بچے تمام گڑگڑا کر روئے اور انہوں نے ہی خدا کے سامنے اپنے آپ کو پیش نہیں کیا بلکہ اونٹ اپنے بچوں سمیت بلبلائے۔ گائیں اپنے بچوں سمیت خرخرائیں، بکریاں اپنے بچوں سمیت ممیانے لگیں۔ اس ویرانے میں ہولناک غربت و بے کسی، عاجزی وانکسار اور قیامت کا منظر بپا تھا۔

ان کی اس گریہ وزاری میں ندامت اور پشیمانی تھی۔ ان کے آنسو بے لوث تھے۔ وہ گڑگڑا رہے تھے اور ایسی ہستی کے سامنے گڑگڑا رہے تھے جو رحمٰن بھی ہے رحیم بھی۔ دریائے رحمت جوش میں آیا اور اپنی قوت و طاقت، رحمت و مہربانی سے انہیں اس عذاب سے بچا لیا جو عین ان کے سروں پر منڈلا رہا تھا اور وہ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے اور وہ رات کے سیاہ ٹکڑوں کی طرح ان پر چھا جانے والا تھا۔

''پھر کیوں ایسا ہوا کہ قوم یونس علیہ السلام کی بستی کے سوا اور کوئی بستی نہ نکلی کہ (نزول عذاب سے پہلے) یقین کر لیتی اور ایمان کی برکتوں سے فائدہ اٹھاتی جب یونسؑ کی قوم ایمان لے آئی تو ہم نے رسوائی کا وہ عذاب ان پر سے ٹال دیا جو دنیاوی زندگی میں پیش آنے والا تھا اور ایک خاص مدت تک سروسامان زندگی سے بہرہ مند ہونے کی مہلت دے دی۔''
(سورۂ یونس)

اس سے معلوم ہوا کہ پہلے کسی بستی والے اپنی ہٹ دھرمی اور کفر وعناد سے نہیں پھرے۔ ان بستیوں میں صرف حضرت یونس علیہ السلام کی بستی تھی جو اپنے جمود اور نہ ماننے سے ماننے پر آ گئی اور ایمان سے سرفراز ہو گئی۔

Marfat.com

آخرت میں بھی یہ بستی یعنی اس بستی والے عذاب سے مامون و محفوظ ہوں گے یا نہیں؟ اس میں بعض علما مفسرین کا اختلاف ہے۔ آیات قرآنیہ سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ وہ خدائے برتر جس نے دنیا میں ان پر رحمت کا سایہ فرمایا آخرت میں بھی انہیں اپنے سایہ عاطفت میں جگہ دے گا کیونکہ خود اللہ نے فرمادیا۔ ''لمّآ آمنو'' کہ قوم یونس جب ایمان لے آئی۔ ''تو جب ان کے ایمان کی تصدیق خود رب کائنات نے فرمادی تو آخرت میں عذاب کیونکر ہوگا۔

ایک اور جگہ فرمایا۔ ''تو پھر وہ ایمان لے آئے۔ پھر ہم نے ان کو ایک مدت تک نفع دیا۔''

''ایک مدت (وقت) تک نفع دیا۔'' اس سے عذاب اخروی دفع ہونے کی مخالفت نہیں ہے بلکہ اس کا مطلب ہے کہ ہم نے دنیوی زندگی میں ان کو زندہ رکھ کر دنیوی منافع سے بہرہ مند کیا۔

حقیقت حال یہ ہے کہ ایمان نہ صرف دنیا کے عذاب سے چھٹکارا دلاتا ہے بلکہ آخرت کے عذاب سے بھی نجات دلانے والا ہے۔

☆......☆......☆

حضرت یونس علیہ السلام کو اس غار میں جہاں وہ تھکن اتارنے کے لیے رکے تھے، ایسی نیند آئی کہ اندھیرا پھیل گیا تو آنکھ کھلی۔ ابھی انہیں فرات کے ساحل تک پہنچنے کے لیے کچھ سفر اور طے کرنا تھا۔ انہوں نے بیوی بچوں کو ساتھ لیا اور غار سے باہر آکر ایک جانب چلنا شروع کردیا۔ اندھیرا پھر ان کے راستے کی رکاوٹ بن رہا تھا۔ سمت کا صحیح اندازہ نہیں ہو رہا تھا۔ بیوی سے اب چلا بھی نہیں جا رہا تھا۔ یہ شک بھی ہو رہا تھا کہ کہیں وہ راستہ تو نہیں بھٹک گئے۔ انہوں نے بیوی بچوں کو ایک بڑے پتھر پر بٹھایا اور خود زمین پر بیٹھ گئے۔ ستاروں کو دیکھ کر انہوں نے اندازہ لگایا کہ فرات کس طرف ہوگا۔ اندازہ ہوا کہ وہ نہ صرف صحیح سمت میں چل رہے ہیں بلکہ فرات کا ساحل نزدیک ہی ہے۔ انہوں نے بیوی بچوں کو اسی پتھر پر بیٹھے رہنے دیا اور خود یہ دیکھنے کے لیے آگے بڑھ گئے کہ کوئی کشتی ساحل پر ہے یا نہیں۔ اگر کوئی کشتی پہنچنے والی ہے تو وہ بیوی بچوں کو آکر ساتھ لے جائیں گے پھر کسی خیال سے واپس آئے اور بیوی سے مشورہ چاہا۔

''اب میں کیا کروں۔ صبح ہونے کا انتظار کروں یا ساحل تک جا کر کوئی کشتی تیار دیکھوں؟''

''میں کیا مشورہ دے سکتی ہوں، آپ اپنے اللہ سے مشورہ کریں۔''

اب وہ بیوی سے کیا کہتے کہ وحی نے تو کئی دن ہوگئے ان کا ساتھ چھوڑ دیا ہے۔ دراصل حضرت یونس علیہ السلام نے قوم کو بددعا دینے کے بعد عجلت میں شہر چھوڑ کر غلطی کی تھی۔ اللہ کو آپؑ کی یہ بے صبری پسند نہیں آئی تھی۔ انہیں نبوت میں ثابت قدم رہنا چاہیے تھا۔ اللہ کی وحی کا انتظار کرتے اور پھر جو اللہ حکم دیتا اس کے مطابق عمل کرتے۔ اب وہ جو کچھ کر رہے تھے اپنی عقل کے مطابق کر رہے تھے اور آپ کی اس غلطی پر آپؑ کی پکڑ شروع ہو چکی تھی۔

''اور ذوالنون (حضرت یونس علیہ السلام کا معاملہ یاد کرو) جب ایسا ہوا تھا کہ وہ (راہ حق میں) خشم ناک ہو کر چلا گیا تھا۔ پھر اس نے خیال کیا کہ ہم اس کو تنگی میں نہیں ڈالیں گے۔۔۔'' (سورۂ انبیاء)

''میری عقل تو یہی کہتی ہے کہ تم یہیں بیٹھو۔''

''گیدڑوں کی آوازیں، میرا دل دہلا رہی ہیں۔''

''ساحل وہ نظر آتا ہے، میں جلد ہی لوٹ کر آتا ہوں۔''

اللہ کی گرفت کا چونکہ آغاز ہو چکا تھا اس لیے ان کی عقل نے ایک اور ٹھوکر کھائی۔ انہیں رات کسی محفوظ جگہ پر گزارنی چاہیے تھی لیکن وہ لق و دق چٹیل میدان میں جس کے چاروں طرف جنگل تھا، بیوی بچوں کو چھوڑ کر ساحل کی طرف چلے گئے۔ یہاں دو چار مسافر اور بھی تھے جنہوں نے درندوں کو خود سے دور رکھنے کے لیے آگ روشن کی ہوئی تھی۔ ان کی زبانی معلوم ہوا کہ کشتی [illegible] آئے گی۔ جلتی ہوئی آگ دیکھ کر اپنی بیوی بچوں کا خیال آیا۔ انہیں بھی آگ روشن کر کے آنی

Marfat.com

چاہیے تھی۔ کہیں کوئی درندہ انہیں نقصان نہ پہنچائے۔ وہ تیزی سے بیوی بچوں کی طرف پلٹے۔ اس مقام پر آئے جہاں انہیں چھوڑا تھا۔ پتھر خالی پڑا تھا۔ انہیں خیال ہوا کوئی اور پتھر ہوگا۔ وہ اور آگے بڑھ گئے۔ ان کا نام ونشان تک بھی نہیں تھا۔ وہ ایک ایک پتھر کو دیکھتے پھر رہے تھے لیکن کوئی ہوتا تو نظر آتا۔ وہ انہیں الٹے قدموں تلاش کرتے ہوئے پھر اسی غار تک آ گئے جہاں سے چلے تھے۔ یہ غار بھی خالی پڑا تھا۔ وہ اسی غار میں رک گئے کہ صبح ہوگی تو دن کی روشنی میں پھر تلاش کریں گے۔

صبح کی روشنی جب غار کے اندر پہنچی تو آپؑ باہر نکلے۔ ایک مرتبہ پھر تلاش شروع ہوگئی۔ ایک موہوم سی امید تھی جو آپؑ کو لیے پھر رہی تھی ورنہ یہ یقین ہوگیا تھا کہ یا تو انہیں کوئی جانور لے گیا ہے یا وہ راستہ بھٹک کر کہیں سے کہیں جا پہنچے ہیں۔ ایک خیال یہ بھی آیا کہ وہ بستی کی طرف واپس چلے گئے ہوں۔ پھر اچانک اس خیال سے آپؑ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے کہ اللہ کی گرفت شروع ہو چکی ہے۔ انہوں نے وحی کا انتظار کیے بغیر جو بستی سے نکل جانے کی غلطی کی تھی یہ اس کی سزا ہے کہ ان کی بیوی بچے ان کی آنکھوں سے اوجھل کر دیے گئے ہیں۔ بہرحال اب صبر کے سوا کیا ہو سکتا تھا۔ راضی بہ رضا ہو کر اس پتھر پر بیٹھ گئے جہاں سے ان کے بیوی بچے غائب ہوئے تھے۔ بیٹھے بیٹھے زمین کی طرف دیکھا تو روٹی کی وہ تھیلی نظر آ گئی جو آپ گھر سے چلتے وقت لے کر نکلے تھے۔ یہ تھیلی ان کی بیوی کے پاس تھی۔ ان کے ساتھ جو بھی حادثہ پیش آیا ہو بہرحال یہ تھیلی یہاں پڑی رہ گئی۔ آپؑ نے ہاتھ بڑھا کر اسے اٹھالیا۔ تھیلی دیکھتے ہی بیوی بچوں کی ایسی یاد آئی کہ نہ تھمنے والے آنسو بہہ نکلے۔ یہ خیال بھی آیا کہ اللہ تعالیٰ کسی سے ناراض ہو تب بھی کھانے کو دیتا ہے۔

آپؑ کو کشتی کا انتظار تھا لیکن پھر ایک مسافر کی زبانی آپؑ کو معلوم ہوا کہ پانی کا بہاؤ بہت تیز ہوگیا ہے جس کی وجہ سے کشتیاں ٹھہر گئی ہیں۔ ایک دو دن بعد ہی کوئی کشتی مل سکے گی۔ نینوا واپس جا نہیں سکتے تھے۔ کشتی کوئی تھی نہیں۔ یہ فکر بھی تھی کہ اب کھانے کو چند سوکھی روٹیوں کے سوا کچھ نہیں ہے۔ آپؑ نے صبر کیا اور غار میں جا کر سو رہے۔ کبھی کبھی گھاٹ پر آ کر اکا دکا مسافروں سے ادھر ادھر کی باتیں بھی کر لیتے تھے۔

جب حضرت یونس علیہ السلام کی دی ہوئی مہلت کو تین گزر گئے تو آپؑ کو یہ جاننے کی بھی خواہش ہوئی کہ ان کی قوم پر کیا گزری حتیٰ کہ ایک شخص کا وہاں سے گزر ہوا۔

''اے شخص!'' حضرت یونس علیہ السلام نے اسے پکارا۔ ''میرے قیاس نے مجھے بتایا ہے کہ تم نینوا کی طرف سے آ رہے ہو۔''

''آپؑ کے قیاس نے آپؑ کو دھوکا نہیں دیا۔ میں نینوا سے ہوتا ہوا یہاں تک پہنچا ہوں۔''

''تو نے نینوا کو کس حال میں پایا؟''

''اس کا حال تو وہی ہے جس کے لیے وہ مشہور ہے۔''

''تو کیا وہ قوم ابھی تک زندہ ہے۔ ان کا نبی تو انہیں بددعا دے کر ان کے درمیان سے نکل گیا تھا۔ ان پر تو عذاب آنے والا تھا۔''

''انہوں نے توبہ کی اور خدا نے ان سے عذاب کو موخر کر دیا۔''

حضرت یونس علیہ السلام نے یہ سنا تو غصے میں بولے۔ اللہ کی قسم میں کبھی جھوٹا بن کر اپنی قوم کے پاس واپس نہیں جاؤں گا۔ میں نے ایک خاص دن میں ان سے عذاب کا وعدہ کیا تھا مگر اس دن ان پر عذاب نازل نہیں ہوا۔''

مسافروں سے بھری کشتی تیار کھڑی تھی۔ آپؑ بھی اسی غضب ناک حالت میں کشتی میں سوار ہوئے اور ایک کونے میں جا کر چپ چاپ بیٹھ گئے۔ جنہیں سوار ہونا تھا سوار ہوئے اور ملاحوں نے لنگر اٹھا دیا۔

حضرت یونس علیہ السلام اپنی پچھلی زندگی کو یاد کر کے اداس بھی تھے اور پشیمان بھی۔ خدا نے مجھ سے میرے بیوی

Marfat.com

بچے بھی جدا کر دیے اور مجھے قوم کے سامنے جھوٹا بھی بنا دیا۔ اب شاید کبھی نینوا کی طرف واپس نہ جاؤں۔ پشیمانی بھی تھی کہ مجھے عجلت نہیں کرنی چاہیے تھی۔ میں نے اگر قوم کو عذاب کی وعید سنائی تھی تو پھر وحی کا انتظار کرنا چاہیے تھا۔ میں نے اپنی عقل سے کام لیا اور وہاں سے نکل آیا۔ اللہ نے مجھے اسی غلطی کی سزا دی کہ قوم سے عذاب کو ٹال دیا اور مجھے اکیلا چھوڑ دیا۔

کشتی میں لوگ گا بجا رہے تھے۔ ایک شخص نشہ کر کے سوار ہو گیا تھا اور خوب ہنگامہ مچا رہا تھا۔ قہقہے برس رہے تھے اور کشتی اپنی رفتار سے چلی جا رہی تھی۔ حضرت یونس علیہ السلام ان ہنگاموں سے بے نیاز اللہ کی تسبیح کر رہے تھے۔ اپنے گناہوں کی معافی چاہ رہے تھے۔ خواہش کر رہے تھے کہ وحی کے کچھ الفاظ کانوں میں پڑ جائیں تاکہ انہیں اپنی منزل کے تعین میں آسانی ہو، کشتی میں سوار مسافر آپ کی خاموشی کو بڑے غور سے دیکھ رہے تھے۔ بعض تو یہ سمجھ رہے کہ کوئی بیمار شخص ہے جو چادر اوڑھے لیٹا ہوا ہے۔ اسے نہ ان ہنگاموں سے غرض ہے نہ شور وغل سے۔

اچانک تیز ہوائیں چلنے لگیں اور طوفان کے آثار پیدا ہو گئے۔ پھر کشتی ادھر ادھر ڈولنے لگی۔ ناخدا نے چاہا کہ کشتی کو پھیر کر ساحل کی طرف لے جائے لیکن کشتی تو اب آگے جا رہی تھی نہ پیچھے ہٹنے کو تیار تھی، مسافروں پر سراسیمگی طاری ہو گئی۔ شور وغل تھم گیا۔ ہر مسافر کو اپنی جان کی پڑی ہوئی تھی۔ وہی جواب تک گا بجا رہے تھے، اب اپنے اپنے دیوتاؤں کو پکار رہے تھے اور مدد کے طالب تھے۔ عجیب بات یہ ہوئی کہ اب تیز ہوائیں چلنا بند ہو گئی تھیں۔ پانی میں بھنور بننا بند ہو گئے تھے لیکن کشتی ابھی تک اپنی جگہ کھڑی ہوئی تھی۔ نہ آگے جاتی تھی نہ پیچھے ہٹتی تھی۔

ان لوگوں نے اس صورت حال کو دیکھتے ہوئے اپنے عقیدے کے مطابق یہ کہنا شروع کر دیا کہ اس کشتی میں اپنے مالک سے بھاگا ہوا کوئی غلام ہے جس کی وجہ سے کشتی عذاب میں پڑ گئی ہے۔ جب تک اس غلام کو کشتی سے باہر نہیں پھینکا جائے گا، کشتی آگے نہیں بڑھے گی۔

حضرت یونس علیہ السلام کے کانوں میں جب یہ آواز پڑی تو انہیں یاد آیا کہ اپنے مالک سے بھاگے ہوئے غلام تو وہ خود ہیں۔ وہ اللہ سے بھاگ کر اس کشتی میں سوار ہوئے ہیں اور یہ سمجھ لیا تھا کہ وہ (اللہ) گرفت نہیں کرے گا۔ اسی نے گرفت کر لی ہے اور اس ہی کی وجہ سے یہ کشتی بھنور میں پھنسی ہے۔ انہوں نے سوچا، یہ میری آزمائش ہے۔ مجھے اس امتحان میں پورا اترنا ہے۔

"کشتی والو! وہ بھاگا ہوا غلام میں ہوں۔ مجھے کشتی سے باہر پھینک دو اور اپنی جانیں بچا لو۔"

مسافروں نے حیرت اور تعجب سے آپ کی طرف دیکھا۔ ان کے بارے میں تو وہ سب ایک اچھی رائے قائم کر چکے تھے اور اب ان کی طرف سے یہ اعلان ہو رہا تھا کہ وہ اپنے مالک کے نافرمان، بھاگے ہوئے غلام ہیں۔

"ہمیں معلوم ہے کہ آپ ہماری جانیں بچانے کے لیے اپنی قربانی دینا چاہتے ہیں کشتی کا وزن کم ہو اور کشتی آگے چل سکے۔"

"تم میرا یقین کیوں نہیں کرتے۔ میں ہی وہ بھاگا ہوا غلام ہوں۔"

"آپ نہ تو اپنے چہرے سے غلام لگتے ہیں اور نہ اپنی باتوں سے پھر ہم کیسے یقین کر لیں؟"

"میں ایک ایسے مالک کا غلام ہوں جس نے مجھے بہت اچھی طرح پرورش کیا، مجھے ہر طرح کی نعمتیں دیں اور پھر میں نے اس سے روگردانی کی۔ میری سزا یہی ہے کہ تم مجھے پھینک دو۔"

کشتی والے کسی صورت بھی آپ کو بھاگا ہوا غلام تسلیم کرنے کو تیار نہیں تھے۔ ادھر آپ کا اصرار بڑھتا جا رہا تھا بعض مسافر بے صبری کا مظاہرہ کرتے ہوئے شور مچا رہے تھے کہ جلدی کوئی فیصلہ کرو تاکہ ہماری جان بچ جائے۔ حضرت یونس علیہ السلام نے فرمایا۔ "اگر تم لوگ مروت سے کام لو گے تو میں خود ہی پانی میں چھلانگ لگا دوں گا۔"

کچھ دانش مندوں کی مداخلت سے یہ فیصلہ ہوا کہ قرعہ نکالا جائے۔ جس کا نام آ جائے وہی خطا کار سمجھا جائے اور

Marfat.com

اسے پانی میں پھینک دیا جائے۔ قرعہ نکالنا بھی ان لوگوں کی قدیمی روایت تھی لہٰذا سب متفق ہو گئے۔

جب قرعہ اندازی کی تو یہ بھی اللہ کے پیغمبر حضرت یونس علیہ السلام کے نام نکلی۔

''پھر قرعہ ڈالا تو وہی خطا کاروں میں تھا۔'' (سورۂ صافات)

حضرت یونس علیہ السلام ان سے کہنے لگے کہ ''میں نہ کہتا تھا کہ میں ہی گناہ گاروں میں ہوں۔ اب تم مجھے پانی میں پھینک دو تا کہ کشتی کا بوجھ ہلکا ہو۔''

کشتی والے ایک دوسرے کے کان میں کچھ کہنے لگے۔ پھر انہوں نے آپ کو خطا کار ماننے سے انکار کر دیا۔

''ضرور کوئی غلطی ہوئی ہے۔ قرعہ پھر سے ڈالا جائے۔'' کشتی والوں نے کہا۔

قرعہ پھر ڈالا گیا۔ ''پھر وہی خطا کاروں میں تھا۔''

یونس علیہ السلام نے پھر ان کی توجہ دلائی۔ ''میں نے تم سے پہلے ہی کہا تھا، اب بھی کہہ رہا ہوں کہ یہ میری غلطی کی وجہ سے ہوا ہے۔'' کشتی والوں نے پھر انکار کر دیا اور تیسری مرتبہ پھر قرعہ ڈالا گیا۔

پھر وہی خطا کاروں میں تھا۔

کشتی والوں کا آپ پر اتنا اعتقاد ہو گیا تھا کہ انہوں نے اس پاکیزہ چہرے کو اس آخری مرتبہ پھر پانی کے سپرد کرنے سے انکار کر دیا۔ اس پر بعض لوگوں نے جھگڑا شروع کر دیا۔

''تین مرتبہ قرعہ ڈالا گیا۔ اتفاق ایک مرتبہ ہو سکتا ہے دو مرتبہ ہو سکتا ہے۔ ہر مرتبہ اس شخص کا نام نکلا ہے۔ اب تمہاری نظروں میں کتنا ہی نیک سہی اسے پانی میں پھینک کر شرط پوری کیوں نہیں کرتے۔'' کہنے والوں نے کہا۔

''یہ قرعہ دیوتاؤں کے نام پر ڈالا گیا تھا۔ اب دیوتاؤں کی بات بھی نہیں مانتے۔''

''یہ شخص اپنے جرم کا خود اقرار کر رہا ہے پھر بھی نہیں مانتے۔''

''اسے پھینکو ورنہ ہم اٹھا کر پھینک دیں گے۔''

جب خوب شور مچنے لگا تو حضرت یونس علیہ السلام نے فرمایا۔ ''تم لوگ آپس میں کیوں لڑتے ہو۔ میں ابھی تم میں فیصلہ کیے دیتا ہوں۔'' اس کے ساتھ ہی آپ کشتی سے نیچے کود گئے۔ آپ کے کودتے ہی کشتی نے آگے بڑھنا شروع کر دیا۔

آپ کچھ دیر پانی میں غوطے کھاتے رہے اور پھر گہرائی میں اترنے لگے۔ آپ نے سمجھ لیا کہ اب کچھ ہی دیر میں آپ ڈوب جائیں گے، اب خدا کے سوا کوئی بچانے والا نہیں تھا۔

جس وقت کشتی میں قرعہ اندازی کی جا رہی تھی اور آپ کو کشتی سے باہر پھینکنے کی تیاریاں ہو رہی تھیں اسی وقت اللہ تعالیٰ نے بحر اخضر کی ایک عظیم جسم والی مچھلی کو حضرت یونس علیہ السلام کی طرف بھیجا۔ اس کو حکم فرمایا کہ یہ (یونسؑ) ہماری امانت ہے اس کا گوشت نہ کھائے اور نہ اس کی ہڈی کو کچھ نقصان پہنچے کیونکہ یہ تیرا رزق نہیں ہے۔

حضرت یونس علیہ السلام جیسے ہی ایک خاص حد تک پانی کی گہرائی میں گئے، بحر اخضر سے آئی ہوئی وہ مچھلی آپ کے انتظار میں تھی اس نے اللہ کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے اپنا منہ کھولا اور حضرت یونس علیہ السلام اس کے پیٹ میں چلے گئے۔

قرآن مبین کے الفاظ میں ''اور بے شک یونس پیغمبروں میں سے تھا (اور وہ واقعہ یاد کرو) جب کہ وہ بھری ہوئی کشتی کی جانب بھاگا (اور جب کشتی والوں نے غرق ہونے کے خوف سے) قرعہ ڈالا تو (دریا میں) ڈالے جانے کے لیے اس کا نام نکلا۔ پھر نگل گئی اس کو مچھلی اور وہ (اللہ کے نزدیک قوم کے پاس سے بھاگ آنے پر) قابل ملامت تھا۔''

ایک قول یہ ہے کہ اس مچھلی کو ایک دوسری اس سے بہت بڑی مچھلی نے نگل لیا۔

Marfat.com

جب آپ مچھلی کے پیٹ میں ٹھہر گئے تو آپ نے گمان کیا شاید میں مرگیا ہوں۔ کچھ دیر آپ ساکت رہے۔ پھر یہ دیکھنے کے لیے کہ زندہ ہوں یا نہیں آپ نے اپنے اعضا کو جنبش دی تو ان میں حرکت نمودار ہوئی۔ اس کا مطلب میں زندہ ہوں۔ آپ نے ڈرتے ڈرتے آنکھیں کھولیں لیکن بینائی کا یہاں کام نہیں تھا۔ ہر طرف اندھیرا ہی اندھیرا پھیلا ہوا تھا۔ بس یہ احساس ہوتا تھا جیسے شیشے کا کوئی مرتبان ہے جس میں وہ بند ہیں۔ آپ کے حواس پوری طرح کام کر رہے تھے۔ اب انہیں پوری طرح یقین ہوگیا تھا کہ میرا امتحان لیا جارہا ہے۔ قدرت نے مچھلی کے پیٹ کو میری پناہ گاہ بنادیا ہے ورنہ میرا زندہ رہنا محال تھا البتہ یہ فکر لاحق ہوگئی کہ اس مچھلی کے پیٹ میں مجھے کس وقت تک رہنا ہوگا۔

آپ نے لیٹے لیٹے کروٹ بدلی، یہ دیکھنے کے لیے کہ مچھلی کے پیٹ میں کتنی گنجائش ہے۔ آپ نے باآسانی کروٹ لے لی۔ پھر آپ اٹھ کر بیٹھ گئے اور ہاتھ اوپر کیے۔ کوئی چیز آپ کے ہاتھ سے ٹکرائی۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ وہ یہاں لیٹ سکتے ہیں یا بیٹھ سکتے ہیں، اٹھ کر کھڑے نہیں ہوسکتے۔

اللہ کی یہ عظیم الشان قدرت دیکھ کر آپ فوراً سجدہ ریز ہوگئے اور بارگاہ رب العزت وجلال میں عرض کرنے لگے۔

''اے پروردگار! میں تیرے لیے ایسی جگہ مسجد بناتا ہوں جہاں کسی دوسرے نے تیری عبادت نہ کی ہوگی۔''

مچھلی انہیں کہاں لے جارہی ہے، انہیں کچھ خبر نہیں تھی۔ بس احساس ہو رہا تھا کہ کبھی یہ مچھلی نیچے کی طرف اترتی چلی جاتی ہے۔ کبھی آگے کی طرف بڑھ رہی ہے۔ اس کی رفتار بہت تیز ہے۔

یہ مچھلی آپ کو سمندر کی تاریکیوں میں لے کر جگہ جگہ سیر کراتی رہی۔ کڑوے نمکین پانی کی اتھاہ تاریکیوں میں آپ کو رکھا۔ اس سیر کرانے کا مقصد یہی ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی شان وجلالت آپ پر ظاہر کرنے کے لیے بعض نشانیوں کو آپ پر ظاہر کرنا چاہتا تھا۔ خدا انہیں بتانا چاہتا تھا کہ تم جس سے فرار ہوکر چلے آئے تھے اس کی شان کیسی ہے اور ایک تم ہی نہیں، کائنات میں جو کچھ ہے اس کی عظمت کا دم بھرتا ہے۔

آپ کی بینائی تو تاریکی کا غلاف اوڑھ کر سو رہی تھی لیکن سماعت کے دریچے کھل گئے تھے۔ آپ نے ہر جگہ سنا کہ مچھلیاں رحمٰن کی تسبیح کررہی ہیں حتیٰ کہ چھوٹی چھوٹی کنکریوں سے بھی رحمٰن ورحیم کی تسبیح سنی۔ بے شک وہ آسمانوں کا بھی زمینوں کا بھی اور جو کچھ ان میں ہے اور جو سمندروں میں اور جو تحت الثریٰ ہے سب کا پروردگار ہے۔ ہر چیز یہاں ہو، جہاں کہیں بھی ہو اپنی زبان حال کے ساتھ جو کچھ کہتی ہے وہ سب کچھ سنتا ہے جیسے کہ خود اس نے اپنی عظمت وعزت اور جلال کی خبر دی ہے اور ظاہر کو بھی سنتا ہے پوشیدہ کو بھی سنتا ہے اور تکلیف ومصیبت کو دور کرتا ہے۔ ہر آواز سنتا ہے خواہ کتنی ہی ہلکی یا کمزور کیوں نہ ہو اور باریک سے باریک تر کو جانتا ہے اور دعاؤں کو سنتا ہے قبول کرتا ہے خواہ کتنی بڑی ہو۔

حضرت یونس علیہ السلام نے شان ربوبیت کا مشاہدہ کرنے کے بعد اپنا محاسبہ خود کرنا شروع کردیا۔ پچھلی تقصیریں یاد آئیں اور وہ اس نتیجے پر پہنچے کہ انبیا علیہم السلام کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا معاملہ عوام وخواص دونوں سے جدا ہے کیونکہ وہ براہ راست خدا کے ساتھ شرف مخاطبت رکھتے ہیں۔ احکام الٰہی کے امتثال کی وہ ذمہ داری جو ان سے وابستہ ہوتی ہے وہ دوسروں کے ساتھ نہیں ہوتی۔ پس ان کا فرض ہے کہ جو کام بھی انجام دیں وحی الٰہی کی روشنی میں ہونا چاہیے۔ میں نے بعض کاموں میں عجلت سے کام لیا اور انتظار وحی کے بغیر قدم اٹھالیا۔ قصور معمولی سہی لیکن میری ذمہ داری اور حیثیت کے تناظر میں بہت بڑا تھا لہٰذا اللہ تعالیٰ نے میرا سخت مواخذہ کیا۔ اب اس کا کرم ہی مجھے بچا سکتا ہے۔

عفو تقصیر کے لیے بے اختیار یہ کلمات آپ کی زبان پر جاری ہوگئے۔

''الٰہی تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔ تو ہی یکتا ہے۔ میں تیری پاکی بیان کرتا ہوں۔ بے شک میں اپنے نفس پر خود ہی ظلم کرنے والا ہوں۔''

یہی وہ الفاظ ہیں جو دعائے یونسؑ کے نام سے آج بھی عقیدوں میں شامل اور رفع مشکلات کے لیے زوراثر ہیں۔

Marfat.com

تفسیر ابن جریر میں سعد بن مالکؓ فرماتے ہیں۔ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا۔
''اللہ کو اس نام سے پکارا جائے تو دعا قبول ہوتی ہے اور جو مانگا جائے عطا ہوتا ہے یعنی حضرت یونسؑ کی دعا کے ساتھ۔''
راوی کہتے ہیں، میں نے استفسار کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ یونسؑ کے لیے خاص ہے یا تمام مسلمانوں کے لیے ہے۔ فرمایا یہ یونسؑ کے لیے خاص ہے اور مومنین کے لیے عام جب بھی وہ اس کے ساتھ دعا کریں۔ کیا تو نے اللہ کا فرمان نہیں سنا۔''پھر یونسؑ نے اپنے رب کو پکارا (تاریکیوں میں) کہ لاالہ الا انت سبحانك انی كنت من الظلمين (تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔ آپ پاک ہیں میں ہی ظالموں میں سے ہوں) تو ہم نے اس کی دعا قبول کی اور اس کو غم سے نجات دی اور ہم مومنین کو اسی طرح نجات دیتے ہیں۔''
پس! یہ اللہ کی طرف سے شرط ہے ہر اس کے لیے جو اس سے مانگے۔
اور حضرت سعدؓ سے مروی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا۔ جس نے یونسؑ کی دعا کے ساتھ دعا کی، اس کی دعا قبول ہوگی۔ ابو سعید الاشیخ اس حدیث کے ایک راوی کہتے ہیں، اس حدیث میں خدا کے اس فرمان کی طرف اشارہ ہے (اور ہم مومنین کو اسی طرح نجات دیتے ہیں) یعنی جو اس مذکورہ دعا کے ساتھ دعا کرے گا ہم اس کو اسی طرح ضرور نجات مرحمت فرمائیں گے۔''
حضرت یونس علیہ السلام نے ندامت کی۔ اس دعا کو اپنی تسبیح بنالیا۔ گڑگڑاتے جاتے تھے اور یہ کلمات ادا کرتے جاتے تھے۔ آپؑ کے دل سے نکلی ہوئی یہ آواز عرش کے کناروں تک پہنچ گئی۔ فرشتوں نے سنی تو انہیں حیرت ہوئی کہ یہ کون مظلوم ہے جس کی درد بھری آواز نے عرش کو ہلا دیا ہے۔
ان فرشتوں نے بارگاہ خداوندی میں عرض کیا۔''اے ہمارے پروردگار! ہم ایک نحیف سی آواز کسی اجنبی زمین سے سن رہے ہیں۔ ایسی پکار ہم نے آج تک کسی دعا میں نہیں دیکھی۔''
اللہ نے فرمایا۔''یہ میرا بندہ یونس ہے جس سے میرے فرمان کی لغزش ہوگئی ہے۔ میں نے اسے سمندر کے اندر مچھلی کے پیٹ میں رکھ دیا ہے۔''
''اے ہمارے معبود!'' فرشتوں نے عرض کیا۔''یہ تو کوئی نیک بندہ ہے جس کی طرف سے ہر شب و روز آپؐ کے پاس نیک عمل پہنچتا ہے۔''
''ہاں، بہت اچھی تسبیح کرتا ہے۔'' اللہ نے فرمایا۔
''اس تسبیح کے طفیل اس کی لغزش سے درگزر فرمایئے۔'' فرشتوں نے سفارش کی جسارت کی۔
اللہ تعالیٰ نے اس دعا کے طفیل مچھلی کو حکم دیا کہ وہ انہیں اگل دے۔ مچھلی انہیں سمندر کی گہرائی سے لے آئی اور ساحل پر لاکر ایک وسیع وعریض میدان میں ڈال دیا۔
فرمان الٰہی ہے۔''(پھر ہم نے اس کو میدان میں ڈلوا دیا) یعنی بے آب و گیاہ چٹیل میدان میں ڈلوادیا اور فرمایا (اور وہ بیمار حالت میں تھے) یعنی بدن انتہائی لاغر وکمزور ہو چکا تھا۔ ابن مسعودؓ فرماتے ہیں۔ ایسے ہوگئے تھے جیسے چوزہ جس پر ابھی پر بھی نہ آئے ہوں اور ابن عباسؓ اور زیدؓ فرماتے ہیں جب بچہ پیدا ہوتا ہے اس وقت کے بچے کی طرح آپ کی حالت تھی اور بالکل دھنی ہوئی روئی کی طرح نرم و نازک تھے اور بدن پر کچھ نہ تھا۔
آپؑ مچھلی کے پیٹ میں کتنا عرصہ رہے؟ مجاہد، شعبی سے روایت کرتے ہیں کہ صبح کے وقت نگلا تھا اور شام کے وقت آپؑ کو واپس باہر نکال دیا۔ قتادہؓ فرماتے ہیں تین دن ٹھہرے۔ جعفر صادقؒ فرماتے ہیں سات دن ٹھہرے۔ ایک روایت یہ بھی ملتی ہے کہ آپؑ مچھلی کے پیٹ میں چالیس دن رہے۔ الغرض اس میں کئی اقوال ہیں اور اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ کتنے

Marfat.com

دن مچھلی میں ٹھہرے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اگر یہ تسبیح کرنے والوں میں سے نہ ہوتے تو اس روز تک کہ لوگ دوبارہ زندہ کیے جائیں گے، اسی مچھلی کے پیٹ میں رہتے۔'' (یعنی قیامت تک)

آپؑ نے اللہ کی تسبیح کی اور اللہ کے آگے عاجزی و مسکنت اپنائی۔ اس کی طرف توبہ ورجوع کیا تو اگر ایسا نہ کرتے تو قیامت تک اسی میں ٹھہرے رہتے۔

اس میں ایک قول یہ بھی ہے کہ اگر وہ (حضرت یونس علیہ السلام) مچھلی کے پیٹ میں آنے سے پہلے تسبیح کرنے والوں، اطاعت و فرمان برداری کرنے والوں میں سے نہ ہوتے تو قیامت تک مچھلی کے پیٹ میں رہتے۔

''اور ایمان والوں کو ہم اسی طرح بچالیا کرتے ہیں۔'' (الانبیا)

اس قول کی شہادت ایک حدیث سے بھی ملتی ہے۔ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا۔

''میں تجھے چند باتیں سکھاتا ہوں کہ اللہ کی حفاظت کر، وہ تیری حفاظت کرے گا۔ اللہ (کے احکام و فرماں برداری اور اس کی تمام باتوں) کی پروا کر تو اسی کو اپنے سامنے پائے گا۔ تو اللہ کو عیش میں پہچان، وہ تجھ کو تنگی و مصیبت میں پہچانے گا۔''

حضرت یونس علیہ السلام نے نرمی و عیش کے زمانے میں اللہ کو یاد رکھا تو اللہ نے شدت و تنگی میں ان کو یاد کیا۔

☆......☆......☆

چٹیل اور بے گیاہ میدان میں جہاں دور دور تک کوئی آبادی نہیں تھی، حضرت یونس علیہ السلام بے ہوشی کی حالت میں زمین پر پڑے ہوئے تھے۔ بڑے جسم والی مچھلی ابھی ابھی انہیں اللہ کے حکم سے یہاں اگل کر گئی تھی۔ ان کی جلد، مچھلی کے پیٹ میں رہنے کی وجہ سے جگہ جگہ سے گل گئی تھی۔ بے حس وحرکت زمین پر لیٹے ہوئے تھے۔ جب سورج کی کرنیں ترچھی ہوتے ہوئے سیدھی ہوئیں اور اس برگزیدہ انسان کے جسم کو چھونے لگیں تو اس کے بے جان بدن میں کچھ حرکت پیدا ہوئی۔ آپؑ کی جلد اتنے دن اندھیرے میں رہنے کی وجہ سے سورج کا مقابلہ کرنا بھول گئی تھی۔ یہ کرنیں، نیزوں کی طرح آپ کی کھال میں اتر گئیں۔ آپؑ نے آنکھیں کھول کر دیکھنے کی کوشش کی لیکن مچھلی کے پیٹ کا اندھیرا ابھی تک آپؑ کی آنکھوں کے سامنے تھا۔ کچھ نظر نہ آتا تھا۔ آپؑ نے حرکت کرنے کی کوشش کی لیکن بدن سن ہوگیا تھا۔ آپؑ پھر غشی کی حالت میں چلے گئے لیکن دل ہی دل میں دعا کر رہے تھے۔

''اے اللہ! میں تیرا نافرمان بھی ہوں اور ناتواں بھی۔ تو میری نافرمانی پر نہ جا، میری ناتوانی کو دیکھ۔ مجھ پر رحم فرما جیسا کہ اب تک فرماتا آیا ہے۔''

یہ دعا مانگتے مانگتے آپؑ غشی کی حالت سے بے ہوشی کے عالم میں چلے گئے۔ کوئی دیکھتا تو یہی سمجھتا کہ اس شخص کے انتقال میں کوئی کمی نہیں رہ گئی ہے۔ چند مکھیاں بھی آگئی تھیں۔ جو آپؑ کے جسم مبارک پر بیٹھ رہی تھیں۔

دریائے رحمت جوش میں تھا، آپؑ کی یہ دعا بھی قبول ہوئی۔ آپؑ کو محسوس ہوا جیسے کوئی آپؑ پر جھکا ہوا ہے۔ سوئیوں کی طرح چبھنے والی کرنیں خاموش ہوگئی ہیں۔ آپؑ نے ڈرتے ڈرتے آنکھیں کھولیں۔ کچھ نظر نہ آیا بس یہ دیکھا کہ کوئی درخت ہے جو آپ پر سایہ کیے ہوئے ہے۔

یہ ایک بیل دار درخت تھا جو اللہ نے اپنی قدرت سے اگا دیا تھا اور یہ محراب کی شکل اختیار کر کے آپ پر سایہ فگن ہوگیا تھا۔ اس میں کچھ پھل بھی لٹکے ہوئے تھے۔

حضرت ابو ہریرہؓ فرمایا کرتے تھے کہ یہ یقطینہ یعنی کدو کی بیل تھی۔

Marfat.com

بعض علما فرماتے ہیں کدو کی بیل آپ پر اگانے میں بہت فوائد پیش نظر تھے۔ ایک تو اس کے پتے نرم اور شگفتہ ہوتے ہیں اور زیادہ ہوتے ہیں اور اس کا سایہ گھنا ہوتا ہے اور مکھیاں اس کے پاس نہیں پھٹکتیں اور اس کا پھل شروع نکلنے سے آخر تک کھایا جاتا ہے۔ کچا بھی پکا ہوا بھی۔ اس کے چھلکے اور بیج بھی کھانے کے قابل ہوتے ہیں۔

حضرت یونس علیہ السلام نے اس بیل کو اپنے اوپر جھکا ہوا دیکھا اور دھوپ کی تمازت سے چھٹکارا ملا تو بہت خوش ہوئے۔ اس بیل کے پھلوں کو دیکھ کر آپ کی بھوک چمک اٹھی۔ آپ نے ہاتھ اٹھا کر پھل توڑنے کی کوشش کی تو ناتوانی نے اجازت نہ دی۔ ہاتھ اٹھانے کی طاقت بھی نہیں تھی۔ آپ حسرت سے ان پھلوں کو دیکھ رہے تھے۔ اچانک ایک کدو نیچے کی طرف جھک گیا۔ آپ نے لیٹے لیٹے اس پھل کا کچھ حصہ کھایا۔ اتنے دن کی بھوک کے بعد پیٹ میں کچھ گیا تو فوراً نیند کے نشے نے آپ کو سونے پر مجبور کر دیا۔ کتنی دیر سوتے رہے کب آنکھ کھلی۔ بھوک اب بھی لگ رہی تھی لیکن بھوک سے زیادہ پیاس ستا رہی تھی۔ آپ نے دیکھا ایک پہاڑی بکری دور سے بھاگتی چلی آ رہی ہے۔ پھر وہ آپ کے قریب پہنچ کر رک گئی۔ اس نے اپنے دونوں پیر ایک دوسرے سے جدا کیے اور اپنے تھن آپ کے سامنے کر دیے۔ آپ نے سیر ہو کر اس کا دودھ پی لیا۔ اس دودھ میں ایسی تاثیر تھی کہ رگ و پے میں توانائی سی محسوس کی۔ بکری نے دودھ پلایا اور جس طرف سے آئی تھی اسی طرف چلی گئی۔

حضرت یونس علیہ السلام کی جسمانی نشوونما پوری ہونے تک وہ بکری روزانہ صبح و شام انہیں دودھ پلاتی رہی۔ جب ذرا زخم بھرے اور جسم میں جان آئی۔ ہوش ٹھکانے آئے تو اپنی برہنگی کا خیال آیا۔ اب تو ان کی نشوونما کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ نے اٹھا رکھی تھی لہٰذا اس خیال کے ساتھ ہی آپ کے جسم پر کپڑے آ گئے۔

اب آپ ادھر ادھر گھومنے لگے تھے۔ دور دور تک کوئی آبادی نہیں تھی۔ آپ گھومتے گھومتے تھک جاتے تو پھر اسی درخت کے نیچے آ کر بیٹھ جاتے جس کی شاخوں نے اب آپ کے سر پر سائبان سا بنا دیا تھا۔ یہی آپ کا گھر تھا۔

انسان تو انسان کو ڈھونڈتا ہے۔ آپ کے بدن میں جان آئی اور آپ کچھ چلنے پھرنے کے قابل ہو گئے تو آپ کو نینوا اور وہاں کے لوگ یاد آنے لگے۔ آپ کو یہ معلوم ہو گیا تھا کہ اہل نینوا کی توبہ قبول ہو گئی ہے اور عذاب ٹل گیا ہے۔ اب جی چاہتا تھا کہ ان ایمان قبول کرنے والوں کے درمیان جا کر رہیں لیکن اب وہ اتنے محتاط ہو گئے تھے کہ اپنی عقل سے کوئی فیصلہ کوئی خواہش کرنا نہیں چاہتے تھے۔ وحی کا انتظار کیے بغیر وہ کوئی قدم اٹھانا نہیں چاہتے تھے۔ کدو کی بیل کی چھاؤں میں شب و روز گزارتے رہے اور اللہ کا شکر ادا کرتے رہے۔ کچھ فاصلے پر دریا گزرتا تھا۔ غسل کے لیے وہاں چلے جاتے۔ پینے کے لیے پانی بھی وہیں سے لے آتے۔ کپڑوں کا ایک جوڑا آپ کے بدن پر تھا، اسی کو دھو لیتے اسی کو پہن لیتے۔

ایک دن آپ دریا کی طرف تشریف لے گئے تھے۔ جب قدرے دیر کے بعد واپس آئے تو دیکھا کہ اس بیل کو کیڑا لگ چکا ہے جس کے سائے میں آپ جھگی بنا کر رہنے لگے تھے اور جس کے پھلوں پر آپ کا گزارہ تھا۔ حشرات الارض اس پیڑ کی جڑوں کو کاٹ رہے تھے۔ جتنی سرعت سے اس بیل نے آپ کو سایہ بخشا تھا اتنی ہی جلدی یہ سوکھ بھی گئی۔ آپ کی جلد اب سورج کی کرنوں کو برداشت کرنے کے لائق ہو گئی تھی لیکن پھر بھی دھوپ سے بچاؤ کے لیے کوئی سہارا تو چاہیے تھا۔ ہر وقت دھوپ میں تو نہیں بیٹھا جا سکتا تھا جب کہ آپ یہاں سے کہیں جا بھی نہیں سکتے تھے۔ ایک مرتبہ اپنی مرضی چلا کر دیکھ لی تھی۔ آپ سخت رنجیدہ ہوئے، بارگاہ رب العزت میں دعا کے لیے ہاتھ اٹھا دیے۔ دعا کیا تھی آپ اپنے رب کی بارگاہ میں پیار بھری شکایت فرما رہے تھے۔

''اے اللہ! یہ بیل نما درخت ہی تو میری زندگی کا واحد سہارا تھا۔ تو نے اس کی جڑ کو بھی کیڑا لگا دیا۔ اس کے سائے میں بیٹھنے سے مجھے محبت سی ہو گئی تھی۔ اب میں کہاں جاؤں۔ یہ کیڑے مکوڑے جو اس درخت کی جڑ کو کھا رہے ہیں، یہ تیری مخلوق ہیں۔ میں انہیں مار بھی نہیں سکتا۔''

Marfat.com

اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعے آپ کو مخاطب کیا اور فرمایا۔ ''تم کو اس درخت کی بہت فکر ہے؟''
''مجھے اس سے انس ہو گیا تھا'' حضرت یونس علیہ السلام نے کہا۔
''اس کی پیدائش میں تمہاری محنت کا کتنا دخل تھا؟''
''ایک حقیر سی چیز کا تمہیں اتنا رنج ہے جو تمہاری تخلیق بھی نہیں۔ ذرا سوچو، نینوا کی ایک لاکھ سے زیادہ آبادی اور مویشی اس سے الگ اور یہ سب ہم نے پیدا کیے تھے۔ کیا ہم ان کے لیے تم سے زیادہ شفیق اور مہربان نہیں تھے جو تم قوم کو بددعا کر کے ان کے درمیان سے نکل آئے۔''
''یا اللہ، میں ان کی طرف سے مایوس ہو گیا تھا۔ وہ مجھے اور میرے عیال کو ہلاک کر دیتے۔''
''تو جنہیں بچانے نکلا تھا، کیا تو نے انہیں بچا لیا؟''
''میں نہیں جانتا کہ انہیں بھیڑیا اٹھا کر لے گیا یا کیا ہوا؟''
''اور تو اپنی حفاظت کر لیتا، اگر ہم تجھے بچا نہیں لیتے۔''
''اے رب! میں بہت ناتواں ہوں، تو ہی زبردست ہے۔''
''کیا نینوا سے نکل جانے کا حکم ہم نے تجھے دیا تھا''
''مجھے ایسا کوئی حکم نہیں ملا تھا۔''
''کیا قوم کے حق میں بدعا کرنے کا حکم ہماری جانب سے تھا؟''
''رب العالمین! مجھے ایسا کوئی حکم نہیں ملا تھا۔''
''کسی نبی کی یہ شان نہیں کہ اپنی جان بچانے کی خاطر قوم کے حق میں بددعا کرے، انہیں ہلاکت کی وعید سنائے اور پھر نفرت سے ان کے درمیان سے نکل آئے اور ایسی جلد بازی اختیار کرے کہ وحی کا بھی انتظار نہ رہے۔''
''میں ناتواں ہوں، میرا اور امتحان نہ لے۔ میں اب کسی آزمائش کے لائق نہ رہا۔'' آپ بار بار یہی الفاظ دہرا رہے تھے لیکن غیب سے آنے والی آواز کا نزول رک گیا تھا۔
حضرت یونس علیہ السلام کا سارا بدن پسینے میں شرابور تھا۔ ابھی تک سوکھے ہوئے درخت کا کچھ سایہ آپ کے سر پر تھا لیکن اللہ تعالیٰ سے جو آپ کی باتیں ہوئی تھیں ان کا اثر آپ کے دل پر اتنا تھا کہ پشیمانی کے پسینے نے آپ کو غرق کر دیا تھا۔ آپ شرمندگی سے زمین میں گڑے جا رہے تھے۔ واقعی نہ میں اپنی حفاظت کر سکا نہ اپنے عیال کی۔
آپ اسی عالم میں گھٹنوں میں سر دیے بیٹھے تھے کہ ایک چرواہے کا ادھر سے گزر ہوا۔ اسے فکر ہوئی کہ یہ کون شخص ہے جو اس میدان میں بے یار و مددگار بیٹھا ہے۔ قریب آیا تو آپ کو پہچان گیا۔
''یونس متی! یہ آپ ہیں۔ اگر میری نظریں دھوکا نہیں کھا رہی ہیں تو یہ آپ ہی ہیں'' اس چرواہے نے آپ کے قدموں پر سر رکھ دیا۔
''اے شخص تو نے ٹھیک پہچانا، میں ہی اپنے مالک سے بھاگا ہوا غلام ہوں۔''
''آپ یہاں بیٹھے ہیں اور قوم آپ کو تلاش کر کر کے تھک چکی ہے۔ بادشاہ نے اعلان کر رکھا ہے کہ جو شخص آپ کو تلاش کر کے لائے گا، اس کے حق میں وہ اپنا تاج و تخت چھوڑ دے گا۔ میری تو قسمت بدل گئی۔ میں نے آپ کو تلاش کر لیا ہے۔ اب میں نینوا کا بادشاہ بن جاؤں گا'' چرواہا خوشی سے ناچنے لگا۔
''مجھے ان سب باتوں سے کیا۔ میں تو اپنے مالک کے انتظار میں ہوں۔''
''آپ نے قوم کی خاطر کتنی صعوبتیں اٹھائی ہیں۔ اب میں آپ کو اس تپتی ہوئی دھوپ میں نہیں رہنے دوں گا۔ پوری قوم آپ کے استقبال کے لیے آنکھیں بچھانے کو تیار ہے۔ آپ میرے ساتھ چلیے تاکہ مجھے انعام ملے۔''

Marfat.com

حضرت یونس علیہ السلام کو نینوا کی یاد بہت آ رہی تھی لیکن اب وہ کوئی قدم اٹھانا نہیں چاہتے تھے جس پر ان کی گرفت ہو۔ انہیں وحی کا انتظار کرنا تھا۔ کیا خبر اللہ تعالیٰ انہیں کس طرف لے جانا چاہتا ہے اور کیا کام لینے کو ہے۔

''مجھے اللہ تعالیٰ کی وحی کا انتظار ہے۔ کوئی حکم آنے سے پہلے میں یہاں سے نہیں جا سکتا۔''

''کوئی بات نہیں۔ انعام تو تلاش کرنے پر ملنا تھا۔ میں نے آپؑ کو تلاش کر لیا ہے کتنے ہی لوگ یہاں سے گزرے ہوں گے آپؑ کسی کو نظر نہیں آئے۔ میں نے آپؑ کو دیکھ لیا۔ انعام تو مجھے ملنا چاہیے۔ میں ابھی بستی میں جا کر اعلان کرتا ہوں کہ میں نے آپؑ کو تلاش کر لیا ہے۔ سب کو لے کر یہاں آتا ہوں۔ وہ خود دیکھ لیں گے کہ میں جھوٹا نہیں ہوں۔'' اس چرواہے نے کہا اور آگے بڑھ گیا۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت یونس علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے دنیا کی نظروں سے چھپا دیا تھا تاکہ ان کا احوال دوسروں پر ظاہر نہ ہو۔ آپؑ کی بے کسی کا پردہ رکھنا مقصود تھا۔ جب چاہا یہ پردہ ہٹا دیا اور آپؑ چرواہے پر ظاہر ہو گئے۔

وہ چرواہا جتنی جلدی ممکن ہو سکتا تھا نینوا کی طرف جا رہا تھا۔ خوشی سے اس کے ہاتھ پاؤں کانپ رہے تھے کہ اب اسے انعام ملے گا۔ وہ نینوا کا بادشاہ کہلائے گا۔ خوابوں ہی خوابوں میں اس نے کئی محل تعمیر کر لیے تھے۔

وہ جیسے ہی شہر میں داخل ہوا اس نے زور زور سے چلانا شروع کر دیا۔ ''میں نے یونس بن متی کو تلاش کر لیا ہے۔ میں انہیں ڈھونڈنے میں کامیاب ہو گیا ہوں۔ ہماری بدنصیبی کے دن ختم ہونے کو ہیں۔ ہمارا نبی ہمارے درمیان آنے کو ہے۔''

لوگ اس کے گرد جمع ہونا شروع ہو گئے۔ کوئی یقین کرتا تھا، کوئی کہتا تھا اس کا دماغ چل گیا ہے۔ حاکم کے سپاہیوں نے اسے پکڑ کر حاکم کے روبرو پیش کر دیا۔

''کیا تو اپنے قول میں سچا ہے؟'' حاکم نے پوچھا۔

''میں بالکل سچ کہتا ہوں۔ میں نے نہ صرف انہیں تلاش کیا ہے بلکہ ان سے باتیں کر کے آیا ہوں۔''

''اگر تو سچا ہے تو انہیں ساتھ لے کر کیوں نہیں آ گیا۔''

''وہ نبی ہیں۔ میرے کہنے سے کیوں آنے لگے تھے مگر انعام تو صرف اس بات پر ملنا ہے کہ میں نے انہیں تلاش کر لیا ہے۔''

''تو نے اگر انعام کے لالچ میں جھوٹ بولا تو پھر سزا کا مستحق بھی ہو گا۔''

''میں ہر سزا کے لیے تیار ہوں۔''

''وہ کس جگہ ہیں؟''

''واہ، اگر یہ بتا دوں تو پھر بات ہی کیا ہے۔ آپ لوگ خود جا کر انہیں لے کر آئیں گے۔ آپ کو میرے ساتھ چلنا ہو گا۔''

چرواہے کو نینوا پہنچتے پہنچتے شام ہو گئی تھی اور اگر اسی وقت آپؑ کی تلاش میں نکلا جاتا تو رات یقیناً ہو جاتی اور پھر واپس بھی آنا تھا لہٰذا طے ہوا کہ صبح ہوتے ہی ایک جلوس کی شکل میں حضرت یونس علیہ السلام کو لینے جایا جائے گا۔

یہ خبر آن کی آن میں ہر طرف پھیل گئی۔ لوگ گھروں سے باہر نکل آئے اور شہر کی آرائش میں مشغول ہو گئے۔ عورتیں گھروں کی جھاڑ پونچھ میں مصروف ہو گئیں۔ جیسے صبح کوئی عظیم تہوار ہے۔ چھوٹے چھوٹے دیے بنا کر گھروں کی چھتوں، دریچوں اور منڈیروں پر رکھ دیے۔ جب سے حضرت یونس علیہ السلام گئے تھے، یہ قوم اداس ہو گئی تھی۔ یہ مجرمانہ احساس دلوں کو ستا رہا تھا کہ انہوں نے اپنے نبی کے ساتھ بہت برا سلوک کیا ہے اگر وہ دوبارہ ان میں آ جائیں تو وہ اپنے رویوں کی تلافی کر سکیں۔ انہوں نے بت پرستی چھوڑ کر ایک خدا کو قبول کر لیا تھا لیکن اب انہیں کیا کرنا ہے، کوئی ہدایت دینے والا ان میں موجود نہیں تھا۔ اب جو انہوں نے سنا کہ ہدایت دینے والا آ رہا ہے تو ان کی خوشی کا ٹھکانا نہ رہا۔

Marfat.com

یہ خبر بادشاہ تک پہنچی تو اس نے چرواہے کو طلب کرلیا۔ باشاہ اب بھی اپنے قول پر قائم تھا۔ اس نے چرواہے سے وعدہ کیا کہ اگر وہ اپنے قول میں سچا ثابت ہوا تو وہ اسے بادشاہت سونپ دے گا۔ چرواہے نے ایک مرتبہ پھر اپنی کامیابی کی داستان بڑھا چڑھا کر سنائی اور حضرت یونس علیہ السلام سے اپنی ملاقات کی تفصیل بتائی۔

یہ شہر صبح کے انتظار میں جاگتا رہا۔ یہاں تک کہ رات گزرگئی۔

☆......☆......☆

حضرت یونس علیہ السلام یہ سوچ کر درخت سے الگ ہٹ کر دھوپ میں بیٹھ گئے کہ درخت کو کیڑا لگنے کا مطلب یہ ہے کہ میرا رب نہیں چاہتا کہ میں اس کے سائے میں بیٹھوں۔ ابھی کوئی اور آزمائش باقی ہے، دھوپ گزر گئی، رات آگئی، یہ رات بھی گزر گئی۔ صبح ہوئی، آپؑ درخت سے الگ ہٹ کر بیٹھے ہوئے تھے۔ اللہ تعالیٰ کو آپؑ کی اس ادا پر پیار آ گیا۔

''یونس! غم نہ کھا۔ ہم نے تجھے برگزیدہ کیا اور تجھے نیکوکاروں میں رکھا۔''

اس آواز کو سنتے ہی آپؑ کے سارے غم دھل گئے۔ آپؑ کی آنکھوں میں خوشی کے آنسو آ گئے۔ آج انہیں یقین آیا تھا کہ ان کی توبہ قبول ہوئی اور ان کے پروردگار نے انہیں بخش دیا۔

''میرے رب! اب میرے لیے کیا حکم ہے؟''

''تمہاری قوم تمہاری عدم موجودگی میں تم پر ایمان لے آئی ہے اور اب مزید ہدایت کے لیے بے قراری سے تمہاری منتظر ہے۔ تم ایک لاکھ سے زیادہ آبادی والے اس شہر نینوا کی طرف جاؤ اور انہیں بتاؤ کہ تمہارے رب نے تمہاری توبہ قبول کرلی ہے اور دیکھو کہ وہ لوگ گمراہ ہیں یا ایمان کے ساتھ زندگی گزار رہے ہیں۔''

اس آواز نے انہیں یہ بھی بتادیا تھا کہ انہیں کس راستے سے جانا ہے۔ یہ راستہ یقیناً اس راستے سے مختلف تھا جس راستے سے نینوا والے جلوس کی شکل میں آپؑ کو ساتھ لے جانے کے لیے آرہے تھے۔

راستے کی یہ تبدیلی اس چرواہے کو سزا دینے کے لیے تھی جس کا لالچ اس کے خلوص پر غالب آ گیا تھا۔ اسے حضرت یونس علیہ السلام سے ملاقات سے زیادہ اس کی خوشی تھی کہ اب اسے بادشاہت مل جائے گی۔

نینوا والے اپنے اپنے قبیلوں کے جھنڈے اٹھا کر ڈھول تاشے بجاتے ہوئے شہر سے نکلے اور چرواہے کے بتائے ہوئے راستے پر چلنے لگے۔ گھنٹوں کی مسافت کے بعد وہ چرواہا انہیں اس مقام تک لے آیا جہاں حضرت یونس علیہ السلام سے اس کی ملاقات ہوئی تھی لیکن یہاں نہ کوئی درخت تھا نہ سائبان نہ حضرت یونس علیہ السلام۔ وہ چرواہا سخت حیران تھا کہ وہ سب کچھ کہاں چلا گیا۔ جگہ تو یہی تھی لیکن وہ درخت کہاں چلا گیا۔ وہ گھبرا کر ادھر ادھر دیکھنے لگا۔ وہ سب کے سامنے جھوٹا پڑ گیا تھا۔

''کہاں ہیں یونس متی۔ تو تو کہہ رہا تھا تو نے ان سے ملاقات کی ہے۔''

''میں ان سے اسی جگہ ملا تھا۔ یہاں انہوں نے ایک جھگی سی بنائی ہوئی تھی۔ ایک درخت بھی یہاں تھا۔''

''تو نے انعام حاصل کرنے کے لیے اچھا ڈھونگ رچایا ہے مگر اب تجھے اس کی سزا ملے گی۔'' حاکم کے سپاہیوں نے اسے پکڑ لیا۔ اسی وقت غیب سے ایک آواز آئی۔

''یہ شخص جھوٹا نہیں ہے۔ اس نے یونسؑ سے ملاقات ضرور کی تھی لیکن اس کے دل میں ان کی محبت نہیں انعام کا لالچ تھا۔ اسی لیے یونس علیہ السلام اپنے رب کے حکم سے یہاں سے چلے گئے۔''

''دیکھا، میں نہ کہتا تھا کہ میں جھوٹا نہیں ہوں۔ اب تو مجھے انعام ملنا چاہیے۔''

''تیرے لالچ نے ایک مرتبہ پھر ہمارے نبی کو ہم سے جدا کردیا ہے۔ اب نہ جانے کب ان سے ملاقات ہو۔ اس بات کی تجھے سزا ملے گی۔''

Marfat.com

وہ چرواہا چیختا رہا لیکن حاکم کے پاس سپاہیوں نے اسے نہیں چھوڑا۔ جشن کا جلوس ماتم کے جلوس میں بدل گیا۔ ہر آنکھ اشک بار تھی۔ ہر طرف آہ و بکا ہو رہی تھی۔ ''اے اللہ ہمارے نبی کو ہم سے ملا دے۔''

یہ لوگ مایوس ہو کر نینوا کی طرف واپس چل دیے۔

☆......☆......☆

حضرت یونس علیہ السلام اللہ کے بتائے ہوئے راستے پر چلتے ہوئے نینوا کی طرف چل دیے۔ جب نینوا کے نزدیک پہنچ چکے تو ایک چرواہے کو دیکھا جو بکریوں کے ریوڑ کو ہانکتا ہوا لے جا رہا تھا۔ آپؑ بہت دیر سے پیاسے تھے۔ آپؑ نے اس چرواہے کو آواز دی تاکہ اس سے تھوڑا سا دودھ مانگ کر پی لیں۔ چرواہے نے آپؑ کی پکار سنی اور آپؑ کے نزدیک آ گیا۔ وہ آپؑ کو پہچانتا نہیں تھا۔

''میرے پاس تجھے دینے کو تو کچھ نہیں لیکن میں تجھ سے تھوڑا سا دودھ مانگتا ہوں تاکہ اپنی پیاس بجھا لوں۔''

''اب ان بکریوں کے پاس دودھ کہاں۔'' چرواہے نے ایک سرد آہ بھری۔

''کیوں، کیا ہوا۔ کوئی بیماری پھیل گئی ہے؟''

''جب سے ہمارے نبی حضرت یونس علیہ السلام غائب ہوئے ہیں، ان کے غم میں ان بکریوں کے تھن دودھ سے خالی ہو گئے ہیں۔''

''ارے، یہ تو بڑی عجیب بات ہے۔ تم لوگ اپنے نبی سے بہت محبت کرتے تھے؟''

''اس وقت تو نفرت کے سوا کسی نے انہیں کچھ نہیں دیا لیکن جب وہ غائب ہو گئے تو سب نے ان کی قدر جانی۔''

''وہ غائب کیوں ہو گئے تھے۔''

''ہم لوگوں نے انہیں بہت ستایا تھا۔ پھر انہوں نے عذاب کی بددعا دی اور ہمارے درمیان سے چلے گئے۔''

''پھر؟ عذاب آیا؟''

''قوم کو ہوش آ گیا۔ سب نے مل کر حضرت یونس علیہ السلام کے خدا سے دعا مانگی اور عذاب ٹل گیا۔''

''تمہارا پیغمبر چلا کہاں گیا۔ کچھ معلوم ہے؟''

''سنتے ہیں وہ ترسیس کی طرف چلے گئے۔ ڈھونڈنے والوں نے وہاں بھی ڈھونڈ لیا۔ کچھ پتا نہیں چلا۔''

''تم لوگوں نے صحیح طرح ڈھونڈا نہیں ہو گا۔''

''ہم انہیں آج تک ڈھونڈ رہے ہیں۔ ایک جلوس آج ہی ان کے استقبال کے لیے گیا تھا۔ ابھی ابھی وہ لوگ نامراد ہو کر لوٹے ہیں۔''

''جب انہیں معلوم ہی نہیں تو وہ ڈھونڈنے کہاں گئے تھے۔''

''ایک چرواہے نے آ کر بتایا تھا کہ وہ ان سے مل کر آیا ہے۔''

''پھر؟''

''پھر یہ کہ وہ سب کو لے کر ان کے استقبال کے لیے گیا لیکن وہ وہاں تھے ہی نہیں۔ دراصل اس کے دل میں انعام کا لالچ آ گیا تھا۔ اللہ نے ہمارے نبی کو ایک مرتبہ پھر ہماری نظروں سے اوجھل کر دیا۔''

''یہ لالچ کا کیا قصہ ہے؟''

''ہمارے بادشاہ نے اعلان کیا ہے کہ جو انہیں ڈھونڈ کر لائے گا، اسے تخت و تاج انعام میں ملے گا۔''

''اچھا ایک بکری تو میرے پاس لاؤ۔ میں پینے کے لیے تھوڑا دودھ تو لے لوں۔''

''تم عجیب آدمی ہو۔'' چرواہے نے تنگ کر کہا۔ ''ابھی تو تمہیں بتایا ہے کہ بکریوں کے تھن دودھ سے خالی ہیں۔

Marfat.com

بات تمہاری سمجھ میں نہیں آئی۔''

''ایک بکری ادھر لاؤ تو سہی۔ میری قسمت کا دودھ ہوگا تو مجھے مل جائے گا۔''

''اور خود دیکھ لو۔ تم ایسے نہیں مانو گے۔'' چرواہے نے ایک بکری کھینچ کر ان کے سامنے کر دی۔

حضرت یونس علیہ السلام نے بکری کے بالوں پر ہاتھ پھیرا اور نیچے بیٹھ کر بکری کے تھن کو منہ لگا دیا۔ چرواہا بڑے غور سے دیکھ رہا تھا کہ نہ صرف اس بکری کا تھن بلکہ تمام بکریوں کے تھن دودھ سے بھر گئے ہیں۔ اب اسے یقین ہوگیا کہ یہی حضرت یونس علیہ السلام ہیں۔ وہ بکریوں کو وہیں چھوڑ چھاڑ شہر کی طرف بھاگا۔ اس نے بھی وہی اعلان کیا جو اس سے پہلے ایک اور چرواہا کر چکا تھا اور اس وقت حاکم کی قید میں تھا۔ لوگوں نے اسے بھی جھٹلایا اور جھوٹ بولنے کی سزا یاد دلائی۔

''انعام کے بجائے کہیں تمہیں سزا نہ مل جائے۔''

''مجھے نہ انعام کی پروا ہے نہ سزا کا خوف۔ میں تو اتنا جانتا ہوں کہ اس کی برکت سے میری بکریوں کے تھنوں میں دودھ آ گیا ہے۔''

لوگوں کو اس کے اس بیان پر بڑا تعجب ہوا لیکن جب انہوں نے اپنے جانور دیکھے تو ان کے تھن بھی دودھ سے بھر چکے تھے، اس کا مطلب تھا ان کے نبی کے قدم نینوا کے بہت قریب پہنچ چکے ہیں۔

وہ لوگ دیوانہ وار شہر سے باہر بھاگے۔ دیکھا کہ حضرت یونس علیہ السلام چرواہے کے ریوڑ کے پاس کھڑے ہیں۔ لوگوں نے دوڑ کر قدم بوسی کی اور نہایت عزت و احترام کے ساتھ آپؑ کو شہر میں لائے۔

اہل نینوا دنیا کی واحد قوم ثابت ہوئی تھی جو عذاب سے پہلے ہی ایمان لے آئی اور اب یہ اعزاز حاصل کر رہی تھی کہ ان دنوں جب ظالم قومیں نبیوں کو قتل کر دیا کرتی تھیں، یہ قوم اپنے نبی کا استقبال کر رہی تھی۔

یہ وہی سڑکیں، وہی کوچے تھے جہاں حضرت یونس علیہ السلام کا مذاق اڑایا گیا تھا اور اب آپؑ کا استقبال ہو رہا تھا۔ لوگ خوشی سے ناچ رہے تھے۔ حضرت یونس علیہ السلام کی شان میں ترانے گائے جا رہے تھے جو ان لوگوں نے پہلے سے تیار کر رکھے تھے۔

یہ جلوس رات بھر سڑکوں پر گشت کرتا رہا۔ صبح ہوئی تو مشعلیں بجھا دی گئیں۔ اب بادشاہ کو آپؑ کے استقبال کے لیے اپنے محل سے باہر آنا تھا۔

بادشاہ باہر آیا تو لوگوں نے دیکھا کہ وہ معمولی کپڑے زیب تن کیے ہوئے ہے اور اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہیں۔ حضرت یونس علیہ السلام نے اس کی طرف بڑھنا چاہا تو وہ خود دوڑتا ہوا آیا اور آپؑ کے قدموں میں سر رکھ دیا۔

''کسی انسان کو یہ زیب نہیں دیتا کہ وہ دوسرے انسان کو سجدہ کرے۔ اٹھیے اور اس رسم کو ترک کیجیے۔'' حضرت یونس علیہ السلام نے اسے نصیحت کی۔

''اسی ہدایت کے لیے تو ہمارے کان ترس رہے تھے۔ اب آپؑ آ گئے ہیں تو بے شک آپؑ ہماری اصلاح فرمائیں گے۔''

''یہ خوشی کا موقع ہے اس باعث کہ اللہ نے میری توبہ قبول کی ہے اور آپ لوگوں کو ایمان کی دولت سے سرفراز فرمایا ہے۔ اس موقع پر آپ کی آنکھوں میں آنسو کیسے؟''

''یہ تو اس پچھتاوے کے آنسو ہیں کہ ہم نے آپؑ پر بڑے ظلم کیے ہیں۔''

''میرے رب نے ہم سب کے قصور معاف کر دیے ہیں۔ اب ہمیں پچھتاوے کی ضرورت نہیں۔''

''میں نے آپؑ کو تلاش کرنے والے کے حق میں دست بردار ہونے کا فیصلہ کیا تھا۔ میں چاہتا ہوں آپؑ اپنے ہاتھوں سے اس چرواہے کے سر پر تاج رکھیں جس نے ہم پر یہ احسان کیا ہے کہ آپؑ کو پہچان کر یہاں تک لے آیا۔''

Marfat.com

وہ چرواہا قریب ہی کھڑا تھا۔ لوگوں نے اسے پیش کر دیا۔ وہ بادشاہ کے آگے ہاتھ جوڑ کر کھڑا ہو گیا۔ ''میں چرواہا ہی ٹھیک ہوں، بادشاہت تو آپ ہی کو زیب دیتی ہے۔''

''مگر ہم نے عہد کیا تھا۔''

''یہ کام میرے بس کا نہیں۔ میں ایک ریوڑ کو سنبھالنے میں تھک جاتا ہوں، پورا ملک کیسے سنبھالوں گا۔''

اس کے بعد اس چرواہے کو پیش کیا گیا جس نے سب سے پہلے خبر دی تھی۔ وہ بے چارہ تھر تھر کانپ رہا تھا اب اسے سزا دی جائے گی لیکن یہ ثابت ہو چکا تھا کہ جھوٹا وہ بھی نہیں ہے۔ صرف انعام کا لالچ اس کے دل میں تھا۔ بادشاہ نے اسے بھی معاف کر دیا اور دونوں چرواہوں کو انعام و اکرام سے نوازنے کے بعد رخصت کر دیا گیا۔

حضرت یونس علیہ السلام کو یہ دیکھ کر بہت خوشی ہو رہی تھی کہ ان کی قوم ایمان لے آئی ہے، بت پرستی ترک کر دی ہے اور گمراہی سے بچ گئی ہے۔ کچھ اخلاقی خامیاں اور پرانی ریت رسموں سے وابستگی باقی ہے۔ وہ بھی اس لیے کہ انہیں تعلیم دینے والا کوئی نہیں تھا۔ اگر اللہ نے چاہا اور انہوں نے قبول کیا تو یہ برائیاں بھی ان سے دور ہو جائیں گی۔

آپؑ نے ان کے درمیان رہ کر تبلیغ شروع کر دی اور یہ قوم آہستہ آہستہ سنورتی گئی۔

☆......☆......☆

توریت میں جو صحیفہ ''یوناہ نبی کی کتاب'' سے موسوم ہے اور چھوٹے چھوٹے چار ابواب پر مشتمل ہے۔ اس میں آپؑ کی پیدائش یروشلم میں بتائی ہے اور یروشلم سے آپ کو نینوا کی طرف بھیجے جانا ثابت کیا ہے۔ آپؑ نینوا کی شان و شوکت سے گھبرا کر ترسیس کی طرف بھاگے جہاں مچھلی کا واقعہ پیش آیا۔ گویا مچھلی کا واقعہ نبوت سے قبل کا ثابت کیا ہے۔

توریت کے الفاظ میں ''اور خداوند کا کلام یوناہ نبی کو پہنچا اور اس نے کہا کہ اٹھ اس بڑے نینوا کو جا اور اس کی مخالفت میں منادی کر کیونکہ ان کی شرارت میرے سامنے آئی ہے۔'' اس کے بعد اس کا خلاصہ یوں ہے۔ ''وہ ترسیس کو بھاگ گئے اور اسی سفر میں مچھلی کا واقعہ پیش آیا تب وہ متنبہ ہوئے اور پھر ان کو حکم ہوا کے نینوا جاؤ اور اپنا فرض انجام دو۔''

حضرت یونس علیہ السلام نے وہاں جا کر تبلیغ کی اور قوم کے نہ ماننے پر ان کو چالیس دن مقرر کر دیے اور عذاب الٰہی سے ڈرایا اور خود دور جنگل میں چلے آئے مگر قوم فوراً ایمان لے آئی اور بادشاہ سے لے کر رعایا تک نے ٹاٹ کے کپڑے پہن لیے اور انسانوں، جانوروں کو اور بچوں کو ماؤں سے علیحدہ کر دیا اور میدان میں نکل کر توبہ واستغفار کرنے اور یونسؑ کی تلاش میں دوڑنے لگے۔ ادھر یونسؑ کو یہ معلوم ہوا کہ چالیس دن گزر گئے اور عذاب نہیں آیا تو اللہ تعالیٰ سے رنجیدہ ہو کر دور نکل گئے اور خدا کی درگاہ میں عرض کیا، میں اسی خیال سے ترسیس بھاگ گیا تھا اور نینوا نہیں گیا تھا کہ میں جانتا تھا تو بہت مہربان اور عذاب میں بہت دھیما ہے اور تو رحیم و کریم ہے۔ اب میں جھوٹا بنا اور اب مجھ کو موت دے دے کہ میرا مرنا میرے جینے سے بہتر ہے اور چھپرا ڈال کر وہیں رہنا شروع کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے ارنڈی کا بیل دار درخت اگا دیا جس کو دیکھ کر حضرت یونس علیہ السلام بہت خوش ہوئے۔ دوپہر کے بعد کیڑے نے اس کی جڑ کو کاٹ دیا اور وہ سوکھ گیا۔ حضرت یونس علیہ السلام کو بہت رنج ہوا۔ تب اللہ تعالیٰ نے فرمایا یونس تم ایک ارینڈی کے درخت کے خشک ہونے پر اس قدر رنجیدہ ہوا اور کیا میں اتنے بڑے شہر پر کہ جس کی مردم شماری ایک لاکھ بیس ہزار ہے شفقت و مہربانی نہ کرتا۔

قرآن عزیز اور صحیفے کے واقعات میں بہت کچھ اتفاق ہے لیکن تفصیلات میں جہاں اختلاف ہے اس میں قرآن عزیز کا قول ہی درست ہے کیونکہ قرآن کی اطلاع وحی الٰہی پر مبنی ہے اور صحیفہ (توریت) بہت کچھ تحریف ہو چکا ہے۔

امت مسلمہ کے علما میں سے بعض کا اس میں اختلاف ہے کہ مچھلی کا واقعہ آپ کے نینوا جانے سے پہلے پیش آیا یا بعد میں۔ ان علما کا خیال ہے کہ مچھلی کے پیٹ میں جانے تک آپؑ نے اپنی قوم کو دعوت نہیں دی تھی اور انہیں اپنے رب کا پیغام نہیں پہنچایا تھا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت یونس علیہ السلام کو جس قوم کا رسول بنا کر بھیجا گیا تھا، اس قوم پر جب عذاب

Marfat.com

آنے لگا تو حضرت یونس علیہ السلام کو اس قوم کے پاس جانے کا حکم ہوا تاکہ انہیں بتائیں کہ یہ عذاب کیوں آرہا ہے۔ حضرت یونس علیہ السلام نے اپنی قوم کے پاس جانے کے سلسلے میں اللہ تعالیٰ سے مہلت مانگی۔

حضرت یونس علیہ السلام نے فرمایا۔ ''سواری لے لوں۔''

حضرت جبرئیلؑ نے فرمایا۔ ''اس سے بھی جلد اس حکم پر عمل کرنا ہے۔''

حضرت یونس علیہ السلام نے فرمایا۔ ''جوتا تو پہن لوں۔''

حضرت جبرئیلؑ نے فرمایا۔ ''اس سے بھی جلد اس پر عمل کرنا ہے۔''

حضرت یونس علیہ السلام کو یہ بات اچھی نہ لگی، اس لیے وہ نینوا کے بجائے کہیں اور جانے کے لیے کشتی میں سوار ہو گئے اور پھر وہ واقعہ پیش آیا کہ مچھلی نے آپؑ کو نگل لیا۔ وہ مچھلی انہیں اس جگہ سے لے کر چلی اور ''ایلہ'' مقام سے ہوتی ہوئی دجلہ جا پہنچی۔ وہاں سے چلی تو نینوا بستی میں جا کر حضرت یونس علیہ السلام کو اپنے پیٹ سے باہر نکالا۔ اس کے بعد انہیں منصب رسالت ملا۔

دوسرے علما نے فرمایا کہ یہ واقعہ اس وقت پیش آیا جب حضرت یونس علیہ السلام اپنی قوم کو ایمان کی دعوت دے چکے تھے اور انہیں اپنے رب کا پیغام پہنچا چکے تھے۔ عذاب کی وعید کے بعد بھی جب قوم نے کفر و شرک سے توبہ نہیں کی تو حضرت یونس علیہ السلام انہیں چھوڑ کر چلے گئے چنانچہ اللہ تعالیٰ کا عذاب اس قوم کے سروں پر مسلط ہو گیا جب کہ قرآن کریم میں اس کا ذکر ہے، تو انہوں نے توبہ کر لی۔ اللہ تعالیٰ نے عذاب ان کے سروں سے ہٹا لیا۔ حضرت یونس علیہ السلام کو جب پتا چلا کہ قوم پر عذاب نہیں ہوا تو حضرت یونس علیہ السلام کو ناگوار ہوا۔ انہوں نے کہا کہ میں نے قوم سے ایک وعدہ کیا تھا اللہ تعالیٰ نے میرے وعدے کو جھٹلا دیا تو وہ اپنے رب سے غصہ ہو کر چلے گئے وہ اپنی قوم کے پاس لوٹنا پسند نہیں کیا کیونکہ قوم کا تجربہ آپؑ کے بارے میں یہ ہو چکا تھا کہ آپؑ (معاذ اللہ) جھوٹ بولتے ہیں۔

☆......☆......☆

حضرت یونس علیہ السلام نے عمر عزیز کا باقی حصہ اہل نینوا کے درمیان عزت و تکریم سے گزارا اور یہ قوم آپؑ کی تعلیمات پر عمل کرتے ہوئے خوش حالی سے زندگی گزارتی رہی۔

جب آپؑ کی عمر 80 سال کو پہنچی تو اللہ تعالیٰ کو آپؑ کو فراق گوارا نہ ہوا اور آپؑ کو اپنے پاس بلا لیا۔ قوم نے آہوں اور سسکیوں میں آپؑ کو رخصت کیا اور نینوا ہی میں آپؑ کو دفن کیا۔

ایک روایت یہ بھی ملتی ہے کہ فلسطین کے علاقے میں جو مشہور شہر خلیل ہے اس کے قریب ایک بستی حلحول کے نام سے معروف ہے۔ اس میں ایک قبر ہے جس کو حضرت یونس علیہ السلام کی قبر بتایا جاتا ہے اور اسی قبر کے قریب دوسری قبر ہے جس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ یہ ان کے والد کی قبر ہے۔

علمائے جمہور کے مطابق پہلی روایت زیادہ صحیح ہے اس لیے کہ حضرت یونس علیہ السلام کے متعلق جس قدر واقعات بھی بہم پہنچ سکے ہیں وہ سب متفق ہیں کہ حضرت یونس علیہ السلام دوبارہ نینوا تشریف لے گئے اور انہوں نے اپنی قوم کے درمیان ہی زندگی گزار دی لہٰذا قرین قیاس یہی ہے کہ ان کا انتقال نینوا ہی میں ہوا اور وہیں ان کی قبر ہو گی جو عرصہ دراز کے بعد، نینوا کی تباہی کے بعد نامعلوم ہو گئی۔ خوش اعتقادی کے نقطہ نظر سے حلحول کی غیر معروف دو قبروں کو حضرت یونس علیہ السلام اور ان کے والد متی کی قبریں بتا دیا گیا۔ آج بھی بعض مشاہیر اولیا اللہ کے نام سے ایک بزرگ کی متعدد مقامات پر قبریں موجود ہیں اور ایسا تو کثرت سے ہے کہ غیر معروف بزرگوں کے نام سے بہت سی قبروں کو غلط منسوب کر کے اپنے دنیوی مقاصد و اغراض کو پورا کیا جاتا ہے۔

☆......☆......☆

Marfat.com

حضرت یونس علیہ السلام اللہ کے برگزیدہ نبی تھے۔ ان کی عظمت و فضیلت کا بین ثبوت یہ بھی ہے کہ قرآن میں پوری سورۃ آپؑ کے نام پر سورۂ یونس اتاری گئی جس طرح حضرت ہود علیہ السلام کے لیے سورۂ ہود اتری لیکن آپؑ اپنی جلد بازی سے اللہ کے غضب کا بھی شکار ہوئے لہٰذا بعد کے زمانوں میں یہ سوچے بغیر کہ انبیا علیہ السلام کی معمولی غلطیوں کی پکڑ بھی عام آدمیوں کی بہ نسبت بہت سخت ہوتی ہے، حضرت یونس علیہ السلام کی ان غلطیوں کو موضوع بحث بنانا شروع کر دیا گیا جب کہ اللہ تعالیٰ فرما چکا تھا کہ ہم نے انہیں (یونسؑ کو) برگزیدہ کیا اور ان کا شمار صالحین میں کیا۔ ان مباحث میں جوش خطابت دکھایا جانے لگا اور طرز کلام ایسا اختیار کیا گیا جس سے حضرت یونس علیہ السلام کے مرتبے اور عظمت میں فرق آ سکتا تھا۔ خصوصاً حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد رسالت میں، آپؐ کی موجودگی کی وجہ سے حضرت یونس علیہ السلام کی ذات اقدس موضوع بحث بنتی رہتی تھی اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے موازنہ کر کے یونس علیہ السلام کے مرتبے کو گھٹانے کی کوشش کی جاتی تھی چنانچہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ''تم میں سے کوئی شخص ہرگز یہ نہ کہے کہ میں (یعنی نبی اکرمؐ) بہتر ہوں یونس بن متی سے۔''

حضرت ابو ہریرہؓ سے منقول ہے کہ ایک مرتبہ ایک یہودی سامان فروخت کر رہا تھا۔ کسی شخص نے کچھ خرید کر جو قیمت دینی چاہی وہ اس کی مرضی کے خلاف تھی۔

وہ کہنے لگا۔ ''قسم بہ خدا جس نے موسیٰ علیہ السلام کو افضل البشر بنایا، میں اس قیمت پر اپنی چیز فروخت نہیں کروں گا۔''

ایک انصاری نے یہ سنا تو غصے میں اس یہودی کے ایک طمانچہ رسید کر دیا اور کہا۔ ''تو ایسی بات کیوں کہتا ہے جب کہ ہمارے درمیان نبی اکرم محمد صلی اللہ علیہ وسلم موجود ہیں (یعنی افضل البشر تو ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں تو موسیٰ علیہ السلام کو افضل البشر کہتا ہے)۔

یہودی اسی وقت دربار رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوا اور فریاد کرنے لگا۔ ''ابو القاسم! جب کہ میں آپؐ کے عہد اور ذمے میں ہوں تو اس انصاری نے مجھے تھپڑ کیوں مارا؟'' (یعنی میں آپؐ کی کفالت میں ہوں تو یہ ظلم کیوں سہہ رہا ہوں۔ میرے ساتھ انصاف کیا جائے)۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس انصاری کو بلایا اور وجہ دریافت فرمائی۔ انصاری نے (اس توقع کے ساتھ کہ میری تعریف کی جائے گی) پورا واقعہ سنا دیا۔

آپؐ کا چہرہ مبارک غصے سے سرخ ہو گیا اور فرمایا۔ ''انبیا علیہم علیہ السلام کو ایک دوسرے پر فضیلت مت دو اس لیے کہ اول صور پھونکا جائے گا تو زمین و آسمان کے درمیان جو بھی جاندار ہیں سب بے ہوش ہو جائیں گے مگر جن کو خدا مستثنیٰ کر دے۔ اس کے بعد دوسرا صور پھونکا جائے گا تو سب سے پہلے جو شخص ہوش میں آئے گا وہ میں ہوں گا مگر میں جب ہوش میں آؤں گا تو دیکھوں گا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام عرش کے سہارے کھڑے ہیں۔ اب میں نہیں کہہ سکتا کہ آیا ان کی غشی کا واقعہ طور کے واقعے میں محسوب ہو گیا (طور پر تجلی الٰہی سے بے ہوش ہوئے تھے) وہ غشی سے محفوظ رہے یا وہ مجھ سے پہلے ہوش میں آ گئے اور میں نہیں کہتا کہ کوئی نبی بھی یونس بن متی سے افضل ہے۔''

ان روایات میں خصوصیت کے ساتھ حضرت یونس علیہ السلام کا جو ذکر آیا ہے اس پر علما کا اتفاق ہے اور یہ صرف اس لیے ہے کہ جو شخص بھی حضرت یونس علیہ السلام کے واقعات کا مطالعہ کرے اس کے دل میں ذات اقدس کے متعلق تنقیص کا کوئی پہلو نہ آنے پائے۔ پس ضروری ہوا کہ ان کی عظمت شان کو نمایاں کر کے تنقیص کے اس خدشے کا سد باب کر دیا جائے۔ کوئی شخص ان کی عظمت سے یہ سوچ کر غافل نہ ہو جائے کہ انہوں نے وحی الٰہی کا انتظار بھی نہ کیا اور اپنی قوم کو بددعا دی حالانکہ انہیں اللہ کے حکم کا انتظار کرنا چاہیے تھا اور انہیں تاریکیوں کا سامنا کرنا پڑا۔

Marfat.com

اس طرح تو حضرت آدم علیہ السلام پر بھی حرف آتا ہے کہ انہوں نے اللہ کے حکم کے برخلاف کام کیا۔ تو کیا ان کی عظمت کم ہوگئی؟

ان احادیث کی روشنی میں یہ مسئلہ ضرور حل طلب پیش آجاتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انبیا علیہم السلام کے درمیان فضیلت کی نفی فرمادی اور یہاں تک فرمادیا کہ کوئی شخص ہرگز یہ نہ کہے کہ میں (حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم) یونس بن متی سے بہتر ہوں تو اس مسئلے کی حقیقت کیا ہے۔

قرآن کریم تیسرے پارے میں کہتا ہے۔ ''ہم نے انبیا و رسل میں بعض کو بعض پر فضیلت دی۔'' نیز نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث ملتی ہے جس میں آپ فرماتے ہیں۔ ''بغیر کسی فخر و مباہات کے کہتا ہوں کہ میں تمام اولاد آدم کا سردار ہوں اور دوسری جانب آپ ﷺ یہ ارشاد فرما رہے ہیں کہ نہ انبیا کے درمیان افضل و مفضول کے درجات قائم کرو اور نہ ایک دوسرے پر فضیلت دو اور نہ مجھ کو یونس بن متی اور موسیٰ پر فضیلت دو تو ان نصوص قرآنی اور حدیث کے درمیان کس طرح مطابقت ہوسکتی ہے؟

اس مسئلے کا قابل قبول حل یہ ہے کہ کسی نبی کو دوسرے نبی پر اس طرح کی فضیلت دینا سخت منع ہے کہ جس سے مفضول نبی کی تنقیص لازم آتی ہے۔ یعنی یہ نہیں ہونا چاہیے کہ کسی پیغمبر کی محبت کے جوش میں دوسرے انبیا کا مقابلہ کرتے ہوئے ایسی مدحت و منقبت کی جائے کہ جس سے دوسرے پیغمبر کی شان رفیع کی تنقیص کا پہلو نکلتا ہو۔ نیز ایسے موقع پر فضیلت کی بحث کی ممانعت کی گئی ہے جب کہ یہ مسئلہ مجادلہ اور مناظرہ کی شکل اختیار کرلے کیونکہ ایسی صورت میں احتیاط کے باوجود انسان بے قابو ہو کر دوسرے پیغمبر کے متعلق ایسی باتیں کہہ جائے گا جو ان کی توہین یا تنقیص کا باعث ہوتی ہوں۔

اس حقیقت کو پیش نظر رکھ کر اس مسئلے سے متعلق حافظ بن حجر کی بحث قابل مطالعہ ہے۔

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں۔ ''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو انبیا کے درمیان فضیلت دینے کی ممانعت کی ہے تو علما اس کے متعلق فرماتے ہیں کہ ایسی فضیلت ممنوع ہے جو اپنی رائے سے اختراع کی جائے۔ وہ فضیلت منع نہیں ہے جو دلیل شرعی پر قائم ہو یا وہ منع ہے جو اس طرح ادا کی جائے کہ جس نبی پر فضیلت دی جارہی ہے اس کی شان میں نقص پیدا کرتی ہو یا جھگڑے کا باعث بنتی ہو یا ایسی فضیلت دینے کی ممانعت ہے جو ایک نبی کے اندر اس طرح تمام فضائل جمع کرتی ہو کہ اس سے یہ لازم آجائے کہ دوسرے نبی کو فضیلت حاصل ہی نہیں ہے مگر ایسی فضیلت کہ مثلاً کوئی شخص یہ کہے کہ امام کو موذن پر فضیلت ہے تو اس سے موذن کی شان کا نقص لازم نہیں آتا، جائز ہے۔ ایک قول ضعیف یہ بھی ہے کہ اس ممانعت کا مطلب یہ ہے کہ نفس نبوت میں ایک دوسرے پر فضیلت نہ دو جیسا کہ قرآن میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ ''ہم کسی بھی نبی اور رسول کے درمیان فرق جائز نہیں سمجھتے۔'' لیکن بعض ذات گرامی کو بعض پر ان کی ذاتی خصوصیات کے لحاظ سے فضیلت دینا ممنوع نہیں۔ جیسا اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ ''ہم نے بعض کو بعض پر فضیلت دی۔''

اور حلیمی کہتے ہیں۔ جو احادیث انبیا علیہ السلام کے درمیان فضیلت دینے کی ممانعت کرتی ہیں وہ ایسے مواقع کے متعلق ہیں جب کہ اہل کتاب سے انبیا کے متعلق مجادلہ اور جھگڑا ہو رہا ہو یا مسلمان اور عیسائی مثلاً اپنے نبی کو دوسرے پر ترجیح دے رہے ہوں کیونکہ ایسی صورت میں جب دو مذہبوں کے درمیان بحث آجاتی ہے تو یہ مشکل ہوجاتا ہے کہ ایسی بات زبان سے نہ نکلے جو دوسرے مذہب کے نبی کی شان میں توہین کا باعث ہو اور کفر کا سبب بنے لیکن اگر مقصد یہ ہو کہ انبیا کے باہم فضائل کی بحث ایک دوسرے کی حقیقی ترجیح کو ثابت کرے تو یہ منع نہیں ہے۔

☆......☆......☆

جن قوموں نے اپنے نبی کی ہدایت کو تسلیم نہیں کیا اور ان کا مذاق اڑایا ... قومیں ا... کے نبی کی بددعا سے ہلاک

Marfat.com

ہوگئیں اور ان کی بستیاں آنے والی قوموں کے لیے سرمایہ عبرت بن گئیں۔ عاد، ثمود، قوم صالح، قوم لوط، وغیرہ کی تباہی اس کی گواہ ہے کہ نبی کے جانے کے بعد دھیرے دھیرے یہ قوم راہ حق سے بھٹکتی گئی اور اسی باعث وہ قوم اور ان کا تمدن دنیا سے اسی طرح فنا ہوگیا جس طرح عذاب الٰہی سے ہلاک شدہ قوموں کا۔ حتیٰ کہ نینوا جیسا عظیم الشان اور تاریخی شہر جو آشوری تمدن کا مرکز تھا، اس طرح دنیا سے مٹ گیا کہ 2000 ق م تک دنیا کی تاریخ میں اس کا صحیح جائے وقوع تک بھی بے نشان اور نامعلوم ہوگیا تھا۔

بے شک حضرت یونس علیہ السلام کے زمانے میں قوم یونسؑ مومن، عادل اور پاکباز ہوگئی تھی لیکن ان کی حیات طیبہ کا دور زیادہ عرصہ تک قائم نہیں رہا اور عرصے بعد ان میں کفر و شرک کا تمام مواد پھر جمع ہوگیا۔ اس زمانے کے اسرائیلی نبی ناحومؑ نے اگر چہ انہیں بہت سمجھایا اور ہدایت کی راہ دکھائی مگر اس قوم نے بغاوت اور سرکشی کو اپنائے رکھا۔ تب وحی الٰہی کی روشنی میں ناحومؑ نے نینوا کی تباہی کی خبر دی اور ان کی پیش گوئی کے ستر برس کے اندر آشوری قوم کا تمدن اور ان کا مرکزی شہر، بابلیوں کے ہاتھوں اس طرح فنا ہوگیا جیسے کبھی تھا ہی نہیں۔ ان تاریخی واقعات سے ثابت ہوتا ہے کہ جس بھی قوم نے احکام شریعت کی پاسداری کی۔ وہ اپنا مقام و مرتبہ قائم رکھنے میں کامیاب رہی اور جہاں اس نے ہدایت کی رسی کو چھوڑا وہیں عذاب الٰہی اور اس قوم پر تباہی کے در وا ہوئے۔

Marfat.com

حضرت یرمیاہ علیہ السلام

حضرت طالوت بنی اسرائیل کے پہلے بادشاہ تھے۔ جنہیں بنی اسرائیل نے قتل کر دیا۔ ان کے بعد حضرت داؤد علیہ السلام کی بادشاہت چالیس برس تک قائم رہی۔ پھر بنی اسرائیل کی خوش حالیوں نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی بادشاہت کا دور دیکھا۔ چالیس سال مزید گزر گئے۔ ان کا بیٹا رحبعام تخت پر بیٹھا اور اپنے ساتھ کفر و ضلالت کی ایسی آندھی لایا کہ خوش حالی کا ہر چراغ ایک ایک کر کے بجھتا چلا گیا۔ اس نے باپ کا دین ترک کر کے اعلانیہ بت پرستی اختیار کر لی۔ اس کی دیکھا دیکھی عوام بھی کافر و بت پرست ہو گئے۔ خدا پرستی کا ہر قلعہ اس طرح زمیں بوس ہو گیا جیسے یہ قوم کسی بڑے زلزلے سے گزری ہو۔ بکھرنے، منتشر ہونے کا عمل شروع ہوا۔ یہ شیرازہ ایسا بکھرا کہ ہر قدم تباہی کی طرف اٹھتا گیا۔ پیغمبران خدا آتے رہے۔ تبلیغ کرتے رہے لیکن حال یہ تھا کہ بت پرستی کی دھوپ ہر شجر سایہ دار کو جلاتی رہی۔ کسی شاخِ نبوت کی چھاؤں سے کچھ دیر کے لیے امید کے سائے دراز ہوتے اور پھر وہی دھوپ کی دھوپ۔

بنی اسرائیل کی تاریخ دھوپ چھاؤں کا سفر طے کرتے ہوئے، صدیوں کے سینے پر پاؤں رکھتے ہوئے اس قوم کے اس حکمران تک پہنچی جس کا نام منسی تھا۔ تخت نشیں ہوتے وقت اس کی عمر بارہ سال تھی اور اس وقت اسرائیلی حکومت اسوریوں کی باجگزار تھی یعنی خراج ادا کرنے پر مجبور تھی۔

اس کم عمر بادشاہ نے ''اسوریوں'' کو خدا سے زیادہ طاقتور سمجھا اور اپنے دادا کے مشرکانہ عقائد کو اس عروج تک لے گیا کہ پھر خدا کے تصور کا کوئی سوال ہی باقی نہیں رہ جاتا تھا۔ بت پرستی عام تھی لیکن وہ تو ایسا ڈوبا کہ غیر خدا کی پرستش نے دیوانگی کا روپ دھار لیا۔

اس نے اونچے مقامات تعمیر کرائے۔ یسیرتیں اور بعل کے لیے قربان گاہیں بنوائیں اور یہوداہ کو ایسی بدترین بت پرستی میں دھکیل دیا جیسی کہ اخی اور ایزبل کے عہد میں شمالی سلطنت میں رائج تھی۔

مذہبی رسومات اور تقریبات کے وسیلے سے ستاروں اور سیاروں کی پرستش کو رواج دیا گیا، یہاں تک کہ وہ عبرانی بادشاہ عمون کے دیوتا مالک کو بھی ماننے لگا اور یروشلم کے باہر ہنوم کی وادی میں اس کے لیے بچوں کی قربانیاں چڑھانے لگا۔ نجوم، غیب گوئی اور جادوگری کو سرکاری طور پر رائج کیا گیا۔ خدا کی صریح نافرمانی کر کے آسمانی لشکروں کی پرستش کے لیے قربان گاہیں ہیکل کے صحن میں رکھی گئیں۔

اس معاشرے میں کچھ نیک لوگ بھی تھے جو اس گھناؤنی بت پرستی کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرتے رہتے تھے۔ تلوار کی نوک سے ان کی قوت گویائی چھین لی جاتی تھی۔ بادشاہ نے اپنے گناہوں میں ایک اضافہ یہ بھی کر لیا کہ انسانی خون اس کے دور میں ارزاں ہو گیا حتیٰ کہ اس دور کے نبی حضرت یسعیاہ کو بھی بادشاہ کے حکم سے آرے سے چیر دیا گیا۔

نبی کا خون رنگ لایا اور منسی، اسوریوں کے ہاتھوں گرفتار ہو کر بابل پہنچ گیا۔ رہائی کے بعد یروشلم واپس آ گیا لیکن اب اس کی مدت عمر کم رہ گئی تھی۔ اس نے اسیری کے دوران توبہ کر لی تھی اور خدا کو ماننے لگا تھا لیکن پیمانہ عمر میں گنجائش کم تھی۔ اتنا وقت نہیں تھا کہ ان رسومات کو ختم کر سکتا جن کی وہ برسوں سے سرپرستی کر رہا تھا۔ یہ اصلاحات موثر ثابت نہیں ہو رہی تھیں کیونکہ جتنے خدا پرست اور سچے لوگ تھے وہ موت کے گھاٹ اتارے جا چکے تھے اور جنہیں مشرکانہ رسومات کی

Marfat.com

عادت پڑ گئی تھی، انہیں راہ راست پر لانا مشکل تھا۔

☆......☆......☆

یروشلم سے دو تین میل کے فاصلے پر بن یامین کا ایک شہر آباد تھا جس میں لادن بن یعقوب کی نسل کے بہت سے گھرانے آباد تھے۔ ان میں ایک خلقیا نامی شخص بھی تھا۔ وہ اس وقت اپنے چار سالہ بیٹے یرمیاہ کے ساتھ کھیل رہا تھا کہ شاہی محل سے اعلان ہوا۔ شاہی خاندان میں ایک فرد کا اضافہ ہوا تھا۔ منسی کے بیٹے امون کے گھر بیٹا پیدا ہوا، جس کا نام یوسیاہ رکھا گیا تھا۔

''ایک بت پرست کا اور اضافہ ہوا۔'' خلقیا نے اپنی زوجہ سے کہا۔

''کیا پتا یہ بت پرست نہ ہو، بت شکن ہو۔''

''تو بڑی بھولی ہے۔ سانپ کا بچہ سانپ ہی ہوتا ہے۔ دیکھتی نہیں ہو منسی کو۔ اس نے خدا کے ہوتے ہوئے بتوں کو اس طرح پوجنا شروع کر دیا جیسے بے وفا عورت، خاوند کے ہوتے ہوئے کسی اور سے دوستی گانٹھ لے۔''

''اب تو سنا ہے، اس نے توبہ کر لی ہے۔''

''ارے تو بہت بھولی ہے۔ اس نے دکھانے کو توبہ کر لی ہے۔ اس کی وجہ سے تو اسرائیلی قوم ذلت کے گڑھے میں گر گئی ہے۔ ہم اسوریوں کو خراج دینے پر مجبور ہو گئے ہیں۔ کسی وقت بھی کوئی آئے گا اور یروشلم کی اینٹ سے اینٹ بجا کر چل دے گا۔''

''اب کوئی پیغمبر بھی تو نہیں ہے جو اسے سمجھا سکے۔''

''یسعیاہ نبی کو اس نے قتل کرا دیا۔ اسی سے اندازہ لگا لو وہ کیسا گناہ گار ہے۔''

''کوئی نہ کوئی نبی ضرور آئے گا جو اس قوم کو ذلت سے نکالے گا۔''

''نبی تو جب آئے گا تب آئے گا۔ ابھی تو یہ حال ہے کہ یہوداہ کے جتنے شہر ہیں اتنے ہی ان کے معبود ہیں۔''

''ہمیں کیا ہم تو چھپ چھپ کر خدا کو یاد کر ہی لیتے ہیں۔''

''مجھے اپنی فکر نہیں یرمیاہ کی فکر ہے۔ یہ جب بڑا ہو خدا جانے بت پرستی کس منزل پر ہو۔ ایک کو دیکھ کر دوسرا رنگ پکڑتا ہے۔ مجھے ڈر ہے یہ نہ کہیں بہک جائے۔''

''ہم اس کی تربیت اس طرح کریں گے کہ یہ خدا پرست ہوگا، بت پرست نہیں۔''

یرمیاہ کا بیٹا اب بھی ان کے سامنے بیٹھا مٹی سے کھیل رہا تھا۔ کبھی کبھی کھیل سے دھیان ہٹا کر ماں باپ کے درمیان ہونے والی گفتگو سن لیتا تھا اور پھر کھیل میں لگ جاتا تھا۔

''جب امون کا بیٹا یوسیاہ جوان ہوگا تو اسی وقت ہمارا بیٹا بھی جوانی کی دہلیز پر قدم رکھے گا لیکن دونوں کی قسمت الگ ہوگی، یوسیاہ شاہی تخت پر بیٹھے گا اور یرمیاہ ہماری طرح ریوڑ چرائے گا۔'' یرمیاہ کے باپ نے کہا۔

''اب قسمت کو تو کوئی نہیں بدل سکتا۔ یرمیاہ بت پرستی سے محفوظ رہے، یہی ہمارے لیے بہت ہے۔''

یہ وہ دور تھا جب منسی مذہبی اصلاحات کے لیے کوشاں تھا لیکن اس کی کوششیں ضائع ہو رہی تھیں۔ قوم کی عادتیں خود اس نے اتنی بگاڑ دی تھیں کہ اب وہ لوگ اس کے قابو سے باہر ہو گئے تھے۔

خلقیا کے گھر میں منسی کی باتیں روز ہوا کرتی تھیں۔ یرمیاہ اب کچھ بڑا ہو گیا تھا۔ گھر میں ہونے والی باتوں کو نہ صرف سمجھنے لگا تھا بلکہ چھوٹے موٹے سوال بھی اٹھانے لگا تھا۔ وہ سنا کرتا تھا کہ منسی نے بت پرستی کو فروغ دیا تھا اور اب تو وہ مر چکا ہے اور اصلاحات پر کمر بستہ ہے۔ اس لیے وہ اسے اچھا لگنے لگا تھا۔ اس کا باپ جب بھی منسی کے خلاف بولتا تھا وہ اس کی حمایت کرنے لگتا تھا۔

Marfat.com

ایک دن اطلاع آئی کہ بادشاہ کا انتقال ہو گیا۔ ''اب اصلاحات کا کیا ہوگا؟'' یرمیاہ نے اپنے باپ سے پوچھا۔

''یہ تو اس کے بیٹے امون پر منحصر ہے۔'' خلقیا نے کہا۔

امون تخت پر بیٹھا تو نیک دل لوگوں کو اس سے بہت سی امیدیں تھیں لیکن اس نے تخت نشین ہوتے ہی ان تمام مشرکانہ رسوم کو پھر سے جاری کر دیا جن کی اصلاحات کی طرف اس کا باپ متوجہ ہوا تھا۔ حضرت یرمیاہ علیہ السلام ایک مرتبہ پھر اداس رہنے لگے تھے۔ وہ چھوٹے تھے لیکن یہ شعور اب بھی تھا کہ منسی کی اصلاحات کو فروغ ملتا، اگر اس کا جانشین اس کی اصلاحات کو جاری رکھ سکتا۔ خلقیا کو یہ کہنے کا موقع مل گیا تھا کہ سانپ کا بچہ سانپ ہی ہوتا ہے۔ اس کی بیوی کو بھی چپ سی لگ گئی تھی کیونکہ وہ اکثر کہا کرتی تھی، ضروری تو نہیں کہ منسی کا بیٹا بھی اسی کی طرح ہو۔

بنی اسرائیل دیکھ رہے تھے کہ انہیں ایک مرتبہ پھر مشرکانہ رسوم کی طرف راغب کیا جا رہا ہے۔ وہ پریشان تھے کہ آخر وہ کس دین پر چلیں۔ کبھی انہیں لکڑی اور پتھر کے بت تراشنے کو کہا جاتا ہے، کبھی حکم ہوتا ہے کہ انہیں انہی ہاتھوں سے توڑ دو جن ہاتھوں سے بنایا تھا۔ برگشتگی فروغ پاتی جا رہی تھی۔ منسی تو طاقتور بادشاہ تھا۔ کوئی اس کے سامنے سر اٹھانے کی جرات نہیں کر سکتا تھا لیکن امون میں وہ انتظامی صلاحیت نہیں تھی۔ عوام بہت دن سے دیکھ رہے تھے کہ یروشلم کا صحن بتوں کی آماجگاہ بنا ہوا ہے۔ ان کا غم وغصہ بڑھتا جا رہا تھا۔ راست بازوں کی تعداد کم تھی لیکن قتل کرنے کو ایک آدمی بھی بہت ہوتا ہے۔

اس کے خلاف سازشیں تیار کی جا رہی تھیں۔ اسے قتل کرنے کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا لیکن اسے قتل کرنا اتنا آسان بھی نہیں تھا، کیونکہ عوام کی بڑی تعداد اس کے ساتھ تھی۔ مٹھی بھر لوگ تھے جو امون کے خلاف ہو گئے تھے۔ ان لوگوں نے محل کے ملازموں کے ساتھ مل کر ایک سازش تیار کی۔ محل کے غلاموں میں سے کچھ کو خرید لیا گیا اور بالآخر انہوں نے موقع دیکھ کر امون کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ اس وقت امون کو بادشاہت کرتے ہوئے صرف دو سال ہوئے تھے۔

امون کے قتل کے بعد اس کے آٹھ سالہ بیٹے یوسیاہ کو تخت پر بٹھا دیا گیا۔ وہ اتنا کم سن تھا کہ مذہبی اصلاحات کی جانب مائل نہیں ہو سکتا تھا۔ بت پرستی اسی زور و شور سے جاری رہی۔

ایسی بدترین بت پرستی کے دور میں یہوداہ سوائے غضب الٰہی کے اور کسی بات کی امید کر سکتے تھے لیکن جب وہ جوان ہوا تو بت پرستی کی طرف مائل ہونے کے بجائے خلوص نیت سے خدا کا طالب ہوا۔ شاہی اختیارات کو نہایت دلیری سے استعمال کیا اور نہ صرف یہوداہ بلکہ شمالی قبائل سے بھی بے دینی اور بت پرستی کی رسومات کو ختم کر دیا۔ بعل کے مذبح توڑ ڈالے، یسیرتیں تباہ کر دیں اور بت پرستی کے لیے مخصوص ظروف کو دور کر دیا۔ مذہبی کسبیوں کے حجرے ڈھا دیے۔ گھوڑے جو سورج دیوتا کے لیے مخصوص تھے ان کو پھاٹک سے ہٹا دیا۔ بچوں کی قربانی کی ہولناک رسم کو ختم کر دیا۔ اس نے ان کاہنوں کو بھی نکال دیا جو بت پرستی کے لیے مخصوص تھے۔ سامریہ کے علاقے کے سارے شہروں میں اصلاحات کا چرچا ہونے لگا۔ اونچے مقامات ڈھا دیے گئے اور بت پرستی کے کاہنوں کو قید کر دیا گیا۔

ہیکل کی مرمت کے دوران اسے توریت کا ایک نسخہ بھی ملا۔ اس کے دادا منسی نے توریت کے تمام نسخے ضائع کرا دیے تھے تاکہ لوگ حضرت موسیٰؑ کی شریعت سے واقف نہ ہو سکیں۔ ایک نسخہ کسی عمارت کی بنیاد میں تھا جو یوسیاہ کو مل گیا۔

اس نے یہوداہ کے بزرگوں، کاہنوں اور یروشلم کے عام لوگوں کو ایک جگہ جمع کیا اور دریافت شدہ توریت کی کتاب سب کو پڑھ کر سنائی۔ یوسیاہ بادشاہ نے سچے دل سے وعدہ کیا کہ میں اس شریعت کی پوری پابندی کروں گا۔

اس وقت بادشاہ یوسیاہ نے حکم دیا کہ اپنے خدا کے لیے ''عید فسح'' مناؤ جیسا کہ عہد کی اس کتاب میں لکھا ہے۔

''پہلے مہینے کی چودھویں تاریخ کو شام کے وقت خداوند کی فسح ہوا کرے گی اور اسی مہینے کی پندرھویں تاریخ کو

Marfat.com

خداوند کے لیے عید فطیر ہو۔ اس میں تم سات دن تک بے خمیری روٹی کھانا۔ پہلے دن تمہارا مقدس مجمع ہو۔ اس روز تم کوئی خادمانہ کام نہ کرنا۔"

تیاریاں شروع ہوگئیں اور یہ عید اس بڑے پیمانے پر منائی گئی کہ قاضیوں کے زمانے سے جو اسرائیل کی عدالت کرتے تھے اور اسرائیل کے بادشاہوں اور یہوداہ کے بادشاہوں کے کل ایام میں ایسی عید کبھی نہیں ہوئی تھی۔

حضرت یرمیاہؑ اصلاحات کے اس دور کو بڑی خندہ پیشانی سے دیکھ رہے تھے۔ وہ خوش تھے کہ سرحدوں کے پار سیاسی حالات کچھ بھی ہوں ان کے ملک میں حضرت موسیٰؑ کی شریعت کا بول بالا ہو رہا ہے۔ وہ بچپن سے اپنے باپ کی زبانی سنتے چلے آئے تھے کہ سانپ کا بچہ سانپ ہوتا ہے لیکن یوسیاہ نے اس قول کو غلط ثابت کر دیا تھا۔ اس نے اپنے باپ اور دادا دونوں سے انحراف کیا تھا۔ ہیکل میں خدا کی عبادت دوبارہ شروع ہوگئی تھی۔

حضرت یرمیاہ علیہ السلام کی عادت تھی کہ وہ قریبی قبرستان میں جا کر بیٹھ جاتے تھے اور خدا کی عبادت میں مصروف رہتے تھے۔ یوسیاہ کی اصلاحات کے زمانے میں یہ آمد و رفت کچھ زیادہ بڑھ گئی تھی۔ وہ خدا کا شکر ادا کر رہے تھے کہ وہ ایک ایسے بادشاہ کے دور میں ہیں جو بت پرست نہیں ہے۔

ایک روز وہ اسی قبرستان میں موجود تھے کہ کسی نے بہت نزدیک سے انہیں پکارا۔ دور و نزدیک کوئی نہیں تھا۔ حضرت یرمیاہ علیہ السلام کو سخت حیرانی نے پکڑ لیا۔ کون ہے جو انہیں ان کا نام لے کر پکارتا ہے۔"

کوئی ان سے کہہ رہا تھا۔ "یرمیاہ! میں نے تجھے نبوت کے لیے منتخب کر لیا ہے۔"

"مجھ میں تو کوئی ایسی بات نہیں۔" حضرت یرمیاہ علیہ السلام نے کہا۔ "میں تو کاہن بھی نہیں کہ یہ رتبہ تو کاہنوں کو زیب دیتا ہے۔"

"ہم جس کو چاہتے ہیں اور جو چاہتے ہیں عطا کرتے ہیں۔ اس سے پیشتر کہ میں نے تجھے بطن میں خلق کیا، میں تجھے جانتا تھا اور تیری ولادت سے پہلے میں نے تجھے مخصوص کیا اور قوموں کا تجھے نبی ٹھہرایا۔"

اب حضرت یرمیاہؑ کو یہ سمجھنے میں دیر نہیں لگی کہ خداوند اس کی روح سے ہم کلام ہے۔ انہوں نے اپنے باپ کی زبانی کئی نبیوں کے قصے سنے تھے کہ کس طرح ان کی بلاہٹ ہوئی اور خدا ان سے ہم کلام ہوا۔ یہی سب ان کے ساتھ ہو رہا تھا لیکن وہ خود کو اس قابل نہیں سمجھتے تھے۔ وہ اس کا اظہار کیے بغیر نہ رہ سکے۔

"میں تو روحانی طور پر بالکل بچہ ہوں۔ میں تو بول بھی نہیں سکتا۔"

"یہ نہ کہہ کہ تو بچہ ہے۔ میں نے تیرے چلنے پھرنے کے قابل ہونے سے پہلے تجھے نبی بنا دیا تھا اور بالغ ہونے سے پہلے تجھے چن لیا تھا۔ جس کسی کے پاس میں تجھے بھیجوں گا تو جائے گا اور جو کچھ میں تجھے فرماؤں گا تو کہے گا۔"

"یا اللہ میں کمزور ہوں۔ یا اللہ میں عاجز ہوں۔ یا اللہ! میں غلطی کرنے والا ہوں۔"

"ایسا مت کہہ۔ میں تیرے ساتھ ہوں۔ کیا تجھے معلوم نہیں تمام امور میری مشیت کے تابع ہیں اور تمام دل اور زبانیں میرے قبضے میں ہیں۔ میں اللہ ہوں۔ میرا جیسا کوئی نہیں۔ میں تیرے ساتھ ہوں، لہٰذا میرے ہوتے ہوئے تجھے کوئی گزند نہیں پہنچا سکتا۔ میں نے تجھے اپنی مخلوقات میں سے بہت بڑی مخلوق کی طرف بھیجا ہے تاکہ تو میرا پیغام پہنچائے۔"

"میں عاجز ہوں۔ میں تو کسی کے آگے کچھ بول بھی نہیں سکتا۔"

"دیکھ میں نے اپنا کلام تیرے منہ میں ڈال دیا۔ دیکھ آج کے دن میں نے تجھے قوموں پر اور سلطنتوں پر مقرر کیا کہ اکھاڑے اور ڈھائے اور ہلاک کرے اور گرائے اور تعمیر کرے اور لگائے۔"

اس کے بعد اس آواز نے خاموشی کا لباس پہن لیا۔ حضرت یرمیاہ علیہ السلام سخت پریشان تھے کہ یہ آواز مزید کوئی پیغام دیے بغیر غائب ہوگئی، اب انہیں کیا کرنا ہے؟

Marfat.com

وہ اسی عالم سراسیمگی میں واپس آئے اور سوچنے لگے کہ انہیں کیا کرنا ہے۔ وہ سوچ رہے تھے کہ کسی نبی کی ضرورت تو اس وقت پیش آتی ہے جب لوگ خدا کا نام لینا بھول جاتے ہیں۔ یوسیاہ کی مذہبی اصلاحات تو اپنے عروج پر ہیں پھر میرا کیا کام رہ جاتا ہے۔ وہ اس وقت یہ نہیں سمجھ سکتے تھے کہ انہیں کسی آنے والے وقت کے لیے تیار کیا جارہا ہے۔ وہ کئی دن اسی کشمکش میں مبتلا رہے۔ پھر اپنی اس پریشانی میں انہوں نے باپ کو شریک کرنا مناسب سمجھا۔ انہوں نے وہ تمام گفتگو جو اجنبی آواز نے کی تھی والد کے گوش گزار کردی۔ جہاں دیدہ والد نے انہیں مبارک دی اور حضرت یرمیاہؑ کو وہ مسئلہ بھی حل کردیا جس میں وہ کئی دن سے گرفتار چلے آتے تھے۔

''میرے بیٹے! جو خدا جانتا ہے وہ ہم نہیں جانتے۔ تجھے یہ نبوت آج کے لیے نہیں بلکہ کل کے لیے دی گئی ہے۔ اسرائیلیوں کا کل، آج کی طرح نہیں ہوگا۔ وہ دن دور نہیں جب یوسیاہ نہیں رہے گا اور اس کے جانشین خدا کا نام بھلادیں گے۔ اس وقت ایک سچے نبی کی ضرورت پڑے گی اور وہ تو ہوگا۔''

''مجھے اس وقت کیا کرنا ہوگا میرے باپ؟''

''اس آواز کا انتظار کر جو تجھے ہدایت دے گی۔''

☆......☆......☆

یہ وہ دور تھا جب یہوداہ کی سرحدوں کے پار اہم شخصیات اور واقعات تاریخ کی تشکیل نو میں مصروف تھے۔ یہ قدیم مشرق قریب کی تاریخ کا نازک ترین دور تھا جس نے یہوداہ کی تاریخ کو بھی متاثر کیا۔

اسوری سلطنت زوال پذیر ہوچکی تھی۔ بابل اور مصر بالادستی حاصل کرنے کے لیے ایک دوسرے سے دست بہ گریباں ہورہے تھے۔ آشور کی شکست اور نینوا کی تباہی کی خبریں یروشلم میں گردش کرنے لگیں تو یوسیاہ نے بین الاقوامی امور کی طرف توجہ دینا شروع کی۔ فوجی طور سے وہ تیار تھا مگر اس سے ایک مہلک غلطی سرزد ہوئی۔ اسوری حاران میں پسپا ہورہے تھے۔ شاہ مصر، اسوریوں کی کمک کے لیے اپنی فوجوں کو فلسطین میں سے لے گیا۔ یوسیاہ کو اسوریوں کے تحفظ سے کوئی غرض نہیں تھی، اس لیے وہ اپنی فوجیں لے کر تیزی سے ''مجدو'' کی طرف بڑھا تاکہ شاہ مصر کو روک دے۔ بس یہ لڑائی اس کے لیے موت کا پیغام بن گئی۔ اس کی فوجوں کو نہ صرف شکست ہوئی بلکہ یوسیاہ کو اتنے مہلک زخم لگے کہ وہ جانبر نہ ہوسکا۔ یہوداہ کی مذہبی اور قومی امیدیں بھی اس کے ساتھ ہی دفن ہوگئیں۔ حضرت یرمیاہؑ نے اس نیک دل بادشاہ کے لیے نوحہ کہا۔

وہ بستی جو خلقت سے معمور تھی
کیسی خالی پڑی ہے
وہ خاتون اقوام بیوہ سی ہوگئی
وہ ملکہ ممالک باج گزار بن گئی
وہ رات کو زار زار روتی ہے
اس کے آنسو رخساروں پر بہتے ہیں
اس کے چاہنے والوں میں کوئی نہیں
جو اسے تسلی دے
صیون کی راہیں ماتم کرتی ہیں
کیونکہ عید کے لیے کوئی نہیں آتا
اس کے سب پھاٹک سنسان ہیں

Marfat.com

اس کے کاہن آہیں بھرتے ہیں
اس کی کنواریاں مصیبت زدہ ہیں
اس کے مخالف غالب آئے
دخترِ صیون کی سب شان وشوکت جاتی رہی
اس کے امراان ہرنوں کے مانند ہو گئے ہیں
جن کو چراگاہ نہیں ملتی
اور شکاریوں کے سامنے عاجز ہو جاتے ہیں

یوسیاہ کی وفات کے بعد ملک کے لوگوں نے اس کے بیٹے یہوآ خز کو یروشلم میں بادشاہ بنایا لیکن تین مہینے بعد ہی مسر کے امور میں مداخلت کے الزام میں، شاہ مصر نے اسے تخت سے اتار دیا اور ملک پر سو قنطار چاندی اور ایک قنطار سونا جرمانہ کیا اور اس کے بھائی الیاقیم کو یہوداہ اور یروشلم کا بادشاہ بنایا اور اس کا نام بدل کر یہویقیم رکھا۔ یہوآ خز گرفتار ہو کر مصر پہنچا دیا گیا۔ اس کی موت مصر ہی میں واقع ہوئی۔

☆......☆......☆

پیغمبروں کے خواب سچے ہوتے ہیں۔ حضرت یرمیاہؑ بھی اس رات سونے کے لیے لیٹے تو ایک خواب نے ان کی آنکھوں میں جگہ بنالی۔ آنکھ کھلی تو خواب تازہ تھا لیکن تعبیر سمجھ میں نہیں آتی تھی۔ ایک آواز نے پھر پکارا۔ یہ وہی آواز تھی جو اس سے پہلے وہ قبرستان کے سناٹے میں سن چکے تھے۔

''اے یرمیاہؑ، تو نے کیا دیکھا؟''

''میں نے عالم رویا میں بادام کے درخت کی ایک شاخ دیکھی ہے۔''

''تو نے خواب دیکھا کیونکہ میں اپنے کلام کو پورا کرنے کے لیے بیدار رہتا ہوں۔''

اس کلام سے حضرت یرمیاہ علیہ السلام نے یہی نتیجہ اخذ کیا کہ خدا انہیں یہ بتانا چاہتا ہے کہ اس نبوت کے کلام کو پورا ہونا یقینی ہے۔ بات سمجھ میں آگئی تھی لیکن یہ بات سمجھ میں نہیں آتی تھی کہ کس کلام کے پورا ہونے کی بشارت دی جارہی ہے۔ یہ علامت دوسری شب کے خواب میں نظر آگئی۔

''اے یرمیاہ، تو کیا دیکھتا ہے؟''

''ابلتی ہوئی دیگ دیکھتا ہوں جس کا منہ شمال کی طرف ہے۔''

''یہ دیگ اس بات کی علامت ہے کہ شمال کی طرف سے اس ملک کے تمام باشندوں پر آفت آئے گی۔ میں شمال کی سلطنتوں کے تمام خاندانوں کو بلاؤں گا۔ وہ آئیں گے اور ہر ایک اپنا تخت یروشلم کے پھاٹکوں کے مدخل پر اس کی سب دیواروں کے گردا گرد اور یہوداہ کے تمام شہروں سے مقابل قائم کرے گا۔''

''تو ایسا کیوں کرے گا۔ میرے شہر کو ویران کیوں کرے گا؟''۔

''اس لیے کہ انہوں نے مجھے ترک کیا اور غیر معبودوں کے سامنے لوبان جلایا اور اپنی ہی دستکاری کو سجدہ کیا۔''

''جب یہ ہوگا تو مجھے کیا کرنا ہوگا؟''

''تو اپنی کمر کس کر اٹھ کھڑا ہو اور جو کچھ میں تجھے فرماؤں، ان سے کہہ۔ ان کے چہروں کو دیکھ کر نہ ڈر کیونکہ دیکھ میں آج کے دن تجھ کو اس تمام ملک اور یہوداہ کے بادشاہ اور اس کے امیروں اور اس کے کاہنوں اور ملک کے لوگوں کے مقابل ایک فصیل دار شہر، لوہے کا ستون اور پیتل کی دیوار بناتا ہوں۔''

''میں ان لوگوں سے لڑنے کی سکت نہیں رکھتا۔''

Marfat.com

''وہ تجھ سے لڑیں گے لیکن تجھ پر غالب نہ آئیں گے کیونکہ خداوند فرماتا ہے، میں تجھے چھڑانے کو تیرے ساتھ ہوں۔''

''میں انہیں کس بات پر شرمندہ کروں؟''

''کیا تم نہیں جانتے کہ یہ قوم تباہی کے دہانے پر پہنچ گئی ہے۔ اس کے پادریوں اور بڑوں نے میرے بندوں کو اپنا غلام بنالیا کہ وہ مجھے چھوڑ کر ان کی عبادت کرتے ہیں۔ میری کتاب کو چھوڑ کر ان سے فیصلے کرواتے ہیں۔ مجھے میرے جلال کی قسم! میرے بندے کے لیے جائز نہیں کہ وہ مجھے چھوڑ کر کسی اور کی عبادت کرے۔ تم یہ باتیں قوم کو بتاؤ کہ وہ شاید مجھ کو مان لیں تو میں ان کی دعائیں قبول کروں اور ان کے دشمنوں کو ان سے دور کروں۔ اگر وہ توبہ نہیں کرتے تو میں انہیں بابل کے ہاتھوں ہلاک کروں گا۔''

یہ کلمات ہی ایسے تھے کہ حضرت یرمیاہؑ نے عالم وحشت میں اپنا لباس چاک کرلیا اور پریشانی میں زمین کی مٹی سر پر ڈالی اور آہ وزاری کرنے لگے۔

''میں اپنی قوم کو ہلاک ہوتے ہوئے دیکھوں گا؟ بنی اسرائیل کا آخری نبی ہونا، میرے لیے آزمائش ہے اگر تو میرے ساتھ خیر کا ارادہ کرتا ہے تو مجھے آخری نبی نہ بنا۔ میری وجہ سے بنی اسرائیل پر بدبختی اور ہلاکت آئی۔''

جب اللہ تعالیٰ نے آپؑ کی آہ وزاری دیکھی تو آواز دی۔ ''اے یرمیاہ! جو وحی میں نے تیری طرف بھیجی ہے کیا وہ تجھ پر شاق گزری ہے؟''

''مجھے بہت دکھ ہوا ہے۔'' حضرت یرمیاہ علیہ السلام نے کہا۔ ''وہ غمی والا دن آنے سے پہلے مجھے موت دے دیجیے۔''

''مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم۔'' اللہ تعالیٰ نے جواب دیا۔ ''میں بیت المقدس اور بنی اسرائیل اس وقت تک ہلاک نہیں کروں گا جب تک اس کی ابتدا تمہاری طرف سے نہ ہو (یعنی جب تک تم خود دعا نہ کرو)

حضرت یرمیاہؑ یہ جواب سن کر از حد خوش ہوئے اور فرمایا۔ ''اس ذات کی قسم جس نے موسیٰؑ کو حقؑ کے ساتھ مبعوث کیا کہ میں بنی اسرائیل کی ہلاکت کی کبھی دعا نہیں کروں گا۔''

حضرت یرمیاہ علیہ السلام نے اسی وقت فیصلہ کرلیا کہ وہ اپنی قوم کو بدی سے دور رہنے کی تلقین کریں گے تاکہ وہ عذاب کی مستحق نہ بن سکے اور وہ وقت نہ آئے جب خود انہیں عذاب کی دعا کرنی پڑے۔

حضرت یرمیاہ علیہ السلام یروشلم کے اردگرد کے گلی کوچوں میں جا کر لوگوں کو خبردار کرنے لگے۔ انہیں وہ نعمتیں یاد دلائیں جو خدا نے انہیں عنایت کی تھیں۔

''لوگو! خداوند کا کلام سنو! خداوند فرماتا ہے، میں تمہیں ملک سے نکال لایا اور میں تم کو باغوں والی زمین میں لایا کہ تم اس کے میوے اور اس کے اچھے پھل کھاؤ لیکن جب تم داخل ہوئے تو تم نے میری زمین کو ناپاک کردیا اور میری میراث کو مکروہ بنایا، کاہنوں نے منہ پھیر لیا، اہل شریعت نے مجھے نہ جانا اور چرواہوں نے مجھ سے سرکشی کی اور بعل کے نام سے نبوت کی اور ان چیزوں کی پیروی کی جن سے کچھ فائدہ نہیں۔ اپنی ان حرکتوں سے اب بھی باز آجاؤ تاکہ خدا تم پر مہربان ہو۔''

بدکاری اور گناہوں میں لتھڑی ہوئی یہ قوم ان کی باتوں کو سنتی تھی اور منہ پھیر کر گزر جاتی تھی۔ اس پر ان باتوں کا کوئی اثر نہ ہوتا تھا پھر آپ کو حکم ہوا کہ یروشلم کے دروازے پر کھڑے ہو کر منادی کردو کہ تباہی آنے والی ہے۔

''دیکھو وہ گھٹا کی طرح چڑھ آئے گا۔ اس کے رتھ گردباد کے مانند اور اس کے گھوڑے عقابوں سے تیز تر ہیں۔ اے یروشلم! تو اپنے دل کو شرارت سے پاک کرتا کہ تو رہائی پائے۔ میرے خیالات کب تک تیرے دل میں رہیں گے کیونکہ

Marfat.com

دان سے ایک آواز آتی ہے اور افرائیم کے پہاڑ سے مصیبت کی خبر دیتی ہے۔ اے لوگو! محاصرہ کرنے والے دور کے ملک سے آتے ہیں اور یہوداہ کے شہروں کو للکاریں گے۔ کھیت کے رکھوالوں کے مانند وہ اسے چاروں طرف سے گھیر لیں گے۔''

لوگوں میں کھلبلی مچ گئی۔ کاہنوں نے حضرت یرمیاہ علیہ السلام کو چاروں طرف سے گھیر لیا کہ یہ کیسا شخص ہے جو یروشلم کی تباہی کا اعلان کرتا پھر رہا ہے۔

''تم یروشلم کے پردے میں بادشاہ کو دھمکیاں دے رہے ہو اور اسے یہ جتلا رہے ہو کہ اس کی بادشاہت ختم ہو جائے گی۔''

''میں ہر اس شخص کو سرزنش کر رہا ہوں جس نے خدا سے بے وفائی کی ہے۔ ان میں بادشاہ بھی شامل ہے جس نے یروشلم کو بت کدہ بنا دیا ہے۔''

''تم کیا سمجھتے ہو اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کو تلوار سے قتل کرے گا اور کال سے مار دے گا۔ وہ ہرگز ایسا نہیں کرے گا۔ یہ سب تمہارے اپنے وہم ہیں جن میں تم پوری قوم کو مبتلا کر رہے ہو۔''

''میں اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتا۔'' حضرت یرمیاہ علیہ السلام نے فرمایا۔ ''خداوند نے جو مجھ سے کہلوایا ہے، میں تو وہ کہتا ہوں۔''

''کیوں خدا پر بہتان باندھتے ہو۔ وہ تم سے کیا یہ کہتا ہے کہ یروشلم کو تباہ کر دے گا۔''

''وہ مجھ سے یہی کہتا ہے کہ شیر ببر جھاڑی سے نکلا ہے۔ وہ اپنی جگہ سے نکلا ہے کہ تیری زمین کو ویران کرے۔''

''بادشاہ کی فوجیں ہاتھ پر ہاتھ دھرے نہیں بیٹھی رہیں گی۔''

''خداوند فرماتا ہے اس وقت یوں ہوگا کہ بادشاہ اور سردار بے دل ہو جائیں گے اور کاہن حیرت زدہ اور نبی سراسیمہ ہوں گے۔ تم میری آگاہی کو نظر انداز کرتے آئے ہو چنانچہ اب خدا اپنے خادم بنوکدنصر (بخت نصر) کو لا رہا ہے اور وہ تمہیں ستر برس تک کے لیے اسیری میں بھیجے گا۔ عدالت یروشلم سے شروع ہوگی اور آس پاس کی متعدد قوموں تک پھیل جائے گی اور بالآخر بابل پر جا ٹھہرے گی۔''

''ایسے میں بادشاہ کی حکمت و دانائی ہمارے کام آئے گی۔ تم کیوں فکر میں دبلے ہو رہے ہو۔''

''تم ایک انسان کی دانائی پر بھروسا کرتے اور خدا کو بھول جاتے ہو۔ اللہ تعالیٰ تمہیں تمہارے اجداد کا تقویٰ یاد دلاتا ہے کہ تم اسے یاد کرو، پرہیزگاری اختیار کرو اور اس کا اجر حاصل کرو۔ وہ تمہیں واپس بلاتا ہے۔ تم موسیٰ کی شریعت کی پاسداری کرو اور اپنے ہاتھ سے بنائے ہوئے بتوں کی پرستش چھوڑ دو تو خدا تم پر مہربان ہو سکتا ہے مگر تم تو اس بیوی کی طرح ہو جو بے وفائی سے اپنے شوہر کو چھوڑ دیتی ہے۔''

''بس بہت ہو گئی یرمیاہؑ۔ تو اپنے خدا سے کہہ دے کہ جب ایسا وقت آئے تو وہ ہمیں بچانے نہ نکلے۔ ہمارا بادشاہ اور ہم سب مل کر دشمن کا مقابلہ کر لیں گے۔''

''دنیاوی بادشاہ کو خدا سمجھنے والو! تمہارے بادشاہ کا حال تو یہ ہونے والا ہے کہ اس کی لاش یروشلم کے پھاٹک سے باہر پھینکی جائے گی اور اس کی لاش دن کو گرمی اور رات کو پالے میں پڑی رہے گی۔ یہ شہر ''سیلا'' کے مانند ہو جائے گا اور خدا اس شہر کی زمین کو سب قوموں کے نزدیک لعنت کا باعث ٹھہرائے گا۔''

یہ باتیں ایسی نہیں تھیں کہ جھوٹے نبی اور کاہن جو اس وقت موجود تھے انہیں برداشت کرتے۔ انہوں نے عام لوگوں کو جو وہاں موجود تھے بھڑکانا شروع کر دیا اور تشدد پر اتر آئے۔ کچھ لوگوں نے رائے دی کہ حضرت یرمیاہؑ کو مار پیٹ کو نکال دیا جائے لیکن کاہن کچھ زیادہ ہی بپھرے ہوئے تھے۔ ان کی روزی ان حرکات سے منسلک تھی جن سے حضرت یرمیاہؑ

Marfat.com

روک رہے تھے۔ یہ کاہن بہت عرصے سے حضرت یرمیاہ علیہ السلام کی سرگرمیوں پر نظر رکھے ہوئے تھے اور آج انہیں موقع مل گیا تھا۔ ان کی زبان سے کچھ ایسی باتیں سرزد ہوگئی تھیں جو گرفت میں آسکتی تھیں۔ کاہن اس موقعے کو کیسے گنوا سکتے تھے۔ انہوں نے حضرت یرمیاہ علیہ السلام کو پکڑ لیا اور ہتھکڑیاں ڈال دیں۔

''اب تمہیں قتل ہونے سے کوئی نہیں بچا سکتا۔ تم نے کیوں خداوند کا نام لے کر نبوت کی اور کہا کہ یہ گھر ''سیلا'' کے مانند ہوگا اور یہ شہر ویران اور غیر آباد ہوگا۔''

جس نے بھی سنا خداوند کے گھر کی طرف دوڑ پڑا۔ شہر میں ہلچل سی مچی ہوئی تھی۔ حضرت یرمیاہؑ کو کون نہیں جانتا تھا۔ شہر کے لوگ بہت دن سے ایسی باتیں سن رہے تھے جن پر خود انہیں بھی اعتراض تھا۔ اب ان کا مجرم پکڑا گیا تھا۔ وہ دیکھنا چاہتے تھے کہ ان کے ساتھ کیا سلوک ہوتا ہے۔

''یرمیاہؑ نے بہت دن ہمارے دیوتاؤں کو برا کہہ لیا۔ اب یہی دیوتا انہیں سزا دیں گے۔''

''انہیں ہمارے شہروں سے جانے کیا پرخاش ہوگئی ہے کہ کہتے ہیں، یہ ویران ہوجائیں گے۔''

''شہر تو شہر وہ تو ہیکل کے بھی دشمن ہوگئے ہیں۔ اسے بھی کھنڈر بنانے کی باتیں کر رہے ہیں۔''

''کہتے ہیں وہ جو کچھ کہہ رہے ہیں ان سے خدا کہلوا رہا ہے۔ بھلا خدا ایسی باتیں کہہ سکتا ہے جب کہ ہم خدا کے بھیجے ہوئے دیوتاؤں کی پرستش کرتے ہیں۔''

جتنے منہ تھے، اتنی باتیں ہو رہی تھیں۔ کچھ لوگ ایسے بھی تھے جو حضرت یرمیاہؑ کے لیے ہمدردی کا اظہار کر رہے تھے لیکن یہ بہت تھوڑے تھے۔ حضرت یرمیاہؑ کی گرفتاری کی خبر بادشاہ کے محل میں بھی پہنچ چکی تھی۔ بادشاہ نے اپنے امرا کو ہیکل کی طرف بھیجا کہ وہ جائیں اور کاہنوں کے کہنے کے مطابق حضرت یرمیاہ علیہ السلام کا فیصلہ کریں۔

''آپ یرمیاہ کو کیسا پاتے ہیں؟'' امرا نے بادشاہ یہویقیم سے پوچھا۔

''وہ بے حد گستاخ ہے اور ایسی باتیں منہ سے نکالتا ہے جو کبھی پوری ہونے والی نہیں۔ ہم اس کی نصیحتوں کو آگ میں جلانے کے لائق سمجھتے ہیں۔ وہ ہمارے لوگوں کو ہمارے خلاف بھڑکاتا ہے۔ وہ ہرگز رعایت کا مستحق نہیں۔''

امرا نے بادشاہ کی مرضی کو جان لیا تھا۔ اب وہ جو بھی فیصلہ کرتے بادشاہ کو اس پر اعتراض نہیں ہوسکتا تھا۔ وہ اکڑتے ہوئے چلے اور خداوند کے گھر کے پھاٹک پر بیٹھ گئے۔ کاہنوں کو طلب کیا کہ وہ حضرت یرمیاہؑ کے خلاف الزامات پیش کریں۔

''یہ شخص واجب القتل ہے کیونکہ اس نے شہر کے خلاف نبوت کی ہے۔ یہاں کھڑے تمام لوگوں نے وہ تمام باتیں سنی ہیں جو اس نے کہی ہیں۔''

امرا نے وہاں موجود لوگوں سے پوچھا۔ ان سب نے حضرت یرمیاہ علیہ السلام کو قصوروار گردانا اور وہ تمام باتیں دہرائیں جو انہوں نے کہی تھیں بلکہ بعض باتیں اپنی جانب سے بھی لگا دیں۔

امرا نے حضرت یرمیاہ علیہ السلام کو اپنے سامنے طلب کیا اور ان سے پوچھا کہ وہ اپنے خلاف لگائے گئے الزامات کے بارے میں کیا کہتے ہیں۔ حضرت یرمیاہ علیہ السلام نے ایک مرتبہ پھر تقریر کی۔

''خداوند نے مجھے بھیجا کہ اس گھر اور اس شہر کے خلاف وہ سب باتیں جو تم نے سنی ہیں، وہ میں تم سے کہوں۔ میں نے اپنی طرف سے نہ ایک لفظ کم کیا ہے نہ بڑھایا ہے۔ اس لیے اب تم اپنی روش اور اپنے اعمال کو درست کرو اور اپنے خدا کی آواز پر کان دھرو تا کہ خداوند اپنے عذاب سے جس کا تمہارے خلاف اعلان کیا ہے باز رہے۔ میں اس وقت تمہارے قابو میں ہوں۔ جو چاہو سلوک کرو لیکن یقین جانو! اگر تم مجھے قتل کرو گے تو بے گناہ کا خون اپنے آپ پر اور اس شہر کے باشندوں پر لاؤ گے کیونکہ یہ سب میں اپنی طرف سے نہیں کہتا۔ اس لحاظ سے میں بے گناہ ہوں۔''

Marfat.com

حضرت یرمیاہ علیہ السلام کی تقریر اتنی پر اثر تھی کہ خود امرا دو حصوں میں بٹ گئے۔ ایک گروہ کہتا تھا، حضرت یرمیاہؑ واجب القتل ہیں جبکہ دوسرے گروہ کا اصرار تھا کہ وہ واجب القتل نہیں کیونکہ انہوں نے خداوند ہمارے خدا کے نام سے ہم کلام کیا۔ چند لوگ اٹھے اور انہوں نے دلیل پیش کی۔

''میکاہ نبی نے شاہ یہوداہ حزقیا کے ایام میں نبوت کی اور یہوداہ کے سب لوگوں سے مخاطب ہو کر یوں کہا کہ رب الافواج فرماتا ہے، صیون کھیت کی طرح جوتا جائے گا اور یروشلم کھنڈر ہو جائے گا اور اس گھر کا پہاڑ جنگل کی اونچی جگہوں کے مانند ہو گا۔ تو کیا شاہ یہوداہ حزقیا نے اس کو قتل کیا؟''

ایک اور امیر اپنی جگہ سے کھڑا ہوا۔ اس نے کہنا شروع کیا۔ ''یہ بات ٹھیک ہے لیکن اوریاہ کو کیوں بھولتے ہو، اس کو تو یہویقیم نے اپنی تلوار سے قتل کیا تھا۔''

''اس کا مطلب یہ ہوا کہ یرمیاہ کو قتل بھی کیا جا سکتا ہے اور چھوڑا بھی جا سکتا ہے۔'' تمام امرا نے بہ یک آواز کہا۔

اب امرا کی صوابدید پر تھا کہ حضرت یرمیاہؑ کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے۔ آپس میں سرگوشیاں ہو رہی تھیں۔ شہزادے اور امرا جمع تھے۔ بیشتر کا خیال یہی تھا کہ حضرت یرمیاہؑ سے جان چھڑالی جائے۔ اس طرح بادشاہ بھی خوش ہو جائے گا۔ یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ اخیقام بن سافن اپنی جگہ سے کھڑے ہوئے۔ یہ ان امرا میں سب سے زیادہ بااثر سمجھے جاتے تھے کیونکہ یہ یوسیاہ کے دور سے چلے آ رہے تھے۔ بادشاہ بھی ان کا بہت خیال رکھتا تھا۔ وہ حضرت یرمیاہؑ کی طرف سے اپنے دل میں نرم گوشہ رکھتے تھے انہوں نے سفارش کی کہ حضرت یرمیاہؑ کو قتل کرنے کے لیے لوگوں کے حوالے نہ کیا جائے۔ ان کی سفارش آئی تو کچھ دیگر امرا نے بھی ان کا ساتھ دیا اور یوں حضرت یرمیاہؑ کی جان بچ گئی۔

انہیں اپنی جان کی فکر نہیں تھی انہیں تو یہ غم تھا کہ ان کی قوم اور نادان حکمران ان کی بات نہیں سن رہے ہیں۔ اگر انہوں نے اپنی روش نہیں بدلی تو بربادی ان کے دروازے پر دستک دے رہی ہے۔ ان کی شکست عذاب کی صورت ان پر طاری ہونے والی ہے۔ ان کا دل درد سے لبریز تھا۔

ہائے میرا دل!\
میرا دل بے تاب ہے\
میں چپ نہیں رہ سکتا\
کیونکہ اے میری جان تو نے نرسنگے کی آواز\
اور لڑائی کی للکار سن لی ہے\
شکست پر شکست کی خبر آتی ہے\
یقیناً تمام ملک برباد ہو گا\
میرے لوگ احمق ہیں\
انہوں نے مجھے نہیں پہچانا\
وہ بے شعور بچے ہیں اور امتیاز نہیں رکھتے\
برے کام کرنے میں ہوشیار ہیں\
پر نیکوکاری کی سمجھ نہیں رکھتے

حضرت یرمیاہؑ کچھ دنوں سے خاموش تھے کہ ایک مرتبہ پھر کلام الٰہی نازل ہوا۔

''تو جا کر اپنے لیے ایک کتانی کمر بند خرید لے اور اپنی کمر پر باندھ لیکن اسے پانی میں مت بھگو۔''

آپ نے اس عقدے کو نہ سمجھتے ہوئے بھی کمر بند خرید لیا اور اپنی کمر پر باندھ لیا۔ خدا کا کلام دوبارہ نازل ہوا۔ ''اس

Marfat.com

کمر بند کو جو تو نے خریدا اور جو تیری کمر پر ہے لے کر اٹھ اور فرات کو جا اور وہاں چٹان کے ایک شگاف میں اسے چھپا دے۔"

حضرت یرمیاہ علیہ السلام نے ویسا ہی کیا۔ بہت دن بعد خدا نے فرمایا کہ اٹھ فرات کی طرف جا اور اس کمر بند کو جسے تو نے میرے حکم سے چھپا رکھا ہے نکال لے۔

"حضرت یرمیاہؑ گئے اور اس کمر بند کو نکال لیا۔ دیکھا تو وہ کمر بند ایسا خراب ہو گیا تھا کہ کسی کام کا نہ رہا تھا۔ تب خدا نے آپؑ کو مخاطب کیا۔

"اس کمر بند کو دیکھو۔ اسی طرح میں یہوداہ کے گھمنڈ اور یروشلم کے غرور کو ختم کر دوں گا۔ یہ شریر لوگ جو میرا کلام سننے سے انکار کرتے ہیں اور اپنے ہی دل کی سختی کے پیرو ہوتے ہیں وہ اس کمر بند کے مانند ہوتے ہیں جو کسی کام کا نہیں کیونکہ جس طرح کمر بند انسان کی کمر سے لپٹا رہتا ہے ویسا ہی میں نے اسرائیل کے تمام گھرانے اور یہوداہ کے تمام گھرانے کو لیا کہ مجھ سے لپٹے رہیں تا کہ وہ میرے لوگ ہوں مگر انہوں نے نہ سنا۔"

حضرت یرمیاہ علیہ السلام نے اس خدائی کلام کی روشنی میں اپنی قوم کو گھمنڈ سے باز رکھنے کی تلقین کرنی شروع کر دی۔ وہ پھر یروشلم کی گلیوں میں نکل کھڑے ہوئے۔

"اس سے پہلے کہ تاریکی تمہیں گھیر لے اور اس تاریکی پر موت کے سائے منڈلانے لگیں غرور سے منہ موڑ لو۔ یہی وہ مرض ہے جو تمہیں خطروں سے آگاہ نہیں ہونے دیتا۔ عاجزی اختیار کرو۔ تمہاری بزرگی کا تاج اترنے کو ہے۔ ہوش کے ناخن لو۔ زمین پر اکڑ کر نہ چلو۔"

یہ بھی اس قوم کے لیے ایسی نئی بات تھی کہ اسے تعجب ہوتا تھا کہ یرمیاہؑ کو کیا پڑی ہے جو وہ ہماری شان و شوکت کے پیچھے پڑ گیا ہے۔ جو نعمتیں ہمیں مل گئی ہیں اب وہ کیونکر ہم سے چھینی جا سکتی ہیں۔

"اے میری قوم کے لوگو! کیا تم نے نہیں دیکھا کہ کمہار اپنے چاک پر مٹی رکھتا ہے اور کوئی برتن بنانے کی کوشش کرتا ہے۔ کبھی کبھی وہ برتن بگڑ جاتا ہے۔ کمہار اس مٹی کو ضائع نہیں کرتا بلکہ اس سے جیسا مناسب سمجھتا ہے ایک دوسرا برتن بنا لیتا ہے۔ سو تم بگڑی ہوئی مٹی ہو۔ خدا اس مٹی سے تم جیسی کوئی اور قوم بنا دے گا۔ ان نعمتوں کے لیے وہ کسی اور کو منتخب کر لے گا۔"

آپؑ عرصہ دراز تک قوم کو اور بادشاہ کو راہ راست پر لانے کی کوشش کرتے رہے لیکن یہ قوم کسی بات پر کان دھرنے کو تیار نہیں تھی۔ وقت ہاتھوں سے پھسلے جا رہا تھا۔ قوم کی بداعمالیاں اسے عظیم شکست سے دوچار کرنے والی تھیں۔ خدا کا وعدہ سامنے تھا۔ اگر میرے لوگ راہ راست پر نہ آئے تو کوئی دوسری قوم ان پر مسلط ہو گی اور ان کے چراغ دھواں اگلنے لگیں گے۔

حضرت یرمیاہ علیہ السلام لوگوں کو اپنا درد سناتے رہے۔

میں نے زمین پر نظر کی اور کیا دیکھتا ہوں کہ
ویران اور سنسان ہے
افلاک کو بھی بے نور پایا
میں نے پہاڑوں پر نظر کی اور کیا دیکھتا ہوں کہ
وہ کانپ گئے
اور سب ٹیلے متزلزل ہو گئے
پھر میں نے نظر کی اور کیا دیکھتا ہوں کہ

Marfat.com

زرخیز زمین بیابان ہوگئی
اور اس کے سب شہر خداوند کی حضوری
اور اس کے قہر کی شدت سے برباد ہوگئے
سواروں کے قہر کی شدت سے برباد ہوگئے
سواروں اور تیر اندازوں کے شور سے
تمام شہری بھاگ جائیں گے
وہ گھنے جنگلوں میں جا گھسیں گے
اور چٹانوں پر چڑھ جائیں گے
سب شہر ترک کیے جائیں گے اور کوئی آدمی
ان میں نہ رہے گا۔

☆......☆......☆

حضرت یرمیاہ علیہ السلام قوم کی طرف سے مایوس ہوکر حسب عادت قبرستان میں بیٹھے تھے کہ ایک آواز نے انہیں اپنے حصار میں لے لیا۔ کلام خدا نازل ہورہا تھا۔

''وہ تمام کلام جو میں نے اسرائیل یہوداہ اور تمام اقوام کے خلاف تجھ سے کیا، وہ سب ایک کتاب میں لکھ اور بادشاہ کے پاس بھیج شاید یہ گھرانا اس تمام مصیبت کو جو میں ان پر لانے کا ارادہ رکھتا ہوں سنے اور اپنی اصلاح کرے اور میں ان کی بدکرداری اور گناہ کو معاف کردوں اور اسے جتلادے کہ یہ آخری موقع ہے جو اسے مل رہا ہے۔''

حضرت یرمیاہ علیہ السلام نے یہ کلام سنا اور اسی وقت اپنے بااعتماد دوست باروک بن نیریاہ کے گھر کی طرف روانہ ہوئے۔ ان کا یہ دوست ان کا منشی بھی تھا جو ان کی نبوتوں کو لکھا کرتا تھا اور لوگوں کو پڑھ کر سناتا تھا۔ باروک اس وقت گھر پر ہی تھا۔ حضرت یرمیاہ علیہ السلام کی آواز سن کر باہر آیا۔ رات کا وقت تھا، باروک موی شمعیں اٹھائے باہر نکلا۔

''خیر تو ہے۔ اس وقت؟''

''میرے خدا نے اسی وقت مجھے مخاطب کیا ہے اور اسی وقت میں تمہارے پاس آ گیا ہوں۔''

''آپ چہرے سے پریشان دکھائی دے رہے ہیں۔ کیا کوئی خاص ہدایت ملی ہے؟''

''ہاں، مجھے لگتا ہے خداوند خدا کسی فیصلے پر پہنچ چکا ہے۔ اب یہ شہر ویران ہونے کو ہیں۔ تم مجھے کوٹھے پر لے چلو۔ میں سب تفصیل تمہیں بتاتا ہوں۔''

موی شمعوں کی روشنی میں وہ زینہ چڑھ کر بالا خانے پر پہنچ گئے۔ حضرت یرمیاہ علیہ السلام نے پوری تفصیل انہیں بتائی اور انہیں آمادہ کرلیا کہ جو کچھ وہ زبانی بتاتے جائیں گے وہ اسے لکھتے جائیں گے۔

کئی راتوں کے بعد سب باتیں تحریر ہوچکیں اور طومار تیار ہوگیا (اس وقت کپڑے کے تھان پر کتاب تحریر کی جاتی تھی۔ دونوں طرف لکڑی کی ڈنڈیاں لگائی جاتی تھیں۔ ایک طرف سے کپڑا کھلتا جاتا تھا دوسری طرف سے ڈنڈی پر لپٹتا جاتا تھا)

''میں تو مجبور ہوں کہ خداوند کے گھر میں نہیں جاسکتا۔'' حضرت یرمیاہ علیہ السلام نے فرمایا۔ ''تو جا اور خداوند کا وہ کلام جو تو نے میرے منہ سے سن کر اس طومار میں لکھا ہے انہیں سنا شاید وہ خداوند کے حضور منت کریں اور سب کے سب اپنی بری روش سے باز آئیں۔''

باروک اس دن کا انتظار کرنے لگا جب روزے کی منادی ہو۔ سال کے نویں مہینے میں یروشلم کے سب لوگوں اور ان

Marfat.com

سب نے جو یہوداہ کے شہروں سے یروشلم میں آئے تھے، خداوند کے حضور، روزے کے منادی کی۔
باروک نے طومار اٹھایا اور خداوند کے گھر میں پھاٹک کے قریب پہنچ گیا۔ اس دن معمول سے زیادہ لوگ یہاں موجود تھے۔ اسی لیے اس دن کا انتخاب کیا گیا تھا۔ باروک نے لوگوں کو مخاطب کیا اور کتاب میں لکھی ہوئی باتیں انہیں سنانا شروع کیں۔
یہاں موجود کاہنوں میں سے ایک اپنی کوٹھری سے نکلا اور بادشاہ کے محل کی طرف بھاگا۔ اس نے دیکھا کہ سب امرا اس وقت منشی کی کوٹھری میں بیٹھے ہوئے ہیں۔
''غضب ہو گیا۔'' وہ چلاتا ہوا وہاں پہنچ گیا۔ ''یرمیاہ خداوند کے گھر میں آ نہیں سکتا تھا اس نے اپنی دوست باروک کو بھیجا ہے۔ ہم روک بھی نہیں سکتے اور وہ۔۔۔''
''اگر وہ آ گیا ہے تو ایسا کیا غضب ہے؟''
''وہ صرف آیا نہیں ہے بلکہ یرمیاہ کی سنائی ہوئی باتیں تحریر کر کے لے آیا ہے اور لوگوں کو سنا رہا ہے۔ حکومت کے خلاف بغاوت پھیلا رہا ہے۔''
''اس سے کہو وہ طومار لے کر یہاں چلا آئے۔''
''وہ ایسی خطرناک باتیں کر رہا ہے کہ اسے تو بادشاہ کے سامنے پیش کیا جانا چاہیے۔ یہ اس کی نہیں یرمیاہ کی چال ہے۔ اسے بادشاہ کے خلاف زہر اگلنے کا موقع مل گیا ہے۔ اس کا منہ بند کرنا ضروری ہے۔''
''نہیں، پہلے ہم سب اس کی زبانی سنیں گے کہ وہ کیا کہتا ہے۔ اس کے بعد اسے بادشاہ تک لے جائیں گے۔''
کاہن واپس آیا اور باروک کو اپنے ساتھ لے کر آ گیا۔
''تو نے یہ طومار کہاں سے تیار کیا؟''
''میرا آقا یرمیاہ! اپنے منہ سے کہتا گیا اور میں سیاہی سے کتاب میں لکھتا گیا۔''
''ہمیں پڑھ کر سنا، اس میں کیا لکھا ہے۔''
باروک نے پڑھ کر سنانا شروع کیا۔ جیسے جیسے وہ پڑھتا گیا، امرا کے چہرے سے خوف سے زرد پڑنے لگے۔ جب وہ پڑھ چکا تو وہ سب ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے۔ ان کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ باروک سے کیا کہیں۔
''باروک، تو نے یہ کیا لکھ لیا اور کیا ہمیں سنا دیا۔ کیوں اپنی جان کے پیچھے پڑا ہے۔''
''اس میں ایسی کیا بات ہے؟''
''یہ سراسر بغاوت ہے۔''
''میں تو یہ چاہتا تھا کہ اسے بادشاہ کو سنایا جاتا۔''
''ہم یقیناً یہ سب باتیں بادشاہ تک پہنچائیں گے لیکن اس سے پہلے اپنے آپ کو اور یرمیاہ کو چھپا لے۔ کوئی نہ جانے کہ تم کہاں ہو۔ اسے سن کر بادشاہ کا ردعمل نہ جانے کیا ہو اس لیے حفاظت ضروری ہے۔''
سردیوں کے دن تھے۔ بادشاہ اس وقت اپنے محل میں بیٹھا تھا۔ کوئلوں سے دہکتی ہوئی انگیٹھی اس کے سامنے رکھی تھی اور چند امرا اس کی پشت پر کھڑے تھے کہ کاہن نے بادشاہ کو وہ سب باتیں سنائیں جو باروک نے کی تھیں۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ طومار اسے دکھایا جائے۔
طومار بادشاہ کے حضور پیش کیا گیا۔ جب تین چار ورق پڑھے جا چکے تو بادشاہ نے طومار اٹھا کر انگیٹھی میں پھینک دیا۔ امرا روکتے رہ گئے اور طومار جل گیا۔
بادشاہ نے فوری حکم جاری کیا کہ باروک منشی اور یرمیاہ علیہ السلام نبی کو گرفتار کر کے اس کے حضور پیش کیا جائے۔ حکم

Marfat.com

ملتے ہی سپاہی دوڑ پڑے لیکن خدا نے حضرت یرمیاہ علیہ السلام کو چھپالیا۔ سپاہی سر مارتے رہے مگر کوشش کے باوجود ان میں سے کسی کو بھی تلاش نہ کر سکے۔

یروشلم کے لیے نہایت سخت وقت تھا۔ موسم گرما کے آغاز میں کرکمیس کے مقام پر ایک فیصلہ کن لڑائی ہوئی جس میں بابل کی فوجوں نے مصریوں کو شکست فاش دی۔ جنوبی فلسطین کے اندر اتنی دور تک پیش قدمی کر لی کہ یروشلم کے خزانے لوٹ لیے اور لوگوں کو یرغمال بنالیا۔

اگلے دو سالوں میں بابل کی فوجیں مصر کی سرحدوں تک پہنچ گئیں۔ مصر اور بابل کی فوجوں کا آمنا سامنا ہوا لیکن اس مقابلے کا کوئی فیصلہ نہ ہو سکا اور دونوں فوجیں بھاری نقصان اٹھا کر پیچھے ہٹ گئیں۔ یہویقیم نے اس موقعے سے فائدہ اٹھا کر بابل کو خراج دینا بند کر دیا۔ شاہ بابل اس گستاخی پر پیچ پا تو بہت ہوا لیکن اس نے اپنی فوجیوں کو یروشلم کی طرف نہیں بھیجا مگر وہ لوٹ مار کرنے والے کسدی جتھوں کی حوصلہ افزائی کرتا رہا کہ یہوداہ پر حملے کرتے رہیں۔ لڑائیوں کا ایک نہ ختم ہونے والا سلسلہ چلتا رہا۔

اسی جنگ بازی میں ایک معرکے کے دوران یہویقیم مارا گیا۔ حضرت یرمیاہ علیہ السلام کی پیش گوئی کے مطابق اس کی لاش یروشلم کے پھاٹکوں کے باہر پڑی رہی اور پھر غائب ہوگئی۔ شاید دوسری لاشوں کے ساتھ اسے بھی کسی گڑھے میں ڈال دیا گیا۔ اسے شاہی تدفین میسر نہ آئی۔

اس کا بیٹا یہویاکین تخت پر بیٹھ ضرور گیا لیکن تین مہینے بھی نہیں گزرے تھے کہ بابل کی فوجوں نے شہر کو گھیر لیا۔ حضرت یرمیاہ علیہ السلام نے جن اندیشوں کی طرف قوم کی توجہ دلائی تھی وہ حرف بہ حرف صحیح ثابت ہو رہے تھے۔

یہویاکین نے دیکھا کہ مقابلہ کرنا فضول ہوگا۔ اس نے شاہ بابل نبوکدنضر کے آگے ہتھیار ڈال دیے۔ اس مرتبہ شاہ بابل نے صرف کچھ اسیروں کو لے جانے پر اکتفا نہیں کیا نہ اس نے زبانی یقین دہانی چاہی کہ اطاعت ہوگی اور خراج ادا کیا جائے گا بلکہ اس نے ہیکل کا سونا چاندی اتار لیا اور شاہی خزانے لوٹ لیے۔ یہویاکین اور اس کی مادر ملکہ کو قید کر لیا۔ ان کے ساتھ شاہی محل کے افسران، کاریگروں، دستکاروں اور قوم کے لیڈروں کو بھی اسیر کر کے اپنے ساتھ لے گیا۔ یروشلم میں بے ہودہ اور بے کار لوگوں کے سوا کوئی بھی باقی نہ بچا۔

بنوکدنضر نے اس کے چچا متنیاہ کو پیچھے چھوڑا اور جو لوگ یروشلم میں رہ گئے تھے اسے ان کا حاکم مقرر کر کے بابل چلا گیا۔ اب یروشلم ویران چھوٹی سی بستی نظر آتا تھا۔

اس تباہی کے بعد خدا نے حضرت یرمیاہ علیہ السلام کو خواب دکھایا۔ انہوں نے خواب میں دیکھا کہ خداوند کی ہیکل کے سامنے انجیر کو دو ٹوکریاں دھری ہیں۔ ایک ٹوکری میں اچھے سے اچھے انجیر تھے اور دوسری ٹوکری میں خراب سے خراب انجیر تھے۔ ایسے خراب کہ کھانے کے قابل نہیں تھے۔

خداوند نے فرمایا۔ ''اے یرمیاہ! تو کیا دیکھتا ہے؟''

''انجیر دیکھتا ہوں۔ بہت اچھے اور بہت خراب۔''

''تو نے خوب دیکھا۔ ان اچھے انجیروں کے مانند میں یہوداہ کے ان اسیروں پر جن کو میں نے اس مقام کے کسدیوں کے ملک میں بھیجا ہے کرم کی نظر رکھوں گا کیونکہ ان پر میری نظر عنایت ہوگی اور میں ان کو اس ملک میں واپس لاؤں گا۔ میں ان کو برباد نہیں بلکہ آباد کروں گا اور میں ان کو ایسا دل دوں گا کہ مجھے پہچانیں کہ میں خداوند ہوں اور میرے لوگ ہوں گے اس لیے کہ وہ پورے دل سے میری طرف پھریں گے۔''

''اور خراب انجیروں کی بابت کیا ارشاد ہے؟''

''ان خراب انجیروں کے مانند میں شاہ یہوداہ صدقیاہ کو اور اس کے امرا کو اور یروشلم کے باقی لوگوں کو ترک کر دوں

Marfat.com

گا۔ وہ طعن اور لعنت کا باعث ہوں گے اور میں ان میں تلوار اور کال اور وبا بھیجوں گا۔''

صدقیاہ کا دور ایک کمزور بادشاہ کا دور ثابت ہو رہا تھا۔ اس کی متزلزل پالیسیوں سے ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ یہود کی رہی سہی شان بھی غارت کر دے گا۔ اس کی کمزوری کو دیکھتے ہوئے جھوٹے نبیوں اور کاہنوں کی بن آئی تھی۔ ہر طرف ابتری اور بے دینی پھیلی ہوئی تھی۔ ان حالات میں حضرت یرمیاہ علیہ السلام نے اپنی ذمے داری کو محسوس کیا۔ قوم کی اصلاح کے لیے ان کی کوششیں مزید شدت اختیار کر گئیں۔ اب وہ ہر خطرے سے بے نیاز گلی کوچوں میں یروشلم کی تباہی کے خطرات سے آگاہ کر رہے تھے۔

''اگر تم نے اپنی اصلاح نہیں کی تو خدا عذاب کی صورت میں دوسری قوموں کو تم پر مسلط کر دے گا۔ تلواروں کا سیلاب آنے والا ہے تم اپنا بچاؤ کر لو۔ جنگ اور خشک سالی تمہیں دبوچنے والی ہے، توبہ کر لو۔ جو میں کہتا ہوں اسے سنو کیونکہ جو میں کہتا ہوں وہ دراصل خداوند کہتا ہے۔''

ان کی درد بھری آواز گونجتی رہتی تھی لیکن عیش اور بے دینی میں گھری یہ قوم اپنے حال میں مست تھی۔ کوئی ان کی بات پر دھیان دینے کو تیار نہیں تھا۔

ایک دن حضرت یرمیاہ علیہ السلام نے کمہار سے ایک صراحی خریدی اور وادی بن ہنوم پہنچ گئے کہ یہاں کے لوگ سب سے زیادہ شریر تھے۔

ان لوگوں نے جب دیکھا کہ حضرت یرمیاہ علیہ السلام صراحی لیے چلے آتے ہیں تو انہیں سخت تعجب ہوا اور یہ لوگ ان کے گرد جمع ہونا شروع ہو گئے۔ سردار اور کاہن سب آ گئے۔

''یرمیاہ کہو کیا کہنا ہے اور یہ صراحی کیوں لے آئے ہو؟''

''اس لیے کہ خداوند نے مجھے یہی ہدایت کی ہے۔'' آپ نے فرمایا اور ان سب کے سامنے صراحی توڑ دی۔

''یہ کون سی نئی بات ہے۔ مٹی کا برتن تو ٹوٹنے کے لیے ہی ہوتا ہے۔''

''میرا پروردگار کہتا ہے کہ میں تم لوگوں اور اس شہر کو ایسا توڑوں گا جس طرح کوئی کمہار کے برتن کو توڑ ڈالے جو پھر درست نہیں ہو سکتا۔ میرا رب کہتا ہے میں اس جگہ پر ایسی بلا نازل کروں گا کہ جو کوئی اس کی بابت سنے اس کے کان پھٹ جائیں۔ وہ دن جلد آنا ہے جب یہ جگہ وادی مقتل بن جائے گی۔ میں ایسا کروں گا کہ لوگ تلوار سے قتل ہوں گے اور میں ان کی لاشیں ہوا کے پرندوں کو اور زمین کے درندوں کو کھانے کو دوں گا۔ جو ادھر سے گزرے گا دنگ ہوگا۔ یروشلم کے گھر اور یہوداہ کے بادشاہوں کے گھر ناپاک ہو جائیں گے کیونکہ ان گھروں کی چھتوں پر غیر معبودوں کے لیے بخور جلائے گئے۔''

وادی ہنوم سے واپس آ کر آپؑ خداوند کے گھر پہنچے اور صحن میں کھڑے ہو کر خطاب کیا۔

''رب الافواج اسرائیل کا خدا یوں فرماتا ہے کہ دیکھو میں اس شہر پر اور اس کی سب بستیوں پر وہ تمام بلائیں جو میں نے اس پر بھیجنے کو کہا تھا، لاؤں گا۔ اس لیے کہ انہوں نے نہایت گردن کشی کی تاکہ میری باتوں کو نہ سنیں۔''

فشحور بن امیر اپنی کوٹھری میں بیٹھا ان باتوں کو سن رہا تھا۔ یہ باتیں کوئی نئی تھیں لیکن اس وقت اس کا پیمانہ صبر لبریز ہو گیا۔ وہ غصے میں بھرا ہوا کوٹھری سے نکلا اور حضرت یرمیاہ علیہ السلام پر برس پڑا۔

''یہ تم کیا بے ہودہ باتیں کر رہے ہو۔ یروشلم کی بربادی کی باتیں کر کے ہمیں کیوں ڈرانا چاہتے ہو۔ تم نے بابل کے لوگوں سے ساز باز کر رکھی ہے۔ تم ہمارے حوصلے پست کرنے پر تلے رہتے ہو۔''

''تو کتنا ہی غصے میں بھر جائے، میں تجھے سمجھاتا ہی رہوں گا۔ میری بس ایک التجا ہے کہ تم سب اجتماعی توبہ کر لو تاکہ امن و سلامتی سے رہو اور اللہ کا عذاب تم پر سے ٹل جائے۔''

Marfat.com

''ہم نے کون سا گناہ کیا ہے جو توبہ کریں۔''

''تو کیسا کاہن ہے کہ تجھے یہی معلوم نہیں کہ تم لوگ کن گناہوں میں مبتلا ہو۔''

''ہم خود ہی توبہ کر لیں گے۔ تم اس بے کاری کے مشغلے کو چھوڑ دو ورنہ بادشاہ کے عتاب کا نشانہ بنو گے۔''

''فشحور، اگر تو راہ راست پر ہوتا تو مجھے یہ سب کہنے کی ضرورت پیش نہ آتی۔''

''تو یہ کہتا ہے کہ میں گمراہ ہوں؟''

''بہت دن میں سمجھے کہ میں یہ کہتا ہوں۔''

''تیرے نزدیک بادشاہ بھی احمق ہے۔''

''احمق نہ ہوتا تو میری باتوں کو کان لگا کر سنتا۔''

''تجھے معلوم ہے بادشاہ کی شان میں گستاخی کا مطلب کیا ہوتا ہے؟''

''میں گستاخی نہیں کر رہا ہوں۔ میں تو بادشاہ سے حقِ دوستی ادا کر رہا ہوں۔ وہ میری باتیں سنے تو اس کی اولاد اور وہ خود قتل ہونے سے بچ جائے۔''

''تو نے وہ باتیں کہہ دی ہیں جو تیری سزا کے لیے ضروری ہیں۔ اب بادشاہ ہی تیرا فیصلہ کرے گا۔'' کاہن نے کہا اور انہیں اس کوٹھڑی کی طرف لے گیا جہاں ''کاٹھ'' رکھا گیا تھا۔

''کاٹھ'' یہ سزا دینے کا آلہ تھا جو نبوت کا جھوٹا دعویٰ کرنے والوں کے لیے تیار کیا گیا تھا۔ لکڑی کے ایک تختے میں پانچ سوراخ کر دیے جاتے تھے جن میں گردن، ہاتھ اور پاؤں کس دیے جاتے تھے۔

کاہن نے حضرت یرمیاہؑ کو اس کاٹھ میں ڈال دیا اور کوٹھری بند کر کے نکل آیا۔ دل میں سوچ رہا تھا کہ اس قصے کو اب پاک ہی کر دینا چاہیے۔ صبح ہوتے ہی اسے بادشاہ کے حضور پیش کر دوں گا اور اس کے قتل کے احکام جاری کرا دوں گا۔

حضرت یرمیاہؑ بے کس و مجبور اس کاٹھ میں پھنسے ہوئے تھے اور سوچ رہے تھے، انہوں نے ایسا کون سا گناہ کیا ہے جس کی یہ سزا مل رہی ہے۔ کیا خبر صبح میں قتل ہی کر دیا جاؤں؟ مجھے اپنی جان کی پروا نہیں لیکن میں نہ رہا تو میری قوم کی اصلاح کی آخری امید بھی جاتی رہے گی، آہ! یروشلم تباہ ہوگا۔ ہیکل کے ظروف لوٹ لیے جائیں گے۔ بیت المقدس کا صحن مٹی سے اٹ جائے گا۔ کیا میں یہ سب دیکھ سکوں گا؟ ان کی زبان سے بے اختیار یہ الفاظ جاری ہو گئے۔

اے خداوند! تو نے مجھے ترغیب دی
اور میں نے مان لیا
تو مجھ سے توانا تھا اور تو غالب آیا
میں دن بھر ہنسی کا باعث بنتا ہوں
ہر ایک میری ہنسی اڑاتا ہے
کیونکہ میں جب کلام کرتا ہوں زور سے
ہنسی کا باعث بنتا ہے
پس اے رب الافواج تو جو صادقوں کو آزماتا ہے
اور دل و دماغ کو دیکھتا ہے
ان سے بدلہ لے کے مجھے دکھا
اس لیے کہ میں نے اپنا دعویٰ تجھ پر ظاہر کر دیا

☆......☆......☆

Marfat.com

خداوند کے گھر میں صبح طلوع ہوئی تو کاہن نے حضرت یرمیاہؑ کو بادشاہ کے حضور میں پیش کرنے کا ارادہ کیا لیکن اچانک جذبہ رحم نے اس کے دل میں کروٹ لی۔ یرمیاہ علیہ السلام کی مناجات نے اثر دکھادیا تھا۔ بدترین دشمن کے دل میں رحم ڈالا تھا۔ اس نے بادشاہ کے حضور پیش کرنے کے بجائے حضرت یرمیاہ علیہ السلام کو آزاد کردیا۔

''میں تجھے ایک موقع اور دیتا ہوں۔ شاید تو اپنی اصلاح کرلے اور جھوٹی نبوت سے باز آجائے۔''

''جھوٹی نبوت تو وہ کررہے ہیں جو بادشاہ کو شاہ بابل کے پاس جانے سے روک رہے ہیں۔ میں تو وہ کہتا ہوں جو خدا مجھ سے کہتا ہے۔''

''تیرا خدا میرے لیے کیا کہتا ہے؟''

''خداوند یوں فرماتا ہے کہ دیکھ میں تجھ کو تیرے لیے اور تیرے سب دوستوں کے لیے دہشت کا باعث بناؤں گا اور وہ اپنے دشمنوں کی تلوار سے قتل ہوں گے۔ تو اور تیرا سارا گھرانا اسیری میں جائے گا اور تو بابل میں پہنچے گا اور وہاں مرے گا اور وہیں دفن ہوگا۔''

''تو یہ سب اپنے دل سے بنا کر کہہ رہا ہے ورنہ ہم اپنے دشمنوں سے لڑنا خوب جانتے ہیں۔''

اتنی سخت باتیں سننے کے بعد بھی فشحور کاہن کے دل پر ایسا رعب طاری ہوا کہ اس نے انہیں جانے دیا۔ حضرت یرمیاہ علیہ السلام قائل ہوگئے کہ ان کا خدا ان کی حفاظت کررہا ہے۔

حالات پھر اپنی ڈگر پر چلنے لگے تھے لیکن چلنے والے نہیں تھے۔ وقت شاید قریب آنے لگا تھا۔ حضرت یرمیاہ علیہ السلام نے ایک پیغام لکھا اور بادشاہ کو پہنچادیا۔

''اے شاہ یہوداہ جو داؤد کے تخت پر بیٹھا ہے خداوند کا کلام سن۔ تو اور تیرے ملازم اور تیرے لوگ جو ان دروازوں سے داخل ہوتے ہیں۔ خداوند یوں فرماتا ہے کہ عدالت اور صداقت کے کام کرو اور مظلوم کو ظالم سے چھڑاؤ اور کسی سے بدسلوکی نہ کرو اور مسافروں، یتیموں اور بیواؤں پر ظلم نہ کرو۔ اس جگہ بے گناہ کا خون نہ بہاؤ کیونکہ اگر تم ان باتوں پر عمل نہ کروگے تو خداوند فرماتا ہے مجھے اپنی ذات کی قسم، یہ گھر ویران ہوجائے گا۔

بہت سی قومیں اس طرف سے گزریں گی اور ان میں سے ایک دوسرے سے کہے گا کہ خداوند نے اس بڑے شہر سے ایسا کیوں کیا؟ تب وہ جواب دیں گے اس لیے کہ انہوں نے خداوند اپنے خدا کے عہد کو ترک کیا اور غیر معبودوں کی پرستش کی۔''

صدقیاہ پر مسلسل دباؤ تھا کہ بابل کے خلاف بغاوت میں مصر کا ساتھ دے۔ ادوم، موآب، عمون جتنے بھی علاقے تھے انہوں نے مصر کے ساتھ اتحاد کرلیا تھا۔ صدقیاہ کا بھی دل للچا رہا تھا کہ وہ بابل سے پیچھا چھڑالے جب کہ یرمیاہ علیہ السلام خدا کے اشارے سے شاہ بابل کے حق میں تھے اور کھلے عام کہہ رہے بنوکدنضر خدا کا خادم ہے۔ تمام قومیں اس کی اطاعت کریں اگر ایسا نہیں کیا گیا تو یروشلم کی تباہی لازمی ہے۔

جھوٹے نبی لوگوں کو بغاوت پر اکسا رہے تھے لہٰذا عام لوگ بھی یرمیاہ علیہ السلام کی مخالفت شدت سے کرنے لگے۔ یرمیاہ علیہ السلام اسی شدت سے اپنا پیغام عام کرنے لگے۔

ایک روز یرمیاہؑ نے لکڑی کا جوا اپنے گلے میں ڈالا جیسے وہ اس ملک میں قیدی ہوں اور سخت مصیبت میں ہوں اور ہیکل میں کھڑے ہوکر اعلان کرنے لگے۔

''خداوند فرماتا ہے میں نے تمام مملکتیں اپنے خدمت گزار شاہ بابل کے قبضے میں کردی ہیں اور میدان کے جانور بھی اسے دیے کہ اس کے کام آئیں اور سب قومیں اس کی اور اس کے بیٹے اور اس کے پوتے کی خدمت کریں گی اور خداوند فرماتا ہے جو قوم اور جو سلطنت شاہ بابل کی خدمت نہ کرے گی اور اپنی گردن شاہ بابل کے جوئے تلے نہ جھکائے گی، اس

Marfat.com

قوم کو میں تلوار، کال اور وبا سے سزادوں گا یہاں تک کہ میں اس کے ہاتھ سے ان کو نابود کروں گا۔ پس تم اپنے نبیوں، غیب دانوں، خواب دانوں اور جادوگروں کی مت سنو جو تم سے کہتے ہیں کہ تم شاہ بابل کی خدمت گزاری نہ کرو کیونکہ وہ تم سے جھوٹی نبوت کرتے ہیں تاکہ تم ہلاک ہو جاؤ۔''

خنیاہ نام کا ایک جھوٹا نبی جو پاس ہی کھڑا تھا، آگے بڑھا اور یرمیاہ علیہ السلام کی گردن سے جوا اتارا اور اسے توڑ ڈالا۔ اس نے اس طرح کلام شروع کیا جیسے اس پر وحی اتری ہو۔

''خداوند یوں فرماتا ہے کہ میں اسی طرح شاہ بابل کا جوا جو سب قوموں کی گردن پر ہے دو ہی برس کے اندر توڑ ڈالوں گا۔ ہیکل کا لوٹا ہوا مال اور اسیر شہری بھی دو سال کے اندر اندر واپس آ جائیں گے۔''

یہ پیش گوئی حضرت یرمیاہ علیہ السلام سے بالکل مختلف تھی۔ وہ تو یہ کہتے رہے تھے کہ ستر سال سے پہلے یہ اسیر واپس نہیں آئیں گے کیونکہ کلام الٰہی نے باخبر کیا تھا۔

''جب بابل میں ستر برس گزر چکیں گے تو میں تم کو یاد فرماؤں گا اور تم کو اس مکان میں واپس لانے سے اپنے نیک قول کو پورا کروں گا۔''

حضرت یرمیاہ علیہ السلام کی گردن کا جوا، ٹکڑے ہو کر زمین پر پڑا ہوا تھا اور خنیاہ کے الفاظ آپؑ کے کانوں میں گونج رہے تھے۔ آپؑ نے اس کی طرف دیکھا اور عالم جلال میں فرمایا۔

''خنیاہ، سن! خداوند نے تجھے نہیں بھیجا لیکن تو ان لوگوں کو جھوٹی امید دلاتا ہے۔ اس لیے خداوند یوں فرماتا ہے کہ دیکھ میں تجھے روئے زمین پر سے خارج کردوں گا۔ تو اسی سال مرے گا کیونکہ تو نے خدا کے خلاف فتنہ انگیز باتیں کہی ہیں اور جو لکڑی کا جوا تم نے توڑا ہے اس کے بدلے میں خدا نے تمام سرکشوں کے گلوں میں لوہے کا جوا ڈال دیا ہے تاکہ شاہ بابل کی خدمت کریں اور کوئی اس جوئے کو نہ توڑ سکے۔''

حضرت یرمیاہ علیہ السلام کی پیش گوئی پوری ہوئی اور اسی سال کے ساتویں مہینے میں خنیاہ نبی مر گیا۔

حضرت یرمیاہ علیہ السلام کو اپنے کہے پر اتنا یقین تھا کہ انہوں نے ان اسیروں کے نام خط لکھا جنہیں شاہ بابل گرفتار کر کے لے گیا تھا۔ انہیں یقین تھا کہ یہ اسیر خدائی احکام کے مطابق ستر سال سے پہلے واپس نہیں آ سکتے لہٰذا اس خط میں انہوں نے اسیروں کو کچھ مشورے دیے۔

''تم گھر بناؤ، ان میں بسو، باغ لگاؤ اور ان کا پھل کھاؤ۔ بیویاں کرو اور اپنے بیٹوں کے لیے بیویاں لو اور اپنی بیٹیاں شوہروں کو دو تاکہ ان سے بیٹے، بیٹیاں پیدا ہوں اور تم وہاں پھلو پھولو اور کم نہ ہو۔ اس شہر کی خیر مناؤ جس نے تمہیں اسیر کروا کے بھیجا ہے اور اس کے لیے خداوند سے دعا کرو کیونکہ خداوند یوں فرماتا ہے کہ جب بابل میں ستر برس گزر چکیں گے تو میں تمہیں اپنے وطن میں واپس لاؤں گا۔''

یہ خط غالباً پکڑا گیا اس لیے کہ اس وقت تک ایک جھوٹے نبی سمعیاہ نے کاہنوں کو اس کی اطلاع دی اور ان سے یہ سوال کیا۔

''تم نے یرمیاہ کی جو کہتا ہے کہ میں تمہارا نبی ہوں، گوشمالی کیوں نہیں کی؟ کیونکہ اس نے بابل میں یہ کہلا بھیجا کہ یہ مدت دراز ہے۔ تم گھر بناؤ اور بسو اور باغ لگاؤ اور ان کا پھل کھاؤ۔''

ان کے خلاف لکھے گئے اس خط کی بھنک حضرت یرمیاہ علیہ السلام کو بھی مل گئی۔ انہوں نے خدا کے حضور اپنی تشویش پیش کی تو خدا کی طرف سے یہ پیغام نازل ہوا۔

''میں سمعیاہ کو اور اس کی نسل کو سزا دوں گا۔ اس کا کوئی آدمی نہ ہوگا جو ان لوگوں کے درمیان بسے اور وہ اس نیکی کو جو میں اپنے لوگوں سے کروں گا، ہرگز نہ دیکھے گا۔''

Marfat.com

مزید فرمایا۔ ''جب میں ان اسیروں کو واپس لاؤں گا تو وہ یہوداہ کے ملک اور اس کے شہروں میں پھر یوں کہیں گے کہ اے صداقت کے مسکن! اے کوہِ مقدس خداوند تجھے برکت بخشے۔''

☆......☆......☆

خدا نے اپنا عہد پورا کیا۔ بابل کے فوجی شام میں جگہ جگہ چھاؤنیاں ڈالے بیٹھے تھے۔ مصر سے رسد آنا بند ہوگئی تھی۔ اس پر مستزاد یہ ہوا کہ بارش نے بھی اپنی آنکھیں بند کرلیں۔ ملک سخت خشک سالی کا شکار ہوگیا۔ بارش نہ ہونے سے زمین جگہ جگہ سے پھٹ گئی۔ جانور سراسیمہ، کسان پریشان ہوگئے۔

حضرت یرمیاہ علیہ السلام بجھے دل سے اس صورت حال کا مشاہدہ کررہے تھے اور کفِ افسوس مل رہے تھے کہ ان کی قوم نے ان کی بات نہیں سنی اور آج اسے یہ دن دیکھنا پڑا۔

حیرت تو انہیں اس وقت ہوئی جب انہوں نے شاہی ملازمین کو گھڑے سروں پر اٹھائے ہوئے پریشان حال جاتے دیکھا۔ یہ سب بڑے بڑے امرا کے نوکر چاکر تھے۔ یرمیاہ علیہ السلام ان کے قریب گئے اور ان سے ان کی پریشانی کی بابت دریافت کیا۔

''کیا پانی کی ایسی قلت ہوگئی کہ محلات والوں کو بھی پانی کی ضرورت پڑ گئی؟''

''محلات میں ابھی تو پانی ہے لیکن فکر یہ ہے کہ اگر خشک سالی جاری رہی تو کیا ہوگا؟ اس لیے جہاں سے بھی پانی ملتا ہے ہم اسے ذخیرہ کرلینا چاہتے ہیں۔''

''پھر کیا ہوا، کہیں سے پانی ملا؟''

''بسار کے سارے کنویں سارے چشمے خشک ہوگئے ہیں۔''

''افسوس ہے تمہارے امرا پر۔ اپنی فکر تو کررہے ہیں لیکن غریبوں کا خیال نہیں۔ رہا سہا پانی بھی خود ہی جمع کرلینا چاہتے ہیں۔''

''ہم کیا کرسکتے ہیں۔ ہم تو حکم کے غلام ہیں۔''

''تم یہ تو کرسکتے ہو کہ ان کا حکم ماننے سے انکار کردو۔ کیوں گناہ گاروں کے ساتھ مل کر گناہ گار بنتے ہو؟''

''آپ دعا کریں کہ ہمیں پانی مل جائے ورنہ ملکوں کے سامنے پریشانی ہوگی۔''

''مجھے اپنے مالک کے سامنے کیوں شرمندہ کرتے ہو۔ میں کس منہ سے ایسی قوم کے لیے دعا کروں جو اپنے حقیقی مالک سے ترکِ تعلق کرچکی۔''

آپ دیکھ رہے تھے کہ شہر کے پھاٹکوں پر اداسی پہرا دے رہی ہے۔ انسان تو انسان جانور بھی بھوک اور پیاس سے بلبلا رہے ہیں۔ انہوں نے ایک ہرنی کو دیکھا جس نے ابھی ابھی بچہ دیا تھا۔ اس کی محبت کو پیاس کی شدت نے کچل دیا۔ اس نے بچے کو وہیں چھوڑ اور پانی کی تلاش میں ایک طرف کو بھاگ کھڑی ہوئی۔

ایک اونچے ٹیلے پر ایک گورخر کو کھڑے دیکھا۔ وہ دونوں پیروں پر کھڑے ہوکر ادھر ادھر نظر دوڑا رہا تھا۔ کچھ تلاش کررہا تھا شاید گھاس یا پھر شاید پانی۔

ایک روز چند کسان آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ یہ وہ تھے جو حضرت یرمیاہ علیہ السلام پر ایمان لے آئے تھے اور اس آرزو میں آپ کے پاس آئے تھے کہ آپ ان کے کہنے سے یروشلم کے لیے دعا کریں گے۔

''حضرت، ہمارے چولہے ٹھنڈے پڑے ہیں۔ ہماری زمینیں بنجر ہوگئی ہیں۔''

''تم یروشلم سے باہر کسی ایسی زمین کی طرف چلے جاؤ جہاں تمہیں کچھ کھانے کو مل سکے۔''

''حضرت، وہ کچھ لوگ جا بھی رہے ہیں لیکن ہماری تو زمینیں ہی یہاں ہیں۔ ہم زمینیں اٹھا کر کہاں لے جائیں۔

Marfat.com

ہم تو آپؑ سے یہ کہنے آئے تھے کہ یروشلم کے لیے دعا فرمائیں۔"

"میرے عزیزو، یروشلم میں تو ایک تم ہی نہیں رہتے۔ وہ بھی رہتے ہیں جنہوں نے اللہ کے غضب کو دعوت دی ہے میں ان کے لیے کیسے دعا کر سکتا ہوں؟ اگر کروں بھی تو خدا میری بات کیوں سنے گا۔"

آپؑ نے دعا کے لیے منع ضرور فرما دیا تھا لیکن کسانوں کی حالتِ زار دیکھ کر آپؑ کا بھی دل دکھا تھا۔ یہ خیال بھی آ رہا تھا کہ اگر اللہ کے یہ نیک بندے بھی خدا سے متنفر ہو گئے تو کیا ہوگا؟

انہی دنوں ایک واقعہ پیش آیا۔ آپؑ نے ایک گلی سے گزرتے ہوئے ایک درد بھری آواز سنی۔ کوئی تھا جو اس وقت کسی دیوتا کو نہیں خداوند اسرائیل کو پکار رہا تھا۔

کیا تو نے یہوداہ کو بالکل رد کر دیا
کیا تیری جان کو صیون سے نفرت ہے
تو نے ہم کو کیوں مارا
اور ہمارے لیے شفا نہیں
سلامتی کا انتظار تھا پر کچھ فائدہ نہیں ہوا
اے خدا! ہم اپنی شرارت اور اپنے باپ دادا
کی بدکرداری کا اقرار کرتے ہیں
کیونکہ ہم نے تیرا گناہ کیا ہے
اپنے نام کی خاطر روانہ کر
اور اپنے جلال کے تخت کی تحقیر نہ کر
یاد فرما اور ہم سے رشتہ عہد نہ توڑ
قوموں کے بتوں میں کوئی ہے جو مینہ برسا سکے
یا افلاک بارش پر قادر ہیں
اے خداوند! ہمارے خدا! کیا وہ تو ہی نہیں ہے
پس ہم تجھ پر ہی امید رکھیں گے

☆......☆......☆

اس آواز میں کچھ ایسا درد تھا کہ حضرت یرمیاہ علیہ السلام چلتے چلتے رک گئے اور اس آواز کو غور سے سننے لگے پھر خود ان کے ہاتھ دعا کے لیے اٹھ گئے اور وہ اپنے ہم قوموں کے لیے دعا کر رہے تھے۔

اگرچہ ہماری بدکرداری ہم پر گواہی دیتی ہے
تو بھی اے خداوند! اپنے نام کی خاطر کچھ کر
کیونکہ ہماری برگشتگی بہت ہے
ہم تیرے خطا کار ہیں
اے اسرائیل کی امید
مصیبت کے وقت اس سے بچانے والے
تو کیوں ملک میں پردیسی کے مانند بنا
اور اس مسافر کی طرح جو رات کاٹنے کے لیے ڈیرا ڈالے

Marfat.com

اور ہم تیرے نام سے کہلاتے ہیں
تو ہم کو ترک نہ کر

☆......☆......☆

ابھی دعا کے الفاظ پورے بھی نہیں ہوئے تھے کہ خدا کی منادی آ گئی۔ ''ان لوگوں کے لیے دعائے خیر نہ کر کیونکہ جب یہ روزہ رکھیں تو میں ان کا نالہ نہ سنوں گا اور جب سوختنی قربانی اور ہدیہ گزرائیں تو قبول نہ کروں گا بلکہ میں تلوار کال اور وبا سے ان کو ہلاک کروں گا۔''

''اے رب الافواج! یہ بھی کیا کریں۔ انبیا ان سے کہتے ہیں تم تلوار نہ دیکھو گے اور تم میں کال نہ پڑے گا۔''

''انبیا میرا نام لے کر جھوٹی نبوت کرتے ہیں۔ میں نے ان کو بھیجا اور نہ حکم دیا اور نہ ان سے کلام کیا۔ پس جو یہ کہتے ہیں وہ تلوار اور کال ہی سے ہلاک ہوں گے اور یروشلم کے گلی کوچوں میں پھینک دیے جائیں گے۔''

اس کے بعد حضرت یرمیاہ علیہ السلام سوچنے میں حق بجانب تھے اب وقت قریب آ گیا ہے یروشلم کو بچانے والا اب کوئی نہیں۔

اب اے یروشلم تجھ پر کون رحم کرے گا
کون تیرا ہمدرد ہو گا
یا کون تیری طرف آئے گا کہ تیری خیر و عافیت
پوچھے گا
خداوند فرماتا ہے تو نے مجھے ترک کیا اور برگشتہ ہوگئی
اس لیے میں تجھ پر اپنا ہاتھ بڑھاؤں گا اور تجھے
برباد کر دوں گا
میں تو ترس کھاتے کھاتے تنگ آ گیا۔

☆......☆......☆

حضرت یرمیاہ علیہ السلام مایوسی کے عالم میں جنگل میں بیٹھے تھے کہ ایک فرشتہ آپؑ کے پاس حاضر ہوا۔ یہ فرشتہ بنی اسرائیل کے کسی آدمی کی صورت کا تھا اس لیے آپ کو ذرا بھی وحشت نہیں ہوئی۔ آپؑ نے اسے اپنے قریب بیٹھنے کی جگہ دی۔

''تم کون ہو اور میرے پاس کیوں آئے ہو؟''

''میں بنی اسرائیل میں سے ہوں۔ آپؑ سے ایک فتویٰ معلوم کرنے آیا ہوں۔''

''پوچھ کیا پوچھنا ہے۔''

''میں آپؑ سے صلہ رحمی کے بارے میں سوال کرنا چاہتا ہوں۔ میں اپنے رشتے داروں سے صلہ رحمی کرتا ہوں۔ ان کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آتا ہوں لیکن ان کے باوجود وہ میرے ساتھ برا سلوک کرتے ہیں اور مجھ سے ناراض رہتے ہیں۔ اے اللہ کے نبی مجھے بتایئے میں کیا کروں؟''

''ان سے عمدہ سلوک کرتے رہو اور جس رشتے کو اللہ تعالیٰ نے جوڑنے کا حکم دیا ہے، اسے جوڑتے رہو اور خیر کی خوشخبری سنو۔''

فرشتے نے آپؑ کا شکریہ ادا کیا اور جس راستے سے آیا تھا اسی راستے سے چلا گیا۔

چند روز بعد پھر اسی شکل میں آیا جس شکل میں پہلے آیا تھا اور آ کر آپؑ کے سامنے بیٹھ گیا۔

Marfat.com

''تم پھر آ گئے؟'' حضرت یرمیاہ علیہ السلام نے پوچھا۔ ''کیا ان کے اخلاق ابھی تک درست نہیں ہوئے اور ان کی طرف سے محبت ظاہر نہیں ہوئی۔''

''اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا۔ وہ بھلائی جو ایک شخص اپنے رشتے داروں کے ساتھ کر سکتا ہے وہ میں نے کی لیکن ان کا رویہ نہیں بدلا۔''

''واپس جاؤ۔'' حضرت یرمیاہ علیہ السلام نے فرمایا۔ ''حسن سلوک کو برقرار رکھو اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرو کہ وہ ان کی اصلاح فرمائے اور انہیں اپنی رضا والے اعمال کرنے اور گناہوں سے بچنے کی توفیق نصیب فرمائے۔''

فرشتہ پھر چلا گیا اور چند روز تک نہ آیا۔

ادھر تو یہ ہو رہا تھا، دوسری طرف اللہ تعالیٰ نے شاہ بابل کے دل میں یہ بات ڈالی کہ وہ بیت المقدس کی طرف جائے اور ان کے ساتھ وہی کام کرے جو اس کے دادا سخاریب نے کیا تھا۔ یروشلم کو اجاڑ دے اور وہاں کے باشندوں کو غلام بنا کر لے آئے۔ اس کے دل میں یہ خیال یونہی نہیں آ گیا تھا بلکہ اس میں صدقیاہ بادشاہ یروشلم کی عاقبت نا اندیشی اور بے دینی کا ہاتھ تھا۔ حضرت یرمیاہ علیہ السلام بار بار تلقین کر رہے تھے کہ شاہ بابل کے باج گزار بن کر رہو اور اسی میں تمہاری عافیت ہے ورنہ اس کی فوجیں تمہیں روند ڈالیں گی جب کہ صدقیاہ مصریوں سے دوستی بڑھا رہا تھا اور اس گھمنڈ میں تھا کہ شاہ بابل کے مقابلے میں مصری اس کی مدد کریں گے۔ حضرت یرمیاہ علیہ السلام اسے سمجھاتے رہے لیکن جھوٹے نبی اور بے وقوف امرا اسے بھڑکاتے رہے تھے۔ اس نے شاہ بابل کو خراج دینا بند کر دیا۔ شاہ بابل نے چھ لاکھ کا لشکر لیا اور بابل سے نکلا۔

فرشتہ پھر حضرت یرمیاہ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس وقت آپ بیت المقدس کی دیوار پر بیٹھے تھے۔ آپ نے اس فرشتے کی طرف دیکھا جو انسانی شکل میں تھا اور اس سے پہلے بھی آپ کے پاس آ چکا تھا۔

''تم پھر آ گئے۔'' حضرت یرمیاہ علیہ السلام نے پوچھا۔ ''کیا تیرے رشتے داروں کے رویئے میں اب بھی کوئی تبدیلی نہیں آئی۔''

''اے اللہ کے نبی!'' فرشتے نے کہا۔ ''اس سے پہلے مجھے ان کی طرف سے جتنی تکلیفیں بھی پہنچیں، میں نے ان پر صبر کیا لیکن اس کے باوجود وہ مجھ سے نالاں رہے اور وہ آج ایسے کام کر رہے ہیں جن سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتے ہیں۔''

''تو نے ان کو کیا عمل کرتے ہوئے دیکھا جس پر اللہ تعالیٰ ناراض ہوتے ہیں۔''

''اے کاش! وہ اس جیسے برے اعمال نہ کرتے۔ اس سے پہلے تو میں صبر کرتا رہا لیکن آج مجھے بہت غصہ آیا۔ میں آپ کی خدمت میں ان کے حالات بیان کرنے کے لیے حاضر ہوا ہوں اور میں اس اللہ کے واسطہ دے کر بیان کرتا ہوں جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا۔ آپ ان کے خلاف بددعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ان کو ہلاک کر دے۔''

اس وقت حضرت یرمیاہ علیہ السلام نے یہ دعا کی۔

''اے اللہ! آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کرنے والے اگر وہ لوگ حق اور راہ راست پر ہیں تو انہیں باقی رکھ دے اور اگر وہ ایسے عمل کر رہے ہیں جن سے تو ناراض ہوتا ہے تو انہیں ہلاک کر دے۔''

آپ کی زبان سے جیسے ہی یہ الفاظ ادا ہوئے آسمان سے کڑک دار بجلی آئی جس سے قربانی کی جگہ پر آگ بجھ گئی۔ اس کے ساتوں دروازے زمین میں دھنس گئے۔ حضرت یرمیاہ علیہ السلام نے یہ منظر دیکھا تو سمجھ گئے کہ عذاب آ چکا۔ بے اختیار آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے، اپنے کپڑے پھاڑ ڈالے اور سر پر مٹی ڈالی۔

''اے آسمانوں کے بنانے والے۔ اب وہ عدہ کہاں گیا جو آپ نے مجھ سے کیا تھا۔ آپ نے تو کہا تھا کہ بیت المقدس اور اسرائیل کو میں اس وقت تک تباہ نہیں کروں گا جب تک میں عذاب کے لیے بددعا نہیں کروں گا۔ اب اس وعدے کی حقیقت کیا رہی؟'' آواز آئی کہ یرمیاہ علیہ السلام تم بددعا تو کر چکے۔ ابھی تم نے فتویٰ دیا اور بددعا کی کہ اگر د

Marfat.com

ایسے عمل کر رہے ہیں جن سے تو ناراض ہوتا ہے تو انہیں ہلاک کر دے۔

اب آپؑ سمجھے کہ آنے والا شخص انسان نہیں فرشتہ تھا اور میں نے نادانستگی میں بددعا کر دی۔ اب آنے والے عذاب کو کوئی نہیں روک سکتا۔ شمال کی طرف سے جس لشکر کی آمد کی بشارت دی جا رہی تھی وہ آن پہنچا۔

بنوکدنضر کا ٹڈی دل لشکر یروشلم کے سامنے آ کر کھڑا ہو گیا۔ خیموں کا ایک شہر تھا جو آباد ہو گیا تھا۔ دن میں ہتھیاروں کی چمک اور رات میں مشعل کی روشنیاں نظر آنے لگی تھیں۔ بابل کا لشکر شہر کا محاصرہ کیے ہوئے تھا۔ شہر کے دروازے بند تھے۔ نہ کوئی باہر سے اندر آ سکتا تھا نہ اندر سے باہر جا سکتا تھا۔

صدقیاہ کے فوجی اپنا زنگ آلود اسلحہ لے کر شہر سے باہر نکلنے اور جنگ کرنے کی ہمت نہیں کر رہے تھے۔ انہیں مصر کی امداد کا انتظار تھا لیکن اس میں طوالت ہوتی جا رہی تھی۔ کاہن اور جھوٹے انبیا اب بھی بادشاہ کو اطمینان دلا رہے تھے کہ شاہ بابل محاصرہ اٹھا کر چل دے گا اور ہمیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔ فرعون مصر بس پہنچتے ہی والا ہو گا۔

صدقیاہ کمزور طبیعت کا بادشاہ تھا اور تمام امرا اس پر حاوی تھے۔ وہ ان کے مشوروں پر عمل کر رہا تھا لیکن کبھی کبھی اس کا دھیان یرمیاہ علیہ السلام کی طرف بھی چلا جاتا تھا۔ ان کی دھمکیاں اور اعلانات یاد آتے تھے تو وہ پریشان ہو جاتا تھا۔ اگر ان کی باتیں درست ثابت ہوئیں تو یروشلم کی تباہی اور اس کی گرفتاری لازمی ہے۔ اس نے سوچا، ایک مرتبہ یرمیاہ علیہ السلام کو بلا کر مشورہ کر لینا چاہیے لیکن وہ اپنے امرا سے ڈر رہا تھا۔ وہ ہرگز نہیں چاہیں گے کہ یرمیاہ علیہ السلام سے ملاقات ہو۔ اس کے لیے اس نے ایک بااعتماد آدمی کا انتخاب کیا جو خاموشی سے یرمیاہ علیہ السلام کو بادشاہ کے گھر لے آئے۔

یہ آدمی حضرت یرمیاہ علیہ السلام کو تلاش کرنے کے لیے نکلا۔ حضرت یرمیاہ علیہ السلام کا کوئی ٹھکانا تو تھا نہیں۔ جہاں جہاں وہ دیکھ سکتا تھا اس نے دیکھا۔ پھر کسی نے بتایا کہ اس نے انہیں جنگل کی طرف جاتے ہوئے دیکھا ہے۔ وہ شخص جنگل میں پہنچا تو اس نے حضرت یرمیاہ علیہ السلام کو سجدے میں سر رکھے ہوئے دیکھا۔ وہ ایک طرف ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو گیا۔ جنگل کی تنہائی میں حضرت یرمیاہ علیہ السلام کی زبان سے ادا ہونے والے الفاظ صاف سنائی دے رہے تھے۔

''یروشلم کیسا اچھا شہر تھا لیکن اب یہ جانی دشمنوں کے حوالے ہو جائے گا۔ گناہ گاروں کا قبضہ ہے۔ ان کی اصلاح ضروری ہے لیکن یہ اپنی اصلاح پر تیار ہی نہیں۔ خداوند تیرا وعدہ ہے تو کہ تو اسے پھر آباد کرے گا مگر اس وقت تک تو سب کچھ ختم ہو جائے گا۔ بیت المقدس کے ظروف لوٹ لیے جائیں گے۔ جو لوگ یہاں بچ جائیں گے وہ بھی اسیر ہوں گے۔ کاش! کوئی بادشاہ کو جا کر سمجھا سکتا۔''

آپؑ نے سجدے سے اٹھایا تو ایک شخص کو قریب کھڑے ہوئے دیکھا۔ آپؑ پہلے تو یہ سمجھے کہ کوئی فرشتہ ہے جو پھر حاضر ہوا ہے لیکن جب اس شخص نے اپنا تعارف کرایا تو آپؑ نے اسے ڈانٹ دیا۔

''کمان نے اپنا تیر چھوڑ دیا ہے، اب بادشاہ سے ملنے کا کیا فائدہ۔ اپنے بادشاہ سے کہہ دے کہ اپنے کاہنوں اور جھوٹے انبیا سے سروکار رکھے۔ مجھے کیوں تنگ کرتا ہے؟''

''آپؑ ابھی تو فرما رہے تھے کہ کاش کوئی بادشاہ کو سمجھا سکتا۔ یہ کام آپ ہی کیجیے۔ بادشاہ کو سمجھائیے۔''

''اسے سمجھانے والے بہت سے ہیں۔ مجھے کیوں لے جاتے ہو؟''

''میں آپ کو ایک راز کی بات بتاؤں۔ بادشاہ اپنے کاہنوں اور جھوٹے نبیوں پر اعتبار کرنے کو تیار نہیں۔ اسی لیے اس نے آپؑ کو بلایا ہے۔ آپ جو کہیں گے وہ اسی پر عمل کرے گا۔''

''کیوں مجھے جھوٹی تسلیاں دے رہے ہو۔ مجھے معلوم ہے وہ میری ہدایت پر عمل نہیں کرے گا۔ اس کے نصیب میں جو لکھ دیا گیا ہے وہ پورا ہو کر رہے گا۔ پھر بھی میں تمہارے ساتھ چلتا ہوں۔''

وہ صدقیاہ کے سامنے پیش ہوئے تو بادشاہ ان کی بے خوفی دیکھ کر دنگ رہ گیا۔ وہ تو اس کا عادی تھا کہ جب بھی کوئی

Marfat.com

کاہن اس کے پاس حاضر ہوتا تھا، خوشامد کے سوا اسے کوئی کام نہ ہوتا تھا۔ یرمیاہ علیہ السلام اس کے سامنے یوں کھڑے تھے جیسے وہ بادشاہ ہوں۔

''یرمیاہ، پہلے تو یہ بتاؤ کہ تمہارے خدا نے تم سے کیا کہا ہے؟''

''جو کہا ہے وہ میں تمہارے کاہنوں کو بتاتا رہا ہوں۔ انہوں نے تمہیں بتایا بھی ہوگا۔''

''مجھے ان پر اعتبار نہیں۔ تم نے کیا کہا ہو، انہوں نے مجھ تک کیا پہنچایا ہو۔ میں تمہاری زبانی سننا چاہتا ہوں۔''

''خداوند فرماتا ہے کہ میں اس شہر کو شاہ بابل کے حوالے کردوں گا اور وہ اسے آگ میں جلائے گا اور تو اس کے ہاتھ سے نہ بچے گا بلکہ ضرور پکڑا جائے گا اور اس کے حوالے کیا جائے گا اور تیری آنکھیں شاہ بابل کی آنکھوں کو دیکھیں گے۔ وہ روبرو تجھ سے باتیں کرے گا اور تو بابل کو جائے گا۔''

''کیا تمہاری یہ باتیں مجھے اشتعال دینے کے لیے بہت نہیں ہیں۔ تم کیسے نبی ہو کہ خوش خبری سنانے کے بجائے قوم کو مایوس کرتے ہو؟''

''جو کچھ مجھ سے کہا جاتا ہے میں وہ کہتا ہوں۔ یہویقیم کے دور میں اور پھر یہوآخز کے ساتھ جو ہوا۔ وہ تم دیکھ چکے۔ اب اس سے بھی زیادہ برباد ہونے والا ہے۔ خداوند نے جو کچھ کہا تھا وہ ہوا، جو اب کہتا ہے وہ ہو کر رہے گا۔''

''اس موقعے پر آپ مجھے کیا مشورہ دیں گے؟''

''میرا مشورہ تو یہی ہے کہ آپ ہتھیار ڈال دیں۔ یہوداہ کو اطاعت قبول کرنی پڑے گی۔ خدا اس کے خلاف جنگ کررہا ہے۔ وہ دشمن کو شہر کے اندر لائے گا اور وہ اسے آگ سے جلائے گا۔ ہتھیار ڈال کر ہی آپ اپنی جان بچاسکتے ہیں۔''

''مزید کوئی مشورہ۔''

''پورا شہر اجتماعی توبہ کرے تو شاید یہ عذاب ٹل جائے۔''

''میں آپ سے وعدہ کرتا ہوں۔ میں کل ہی شاہ بابل کو پیغام بھیجتا ہوں کہ میں خراج دینے کو تیار ہوں۔''

''اگر آپ میری بات ماننے میں مخلص ہیں تو ایک کام اور کیجیے۔ یہی آپ کی اجتماعی توبہ ہوگی۔ خدا خود دیکھ لے گا کہ آپ خدا کی راہ میں مخلص ہیں۔''

''آپ فرمائیں تو سہی۔''

''خداوند اسرائیل کا خدا یوں فرماتا ہے کہ میں نے تمہارے باپ دادا سے جس دن میں ان کو ملک مصر سے اور غلامی کے گھر سے نکال لایا یہ عہد باندھا تھا کہ تم میں سے ہر ایک اپنے عبرانی بھائی کو جو اس کے ہاتھ بیچا گیا ہو وہ سات برس کے آخر میں یعنی جب وہ چھ برس تک خدمت کر چکے تو آزاد کردے لیکن تمہارے باپ دادا نے میری نہ سنی اور کان نہ لگایا۔''

حضرت یرمیاہ علیہ السلام نے خدائی پیغام سنانے کے بعد صدقیاہ کو مشورہ دیا۔ ''اب آپ اپنے تمام امرا سے عہد لیں کہ وہ اپنے غلام کو اور اپنی لونڈی کو جو عبرانی مرد یا عورت ہو اسے آزاد کردے گا اور پھر اس سے غلامی نہ کرائے گا۔''

''میں آج ہی اپنے امرا کو حکم دوں گا۔'' بادشاہ نے عہد کیا اور یرمیاہ علیہ السلام ان کے سامنے سے اٹھ آئے۔

یرمیاہ علیہ السلام کے چلے جانے کے بعد بادشاہ نے اپنے تمام امرا اور کاہنوں کو طلب کیا اور ان کے سامنے وہ تمام باتیں رکھیں جو یرمیاہؑ سے ہوئی تھیں۔

''یرمیاہ علیہ السلام کا مشورہ ہے کہ ہم ہتھیار نہ اٹھائیں اور شاہ بابل سے صلح کرلیں۔ آپ لوگوں کا اس بارے میں کیا خیال ہے؟''

''اس نے یہ کوئی نئی بات تو نہیں کی۔ وہ عرصہ دراز سے یہی باتیں سنا رہا ہے۔ وہ تو یہ بھی کہتے ہیں کہ اسیران بابل

Marfat.com

ستر سال تک وطن کو نہیں لوٹیں گے تو کیا ہم ہر بات کو مان لیں؟''
''اس وقت تو سوال یہ ہے کہ ان سے کس طرح نمٹا جائے جو محاصرہ کیے ہوئے ہیں؟''
''ہمیں چاہیے کہ ہم باہر نکل کر ان کا مقابلہ کریں۔ یہ بھی معلوم ہو جائے گا کہ یرمیاہؑ کتنا سچا ہے؟''
''ہم فرعون مصر کی امداد کا انتظار کر رہے ہیں۔''
''کچھ دن اور انتظار کر لیتے ہیں لیکن ہتھیار ڈالنا ہماری شان کے خلاف ہے۔''

امرا اور کاہنوں نے حضرت یرمیاہ علیہ السلام کی سخت مخالفت کی البتہ وہ اس پر تیار ہو گئے کہ غلاموں کو آزاد کر دیا جائے کیونکہ اس طرح انہیں غلاموں کو خوراک نہیں دینی پڑتی تھی۔

تمام امرا نے اس عہد کی پاسداری کی اور غلاموں کو آزاد کر دیا۔ یرمیاہ علیہ السلام انتظار کر رہے تھے کہ اب صدقیاہ شاہ بابل کے پاس اپنے قاصد روانہ کرے گا لیکن اس کی نوبت نہیں آئی۔

مصریوں نے حق دوستی ادا کیا۔ فرعون مصر نے جب سنا کہ بنوکدنضر کی فوجوں نے یروشلم کا محاصرہ کر لیا ہے تو اس نے اپنے لشکر کو حرکت دی۔ کسدیوں نے جو یروشلم کا محاصرہ کیے ہوئے تھے، محاصرہ اٹھا لیا اور مصریوں کی طرف متوجہ ہوئے۔ ایک روز جو صدقیاہ کی فوجوں نے شہر کی دیوار سے دیکھا کہ خیمے اکھڑ رہے ہیں اور دشمن محاصرہ اٹھا کر روانہ ہو رہا ہے تو انہوں نے خوشی سے چیخنا چلانا شروع کر دیا۔ یروشلم میں جشن برپا ہو گیا۔

جھوٹے نبی اور کاہن یہ کہہ کر بادشاہ کو تسلیاں دیتے رہے تھے کہ محاصرہ اٹھا لیا جائے گا اور سیاسی حالات ایسے ہو گئے کہ محاصرہ واقعی اٹھا لیا گیا۔ ان کاذبوں کے بیان پر مہر تصدیق ثابت ہو گئی۔ وہ بادشاہ کو طعنے دینے لگے کہ اگر وہ ہتھیار ڈال دیتا تو اس کی کتنی ذلت ہوگی۔ یہ بھی کہا جانے لگا کہ خدا ہمارے ساتھ ہے، حضرت یرمیاہ علیہ السلام کے ساتھ نہیں۔ ستارہ اقبال ہمارا بلند ہے۔ ہم نے شاہ بابل کا خراج بند کر کے دانش مندی دکھائی ہے۔ بادشاہ بھی قائل ہو گیا کہ یرمیاہ علیہ السلام یونہی قوم کو بزدلی کا سبق پڑھا رہے تھے۔ یہ خود چاہتے ہیں، یروشلم کسی کے قبضے میں چلا جائے۔

حضرت یرمیاہ علیہ السلام اب بھی کہتے پھر رہے تھے کہ محاصرہ عارضی طور پر اٹھایا گیا ہے۔ بابل کی فوجیں پھر لوٹ کر آئیں گی اور یروشلم کی اینٹ سے اینٹ بجا دیں گی لیکن اب ان کی بات سننے والا کوئی نہیں تھا۔

صدقیاہ نے ایک مرتبہ پھر خدا کی نافرمانی کی۔ غلام اور لونڈیوں کو آزاد کرنے کا حکم واپس لے لیا۔ تمام امرا نے خطرہ ٹلتے ہی ان غلامون اور لونڈیوں کو جن کو وہ آزاد کر چکے تھے دوبارہ اپنی اطاعت میں لے آئے۔

خدا ان کی اس حرکت پر انتا برہم ہوا کہ خدا کی طرف سے یہ کلام نازل ہوا۔

''تم نے برگشتہ ہو کر میرے نام کو ناپاک کیا اور ہر ایک نے اپنے غلام کو اور اپنی لونڈی کو جن کو تم نے آزاد کر کے ان کی مرضی پر چھوڑ دیا تھا پھر پکڑ کر تابع کیا کہ تمہارے لیے غلام اور لونڈیاں ہوں۔ تم نے میری نہ سنی کہ ہر ایک اپنے بھائی ہمسائے کو آزادی کا مژدہ سنائے۔ دیکھو خداوند فرماتا ہے کہ میں تم کو تلوار، وبا اور کال کے لیے آزادی کا مژدہ دیتا ہوں اور میں ایسا کروں گا کہ تم روئے زمین کی سب مملکتوں میں دھکے کھاتے پھرو گے۔ یہوداہ کے اور یروشلم کے امرا اور خواجہ سرا اور کاہن اور ملک کے سب لوگوں کو میں ان کے مخالفوں اور جانی دشمنوں کے حوالے کروں گا اور ان کی لاشیں ہوائی پرندوں اور زمین کے درندوں کی خوراک ہوں گی۔''

خدا کے غضب نے حضرت یرمیاہ علیہ السلام کو سراسیمہ کر دیا تھا۔ اب وہ یروشلم کی طرف سے بالکل ہی مایوس ہو گئے تھے۔ محاصرہ ختم ہو گیا تھا۔ اب اندر کے لوگ باہر جا سکتے تھے۔ حضرت یرمیاہ علیہ السلام بھی یروشلم سے اپنے شہر عنتوت جانے کے لیے نکلے۔

جب سے محاصرہ اٹھا تھا، کاہنوں نے حضرت یرمیاہ علیہ السلام کے خلاف منصوبے باندھنے شروع کر دیے تھے۔ وہ

Marfat.com

سب یہ کہتے پھر رہے تھے کہ ہم سچے ہیں اسی لیے محاصرہ ختم ہو گیا۔ حضرت یرمیاہ علیہ السلام تو کہتے تھے یروشلم ذلیل ہوگا۔ ان کی بات غلط ہوگئی۔

ان لوگوں نے حضرت یرمیاہ علیہ السلام کے خلاف رائے عامہ ہموار کر لی تھی۔ اب انہیں یہ خطرہ نہیں تھا کہ یرمیاہ علیہ السلام کے حق میں کوئی آواز بلند ہوگی ویسے بھی ان کو تسلیم کرنے والوں میں غریب اور مساکین تھے جن کی کوئی آواز نہیں تھی۔

امرا بھی ان کے خلاف تھے اور محاصرہ اٹھ جانے کے بعد بادشاہ کے دل میں ان کی طرف سے بال آ گیا تھا۔ اب وقت آ گیا تھا کہ سازش پر عمل کیا جائے۔

فشحور بن امیر کاہن جو حضرت یرمیاہ علیہ السلام کا سب سے بڑا مخالف تھا اس موقعے سے فائدہ اٹھانے میں پیچھے نہیں رہا۔ اس نے اپنے چیلوں کو یرمیاہ علیہ السلام کے تعاقب میں روانہ کر دیا کہ انہیں جس طرح ممکن ہو اس کے پاس لے آئیں۔ ان میں یروشلم کے چھٹے ہوئے بدمعاش تھے جن سے کسی خیر کی توقع نہیں کی جا سکتی تھی۔

حضرت یرمیاہ علیہ السلام ابھی یروشلم سے نکلے ہی تھے کہ ان بدمعاشوں نے انہیں گھیر لیا۔ چاروں طرف حلقہ باندھ کر کھڑے ہو گئے اور نہایت تحقیر آمیز انداز میں قہقہے مارنے لگے۔

''ہم نے سنا ہے آپ سچے نبی ہیں۔''

''مجھے کسی گواہی کی ضرورت نہیں۔''

''چلو مان لیا کہ آپ ہی سچے نبی ہیں۔ پھر یہ کیا ہوا۔ محاصرہ تو ختم ہو گیا۔ آپ تو کہتے تھے یروشلم ختم ہو جائے گا۔''

''اس وقتی مہلت پر خوش نہ ہو جاؤ۔ تیز آندھی آنے والی ہے۔ شیر اپنی کچھار سے پھر نکلے گا۔ محاصرہ پھر ہوگا۔ ہیکل کو آگ لگے گی۔ لاشوں کو پرندے کھائیں گے۔ شاہی محلات زمین بوس ہو جائیں گے۔''

''بس آپ کی یہ لفاظی زیادہ دیر نہیں چل سکتی۔ دنیا کا ہر آدمی اپنے وطن کے حق میں بولتا ہے، آپ غیروں کے حق میں بول رہے ہیں آپ بابل کے ہاتھوں بک چکے ہیں۔''

''مجھے کسی سے کوئی غرض نہیں۔ مجھ پر وحی آتی ہے۔ میں خدا کے کلام کو دوسروں تک پہنچاتا ہوں۔''

''ذرا یہی پیغام ہمارے سردار کاہن تک بھی پہنچایئے۔ ہم آپ کو لینے آئے ہیں۔''

''کیا تم نے کبھی سوچا وہ کیسا کاہن ہے جسے کچھ بھی نہیں معلوم۔ کیا میں بتاؤں گا تو اسے معلوم ہوگا؟''

''اسے نہیں معلوم۔ آپ چل کر بتایئے۔''

''اب میرے بتانے کا کوئی فائدہ نہیں۔ وقت بہت نزدیک ہے۔ خود دیکھ لو گے کون سچا تھا کون جھوٹا؟''

''ہمارے پاس اتنا وقت نہیں کہ انتظار کریں اور آپ کو یروشلم سے بھاگ جانے دیں۔ آپ کو ہمارے ساتھ چلنا ہوگا۔''

''میں تم لوگوں سے کہہ چکا کہ اب میرے کہیں جانے کا کوئی فائدہ نہیں۔''

''جانا تو پڑے گا۔''

ان اوباشوں نے آپؑ کو زدوکوب کرنا شروع کر دیا اور اسی حالت میں گھسیٹتے ہوئے کاہن کے پاس لے گئے۔ فشحور بن امیر نے یہ ظاہر کیا جیسے یہ سب کچھ اس کی مرضی کے بغیر ہوا ہے۔ ان اوباشوں سے آپؑ کی جان چھڑائی اور نہایت میٹھے لہجے میں آپؑ سے گفتگو کرنے لگا لیکن آپؑ سمجھ رہے تھے کہ یہ سب اس کی شرارت ہے۔

''آپؑ اگر میرے عہدے پر براجمان ہونا چاہتے ہیں تو میں بادشاہ سے آپؑ کے لیے سفارش کر سکتا ہوں۔''

''تمہاری جگہ ہونا تو مجھ ہی کو چاہیے تھا لیکن شاہ یہوداہ مجھ سے وہ کام نہیں لے سکتا تھا جو تم سے لے رہا تھا اسی لیے

Marfat.com

تمہیں بنایا گیا۔ یہ عہدہ تمہی کو مبارک ہو۔''

''پھر ایسی باتیں کیوں کرتے پھرتے ہو جس سے قوم مجھ سے اور بادشاہ سے بدظن ہو جائے۔ تم نے شاہ بابل سے ساز باز کر لی ہے اور کوئی بڑا انعام وصول کیا ہے۔ اسی لیے یروشلم والوں کے حوصلے پست کرتے رہتے ہو۔''

''میں کسی کا حامی یا کسی کا مخالف نہیں ہوں۔ میں تو وہ کہتا ہوں جو خداوند مجھے بتاتا ہے۔''

''اس نے تمہیں یہ بتایا کہ میں تمہیں قید کرنے والا ہوں۔''

''یہ تو نہیں بتایا لیکن یہ ضرور بتایا ہے کہ وہ میری حفاظت کرتا رہے گا۔ تم کچھ بھی کر لو، میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔''

فشحور نے سب امرا کو طلب کیا اور ان کے سامنے یرمیاہ علیہ السلام کے بارے میں جھوٹی سچی باتیں سنا کر انہیں آمادہ کر لیا کہ وہ یرمیاہ علیہ السلام کے متعلق کوئی فیصلہ ہونے تک انہیں قید میں رکھیں۔

یونتن منشی کے گھر کو ان لوگوں نے قید خانہ بنا رکھا تھا۔ اس میں ایسے لوگوں کو رکھا جاتا تھا جو حکومت کے خلاف غداری کے مرتکب ہوتے تھے یا کسی امیر کو قتل کرنے کا الزام ہوتا تھا۔ ایسے قیدی کسی رعایت یا نرمی کے حق دار نہیں ہو سکتے تھے۔ حضرت یرمیاہ علیہ السلام کو بھی اس گھر میں پہنچا دیا گیا۔

حضرت یرمیاہ علیہ السلام نے دعا فرمائی۔

''مجھ پر ستم کرنے والے شرمندہ ہوں پر مجھے شرمندہ نہ ہونے دے۔ وہ ہراساں ہوں پر مجھے ہراساں نہ ہونے دے، مصیبت کا دن ان پر لا اور ان کو شکست پر شکست دے۔''

خدا نے آپؑ سے وعدہ کیا۔

''میں تیری حفاظت کروں گا اور تجھے رہائی دوں گا۔'' ہاں میں تجھے شریروں کے ہاتھ سے رہائی دوں گا اور ظالموں کے پنجے سے چھڑاؤں گا۔''

یہ ایسا وعدہ تھا کہ حضرت یرمیاہ علیہ السلام کی تشفی ہو جانا لازمی تھی۔ آپؑ نے اس وعدے کو دل سے لگایا اور دل کا ہر وسوسہ پرندہ بن کر اڑ گیا۔

حضرت یرمیاہ علیہ السلام کو اس قید میں رہتے ہوئے چند ہی روز ہوئے تھے کہ بادشاہ کو ان کے مشورے کی ضرورت پڑ گئی۔ ایک مرتبہ پھر سننے میں آ رہا تھا کہ بنوکدنضر یروشلم پر چڑھائی کی تیاری کر رہا ہے۔ اس نے اپنے ایک آدمی کو قید خانے میں بھیجا اور حضرت یرمیاہ علیہ السلام کو اپنے محل میں بلا لیا۔ یہ بلاوا نہایت خفیہ تھا۔ چند پہرے داروں کے سوا کسی کو کچھ معلوم نہیں تھا اور انہیں بھی ہدایت کر دی کہ کسی کو کچھ نہ بتائیں۔

حضرت یرمیاہ علیہ السلام نے بادشاہ کو دیکھتے ہی منہ پھیر لیا۔

''میں نے تمہارا یا تمہارے ملازموں کا کیا بگاڑا تھا جو میں قید کی صعوبت اٹھانے پر مجبور ہوں؟''

''میرے امرا میرے قابو میں نہیں۔ ان سب کا خیال یہی تھا کہ آپؑ کو قید میں رکھا جائے۔''

''اور خود آپ کا کیا خیال ہے؟''

''آپؑ اگر یروشلم کے لوگوں کا حوصلہ بڑھائیں تو آپ آزاد گھوم سکتے ہیں مگر آپ تو ان کے حوصلے پست کر رہے ہیں۔''

''میں کیا کروں کہ خدا مجھ سے یہی کہلواتا ہے۔''

''اب خدا اس معاملے میں کیا کہتا ہے؟''

''اب تمہارے نبی کہاں ہیں جو تم سے نبوت کرتے ہیں اور کہتے تھے کہ شاہ بابل اس ملک پر چڑھائی نہیں کرے گا؟''

Marfat.com

''وہ تو اب بھی یہی کہے جا رہے ہیں۔ میں تو آپؑ سے پوچھنا چاہتا ہوں۔''

''خداوند فرماتا ہے کہ تو شاہ بابل کے حوالے کیا جائے گا۔ جو کوئی اس شہر میں رہے گا وہ تلوار، کال اور وبا سے مرے گا اور جو کسدیوں سے جا ملے گا وہ زندہ رہے گا اور اس کی جان اس کے لیے غنیمت ہوگی اور وہ جیتا رہے گا۔''

باتیں بہت سخت تھیں لیکن صدقیاہ نے انہیں تحمل سے سنا بلکہ ان سے پوچھا کہ قید میں ان کے ساتھ برا سلوک تو نہیں کیا جا رہا ہے۔ انہوں نے کسی کی شکایت نہیں کی لیکن جو کچھ کہا وہی شکایت تھی۔

''اے بادشاہ! میری درخواست قبول کر اور مجھے یونتن منشی کے گھر میں واپس نہ بھیج۔ ایسا نہ ہو کہ میں وہاں مر جاؤں اور الزام تجھ پر آ جائے۔''

صدقیاہ بادشاہ نے حکم دیا۔ اس کے بعد سے حضرت یرمیاہ علیہ السلام کو قید خانے کے صحن میں رکھا گیا اور نان بائیوں کے محلے سے ایک روٹی لے کر دیتے رہے۔

اس اثنا میں خدا نے اپنا وعدہ پورا کیا۔ شاہ بابل بنوکدنضر اپنی تمام فوج لے کر یروشلم پر چڑھ آیا اور اس کا محاصرہ کر لیا۔ اس مرتبہ وہ اپنے ساتھ پہلے سے بھی زیادہ لشکر لایا تھا۔ صدقیاہ کے فوجی مقابلہ کرنے کو بالکل تیار نہیں تھے۔ وہ پہلے کی طرح ایک مرتبہ پھر دروازے بند کر کے بیٹھ گئے۔ بابل کے لشکر نے شہر کو چاروں طرف سے گھیر لیا اور ایسے اطمینان سے خیمہ زن ہو گئے جیسے اب یہیں قیام کرنا ہے۔

اس محاصرے کو دیکھ کر کاہنوں اور جھوٹے انبیا کو سخت شرمندگی ہوئی۔ حضرت یرمیاہ علیہ السلام کہتے رہے تھے کہ محاصرہ دوبارہ ہوگا۔ اب ان کا کہنا سچ ثابت ہو گیا تھا۔ انہیں یہ بھی معلوم ہو گیا تھا کہ بادشاہ اس سے خفیہ ملاقاتیں کرتا رہتا ہے۔ اس محاصرے کے بعد بادشاہ کی عقیدت کا بڑھ جانا لازمی تھا۔ انہیں ڈر ہوا کہ کہیں بادشاہ ان کے بہکاوے میں آ کر ہتھیار نہ پھینک دے۔ چند بااثر سرداروں نے یہ طے کیا کہ انہیں قتل کر دیا جائے۔

انہوں نے منصوبہ سازی کی اور حضرت یرمیاہ علیہ السلام کو قید خانے کے صحن میں بنے ہوئے ایک حوض میں لٹکا دیا۔ اس حوض میں پانی نہیں تھا بلکہ کیچڑ تھی۔ ان شورش پسندوں کا خیال تھا کہ وہ کیچڑ میں دھنس جائیں گے کسی کو ان کی موت کے بارے میں معلوم بھی نہیں ہو سکے گا۔

موت ان یہودیوں کے سروں پر منڈلا رہی تھی۔ بابلی محاصرہ ڈالے ہوئے تھے اور یہ بدبخت اپنے نبی کی جان کے درپے تھے لیکن خدا کا وعدہ ان کے ساتھ تھا۔ ایک مرتبہ پھر ان کی جان بچ گئی۔

شاہی محل کا ایک خواجہ سرا عبدملک حضرت یرمیاہ علیہ السلام کا عقیدت مند تھا۔ اس نے سنا کہ اس کے آقا کو بدبختوں نے رسوں کی مدد سے حوض کی کیچڑ میں اتار دیا ہے تو وہ بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنی خدمت گزاری کا واسطہ دے کر ان کے حق میں سفارش کی۔

''مقدس شہر کے مقدس بادشاہ۔ میں نے اگر کبھی تیرے حق میں کوئی نیکی کی ہے تو اس کے عوض میں کچھ کہنے کی جسارت کرتا ہوں۔''

''کہو کیا کہنا چاہتے ہو۔''

''ان لوگوں نے حضرت یرمیاہ علیہ السلام کو کیچڑ کے حوض میں ڈال دیا ہے۔ وہ وہاں کیچڑ سے نہیں تو بھوک سے ضرور مر جائیں گے۔ ان کے خون ناحق کو آپ اپنی گردن پر کیوں لیتے ہیں؟''

''تو کیا چاہتا ہے؟''

''میں چاہتا ہوں اسے حوض سے نکال کر صحن میں رکھا جائے جہاں وہ پہلے تھا۔''

''تو اپنے آدمیوں کو لے کر جا اور حضرت یرمیاہ علیہ السلام کو حوض سے نکال لے۔ کوئی پوچھے تو کہنا، صدقیاہ کا یہی

Marfat.com

حکم ہے۔"

عبد ملک کوشی نے اپنے آدمیوں میں سے تیس آدمی ساتھ لیے اور رسوں کی مدد سے حضرت یرمیاہ علیہ السلام کو حوض سے باہر نکال لیا۔ یرمیاہ علیہ السلام نے ایک مرتبہ پھر خدا کا شکر ادا کیا کہ خدا نے اپنا وعدہ پورا کیا اور ان کی حفاظت کی۔

بابل کے فوجی یروشلم کا محاصرہ کیے ہوئے تھے۔ ایک سال ہوگیا تھا۔ اس عرصے میں صرف ایک مرتبہ صدقیاہ کے سپاہیوں نے باہر نکل کر مقابلہ کرنے کی کوشش کی تھی لیکن جلد ہی انہیں اپنی طاقت کا اندازہ ہوگیا اور چند سپاہی گنوا کر واپس پلٹ آئے۔

یروشلم کے لوگ یہ سمجھ رہے تھے کہ محاصرہ ختم ہو جائے گا لیکن جب ایک سال گزر گیا اور شہر میں خوراک کی کمی ہونے لگی۔ لوگ بھوک سے مرنے لگے۔ بغاوت کی آوازیں سنائی دینے لگیں اور یہ خدشہ پیدا ہونے لگا کہ لوگ اپنی ہی فوج سے نہ لڑ پڑیں۔

صدقیاہ کو یقین آنے لگا تھا کہ حضرت یرمیاہ علیہ السلام ٹھیک کہتے ہیں۔ خدا، یہوداہ سے واقعی ناراض ہے۔ اس نے سوچا، ایک مرتبہ پھر یرمیاہ علیہ السلام کو اپنے پاس بلوائے اور ان سے پوچھے کہ اب کیا کرنا چاہیے؟

بادشاہ نے حضرت یرمیاہ علیہ السلام کو بلوا بھیجا۔ یرمیاہ علیہ السلام دیکھ رہے تھے کہ اب بادشاہ کی وہ اکڑ ختم ہوگئی ہے جو پہلے دیکھنے میں آتی تھی لیکن جھوٹے انبیا کا اب بھی اس پر اثر ہے اس لیے اسے پورا یقین نہیں ہے کہ وہ برباد ہوسکتا ہے۔ وہ اب بھی فرعون مصر کا نام عقیدت سے لے رہا تھا۔

"میں تجھ سے ایک بات پوچھتا ہوں۔ تو مجھ سے وعدہ کر کہ کچھ چھپائے گا نہیں۔" بادشاہ نے کہا۔

"میں کچھ نہیں چھپاؤں گا مگر یہ بتا تجھ میں سچ سننے کا حوصلہ ہے؟ ایسا تو نہیں کہ تو مجھے قتل ہی کرا دے اور جو کچھ میں کہوں تو اسے نہ مانے۔"

"میں تجھ سے وعدہ کرتا ہوں کہ نہ تو تجھے قتل کروں گا اور نہ ان کے حوالے کروں گا جو تیری جان کے خواہاں ہیں۔"

"تو پھر سن۔" حضرت یرمیاہ علیہ السلام نے نہایت اطمینان سے کہنا شروع کیا۔ "خداوند لشکروں کا خدا، اسرائیل کا خدا یوں فرماتا ہے کہ یقیناً اگر تو نکل کر شاہ بابل کے امرا کے پاس چلا جائے گا تو تیری جان بچ جائے گا اور یہ شہر آگ سے جلایا نہ جائے گا اور تیرا گھرانا زندہ رہے گا۔"

"میں اپنے امرا سے ڈرتا ہوں۔ وہ مجھے ایسا نہیں کرنے دیں گے۔"

"میں تیری منت کرتا ہوں تو خداوند کی بات جو میں تجھ سے کہتا ہوں، مان لے۔"

"اس کے علاوہ کوئی اور راستہ نہیں کیونکہ اس طرح تو لوگ مجھے طعنے دیں گے۔"

"تو کسی کے طعنے کی پروا مت کر ورنہ پھر یہی ہوگا کہ وہ سب عورتیں جو شاہ یہوداہ کے محل میں باقی ہیں شاہ بابل کے امرا کے پاس پہنچائی جائیں گی۔"

"یہ تو اس سے بھی زیادہ شرم کی بات ہوگی۔ میں ضرور شاہ بابل کے پاس پہنچوں گا۔ تو اب جا۔"

حضرت یرمیاہ علیہ السلام پھر اسی قید خانے کے صحن میں آ گئے۔ بظاہر مطمئن بھی تھے کہ بادشاہ نے ان کی بات مان لی تھی۔ اب انہیں صرف یہ انتظار کرنا تھا کہ صدقیاہ شاہ بابل کے پاس جائے، محاصرہ ختم ہوا اور شہری سکون کا سانس لیں۔

اب دو سال گزر گئے تھے۔ قحط اپنے عروج پر تھا۔ غذا کے تمام ذخائر ختم ہونے کو تھے۔ صدقیاہ کسی نتیجے پر اب تک نہیں پہنچ سکا تھا۔ اس دوران میں حضرت یرمیاہ علیہ السلام سے اس کی کئی ملاقاتیں ہو چکی تھیں لیکن وہ ان کے مشوروں پر عمل کرنے سے قاصر رہا۔ اس کے امرا کی رائے یہ تھی کہ حالات کچھ بھی ہوں آخری وقت تک ڈٹے رہیں گے۔ وہ ایسی کمزور طبیعت کا تھا کہ امرا سے ملتا تھا تو ان کی باتوں میں آ جاتا تھا، یرمیاہ علیہ السلام کا مشورہ سنتا تھا تو اس پر عمل کرنے کا

Marfat.com

عہد کرتا تھا۔ وہ دو کشتیوں میں سفر کر رہا تھا جسے بالآخر ڈوبنا ہی تھا۔

☆......☆......☆

حضرت یرمیاہ علیہ السلام قید خانے کے صحن میں بیٹھے تھے کہ ان کے چچا کا بیٹا حنم ایل ان کے پاس خریداری کا ایک سودا لے کر آیا۔ یہ ایسا وقت تھا جب کسی کو نہیں معلوم تھا کہ اس کے کھیت کب جلا دیے جائیں۔ وہ خود بھی زندہ بچتا ہے یا نہیں؟

''میرا کھیت جو عنتوت میں بنیمین کے علاقے میں ہے خرید لے کیونکہ یہ تیرا موروثی حق ہے اور اس کو چھڑانا تیرا کام ہے۔ اسے اپنے لیے خرید لے۔''

قریب بیٹھے ہوئے لوگ دم بخود رہ گئے۔ کون ایسا بے وقوف ہوگا کہ اس وقت جائداد خریدے جب کہ شہر برباد ہونے کو ہے۔ لوگ جلاوطن ہونے کو ہیں۔

حضرت یرمیاہ علیہ السلام اس پیشکش کو قبول کرتے ہیں تو لوگوں کو یقین آ جاتا ہے کہ یرمیاہ علیہ السلام کا دماغ چل گیا ہے۔ حضرت یرمیاہ علیہ السلام ایک مرتبہ پھر نبوت کے فرائض انجام دیتے ہیں اور لوگوں کو خدا کا حکم سناتے ہیں۔

''خداوند فرماتا ہے کہ جس طرح میں ان لوگوں پر یہ تمام بلائے عظیم لایا ہوں اسی طرح وہ تمام نیکی جس کا میں نے ان سے وعدہ کیا ہے، انؔ سے کروں گا۔ میں سب کو جمع کروں گا۔ پھر کھیت خریدے جائیں گے۔ میں یہوداہ اور اسرائیل کو اسیری سے واپس لاؤں گا اور ان کو پہلے کی طرح بناؤں گا۔''

حضرت یرمیاہ علیہ السلام نے خدا کا قول بیان کر کے فرمایا۔ ''تم نے خداوند کی باتوں کو جھٹلا دیا لیکن میں ان پر اعتبار کرتا ہوں اور یہی بتانے کے لیے کھیت خرید رہا ہوں کہ میری نبوت سچی ہے اور میں خدا کی ہر بات پر اعتبار کرتا ہوں۔''

حضرت یرمیاہ علیہ السلام نے اپنے دوست باروک کو بلوایا جوان کا منشی بھی تھا۔ اس نے ستر مثقال چاندی فراہم کر دی۔ ایک کاغذ لکھا اور اس پر مہر کی اور گواہ ٹھہرائے۔ پھر ان کاغذات کو باروک کے حوالے کر دیا۔

''ان کو مٹی کے برتن میں رکھنا تا کہ یہ بہت دنوں تک محفوظ رہیں کیونکہ رب الافواج اسرائیل کا خدا یوں فرماتا ہے کہ اس ملک میں پھر گھروں اور کھیتوں اور تاکستانوں کی خرید و فروخت ہوگی۔''

اس کے بعد حضرت یرمیاہ علیہ السلام نے دعا کی۔

''یہ شہر تلوار کے حوالے ہونے کو ہے اے خداوند تو نے مجھ سے فرمایا اور میں نے نقد چاندی دے کر کھیت خرید لیا اور گواہ ٹھہرا لیے حالانکہ یہ شہر کسدیوں کے حوالے کر دیا گیا۔''

☆......☆......☆

صدقیاہ، حضرت یرمیاہ علیہ السلام سے آخری ملاقات کر کے لوٹا تھا۔ اس ملاقات میں حضرت یرمیاہ علیہ السلام نے نہایت سخت باتیں کہی تھیں۔ انہوں نے صاف لفظوں میں کہہ دیا تھا۔

''میں نے جو کچھ کہا آپ نے اس پر یقین نہیں کیا۔ اب میں آپ کی آنکھیں طشت میں رکھی دیکھ رہا ہوں۔ جو آنکھیں دیکھ ہی نہ سکیں ان کے رہنے کا فائدہ ہی کیا۔''

یہ باتیں ہی تھیں جنہیں سن کر اس کا غصہ آسمان سے باتیں کرنے لگا تھا۔ اس نے آتے ہی فوجوں کو باہر نکل کر حملہ کرنے کا حکم دے دیا۔

''بنوکدنضر کی شان و شوکت میرے قدموں تلے۔ دیکھتا ہوں یرمیاہ علیہ السلام کی باتیں کتنی سچی ہیں؟ باہر نکلو اور دشمن کے دانت کھٹے کر دو۔''

یہ صرف حضرت یرمیاہ علیہ السلام کی گفتگو کا ہی نتیجہ نہ تھا بلکہ اب اس کے سامنے دو ہی راستے رہ گئے تھے۔ ہتھیار

Marfat.com

پھینکتا یا مقابلہ کرتا۔ خوراک کے ذخیرے بالکل ختم ہوگئے تھے۔ اب بھی وہ کسی نتیجے پر نہ پہنچتا تو رعایا لوٹ مار پر اتر آتی۔ جو کچھ دشمن کی فوج نے کیا، عوام کے ہاتھوں ہوجاتا۔

تھکے ہوئے سپاہیوں نے حکم مان تو لیا لیکن ان میں اتنی سکت نہیں تھی کہ دشمن کو ایک قدم بھی پیچھے دھکیل سکتے۔ پھر بھی وہ جانبازی سے لڑے۔ کئی اہم سردار اس حملے میں خاک چاٹنے پر مجبور ہوگئے۔ صدقیاہ کی فوج پیچھے ہٹتے ہٹتے دروازے کھلے چھوڑ کر خود ہی شہر میں داخل ہوگئی۔ ان کا تعاقب کرتے ہوئے بابل کی فوج بھی گھستی چلی آئی۔

فوجیوں نے داخل ہوتے ہی قتل عام شروع کردیا۔ یہودیوں کا خون بہنے لگا۔ ہیکل سلیمانی کو آگ لگادی گئی۔ قیمتی ظروف لوٹ لیے گئے۔ خداوند کے گھر کے خزانے، بادشاہ اور سردار کے خزانے سب لوٹ لیے گئے۔ یروشلم میں جتنے محلات تھے، سب جلادیے۔ آسمان کی طرف اٹھنے والے آگ کے شعلوں اور زمین پر بہتے ہوئے خون کے سوا وہاں کچھ نہ تھا جو باقی بچتا۔

بادشاہ ابھی تک کسی کو نہیں ملا تھا جب کہ بنوکدنضر کا حکم تھا کہ صدقیاہ کو زندہ گرفتار کرکے اس کے حضور پیش کیا جائے۔ اس کے سپاہی اسے ڈھونڈتے پھر رہے تھے۔

ڈھونڈنے والے فوجیوں نے بالآخر شاہی باغ کے برابر، دوفصیلوں کے درمیان وہ خفیہ راستہ تلاش کرلیا جہاں سے کہا جاسکتا تھا کہ بادشاہ فرار ہوا ہوگا۔ فوجوں نے اس کا پیچھا کیا۔ وہ اس کے بیٹے اور شرفا کی ایک جماعت یریحو نامی علاقے تک پہنچ چکی تھی کہ فوجیوں نے گھیرا ڈال لیا۔ یہ فوجی تعداد میں زیادہ نہیں تھے۔ بادشاہ اور اس کے ساتھی مسلح بھی تھے لیکن اتنی ہمت نہیں تھی کہ تلواریں نیام سے نکالتے۔ اس کے برخلاف ان معمولی سپاہیوں کے سامنے گڑگڑا کر زندگی کی بھیک مانگنے لگے۔ فوجیوں کو بھی مذاق سوجھ رہا تھا۔ انہوں نے کہا، ایسے نہیں۔ سب زمین پر بیٹھ کر ہمیں تعظیمی سجدہ کرو پھر ہم تمہیں جانے دیں گے اور اپنے سرداروں سے کہیں گے کہ وہ فرار ہوگئے۔ ہمارے ہاتھ نہیں آئے۔

سب سے پہلے صدقیاہ نے اپنا سر زمین پر رکھا۔ اس کی دیکھا دیکھی سب نے پیشانیاں ٹیک دیں اور سپاہی قہقہے برسانے لگے۔

صدقیاہ یقیناً اس وقت سوچ رہا ہوگا کہ اگر حضرت یرمیاہ علیہ السلام کی بات مان لی ہوتی تو اتنی ذلت نہ ہوتی، جواب ہورہی ہے۔ بہرحال وہ اب بھی خوش ہوگا کہ جان چھوٹ جائے گی۔

انہوں نے پیشانیاں اوپر اٹھائیں تو ماجرا ہی دوسرا تھا۔ گردن اٹھاتے ہی گردنوں میں طوق پڑ گئے۔ ان کے گلوں میں رسیاں ڈال دی گئیں۔

بنوکدنضر اس وقت ربلہ میں اپنا تخت بچھائے بیٹھا تھا۔ ان سب قیدیوں کو اس کے سامنے پیش کیا گیا۔ بنوکدنضر نے ان لوگوں پر نظر ڈالی اور صدقیاہ کو پہچاننے میں اسے دیر نہیں لگی۔

''تیرے بیٹے کہاں ہیں؟'' بنوکدنضر نے پوچھا اور صدقیاہ کی نشان دہی پر انہیں الگ کرلیا۔

''تجھے اپنے بیٹے بہت عزیز ہوں گے۔''

''بیٹے کسے عزیز نہیں ہوتے۔''

''وہ بھی تو کسی کے بیٹے ہوں گے جو تیری ہٹ دھرمی کی وجہ سے میرے لشکر کی تلواروں کا نشانہ بنے۔ اگر میں ان کے خون کا بدلہ تیرے بیٹوں سے لوں؟''

صدقیاہ کے پاس اس کا جواب نہیں تھا۔ بنوکدنضر نے اس کی آنکھوں کے سامنے اس کے بیٹوں کو ذبح کیا اور یہوداہ کے سب امرا بھی ربلہ میں قتل کردیے گئے۔

بنوکدنضر اس خونی کھیل سے نمٹ چکا تو صدقیاہ سے مخاطب ہوا۔ ''کیا تیرے درمیان کوئی نبی نہیں تھا جو تجھے سیدھی

Marfat.com

راہ دکھاتا؟''

''یرمیاہ علیہ السلام موجود تو تھا۔''

''اس نے تجھے میرے بارے میں کوئی تاکید نہیں کی؟''

''اس کا تو وتیرا ہی یہ تھا کہ منحوس خبریں سناتا رہے۔''

''پھر آج تو کیا دیکھ رہا ہے؟''

''اس کی منحوس خبریں حرف بہ حرف درست ثابت ہو رہی ہیں۔''

''اس نے آخری بات تجھ سے کیا کی تھی؟''

''میری آنکھیں تیرے طشت میں رکھی جائیں گی۔''

''اگر میں اس پر عمل کرلوں؟''

''میں تیرے قابو میں ہوں۔ یوں بھی اب کیا رہ گیا ہے جو ان آنکھوں سے دیکھوں گا۔''

''تو نے سچ کہا۔ جو آنکھیں خدا کی نشانیوں کو نہ دیکھ سکیں ان کا نہ رہنا ہی ٹھیک ہے۔''

بنوکدنضر نے فوراً حکم دیا کہ صدقیاہ کی دونوں آنکھیں نکال لی جائیں۔ اس کے ساتھ ہی حکم دیا کہ یرمیاہ نبی کو جو یروشلم میں قید ہے اس کے سامنے پیش کیا جائے۔

حضرت یرمیاہ علیہ السلام قید خانے سے رہلہ لے جائے گئے تو ہتھکڑیاں لگی ہوئی تھیں۔ بنوکدنضر ان سے نہایت تپاک سے ملا اور حکم دیا کہ ہتھکڑیاں کھول دو۔

''میں یروشلم کے ہزار ہا افراد کو غلام بنا کر بابل لے جا رہا ہوں۔ کیا آپ ہمارے ساتھ چلیں گے؟''

حضرت یرمیاہ علیہ السلام نے اس پیشکش کو ٹھکرا کر وہیں قیام کا فیصلہ کیا۔

''آپ یہاں رہ کر کیا کریں گے۔ یہ اب شہر نہیں ویرانہ ہے۔''

''میں اس شہر کے آباد ہونے کا انتظار کروں گا۔''

''آپ تو نبی ہیں کیا آپ کو معلوم نہیں کہ اب اس ویرانے کو کوئی آباد نہیں کرے گا اور اگر کبھی ایسا ہوا بھی تو کیا آپ اسے دیکھنے کو زندہ ہوں گے؟''

''میں رہوں یا نہ رہوں لیکن اتنا جانتا ہوں، ایک بادشاہ بابل پر چڑھائی کرے گا۔ اس وقت تک میری قوم سزا کے دن پورے کر چکی ہوگی۔ یہ بادشاہ انہیں آزاد کردے گا اور یروشلم دوبارہ آباد ہو جائے گا۔ میرے خدا کا مجھ سے یہی وعدہ ہے اور اس وعدے کے ایفا کا مجھے انتظار ہے۔''

''آپ کی مرضی۔ جن لوگوں کو میں غلام بنا کر لے جا رہا ہوں۔ شاید وہ اس وقت تک رہا ہو جائیں۔'' بنوکدنضر نے کہا پھر کچھ توقف کے بعد کہا۔ ''میں تجھے رہائی دیتا ہوں۔ اگر میرے ساتھ بابل چلنا منظور ہو تو چل اگر بابل چلنا تیری نظر میں برا لگے تو یہیں رہ اور جو غریب اور کھیتوں میں کام کرنے والے یہاں رہ گئے ہیں ان کے ساتھ رہ۔ دیکھ میری صلاح یہ ہے کہ تو جدلیاہ بن اخیقام کے پاس چلا جا جسے میں نے یہوداہ کے شہروں کا حاکم کیا ہے۔ ویسے تیری مرضی، تو آزاد ہے۔''

حضرت یرمیاہ علیہ السلام نے اس تجویز کو پسند کیا اور جدلیاہ کے پاس مصفاہ چلے گئے اور ان لوگوں کے درمیان رہنے لگے جو اس ملک میں باقی رہ گئے تھے۔

یروشلم ایک کھنڈر تھا جو ابھی تک سلگ رہا تھا۔ شکستہ در و دیوار پر وحشتیں رقص کر رہی تھیں۔ بیت المقدس کے ستون ٹوٹے پڑے تھے، صحن میں مٹی کے پہاڑ کھڑے ہو گئے تھے۔ اس دلہن کا سارا زیور نوچ لیا گیا۔

Marfat.com

بنو کدنضر چار ہزار سے زیادہ یہودیوں کو اسیر بنا کر، بھیڑ بکریوں کی طرح ہانک کر بابل کی طرف لے گیا۔ اس قافلے میں زنجیروں میں جکڑا ہوا شاہ یہوداہ، صدقیاہ بھی تھا، جو اب نابینا تھا۔ اس طرح وہ بظاہر متضاد پیش گوئیاں پوری ہو جاتی ہیں کہ صدقیاہ اس ملک کو نہیں دیکھ سکے گا جہاں اسیر ہو کر جائے گا۔

☆......☆......☆

حضرت یرمیاہ علیہ السلام مصفاہ میں رہ رہے تھے اور ان مسکینوں سے مخاطب تھے جو اسیر ہو کر بابل نہیں گئے تھے۔

''تم کسدیوں (بابل کی ایک قوم) کی خدمت گزاری سے نہ ڈرو۔ اپنے ملک میں بسو اور شاہ بابل کی خدمت کرو تو تمہارا بھلا ہو۔''

حضرت یرمیاہ علیہ السلام کی موجودگی نے تتر بتر یہودیوں کو جمع کرنے میں بڑا کردار ادا کیا۔ وہ سب جو مختلف علاقوں میں ادھر ادھر بھٹک رہے تھے مصفاہ پہنچنے لگے۔

یہ شہر یہودیوں کی ایک چھوٹی سی ریاست بن گیا تھا کہ بعل دیوتا کے پجاریوں نے ایک سردار اسمٰعیل بن نتنیاہ کو استعمال کیا اور سازش کر کے جدلیاہ کو مروا دیا۔

جدلیاہ کے قتل کے بعد اسمٰعیل کا خیال تھا کہ وہ ان اسیر یہودیوں کو اپنے علاقے عمون میں لے جائے گا لیکن ایک اور سردار یوحنان نے انہیں چھڑا لیا لیکن اب وہ مصفاہ نہیں جا سکتے تھے۔

اچانک تبدیلیوں کے باعث باقی ماندہ لوگ سخت بے دل ہوئے۔ چند مہینوں میں کیا سے کیا ہو گیا تھا۔ انہوں نے یروشلم کو کھنڈر بنتے دیکھا اور اب مصفاہ میں ان کی نئی رہائش گاہیں بھی ان سے چھین لی گئیں۔ اب انہیں رہنمائی اور ہدایت کی سخت ضرورت تھی چنانچہ وہ یرمیاہ علیہ السلام کی طرف رجوع ہوئے۔

یہ لوگ بابل سے خوفزدہ تھے اور مصر جانا چاہتے تھے۔ وہ حضرت یرمیاہ علیہ السلام کو بھی اس ہجرت پر آمادہ کرنے پر تلے ہوئے تھے لیکن یرمیاہ علیہ السلام اس کی مخالفت کر رہے تھے۔ ان لوگوں نے ضد کی کہ مستقبل کے بارے میں خدا سے دریافت کرو۔ اپنے لوگوں کی درخواست پر حضرت یرمیاہ علیہ السلام نے خدا سے دعا کی۔

''تو دیکھتا ہے ہم بہتوں میں سے چند ہی رہ گئے ہیں۔ ہمیں بکھرنے نہ دے۔ تو ہمیں وہ راہ دکھا کہ ہم آئندہ نسلوں کے لیے مثال بنیں۔''

دس دن کے طویل انتظار کے بعد اس دعا کا جواب آ گیا۔ خدا نے فرمایا۔ ''اگر تم اس ملک میں ٹھہرے رہو گے تو میں تم کو برباد نہیں بلکہ آباد کروں گا اور اکھاڑوں گا نہیں بلکہ لگاؤں گا۔ شاہ بابل جس سے تم ڈرتے ہو نہ ڈرو کیونکہ میں تمہارے ساتھ ہوں۔ اگر تم واقعی مصر میں جا بسنے پر آمادہ ہو تو یوں ہو گا کہ وہ تلوار جس سے تم ڈرتے ہو ملک مصر میں تم کو تلاش کر لے گی اور وہ کال جس سے تم ہراساں ہو مصر تک تمہارا پیچھا کرے گا۔''

حضرت یرمیاہ علیہ السلام نے یہ تمام باتیں ان تک پہنچا دیں۔ ان لوگوں نے اسے ماننے سے انکار کر دیا۔ وہ مصر جانے کا فیصلہ کر چکے تھے لہٰذا اب کوئی بات ان کی سمجھ میں آنے والی نہیں تھی۔ انہوں نے کہنا شروع کر دیا کہ یہ پیغام خدا نے نہیں دیا ہے بلکہ تم اپنے دل سے گھڑتے ہو اور مصر جانے کے لیے نکل کھڑے ہوئے۔ جب یرمیاہ علیہ السلام اور ان کے منشی باروک نے دیکھا کہ سارے لوگ مصر کو جا رہے ہیں تو انہیں بھی ان کے ہمراہ ہونا پڑا۔ فلسطین اب یہودیوں سے بالکل خالی ہو گیا۔

مصر پہنچ کر حضرت یرمیاہ علیہ السلام پر خدا کا کلام نازل ہوا۔ اس وحی کے بعد یرمیاہ علیہ السلام کو معلوم ہوا کہ انہیں ممانعت کے باوجود مصر کیوں لایا گیا ہے۔ خدا فرما رہا تھا۔

''بڑے پتھر اپنے ہاتھ میں لے اور ان کو فرعون کے محل کے مدخل پر یہوداہ کی آنکھوں کے سامنے چونے سے فرش پر

Marfat.com

لگا اور ان سے کہہ کہ رب الافواج اسرائیل کا خدا یوں فرماتا ہے کہ دیکھو، میں اپنے خدمت گزار شاہ بابل بنوکدنضر کو بلاؤں گا اور ان پتھروں پر جن کو میں نے لگایا ہے اس کا تخت رکھوں گا اور وہ ان پر اپنا قالین بچھائے گا اور وہ آ کر ملک مصر کو شکست دے گا۔"

مصر میں آنے کے بعد ان یہودیوں نے وہ سب کچھ بھلا دیا جو ان پر گزرا تھا۔ وہ دیدہ دلیری سے کہنے لگے اے یرمیاہ! ہم تیری بات نہیں مانیں گے۔ ہم پر مصیبت اس لیے آئی کہ ہم نے آسمان کی ملکہ کی پرستش کرنا چھوڑ دی تھی۔ حضرت یرمیاہ علیہ السلام انہیں سمجھاتے رہے لیکن وہ نہ مانے۔

خدا کا کلام نازل ہوا۔ "یہوداہ کے سب لوگ جو ملک مصر میں ہیں تلوار اور کال سے ہلاک ہوں گے یہاں تک کہ وہ بالکل نیست و نابود ہو جائیں گے اور جو تلوار سے بچ کر ملک مصر سے یہوداہ کے ملک میں واپس آئیں گے تھوڑے سے ہوں گے۔ دیکھو میں فرعون مصر کو اس مخالفوں اور جانی دشمنوں کے حوالے کر دوں گا جس طرح میں نے شاہ یہوداہ صدقیاہ کو شاہ بابل کے حوالے کر دیا۔"

اس کے بعد بھی ان کی قوم اپنے مشرکانہ خیالات پر ڈٹی رہی اور ان رسموں کی طرف دوبارہ لوٹ گئی جن کی وجہ سے یروشلم میں ان پر مصیبت آئی تھی اور وہ گھر سے بے گھر ہوئے تھے۔

اب ان کی اصلاح کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔ ان کی تباہی ان کا مقدر بن گئی تھی۔ وہ لمحہ کتنا اذیت ناک ہوتا ہے جب کسی قوم سے خدا مایوس ہو جائے۔ یہی اس قوم کے ساتھ ہوا۔

خدا نے اپنے نبی کو ان کے درمیان سے ہٹا لیا۔ حضرت یرمیاہ علیہ السلام کو غالباً حکم ملا ہوگا کہ آپ اپنی گدھی پر سوار ہوئے اور مصر سے فسلطین آ گئے۔ یروشلم سے گزر ہوا تو دل دھک سے رہ گیا۔ نہ کوئی مکین تھا نہ مکان محل مسمار، شاندار عمارتیں ملبے کا ڈھیر، پرندوں نے لاشوں کا گوشت نوچ لیا تھا لیکن ہڈیاں اب بھی پڑی تھیں۔ ہولناک سناٹا تھا اور چیختی چلاتی ہوائیں۔ آپ کی فریاد نوحہ بن گئی۔

وہ بستی جو خلقت سے معمور تھی
کیسی خالی پڑی ہے
وہ خاتون اقوام بیوہ سی ہوگئی
وہ ملکہ ممالک باجگزار بن گئی
وہ رات کو زار زار روتی ہے
اس کے آنسو رخساروں پر بہتے ہیں
اس کے چاہنے والوں میں کوئی نہیں
جو اسے تسلی دے
اس کے سب دوستوں نے اسے دغا دی
وہ اس کے دشمن ہوگئے

☆......☆......☆

سونا کیسا بے آب ہوگیا، کندن کیسا بدل گیا
مقدس کے پتھر تمام گلی کوچوں میں پڑے ہیں
گیدڑ بھی اپنی چھاتیوں سے
اپنے بچوں کو دودھ پلاتے ہیں

Marfat.com

لیکن میری دختر قوم
بیابانی شتر مرغ کے مانند بے رحم ہے
شیر خوار کی زبان پیاس کے مارے تالو سے جا لگی
بچے روٹی مانگتے ہیں لیکن ان کو کوئی نہیں دیتا۔

☆......☆......☆

آپ مردوں کی ہڈیوں کے ڈھیر پر کھڑے تھے۔ خدا کے الفاظ ان کے کانوں میں گونج رہے تھے۔" میں یہوداہ اور اسرائیل کو اسیری سے واپس لاؤں گا اور ان کو پہلے کی طرح بناؤں گا۔"

اس کلام پر یقین بھی تھا لیکن وہ پھر بھی سوچ رہے تھے کہ ایسا کھنڈر اور تباہ حال ویرانہ کیسے آباد ہوگا اور یہ مردہ بستی کسی طرح دوبارہ زندگی اختیار کرے گی۔ میں دیکھ سکتا تو مجھے یقین آ جاتا۔

آپ اپنے گدھے کو لے کر جنگل میں چلے گئے۔ گدھے کو ایک درخت سے باندھ دیا۔ اپنے ساتھ لائے ہوئے انجیر اور انگور کا شیرہ ایک طرف رکھ کر وہیں زمین پر لیٹ گئے۔ نیند کا ایسا غلبہ ہوا کہ ہوش ہی نہ رہا۔ اللہ تعالیٰ نے لوگوں کی آنکھوں کو آپ سے پھیر دیا۔ کوئی بھی آپ کو نہ دیکھ سکا۔

آپ کی آنکھ کھلی تو دن چڑھ چکا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے پوچھا، بتاؤ کتنے عرصہ اس حالت میں رہے ہو؟ آپ نے جواب دیا ایک دن یا اس سے بھی کم۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ایسا نہیں بلکہ تم سو برس تک اسی حالت میں رہے ہو۔ اب تم اپنے کھانے پینے کی چیزوں کو دیکھو ان میں ذرا تغیر نہیں ہوا اور اپنے گدھے کو بھی دیکھو۔ آپ نے دیکھا تو گدھے کی جگہ ہڈیوں کا ڈھانچا پڑا تھا۔ دیکھتے ہی دیکھتے ان ہڈیوں پر گوشت آ گیا اور وہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا اور آوازیں نکالنے لگا۔

سورۂ بقرہ میں اس واقعے کو اس طرح بیان کیا گیا ہے۔

"اور کیا تم نے اس شخص کا حال نہ دیکھا جس کا ایک بستی پر گزر ہوا جو اپنی چھتوں سمیت زمین پر ڈھیر تھا تو کہنے لگا، اس بستی کی موت کے بعد اللہ تعالیٰ کس طرح اس کو زندگی دے گا؟ بس اللہ نے اس شخص پر سو برس کی موت طاری کر دی اور پھر زندہ کر دیا۔

اللہ نے دریافت کیا، تم یہاں کتنی مدت پڑے رہے؟ اس نے جواب دیا۔ ایک دن یا دن کا کچھ حصہ۔ اللہ نے کہا۔ ایسا نہیں ہے بلکہ تم سو برس تک اس حالت میں رہے ہو۔ پس تم اپنے کھانے پینے کی چیزوں کو دیکھو کہ وہ بگڑی تک نہیں اور پھر اپنے گدھے کو دیکھو تاکہ ہم تم لوگوں کے لیے نشان بنائیں اور اب تم دیکھو کہ کس طرح ہم ہڈیوں کو ایک دوسرے پر چڑھاتے ہیں اور آپس میں جوڑتے ہیں اور پھر ان پر گوشت چڑھاتے ہیں۔ پس جب اس کو ہماری قدرت کا مشاہدہ ہو گیا تو اس نے کہا، میں یقین کرتا ہوں کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔"

☆......☆......☆

سو سال کے طویل عرصے میں تاریخ اسی سفر پر گامزن رہی تھی جس کے متعلق حضرت یرمیاہ علیہ السلام کی زبانی اللہ تعالیٰ کی ہدایات جاری ہوتی رہی تھیں۔

بنوکدنضر مصر پر حملہ آور ہوا تھا اور اس حملے میں وہ تمام جلاوطن ہلاک ہو گئے تھے جو فلسطین سے مصر آئے تھے۔ بہت تھوڑے تھے جو بچے تھے وہ بھی تتر بتر ہو کر قریبی علاقوں میں دربدر ہو گئے تھے۔

اور پھر دوسری پیش گوئی کے مطابق وہ وقت بھی آیا جب بنوکدنضر کی ہلاکت کے بعد تقریباً 539 ق م میں فارس کے بادشاہ سائرس (خسرو یا خورس) نے بابل کے بادشاہ بیل شاہ زار کو شکست دے کر بابل کے عظیم دارالحکومت پر قبضہ کر لیا۔

Marfat.com

اس قبضے کے بعد اسے بنی اسرائیل پر رحم آیا۔ اس نے انہیں آزاد کرادیا اور مالی تعاون کا یقین دلاتے ہوئے انہیں یروشلم جانے اور ہیکل کو دوبارہ تعمیر کرنے کی اجازت دے دی۔

اس وقت تک بابل کے ان اسیروں کو اپنا وطن یروشلم چھوڑے ہوئے ستر سال کا عرصہ گزر چکا تھا۔ یہ وہی مدت تھی جس کی پیش گوئی حضرت یرمیاہ علیہ السلام نے کی تھی۔ وہ ہمیشہ کہتے رہے تھے کہ یہ اسیر 70 سال گزرنے کے بعد لوٹیں گے۔

ایرانی بادشاہ فتح بابل کے بعد دس سال زندہ رہا۔ اس دوران میں بنی اسرائیل آزاد ہوکر بیت المقدس کی تعمیر میں مشغول ہوئے۔ یہ تعمیر اس کی زندگی میں مکمل نہ ہوسکی۔ دارا اور پھر اردشیر کے زمانے میں وہ اسے مکمل کر سکے۔

حضرت یرمیاہ علیہ السلام نے سو سال نیند کے بعد بیدار ہونے پر جنگل سے نکل کر شہر میں قدم رکھا تو شاندار مکانات تعمیر ہو چکے تھے۔ محلات اپنے ستونوں پر کھڑے مسکرا رہے تھے۔ سنہری فصیلیں، شہر کو آغوش میں لیے کھڑی تھیں۔ بے شک! اللہ ہر شے پر قادر ہے۔ اللہ نے اپنے نبی کو دکھا دیا تھا کہ اس کا وعدہ سچا ہے۔

حضرت یرمیاہ علیہ السلام کو نیند سے بیدار ہونے کے بعد اپنی آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کی اس قدرت کا مشاہدہ کر لینے کے بعد اللہ تعالیٰ نے کئی سال زندہ رکھا۔

واقعات و حادثات کی اس پوری مدت میں حضرت یرمیاہ علیہ السلام کی عمر کا تخمینہ تقریباً ڈیڑھ سو سال ہوتا ہے۔ یہ مدت اس زمانے کی عمر طبعی کے لحاظ سے کوئی تعجب خیز نہیں۔

قرآن کریم کی ان آیات میں جن میں ''ایک شخص'' کہہ کر واقعہ بیان کیا ہے حضرت یرمیاہ علیہ السلام کا نام نہیں لیا گیا ہے۔ اس لیے بعض حضرات نے اس سے اختلاف کیا ہے کہ یہ ہستی حضرت یرمیاہ علیہ السلام نہیں، بلکہ ان کا کہنا ہے کہ ''اس شخص'' سے مراد حضرت عزیر ہیں۔''

قرآن نے نام نہیں لیا ہے صرف واقعہ بیان کیا ہے لہٰذا اب ایک ہی راستہ رہ جاتا ہے کہ تحقیق کے لیے تورات اور تاریخی مصادر سے اس کو حل کیا جائے۔ ان حوالوں سے جو تفصیلات سامنے آتی ہیں وہ یہی بتاتی ہیں کہ حضرت یرمیاہ علیہ السلام یروشلم کے کھنڈرات کی طرف آئے تھے۔ بنوکدنضر کا حملہ حضرت یرمیاہ علیہ السلام کے سامنے ہوا تھا، یروشلم کی تباہی بھی ان کے سامنے ہوئی تھی۔ وہی تھے جو جنگل میں پناہ لیے ہوئے تھے۔ اس کے برخلاف حضرت عزیر علیہ السلام یروشلم کی تباہی کے وقت صغیر سن تھے اور بابل میں رہے۔ یروشلم کی تعمیر میں حصہ لیا۔ تورات کے ناپید ہوجانے کے بعد یروشلم میں اس کی تجدید ان ہی کے فیضان نبوت کا اثر تھا۔ گویا شہر کی تعمیر ان کے سامنے ہوئی جب کہ حضرت یرمیاہ علیہ السلام کو تعمیر کے بعد نیند سے بیدار کیا گیا لہٰذا قرآن میں جس ''ہستی'' کے حوالے سے واقعہ بیان کیا گیا ہے وہ حضرت یرمیاہ علیہ السلام ہیں نہ کہ حضرت عزیر۔

وہب بن منبہ اور عبداللہ بن عبید کا اور ایک روایت میں حضرت عبداللہ بن سلام کا یہی قول ہے کہ یہ ''شخص'' حضرت یرمیاہ علیہ السلام تھے۔ ابن جریر طبری نے بھی اسی قول کو ترجیح دی ہے۔

Marfat.com

حضرت دانیال علیہ السلام

بنی اسرائیل کی سرکشی اور شرارت حد سے تجاوز کر چکی ہے اور ظلم و فساد کا بازار گرم ہے کہ خدا کی جانب سے اس زمانے کے پیغمبر یرمیاہ علیہ السلام پر وحی آتی ہے کہ بنی اسرائیل میں منادی کر دو کہ وہ ان حرکات بد سے باز آ جائیں ورنہ گزشتہ قوموں کی طرح ان کو تباہ و برباد کر دیا جائے گا۔ یہ ساتویں صدی مسیح کے نصف کا زمانہ ہے۔

یرمیاہ علیہ السلام نے خدا کا یہ پیغام جب بنی اسرائیل تک پہنچایا تو انہوں نے کوئی اثر قبول نہ کیا بلکہ یرمیاہ علیہ السلام کا مذاق اڑاتے رہے۔ یرمیاہ علیہ السلام انہیں برابر آگاہ کرتے رہے کہ وہ بابل کے بادشاہ کے ہاتھوں برباد ہوں گے اور وہ ان کو قید کر کے بابل لے جائے گا اور یروشلم کو مٹا دیا جائے گا۔

لوگ اپنے نبی کی پیش گوئی کو مذاق میں اڑا رہے تھے، لیکن خدائی عہد کے پورا ہونے کے اسباب بنتے جا رہے تھے۔ اسی زمانے میں بخت نصر کو بابل کی بادشاہت ملی تھی۔ اس نے اپنی قاہرانہ اور جابرانہ طاقت سے قریب و جوار کی تمام حکومتوں کو مسخر کر لیا تھا۔ ساحلی علاقوں کے بیش بہا خزانے بابل پہنچے تو جھونپڑیوں اور کچے گھروں کا یہ شہر دلکش عمارتوں میں تبدیل ہونے لگا۔

بخت نصر اس بات کو تشویش سے دیکھ رہا تھا کہ یروشلم کا بادشاہ، مصریوں کا باج گزار بنا ہوا ہے۔ یہویقیم یروشلم پر حکومت کر رہا تھا کہ مصریوں کو بابل کے ہاتھوں کو شکست ہوئی۔ بخت نصر نے جنوبی فلسطین کے اندر کافی دور تک پیش قدمی کر لی، خزانے لوٹ لیے اور ہزاروں بنی سرائیل کو بھیڑ بکریوں کی طرح ہنکاتا ہوا بابل کی طرف چل دیا۔

یرمیاہ علیہ السلام جس روز بد سے ڈرا رہے تھے، وہ آن پہنچا تھا۔ ہزار میل کا یہ سفر ان اسیروں کو پیدل طے کرایا جا رہا تھا۔ پیروں میں زنجیریں تھیں اور پیچھے پیچھے بابلیوں کے گھوڑے تھے، جو ان قیدیوں کو تیز دوڑنے پر مجبور کر رہے تھے۔ کبھی کبھی کسی کمزور مسافر کو ٹھوکر لگتی تو بابل کے فوجیوں کے قہقہے گونجنے لگے۔

''یہ جو ٹھوکریں کھاتے، گرتے، پڑے چلے جا رہے ہیں، اپنے آپ کو انبیا کی اولاد کہتے ہیں۔ ان کی اللہ تعالیٰ نے کوئی مدد نہیں کی۔ ہمارے بادشاہ نے انہیں قتل بھی کیا اور اسیر بنا کر بھی لے جا رہا ہے۔'' بابل کا ایک فوجی اپنے ساتھی سے کہہ رہا تھا۔

''جب انہوں نے گناہ کیے، ظلم کیے اور حد سے بڑھ گئے تو ان پر ہمارے بادشاہ کو مسلط کر دیا گیا۔ قوموں کے درمیان یہی ہوتا ہے۔''

''بخت نصر اب ان کے ساتھ کیا سلوک کرے گا؟''

''کیا خبر قتل کرا دے یا ان کو غلام بنا کر رکھے یا ہمیشہ قید میں پڑے رہیں، کیا کہا جا سکتا ہے۔''

''ان میں تو میں معصوم، کم سن نوجوان بھی دیکھ رہا ہوں۔ یہ بھی بے موت مارے جائیں گے۔ ذرا اس نوجوان کی طرف دیکھو جس کی عمر بہ مشکل سترہ سال ہوگی۔ اس کے ماں باپ قتل کر دیے گئے ہوں گے اور اسے قید کر کے لے جایا جا رہا ہے۔ مجھے تو اس پر رحم آتا ہے۔''

''خبردار! ان لوگوں کے لیے ہمدردی کا کوئی لفظ زبان سے مت نکالنا۔ جاسوس ادھر ادھر پھر رہے ہیں۔ کسی نے سن

Marfat.com

لیا اور بخت نصر تک بات جا پہنچی تو تیرے ساتھ میری بھی مصیبت آ جائے گی۔"

اس فوجی نے اپنے ساتھی کی بات سنی اور چپ ہو گیا، لیکن اس کی نظر اب بھی اس نوجوان پر جمی ہوئی تھی جو نہایت متانت سے سر جھکائے بیٹھا تھا۔ اس کے چہرے پر نہ خوف تھا نہ گھبراہٹ۔ بس کسی سوچ میں گم تھا۔ وہ کیا سوچ رہا ہے اس کی تہہ تک کون پہنچ سکتا تھا؟

یہ نوجوان مستقبل کے نبی دانیال علیہ السلام تھے جن کو ابھی بار نبوت عطا نہیں ہوا تھا لیکن اپنی صالح طبیعت اور سنجیدگی کی وجہ سے یروشلم میں اچھی نظروں سے دیکھے جاتے تھے۔ اسیری کے اس سفر میں بھی ان کی بے خوفی اور اطمینان دوسروں کو حوصلہ دلانے کا باعث بن رہا تھا۔

ان اسیروں کا قافلہ بابل میں داخل ہوا اور انہیں آباد کرنے کا مسئلہ درپیش ہوا تو بخت نصر نے نہایت عقل مندی سے انہیں مختلف حصوں میں بانٹ کر مختلف جگہوں پر آباد کرنے کے احکام صادر کیے تاکہ ان سے کام لیا جا سکے۔ لکڑی کا کام کرنے والے ایک حصے میں آباد ہو گئے۔ طلائی اور نقرئی ظروف بنانے والے ایک محلے میں بسائے گئے۔ ان صناع گروں سے بابل کی تزئین و آرائش کا کام لیا جانے لگا۔ جتنے کاشتکار تھے انہیں کھیتوں میں کام کرنے کے لیے چھوڑ دیا گیا جو کوئی ہنر نہ جانتے تھے یا کم عمر تھے انہیں مختلف دیہات میں بسا دیا گیا۔ یہ لوگ آزاد تھے کہ محنت مزدوری کر کے جس طرح چاہیں روزی پیدا کریں۔

بخت نصر نے اپنے خواجہ سراؤں کے سردار اسپنز کو ان اسیروں کا افسر مقرر کیا تھا۔

ایک عرصہ گزر جانے کے بعد جب تمام اسیر اپنے اپنے ٹھکانے سے لگ گئے تو بخت نصر کو خیال آیا کہ اسیروں میں سے کچھ لوگ ایسے بھی ہوں، جو اس کے دربار میں ہر وقت حاضر رہیں اور اسے یاد دلاتے رہیں کہ وہ انہیں یروشلم سے قیدی بنا کر لایا ہے۔ وہ انہیں مہذب غلاموں کی شکل میں دیکھنا چاہتا تھا۔ اس نے اس منصوبے پر عمل کرنے کے لیے خواجہ سرا اسپنز کو طلب کیا۔

"اے خواجہ سرا اسن! میں چاہتا ہوں کہ ان اسیروں سے کچھ ایسے لوگ تلاش کرو جو عقل و دانش میں اور ظاہری حسن میں ایسے ہوں جو میرے دربار میں کھڑے رہنے کے لائق ہوں۔"

"ان معمولی قیدیوں میں ایسے لوگ کہاں دستیاب ہوں گے؟"

"یہ معمولی لوگ نہیں ہیں۔ ان میں سے ایسے بھی ہیں جو بادشاہوں کی اولاد ہیں اور انبیا زادے ہیں۔ انہیں تلاش کر، اپنی زبان سکھا، ان کی خوراک کا خیال رکھ اور جب وہ تندرست و توانا ہو جائیں تو انہیں میرے سامنے پیش کر۔ اس مقصد کے لیے میں ان کے لیے شاہی خزانے سے وظیفہ مقرر کروں گا۔"

"اگر ایسے نوجوان مجھے مل بھی گئے تو ان کی تربیت محض چند روز میں تو نہیں ہو جائے گی۔"

"میں تجھے تین سال دیتا ہوں۔ اس عرصے میں تو ایسے نوجوان تیار کر کے میرے پاس حاضر ہو۔"

اسپنز نے سپاہیوں کو مختلف علاقوں کی طرف دوڑا دیا اور خود بھی مطلوبہ لوگوں کی تلاش میں نکل کھڑا ہوا۔ کئی روز کی تگ و دو کے بعد ایک دیہات میں اسے چار نوجوان ملے۔ انہی میں ایک دانیال علیہ السلام تھے جو اپنے تین ساتھیوں کے سرپرست تھے۔ ان تینوں کے نام بالترتیب خنیاہ، میسا ایل اور عزریاہ (عزیرؑ) تھے اور چوتھے دانی ایل یعنی دانیال۔

اسپنز نے معلومات کرنے کے بعد اس جھونپڑے پر دستک دی جہاں یہ تینوں مقیم تھے۔ خنیاہ نے دروازہ کھولا اور اپنے سامنے اسپنز اور چند سپاہیوں کو کھڑے دیکھا تو حیرانی کے سوا ان کے پاس کہنے کو کچھ نہیں تھا۔ ایک قیدی کے دروازے پر سرکاری کارندوں کی موجودگی عتاب کے سوا اور کیا ہو سکتی تھی۔ دوسری طرف اسپنز کا حال بھی یہی تھا۔ وہ دروازہ کھولنے والے کے حسن و جمال میں گم تھا۔

Marfat.com

''ہم سے کیا خطا ہوئی جو آپ نے ہمیں ڈھونڈ نکالا؟''

''تمہارے نصیب جاگے ہیں۔ بادشاہ تمہیں اور تمہارے بقیہ ساتھیوں کو اپنا مقرب بنانا چاہتا ہے۔''

''ہم سے ہمارا دیار چھوٹ گیا ہے۔ ہمارے کلیجے صدموں سے چاک ہیں۔ ہم بھلا بادشاہ کے دربار میں کیسے کھڑے ہو سکتے ہیں۔''

''میں تمہارے صدموں کا ازالہ کرنے ہی تو آیا ہوں۔ کیا تم مجھے اپنے ساتھیوں سے نہیں ملواؤ گے؟''

''اندر آجاؤ۔ باقی باتیں ہمارے سرپرست دانیال سے کرنا کیونکہ وہ جو کہتا ہے، ہم وہ کرتے ہیں، جس سے روکتا ہے، رک جاتے ہیں۔''

اسپنز اندر پہنچا اور دانیال علیہ السلام پر اس کی نظر پڑی تو جیسے حواس گم ہو گئے۔ اس نے ایسا حسن اس سے پہلے نہیں دیکھا تھا۔ اب چاروں لڑکے اس کے سامنے تھے اور اسے یہ اندازہ کرنا مشکل ہو رہا تھا کہ کس کو زیادہ حسین کہے۔

اس نے ان چاروں کو بادشاہ کے ارادے سے آگاہ کیا اور درخواست کی کہ وہ اس کے ساتھ بادشاہ کے پاس چلیں تاکہ وہ بادشاہ سے اپنے انتخاب کی داد پا سکے۔ دانیال علیہ السلام نے کچھ اور پوچھنا چاہا لیکن اسپنز نے انہیں یہ کہہ کر خاموش کر دیا کہ باقی باتیں خود بادشاہ انہیں بتائے گا۔

اسپنز انہیں لے کر بادشاہ کے حضور پہنچا تو بادشاہ بھی ان نوجوانوں کے حسن سے مرعوب ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔ ان سے گفتگو کی تو عقل و دانش سے بھی متاثر ہوا اور قائل ہوا کہ یہ واقعی انبیازادے ہیں۔

''تمہارا نام کیا ہے؟'' بخت نصر نے دانیال علیہ السلام سے پوچھا۔

''دانیال!''

''آج سے تمہارا نام بیلطشفر ہوگا۔''

دوسرے سے پوچھا۔ ''تمہارا نام کیا ہے؟''

''حنیاہ!''

''ہماری زبان کے مطابق آج سے تمہارا نام سدرک ہے۔''

میسائیل سے پوچھا اور ان کا نام مشاخ تجویز کیا۔ اسی طرح جب عزراہ (عزیرؑ) کی باری آئی تو ان کا نام عبدنجو یعنی غلام آتش رکھا گیا۔

''خبردار! اپنے پرانے ناموں کو بھول جانا۔ اب تمہیں نئے ناموں سے پکارا جائے گا۔'' اس کے بعد اسپنز کو حکم دیا کہ انہیں کلدانی زبان سکھاؤ، بابلی لباس پہناؤ اور شاہی آداب سکھاؤ تاکہ یہ جب ہمارے دربار میں آئیں تو پوری طرح تربیت یافتہ ہوں۔ ان کو خوب اچھی طرح خوراک کھلاؤ تاکہ ان کے چہرے خوب تروتازہ ہو جائیں۔

''تمہیں شاہی خوراک کھلائی جائے گی اور وہ شراب جو شاہی خاندانوں کے لیے مخصوص ہے، پلائی جائے گی۔''

دانیال علیہ السلام اس وقت تو خاموش رہے لیکن دربار سے باہر آتے ہی انہوں نے اسپنز سے وضاحت طلب کی۔

''شاہی خوراک سے بادشاہ کی مراد کیا تھی؟''

''وہ گوشت جو عام لوگوں کو نصیب نہیں ہوتا، جس کے کھانے سے رگوں میں خون دوڑنے لگتا ہے۔''

''ہمیں معلوم ہے۔ یہ وہ گوشت ہوگا جو دیوتاؤں کے نام پر ذبح ہوتا ہے۔ ہمارے مذہب میں یہ حرام ہے۔ ہم کلدانی زبان سیکھ سکتے ہیں۔ بابلی لباس پہن سکتے ہیں، لیکن حرام گوشت نہیں کھا سکتے۔''

''پھر تو تم شراب پینے سے بھی انکار کرو گے؟''

''یقیناً۔ ہم تجھ سے درخواست کریں گے کہ تو ہمیں ان دونوں چیزوں سے معذور سمجھ۔ ہمیں تو معمولی سبزیاں کھلا

Marfat.com

اور پینے کے لیے پانی بہت ہے اور ہمیں بت پرستی پر بھی مجبور مت کر۔''

اسپنز نے یہ سن کر سر پیٹ لیا ''گوشت نہیں کھاؤ گے اور شراب نہیں پیو گے تو تمہارے چہروں پر سرخی کس طرح آئے گی۔ بادشاہ تمہارے مرجھائے ہوئے چہرے دیکھے گا تو میری گردن اڑا دے گا کہ میں نے تم لوگوں کی مناسب دیکھ بھال نہیں کی۔''

حضرت دانیال علیہ السلام نے اسے تسلی دی ''تو ہماری فکر مت کر۔ دس دن کے بعد تو دیکھے گا کہ ہمارے چہرے اب سے بڑھ کر شگفتہ ہو چکے ہیں۔ تجھے بادشاہ کے سامنے شرمندگی نہیں ہوگی۔''

''یہ کس طرح ممکن ہے کہ شراب اور گوشت کے بغیر تمہارے چہرے تروتازہ ہو جائیں اور اگر بادشاہ کو یہ معلوم ہو گیا کہ میں نے تمہیں گوشت کے بجائے سبزیاں کھلائی ہیں تو وہ یہی سمجھے گا کہ میں نے بے ایمانی کی ہے۔ بادشاہ اسے اپنی بے عزتی بھی تصور کرے گا۔''

''ہم تجھے یقین دلاتے ہیں کہ بادشاہ کو کچھ معلوم نہ ہو سکے گا۔ ہماری اچھی صحت دیکھ کر اسے اندازہ نہیں ہوگا۔ ہم بھی اس سے کچھ نہیں کہیں گے۔''

اسپنز کسی طرح ماننے کو تیار نہیں تھا مگر مصیبت یہ تھی کہ وہ انہیں بادشاہ کے حضور پیش کر چکا تھا اور اب ان کی جگہ دوسرے نوجوانوں کو منتخب نہیں کر سکتا تھا۔ بادشاہ سے بھی یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ یہ نوجوان اس کی حکم عدولی کر رہے ہیں۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ ایسے حسین چہرے خاک وخون میں نہلائے جائیں۔ ان پر بادشاہ کا عذاب نازل ہو۔ بادل ناخواستہ اسے تیار ہونا پڑا کہ وہ انہیں کھانے کے لیے سبزیاں اور پینے کے لیے سادہ پانی فراہم کرے۔ وہ یہ اہتمام بھی کر رہا تھا کہ روز انہیں آ کر دیکھ جایا کرتا تھا اور یہ دیکھ کر حیران ہو رہا تھا کہ ان کے چہروں پر وہی رنگ چڑھ رہا ہے جو شراب اور گوشت کے استعمال سے چڑھتا ہے۔

جب دس دن گزر گئے او اسپنز نے دیکھا کہ دانیال علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کے چہرے ان سے بھی زیادہ چمک رہے ہیں جو گوشت اور شراب استعمال کرتے ہیں تو اسے قدرے حیرانی ہوئی۔ وہ چند لوگوں کو ان کے پاس لایا تا کہ تصدیق ہو سکے۔

''دیکھو تو، ان کے چہرے کیسے چمک رہے ہیں۔'' اسپنز نے ان لوگوں سے کہا۔

''چمکیں گے کیوں نہیں۔'' ان لوگوں نے کہا۔ ''آخر گوشت کھا رہے ہیں اور شراب بھی پی رہے ہیں جو بادشاہوں کو نصیب ہوتی ہے۔''

اسپنز کو یقین آ گیا کہ یہ اس کی نظروں کا دھوکا نہیں۔ اب وہ انہیں بے خوف وخطر بادشاہ کے سامنے پیش کر سکتا تھا۔ وہ انہیں بادشاہ کے پاس لے گیا کہ وہ ان کی صحت ملاحظہ کر لے۔ اس نے بادشاہ کو کچھ نہیں بتایا کہ وہ ان نوجوانوں کو گوشت نہیں ساگ پات کھلا رہا ہے۔ بادشاہ ان کی صحت دیکھ کر خوش ہوا، محض دس دن میں وہ اپنی عمر کے دوسرے نوجوانوں کے مقابلے میں زیادہ صحت مند نظر آ رہے ہیں۔ پھر اس نے اسپنز کو حکم دیا کہ ان نوجوانوں کو کلدانی زبان سکھا اور ہر علم میں طاق کر دے اور میرے پاس تین سال بعد لے آ۔

اب اسپنز کو یقین آ گیا کہ یہ اس کی نظر کا دھوکا نہیں تھا۔ دانیالؑ اور ان کے ساتھیوں کی صحت واقعی قابل رشک ہے۔ یہ بات البتہ اس کے ذہن میں کھٹک رہی تھی کہ محض سبزیاں کھانے اور سادہ پانی پینے سے کسی کی صحت کیسے بحال رہ سکتی ہے؟

اب اسپنز کو دوسرے منصوبے پر عمل پیرا ہونا تھا۔ اس نے ان نوجوانوں کے لیے شاندار مکان کا انتظام کیا اور انہیں اسی میں ٹھہرا دیا۔ بہترین اساتذہ ان کی تعلیم وتربیت کے لیے مقرر کیے۔

Marfat.com

تین سال کے عرصے میں انہوں نے کلدانی زبان میں خوب مہارت حاصل کی۔ دانیال علیہ السلام خاص طور پر ان علوم میں خوب طاق ہوگئے۔ علم نجوم، حکمت و ریاضی اور تعبیر خواب بتانے میں انہیں خوب مہارت ہوگئی تھی۔ لوگ دور دور سے چل کر آتے تھے اور اپنے خواب بیان کر کے تعبیر پوچھا کرتے تھے۔ یہ باتیں بادشاہ کے علم میں بھی لائی جاتی رہتی تھیں۔ بالآخر جب تین سال پورے ہوگئے تو بادشاہ نے حکم جاری کیا کہ نوجوانوں کو میرے روبرو پیش کیا جائے۔

اسپنز مکان پر حاضر ہوا۔ اس وقت دانیال علیہ السلام کہیں گئے ہوئے تھے جب کہ اسپنز کو انہیں دربار لے جانے کی جلدی تھی۔ ان کے ساتھیوں نے اسے بتایا کہ وہ قریبی جنگل میں ہوں گے۔ اللہ کی عبادت کرنے وہ جنگل میں چلے جاتے ہیں اور اکثر دن دن بھر وہیں گزار دیتے ہیں۔ اس وقت بھی وہ وہیں ہوں گے۔ اسپنز کو حیرت ہوئی کہ وہاں کون سا بت ہے جس کی وہ پرستش کرتے ہیں۔

''وہاں تو ''بعل'' کا کوئی بت نہیں ہے، پھر وہ کس کی پرستش کرتے ہیں؟''

''دانیال علیہ السلام کسی بہت کی نہیں، خدا کی عبادت کرتے ہیں۔''

''دربار سے وابستہ ہوجانے کے بعد اسے بت پرستی اختیار کرنی پڑے گی۔''

''ہم نے تجھ سے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ ہمیں مذہب بدلنے پر مجبور نہ کیا جائے۔''

''بادشاہ کے احسانات کا بدلہ یہ ہے کہ تم اس کے بتوں کی پرستش کرو۔''

''یہ دانیال کا مسئلہ ہے۔ تم خود اس سے بات کر کے دیکھ لو۔''

''مگر وہ ہے کہاں؟''

''ہم نے کہا تو ہے وہ جنگل میں ہوگا۔''

اسپنز نے اسی وقت اپنے آدمی دوڑا دیے کہ دانیال جہاں کہیں ہو اسے تلاش کر کے لائیں۔ وہ روانہ ہوئے اور تھوڑی دیر میں دانیال علیہ السلام کو تلاش کر کے لے آئے۔ اسپنز نے بت پرستی کا تذکرہ ان سے بھی کیا۔ انہوں نے بھی وہی جواب دیا۔ جوان کے ساتھی دے چکے تھے۔ اسپنز نے اس وقت بات کو بڑھانا مناسب نہ سمجھا اور ان سے کہا، وہ دربار چلنے کے لیے تیار ہوجائیں۔ انہیں کلدانی لباس پہنایا اور شاہی بگھی میں سوار کر کے بادشاہ کے محل پہنچ گیا۔

بادشاہ انہیں تین سال بعد دیکھ رہا تھا اور سوچ رہا تھا، کیا یہ وہی نوجوان ہیں؟ کلدانی لباس میں ملبوس بالکل مقامی معلوم ہو رہے تھے۔ روانی سے مقامی زبان بول رہے ہیں۔ بادشاہ نے مختلف علوم کے اساتذہ کو طلب کیا اور ان سے کہا کہ وہ دانیال علیہ السلام کا امتحان لیں اور یہ جانچیں کہ انہیں مختلف علوم پر کتنی دسترس حاصل ہے۔

یہ اساتذہ ان کا امتحان لینے کے لیے حاضر ہوئے تھے لیکن تھوڑی دیر بعد ہی شاگردوں کی طرح ان کے سامنے بیٹھنے پر مجبور ہوگئے۔ بادشاہ نے دانیال علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کو دیگر اساتذہ سے دس درجہ بہتر پایا۔ بادشاہ نے انہیں خدمت سونپی کہ وہ دربار میں اس کے مقابل کھڑے رہا کریں۔

یہ چاروں اپنی خدمات نہایت مستعدی سے انجام دینے لگے۔ بادشاہ ان کی قابلیت سے ایسا خوش تھا کہ اپنے قریب سے ہٹنے نہیں دیتا تھا۔

انہی دنوں ایک ایسا واقعہ پیش آ گیا جس نے بخت نصر کی پوری سلطنت کو ہلا دیا۔ جتنے بڑے بڑے کاہن، نجومی اور اہل حکمت تھے جان کے خوف سے روپوش ہوگئے۔ عام آدمیوں کو بھی اپنی جان کا خطرہ لاحق ہوگیا۔ بادشاہ اتنے جلال میں تھا کہ قتل عام کا حکم بھی دے سکتا تھا۔ ہوا یہ تھا کہ بادشاہ نے کوئی خواب دیکھا لیکن بیدار ہونے پر خواب اسے یاد نہ رہا۔ بس اتنا یاد تھا کہ یہ خواب نہایت بھیانک تھا۔ ایسا بھیانک کہ اس رات کے بعد وہ کسی رات نہ سو سکا۔ اس کے دربار میں اور حدودِ سلطنت میں نجومیوں اور خواب کی تعبیر بتانے والوں کی کمی نہیں تھی۔ اس نے ان سب کو طلب کیا اور منادی کرادی کہ

Marfat.com

جو میرے خواب کی تعبیر بتائے گا، میں اسے انعام سے مالا مال کردوں گا لیکن اگر انہوں نے میرے خواب کی تعبیر نہ بتائی تو میں ان کی گردنیں اڑادوں گا اور ان کے گھروں کو مسمار کردوں گا۔

اپنے علم پر نازاں اہل علم صفیں باندھے اس کے سامنے حاضر ہوگئے۔ بادشاہ کا چہرہ خوف اور خطرے کے اثر سے سفید ہورہا تھا۔ وہ غصے میں تھا لیکن غصے کی سرخی چہرے سے ظاہر نہیں ہورہی تھی۔ جیسے خوف نے سارا خون نچوڑ لیا ہو۔

''میں نے ایک خواب دیکھا ہے اور اب اس خواب کی تعبیر دریافت کرنے کے لیے بے تاب ہوں۔''

''اے بادشاہ تو ابد تک جیتا رہ۔'' تمام نجومیوں نے بہ یک وقت کہا'' تو اپنا خواب ہم سے بیان کر۔ کیا مجال جو ہم اس کی تعبیر نہ بتا سکیں۔''

''وہ خواب میں بھول چکا ہوں۔ میں تو یہ چاہتا ہوں کہ وہ خواب بھی تم بتاؤ اور اس کی تعبیر بھی بیان کرو۔''

''اے بادشاہ تو ابد تک جیتا رہ۔ ایسا کون ہوگا جو بادشاہ کے دل کی بات بتا سکے اور ایسا سوال بھی کسی امیر یا حاکم نے کبھی نہ کیا ہوگا؟ دیوتاؤں کے سوا کون ہوگا جو یہ بتا سکے؟''

''مجھے خوب معلوم ہے کہ تم حیلے بہانے کررہے ہو جب کہ تم جانتے ہو کہ میں تم سب کے قتل کے احکام جاری کرچکا ہوں۔ اگر تم نے میرے خواب کی تعبیر نہیں بتائی تو میں تم سب کو ہلاک کردوں گا۔''

''بادشاہ، ہم پر رحم کی نظر ڈالے۔ یہ ہمارے اختیار سے باہر ہے کہ ہم بھولے ہوئے خواب کو دہرا سکیں۔ ہاں اگر ہمیں خواب معلوم ہوجائے تو ہم ضرور تعبیر بتا سکتے ہیں۔''

''یہ کیوں نہیں کہتے کہ تم اب تک اپنے علم کا ڈھونگ رچاتے رہے ہو۔ تم میں اتنی اہلیت ہی نہیں ہے میں تمہیں وظیفے دیتا رہا۔ اب امتحان کا وقت آیا تو تم سب بھاگ رہے ہو۔'' بادشاہ نے کہا۔ ''میں تمہیں دو تین دن کی مہلت دیتا ہوں، اس کے بعد تم جا بہ جا قتل کیے جاؤ گے۔''

بادشاہ کے غضب سے ہر بدن کانپنے لگا۔ تمام حکیم خواب کی تعبیر بتانے سے قاصر تھے۔ اب تو وہ صرف یہی کرسکتے تھے کہ جنگلوں میں جاکر روپوش ہوجائیں کیونکہ تین دن گزر چکے تھے اور بادشاہ کی طرف سے قتل کے احکام جاری ہوچکے تھے۔

بابل کی سرزمین اہل علم سے اچانک خالی ہوگئی۔ جتنے اہل نجوم اور خواب داں تھے اس طرح غائب ہوگئے جیسے کبھی تھے ہی نہیں۔

بادشاہ کے سپاہی ننگی تلواریں ہاتھوں میں لیے گلی گلی گھوم رہے تھے۔ انہیں دانیال علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کی بھی تلاش تھی، لیکن وہ روپوش نہیں ہوئے تھے۔ خدا نے انہیں سپاہیوں کی نظروں سے دور کردیا تھا۔ اسپنز اور اس کے سپاہی کئی مرتبہ حضرت دانیال علیہ السلام کے مکان میں آکر تلاشی لے چکے تھے لیکن وہاں کوئی بھی نہیں تھا۔ اس کا یہ سمجھنا بجا تھا کہ دانیال علیہ السلام بھی کہیں روپوش ہوچکے ہیں۔

چند دن کے تگ و دو کے بعد بھی کوئی حکیم قتل نہ کیا جاسکا تو بادشاہ کا قہر اپنے اہلکاروں پر برسنے لگا۔ اس نے احکام جاری کردیے کہ اگر اب بھی تمام حکیم ہلاک نہیں کیے گئے تو وہ لوگ قتل کیے جائیں گے جو ان حکیموں کے قتل پر مامور کیے گئے ہیں۔

اسپنز کو دانیال علیہ السلام کی یاد آرہی تھی۔ وہ نوجوان بہت دانش مند ہے۔ میں نے اس کی مدد بھی بہت کی ہے۔ کاش! وہ اپنی روپوشی ختم کرکے مجھے مل جائے اور کسی طرح بادشاہ کے خواب کی تعبیر بتادے تو میری جان ہلاکت میں پڑنے سے بچ جائے پھر یہ ہوا کہ دانیال علیہ السلام اچانک اس کے سامنے آگئے۔

''بادشاہ سے کہو، دانیال مل گیا ہے۔ اگر مجھے قتل کرنے سے اس کا غصہ کم ہوسکتا ہے تو میں حاضر ہوں۔''

Marfat.com

''بادشاہ سے کہنے کی کیا ضرورت ہے۔ یہ کام تو میں خود بھی کرسکتا ہوں۔ مجھے اسی کام پر متعین کیا گیا ہے مگر تمہیں قتل کر کے مجھے ہرگز خوشی نہیں ہوگی۔ بہتر ہے کہ تم کہیں روپوش ہو جاؤ۔''

''مجھے بادشاہ کے پاس لے چلو۔ شاید میں اسے مطمئن کرسکوں۔''

''اس وقت وہ کوئی بات سننے کو تیار نہیں۔ وہ قتل کے احکام صادر کر چکا ہے جس میں تم بھی شامل ہو۔''

''اگر میرے قتل سے باقی لوگوں کی جان بچ سکتی ہے تو مجھے خوشی ہوگی۔''

''یہ کام مجھ سے نہیں ہوگا۔''

''پھر میں خود بادشاہ کے پاس جاتا ہوں۔''

''ایسا غضب مت کرنا۔ بادشاہ کا عتاب مجھ پر نازل ہوگا۔ وہ کہے گا، میں تمہیں تلاش نہ کرسکا۔''

''تو پھر مجھے اپنے ساتھ لے کر چلو اور کہو کہ تم مجھے پکڑ کر لائے ہو۔''

اسپنز مجبور ہوگیا اور اس نے دانیال علیہ السلام کو بادشاہ کے روبرو پیش کردیا۔

''دانیال! تمہیں تو اپنے علم پر بڑا بھروسا تھا، مگر اب معلوم ہوا کہ تمہارا علم ادھورا ہے اس لیے تم میری نظروں سے پوشیدہ ہوگئے۔''

''مجھے اپنے علم پر کبھی بھروسا نہیں رہا، مجھے تو اپنے خدا پر بھروسا ہے۔ وہی مجھے حقیقت سے آگاہ کرے گا۔ مجھے اگر مہلت ملے تو میں بادشاہ کے حضور تعبیر بیان کردوں گا۔''

''تم بھی وہی حیلے بہانے کر رہے ہو، جو دوسروں نے کیے ہیں مگر یاد رکھو جس طرح اب پکڑے گئے ہو آیندہ بھی پکڑے جاؤ گے۔''

''میں کہیں بھاگنے والا نہیں۔ بس مجھے ایک رات اور ایک دن کی مہلت مل جائے۔''

''میں تجھے یہ مہلت دیتا ہوں۔''

دانیال علیہ السلام گھر پہنچے اور اپنے ساتھیوں کو تمام معاملات سے آگاہ کیا اور ان سے استدعا کی کہ وہ بھی ان کے ساتھ مل کر خدا سے اس کی رحمت طلب کریں۔

یہ چاروں پاک نفوس اللہ کے حضور عبادت کے لیے کھڑے ہوگئے۔

''اے رب العزت! تو نے ہم پر کرم کیا ہے کہ ہمیں ایسی باعزت زندگی سے نوازا ہے۔ بادشاہ نے ہمیں اپنا مقرب کیا ہے لیکن اب اس کے تیور بدل گئے ہیں۔ وہ ہماری جان کے درپے ہے۔ ہمیں اس کے عتاب سے بچالے۔ وہ راز ہم پر آشکار کردے جس کی وجہ سے وہ ہماری ہلاکت پر تلا ہوا ہے۔ اس نے جو خواب دیکھا ہے، وہ ہمیں دکھادے اور اس کی تعبیر بھی بتادے۔ ہمیں باقی حکیموں کے ساتھ ہلاک نہ کر۔''

یہ دعا مانگنے کے بعد آپ سونے کے لیے لیٹ گئے۔ حقیقت کی چاندنی ہر طرف بکھر گئی۔ نیند کی دنیا نے انہیں ایک محل میں پہنچادیا۔ وہاں بخت نصر محوِ خواب تھا۔ جو کچھ وہ دیکھ رہا تھا، دانیال علیہ السلام کی آنکھوں پر بھی وہ سب ظاہر ہوگیا۔ بادشاہ جو خواب دیکھ رہا تھا، دانیال علیہ السلام بھی دیکھ رہے تھے۔

جب یہ خواب ختم ہوا تو اللہ نے اس کی تعبیر بھی آپ کو بتادی اور آپ نے اسے اچھی طرح ذہن نشین کرلیا۔ آنکھ کھلی تو خواب اور تعبیر دونوں اچھی طرح یاد تھے۔ آپ ایک مرتبہ پھر خدا کے حضور سجدے میں گر گئے۔

خدا کا نام تا ابد مبارک ہو۔

کیونکہ حکمت اور قدرت اسی کی ہے۔

وہی وقتوں اور زمانوں کو تبدیل کرتا ہے

Marfat.com

وہی بادشاہوں کو معزول اور قائم کرتا ہے
وہی حکیموں کو حکمت اور دانش مندوں کو دانش عنایت کرتا ہے
وہی گہری اور پوشیدہ چیزوں کو ظاہر کرتا ہے
اور جو کچھ اندھیرے میں ہے اسے جانتا ہے
اور نور اسی کے ساتھ ہے
میں تیرا شکر کرتا ہوں اور تیری ستائش کرتا ہوں،
اے میرے باپ دادا کے خدا!
جو کچھ ہم نے تجھ سے مانگا تو نے مجھ پر ظاہر کیا،
کیونکہ تو نے بادشاہ کا معاملہ ہم پر ظاہر کیا۔

دانیال علیہ السلام شاہی محل پہنچے تو بادشاہ کو بے تابی سے ٹہلتے ہوئے پایا۔ اس کی نظر جیسے ہی دانیال علیہ السلام پر پڑی اس کی زبان پر پہلا سوال یہی تھا کہ میرے خواب کی تعبیر کا کیا ہوا؟

''میں آپ کو خواب کی تعبیر بتا سکتا ہوں، لیکن پہلے ان حکیموں کی معافی کا اعلان کریں جو قتل کے خوف سے روپوش ہو چکے ہیں کیونکہ ان میں میرے کئی استاد بھی شامل ہیں۔''

''اس میں تیری کوئی چال تو نہیں کہ میں ان سب کو معاف کر دوں اور پھر تو غائب ہو جائے؟''

''میرے خدا نے مجھ پر ہر راز آشکار کر دیا ہے۔ اب میں کہیں غائب ہونے والا نہیں۔''

''جب تک تو میرا خواب مجھے یاد نہیں دلا دیتا اور اس خواب کی تعبیر نہیں بتا دیتا، میں تجھے محل سے نہیں جانے دوں گا۔''

''مجھے منظور ہے۔''

بادشاہ نے عام معافی کا اعلان کر دیا۔ دوسرے دن تمام کاہن اور نجومی جو روپوش ہو گئے تھے، بلوائے گئے۔ دانیال علیہ السلام کو بھی پیش کیا گیا۔

دانیال علیہ السلام نے کہنا شروع کیا۔'' وہ بھید جو بادشاہ نے پوچھا، حکما اور نجومی اور جادوگر اور فال گیر بادشاہ کو نہیں بتا سکتے مگر آسمان پر ایک خدا ہے جو راز کی باتیں آشکار کرتا ہے۔ اس نے خواب کے ذریعے مجھ پر ظاہر کیا ہے کہ آخر میں ''میں کیا وقوع میں آئے گا۔''

''یہ تو مجھے بھی معلوم ہے۔ مجھے تو تو یہ بتا کہ میں نے خواب کیا دیکھا تھا۔ ہو سکتا ہے تیرے بتانے سے مجھے یاد آ جائے۔''

''اے بادشاہ! تو نے ایک بڑی مورت دیکھی۔ وہ بڑی مورت تیرے سامنے کھڑی ہوئی ہے اور اس کی صورت ہیبت ناک تھی۔ اس مورت کا سر خالص سونے کا تھا۔ اس کا سینہ اور اس کے بازو چاندی کے اس کا شکم اور اس کی رانیں تانبے کی تھیں۔ اس کی ٹانگیں لوہے کی اور اس کے پاؤں کچھ لوہے کے اور کچھ مٹی کے تھے۔ تو اسے دیکھتا رہا یہاں تک کہ ایک پتھر ہاتھ لگائے بغیر ہی کاٹا گیا اور اس مورت کے پاؤں پر جو لوہے اور مٹی کے تھے، لگا اور ان کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ تب لوہا اور مٹی اور تانبا اور چاندی اور سونا ٹکڑے ٹکڑے کیے گئے اور ہوا ان کو اڑا کر لے گئی یہاں تک کہ ان کو پتا نہ چلا اور وہ پتھر جس نے اس مورت کو توڑا اور ایک بڑا پہاڑ بن گیا اور تمام زمین میں پھیل گیا۔''

بادشاہ حیرت سے ان کا منہ تکتا رہا اور پھر یکدم چیخ اٹھا ''تو نے صحیح کہا۔ مجھے سب یاد آ گیا۔ یہ خواب اسی طرح تھا جس طرح تو نے بیان کیا ہے۔ اب تو مجھے اس کی تعبیر بتا۔''

Marfat.com

''اے بادشاہ! اب تو اس کی تعبیر سن! اے بادشاہ! تو وہ شہنشاہ ہے جس کو آسمان کے خدا نے بادشاہی قدرت و شوکت بخشی ہے اور جہاں کہیں بنی آدم سکونت کرتے ہیں اس نے میدان کے چرندے اور ہوا کے پرندے تیرے حوالے کر کے تجھ کو ان سب کا حاکم بنایا ہے۔ وہ سونے کا سر تو ہی ہے اور تیرے بعد ایک اور سلطنت برپا ہوگی جو تجھ سے چھوٹی ہوگی۔ اس کے بعد ایک اور سلطنت تانبے کی جو تمام زمین پر حکومت کرے گی اور چوتھی سلطنت لوہے کے مانند مضبوط ہوگی اور جس طرح لوہا توڑ ڈالتا ہے اور سب چیزوں پر غالب آتا ہے۔ اسی طرح وہ ٹکڑے ٹکڑے کرے گی اور کچل ڈالے گی۔ اور تو نے دیکھا کہ اس میں لوہا مٹی سے ملا ہوا تھا اس میں لوہے کی مضبوطی ہوگی اور چونکہ پاؤں کی انگلیاں کچھ لوہے کی اور کچھ مٹی کی تھیں اس لیے سلطنت کچھ قوی کچھ ضعیف ہوگی اور جیسا تو نے دیکھا کہ لوہا مٹی سے ملا ہوا تھا وہ بنی آدم سے آمیختہ ہوں گے، لیکن جیسے لوہا مٹی سے میل نہیں کھاتا ویسے ہی وہ بھی باہم میل نہیں کھائیں گے اور ان بادشاہوں کے ایام میں آسمان کا خدا ایک سلطنت برپا کرے گا جو تا ابد برباد نہیں ہوگی اور اس کی حکومت کسی دوسری قوم کے حوالے نہ کی جائے گی بلکہ وہ ان تمام مملکتوں کو ٹکڑے ٹکڑے اور نیست کرے گی اور وہی ابد تک قائم رہے گی۔ جیسا تو نے دیکھا کہ وہ پتھر ہاتھ لگائے بغیر ہی پہاڑ سے کاٹا گیا اور اس نے لوہے اور تانبے اور مٹی اور چاندی اور سونے کو ٹکڑے ٹکڑے کیا، خدا تعالیٰ نے بادشاہ کو وہ کچھ دکھایا جو آگے ہونے والا ہے اور یہ خواب یقینی ہے اور اس کی تعبیر یقینی ہے۔''

خواب کی تعبیر سنی تو بادشاہ اپنی مسند سے اترا اور دانیال علیہ السلام کو سجدہ کیا اور حکم دیا کہ دانیال علیہ السلام کو ہدیہ دیا جائے اور ان کے سامنے بخور جلایا جائے۔ گویا بادشاہ انہیں اپنا دیوتا قرار دے رہا تھا۔ بخور دیوتاؤں کے سامنے جلایا جاتا تھا۔

بادشاہ نے بھرے دربار میں اعلان کیا ''تیرا خدا معبودوں کا معبود اور بھیدوں کا کھولنے والا ہے۔ اسی لیے تو اس راز کو کھول سکا جس سے تمام اہل نجوم عاجز تھے۔''

اس کے بعد بادشاہ نے دانیال علیہ السلام کو انعامات سے سرفراز کیا۔ بابل کے تمام حکیموں پر حکمرانی عنایت کی اور انہیں تمام حکیموں کا سربراہ بنادیا۔

حضرت دانیال علیہ السلام کو ان اعزازات سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ انہوں نے بادشاہ سے استدعا کی کہ ان کے ساتھیوں کو صوبوں کا سربراہ بنادیا جائے۔ وہ خود صوبوں کی سربراہی کے بجائے حکیموں پر حکمرانی سے خوش ہیں۔ بادشاہ نے ان کی درخواست قبول کی۔

حضرت دانیال علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کو یہ مناصب ملے تو بابلیوں کو سخت ناگوار ہوا۔ وہ کب یہ گوارا کرسکتے تھے کہ ایک غلام ان پر حکمرانی کرے۔ دانیال علیہ السلام نے بابل کے نجومیوں کو قتل ہونے سے بچایا تھا۔ انہیں ان کا احسان مند ہونا چاہیے تھا لیکن وہ حسد کی آگ میں جلنے لگے اور بڑے پیمانے پر ان کی مخالفت شروع کردی تاکہ انہیں بادشاہ کی نظروں سے گرادیا جائے۔ انہیں اور کوئی کمزوری تو ہاتھ نہیں آئی۔ بس یہی ایک کمزوری تھی کہ وہ بتوں کی پرستش سے دور تھے۔ محض یہ کمزوری بھی انہیں سزا نہیں دلواسکتی تھی کیونکہ بادشاہ نے یروشلم سے آئے ہوئے اسیروں کو مذہب تبدیل نہ کرنے کی ضمانت دے رکھی تھی۔ اب ایک ہی صورت تھی کہ بادشاہ کو یہ کہہ کر بھڑکایا جائے کہ دانیال علیہ السلام اور ان کے ساتھی بابلیوں کے دیوتاؤں کو برا بھلا کہتے ہیں۔ بادشاہ کے قریب رہنے والوں نے بادشاہ کے کان بھرنے شروع کردیے۔

''جب ہم ان کے مذہب میں دخل نہیں دے رہے ہیں تو وہ کون ہوتے ہیں ہمارے دیوتاؤں کو برا کہنے والے۔ اگر یہی حالات رہے تو ہمارے لوگ ہمارے دین سے برگشتہ ہوجائیں گے۔''

''اگر انہوں نے کسی جادو کے زور سے بادشاہ کے خواب کی تعبیر بتادی تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ ہمارے دین کے

Marfat.com

خلاف بولنا شروع کر دیں۔‘‘

’’وہ یہاں رہ رہے ہیں تو ان پر یہ بھی لازم ہے کہ وہ ہمارا مذہب قبول کریں۔ اس کے بعد ہی انہیں احساس ہوگا کہ وہ غلام ہیں ہمارے آقا نہیں۔‘‘

بادشاہ پر زور دیا جانے لگا کہ وہ ان کو دی ہوئی رعایت سے ہاتھ اٹھالے۔ انہیں مجبور کرے کہ ہماری مورتیوں کو سجدہ کریں۔‘‘

بادشاہ کو یہ باور کرادیا گیا کہ عوام کی بے چینی بڑھتی جارہی ہے۔ یروشلم سے آئے ہوئے یہودیوں کو مجبور کیا جائے کہ وہ ہمارے بتوں کو سجدہ کریں اور یہ اسی وقت ہوگا جب دانیال علیہ السلام اوران کے تینوں ساتھی ایسا کریں گے۔ اس کے بعد عام یہودیوں کی ہمت ٹوٹ جائے گی۔ بادشاہ کا رعب اسی وقت قائم ہوگا جب اس کے غلام اس کی فرمانبرداری کریں گے۔

بادشاہ کو اتنا بھڑکایا کہ وہ کہہ اٹھا’’ میں یہ برداشت نہیں کروں گا کہ یروشلم کے قیدی اور غلام ہمارے دیوتاؤں کو برا بھلا کہیں۔ انہیں ان دیوتاؤں کی عزت کرنی ہوگی۔‘‘

یہ باتیں چل رہی تھیں کہ بادشاہ کی برہمی کا ایک اور موقع نکل آیا۔ بخت نصر نے سونے کی ایک مورت بنوائی تھی جس کی لمبائی ساٹھ ہاتھ اور چوڑائی چھ ہاتھ تھی اور اسے دورا کے میدان صوبہ بابل میں نصب کیا گیا تھا۔ جب اس کی تعمیر ہوچکی تو بادشاہ نے یہ اعلان جاری کیا کہ تمام ناظم، حاکم، سردار، قاضی، خزانچی، مشیر اور تمام صوبوں کے منصب دار اس مورت کی تقدیس پر حاضر ہوں۔

اس اعلان کے جواب میں تمام عہدے دار اس کی تقدیس کے لیے اس مقام پر جمع ہوگئے جہاں اس مورتی کو نصب کیا گیا تھا۔ حضرت دانیال علیہ السلام کے ساتھی، خنیاہ، میسائیل اور عزریاہ بھی چونکہ منصب دار تھے، حاضر ہوگئے۔ یروشلم کے قیدیوں نے ان کی حاضری کو نفرت سے دیکھا کہ یہ لوگ بالکل ہی کلدانی بن گئے ہیں اور انہوں نے بابلیوں کا مذہب اختیار کرلیا ہے جو اس طرح مورت کی تقدیس کے لیے حاضر ہوگئے ہیں۔

اس مورتی کو شہر کے وسط میں نصب کیا گیا تھا۔ اس کے چاروں طرف حاکم، سردار، منصب دار، خزانچی صفیں بنائے کھڑے تھے۔ حضرت دانیال علیہ السلام کے ساتھی بھی ایک طرف کھڑے تھے کہ منادی کرنے والے نے منادی کی۔

’’اے لوگو! جتنے لوگ یہاں جمع ہیں ان کے لیے یہ حکم ہے کہ جس وقت قرنا اور نے ستار اور رباب اور بربط اور چغانہ اور ہر طرح کے ساز کی آواز سنو تو اس سونے کی مورت کے سامنے جس کو بخت نصر بادشاہ نے نصب کیا ہے، منہ کے بل گر کر سجدہ کرو اور جو کوئی سجدہ نہیں کرے گا، اسی وقت آگ کی جلتی بھٹی میں ڈالا جائے گا۔‘‘

اس اعلان کے ختم ہوتے ہی سازوں کی آواز گونجنے لگی اور وہاں موجود لوگ منہ کے بل زمین پر گر گئے۔ اس میدان میں صرف تین آدمی تھے، جو اپنی جگہ کھڑے ہوئے تھے۔ یہ تینوں حضرت دانیال کے ساتھی تھے۔ پہرے پر متعین سپاہیوں نے قہر آلود نظروں سے ان کی طرف دیکھا۔

’’تم سجدے میں کیوں نہیں گرے؟‘‘

’’اس لیے کہ ہم ان مورتیوں کی پرستش نہیں کرتے۔ ہمارا خدا آسمان پر ہے۔ ہم اسی کی عبادت کرتے ہیں۔‘‘

’’کیا تم یہ بات بادشاہ کے سامنے بھی کہہ سکتے ہو؟‘‘

’’ہمیں کوئی خوف نہیں ہوگا۔‘‘

ان تینوں کو اسی وقت گرفتار کرلیا گیا۔ بابل کے شہریوں میں یہ خبر جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی کہ صوبہ داروں کو بادشاہ کی حکم عدولی کے جرم میں گرفتار کرلیا گیا ہے۔

ان تینوں کو عام قیدیوں کی طرح رسیوں میں جکڑ کر بادشاہ کے حضور پہنچادیا گیا۔ سزا کا اعلان تو پہلے ہی ہوچکا تھا کہ

Marfat.com

جو سجدہ نہیں کرے گا، اسے آگ میں ڈالا جائے گا لیکن بادشاہ پھر بھی تصدیق کرنا چاہتا تھا کہ جو خبریں اس تک پہنچی ہیں وہ سچی ہیں یا نہیں؟''

''کیا یہ سچ ہے کہ جو سونے کی مورت میں نے بنوائی تھی تم نے اسے سجدہ نہیں کیا؟''

''یہ سچ ہے محترم بادشاہ!''

''کیا تم نے میرا اعلان نہیں سنا تھا؟''

''اعلان بھی سنا تھا۔''

''کیا تم اسے حکم عدولی نہیں سمجھتے؟''

''ایک بادشاہ تم سے بھی بڑا ہے۔ ہم نے اس کا حکم مانا ہے۔''

''کیا تمہیں آگ میں ڈالے جانے سے خوف نہیں آتا؟''

''ہمارا خدا جس کی ہم عبادت کرتے ہیں اتنی قدرت رکھتا ہے کہ ہمیں اس آگ سے چھڑا لے گا۔''

''اب میں بھی دیکھتا ہوں کہ کون سا معبود تم کو میرے ہاتھ سے چھڑائے گا۔''

بادشاہ نے حکم دیا کہ ایک بڑا کنواں تیار کیا جائے اور اس میں کئی دن رات آگ کے بڑے بڑے الاؤ روشن کیے جائیں۔ اس کی آنچ معمول سے سات گنا زیادہ کریں۔ جب اس آگ کی تپش دور تک محسوس کی جانے لگے کنویں کا فرش اور دیواریں تپتے ہوئے لوہے کے مانند ہو جائیں تو مجھے خبر کی جائے۔

اس کنویں کی آگ سات دن تک دہکتی رہی۔ جب یہ خوب گرم ہو گیا تو بخت نصر کو خبر کی گئی ''بھٹی تیار ہے۔'' بخت نصر نے اپنے لشکر کے چند زور آور پہلوانوں کو طلب کر کے انہیں حکم دیا کہ ان تینوں کو جلتی ہوئی آگ میں پھینک دیں۔ آگ کی تپش اتنی زیادہ تھی کہ کوئی اس کے قریب جانے کی ہمت نہیں کر رہا تھا لیکن بادشاہ کا حکم ٹالا بھی نہیں جا سکتا تھا۔ ان پہلوانوں نے حضرت دانیال علیہ السلام کے تینوں ساتھیوں کو رسیوں میں جکڑا اور آگ کے بنے ہوئے کنویں کی طرف چلے۔ آگ اتنی تیز تھی کہ یہ پہلوان کسی نہ کسی طرح وہاں تک چلے تو گئے۔ تینوں کو کنویں میں پھینک بھی دیا لیکن خود اتنی بری طرح جھلس گئے کہ اسی وقت دم توڑ گئے۔

یہ تماشا دیکھنے کے لیے ایک خلقت جمع ہو گئی تھی۔ بھٹی میں آگ کے شعلے بلند ہو رہے تھے اور وہ تینوں اندر تھے۔ دانیال علیہ السلام اچانک غائب ہو گئے تھے۔ کچھ لوگوں نے انہیں جنگل کی طرف جاتے ہوئے دیکھا تھا۔ بعض لوگ یہ خیال کر رہے تھے کہ دانیال علیہ السلام اپنے ساتھیوں کو مشکل میں چھوڑ کر کہیں فرار ہو گئے ہیں جب کہ وہ خدا کے سامنے سر بسجود تھے اور گڑگڑا کر دعا کر رہے تھے۔

خدا کا نام تا ابد مبارک ہو
حکمت اور قدرت اسی کی ہے
تو ہی مارتا ہے اور تو ہی زندہ کرتا ہے
تجھے آگ کو گلزار بنانا آتا ہے
تو انگاروں کو پھولوں میں بدل دے
پردیس میں ہماری عزت رکھ لے
اپنے دین کا نام اونچا کر
اور اس کا ذریعہ ہمیں بنا

☆......☆......☆

Marfat.com

آگ کے شعلے آسمان سے باتیں کر رہے تھے، لیکن دیکھتے ہی دیکھتے یہ شعلے ہوا میں تحلیل ہو گئے۔ آگ سے بھرے کنوئیں کی جانب سے ٹھنڈی ہوائیں آ رہی تھیں جیسے باغ کا دروازہ کھلا ہوا ہو۔ کسی کی اب بھی ہمت نہیں ہو رہی تھی کہ کنوئیں کے قریب جائے۔ کچھ لوگ دوڑتے ہوئے بادشاہ کے پاس پہنچے۔ وہ بھی مسند سے اٹھا اور وسط شہر میں پہنچا۔ جب اچھی طرح اطمینان ہو گیا کہ آگ ٹھنڈی ہو گئی ہے تو وہ اپنے ارکان دولت کے ہمراہ کنویں پر پہنچا۔ اس نے دیکھا کہ کنویں کے اندر چار آدمی آرام سے ٹہل رہے ہیں۔ آگ انہیں جلانے سے پہلے خود جل گئی ہے۔ اسے یہ دیکھ کر بھی تعجب ہوا کہ تین آدمی آگ میں ڈالے گئے تھے، یہ چار کیسے ہو گئے؟

اس نے اپنے وزیروں اور مشیروں سے پوچھا۔ ''ہم نے تین شخصوں کو بندھوا کر آگ میں نہیں ڈلوایا؟'' سب نے گواہی دی کہ آگ میں پھینکے جانے والے تین ہی تھے۔

''پھر یہ چوتھا کون ہے؟'' بادشاہ نے کہا۔ ''انہیں باہر نکالو تا کہ یہ معما حل ہو۔ خود ہی بتائیں گے کہ چوتھا کون ہے؟''

انہیں باہر نکالا گیا تو یہ پھر تین تھے۔ چوتھا نہیں تھا اور یہ تینوں صحیح سلامت تھے۔ ان کے کپڑے تک نہیں جلے تھے۔ آگ نے انہیں کوئی ضرر نہیں پہنچایا تھا۔

بادشاہ نے ان سے پوچھا۔ ''میں نے تمہارے ساتھ ایک چوتھے کو بھی دیکھا تھا۔ وہ کون تھا اور اب کہاں ہے؟ یہ کیا ماجرا ہے؟''

''اس چوتھے شخص کے بجائے یہ بھی تو پوچھو کہ آگ کا کام جلانا ہے، اس نے ہمیں جلایا کیوں نہیں؟''

''مجھے یہ بھی پوچھنا ہے مگر چوتھے شخص کا احوال تو بتاؤ۔''

''اے بادشاہ! تو نے یہ کہہ کر ہمیں آگ میں بھیجا تھا کہ دیکھتا ہوں کون سا معبود تمہیں میرے ہاتھوں سے چھڑاتا ہے؟''

''ہاں کہا تھا۔''

''اور ہم نے کہا تھا کہ وہ خدا جس کی ہم عبادت کرتے ہیں، ہمیں اس آگ سے چھڑانے لگا۔''

''مجھے یہ بھی یاد ہے۔''

''پس وہ چوتھا اللہ کا بھیجا ہوا فرشتہ تھا جس نے آگ کو گلزار بنا دیا اور ہم جلنے سے محفوظ رہے۔ اب تمہیں یقین آ جانا چاہیے کہ وہی معبود عبادت کے لائق ہے جو اپنے بندوں کو مظالم سے رہائی دلواتا ہے۔''

بخت نصر سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھ چکا تھا۔ اس لیے تسلیم کرنے کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا۔ دل پر مہر لگی ہوئی تھی۔ خدا پر ایمان تو نہیں لا سکتا تھا لیکن اس نے اتنا کیا کہ اعلان کر دیا کہ دانیال علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کے خلاف کوئی نامناسب بات زبان پر نہ لائی جائے۔

''میں یہ فرمان جاری کرتا ہوں کہ جو قوم یا امت بنی اسرائیل کے خدا کے حق میں کوئی نامناسب بات کہے گا تو اس کے ٹکڑے ٹکڑے کیے جائیں گے اور اس کے گھر مسمار کیے جائیں گے کیونکہ دوسرا معبود نہیں جو اس طرح رہائی دے سکے۔''

اس فرمان کے بعد اس نے ان تینوں کو دوبارہ اپنے مناصب پر فائز کر دیا۔

بادشاہ کی طرف سے صرف ان کی عزت افزائی نہیں ہوئی تھی بلکہ اس واقعے کے بعد تمام اہل یروشلم کو جو قید ہو کر آئے تھے، عزت کی نگاہ سے دیکھا جانے لگا۔

بخت نصر کی فتوحات کا دائرہ بڑھتا جا رہا تھا۔ دنیا کی نامور قومیں اس کی برتری کو تسلیم کر رہی تھیں۔ اس نے مصر کے فرعون پر بھی غلبہ پا لیا تھا۔ یروشلم کو کھنڈر میں تبدیل کر چکا تھا۔ ہیکل سلیمانی کو جلا کر خاکستر بنا چکا تھا۔ اس نے دس ہزار مزید قیدی بنا لیے تھے جنہیں بابل کے اطراف میں آباد کیا گیا تھا۔ اس کے باوجود وہ مطمئن نہیں تھا۔ اب اسے یہ فکر رہنے لگی تھی

Marfat.com

کہ اس کے بعد اس سلطنت کا کیا ہوگا؟

ایک روز یہ خیالات اس کے دل و دماغ پر بری طرح حاوی ہوگئے۔ وہ کچھ دیر اپنے پلنگ پر بے چینی سے کروٹیں بدلتا رہا پھر اسے نیند آ گئی۔ کیا دیکھتا ہے کہ زمین کے وسط میں ایک نہایت اونچا درخت ہے۔ وہ درخت بڑھا اور مضبوط ہوا اور اس کی چوٹی آسمان تک پہنچی اور وہ زمین کی انتہا تک دکھائی دینے لگا۔ اس کے پتے خوش نما تھے اور اس میں پھل لگے ہوئے تھے۔ میدان کے چرندے اس کے سائے میں اور ہوا کے پرندے ان کی شاخوں پر بسیرا کرتے تھے، دیکھتے دیکھتے ایک فرشتہ آسمان سے اترا۔ اس نے بلند آواز سے پکار کر یوں کہا کہ درخت کو کاٹو۔ اس کی شاخیں تراشو اور اس کے پتے جھاڑو اور اس کا پھل بکھیر دو۔ چرندے اس کے نیچے سے چلے جائیں اور پرندے اس کی شاخوں پر سے اڑ جائیں۔ جڑوں کا کندہ زمین میں باقی رہنے دو۔ ہاں لوہے اور تانبے کے بندھن سے بندھا ہوا میدان۔ ہری گھاس میں رہنے دو اور وہ آسمان کی شبنم سے تر ہو اور اس کا حصہ زمین کی گھاس میں حیوانوں کے ساتھ ہو۔ اس کا دل انسان کا دل نہ رہے بلکہ اس کو حیوان کا دل دیا جائے اور اس پر سات دور گزر جائیں۔ یہ حکم نگہبانوں کے فیصلے سے ہے اور یہ امر قدسیوں کے کہنے کے مطابق ہے تاکہ سب ذی حیات پہچان لیں کہ حق تعالیٰ آدمیوں کی مملکت میں حکمرانی کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے اسے دیتا ہے بلکہ آدمیوں میں سے ادنیٰ آدمی کو اس پر قائم کرتا ہے۔''

آنکھ کھلی تو رات ختم ہونے کو تھی۔ اسے ڈر تھا کہ اگر وہ دوبارہ سو گیا تو دیکھے ہوئے خواب کی تفصیلات اس کے حافظے سے فراموش ہو جائیں گی۔ وہ پورے خواب کو اپنے ذہن میں دہرانے لگا۔ پھر بھی کچھ باتیں اس کے حافظے سے محو ہوگئی تھیں لیکن اسے یقین تھا کہ دانیال (علیہ السلام) اس خواب کے ٹکڑوں کو جوڑ کر اس کی تعبیر ضرور بتا دیں گے۔ اس نے صبح ہونے کا انتظار بھی نہیں کیا اور دانیال (علیہ السلام) کو اپنے حضور طلب کر لیا۔

''اے بیلطشفر (دانیال علیہ السلام) ساحروں کے سردار۔ میں جانتا ہوں کہ مقدس الٰہون کی روح تجھ میں ہے اور کوئی راز کی بات تیرے لیے مشکل نہیں۔ اس لیے جو خواب میں نے دیکھا ہے اور جتنا حصہ بھی یاد رہ گیا ہے اس کی کیفیت اور تعبیر بیان کر۔'' بادشاہ نے کہا اور اپنا خواب انہیں سنا دیا۔ خواب سن کر حضرت دانیال علیہ السلام کچھ پریشان نظر آنے لگے اور تعبیر بیان کرنے میں تامل ہوا۔ تب بادشاہ نے انہیں حوصلہ دیا اور ان سے کہا کہ تعبیر کچھ بھی ہو وہ بیان کرنے میں پریشان نہ ہو۔ اگر تعبیر بادشاہ کے حق میں نہ ہوئی تو بھی اس کا عتاب دانیال علیہ السلام پر نہیں ہوگا۔

''اے بادشاہ۔۔۔!'' دانیال (علیہ السلام) نے تعبیر بتاتے ہوئے کہا۔'' یہ خواب تجھ سے کینہ رکھنے والوں کے لیے اور اس کی تعبیر تیرے دشمنوں کے لیے ہو۔ وہ درخت جو تو نے دیکھا کہ بڑھا اور مضبوط ہوا جس کی چوٹی آسمان تک پہنچی اور زمین کی انتہا تک دکھائی دیتا تھا۔ جس کے پتے خوش نما تھے اور میوہ فراواں تھے۔ جس میں سب کے لیے خوراک تھی، جس کے سائے میں میدان کے چرند اور شاخوں پر ہوا کے پرندے بسیرا کرتے تھے۔ اے بادشاہ، وہ تو ہی ہے جو بڑا اور مضبوط ہوا کیونکہ تیری بزرگی بڑھی اور آسمان تک پہنچی اور تیری سلطنت زمین کی انتہا تک۔ اور جو تو نے دیکھا کہ ایک نگہبان، ہاں ایک قدسی آسمان سے اترا اور کہنے لگا کہ درخت کو کاٹ ڈالو اور اسے برباد کرو لیکن اس کی جڑوں کا کندہ زمین میں باقی رہنے دو کہ اسے لوہے اور تانبے کے بندھن سے بندھا ہوا میدان کی ہری گھاس میں رہنے دو کہ وہ آسمان کی شبنم سے تر ہو اور جب تک اس پر سات دور نہ گزر جائیں اس کا رہنا زمین کے حیوانوں کے ساتھ ہو۔

اے بادشاہ اس کی تعبیر اور حق تعالیٰ کا وہ حکم جو بادشاہ کے حق میں ہوا ہے یہی ہے کہ تجھے آدمیوں میں سے ہانک کر نکال دیں گے اور تو میدان کے حیوانوں کے ساتھ رہے گا اور تو بیل کی طرح گھاس کھائے گا اور آسمان کی شبنم سے تر ہوگا اور تجھ پر سات دور گزر جائیں گے۔ تب تجھ کو معلوم ہوگا کہ حق تعالیٰ انسان کی مملکت میں حکمرانی کرتا ہے اور اسے جس کو چاہتا ہے، دیتا ہے اور یہ جو انہوں نے حکم کیا کہ درخت کی جڑوں کے کندے کو باقی رہنے دو، اس کا مطلب یہ ہے کہ جب

Marfat.com

تو معلوم کر چکے گا کہ بادشاہی کا اقتدار آسمان کی طرف سے ہے تو تو اپنی سلطنت پر پھر قائم ہو جائے گا۔ اس لیے اے بادشاہ، تیرے حضور میری صلاح قبول ہو اور تو اپنی خطاؤں کو صداقت سے اور اپنی بدکرداری کو مسکینوں پر رحم کرنے سے دور کر۔ ممکن ہے کہ اس سے تیرا اطمینان زیادہ ہو۔"

اس خواب کو ایک سال گزرا تھا۔ وہ بابل کے شاہی محل میں ٹہل رہا تھا اور اپنے کارناموں پر فخر کر رہا تھا۔ "میں نے ایک چھوٹے سے گاؤں کو ایسا پرشکوہ اور شاندار دارالسلطنت بنادیا کہ اس کی مثال کہیں نہیں ملتی۔ شہر کے گرد بڑی بڑی مضبوط فصلیں، نہریں اور خندقیں شہر کے اندر دیوتاؤں اور دیویوں کے مندر۔ شاندار باغات جنہیں عجائبات میں شمار کیا جاتا ہے۔ یہ سب میری بدولت ہوئے ہیں۔ دیوی دیوتاؤں تک کو میرا مرہون منت ہونا چاہیے کہ میں نے ان کی مورتیاں بنوا کر شہر کے چوراہوں میں نصب کرائیں۔"

وہ ابھی بڑے بڑے بول، بول رہا تھا کہ آسمان سے آواز آئی۔ منادی کرنے والے نے منادی کر کے پکارا "اے بادشاہ! تیرے حق میں یہ فتویٰ ہے کہ سلطنت تجھ سے جاتی رہے اور تجھے آدمیوں میں سے ہانک کر نکال دیں گے اور تو میدان کے حیوانوں کے ساتھ رہے گا اور بیل کی طرح گھاس کھائے گا اور سات دور تجھ پر گزریں گے۔ جب تجھ کو معلوم ہوگا کہ حق تعالیٰ آدمیوں کی مملکت میں حکمرانی کرتا ہے اور اسے جس کو چاہتا ہے دیتا ہے۔"

تاریخ میں ہے کہ اس آواز کے ختم ہوتے ہی وہ ایک مرض "گرگ خولیا" کا شکار ہو گیا۔ اس مرض کا مریض خود کو بھیڑیا سمجھنے لگتا ہے۔

وہ محل کی چھت سے اترا تو بالکل بھیڑیا بن چکا تھا۔ اس نے اپنے کپڑے پھاڑ ڈالے۔ ہر طرف کہتا پھرتا تھا کہ میں تم سب کا رب ہوں۔ وہ اتنا خوف ناک ہو چکا تھا کہ شاہی خاندان کے افراد اس کے قریب جانے سے ڈر رہے تھے۔ پہلے تو اس کے سپاہیوں نے یہ سوچا کہ اسے گرفتار کر لیا جائے لیکن پھر یہ سوچا کہ اس طرح عوام کو یہ تاثر ملے گا کہ بغاوت ہوگئی ہے اور بادشاہ کو قید کر دیا گیا ہے۔ اس کا پاگل پن لوگ خود دیکھ لیں تو لوگوں کو یقین آ جائے گا کہ اب وہ حکومت کرنے کے قابل نہیں رہا۔

بادشاہ سب کو گالیاں بکتا ہوا ننگ دھڑنگ محل سے باہر نکل گیا۔ پہرے داروں نے اسے بہ آسانی جانے دیا۔ وہ بازار میں نکلا تو پہلے تو لوگوں کو یقین ہی نہیں آیا کہ یہ بخت نصر ہو سکتا ہے۔ رعب و جلال والا بادشاہ۔ اس کے جسم پر شاہی لباس تو کیا، عام لباس بھی نہیں۔

یہ سب اس کے تکبر کی سزا تھی جو اسے مل رہی تھی۔ دانیال علیہ السلام نے اس کے خواب کی تعبیر بتاتے ہوئے مشورہ دیا تھا کہ وہ مسکینوں پر رحم کھائے لیکن خواب کی تعبیر کو بھی تو پورا ہونا تھا۔ اس نے اس تنبیہ کو نظر انداز کیا اور تکبر کے ایسے الفاظ ادا کیے کہ خدا کے جلال کا سزاوار بن گیا۔

وہ بازار میں ایک جگہ رکا ہوا تھا اور چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا "مجھے بتاؤ کہ بلند آسمانوں میں کس کی حکومت ہے اگر میں اس سے واقف ہوں تو اسے قتل کر کے وہاں اپنی حکومت قائم کر لوں گا کیونکہ زمین والوں سے تو میں فارغ ہو چکا ہوں۔"

اس کے اس دعوے پر افسوس کرنے کے سوا لوگ اور کیا کر سکتے تھے۔ بڑی عمر کے لوگ تو اس کی حالت کو عبرت کی نگاہ سے دیکھ رہے تھے لیکن بچوں کے ہاتھ تماشا لگ گیا تھا۔ وہ جس طرف جاتا، بچوں کی ٹولی اس کے ساتھ ہوتی۔ وہ بخت نصر جس کے سامنے دنیا کے نامور بادشاہ آنکھ اٹھانے کی جرات نہیں کر سکتے تھے، بچے اس کی ہنسی اڑاتے پھر رہے تھے۔ بادشاہ ان بچوں کی طرف دیکھ کر لپکتا تو وہ بچے ہوا ہو جاتے اور ادھر ادھر سے آ کر پھر جمع ہو جاتے۔ پھر بچوں نے ایک نیا شغل ڈھونڈ نکالا۔ چھوٹی چھوٹی کنکریاں مٹھیوں میں بھر لیں۔ اسے دیکھتے ہی اس کا نشانہ لیتے۔ وہ دور سے چلاتا اور بچے قہقہے لگاتے۔

Marfat.com

"بے وقوفو! میں تمہارا رب ہوں اور تم مجھے پتھر مارتے ہو۔ میں آسمان پر حکومت کرنے جا رہا ہوں، اور تم مجھ سے ڈرتے تک نہیں۔" وہ ان کی طرف دوڑتا اور بچے دور بھاگ جاتے۔

یہ بات مشہور ہوگئی تھی کہ بادشاہ نے یروشلم کو اجاڑا ہے اور انبیا زادوں کو قتل کیا ہے۔ معصوم بچوں کے خون سے ہاتھ رنگے ہیں۔ یہ سب اسی کی سزا ہے۔ یروشلم سے قید کر کے لائے ہوئے لوگوں کے لیے یہ خوشی کا موقع تھا کہ ان کا دشمن اس حال کو پہنچ گیا ہے۔ یہ اسیر اب بوڑھے ہو چکے تھے لیکن اسے ستانے میں بچوں کے ساتھ بچے بنے نظر آتے تھے۔

شاہی محل میں افراتفری مچی ہوئی تھی۔ اس کے وزراء چاہتے تھے کہ کسی کو اس کی جگہ بادشاہ بنا دیا جائے۔ اب عوام کی طرف سے مخالفت بھی متوقع نہیں تھی، لیکن دانیال علیہ السلام پیش گوئی کر چکے تھے کہ سات سال کے بعد بادشاہ کی عقل واپس آ جائے گی اس لیے اس کے تخت پر بیٹھتے ہوا ہر کوئی ڈرتا تھا کہ اگر بخت نصر کی عقل واپس آ گئی تو وہ تخت پر بیٹھنے والے سے سخت انتقام لے گا۔ پھر یہی طے ہوا کہ کوئی تخت پر نہ بیٹھے بلکہ سب مل کر امور مملکت چلاتے رہیں اور بادشاہ بخت نصر کی صحت یابی کا انتظار کریں۔

شاہی محل میں یہ مشورے ہو رہے تھے ادھر بادشاہ کے خواب کی تعبیر کے الفاظ پورے ہو رہے تھے۔ دانیال علیہ السلام نے تعبیر بتاتے ہوئے کہا تھا "اے بادشاہ! تجھے آدمیوں میں سے ہانک کر نکال دیں گے اور تو میدان کے حیوانوں کے ساتھ رہے گا اور بیل کی طرح گھاس کھائے گا۔"

اس بات کو بابل کے بچے پورا کر رہے تھے۔ انہوں نے پتھر مار مار کر بادشاہ کو اتنا تنگ کیا کہ وہ شہر سے نکل کر جنگل میں کہیں غائب ہوگیا۔ جب کئی دن گزر گئے اور وہ باہر نہ آیا تو لوگ اس کا حال دیکھنے کے لیے جنگل میں گئے اور یہ دیکھ کر حیرت زدہ رہ گئے کہ اس کے جسم پر بڑے بڑے بال نمودار ہو گئے ہیں۔ اس کے ناخن اتنے بڑھ گئے ہیں کہ کسی وحشی درندے کے پنجے معلوم ہوتے ہیں۔ وہ چاروں ہاتھ پاؤں سے جانوروں کی طرح کھڑا ہوا ہے اور گھاس چر رہا ہے۔ جنگل کے دوسرے جانور بھی اس کے اردگرد گھوم پھر رہے ہیں۔ گویا وہ جانور اسے بھی اپنی طرح کا جانور سمجھ رہے ہیں۔

یہ عبرت ناک حالت دیکھ کر لوگ دور ہی سے لوٹ آئے۔

اس کی یہ حالت بابل میں اتنی مشہور ہوئی کہ لوگ جوق در جوق اسے دیکھنے کے لیے جنگل میں جانے لگے اور ہر مرتبہ اس کی حالت خراب سے خراب تر ہی دیکھی۔ وہ انسان نہیں کوئی جنگلی جانور نظر آتا تھا جس کا پورا بدن بالوں سے چھپ گیا تھا۔

عرصہ دراز تک لوگ اس کا تماشا دیکھنے نگل میں جاتے رہے۔ پھر آہستہ آہستہ اس تعداد میں کمی آنے لگی۔ بہت سوں کو تو یاد بھی نہیں رہا کہ بخت نصر کبھی ان کا بادشاہ تھا۔

لوگ اسے بھولنے لگے تھے لیکن دانیال علیہ السلام کو اپنی بتائی ہوئی تعبیر پر پورا یقین تھا۔ وہ انتظار میں تھے کہ کب سات سال پورے ہوں اور اللہ کے وعدے کے مطابق بخت نصر کی عقل واپس آئے۔

☆......☆......☆

اس دن دھڑاکے کی بارش ہو رہی تھی۔ جنگل جل تھل ہو گیا تھا۔ جنگل کے جانور بھیگتے بھیگتے تھک چکے تھے۔ اب وہ بارش سے بچنے کے لیے گھنے درخت ڈھونڈ رہے تھے لیکن بارش اتنی موسلا دھار تھی کہ ہر درخت چھلنی بنا ہوا تھا۔ بخت نصر بھی جانوروں کے ساتھ جانور بنا ادھر ادھر بھاگتا پھر رہا تھا بالآخر تھک کر ایک درخت کے نیچے بیٹھ گیا۔ دن میں اندھیرا ہو گیا تھا۔ وقفے وقفے سے بجلی کڑکتی تھی تو روشنی کا جھپاکا ہو جاتا تھا۔ بادل گرجتے تھے تو تمام جانور بے اختیار آسمان کی طرف منہ اٹھاتے تھے۔ بخت نصر بھی ان کی پیروی کر رہا تھا۔ بار بار آسمان کی طرف نظر اٹھا کر دیکھ لیتا تھا۔ ایک مرتبہ جو نظر اٹھاتی تو نظریں جم کر رہ گئیں۔ خدا کی ہیبت ایسی دل پر طاری ہوئی کہ بے اختیار کہہ اٹھا" وہی ہے جو ہمیشہ رہنے والا

Marfat.com

ہے۔ اس کی سلطنت ابدی ہے۔ اسی کی مملکت پشت در پشت ہے۔ زمین کے تمام باشندے ناچیز گنے جاتے ہیں اور وہ آسمانی لشکر اور اہل زمین کے ساتھ جو کچھ چاہتا ہے، کرتا ہے اور کوئی نہیں جو اس کا ہاتھ روک سکے یا اس سے کہے کہ تو کیا کرتا ہے۔''

ان خیالات کے ساتھ ہی اس کی کھوئی ہوئی عقل واپس آ گئی۔ عقل کی واپسی کے ساتھ ہی اس نے اپنی حالت پر غور کیا تو شرمندگی نے اس کا سر جھکا دیا۔ اسے یاد آیا کہ وہ بخت نصر ہے، بابل کا بادشاہ۔ اور اب ننگا بیٹھا ہے۔ جانوروں پر نظر پڑی تو خوف کی ایک لہر بدن میں دوڑ گئی۔ ان جانوروں کے درمیان سات سال گزار دیے تھے۔ عقل آتے ہی جان کا خوف دامن گیر ہوا۔ جس پیڑ کے نیچے بیٹھا تھا، گھبرا کر اسی پیڑ پر چڑھ گیا۔ حواس درست ہوئے تو اسے سب کچھ یاد آ گیا دانیال علیہ السلام کا نام یاد آیا۔ ان کی کہی ہوئی باتیں یاد آئیں۔ انہوں نے کہا تھا، تجھ پر سات دور گزر جائیں گے تب تجھ کو معلوم ہوگا کہ حق تعالیٰ انسان کی مملکت میں حکمرانی کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے دیتا ہے۔ جب تو معلوم کر چکے گا کہ بادشاہی کا اقتدار آسمان کی طرف سے ہے تو تو اپنی سلطنت پر پھر قائم ہو جائے گا۔ تو کیا سات دور گزر گئے شاید ایسا ہی ہے۔ میں تسلیم کرتا ہوں کہ آسمان پر رہنے والا خدا ہی اصل بادشاہ ہے۔ وہ بڑی دیر تک اپنی حالت پر افسوس کرتا رہا اور حق تعالیٰ سے معافی مانگتا رہا۔

اب اسے یہ فکر تھی کہ اس حالت میں کس طرح جنگل سے نکل کر شہر میں داخل ہو۔ اتنے عرصے میں نہ جانے کون تخت پر بیٹھ چکا ہو۔ کاش: دانیال کو یاد آ جائے کہ سات دور گزر چکے ہیں۔ کاش! کوئی آئے اور مجھے یہاں سے لے جائے۔

جیسے جیسے دن ڈھلتا جا رہا تھا اس کی پریشانی میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔ میں اس بھیانک جنگل میں رات کیسے کاٹوں گا؟ وہی جنگل جو سات سال سے اس کا مسکن بنا ہوا تھا۔ اب اسے کاٹ کھانے کو دوڑ رہا تھا۔

بارش تھم چکی تھی لیکن اندھیرا بڑھ گیا تھا۔ کچھ بادلوں کا اندھیرا، کچھ رات کی سیاہی۔ بھیانک جانوروں کی آوازوں نے جنگل سر پر اٹھایا ہوا تھا اور وہ درخت پر بیٹھا تھا کہ دن نکلے تو شاید خدا کی قدرت کا ظہور ہو۔ کوئی اس کی مدد کو پہنچے۔

دانیال علیہ السلام انگلیوں پر حساب گن رہے تھے۔ وہ بابل کے لوگوں کو بتانا چاہتے تھے کہ ان کا خدا جو وعدہ کرتا ہے اسے پورا ضرور کرتا ہے چنانچہ جیسے ہی سات سال پورے ہوئے، انہوں نے بادشاہ کے وزیروں اور مشیروں کو مجبور کیا کہ وہ جنگل میں جائیں اور بخت نصر کو تلاش کریں۔

تمام وزیر، مشیر اور شاہی خاندان کے افراد لشکر کے چند سرداروں کے ہمراہ تلواروں اور تیروں سے مسلح ہو کر جنگل میں داخل ہوئے۔ بابل کے شہری جنگل کے آس پاس جمع ہو گئے تھے کہ دیکھیں بادشاہ کس حال میں واپس آتا ہے۔ آتا بھی ہے یا مر کھپ گیا؟

بادشاہ کو تلاش کرنے والے جنگل میں ادھر ادھر پھیل گئے۔ کچھ معلوم نہیں تھا کہ بادشاہ ہے کہاں؟ ڈھونڈتے ڈھونڈتے دوپہر ہو گئی تو سرداروں کو حضرت دانیال علیہ السلام پر غصہ آنے لگا کہ انہوں نے خوانخواہ ہمیں مشقت میں ڈالا۔ اتنا عرصہ گزر گیا۔ اب تک تو بادشاہ خونخوار جانوروں کی غذا بن چکا ہوگا۔ اب وہ کہاں جو ہم اسے ڈھونڈ رہے ہیں۔ یہ سب ایک جگہ جمع ہو گئے اور مایوس ہو کر واپس ہونے کا ارادہ کر ہی رہے تھے کہ اچانک ایک درخت سے آواز آئی۔

''اریوک!'' بادشاہ اپنے ایک سردار کو نام لے کر پکار رہا تھا۔ ''میں یہاں ہوں۔ اس درخت کے اوپر جہاں تم کھڑے ہو لیکن میں برہنہ ہوں۔ میرے پاس کپڑے نہیں ہیں۔''

''ہمیں معلوم تھا کہ اگر پوشاک تمہارے بدن پر ہوئی بھی تو بہت میلی ہو چکی ہوگی۔ ہم اپنے ساتھ کپڑے لے کر آئے ہیں۔''

Marfat.com

''اس پوشاک کو درخت کے نیچے رکھ دو اور خود کچھ دیر کے لیے ادھر ادھر ہو جاؤ۔ میں نیچے آ کر کپڑے پہن لوں گا۔''

اریوک نے کپڑے درخت کے نیچے رکھ دیے اور لوگوں کو لے کر درخت سے دور چلا گیا۔ بادشاہ نیچے اترا اور کپڑے پہن لیے۔ پھر اس نے اریوک کو آواز دی کہ اب وہ لوگ آ سکتے ہیں۔

کپڑوں نے صرف اتنا کیا کہ اس کی برہنگی ختم ہوگئی تھی ورنہ حلیے سے وہ اب بھی انسان نہیں لگ رہا تھا۔ اس کے بال اس کے کاندھوں سے نیچے لٹک رہے تھے۔ ناخن بڑھے ہوئے تھے۔ چہرے پر جا بہ جا میل کی تہ چڑھی ہوئی تھی۔ وہ اب بھی اس قابل نہیں تھا کہ دنیا کو اپنا چہرہ دکھا سکے۔ اس کے وزیروں نے ایک بڑا کپڑا اس پر ڈال دیا اور گھوڑے پر بٹھا کر جنگل سے باہر لے آئے۔ ہزاروں افراد کا مجمع جنگل کے باہر کھڑا تھا۔ لوگوں نے بس اتنا دیکھا کہ کوئی گھوڑے پر بیٹھا ہے جس پر ایک بڑی سی چادر پڑی ہوئی ہے۔

بادشاہ کے وزرا اسے محل میں لے کر آئے، اطبا اور حکیم جمع تھے۔

بادشاہ کے بال تراشے گئے۔ بڑھے ہوئے ناخن کاٹے گئے۔ حکیموں نے علاج شروع کر دیا۔ کئی مہینے صاحب فراش رہنے کے بعد اس نے تخت سنبھالا۔ تخت سنبھالتے ہی اس نے سرکاری اعلامیہ جاری کیا۔

''میں تسلیم کرتا ہوں کہ آسمانی لشکر اور زمین کے باشندوں میں حق تعالیٰ ہی قادر مطلق ہے، میں اس کی تعظیم و تکریم اور ستائش کرتا ہوں اور اقرار کرتا ہوں کہ آسمان کا بادشاہ اپنے سب کاموں میں راست اور اپنی سب راہوں میں عادل ہے اور مغروروں کو ذلیل کر سکتا ہے۔''

اب اسے خدا کی حقانیت کا یقین آ گیا تھا۔ یہ دانیال علیہ السلام کی بڑی فتح تھی کہ بخت نصر ایک خدا کا پرستار بن گیا تھا۔ اسرائیلی غلاموں کی بھی یہ بڑی کامیابی تھی کہ ان کو فتح کرنے والا خود ان کا مفتوح بن گیا۔

بادشاہ ان کے مذہب کا حلقہ بگوش ہوا تو بابل کے لوگوں میں بھی اسرائیلیوں کی قدر و منزلت بڑھ گئی۔ بخت نصر کا یہ آخری دور اسرائیلیوں کے لیے سنہرا دور تھا۔

☆......☆......☆

بخت نصر کی حکومت کا 43 سال عالی شان دور (563 ق م) میں اس کی موت کے ساتھ ختم ہو گیا۔ پھر یہ سلطنت مختلف ہاتھوں سے ہوتی ہوئی بعل شضر کے ہاتھ میں آئی۔ یہ بخت نصر کا بیٹا تھا۔ بعض محققین نے اسے بخت نصر کا نواسہ لکھا ہے۔ بعض کا خیال ہے وہ بادشاہ نہیں بلکہ نیولی دس نامی بادشاہ کا نائب تھا۔ توریت نے اسے بادشاہ ہی لکھا ہے۔

بیلشضر (یا بعل شضر) تک آتے آتے بخت نصر کی خدا پرستی کے احکام ذہنوں سے فراموش ہو چکے تھے۔ بت پرستی زوروں پر تھی اور یروشلم کے اسرائیلیوں کے خدا کو کھلے عام برا کہا جا رہا تھا اور اسرائیلیوں کی تذلیل کی جا رہی تھی۔ حضرت دانیال علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کے مراتب میں بھی فرق آ گیا تھا۔ بابل کی شان و شوکت بھی اب پہلے جیسی نہیں رہی تھی۔ فارس کی طرف سے ابھرنے والی قوتیں بابل کو ہڑپ کرنے کی فکر میں تھیں۔ ان سب حالات کو دیکھتے ہوئے حضرت دانیال علیہ السلام نے دربار جانا موقوف کر دیا تھا۔ اب ان کا زیادہ تر وقت عبادت الٰہی میں گزر رہا تھا۔

بیلشضر کی حکومت کا پہلا سال تھا کہ حضرت دانیالؑ نے ایک خواب دیکھا۔ خواب اتنا بامعنی تھا کہ وہ اپنے ساتھیوں کو سنائے بغیر نہ رہ سکے۔

''کیا دیکھتا ہوں کہ آسمان کی چاروں ہوائیں سمندر پر زور سے چلیں اور سمندر سے چار بڑے حیوان جو ایک دوسرے سے مختلف تھے، نکلے۔ پہلا شیر ببر کے مانند تھا اور عقاب کے سے بازو رکھتا تھا اور میں دیکھتا رہا جب تک اس کے پر اکھاڑے گئے اور وہ زمین سے اٹھایا گیا اور آدمی کی طرح پاؤں پر کھڑا کیا گیا اور انسان کا دل اسے دیا گیا۔

اور کیا دیکھتا ہوں کہ دوسرا حیوان ریچھ کے مانند ہے اور وہ ایک طرف سیدھا کھڑا ہوا ہے، اس کے منہ میں اس کے

Marfat.com

دانتوں کے درمیان تین پسلیاں تھیں۔ اس سے کہا کہ اٹھ اور کثرت سے گوشت کھا۔

پھر میں نے نظر کی اور کیا دیکھتا ہوں کہ ایک اور حیوان تیندوے کے مانند اٹھا جس کی پیٹھ پر پرندے کے سے چار بازو تھے اور اس حیوان کے چار سر تھے اور سلطنت اسے دی گئی۔

پھر میں نے مشاہدہ کیا کہ چوتھا حیوان نہایت ہیبت ناک ہے اور اس کے دانت لوہے کے تھے۔ وہ نگل جاتا اور ٹکڑے ٹکڑے کرتا تھا اور جو کچھ باقی بچتا، اس کو پاؤں سے لتاڑتا تھا۔

میرے دیکھتے ہی دیکھتے تخت لگائے گئے اور ایک پراسرار ہستی اس پر آ کر بیٹھ گئی۔ اس کا لباس برف سا سفید تھا اور اس کے سر کے بال خالص اون کے مانند تھے۔ عدالت لگی اور اس چوتھے حیوان کو ہلاک کر کے آگ میں ڈالا گیا۔ باقی حیوانوں کی سلطنت بھی ان سے لے لی گئی۔ پھر ایک شخص آدم زاد کے مانند آسمان کے بادلوں کے ساتھ آیا اور سلطنت اسے دی گئی۔

''دانیال، یہ خواب تو نہایت پیچیدہ اور دلچسپ ہے۔'' حضرت دانیال علیہ السلام کے ساتھیوں نے کہا'' کیا تم نے غور کیا، اس کی تعبیر کیا نکلتی ہے؟''

''مجھے غور کرنے کی ضرورت ہی پیش نہیں آئی۔ خواب ہی میں مجھے اس کا مطلب سمجھا دیا گیا۔ میں نے خواب ہی میں دیکھا کہ ایک شخص میرے قریب کھڑا ہے۔ میں اس کے نزدیک گیا اور اس سے ان سب باتوں کی حقیقت دریافت کی۔ اس نے مجھے بتایا کہ یہ چار بڑے حیوان چار بادشاہ ہیں جو زمین پر برپا ہوں گے، لیکن حق تعالیٰ کے مقدس لوگ سلطنت لے لیں گے اور ابد تک اس سلطنت کے مالک رہیں گے۔ میں نے چاہا کہ چوتھے حیوان کی حقیقت سمجھوں جو سب سے مختلف اور نہایت ہولناک تھا۔

اس شخص نے مجھے مطلب سمجھایا کہ چوتھا حیوان دنیا کی چوتھی سلطنت ہے جو تمام سلطنتوں سے مختلف ہے اور تمام زمین کو نگل جائے گی اور اسے لتاڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کر دے گی اور اس کے سر کے دس سینگ دس بادشاہ ہیں جو اس سلطنت میں برپا ہوں گے اور ان کے بعد ایک اور برپا ہوگا اور وہ پہلوں سے مختلف ہوگا اور تین بادشاہوں کو زیر کرے گا اور وہ حق تعالیٰ کے مقدسوں کو تنگ کرے گا اور شریعت کو بدلنے کی کوشش کرے گا۔ پھر عدالت لگے گی اور اس کی سلطنت اس سے لے لیں گے اور حق تعالیٰ کے مقدس لوگوں کو بخش دی جائے گی۔

حضرت دانیال علیہ السلام اور آپ کے ساتھی اس خواب کی تعبیر سے بہت پریشان تھے۔ خواب سے صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ بابل میں کیا ہونے والا ہے لیکن انہوں نے کسی سے اس کا تذکرہ نہیں کیا۔ وہ یوں بھی سلطنت کے کاموں سے دور تھے۔ کہتے تو کس سے کہتے۔

بیلشضر بادشاہ کی سلطنت کے تیسرے سال میں حضرت دانیال علیہ السلام کو ایک اور خواب دکھایا گیا۔ حضرت دانیال علیہ السلام نے دیکھا کہ وہ ایک دریا کے کنارے کھڑے ہیں۔ دریا کے پاس ہی ایک مینڈھا کھڑا ہے۔ اس کے دو سینگ ہیں اور ایک دوسرے سے بڑا ہے اور بڑا دوسرے کے بعد نکلا تھا۔ یہ مینڈھا چاروں سمتوں میں اپنے سینگ گھما رہا ہے۔ ایک بکرا مغرب کی طرف سے نمایاں ہوا۔ اس بکرے کی دونوں آنکھوں کے درمیان ایک عجیب سینگ تھا۔ یہ بکرا اس مینڈھے پر حملہ آور ہوا اور اس کے دونوں سینگ توڑ ڈالے۔ مینڈھے میں اس سے مقابلے کی تاب نہ تھی اور کوئی نہ تھا کہ مینڈھے کو اس سے چھڑا سکے۔ پھر بکرے کا بڑا سینگ ٹوٹ گیا اور اس کی جگہ چار عجیب سینگ آسمان کی چاروں ہواؤں کی طرف نکلے اور ان میں سے ایک چھوٹا سینگ نکلا اور وہ بڑھ کر اجرام فلک تک جا پہنچا۔ پھر انہوں نے دو فرشتوں کی گفتگو سنی۔ ایک نے پوچھا مقدس اجرام کب تک پائمال ہوتے رہیں گے؟ دوسرے نے کہا۔ 2300 دنوں تک۔

حضرت دانیال علیہ السلام اس خواب کو دیکھنے کے بعد اس کی تعبیر جاننے کی فکر میں غلطاں تھے کہ حضرت جبریل علیہ

Marfat.com

السلام انسانی صورت میں ان کے سامنے آئے اور خواب کی تشریح کرنے لگے۔

''اے آدم زاد! یہ رویا آخری ایام کے لیے ہے۔ دو سینگوں والا مینڈھا مادی اور فارس کے بادشاہ ہیں (مادی، شمال مغربی ایران کا قدیم نام۔ یہ علاقہ موجودہ آذربائی جان کے صوبے اور فارسی کردستان کے کچھ حصے پر مشتمل تھا، یہاں کے باشندے ''مادی'' کہلاتے تھے۔ خورس یہاں حکومت کرتا تھا)

اور جو تو نے بکرا دیکھا وہ یونان کا بادشاہ ہے اور اس کی آنکھوں کے درمیان کا بڑا سینگ پہلا بادشاہ ہے اور اس کے ٹوٹ جانے کے بعد جو چار اور نکلے وہ چار سلطنتیں ہیں جو اس کی قوم میں قائم ہوں گی اور ان کی سلطنت کے آخری ایام میں جب خطا کار لوگ حد تک پہنچ جائیں گے تو ایک بادشاہ برپا ہوگا جس کا چہرہ بت تراش ہوگا۔ وہ مقدس لوگوں کو ہلاک کرنے کے لیے بڑی طاقت استعمال کرے گا اور لشکروں کے بادشاہ کے خلاف اٹھ کھڑا ہوگا لیکن بغیر انسانی ہاتھ لگائے اچانک کاٹ ڈالا جائے گا۔

یہ خواب ہی ایسا تھا کہ بابل کا انجام صاف نظر آ رہا تھا۔ مادی اور فارس کے بادشاہ اس مملکت پر قابض ہونے کے لیے تیار ہو رہے تھے۔ آپ اتنے پریشان ہوئے کہ بیمار پڑ گئے۔ ذرا طبیعت بحال ہوئی تو پھر انہی خیالات سے پریشان رہنے لگے۔ وہ اپنے اندیشوں سے دوسروں کو آگاہ کرتے رہے۔ ارکان سلطنت کے ذریعے بعل شضر تک پیغام پہنچاتے رہے کہ وہ اپنے معاملات درست کر لے۔ انتظام مکمل کر لے۔ جو مصیبت آنے والی ہے اس کے لیے تیاری کر لے۔ دیوتاؤں کی پرستش سے توبہ کر کے خدا کی طرف راغب ہو جائے۔ خدا کا پرستار بن جائے کیونکہ یہ مصیبت خدا کی طرف سے ہے، وہی اس کو ٹال سکتا ہے۔

بعل شضر تک یہ پیغامات برابر پہنچ رہے تھے لیکن وہ فکر مند ہونے کی بجائے قہقہے لگا رہا تھا۔ اس کا ایک ہی نعرہ تھا ''بابل نا قابل تسخیر ہے۔''

وہ یہ بھی کہتا نظر آتا تھا'' دانیال سے کہنا، جب وہ قیدی بنا کر یروشلم سے یہاں لایا جا رہا تھا تو اس کے خدا نے اس کی مدد کیوں نہیں کی اور اس کا خدا اسے یروشلم واپس لے جانے سے اب تک کیوں غافل ہے؟''

وقت گزرتا رہا اور پھر اس نے نا قابل تسخیر بابل کا جشن منانے کے لیے ایک ہزار امرا اور ان کی بیگمات کی ضیافت کی۔ شاہی محل کا وسیع و عریض باغ پرستان کا منظر پیش کر رہا تھا۔ نازنینان پری جمال کے جھرمٹ، اداؤں کے پھول نچھاور کر رہے تھے۔ رقص ہو رہے تھے، تماشائی ایک ایک ادا پر چین کھو رہے تھے۔ موسیقی کی مدھر تانیں کانوں میں رس گھول رہی تھیں۔ خرافات کے در کھلے تھے، ساغر چھلک رہے تھے، قدم بہک رہے تھے۔

محفل اپنے عروج پر تھی کہ بعل شضر کو ایک انوکھی بات سوجھی۔ اس نے خدام کو حکم دیا کہ وہ تمام ظروف جو بخت نصر ہیکل سلیمانی سے نکال لایا تھا اور مال خانے میں پڑے تھے، ان ظروف کو وہاں سے نکال کر محفل میں لایا جائے۔

''ان ظروف کو نہ جانے کس دن کے لیے رکھا گیا ہے؟ ان کا بہترین مصرف تو یہ ہے کہ ان میں شراب پی جائے۔ بخت نصر کی روح کتنی خوش ہوگی، یہ جشن فتح میں بدل جائے گا۔''

کسی نے یاد دلایا کہ وہ مقدس ظروف ہیں۔ ہیکل سلیمانی سے لائے گئے ہیں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ ان ظروف میں شراب پینے سے دیوتا اور آسمان پر رہنے والا خدا ناراض ہو جائے لیکن بعل شضر نشے کی ترنگ میں کب کسی کی سننے والا تھا۔ برتن حاضر کر دیے گئے۔

بادشاہ اور اس کے امرا نے ان سونے چاندی کے ظروف میں شراب پی۔ یہ نشہ ہی کچھ اور تھا۔ سب ایسے بدمست ہوئے کہ بے ہودگی کی ہر حد پار کر گئے۔ یہ پاک برتن ناپاک لبوں کی گرفت میں تھے۔

دیکھو، خدا کے پرستار آج کتنے ذلیل ہوئے ہیں۔ جو کام میرا باپ نہ کر سکا، میں کر رہا ہوں۔ ہمارے دیوتا سربلند

Marfat.com

رہیں کہ ان کی مہربانی سے یروشلم کی تباہی کی یاد آج پھر تازہ ہوگئی۔ ہے کوئی جوان مقدس برتنوں میں شراب پینے سے مجھے روک سکے؟"

وہ نشے کی ترنگ میں اٹھ کر ناچنے لگا تھا۔ پھر وہ تھک کر اپنی مسند پر ڈھیر ہوگیا۔ اسی وقت اس نے دیکھا کہ ایک غیبی ہاتھ نمودار ہوا۔ یہ ہاتھ شمع دان کے مقابل محل کی دیوار کو توڑ کر اندر آیا تھا۔ بعل شضر دل ہی دل میں ہنسنے لگا۔ شراب کتنی تیز ہے، اس نے سوچا۔ بھلا کوئی انسانی ہاتھ کس طرح دیوار کو پھاڑ سکتا ہے؟ اس نے اپنی دونوں ہتھیلیوں سے اپنی دونوں آنکھیں کو رگڑا۔ اس ہاتھ کی انگلیاں دیوار پر کچھ لکھنے میں مشغول تھیں۔ ان انگلیوں نے صرف چار الفاظ لکھے اور ہاتھ غائب ہوگیا۔ دیوار پھر اپنی جگہ آ گئی۔ بعل شضر آہستہ آہستہ چلتا ہوا دیوار کے قریب گیا اور اس عبارت کو پڑھنے کی کوشش کرنے لگا جو اس ہاتھ نے تحریر کی تھی۔ دیوار پر جو الفاظ لکھے تھے وہ یہ تھے منے منے تقبل وفرسین۔"

ان الفاظ میں نہ جانے کیا تھا کہ اس کی کمر کے جوڑ ڈھیلے ہوگئے۔ ٹانگیں اس طرح کانپنے لگیں کہ گھٹنے ایک دوسرے سے ٹکرا رہے تھے۔ جام شراب اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر دور جا پڑا اور وہ زمین پر بیٹھتا چلا گیا۔ اس کے ایک وزیر نے اسے بیٹھتے ہوئے دیکھ لیا تھا یا اس کی یہ حالت اس کنیز نے دیکھی تھی جو اس کے ساغر میں شراب انڈیلنے کے لیے اس کے قریب آ گئی تھی۔ اس کا وزیر یہی سمجھا کہ بادشاہ کو نشہ ہوگیا ہے۔ اس نے آگے بڑھ کر اسے سہارا دیا۔ اس کے پاؤں قابو میں نہیں تھے اور آنکھیں دیوار پر جمی ہوئی تھیں۔ غالباً ابھی تک کسی کو اصل واقعے کا علم نہیں تھا۔ کسی نے دیوار سے ہاتھ کو نکلتے ہوئے نہیں دیکھا تھا۔

بعل شضر نے ہاتھ کے اشارے سے سب کی توجہ دیوار کی طرف مبذول کرائی۔ پھر سب نے اس عبارت کی طرف دیکھا، لیکن کوئی بھی عبارت کا مفہوم نہ سمجھ سکا البتہ حیرت سب کو ہو رہی تھی کہ یہ عبارت دیوار پر کیسے آ گئی؟

بادشاہ نے چیخ کر کہا۔ "نجومیوں اور فال گیروں کو بلاؤ۔"

زبان ہلنے کی دیر تھی کہ مطلوبہ افراد حاضر ہوگئے۔ محفل کا رنگ پھیکا پڑ گیا تھا۔ ظروف شراب اوندھے منہ پڑے تھے۔ جو جہاں تھا وہاں بیٹھا رہ گیا۔ بادشاہ کی حالت ایسی نہیں تھی کہ ضیافت سے لطف اندوز ہوا جاتا۔

بادشاہ نے تمام صورت حال ان نجومیوں کو بتائی اور اعلان کیا "جو کوئی اس نوشتہ دیوار کو پڑھے اور اس کا مطلب مجھ سے بیان کرے، ارغوانی خلعت پائے گا اور اس کی گردن میں زریں طوق پہنایا جائے گا اور وہ مملکت میں تیسرے درجے کا حاکم ہوگا۔"

ان نجومیوں نے باری باری اس عبارت کو پڑھا اور سر جھٹک کر رہ گئے۔ کوئی بھی اس کے مطلب کو نہ پہنچ سکا۔ ایک نجومی نے یہ دعویٰ کیا کہ وہ دنیا کی ستر زبانیں جانتا ہے لیکن یہ الفاظ کسی زبان کے نہیں ہیں۔ جب میں نہیں پڑھ سکا تو دنیا کا کوئی انسان اسے نہیں پڑھ سکتا۔

بادشاہ نے مایوس ہو کر جشن کے خاتمے کا اعلان کر دیا اور خود اپنی خواب گاہ میں چلا گیا۔

شاہی محل میں ایک مرتبہ پھر سوگواری کی وہی فضا قائم ہوگئی جو اس وقت دیکھی گئی تھی جب بخت نصر پر جنون طاری ہوا تھا اور وہ محل چھوڑ کر جنگل میں چلا گیا تھا۔

ایک دن اور ایک رات اسی عالم میں گزر گئے تھے، بادشاہ کی والدہ، اس کی خواب گاہ کے دروازے پر پہنچ گئی وہاں موجود پہرے داروں کو حکم تھا کہ کوئی بھی ہو اسے باہر ہی روک لیا جائے۔

"بعل شضر سے کہنا تمہاری والدہ آئی ہیں اور ایک ایسے شخص کا پتا بتانے آئی ہیں جو تمہاری مشکل کو آسان کر سکتا ہے۔"

پہرے داروں نے اجازت طلب کی اور بعل شضر کی والدہ کو خواب گاہ میں جانے کی اجازت مل گئی۔ بادشاہ

Marfat.com

آنکھوں پر ہاتھ رکھے بستر پر لیٹا ہوا تھا۔ مایوسی کا دکھ اس کے چہرے سے ظاہر تھا۔ اس نے ماں کی طرف دیکھا اور اٹھ کر بیٹھ گیا۔

''میں تمہاری ماں ہو کر ایسی اجنبی ہو گئی کہ پہرے دار مجھے دروازے پر روکتے ہیں۔''

''ماں، اگر تم یہ نہ کہتیں کہ تم مجھے کسی کا پتا بتانے آئی ہو میں اب بھی تمہیں اندر نہ آنے دیتا۔ اب میری زندگی کا کوئی مقصد نہیں رہ گیا ہے۔ بجز اس کے کہ میں ''نوشتہ دیوار'' کا مفہوم جان سکوں۔ مجھے کسی سے کوئی دلچسپی نہیں۔''

''وہی بتانے تو آئی ہوں۔ بستر پر لیٹے لیٹے کیا عبارت پڑھ لی جائے گی؟''

''بابل کے ہر حکیم کو میں نے طلب کیا۔ ان میں سے کوئی بھی اس عبارت کو پڑھنے میں کامیاب نہ ہو سکا۔ اور میں کیا کر سکتا تھا۔ میں عظیم بابل کا عظیم بادشاہ اور اتنا بے بس کہ چار لفظوں کا مطلب کوئی مجھے نہیں سمجھا سکتا۔''

''تم نے سب کو آزما کر دیکھ لیا مگر دانیال کو بھول گئے۔ جس کے لیے تمہارا باپ کہا کرتا تھا کہ اس کے اندر مقدس الٰہوں کی روح ہے۔ جسے تمہارے باپ نے تمام نجومیوں کا سردار بنایا تھا۔ اسے بلاؤ، وہ اس عبارت کو ضرور پڑھ لے گا۔ اس کے لیے مشہور ہے کہ وہ قدسیوں کی زبان جانتا ہے۔''

''وہ دانیال۔ اسرائیلی غلام جو ہمارے دیوتاؤں کو برا کہتا ہے اور کچھ دنوں سے یہ دھمکیاں دیتا پھرتا ہے کہ بابل کی عظمت کا چراغ بجھنے والا ہے۔ فارس کے رہنے والے اجڈ، گنوار، بابل پر قبضہ کرنے بڑھے چلے آرہے ہیں۔ میں اس دانیال کو بلاؤں جسے میں خود سے دور کر چکا۔''

''پھر کیا یونہی کمرے میں بند رہو گے۔ امورِ سلطنت کیسے چلیں گے؟ دشمن منہ کھولے کھڑے ہیں۔ کیا تم یہ چاہتے ہو کہ سلطنت برباد ہو جائے؟''

''کس کی مجال ہے جو بابل کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھے۔ پھر بھی تمہارے کہنے سے دانیال کو اپنے پاس بلاتا ہوں۔''

بادشاہ کے آدمی حضرت دانیال علیہ السلام کی تلاش میں نکلے اور انہیں لے کر بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

''دانیال، کیا تو نے سنا تھا کہ میں نے تمام نجومیوں کو اپنے پاس طلب کیا ہے۔ پھر تو دربار میں کیوں حاضر نہ ہوا؟''

''میں بابل کے مضافات میں تھا۔ آج ہی یہاں آیا ہوں، ورنہ شاید آج بھی یہاں نہ ہوتا۔''

''میرا باپ کہا کرتا تھا کہ مقدس الٰہوں کی روح تجھ میں ہے اور تو قدسیوں کی زبان بھی جانتا ہے۔''

''یہ سب میرے خدا کی رحمت ہے جو مجھ پر ہے۔''

''میں نے ایک غیبی ہاتھ کو محل کی دیوار پر کچھ لکھتے ہوئے دیکھا ہے۔ اگر تو اس نوشتہ دیوار کو پڑھے اور اس کا مطلب مجھ سے بیان کرے تو ارغوانی خلعت پائے گا اور تیری گردن میں زریں طوق پہنایا جائے گا اور تو مملکت میں تیسرے درجے کا حاکم ہوگا۔''

''مجھے کسی انعام سے کوئی غرض نہیں۔ تو مجھے اس دیوار کے پاس لے چل جہاں وہ عبارت لکھی ہوئی ہے۔ میرے خدا نے چاہا تو میں اس کو ضرور پڑھوں گا اور اس کا مطلب بیان کروں گا۔''

بادشاہ انہیں اس دیوار کے پاس لے گیا۔ آپ نے اس عبارت کی طرف دیکھا اور بادشاہ سے مخاطب ہوئے۔

''اے بادشاہ! تیرے باپ بخت نصر کو خدا تعالیٰ نے سلطنت اور شان و شوکت بخشی۔ اس نے جس کو چاہا ہلاک کیا اور جس کو چاہا زندہ رکھا۔ جس کو چاہا سرفراز کیا اور جس کو چاہا ذلیل کیا، لیکن جب اس کی طبیعت میں گھمنڈ سمایا اور اس کا دل سخت ہو گیا تو وہ سلطنت سے اتار دیا گیا اور اس کی حشمت جاتی رہی اور اسے بنی آدم سے ہانک کر نکال دیا گیا۔ وہ اس وقت تک بیلوں کی طرح گھاس کھاتا رہا جب تک اس نے معلوم نہیں کر لیا کہ خدا تعالیٰ انسانی مملکت میں حکمرانی کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے اس پر قائم کرتا ہے۔''

Marfat.com

''گزری ہوئی باتیں اس وقت مجھے کیوں سنا رہا ہے؟'' بعل شضر نے کہا۔

''اس لیے کہ تو ان سب باتوں سے واقف تھا پھر بھی تو نے اپنے دل سے عاجزی نہ کی بلکہ آسمان کے خداوند کے حضور اپنے آپ کو بلند کیا اور اس کی ہیکل کے ظروف میں مے نوشی کی اور پتھر کے بتوں کی حمد کی جو نہ دیکھتے، نہ سنتے، نہ جانتے ہیں۔ پس اس خدا کی طرف سے یہ ہاتھ بھیجا گیا اور یہ نوشتہ لکھا گیا۔ نوشتے میں یہ لکھا گیا ہے'' منے منے تقیل وفرسین'' یعنی خدا نے تیری مملکت کا حساب کیا اور اسے تمام کر ڈالا۔ تقیل یعنی تو ترازو میں تولا گیا اور کم نکلا۔ فرسین یعنی تیری مملکت تقسیم ہوئی اور مادیوں اور فارسیوں کو دی گئی۔

بادشاہ اس عبارت کے اس مفہوم کو جھٹلا بھی سکتا تھا، لیکن جانتا تھا کہ حضرت دانیال علیہ السلام نے اس سے پہلے بھی جو پیش گوئیاں کیں وہ سچ نکلیں اس لیے خوف سے اس کا برا حال تھا۔ سمجھ گیا کہ سلطنت اس کے ہاتھ سے گئی۔ اس کے باوجود امید اسے دلاسا دے رہی تھی کہ شاید مفہوم غلط ہو۔ وعدے کے مطابق حضرت دانیال علیہ السلام کو ارغوانی خلعت عطا کیا گیا، ان کے گلے میں زریں طوق ڈالا گیا اور مملکت میں تیسرے درجے کا حاکم بنا دیا گیا۔

جس وقت دانیال علیہ السلام عبارت کا مطلب سمجھا رہے تھے، اس عبارت کا مفہوم پورا ہونے کا وقت آ گیا تھا۔ ایران کا فاتح خورس اعظم اپنی فوجیں لے کر بابل کی حدود میں پہنچ چکا تھا چنانچہ دانیال علیہ السلام جونہی شاہی محل سے نکلے اور اپنے مکان تک پہنچے خود اس کی طرف سے متعین کردہ ایک سردار دارا مادی بغیر کسی خون خرابے کے اپنی فوجوں کے ساتھ شاہی محل میں گھس آیا۔ بعل شضر کو قتل کر دیا گیا اور بابل کی سلطنت پر عبارت کے مفہوم کے مطابق مادوں اور فارسیوں کا قبضہ ہو گیا۔

خورس خود فتح کے جلوس کے ساتھ شہر میں داخل ہوا اور نئے سال کا تہوار منانے تک یہیں مقیم رہا۔ اس کے بعد اس نے دارا کو یہاں کا حاکم بنایا اور خود واپس لوٹ گیا۔ کلدانیوں کی شان وشوکت کا خاتمہ ہو گیا اور دارا مادی نے حکومت کا نظم ونسق سنبھال لیا۔ دارا، مادی قوم سے تھا، لیکن فارس کے خورس کے تحت کام کرتا تھا، لہٰذا اس نے مادی اور فارسی قوانین کے تحت کام کرنے کا آغاز کیا۔

دارا نے جب تمام انتظامات سنبھال لیے تو مملکت چلانے کے لیے پورے ملک میں ناظم مقرر کیے اور ان کی نگرانی کے لیے تین وزیر مقرر کیے۔ ان میں ایک دانیالؑ بھی تھے۔

حضرت دانیال علیہ السلام عقل و دانش میں، ایسے پختہ تھے کہ بہت جلد باقی وزیروں پر سبقت لے گئے۔ دارا ان سے ایسا خوش ہوا کہ انہیں تمام ملک پر مختار ٹھہرانے کا ارادہ کر لیا۔ باقی دو وزیر ان کی قدر افزائی پر ہاتھ مل رہے تھے اور چاہتے تھے کہ کسی طرح دارا کو ان کی طرف سے بدظن کر دیا جائے لیکن موقع نہ ملتا تھا۔ ان کے حریف ان کے سرکاری امور اور کاموں میں کوئی بے قاعدگی یا خامی تلاش کرنے میں ناکام رہے تو انہوں نے ایک سازش کے تانے بانے بنے۔ ایک ایسا منصوبہ بنایا جس کے ذریعے حضرت دانیال علیہ السلام کو قصوروار ثابت کیا جائے۔ ان وزیروں نے تمام ناظموں کو بھی اپنے ساتھ ملا لیا تھا۔ یہ تمام لوگ بادشاہ کے حضور جمع ہوئے اور اسے باتوں کے شیشے میں اتارنے کی کوشش کی۔

''اے بادشاہ تو ابد تک جیتا رہ۔ ہم نے تیری ہیبت اور رعب قائم کرنے کے لیے ایک منصوبہ تیار کیا ہے اور اس میں تیری مملکت کے تمام ناظم، وزیر اور مشیر شامل ہیں۔ بس تیری اجازت کی ضرورت ہے۔''

''کیا تم لوگ سمجھتے ہو، میرے رعب میں کوئی کمی ہے۔''

''یہاں ایسے لوگ موجود ہیں جو تیرے احکامات کو دل سے نہیں مانتے۔ تو یہ بھی دیکھ لے گا کون تیرے ساتھ دل سے ہے کون نہیں۔ انہیں بھی یہ معلوم ہو جائے گا کہ تو ان کی طرف سے غافل نہیں۔''

''میں نے امور مملکت تم لوگوں کے ہاتھوں میں دے دیے ہیں جس طرح چاہو چلاؤ۔''

Marfat.com

''آپ کی اجازت کے بغیر ہم ناکارہ لوگ کیا کہہ سکتے ہیں۔''

''تم مجھے بتاؤ کیا منصوبہ تیار کیا ہے؟''

''اے بادشاہ! مملکت کے تمام وزیروں اور حاکموں اور ناظموں اور مشیروں اور سرداروں نے باہم مشورت کی ہے کہ ایک خسروانہ آئین مقرر کریں اور ایک امتناعی فرمان جاری کریں جس کے مطابق تیس روز تک جو کوئی تیرے سوا کسی معبود یا آدمی سے درخواست کرے، اسے شیروں کے آگے ڈالا جائے۔''

ان لوگوں نے ان احکامات کو تحریر کیا اور بادشاہ سے درخواست کی کہ اس فرمان کو قائم کرے اور اس پر دستخط کردے تاکہ اس میں تبدیلی کا امکان نہ رہے۔ بادشاہ نے اس نوشتہ پر دستخط کردیے۔

حضرت دانیال علیہ السلام کے حریف جانتے تھے کہ یہی ایک ایسی بات ہے جس پر دانیال علیہ السلام عمل نہیں کرسکیں گے اسی لیے انہوں نے یہ منصوبہ پیش کیا تھا۔

جب فرمان پر دستخط ہوچکے اور منادی کرادی گئی تو دارا کے جاسوس ادھر ادھر پھیل گئے کہ دیکھیں کون اس پر عمل نہیں کررہا ہے۔ دانیال علیہ السلام کے حریفوں نے جاسوسوں کو خاص طور پر ہدایت کی تھی کہ وہ دانیال علیہ السلام کی نگرانی میں لگے رہیں۔ ان جاسوسوں نے دانیال علیہ السلام کے مکان کے چکر کاٹنے شروع کردیے۔ انہوں نے دیکھا کہ ان کی کوٹھری کا دریچہ یروشلم کی طرف کھلا ہوا ہے۔ وہ اس دریچے کی طرف منہ کرکے گھٹنوں کے بل جھک گئے اور خدا کے حضور دعا اور شکرگزاری کرنے لگے۔ ان جاسوسوں نے دیکھا کہ وہ دن میں تین مرتبہ ایسا ہی کرتے ہیں۔ انہوں نے کئی دن تک انہیں عبادت کرتے دیکھا اور پھر ان کی شکایت لے کر دارا کے پاس پہنچ گئے۔

''اے بادشاہ! کیا تو نے اس فرمان پر دستخط نہیں کیے کہ تیس روز تک جو کوئی تیرے سوا کسی معبود یا آدمی سے کوئی درخواست کرے شیروں کے ماند میں ڈال دیا جائے گا؟''

''ماریوں اور فارسیوں کے آئین بھی تبدیل نہیں ہوتے، یہ بات بالکل سچ ہے۔''

''تو پھر سن، بابل میں کم از کم ایک شخص ایسا ضرور ہے جو نہ تیری پروا کرتا ہے نہ تیرے حکم کی۔ دن میں تین بار ان دیکھے معبود کے سامنے گھٹنے ٹیکتا ہے اور دعا کرتا ہے۔''

''کون ہے وہ سرکش؟''

''وہی جسے تو بہت عزیز رکھتا ہے۔ یہوداہ کے اسیروں میں سے ایک شخص دانیال!''

''کیا وہ میرے سامنے آکر اقرار کرسکتا ہے؟''

''وہ اقرار نہ بھی کرے تو بھی ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ چکے ہیں۔''

''تم اس کی دشمنی میں اس پر الزام بھی لگا سکتے ہو۔ وہ جب تک خود اقرار نہ کرلے قصور ثابت نہیں ہوگا۔''

دارا دل سے چاہتا تھا کہ دانیال علیہ السلام سزا سے بچے رہیں اسی لیے اس نے یہ شرط رکھی۔ اسے یقین تھا کہ دانیال علیہ السلام کبھی اقرار نہیں کریں گے۔

دانیال علیہ السلام بادشاہ کے سامنے پیش ہوئے اور ان سے پوچھا گیا تو انہوں نے جان کے خوف سے انکار نہیں کیا بلکہ اقرار کیا کہ وہ خدا کی عبادت کرتے ہیں۔

انہوں نے نہایت بے خوفی سے کہا ''تمام انسانوں پر خدا کی حکمرانی ہے۔ وہی قادرِ مطلق ہے، جس کو چاہتا ہے، بادشاہ بناتا ہے جس کو چاہتا ہے تخت سے نیچے اتار دیتا ہے۔ اس لیے لازم ہے کہ ہم اس کی شکرگزاری کرتے رہیں۔''

''کیا تو نے میرا حکم نہیں سنا تھا؟''

''اے بادشاہ! میں نے آج تک تیرا حکم نہیں ٹالا لیکن کوئی حکم مجھے اپنے معبود کی عبادت سے نہیں روک سکتا۔ ہاں

Marfat.com

تیرے حکم کی اتنی پاسدری کرسکتا ہوں کہ چھپ کر عبادت کرتا رہوں۔''
''اب چونکہ میرے جاسوسوں نے تجھے عبادت کرتے ہوئے دیکھ لیا ہے اس لیے تجھے بھوکے شیروں کی ماند میں تو ڈالنا پڑے گا۔''
''اے بادشاہ! تو اپنا کام کر۔ جس معبود کی میں عبادت کرتا ہوں، وہ میری حفاظت کرے گا۔''
''کاش! ایسا ہی ہو۔'' بادشاہ نے کہا ''میں تیری ہلاکت نہیں چاہتا مگر کیا کروں۔ آئین کی پاسداری تو کرنی ہے۔''
بادشاہ اب بھی نہیں چاہتا تھا کہ دانیال علیہ السلام کو سزا ملے۔ اس نے حیلے بہانوں سے پورا دن گزار دیا لیکن سورج غروب ہونے کو تھا کہ اس کے وزیر پھر اس کے پاس آئے اور اسے اس کا وعدہ یاد دلایا۔
''اے بادشاہ! تو سمجھ لے کہ مادیوں اور فارسیوں کا آئین یوں ہے کہ جو فرمان اور قانون بادشاہ مقرر کرے کبھی نہیں بدلتا۔ اب تو اپنا وعدہ پورا کر۔''
بادشاہ اب کوئی بہانہ نہیں کرسکتا تھا۔ اس کے حکم کے مطابق حضرت دانیال علیہ السلام کو اس اندھے کنویں کے پاس لے جایا گیا جس میں دو بھوکے شیر پہلے سے موجود تھے۔ دانیال علیہ السلام کو اس کنویں میں پھینک کر اوپر سے پتھر رکھ دیا گیا۔ بادشاہ کی مہر اس پتھر پر ثبت کردی گئی تاکہ کوئی اس پتھر کو ہٹا کر دانیال علیہ السلام کو بچا نہ لے۔
کئی بوڑھے لوگوں کو وہ زمانہ یاد آ گیا ہوگا جب بخت نصر کے زمانے میں حضرت دانیال علیہ السلام کے ساتھیوں کو جلتی ہوئی آگ میں ڈالا گیا تھا، اور قدرت خداوندی سے وہ زندہ سلامت نکل آئے تھے۔ بعض لوگ اب بھی یہی کہہ رہے تھے کہ دانیال علیہ السلام کا معبود انہیں زندہ نکال لے گا لیکن بیشتر یہ بھی کہہ رہے تھے اتفاقات روز روز نہیں ہوتے۔ شیر کسی انسان کا دوست نہیں ہوتا۔ رات بھر میں دانیال علیہ السلام کی ہڈیاں بھی باقی نہیں بچیں گی۔
بادشاہ اپنے محل میں واپس آیا تو سخت رنجیدہ تھا۔ وہ کہہ تو چکا تھا کہ دانیال علیہ السلام کو اس کا معبود بچالے گا لیکن دل پر صدمہ ایسا تھا کہ بھوک پیاس جاتی رہی۔ کنیزوں نے دسترخوان سجایا تو دارا نے معذرت کرلی۔ وہ رات کو سونے سے پہلے موسیقی سننے کا عادی تھا۔ اس رات سازندے حاضر ہوئے تو اس نے انہیں بھی واپس کردیا۔ اسے رہ رہ کر دانیال علیہ السلام کا خیال آ رہا تھا۔ شیروں نے اب تک تو اس کی ہڈیاں بھی چبالی ہوں گی۔ اسے افسوس ہو رہا تھا کہ اس نے دانیال علیہ السلام جیسے نیک اور دانش مند کو شیروں کے سامنے کیوں ڈال دیا؟
دارا نے یہ رات کرب و اذیت میں گزاری اور صبح ہوتے ہی اس کنویں کے پاس پہنچا اور کنویں کے اوپر رکھے پتھر کو ہٹا کر اندر جھانکا۔ اس کی حیرت کی انتہا نہ رہی جب اس نے دیکھا کہ دونوں شیر آپ کے قریب بیٹھے ہیں اور آپ کے تلوے چاٹ رہے ہیں۔
''اے خداوند خدا کے بندے! کیا تیرا خدا جس کی تو ہمیشہ عبادت کرتا ہے، قادر ہوا کہ تجھے شیروں سے چھڑائے؟'' بادشاہ نے آواز دے کر پوچھا۔
حضرت دانیال علیہ السلام نے جواب دیا ''اے بادشاہ ابد تک جیتا رہ۔ میرے خدا نے اپنے فرشتے کو بھیجا اور شیروں کے منہ بند کردیے اور انہوں نے مجھے ضرر نہیں پہنچایا کیونکہ میں اس کے حضور بے گناہ ثابت ہوا اور تیرے حضور بھی۔ اے بادشاہ، میں نے خطا نہیں کی۔''
انہیں زندہ دیکھ کر بادشاہ کی خوشی کا ٹھکانا نہیں تھا۔ اس نے فوری حکم دیا کہ دانیال علیہ السلام کو ماند سے نکالیں۔ بادشاہ کے ساتھ آئے ہوئے آدمیوں نے حیرت سے یہ حکم سن اور سوچا کہ بادشاہ کس دانیال علیہ السلام کو نکالنے کی بات کررہا ہے۔ اب تک وہ زندہ ہی کہاں بچا ہوگا؟ انہوں نے کنویں میں جھانک کر دیکھا تو وہ بھی وہی منظر دیکھ رہے تھے جو بادشاہ دیکھ چکا تھا، لیکن اب سوال یہ تھا کہ شیروں کی موجودگی میں حضرت دانیال علیہ السلام کو نکالا کیسے جائے؟ پھر بڑی

Marfat.com

ہمت کر کے کنویں میں سیڑھیاں لگائی گئیں۔ ان سیڑھیوں کے ذریعے دانیال علیہ السلام کنویں سے باہر آ گئے۔

دیکھنے والوں نے دیکھا کہ دانیال علیہ السلام کو شیروں نے ذرا بھی نقصان نہیں پہنچایا تھا کیونکہ انہوں نے اپنے خدا پر توکل کیا تھا۔

بادشاہ نے ایک اور حکم جاری کیا جس کے تحت ان شخصوں کو جنہوں نے دانیال علیہ السلام کی شکایت کی تھی لائے اور ان کے بچوں اور بیویوں سمیت ان کو شیروں کی ماند میں ڈال دیا اور شیر ان پر غالب آئے اور اس سے پیشتر کہ ماند کی تہ تک پہنچیں شیروں نے ان کی سب ہڈیاں توڑ ڈالیں۔

بادشاہ نے اس واقعے سے متاثر ہو کر قوم کے نام یہ پیغام جاری کیا۔

''تمہاری سلامتی افزوں ہو۔ میں یہ فرمان جاری کرتا ہوں کہ میری مملکت کے ہر ایک صوبے کے لوگ دانیال علیہ السلام کے خدا کے حضور ترساں و لرزاں ہوں کیونکہ وہی زندہ خدا ہے اور ہمیشہ قائم ہے اور اس کی سلطنت لازوال اور اس کی مملکت ابد تک رہے گی۔ وہی چھڑاتا اور بچاتا ہے اور آسمان اور زمین میں وہی نشان اور عجائب دکھاتا ہے۔ اسی نے دانیال علیہ السلام کو شیروں کے پنجروں سے چھڑایا ہے۔''

ایک راوی ابن ابی الدنیاؒ نے عبداللہ بن ابی ہذیل سے منقول کیا ہے کہ یہ واقعہ بخت نصر کے دور میں پیش آیا۔ بخت نصر کے ہاتھوں دو شیر لگے تو بخت نصر نے دونوں کو ایک اندھے کنویں میں پھنکوا دیا پھر حضرت دانیال علیہ السلام کو بھی ان کے ساتھ ڈال دیا لیکن شیروں نے آپ کے ساتھ کوئی برا رویہ اختیار نہیں کیا۔ پھر جب تک اللہ نے چاہا آپ اس کنویں میں رہے اور جو انسانوں کو بھوک پیاس لگتی ہے، آپ کو بھی لگی تو اس کا بندوبست اللہ نے یوں کیا کہ یہاں سے کوسوں دور بیت المقدس میں حضرت ارمیاہ علیہ السلام کو وحی فرمائی کہ کھانا وغیرہ تیار کرو تاکہ حضرت دانیال علیہ السلام کو کھلایا جائے۔ حضرت ارمیاہ علیہ السلام نے عرض کیا، اے پروردگار میں یہاں ارض مقدسہ میں ہوں اور کہاں وہ ارض بابل سرزمین عراق میں۔ فرمایا جو ہم نے تم کو حکم دیا ہے وہ کرو۔ ہم تمہارے لیے سواری کا بندوبست کریں گے لہٰذا آپ نے کھانا تیار کر لیا اور اللہ نے سواری مہیا فرما دی حتیٰ کہ آپ نے دیکھا کہ آپ اس کنویں کے کنارے کھڑے ہیں جہاں حضرت دانیال علیہ السلام شیروں کے ساتھ تھے۔

حضرت دانیال علیہ السلام نے آواز دے کر پوچھا کون ہے؟ فرمایا میں ارمیاہ ہوں۔ پوچھا، کیا چیز آپ کو یہاں لائی؟ فرمایا مجھے آپ کے رب نے آپ کے پاس بھیجا ہے۔ حضرت دانیال علیہ السلام نے فرمایا، کیا میرے رب نے مجھے یاد فرمایا ہے؟ فرمایا، ہاں تو حضرت دانیال علیہ السلام نے فرمایا، تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں جو اپنے یاد کرنے والے کو کبھی نہیں بھولتا۔ تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں جو اپنے امیدوار کو اس کی بات کا جواب دیتا ہے۔

یہ روایت اپنی جگہ لیکن لگتا یہی ہے کہ یہ واقعہ دارا کے زمانے میں پیش آیا اور اسی نے پہلی مرتبہ آپ کو زندہ سلامت دیکھا اور کنویں سے باہر نکالا، یہی توریت (عہد قدیم) میں بیان کیا گیا ہے۔

دارا کا جھکاؤ اچانک خدا کی طرف ہوا اور اس نے فرمان جاری کیا کہ تمام لوگ خدا سے ڈریں۔ اس خدا سے جس نے دانیال علیہ السلام کو شیروں کے سامنے زندہ رہنے دیا تو حضرت دانیال علیہ السلام یہ سوچنے پر مجبور ہو گئے کہ ان واقعات کو میرے لوگوں کے لیے کیا اہمیت ہے؟ یرمیاہ علیہ السلام کی نبوتیں پڑھتے ہوئے انہیں یاد آیا کہ ستر سالہ اسیری کی پیش گوئی کی گئی تھی۔ انہیں یہ بھی یاد آیا کہ یسعیاہ نبی نے کہا تھا، خورس وہ چرواہا ہے جسے خداوند اپنی قوم کو چھڑانے اور یروشلم کو واپس لانے کے لیے استعمال کرے گا۔ کیا یہ ممکن ہوگا کہ اب یہودیوں کو وطن واپس جانے کی اجازت مل جائے گی؟

حساب لگایا تو ستر سال پورے ہونے کو تھے۔ اب خدا سے مناجات اور گریہ و زاری کا وقت تھا۔ حضرت دانیال علیہ السلام نے روزہ رکھا اور ٹاٹ اوڑھ کر خدا سے دعا کی اور اقرار کیا۔

Marfat.com

''اے خداوند عظیم تو اپنے فرماں بردار محبت رکھنے والوں کے لیے اپنے عہد و رحم کو قائم رکھتا ہے۔ ہم نے گناہ کیا۔ ہم برگشتہ ہوئے۔ ہم نے شرارت کی۔ ہم نے بغاوت کی بلکہ ہم نے تیرے احکام و آئین کو ترک کیا اور ہم تیرے خدمت گزار نبیوں کے طرف دار نہیں ہوئے۔ جنہوں نے تیرا نام لے کر ہمارے بادشاہوں اور امرا سے اور ہمارے باپ دادا اور ملک کے سب لوگوں سے کلام کیا۔ اے خداوند صداقت تیرے لیے ہے اور رسوائی ہمارے لیے جیسے اب یہوداہ کے لوگوں اور یروشلم کے باشندوں اور دور و نزدیک کے تمام بنی اسرائیل کے لیے ہے جن کو تو نے تمام ممالک میں ہانک دیا کیونکہ انہوں نے تیرے خلاف گناہ کیا۔

خداوند خدا تو رحیم و غفور ہے اگر چہ ہم نے اس سے بغاوت کی اس لیے وہ لعنت اور قسم جو خدا کے خادم موسیٰ کی توریت میں مرقوم ہے ہم پر پوری ہوئی کیونکہ ہم اس کے گناہ گار ہوئے اور اس نے جو کچھ ہمارے اور ہمارے قاضیوں کے خلاف جو ہماری عدالت کرتے تھے، فرمایا تھا ہم پر بلائے عظیم لا کر ثابت کر دکھایا کیونکہ جو کچھ یروشلم سے کیا گیا وہ تمام جہان میں کہیں نہیں ہوا۔

اے خداوند، میں تیری منت کرتا ہوں کہ تو اپنی تمام صداقت کے مطابق اپنے قہر و غضب کو اپنے شہر یروشلم یعنی اپنے کوہ مقدس سے موقوف کر کیونکہ ہمارے گناہوں اور ہمارے باپ دادا کی بدکرداری کے سبب سے یروشلم اور تیرے لوگ اپنے سب آس پاس والوں کے نزدیک ملامت کے لائق ہوئے۔ پس اب اے ہمارے خدا، اپنے خادم کی دعا اور التماس سن اور اپنے چہرے کو اپنی ہی خاطر اپنے مقدس پر جو ویران ہے، جلوہ گر فرما۔

اے خداوند سن، اے خدا اپنے نام کی خاطر دیر نہ کر کیونکہ تیرا شہر اور تیرے لوگ تیرے ہی نام سے کہلاتے ہیں۔

حضرت دانیال علیہ السلام ابھی مناجات سے فارغ نہیں ہوئے تھے کہ شام کی قربانی گزارنے کا وقت آ گیا اور اسی وقت حضرت جبرائیلؑ حاضر ہو گئے۔ انہوں نے خوش خبری دی۔

''تیری دعا قبول ہوئی۔ تیرے لوگوں اور تیرے مقدس شہر کے لیے ستر ہفتے مقرر کیے گئے کہ خطا کاری اور گناہ کا خاتمہ ہو جائے۔ بدکرداری کا کفارہ دیا جائے۔ پس تو سمجھ لے کہ یروشلم کی بحالی اور تعمیر کا حکم صادر ہونے سے ممسوح (جسے مسح کیا گیا، پاک کیا گیا، مراد خورس بادشاہ) فرمانروا تک سات ہفتے اور باسٹھ ہفتے ہوں گے۔ تب پھر بازار تعمیر کیے جائیں گے اور فصیل بنائی جائے گی مگر مصیبت کے ایام میں اور باسٹھ ہفتوں کے بعد وہ ممسوح قتل کیا جائے گا اور اس کا کچھ نہ رہے گا اور ایک بادشاہ آئے گا جس کے لوگ شہر اور مقدس کو مسمار کریں گے اور اس کا انجام گویا طوفان کے ساتھ ہوگا اور آخر تک لڑائی رہے گی۔ اور وہ ایک ہفتے کے لیے بہتوں سے عہد قائم کرے گا اور نصف ہفتے میں ذبیحہ اور ہدیہ موقوف کرے گا اور فصیلوں پر اجاڑنے والی مکروہات رکھی جائیں گی یہاں تک کہ بربادی کمال کو پہنچ جائے گی۔

انہی دنوں حضرت دانیال علیہ السلام دجلہ کے کنارے پر تھے کہ ایک شخص کو دیکھا جو کتانی پیراہن پہنے اور خالص سونے کا پٹکا کمر پر باندھے کھڑا تھا۔ اس کا بدن زبرجد کے مانند اور اس کا چہرہ بجلی سا تھا اور اس کی آنکھیں چراغوں کے مانند تھیں۔ اس کے بازو اور پاؤں چمکتے ہوئے پیتل سے تھے اور اس کی آواز انبوہ کے شور کے مانند تھی۔

یہ ایسا پراسرار منظر تھا کہ دانیال علیہ السلام پر غشی طاری ہو گئی اور آپ زمین پر اوندھے منہ گر پڑے۔ پھر ایک ہاتھ نے آپ کو اٹھایا۔

''اے دانیال عزیز مرد، جو باتیں میں تجھ سے کہتا ہوں سمجھ لے اور سیدھا کھڑا ہو جا کیونکہ اب میں تیرے پاس بھیجا گیا ہوں۔''

اس آواز پر دانیال علیہ السلام کھڑے ہو گئے۔ تب اس نے آپ سے کہا ''اے دانیال، خوف نہ کر کیونکہ جس روز سے تو نے دل لگایا اور اپنے خدا کے حضور عاجزی کی۔ تیری باتیں سنی گئیں اور تیری باتوں کے سبب سے میں آیا ہوں پر

Marfat.com

فارس کی مملکت کے موکل نے اکیس دن تک میرا مقابلہ کیا۔ پھر میکائل جو مقرب فرشتوں میں سے ہے میری مدد کو پہنچا اور میں شاہان فارس کے پاس رکا رہا۔ پر اب میں اس لیے آیا ہوں کہ جو کچھ تیرے لوگوں پر آخری ایام میں آنے کو ہے تجھے اس کی خبر دوں۔''

وہ یہ باتیں کر رہا تھا اور حضرت دانیال علیہ السلام سر جھکائے خاموش کھڑے تھے۔ کھڑے کیا تھے بولنے کی طاقت ہی نہیں تھی۔ بار بار کوشش کرتے تھے لیکن آواز منہ سے نہیں نکلتی تھی۔ اسی وقت ایک اور شخص نے جو آدم زاد کے مانند تھا۔ ان کے ہونٹوں کو چھوا اور آپ بولنے کے لائق ہوئے۔

''اے خداوند اس رویا کے سبب سے مجھ پر غم کا ہجوم ہے اور میں ناتواں ہو گیا ہوں۔ پس یہ خادم اپنے خداوند سے کیوں کر ہم کلام ہو سکتا ہے؟''

تب آنے والے نے کلام کیا ''کیا تو جانتا ہے کہ میں تیرے پاس کس لیے آیا ہوں؟ اب میں فارس کے موکل سے لڑنے کے لیے واپس جاتا ہوں اور میرے جاتے ہی یونان کا موکل آئے گا لیکن جو کچھ سچائی کی کتاب میں لکھا ہے، تجھے بتاتا ہوں اور تمہارے موکل میکائل کے سوا اس میں میرا کوئی مددگار نہیں۔''

اس کے بعد اس شخص نے دانیال علیہ السلام کو کتاب صداقت کی باتیں بتائیں۔

''فارس میں ابھی تین بادشاہ اور برپا ہوں گے اور چوتھا ان سب سے زیادہ دولت مند ہوگا اور جب وہ اپنی دولت سے تقویت پائے گا تو سب کو یونان کی سلطنت کے خلاف ابھارے گا۔ لیکن ایک زبردست بادشاہ برپا ہوگا۔ وہ جو چاہے گا کرے گا مگر اچانک کاٹ ڈالا جائے گا اور اس کی سلطنت چار حصوں میں تقسیم ہو جائے گی۔ اس کا کوئی حصہ بھی اس کی نسل کو نہیں ملے گا بلکہ یہ غیروں کے لیے ہوگی۔

اس کے بعد شاہ جنوب زور پکڑے گا اور اس کے امرا میں سے ایک اس سے زیادہ اقتدار حاصل کرے گا اور اس کی سلطنت بہت بڑی ہوگی اور چند سال کے بعد وہ آپس میں میل کریں گے کیونکہ شاہ جنوب کی بیٹی شاہ شمال کے پاس آئے گی تاکہ اتحاد قائم ہو لیکن اس میں قوت بازو قائم نہ رہے گی اور نہ وہ بادشاہ قائم رہے گا۔ ایک شخص اس کی جگہ برپا ہوگا۔ وہ سپہ سالار ہو کر شاہ شمالی کے قلعے میں داخل ہوگا اور ان پر حملہ کرے گا اور غالب آئے گا۔ اس کے بعد شاہ شمال اور جنوب کے بادشاہ کے درمیان زبردست جنگ ہوتی رہے گی۔

اس کے بعد ایک بدطینت اور کینہ پرور شخص برپا ہوگا جو سلطنت کی عزت کا حق دار نہ ہوگا لیکن وہ ناگہاں آئے گا اور چاپلوسی کر کے مملکت پر قابض ہو جائے گا اور وہ سیلاب افواج کو اپنے سامنے رگیدے گا اور شکست دے گا اور امیر عہد کو بھی نہ چھوڑے گا اور جب اس کے ساتھ عہد و پیمان ہو جائے گا تو دغابازی کرے گا کیونکہ وہ بڑھے گا اور ایک قلیل جماعت کی مدد سے اقتدار حاصل کرے گا اور ایام امن میں ملک کے زرخیز مقامات میں داخل ہوگا اور شاہ جنوب پر حملہ کرے گا۔ شاہ جنوب بڑا لشکر لے کر نکلے گا لیکن اس کے مقابل نہ ٹھہرے گا۔ اس کی فوج پراگندہ ہوگی۔ تب وہ مال غنیمت لے کر اپنے ملک کو واپس جائے گا اور اس کا دل عہد مقدس کے خلاف ہوگا۔

مقررہ وقت پر وہ پھر جنوب کی طرف خروج کرے گا اور عہد مقدس پر اس کا غضب بھڑکے گا اور وہ اس کے مطابق عمل کرے گا۔ وہ اپنے باپ دادا کے معبودوں کی پروا نہ کرے گا اور نہ کسی اور معبود کو مانے گا بلکہ اپنے آپ ہی کو سب سے بالا جانے گا۔ وہ بیگانہ معبود کی مدد سے محکم قلعوں پر حملہ کرے گا۔ جو اس کو قبول کریں گے ان کو بڑی عزت بخشے گا اور بہتوں پر حاکم بنائے گا اور رشوت میں ملک تقسیم کرے گا۔ کچھ عرصے تک اس کا تسلط حبشہ اور لیبیا تک پھیل جائے گی لیکن پھر شاہ جنوب اس پر حملہ آور ہوگا اور شاہ شمال رتھ اور سوار اور بہت سے جہاز لے کر گردباد کے مانند اس پر چڑھ آئے گا اور ممالک میں داخل ہو کر سیلاب کے مانند گزرے گا لیکن ادوم، موآب اور بنی عمون کے خاص لوگ اس کے ہاتھ سے چھڑا لیے جائیں

Marfat.com

گے۔

وہ دیگر ممالک پر بھی ہاتھ چلائے گا اور ملک مصر بھی بچ نہ سکے گا۔ وہ سونے چاندی کے خزانوں اور مصر کی تمام نفیس چیزوں پر قابض ہوگا، لیکن مشرقی اور شمالی اطراف سے افواہیں اسے پریشان کریں گی اور وہ بڑے غضب سے نکلے گا کہ بہتوں کو نیست و نابود کرے اور وہ شاندار مقدس پہاڑ اور سمندر کے درمیان شاہی خیمے لگائے گا، لیکن اس کا خاتمہ ہو جائے گا اور کوئی اس کا مددگار نہ ہوگا۔

دانیال علیہ السلام کے لوگوں کا کیا ہوگا؟

اور اس وقت میکائل مقرب فرشتہ جو تیری قوم کے فرزندوں کی حمایت کے لیے کھڑا ہے، اٹھے گا اور وہ ایسی تکلیف کا وقت ہوگا کہ ابتدائی اقوام سے اس وقت تک کبھی نہ ہوا ہوگا اور اس وقت تیرے لوگوں میں سے وہ ایک جس کا نام کتاب میں لکھا ہوگا رہائی پائے گا اور جو خاک میں سو رہے ہیں ان میں سے بہتیرے جاگ اٹھیں گے۔ بعض حیات ابدی کے لیے اور بعض رسوائی اور ذلت ابدی کے لیے۔ اور اہل دانش نور فلک کے مانند چمکیں گے۔

اب دانیال علیہ السلام کو یقین دلایا جاتا ہے کہ جو لوگ دانا اور فہیم ہیں اور راست بازی کی طرف رجوع ہوتے ہیں وہ خدا سے برکتیں پائیں گے۔ اس کے ساتھ ہی دانیال علیہ السلام کو ہدایت کی جاتی ہے کہ وہ اس رویا کو بند کر کے رکھ لیں۔ آخری زمانے میں بہت سے لوگ اس رویا کو پڑھیں گے اور ان کی دانش میں افزائش ہوگی۔

''لیکن تو اے دانیالؑ ان باتوں کو بند رکھ اور کتاب پر آخری زمانے تک مہر لگا دے۔ بہتیرے اس کی تفتیش و تحقیق کریں گے اور دانش افزوں ہوگی۔'' (توریت)

حضرت دانیال علیہ السلام کو اس موقع پر دو شخص اور کھڑے دکھائی دیتے ہیں۔ ایک دریا کے اس کنارے پر دوسرا دوسرے کنارے پر۔ ایک نے دوسرے سے پوچھا کہ ان عجائب کے انجام تک کتنی مدت ہے؟ حضرت دانیال علیہ السلام نے جواب دینے والے کی آواز سنی۔

''حی القیوم کی قسم!'' جواب دینے والا دونوں ہاتھ آسمان کی طرف بلند کر کے کہہ رہا تھا ''یہ عجائب ساڑھے تین دور کے بعد پورے ہوں گے اور اس کے ساتھ ہی مقدس لوگوں کا اقتدار بھی ختم ہو جائے گا۔''

حضرت دانیال علیہ السلام سن ضرور رہے تھے لیکن سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا۔ وہ پوچھتے ہیں، میرے خداوند، ان کا انجام کیا ہوگا تب اس شخص نے حضرت دانیال علیہ السلام کو چپ رہنے کی ہدایت کی۔

''اے دانیال، تو اپنی راہ لے کیونکہ یہ باتیں آخری وقت تک کے لیے سر بہ مہر کر دی گئی ہیں اور رہیں گی اور بہت سے لوگ پاک کیے جائیں گے اور صاف و براق ہوں گے لیکن شریر شرارت کرتے رہیں گے اور شریروں میں سے کوئی نہ سمجھے گا پر دانش ور سمجھیں گے اور جس وقت سے دائمی قربانی موقوف کی جائے گی اور وہ اجاڑنے والی مکروہ چیز نصب کی جائے گی۔ ایک ہزار دو سو نوے دن ہوں گے۔ مبارک ہے وہ جو ایک ہزار تین سو پینتیس روز تک انتظار کرے۔ اب تو اپنی راہ لے۔ جب تک کہ مدت پوری نہ ہو کیونکہ تو آرام کرے گا اور ایام کے اختتام پر اپنی میراث میں اٹھ کھڑا ہوگا۔''

حضرت دانیال علیہ السلام کو اس شخص کی امید دہانی اور اس یقین دہانی کے بعد کہ تیرے لوگ آخر کار فتح مند ہوں گے، ہدایت کی جاتی ہے کہ کتاب کو سر پر مہر کر دے۔

☆......☆......☆

بابل میں خورس کو بہت پذیرائی حاصل ہوئی تھی۔ اس کی فوجوں نے بابل پر قبضہ کیا تھا لیکن لوگ اس کے خلاف نہیں تھے بلکہ اسے نجات دہندہ سمجھتے تھے۔ خورس نے یہاں کے دیوتا مردوک کو اپنا دیوتا مان کر اہل بابل کے دل جیت لیے۔ وہ کہا کرتا تھا کہ اسی دیوتا نے مجھے بابل کے تخت پر بٹھایا ہے اور اس نے نئے سال کا تہوار منانے کی خاطر کئی ماہ تک بابل

Marfat.com

میں ہی قیام کیا۔ اس میں ایک سیاسی مصلحت بھی تھی کہ اس طرح اسے عام لوگوں کی حمایت کی امید تھی کیونکہ اب اسے بابل کی نہایت وسیع سلطنت کا انتظام و انصرام کرنا تھا جو ارام سے لے کر فلسطین تک اور مصر کی سرحدوں تک پھیلی ہوئی تھی۔

اسور اور بابل اس بات کے لیے مشہور تھے کہ وہ مفتوح لوگوں کو دوسرے ملکوں میں لے جاتے تھے۔ خورس نے اس کے برخلاف عمل کیا بلکہ جو لوگ بابل میں جلاوطنی کے دن گزار رہے تھے، ان کی حوصلہ افزائی کی کہ وہ اپنے وطن کو لوٹ جائیں، ان جلاوطنوں میں یروشلم کے یہودی بھی تھے۔

خورس نے اعلان کیا ''خدا نے مجھے فاتح بنایا اور طاقت دی اور ہدایت کی کہ میں یروشلم میں اس کے لیے مسکن بناؤں۔ پس بابل میں جو کوئی یروشلم سے تعلق نہیں رکھتا ہو وہ وطن واپس جائے اور وہاں اسرائیل کے خدا کا گھر بنائے۔''

یہودیوں کو بابل میں رہتے ہوئے ستر سال ہو گئے تھے۔ ایک نسل تو ختم ہو ہی چکی تھی جو یہاں پیدا ہوئے تھے انہیں یروشلم میں کوئی دلچسپی نہیں تھی، لہٰذا وہ جانے پر تیار نہیں تھے۔ خورس نے ان لوگوں کو یہ کہہ کر ابھارا کہ یروشلم میں ہیکل کی دوبارہ تعمیر کے لیے سونا، چاندی اور دیگر چیزوں کے نذرانے دیں۔ حضرت دانیال علیہ السلام کو رویا میں جو کچھ دکھایا گیا تھا، وہ پورا ہو رہا تھا۔

خورس کے فرمان کے جواب میں ہزاروں جلاوطن اپنے ملک میں واپس جانے کو تیار ہو گئے۔ خورس نے اپنے خزانچی کو حکم دیا کہ بخت نصر جو ظروف یروشلم سے لایا تھا، وہ واپس کیے جائیں۔

ساری قوموں کے درمیان یہودی اس بات میں یکتا تھے کہ ان کے خدا کا کوئی بت نہیں تھا جسے واپس یا بحال کیا جاتا حالانکہ خورس کے فرمان میں اس کا بندوبست بھی موجود تھا بلکہ وہ تو اسی بات پر فخر کرتا تھا کہ میں نے غیر قوموں کے دیوتاؤں کو ان کی عبادت گاہوں میں بحال کیا۔

جلاوطن یہودی یروشلم کے طویل اور پرخطر سفر پر روانہ ہوئے اور اس عزم کے ساتھ روانہ ہوئے کہ ہیکل کو دوبارہ تعمیر کریں گے۔ اگرچہ اس واپسی کی صحیح تاریخ نہیں دی گئی مگر قرین قیاس ہے کہ یہ واپسی 538 ق م میں عمل میں آئی ہوگی۔

کہا جاتا ہے واپس آنے والوں کی تعداد پچاس ہزار تھی اور ان کے گیارہ لیڈر تھے۔ زیاربل اور یشوع نام کے لیڈر زیادہ سرگرم تھے۔ انہوں نے لوگوں کی ہدایت اور راہنمائی کی اور ان کی افراتفری ختم کر کے ترتیب اور نظم وضبط قائم کیا۔

واپسی کے سال کے ساتویں مہینے تک لوگ یروشلم کے گردونواح میں کافی بس گئے تھے۔ یہاں تک کہ وہ سب جماعتی طور پر اکٹھے ہوئے۔ انہوں نے اسرائیل کے خدا کی قربان گاہ بنائی اور موسیٰ علیہ السلام کی بتائی ہوئی سوختنی قربانیاں چڑھانے کا سلسلہ دوبارہ شروع کیا۔ اسی مہینے کی پندرہ تاریخ کو انہوں نے لکھے ہوئے شرعی احکام کے مطابق عید خیام بھی منائی۔ ان پرتاثیر تقریبات کے ساتھ یروشلم میں خدا کی عبادت کا سلسلہ دوبارہ شروع ہو گیا۔

خورس کا انتقال ہو گیا۔ ادھر سامریہ کے بغض وحسد نے رکاوٹیں ڈالیں اور یروشلم کی تعمیر کا کام رک گیا۔ ان کا کہنا تھا کہ جب سے ہم فلسطین میں آباد ہوئے ہیں، ہم بھی اسی خدا کی پرستش اور عبادت کرتے آ رہے ہیں۔ اس بنیاد پر انہوں نے زرابابل اور دوسرے لیڈروں سے درخواست کی کہ تعمیر کے کام میں ہمیں بھی شامل کیا جائے۔ ان کی درخواست رد کر دی گئی تو وہ اعلانیہ مخالفت اور دشمنی پر اتر آئے۔ وہ خورس کے جانشینوں کے دور میں ہیکل کی تعمیر کروانے میں کامیاب ہو گئے۔

حضرت دانیال علیہ السلام ابھی زندہ تھے اور ہیکل کی تعمیر دوبارہ شروع کرانے کے لیے کوشاں تھے۔ انہوں نے سرکاری محافظ خانوں میں اس فرمان کی تلاش شروع کر دی جو خورس کی طرف سے جاری ہوا تھا تاکہ اس دعوے کو سچ ثابت کیا جائے کہ خورس نے یہوداہ کو ہیکل تعمیر کرنے کی اجازت دی تھی۔ بالآخر حضرت دانیال علیہ السلام اس فرمان کو حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے جس پر خورس کا فرمان ارامی زبان میں درج تھا۔ اس میں لکھا تھا ''ہیکل سلیمانی کے کام میں

Marfat.com

دست اندازی نہ کر وہاں شاہی مال سے تعمیر کرنے والوں کو بلا توقف خرچ دیا جائے۔"

دارا نے نہ صرف اس فرمان کی تصدیق کی بلکہ شام کے باج گزار حاکم کو سخت احکام بھیجے کہ یہودیوں کے کام میں کسی طرح کی مداخلت نہ کریں۔ اس کے علاوہ حکم دیا کہ شام (ارام) کے صوبے کے خراج کی آمدنی سے یہودیوں کو تعمیراتی پروگرام کے لیے وافر خرچ مہیا کیا جائے۔ یہ ہدایات بھی جاری کیں کہ یروشلم کے کاہنوں کو روزانہ قربانیوں کے لیے کافی تعداد میں جانور مہیا کریں تا کہ وہ شاہ فارس کی فلاح و بہبود کے لیے خدا سے مناجات کریں۔

ان ہدایات کے بعد یہودیوں کو نہ صرف دارا سے سیاسی حمایت حاصل ہوئی بلکہ ساتھ کے صوبے کے حاکموں سے اپنے منصوبے کے لیے مادی امداد بھی ملنے لگی۔

کام زور شور سے شروع ہو گیا اور ہیکل کی عمارت پانچ سال میں مکمل ہو گئی۔ اگر چہ ہیکل بھی پہلی جگہ تعمیر کی گئی مگر خوبصورتی اور کاریگری میں سلیمان علیہ السلام کی ہیکل کے پاسنگ بھی نہیں تھی لیکن جن لوگوں نے پہلے کی ہیکل نہیں دیکھی تھی، ان کے لیے یہ خوبصورتی کا شاہکار تھا۔

☆......☆......☆

اشعث الاحمری سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت دانیال علیہ السلام نے اپنے پروردگار عزوجل سے دعا کی تھی کہ ان کو امت محمدیہ میں دفنایا جائے۔

ابوالعالیہ کہتے ہیں کہ جب ہم نے تستر شہر (جو بصرہ کے قریب ہے) فتح کیا کہ ہم نے ہرمزاں بادشاہ کے بیت المال میں ایک تخت پایا جس پر ایک شخص کی میت رکھی ہوئی تھی، اس کے سر کے ساتھ ایک مصحف (کتاب اللہ) تھا۔ ہم نے مصحف اٹھا کر حضرت عمرؓ کی خدمت میں پہنچایا۔ آپ نے حضرت کعبؓ کو طلب فرمایا۔ انہوں نے اس مصحف کو عربی زبان میں منتقل کیا۔

ابی خالد بن دینار راوی کہتے ہیں، پھر میں نے پوچھا آپ لوگوں نے اس میت کا کیا، کیا؟ فرمایا، ہم نے دن کے وقت تیرہ قبریں متفرق جگہوں پر کھودیں پھر رات کو اس شخص کو ایک قبر میں دفن کیا اور تمام قبروں کو اسی طرح قبر بنا دیا تا کہ لوگوں کو اس کا پتا نہ چلے اور اس کو نہ کھودے۔

ابی خالد نے پوچھا "آپ اس شخص کے متعلق کیا خیال رکھتے ہیں کہ وہ کون تھا؟ فرمایا، اس کو دانیال کہا جاتا تھا۔

اشعث الاحمری نے اس روایت کو اس طرح بیان کیا ہے۔

حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ نے تستر علاقہ فتح کر لیا تو حضرت دانیال علیہ السلام کو ایک تابوت میں پایا جن کی رگیں اور مسام اپنی حالت پر صحیح برقرار تھے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو دانیال علیہ السلام کا پتا بتائے گا تو تم اس کو جنت کی خوش خبری دے دینا لہٰذا جس شخص نے ان کے متعلق اطلاع دی اس کا نام حرقوص تھا، تو حضرت ابوموسیٰ اشعری نے حضرت عمرؓ کو پیغام بھیجا تو آپ نے جواب بھیجا کہ حضرت دانیال علیہ السلام کو دفن کر دو اور حرقوص کو میرے پاس بھیج دو۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری سے مروی ہے کہ آپ نے چار قیدیوں کو حکم فرمایا تو انہوں نے ایک نہر کے پانی کو روکا اور کوئی بند لگا کر نہر کے بیچ قبر کھودی اور حضرت ابوموسیٰ اشعری نے وہاں حضرت دانیال علیہ السلام کو دفن کر دیا۔ جب یہ چاروں قیدی واپس آئے تو ان کی گردن اڑا دی۔ (یہ چاروں کافروں سے جنگ کے نتیجے میں قید ہوئے تھے اس لیے ان کا قتل کرنا صحیح تھا) اس طرح یہ عظیم راز صرف اور صرف حضرت ابوموسیٰ کے سینے میں دفن ہو گیا۔

آج کوئی نہیں جانتا کہ حضرت دانیال علیہ السلام کہاں دفن ہیں؟

Marfat.com

حضرت عزیر علیہ السلام

بائبل میں آپ کا نام عزرا (Ezra) اور قرآن پاک میں عزیرؑ ہے۔ آپؑ کے والد اور سلسلہ نسب کے بعض دوسرے ناموں میں مورخین کے درمیان بڑا اختلاف ہے لیکن اس پر سب کا اتفاق ہے کہ وہ حضرت ہارون علیہ السلام کی نسل سے تھے۔

قرآن پاک کی سورۂ توبہ میں آپؑ کے نبی ہونے کا اشارہ ان الفاظ میں ملتا ہے۔

''اور یہودیوں نے کہا۔''عزیر اللہ کا بیٹا ہے اور عیسائیوں نے کہا مسیح اللہ کا بیٹا ہے۔ یہ ان کی باتیں ہیں محض ان کی زبانوں سے نکالی ہوئی۔ ان لوگوں نے بھی ان ہی کی سی بات کہی جو اس سے پہلے کفر کی راہ اختیار کر چکے ہیں۔ ان پر اللہ کی لعنت، یہ کدھر بھٹکے جا رہے ہیں۔''

آپؑ نبی اسرائیل کی ہدایت کے لیے مبعوث فرمائے گئے لیکن یہ مرتبہ اچانک زیب مقدر نہیں ہو گیا بلکہ اس سے پہلے آپؑ ان تمام امتحانات سے گزارے گئے جو اسباق نبوت میں درج ہیں۔

ابھی نو عمر تھے اور لڑکوں میں شمار تھا کہ آپؑ نے سمت بابل سے اس آندھی کو چلتے دیکھا جس نے مبارک گھر ''یروشلم'' کو خاک کا ڈھیر بنا دیا۔ اس کی عظمت و رفعت مٹی میں مل گئی۔ عمارت کھنڈر بن گئی۔ متبرک ظروف، فوج کا سامان غنیمت بن گئے، شہر میں قتل عام شروع ہوا تو کوئی بچانے والا نہیں تھا۔ بوڑھے، کمزور اور بیمار، زندگی سے نجات پا گئے۔ صرف جوان اور بچے تھے جنہیں غلام بنا کر زندگی کی بھیک دے دی گئی تھی۔

یہ آندھی بابل کے فرماں روا بخت نصر کی شکل میں نازل ہوئی تھی۔ فرمانروائے بابل پر خبط سوار ہوا تھا کہ اپنی حدود کو وسعت دے۔ یہی دیوانگی اسے فلسطین کی طرف لے آئی تھی۔ پے در پے تین حملے کیے اور بنی اسرائیل کو غلام بنا کر بھیڑ بکریوں کی طرح ہنکاتا ہوا بابل کی طرف لے گیا۔ انہی قیدیوں میں حضرت عزیر علیہ السلام بھی تھے۔ یہ ہجرت بھی تھی، غلامی بھی اور قید بھی۔ جلاوطنی کا ایک عذاب تھا جو آپؑ کو کھینچے لیے چلا جا رہا تھا۔

بخت نصر فصیل شہر کے قریب خیمہ لگائے بیٹھا مشرقی دروازے سے قیدیوں کو نکلتے ہوئے دیکھ رہا تھا جو اب اس کی ملکیت تھے، وہ اپنی فتح پر نازاں ضرور تھا لیکن اس سوچ میں غلطاں بھی تھا کہ جس شہر میں تواتر سے برگزیدہ ہستیاں ہوتی رہی ہیں وہاں گمراہیاں اتنے عروج پر کیوں ہیں؟ کیا ان میں کوئی ایسا نہیں تھا جو انہیں ڈراتا کہ اگر باز نہ آئے تو میں عذاب کی صورت نازل ہو جاؤں گا۔ بالآخر اس نے ایک قیدی کو اپنے پاس بلایا۔

''کیا تم میں خدا کا کوئی بندہ ایسا نہیں تھا جو تمہیں ہدایت کرتا؟''

''ایک تھا مگر افسوس ہم نے اس کی باتوں پر کان نہیں دھرے۔ اس نے تیرے اس حملے سے پہلے ان سب حالات کی پیش گوئی کر کے بنی اسرائیل کو ڈرایا بھی تھا۔''

''پھر دیکھو میں تم پر کیسا فتح یاب ہوا۔''

''تمہاری کیا مجال تھی اگر ہم نے اپنے خدا کو ناراض نہ کیا ہوتا اور اپنے نبی کو نہ جھٹلایا ہوتا۔''

''تمہارا وہ نبی اس وقت کہاں ہے، کہیں وہ میری فوج کی تلواروں کی غذا تو نہیں بن گیا؟''

Marfat.com

''اس نے تمہارے حملوں کے بارے میں پہلے ہی بتا دیا تھا لیکن حکمرانوں کو اس کی یہ بات پسند نہیں آئی اور اسے شاہی قید خانے میں ڈال دیا گیا۔ وہ اب بھی وہیں ہوگا۔''

''وہ تو بڑا باکمال آدمی ہے، کیا نام ہے اس کا؟''

''حضرت یرمیاہ۔''

بخت نصر نے قیدی کو جانے دیا اور اپنے سپاہیوں کو حکم دیا کہ اس نام کا جو بھی آدمی شاہی قید خانے میں ہو، اسے عزت واحترام کے ساتھ میرے حضور پیش کرو۔

یہ حضرت یرمیاہ علیہ السلام تھے جو اس وقت بنی اسرائیل کے پیغمبر تھے۔ آپؑ بخت نصر کے حضور پیش ہوئے تو گویا خواب کی تعبیر آپؑ کے سامنے تھی۔

''آخر وہ دن آ گیا جس سے میں ڈرایا کرتا تھا۔'' حضرت یرمیاہ علیہ السلام نے فرمایا۔ ''میں نے اپنی قوم کو بہت سمجھایا لیکن کسی نے میری بات پر دھیان نہیں دیا۔''

''کیا آپؑ کو معلوم تھا کہ اس قوم پر عذاب لانے کے لیے تمہارے خدا نے میرا انتخاب کیا ہے؟''

''میں سیکڑوں بار عالم رویا میں تمہیں دیکھ چکا ہوں۔''

''پھر تو تمہیں یہ بھی معلوم ہوگا کہ یہ عظیم الشان قوم اب میری غلام رہے گی۔''

''تم اللہ کے حکم سے ستر سال سے زیادہ اسے غلام نہیں رکھ سکو گے۔ اللہ اس قوم کو پھر عروج دے گا اور تم پر فارس غالب ہو جائے گا۔''

''کیا تم بہت زیادہ دانش کی باتیں نہیں کر رہے ہو؟''

''میں تو وہی کہتا ہوں جو مجھ سے میرا خدا کہلواتا ہے۔''

''میں تمام یروشلم کو غلام بنا کر اپنے ساتھ لے جا رہا ہوں لیکن اگر آپؑ میرے ساتھ چلنے کی ہامی بھریں تو میں آپؑ کو مہمان اور مشیر کی حیثیت سے اپنے ساتھ لے جاؤں گا۔ میں اور میری قوم آپؑ کی ہمیشہ عزت کرے گی۔''

''میری قوم جس ذلت کے ساتھ بابل لے جائی جا رہی ہے اس کے مقابلے میں کوئی بھی عزت مجھے کیسے راس آ سکتی ہے اور مجھے کیونکر قابل قبول ہو سکتی ہے۔ تو تکلیف مت کر، میں یہیں ٹھیک ہوں۔''

''اچھا میرے لیے کوئی نصیحت؟ کوئی ایسی نصیحت جو میری بادشاہت کو قائم رکھے۔''

''میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ جو متبرک ظروف تم اپنے ساتھ لے جا رہے ہو ان میں کبھی شراب مت پینا۔ اگر شراب پی گئی تو بابل پر زوال آ جائے گا۔''

''محترم بزرگ، میں اس نصیحت کو یاد رکھوں گا۔ اس سامان کو سرکاری مال خانے میں فتح کی یادگار کے طور پر حفاظت سے رکھوں گا۔''

حضرت یرمیاہ علیہ السلام نے بابل جانے سے انکار کر دیا تھا اور بخت نصر یہ سوچ رہا تھا کہ حضرت یرمیاہ علیہ السلام نہ سہی، اس قوم کے کچھ عقل مند اگر مجھے مل جائیں اور میرے مشیر بن کر رہیں تو میرے حق میں کتنا اچھا ہو۔ یہ نبی زادوں کی سرزمین ہے۔ یہاں ایسی نسلوں کے نوجوان موجود ہوں گے جو میری سلطنت کے لیے مفید ثابت ہو سکتے ہیں۔ میں ان کو ایسا بنا دوں گا کہ ان کی رگوں میں خون تو فلسطینی ہوگا لیکن وہ سر سے پاؤں تک کلدانی بن چکے ہوں گے۔ ان کے اذہان میرے لیے سوچا کریں گے۔

خدا اپنے قانون خود بناتا ہے۔ وہ فرعون کے گھر میں موسیٰؑ کی پرورش کرتا ہے۔ بخت نصر بیت المقدس کے نوجوانوں کی تلاش میں تھا اور قدرت اپنے مخصوص بندوں کے لیے سامان نجات تیار کر رہی تھی۔

Marfat.com

بخت نصر نے بہت سوچ سمجھ کر خواجہ سراؤں کے سردار اسپنز کو اپنے پاس بلایا اور اسے حکم دیا کہ بنی اسرائیل کے ایسے نوجوانوں کو تلاش کر کے لا جو عقل و دانش میں بے مثال ہوں۔ جنہیں میں اپنا مشیر بنا سکوں۔

اسپنز کے لیے یہ تلاش اتنی آسان نہیں تھی۔ بنی اسرائیل کے لڑکوں میں سیکڑوں ایسے تھے جن پر نگاہ جاتی تھی۔ ان کا موازنہ کرنا تھا اور بہتر سے بہتر کی تلاش کرنی تھی۔ ادھر قدرت نے جو منصوبہ بنایا تھا اس کی تکمیل ہونے کو تھی۔ اسپنز نے جن چار نوجوانوں کا انتخاب کیا، ان میں ایک حضرت عزیر علیہ السلام بھی شامل تھے۔ باقی تین کے نام حضرت دانیال علیہ السلام، حنیناہ اور میساایل تھے۔ یہ چاروں اعلیٰ نسب بھی تھے اور ظاہری شکل و صورت میں بھی اپنا جواب نہیں رکھتے تھے۔ اسپنز نے ہر طرح سے ان کا امتحان لیا اور بادشاہ کے حضور پیش کر دیا۔ بادشاہ کو اس کے سوا ان میں کوئی کمی نظر نہیں آئی کہ وہ کمزور بہت تھے۔ حضرت عزیر علیہ السلام خاص طور پر، کیونکہ وہ اپنے ساتھیوں میں سب سے چھوٹے بھی تھے۔

''ان کے چہروں پر وہ رونق نہیں ہے جو میرے دربار کو آراستہ کر سکے۔ یہ اتنے کمزور کیوں ہیں؟'' بخت نصر نے سوال کیا۔

''جلاوطنی کی صعوبتوں نے انہیں کمزور کر دیا ہے۔ شاہی غذا میسر آئے گی تو ان کے چہرے چمکنے لگیں گے۔''

''میں ان نوجوانوں کے لیے تین سال کے لیے وظیفہ مقرر کرتا ہوں۔ انہیں شاہی خوراک کھلائی جائے اور شراب کثرت سے پلائی جائے جو صرف شاہی خاندان کے لیے مخصوص ہے اور ان پر معلم مقرر کیے جائیں جو انہیں کلدانی زبان سکھائیں اور دوسرے علوم کی تعلیم دیں۔''

ان چاروں کو ایک بڑے مکان میں ٹھہرا دیا گیا۔ یہ چاروں اعلیٰ خاندانوں سے تعلق رکھتے تھے اور نیک سیرت بھی تھے۔ مذہب سے خاص لگاؤ تھا۔ شریعت موسوی کے پاسدار تھے۔ خصوصاً حضرت عزیرؑ کو تو کتاب مقدس توریت کے بہت سے حصے زبانی یاد تھے۔ انہیں کیسے گوارا ہو سکتا تھا کہ وہ شراب کو منہ لگائیں اور اس گوشت کو کھائیں جو بتوں کے نام پر قربان کیا گیا ہو۔ انہوں نے حضرت دانیال علیہ السلام کو اپنا لیڈر بنا لیا کیونکہ وہ عمر میں بڑے تھے اور انہیں یہ اختیار دیا کہ وہ جو چاہیں فیصلہ کریں۔

حضرت دانیال علیہ السلام نے اپنے ساتھیوں سے مشورہ کرنے کے بعد شراب پینے سے انکار کر دیا۔ بابل میں رہ کر اور شراب پینے سے انکار۔ کچھ عجیب سی بات تھی اور وہ بھی شاہی شراب۔ اس کے لیے تو لوگ ترستے رہتے تھے۔

''تم کیسے نوجوان ہو کہ شراب سے پرہیز کرتے ہو؟''

''ہمارے مذہب میں شراب جائز نہیں۔ ہم نے حلال، حرام میں فرق کرنا چھوڑ دیا تھا ورنہ ہم ہرگز غلام نہ بنتے۔ ہم وہ گوشت بھی نہیں کھائیں گے جو بتوں کے نام پر قربان کیا جاتا ہے۔''

''یہ تو تم نے ایسی بات کر دی کہ میں بادشاہ کے عتاب کا نشانہ بن جاؤں گا۔ جب تم گوشت نہیں کھاؤ گے، شراب نہیں پیو گے تو تمہاری کمزوری کیسے دور ہو گی۔ تمہارے چہروں پر رونق کیسے بحال ہو گی۔ کیا مجھ پر یہ الزام نہیں آئے گا جو غذا تمہارے لیے مخصوص کی گئی ہے، وہ میں اپنے پاس رکھ لیتا ہوں۔ کیا تمہیں اچھا لگے گا کہ جو مہربانیاں میں نے تم پر کی ہیں اس کا صلہ یہ ملے کہ میں سزا کا مستحق ٹھہرایا جاؤں۔''

''مہربان بزرگ، ہمارا ایسا کوئی ارادہ نہیں۔'' حضرت دانیالؑ نے اسپنز کو تسلی دی۔ ''حلال غذا میں بڑی برکت ہوتی ہے۔ تو ہمیں معمولی ساگ پات کھلا اور سادہ پانی پینے کے لیے دیتا رہ۔ تو دیکھے گا کہ ہمارے چہروں کی رونق بحال ہونے لگی ہے۔ صرف دس دن میں تو دیکھے گا کہ شاہی کھانا کھانے والوں سے زیادہ رونق ہمارے چہروں پر ہے۔''

''صرف سادہ پانی جس میں شراب شامل نہ ہو تمہیں کیسے تر و تازہ رکھ سکتا ہے؟''

''ہم تمہاری منت کرتے ہیں۔ ہماری آزمائش کے لیے دس روز مقرر کر دے۔ اگر دس روز بعد ہمارا دعویٰ غلط ثابت

Marfat.com

ہوا تو ہمارے لیے کوئی سزا تجویز کر لینا۔"

ان صالح نوجوانوں نے اسپنز کو مجبور کر دیا کہ وہ ان کی بات مان لے۔ اس نے ڈرتے ڈرتے شاہی غذا کے بجائے ساگ پات اور سادہ پانی مہیا کر دیا اور دس روز تک انہیں آزماتا رہا۔ دس روز کے بعد اس نے ان کے چہروں کی طرف دیکھا اور حیران رہ گیا۔ ان کے چہروں پر ان سب جوانوں کے چہروں کی نسبت جو شاہی کھانا کھاتے تھے، زیادہ رونق اور تازگی نظر آئی۔ خواجہ سراؤں کے سردار کو یقین نہیں آتا تھا کہ کوئی شخص سادہ پانی اور معمولی غذا سے بھی صحت قائم رکھ سکتا ہے۔ اس نے مزید تصدیق کے لیے ان چاروں کو بخت نصر کے سامنے مزید ہدایات لینے کے لیے پیش کیا تاکہ بادشاہ ان کے چہروں پر ظاہر ہونے والے فرق کو پہچان سکے۔ بادشاہ نے ان کو دیکھتے ہی اسپنز کی اور اپنی مہربانیوں کی تعریف کی۔

"تو نے ٹھیک کہا تھا۔ جلا وطنی کی صعوبتوں نے ان نوجوانوں کو کمزور کر دیا تھا۔ اب انہیں عیش اور شاہی شراب میسر ہوئی ہے تو چہرے کس طرح چمکنے لگے ہیں۔ اب تو انہیں لے جا۔ ان کی غذا کا خیال رکھ۔ ان پر معلم مقرر کر اور انہیں اس قابل بنا دے کہ یہ میرے دربار میں رہنے کے اہل ہو جائیں۔"

اسپنز خوش تھا کہ راز فاش نہیں ہو سکا۔ بادشاہ یہی سمجھتا رہا کہ بہترین خوراک اور شاہی شراب نے ان نوجوانوں کو صحت مند بنایا ہے۔ اس کے ساتھ ہی ان لڑکوں میں وہ کوئی غیر معمولی بات دیکھ رہا تھا۔ بھلا کوئی سادہ پانی پی کر ایسا توانا ہو سکتا ہے۔ یقیناً ان لڑکوں کے ساتھ کوئی غیبی طاقت ہے۔ پھر اس نے گردن جھٹک دی۔ مجھے کیا، ان کے ساتھ کوئی بھی ہو۔ میرا تو فائدہ ہو رہا ہے، خزانے سے بہترین شراب ان لڑکوں کے نام پر لیتا ہوں جو میرے استعمال میں رہتی ہے اور انہیں سادہ پانی پلاتا ہوں۔

بادشاہ نے تین سال کی مدت مقرر کی تھی۔ اس عرصے میں یا اس سے کچھ زیادہ میں ان چاروں نوجوانوں کو کلدانی زبان سیکھنی تھی اور مروجہ علوم میں مہارت حاصل کرنی تھی۔ اسپنز نے ان کی تعلیم کے لیے بہترین اساتذہ مہیا کر دیے تھے۔

ان کے اساتذہ یہ دیکھ کر حیران ہو رہے تھے کہ یہ چاروں بڑی تیزی سے علم کی منزلیں طے کر رہے تھے خصوصاً حضرت دانیال علیہ السلام اور حضرت عزیر علیہ السلام (عزرا) کی رفتار قابل رشک ہے۔ کچھ بعید نہیں کہ اپنے اساتذہ سے آگے نکل جائیں۔

تین سال کا عرصہ گزر گیا۔ یہ تین سال حضرت عزیر علیہ السلام کے لیے بہت اہمیت کے حامل تھے۔ اس عرصے میں انہوں نے لڑکپن سے نکل کر جوانی میں قدم رکھا تھا۔ شباب کی سرخی چہرے پر ایسا نور بن کر ابھری تھی کہ دیکھنے والے کی آنکھیں راستہ بھول جاتی تھیں۔

بخت نصر کے دربار میں پہنچے تو وہ کچھ اور دیکھنا بھول گیا۔ بنی اسرائیل کے یہ چاروں افراد اپنی وضع قطع میں بالکل اہل بابل میں سے معلوم ہو رہے تھے۔ وہی لباس، وہی انداز۔ دربار میں کھڑے رہنے کے سلیقے سے آراستہ، شاہی آداب سے مزین۔

بادشاہ نے ان کا امتحان لینے کے لیے ان سے پوچھا۔ "کیا تم نے کلدانی زبان سیکھ لی؟"

"محترم، ہمیں پوری طرح یہ زبان آ گئی ہے۔ اتنی کہ ہم بادشاہ سے گفتگو کر سکتے ہیں۔"

بادشاہ سے گفتگو کرنے کا مطلب یہ تھا کہ بادشاہوں کے حضور جو مرصع زبان بولی جاتی ہے ہمیں اس پر دسترس حاصل ہے۔ بادشاہ ان کے اس جواب سے بہت خوش ہوا۔ دربار میں جو مختلف علوم کے ماہر بیٹھے تھے انہیں حکم دیا گیا کہ وہ ان نوجوانوں سے سوالات کریں اور ان کی علمی صلاحیت کو آزمائیں۔ اساتذہ نے جو سوال پوچھا ان نوجوانوں نے خاطر خواہ جواب دیا۔ دلچسپ صورت حال اس وقت پیدا ہوئی جب حضرت عزیر علیہ السلام نے ان علما سے سوال کرنے اور انہیں آزمانے کی خواہش ظاہر کی اور بادشاہ کو یہ دیکھ کر تعجب ہوا کہ اس کے دربار کے ماہر علما ایک نوعمر لڑکے کے سامنے بے بس

Marfat.com

نظر آ رہے ہیں۔ اس نوجوان کے سوالات مذہب سے متعلق ہیں اور کسی کے پاس کوئی جواب نہیں۔

بادشاہ کو یہ چاروں نوجوان اور ان کا علمی وقار ایسا پسند آیا کہ دربار کو ان کی موجودگی سے آراستہ کرلیا۔ جب دربار میں بیٹھتا تو دائیں بائیں ان کو کھڑا رکھتا۔ سلطنت کا کوئی مسئلہ ہوتا، ان سے مشورہ طلب کرتا اور عمل کرتا۔ حضرت دانیال علیہ السلام کی دانش اور حضرت عزیر علیہ السلام کی سنجیدگی اور قوت حافظہ سے بادشاہ بے حد متاثر ہوا۔ اہل بابل کے لیے یہ امر باعث حیرت تھا کہ غلام قوم کے یہ افراد غلامی کے بجائے آقائی کی زندگی گزار رہے ہیں۔ بخت نصر ان کی از حد قدر دانی کر رہا ہے۔ اس کے برعکس جو بنی اسرائیل جلاوطنی کی زندگی گزار رہے تھے، ان بے مثل نوجوانوں سے خوش نہیں تھے جنہوں نے کلدانیوں کی زبان سیکھ لی ہے اور انہی کی طرح کا لباس پہن لیا ہے۔ بعض تو یہ کہنے لگے تھے کہ شاید انہوں نے اپنا مذہب چھوڑ کر بابلیوں کا مذہب اختیار کرلیا ہے۔

یہ نوجوان اپنی اس حالت پر خوش تھے۔ انہوں نے بادشاہ کو اتنا خوش کردیا تھا کہ اپنی قوم کے حق میں بہت سی مراعات حاصل کرسکتے تھے۔ یہی ان کا مطمح نظر تھا۔

بخت نصر کے دربار میں ان کی قدر و منزلت روز بروز بڑھتی جارہی تھی۔ عزت و وقار میں اضافہ ہوتا چلا جارہا تھا لیکن ابھی عروج کی منزلیں مزید باقی تھیں۔ خدا چاہتا تھا کہ یروشلم کے ان فرزندوں کے ذریعے ان کا نام بلند ہو۔ ہوا یہ کہ ایک رات جب بخت نصر نیند کے بستر پر تھا، اس نے ایک پریشان کن خواب دیکھا۔ خواب کیا تھا خوف اور دہشت کا پیغام تھا۔ مزید پریشانی یہ ہوئی کہ اسے خواب یاد نہیں رہا۔ بس اتنا یاد رہا کہ اس خواب میں اس نے جو کچھ دیکھا اس سے وہ خوف زدہ ہوگیا تھا۔ وہ محل کی چھت پر آسیب زدہ کی طرح ٹہل رہا تھا۔ خوف تھا کہ بڑھتا جارہا تھا اور خواب تھا کہ یاد نہیں آرہا تھا۔ وہ بے چینی سے صبح ہونے کا انتظار کررہا تھا تاکہ محل کے نجومیوں اور جادوگروں کو طلب کرکے یہ جاننے کی کوشش کرے کہ اس نے کیا خواب دیکھا ہے اور اس کی تعبیر کیا ہے؟ صبح ہوتے ہی اس نے فال گیروں، نجومیوں اور جادوگروں کو اپنے حضور طلب کرلیا۔

"میں نے ایک خواب دیکھا ہے اور اس خواب کو دریافت کرنے کے لیے میری جان بے تاب ہے۔"

"اے بادشاہ، تو ابد تک جیتا رہے۔ جب ہم ہیں تو تجھے فکر کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ اپنا خواب بیان کر اور ہم اس کی تعبیر کریں گے۔"

"اگر مجھے خواب یاد رہ جاتا تو پھر بات ہی کیا تھی۔ میں تو یہ جاننے کے لیے فکر مند ہوں کہ میں نے خواب میں کیا دیکھا تھا۔ تعبیر کا مرحلہ تو بعد میں آئے گا۔ تم لوگوں کو اپنے علم سے یہ بتانا ہے کہ میں نے خواب کیا دیکھا ہے۔ اس کے بعد تعبیر کرنی ہے۔"

ایسا عجیب و غریب مطالبہ سن کر سب کے چہرے اتر گئے۔ بھلا کوئی علم یہ کیسے بتاسکتا تھا کہ کسی نے خواب میں کیا دیکھا ہے۔ وہ سب ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے۔ آخر ایک نے ہمت کرکے اپنی پسپائی بیان کی۔

"اس زمین کے سینے میں کوئی علم ایسا نہیں جو بادشاہ کے اس خواب کو بیان کرسکے جو اس نے دیکھا ہے اور اب بھول گیا ہے۔ شاید کوئی بادشاہ یا امیر ایسا نہیں جس نے کبھی ایسا سوال کیا ہو۔ اس راز کو تو کوئی دیوتا ہی کھول سکتا ہے۔ ہمیں اس سے معذور رکھ۔"

بادشاہ یہ سن کر غضب ناک ہوا۔ "میں یہ حکم دے چکا ہوں کہ اگر تم نے خواب نہ بتایا تو تم سب قتل کردیے جاؤ گے اور اگر بتادیا تو مجھ سے انعام پاؤ گے۔ میں تمہیں مہلت دیتا ہوں۔ اس کے بعد کبھی کی نہیں سنوں گا۔ حضرت دانیال علیہ السلام اور حضرت عزیر علیہ السلام بھی اس وقت دربار میں موجود تھے۔ جب تمام علما اپنے اپنے گھروں کو لوٹے تو یہ بھی لوٹ آئے۔ اس وقت بادشاہ اتنے غضب میں تھا کہ اس وقت وہاں ٹھہرنا ٹھیک نہیں تھا۔"

Marfat.com

وہ ابھی بہ مشکل گھر پہنچے تھے کہ ان کے کانوں نے بادشاہ کا حکم سنا۔ ''بابل کے تمام حکیموں کو قتل کر دیا جائے اور ان کے گھروں کو آگ کے شعلوں کی نذر کر دیا جائے۔''

اس حکم کا جاری ہونا تھا کہ سردار اریوک سپاہیوں کو لے کر اس حکم نامے پر عمل کرانے کے لیے نکل کھڑا ہوا۔ بابل کے تمام حکیم جان کے خوف سے نکل بھاگے تھے، صرف یہ چار نوجوان اللہ پر توکل کیے گھر میں بیٹھے تھے کہ اریوک اپنے سپاہیوں کے ساتھ آ پہنچا۔

''فلسطین کے غلامو! کیا تم نے بادشاہ کا پیغام نہیں سنا؟''

''ہم سن چکے ہیں۔''

''تمہیں اپنی جان کی پروا نہیں جو یوں گھر میں بیٹھے ہو؟''

''آسمان پر ایک خدا ہے۔ اس کے سوا کوئی کسی کی جان نہیں لے سکتا۔''

''پھر تم چاروں مرنے کے لیے تیار ہو جاؤ۔''

''تو کیوں ہماری جان لیتا ہے۔ ہم نے کیا جرم کیا ہے؟''

''اتنے بے خبر نہ بنو۔ کیا بادشاہ نے کہہ نہیں دیا تھا کہ اگر اس کا خواب نہ بتایا گیا تو وہ تمام حکیموں کا قتل کرا دے گا جن میں تمہارے استاد بھی شامل ہیں اور تم بھی شامل ہو۔''

''اگر میں اس کا خواب بتا دوں؟''

''پھر شاید یہ حکم واپس ہو جائے۔''

''مجھے بادشاہ کے پاس لے چل۔'' حضرت دانیال علیہ السلام نے کہا اور حضرت عزیزؑ بھی ساتھ ہو لیے۔ بادشاہ قہر و غضب کا پیکر بنا بیٹھا تھا کہ یہ دونوں اس کے سامنے پہنچ گئے۔

''میرے پاس کسی کے لیے معافی نہیں ہے۔ کیوں آئے ہو یہاں؟''

''ہم یہ عرض کرنے آئے ہیں کہ ہمیں صرف ایک رات کی مہلت مل جائے تو ہم خواب اور اس کی تعبیر بتا دیں گے۔''

''میں خوب جانتا ہوں کہ تم وقت ٹالنے کی کوشش کر رہے ہو تاکہ بچ کر نکل جاؤ ورنہ جو بات بڑے بڑے حکیم نہ بتا سکے تم کیا بتاؤ گے۔''

''بے شک! ہم بھی نہیں بتا سکتے لیکن آسمان پر ایک خدا رہتا ہے جو دلوں کے راز جانتا ہے۔ اس نے اگر ہم پر یہ راز ظاہر کر دیا تو ہم ضرور سرخرو ہوں گے۔''

''میں تمہیں ایک رات کی مہلت ضرور دوں گا لیکن میں نے اپنا فیصلہ تبدیل نہیں کیا۔ صبح کے سورج کی پہلی کرن تمہاری موت کا پیغام لے کر آئے گی۔''

بادشاہ نے حضرت عزیزؑ اور حضرت دانیالؑ کے مکان کے باہر پہرا لگا دیا تاکہ وہ دوسروں کی طرح گھر چھوڑ کر کہیں روپوش نہ ہو جائیں۔ یہ دونوں گھر لوٹ آئے۔

آپ کے باقی دو ساتھی بے چینی سے آپ کی واپسی کا انتظار کر رہے تھے۔ حضرت عزیزؑ اور حضرت دانیالؑ نے اپنے ساتھیوں کو اس واقعے کی اطلاع دی اور فرمایا کہ وہ آسمان کے خدا سے رحمت طلب کریں ورنہ ظالم بادشاہ ہمیں موت کے گھاٹ اتارنے میں دیر نہیں لگائے گا۔

یہ چاروں صالح مرد خدا کے حضور سجدے میں گر گئے۔ اس کی مناجات میں مشغول ہو گئے۔ رات آہستہ آہستہ گزر رہی تھی۔ آنکھیں آنسوؤں سے لبریز تھیں۔ زبان پر خدا کی ستائش تھی۔

Marfat.com

''تو ہی ہے جو حکمت اور قدرت کا منبع ہے۔ تو ہی وقتوں اور زمانوں کو تبدیل کرتا ہے۔ بادشاہوں کو معزول اور قائم کرتا ہے۔ تو ہی ہے جو پوشیدہ چیزوں کو ظاہر کرتا ہے۔ ہم پر بادشاہ کے راز کو ظاہر کر دے تاکہ ہم ہلاکت سے بچ جائیں۔''

رات کے آخری حصے میں جب سحر نزدیک تھی۔ ان چاروں کو نیند نے آ دبوچا۔ خدا اس راز کو ظاہر کرنے والا تھا۔ حضرت دانیال علیہ السلام نے مبارک خواب دیکھا۔ اس خواب کے ذریعے وہ راز آپؑ پر کھل گیا۔

سحر نمودار ہوئی اور بادشاہ کے سپاہی قتل کے ارادے سے چڑھ دوڑے۔ خدا نے اس ارادے کو پہلے ہی رد کر دیا تھا۔ وہ راز ظاہر ہو گیا تھا جو قتل کا سبب بنا تھا۔ حضرت دانیال علیہ السلام نے ہاتھ کے اشارے سے ان سپاہیوں کو روک دیا۔

''اپنی تلواریں نیام کر لو۔ مجھے بادشاہ کے پاس لے چلو۔''

''ہم تمہیں قتل کرنے نہیں بلکہ گرفتار کرنے آئے ہیں تاکہ بادشاہ کے پاس جا کر جوابدہ ہو سکو۔ مہلت کا وقت ختم ہو گیا ہے۔'' یہ سپاہی حضرت دانیال علیہ السلام کو بادشاہ کے پاس لے گئے۔ حضرت عزیرؑ اور باقی ساتھی بھی بادشاہ کے پاس لے جائے گئے۔ بادشاہ نے انہیں دیکھتے ہی اپنا مطالبہ دہرا دیا۔

''میرا خواب بتاؤ ورنہ مرنے کے لیے تیار ہو جاؤ۔''

''خدا نے وہ راز مجھ پر ظاہر کر دیا ہے مگر میں یہ راز تجھ پر اس وقت ظاہر کروں گا جب تو بابل کے حکیموں کے قتل کے احکامات واپس لے گا کیونکہ ان میں وہ بھی ہیں جو میرے استاد رہے ہیں اور سب کے سب بے قصور بھی ہیں کیونکہ کوئی بھی علم اس بھید کو نہیں کھول سکتا۔''

بادشاہ نے اپنا حکم واپس لے لیا لیکن اس شرط پر کہ دانیالؑ جو کچھ بتائیں گے اگر سچ نہ ہو تو ان کی گردن ماردی جائے گی۔ اس کے بعد حضرت دانیال علیہ السلام نے بادشاہ کا خواب اسے یاد دلایا۔

''اے بادشاہ تو نے ایک بڑی مورت دیکھی۔ اس مورت کا سر خالص سونے کا تھا۔ اس کا سینہ اور اس کے بازو چاندی کے، اس کا شکم اور اس کی رانیں تانبے کی تھیں۔ اس کی ٹانگیں لوہے کی اور اس کے پاؤں کچھ لوہے کے اور کچھ مٹی کے تھے۔ تو اسے دیکھتا رہا یہاں تک کہ ایک پتھر ہاتھ لگائے بغیر ہی کاٹا گیا اور اس مورت کے پاؤں پر جو لوہے اور مٹی کے تھے، لگا اور ان کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ تب لوہا اور مٹی اور تانبا اور چاندی اور سونا ٹکڑے ٹکڑے کیے گئے اور ہوا ان کو اڑا لے گئی یہاں تک کہ ان کا پتا نہ ملا اور وہ پتھر جس نے اس مورت کو توڑا ایک پہاڑ بن گیا اور تمام زمین میں پھیل گیا۔''

بادشاہ اس خواب کی جزئیات کو بڑے انہماک سے سن رہا تھا پھر اچانک اسے یاد آ گیا۔ جو کچھ حضرت دانیال علیہ السلام بیان کر رہے تھے، بادشاہ نے وہی سب کچھ خواب میں دیکھا تھا۔

بادشاہ بے اختیار چیخ اٹھا۔ ''جو کچھ تو نے بیان کیا، وہی سچ ہے۔ مجھے اپنا خواب یاد آ گیا، تو نے ایک لفظ بھی اپنے دل سے لگا کر نہیں کہا۔ اب تو جلدی سے اس کی تعبیر بتا تاکہ میری بے چین روح کو قرار آئے۔''

حضرت دانیال علیہ السلام نے تعبیر بیان کرنی شروع کی۔

''خواب میں دیکھی گئی مورت دراصل تیری سلطنت ہے۔ مورت کا سونے کا سر تو ہے۔ لیکن اس مورت کے بازو چاندی کے ہیں یعنی تیرے بعد ایک اور سلطنت برپا ہو گی جو تجھ سے چھوٹی ہو گی۔ اس کے بعد ایک اور سلطنت تانبے کی جو تمام زمین پر حکومت کرے گی اور چوتھی سلطنت لوہے کے مانند مضبوط ہو گی اور اس سلطنت میں تفرقہ ہو گا۔''

یہ اور اس قسم کی بہت سی باتیں جو آئندہ پیش ہونے والی تھیں، حضرت دانیال علیہ السلام نے اس خواب کے ذریعے بتائیں۔ بخت نصر تو اتنا متاثر ہوا کہ بادشاہ ہوتے ہوئے منہ کے بل گرا اور حضرت دانیال علیہ السلام کو سجدہ کیا۔

خدا ان چاروں صالح نوجوانوں کو اعلیٰ مراتب سے نوازنا چاہتا تھا لہٰذا اس خواب اور اس خواب کی تعبیر کو بہانہ بنا دیا۔ ایک حکم کے ذریعے حضرت دانیال علیہ السلام کو بابل کے تمام حکیموں کا سردار بنا دیا اور حضرت عزیرؑ اور باقی دو

Marfat.com

ساتھیوں کو صوبے کے اعلیٰ ترین عہدوں پر فائز کر دیا۔

☆......☆......☆

حضرت عزیرؑ صوبے دار بنے ہوئے تھے۔ حضرت دانیال علیہ السلام دانش مندوں کے سردار تھے۔ بخت نصر ان کا ایسا عقیدت مند تھا کہ ایک حکم کے ذریعے اہل بابل کو باور کرا دیا تھا کہ کوئی حضرت دانیال علیہ السلام اور حضرت عزیرؑ کو برا نہ کہے، نہ ہی ان کے مذہب کی مخالفت کرے۔ بخت نصر کا یہ حال ہو گیا تھا کہ اٹھتے بیٹھتے دانیالؑ کے خدا کی تعریف کیا کرتا تھا۔ یہ معلوم ہوتا تھا جیسے غلاموں کا غلبہ اس پر اتنا ہو گیا ہے کہ وہ خود ان کا غلام ہو گیا ہے۔ بعض کو تو یہ شک ہونے لگا تھا کہ اس نے دانیالؑ کا دین اختیار کر لیا ہے۔

حضرت عزیرؑ گورنری کے فرائض انجام دے رہے تھے لیکن وہ شریعت موسوی کے بہت بڑے عالم اور فقیہہ بھی تھے۔ اس لیے تبلیغ کے فرائض بھی انجام دے رہے تھے۔ سرکاری عہدے کی وجہ سے یہ سہولت حاصل تھی کہ لوگ آپؑ کی باتوں کو سن لیا کرتے تھے۔ آپؑ بے خوف ہو کر "توحید" کا درس دے رہے تھے اور بت پرستی کی مخالفت کر رہے تھے جب کہ اہل بابل بت پرست تھے۔

آپ (حضرت عزیرؑ) کی یہ توحید پرستی لوگوں کو بہت شاق گزر رہی تھی۔ انہیں یہ شکایت تھی کہ ایک جلا وطن فرد ہمارے دیوتاؤں کے خلاف بول رہا ہے اور آسمان پر رہنے والے خدا کی پرستش کی طرف لوگوں کو راغب کر رہا ہے۔ اس کے جواب میں حضرت عزیرؑ کا یہ کہنا تھا کہ وہ اپنی تبلیغ بنی اسرائیل کے لوگوں تک محدود رکھے ہوئے ہیں۔ انہیں تلقین کر رہے ہیں کہ ان کی گمراہی کی وجہ سے یہ دن دیکھنا ٹل سکتے ہیں۔ ہماری شریعت میں بت پرستی کی گنجائش نہیں اس لیے میں اس کی مخالفت کرتا ہوں۔ ہمیں غلام ضرور بنایا گیا ہے لیکن ہم نے اپنے دین کو خیر باد نہیں کہہ دیا ہے۔ بابل کا مہا پجاری آپؑ سے کئی ملاقاتیں کر چکا تھا لیکن آپؑ توحید پرستی کا راستہ چھوڑنے کا سوچ بھی نہیں سکتے تھے۔ بخت نصر آپؑ سے اتنا خوش تھا کہ مہا پجاری بھی مجبور تھا۔ وہ بادشاہ سے تو کچھ نہیں کہہ سکتا تھا لیکن اس کا اثر رسوخ عوام میں بہت تھا۔ اس نے چپکے چپکے انہیں بھڑکانا شروع کر دیا تھا۔ اس کا کہنا تھا کہ بادشاہ نے ان غلاموں کو اتنی اہمیت دینی شروع کر دی ہے کہ یہ لوگ اب بابل پر حکومت کرنے کا خواب دیکھنے لگے ہیں۔ اگر یہی حال رہا تو پورے بابل میں ان کا دین پھیل جائے گا اور ہمارے دیوتا ہم سے ناراض ہو جائیں گے۔ ان کا غضب ہم پر ٹوٹے گا۔

مہا پجاری یہ بانگ دہل کہہ رہا تھا۔ "اگر بنی اسرائیل کا خدا اتنا ہی طاقتور ہوتا تو یہ لوگ ہرگز غلام نہ بنائے جاتے۔ یہ ہمارے دیوتاؤں کی طاقت تھی کہ ہمیں فتح حاصل ہوئی اور یروشلم کے لوگ غلام بنا لیے گئے لیکن اب خود ہمارا بادشاہ ان غلاموں کو اہمیت دے رہا ہے۔ ہمارے دیوتا ہم سے ناراض ہو گئے تو ہم کہیں کے نہ رہیں گے۔"

پجاری کی باتوں کا اتنا اثر ہوا کہ ملک میں بغاوت جیسے آثار ظاہر ہونے لگے۔ بادشاہ کی مخالفت میں خود اس کے اپنے خاندان کے افراد بھی شامل تھے اور سب بادشاہ کو قصور وار ثابت کرنے پر تلے ہوئے تھے۔ ان سب کا یہی کہنا تھا کہ بادشاہ نے ان غلاموں کو اتنا سر پر چڑھا لیا ہے کہ وہ ہمارے دین میں رخنہ اندازی کرنے لگے ہیں۔ غلاموں کو صوبوں کے انتظامات سپرد کیے جائیں گے تو پھر یہی ہو گا۔ یہ تک کہا جانے لگا تھا کہ بادشاہ نے ان کا دین اختیار کر لیا ہے۔

بادشاہ نے جب یہ حالات دیکھے تو وہ فکر مند ہوا۔ وہ نہ تو پجاری سے مخالفت مول لے سکتا تھا اور نہ عوام سے لڑ سکتا تھا اور نہ بادشاہت سے ہاتھ دھونا چاہتا تھا۔ حضرت عزیرؑ کی خطا بھی نظر نہ آتی تھی۔ وہ اپنے لوگوں میں تبلیغ ضرور کر رہے تھے لیکن انہوں نے بابلیوں کے دین میں مداخلت نہیں کی تھی۔ وہ اس فلسفے پر کار بند تھے کہ جس کا جو دین ہے وہ اس پر چلتا رہے۔ بادشاہ نے یہی کہا تھا کہ کوئی دانیالؑ اور ان کے ساتھیوں کو برا نہ کہے۔ حضرت عزیرؑ اپنے منصب کو بھی کامیابی سے چلا رہے تھے۔ بدانتظامی کو بہانہ بنا کر انہیں منصب سے الگ بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔ یہ ایسی گتھیاں تھیں جنہیں سلجھاتے

Marfat.com

سلجھاتے وہ ہلکان ہو گیا۔ اس نے یقین دلانے کی کوشش کی کہ وہ دیوتاؤں سے غافل نہیں ہوا ہے لیکن کوئی اس کی بات ماننے کو تیار نہیں تھا۔ لوگ چاہتے تھے کہ حضرت عزیرؑ کو سزا ملنی چاہیے کیونکہ وہ کہتے ہیں خدا ایک ہے اس کے سوا کوئی پرستش کے لائق نہیں۔ اس طرح وہ ہمارے بتوں سے انکار کرتے ہیں۔

اس مسلسل دباؤ نے بادشاہ کی نیت کو بھی ڈانواڈول کر دیا۔ اس نے سوچا کوئی ایسی ترکیب نکالی جائے کہ حضرت عزیرؑ سزا سے بھی بچ جائیں اور یہ قضیہ بھی ٹل جائے۔ اس کے مشیر اس کی بات سننے کو تیار نہیں تھے۔ مجبور ہو کر اس نے پجاری کو مشورے کے لیے طلب کیا۔

پجاری سمجھ رہا تھا کہ اسے کس لیے طلب کیا گیا ہے اور اس مسئلے میں اس کی کتنی اہمیت ہو گئی ہے۔ وہ تمام شاہی آداب کو بالائے طاق رکھ کر دربار میں حاضر ہوا۔ بادشاہ اس کی گستاخی پر چونکا ضرور تھا لیکن مجبور تھا۔ اس نے پجاری کے سامنے اپنی بے بسی کا اظہار کیا اور مشورہ چاہا کہ وہ اس دلدل سے کیسے نکل سکتا ہے۔

پجاری نے نہایت ڈھٹائی سے جواب دیا۔ ''جناب، اب عوام آپ کے قابو میں آنے والے نہیں۔ آپ نے جس طرح ان کے دین میں دخل اندازی کی ہے اس کے بعد وہ آپ پر اعتماد کرنے کو تیار نہیں۔''

''یہ بات تم کہہ رہے ہو۔ میں نے کس بت خانے کو گرایا۔ کس بت کی توہین کی۔ میں تو اب بھی دیوتاؤں کی پرستش کرتا ہوں۔ کیا میں بے دین ہو گیا ہوں؟''

''آپ کا قصور یہ ہے کہ آپ نے بنی اسرائیل کو حد سے زیادہ اہمیت دے رکھی ہے۔''

''وہ غلام ہیں اور غلام رہیں گے، میں ان سے بابل کے ترقیاتی کاموں میں مدد لے رہا ہوں۔''

''لوگ دانیالؑ اور اس کے عزیر کی بات کرتے ہیں۔ آپ نے ایک غلام دانیالؑ کو تمام فال گیروں اور نجومیوں کا سردار بنا دیا ہے۔ دربار میں اسے اونچے درجے پر بٹھایا جاتا ہے۔ عزیرؑ کو صوبے دار بنایا ہوا ہے۔ وہ اپنی طاقت کا غلط استعمال کر رہا ہے۔ اسے یہ حق کس نے دیا ہے کہ وہ ہمارے دیوتاؤں کے خلاف تقریریں کرے۔ یہ پوری قوم کی بے عزتی ہے۔ کیا ہم میں ان سے زیادہ کوئی قابل نہیں؟''

بادشاہ نے سر جھکا لیا۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ حضرت عزیرؑ اور ان کے ساتھیوں کو سزا ملے لیکن حالات ایسے ہو گئے تھے کہ اسے پجاری کے مشورے پر عمل کرنا تھا۔ اس نے ایک مرتبہ پھر مہا پجاری کو متوجہ کیا۔

''میں یہی تو پوچھنا چاہتا ہوں کہ اب مجھے کیا کرنا چاہیے۔ تم باہر جا کر لوگوں سے کیوں نہیں کہتے کہ بادشاہ اپنے دین پر قائم ہے۔''

''آپ سے زیادہ لوگوں کو ان یہودیوں پر غصہ ہے جو ہر حال میں آپ کی حکم عدولی کرتے ہیں۔''

''کس کی مجال ہے جو میرے حکم کی خلاف ورزی کرے۔''

''اس کے لیے آپ کو عملی ثبوت دینا ہوگا تا کہ لوگ آپ کی طرف سے مطمئن ہو جائیں اور ان کا غصہ ٹھنڈا ہو۔''

''مجھے کیا کرنا چاہیے؟''

''آپ یہی چاہتے ہیں نا کہ لوگوں کا غصہ ٹھنڈا ہو جائے؟''

''ہاں۔ میں یہی چاہتا ہوں۔''

''پھر آپ ایسا کریں کہ ایک بڑی مورتی تیار کروائیں اور اسے بابل کے وسط میں نصب کرا دیں۔ تمام سرداروں، صوبے داروں، قاضیوں اور مشیروں کو حکم دیں کہ اسے سجدہ کریں۔ مجھے یقین ہے کہ عزیرؑ اور اس کے ساتھی آپ کے اس حکم کی تعمیل نہیں کریں گے اور آپ کو انہیں سزا دینے کا موقع مل جائے گا۔''

''میں چاہتا ہوں وہ سزایاب نہ ہوں۔ اگر وہ بھی سجدہ کر لیں؟''

Marfat.com

''اس سے اچھی کیا بات ہے کہ وہ ہمارے دین میں شامل ہو جائیں۔ آپ کے عوام اس سے بھی خوش ہوں گے۔''

''تو پھر تم عزیرؑ سے ملو اور اسے قائل کرنے کی کوشش کرو۔''

مہا پجاری کو اب موقع مل گیا تھا کہ وہ حضرت عزیر علیہ السلام سے ملے اور انہیں ڈرا دھمکا سکے۔ ملاقاتیں وہ پہلے بھی کرتا رہا تھا لیکن یہ ملاقات وہ بادشاہ کے کہنے سے کر رہا تھا۔ اسے یہ بھی یقین ہو گیا تھا کہ بادشاہ کے دل میں ان کی طرف سے برائی آ گئی ہے۔

مہا پجاری جس وقت حضرت عزیرؑ سے ملاقات کے لیے پہنچا تو آپؑ اپنے دوستوں کے ہمراہ بیٹھے تھے۔ ان میں کچھ مقامی لوگ بھی تھے جو آپؑ کی باتوں کو بڑے غور سے سن رہے تھے۔

آپؑ فرما رہے تھے۔ ''اللہ ایک ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں۔ ہم جو بت اپنے ہاتھوں سے بناتے ہیں وہ کس طرح اللہ سے ہم سری کا دعویٰ کر سکتے ہیں۔ اپنے ملک کی مثال سامنے رکھو۔ اگر یہاں ایک کے بجائے چار بادشاہ ہوں اور سب کے اپنے اپنے احکامات ہوں تو کیسی افراتفری پھیل جائے گی۔ اس لیے مان لو کہ اللہ ایک ہی ہے۔ دیوی دیوتا ہمارے اپنے بنائے ہوئے ہیں۔''

حاضرین میں سے کسی نے سوال کر ڈالا۔ ''اگر تمہارا خدا اتنا ہی طاقتور تھا تو اس نے ہمارے دیوتاؤں کے مقابلے میں تمہاری مدد کیوں نہیں کی؟''

حضرت عزیرؑ نے جواب دیا۔ ''جب بادشاہ کسی سے ناراض ہوتا ہے تو اسے سزا دیتا ہے۔ ہمارے ساتھ بھی یہی ہوا۔ ہمارے لوگ خدا کی طرف سے غافل ہو گئے تھے۔ اس کے احکامات سے روگردانی کرنے لگے تھے جس کی سزا ہمیں دی گئی۔''

حضرت عزیرؑ نہایت آسان لفظوں میں اپنا مافی الضمیر بیان کر رہے تھے۔ لوگوں پر آپؑ کی باتوں کا اثر بھی ہو رہا تھا۔ مہا پجاری یہ باتیں بہ غور سن رہا تھا۔ پھر اس نے اپنے آپ کو ظاہر کر دیا۔

''کیوں جی، تم تو کہتے تھے کہ تم لوگوں کو ورغلانے کا کام نہیں کرتے۔ ہمارے دیوتاؤں کو برا نہیں کہتے، اپنے کام سے کام رکھتے ہو۔ پھر یہ کیا کر رہے ہو؟''

''میں تو اب بھی یہی کہتا ہوں۔ میں صرف یہ بتا رہا ہوں کہ خدا ایک ہے۔''

''یہ جو کہا کہ صرف خدا کی پرستش کرو۔''

''تم بھی تو کہتے ہو کہ بتوں کی پرستش کرو۔''

''ہمارا ملک ہے جو جی چاہے کہیں۔ تمہیں یہ حق کس نے دیا؟''

''میرے خدا نے۔'' حضرت عزیر علیہ السلام کو جلال آ گیا۔ ''میرے خدا نے مجھے اپنا نبی بنایا ہے اور بنی اسرائیل کی ہدایت کا کام مجھے سونپا ہے۔ اب اگر خدا کے دیگر بندے بھی آ کر بیٹھ جاتے ہیں تو یہ نہیں ہو سکتا کہ میں اپنے لوگوں سے کچھ کہوں اور ان سے کچھ اور۔''

''اب وقت آ گیا ہے کہ تم ایسا نہیں کر سکو گے۔ جس ملک میں رہتے ہو اسی کا دین اختیار کرنا پڑے گا۔ یہاں بت بھی ہوں گے اور تم انہیں سجدہ بھی کرو گے۔''

''تمہارا یہ خواب، خواب ہی رہے گا کیونکہ بادشاہ نے مجھے ضمانت دی ہے کہ یہودیوں کے دین میں کوئی مداخلت نہیں کی جائے گی۔ ہم حضرت موسیٰؑ کی شریعت کو مانتے ہیں اور اسی کو مانتے رہیں گے۔''

''جس بادشاہ کی تم بات کر رہے ہو اسی نے مجھے تمہارے پاس بھیجا ہے۔ وہ ایک بڑا بت تعمیر کرا رہا ہے جس کو تمام عمالِ حکومت سجدہ کریں گے۔ تم بھی۔''

Marfat.com

''تمہیں معلوم ہے ہم بتوں کو سجدہ نہیں کرتے۔''

''بادشاہ کا تو یہی حکم ہے۔''

''ہم اس بادشاہ کو مانتے ہیں جس نے تمہارے بادشاہ کو بادشاہ بنایا ہے۔ ہم اسی کا حکم مانتے ہیں اور اس کا حکم ہے، اس کے علاوہ کسی کو سجدہ نہ کرو۔ انسان کو بھی نہیں نا کہ پتھر اور لکڑی کو۔''

''تم نے اگر بادشاہ کا حکم نہ مانا تو موت کی سزا پاؤ گے۔''

''موت اور زندگی اللہ کے ہاتھ میں ہے تمہارے بادشاہ کے ہاتھ میں نہیں۔''

''میرا کام سمجھانا تھا، آگے تمہاری مرضی۔''

''میں جانتا ہوں کہ یہ آگ تمہاری ہی لگائی ہوئی ہے۔''

''جب جانتے ہو تو جتانے کی کیا ضرورت ہے۔ اب بھی وقت ہے سوچ لو۔ بت تعمیر ہونے میں ابھی کچھ دن باقی ہیں۔''

مہا پجاری کے چلے جانے کے بعد آپؑ نے اپنے باقی دو ساتھیوں کو طلب کیا۔ خفیہ طور پر حضرت دانیال علیہ السلام سے بھی ملے اور سب نے یہی طے کیا کہ وہ پجاری کے بچھائے ہوئے جال میں نہیں آئیں گے۔ مورتی کو سجدہ ہرگز نہیں کریں گے۔ اس کی پاداش میں جو سزا بھی ملے گی اس سے نجات کے لیے اللہ سے مدد طلب کریں گے۔

وقت گزرتا رہا اور کئی مہینے بعد خالص سونے کی مورتی بن کر تیار ہوگئی۔ اس کی لمبائی ساٹھ ہاتھ اور چوڑائی چھ ہاتھ تھی اور اسے ایک بڑے میدان میں نصب کر دیا گیا۔

بادشاہ کی طرف سے احکام جاری ہوئے کہ تمام ناظم، حاکم، مشیر، خزانچی، سردار اور صوبوں کے تمام منصب دار اس مورت کی تقدیس کے لیے حاضر ہوں۔

بادشاہ نہیں چاہتا تھا کہ حضرت دانیالؑ پر کوئی الزام آئے اور وہ سزا کے مستحق ٹھہریں۔ اس لیے اس نے بڑی ہوشیاری سے انہیں بابل سے باہر بھیج دیا۔ اب امتحان حضرت عزیرؑ اور ان کے بقیہ دو ساتھیوں خیناہ اور میسا ایل کا تھا۔

وقت مقررہ پر تمام ارکان حکومت، مشیر، سردار، خزانچی، مشیر حاضر ہوگئے اور مورتی کے سامنے باادب کھڑے ہوگئے۔ مہا پجاری کی عقابی آنکھیں حضرت عزیرؑ کو تلاش کر رہی تھیں جن کا دور دور تک پتا نہیں تھا۔ پجاری دل ہی دل میں خوش ہو رہا تھا کہ اس کی چال کامیاب ہوگئی۔ اب دنیا کی کوئی طاقت انہیں بادشاہ کے عتاب سے نہیں بچا سکتی۔

ایک منادی کرنے والے نے بلند آواز سے پکار کر کہا۔ ''اے لوگو! اے امتو! اور اے مختلف زبانیں بولنے والو! تمہارے لیے یہ حکم ہے کہ جس وقت قرنا اور نے اور ستار اور رباب اور بربط اور چغانہ اور ہر طرح کے ساز کی آواز سنو تو اس سونے کی مورت کے سامنے گر کر سجدہ کرو اور جو کوئی سجدہ نہ کرے اسی وقت آگ کی جلتی بھٹی میں ڈالا جائے گا۔''

اس آواز کی گونج ختم ہوتے ہی سناٹے نے آنکھیں کھول دیں۔ میدان مختلف سازوں کی آواز سے گونجنے لگا۔ وہاں موجود تمام انسان اس بے جان مورتی کے سامنے سجدے میں گر گئے۔

مہا پجاری اور اس کے چیلے چپاٹے گھوم پھر کر دیکھ رہے تھے کہ اس بھیڑ میں حضرت عزیرؑ موجود ہیں یا نہیں۔ جب انہیں یقین ہوگیا کہ سجدہ تو درکنار وہ تو اس مورتی کو دیکھنے تک نہیں آئے تو وہ دوڑے ہوئے بادشاہ کے پاس آئے۔

''اے بادشاہ، تو ابد تک جیتا رہے۔ تجھے اپنا وعدہ پورا کرنے کی قسم۔ سزا دینے کے لیے تیار ہوجا۔ تیرے حکم کی تعمیل کے لیے سب حاضر ہوئے لیکن بابل کے صوبے کی کار پردازی پر متعین عزیرؑ اور اس کے ساتھی حاضر نہیں ہوئے۔ انہوں نے تیری تعظیم نہیں کی۔ وہ تیرے معبودوں کی عبادت نہیں کرتے۔ وہ مورت جسے تو نے نصب کیا اسے انہوں نے سجدہ نہیں کیا۔''

Marfat.com

بادشاہ اسی وقت سزا کا حکم سنا سکتا تھا لیکن وہ چاہتا تھا کہ حضرت عزیرؑ کو ایک موقع اور دے یا پھر ان سے مل کر انہیں قائل کرے، معاملے کی نزاکت ان پر ظاہر کرے۔ اس نے ان آدمیوں سے کہا کہ وہ عزیرؑ اور ان کے ساتھیوں کو اس کے سامنے پیش کریں۔

اب یہ لوگ حضرت عزیرؑ کے قصر کی طرف جا رہے تھے۔ ایک بڑا مجمع بھی ان کے ساتھ ہو گیا تھا جو حضرت عزیرؑ کے خلاف نعرے بلند کر رہا تھا۔ حضرت عزیرؑ نہایت بے خوفی سے محل سے باہر نکل آئے۔

''کیا تم نے یہ اعلان نہیں سنا تھا کہ تمہیں دورا کے میدان میں حاضر ہونا ہے اور مورتی کو سجدہ کرنا ہے؟'' ان لوگوں نے حضرت عزیرؑ سے کہا۔

''تم لوگ کئی دن سے شور مچا رہے تھے۔ پھر ہم کیسے نہ سنتے لیکن اب کیوں آئے ہو۔ مورتی کو سجدہ تو ہو چکا۔''

''ہم یہ پوچھنے آئے ہیں کہ تم اور تمہارے ساتھی کیوں حاضر نہیں ہوئے؟''

''اس لیے کہ بتوں کو سجدہ کرنا ہمارا شیوہ نہیں۔ ہم ایک خدا کی عبادت کرتے ہیں۔ اس کی ذات میں کسی کو شریک نہیں کرتے۔''

''یہ شاہی فرمان تھا جس کی تعمیل تم پر فرض تھی۔''

''ہم بادشاہ کے دنیاوی احکام ماننے کے پابند ہیں۔ اسے ہمارے دین میں دخل نہیں دینا چاہیے۔''

''اس کا مطلب ہے تم غلام ہوتے ہوئے شاہی حکم ماننے سے انکار کر رہے ہو؟''

''ہاں ایسا ہی ہے۔''

''اگر تم انکار کرتے ہو تو ہمیں حکم ہے کہ ہم تمہیں گرفتار کر لیں۔''

''ہمیں گرفتاری قبول ہے لیکن بادشاہ کی خاطر بت پرستی اختیار نہیں کر سکتے۔''

یہ لوگ حضرت عزیرؑ اور ان کے دو ساتھیوں کو گرفتار کر کے بادشاہ کے پاس لے آئے۔ حضرت دانیالؑ کو بادشاہ نے بابل سے دور بھیج دیا تھا۔

یہ تینوں بادشاہ کے حضور پیش ہوئے تو مہا پجاری بھی موجود تھا۔ وہ جان بوجھ کر یہاں آیا تھا کہ بادشاہ حضرت عزیرؑ کو کوئی رعایت نہ دے سکے۔

بادشاہ نے بھی حضرت عزیرؑ سے وہی سوال کیا جو اس سے پہلے اس کے سپاہی کر چکے تھے۔ ''کیا یہ سچ ہے کہ تم میرے معبودوں کی عبادت نہیں کرتے ہو اور اس سونے کی مورت کو جسے میں نے نصب کیا، سجدہ نہیں کرتے؟''

''اے بادشاہ تو نے بالکل سچ سنا ہے بلکہ تو پہلے سے بھی جانتا ہے کہ ہم بتوں کی پرستش نہیں کرتے۔''

''اب تک تم آزاد تھے لیکن اس مورت کو سجدہ کرنے کے لیے تو ہماری طرف سے حکم دیا گیا تھا۔ نہ صرف یہ کہ تم نے سجدہ نہ کر کے دیوتاؤں کو ناراض کیا بلکہ ہماری حکم عدولی کر کے ہمیں بھی ناراض کیا ہے۔''

مہا پجاری کو فکر ہو رہی تھی کہ بادشاہ اپنی طے کردہ سزا کا ذکر کیوں نہیں کر رہا ہے۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ وہ حضرت عزیرؑ کو معافی دینے کے بارے میں سوچ رہا ہو۔ اسے اس کا وعدہ یاد دلانا چاہیے۔ مہا پجاری نے دخل اندازی کرنا ضروری سمجھا۔

''عوام کا غصہ بڑھتا جا رہا ہے۔ وہ چاہتے ہیں بلکہ مطالبہ کر رہے ہیں کہ مورتی کو سجدہ نہ کرنے والوں کو آگ میں پھینک دیا جائے۔''

بادشاہ کو بھی جیسے اپنا وعدہ یاد آ گیا لیکن وہ اب بھی انہیں ایک موقع دینا چاہتا تھا ''میں تمہیں ایک موقع اور دیتا ہوں۔ اب اگر ہر طرح کے ساز کی آواز سنو تو اس مورت کے سامنے جو میں نے بنوائی ہے سجدہ کرنا۔''

Marfat.com

''اے بادشاہ! ہم نہیں چاہتے کہ اپنی جان بچانے کے لیے تجھے اندھیروں میں رکھیں اور تجھ سے جھوٹا وعدہ کرلیں۔ بار بار موقع دینے کا کوئی فائدہ نہیں۔ ہم اس مورتی کو کبھی سجدہ نہیں کریں گے۔''

''اس کی سزا تم جانتے ہو'' بادشاہ نے کہا۔'' آگ کی جلتی بھٹی میں ڈالے جاؤ گے اور کون سا معبود تم کو میرے ہاتھ سے چھڑائے گا؟''

''اے بادشاہ، ہمارا خدا جس کی ہم عبادت کرتے ہیں ہم کو آگ کی جلتی بھٹی سے چھڑانے کی قدرت رکھتا ہے۔ تو سزا دے کر دیکھ لے۔ وہی ہم کو تیرے ہاتھ سے چھڑائے گا۔''

بخت نصر کا غصہ اس کے چہرے کا رنگ تبدیل کرنے لگا۔ اس نے حکم دیا کہ بھٹی کی آنچ معمول سے سات گناہ زیادہ کردی جائے۔ اس آگ کو دہکنے کے لیے چھوڑ دیا گیا اور حضرت عزیرؑ کو ساتھیوں سمیت داخل زنداں کردیا گیا۔

ایک ہفتے تک مسلسل آگ جلتی رہی۔ جب اس کی آنچ دور دور تک محسوس کی جانے لگی تو بخت نصر نے اپنے لشکر کے چند زور آور پہلوانوں کو حکم دیا کہ حضرت عزیرؑ اور ان کے دو ساتھیوں کو ان کے کپڑوں سمیت بھٹی میں پھینک دیا جائے۔

پہلوانوں نے بھٹی کے قریب جانے کی کوشش کی لیکن شعلوں کی شدت نے انہیں دور ہی روک دیا۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ آگ خوب روشن ہوگئی ہے۔ بھٹی کی دیواریں خوب اچھی طرح تپنے لگی ہیں۔ اس میں جس جاندار کو بھی پھینکا جائے گا وہ زندہ نہیں بچے گا۔

بخت نصر اونچی جگہ بیٹھا تھا۔ اس جگہ سے بھٹی کے اندر کا منظر صاف نظر آ رہا تھا۔ اس کے پہلوانوں نے پہلے حضرت عزیرؑ کو بھٹی کی طرف اچھالا پھر حنیناہ کو پھینک دیا پھر میسائیل آگ کی نذر ہوگئے۔ بھٹی سے بہت دور کھڑے تماشائیوں نے مارے خوف کے آنکھیں بند کرلیں۔

بخت نصر نے اپنی ہتھیلیوں سے اپنی آنکھوں کو رگڑتے ہوئے یہ منظر دیکھا کہ بھٹی کے اندر بھڑکنے والے شعلے خاموش ہوگئے ہیں۔ بھٹی کے فرش پر انگاروں کے ڈھیر پھولوں میں تبدیل ہوگئے ہیں۔ بادشاہ نے اپنی آنکھوں کو مزید رگڑا۔ اسے یاد آیا کہ آگ میں تین آدمی پھینکے گئے تھے لیکن وہ اس وقت چار آدمیوں کو دیکھ رہا تھا جو آگ کے انگاروں پر چل پھر رہے تھے۔ تین ہوں یا چار اگر آگ بجھ بھی گئی ہے تو بھی اس کی تپش اتنی ہوگی کہ کوئی کیسے چل سکتا ہے۔ یہ کیسے لوگ ہیں جنہیں آگ نے کوئی گزند نہیں پہنچائی۔ اس نے اپنے ارکان دولت کو جمع کیا۔

''کیا ہم نے تین آدمیوں کو آگ میں نہیں پھینکا تھا؟''

''ہاں وہ تین ہی تھے۔''

''میں ایک عجیب بات دیکھ رہا ہوں۔ بھٹی میں تین نہیں چار آدمی ہیں۔ یہ چوتھا یقیناً وہ فرشتہ ہے جو ان کی حفاظت کے لیے بھیجا گیا ہے۔''

بخت نصر خود بھٹی کے دروازے پر گیا۔ اس بھٹی میں جتنی آگ روشن ہوئی تھی اس کے بعد ہفتوں تک اس کی دیواریں تپتی رہتیں لیکن عجیب بات تھی کہ دیواریں اور فرش ٹھنڈے تھے۔ قدرت نے آگ کے اثر کو ختم کردیا تھا۔

یہ تینوں باہر آئے تو کسی طرح بھی آگ نے انہیں نقصان نہیں پہنچایا تھا۔ ان کے کپڑے تک آگ سے نہیں جلے تھے۔ یہ ایک معجزہ تھا جسے دیکھ کر لوگوں کو یقین آ جانا چاہیے تھا کہ ان کا دین سچا ہے لیکن جب دلوں پر مہر لگ جائے تو کوئی بات سمجھ میں نہیں آتی۔ لوگوں نے یہ کہنا شروع کردیا کہ بادشاہ نے ضرور کوئی چالاکی کی ہے۔ وہ ان یہودیوں کا طرف دار ہے۔ اس نے دکھانے کے لیے انہیں آگ میں ڈلوایا لیکن پھر بچا بھی لیا۔ اس کہانی پر کسی کو مشکل ہی سے یقین آ سکتا تھا لیکن ایک دوسرے سے یہی کہتے پھر رہے تھے۔ البتہ بادشاہ اس معجزے سے متاثر ہوا تھا اور اس نے یہ فرمان جاری کیا

Marfat.com

تھا۔

''عزیرؑ کا خدا مبارک ہو جس نے اپنا فرشتہ بھیج کر اپنے بندوں کو رہائی بخشی جنہوں نے اس پر توکل کر کے بادشاہ کے حکم کو ٹال دیا اور اپنے بدنوں کو نثار کیا کہ اپنے خدا کے سوا کسی دوسرے معبود کی عبادت اور بندگی نہ کریں۔

اس لیے میں یہ فرمان جاری کرتا ہوں کہ جو قوم یا امت یا اہل لغت عزیرؑ کے خدا کے حق میں کوئی نامناسب بات کہیں ان کے ٹکڑے ٹکڑے کیے جائیں گے کیونکہ دوسرا معبود نہیں جو اس طرح رہائی دے سکے۔''

یہ ماجرا دیکھ کر بہت سوں کی زبانیں بند ہوگئی تھیں لیکن بہت سے لوگ اب بھی ایسے تھے جو اسے کوئی چالاکی سمجھ رہے تھے۔ مہا پجاری نے ان لوگوں کو اپنا ہم نوا بنایا ہوا تھا۔ مہا پجاری کی اب اتنی ہمت نہیں تھی کہ حضرت عزیرؑ کے سامنے آتا لیکن در پردہ سازشوں میں مشغول تھا۔ ایسی رکاوٹیں ڈال رہا تھا کہ حضرت عزیرؑ کو اپنے فرائض انجام دینے میں مشکلات پیش آ رہی تھیں لیکن وہ ثابت قدمی سے ڈٹے ہوئے تھے البتہ بادشاہ کا عجیب حال تھا۔ مخالفتوں کا بازار اب بھی گرم تھا۔ اسی پریشانی کے عالم میں اس نے ایک خواب دیکھا۔ اس خواب کی تعبیر جاننے کے لیے ایک مرتبہ پھر اس نے فال گیروں اور نجومیوں کو اپنے حضور حاضر ہونے کا حکم دیا۔ بادشاہ نے اپنا خواب بیان کیا۔ وہ سب کے سب اس خواب کی تعبیر بیان کرنے سے قاصر رہے بالآخر اس نے حضرت دانیالؑ کو طلب کیا۔

''اے دانیالؑ، ساحروں کے سردار، چونکہ میں جانتا ہوں کہ مقدس روح تجھ میں ہے اور کوئی راز کی بات تیرے لیے مشکل نہیں۔ اس لیے جو خواب میں نے دیکھا ہے اس کی کیفیت اور تعبیر بیان کر۔''

''آپ خواب بیان کریں، مجھے قوی امید ہے کہ میں تعبیر بیان کروں گا۔''

''میں خواب بیان کرتا ہوں۔ اسے غور سے سن۔'' بادشاہ نے کہا۔ ''میں نے نگاہ کی اور کیا دیکھتا ہوں کہ زمین کے وسط میں ایک نہایت اونچا درخت ہے۔ وہ درخت بڑھا اور مضبوط ہوا اور اس کی چوٹی آسمان تک پہنچی اور وہ زمین کی انتہا تک دکھائی دینے لگا۔ اس کے پتے خوش نما تھے اور میوہ فراواں تھا اور اس میں سب کے لیے خوراک تھی میدان کے چرندے اس کے سائے میں اور ہوا کے پرندے اس کی شاخوں پر بسیرا کرتے تھے۔ کیا دیکھتا ہوں کہ ایک قدسی آسمان سے اترا۔ اس نے بلند آواز سے پکار کر یوں کہا کہ درخت کو کاٹو۔ اس کی شاخیں تراشو اور اس کے پتے جھاڑو اور اس کا پھل بکھیر دو۔ چرندے اس کے نیچے سے چلے جائیں اور پرندے اس کی شاخوں پر سے اڑ جائیں لیکن اس کی جڑوں کا کندہ زمین میں باقی رہنے دو اور وہ آسمان کی شبنم سے تر ہو اور اس کا حصہ زمین کی گھاس میں حیوانوں کے ساتھ ہو۔ اس کا دل انسان کا دل نہ رہے بلکہ اسی کو حیوان کا دل دیا جائے اور اس پر سات دور گزر جائیں۔''

حضرت دانیالؑ یہ خواب سن کر پریشان ہوگئے۔ تعبیر کچھ ایسی تھی کہ بتاتے ہوئے کترا رہے تھے۔ یہ بھی نہیں کہہ سکتے تھے کہ خواب سمجھ میں نہیں آیا۔ بالآخر بہت سوچ سمجھ کر آپ نے کہنا شروع کیا۔

''اے میرے خداوند، کاش! یہ خواب تجھ سے کینہ رکھنے والوں کے لیے اور اس کی تعبیر تیرے دشمنوں کے لیے ہو۔ وہ درخت جو تو نے دیکھا کہ بڑھا اور اس کی چوٹی آسمان تک پہنچی۔ اے بادشاہ وہ تو ہی ہے جو بڑھا اور مضبوط ہوا کیونکہ تیری بزرگی بڑھی اور تیری سلطنت زمین کی انتہا تک پہنچی۔ پھر کسی نے کہا اسے کاٹ ڈالو تو اس کی تعبیر یہی ہے کہ تجھے آدمیوں میں سے ہانک کر نکال دیں گے اور تو میدان کے حیوانوں کے ساتھ رہے گا اور تو بیل کی طرح گھاس کھائے گا اور تجھ پر سات دور گزر جائیں گے اور یہ جو کہا گیا کہ جڑوں کو باقی رہنے دو اس کا مطلب یہ ہے کہ جب سات دور گزر جائیں گے تو تو اپنی سلطنت پر پھر بحال ہو جائے گا۔''

''کوئی ایسی ترکیب بھی ہے کہ میں اس تعبیر سے بچ جاؤں؟''

''حق تعالیٰ نے جو حکم دے دیا وہ تو ہو کر رہے گا۔ پھر بھی میں تجھے ایک صلاح دیتا ہوں۔ شاید حق تعالیٰ اپنا حکم

Marfat.com

تبدیل کر دے۔ تو اپنی خطاؤں کو صداقت سے اور اپنی بدکرداری کو مسکینوں پر رحم کرنے سے دور کر۔ ممکن ہے اس سے تیرا اطمینان زیادہ ہو۔ غرور کی ہوا اپنے دماغ میں نہ چلنے دے اور ہمہ وقت یہ یاد رکھ کہ اصل حکمرانی حق تعالیٰ کی ہے۔ وہ جسے چاہے حکمرانی دیتا ہے جس سے چاہے لے لیتا ہے۔''

اس واقعے کو ایک سال گزر گیا تھا کہ خواب کی تعبیر کا وقت آ گیا۔ بادشاہ اپنے محل کی چھت پر ٹہل رہا تھا۔ بابل شہر کا منظر اس کے سامنے تھا۔ اس نے اس شہر کو ایسا پرشکوہ بنا دیا تھا کہ اس کی مثال نہیں ملتی تھی۔ شہر کے اندر مردوک دیوتا اور عشتار دیوی کے مندر تھے۔ ٹائلوں کے نہایت پرشکوہ ببر شیر اور اژدہے بنے ہوئے تھے۔ یہاں سے جلوس کی سڑک شروع ہوتی تھی جو پرتعیش شاہی محل تک جاتی تھی۔ اپنی ملکہ کے لیے معلق باغ تعمیر کروائے تھے۔ یونانی انہیں سات عجائبات میں شمار کرتے تھے۔

ان مناظر کو دیکھ کر اس کے دل میں غرور کا جذبہ پیدا ہوا، بے اختیار کہنے لگا۔'' کیا یہ اہل بابل اعظم نہیں؟ جس کو میں نے اپنی توانائی اور قدرت سے تعمیر کیا ہے، کیا یہ میرے جاہ و جلال کا نمونہ نہیں۔''

ابھی وہ خود سے یہ باتیں کر ہی رہا تھا کہ آسمان سے آواز آئی کہ اے بادشاہ تیرے حق میں یہ فتویٰ ہے کہ سلطنت تجھ سے جاتی رہی۔ تو اب حیوانوں کے ساتھ رہے گا اور بیل کی طرح گھاس کھائے اور سات دور تجھ پر گزریں گے تب تجھے معلوم ہوگا کہ حق تعالیٰ آدمیوں کی مملکت میں حکمرانی کرتا ہے۔

اسی وقت بادشاہ ایک مرض میں مبتلا ہو گیا جسے ''گرگ خولیا'' کہا جاتا تھا۔ اس کا مریض یہ سمجھنے لگتا ہے کہ وہ بھیڑیا ہے۔

بادشاہ محل کی چھت سے نیچے اترا تو جانوروں جیسی حرکتیں کر رہا تھا۔ اس کے خدام اور پہرے دار یقیناً یہ سمجھے ہوں گے کہ وہ پاگل ہو گیا ہے۔ بڑی مشکل سے اسے قابو کیا اور ایک کمرے میں بند کر کے پہرا لگا دیا گیا۔ اسے کھانے کو دیا گیا تو وہ جانوروں کی طرح چاروں ہاتھ پاؤں پر جھک کر کھانے لگا۔ ایسے بااعتماد اطبا بلائے گئے جو اس راز کو فاش کیے بغیر اس کا علاج کر سکیں۔

عوام کو یہی معلوم تھا کہ بادشاہ بیمار ہے اور اس کا علاج ہو رہا ہے۔ بیماری کی نوعیت کسی کو معلوم نہیں تھی۔ ہر دوا ناکارہ ثابت ہوتی جا رہی تھی۔ شاہی خاندان کے لوگوں کے سامنے یہ مسئلہ تھا کہ اس کا جانشین کسے بنایا جائے۔ عوام کس طرح کسی اور کو قبول کریں گے۔ یہ اسی وقت ہو سکتا تھا جب عوام اپنی آنکھوں اس کی اس کی حالت دیکھ لیں۔ تخت کے آرزومندوں نے اسے محل سے باہر نکال دیا۔ لوگوں نے اپنے بادشاہ کو سڑک پر دیکھا تو حیران رہ گئے۔ اب سب کو یقین آ گیا کہ بادشاہ پاگل ہو گیا ہے اور سلطنت کے کام چلانے کے لائق نہیں رہا۔ حضرت دانیال علیہ السلام شاہی خاندان کے لوگوں کو بتا رہے تھے کہ یہ کیفیت سات سال تک رہے گی۔ اس کے بعد بادشاہ پھر اپنے تخت پر بیٹھے گا۔ اس پیش گوئی کے بعد کوئی اس کے تخت پر نہیں بیٹھا البتہ بادشاہت کا اعلان کیے بغیر سلطنت کا کام چلاتے رہے۔

کچھ دنوں تک بادشاہ کا رعب لوگوں پر طاری رہا پھر بابل کے بچوں کے ہاتھ ایک شغل آ گیا۔ وہ بادشاہ کو جہاں دیکھتے پتھر برساتے۔ انتظامی معاملات حضرت عزیر علیہ السلام کے ہاتھ میں تھے۔ انہوں نے ایسا انتظام کر دیا تھا کہ لوگ بادشاہ کو پریشان نہ کریں۔

حضرت عزیر علیہ السلام کو تبلیغ کے لیے ایک نمونہ مل گیا تھا۔ اب وہ لوگوں سے پوچھ رہے تھے کہ تمہارے دیوتا کہاں ہیں جو بادشاہ کو اس حالت میں دیکھ رہے ہیں اور خاموش ہیں۔ حق تعالیٰ کے کاموں میں دخل اندازی کی قوت کیوں نہیں رکھتے۔ اگر قوت ہے تو حق تعالیٰ کا فیصلہ تبدیل کر دیں لہٰذا ثابت ہوا کہ خدا ہی ہے جو انسانوں میں رہ کر حکمرانی کرتا ہے۔ وہ جس سے چاہتا ہے بادشاہت چھین لیتا ہے۔ بت پرستی چھوڑ دو اور اس خدا کی پرستش کرو جو سب سے زیادہ طاقتور ہے۔

Marfat.com

بخت نصر کب تک بھیڑیا بنا شہر میں گھومتا رہتا۔ ایک روز منہ اٹھا تو جنگل کی طرف چلا گیا۔ خواب کی یہ تعبیر بھی سچی ثابت ہوئی کہ تجھے آدمیوں میں سے ہانک کر نکال دیں گے اور تو حیوانوں کے ساتھ رہے گا۔

لوگوں کو تشویش تھی کہ ایک انسان جنگل میں کس طرح رہ سکتا ہے۔ جنگلی جانور اس کے ساتھ کیا سلوک کریں گے۔ بہت دن تک لوگ جنگل میں جا کر اسے دیکھتے اور حیران ہوتے رہے۔ وہ جنگل کے جانوروں کے ساتھ گھل مل گیا تھا۔ وہ جانوروں میں جانور بن کر رہ رہا تھا۔ بیل کی طرح گھاس چرتا پھر رہا تھا۔

آہستہ آہستہ لوگ اسے بھولتے چلے گئے البتہ اس کے عزیز و اقارب دن گن رہے تھے کہ کسی طرح سات سال پورے ہوں، پیش گوئی غلط ثابت ہو اور وہ اس کے تخت پر قبضہ کریں۔ جنگل سے کون سلامت آیا ہے جو وہ آئے گا۔

موسموں کا ردوبدل ہوتا رہا۔ یہاں تک کہ سات دور گزر گئے۔ بارش ہو چکی تھی۔ جنگلی جانور بارش سے بچنے کے لیے ادھر ادھر بیٹھے تھے۔ بخت نصر بھی ایک گھنے پیڑ کے نیچے بیٹھا تھا۔ بے اختیار آسمان کی طرف آنکھیں اٹھائیں۔ یہی وقت تھا جب کھوئی ہوئی عقل واپس آئی۔ سب کچھ یاد آ گیا۔ بے اختیار حق تعالیٰ کے لیے شکر کے الفاظ زبان پر آ گئے۔

”تعریف ہو اس کی جس کی مملکت پشت در پشت ہے زمین کے تمام باشندے ناچیز گنے جاتے ہیں اور وہ آسمانی لشکر اور اہل زمین کے ساتھ جو کچھ چاہتا ہے، کرتا ہے اور کوئی نہیں جو اس کا ہاتھ روک سکے یا اس سے کہے کہ تو کیا کرتا ہے۔“

عقل آتے ہی اپنی برہنگی کا احساس ہوا۔ بدن کے کپڑے تار تار ہو گئے تھے بلکہ تھے ہی نہیں۔ سر کے بال کاندھے پر جھول رہے تھے۔ ایک شخص جو سات سال سے جنگل میں ہو، اس کی جو حالت ہو سکتی ہے، بس وہی اس کی تھی۔ عقل آتے ہی اسے جانوروں سے بھی خوف آنے لگا تھا۔ وہ جس درخت تلے بیٹھا تھا، گھبرا کر اسی پر چڑھ گیا۔ اس کی خوش قسمتی کہ یہ ایک ایسا درخت تھا جس کے پھل کھائے جا سکتے تھے۔ وہ جنگل سے نکل جانا چاہتا تھا لیکن اس کی حالت ایسی نہیں تھی کہ دنیا کا سامنا کر سکتا۔ اسے اپنے عزیزوں کا انتظار تھا کہ شاید ان میں سے کوئی ڈھونڈتا ہوا آ جائے۔

حضرت عزیر علیہ السلام کو یاد تھا کہ سات دور گزر جانے کے بعد بادشاہ کو واپس آنا ہے۔ انہوں نے شاہی خاندان کے افراد کو یاد دلایا اور انہیں اپنے ساتھ لے کر جنگل میں گئے تاکہ اسے تلاش کریں اور اس کی حالت کا جائزہ لیں۔ اس وسیع جنگل میں اسے تلاش کرنا آسان نہیں تھا لیکن وہ سب جنگل میں ادھر ادھر پھیل گئے اور بالآخر ایک درخت کے اوپر سے بادشاہ نے انہیں پکارا۔

اللہ کے وعدے کے مطابق وہ اپنے تخت پر دوبارہ بحال ہو گیا۔ اس نے سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا تھا۔ اسے قادر مطلق پر یقین آ گیا تھا۔ حضرت عزیر علیہ السلام سے اس کی ملاقاتیں بھی بہت بڑھنے لگی تھیں لیکن بت پرستی گھٹی میں پڑی ہوئی تھی۔ آسمان کے بادشاہ کی تکریم و ستائش کے باوجود وہ بت پرستی سے تائب نہ ہو سکا البتہ ایک سرکاری اعلان کے ذریعے اس نے تسلیم کیا کہ آسمانی لشکر اور زمین کے باشندوں میں حق تعالیٰ ہی قادر مطلق ہے۔ وہ اس کی تعظیم و تکریم اور ستائش کرتا ہے اور اقرار کرتا ہے کہ آسمان کا بادشاہ اپنے سب کاموں میں راست اور اپنی سب راہوں میں عادل ہے اور مغروروں کو ذلیل کر سکتا ہے۔

اب حضرت عزیر علیہ السلام کو تبلیغ کے کاموں میں آسانی ہو رہی تھی۔ بادشاہ کی طرف سے مکمل حوصلہ افزائی ہو رہی تھی۔ جہاں جہاں بنی اسرائیل آباد تھے، حضرت عزیر علیہ السلام وہاں پہنچ رہے تھے۔ انہیں یہ خوش خبری سنا رہے تھے کہ عنقریب وہ اپنے وطن یروشلم کی طرف لوٹیں گے حالانکہ اب جلاوطنوں میں یروشلم کے لیے دلچسپی نہیں رہ گئی تھی۔ حضرت عزیر علیہ السلام انہیں تلقین کر رہے تھے کہ وہ ہر اس گمراہی سے بچیں جس کی وجہ سے وہ غلام بنا لیے گئے تھے۔ اللہ کی وحدانیت کو تسلیم کریں اور اس کی ذات میں کسی کو شریک نہ کریں۔ ان کی یہ تبلیغ اہل بابل کے لیے بھی تھی اور بہت سے

Marfat.com

مقامی لوگ ان کی باتوں سے متاثر ہو رہے تھے۔

جب تک بخت نصر زندہ رہا، حضرت عزیر علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کو رعایتیں ملتی رہیں۔ عام بنی اسرائیل بھی بے فکری کی زندگی گزارتے رہے لیکن اس کی وفات کے بعد اس کے بیٹے بیلشضر نے زمام حکومت سنبھالی تو اسے حضرت عزیر علیہ السلام یا حضرت دانیال علیہ السلام سے وہ ہمدردی نہیں ہو سکتی تھی جو بخت نصر کو تھی۔

اسی بیلشضر نے ان مقدس ظروف میں شراب بھی پی جو بخت نصر اپنے ساتھ یروشلم سے لایا تھا اور ابھی تک شاہی خزانے میں محفوظ تھے۔ ان میں شراب پینے کی جسارت بخت نصر نے کبھی نہیں کی تھی۔

بیلشضر نے شاہی محل کے باغ میں اپنے امرا کی ضیافت کی تھی۔ دوران ضیافت اسے سونے چاندی کے ان ظروف کا خیال آیا جو یروشلم سے لائے گئے تھے۔ اپنی قومی فتح کی یاد منانے کا یہ بہترین وقت تھا۔

حضرت یرمیاہ علیہ السلام نے بخت نصر کو نصیحت کی تھی کہ وہ ان مقدس ظروف میں شراب نہ پیے ورنہ بابل کی تباہی یقینی ہوگی۔ اب اس پیش گوئی کے پورا ہونے کا وقت آ گیا تھا۔ بخت نصر نے ان ظروف کو شراب سے کبھی آلودہ نہیں کیا لیکن بیلشضر یہ حرکت کر بیٹھا، وہ ظروف لائے گئے اور مہمانوں نے اور ان کی بیویوں نے ان برتنوں میں شراب پی۔

ابھی شراب پی جا رہی تھی بیلشضر نے دیکھا کہ شمع دان کے مقابل شاہی محل کی دیوار دو حصوں میں تقسیم ہوئی اور اس مضبوط دیوار کو چاک کرتا ہوا ایک ہاتھ نمایاں ہوا اور اس نے دیوار پر کچھ لکھا۔ بادشاہ نے اس تحریر کو بھی صاف طور پر دیکھا۔ وہ خوف زدہ ہو گیا کہ یہ کیسا ہاتھ ہے، دیوار پھاڑ کر کس طرح اندر آیا اور اجنبی تحریر میں جو کچھ لکھا اس کا مطلب کیا ہے؟

بابل کے حکیم اور نجومی بلائے گئے۔ انہیں طرح طرح کے لالچ دیے گئے لیکن ان میں سے کوئی بھی اس نوشتہ دیوار کو نہیں پڑھ سکا۔ جشن کا مزہ ہی کرکرا ہو گیا۔ سب کا نشہ جاتا رہا۔ دیوار پر چند الفاظ لکھے ہوئے تھے۔ دیکھ سب رہے تھے لیکن اس کا مطلب کسی کو معلوم نہیں تھا۔ وقت کے ساتھ ساتھ تجسس بڑھتا جا رہا تھا کہ بخت نصر کی بیوہ جشن گاہ میں آئی اور اسے حضرت دانیال علیہ السلام کا پتا بتایا۔ یہ نیا بادشاہ حضرت دانیال علیہ السلام کو تقریباً بھول چکا تھا اور حضرت دانیال علیہ السلام نے بھی دربار میں آنا موقوف کر دیا تھا۔

"تیری مملکت میں ایک شخص ہے جس میں قدوس الہوں کی روح ہے اور تیرے باپ کے ایام میں نور اور دانش اور حکمت الہیوں کی حکمت کے مانند اس میں پائی جاتی تھی اور تیرے باپ نے اسے تمام ساحروں کا سردار بنایا تھا اس کا نام دانی ایل ہے۔ اسی کو بلا۔ وہی مطلب سمجھائے گا۔"

بیلشضر، حضرت دانیال علیہ السلام کی طرف سے کدورت رکھتا تھا۔ اس کے دور میں حضرت دانیال علیہ السلام کبھی اس کے دربار میں نہیں آئے تھے۔ وہ اس وقت بھی نہیں چاہتا تھا کہ ضیافت کے اس جشن میں حضرت دانیال علیہ السلام آئیں جنہیں وہ ہمیشہ "حقیر غلام" کہتا رہا تھا لیکن کام ایسا آن پڑا تھا کہ بلائے بغیر چارہ نہیں تھا۔ اس نے ماں کا مشورہ مان لیا اور آدمی دوڑا دیے کہ حضرت دانیال علیہ السلام کو بلا لائیں۔

حضرت دانیال علیہ السلام نے وہ دیوار دیکھی جس میں شگاف پڑا تھا پھر اس تحریر پر نظر ڈالی اور پھر بادشاہ کی طرف دیکھا جس کا رنگ پیلا پڑا ہوا تھا اور حضرت دانیال علیہ السلام سے التجا کر رہا تھا کہ وہ اس تحریر کا مطلب اسے سمجھا دیں۔

"اس کا مطلب مجھ سے بیان کر۔ میں تجھے ارغوانی خلعت کا حق دار ٹھہراؤں گا اور تو میری مملکت میں تیسرے درجے کا حاکم ہوگا۔"

"مجھے کسی انعام کی حاجت نہیں۔ میں تو انبیا کی پیش گوئیوں کو پورا ہوتے ہوئے دیکھ رہا ہوں اور وہ سب کچھ بتاؤں گا جو پیش آنے والا ہے۔" حضرت دانیال علیہ السلام نے اسے یاد دلایا۔ "بخت نصر کو خدا نے بڑی عزت بخشی تھی لیکن

Marfat.com

جب اس کی طبیعت میں گھمنڈ سمایا اور اس کا دل غرور سے سخت ہو گیا تو وہ تخت سلطنت سے اتار دیا گیا اور وہ انسانوں سے نکل کر گورخروں کے ساتھ رہنے لگا۔ وہ اس حال میں تب تک رہا جب تک اسے یہ معلوم نہیں ہو گیا کہ خدا تعالیٰ انسان کی مملکت میں حکمرانی کرتا ہے۔ جس کو چاہتا ہے اس پر قائم رکھتا ہے۔''

''تو مجھے یہ سب کچھ کیوں یاد دلا رہا ہے؟'' بادشاہ نے کہا۔ ''تو مجھے صرف یہ بتا کہ اس تحریر میں کیا لکھا ہے۔''

''ان واقعات کا اس تحریر سے بڑا گہرا تعلق ہے بلکہ اسی کا تسلسل ہے۔ تو اپنے باپ کا انجام دیکھ چکا تھا، تو بھی تو نے اپنے دل سے عاجزی نہیں کی۔ تو نے ہیکل کے ظروف میں شراب پی اور پتھر اور لکڑی کے بتوں کی پرستش کرتا رہا۔ پس اسی خدا کی طرف سے ہاتھ کا وہ حصہ بھیجا گیا اور یہ نوشتہ لکھا گیا اور وہ نوشتہ یہ ہے ''منے منے تقیل وفرسین' اس کے معنی یہ ہیں کہ تیری مملکت کا حساب کیا اور اسے تمام کر ڈالا۔ تیری مملکت تقسیم ہوئی اور مادیوں اور فارسیوں کو دی گئی۔''

اس تحریر کا متن اتنی جلد پورا ہوا کہ اسی رات ایران کے بادشاہ خورس نے کسی مزاحمت کے بغیر بابل پر قبضہ کر لیا۔ اس کے سپاہی شاہی محل میں گھس آئے اور بیلشضر کو قتل کر کے تخت پر قبضہ کر لیا۔

خورس خود فتح کے جلوس کے ساتھ اس مشہور شہر میں داخل ہوا اور نوروز کا سالانہ تہوار منانے تک یہیں قیام پذیر رہا۔

حضرت یرمیاہ علیہ السلام کی پیش گوئی پوری ہونے کا وقت آیا جو انہوں نے برسوں پہلے کی تھی کہ جو لوگ جلاوطن ہوئے ہیں انہیں فارس کا بادشاہ رہائی دے گا اور وہ لوگ اپنے وطن کو لوٹیں گے۔ ہیکل پھر سے تعمیر ہوگی۔ یروشلم پھر سے آباد ہوگا۔

یہ پیش گوئی اس طرح پوری ہوئی کہ خداوند نے شاہ فارس خورس کا دل ابھارا۔ اس نے دل میں تہیہ کیا کہ یروشلم کے جلاوطن بنی اسرائیلیوں کو ان کے وطن واپس بھیج دیا جائے۔ اس نے یہ فرمان جاری کیا۔

''خداوند آسمان کے خدا نے زمین کی سب مملکتیں مجھے بخشی ہیں اور مجھے تاکید کی ہے کہ میں یروشلم میں جو یہوداہ ہیں ان کے لیے ایک مسکن بناؤں۔ بس تمہارے درمیان جو کوئی اس کی ساری قوم میں سے ہو اس کا خدا اس کے ساتھ ہو اور وہ یروشلم میں جو یہوداہ میں ہے جائے اور خداوند اسرائیل کا گھر جو یروشلم میں ہے بنائے اور جو کوئی کسی جگہ جہاں اس نے قیام کیا باقی رہا ہو تو اس جگہ کے لوگ چاندی اور سونے اور مال مویشی سے اس کی مدد کریں اور علاوہ اس کے وہ خدا کے گھر کے لیے جو یروشلم میں ہے رضا کے ہدیے دیں۔''

اس فرمان کا جاری ہونا تھا کہ بنی اسرائیل میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ یہوداہ اور بن یامین کے آبائی خاندانوں کے سردار اور کاہن اور لاوی اور وہ سب جن کے دل کو خدا نے ابھارا، اٹھے کہ جا کر خداوند کا گھر بنائیں اور ان سب نے جو ان کے پڑوس میں تھے، سونے چاندی اور دیگر قیمتی اشیا سے مدد کی۔

خورس بادشاہ نے بھی خداوند کے گھر کے ان برتنوں کو نکلوایا جن کو بخت نصر یروشلم سے لے آیا تھا اور اپنے دیوتاؤں کے مندر میں رکھا تھا اور ان کو گن کر یہوداہ کے امیر کے حوالے کیا، ان ظروف کی تعداد پانچ ہزار چار سو تھی۔

شاہ فارس کی اجازت اور سرکاری امداد و اعانت کے ساتھ یہودی جلاوطن یروشلم کے طویل اور پرخطر سفر پر روانہ ہوئے۔ انہوں نے عزم صمیم کر رکھا تھا کہ ہیکل کو دوبارہ تعمیر کریں گے۔ قرین قیاس یہ ہے کہ یہ واپسی 538 ق م یا اس سے اگلے سال عمل میں آئی ہوگی۔ کہا جاتا ہے پچاس ہزار جلاوطن یروشلم واپس آئے۔

اتنی بڑی بھیڑ کو یروشلم تک لے جانا ایک مسئلہ تھا۔ اس کے لیے حضرت عزیر علیہ السلام نے گیارہ لیڈر مقرر کیے جن میں زربابل اور یشوع زیادہ سرگرم تھے۔ زربابل، یروشلم کے شاہی خاندان سے تھا اس لیے سیاسی قیادت اس کی ذمے تھی جب کہ یشوع سردار کاہن تھا اور مذہبی رسومات کی ادائیگی کا ذمے دار تھا۔

واپسی کے سال کے ساتویں مہینے تک لوگ یروشلم کے گرد و نواح میں کافی بس گئے، انہوں نے اسرائیل کے خدا کی

Marfat.com

قربان گاہ بنائی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بتائی ہوئی سوختنی قربانیاں چڑھانے کا سلسلہ دوبارہ شروع کیا۔ اسی مہینے کی پندرہ تاریخ کو انہوں نے لکھے ہوئے شرعی احکام کے مطابق عید خیام بھی منائی۔

ان پر تاثیر تقریبات کے ساتھ یروشلم میں خدا کی عبادت کا سلسلہ شروع ہو گیا اور پھر مقررہ اوقات اور موسموں کے مطابق نئے چاند کی عید اور دوسری عیدیں بھی منائی جانے لگیں۔

خداوند کے ہیکل کی بنیاد ہنوز نہیں ڈالی گئی تھی۔

ہیکل کی تعمیر کا کام اگلے سال کے دوسرے مہینے میں شروع ہوا۔ ہیکل کی بنیاد رکھنے کے لیے موزوں اور مناسب رسم ادا کی گئی۔ کاہنوں نے اپنے اپنے مخصوص لباس پہن کر نرسنگے پھونکنے کی خدمت سرانجام دی۔ حضرت داؤد علیہ السلام کی ہدایت کے مطابق خدا کی حمد وستائش کے گیت گائے اور خوشی کے نعرے بلند کیے۔

حضرت حزقیل علیہ السلام کو جو کچھ عالم رویا میں دکھایا گیا تھا تمام کام اسی کے مطابق ہو رہے تھے، بنیادیں بتا رہی تھیں کہ تعمیرات کا تمام نقشہ اسی عالم رویا کے مطابق ہے۔

یہ کام بہ حسن وخوبی چل رہا تھا کہ اچانک اس میں رکاوٹیں پیدا ہونے کے آثار نمایاں ہونے لگے۔ شمالی اسرائیل کے دارالحکومت اور اس کے اردگرد کے علاقے کو ''سامریہ'' کہا جاتا تھا۔ یہ غیر ملکی تھے جنہیں یہاں آباد کیا گیا تھا۔ یہ بت پرست تھے لیکن پھر توریت پر ایمان لے آئے تھے۔ یہاں کے حاکموں نے جب سنا کہ ہیکل کی تعمیر دوبارہ شروع ہو گئی ہے تو یہ لوگ یروشلم کے آبائی خاندانوں کے سرداروں کے پاس آئے اور اس تعمیر میں حصہ داری کے طالب ہوئے۔

''ہمیں بھی اس تعمیر میں شامل کرو کیونکہ ہم بھی تمہارے خدا کے طالب ہیں جیسے تم ہو اور ہم شاہ اسور اسرحدون کے دنوں سے جو ہم کو یہاں لایا اس کے لیے قربانی چڑھاتے ہیں۔''

ان سرداروں نے ان کی اس خواہش کا حترام نہیں کیا اور انہیں صاف جواب دے دیا۔ ''یہ تمہارا کام نہیں کہ ہمارے ساتھ مل کر کام کرو اور ہمارے خدا کے لیے گھر بناؤ بلکہ ہم آپ ہی مل کر خداوند اسرائیل کے خدا کے لیے اسے بنائیں گے جیسا شاہ فارس خورس نے ہم کو حکم کیا ہے۔''

اس انکار کے بعد سامریوں اور اسرائیلیوں میں کھلی دشمنی ہو گئی۔ سامریوں نے تعمیراتی کام میں روڑے اٹکانے شروع کر دیے، خزانچیوں کو رشوت دیتے رہے۔ بعض سرکاری مشیر بھی ان کی طرف ہو گئے۔ کام تقریباً بند ہو کر رہ گیا۔ اس اثنا میں خورس کا انتقال ہو گیا۔ اب وہ فرمان بھی کسی کے پاس نہیں تھا کہ جس میں ہیکل کی تعمیر کی اجازت دی گئی تھی۔ سامریہ کے لوگ کہتے تھے، تم کس کے حکم پر یہ تعمیر کر رہے ہو۔

فارس کے تخت پر اخسویرس بیٹھا تو سامریہ کے حاکموں نے یہوداہ اور یروشلم کے باشندوں کی شکایت لکھ بھیجی، وہ اسی باغی اور فسادی شہر کو بنا رہے ہیں چنانچہ دیواروں کو ختم اور بنیادوں کی مرمت کر چکے ہیں۔ بادشاہ پر روشن ہو جائے کہ اگر یہ شہر بن جائے اور فصیل تیار ہو جائے تو وہ خراج جنگی یا محصول نہیں دیں گے اور آخر باشادہوں کو نقصان ہو گا۔ سو چونکہ ہم حضور کے دولت خانے کا نمک کھاتے ہیں اور مناسب نہیں کہ ہمارے سامنے بادشاہ کی تحقیر ہو اس لیے ہم نے بادشاہ کو لکھ کر اطلاع دی ہے تاکہ حضور کے باپ دادا کے دفتر کی کتاب میں تفتیش ہو تو اس دفتر کی کتاب سے حضور کو معلوم ہو گا اور یقین ہو جائے گا کہ شہر فتنہ انگیز شہر ہے جو بادشاہوں اور صوبوں کو نقصان پہنچاتا رہا ہے اور قدیم زمانے سے اس میں فساد برپا کرتے رہے ہیں۔ اسی سبب سے یہ شہر اجاڑ دیا گیا تھا اور ہم بادشاہ کو یقین دلاتے ہیں کہ اگر یہ شہر تعمیر ہوا اور اس کی فصیل بن جائے تو اس کی صورت میں حضور کا حصہ دریا پار کچھ نہ رہے گا۔''

ان کی یہ تدبیر کارگر رہی۔ خورس بادشاہ کے فرمان کو سب بھول چکے تھے۔ اخسویرس نے بھی یہ تصور کیا کہ یہ لوگ اپنے طور پر ہیکل کی تعمیر کر رہے ہیں۔ اس نے اس خط کا حوصلہ افزا جواب دیا۔

Marfat.com

''جو خط تم نے ہمارے پاس بھیجا وہ میرے حضور صاف صاف پڑھا گیا اور میں نے حکم دیا اور تفتیش ہوئی اور معلوم ہوا کہ اس شہر نے قدیم زمانے سے بادشاہوں سے بغاوت کی ہے اور فتنہ و فساد اس میں ہوتا رہا ہے اور یروشلم میں زور آور بادشاہ بھی ہوئے ہیں جنہوں نے دریا پار کے سارے ملک پر حکومت کی ہے اور خراج چنگی اور محصول ان کو دیا جاتا تھا۔ سو تم حکم جاری کرو کہ یہ لوگ کام بند کریں اور یہ شہر نہ بنے جب تک میری طرف سے فرمان جاری نہ ہو۔ خبردار! اس میں سستی نہ کرنا۔''

سامریہ کے حکمران اور سردار اس خط کو لے کر یروشلم آئے اور بنی اسرائیل کو یروشلم کی تعمیر سے روک دیا۔ ہیکل کی تعمیر رک گئی اور پھر برسوں رکی رہی یہاں تک کہ دارا بادشاہ کا دور آیا۔ سامریہ کے حاکموں نے دارا کو بھی خط لکھا۔

''دارا بادشاہ کی ہر طرح سلامتی ہو!

بادشاہ کو معلوم ہو کہ ہم یہوداہ کے صوبے میں خدا تعالیٰ کے گھر کو گئے۔ وہ بڑے بڑے پتھروں سے بن رہا ہے اور دیواروں پر کڑیاں دھری جا رہی ہیں اور کام خوب کوشش سے ہو رہا ہے۔ ہم نے ان بزرگوں سے سوال کیا اور ان سے یوں کہا کہ تم کس کے فرمان سے اس گھر کو بناتے ہو۔ ہم نے ان کے نام بھی پوچھے تاکہ ہم ان لوگوں کے نام لکھ کر حضور کو خبر کر دیں کہ ان کے سردار کون ہیں۔

''اور انہوں نے ہم کو یوں جواب دیا کہ ہم زمین و آسمان کے خدا کے بندے ہیں اور وہی مسکن بنا رہے ہیں جسے بنے بہت برس ہو گئے لیکن جب ہمارے باپ دادا نے آسمان کے خدا کو غصہ دلایا تو اس نے انہیں شاہ بابل کے ہاتھ میں کر دیا جس نے اس گھر کو اجاڑ دیا اور لوگوں کو بابل لے گیا لیکن شاہ بابل خورس نے حکم دیا کہ خدا کا گھر بنایا جائے۔

''سو اب اگر بادشاہ مناسب جانے تو بادشاہ کے دولت خانے میں جو بابل میں ہے تفتیش کی جائے کہ خورس بادشاہ نے خدا کے اس گھر کو یروشلم میں بنانے کا حکم دیا تھا یا نہیں جیسا کہ یہ لوگ کہتے ہیں اور اس معاملے میں بادشاہ اپنی مرضی ہم پر ظاہر کرے۔''

دارا بادشاہ نے بابل کے تاریخی کتب خانے میں اس فرمان کی چھان بین کی۔ ہیکل کی تعمیر رکے برسوں گزر گئے تھے اور ابھی تک فرمان کی تلاش ہو رہی تھی۔ رکاوٹیں ڈالنے والے جان بوجھ کر رکاوٹیں ڈال رہے تھے لیکن خدا چاہتا تھا کہ اس کا گھر تعمیر ہو۔ حضرت عزیر علیہ السلام اس فرمان کی تلاش میں دارا کی مدد کر رہے تھے بالآخر یہ فرمان مل گیا جس میں لکھا تھا۔

''خورس بادشاہ کے پہلے سال خورس بادشاہ نے خدا کے گھر کی بابت جو یروشلم میں ہے حکم کیا کہ وہ گھر یعنی وہ مقام جہاں قربانیاں کرتے ہیں بنایا جائے اور اس کی بنیادیں مضبوطی سے ڈالی جائیں اور اس کی اونچائی ساٹھ ہاتھ اور چوڑائی ساٹھ ہاتھ ہو۔ تین ردے بھاری پتھروں کے اور ایک ردہ نئی لکڑی کا ہو اور خرچ شاہی محل سے دیا جائے اور خدا کے گھر کے سونے چاندی کے برتن بھی واپس دیے جائیں۔''

اس فرمان کے ملتے ہی دارا نے فرمان جاری کیا۔

''دریا پار کے حاکم اور تمہارے رفیق!

تم وہاں سے دور رہو۔ خدا کے اس گھر کے کام میں دست اندازی نہ کرو۔ یہودیوں کا حاکم اور یہودیوں کے بزرگ خدا کے گھر کو اس کی جگہ پر تعمیر کریں۔ علاوہ اس کے خدا کے گھر کو اس کی جگہ پر تعمیر کرنے میں یہودیوں کے بزرگوں کے ساتھ تم کو کیا کرنا ہے۔ سو اس کی بابت میرا یہ حکم ہے کہ شاہی مال میں سے یعنی دریا پار کے خراج میں سے ان لوگوں کو بلا توقف خرچ دیا جائے تاکہ ان کو رکنا نہ پڑے اور آسمان کے خدا کی سوختنی قربانیوں کے لیے جس جس چیز کی ان کو ضرورت ہو یعنی بچھڑے اور مینڈھے اور جتنا نمک اور تیل، سب ان کو فراہم کیا جائے۔

Marfat.com

میں نے یہ حکم بھی دیا ہے کہ جو شخص اس فرمان کو بدل دے۔ اس کے گھر میں کڑی نکالی جائے اور اسے اسی پر چڑھا کر سولی دی جائے۔

مجھ دارا نے حکم دے دیا اس پر بڑی کوشش سے عمل ہو۔"

کسی کی مجال تھی کہ دارا کے اس فرمان پر عمل نہ کرتا۔ دریا پار کے حاکم اور اس کے سرداروں نے بلاتوقف اس پر عمل کیا۔ تعمیر کار کا ہوا کام زور شور سے جاری ہوگیا۔ اس مرتبہ مزید قوی جذبہ تھا بنی اسرائیل اسے اپنی فتح سمجھ رہے تھے نیز انہیں یہ یقین ہوگیا تھا کہ خدا کی ناراضی دور ہوگئی اور وہ ان کے ساتھ ہے جو بادشاہوں کے دلوں کو نرم کر رہا ہے۔

نئی ہیکل کی تعمیر میں مزید پانچ سال اور لگے۔ اگر چہ یہ ہیکل بھی پہلی جگہ تعمیر کی گئی اور خوبصورتی میں اپنا جواب نہیں رکھتی تھی لیکن حضرت سلیمان علیہ السلام کی تعمیر کردہ ہیکل کی پرچھائیں بھی نہیں تھی۔ چند بوڑھے لوگ اب بھی موجود تھے جنہوں نے پرانی عمارت کی شان و شوکت دیکھی تھی۔ وہ اس عمارت کو دیکھ کر آبدیدہ ہو رہے تھے لیکن یہ سوچ کر خوش بھی تھے کہ خدا نے انہیں اپنے گھر میں پھر سے آباد کیا۔

ہیکل کی تعمیر کے بعد تقدیس کی تقریبات نہایت بارعب تھیں۔ بڑی تعداد میں قربانیاں گزاری گئیں جن میں 100 بیل، 100 مینڈھے اور اسرائیل کے بارہ قبیلوں کے لیے 12 بکروں کی قربانیاں شامل تھیں۔ آخری قربانی کا یہ مطلب تھا کہ اس عبادت میں ساری قوم جس سے عہد کیا گیا تھا شامل ہے۔ اس تقدیس کے ساتھ کاہنوں اور لادیوں نے باقاعدہ خدمات کا آغاز کر دیا۔

اگلے مہینے یہودیوں نے عید فسح منائی۔ کاہنوں اور لادیوں کو باقاعدہ پاک کیا تاکہ ان تاریخی تقریبات کی ادائیگی کے لیے مناسب طور سے تیار ہوں۔ اب کاہن اس لائق ہوگئے کہ خون چھڑک سکیں۔

وہ اسرائیلی جو ابھی تک فلسطین میں آباد تھے۔ شادمانی کی اس تقریب میں وہ بھی آنے والے جلاوطنوں کے ساتھ شامل ہوگئے۔ ان اسرائیلیوں نے غیر اقوام کی بے دینی کی رسموں کو اپنا لیا تھا۔ اب انہوں نے ان رسموں کو ترک کیا اور خدا کے ساتھ اپنے تعلق کی تجدید کی اور ہیکل میں عبادت کرنے لگے۔ عید نے انہیں یہ یاد دلایا کہ تمہیں مصر کی غلامی سے کس طرح فدیہ دے کر چھڑایا گیا تھا۔

حضرت عزیر علیہ السلام اب تک بابل میں رہ کر بنی اسرائیل کی تعلیم و تربیت میں مشغول تھے۔ انہیں واپسی کے لیے نہ صرف رضامند کر رہے تھے بلکہ ایسی تربیت بھی کر رہے تھے کہ وہ خدا کے گھر میں پاک صاف ہو کر پہنچیں لیکن جب مقدس تقریبات ہو چکیں اور ہیکل کی تعمیر مکمل ہوگئی اور بابل میں بہت تھوڑے سے جلاوطن رہ گئے تو حضرت عزیر علیہ السلام نے ارتخشتا بادشاہ سے درخواست کی کہ مجھے واپس جانے کی منظوری دی جائے۔

ارتخشتا بادشاہ آپ کی اتنی قدر کرتا تھا کہ نہ صرف آپ کو اجازت دی بلکہ یہ بھی فرمایا کہ باقی ماندہ جلاوطن آپ کی قیادت میں یروشلم واپس جائیں اور آپ کو اختیار دیا کہ یروشلم میں حاکم اور قاضی مقرر کریں اور جو نافرمانی کرے اس کی جائداد ضبط کرلیں اور اسے قید میں ڈالیں۔ انہیں کھلی اجازت دی کہ ہیکل میں عبادت کے لیے جو کچھ درکار ہو وہ شاہی خزانے سے طلب کرلیں۔ دریائے فرات پار کے حکمرانوں کے نام بھی فرمان جاری ہوا کہ حضرت عزیر علیہ السلام کو خوراک اور نقدی فراہم کریں تاکہ شاہی خاندان پر خدا کا غضب نازل نہ ہو۔

ابھی چلنے کی تیاری ہو رہی تھی کہ ارتخشتا بادشاہ نے ان تمام زبانی باتوں کو تحریر کی شکل دے کر حضرت عزیر علیہ السلام کے حوالے کیا تاکہ بوقت ضرورت سند کا کام دے۔ اس میں لکھا تھا:

"ارتخشتا بادشاہ کی طرف سے میں یہ فرمان جاری کرتا ہوں کہ اسرائیل کے جو لوگ اور ان کے کاہن اور لادی میری مملکت میں ہیں ان میں سے جتنے اپنی خوشی سے یروشلم کو جانا چاہتے ہیں تیرے ساتھ جائیں۔ چونکہ تو بادشاہ اور اس کے

Marfat.com

ساتوں مشیروں کی طرف سے بھیجا جاتا ہے تاکہ اپنے خدا کی شریعت کے مطابق جو تیرے ہاتھ میں ہے یہوداہ اور یروشلم کا حال دریافت کرے اور جو چاندی اور سونا بادشاہ اور اس کے مشیروں نے اسرائیل کے خدا کو جس کا مسکن یروشلم میں ہے اپنی خوشی سے نذر کیا ہے لے جائے اور جس قدر چاندی سونا بابل کے سارے صوبے سے مجھے تجھے ملے گا اور جو خوشی کے ہدیے لوگ اور کاہن اپنے خدا کے گھر کے لیے جو یروشلم میں ہے اپنی خوشی س دیں ان کو لے جائے۔

اس لیے اس روپے سے بیل اور مینڈھے اور حلوان اور ان کی نذر کی قربانیاں اور ان کے تپاون کی چیزیں تو بڑی کوشش سے خریدنا اور ان کو اپنے خدا کے گھر کی قربان گاہ پر جو یروشلم میں ہے چڑھانا اور تجھے اور تیرے بھائیوں کو باقی چاندی سونے کے ساتھ جو کچھ کرنا مناسب معلوم ہو وہی اپنے خدا کی مرضی کے مطابق کرنا اور جو برتن تجھے تیرے خدا کے گھر کی عبادت کے لیے سونپے جاتے ہیں ان کو یروشلم کے خدا کے حضور دے دینا اور جو کچھ اور تیرے خدا کے گھر کے لیے ضروری ہو جو تجھے دینا پڑے اسے شاہی خزانے سے دینا اور ارتخششتا بادشاہ خود دریا پار کے سب خزانچیوں کو حکم کرتا ہوں کہ جو کچھ عزرا کاہن آسمان کے خدا کی شریعت کا فقیہہ تم سے چاہے وہ بلا توقف کیا جائے۔ جو کچھ آسمان کے خدا نے حکم کیا ہے سو ٹھیک ویسا ہی آسمان کے خدا کے گھر کے لیے کیا جائے کیونکہ بادشاہ اور شہزادوں کی مملکت پر غضب کیوں بھڑکے۔

اور اے عزرا (عزیرؑ) تو اپنے خدا کی اس دانش کے مطابق جو تجھ کو عنایت ہوئی حاکموں اور قاضیوں کو مقرر کرتا کہ دریا پار کے سب لوگوں کا جو تیرے خدا کی شریعت کو جانتے ہیں انصاف کریں اور تم اس کو جو نہ جانتا ہو سکھاؤ اور جو کوئی تیرے خدا کی شریعت پر اور بادشاہ کے فرمان پر عمل نہ کرے، اس کو بلا توقف قانونی سزا دی جائے۔ خواہ موت یا جلاوطنی یا مال کی ضبطی یا قید کی۔''

بادشاہ نے یہ خط حضرت عزیر علیہ السلام کے حوالے کیا تو شکر خداوندی میں آپؑ کی آنکھیں بھیگ گئیں۔ آپؑ کو وہ زمانہ یاد آ گیا جب آپ نوعمر تھے اور قیدی بنا کر لائے گئے تھے۔ غلاموں کی کیا عزت لیکن خدا نے عزت کے اسباب پیدا کیے۔ خدا نے اپنا وعدہ پورا کیا۔ بادشاہوں کے دل نرم کر دیے۔ آج وطن جانا نصیب ہو رہا ہے اور وہ بھی اس سعادت کے ساتھ کہ شاہ فارس مہربان ہے۔

آپؑ اپنے خدا کے حضور سجدے میں گر گئے۔ ''خداوند ہمارے باپ دادا کا خدا مبارک ہو جس نے یہ بات بادشاہ کے دل میں ڈالی کہ خداوند کے گھر کو جو یروشلم میں ہے آراستہ کرے اور بادشاہ اور اس کے مشیروں کے حضور اور بادشاہ کے سب عالی قدر سرداروں کے آگے اپنی رحمت مجھ پر کی اور میں نے خداوندا پنے خدا کے ہاتھ سے جو مجھ پر تھا تقویت پائی۔''

خدا کے فضل اور بادشاہ کے ہاتھ کا سہارا لے کر حضرت عزیر علیہ السلام کو چلنے کی تیاری کرنی تھی۔ بارش کے مہینے کی پہلی تاریخ کو آپؑ نے اہاوا نامی نہر کے کنارے خیمہ لگایا اور اسرائیل کے سرکردہ افراد کو جمع ہونے کا حکم دیا۔ آپؑ نے دیکھا کہ بنی لاوی میں سے کوئی حاضر نہیں ہوا ہے تو آپ نے ایک وفد تشکیل دیا اور اسے ''کسیفیا'' بھیجا (کسیفیا، جلاوطن یہودیوں کا مرکز تھا) اس وفد نے سردار سے ملاقات کی۔ سردار کی کوشش سے 40 لاوی اور ہیکل کے 220 خدمت گزار حضرت عزیر علیہ السلام کو میسر آ گئے۔ اب کل 1800 افراد تھے جو آپؑ کے ساتھ یروشلم جانے کے لیے یہاں جمع تھے۔ سونا چاندی اور قیمتی اجناس بھی تھیں۔ راستہ پرخطر اور طویل تھا۔ کوئی محافظ دستہ ساتھ نہ تھا کیونکہ حضرت عزیر علیہ السلام نے بادشاہ سے کوئی محافظ دستہ نہیں مانگا تھا۔ اپنی حفاظت کی دعا کے لیے آپؑ نے روزے کی منادی کی۔ تمام لوگ روزہ رکھیں اور اپنے بال بچوں اور اپنے مال کے لیے سیدھی راہ طلب کریں کیونکہ میں نے شرم کے باعث بادشاہ سے سپاہیوں کے جتھے اور سوار ان کے لیے درخواست نہ کی تھی تاکہ وہ راہ میں دشمن کے مقابلے میں ہماری مدد کریں کیونکہ ہم نے بادشاہ سے کہا تھا کہ ہمارے خدا کا ہاتھ بھلائی کے لیے ان سب کے ساتھ ہے جو اس کے طالب ہیں اور اس کا زور اور قہر ان سب کے

Marfat.com

خلاف ہے جو اسے ترک کرتے ہیں۔

اب آپؑ کو یروشلم کی جانب روانہ ہونا تھا۔ سفر کا آغاز نیسان کی بارہ تاریخ کو ہوا۔ ایک ہزار میل کا سفر ساڑھے تین ماہ میں طے ہوا۔ خدا کا ہاتھ ان کے ساتھ تھا جس نے انہیں دشمنوں اور راستے میں گھات لگانے والوں کے ہاتھ سے بچایا اور یہ قافلہ بہ حفاظت یروشلم پہنچ گیا۔ لادی اور کاہن جو خزانے اور ظروف بابل سے لائے تھے مقامی کاہنوں کی زیر نگرانی ہیکل میں جمع کرادیے گئے۔ اس کے بعد واپس آنے والے جلاوطنوں نے صحن میں بڑی تعداد میں قربانیاں چڑھائیں۔

ارتخشتا نے جو خط آپؑ کو دیا تھا اس کی نقول آپؑ نے باج گزار حاکموں اور گورنروں کے حوالے کیں۔ انہوں نے عہد کیا کہ وہ یہودی ریاست کے لیے ہر ممکن مدد فراہم کریں گے۔

ایک نبی کی حیثیت سے حضرت عزیر علیہ السلام کا کام انتظامی معاملات نہیں بلکہ بنی اسرائیل کی اصلاح تھا تاکہ اب ان سے کوئی ایسا کام سرزد نہ ہوجائے جو خدا کی ناراضی کا سبب بن جائے۔

اس کام کے لیے انہوں نے چند لوگوں کو مقرر کردیا جو تحقیق کرکے ایسی خامیوں کو تلاش کریں جن کی اصلاح ضروری ہو۔ چند ہی روز کی کوششوں سے ان لوگوں نے حضرت عزیر علیہ السلام کی توجہ ایک اہم مسئلے کی طرف دلائی۔

مقامی اہل کاروں نے بتایا: ''اسرائیلیوں نے بے دین اور بت پرست باشندوں سے بیاہ شادیاں کرکے خدا کا قصور کیا ہے۔ یہاں تک کہ ان میں مذہبی و سرکاری رہنما بھی شامل ہیں۔ مقدس نسل ان اطراف کی قوموں کے ساتھ خلط ملط ہوگئی اور سرداروں اور حاکموں کا ہاتھ اس بدکاری میں سب سے بڑھا ہوا ہے۔''

حضرت عزیر علیہ السلام کو اس خبر سے ایسا دکھ ہوا کہ آپؑ نے اپنے غصے اور قہر کے اظہار کے لیے اپنا پیراہن چاک کرلیا اور عالم پریشانی میں ہیکل کے صحن میں جا بیٹھے۔ سارے لوگ خوفزدہ ہوگئے کہ اس جلال اور غصے کا اثر نہ جانے کیا ہو۔ آپؑ کی دلداری کے لیے بہت سے لوگ آپؑ کے گرد گھیرا ڈال کر بیٹھ گئے۔ اس وقت تک کچھ بول نہیں سکتے تھے جب تک وہ خود بولنے کی ابتدا نہ کریں۔ شام ہوگئی۔ شام کی قربانی ہوچکی تو اسی شرمندگی کی حالت میں سر اٹھایا اور پھر گھٹنوں پر گرکر خدا کی طرف ہاتھ پھیلائے۔

''اے میرے خدا، میں شرمندہ ہوں اور تیری طرف اے میرے خدا اپنا منہ اٹھاتے مجھے لاج آتی ہے کیونکہ ہمارے گناہ بڑھتے بڑھتے ہمارے سر سے بلند ہوگئے اور ہماری خطا کاری آسمان تک پہنچ گئی ہے۔ اپنے باپ دادا کے وقت سے آج تک ہم بڑے خطا کار رہے اور اپنی بدکاری کے باعث اور ہمارے بادشاہ اور ہمارے کاہن اور ملکوں کے بادشاہوں اور تلوار اور اسیری اور غارت اور شرمندگی کے حوالے ہوئے ہیں جیسا آج کے دن ہے۔ اب تھوڑے دنوں سے خداوند ہمارے خدا کی طرف سے ہم پر فضل ہوا ہے اور اب اے ہمارے خدا، ہم اس کے بعد کیا کہیں کیونکہ ہم نے تیرے ان حکموں کو ترک کردیا ہے جو تو نے اپنے خادموں یعنی نبیوں کی معرفت فرمائے کہ وہ ملک جسے تم میراث میں لینے کو جاتے ہو اور ملکوں کی قوموں کی نجاست اور نفرتی کاموں کے سبب سے ناپاک ملک ہے کیونکہ انہوں نے اپنی ناپاکی سے اس کو اس سرے سے اس سرے تک بھردیا ہے اور اے خدا تو نے ہمارے گناہوں کے مقابلے میں بہت کم سزا دی ہے۔ کیا ہم پھر تیرے حکموں کو توڑیں اور ان قوموں سے ناتا جوڑیں جو ان نفرتی کاموں کو کرتی ہیں۔ کیا تو ہم سے ایسا غصہ نہ ہوگا کہ ہم کو نیست و نابود کردے۔''

جس وقت آپؑ یہ دعا فرمارہے تھے نہایت جذباتی ماحول ہوگیا اور لوگوں کو یہ احساس ہوا کہ ان کا پیغمبر ان کی خاطر کتنی پریشانی اٹھا رہا ہے۔ عورتوں، مردوں اور بچوں کی جو ایک بڑی جماعت وہاں جمع ہوگئی تھی، وہ سب لوگ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے۔

ایک سردار آگے بڑھا اور حضرت عزیر علیہ السلام سے کہنے لگا: ''ہم اپنے خدا کے گناہ گار تو ہوئے ہیں اور اس سر

Marfat.com

زمین کی قوموں میں سے اجنبی عورتیں بیاہ لی ہیں لیکن اب بھی بنی اسرائیل کے لیے امید ہے۔ خدا اب بھی انہیں معاف کرسکتا ہے اگر ہم عہد کریں کہ ان کی بیویوں اور ان کی اولادوں کو شریعت کے مطابق دور کریں گے۔''

انہوں نے کاندھے پکڑ کر حضرت عزیر علیہ السلام کو اٹھایا۔ آپؑ نے اسی وقت سردار کاہنوں اور لادیوں اور سارے اسرائیل سے قسم لی کہ وہ خدا سے عہد باندھیں گے اور اس کے مطابق عمل کریں گے۔ ان سب نے قسم کھائی۔

پورے ملک میں اعلان کیا گیا کہ تمام لوگ تین دن کے اندر اندر یروشلم میں جمع ہوں۔ جو حاضر نہیں ہوگا، اس کو قوم سے خارج کردیا جائے گا اور اس کا مال ومتاع ضبط کرلیا جائے گا۔

اس اعلان نے سب کو فکر مند کردیا تھا۔ بازار کے ہر چوک میں جہاں لوگ جمع ہوتے تھے یہی باتیں ہورہی تھیں کہ حضرت عزیر علیہ السلام نے جمع ہونے کا حکم کیوں دیا ہے، ہر شخص اپنی اپنی رائے کا اظہار کررہا تھا۔ اس میں ایک رائے یہ بھی تھی کہ حضرت عزیر علیہ السلام غیر قوموں سے شادیوں کے مسئلے پر بات کریں گے۔

نویں مہینے کی بیسویں تاریخ تھی۔ بارش بھی ہورہی تھی لیکن حضرت عزیر علیہ السلام کے حکم کی تعمیل لازمی تھی۔ ہر شخص گھر سے نکلا ہوا تھا۔ ہر راستہ ایک ہی طرف جارہا تھا۔ لوگ ہیکل کے سامنے بڑے چوک میں جمع ہورہے تھے۔ کچھ بارش، کچھ خوف سے کانپ رہے تھے کہ دیکھو کیا حکم جاری ہوتا ہے کیونکہ یہ مسئلہ سب کا تھا۔ بنی اسرائیل کے ہر گھر میں کوئی نہ کوئی اجنبی عورت ضرور تھی اور یہ خیال کیا جارہا تھا کہ حضرت عزیر علیہ السلام ان غیر قوم کی عورتوں سے الگ ہونے کا حکم دیں گے۔ ان کی عورتوں نے گھر سے نکلتے وقت انہیں روکا بھی تھا لیکن جائداد کی ضبطی کا سوال سامنے تھا پھر یہ یقین بھی نہیں تھا کہ واقعی یہ مسئلہ سامنے ہوگا۔ یہ معما اسی وقت حل ہوسکتا تھا جب حضرت عزیر علیہ السلام کا خطاب شروع ہو۔

حضرت عزیر علیہ السلام سامنے آئے اور ان سے مخاطب ہوئے ''تم نے خطا کی ہے اور اسرائیل کا گناہ بڑھانے کو اجنبی عورتیں بیاہ لی ہیں۔ پس خداوند اپنے باپ دادا کے خدا کے حضور اقرار کرو اور اس کی مرضی پر عمل کرو اور ان اجنبی عورتوں سے الگ ہوجاؤ۔''

انہیں یاد تھا کہ ان کے باپ دادا نے اپنے نبیوں اور کاہنوں کی باتیں نہیں مانی تھیں تو ان پر عذاب ٹوٹا تھا۔ جلاوطنی کا ایک طویل عذاب۔ اب انہیں اپنا وطن دوبارہ نصیب ہوا تھا۔ اب وہ یہ برداشت نہیں کرسکتے تھے کہ خدا ان سے خفا ہو اور ایک مرتبہ پھر کوئی ظالم بادشاہ ان پر مسلط کردیا جائے۔ انہوں نے چیخ چیخ کر حضرت عزیر علیہ السلام کی آواز میں آواز ملائی۔

''جیسا تو نے کہا ویسا ہی ہم کو کرنا لازمی ہے لیکن لوگ بہت ہیں اور اس وقت شدت کی بارش ہورہی ہے اور ہم باہر کھڑے نہیں رہ سکتے اور نہ یہ ایک دو دن کا کام ہے کیونکہ ہم نے اس معاملے میں بڑا گناہ کیا ہے۔ کوئی گھر اس سے خالی نہیں۔''

حضرت عزیر علیہ السلام نے اس وقت سب کو جانے دیا کیونکہ اس وقت تو سب سے عہد لینا منظور تھا۔ سب نے عہد کیا۔ چند آوازیں مخالفت میں بلند ضرور ہوئی تھیں لیکن بعد میں انہیں کوئی اہمیت نہیں ملی۔

برسات کے سبب لوگوں کو رخصت کردیا گیا۔ چنیدہ افراد اور یہودی مملکت کے مختلف حصوں کے نمائندہ افراد کی مدد سے حضرت عزیر علیہ السلام نے تین ماہ تک قصوروار افراد کے معاملات کی تفتیش کی۔

مخلوط شادیوں کے قصوروار لوگوں مین بارسوخ اور معتبر افراد بھی شامل تھے۔ فہرست میں 114 نام تھے جن میں متعدد کاہن اور لادری بھی شامل تھے۔ قصوروار کاہنوں میں اٹھارہ سردار کاہن یشوع کے قریبی رشتہ دار تھے۔ وہ زربابل کے ساتھ واپس آئے تھے۔ ان قصورواروں نے دل سے قسم کھائی کہ ان شادیوں کو منسوخ کردیں گے۔ اس عہد کے لیے انہوں نے خطا کی قربانی کا مینڈھا چڑھایا۔

☆......☆......☆

Marfat.com

جب بخت نصر نے بیت المقدس کو تباہ کر ڈالا اور بنی اسرائیل کے لوگوں کو بھیڑ بکریوں کی طرح ہنکا کر بابل لے گیا تو نہ صرف بڑے پیمانے پر قتل و غارت گری کا بازار گرم کیا بلکہ توریت کے تمام نسخوں کو بھی جلا کر خاک کر دیا تھا۔ اب بنی اسرائیل کے پاس نہ تو اس مقدس کتاب کا کوئی نسخہ باقی بچا تھا اور نہ کوئی حافظ تھا جس کو اول سے آخر تک توریت یاد ہو۔ اسیری کے پورے دور میں یہ قوم اپنی کتاب سے محروم رہی لیکن جب یہ اسیری ختم ہوئی اور یہ لوگ بیت المقدس میں دوبارہ آباد ہوئے تو انہیں یہ فکر ہوئی کہ توریت کو کہاں سے حاصل کریں۔ حضرت عزیر علیہ السلام کی اصلاحی تحریک نے اس ضرورت کو اور بھی شدید کر دیا۔ زندگی گزارنے کے لیے قدم قدم پر حضرت موسیٰ کی شریعت کی ضرورت پڑتی تھی۔ یہ خدشہ بڑھنے لگا تھا کہ اگر یہ کتاب غائب رہی تو غلط روایات رواج پا جائیں گی اور قوم بے دین ہوتی چلی جائے گی۔ قوم کے افراد بار بار آپؑ کے پاس آ رہے تھے کہ ہم نے ہیکل کو دوبارہ تعمیر کر لیا لیکن اللہ کی کتاب کہاں سے لائیں جسے ہیکل کی زینت بنائیں اور اپنے دلوں میں آباد کریں اور اس کے مطابق اپنی زندگیاں گزاریں۔

توریت کے گم ہو جانے کا آپؑ کو بھی سخت افسوس تھا۔ اس افسوس میں آپؑ ہر وقت آنسو بہاتے رہتے تھے۔ ایک روز اسی طرح غم کی حالت میں بیٹھے تھے کہ ایک شخص آپؑ کے پاس آیا اور آپؑ کے رونے کا سبب پوچھنے لگا۔

''اے عزیرؑ، آپ کیوں رو رہے ہیں؟''

''اللہ تعالیٰ کی کتاب ضائع ہونے پر رو رہا ہوں۔ وہ کتاب ہمارے پاس تھی لیکن ہمارے گناہوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ہم سے ناراض ہو گیا۔ اس نے ہمارے دشمن کو ہم پر مسلط کر دیا جس نے ہمارے مردوں کو قتل کیا ہمارے شہروں کو تباہ کیا اور ہماری کتاب کو آگ لگا دی۔ اب اس کے بغیر ہم اپنی دنیا و آخرت کیسے سنوار سکتے ہیں۔ اگر میں اس پر نہیں روؤں گا تو کس صدمے پر میرے آنسو بہیں گے۔''

''کیا آپؑ چاہتے ہیں کہ وہ کتاب آپؑ کو واپس مل جائے؟''

''چاہتا تو یہی ہوں لیکن اس کی صورت کیا ہوگی؟''

''صورت بھی نکل ہی آئے گی۔ ابھی چلے جاؤ۔ روزہ رکھو کل اسی جگہ آنا۔''

حضرت عزیر علیہ السلام واپس چلے آئے۔ روزہ رکھا، اپنے جسم اور کپڑوں کو پاک کیا اور پھر اگلے روز اسی جگہ پر تشریف لے آئے اور وہاں بیٹھ گئے۔ وہی شخص دوبارہ آیا۔ یہ شخص دراصل اللہ تعالیٰ کا بھیجا ہوا فرشتہ تھا۔ اس کے پاس پانی سے بھرا ہوا برتن تھا۔ اس نے برتن کا پانی حضرت عزیر علیہ السلام کو پلایا جس کی وجہ سے توریت آپؑ کے سینے میں آ گئی۔

بعض اسرائیلی روایات میں ہے کہ جس وقت انہوں نے بنی اسرائیل کو جمع کیا اور اعلان کیا کہ وہ توریت کو دوبارہ مرتب کریں گے تو کسی کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ یہ مشکل کام کس طرح سرانجام پائے گا۔ یہ تو حضرت موسیٰ کی طاقت سے بھی باہر ہے کہ پوری توریت زبانی لکھوا دیں۔ اسی وقت لوگوں نے یہ منظر حیرت سے دیکھا کہ آسمان سے دو نورانی شہاب زمین کی طرف آئے اور پھر یہ دونوں شہاب حضرت عزیر علیہ السلام کے سینے میں اتر گئے۔ لکھنے والے چاروں طرف بٹھا دیے گئے تھے۔ انہوں نے بولنا شروع کیا اور لکھنے والے لکھتے گئے۔ کئی شب و روز کی محنت کے بعد توریت کا صحیفہ دوبارہ مرتب ہو گیا۔

اس کارنامہ عظیم نے یہوداہ کو بے حد متاثر کیا۔ اتنا متاثر کیا کہ وہ حضرت عزیر علیہ السلام کو خدا کا بیٹا کہنے لگے۔ ان کا خیال تھا کہ توریت کو دوبارہ مرتب کرنا کسی انسان کے بس کی بات نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے یہ کام اپنے بیٹے کے ذریعے انجام دیا۔

پہلے چند لوگوں کا یہ خیال تھا اور پھر اس میں اور لوگ شامل ہوتے چلے گئے۔ حضرت عزیر علیہ السلام اور دوسرے انبیا شرک کے جس زہر سے اس قوم کو بچانے کے لیے کوشاں تھے، ایک مرتبہ پھر یہ زہر ان میں سرایت کرنے لگا۔ حضرت عزیر

Marfat.com

علیہ السلام کے دنیا سے اٹھتے ہی حضرت عزیر علیہ السلام کے بت تیار ہونے لگے اور پرستش کی جانے لگی اور ایک گروہ ضرور ایسا پیدا ہوگیا جو حضرت عزیر علیہ السلام کو ''ابن اللہ'' یعنی خدا کا بیٹا کہنے اور ان کے بت کی پرستش کرنے لگا۔ ان کے اس خیال کی تردید قرآن نے ان الفاظ میں کی۔

''اور یہودیوں نے کہا، عزیر اللہ کا بیٹا ہے اور عیسائیوں نے کہا، مسیح اللہ کا بیٹا ہے، یہ ان کی باتیں ہیں محض ان کی زبانوں سے نکالی ہوئی۔ ان لوگوں نے بھی ان ہی کی سی بات کی جو اس سے پہلے کفر کی راہ اختیار کر چکے ہیں۔ ان پر اللہ کی لعنت، یہ کدھر جا رہے ہیں۔''

قرآن مجید کے اس اعلان پر کہ عزیر علیہ السلام کو یہود خدا کا بیٹا کہتے ہیں آج کے بعض یہودی عالم یہ اعتراض کرتے ہیں کہ ہم تو حضرت عزیر علیہ السلام کو خدا کا بیٹا نہیں مانتے اس لیے قرآن کا یہ دعویٰ غلط ہے مگر ان علمائے یہود کا یہ اعتراض بھی اپنے پیش روؤں کی طرح حقیقت چھپانے پر مبنی ہے ورنہ تو وہ جانتے ہیں اور ان کے علاوہ ہر وہ شخص جانتا ہے جس نے ممالک اسلامیہ کی سیر و سیاحت کی ہے اور اس کی اقوام عالم کے مذاہب کی تحقیق سے دلچسپی رہی ہو کہ آج بھی نواح فلسطین میں یہود کا ایک فرقہ موجود ہے جو حضرت عزیر علیہ السلام کو خدا کا بیٹا مانتا ہے اور رومن کیتھولک عیسائیوں کی طرح ان کا مجسمہ بنا کر ان کے ساتھ وہی معاملہ کرتا ہے جو خدا کے ساتھ ہونا چاہیے۔ (قصص القرآن)

یہی وہ زمانہ ہے جب حضرت یرمیاہ علیہ السلام طویل نیند یا عارضی موت سے بیدار ہوئے۔ آپ کی نیند کا واقعہ اس وقت پیش آیا تھا جب بخت نصر نے یروشلم کو لوٹنے کے بعد انہیں اپنے ساتھ لے جانا چاہا تھا لیکن آپ نے اس کے ساتھ جانے سے انکار کر دیا تھا۔ آپ کو بہ ذریعہ وحی مطلع کیا گیا تھا کہ یروشلم کو دوبارہ آباد کیا جائے گا۔ آپ کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا تھا کہ یروشلم تو کھنڈر بن چکا اب اسے کون آباد کرے گا۔ یہ آباد ہو بھی گیا تو میں اسے دیکھنے کے لیے کب زندہ رہوں گا۔ آپ انہی خیالوں میں غرق اجڑے ہوئے شہر سے نکل کر قبرستان میں چلے گئے تھے۔ آپ نے اپنے گدھے کو ایک درخت سے باندھا۔ اپنے ساتھ لایا ہوا کھانا سرہانے رکھا اور سونے کے لیے لیٹ گئے۔ سونے کے لیے لیٹے تھے تو صبح کا وقت تھا۔ آنکھ کھلی تو غروب آفتاب کا منظر تھا۔

ندا آئی۔ ''تم کتنی دیر سوئے؟''

آپ نے جواب دیا۔ ''ایک دن یا اس سے کچھ زیادہ۔''

جواب آیا۔ ''نہیں، تم سو سال بعد سو کر اٹھے ہو۔ ذرا اپنے گدھے کی طرف دیکھو جو گل سڑ چکا ہے اور پھر اپنے کھانے کی طرف دیکھو جو تر و تازہ ہے۔ یہ ہماری قدرت ہے۔ اب تم دیکھو ہم کس طرح ہڈیوں پر گوشت چڑھاتے ہیں۔''

حضرت یرمیاہ علیہ السلام نے دیکھا کہ ان کے گدھے کے ڈھانچے پر گوشت چڑھنے لگا اور پھر اس میں جان پڑ گئی۔ آپ کو یاد آ گیا کہ آپ نے یہ خیال کیا تھا کہ یروشلم کو کون آباد کرے گا اور ہڈیوں پر گوشت کیسے چڑھے گا؟ آپ نے سی وقت توبہ کی اور اقرار کیا کہ بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ آپ گدھے پر سوار ہوئے اور شہر کی طرف آئے تو یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ پورا شہر آباد ہو چکا ہے۔ بڑی بڑی عمارتیں بن گئی ہیں۔ دکانیں کھلی ہوئی ہیں۔ لوگ چل پھر رہے ہیں۔

سورۂ بقر میں ایک واقعہ بیان ہوا ہے۔

''اور کیا تم نے اس شخص کا حال نہ دیکھا جس کا ایک بستی پر گزر ہوا جو اپنی چھتوں سمیت زمین پر ڈھیر تھا تو وہ کہنے لگا۔ اس بستی کی موت کے بعد اللہ تعالیٰ کس طرح اس کو زندگی دے گا پس اللہ نے اس شخص پر سو برس کی موت طاری کر دی اور پھر زندہ کر دیا۔ اللہ نے دریافت کیا، تم یہاں کتنی مدت پڑے رہے۔ اس نے جواب دیا ایک دن یا دن کا بعض حصہ۔ اللہ نے کہا۔ ایسا نہیں ہے بلکہ تم سو برس تک اس حالت میں رہے۔ تم اپنے کھانے پینے کی چیزوں کو دیکھو کہ وہ بگڑی تک نہیں اور پھر اپنے گدھے کو دیکھو اور (یہ سب کچھ اس لیے ہوا) تاکہ ہم تم کو لوگوں کے لیے ''نشان'' بنائیں اور اب تم دیکھو

Marfat.com

کہ کس طرح ہم ہڈیوں کو ایک دوسرے پر چڑھاتے اور آپس میں جوڑتے ہیں اور پھران پر گوشت چڑھاتے ہیں۔
قرآن مجید نے اس ہستی کا نام ذکر نہ فرمایا۔ بس اتنا کہا کیا تم نے اس شخص کا حال نہ دیکھا۔ اس لیے بعض لوگوں نے اس واقعے کو حضرت یرمیاہ علیہ السلام سے منسوب کیا جب کہ بعض نے فرمایا یہ ہستی حضرت عزیر علیہ السلام تھے۔
اسحٰق بن بشر کئی طریق سے روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ حضرت عزیر علیہ السلام وہی شخص ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے سو سال تک مارے رکھا پھر اٹھایا۔ اس واقعے کو وہ اس طرح فرماتے ہیں۔
''حضرت عزیر علیہ السلام ایک دن اپنی زمین کی طرف نکلے۔ واپسی میں ایک ویرانے میں ٹھہر گئے کیونکہ گرمی سخت تھی۔ آپ اپنے گدھے پر سوار اس ویرانے میں داخل ہوئے تو گدھے سے اترے اور آپ کے ساتھ کھانے کا ٹوکرا تھا جس میں انجیر تھے اور دوسرے ٹوکرے میں انگور تھے پھر اپنے ساتھ موجود پیالہ نکالا اور انگور اس میں نچوڑے پھر خشک روٹی نکالی اور اس کو مشروب میں ڈال دیا تاکہ کچھ نرم ہو جائے تو کھالیں۔ کچھ دیر کے لیے سیدھے لیٹ گئے۔ جس عمارت میں آپ قیام فرما تھے وہ بوسیدہ ہو چکی تھی اور اس کے رہنے والے مرکھپ چکے تھے۔ بے اختیار آپ کے دل میں یہ خیال آیا۔
''اللہ کیسے ان کو موت کے بعد زندہ فرمائے گا۔'' یہ خیال آنا تھا کہ آپ پر موت طاری ہو گئی اور سو سال تک سوئے رہے۔
جب سو سال کامل بیت چکے اور اس درمیان بنی اسرائیل میں بہت سے واقعات اور حادثات رونما ہوئے اور پھر آپ کی موت زندگی میں بدل گئی۔
فرشتے نے آپ سے پوچھا۔ ''کتنا عرصہ ٹھہرے؟''
فرمایا۔ ''ایک دن یا دن کا کچھ حصہ۔''
فرشتے نے کہا۔ ''نہیں بلکہ آپ سو سال تک ٹھہرے ہیں۔''
آپ کے دل میں اس مدت کے انکار کا خیال پیدا ہوا تو فرشتے نے کہا۔ ''آپ میری بات کو غلط سمجھ رہے ہیں تو ذرا اپنے گدھے کی طرف دیکھ لیجئے۔''
دیکھا تو اس کی ہڈیاں تک بوسیدہ ہو چکی تھیں۔ فرشتے نے ہڈیوں کو حکم دیا تو وہ ہر طرف سے اکٹھی ہو کر اٹھ کر ایک جگہ اکٹھی ہو گئیں اور جڑ گئیں اور عزیرؑ دیکھتے رہے۔ پھر ان پر رگیں چڑھیں اور پٹھے بنے پھر گوشت چڑھا پھر ان پر بال اور کھال تک آ گئے پھر فرشتے نے اس پر پھونک ماری تو گدھا آسمان کی جانب اپنا سر اور کان اٹھا کر آوازیں نکالتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔ آپ اس گدھے پر سوار ہوئے اور شہر میں تشریف لائے تو کسی نے بھی آپ کو نہ پہچانا۔ ایک اندھی بڑھیا بیٹھی تھی جس کی عمر ایک سو بیس سال تھی۔ آپ نے اس سے پوچھا کیا یہ عزیر کا گھر ہے؟ یہ سنتے ہی اس بڑھیا کے آنسو جاری ہو گئے اور بولی میں نے اتنے سالوں سے کسی کے منہ سے عزیر کا ذکر نہیں سنا۔ اب تو لوگ انہیں بھول ہی گئے۔ حضرت عزیر علیہ السلام نے فرمایا، میں ہی عزیر ہوں۔ بڑھیا نے جواب دیا۔ ''یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ عزیر کو گم ہوئے سو سال ہو چکے۔ اس وقت میں بیس سال کی جوان لڑکی تھی اور اب ایک سو بیس کی ہو چکی ہوں۔''
آپ نے پھر اصرار کیا کہ میں ہی عزیر ہوں۔ اس بڑھیا نے کہا۔
''عزیر تو مستجاب الدعوات تھے جو دعا مانگتے تھے قبول ہوتی تھی۔ اگر آپ عزیرؑ ہیں تو میرے لیے دعا کیجئے کہ میری بصارت لوٹ آئے۔ میں دیکھنے لگی تو دیکھ کر بتاؤں گی کہ آپ عزیرؑ ہیں یا نہیں۔'' آپ نے اس کے حق میں دعا کی تو اس کی بینائی لوٹ آئی اور فوراً پکار اٹھی۔
''میں گواہی دیتی ہوں کہ آپ ہی عزیر ہیں۔'' پھر بڑھیا چل کر بنی اسرائیل کے محلے میں ان کی ایک محفل میں پہنچی اور سب کو اطلاع دی۔ سب لوگوں نے دیکھا اور پہچانا تو پھر بنی اسرائیل نے کہا ہمارے اندر کوئی تورات کا حافظ نہیں لہٰذا آپ ہمارے لیے تورات کو لکھ کر دکھایئے پھر آپ ایک درخت کے سائے میں تشریف فرما ہوئے اور بنی اسرائیل کے لوگ

Marfat.com

آپؑ کے گرد بیٹھ گئے۔ اتنے میں آسمان سے دو شعلے اترے اور آپؑ کے شکم مبارک میں داخل ہو گئے اور آپؑ کو تورات خوب یاد آ گئی پھر آپؑ نے نئے سرے سے ان کو تورات لکھوا دی۔

راویوں نے یہ رائے بیان ضرور کی ہے لیکن یہ واقعہ حضرت یرمیاہ علیہ السلام سے منسوب معلوم ہوتا ہے، حضرت عزیر علیہ السلام سے نہیں کیونکہ وہ اسرائیلیوں کے ساتھ بابل میں رہے، وہیں منصب نبوت سے سرفراز ہوئے اور یروشلم کی تعمیر میں رکاوٹ ڈالنے والوں کے خلاف دارا اور اردشیر کے درباروں میں جس وفد نے کوششیں کیں ان میں بھی یہ پیش پیش رہے۔ غرض بنی اسرائیل کی اسیری بابل سے لے کر رہائی اور بیت المقدس کی تعمیر تک بنی اسرائیل کے ساتھ نظر آتے ہیں لہٰذا سو سال کے لیے وہ کب غائب ہوئے؟

کہا جاتا ہے کہ حضرت عزیر علیہ السلام نے تورات کی تجدید عراق کے اندر دیر حزقیلؑ میں کی تھی اور اسی نواح کے ایک قریہ سائرہ آباد میں آپؑ کی وفات ہوئی اور یہیں دفن کیا گیا۔

Marfat.com

حضرت ذکریا علیہ السلام

دوپہر کا وقت تھا۔ دھوپ نے گھر میں ڈیرے ڈالے ہوئے تھے۔ تپش سے بچنے کے لیے کمروں کے آگے ٹاٹ کے پردے ڈال کر انہیں پانی سے تر کر دیا گیا تھا۔ حنہ زوجہ عمران کام دھندوں سے نمٹ کر آرام کرنے کی غرض سے بستر پر دراز ہونا ہی چاہتی تھیں کہ چڑیا کی چوں چوں نے ان کی توجہ اپنی طرف مبذول کر لی۔ گردن کو بلند کیا تو گھونسلے پر نظر پڑی۔ ایک چڑیا اپنے دو بچوں کو چوگا دے رہی تھی۔ بچے منہ کھولے چوں چوں کر رہے تھے۔ چڑیا کبھی ایک بچے کے کھلے منہ میں اپنی چونچ رکھ دیتی کبھی دوسرے بچے کے منہ میں۔ یہ ایسا دلچسپ مشغلہ تھا کہ حنہ کی پلکیں جھپکنا بھول گئیں۔ وہ آہستہ سے بستر پر بیٹھیں۔ اس احتیاط سے کہ چڑیا اڑ نہ جائے۔ پھر اسی احتیاط سے اپنے دونوں پاؤں بستر پر رکھ لیے اور اس منظر سے لطف اندوز ہونے لگیں۔ یا اللہ! تیری کیا قدرت ہے۔ اس کم عقل پرندے کو بھی معلوم ہے کہ یہ میرے بچے ہیں، بھوکے ہیں اور ان کا پیٹ بھرنا میری ذمے داری ہے۔ ان بچوں کو بھی معلوم ہوگا کہ یہ میری ماں ہے۔

چڑیا کو کسی خطرے کا احساس ہوا اور وہ اڑ گئی۔ بچے کچھ دیر منہ کھولے چوں چوں کرتے رہے اور پھر گھونسلے کے اندر چلے گئے یہ امید ان کے ساتھ رہی ہوگی کہ ماں پھر آئے گی اور دانہ کھلائے گی۔

حنہ کے لیے یہ منظر کسی دلچسپ تماشے کی طرح تھا لیکن چڑیا کے اڑتے ہی ان کی دبی ہوئی خواہش گھونسلے کے اردگرد پہرا دینے لگی۔ میں تو اس چڑیا سے بھی گئی گزری ہوں۔ یہ دو دو بچوں کی ماں ہے اور میری جوانی اس آرزو میں گزر گئی کہ میری کوئی اولاد ہو۔ میں بھی اسے گلے سے لگاؤں۔ یہ ذمے داری محسوس کروں کہ مجھے اس کا پیٹ بھرنا ہے۔ کتنی خاموشی ہے اس گھر میں، میری اولاد ہوتی تو میرا کتنا دل لگا رہتا۔ افسوس! اب یہ سوچنے سے بھی کیا فائدہ۔ میں تو جوانی میں بانجھ تھی۔ اب تو بڑھاپا آ گیا۔ میرے شوہر عمران بھی ستر سال کی عمر سے آگے بڑھ گئے۔ اب تو اولاد کی حسرت ہی کی جا سکتی ہے اولاد کہاں۔

حنہ زوجہ عمران کی ہر شادی شادہ عورت کی طرح اولاد کی آرزو تھی لیکن جوانی کی چھاؤں گزر چکی تھی اور بڑھاپے کی دھوپ اپنا قد نکال چکی تھی لیکن یہ آرزو پوری نہیں ہوئی تھی۔ اب تو یہ خیال بھی کسی بھولے ہوئے خواب کی طرح دل میں آتا تھا لیکن اس چڑیا اور اس کے بچوں کو دیکھ کر دل میں ایسی تڑپ ہوئی کہ بستر سے اٹھ کر بیٹھ گئیں۔ دل چاہا کہ کسی کو اپنا دکھ سنائیں۔ عمران بھی اس وقت گھر پر نہیں تھے کہ ان سے کچھ کہہ سن لیتیں۔ یہی جی میں سمائی کہ اپنی بہن الیشع کے گھر جا کر اپنا دکھ ہلکا کر لیں۔ وہ بھی ان کی طرح بانجھ تھیں لہٰذا دونوں ایک دوسرے کا دکھ سمجھ سکتی تھیں۔ وہ الیشع کے گھر پہنچیں تو ان کے بہنوئی حضرت زکریا علیہ السلام گھر کے باہر اپنے کام میں مصروف تھے۔ وہ ہر پیغمبر کی طرح اپنی روزی اپنے ہاتھ سے کماتے تھے۔ بڑھئی کا کام کرتے تھے۔ اس وقت بھی دروازے کی چوکھٹ بنانے میں مشغول تھے۔

''الیشع، میں بہت پریشانی میں تیرے پاس آئی ہوں۔ آج مجھے شدت سے اپنی بے اولادی کا دکھ ہو رہا ہے۔''

''میں خود اسی بھنور میں پاؤں ڈالے بیٹھی ہوں۔ نہ جانے ہم دونوں کی قسمت میں کیا ہے۔ ہر دعا پوری ہو جاتی ہے یہی دعا پوری نہیں ہوتی۔ اب تو میرے شوہر کو بھی فکر ہونے لگی ہے۔ وہ سوچنے لگے ہیں کہ اگر اولاد ہوتی تو ان کے بعد اس قوم کی ہدایت پر کمربستہ ہوتی۔ ان کے بعد یہ قوم گمراہی اور انتشار کا شکار ہو جائے گی۔ کون ہوگا جو اس قوم کو راہِ راست پر رکھے۔ تم کیا سمجھتی ہو، یہ دکھ کیا کم ہے۔''

Marfat.com

''میرے شوہر کو بھی یہی فکر دامن گیر رہتی ہے۔ اب تک تو وہ بطور کاہن ہیکل (صخرہ بیت المقدس) کی مذہبی رسوم ادا کرتے ہیں۔ اگر اولاد ہوتی تو یہ منصب اسے منتقل ہو جاتا مگر اب تو یہ اعزاز دوسروں کو منتقل ہو جائے گا۔ ہم اس اعزاز سے محروم رہیں گے۔''

''بھلا بتاؤ تو میرے اور تمہارے شوہر، حضرت سلیمان علیہ السلام بن داؤد علیہ السلام کی ذریت میں سے ہیں۔ ہم خود ہارون علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں۔ تمہارے شوہر ہیکل کے تمام کاہنوں کے سردار، میرے شوہر جلیل القدر پیغمبر اور ہم دونوں اولاد سے خالی۔ کیا یہ روشن خاندان یونہی اندھیروں میں گم ہو جائے گا جیسے آسمان سے ستارہ ٹوٹتا ہے اور اندھیروں میں گم ہو جاتا ہے۔ کیا اس خاندان کا معزز سفر ہم دونوں تک آ کر رک گیا ہے۔ ہائے، میں نے بیٹا جنا ہوتا تو وہ پیغمبر ہوتا۔''

''الیشع، تیری آنکھوں میں تو مجھ سے بھی زیادہ آنسو ہیں۔ میں تو آئی تھی تسلی کے دو بول سننے۔ تو نے تو مجھے بھی رلا دیا۔''

''بس بہن، بستی کی عورتیں ہمیں بانجھ کہتی ہیں۔ ہم پر ہنستی ہیں لیکن اللہ سے ناامید ہونا بھی اچھا نہیں۔ میں تو تمہیں بھی یہی نصیحت کرتی ہوں کہ اس سے مانگتی رہو۔''

''اب کیا مانگنا۔ جوانی کی عمر تو ڈھل گئی۔ بیج کے بغیر بھی کہیں کھیتی ہوتی ہے۔''

''اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ وہ تمہاری جوانی لوٹا بھی سکتا ہے۔ بغیر بیج کے بھی کھیتی پیدا کر سکتا ہے۔''

''ہاں الیشع، شاید تم ٹھیک کہتی ہو، ہمیں فیصلہ خداوند پر چھوڑ دینا چاہیے۔''

دونوں بہنیں بڑی دیر تک باتیں کرتی رہیں۔ پھر حنہ نے جانے کی اجازت مانگی اور اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ کچھ کچھ اندھیرا ہونے لگا تھا۔ بیت المقدس میں نماز کی تیاری ہو رہی تھی۔ وہ وہاں سے گزری تو اس نے لوگوں کو ہیکل میں جاتے ہوئے دیکھا۔ نماز اس کے شوہر عمران کو پڑھانی تھی کیونکہ وہ کاہن تھا۔ اسے نماز کے بعد گھر آنا تھا۔ حنہ نے سوچ لیا تھا کہ اس کا شوہر گھر آئے گا تو وہ اس سے اس بارے میں کچھ نہیں کہے گی۔ خوامخواہ اسے پریشان کیوں کرے۔

نماز کے بعد عمران بن ناشی گھر پہنچے تو بیوی کو معمول سے زیادہ خوش دیکھا۔ وہ عام دنوں سے زیادہ ان کی خدمت میں لگی ہوئی تھیں۔ حنہ نے سوچ لیا تھا کہ وہ کوئی بات نہیں نکالیں گی لیکن عجیب بات ہوئی کہ آج عمران یہی ذکر نے بیٹھے۔

''حنہ، اگر میرا بھی ایک بیٹا ہوتا تو کتنا اچھا ہوتا۔ میں اب نماز بھی بڑی مشکل سے پڑھا پاتا ہوں۔ میرا بیٹا جوان ہوتا تو میری جگہ وہ لیتا۔''

''شاید خدا کی مصلحت اسی میں ہو۔''

''ہاں یہی سوچ کر تو صبر کر لیتا ہوں۔ اب تو اس سے مانگ مانگ کر بھی تھک گیا۔''

''کیا خبر وہ کب کی سن لے۔ آج رات اس سے پھر مانگ کر دیکھتے ہیں۔''

وہ دونوں نماز کے لیے کھڑے ہو گئے۔ رات کا دامن دعاؤں کی قینچی سے کاٹتے رہے۔ یہاں تک کہ سورج نے شب کے گریبان سے باہر جھانکا۔ حنہ کو یوں لگا جیسے دعا قبول ہو گئی ہے۔ دل کو ایسا اطمینان کبھی نہیں ہوا تھا جو وہ اس وقت محسوس کر رہی تھیں۔ چڑیا وقت سے پہلے اپنے گھونسلے میں آ گئی تھی۔ اس کے بھوکے بچے اسے گھونسلے کے دروازے پر ہی لے کر بیٹھ گئے تھے۔ ان کے منہ کھلے ہوئے تھے اور چڑیا انہیں دانہ چگا رہی تھی۔

حضرت حنہ کو اس دن کے بعد سے بار بار یہ احساس ہو رہا تھا جیسے ان کی دعا قبول ہو گئی ہے۔ جیسے انہیں کوئی خوش خبری ملنے والی ہے۔ وہ خواب بھی ایسے ہی دیکھ رہی تھیں۔ وہ بار بار دیکھ رہی تھیں کہ کوئی فرشتہ ہے جو ان کے پاس آیا ہے اور ان سے کہہ رہا ہے، مبارک، مبارک، ہو! تم وہ خوشی پانے والی ہو جس کا حصول جوانی میں ہوتا ہے۔ وہ یہ خواب اپنے شوہر کو سناتیں تو وہ بھی مبارک باد دیتے کہ تمہیں بارگاہ خداوند سے انعام ملنے والا ہے۔ ہمیں اور تو سب کچھ میسر ہے، اولاد کی طرف سے دامن خالی ہے۔ یہ خواب اس کی طرف اشارہ کر رہا ہے۔ حنہ حیران تھیں کہ بڑھاپے میں جوانی کا انعام ملنے کی

Marfat.com

کیا صورت ہوگی۔

یہ سب بشری اندیشے تھے جن سے وہ دو چار تھیں۔ ادھر ان کی دعا کو مقبولیت کا اعزاز مل چکا تھا۔ مشیت ایزدی نے طے کرلیا تھا کہ عمران کی زوجہ حنہ کو دولت اولاد سے نوازا جائے گا۔ آپ دن رات دعائیں مانگ رہی تھیں۔

''پروردگار! مجھے اولاد عطا کر کہ وہ ہماری آنکھوں کا نور اور دل کا سرور بنے۔''

آخر دعا نے قبولیت کا جامہ پہنا اور چند مہینے بعد آپ نے محسوس کیا کہ آپ حاملہ ہیں۔ وہ رات کتنی مبارک تھی جب حضرت عمران اور حضرت حنہ برابر برابر بستروں پر استراحت فرمائے ہوئے تھے۔ حضرت حنہ نے آپ کو مخاطب کیا۔

''آپ کو میں ایسی خوش خبری کیوں نہ سناؤں جس کی خوشی آپ کی روح تک میں اتر جائے۔''

''تم تو ایسی نیک بیوی ہو کہ میں نے تمہارے منہ سے ہمیشہ خوشی کی خبریں سنی ہیں۔ دوسری عورتوں کی طرح شکایت تو تمہاری زبان پر کبھی آئی ہی نہیں۔''

''یہ خبر ایسی ہے کہ مقدس فرشتوں نے مجھے سنائی ہے۔''

''کیا پھر کوئی خواب دیکھ لیا؟''

''خواب کی تعبیر دیکھ لی ہے۔ اللہ نے ہماری سن لی ہے۔ میں ماں بننے والی ہوں۔ اب ہمیں بے اولادی کے طعنے کوئی نہیں دے گا۔''

حضرت عمران بستر سے اٹھ کر بیٹھ گئے۔ ''اچھی طرح تصدیق ہوگئی ہے؟''

''تصدیق کے بعد ہی کہہ رہی ہوں۔ میں نے منت مان لی ہے کہ جو بچہ پیدا ہوگا اس کو ہیکل (مسجد اقصیٰ) کی خدمت کے لیے وقف کردوں گی۔''

بنی اسرائیل کی مذہبی رسوم میں یہ رسم بہت مقدس سمجھی جاتی تھی کہ وہ اپنی اولاد کو ہیکل کی خدمت کے لیے وقف کردیں۔ یہ خدمت گار ہی بڑے ہوکر کاہن بنتے تھے۔

''یہ نذر مان کر تم نے بہت بڑی نیکی کی ہے۔ خدا کا شکر ہے کہ اس نے مجھے وارث دیا جو میرے بعد کاہن کے فرائض انجام دے گا ورنہ میں تو یہ سوچنے لگا تھا کہ میرے بعد یہ سلسلہ میرے خاندان سے جاتا رہے گا۔''

اگلے دن حضرت حنہ اپنی بہن کے گھر گئیں۔ ان کے چہرے پر شادمانی کی تحریریں صاف پڑھی جارہی تھیں۔ باتوں میں احساس فکر کی چہک صاف سنائی دے رہی تھی۔

''کیا بات ہے آج بہت خوش نظر آرہی ہو؟'' الیشع نے کہا۔

''میں تو ہمیشہ ہی اللہ کا شکر ادا کرتی ہوں۔ خوش رہتی ہوں۔''

''مگر آج کچھ زیادہ ہی خوش ہو۔ تم گھر میں داخل ہوئی تھیں تو میں نے دیکھ لیا تھا۔ تمہارے پاؤں زمین پر نہیں پڑ رہے تھے۔''

''وہی تو بتانے آئی ہوں۔''

''تو جلدی بتاؤ نا، دیر کس بات کی ہے۔''

''اللہ نے ہماری سن لی ہے۔ میرے گھر اولاد ہونے والی ہے۔''

''یہ کیسے۔ تمہارے میاں بوڑھے ہو چکے ہیں، تم بانجھ، پھر یہ کیسے؟'' الیشع نے بہن کو گلے لگاتے ہوئے کہا۔

''خداوند جو چاہے کرسکتا ہے۔''

''یہ تو ہے۔ دیکھو وہ میری کب سنتا ہے۔''

''میں نے تو منت بھی مان لی ہے کہ ہونے والے بچے کو ہیکل کی خدمت کے لیے وقف کردوں گی۔''

Marfat.com

''ہاں بہن! یہ مقدس عبادت بھی تمہارے نصیب میں لکھی تھی۔ میں تو اولاد سے محروم ہوں۔''
خبر خوشی کی تھی۔ الیشع خوش بھی ہوئی تھیں لیکن وہ اندر کی کیفیت کو چھپانے پر قادر نہیں تھیں۔ محرومی کی سیاہی چہرے پر اتر آئی تھی۔ یہ محرومی ہمیشہ سے تھی لیکن اس کا احساس ایسا نہیں ہوا تھا۔ بہن کی طرف دیکھ کر دل کو تسلی سی ہو جاتی تھی کہ اس محرومی کا شکار ایک میں ہی نہیں ہوں لیکن اب بہن نے خوش خبری سنائی۔ دل کا سارا درد چہرے پر آ گیا۔ وہ خود کو بھری دنیا میں اکیلی محسوس کرنے لگیں۔ دونوں بہنیں ایک جگہ بیٹھ کر اپنا دکھ بانٹ لیا کرتی تھیں، اب وہ اس سے بھی گئیں۔''
حضرت حنہ جتنی دیر بیٹھی رہیں الیشع ان سے باتیں تو کرتی رہیں لیکن ان کا ذہن کہیں اور تھا۔ مایوسی ایک ایک لفظ سے ظاہر ہو رہی تھی۔ وہ بہ مشکل اپنے جذبات پر قابو پانے میں کامیاب ہوئی تھیں کہ کہیں بہن یہ نہ سمجھ لے کہ خوشی کی اتنی بڑی خبر سن کر جل گئیں۔
حنہ اٹھ کر گئیں تو دبے ہوئے کئی جذبات آنکھوں میں اتر آئے۔ اسی کیفیت میں بیٹھی تھیں کہ حضرت زکریا علیہ السلام تشریف لے آئے۔ بات ہی ایسی تھی کہ بتائے بغیر نہیں رہ سکتی تھیں۔
''ابھی میری بہن حنہ آئی تھی۔''
''بھائی عمران بھی مجھے ملے تھے۔ وہی خوش خبری سنا رہے تھے جو تم مجھے سنانے والی ہو۔''
''اللہ نے ان کی سن لی۔ کاش! ہمارا بھی کوئی وارث ہوتا۔''
''تم خود ہی دیکھ لو۔ خدا نے ان کی سن لی، کیا ہماری نہیں سنے گا؟''
''اب کب سنے گا۔ ہم تو بڑھاپے کی عمر میں داخل ہو رہے ہیں۔''
''کیا حنہ اور عمران بوڑھے نہیں ہیں۔ جس اللہ نے انہیں نوازا ہے وہی ہمیں بھی نوازے گا۔''
''میں تو اب ناامید ہونے لگی ہوں۔ آج حنہ آئی تھی، کتنا فخر تھا اس کے چہرے پر۔''
''تمہارے منہ سے مایوسی کی بات اچھی نہیں لگتی۔ لوگوں کو ہنسنے کا موقع نہ دو۔ اللہ کی رحمت سے مایوس مت ہو۔''
''میں مایوس نہ بھی ہوں تو بھی میرا دکھ تو قائم رہے گا۔ میں حنہ کے سامنے شرمندہ تو رہوں گی۔''
''جو کام اپنے اختیار میں نہیں اس پر شرمندہ ہونے سے کیا حاصل۔ دعا کرتی رہو۔ سننے والا سن ہی لے گا۔''
وہ اس وقت تو خاموش ہو گئیں لیکن بہن سے جب بھی ملاقات ہوتی محرومی کا یہ دکھ ان کے چہرے سے ظاہر ہونے لگتا۔ آخر حنہ بھی ان کی اس کیفیت کو سمجھنے لگیں۔ وہ بھی انہیں تسلی دیتی رہتی تھیں کہ جس طرح اللہ نے میری سن لی تمہاری بھی ایک دن ضرور سنے گا۔
جیسے جیسے دن گزرتے جا رہے تھے محرومی کا یہ دکھ بڑھتا ہی جا رہا تھا۔ حضرت زکریا علیہ السلام جب بھی گھر تشریف لاتے الیشع یہی تذکرہ لے کر بیٹھ جاتیں۔ حضرت زکریا علیہ السلام بھی آخر انسان تھے۔ وہ چاہے ظاہر نہ کرتے ہوں لیکن بے اولادی کا دکھ انہیں بھی تھا۔ اس تذکرے میں وہ بھی بیوی کے ساتھ ہو جاتے۔ انہیں بھی عمران پر رشک ہو رہا تھا کہ اس کا وارث دنیا میں آنے والا ہے۔ بات پھر یہیں ختم ہوتی کہ اللہ کی رحمت سے مایوس نہیں ہونا چاہیے۔
عمران بن ناشی نہایت نیک نفس تھے۔ زہد و عبادت کی وجہ سے عزت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔ حنہ بنت فاقود بھی نہایت خدا ترس خاتون تھیں اور دمشق کی عورتوں میں بہت مقبول تھیں۔ یہ بات جیسے ہی مشہور ہوئی کہ یہ میاں بیوی اولاد کی نعمت سے فیض یاب ہونے والے ہیں، مبارک بادوں کے پیغام آنے لگے۔ وہ دونوں جوانی کی حدود سے نکل گئے تھے۔ اس لیے بھی یہ بات ان کی نیک نیتی پر مبذول کی جاتی تھی۔ ہر عام و خاص کی زبان پر تھا کہ یہ اللہ کی خاص دین ہے بلکہ معجزہ ہے جو اس گھرانے کی سعادت مندی کے طفیل حاصل ہوا ہے۔ عمران کی عزت و تکریم میں مزید اضافہ ہو گیا۔
اللہ کی حکمت سے اللہ ہی واقف ہوتا ہے۔ حنہ ابھی حاملہ ہی تھیں کہ ان کے شوہر عمران کا انتقال ہو گیا۔ انہیں اولاد

Marfat.com

کی کتنی خواہش تھی۔ انہی کی دعاؤں سے حنہ حاملہ ہوئی تھیں لیکن اولاد کے دنیا میں آنے سے قبل ہی وہ رخصت ہو گئے۔

حنہ بنت فاقود کے لیے اس سے بڑا کوئی اور صدمہ نہیں ہوسکتا تھا لیکن صبر کے سوا چارہ بھی نہیں تھا، ان کی خوشی کچھ دن کے لیے ماند ضرور پڑ گئی لیکن ولادت کے دن اتنے قریب آ گئے تھے کہ سوگ منانے کی فرصت ہی نہیں تھی۔ انہوں نے اتنا ضرور کیا کہ اپنی بہن کو اپنے پاس بلا لیا کہ ان کی سنگت سے وقت بھی کٹ جائے گا اور وہ زچگی میں بھی ان کی مدد کر دیں گی۔

جب مدت حمل پوری ہوگئی اور ولادت کا وقت قریب آ پہنچا تو حنہ کو معلوم ہوا ان کے بطن سے لڑکی پیدا ہوئی ہے۔

حنہ کو تو اولاد چاہیے تھی، لڑکا یا لڑکی کی قید نہیں تھی لیکن انہیں اس وقت یہ افسوس ہوا کہ وہ اپنی نذر کیسے پوری کریں گی کیونکہ ہیکل میں لڑکے نذر کیے جاتے تھے نہ کہ لڑکیاں۔ ہیکل کی پوری تاریخ میں ایسا نہیں ہوا تھا اور نہ اب ہوسکتا تھا۔

''وہ وقت یاد کرو جب عمران کی بیوی نے کہا۔ خدایا! میں نے نذر مان لی ہے کہ میرے پیٹ میں جو (بچہ) ہے وہ تیری راہ میں آزاد ہے۔ پس تو میری جانب سے قبول فرما۔ بے شک! تو سننے والا اور جاننے والا ہے۔ پھر جب اس نے جنا تو کہنے لگی، پروردگار! میرے لڑکی پیدا ہوئی ہے۔ اللہ خوب جانتا ہے جو اس نے جنا ہے اور لڑکی لڑکا یکساں نہیں ہیں (یعنی ہیکل کی خدمت لڑکی نہیں کرسکتی لڑکا کرسکتا ہے) اور میں نے اس کا نام مریم رکھا ہے اور میں اس کو شیطان کے فتنے سے تیری پناہ میں دیتی ہوں۔''

اللہ تعالیٰ نے ان کے افسوس کو یہ کہہ کر بدل دیا کہ ہم نے تیری لڑکی ہی کو قبول کیا اور اس کی وجہ سے تمہارا خاندان بھی معزز اور مبارک قرار پایا۔

حنہ نے لڑکی کا نام مریم رکھا تھا۔ سریانی میں اس کے معنی ''خادم'' کے ہیں چونکہ یہ ہیکل کی خدمت کے لیے وقف کر دی گئی تھیں۔ اس لیے یہ نام موزوں سمجھا گیا۔

یہ بچی جن منتوں سے دنیا میں آئی تھی انہیں مرادوں سے اس کی پرورش ہونے لگی۔ حنہ بنت فاقود کو یہ احساس ہمیشہ دامن گیر رہتا تھا کہ یہ ہیکل کی امانت ہے۔ سن شعور تک پہنچنے کے بعد اس کے بارے میں جانے کیا فیصلہ ہو۔ میری آنکھوں کے سامنے رہتی بھی ہے یا نہیں۔ اس لیے آپ ایک پل کے لیے اسے آنکھوں سے اوجھل نہیں ہونے دے رہی تھیں۔ رات رات بھر اسے پہلو میں لٹا کر جاگتی رہتیں کہ نہ معلوم کب اسے دودھ کی ضرورت پڑ جائے۔ اس کے رونے سے پہلے اسے دودھ مل جانا چاہیے۔

برآمدے کے ایک کونے میں کسی چڑیا نے پھر گونسلا بنا لیا تھا۔ دن میں کئی مرتبہ چڑیا وہاں آتی اور اپنے بچوں کو دانہ چگا کر اڑ جاتی۔ اس منظر کو دیکھ کر اب آپ کو کسی محرومی کا احساس نہیں ہوتا تھا بلکہ برابری کا احساس ہوتا کہ اب میں بھی اس لائق ہوں کہ اپنی بچی کو دودھ پلا سکوں، پھر ایک دن انہوں نے دیکھا کہ وہ بچے اتنے بڑے ہو گئے ہیں کہ گھونسلے سے باہر نکل سکتے ہیں۔ ان کی پرواز ابھی اتنی بلند نہیں ہوئی تھی کہ کہیں دور جا سکیں۔ ادھر ادھر بیٹھ کر پھر گھونسلے میں چلے جاتے تھے لیکن پھر ان کے پروں میں اتنی طاقت آ گئی کہ پہلے ایک اڑا پھر دوسرا اڑ گیا۔ اس روز انہیں مریم سے جدائی کا شدت سے احساس ہوا۔ اسی طرح ایک دن مریم میرے پاس سے چلی جائے گی۔ یہ لڑکی ہے۔ کس طرح ہیکل میں رہے گی۔ وہاں تو سب مرد ہوتے ہیں۔ اتنے مردوں کے درمیان اکیلی لڑکی کیسے رہے گی۔ اس کی تو شادی بھی نہیں ہوسکتی۔ دنیا داری بھی ترک کرنی پڑے گی۔ بہت دیر تک ان خیالوں میں الجھی رہیں پھر اس خیال سے سوچنا چھوڑ دیا کہ یہ سوچنا میرا کام نہیں۔ میں تو اسے اللہ کی راہ میں آزاد کر چکی۔ ہیکل سلیمانی میں ایک لڑکی کی کتنی گنجائش ہے، یہ سوچنا تو وہاں کے معزز کاہنوں کا کام ہے یا اس کے خالو حضرت زکریا علیہ السلام درمیان کی کوئی راہ نکالیں گے۔

انہوں نے یہ فکر ذہن سے جھٹک دی تھی لیکن خدا کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ مریم ابھی صغیر سن ہی تھیں کہ حنہ کو اللہ نے اپنے پاس بلا لیا۔ اب اس گھر میں کوئی نہیں رہ گیا جو اس ننھی سی جان کی پرورش کرتا اور اس کا کفیل بنتا لہٰذا ہیکل کی خدمت

Marfat.com

گاری سے قبل ہی کفالت کا مسئلہ اٹھ کھڑا ہوا۔

حضرت زکریا علیہ السلام کی زوجہ حضرت الیشع چونکہ خالہ تھیں لہٰذا وہ اس بچی کو اپنے پاس لے آئیں۔ وہ چونکہ بے اولاد تھیں اس لیے اس بچی کا وجود انہیں خدائی نعمت سے کم معلوم نہیں ہوا۔ پیاری سی بچی مل گئی اور وہ بھی مرحومہ بہن کی نشانی۔

''دیکھو، اللہ نے ہماری کیسی سنی۔ میری گود کب سے سونی پڑی تھی۔ اللہ نے میری سن لی۔ اب ہمارے آنگن میں بھی روشنی اتر آئے گی۔ آپ تو محنت اور تبلیغ میں گھر سے باہر ہی رہتے ہیں، اس کی پیاری پیاری باتوں سے میرا جی بہلا رہے گا۔''

وہ خود ہی خود باتیں کیے جا رہی تھیں۔ حضرت زکریا علیہ السلام کسی سوچ میں گم بیٹھے تھے جیسے انہیں بیوی کی رائے سے اختلاف ہو۔

''آپ کیا سوچنے لگے۔ یہ ہم پر بوجھ تھوڑی بنے گی۔ اللہ نے اس کھلونے کو یہاں بھیجا ہے تو اس کا رزق بھی وہی اتارے گا۔''

''نیک بخت! میں تو کچھ اور ہی سوچ رہا تھا۔''

''کیا بات ہے، مجھے نہیں بتاؤ گے؟''

''میں تو یہ سوچ رہا ہوں کہ یہ بچی ہیکل کی امانت ہے۔ کاہنوں اور سرداروں کی مرضی کے بغیر ہم نے اسے اپنے پاس رکھا تو انہیں اعتراض نہ ہو۔''

''انہیں کیوں اعتراض ہوگا۔ یہ میری بہن کی بیٹی ہے۔ اس کی دے داری مجھ پر ہے۔ ہاں یہ سن شعور کو پہنچ جائے گی تو میں اپنی بہن کی قسم کو ضرور پورا کروں گی۔ اسے ہیکل کے نمائندوں کے حوالے کر دوں گی یا اس وقت تک جو بھی فیصلہ ہو۔''

حضرت زکریا علیہ السلام نے اس دلیل کو قبول کر لیا۔ دراصل وہ خود بھی یہی چاہتے تھے کہ مریم ان کے پاس رہے۔ کچھ اندیشے تھے جو ان کے دل میں جمع ہو رہے تھے۔ بیوی کی گفتگو نے ان اندیشوں کو بھی رفع کر دیا۔

مریم کے آجانے سے گھر کی صورت ہی بدل گئی۔ وہ مہیب سناٹا جو ہر وقت گھر میں پھیلا رہتا تھا چہل پہل میں بدل گیا۔ محلے کی عورتیں مریم کو دیکھنے کے لیے گھر میں آنے جانے لگیں۔ حضرت زکریا علیہ السلام جب اپنے کاموں سے نمٹ کر گھر آتے تو دیر تک اس سے کھیلتے رہتے تھے۔ دونوں میاں بیوی کو گفتگو کا نیا موضوع مل گیا۔ جب بھی فرصت ملتی، مریم کے مستقبل کے بارے میں باتیں کرتے رہتے۔

حضرت مریم چونکہ ایک مقدس گھرانے سے تعلق رکھتی تھیں اور پھر ان کے والد ہیکل کے سب سے بڑے کاہن رہ چکے تھے اس لیے ہر کاہن کی خواہش تھی کہ مریم کی کفالت کی سعادت اسے حاصل ہو۔ انہیں جب معلوم ہوا کہ حضرت زکریا علیہ السلام مریم کو اپنے گھر لے گئے ہیں اور وہ بھی کاہنوں کی اجازت کے بغیر تو انہوں نے اس فعل کو پسند نہیں کیا۔ پہلے تو آپس میں گفت و شنید ہوتی رہی پھر یہ طے ہوا کہ حضرت زکریا علیہ السلام کو بلا کر ان سے بات کی جائے۔

تمام سردار اور کاہن ہیکل میں جمع ہوئے اور حضرت زکریا علیہ السلام کو طلب کر لیا گیا۔ حضرت زکریا علیہ السلام کو معلوم تھا کہ ایک دن یہ نوبت ضرور آئے گی اس لیے انہیں اپنی طلبی پر ذرا بھی تعجب نہیں تھا۔ وہ نہایت اعتماد کے ساتھ ہیکل میں داخل ہوئے۔ وہ اپنی قوم کو راہ راست پر لانے کے لیے ہزاروں خطبے دے چکے تھے۔ مخالفین ان پر اعتراضات کرتے چلے آئے تھے۔ یہ کوئی پہلا موقع نہیں تھا کہ وہ اپنے مخالفوں میں گھرے ہوئے تھے۔ ان میں چند وہ مفسد بھی تھے جو آپؑ کے خطبوں کے درمیان آوازے کستے رہتے تھے۔ آپؑ نے کسی کی پروا نہیں کی اور اپنے رتبے کی مناسبت سے بڑے کاہن کے پہلو میں تشریف فرما ہو گئے۔

''زکریا (علیہ السلام) ہم نے سنا ہے، تم نے مریم بنت عمران کو اپنی کفالت میں لے لیا ہے؟''

Marfat.com

''آپ حضرات نے بالکل ٹھیک سنا ہے۔ وہ اس وقت بھی میرے گھر میں ہے۔''
''کیا تمہیں نہیں معلوم تھا کہ وہ ہیکل کی امانت ہے۔ اس کی ماں نے منت مانی تھی۔''
''ابھی وہ صغیر سن ہے۔ ایک چھوٹی بچی ہیکل کی کیا خدمت کر سکتی ہے۔ ابھی تو اس کی کفالت کا مسئلہ ہے کیونکہ وہ یتیم ہے۔''
''یہ ہمارے امام کی بیٹی ہے۔ اس کا کفیل میں بنوں گا۔'' بڑے کاہن نے کہا۔
''ہم میں سے ہر ایک اس سعادت کا خواہاں ہے اور آپ نے کسی سے پوچھا تک نہیں۔''
''صاحبو! مجھے اللہ نے اپنا پیغمبر منتخب کیا ہے اور پھر میں مریم کا خالو بھی ہوں اس لیے اس کی کفالت کا پہلا حقدار میں ہوں، آپ سب لوگ بعد میں آتے ہیں۔''
''یہ ہیکل کا معاملہ ہے۔ آپ اس کے خالو ہیں یہ آپ کے گھر کا معاملہ ہے۔ آپ تو مریم کے معاملے میں برابر کے شریک ہیں یعنی جتنا حق آپ کا ہے اتنا ہی ہمارا ہے۔''
''تمام انسان کبھی برابر نہیں ہوتے۔''
''برابر نہ ہوں لیکن ان کے مطالبے برابر کے ہو سکتے ہیں۔''
اس مسئلے پر اتنا شور مچا کہ کان پڑی آواز سنائی نہیں دیتی تھی۔ ہر ایک کا مطالبہ تھا کہ مریم کی کفالت اسے سونپی جائے۔ جب یہ جھگڑا زور پکڑ گیا اور لوگ دست و گریباں ہونے لگے تو ایک بوڑھا کاہن اپنی جگہ سے اٹھا اور شور کرنے والوں کے درمیان آ کھڑا ہوا۔
''اب یہ دن آ گیا ہے کہ ہم اپنی تاریخ بھی بھول گئے ہیں۔ کیا تم نہیں جانتے کہ جب کئی لوگوں کا ایک ہی مطالبہ ہو تو قرعہ اندازی کی جاتی ہے۔ آپس میں جھگڑنے سے کیا فائدہ۔ جو معروف طریقہ ہے اس کے مطابق قرعہ ڈال لو، پھر جس کا نام نکل آئے وہی مریم کا کفیل بن جائے۔''
جذبات میں گرفتار لوگوں کو ہوش آ گیا۔ تاسف کرنے لگے کہ اس کا خیال انہیں پہلے کیوں نہیں آیا۔ انہوں نے بوڑھے کاہن کا شکریہ ادا کیا اور قرعہ ڈالنے پر تیار ہو گئے۔
رواج کے مطابق پتلی پتلی شاخوں کے قلم تراشے گئے۔ ہر اس شخص کا نام ان قلموں پر لکھ دیا گیا جو قرعہ اندازی میں شریک ہونے کا خواہش مند تھا۔ ایک نابالغ بچے کو بلایا گیا۔ تمام قلم ایک جگہ رکھ کر بچے کو حکم دیا۔ اس نے ایک قلم اٹھایا۔ اس پر حضرت زکریا علیہ السلام کا نام لکھا ہوا تھا لیکن لوگوں نے مطالبہ کیا کہ قرعہ اندازی دوبارہ کی جائے۔ یہ عمل دہرایا گیا۔ اللہ کا کرنا کہ اس مرتبہ بھی حضرت زکریا علیہ السلام کا قلم باہر نکل آیا۔ اصول کے مطابق کفالت کا فیصلہ ہو گیا تھا لیکن لوگوں کی تشفی اب بھی نہیں ہوئی۔ انہوں نے یہ فیصلہ ماننے سے انکار کر دیا۔ اب جھگڑا اس بات پر تھا کہ فیصلہ ہو چکا تو اسے مانا کیوں نہیں جا رہا ہے۔ لوگ دو حصوں میں بٹ گئے۔ کچھ کہتے تھے فیصلہ حضرت زکریا علیہ السلام کے حق میں ہو چکا ہے۔ کچھ کہتے تھے ہم اس فیصلے کو نہیں مانتے۔ ضرور کوئی چالاکی کی گئی ہے۔ جھگڑا پھر کشت و خون کی نوید سنانے لگا۔ بوڑھا کاہن پھر درمیان میں آ گیا۔
''میری ایک تجویز ہے۔ اپنے قلموں کو نہر میں ڈالا جائے۔ پھر جس کا قلم نہر کے پانی کی مخالف سمت چلے تو وہ شخص کامیاب شمار ہو گا۔''
اس تجویز کو سب نے قبول کیا اور یہ طے ہوا کہ صبح تمام لوگ نہر کے کنارے جمع ہو جائیں کیونکہ اب رات ہو چکی ہے اندھیرے میں کچھ نظر نہیں آئے گا۔
حضرت زکریا علیہ السلام گھر پہنچے تو آپ کی زوجہ بے چینی سے انتظار کر رہی تھیں۔ آپؑ کو دیکھتے ہی مریم کو گود سے

Marfat.com

اتارا اور آپؑ کے پاس آ کر بیٹھ گئیں۔

''آپؑ کو کیوں بلایا تھا، کیا بات ہوئی؟''

''وہی بات تھی جس کا مجھے اندیشہ تھا۔ ہیکل کے کاہنوں کو یہ بات ناگوار گزری ہے کہ مریم کو ہم نے اپنی کفالت میں لے لیا ہے۔''

''واہ! یہ کیا بات ہوئی۔ ہمارے گھر کے معاملے میں دخل دینے والے وہ کون ہوتے ہیں۔ میری بہن کی بیٹی ہے میرے پاس ہی رہے گی۔''

''تمہاری بہن نے چونکہ منت مان لی تھی اس لیے وہ سمجھتے ہیں یہ ہیکل کی امانت ہے۔ اس کی کفالت کا مسئلہ بھی مشاورت سے طے کیا جائے۔''

''پھر کیا طے ہوا؟''

''کل صبح نہر میں قلم ڈالے جائیں گے۔ جس کا قلم نہر کے پانی کے مخالف چلے گا وہ کامیاب سمجھا جائے گا۔''

''اگر ایسا نہیں ہوا۔ آپؑ کے قلم نے نافرمانی کی تو کیا مریم کسی اور کی کفالت میں چلی جائے گی؟''

''فیصلہ تو مجھے ماننا ہوگا لیکن مجھے یقین ہے کہ خداوند یہ فیصلہ میرے حق میں کرے گا۔''

''کچھ بھی ہو جائے، میں مریم کو کسی کے حوالے نہیں کروں گی۔''

حضرت زکریا علیہ السلام نے وہ پوری رات عبادت میں گزار دی۔ اللہ کو اپنی بے اولادی یاد دلا کر مریم کو اپنے لیے مانگتے رہے اور صبح ہوتے ہی نہر کے کنارے پہنچ گئے۔ رات بھر میں یہ خبر پورے دمشق میں پھیل چکی تھی۔ لہٰذا امیدواروں کے علاوہ ایک بڑی تعداد عام لوگوں کی بھی جمع ہوگئی جن میں عورتیں اور بچے بھی شامل تھے۔ بڑا دلچسپ تماشا تھا۔ دیکھنا تھا کہ قرعہ فال کس کے نام نکلتا ہے، کون مریم کا کفیل بنتا ہے۔

جب تمام امیدوار آ چکے تو ایک کاہن نے تمام قلم جمع کر لیے۔ ''میں یہ تمام قلم اللہ کا نام لے کر پانی میں چھوڑتا ہوں۔ قدرتی بات تو یہ ہے کہ تمام قلم پانی کے ساتھ بہنے لگیں گے مگر جسے اللہ کی تائید حاصل ہوگی اس کا قلم مخالف سمت میں بہے گا۔ یہی ہمارا عقیدہ ہے۔ سب کو یہ فیصلہ ماننا ہوگا۔''

اس اعلان کے بعد ہجوم پر خاموشی طاری ہوگئی۔ نتیجے کے انتظار میں سب ہی چپ سادھے کھڑے تھے کہ کاہن نے سارے قلم ایک ساتھ دریا کے حوالے کر دیے۔ تمام قلم اس طرف دوڑ پڑے جس طرف پانی کا بہاؤ تھا لیکن کچھ ہی دیر بعد ایک قلم الگ ہوا اور مخالف سمت بہنے لگا۔ ایک لڑکے کو پہلے ہی تیار کر لیا گیا تھا۔ اس نے ڈبکی لگائی اور وہ قلم نکال لایا۔ اس پر حضرت زکریا علیہ السلام کا نام لکھا ہوا تھا۔ خاموش ہجوم کو زبان مل گئی۔ خوشی سے چیخنے لگے، نعرے لگانے لگے۔

''زکریا (علیہ السلام) نے یہ قلم اپنے ہاتھ سے تراشا ہے، وہ ایک ماہر بڑھئی ہے، اس نے قلم کو اس انداز سے تراشا ہے کہ ہمیشہ پانی کے بہاؤ کی مخالف سمت میں چلے گا۔ یہ بے ایمانی ہے۔ ہم اسے نہیں مانتے۔'' جو امیدوار ناکام ہوئے تھے انہوں نے چیخ چیخ کر کہنا شروع کر دیا۔

جب شور کچھ کم ہوا تو حضرت زکریا علیہ السلام کی آواز خاموشی کے غلاف سے باہر نکلی۔ ''اے میری قوم کے لوگو! تمہیں ہرگز یہ نہیں چاہیے تھا کہ میری نیت پر شک کرو جب کہ اللہ نے مجھے مریم کا کفیل مقرر کر دیا۔ تم اس کھلے فیصلے کو قبول کر لو۔''

''زکریا! بس بہت ہو چکی۔ ہم تمہاری چالاکی سمجھ گئے ہیں۔ تمہاری خطابت کے جوہر ہم بہت دیکھ چکے ہیں۔ کوئی اور تجویز ہو تو پیش کرو، ورنہ ہم آپس میں مقابلہ کیے لیتے ہیں۔ تمہارا نام شامل ہی نہیں کرتے۔''

''تمہارا یہی کہنا ہے نا کہ میں نے قلم ایسا تیار کیا ہے جو بہاؤ کی مخالف سمت چلتا ہے؟''

''ہاں، اس میں کیا شک ہے۔''

Marfat.com

''میں جب بھی اپنا قلم ڈالوں گا، مخالف سمت میں چلے گا۔''

''بے شک!''

''تو پھر پہلی تجویز کو الٹ دیتے ہیں۔ اس مرتبہ جس کا قلم مخالف سمت چلا، وہ ناکام۔''

''ہمیں منظور ہے۔''

''مگر دیکھو اس مرتبہ مکر نہ جانا۔ اللہ کے فیصلے کو تسلیم کر لینا۔''

''ہمیں تسلیم ہے۔''

حضرت زکریا علیہ السلام نے تمام قلم جمع کیے اور دریا میں ڈال دیے۔ خدا کی شان کہ سب کے قلم پانی کی مخالف سمت میں چل پڑے اور حضرت زکریا علیہ السلام کا قلم پانی کی رو کے ساتھ بہہ پڑا۔

اس مرتبہ کسی کے پاس اعتراض کی کوئی گنجائش نہیں تھی۔ کاہنوں نے جب یہ دیکھا کہ اس معاملے میں حضرت زکریا علیہ السلام کے ساتھ تائید غیبی ہے تو انہوں نے بخوشی اس فیصلے کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا اور اس طرح یہ سعید امانت حضرت زکریا علیہ السلام کے سپرد کر دی گئی۔

''اس واقعے کی گواہی کے لیے قرآن یوں لب کشا ہوتا ہے۔

''اے محمد ﷺ تم ان کے پاس موجود نہ تھے جب وہ اپنے اپنے قلم (قرعہ کے لیے) ڈال رہے تھے کہ ان میں سے کون شخص مریم کی کفالت کرے اور نہ تم ان کے پاس تھے جب وہ مریم کی کفالت کے معاملے میں جھگڑ رہے تھے۔''

الیشع کو تو جیسے دو جہانوں کی دولت مل گئی ہو۔ اب انہیں یہ فخر بھی ہو رہا تھا کہ وہ اس دولت کو جیت کر گھر میں لائے ہیں۔ حضرت زکریا علیہ السلام بھی بے خوش تھے۔

وقت کے ساتھ ساتھ بچی ان دونوں میاں بیوی سے مانوس ہوتی جا رہی تھی۔ الیشع بھی جیسے یہ بھول ہی گئی تھیں کہ مریم ان کی بیٹی نہیں ہے۔ یہ خیال بھی نہیں آتا تھا کہ کوئی اسے ان سے چھین بھی سکتا ہے۔

ایک روز حضرت زکریا علیہ السلام حسب معمول ہیکل گئے۔ عبادت سے فارغ ہونے کے بعد کئی کاہنوں نے انہیں گھیر لیا اور مریم کا ذکر لے بیٹھے۔

''زکریا (علیہ السلام) کئی سال گزر گئے۔ اب تو مریم ماشاء اللہ جوان ہو چکی ہوگی۔ اس کی منت پوری کرنے کے بارے میں آپ نے کیا سوچا ہے؟''

''میں اس کی خالہ سے بات کر لوں۔ اس کے بعد سوچوں گا کہ کیا کرنا ہے۔''

''اس کی خالہ تو آپ کی زوجہ محترمہ ہیں۔ حکم تو آپ ہی کا چلتا ہوگا یا اب عورتیں بھی ان معاملات میں دخل اندازی کرنے لگی ہیں۔''

''عورتیں بھی عقل رکھتی ہیں۔ مشورہ تو ان سے بھی کرنا چاہیے۔ خاص طور پر ایسے وقت جب معاملہ ایک لڑکی کا ہو۔''

''لڑکی ہو یا لڑکا، منت تو پوری کرنی ہے۔''

''میں نے کب انکار کیا ہے۔ منت تو پوری کرنی ہے۔''

حضرت زکریا علیہ السلام نے ان کاہنوں سے جان چھڑائی اور جلدی جلدی گھر کی طرف روانہ ہوئے۔ آج انہیں شدت سے احساس ہو رہا تھا کہ مریم پرائی ہے، ان کی اولاد نہیں۔ اے اللہ! تو ہمیں اولاد سے کب نوازے گا۔ یہ جملہ ادا کرتے ہوئے انہیں یہ خیال ہی نہیں رہا کہ وہ گھر میں داخل ہو چکے ہیں اور اپنی بیوی کے سامنے کھڑے ہیں۔

''آپ کیوں شکوہ کر رہے ہیں۔ مریم ہماری ہی تو اولاد ہے۔ خداوند نے ہمیں اولاد دے تو دی ہے۔''

''ہماری اولاد ہوتی اور ہم نے یہ منت نہ مانی ہوتی تو ہم سے جدا ہی کیوں ہوتی۔''

Marfat.com

''جدا کہاں سے ہوگئی۔ جانوروں کو چارہ تک وہ ڈالتی ہے۔ میرا ہاتھ بٹانے لگی ہے۔ ادھر ادھر کہیں ہوگی۔ ابھی آ ہی جاتی ہے۔''

''اب تم اپنا کام خود کرنے کی عادت ڈالو۔ مریم اب ہمارے پاس نہیں رہے گی۔''

''آج آپ کیسی باتیں کر رہے ہیں۔''

''تمہیں معلوم ہے، آج میں ہیکل گیا تھا تو کیا قصہ ہوا؟''

''کیا ہوا؟''

''سارے لوگ تقاضا کر رہے تھے، پوچھ رہے تھے کہ مریم کی منت کا کیا ہوا۔''

''کہہ دینا یہ منت ہم نے نہیں مانی تھی۔ اب نہ بھائی عمران اس دنیا میں ہیں نہ حنہ بہن۔''

''میں نے کہا تھا مگر وہ نہیں مانتے۔ ان کا کہنا ہے، تم کفیل ہو امانت تو وہ عمران ناشی اور حنہ کی ہے اور ان دونوں نے فیصلہ کیا تھا کہ وہ اس بچی کو ہیکل کی خدمت کے لیے وقف کر دیں گے۔ اب وہ اس قابل ہوگئی ہے کہ مسجد میں جھاڑو دے سکے، پانی بھر کے لا سکے۔ تم اسے ہیکل کے حوالے کر دو۔''

''وہ اگر لڑکا ہوتی تو الگ بات تھی۔ لڑکی ہو کر ہیکل میں کیسے رہے گی۔ اتنے مردوں میں ایک جوان لڑکی۔ یہ بھی کوئی بات ہوئی، کبھی ایسا ہوا ہے۔''

''میں سب کچھ کر کے دیکھ لوں گا لیکن مجھے معلوم ہے وہ نہیں مانیں گے۔''

دونوں میاں بیوی بڑی دیر تک سر جوڑے باتیں کرتے رہے۔ اب الیشع کو بھی اپنی خالی گود شدت سے یاد آ رہی تھی۔ اب وہ بھی کہہ رہی تھیں، اے اللہ! تو ہمیں اولاد کب دے گا۔

تقاضے بڑھتے جا رہے تھے۔ اب عام لوگ بھی راستے میں روک روک کر حضرت زکریا علیہ السلام سے پوچھ رہے تھے کہ وہ اس منت کو کب پورا کر رہے ہیں جو حنہ بنت فاقود نے مانی تھی۔

جب تقاضے برداشت سے باہر ہوگئے اور لوگ کھلے عام یہ کہتے نظر آنے لگے کہ زکریا خود کو پیغمبر کہتے ہیں اور خیانت کا شکار ہو رہے ہیں۔ اگر انہوں نے منت پوری نہیں کی تو اللہ پوری بستی پر عذاب مسلط کر دے گا۔ ہمیں ان کا احتساب کرنا چاہیے اور ایک روز واقعی کچھ لوگ ان کے گھر کے سامنے جمع ہوگئے۔ آپؑ کی کریم النفسی اور خوش خلقی مشہور تھی، اس وقت بھی آپؑ کے ماتھے پر بل تک نہیں آیا۔ حالانکہ وہ لوگ آپ کو برا بھلا کہہ رہے تھے۔

''آپ سب لوگ ہیکل میں جمع ہو جائیں۔ میں وہیں آتا ہوں۔''

''اگر آپ نہ آئے؟''

''اس سے پہلے تم نے میری کوئی وعدہ خلافی دیکھی ہے؟''

''ہاں دیکھی ہے۔'' ایک شخص نے کہا۔ ''میں نے ایک دروازہ بنوایا تھا۔ تم نے ایک دن کا وعدہ کر کے دوسرے دن بنا کر دیا تھا۔''

''ہاں مجھ سے یہ ہوا تھا کیونکہ میں بیمار تھا لیکن انہیں یہ تو بتاؤ کہ میں نے اس وعدہ خلافی کے عوض تم سے اجرت نہیں لی تھی۔''

وہ شخص شرمندہ ہو کر بھیڑ سے نکل گیا۔ اسے دیکھ کر کچھ اور لوگ واپس ہوئے اور پھر مجمع چھٹ گیا۔ ان سب کا رخ ہیکل کی طرف تھا۔ جہاں کچھ دیر بعد حضرت زکریا علیہ السلام پہنچنے والے تھے۔

حضرت زکریا علیہ السلام ہیکل پہنچے تو لوگوں کی بھیڑ وہاں جمع تھی۔ کاہن بھی آ گئے تھے۔ لوگوں کی بھیڑ کے ساتھ ساتھ یہ کاہن بھی آپؑ سے مطالبہ کر رہے تھے کہ مریم کو نذر کے مطابق ہیکل کے سپرد کیا جائے۔

Marfat.com

''مجھے منت پوری کرنے میں کوئی عذر نہ ہوتا اگر عمران بن ناشی کے گھر لڑکا پیدا ہوا ہوتا۔'' حضرت زکریا علیہ السلام نے مجمع کو مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔''ہیکل کی تاریخ گواہ ہے کہ یہاں خدمت گار کے طور پر کوئی لڑکی کبھی نہیں رہی۔''

''حنہ نے منت مانی تھی اس کا کیا ہوگا؟'' مجمع زور زور سے چلانے لگا۔

''حنہ کو کیا معلوم تھا، اس کے پیٹ میں کیا ہے؟''

''ہم کچھ نہیں جانتے۔ ہم تو بس اتنا چاہتے ہیں کہ نذر پوری ہونی چاہیے۔ اگر تمہارا کوئی بیٹا ہوتا تو مریم کے بدلے میں اسے دے دیتے مگر تمہاری تو اولاد ہی نہیں ہے۔ کیا بیٹا کیا بیٹی۔''

''تم نے ٹھیک کہا دوست۔ بڑھاپا آ گیا میرے اولاد نہیں ہوئی۔ اسی لیے میں مریم کو بہت چاہتا ہوں لیکن اس کے باوجود میں نذر پوری کرنے کو تیار ہوں لیکن تم لوگ مجھے یہ بتادو کہ مریم کو اس ہیکل میں مردوں کے ساتھ کیسے چھوڑا جائے؟''

''یہ سوچنا ہمارا کام نہیں۔'' اس سے پہلے کہ مجمع بولتا کاہن بول پڑے۔''نذر تمہیں پوری کرنی ہے ترکیب بھی تم ہی بتاؤ۔''

''ترکیب تو میرے پاس ہے مگر تمہیں اس پر اتفاق کرنا ہوگا۔ تمہاری شرط بھی پوری ہو جائے گی اور مریم کو لڑکی ہونے کی رعایت بھی مل جائے گی۔''

''ہمیں تو نذر پوری ہونے سے مطلب ہے۔ ترکیب کوئی بھی ہو۔''

''میں مسجد سے ملحق لکڑی کا ایک حجرہ تیار کردوں گا۔ مریم اس حجرے میں قیام کرے گی۔ اس حجرے میں مریم کے سوا کوئی داخل نہیں ہو سکے گا۔ صرف میں اس کی دیکھ بھال کے لیے اندر جایا کروں گا۔ مریم اپنی بساط کے مطابق ہیکل کے کام کاج کیا کرے گی اور باقی وقت عبادت میں گزارے گی۔ آپ کو منظور ہے؟''

سب نے بہ یک آواز ''منظور ہے'' کا نعرہ بلند کیا اور حضرت زکریا علیہ السلام کی تعریف کی کہ انہوں نے اللہ کی ناراضی مول نہیں لی اور منت پوری کی۔

حضرت زکریا علیہ السلام جب گھر تشریف لائے تو اسی خوشی کے ساتھ کہ انہوں نے اللہ کی رضا کے مطابق فیصلہ کیا، یہ دکھ بھی تھا کہ اب مریم ان سے دور چلی جائے گی۔ یہی حال ان کی بیوی کا تھا لیکن اللہ کے دونوں نیک بندے اس بات سے خوش بھی تھے کہ انہوں نے اللہ سے کیا ہوا وعدہ پورا کیا۔ حضرت مریم علیہ السلام کو اس فیصلے سے بے خبر رکھا گیا تھا۔ حضرت زکریا علیہ السلام یہ چاہتے تھے کہ جب ان کا حجرہ بن کر تیار ہو جائے اس وقت یہ خبر انہیں سنائی جائے۔

حضرت زکریا علیہ السلام چونکہ نجار (بڑھئی) تھے اسی لیے انہوں نے حجرے کی تجویز پیش کی تھی۔ آپ نے دوسرے ہی دن سے اس مقام پر لکڑی کے تختے پہنچانے شروع کر دیے جہاں حجرہ تعمیر کرنا تھا اور جب ضروری سامان پہنچ گیا تو آپ اوزار وغیرہ لے کر وہاں پہنچ گئے۔ حجرہ تیار ہونے لگا۔ لوگ دور دور سے آ کر دیکھتے تھے کہ اللہ کا یہ نیک بندہ کتنی محنت سے یہ حجرہ تیار کر کے اللہ کی رضا کو پورا کر رہا ہے۔ حجرے کی تیاری کے بعد آپ نے لکڑی کے برتن بنائے، بستر کا اہتمام کر دیا اور ایک مشکیزہ بھی رکھ دیا۔ جب یہ سب اہتمام ہو چکا تو آپ نے مریم کو اپنے پاس بلایا۔

''مریم! کیا تیرے لیے یہ اچھا نہ ہوگا کہ تو اس منت کو پورا کرے جو تیری ماں نے تیرے لیے مانی تھی۔''

''مجھے بتائیے کیا کرنا ہے۔ میں حاضر ہوں۔''

''تو ہمارے پاس مہمان تھی۔ اب تجھے ہیکل سے متصل حجرے میں رہنا ہوگا جو میں نے تیرے لیے تیار کر دیا ہے۔''

''میں اس پر بھی خوش ہوں۔''

حضرت زکریا علیہ السلام نے بی بی مریم کو اپنے ساتھ لیا۔ الیشع بھی ہمراہ تھیں۔ ہیکل کے قریب لکڑی کا حجرہ بنا ہوا

Marfat.com

تھا جس میں آپؑ داخل ہوئیں۔ ضرورت کی ہر چیز یہاں میسر تھی لیکن یہ سوچ کر دل بھر آیا کہ زندگی بھر اب یہیں رہنا ہے۔
''خدایا! مجھے ایسا صبر دے کہ اس کی مثال دوسری نہ مل سکے۔''

حضرت زکریا علیہ السلام نے ان کے سر پر شفقت سے ہاتھ پھیرا، مقام و مراتب میں اضافے کے لیے دعا فرمائی اور حجرے سے باہر نکل آئے۔ حضرت مریمؑ نے کچھ دیر اپنے نئے مکان کا جائزہ لیا۔ دل پر کچھ گھبراہٹ سی طاری ہوئی۔ آپؑ عبادت کے لیے کھڑی ہوگئیں تاکہ وحشت کچھ کم ہو۔

اب آپؑ نے یہ وتیرا بنالیا تھا کہ مسجد میں جھاڑو دیتیں، دھونی دیتیں، مشکیزہ اٹھا کر چشمے پر جاتیں، پانی بھر کے لاتیں اور پھر عبادت الٰہی میں مشغول ہو جاتیں۔

ان کا زہد و تقویٰ بنی اسرائیل میں ضرب المثل بن گیا اور ان کی عبادت کی مثالیں دی جانے لگیں۔ حضرت زکریا علیہ السلام جب بھی ان کی خیر و عافیت کی دریافت کے لیے ان کے حجرے میں جاتے انہیں عبادت میں مشغول دیکھتے۔ رفتہ رفتہ یہ حال ہوا کہ آپؑ کی کثرت عبادت کی شہرت دور دور پھیل گئی اور آپؑ کے کریم احوال اور عمدہ صفات کا لوگوں میں چرچا ہونے لگا۔

انہیں ہیکل کی خدمت کرتے ہوئے کئی سال ہوگئے تھے کہ ایک روز حسب دستور حضرت زکریا علیہ السلام ان کے حجرے میں تشریف لے گئے۔ کیا دیکھتے ہیں کہ طرح طرح کے میوے اور پھل ان کے پاس رکھے ہوئے ہیں۔ یہ دیکھ کر اور بھی تعجب ہوا کہ ان پھلوں میں بعض ایسے بھی ہیں جن کا موسم ہی نہیں ہے۔ آپؑ نے اس وقت کچھ نہیں کہا اور باتیں کر کے اٹھ آئے۔

دو تین دن کے وقفے سے آپؑ کا پھر جانا ہوا تو وہی ماجرا دیکھا۔ تازہ پھل آپ کے سرہانے رکھے ہیں۔ اب آپؑ سے رہا نہیں گیا۔

''مریم، یہ پھل تیرے پاس کہاں سے آئے؟''

''یہ خدا کی جانب سے ہیں۔'' مریم نے کہا۔ ''بے شک! اللہ جسے چاہے بغیر حساب کے رزق دیتا ہے۔''

قرآن کے الفاظ میں ''جب زکریا مریم کے پاس محراب (جلوہ) میں داخل ہوتا تو اس کے پاس کھانے پینے کا سامان رکھا دیکھتا۔ زکریا نے دریافت کیا، مریم! یہ تیرے پاس کہاں سے آتا ہے۔ مریم نے کہا، یہ اللہ کے پاس سے ہے۔ وہ بلاشبہ جس کو چاہتا ہے بے گمان رزق دیتا ہے۔''

مفسرین اپنی تفاسیر میں فرماتے ہیں کہ حضرت زکریا علیہ السلام حضرت مریم علیہ السلام کے پاس غیر موسمی پھل رکھے پاتے تھے۔

حضرت زکریا علیہ السلام جب اس حقیقت کو جاننے کے بعد حجرے سے باہر تشریف لائے تو جہاں حضرت مریم کی قدر و منزلت کا احساس ہوا وہیں دل میں یہ جوش بھی پیدا ہوا کہ جو ذات اقدس اس طرح بے موسم مریم کو پھل بخشتی ہے کیا وہ ہم کو موجود ناامیدی کی حالت میں ثمر حیات (بیٹا) نہ بخشے گی۔ پس ہماری مایوسی سرتاسر غلط ہے۔ بلاشبہ جب ذات پاک نے مریم پر اپنا انعام و اکرام کیا ہے، وہ ضرور ہم پر بھی فضل و کرم کرے گا۔

حضرت زکریا علیہ السلام کے کوئی اولاد نہیں تھی اور وہ یہ محسوس کرتے تھے کہ اس بات کے علاوہ کہ میں اولاد کی دولت سے محروم ہوں زیادہ فکر اس امر کی ہے کہ میرے بھائی بند ہرگز اس کے اہل نہیں ہیں کہ میرے بعد بنی اسرائیل کی رشد و ہدایت کی خدمت انجام دے سکیں۔ پس! اگر اللہ تعالیٰ میرے کوئی نیک سرشت لڑکا پیدا کر دیتا تو مجھ کو یہ اطمینان ہو جاتا کہ بنی اسرائیل کی رہنمائی کا خدمت گزار میرے بعد موجود ہے۔

گھر تک پہنچتے پہنچتے آپؑ کا یہ جوش گریہ میں تبدیل ہوگیا۔ بیوی نے آپؑ کو اس حال میں دیکھا تو سر سے پاؤں

Marfat.com

تک کانپ اٹھیں۔
''آپؑ مریم کے حجرے میں ایسا کیا دیکھ آئے کہ آپؑ کا یہ حال ہو گیا۔''
''الیشع! میں مریم کے حجرے میں جب بھی جاتا ہوں موسمی اور بے موسمی پھل اس کے پاس دیکھتا ہوں۔''
''یہ تو خوشی کی بات ہے کہ مریم پر اللہ کی کیسی نوازشیں ہیں۔''
''میرا یہ خیال گریہ میں بدل گیا کہ اللہ کی قدرت کاملہ اسے بے موسم کے پھل دے سکتی ہے تو ہمیں بے موسم کی اولاد کیوں نہیں دے سکتی۔ اس کی قدرت سے کچھ بعید نہیں۔''

''اسے دینا ہوتا تو پہلے ہی دے دیا ہوتا۔ میں بانجھ عورت، اوپر سے بڑھیا۔ اب کیا امید رکھوں۔'' الیشع نے ٹھنڈی سانس بھر کے کہا۔

''دعاؤں میں بڑی تاثیر ہے۔'' حضرت زکریا علیہ السلام نے بھی ٹھنڈی سانس بھری اور چپ ہو گئے۔ اس کے بعد دونوں میں کوئی بات نہیں ہوئی۔

رات کو جب آپؑ عبادت کے لیے اپنے خلوت کدے میں آئے تو اچانک مریم اور ان کے حجرے میں بے موسمی پھلوں کا خیال آ گیا۔ یہ بات ایسی تھی کہ ذہن سے اترتی ہی نہیں تھی۔ آپؑ نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھا دیے۔

زکریا علیہ السلام نے چپکے چپکے اپنے پروردگار کو پکارا۔ ''پروردگار میرا جسم کمزور پڑ گیا ہے۔ میرے سر کے بال بڑھاپے سے سفید ہو گئے ہیں۔ خدایا! کبھی ایسا نہیں ہوا کہ میں نے تیری جناب میں دعا کی ہو اور محروم رہا ہوں۔ مجھے اپنے مرنے کے بعد اپنے بھائی بندوں سے اندیشہ ہے اور میری بیوی بانجھ ہے۔ پس تو اپنے خاص فضل سے مجھے ایک وارث بخش دے۔ ایسا وارث جو میرا بھی وارث ہو اور خاندان یعقوب کا بھی اور اے پروردگار اسے ایسا کر دیجیو کہ تیرے اور تیرے بندوں کی نظر میں پسندیدہ ہو۔''

ابھی آپ اپنے حجرے سے باہر بھی نہیں آئے تھے کہ دعا نے قبولیت کا زیور پہنا۔ خدا کا فرشتہ ان پر ظاہر ہوا۔ اس نے بشارت دی۔

''خدا تمہیں ایک لڑکے کی بشارت دیتا ہے جس کا نام یحییٰ رکھنا۔ اس سے پہلے اس نام کا کوئی شخص پیدا نہیں ہوا۔ یحییٰ خدا کے فیض (یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام) کی تصدیق کریں گے اور سردار ہوں گے اور عورتوں سے رغبت نہ رکھنے والے ہوں گے اور (خدا کے) پیغمبر (یعنی) نیکوکاروں میں ہوں گے۔''

حضرت زکریا علیہ السلام نے فرشتے سے دریافت کیا۔ ''یہ بشارت کس طرح پوری ہو گی یعنی مجھ کو جوانی عطا ہو گی یا میری بیوی کا مرض (بانجھ پن) جاتا رہے گا۔''

فرشتے نے جواب دیا۔ ''میں اسی قدر کہہ سکتا ہوں کہ حالات کچھ بھی ہوں، تمہارے ضرور بیٹا ہو گا کیونکہ خدا کا فیصلہ اٹل ہے اور تیرا خدا کہتا ہے کہ میرے لیے یہ بہت آسان ہے یعنی جو طریقہ بھی اس کے لیے چاہوں اختیار کروں کیا تجھ کو میں نے نیست سے ہست نہیں کیا؟''

روشنی، کوٹھری سے رخصت ہوئی۔ فرشتہ چلا گیا۔ حضرت زکریا علیہ السلام حیرانی سے ادھر ادھر دیکھ رہے تھے۔ کیا مجھے بھی بے موسم کا پھل ملنے والا ہے۔ ان کا جی چاہا کہ وہ اسی وقت باہر نکلیں اور اپنی بیوی کو بھی اس بشارت سے آگاہ کر دیں لیکن ان کے دل میں یہ تمنا پیدا ہو رہی تھی کہ کوئی اس خبر کی تصدیق کر دے۔ اس لیے نہیں کہ انہیں یقین نہیں تھا بلکہ اس لیے کہ خوشی کی خبر بار بار سننے کو جی چاہتا تھا، امید سے زیادہ خوشی مل جائے تو خوشی کا حجم بہت بڑھ جاتا ہے۔

انبیا علیہم السلام کی جانب سے اس قسم کے سوالات کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ وہ خدا کی قدرت کاملہ کے بارے میں شک کرتے ہیں بلکہ مقصود یہ ہوتا ہے کہ ان کو یہ بتا دیا جائے تو بہتر ہے کہ قدرت الٰہی کا یہ کرشمہ کس نوعیت کے ساتھ وجود

Marfat.com

پذیر ہونے والا ہے مگر چونکہ سوال کی ظاہری سطح ایسی ہوتی ہے گویا وہ اس کے وقوع کے بارے میں متردد ہیں اس لیے سنت اللہ یہ جاری ہے کہ اول ان کو اسی انداز میں جواب دیا جاتا ہے تاکہ ان کو متنبہ کر دیا جائے کہ اگر چہ بہ تقاضائے بشریت ان کا یہ سوال قابل گرفت نہیں ہے تاہم ان کی شان رفیع سے یہ بہت کم تر بات ہے کہ وہ مقرب بارگاہ ہوتے ہوئے اس قسم کے معاملے میں اظہار تعجب کریں لیکن ساتھ ہی سوال کی جو حقیقی روح ہے اس کے پیش نظر اصل جواب بھی دیا جاتا ہے تاکہ ان کا قلب مطمئن ہو جائے۔

اسی اطمینان قلب کے لیے حضرت زکریا علیہ السلام نے خدا کی طرف رجوع کیا۔ ''پروردگار! میرے لڑکا کس طرح ہوگا جب کہ میں بہت بوڑھا ہو گیا ہوں اور میری بیوی بانجھ ہے۔''

ارشاد ربانی ہوا۔ ''اللہ جو چاہے اسی طرح کرتا ہے۔''

''پروردگار! میرے لیے کوئی نشانی مقرر فرما۔'' حضرت زکریا علیہ السلام نے استدعا کی۔

''نشانی یہ ہے کہ تم تین دن اشاروں کے سوا بات نہ کر سکو گے۔ ان دنوں میں اپنے پروردگار کو کثرت سے یاد کرنا اور صبح و شام تسبیح کرنا۔ اسی وقت سے موجودہ بشارت کا وقت شروع ہو جائے گا۔''

حضرت زکریا علیہ السلام عبادت گاہ سے باہر آئے اور چاہا کہ زوجہ کو اس بشارت سے آگاہ کریں۔ قوت گویائی سلب ہو چکی تھی۔ الفاظ منہ سے نکلتے ہی نہیں تھے۔ زبان ساتھ ہی نہیں دے رہی تھی۔ قبولیت دعا کی مقررہ نشانی ظاہر ہو چکی تھی۔

انجیل اور قرآن دونوں نے قوت گویائی کی اس کیفیت کو بیان کیا ہے۔ انجیل کے مطابق ''اور دیکھ جس دن تک یہ باتیں واقع نہ ہو لیں تو چپکا رہے گا اور بول نہ سکے گا۔''

سورۂ آل عمران کا بیان ہے۔ ''یہ نشانی ہے کہ تو تین دن لوگوں سے اشارے کے سوا بات نہ کرے گا اور اپنے رب کی یاد میں (اظہار تشکر کے لیے) بہت زیادہ رہ اور صبح شام تسبیح کر۔''

علمائے تفسیر یوں بیان کرتے ہیں۔ ''ان کی زبان تین دن کے لیے بغیر کسی مرض کے بندھ گئی تھی یعنی ان کی زبان گنگ کے مرض سے پاک رہتے ہوئے تین دن کے لیے بند ہو گئی تھی اور ان میں یہ قدرت نہیں رہی تھی کہ قوم سے اشارے کے سوا بول سکیں۔

ترجمان القرآن کے مصنف مولانا ابو الکلام آزاد جمہور کی تفسیر سے جدا یہ معنی بیان کرتے ہیں کہ زکریا علیہ السلام سے کہا گیا کہ تم بنی اسرائیل کے روزوں کی طرح تین دن کھانے پینے وغیرہ سے باز رہنے کے ساتھ ساتھ خاموشی بھی اختیار کیے رہو تو موعود بشارت کا وقت شروع ہو جائے گا۔

حضرت زکریا علیہ السلام عبادت گاہ سے باہر آئے تو اشاروں کے سوا ان کے پاس کچھ نہیں تھا۔ ان کی قوم نے یہی سمجھا کہ انہوں نے کوئی خواب دیکھا ہے جس کی حیرت سے ان کی گویائی جاتی رہی لیکن یہ ایک خدائی راز ہے اس کا انہیں علم ہی نہیں تھا۔

بولنے سے محروم ہوئے تو آپ کو یقین آ گیا کہ بشارت سچی تھی۔ جو کچھ کہا گیا تھا اسی کے مطابق صورت حال پیش آ رہی تھی۔ تین دن گزرنے کے بعد انہوں نے بیوی کو یہ خوش خبری سنا بھی دی اور انتظار کرنے لگے اور پھر ایک روز بیوی نے بھی خوش خبری سنا دی کہ ولادت کے آثار پیدا ہو گئے ہیں۔

''اور اسی طرح زکریا (کا معاملہ یاد کرو) جب اس نے اپنے رب کو پکارا تھا۔ خدایا مجھے اکیلا نہ چھوڑ تو دیکھو ہم نے اس کی پکار سن لی۔ اسے ایک فرزند یحییٰ عطا فرمایا اور اس کی بیوی کو اس کے لیے تندرست کر دیا۔ یہ تمام لوگ نیکی کی راہوں میں سرگرم تھے اور (ہمارے فضل سے) امید لگائے ہوئے اور (ہمارے جلال سے) ڈرتے ہوئے دعائیں مانگتے تھے اور ہمارے آگے عجز و نیاز سے جھکے ہوئے تھے۔ (سورۂ انبیا)

Marfat.com

حضرت الیشع دن گن گن کر گزار رہی تھیں۔ ہر آن اپنے رب کا شکر ادا کر رہی تھیں جس نے اس بڑھاپے میں انہیں اولاد پیدا کرنے کے لائق بنایا۔ حضرت زکریا علیہ السلام کی عبادت و ریاضت میں بھی غیر معمولی اضافہ ہوگیا تھا۔ جیسے جیسے ولادت کے دن قریب آ رہے تھے، دونوں میاں بیوی کی شکر گزاری میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔

☆......☆......☆

وہ دن سال کا طویل ترین گرم دن تھا۔ حضرت مریم علیہ السلام کے پاس پانی ختم ہوگیا۔ آپؑ نے کچھ دیر تو انتظار کیا لیکن پھر پیاس کی شدت سے بے تاب ہوکر اپنا مشکیزہ اٹھایا اور اس گھاٹ پر پہنچ گئیں جہاں سے پانی لانا روز کا معمول تھا۔ ابھی آپؑ پانی بھر کر فارغ ہوئی تھیں اور چلنے کی تیاری کر رہی تھیں کہ اپنے قریب ایک شخص کو کھڑے دیکھا۔

''کیا بات ہے، ایسے کیوں دیکھ رہے ہو۔ پانی پینا ہے تو آؤ میں اپنے مشکیزے سے تمہیں پانی پلا دوں۔''

''اے مریم! اللہ تعالیٰ نے مجھے آپ کی طرف بھیجا ہے تاکہ میں آپ کو ایک پاکیزہ لڑکا دوں۔''

''میں اللہ کی پناہ میں آتی ہوں آپ سے اگر آپ پاکباز ہیں۔'' حضرت مریم سر سے پاؤں تک کانپ گئیں کیونکہ ابھی تک وہ یہی سمجھ رہی تھیں کہ یہ کوئی انسان ہے۔

''میں کوئی انسان نہیں۔ آپ کے رب کا فرشتہ ہوں اور یہ پیغام لایا ہوں کہ مریم! خدا نے تم کو برگزیدہ کیا ہے اور پاک بنایا ہے اور جہاں کی عورتوں میں منتخب کیا ہے۔ مریم! اپنے پروردگار کی فرمانبرداری کرنا اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرنا۔ مریم خدا تم کو اپنی طرف سے ایک فیض کی بشارت دیتا ہے جس کا نام مسیح (اور مشہور) عیسیٰ بن مریم ہوگا۔ ماں کی گود میں اور بڑی عمر کا ہوکر لوگوں سے گفتگو کرے گا اور نیکوکاروں میں سے ہوگا۔''

''تم مجھے یہ کیا بشارت دیتے ہو۔'' مریم نے کہا۔ ''میرا لڑکا کس طرح ہوسکتا ہے جب کہ مجھے کسی انسان نے چھوا تک نہیں اور نہ ہی نافرمان ہوں۔''

''ایسا ہی ہوگا۔ تیرے پروردگار نے فرمایا ہے کہ یہ ہم پر آسان ہے اور یہ کہ ہم اس کو لوگوں کے لیے نشانی بنائیں اور اپنی طرف سے رحمت اور یہ معاملہ فیصلہ شدہ ہے۔''

اس کے بعد حضرت جبرائیل علیہ السلام نے حضرت مریم علیہ السلام کے گریبان میں پھونک ماری۔ گویا روح پھونک دی اور چلے گئے۔ مریم نے اپنا مشکیزہ اٹھایا اور چل دیں۔ سوچتی جاتی تھیں کہ یہ کیا ماجرا ہوا۔ گھبراہٹ اور خوف سے قدم نہیں اٹھ رہے تھے۔ ہیکل تک پہنچتے پہنچتے آپؑ کی حالت غیر ہوگئی۔ اگر اس فرشتے کا کہا سچ نکلا اور یقیناً سچ نکلے گا۔ میں لوگوں کو کیا بتاؤں گی۔ طرح طرح کے سوال ہوں گے، کیا جواب دوں گی۔ کیسی رسوائی ہوگی۔ لوگوں کو حقیقت حال کیسے بتاؤں گی اور کون یقین کرے گا۔

حضرت زکریا علیہ السلام ملنے آئے تو آپؑ کی آنکھیں جھکی ہوئی تھیں۔ سوچا سب کچھ بتا دوں لیکن یہ سوچ کر رک گئیں کہ خدا کو ظاہر کرنا مقصود ہوگا تو خود ہی کر دے گا۔ آگے آگے حالات دیکھو کیا ہوتے ہیں۔

آپؑ اسی طرح مسجد کی خدمت میں مگن تھیں۔ اس خدمت کے بعد اپنے رب کے آگے سجدہ ریز ہو جاتیں۔ ''اے اللہ! تو نے مجھے اس آزمائش میں ڈالا ہے تو ہی نکالے گا۔ لوگوں کے دل مجھ پر نرم کر دے۔ ایسا نہ ہو کہ وہ اس بچے کو میرا گناہ سمجھ کر مجھے رسوا کریں۔''

یہ بات چھپنے والی تھی ہی نہیں۔ جب آپؑ کے جسم میں تبدیلیاں آنی شروع ہوئیں تو آپؑ نے باہر نکلنا بند کر دیا۔ لوگوں میں چہ میگوئیاں شروع ہوگئیں۔ مریم کو ایسی کیا بیماری ہے کہ وہ مسجد کی جھاڑو کے لیے باہر نہیں نکلتی۔ حضرت زکریا علیہ السلام کے سوا کوئی ان کے پاس جا نہیں سکتا تھا۔ لہٰذا سب سے پہلے ان ہی کی نظر مریم کے بڑھتے ہوئے پیٹ پر پڑی۔ پہلے تو انہیں یقین ہی نہیں آیا۔ حضرت مریم علیہ السلام کی چوبیس گھنٹے کی زندگی ان کے سامنے تھی لیکن جب وہ مریمؑ

Marfat.com

کی طرف دیکھتے تھے تو اسے نظر کا دھوکا بھی نہیں کہہ سکتے تھے۔ یہ واقعہ ان کی سمجھ سے بالاتر تھا۔ مریمؑ کی پاکیزہ فطرت انہیں روک رہی تھی کہ وہ انہیں گناہ گار سمجھیں لیکن پیش آمدہ حالت کو جھٹلایا بھی نہیں جاسکتا تھا۔ جب یہ کشمکش بڑھ گئی تو انہوں نے مریمؑ سے بات کی۔

''میرے دل میں تمہاری طرف سے کھٹک پیدا ہوگئی ہے لہٰذا میں نے سوچا ہے کہ اس کے متعلق کھلی گفتگو ہی میرے دل کو تسکین بخش سکتی ہے۔''

''کیا بات ہے خالو جان، بات کریں۔''

''مجھے یہ بتاؤ، بغیر بیج کے فصل ہوسکتی ہے؟''

''ہاں، کیوں نہیں۔ اگر خدا چاہے۔''

''کیا بغیر بارش کے درخت اگ سکتے ہیں؟''

''ہاں کیوں نہیں۔ خدا چاہے تو یہ بھی ہوسکتا ہے۔''

''مذکر کے بغیر کیا کوئی بچہ ہوسکتا ہے۔''

''کیا آپؑ نہیں دیکھتے کہ اللہ تعالیٰ نے فصل اس دن اگائی تھی جب بیج کا وجود نہیں تھا۔ اللہ تعالیٰ نے بغیر بارش کے درخت اگائے اور اپنی ہی قدرت سے بارش کو درخت کی زندگی کا وسیلہ بنایا۔ کیا حضرت آدم علیہ السلام اور اماں حوا کو بغیر ماں باپ کے پیدا نہیں فرمایا؟''

اس کے بعد حضرت مریم علیہا السلام نے حضرت جبرائیلؑ کی آمد، ان سے ہونے والی گفتگو، پھونک مارنے اور مسیح علیہ السلام کی پیدائش کی خوش خبری سمیت تمام واقعہ آپؑ کے سامنے رکھ دیا۔

''میں تجھے پاکیزہ خیال کرتا تھا اور پاکیزہ سمجھتا ہوں۔ مجھے یہ بھی یقین ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ کے حکم کا دخل ہے لیکن مجھے ڈر ہے کہ یہی قوم تجھے ایذا پہنچائے گی۔ تو ثابت قدم رہنا اور اللہ کے حکم کا انتظار کرنا۔''

راز افشا ہوا۔ لوگوں کو معلوم ہوا کہ مریمؑ حاملہ ہیں جب کہ وہ شادی کے عمل سے نہیں گزریں تو پہلے چپکے چپکے گھروں میں باتیں ہوتی رہیں پھر یہ ہنگامہ باہر آ گیا۔ لوگ حضرت زکریا علیہ السلام کو رستے گلی میں روک کر اس بچے کے بارے میں پوچھتے اور آپؑ انہیں سمجھاتے کہ یہ سب اللہ کی طرف سے ہے وہ دلیلوں سے ہر طرح سمجھاتے رہے لیکن وہ سب تو ظاہر کو دیکھ رہے تھے۔ خدا کے راز ان کی سمجھ میں کیسے آتے۔ سمجھ میں آ بھی سکتے تھے لیکن اس وقت جب وہ اپنے پیغمبر پر ایمان رکھتے اور یہ سمجھتے کہ جو کچھ یہ کہہ رہے ہیں کتنا ہی بعید از عقل ہو، سچ ہے لیکن حضرت زکریا علیہ السلام کی قوم کی تو یہ حالت تھی کہ جھوٹ، بغض اور حسد جیسی بیماریوں میں پھنسی ہوئی تھی۔ علما دنیاوی لالچ میں گھرے ہوئے تھے۔ پیسے کی خاطر حرام کو حلال اور حلال کو حرام کر دیتے تھے۔ زبان سے کچھ کہتے تھے دل سے کچھ مانتے انہیں تو تماشا ہاتھ لگ گیا تھا۔ وہ حضرت مریم علیہا السلام کی عظمت و پاکیزگی کو تسلیم کرنے کے بجائے تہمت طرازیاں کر رہے تھے۔ وہ حضرت زکریا علیہ السلام کی تاویلوں کو کس طرح تسلیم کر سکتے تھے۔

پوری قوم نے حضرت زکریا علیہ السلام سے قطع تعلق کرلیا۔ جن لوگوں کا آپؑ کے گھر آنا جانا تھا انہوں نے آپؑ کے گھر آنا جانا بند کر دیا۔ تہمتوں کا بازار گرم ہوگیا۔ اس کی زد میں حضرت زکریا علیہ السلام بھی آئے اور ایک شخص یوسف بھی جو آپؑ کا رشتہ دار تھا اور حضرت مریمؑ کی طرح ہیکل کی خدمت پر مامور تھا۔ اس صورت حال سے مریمؑ ایسی دل گرفتہ ہوئیں کہ کہہ اٹھیں، کاش کہ میں اس سے پہلے مرجاتی اور بھولی بسری ہوگئی ہوتی۔

حضرت مریم علیہا السلام اسی پریشانی کے عالم میں اپنی خالہ الیشع کے پاس آئیں اور اپنی پریشانی سے آگاہ کیا۔ حالانکہ وہ پہلے ہی سے جانتی تھیں کہ مریم پر کیا گزر رہی ہے۔

Marfat.com

''خدا جانتا ہے، میں بے قصور ہوں، یہ خدائی حکم ہے جس میں، میں مبتلا ہوں۔ یہ ایک امتحان ہے جس کے لیے خدا نے مجھے چن لیا ہے۔''

''مجھے معلوم ہے۔ اسی لیے میں اور حضرت زکریا علیہ السلام تجھے قصوروار نہیں سمجھتے۔''

''پوری قوم منحرف ہوگئی ہے۔ مجھے ڈر ہے کہ وہ مجھے ایذا پہنچائیں گے۔''

''جس اللہ نے تجھے منتخب کیا ہے وہی تیری حفاظت بھی کرے گا۔ وقت اور حکم کا انتظار کر۔ میں دیکھتی ہوں کہ جو بچہ میرے پیٹ میں ہے وہ تیرے پیٹ والے بچے کو سجدہ کرے گا۔ اس کی تعظیم بجالائے گا۔ تو خوش قسمت ہے کہ تیرا بچہ اشرف و افضل ہوگا۔''

خالہ کی طرف سے حوصلہ افزائی ہوئی تو آپؑ کی ہمت بندھی۔ آپؑ اپنی حالت کو چھپانے کے لیے حجرے میں بند ہوگئیں اور بقول خالہ وقت اور حکم کا انتظار کرنے لگیں۔

ادھر یہ ہوا کہ وقت نے چند قدم کا فاصلہ طے کیا اور الیشع کے ہاں ولادت کا وقت قریب آ گیا۔ خاندان کے چند لوگ جو اب بھی حضرت زکریا علیہ السلام سے میل جول رکھے ہوئے تھے، مریمؑ کی وجہ سے ناراض نہیں تھے حضرت زکریا علیہ السلام سے ملنے آئے اور ولادت کے بعد بیٹے کی مبارکباد دے کر چلے گئے۔

انجیل کے مطابق آٹھویں دن ایسا ہوا کہ خاندان والے لڑکے کا ختنہ کرنے آئے اور اس کے باپ کے نام پر اس کا نام زکریا رکھنے لگے۔ مگر اس کی ماں نے کہا، نہیں بلکہ اس کا نام یوحنا رکھا جائے۔ انہوں نے اس سے کہا کہ تیرے کنبے میں کسی کا یہ نام نہیں اور انہوں نے اس کے باپ کو اشارہ کیا کہ تو اس کا نام کیا رکھنا چاہتا ہے۔ اس نے تختی منگا کر یہ لکھا کہ اس کا نام یوحنا ہے اور سب نے تعجب کیا۔ اس دم اس کا منہ اور زبان کھل گئی اور خدا کی حمد کرنے لگا۔

اہل کتاب ان کا نام یوحنا بیان کرتے ہیں۔ ہوسکتا ہے کہ عبرانی میں یوحنا کے وہی معنی ہوں جو یحیٰی کے ہیں اور ممکن ہے کہ عبرانی کے یوحنا نے عربی میں یحیٰی کا تلفظ اختیار کرلیا ہو۔ بہر حال کچھ بھی ہو۔ حضرت زکریا علیہ السلام کو پہلے ہی بشارت دے دی گئی لہٰذا انہوں نے اس بچے کا نام یحیٰی رکھ دیا۔

''خدا تمہیں یحیٰی کی بشارت دیتا ہے جو خدا کے فیض (یعنی عیسیٰ) کی تصدیق کریں گے۔''

قرآن کی اس آیت کے مطابق منادی کرنے والا (یحیٰی علیہ السلام) تشریف لے آئے تھے۔ اب عیسیٰ علیہ السلام کی آمد قریب تھی۔

''وہ (مریم علیہ السلام) اپنی حالت چھپانے کے لیے لوگوں سے الگ ہوکر دور چلی گئی۔ پھر اسے دروزہ کا اضطراب کھجور کے ایک درخت کے نیچے لے گیا (وہ اس کے سہارے بیٹھ گئی) اس نے کہا۔ میں اس سے پہلے مرچکی ہوتی۔ میری ہستی کو لوگ اب تک بھول گئے ہوتے۔ اس وقت (ایک پکارنے والے فرشتے نے) اسے نیچے سے پکارا۔ غمگین نہ ہو تیرے پروردگار نے تیرے نیچے نہر جاری کردی ہے اور کھجور کے درخت کا تنا پکڑ کر اپنی طرف ہلا، تازہ اور پکے ہوئے پھلوں کے خوشے تجھ پر گرنے لگیں گے۔ کھا، پی (اور اپنے بچے کے نظارے سے) آنکھیں ٹھنڈی کر، پھر اگر کوئی آدمی نظر آئے (اور پوچھ گچھ کرنے لگے) تو (اشارے سے) کہہ دے، میں نے خدائے رحمٰن کے حضور روزے کی منت مان رکھی ہے۔ میں آج کسی سے بات چیت نہیں کرسکتی۔'' (سورۂ مریم)

اس واقعے (ولادت عیسیٰ علیہ السلام) کے بعد روئے زمین پر موجود تمام بت جن کی پوجا ہوتی تھی اوندھے منہ گر گئے۔ شیطان گھبرا گیا لیکن وجہ کسی کی سمجھ میں نہ آئی۔ سب وجہ تلاش کرنے لگے۔ ابلیس کے تمام چیلے گھبرائے ہوئے اس کے پاس آئے۔ ابلیس نے ماجرا پوچھا تو انہوں نے جواب دیا کہ روئے زمین پر کوئی اہم واقعہ پیش آیا ہے کیونکہ سارے بت اوندھے منہ پڑے ہیں۔

Marfat.com

ابلیس نے کہا یہ حادثہ بہت بڑا ہے لیکن مجھے معلوم تھا کہ ایسا واقعہ میری نظروں سے بھی اوجھل رہے گا لہٰذا اب مجھے خود جانا پڑے گا۔ دیکھوں تو کیا ماجرا ہے۔ وہ اڑا اور پرواز کرتا ہوا اس مقام تک پہنچ گیا جہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت ہوئی تھی۔ فرشتے صفیں باندھے کھڑے تھے۔ اس نے معلومات لینے کے لیے وہاں آنا چاہا تو فرشتوں کا آسمان تک تانا بندھا ہوا تھا۔ نیچے آنا چاہا تو فرشتوں کے قدم اس مقام سے بھی نیچے جمے ہوئے تھے جہاں تک ابلیس کی رسائی تھی۔ بیچ سے آنا چاہا تو فرشتوں نے اسے دھکے دیے اور باہر نکالا۔ پھر ابلیس اپنے ساتھیوں میں لوٹ آیا اور ان سے کہا کہ میں پوری زمین پر گھوما ہوں۔ مجھے جو رونما ہونے والا اہم واقعہ نظر آیا وہ حضرت مسیح یعنی عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت ہے۔

حضرت مریم علیہ السلام نے فرشتوں کی حفاظت میں چالیس دن گزارے۔ درخت سے گرنے والی کھجوریں ان کی غذا تھی حالانکہ یہ کھجوروں کا موسم نہیں تھا۔ چالیس دن گزرنے کے بعد وہ اپنی قوم کے پاس آئیں۔ نومولود ان کے ساتھ تھا۔

''وہ لڑکے کو ساتھ لے کر اپنی قوم کے پاس آئی۔ لڑکا اس کی گود میں تھا۔ لوگ (دیکھتے ہی) بول پڑے۔ مریم! تو نے عجیب ہی بات کر دکھائی اور بڑی تہمت کا کام کر گزری۔ اے ہارون کی بہن، نہ تو تیرا باپ برا آدمی تھا نہ تیری ماں بدچلن تھی۔ اس مریم نے لڑکے کی طرف اشارہ کیا (کہ یہ تمہیں بتلائے گا حقیقت کیا ہے) لوگوں نے کہا، بھلا اس سے ہم کیا بات کریں گے جو ابھی گود میں بیٹھنے والا شیرخوار ہے مگر لڑکا بول اٹھا۔ ''میں اللہ کا بندہ ہوں۔ اس نے مجھے کتاب دی اور نبی بنایا۔ اس نے مجھے بابرکت کیا خواہ میں کسی جگہ ہوں۔ اس نے مجھے نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیا کہ جب تک زندہ رہوں یہی میرا شعار ہو۔ اس نے مجھے اپنی ماں کا خدمت گزار بنایا۔ ایسا نہیں کہ خود سر اور نافرمان ہوتا۔ مجھ پر اس طرف سے سلامتی کا پیغام ہے۔ جس دن پیدا ہوا، جس دن مروں گا اور جس دن پھر زندہ اٹھایا جاؤں گا۔'' (سورۂ مریم)

قوم نے ایک شیرخوار بچے کی زبان سے جب یہ حکیمانہ کلام سنا تو حیرت میں رہ گئی اور اس کو یقین ہوگیا کہ مریمؑ کا دامن بلاشبہ ہر قسم کی برائی سے پاک ہے اور اس بچے کی پیدائش کا معاملہ منجانب اللہ ایک نشان ہے لیکن بعض لوگ ایسے بھی تھے جو ابھی تک ان کی طرف سے دل میں برائی رکھتے تھے اور ان کی وجہ سے حضرت زکریا علیہ السلام سے بھی کدورت رکھتے تھے اور جب وہ خطاب کے لیے کھڑے ہوئے تو انہیں مریمؑ کے طعنے دیتے اور لوگوں کو ان کے خلاف اکساتے رہتے تھے۔ گویا اس قوم میں واضح طور پر دو گروہ بن گئے۔ اصحاب خیر نے اس کے وجود کو اگر یمن و سعادت کا ماہتاب سمجھا تو اصحاب شر نے اس کی ہستی کو اپنے لیے برا جانا اور بغض و حسد کے شعلوں نے اندر ہی اندر انہیں جلانا شروع کر دیا۔ انہی حاسدوں سے بچ کر حضرت مریمؑ عیسیٰ علیہ السلام کو لے کر پہلے مصر گئیں اور وہاں سے ناصرہ چلی گئیں۔ اللہ تعالیٰ اپنی نگرانی میں اس مقدس بچے کی تربیت اور حفاظت کرتا رہا۔

☆......☆......☆

حضرت زکریا علیہ السلام اللہ کی اس رحمت (یحییٰؑ) کی تربیت و نگرانی نہایت احتیاط سے کر رہے تھے۔ خود حضرت یحییٰ علیہ السلام بھی غیر معمولی اور عام بچوں سے مختلف ثابت ہو رہے تھے۔ انہیں جنگلوں میں گھومنا اور جنگلی شہد بہت مرغوب تھا۔ ٹڈیاں ان کی پسندیدہ غذا تھی۔ بچوں کی طرح کھیل کود سے کوئی رغبت نہیں تھی۔ بچے اگر کہتے بھی کہ آؤ یحییٰ علیہ السلام کھیلیں تو آپؑ جواب دیتے، ہم کھیل کود کے لیے پیدا نہیں کیے گئے۔

جب آپؑ باتیں کرتے تو ایک ایک لفظ سے ایسی حکمت و دانائی ٹپکتی تھی جو اس عمر کے بچوں میں تصور ہی نہیں کی جاسکتی تھی۔ تورات کا علم تو گویا آپؑ کو اللہ کی طرف سے ودیعت کیا گیا تھا۔

☆......☆......☆

حضرت زکریا علیہ السلام کے ذمے نبوت کا جو فریضہ تھا، آپؑ اسے مسلسل انجام دے رہے تھے۔ بیٹے کی ولادت کے بعد تو اس کار خیر میں مزید اضافہ ہوگیا تھا۔

Marfat.com

قوم کے تاجر، علما اور شاہی کارندے سب کے سب مختلف بے ایمانیوں میں ملوث تھے۔ حضرت زکریا علیہ السلام کی سالہا سال کی نصیحت کے باوجود وہ اس پر ڈٹے ہوئے تھے۔ تاجروں کا یہ حال تھا کہ اپنا مال مہنگے داموں فروخت کرتے تھے اور مال میں چھپا ہوا عیب ظاہر نہیں کرتے تھے۔ علما آسمانی کتب میں تحریفیں کر رہے تھے۔ معمولی سی رقم کے عوض سائل کو اس کی پسند کا فتویٰ دینے میں ذرا بھی شرم محسوس نہیں کرتے تھے۔ سرکاری نمائندے لوگوں کو طرح طرح سے تنگ کرتے رہتے تھے۔ ٹیکس کی مد میں ان سے بھاری رقم وصول کرتے تھے۔ حضرت زکریا علیہ السلام ان سب باتوں پر توجہ دلاتے تھے لیکن ان کی قوم انہیں جھٹلاتی رہتی تھی۔ اس کے باوجود آپؑ تبلیغ کے فرائض انجام دے رہے تھے۔ غریب لوگوں کی ایک تعداد ان کے ساتھ تھی اس لیے یہ تاجر، سرکاری عمال ان کی بات سن تو لیتے تھے لیکن ان پر عمل نہیں کر رہے تھے۔ معاشرہ ان برائیوں کا شکار چلا آ رہا تھا۔

حضرت زکریا علیہ السلام نے اب یہ طریقہ نکالا تھا کہ جہاں ہجوم دیکھتے وہاں پہنچ جاتے اور سب کو مخاطب کر کے معاشرے کی برائیوں کو فرداً فرداً بیان کرنے لگتے۔ ''میں اپنی قوم کے تاجروں سے کہتا ہوں، تم اپنی عیب دار چیز پوری قیمت پر فروخت نہ کرو۔ میں یہ کہتا ہوں منافع اتنا لو جتنا جائز ہے۔ گاہک کی جیب کی قیمت طے نہ کرو بلکہ اپنی لاگت کے مطابق وصول کرو۔ میں اپنے علما سے کہتا ہوں، دینی مسائل کی درست تشریح کرو۔ تم اپنی جیب بھرنے کے لیے مسائل کی غلط تشریح کرتے ہو اور لوگوں کو گمراہ کرتے ہو۔ اللہ سے ڈرتے رہو۔ تم ڈرو اس دن سے جب تم سے حساب لیا جائے گا۔''

ایک دن آپؑ گھر سے نکلے تو حضرت یحییٰ علیہ السلام بھی آپؑ کے ساتھ ہو لیے۔ اونٹ کے بالوں کی پوشاک آپؑ کے جسم پر تھی اور چمڑے کا پٹا کمر سے کسا ہوا تھا۔ حضرت زکریا علیہ السلام ہیکل کے سامنے سے گزرے تو چند علما نے آپؑ کو روک لیا۔

''زکریاؑ خود پر نہیں تو اپنے اس بیٹے پر رحم کرو، اگر آپؑ کو نقصان پہنچا تو یہ بے چارہ یتیم ہو جائے گا۔''

''نفع نقصان کی پروا کرنا تاجروں کا کام ہے۔ میں نبی ہوں اور اپنے اللہ پر بھروسا کرتا ہوں، وہی میری استقامت ہے اور وہی قوت۔''

''ارے ہاں تاجروں سے یاد آیا۔'' علما نے کہا۔ ''وہ سب آپؑ کے خلاف متحد ہو گئے ہیں۔ سچی بات یہ ہے کہ ہم بھی تمہاری حرکتوں سے بہت تنگ ہیں۔ سوچو اگر ہم سب تمہارے مقابلے پر آ گئے تو کیسے مقابلہ کرو گے؟''

''میں مقابلہ کرنے کے لیے نہیں بھیجا گیا ہوں۔ میرا کام یہ ہے کہ تمہیں برائیوں سے آگاہ کرتا رہوں۔ نہیں مانو گے تو خود ہی جواب دہ ہو گے۔''

''تم کس حیثیت سے ہمیں سمجھاتے ہو۔ علم کی سند تو ہمارے پاس ہے۔ تم بڑھئی ہو تم کیا جانو علم کیا ہے۔''

''تم خوب جانتے ہو کہ نبی کو علم وہبی حاصل ہوتا ہے۔ اس کے باوجود تمہاری جھوٹی انا یہ چاہتی ہے کہ تم خود کو عالم اور مجھے بڑھئی کہلواتے رہو۔ تم روشنی کو روشنی ماننے کو تیار نہیں۔ تم قوم کو گمراہ کر رہے ہو۔ انہیں میری حقیقت کیوں نہیں بتاتے۔''

''بہت خوب! ہم تمہاری مخالفت چھوڑ دیں تا کہ سب تمہارے ساتھ ہو جائیں اور ہم بھوکے مرنے لگیں۔ یہ توقع ہم سے مت رکھنا۔ تمہارے خاندان کی عظمت کا خیال آ جاتا ہے ورنہ کب کے قتل کر دیے گئے ہوتے۔''

''یہ تو بنی اسرائیل کا شیوہ رہا ہے۔ اپنے نبیوں کو قتل کرتے رہتے ہیں۔''

حضرت زکریا علیہ السلام اور آگے بڑھے تو ایک جگہ چند بے فکرے جمع تھے۔ قہقہے بلند ہو رہے تھے۔ لوگ ایک دوسرے سے گپ شپ میں مشغول تھے۔ آپؑ نے انہیں مخاطب کیا۔

''لوگو! کیوں ہنسی مذاق میں اپنی عاقبت کو بھولے جا رہے ہو جب کہ مجھے بتایا گیا ہے کہ جنت اور دوزخ کے درمیان ایک لق دق میدان ہے جو خدا کے خوف سے آنسو بہائے بغیر طے نہیں کیا جا سکتا اور جنت تک رسائی حاصل نہیں ہو سکتی۔''

Marfat.com

حضرت یحییٰ علیہ السلام جو ابھی بچے تھے اور آپؑ کے ساتھ تھے، ان کلمات کو سن کر بے تاب ہو گئے۔ آپؑ پر رقت طاری ہو گئی۔ بھیڑ چھٹنے لگی۔ حضرت زکریا علیہ السلام اس وعظ میں اتنے محو تھے کہ انہیں یہ یاد ہی نہیں رہا کہ یحییٰ علیہ السلام ان کے ساتھ آئے تھے۔ حضرت زکریا علیہ السلام نے دیکھا کہ جن سے وہ مخاطب تھے وہ جا چکے ہیں تو وہ بھی آگے بڑھ گئے۔ کچھ دور جا کر انہیں یاد آیا کہ یحییٰ ان کے ساتھ تھے اور اب نہیں ہیں۔ وہ واپس اس مقام پر آئے جہاں وعظ فرمایا تھا۔ وہاں کچھ لوگ چل پھر رہے تھے لیکن یحییٰ کی خوشبو بھی وہاں نہیں تھی۔ آپؑ نے خیال کیا کہ وہ گھر چلے گئے ہوں گے۔ آپؑ بھی لوٹ آئے۔

''یحییٰ بھی تو آپؑ کے ساتھ گیا تھا وہ نہیں آیا؟'' آپؑ کی زوجہ نے دریافت کیا۔

''وہ ابھی تک گھر نہیں پہنچا؟ آ ہی رہا ہوگا۔''

''آپ اسے ساتھ کیوں نہیں لائے۔''

''وہ مجھ سے بچھڑ گیا تھا، میں سمجھا گھر پہنچ گیا ہوگا۔''

''میرا بچہ جانے کہاں ہوگا۔''

''تم فکر مت کرو، میں دیکھ کر آتا ہوں۔''

آپؑ یحییٰ علیہ السلام کو ڈھونڈتے پھرے لیکن آپؑ کہیں بھی نہیں تھے۔ معاً یہ خیال آیا کہ میری قوم میری مخالفت پر اتر آئی ہے کہیں اس نے مجھ سے انتقام لینے کے لیے اسے کوئی نقصان تو نہیں پہنچا دیا۔ یہ خیال آتے ہی آپؑ پر گھبراہٹ طاری ہو گئی۔ ایک ایک سے پوچھتے پھر رہے تھے کہ انہوں نے یحییٰ کو تو نہیں دیکھا۔ اسی میں رات ہو گئی اور آپؑ گھر پلٹ آئے کہ شاید اب یحییٰ گھر پہنچ گئے ہوں۔ ٹمٹماتے ہوئے چراغ کی روشنی میں گھر میں قدم رکھا تو وہ روشنی نظر نہ آئی جو یحییٰ کی موجودگی میں نظر آتی تھی۔ الیشع بے قراری سے صحن میں ٹہل رہی تھیں۔ حضرت زکریا علیہ السلام کے ساتھ بیٹے کو نہ پا کر سوال جواب کا سلسلہ پھر شروع ہو گیا۔ یہ رات روتے روتے بسر ہو گئی۔ صبح ہوئی تو آپؑ پھر تلاش میں نکلے۔ ایک مسافر شہر میں داخل ہو رہا تھا۔ یہ سوچ کر اس سے پوچھا کہ شاید اس نے یحییٰؑ کو شہر سے باہر کہیں دیکھا ہو۔ اس نے اطلاع دی کہ جنگل میں ایک لڑکے کو روتے ہوئے دیکھا ہے۔ شاید وہ ان کا بیٹا ہو۔ آپؑ جنگل میں پہنچے تو اطلاع درست تھی۔ حضرت یحییٰؑ ایک جگہ کھڑے رو رہے تھے۔

''بیٹا، ہم تو تیری یاد میں مضطرب تجھے تلاش کر رہے ہیں اور تو یہاں آہ و گریہ میں مشغول ہے۔''

''آپؑ ہی نے تو اپنے وعظ میں کہا تھا کہ جنت اور جہنم کے درمیان ایک ایسا لق و دق میدان ہے جو خدا کے خوف میں آنسو بہائے بغیر طے نہیں ہوتا اور جنت تک رسائی نہیں ہوتی۔''

''اچھا بیٹے رو۔'' آپؑ نے کہا اور ان کے ساتھ خود بھی رونے لگے۔ جب رونے سے خوب جی بھر گیا تو بیٹے کو لے کر گھر آئے۔

☆......☆......☆

بنی اسرائیل چونکہ مختلف قبائل میں تقسیم تھے اور اس وجہ سے ان کی آبادیاں چھوٹی چھوٹی حکومتوں میں بٹی ہوئی تھیں اور ان کے مراکز جدا جدا تھے اسی لیے ان کے درمیان ایک ہی وقت میں متعدد نبی اور پیغمبر مبعوث ہوتے رہے۔

علمائے سیر نے اسرائیلیات سے نقل کیا ہے کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام کی زندگی کا بہت بڑا حصہ صحرا میں بسر ہوا اور وہ جنگلوں میں خلوت نشین رہتے۔ درختوں کی پتیاں اور ٹڈیاں ان کی خوراک تھیں اور وہیں ان پر نوجوانی میں اللہ کا کلام نازل ہوا اور انہوں نے دریائے سیرون کے نواح میں دین الٰہی کی منادی شروع کر دی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ظہور کی بشارت دینے لگے۔ لوقا کی انجیل بھی اس کی تائید کرتی ہے۔

Marfat.com

''اس وقت خدا کا کلام بیابانی میں زکریا علیہ السلام کے بیٹے یوحنا (یحییٰؑ) پر اترا اور وہ یردن کے سارے گرد ونواح میں جا کر گناہوں کی معافی کے لیے توبہ کے بپتسمہ کی منادی کرنے لگا۔''

منقول ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ ''یحییٰ بن زکریا کو پانچ باتوں کا خصوصیت کے ساتھ حکم فرمایا کہ وہ خود بھی عمل کریں اور بنی اسرائیل کو بھی ان باتوں کی تلقین کریں۔''

آپؑ بیت المقدس میں تشریف لائے اور تمام بنی اسرائیل کو جمع کر کے وعظ بیان کیا۔

''مجھے اللہ نے پانچ باتوں کا حکم دیا ہے کہ خود بھی عمل کروں اور تمہیں بھی تلقین کروں۔ ان باتوں کی تفصیل سن لو۔ پہلا حکم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی پرستش نہ کرو اور نہ کسی کو اس کا شریک ٹھہراؤ۔ دوسرا حکم یہ ہے کہ تم خشوع وخضوع کے ساتھ نماز ادا کرو۔ تیسرا حکم یہ ہے کہ روزہ رکھو۔ چوتھا حکم یہ ہے کہ مال میں سے صدقہ نکالا کرو اور پانچواں حکم یہ ہے کہ دن رات میں کثرت سے اللہ کا ذکر کیا کرو۔''

اس وعظ سے کھلبلی مچ گئی۔ خاص طور پر یہودی علما نے ان باتوں کی تو نہیں لیکن بتانے والے کی مخالفت شروع کر دی۔ ان کا اعتراض یہ تھا کہ وہ کس حیثیت سے یہ باتیں بیان کر رہے ہیں۔ ان کا عقیدہ تھا کہ ایک نبی آنے والا ہے۔ جو یہود کو راہ راست دکھائے گا۔ انہوں نے اعتراض کیا کہ یہ شخص یا تو خود کو وہ نبی ثابت کرے ورنہ وعظ کرنا چھوڑ دے۔

یوفن کی روایت کے مطابق آپ مشرقی اردن کے علاقے میں دعوت حق دیتے رہے۔ اس علاقے میں یہ آواز زور و شور سے سنائی دے رہی تھی۔ ''میں بیاباں میں پکارنے والوں کی آواز ہوں کہ تم خداوند کی سیدھی راہ لو۔''

یہ آواز گونجتی رہی۔ پھر ایک روز یہ آواز گونجی۔ ''تم سب میرے پاس آؤ تاکہ میں تمہیں بپتسمہ (گناہوں سے چھٹکارا) دوں۔ تم گناہوں سے پاک ہو جاؤ۔''

اس آواز میں ایسی کشش تھی کہ دور دور سے لوگ کھنچ کر آنے لگے۔ آپؑ پانی میں کھڑے ہو جاتے اور لوگ ایک ایک کر کے آپؑ کے پاس سے گزرتے۔ آپؑ ان سے وعدے لیتے، توبہ کراتے اور پانی کے چند چھینٹے ڈالتے۔ اس کثرت سے لوگ آنے لگے کہ لمبی لمبی قطاریں لگنے لگیں۔ جب یہود اور یروشلم کے لوگ کثرت سے آپؑ کے معتقد ہونے لگے تو علمائے یہود کو ان کی طرف سے خطرہ پیدا ہوا۔ وہ سب جمع ہو کر دریائے اردن کے کنارے حضرت یحییٰ علیہ السلام کے پاس پہنچے اور ان سے ان کی حقیقت دریافت کی۔ آپؑ اس وقت بھی بپتسمہ دینے میں مصروف تھے۔

''اے یحییٰ علیہ السلام تو کون ہے؟''

''میں نہ انکار کرتا ہوں نہ اقرار بلکہ صرف اتنا کہتا ہوں کہ میں مسیح نہیں ہوں۔''

''پھر کون ہے۔ کیا تو ایلیا ہے؟''

''میں ایلیا بھی نہیں ہوں۔''

''کیا تو وہ نبی ہے جس کا صدیوں سے انتظار ہے؟''

''نہیں۔''

''پھر تو کون ہے۔ جلدی بتا تاکہ ہم قوم کو بتا سکیں۔''

''میں تو بیابان میں پکارنے والے کی آوز ہوں کہ تم خداوند کی راہ سیدھی کرو۔''

''جب کوئی نہیں ہو تو پانی میں کھڑے ہو کر بپتسمہ کیوں دیتے ہو؟''

''میں تو صرف پانی سے بپتسمہ دیا ہوں مگر جو آنے والا ہے وہ تمہیں روح القدس سے بپتسمہ دے گا۔''

یہودیوں کا وفد واپس چلا گیا لیکن دل میں نفرت کا الاؤ لے کر گیا اور کھلے عام حضرت یحییٰ علیہ السلام کی مخالفت شروع کر دی اور ان کے قتل کے درپے ہو گئے۔

Marfat.com

حضرت زکریا علیہ السلام تک یہ خبریں تواتر سے پہنچ رہی تھیں۔ آپؑ بہت ضعیف ہو چکے تھے لیکن ہدایت کا چراغ روشن رکھے ہوئے تھے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جن کی منادی حضرت یحییٰ علیہ السلام فرمارہے تھے شام میں تھے اور ابھی نبوت سے سرفراز نہیں ہوئے تھے۔ حضرت زکریا علیہ السلام نبوت کے فرائض انجام دے رہے تھے لیکن ضعیفی کے سبب سے لوگ ان کی مخالفت نہیں کررہے تھے بلکہ آپؑ کی باتوں کو ہنسی میں اڑا دینے پر اکتفا کرتے تھے۔

یہودیوں کی سازشیں برابر کام کررہی تھیں لیکن ڈرتے تھے کہ یحییٰ علیہ السلام کے معتقدین ہنگامہ کھڑا نہ کردیں۔ وہ یہ بھی چاہتے تھے کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام کا قتل سرکاری سطح پر ہوتا کہ ان پر الزام نہ آئے۔ یہ موقع انہیں جلد ہی مل گیا۔

حضرت یحییٰ علیہ السلام شامی علاقے کے شمال مغرب میں تھے، جہاں ہیرودیس کی حکومت تھی۔ اس کے جنوب میں فلپ حکومت کررہا تھا۔ یہ دونوں آپس میں بھائی تھے۔ ہیرودیس کی نظر اپنی بھتیجی سلوم پر پڑی اور وہ اس پر دل و جان سے عاشق ہوگیا۔ اس نے سلوم کو حاصل کرنے کے لیے بھائی پر حملہ کیا اور بھائی کی بیوی کو بیٹی سمیت اغوا کرکے اپنے محل میں لے آیا اور سلوم سے شادی کا خواہش مند ہوا۔ تورات کے مطابق بھتیجی سے نکاح حرام تھا۔ بادشاہ کو بھی معلوم تھا لیکن وہ دل سے مجبور تھا۔ بار بار خود کو ملامت کرتا تھا لیکن سلوم کے حسن جہاں سوز سے مجبور تھا۔ وہ جب اس کے سامنے آتی تھی، وہ خود پر قابو نہیں رکھ پاتا تھا۔ سلوم کی ماں بار بار سمجھا چکی تھی کہ یہ شادی ممکن نہیں لیکن بادشاہ اپنی ضد پر اڑا ہوا تھا۔ اس کشمکش کی اطلاع یہودی علما کو بھی ہوگئی۔ وہ کسی طرح سلوم کی ماں سے ملے اور اسے مشورہ دیا کہ اگر حضرت یحییٰ علیہ السلام کا فتویٰ لے لیا جائے تو شادی ہوسکتی ہے۔

''میں کب چاہتی ہوں کہ یہ شادی ہو۔''

''تم ملکہ ہو مگر نادان ہو۔ ہم تو یہ مشورہ اس لیے دے رہے ہیں کہ یحییٰ یہ فتویٰ کبھی جاری نہیں کریں گے۔ بادشاہ چونکہ ان کا عقیدت مند ہے اس لیے ان کے انکار کے بعد وہ اپنی ضد سے باز آجائے گا۔''

ملکہ کو یہ مشورہ پسند آیا چنانچہ اس نے بادشاہ کو سمجھایا کہ وہ یحییٰ علیہ السلام کے پاس جائے اور ان سے اس شادی کی اجازت لے آئے۔ لوگوں میں جو چرچے ہورہے تھے وہ بند ہوجائیں گے اور اس شادی کو قانونی حیثیت مل جائے گی۔

''اگر انہوں نے انکار کردیا تو؟''

''وہ انکار کرہی نہیں سکتے۔ آپ بادشاہ ہوکر ان سے ڈرتے کیوں ہیں۔''

''ان کے عقیدت مند بہت ہیں۔ کہیں وہ میرے خلاف اٹھ کھڑے نہ ہوں۔''

''وہ تو اب بھی اٹھ کھڑے ہوں گے۔ اس سے بہتر ہے کہ ان کی اجازت لے لی جائے۔ انہیں دولت کا لالچ دیا جاسکتا ہے، انہیں قید و بند سے ڈرایا جاسکتا ہے۔ جان کا خوف تو انہیں بھی ہوگا۔ اگر آپ اسی طرح ڈرتے رہے تو وہ خود آپ کی حکومت کے لیے خطرہ بن جائیں گے۔''

یہ بات بادشاہ کے دل میں اتر گئی اور وہ حضرت یحییٰ علیہ السلام کے پاس جانے کو تیار ہوگیا۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام کو اس قصے کا علم پہلے ہی ہوچکا تھا کہ بادشاہ اپنی بھتیجی سے شادی کا خواہاں ہے لہٰذا بادشاہ کی آمد پر قطعی تعجب نہیں ہوا۔

''تم جب تک ناجائز کام سے توبہ نہیں کرتے اس وقت تک ہم سے ملنے کا حق نہیں رکھتے۔''

''اسی لیے تو حاضر ہوا ہوں کہ آپ اسے میرے حق میں جائز کردیں۔''

''میں حرام کو حلال کیسے کرسکتا ہوں۔''

''کیا اس لیے بھی نہیں کہ میں بادشاہ ہوں؟''

''اصل بادشاہت تو اللہ کی ہے اور آپ اس کے قانون نہیں توڑ سکتے۔''

''میں تمہارے منع کرنے کے باوجود بھی سلوم سے شادی کرسکتا ہوں۔''

''تو پھر یہاں کیوں آئے ہو؟''

Marfat.com

''اس لیے کہ میں آپ کی عزت کرتا ہوں لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ میں تمہارا محتاج ہوں۔ میں چاہوں تو تمہیں گرفتار بھی کرسکتا ہوں۔''

''اس کے باوجود میں تورات کا قانون نہیں توڑ سکتا کیونکہ مجھے حکم ملا ہے کہ تورات کو مضبوطی سے پکڑے رہو۔''

دونوں کے درمیان یہ باتیں ہوتی رہیں لیکن بادشاہ اپنی بات منوانے میں ناکام رہا اور وہاں سے چلا آیا۔ اس کے بعد اس نے مختلف حربے استعمال کیے۔ مختلف لوگوں کو حضرت یحییٰ علیہ السلام کے پاس بھیجا جو بادشاہ کی طرف سے آپؑ کو ڈراتے رہے۔ ان میں وہ غریب لوگ بھی تھے جو آپؑ کے عقیدت مند تھے اور ڈرتے تھے کہ بادشاہ کی حکم عدولی کی وجہ سے حضرت کی ذات کو نقصان نہ پہنچ جائے۔ بعض افراد آپؑ کو مختلف قسم کے لالچ دینے آئے لیکن آپؑ نے یہ باتیں سننے ہی سے انکار کردیا۔

بادشاہ نے ہر طرف سے مایوس ہونے اور ملکہ کے اکسانے کے بعد آپؑ کی گرفتاری کے احکام جاری کردیے۔ آپؑ کو گرفتار کرکے قید خانے پہنچادیا گیا۔

آپؑ کی گرفتاری کے بعد بادشاہ نے شادی پر پھر اصرار شروع کردیا۔ اس کا کہنا یہ تھا کہ اب اس کے خلاف اٹھنے والی آواز بند ہوگئی ہے لہٰذا اب شادی کرلی جائے۔

یہودی علما کا داؤ چل گیا تھا۔ اب تک وہ بڑی کامیابی سے اپنی چالیں چل رہے تھے۔ اب انہوں نے ملکہ کو ورغلایا کہ اس شادی کے لیے وہ حضرت یحییٰ علیہ السلام کے قتل کی شرط رکھ دے۔

''اس سے کیا ہوگا؟''

''بادشاہ ان کا عقیدت مند ہے۔ اس نے دکھاوے کے لیے انہیں قید تو کردیا ہے لیکن وہ انہیں قتل ہرگز نہیں کرے گا اور یوں یہ شادی رک جائے گی۔''

سلوم کی ماں ایک مرتبہ پھر یہودی علما کے دام میں آگئی۔ اس نے اپنی بیٹی کو پوری بات بتادی اور اسے سمجھادیا کہ اگر اب بادشاہ شادی کا تقاضا کرے تو وہ حضرت یحییٰ علیہ السلام کے قتل کی فرمائش کردے۔

سلوم نے یہی کیا۔ اس روز ان کی عید تھی۔ اس دن کا تقاضا تھا کہ بادشاہ جو وعدہ کرتا تھا اسے پورا ضرور کرتا تھا۔

سلوم نے زرق برق لباس پہنا اور خاص اس وقت اس کے سامنے پہنچ گئی جب وہ شراب کے نشے میں غرق تھا۔ سلوم کو وہ ویسے ہی پسند کرتا تھا اور اس وقت تو وہ قیامت ڈھا رہی تھی۔ بلا طلب حاضر ہوئی تھی اور اس پر مستزاد یہ کہ صراحی سے شراب انڈیل کر بادشاہ کو اپنے ہاتھ سے پلا رہی تھی۔

جب بادشاہ کا نشہ بہت بڑھ گیا تو اس نے سلوم کو آغوش میں بھرلیا۔ سلوم نے ایک ادائے خاص سے خود کو چھڑالیا۔ بادشاہ ہاتھ بڑھاتا رہ گیا۔

''ایسے نہیں، پہلے آپ مجھے کوئی انعام دیجیے۔ میرے حسن کے شایانِ شان انعام۔''

''کہو کیا مانگتی ہو۔ میری تمام سلطنت تمہاری ہے۔''

''سوچ لیجیے۔ آج عید کا دن ہے۔ جو وعدہ کریں گے اسے پورا کرنا ہوگا۔''

''تم مانگو تو سہی۔''

''مجھے یحییٰؑ کا سر چاہیے۔''

''تم نے یہ کیا مانگ لیا۔ کوئی اور سوال کرو۔''

''ہماری شادی کی راہ میں وہی رکاوٹ ہے۔ مجھے تو اسی کا سر چاہیے۔''

''میں نے کہا نا، کوئی اور سوال کرو۔''

''آپ نے وعدہ کیا تھا، میری مرضی کا انعام دیا جائے گا۔''

Marfat.com

''یحییٰؑ کے سر سے تجھے کیا فائدہ پہنچے گا۔''

''آپ کو یہ سوال کرنے کا حق نہیں۔ مجھے تو انعام چاہیے۔''

بادشاہ کش مکش میں پڑ گیا۔ اسے سلوم کی رضا ہر حال میں درکار تھی۔ اس نے اپنے سپاہیوں کو حکم دیا کہ یحییٰؑ کا خون آلود سر چاندی کی طشت میں رکھ کر سلوم کے سامنے پیش کر دیا جائے۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ جب یحییٰؑ کا سر مبارک طشت میں رکھ کر سلوم کے سامنے پیش کیا گیا تو وہ اس منظر کی تاب نہ لا سکی اور ہلاک ہوگئی۔

حضرت یحییٰ علیہ السلام کے قتل سے متعلق ایک قول یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ بادشاہ کی بیوی کو حضرت یحییٰؑ سے محبت ہوگئی تھی۔ اس عورت نے ان کو پھسلانے کی کوشش کی مگر آپؑ نے انکار کر دیا اور جب وہ مایوس ہوگئی تو کسی حیلے سے بادشاہ سے اس کا خون مانگا۔ پہلے تو بادشاہ انکار کرتا رہا پھر ہتھیار ڈال دیے اور قاتل کو اور آپؑ کے سر اور آپؑ کے خون کو طشت میں عورت کے پاس بھجوا دیا۔

حضرت زکریا علیہ السلام کے صبر کا یہ عالم تھا کہ جس وقت یہ خبر آپؑ تک پہنچی تو آپؑ نماز میں مشغول تھے۔ آپؑ اپنی نماز سے دور نہ ہوئے، برابر پڑھتے رہے حالانکہ وہ آپؑ کے محبوب فرزند تھے۔ کتنی دعاؤں سے مانگے گئے تھے۔

☆......☆......☆

یہود نے جب حضرت یحییٰؑ کو شہید کر دیا تو پھر حضرت زکریا علیہ السلام کی طرف متوجہ ہوئے کہ انہیں بھی قتل کر دیں کیونکہ ان کو یہ خوف ہونے لگا تھا کہ حضرت زکریا علیہ السلام اپنی تقریروں میں حضرت یحییٰ علیہ السلام کی مظلومیت کو ابھاریں گے اور اپنے عقیدت مندوں کو اکسائیں گے کہ وہ ان کے قتل کا بدلہ لیں۔ اس مرتبہ انہیں بادشاہ کی حمایت بھی حاصل تھی لیکن انہیں یہ دیکھ کر حیرت ہو رہی تھی کہ حضرت زکریا علیہ السلام اپنی تقریروں میں حضرت یحییٰ علیہ السلام کے خون ناحق کا کوئی تذکرہ نہیں کر رہے ہیں۔ ان کی تقریریں اب بھی اصلاح معاشرہ کے لیے ہیں۔ وہ کوئی ایسا موقع نہیں دے رہے ہیں جسے بہانہ کر کے انہیں قتل کیا جا سکے۔ اس کے باوجود وہ انہیں قتل کرنے میں جلدی کر رہے تھے۔ یہودی علما نے راستہ ہموار کرنے کے لیے معاشرے کے مختلف طبقوں کو اپنے ساتھ ملانے کا فیصلہ کیا۔ حضرت زکریا علیہ السلام کی تقریروں کی زد میں سب سے زیادہ تاجر آتے تھے۔ وہ اور علما پہلے ہی متحد ہو گئے تھے لیکن اس وقت ان کا مقصد حضرت زکریا علیہ السلام کو تبلیغ و وعظ سے روکنا تھا مگر اب وہ اس پر متحد ہو گئے تھے کہ انہیں راستے سے ہٹا دیا جائے۔ پہلے کی بات اور تھی۔ بادشاہ ان سے باز پرس کر سکتا تھا لیکن اب بادشاہ کی کمزوری ان کے ہاتھ میں تھی۔ انہیں معلوم تھا کہ بادشاہ کے ہاتھ خود خون میں رنگے ہوئے ہیں۔ وہ خود یہ چاہیں گے کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام کے حق میں اٹھنے والی ہر آواز دب جائے۔ صرف ان لوگوں سے خطرہ تھا جو حضرت زکریا علیہ السلام کے عقیدت مند تھے۔ اس لیے وہ نہایت احتیاط سے کام لے رہے تھے اور ہر منصوبے کو خفیہ رکھ رہے تھے۔

☆......☆......☆

''الیشع، میں دیکھ رہا ہوں کہ یحییٰ علیہ السلام کی شہادت کے بعد میری قوم کے تیور کچھ بدل سے گئے ہیں۔ ایسا لگتا ہے جیسے وہ مجھے بھی قتل کرنے کے درپے ہیں۔''

''اللہ نہ کرے ایسا ہو۔''

''پہلے جب میں وعظ کرتا تھا، وہ خاموشی سے سن لیا کرتے تھے، چاہے وہ دل سے قائل نہ ہوتے ہوں لیکن اب آوازے کستے ہیں۔ سب تو نہیں لیکن لگتا ہے کچھ لوگ اسی مقصد کے لیے بھیجے جاتے ہیں۔''

''آپؑ کچھ دن کے لیے تبلیغ سے رک جائیں۔''

Marfat.com

''یہ کیسے ہوسکتا ہے۔ کیا میں اپنی جان کے لیے اللہ کا پیغام پہنچانے سے باز آ جاؤں۔''

''مجھے معلوم ہے آپ ایسا نہیں کریں گے۔ تو کیا مجھے بیٹے کے بعد سہاگ کا صدمہ بھی برداشت کرنا پڑے گا۔''

''اللہ کو جو منظور ہو۔''

''آپ یہ تو کر سکتے ہیں۔ ان لوگوں سے ہوشیار رہیں۔ آپ کے جو عقیدت مند ہیں انہیں ہمیشہ اپنے ساتھ رکھیں۔ اکیلے کسی سے بات نہ کریں۔ ہمیشہ اس جگہ پر وعظ بیان کریں جہاں لوگوں کا ہجوم ہو۔ یہ لوگ بہت سے لوگوں کے درمیان آپ کو نقصان نہیں پہنچا سکیں گے۔''

''یہ تو میں کرتا ہی رہا ہوں اور احتیاط کر لوں گا۔''

صبح اٹھ کر آپ نے چند شاگردوں کو آمادہ کیا کہ وہ وعظ کے دوران ان کے اردگرد موجود رہا کریں۔ یہ غریب اور کمزور لوگ تھے لیکن انہوں نے عزم کیا کہ وہ ہر طرح سے ان کی حفاظت کریں گے۔

وعظ کا سلسلہ جاری رہا۔ مخالفین یہ دیکھ دیکھ کر پیچ و تاب کھا رہے تھے کہ ان کے بعض عقیدت مند ان کے ساتھ رہتے ہیں۔

اب یہ منصوبہ بنایا گیا کہ ان عقیدت مندوں کو کسی طرح ڈرایا دھمکایا جائے۔ وہ ان کا ساتھ چھوڑ جائیں گے تو انہیں نقصان پہنچانا آسان ہو جائے گا۔

یہ غریب لوگ تھے۔ بااثر لوگوں نے انہیں ڈرایا تو ان میں سے بہت سے آپ کا ساتھ چھوڑ گئے لیکن آپؑ نے اپنی روش کو نہیں چھوڑا بلکہ اس میں اور اضافہ ہی ہو گیا۔ اب حضرت زکریا علیہ السلام تاجروں کے بجائے گاہکوں کو سمجھانے لگے۔ جب کوئی گاہک کسی دکان کی طرف بڑھتا آپؑ اسے روک لیتے۔

''مال دیکھ کر لینا۔ یہ دکاندار مال کا عیب نہیں بتاتے اور پوری قیمت وصول کر لیتے ہیں۔ قیمت بھی زیادہ بتاتے ہیں۔ اتنی قیمت ہرگز نہ دینا۔''

رفتہ رفتہ یہ نوبت آ گئی کہ ہر گاہک دکانداروں سے الجھنے لگا۔ دکانداروں میں کھلبلی مچ گئی کہ اگر یہی حال رہا تو ہمارا کاروبار ٹھپ ہو کر رہ جائے گا۔ علما کو بھی اپنا بازار سرد ہوتا نظر آنے لگا۔ آخر ایک خفیہ مقام پر ان کا اجلاس منعقد ہوا جس میں طے کیا گیا کہ حضرت زکریا علیہ السلام کی نگرانی کی جائے کہ وہ کس وقت گھر پہنچتے ہیں۔ کس وقت گھر سے نکلتے ہیں۔ رات کے وقت وہ گھر پر ہوتے ہیں یا ہم سے ڈر کر کوئی اور ٹھکانا بنالیا ہے۔

چند روز میں تمام معلومات آ گئیں۔ نگرانی کرنے والوں نے بتا دیا کہ وہ دوپہر کے وقت گھر میں ہوتے ہیں اور رات گھر پر ہی گزارتے ہیں۔ کوئی اور ٹھکانا نہیں ہے۔

اس کے بعد یہ طے کیا گیا کہ رات کے وقت اندھیرے کا فائدہ اٹھا کر وہ کہیں بھاگ سکتے ہیں اس لیے دوپہر کے وقت جب سب لوگ اپنے اپنے گھروں میں ہوتے ہیں، ان کے گھر پر حملہ کر دیا جائے اور انہیں قتل کر دیا جائے۔ چند شریر لوگ اس کام پر متعین کر دیے گئے جنہوں نے اپنے طور پر چند روز آپ کی مزید نگرانی کی اور ایک روز آپ کا پیچھا کرتے ہوئے آپ کے گھر کے چاروں طرف پھیل گئے۔

آپؑ اپنے بستر پر تھے اور الیشع آپ کے قریب تشریف فرما تھیں کہ باہر سے کچھ آوازیں سنائی دیں۔ آپ کو فکر ہوئی کہ باہر کون ہے جو اس وقت باتیں کر رہا ہے۔ آپ نے ایک خفیہ جگہ سے جھانکا۔ کچھ لوگ باہر تھے جو ان کا نام لے لے کر کچھ کہہ رہے تھے۔

''الیشع، شاید وہ وقت آ گیا جس کا مجھے ڈر تھا۔''

''اس سے پہلے کہ وہ لوگ اندر آئیں اور آپ کو تلاش کر لیں آپ کسی طرف نکل جائیں۔''

''وہ باہر ہر طرف موجود ہوں گے۔ مجھے کب جانے دیں گے۔''

Marfat.com

''کہیں نہ کہیں چھپنے کا موقع مل جائے گا۔ اس چھوٹے سے گھر میں آپ کہاں چھپیں گے؟''

اسی وقت لوگوں نے یلغار کی اور گھر میں داخل ہو گئے۔ الیشع سامنے ہی کھڑی تھیں۔ ان لوگوں نے حضرت زکریا علیہ السلام کے بارے میں معلوم کیا۔

''وہ اللہ کی امان بھی میں۔''

''کہاں چھپا دیا انہیں جب کہ ہم نے خود انہیں گھر میں داخل ہوتے ہوئے دیکھا ہے۔''

''انہوں نے تمہارا کیا بگاڑا ہے۔ کیوں ان کے پیچھے پڑے ہو۔''

''یہ وقت باتوں کا نہیں، بتاؤ وہ کہاں ہیں؟''

''وہ تو اب تک یہاں سے بہت دور جا چکے ہوں گے۔''

اسی وقت باہر سے شور سنائی دیا۔ حضرت زکریا علیہ السلام پچھلے دروازے سے باہر نکلے تو باہر کھڑے لوگوں نے انہیں دیکھ لیا اور شور مچا دیا۔ جو لوگ انہیں ڈھونڈنے گھر میں آئے تھے وہ بھی باہر کی طرف لپکے۔

حضرت زکریا علیہ السلام ان لوگوں سے بچتے ہوئے جنگل میں داخل ہو گئے۔ تعاقب کرنے والے کچھ فاصلے سے انہیں دیکھ رہے تھے۔

حضرت زکریا علیہ السلام ان سے بچ کر جنگل میں دوڑ رہے تھے کہ ایک درخت سے آواز آئی۔ ''زکریا ادھر آؤ۔ میرا تنا بہت بڑا ہے۔ اس میں سما جاؤ۔ آپ نے اس درخت کی طرف دیکھا۔ درخت کا تنا شق ہو گیا تھا۔ آپ اس میں داخل ہو گئے۔ تنا دوبارہ بند ہو گیا۔ تعاقب کرنے والے اس درخت تک آئے۔ انہوں نے آپ کو اس درخت تک آتے ہوئے دیکھا تھا۔ اس کے بعد کچھ پتا نہ چلتا تھا کہ آپ کہاں چلے گئے۔ سب کے سب حیران تھے کہ آپ کہاں گم ہو گئے۔ درخت کے گرد گھوم پھر کر دیکھ رہے تھے لیکن کوئی نشان نہ ملتا تھا۔ اچانک ایک شخص آگے بڑھا اور اس نے توجہ دلائی۔

''یہ کپڑا دیکھ رہے ہو۔ یہ زکریا علیہ السلام کے کرتے کا دامن ہے۔ انہوں نے جادو کے زور سے خود کو درخت میں محفوظ کر لیا ہے لیکن اتفاق ہے کرتے کا دامن باہر رہ گیا۔ زکریا اسی درخت میں ہیں۔''

کہا جاتا ہے، یہ شخص ابلیس تھا جو انسانی روپ دھار کر ان لوگوں میں شامل ہو گیا تھا۔

یہود نے آپس میں مشورہ کیا کہ ہمیں اس درخت کو جلا دینا چاہیے لیکن اسی شخص نے مشورہ دیا کہ جلانے کے بجائے اس درخت پر آرا چلاؤ۔ زکریا اسی آرے سے درخت کاٹتے رہے ہیں، آج درخت کے ساتھ انہیں بھی کاٹ دو۔

کچھ لوگ بستی کی طرف دوڑے اور لکڑی کاٹنے کا آرا لے آئے اور درخت پر چلانا شروع کر دیا۔ حضرت زکریا علیہ السلام محسوس کر رہے تھے کہ درخت کاٹا جا رہا ہے اور درخت کے ساتھ وہ بھی کٹ جائیں گے۔

جب آرا آپ کے نزدیک پہنچا تو وحی آئی۔ ''اگر تم نے کچھ بھی آہ زاری کی تو ہم یہ سب زمین تہ و بالا کر دیں گے اور اگر تم نے صبر سے کام لیا تو ہم ابھی ان یہود پر فوراً اپنا غضب نازل نہیں کریں گے چنانچہ حضرت زکریا علیہ السلام نے صبر سے کام لیا اور درخت کے ساتھ ان کے بھی دو ٹکڑے ہو گئے۔

ایک روایت یہ ہے کہ درخت پر آرا کشی کا جو معاملہ پیش آیا وہ شعیا علیہ السلام سے متعلق ہے بہر حال مشہور قول یہی ہے حضرت زکریا علیہ السلام کو یہود نے شہید کر دیا تھا۔ رہا یہ معاملہ کہ کس طرح اور کس مقام پر تو اس کے متعلق صرف یہی کہا جا سکتا ہے کہ واللہ اعلم۔

اقوام عالم میں یہود کو اس شقاوت میں ید طولیٰ حاصل رہا ہے اور انہوں نے اپنے پیغمبروں اور نبیوں کے ساتھ جس قسم کے توہین آمیز سلوک حتیٰ کہ قتل تک کو روا رکھا اس کی نظیر نہیں ملتی۔ حضرت زکریا علیہ السلام کا واقعہ بھی اسی سلسلہ شہادت کی ایک کڑی ہے۔

Marfat.com

حضرت یحییٰ علیہ السلام

حضرت یحییٰ علیہ السلام، حضرت زکریا علیہ السلام کے واحد بیٹے اور ان کی پیغمبرانہ دعاؤں کے حامل تھے۔ آپ کا ذکر قرآن مجید میں ان ہی سورتوں میں آیا ہے جن میں حضرت زکریا علیہ السلام کا ذکر ہے یعنی سورۂ آل عمران، سورۂ انعام، سورۂ کریم، سورۂ انبیا۔

''اے زکریا! ہم بے شک تم کو بشارت دیتے ہیں ایک فرزند کی۔ اس کا نام یحییٰ ہوگا کہ اس سے قبل ہم نے کسی کے لیے یہ نام نہیں ٹھہرایا۔''

آپ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے چھ ماہ بڑے تھے۔

زکریا علیہ السلام کے کوئی اولاد نہیں تھی۔ انہیں یہ فکر ہمیشہ ستاتی رہتی تھی کہ ان کا دامن اولاد کی نعمت سے خالی ہے۔ وہ نبی تھے اس لیے ہونٹوں کے کنارے شکایت سے خالی ہی رہتے تھے کبھی کبھی خدا سے اس انداز میں ضرور مخاطب ہوتے کہ میرے بھائی بند ہرگز اس کے اہل نہیں کہ میرے بعد بنی اسرائیل کی رشد و ہدایت کی خدمت انجام دے سکیں پس اگر تو میرے کوئی نیک سرشت لڑکا پیدا کر دیتا تو مجھ کو یہ اطمینان ہو جاتا کہ بنی اسرائیل کی رہنمائی کا خدمت گزار میرے بعد موجود ہے۔

اتنی شکایت بھی صرف اس لیے تھی کہ آپ بڑھاپے کی عمر کو پہنچ چکے تھے۔ جس دن سے انہیں معلوم ہوا تھا کہ ان کی بیوی کی بہن حنہ جو ہمیشہ کی بانجھ تھیں، قدرت نے ان کی سن لی اور اب وہ حمل سے ہیں۔

''یا اللہ تیرے پاس کس چیز کی کمی ہے۔ جس طرح تو نے حنہ کو اولاد کی بشارت دی ہے اسی طرح اس کی بہن، میری بیوی الشیع کو بھی اولاد کی نوید سنا دے۔''

اللہ اپنے نبی کی فریاد ٹال نہیں سکتا تھا لیکن شاید ابھی وقت نہیں آیا تھا۔

اور پھر ایک روز حنہ کے گھر سے خوشی خبری آ گئی۔ ان کے گھر بیٹی کی ولادت ہوئی تھی۔ حضرت زکریا علیہ السلام کو انہوں نے خاص طور پر بلوایا کہ وہ آ کر بچی کو دیکھ جائیں۔

ان کے شوہر عمران کا انتقال اسی وقت ہو چکا تھا جب وہ حاملہ تھیں۔ حضرت زکریا علیہ السلام ان کے گھر تشریف لے گئے تو وہ کچھ پریشان نظر آ رہی تھیں۔ آپ کو بڑا تعجب ہوا کہ یہ خوشی کا موقع ہے، اس بڑھاپے میں خدا نے اولاد دی اور ان کے چہرے پر خوشی کی پرچھائیں بھی نہیں۔ انہیں خیال ہوا کہ شاید یہ پریشانی ہوں گی کہ عمران اس دنیا میں نہیں رہے۔ آپ نے حقیقت جاننے کے لیے پریشانی کا سبب پوچھا۔

''حنہ، اس وقت یہ پریشانی کیسی۔ تمہیں تو خوش ہونا چاہیے۔ عمران کو خدا نے لے لیا اس پر بھی تمہیں صبر کرنا چاہیے۔''

''بھائی صاحب، وہ بات نہیں جو آپ سمجھ رہے ہیں۔''

''پھر کیا بات ہے؟''

''بات یہ ہے کہ جب یہ بچی پیدا ہونے والی تھی تو میں نے نذر مانی تھی کہ جو بچہ پیدا ہوگا اس کو ہیکل (مسجد اقصیٰ)

Marfat.com

کی خدمت کے لیے وقف کر دوں گی۔"

"یہ تو اچھی بات ہے۔ اس میں بھی پریشانی کی کوئی بات نہیں۔ یہ تو نہایت مقدس رسم ہے اور بنی اسرائیل میں مدتوں سے چلی آ رہی ہے۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ اب اولاد کی محبت تمہیں اس رسم سے روک رہی ہو؟"

"اس رسم کی انجام دہی کے لیے تو پریشان ہوں۔ میں نے جو نذر مانی تھی وہ پوری ہوتی نظر نہیں آتی۔ خداوند بنی اسرائیل کے خدا کو میری یہ نذر پسند نہیں آئی۔ اس نے بیٹے کے بجائے مجھے بیٹی دے دی۔ سوچتی ہوں لڑکی کس طرح مقدس ہیکل کی خدمت کرے گی۔ اسی مشورے کے لیے میں نے آپ کو بلایا تھا۔"

"تم پریشان کیوں ہوتی ہو۔ تمہاری نذر ضرور پوری ہوگی۔ خدا نے چاہا تو لڑکی ہونے کے باوجود یہ ہیکل کی خدمت کرے گی اور میں اس کی نگرانی کروں گا۔"

اس بچی کا نام مریم رکھا گیا۔ سریانی میں اس کے معنی خادم کے ہیں۔ یہ چونکہ ہیکل کی خدمت کے لیے وقف کر دی گئیں اس لیے یہ نام موزوں سمجھا گیا۔ حنہ اس بچی کی پرورش کرنے لگیں۔

"(وہ وقت یاد کرو) جب عمران کی بیوی نے کہا خدایا! میں نے نذر مان لی ہے کہ میرے پیٹ میں جو بچہ ہے وہ تیری راہ میں آزاد ہے۔ پس تو اس کو میری جانب سے قبول فرما۔ بے شک! تو سننے والا، جاننے والا ہے۔ پھر جب اس نے جنا تو کہنے لگی پروردگار میرے لڑکی پیدا ہوئی ہے۔ اللہ خوب جانتا ہے جو اس نے جنا ہے اور لڑکا لڑکی یکساں نہیں ہے (یعنی ہیکل کی خدمت لڑکی نہیں کر سکتی لڑکا کر سکتا ہے) اور میں نے اس کا نام مریم رکھا ہے اور میں اس کو اور اس کی اولاد کو شیطان الرجیم کے فتنے سے تیری پناہ میں دیتی ہوں۔"

پس مریم کو اس کے پروردگار نے بہت اچھی طرح قبول فرمایا اور اس کی نشوونما اچھے طریق پر کی اور حضرت زکریا علیہ السلام کو اس کا نگران کار بنایا۔

حضرت مریمؑ کی پرورش ہوتی رہی۔ یہاں تک کہ وہ سن شعور کو پہنچیں لہٰذا اب یہ سوال پیدا ہوا کہ حضرت مریمؑ کی کفالت کس کے سپرد کی جائے یعنی ہیکل میں قیام کے دوران ان کی دیکھ بھال کون کرے گا۔ حضرت زکریا علیہ السلام چونکہ خالو بھی تھے، معزز کاہن بھی اور خدائے برتر کے نبی بھی لہٰذا سب سے پہلے انہوں نے اپنا نام پیش کیا۔

"خدا نے اس کی ذمے داری کے لیے مجھے آگے کیا ہے لہٰذا یہ مقدس فریضہ مجھے انجام دینے دیجیے۔"

"آپ کا حق برحق لیکن اس ثواب سے ہم کیوں محروم رہیں۔" کاہنوں نے بہ یک آواز کہا۔

"میرا حق مانتے بھی ہو اور حجت بھی کرتے ہو۔ میں مریم کا خالو ہوں جو تم میں سے کوئی نہیں۔"

"ہم تم سے زیادہ دولت مند ہیں۔ تم سے اچھی دیکھ بھال کر سکتے ہیں۔ صرف قرابت داری سے کیا ہوتا ہے۔ مریم ایک مقدس امانت ہے۔ اس پر ہمارا بھی اتنا ہی حق ہے جتنا تمہارا ہے۔ اگر تمہیں پھر بھی اعتراض ہے تو قرعہ اندازی کر لو۔ جس کے نام قرعہ نکل آئے وہی کفیل۔"

قرعہ اندازی کی گئی لیکن جب تینوں مرتبہ حضرت زکریا علیہ السلام کا نام نکلا تو سب سمجھ گئے کہ حضرت زکریا علیہ السلام کے ساتھ تائید غیبی ہے تو انہوں نے بہ خوشی اس فیصلے کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا اور اس طرح یہ سعید امانت حضرت زکریا علیہ السلام کے سپرد کر دی گئی۔

حضرت زکریا علیہ السلام نے حضرت مریم علیہ السلام کے صنفی احترامات کا لحاظ کرتے ہوئے ہیکل کے قریب ایک حجرہ ان کے لیے مخصوص کر دیا تاکہ وہ دن میں وہاں رہ کر عبادت الٰہی سے بہرہ ور ہوں اور جب رات آتی تو ان کو اپنے مکان پر لے آتے۔

ایک روز دن کے وقت وہ حضرت مریم علیہ السلام کے حجرے میں تشریف لے گئے تو پھل رکھے دیکھے۔ ان میں کچھ

Marfat.com

پھل ایسے تھے جن کا موسم ہی نہیں تھا۔ آپ کو بڑا تعجب ہوا کہ موسمی پھل تو خیر آ سکتے ہیں۔ کوئی دے گیا ہوگا لیکن بے موسم کے پھل یہاں کیسے پہنچ گئے۔ آپؑ نے اس وقت کچھ نہیں کہا۔ اسے محض اتفاق سمجھ کر نظر انداز کر دیا لیکن آپؑ اس کی تحقیق میں لگ گئے۔ آپؑ جب حجرے میں آتے بے موسمی پھل رکھے ہوئے دیکھتے اور خود سے ایک ہی سوال کرتے کہ موسم کے پھل تو آ سکتے ہیں، یہ بے موسم کے پھل کہاں سے آ جاتے ہیں؟ بالآخر ایک دن انہوں نے حضرت مریم علیہ السلام سے پوچھ ہی لیا۔

''بیٹی! یہ بے موسم کے پھل تمہارے پاس کون رکھ جاتا ہے؟''

حضرت مریم علیہ السلام نے فرمایا۔ ''یہ پھل مجھے فرشتے لا کر دیتے ہیں۔ خالو جان آپ کو تعجب کیوں ہے۔ اللہ تعالیٰ رزق دینے والا ہے، بے حساب دیتا ہے اور ہر موسم میں دیتا ہے۔ وہ کیا نہیں کر سکتا اس کے اختیار میں سب ہی کچھ تو ہے۔''

بے موسم کے پھل دینے والا بے موسم اولاد بھی تو عطا کر سکتا ہے۔ میں اور میری بیوی بوڑھے ہو گئے ہیں تو کیا ہوا۔ خدا چاہے تو بے موسم پھل بھی دے سکتا ہے۔ آپؑ شدومد کے ساتھ ہر نماز کے بعد نیک اور صالح اولاد کے دعا کرنے لگے۔

آپؑ ہیکل میں مشغول عبادت اور درگاہ الٰہی میں دعا کر رہے تھے۔ ''خدایا! میں تنہا ہوں اور وارث کا محتاج اور یوں تو حقیقی وارث صرف تیری ہی ذات ہے۔ خدایا مجھ کو پاک اولاد عطا فرما۔ مجھے یقین ہے تو حاجت مند کی دعا ضرور سنتا ہے۔''

آپؑ یہ دعا ہمیشہ کرتے رہے تھے لیکن اب قبولیت کا وقت آ گیا تھا۔ دعا فوراً مستجاب ہوئی۔ خدا کا فرشتہ ان پر ظاہر ہوا۔ اس نے بشارت دی کہ تمہارا بیٹا پیدا ہوگا اور تم اس کا نام یحییٰ رکھنا۔

حضرت زکریا علیہ السلام کی عمر اس وقت ستتر سال، بعض کے نزدیک نوے سال اور بعض کے خیال میں ایک سو بیس سال ہو چکی تھی۔

بڑھاپے کی وجہ سے حضرت زکریا علیہ السلام کی ہڈیوں میں ایک قسم کی اکڑ پیدا ہو گئی تھی۔ آپؑ کی زوجہ بھی بوڑھی ہو چکی تھیں۔ انہیں جوانی ہی میں بانجھ قرار دیا جا چکا تھا۔ اب جو موسم کے پھل کی نوید سنی تو فرطِ مسرت سے آبدیدہ ہو گئے۔ اپنے رب کا شکر ادا کیا اور فرشتے سے پوچھنے لگے۔

''یہ بشارت کس طرح پوری ہوگی۔ مجھ کو جوانی عطا ہوگی یا میری بیوی کا مرض دور کر دیا جائے گا؟''

فرشتے نے جواب دیا۔ ''میں اسی قدر کہہ سکتا ہوں کہ حالات کچھ بھی ہوں تمہارے ہاں ضرور بیٹا پیدا ہوگا کیونکہ خدا کا فیصلہ اٹل ہے۔''

حضرت زکریا علیہ السلام نے درگاہ الٰہی میں عرض کیا۔ ''اے اللہ! مجھے کوئی ایسی نشانی عطا کر جس سے میں معلوم کر لوں کہ بشارت پوری ہونے کا وقت آ گیا۔''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ ''علامت یہ ہے کہ جب تم تین روز تک بات نہ کر سکو اور اشاروں ہی سے اپنا مطلب ادا کر سکو تو سمجھ لینا کہ بشارت نے وجود کی شکل اختیار کر لی ہے۔'' چنانچہ جب وقت قریب آیا تو حضرت زکریا علیہ السلام کی گویائی سلب ہو گئی۔ آپؑ یادِ الٰہی میں پوری طرح منہمک ہو گئے اور امت کو بھی حکم دیا کہ (اشاروں میں) وہ زیادہ سے زیادہ خدا کی یاد میں مشغول رہیں اس لیے کہ آنے والا نبی اسرائیل کے لیے بھی نیکی اور سعادت کا باعث تھا۔

پھر وہ وقت بھی آ گیا جب حضرت یحییٰ علیہ السلام کی ولادت ہوئی۔ وارث نبوت پیدا ہوا تھا۔ یہ کوئی کم خوشی کی بات نہیں تھی۔ عام لوگ بھی سمجھ رہے تھے کہ بڑھاپے میں ولادت کا ہونا خدا کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے۔ یہ بچہ

Marfat.com

واقعی بنی اسرائیل کی خوش بختی میں اضافہ کرے گا اور ان کے لیے خیر و برکت کا سبب بنے گا لہٰذا خاندان والوں نے ہی نہیں پورے قبیلے نے جشن منایا۔ ہیکل میں عبادتیں کی گئیں کہ خداوند نے خیر و برکت بھیجی۔

بنی اسرائیل میں قدیم دستور چلا آ رہا تھا کہ نومولود کی ولادت کے آٹھویں دن رسم ختنہ ادا کی جاتی تھی اور بچے کا نام رکھا جاتا تھا لہٰذا آٹھواں دن آیا تو اس تقریب کا انتظام ہوا۔

حضرت زکریا علیہ السلام کا تعلق چونکہ ہیکل کے کاہن خاندان سے تھا لہٰذا اس تقریب میں کاہن بھی شریک تھے۔ جب نام رکھنے کا وقت آیا تو ان کاہنوں نے حضرت زکریا علیہ السلام سے پوچھا۔

''زکریا، کیا تم بھول گئے کہ آٹھویں دن بچے کا نام رکھا جاتا ہے۔ تم نے بچے کا نام سوچ لیا ہے؟''

''مجھے ایک تختی لاکر دو تاکہ میں اس پر وہ نام لکھ دوں جو خداوند اسرائیل کے خدا نے مجھے پہلے سے بتادیا ہے۔''

حضرت زکریا علیہ السلام کو تختی دے دی گئی۔ آپ نے اس تختی پر جلی حروف میں لکھ دیا ''یحییٰ''۔

یہ تختی جب مہمانوں میں گھمائی پھرائی گئی تو سب کے چہروں پر مسکراہٹ کھیلنے لگی، پسندیدگی کی نہیں ایک طنزیہ مسکراہٹ۔ کچھ دیر آپس میں سرگوشیاں ہوتی رہیں پھر ایک کاہن نے اس نام پر اعتراض کیا۔

''زکریا، یہ نام آج تک تو ہم نے سنا نہیں۔ تم نے یہ کیسا نام رکھ دیا اور یہ تمہارے ذہن میں آیا کیسے۔ وہ نام رکھو جسے لوگ آسانی سے قبول کرلیں۔''

تب حضرت زکریا علیہ السلام کو انہیں بتانا پڑا۔ ''صاحبو! تم دیکھ رہے ہو میں بوڑھا ہوں، میری بیوی بانجھ تھی۔ کوئی ایسے ظاہری اسباب نہیں تھے کہ میں اولاد کی نعمت سے فیض یاب ہوتا۔ ایک خدا کا سہارا تھا جسے میں نے نہیں چھوڑا۔ اس سے مانگتا رہا کہ وہی دینے والا ہے پھر ایسا ہوا کہ ایک روز ہیکل میں تھا کہ ایک فرشتے نے میری توجہ اپنی جانب پھیری اور بشارت دی کہ تیرے گھر بیٹا پیدا ہوگا اور تو اس کا نام یحییٰ رکھنا۔ میرے اللہ نے اولاد کی طرح نام بھی دیا۔ اسی لیے میں نے یہ عجیب وغریب نام رکھ دیا۔''

لوقا کی انجیل میں اس واقعے کا اس طرح ذکر ملتا ہے۔

''اور آٹھویں دن ایسا ہوا کہ وہ لڑکے کا ختنہ کرنے آئے اور اس کا نام اس کے باپ کے نام پر زکریا رکھنے لگے مگر اس کی ماں نے کہا نہیں بلکہ اس کا نام یوحنا رکھنا۔''

اس نے اسے کہا کہ تیرے کنبے میں کسی کا یہ نام نہیں اور انہوں نے اس کے باپ کو اشارہ کیا کہ تو اس کا کیا نام رکھنا چاہتا ہے۔ اس نے تختی منگوا کر یہ لکھا کہ اس کا نام یوحنا ہے اور سب نے تعجب کیا۔ اسی دم اس کا منہ اور زبان کھل گئی اور وہ بولنے اور خدا کی حمد کرنے لگا اور ان کے آس پاس کے سب رہنے والوں پر دہشت چھا گئی اور یہودیہ کے تمام پہاڑی ملک میں ان سب باتوں کا چرچا پھیل گیا اور سب سننے والوں نے ان کو دل میں سوچ کر کہا کہ یہ لڑکا کیسا ہونے والا ہے کیونکہ خداوند کا ہاتھ اس پر تھا۔''

حضرت زکریا علیہ السلام نے بھی عاجزی سے سر جھکایا۔

خداوند اسرائیل کے خدا کی حمد ہو
کیونکہ اس نے اپنی امت پر توجہ کرکے اسے
چھٹکارا دیا
اور اپنے خادم داؤد کے گھرانے میں
ہمارے لیے نجات کا سینگ نکالا۔

☆......☆......☆

Marfat.com

یہود تو اپنی سرشت کے مطابق حضرت یحیٰؑ علیہ السلام کے منکر ہیں مگر نصاریٰ انہیں یسوع مسیح کا منادی کرنے والی تسلیم کرتے ہیں اور ان کے والد حضرت زکریا علیہ السلام کو صرف کاہن مانتے ہیں۔

اہل کتاب ان کا نام یوحنا بیان کرتے ہیں۔ ہوسکتا ہے عبرانی میں یوحنا کے وہی معنی ہوں جو یحیٰی کے ہیں اور ممکن ہے یوحنا نے عربی میں آ کر یحیٰی کا تلفظ اختیار کرلیا ہو۔ قرآن نے انہیں یحیٰی کہا ہے۔

''خدا تمہیں یحیٰی کی بشارت دیتا ہے جو خدا کے فیض (یعنی عیسیٰ علیہ السلام) کی تصدیق کریں گے۔''

قرآن کی اس آیت کے مطابق منادی کرنے والا (یحیٰی علیہ السلام) آ چکا تھا۔ اب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد قریب تھی۔

انجیل میں ہے۔

''یوحنا (یحیٰی) اونٹ کے بالوں کی پوشاک پہنے اور چمڑے کا پٹکا اپنی کمر میں باندھے رہتے تھے اور خوراک ٹڈیاں اور جنگلی شہد تھا۔''

حضرت زکریا علیہ السلام کو معلوم تھا کہ ہونے والا نبی ان کے گھر میں تولد ہوا ہے۔ اس کی پیدائش برکت بھی ہے اور ذمے داری بھی لہٰذا آپؑ اس بچے کی تربیت و نگرانی نہایت احتیاط سے کررہے تھے۔

☆......☆......☆

ابھی حضرت یحیٰی علیہ السلام صرف ایک ماہ کے تھے کہ حضرت زکریا علیہ السلام گھبرائے ہوئے گھر میں داخل ہوئے اور اپنی زوجہ کا ہاتھ پکڑ کر ایک طرف لے گئے۔ الیشع نے ایسی گھبراہٹ اس سے پہلے ان پر طاری ہوتے کبھی نہیں دیکھی تھی۔

''شہر کے بے ایمان تاجر اگر آپ کی بات سننے کو تیار نہیں تو آپؑ اتنے پریشان کیوں ہیں۔ آپ کا کام پیغام پہنچانا ہے آپ نے پہنچا دیا۔ اپنی جان کیوں گھلاتے ہیں؟''

حضرت زکریا علیہ السلام تو لنے والے تاجروں سے پریشان رہتے تھے۔ اس وقت بھی زوجہ محترمہ یہ سمجھیں کہ اسی فکر میں باہر سے پریشان آئے ہیں لیکن اس وقت بات کچھ اور تھی۔

''بات وہ نہیں جو تم سمجھ رہی ہو۔''

''پھر کیا بات ہے؟''

''میں مریم میں کچھ تبدیلی دیکھ کر آرہا ہوں۔ اس نے کئی روز سے حجرہ بند کر رکھا تھا۔ کسی سے مل جل نہیں رہی تھی۔ آج میں زبردستی اندر گیا تو اس کا بڑھا ہوا پیٹ میری نظروں سے چھپا ہوا نہیں رہ سکا۔ اس کے جسم میں وہ تبدیلیاں نظر آرہی ہیں جو حاملہ عورتوں میں ہوتی ہیں۔''

''یہ کیسے ہوسکتا ہے۔ مقدس مریم کسی گناہ کی مرتکب نہیں ہوسکتی۔''

''میری نظریں دھوکا بھی تو نہیں کھاسکتیں۔''

''آپؑ نے اس سے کچھ پوچھا؟''

''میری ہمت نہیں ہوئی۔ سوچتا ہوں تمہارے سامنے بلا کر بات کروں۔''

اس سے پہلے کہ وہ حضرت مریم علیہ السلام کو بلاتے وہ خود ہی تشریف لے آئیں۔

''میں دیکھ رہی ہوں میری طرف سے آپ بدگمان ہوگئے ہیں۔''

''میں تمہاری پاکیزہ فطرت کی قسم کھاتا ہوں لیکن۔۔۔''

'خالو جان، اس سے پہلے کہ آپ مجھ سے کچھ پوچھیں میں آپ سے پوچھتی ہوں، بغیر بیج کے فصل ہوسکتی ہے؟''

Marfat.com

''کیوں نہیں۔ اگر خدا چاہے۔''

''کیا خدا کسی مرد کے بغیر مجھے بچہ نہیں دے سکتا؟''

''ایسا کبھی ہوا نہیں ہے مریم۔''

''جو میں کہوں گی آپ اس پر یقین کریں گے؟''

''جلدی بتا، تجھ پر کیا بیت گئی ہے؟''

''میں پانی کا مشکیزہ اٹھائے گھاٹ کی طرف جا رہی تھی کہ ایک آدمی میرے سامنے آ کر کھڑا ہو گیا۔ میرے گھبرانے پر اس نے مجھے تسلی دی اور کہا، میں کوئی انسان نہیں ہوں۔ آپ کے رب کا فرشتہ ہوں اور پیغام لایا ہوں کہ خدا نے تم کو برگزیدہ کیا ہے۔ اس نے مجھے ایک فیض کی بشارت دی اور کہا اس کا نام عیسیٰ بن مریم ہوگا۔ میری گود میں باتیں کرے گا اور نیکو کاروں میں ہوگا، پھر اس فرشتے نے میرے گریبان میں پھونک ماری اور نظروں سے غائب ہو گیا۔ اب مجھے چوتھا مہینا ہے۔''

حضرت زکریا علیہ السلام کو بذریعہ وحی معلوم ہو گیا کہ مریم پاک ہیں اور سچی ہیں لہٰذا آپؑ نے بھی انہیں تسلی دی لیکن اندیشوں کا اظہار بھی کر دیا۔

''میں تجھے پاکیزہ خیال کرتا ہوں لیکن مجھے ڈر ہے کہ یہی قوم تجھے ایذا پہنچائے گی۔ تو ثابت قدم رہنا اور اللہ کے حکم کا انتظار کرنا۔''

حضرت یحییٰ علیہ السلام کی پرورش ہوتی رہی اور وہ جس کی منادی کے لیے آپؑ آئے تھے حضرت مریم علیہ السلام کے پیٹ میں پلتا رہا۔

حضرت زکریا علیہ السلام کے اندیشے غلط نہیں تھے۔ لوگوں کو جیسے ہی معلوم ہوا کہ حضرت مریم علیہ السلام شادی کے عمل سے گزرے بغیر حاملہ ہیں تو ایک طوفان اٹھ کھڑا ہوا۔ بہتان طرازیوں کی زبانیں دراز ہو گئیں۔ اس کی زد میں حضرت زکریا علیہ السلام بھی آئے اور حضرت مریم علیہ السلام بھی لیکن خدا نے ان اندیشوں پر کچھ ایسا خوف غالب کر دیا تھا کہ وہ لوگ حضرت مریم علیہ السلام کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے۔ صرف زبانی کلامی لعن طعن کرتے رہے۔ حضرت مریم علیہ السلام ثابت قدمی سے ان کی باتیں سنتی رہیں۔

''وہ (مریم) اپنی حالت چھپانے کے لیے لوگوں سے دور چلی گئی۔ پھر دردِ زہ کا اضطراب اسے کھجور کے ایک درخت کے نیچے لے گیا۔ اس نے کہا، میں اس سے پہلے مر چکی ہوتی، میری ہستی اب تک بھول چکے ہوتے۔ اس وقت ایک (فرشتے نے) نے اسے پکارا۔ غمگین نہ ہو، تیرے پروردگار نے تیرے نیچے نہر جاری کر دی ہے اور کھجور کا تنا پکڑ کر اپنی طرف ہلا تازہ اور پکے ہوئے پھلوں کے خوشے تجھ پر گرنے لگیں گے۔ کھا پی اور (اپنے بچے کے نظارے سے) آنکھیں ٹھنڈی کر۔ پھر کوئی آدمی نظر آئے (اور پوچھ گچھ کرنے لگے) تو (اشارے سے۔۔۔) کہہ دے میں نے خدائے رحمٰن کے حضور روزے کی منت مان رکھی ہے۔ میں آج کسی آدمی سے بات نہیں کر سکتی۔''

ولادت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد حضرت مریم علیہ السلام نے فرشتوں کی حفاظت میں چالیس دن گزارے۔ درخت سے گرنے والی کھجوریں آپؑ کی غذا تھیں حالانکہ یہ کھجوروں کا موسم نہیں تھا۔

چالیس دن گزرنے کے بعد وہ اپنی قوم کے پاس آئیں۔ نومولود ان کی گود میں تھا۔

''وہ لڑکے کو ساتھ لے کر اپنی قوم کے پاس آئی۔ اے ہارون کی بہن نہ تو تیرا باپ برا آدمی تھا نہ تیری ماں بدچلن تھی۔ اس مریم نے لڑکی کی طرف اشارہ کیا (کہ یہ تمہیں بتائے گا حقیقت کیا ہے) لوگوں نے کہا، بھلا اس سے ہم کیا بات کریں گے جو ابھی گود میں بیٹھنے والا شیر خوار ہے مگر لڑکا بول اٹھا۔ ''میں اللہ کا بندہ ہوں۔ اس نے مجھے کتاب دی اور نبی

Marfat.com

بنایا۔ اس نے مجھے بابرکت کیا خواہ میں کسی جگہ ہوں۔ اس نے مجھے نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیا کہ جب تک زندہ رہوں یہی میرا شعار ہو۔ اس نے مجھے اپنی ماں کا خدمت گزار بنایا۔ ایسا نہیں کہ خودسر اور نافرمان ہوتا۔ مجھ پر اس طرف سے سلامتی کا پیغام ہے۔ جس دن پیدا ہوا جس دن مروں گا اور جس دن پھر زندہ اٹھایا جاؤں گا۔'' (سورۂ مریم)

اس واضح نشانی کے بعد ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ تمام لوگ حضرت مریم علیہ السلام کو بے گناہ سمجھتے لیکن ایسا نہیں ہوا۔ واضح طور پر دو گروہ بن گئے۔ کچھ لوگ خاموش ہو گئے، کچھ لوگ اب بھی طعنے دیتے اور لوگوں کو اکسانے پر کمربستہ رہے۔ انہی حاسدوں سے بچنے کے لیے حضرت مریم علیہ السلام، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو لے کر پہلے مصر گئیں اور وہاں سے ناصرہ چلی گئیں۔ اللہ تعالیٰ اپنی نگرانی میں اس مقدس بچے کی تربیت اور حفاظت کرتا رہا۔

☆......☆......☆

حضرت یحییٰ علیہ السلام ذرا بڑے ہوئے اور چلنے پھرنے لگے تو بچوں کو نیا ساتھی ملنے کی خوشی تھی۔ بچے کھیل کود میں مشغول ہوتے اور انہیں بھی دعوت دیتے لیکن آپ صاف انکار کر دیتے کہ مجھے کھیل کود کے لیے نہیں پیدا کیا گیا ہے۔ یہ بات بچوں کی سمجھ میں تو کیا آتی تھی لیکن حضرت زکریا علیہ السلام جانتے تھے کہ وہ کس لیے دنیا میں آئے ہیں۔ آپ کی باتوں سے حکمت و دانائی اس طرح ظاہر ہوتی تھی کہ اس عمر کے بچے سے اس کی توقع کی نہیں جا سکتی تھی۔ عجیب بات یہ بھی تھی کہ آپ آبادی سے زیادہ جنگل میں وقت گزارنا پسند کرتے تھے۔ ہم عمر بچے گلیوں میں دھما چوکڑی مچاتے تھے اور آپ کو جب ڈھونڈا جاتا تو کسی ویرانے میں ملتے۔

حضرت زکریا علیہ السلام اپنے فرائض انجام دے رہے تھے، جہاں ہجوم دیکھتے وہاں پہنچ جاتے اور معاشرتی برائیوں پر تقریریں کرتے۔ کبھی تاجروں کو مخاطب کرتے، کبھی علمائے وقت کو آخرت سے ڈراتے۔ ایک روز آپ گھر سے نکلے تو حضرت یحییٰ علیہ السلام بھی ساتھ ہولیے۔ اونٹ کے بالوں کی پوشاک، چمڑے کا پٹا کمر سے کسا ہوا۔ غور و فکر میں ڈوبے ہوئے۔ باپ کے پیچھے پیچھے چل رہے تھے۔ ایک جگہ کچھ بے فکرے نوجوان جمع تھے۔ قہقہے بلند ہو رہے تھے۔ یہ معلوم ہوتا تھا کہ جیسے زندگی کا مقصد ہی یہ ہو کہ غم کو ہنسی میں اڑا دیا جائے۔ آپ انہیں دیکھ کر رک گئے۔ ان گستاخوں نے آپ کو دیکھ کر بھی اپنی ہنسی پر قابو نہیں پایا۔

آپ نے ان نوجوانوں کو مخاطب کیا۔ ''لوگو! کیوں ہنسی مذاق میں اپنی عاقبت کو بھولے جا رہے ہو۔ تمہیں شاید نہ معلوم ہو لیکن مجھے بتایا گیا ہے جنت اور دوزخ کے درمیان ایک لق و دق میدان ہے جو خدا کے خوف سے آنسو بہائے بغیر طے نہیں کیا جا سکتا اور جنت تک رسائی حاصل نہیں کی جا سکتی۔''

یہ سننا تھا کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام پر رقت طاری ہو گئی۔ حضرت زکریا علیہ السلام بھی تقریر میں اتنے محو تھے کہ انہیں یہ یاد ہی نہ رہا کہ یحییٰ علیہ السلام بھی ان کے ساتھ آئے تھے۔

آپ کی تقریر نے اتنا اثر ضرور کیا کہ نوجوانوں کے قہقہے نہ صرف بند ہو گئے بلکہ وہ ایک ایک کر کے وہاں سے کھسکنے بھی لگے۔ کچھ اور دور جا کر آپ نے بازار میں کھڑے ہو کر تاجروں کو مخاطب کیا۔ ''میں اپنی قوم کے تاجروں سے کہتا ہوں تم اپنی عیب دار چیزیں پوری قیمت پر فروخت مت کرو۔ میں یہ کہتا ہوں منافع اتنا لو جتنا جائز ہے، گاہک کی جیب دیکھ کر نہیں کہ اپنی لاگت کے مطابق قیمت وصول کرو۔''

اسی طرح مختلف طبقوں سے خطاب کرتے ہوئے گھر پہنچے۔ الیشع اپنے بیٹے کے انتظار میں دروازے پر کھڑی تھیں لیکن جب انہوں نے شوہر کو اکیلے آتے دیکھا تو پریشان ہو گئیں۔

''اکیلے آ رہے ہو یحییٰ کو کہاں چھوڑ آئے؟''

''یحییٰ میرے ساتھ کہاں تھا۔''

Marfat.com

"آپ بھول رہے ہیں۔ میں نے اسے خود تیار کر کے آپ کے ساتھ بھیجا تھا۔"
اب حضرت زکریا علیہ السلام کو بھی یاد آیا کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام ان کے ساتھ تھے۔ وہ اس مقام پر پہنچے جہاں آپ نوجوانوں سے وعظ میں مشغول تھے۔ لوگوں سے پوچھا لیکن کوئی بھی کچھ نہ بتا سکا۔ بازار میں آئے جہاں تاجروں کو مخاطب کیا تھا۔ یحییٰؑ یہاں بھی نہیں تھے۔
آپؑ یہ سوچ کر گھر لوٹ آئے کہ اب تک حضرت یحییٰ علیہ السلام گھر پہنچ چکے ہوں گے۔ رات ہوگئی تھی۔ گھر میں چراغ ٹمٹما رہا تھا لیکن ماں کی آنکھوں تلے اندھیرا تھا۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام اب تک گھر نہیں پہنچے تھے۔ معاً آپؑ پر سخت گھبراہٹ طاری ہوگئی۔ یہ خیال آیا کہ میری قوم میری مخالفت پر اتری ہوئی ہے۔ کہیں کسی نے مجھے ستانے کے لیے حضرت یحییٰ علیہ السلام کو کوئی نقصان نہ پہنچا دیا ہو۔ قدرت بھی شاید کچھ دکھانا چاہتی تھی ورنہ بذریعہ وحی انہیں بتا دیا جاتا۔ آپؑ کی زوجہ الیشع کے سوالات آپؑ کی گھبراہٹ میں مزید اضافہ کر رہے تھے۔ وہ الفاظ سوجھ ہی نہیں رہے تھے جو الیشع کو مطمئن کرتے۔ جو اس گھر کے مکینوں پر گزر رہی ہوگی اسے صرف محسوس کیا جا سکتا ہے۔ بڑھاپے میں، ہزاروں دعاؤں کے بعد بیٹا ملا تھا اور اب وہ غائب تھا۔
وہ رات سجدوں میں گزر گئی، ابھی سورج کی پہلی کرن نے انگڑائی بھی نہیں لی تھی کہ آپؑ گھر سے نکل کھڑے ہوئے۔ ایک موہوم سی امید کے سہارے شہر سے باہر آگئے۔ دور تک جنگل سر اٹھائے کھڑا تھا۔ وہ اس جنگل میں کیوں جانے لگا تھا اور پھر میں اسے کتنی دیر تک ڈھونڈوں گا۔ اب تو خدا ہی میری مدد کرے تو کرے۔ آپؑ عالم مایوسی میں شہر کی طرف لوٹنے ہی والے تھے کہ جنگل کی طرف سے ایک آدمی آتا نظر آیا۔ یہ فرشتہ تھا، انسان تھا یا کیا تھا۔
"آپ جنگل کی طرف سے آ رہے ہیں۔ آپ نے وہاں میرے یحییٰ کو تو نہیں دیکھا؟"
"کون یحییٰؑ؟"
"میرا بیٹا ہے۔ کل سے گھر نہیں پہنچا۔ نہ جانے کہاں چلا گیا وہ؟"
"کسی یحییٰؑ کو تو میں نہیں جانتا البتہ ایک لڑکے کو دیکھ کر ضرور آ رہا ہوں جو کھڑا رو رہا تھا۔"
وہی تو ہے میرا یحییٰؑ۔"
آپؑ جنگل کی طرف بے تحاشا دوڑ پڑے۔ دیکھا کہ حضرت یحییٰؑ ایک گڑھے میں پاؤں لٹکائے بیٹھے ہیں اور رخساروں پر آنسو جمے ہوئے ہیں۔ یہ معلوم ہوتا تھا جیسے ابھی روتے روتے چپ ہوئے ہیں۔ حضرت زکریا علیہ السلام ان کے قریب جا کر کھڑے ہو گئے۔
"بیٹا! ہم تو تیری یاد میں تجھ کو تلاش کر رہے ہیں اور تو یہاں آہ و گریہ میں مشغول ہے۔"
"آپ ہی نے تو مجھے بتایا ہے کہ جنت اور جہنم کے درمیان ایسا لق و دق میدان ہے جو خدا کے خوف میں آنسو بہائے بغیر طے نہیں ہوتا۔ تو کیا میں جنت تک رسائی کے لیے آنسو نہ بہاؤں؟"
یہ سنتے ہی حضرت زکریا علیہ السلام پر بھی رقت طاری ہوگئی۔ جنگل میں کھڑے دونوں آنسو بہا رہے تھے۔ دونوں جنت خرید رہے تھے۔
جب رونے سے جی بھر گیا تو دونوں جنگل سے نکلے اور گھر کی طرف چل دیے۔ جو آنسو رہ گئے تھے وہ ماں سے گلے لگ کر بہہ گئے۔
اس واقعے کے بعد ایک اداسی تھی جو حضرت یحییٰ علیہ السلام کو ہر وقت گھیرے رہتی تھی۔ حضرت زکریا علیہ السلام دیکھ رہے تھے کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام پر خوف خدا اس درجہ غالب رہتا ہے کہ ہر وقت گریہ و زاری میں مشغول رہتے ہیں رونے کو عبادت بنا لیا ہے۔ اتنا روتے ہیں کہ رخساروں پر آنسوؤں کے نشان بن گئے ہیں۔

Marfat.com

حضرت زکریا علیہ السلام کے ساتھ وعظ میں شریک ہوتے اور باقی وقت جنگل میں گزارتے۔ ٹڈیاں اور درختوں کی پتیاں آپؑ کی خوراک ہوتیں۔

اونٹ کے بالوں کی پوشاک پہنے اور چمڑے کی پیٹی کمر میں لگائے آپؑ جنگل کی طرف روانہ ہوتے تو اہل قبیلہ پر ایک خاص قسم کا خوف غالب آ جاتا تھا۔ آپؑ سب سے بے نیاز جنگل میں داخل ہوتے اور عبادت الٰہی میں مصروف ہو جاتے۔

عمر عزیز میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔ اب آپؑ لڑکپن کی حدود سے نکل کر جوانی میں قدم رکھ رہے تھے۔ حکمت و دانائی لڑکپن ہی میں عطا ہو گئی تھی البتہ جوانی تک پہنچتے پہنچتے یہ پریشانی بھی اس میں شامل ہو گئی کہ میری منزل کیا ہے۔ مجھے کیا کرنا ہے۔ مجھے کہاں جانا ہے۔ یہ ایسے سوالات تھے جن کا کوئی جواب نہیں مل رہا تھا۔ ابھی تک انہوں نے کسی کے سامنے زبان نہیں کھولی تھی۔ اہل قبیلہ ان پر رحم کھانے کے سوا کچھ نہیں کر سکتے تھے۔ حضرت زکریا علیہ السلام کی تبلیغ کی وجہ سے مخالفتیں بڑھتی جا رہی تھیں لیکن حضرت یحییٰ علیہ السلام سے کسی کو کوئی پرخاش نہیں تھی۔ انہیں ایک بے ضرر سا انسان سمجھا جا رہا تھا جو جنگل میں جا کر روتا ہے اور بس۔ بعض لوگ یہ گمان بھی کرتے تھے کہ دوسروں کی طرح وہ بھی حضرت زکریا علیہ السلام سے ناخوش ہیں۔

منصب نبوت جیسا اعلیٰ و اہم منصب کسی کو بھی صغیر سنی میں عطا نہیں ہوتا، چنانچہ جب آپؑ نے جوانی میں قدم رکھا تو آپؑ کو منزل نے آواز دے لی۔ آپؑ کو نوید نبوت ملی، کسی پکارنے والے نے آواز دے کر پکارا۔

"اے یحییٰؑ! خدا کی کتاب توریت کو سختی سے پکڑے رہو اور رشد و ہدایت کا سلسلہ شروع کر دو۔"

حضرت یحییٰ علیہ السلام نبی تھے رسول نہیں تھے لہٰذا آپؑ کو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہونے والی کتاب توریت کی پیروی کا حکم دیا جا رہا تھا۔ آپؑ کو اسی شریعت پر عمل کرنا تھا۔ انہوں نے دریائے سیرون کے نواح میں دینِ الٰہی کی منادی شروع کر دی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ظہور کی بشارت دینے لگے۔

پھر آپؑ کو حکم ہوا کہ یروشلم جا کر بیت المقدس میں وعظ کریں اور اللہ کی بیان کردہ پانچ باتوں کا حکم لوگوں تک پہنچائیں۔

آپؑ بیت المقدس میں تشریف لائے اور تمام بنی اسرائیل کو جمع کر کے وعظ بیان کیا۔ مسجد میں لوگ کثرت سے جمع تھے کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام کی آواز گونجی۔

"اے لوگو! منادی کرنے والا منادی کرتا ہے۔ میری باتوں کو غور سے سنو۔ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو پانچ باتوں کا حکم دیا ہے۔ میرا فرض ہے کہ میں انہیں تم تک پہنچا دوں۔ ان پر عمل کروں اور تم کو بھی عمل کی تلقین کروں۔ ان باتوں کی تفصیل سن لو۔ پہلا حکم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی پرستش نہ کرو اور نہ کسی کو اس کا شریک ٹھہراؤ کیونکہ مشرک کی مثال اس غلام کی سی ہے جس کو اس کے مالک نے اپنی رقم سے خریدا مگر غلام نے وتیرا اختیار کر لیا کہ جو کچھ کماتا ہے وہ مالک کے سوا ایک دوسرے شخص کو دے دیتا ہے تو اب تم میں سے کون شخص یہ پسند کرے گا کہ اس کا غلام ایسا ہو؟ لہٰذا سمجھ لو کہ جب خدا ہی نے تم کو پیدا کیا اور وہی تم کو رزق دیتا ہے تو تم بھی صرف اسی کی پرستش کرو اور اس کا کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ۔"

"دوسرا حکم یہ ہے کہ تم خشوع و خضوع کے ساتھ نماز ادا کرو کیونکہ جب تم نماز میں کسی دوسری جانب متوجہ نہ ہو گے، خدائے تعالیٰ برابر تمہاری جانب رضا و رحمت کے ساتھ متوجہ رہے گا۔"

"تیسرا حکم یہ ہے کہ روزہ رکھو۔ روزہ دار کے منہ کی بو کا خیال نہ رکھو۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک روزہ دار کے منہ کی بو مشک کی خوشبو سے زیادہ پاک ہے۔"

"چوتھا حکم یہ ہے کہ مال کا صدقہ نکالا کرو کیونکہ صدقہ کرنے والے کی مثال اس شخص کی سی ہے جس کو اس کے

Marfat.com

دشمنوں نے اچانک آ پکڑا ہو اور اس کے ہاتھوں کو گردن سے باندھ کر مقتل کی جانب لے چلے ہوں اور اس ناامیدی کی حالت میں وہ یہ کہے، کیا یہ ممکن ہے کہ میں مال دے کر اپنی جان چھڑالوں اور اثبات میں جواب پا کر اپنی جان کے بدلے سب دھن دولت قربان کر دے۔''

''اور پانچواں حکم یہ ہے کہ دن رات میں کثرت سے اللہ کا ذکر کرتے رہو کیونکہ ایسے شخص کی مثال اس شخص کی سی ہے جو دشمن سے بھاگ رہا ہو اور دشمن تیزی سے اس کا تعاقب کر رہا اور بھاگ کر وہ کسی مضبوط قلعہ میں پناہ گزیں ہو کر دشمن سے محفوظ ہو جائے۔ بلاشبہ انسان کے دشمن ''شیطان'' کے مقابلے میں ذکر اللہ کے اندر مشغول ہو جانا قلعہ میں محفوظ ہو جانا ہے۔''

اس وعظ نے عام لوگوں کو تو متاثر کیا لیکن علمائے یہود میں کھلبلی مچ گئی۔ انہیں اپنی دکانیں سرد ہوتی ہوئی نظر آنے لگیں۔ باتیں ایسی تھیں کہ وہ ان کی مخالفت نہیں کر سکتے تھے لیکن یہ تو کر سکتے تھے کہ وہ باتیں بتانے والے کی مخالفت شروع کر دیں تاکہ لوگ ان سے بدظن ہو جائیں اور علما کے دست نگر رہیں۔ ان علما نے لوگوں سے پوچھنا شروع کر دیا کہ یحییٰؑ صرف اپنی مقبولیت کے لیے یہ باتیں کرتے ہیں ورنہ یہ حق انہیں کس نے دیا اور ہم ان کی باتیں کیوں مان لیں؟ وہ خود کو نبی ثابت کریں ورنہ وعظ کرنا چھوڑ دیں۔ یہی علما ان سے پہلے حضرت زکریا علیہ السلام کی مخالفت کرتے رہے تھے اور اب یحییٰؑ کی مخالفت کر رہے تھے۔

ان علما کا یہ عقیدہ چلا آ رہا تھا کہ ایک نبی آنے والا ہے جو یہودیوں کو راہ راست پر لائے گا۔

ان آنے والوں میں ایک تو حضرت الیاس علیہ السلام ہی تھے جو اچانک غائب ہو گئے تھے۔ قوم میں مشہور تھا کہ وہ واپس آئیں گے اور وہ سب ان کے منتظر تھے۔

لوگوں میں مشہور ہونے لگا تھا کہ یہ وہی الیاسؑ ہیں۔ حضرت یحییٰؑ اپنی زبان سے کچھ نہیں کہہ رہے تھے بس تبلیغ کرتے پھر رہے تھے جسے علما اپنے حق میں بہتر نہیں سمجھ رہے تھے۔ بالآخر وہ سب مل کر حضرت یحییٰ علیہ السلام کے پاس آئے۔

''اے یحییٰؑ! تو کون ہے۔ اپنی شناخت سے ہمیں آگاہ کر۔''

''میں یحییٰؑ بن زکریاؑ ہوں۔ صحرا میں منادی کرنے والا ہوں۔''

''کیا تو مسیحؑ ہے؟''

''میں وہ بھی نہیں ہوں۔''

''پھر کون ہے، کیا تو ایلیا ہے؟''

''میں ایلیا بھی نہیں ہوں۔''

''کیا تو وہ نبی ہے جس کا صدیوں سے انتظار ہے؟''

''نہیں۔''

''پھر تو کون ہے؟ جلدی بتا تاکہ ہم قوم کو بتا سکیں۔''

''تم میری فکر چھوڑو۔ اپنی راہ سیدھی کرو۔''

یہ علما واپس تو چلے گئے لیکن نفرت کا الاؤ دلوں میں لے کر گئے۔ مخالفت میں اور تیزی آ گئی۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام پر زور دیا جانے لگا کہ وہ وعظ کرنا چھوڑ دیں۔

آپؑ نے فرمایا ''میں تو سیدھی راہ دکھانے آیا ہوں۔ اب میں وہاں جاؤں گا جہاں میں نہیں، لوگ میرے پاس آئیں گے۔''

Marfat.com

حضرت یحییٰ علیہ السلام کو یقین تھا کہ جو کچھ انہیں کہنا تھا، انہوں نے کہہ دیا۔ جب بیج بو دیا جائے تو کھیتی کی آرزو کی جاسکتی ہے۔لوگوں میں احساس پیدا ہو گیا ہے، جب احساس گناہ ہوگا تو لوگ خود چل کر ان کے پاس آئیں گے۔

روایات کے مطابق آپ مشرقی اردن کے علاقے میں دعوت حق دیتے رہے۔ کچھ دنوں سے یہ آرزو برابر گونج رہی تھی۔

''میں بیاباں میں پکارنے والے کی آواز ہوں کہ تم کو خداوند کی سیدھی راہ دکھاؤں۔''

پھر اس آواز میں ایک تبدیلی یہ آئی۔

''تم سب میرے پاس آؤ تاکہ میں تمہیں بپتسمہ (گناہوں سے چھٹکارا) دوں۔تم آ ؤ ار خود کو گناہوں سے پاک کرلو۔''

وہ علما سے بھی مخاطب تھے جنہیں وہ سانپ کی اولاد کہا کرتے تھے۔ یہ خطاب وہ انہیں اس لیے دیتے تھے کہ یہ علما خدائی احکام میں تحریف اور تاویل سے کام لیتے تھے اور اس طرح لوگوں کو ہلاکت کا باعث بنتے تھے۔ آپ کے مخاطب وہ تاجر بھی تھے جو کم تولتے تھے اور زیادہ قیمت وصول کرتے تھے۔ وہ چنگی وصول کرنے والوں سے بھی کہہ رہے تھے کہ جو اصل سے زیادہ چنگی وصول کر کے کھا جاتے تھے۔ وہ ان سپاہیوں سے بھی مخاطب تھے جو تنخواہیں بھی لیتے تھے اور رشوت بھی۔

حضرت یحییٰؑ نے سب کو مخاطب کیا اور حکم دیا۔ ''تم سب اردن کے اس پار بیت عنیاہ میں آؤ۔ میں وہاں دریائے اردن میں داخل ہو کر تمہیں بپتسمہ دوں گا۔ پھر تم گناہوں سے پاک ہو جاؤ گے اور پھر تم اپنی آیندہ زندگی ایمان داری سے گزرنا۔''

اس آواز میں ایسا اثر تھا یا پھر یہ تھا کہ گناہوں سے پاک ہونا کون نہیں چاہتا۔لوگ دور دور سے کھنچے چلے آرہے تھے۔ دریائے اردن کے اس پار لوگوں کا میلا سا لگا ہوا تھا۔صبح سے شام تک قطار آگے بڑھتی رہتی۔ ایک ایک آدمی آپ کے پاس پہنچتا، آپ اس سے وعدے لیتے، توبہ کراتے اور پانی کے چند چھینٹے ڈالتے۔ یہ سلسلہ اسی طرح چلتا رہتا۔ دوسرے دن ایسی ہی قطاریں پھر لگ جاتیں۔

یروشلم میں کھلبلی مچی ہوئی تھی۔ قافلے کے قافلے دریائے اردن کی طرف جارہے تھے۔علمائے یہود اس کاروائی کو تشویش کی نظر سے دیکھ رہے تھے۔ ان کے ہاتھوں سے باگ ڈور نکلی جارہی تھی۔ ایک ایسا آدمی سامنے آگیا تھا جو خود انہیں بھی برا بھلا کہہ رہا تھا۔حضرت یحییٰ علیہ السلام کے معتقد اتنے ہو گئے تھے کہ علما ان کے خلاف کوئی قدم اٹھاتے ہوئے ڈرتے تھے۔علما کے کئی اجلاس منعقد ہو چکے تھے۔ ان اجلاسوں میں حضرت یحییٰ علیہ السلام کے قتل تک کی تجاویز زیرِ غور آچکی تھیں لیکن یہ الزام وہ اپنے سر لینا نہیں چاہتے تھے۔ بالآخر یہ طے ہوا کہ ان کی شکایت بادشاہ تک پہنچائی جائے اور اسے بھڑکایا جائے۔

حضرت یحییٰ علیہ السلام شامی علاقے کے شمال مغرب میں تھے جہاں ہیرودیس کی حکومت تھی۔علما کا یہ وفد اس کے دربار میں پہنچا۔

''زکریا (علیہ السلام) کا بیٹا یحییٰ علیہ السلام آپ کے علاقے میں نبی بن کر بیٹھ گیا۔لوگوں کو ورغلا رہا ہے۔ کہتا ہے وہ ان سب کو گناہوں سے پاک کرلے گا۔ لوگ اس کے پیچھے دیوانے ہو رہے ہیں۔ جوق در جوق اس کے پاس چلے آرہے ہیں۔''

''سنا تو ہم نے بھی ہے لیکن وہ سرکاری کاموں میں مداخلت نہیں کر رہا ہے۔ اس لیے ہم نے بھی اس کے خلاف کوئی کاروائی اب تک نہیں کی، تمہیں اس سے کیا اندیشہ ہے؟'' ہیرودیس نے کہا۔

Marfat.com

''ہمیں تو کوئی اندیشہ نہیں۔ ابھی آپ کو بھی کوئی خطرہ نہیں لیکن آیندہ چل کر وہ آپ کی سلطنت کے لیے بڑا خطرہ بننے والا ہے۔ جب اس کے معتقدین کی تعداد بڑھ جائے گی تو وہ یقیناً بادشاہت کا دعویٰ کرے گا۔ ہم آپ کا دفاع کر سکتے ہیں لیکن وہ ہمیں سانپ کی اولاد کہتا ہے۔ لوگوں میں ہماری اہمیت کم کرتا چلا جا رہا ہے۔ یہی اس کی چال ہے۔ وہ علما کے طبقے کو کمزور کر کے آپ پر حاوی ہونا چاہتا ہے۔''

''تم لوگ مجھ سے کیا چاہتے ہو؟''

''ہم چاہتے ہیں اس شخص کو قید کرو اور قتل کرو کیونکہ یہ بنی اسرائیل میں فتنہ کھڑا کر رہا ہے۔''

ہیرودیس کے دل میں خدا نے ڈال دیا کہ وہ جب تک اچھی طرح تحقیق نہ کر لے، علما کی باتوں میں نہ آئے۔ اس نے علما کے وفد کو یہ کہہ کر واپس کر دیا کہ وہ پہلے اچھی طرح تحقیق کرے گا، اس کے بعد کوئی قدم اٹھائے گا۔

دوسرے دن صبح ہی صبح بادشاہ نے کاہنوں اور لادیوں پر مشتمل وفد حضرت یحییٰ علیہ السلام کی طرف روانہ کیا کہ وہ حقیقت حال معلوم کر کے آئیں۔

یہ وفد دریا کے کنارے پہنچا تو اس نے حضرت یحییٰ علیہ السلام کو یہ کہتے ہوئے سنا۔

''اے سانپ کے بچو! تمہیں کس نے آگاہ کیا کہ آنے والے غضب سے بھاگو۔ پس توبہ کے مطابق پھل لاؤ اور اپنے دلوں میں یہ کہنا شروع نہ کرو یعنی اس پر فخر نہ کرو کہ ابراہیم (علیہ السلام) ہمارا باپ ہے کیونکہ میں تم سے کہتا ہوں کہ خدا ان پتھروں سے ابراہیم کے لیے اولاد پیدا کر سکتا ہے اور اب تو درختوں کی جڑ پر کلہاڑا رکھا ہے۔ پس جو درخت اچھا پھل نہیں لاتا، وہ کاٹا اور آگ میں ڈالا جاتا ہے۔''

وفد کے ارکان ایک طرف کھڑے یہ سب باتیں سن رہے تھے۔ آپؑ کی باتیں ختم ہوئیں تو لوگ بہ یک وقت چیخ اٹھے۔

''پھر ہم کیا کریں۔ ہمیں کیا کرنا چاہیے؟''

''تمہارے پاس جو کچھ تمہاری ضرورتوں سے زیادہ ہے، وہ ضرورت مندوں کو دے دو۔ ننگے کو کپڑے پہناؤ، بھوکے کو کھانا کھلاؤ۔''

چنگی وصول کرنے والے آگے بڑھے تو آپؑ نے فرمایا۔ ''جو تمہارے لیے مقرر ہے وہ لے لو۔ اس سے زیادہ ہرگز نہ لو۔''

سپاہیوں کی قطار آگے بڑھی۔ ''ہم کیا کریں؟''

''کسی پر ظلم نہ کرو اور اپنی تنخواہ پر تکیہ کرو۔ رشوت طلب نہ کرو۔''

یہ لوگ قطار در قطار آگے بڑھتے رہے۔ اپنے گناہوں سے توبہ کرتے اور آپؑ کی تعلیمات پر چلنے کا عہد کرتے رہے۔ جو شخص توبہ کرتا، آپ دریائے اردن کا پانی اس کے سر پر چھڑک کر اس کے حق میں دعا کرتے۔

انجیل میں اس مقام کی نشاندہی اس طرح کی ہے۔

''اور یوحنا شالیم کے نزدیک عینون میں بپتسمہ دیتا تھا۔''

لوگوں کی بھیڑ تھی کہ چھٹنے کا نام نہ لیتی تھی۔ وفد کو موقع ہی نہیں مل رہا تھا کہ وہ حضرت یحییٰ علیہ السلام سے گفتگو کرتا۔ بالآخر شام کے وقت کچھ دیر کے لیے وقفہ آیا تو یہ وفد ان کے سامنے پہنچ گیا اور تقریباً وہی سوالات کیے جو علمائے یہود پہلے بھی آپؑ سے پوچھ چکے تھے۔ ہو سکتا ہے اس وفد کے ارکان نے علما سے پوچھ لیا ہو کہ کیا پوچھنا ہے۔

''اے یحییٰؑ! تو کون ہے؟''

''میں نہ انکار کرتا ہوں نہ اقرار بلکہ صرف اتنا کہتا ہوں کہ میں مسیح نہیں ہوں۔''

Marfat.com

''پھر کون ہے، کیا تو ایلیاؑ ہے؟''

''میں وہ بھی نہیں ہوں۔''

''کیا تو وہ نبی ہے جس کا ہمیں انتظار ہے؟''

''نہیں۔''

''پھر تو ہے کون؟''

''میں جیسا یسعیاہ نبی نے کہا ہے بیابان میں ایک پکارنے والے کی آواز ہوں کہ تم خداوند کی راہ کو سیدھا کرو۔''

''اگر تو نہ مسیحؑ ہے، نہ ایلیاؑ تو پھر بپتسمہ کیوں دیتا ہے؟''

''میں تو صرف پانی سے بپتسمہ دیتا ہوں۔ تمہارے درمیان ایک شخص کھڑا ہے جسے تم نہیں جانتے یعنی میرے بعد آنے والا۔ میں جس کی جوتی کا تسمہ کھولنے کے لائق نہیں۔ وہ تمہیں روح القدس اور آگ سے بپتسمہ دے گا۔''

اس وفد نے یہ باتیں سنیں اور واپس جا کر بادشاہ کو بتا دیا کہ وہ شخص کسی آنے والے کی خبر دے رہا ہے اور خود کو بیابان کی آواز کہتا ہے۔

بادشاہ نے سر جھکا کر سنا اور حکم دے دیا کہ یحییٰؑ کو کچھ نہ کہا جائے۔ وہ جو کام کر رہا ہے، اسے کرنے دو۔

مرقس کی انجیل میں ہے کہ جس دن یہ ماجرا ہوا کہ وفد حضرت یحییٰ علیہ السلام سے سوال جواب کر کے چلا گیا اس کے دوسرے ہی دن حضرت مسیح علیہ السلام دریا کے کنارے آئے۔

☆......☆......☆

حضرت عیسیٰ علیہ السلام مختلف آزمائشوں سے گزرنے کے بعد ناصرت میں آئے جہاں انہوں نے پرورش پائی تھی اور اپنے دستور کے مطابق سبت کے دن عبادت خانے میں گئے اور پڑھنے کو کھڑے ہوئے۔ یسعیاہ نبی کی کتاب اس کو دی گئی کتاب کھول کر اس نے وہ مقام نکالا جہاں یہ لکھا تھا۔

خداوند کی روح مجھ پر ہے
اس لیے کہ اس نے مجھے غریبوں کو خوش خبری دینے کے
لیے مسح کیا
اس نے مجھے بھیجا ہے کہ قیدیوں کو رہائی دوں
اور اندھوں کو بینائی پانے کی خبر سناؤں
کچلے ہوؤں کو آزاد کر دوں
اور خداوند کے سال مقبول کی منادی کروں۔

پھر وہ کتاب بند کر کے اور خادم کو واپس دے کر بیٹھ گئے اور جتنے عبادت خانے میں تھے سب کی آنکھیں اس پر لگی رہیں۔ پھر ان میں سے ایک بولا۔ ''کیا یہ یوسف کا بیٹا نہیں؟''

یوسف وہ آدمی تھا جس پر بنی اسرائیل نے حضرت مریمؑ سے تعلق رکھنے کی تہمت لگائی تھی۔

اس انکشاف کے بعد دوسروں نے بھی ان کی طرف قہر بھری نظروں سے دیکھا اور آپؑ کو پکڑ کر اس پہاڑ کی چوٹی پر لے گئے جس پر ان کا شہر آباد تھا تاکہ انہیں پہاڑ سے نیچے گرا دیں۔ آپ کسی نہ کسی طرح بچ کر نکل گئے۔

اس کے بعد آپؑ کو حضرت یحییٰ علیہ السلام یاد آئے جن کی شہرت آپؑ تک پہنچ چکی تھی۔

حضرت یحییٰ علیہ السلام دریائے اردن کے کنارے لوگوں بپتسمہ دے رہے تھے۔ حضرت مسیحؑ بھی ان لوگوں میں شامل ہو گئے جو خود کو گناہوں سے پاک کر رہے تھے۔

Marfat.com

حضرت عیسیٰؑ اور حضرت یحییٰؑ کا آمنا سامنا ہوا تو حضرت یحییٰؑ انہیں پہچانتے نہیں تھے لیکن اللہ نے انہیں بتادیا کہ وہ کون ہیں۔

''تم میرے پاس کیوں آئے ہو؟''

''میں بھی دوسروں کی طرح بپتسمہ لینے آیا ہوں۔''

''میں تو خود تمہارا محتاج ہوں تمہیں کیا دے سکتا ہوں؟''

''جس طرح ہو رہا ہے اسی طرح ہونے دے۔'' حضرت یحییٰ علیہ السلام نے بپتسمہ دیا اور حضرت مسیحؑ پانی سے باہر آگئے۔

حضرت یحییٰ علیہ السلام نے روح کو کبوتر کی طرح آسمان سے اترتے دیکھا۔ وہ روح حضرت مسیح علیہ السلام پر آکر ٹھہر گئی۔ خدا کا کلام نازل ہوا۔ یہ ایک آواز تھی جو حضرت یحییٰ علیہ السلام سے مخاطب تھی۔

''جس پر تو روح کو اترتے اور ٹھہرتے دیکھے وہی روح القدس سے بپتسمہ دینے والا ہے۔''

حضرت یحییٰ علیہ السلام کے دو شاگرد قریب کھڑے تھے۔ وہ حضرت یحییٰ علیہ السلام اور حضرت مسیح علیہ السلام کے درمیان کچھ دیر پہلے ہونے والی گفتگو کو سن چکے تھے، انہوں نے حضرت یحییٰ علیہ السلام سے پوچھا۔

''یہ شخص کون ہے؟''

''یہ وہی ہے جس کی بابت میں نے کہا تھا کہ ایک شخص میرے بعد آتا ہے جو مجھ سے مقدم ٹھہرا ہے۔ میں نے اسے اس لیے بپتسمہ دیا کہ وہ اسرائیل پر ظاہر ہوجائے۔'' حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ظاہر کرنا یہ بتا رہا تھا کہ اب یحییٰ علیہ السلام اپنا کام نمٹا چکے۔

حضرت یحییٰ علیہ السلام کے دونوں شاگرد یہ سنتے ہی کہ وہ روح القدس سے بپتسمہ دینے والا ہے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پیچھے ہولیے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آگے آگے چلے جارہے تھے پھر انہیں احساس ہوا کہ کوئی ان کے پیچھے پیچھے آرہا ہے۔

انہوں نے پلٹ کر دیکھا اور کہا۔ ''تم کیا ڈھونڈتے ہو؟''

''اے استاد! ہم یہ دیکھنے چلے آتے ہیں کہ تو کہاں رہتا ہے؟''

''میرے پیچھے پیچھے چلتے رہو تمہیں خود معلوم ہوجائے گا کہ میں کہاں رہتا ہوں۔'' وہ ان کے پیچھے پیچھے چلتے ہوئے حضرت مسیحؑ کے رہنے کی جگہ پہنچ گئے۔ یہ دونوں ان کے ساتھ دس گھنٹے رہے۔ ان دونوں میں سے ایک شمعون کا بھائی تھا بعد میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مشہور حواری بنے۔ وہ اپنے بھائی کے پاس آیا اسے خوش خبری سنائی کہ ہمیں مسیحؑ مل گیا۔ اپنے بھائی کو لے کر حضرت عیسیٰؑ کے پاس آیا۔

حضرت عیسیٰؑ نے اس پر نگاہ کی۔ ''تو یوحنا کا بیٹا شمعون ہے۔ تو کیفا یعنی پطرس کہلائے گا۔''

☆......☆......☆

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کچھ عرصہ بعد یہودیہ کے ملک میں آئے اور لوگوں کو بپتسمہ دینے لگے۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام دریائے اردن کے کنارے بپتسمہ دے رہے تھے۔

یہودیوں کو موقع مل گیا کہ وہ ان دونوں میں دشمنی پیدا کر کے اپنی سازش مکمل کریں۔ یہودیوں کے ایک فرقے کے کچھ لوگ حضرت یحییٰ علیہ السلام کے پاس آئے اور انہوں نے حضرت مسیح علیہ السلام کی شکایت ان سے کی۔

''اے ربی! جو شخص تجھ سے بپتسمہ لے کر گیا تھا اب تو وہ خود لوگوں کو بپتسمہ دے رہا ہے اور لوگ اس کے پاس کثرت سے آرہے ہیں۔''

Marfat.com

حضرت یحییٰ علیہ السلام نے فرمایا۔ ''انسان کچھ نہیں پا سکتا جب تک اس کو آسمان سے نہ دیا جائے۔''

''تو کیا تمہیں ذرا بھی تعجب نہیں ہوا۔ وہ شخص تمہاری حکومت میں دخل دے رہا ہے۔ ایک دن وہ آئے گا جب تمہارے سب شاگرد اس کے پاس چلے جائیں گے۔''

''مجھے کیوں تعجب ہونے لگا۔ میں نے تو خود تم سے کہا تھا میں مسیح نہیں مگر اس کے آگے بھیجا گیا ہوں۔ جس کی دلہن ہے وہ دولہا ہے مگر دولہا کا دوست جو کھڑا ہوا ہے۔ دولہا کی آواز سے بہت خوش ہوتا ہے پس میری یہ خوشی پوری ہوگئی۔ مجھے تو خوشی ہوگی کہ وہ بڑھے اور میں گھٹوں۔''

اس بحث کی روداد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی معلوم ہوئی۔ آپؑ نے یہی بہتر سمجھا کہ اس ملک سے چلے جائیں۔ آپؑ اپنے شاگردوں کے ساتھ سیرون کے مغرب میں ایک مقام گلیل کی طرف چلے گئے۔ یہ مقام یہودیوں کے نزدیک گرا پڑا مقام تھا کیونکہ یہاں مختلف قومیں آباد تھیں۔

گلیل تک پہنچنے کے لیے سامریہ سے گزرنا ضروری تھا۔ آپؑ اپنے شاگردوں کو لے کر چلے اور سامریہ کے ایک شہر سوخار میں پہنچ گئے۔ یہ شہر اس قطعہ زمین کے نزدیک تھا جو حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹے حضرت یوسف علیہ السلام کو دیا تھا اور حضرت یعقوب علیہ السلام کا کنواں وہیں تھا۔ آپؑ نے اپنے شاگردوں کو شہر کی طرف بھیجا کہ کھانا خرید کر لائیں اور خود کنویں کے منڈیر پر بیٹھ گئے۔ سامریہ کی ایک عورت پانی بھرنے آئی۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کہا۔ ''مجھے پانی پلا۔''

عورت نے متعجب ہو کر کہا۔ ''تو یہودی ہو کر مجھ سامری عورت سے پانی کیوں مانگتا ہے جب کہ یہودی تو ہم سامریوں سے کسی طرح کا برتاؤ رکھتے ہی نہیں۔''

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا۔ ''اگر تو خدا کی بخشش کو جانتی اور یہ بھی جانتی کہ وہ کون ہے جو تجھ سے کہتا ہے مجھے پانی پلا تو، تو اس سے مانگتی اور وہ تجھے زندگی کا پانی پلاتا۔''

''تیرے پاس پانی نکالنے تک کو کچھ ہے نہیں پھر زندگی کا پانی تیرے پاس کہاں سے آیا۔ کیا تو ہمارے باپ یعقوبؑ سے بڑا ہے جس نے یہ کنواں ہم کو دیا؟''

''جو کوئی اس پانی میں سے پیے گا وہ پھر پیاسا ہوگا مگر جو کوئی اس پانی میں سے پیے گا جو میں اسے دوں گا وہ ابد تک پیاسا نہ ہوگا۔''

''تو اگر ایسا ہے وہ پانی مجھے دے تاکہ نہ مجھے پیاس لگے نہ پانی بھرنے یہاں تک آؤں۔''

''جا، اپنے شوہر کو یہاں بلا کر لے آ۔'' حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کہا۔

''میں شوہر کو کہاں سے لاؤں، میں تو بے شوہر کی ہوں۔''

''تو نے خوب کہا کہ میں بے شوہر کی ہوں کیونکہ تو پانچ شوہر کر چکی ہے البتہ یہ بات تو نے سچ کہی کیونکہ اب تو جس مرد کے ساتھ رہ رہی ہے وہ تیرا شوہر نہیں۔''

عورت کو سخت تعجب ہوا کہ وہ اس بات کو کیسے جان گیا۔ ہو نہ ہو یہ کوئی نبی ہے۔ اس نے تصدیق کے لیے آپؑ سے پوچھا۔ ''معلوم ہوتا ہے کہ تو نبی ہے؟'' اس عورت نے کہا اور شہر کی طرف بھاگی۔

اتنی دیر میں حضرت مسیح علیہ السلام کے شاگرد شہر سے کھانا لے کر آ گئے تھے۔ شاگرد ضد کر رہے تھے کہ آپؑ کچھ کھا لیں لیکن حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اب کھانے سے رغبت نہیں رہی تھی۔ وہ کچھ اور ہی دیکھ رہے تھے۔

اس عورت نے شہر میں جا کر شور مچا دیا۔ لوگوں سے کہنے لگی۔ ''آؤ ایک آدمی کو دیکھو جس نے میرے سب کام مجھے بتا دیے۔ کیا یہ ممکن ہے مسیح ہی ہو۔''

Marfat.com

لوگ اس عورت کی پکار سن کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جمع ہونے لگے۔ شاگرد اس نئی صورت حال سے پریشان تھے۔ ان کے استاد نے ابھی تک کھانا نہیں کھایا تھا۔ وہ ضد کر رہے تھے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پہلے کھانا کھالیں لیکن آپؑ انکار کر رہے تھے۔

''میرا کھانا یہ ہے کہ بھیجنے والے کی مرضی کے موافق عمل کروں اور اس کا کام پورا کروں۔''

اس شہر کے بہت سے سامری اس عورت کے کہنے سے آپؑ پر ایمان لے آئے اور ضد کرنے لگے کہ وہ اور ان کے شاگرد کچھ دنوں کے لیے یا ہمیشہ کے لیے ان کے پاس رہیں۔ آپؑ نے دو روز تک ان کے پاس قیام کیا اور پھر گلیل کی جانب روانہ ہو گئے۔

☆......☆......☆

علمائے یہود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بھی مخالفت کر رہے تھے اور حضرت یحییٰ علیہ السلام کی بھی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تو ان سے بچ کر گلیل کی طرف چلے گئے تھے اور وہاں ان کی مقبولیت میں اضافہ ہو رہا تھا۔ ان کا یہ کہنا ٹھیک ثابت ہو رہا تھا کہ نبی کو اپنے وطن میں مقبولیت نہیں ملتی۔ وہ ناصرت سے نکالے گئے تھے لیکن گلیل میں انہیں مقبولیت مل رہی تھی۔

حضرت یحییٰ علیہ السلام لوگوں کو گناہوں سے پاک کرنے کا فریضہ انجام دے رہے تھے۔ ان کے ماننے والوں کی تعداد اتنی بڑھ گئی تھی کہ یہ علما اتنی آسانی سے ان پر ہاتھ نہیں ڈال سکتے تھے۔ اس عرصے میں وہ سازشیں کرتے رہے تھے لیکن کامیابی ان سے دور رہی تھی۔ وہ اس عرصے میں بادشاہ کو بھی ان کے خلاف بھڑکاتے رہے تھے کہ وہ سرکاری سطح پر ان کے خلاف قدم اٹھائے لیکن بادشاہ ان کا عقیدت مند تھا۔ اس نے بپتسمہ نہیں لیا تھا لیکن اس کا کہنا یہ تھا کہ وہ بھلائی کا کام کر رہے ہیں۔ اس کا یہ بھی کہنا تھا کہ جب وہ میرے کاموں میں دخل نہیں دے رہے ہیں تو میں ان کے کاموں میں کیوں دخل اندازی کروں۔

علما تقریباً مایوس ہو چکے تھے کہ امید کی ایک صورت نکل آئی۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام شامی علاقے کے شمال مغرب میں تھے جہاں ہیرودیس کی حکومت تھی۔ اس کے جنوب میں ہیرودیس کا بھائی فلپ حکومت کر رہا تھا۔ فلپ کی ایک بیٹی سلوم تھی، ہیرودیس ایک مرتبہ بھائی سے ملنے گیا اور سلوم پر نظر پڑی تو وہ دل و جان سے اس پر عاشق ہو گیا۔

جب وہ اپنے وطن کی طرف لوٹا تو راستے بھر اسے سلوم کا خیال پریشان کرتا رہا۔ وہ یہ بھی جانتا تھا کہ توریت کی شریعت کے مطابق سلوم سے اس کا نکاح نہیں ہو سکتا، یہ گناہ ہے اور اس گناہ کی حمایت کوئی بھی نہیں کرے گا لیکن جب اسے اپنے طاقتور بادشاہ ہونے کا خیال آتا تو اسے یہ باتیں بہت چھوٹی معلوم ہونے لگتی تھیں۔ وہ سوچتا تھا میں کچھ بھی کرلوں، کوئی مجھے روکنے ٹوکنے والا نہیں۔ کوئی میرے سامنے زبان نہیں کھول سکتا۔ کچھ دیر کو گناہ کا احساس ہوتا بھی تو سلوم کا حسن جہاں سوز اس خیال کو باطل کر دیتا تھا۔

محل میں پہنچنے کے بعد وہ اسی کش مکش کا شکار رہا۔ تھوڑی دیر کو اپنے ارادے سے تائب ہوتا مگر دوسرے ہی لمحے سلوم کو حاصل کرنے کی خواہش شور مچانے لگتی۔

ایک روز اس نے اپنے ایک غلام کو طلب کیا۔ وہ حاضر ہو گیا تو بادشاہ نے جلاد کو حکم دیا کہ اس کا سر قلم کر دو۔ غلام کہتا رہ گیا کہ میرا قصور کیا ہے اور اس کا سر اس کے تن سے جدا ہو گیا۔

کسی نے پوچھا تک نہیں کہ غلام کی خطا کیا تھی۔ اس کا سر کیوں کاٹ دیا گیا۔ ہیرودیس اپنی طاقت پر دل ہی دل میں مسکرا دیا۔ میں کچھ بھی کرلوں کوئی مجھ سے پوچھنے والا نہیں۔ میں سلوم سے شادی کرلوں گا تو بھی کوئی مجھ پر انگلی اٹھانے کی جرات نہیں کر سکے گا۔

ان سب باتوں کے باوجود وہ جانتا تھا کہ اس کا یہ مطالبہ جائز نہیں اس کا بھائی سلوم سے اس کی شادی پر کبھی تیار نہیں

Marfat.com

ہوگا۔ یہ گھی سیدھی انگلیوں سے نکلنے والا نہیں۔ اس نے فیصلہ کرلیا کہ وہ فلپ پر حملہ کرے گا اور سلوم کو اٹھا کر لے آئے گا۔ اس نے ایک لشکر ترتیب دیا اور فلپ پر حملہ آور ہوگیا۔

فلپ زیادہ دیر مزاحمت نہ کرسکا اور شکست کھا کر بھاگ کھڑا ہوا۔ ہیرودیس جس مقصد سے حملہ آور ہوا تھا اس نے پورا کیا۔ سلوم کو اس کی ماں یعنی فلپ کی بیوی سمیت اغوا کیا اور اپنے محل میں لے آیا۔

فلپ کی بیوی اب تک بے خبر تھی کہ اس جنگ میں ہم عورتوں کا کیا قصور۔ ہیرودیس ہمیں کیوں اٹھا کر لے آیا ہے اور وہ ہم سے کیا چاہتا ہے؟ یہ عقدہ تو اس وقت کھلا جب ہیرودیس نے اپنی بھاوج کو اپنے پاس بلایا۔

''تم نے اب تک یہ نہیں پوچھا کہ میں تمہیں یہاں کیوں لایا ہوں؟''

''بادشاہوں سے کچھ نہ پوچھو جب تک وہ خود نہ بتائیں۔ میں نے تو ایک بادشاہ کی بیوی کی حیثیت سے یہ سیکھا ہے۔''

''اب میں تمہیں بتاتا ہوں۔ میں تمہاری بیٹی سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔''

''شریعت جاننے کے باوجود کہ بھتیجی سے شادی نہیں ہوسکتی۔''

''علما میرے زرخرید ہیں میں ان کے ذریعے ناجائز کو جائز کرالوں گا۔ رشتہ داری کا پاس کررہا ہوں کہ تمہاری اجازت طلب کررہا ہوں ورنہ میں بادشاہ ہوں، کچھ بھی کرسکتا ہوں۔''

''مجھے سوچنے کے لیے کچھ وقت دیا جائے تاکہ میں اچھی طرح غور کرلوں۔'' فلپ کی بیوی نے اسی روز خاموشی سے چند علما کو اپنے پاس بلالیا تاکہ انہیں معاملے سے آگاہ کرے اور ان سے درخواست کرے کہ بادشاہ کو اس ناجائز فعل سے باز رہنے کی تلقین کریں۔

علما تو ایسے ہی کسی موقع کی تاک میں تھے۔ کوئی ایسی چال چلنا چاہتے تھے کہ ان پر کوئی الزام بھی نہ آئے اور حضرت یحییٰ علیہ السلام سے نجات بھی مل جائے۔ انہیں معلوم تھا کہ فلپ کی بیوی اور بیٹی کو ہیرودیس اٹھا کر لے آیا ہے اور اس کے کیا ارادے ہیں۔ اب جو انہیں فلپ کی بیوی نے طلب کیا تو سازشوں کے سب دروازے کھلتے نظر آئے۔ انہوں نے فلپ کی بیوی سے ملاقات کی۔

علما نے فلپ کی بیوی کو مشورہ دیا کہ وہ بادشاہ کو حضرت یحییٰ علیہ السلام کے پاس بھیجے اور ان سے اس شادی کا فتویٰ لے لے۔ ''بادشاہ ہم علما کی کسی بات کو نہیں مانے گا لیکن یحییٰ علیہ السلام کے فتوے کے بعد وہ مجبور ہوجائے گا۔''

''اگر یحییٰ علیہ السلام نے فتویٰ دے دیا؟''

''وہ یہ فتویٰ کبھی نہیں دیں گے اور بادشاہ کو اپنی ضد سے باز آنا پڑے گا'' فلپ کی بیوی کو یہ مشورہ پسند آیا۔ اس نے علما کو رخصت کیا اور بادشاہ کے پاس پہنچ گئی۔

''بادشاہ سلامت، میں نے بہت سوچا اور اس نتیجے پر پہنچی ہوں کہ پہلے آپ لوگوں کی زبانیں بند کریں اس کے بعد سلوم سے شادی کریں۔''

''ایک مرتبہ شادی ہوجائے پھر سب کی زبانیں بند ہوجائیں گی۔''

''یہ کام شادی سے پہلے کرنے کا ہے۔''

''تمہارے خیال میں مجھے کیا کرنا چاہیے؟''

''میں نے سنا ہے یحییٰ علیہ السلام اپنے لوگوں میں بہت مقبول ہیں۔ آپ ان کے پاس جائیں اور اس شادی کی اجازت لے لیں۔ اس کے بعد آپ کے خلاف کوئی آواز نہیں اٹھا سکے گا۔ علما بھی ان سے ڈرتے ہیں۔ وہ بھی کوئی فتویٰ جاری نہیں کرسکیں گے۔''

Marfat.com

''اگر انہوں نے انکار کر دیا تو جانتی ہو کیا ہو گا۔ میں کبھی شادی نہیں کر سکوں گا۔''

''کمال ہے! آپ بادشاہ ہو کر ایسی بات سوچتے ہیں۔ بادشاہوں کی بات کوئی ٹالتا ہے؟ انہیں اپنی جان کی فکر ہو گی تو آپ کی بات ضرور مانیں گے۔ آپ انہیں لالچ دیں یا جان کا خوف دلائیں۔ ان کی اجازت کے بغیر آپ کا شادی کرنا ٹھیک نہیں ہو گا۔ ان کے عقیدت مند آپ کے خلاف اٹھ کھڑے ہوں گے۔''

یہ مشورہ بادشاہ کے دل میں اتر گیا۔ وہ فوراً آپؑ سے ملاقات کے لیے روانہ ہو گیا۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام کو پہلے ہی علم ہو چکا تھا کہ بادشاہ کس کام کے لیے ان کے پاس آ رہا ہے۔

آپؑ نے اسے دیکھتے ہی فرمایا۔ ''اے بادشاہ! جس گناہ میں تو گرفتار ہے جب تک اس سے توبہ نہیں کر لیتا تجھے مجھ سے ملنے کا کوئی حق نہیں۔''

''میں بپتسمہ لینے نہیں آیا ہوں۔ میں تو صرف اس لیے آیا ہوں کہ جو میرے حق میں ناجائز ہے اسے جائز کر دو۔''

''تم مجھ سے یہ توقع بھی کیسے رکھ سکتے ہو؟''

''اس لیے کہ میں بادشاہ ہوں اور بادشاہوں کی بات کوئی نہیں ٹال سکتا۔''

''آپ سے بھی بڑا ایک بادشاہ ہے جس کا قانون نہ میں توڑ سکتا ہوں نہ آپ۔''

''میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ سلوم سے میری شادی کو جائز قرار دے دو ورنہ مجھ میں یہ طاقت بھی ہے کہ میں تمہیں گرفتار کر لوں۔''

''میرا فیصلہ پھر بھی وہی رہے گا۔ میں حرام کو حلال نہیں کر سکتا۔''

دونوں کے درمیان اور بھی بہت سی باتیں ہوئیں۔ بادشاہ کو مایوس لوٹنا پڑا۔ محل میں آ کر اس نے بہت غور کیا اور اس نتیجے پر پہنچا کہ دھمکی سے کام نہیں چل سکتا۔ اب لالچ کا داؤ استعمال کرنا چاہیے۔ وہ اس فیصلے کے وقت یہ بھول گیا کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام کی ضروریات ہی کتنی ہیں۔ دنیاداری ان کے قریب سے ہو کر نہیں گزری۔ دولت کا لالچ انہیں کیسے خرید سکتا ہے۔ بادشاہ نے ان کے عقیدت مندوں میں سے بعض کو اپنے پاس بلایا اور انہیں مجبور کیا کہ وہ یحییٰ علیہ السلام کو سمجھائیں اگر وہ آدھی سلطنت بھی طلب کریں گے تو میں انہیں دے دوں گا۔ انہیں یہ بھی سمجھاؤ کہ میری حکم عدولی سے انہیں نقصان بھی پہنچ سکتا ہے۔

آپؑ کے چاہنے والوں میں زیادہ تر غریب لوگ تھے۔ وہ بادشاہ کا حکم سن کر ڈر گئے۔ وہ اسی وقت حضرت یحییٰ علیہ السلام کے پاس گئے اور انہیں اونچ نیچ سمجھانے لگے لیکن آپؑ نے انہیں بھی وہی جواب دیا جو وہ بادشاہ سے کہہ چکے تھے۔

بادشاہ کی ہر شرط ٹھکرائی جاتی رہی۔ اس کا غصہ بڑھتا ہی چلا گیا اور بالآخر اس نے حکم دیا کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام کو گرفتار کر لیا جائے۔

وہ قید کر لیے گئے تھے لیکن بادشاہ کے دل میں اب بھی ان کی طرف سے نرم جذبات تھے۔ ان کے بعض شاگردوں کو اجازت تھی کہ وہ قید خانے میں حضرت یحییٰ علیہ السلام سے ملاقات کے لیے جا سکتے ہیں۔ مقصد یہ بھی تھا کہ ان شاگردوں کے ذریعے حضرت یحییٰ علیہ السلام پر دباؤ ڈالا جاتا رہے اور ان سے اپنے مطلب کا فرمان لکھوا لیا جائے چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ بادشاہ نے آپؑ کے شاگردوں کو سکھا کر بھیجا کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام کو سمجھائیں۔

آپؑ نے اس وقت بھی یہی جواب دیا۔ ''میں انسانوں کو بھلائی کا حکم دیتا ہوں۔ مجھے اس سے غرض نہیں کہ کون حاکم ہے اور کون محکوم۔ شریعت کا حکم سب کے لیے برابر ہے۔ بادشاہ کے لیے شریعت کا حکم بدل نہیں سکتا اور نہ میری گرفتاری سے اس میں کوئی فرق پڑے گا۔ جو چیز حرام ہے وہ حرام ہی رہے گی۔''

بادشاہ کی بار بار کوششوں سے حضرت یحییٰ علیہ السلام نے سمجھ لیا یا انہیں درگاہ الٰہی سے معلوم ہو گیا کہ اب انہین جیتے

Marfat.com

جی اس قید سے رہائی ملنے والی نہیں۔ اب انہیں اپنی رہائی نہ ہونے کے بعد کی صورت حال کا انتظام فرمانا تھا۔ اگر چہ حضرت یحییٰ علیہ السلام کو تو معلوم تھا لیکن وہ چاہتے تھے کہ شاگرد خود مشاہدہ کریں تا کہ ان کی تسلی ہو۔ انہوں نے اپنے شاگردوں کو بلایا اور ان سے کہا۔ ''تم دونوں مسیح (علیہ السلام) کے پاس جاؤ اور ان سے پوچھو کیا تم وہی شخص ہو جس کا ہم انتظار کر رہے ہیں اور میں لوگوں کو بشارت دے رہا ہوں۔''

دونوں شاگردوں نے مزید وضاحت کے لیے کہا۔ ''آپ یہ بشارت جس شخص کے بارے میں دیتے ہیں کیا اس سے مراد الیاس علیہ السلام ہیں یا پھر آنے والے شخص سے مراد اس پیغمبر کی تشریف آوری ہے جس کا بنی اسرائیل صدیوں سے انتظار کر رہے ہیں۔ اگر مسیح وہی شخص ہیں تو ہم آنے والے کا انتظار نہیں کریں گے اور اگر یہ وہ نہیں ہیں تو ہم سب بہ دستور انتظار کرتے رہیں گے۔''

حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہمیشہ گھومتے پھرتے رہتے تھے۔ آج اس شہر میں تو کل دوسرے شہر میں۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام کے دونوں قاصدوں کو خبر ملی تھی کہ ان دنوں حضرت عیسیٰ علیہ السلام شہر نائین میں ہیں۔ وہ دونوں اسی شہر کی طرف روانہ ہو گئے۔ جب یہ شہر کے پھاٹک کے نزدیک پہنچے تو دیکھا کہ کوئی مر گیا ہے۔ بہت سے لوگ مردے کو اٹھا کر باہر لے جا رہے ہیں۔ جنازے کے ساتھ ایک عورت بھی گریہ وزاری کرتی چلی جا رہی تھی۔ معلوم ہوا مرنے والا اس عورت کا اکلوتا بیٹا تھا اور یہ عورت بیوہ تھی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام چونکہ اسی شہر میں تھے۔ انہوں نے عورت کی گریہ وزاری سنی تو سخت متاسف ہوئے۔ آپ اس عورت کے پاس گئے اور اس سے کہا۔ ''مت رو۔ تیرا بیٹا ابھی زندہ ہوا جاتا ہے۔'' وہ غریب یہی سمجھی ہوگی کہ جس طرح دوسرے لوگ ڈھارس بندھاتے ہیں یہ بھی تسلی دے رہے ہوں گے۔ وہ اسی طرح روتی پیٹتی رہی۔

آپ آگے بڑھے اور جنازے کو چھو کر فرمایا۔ ''اے جوان! میں تجھ سے کہتا ہوں اٹھ۔'' مردہ اٹھ بیٹھا اور بولنے لگا اور دوڑا دوڑا اپنی ماں کے پاس آیا۔

یہ حال دیکھ کر سب پر دہشت چھا گئی اور وہ خدا کی حمد کرنے لگے اور ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ ایک بڑا نبی ہم میں برپا ہوا اور خدا نے اپنی امت پر توجہ کی ہے۔

یہ دونوں بھی یہ سب دیکھ رہے تھے۔ یہ سمجھ گئے کہ یہی وہ مسیح علیہ السلام ہیں جس کے پاس ہمیں سوال کرنے کے لیے بھیجا گیا ہے۔ اس بھیڑ بھاڑ میں بات نہیں کی جا سکتی تھی لہٰذا حضرت یحییٰ علیہ السلام کے دونوں شاگرد آپ کے پیچھے پیچھے چلنے لگے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک مقام پر جا کر رک گئے۔ یہ ایک عبادت خانہ تھا جہاں بیماروں کا ہجوم تھا۔ کوئی اندھا تھا، کوئی چل پھر نہیں سکتا تھا، کوئی جذام کے موذی مرض میں مبتلا تھا۔ ایک شخص کو اس کے عزیز رسیوں میں جکڑے ہوئے تھے۔ معلوم ہوا اس پر کسی بدروح نے قبضہ کر لیا ہے۔ اس سے پہلے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کسی اور کام میں مشغول ہوتے وہ دونوں سامنے آ گئے۔

''حضرت یحییٰ علیہ السلام، بپتسمہ دینے والے نے ہمیں یہ پوچھنے کے لیے آپ کے پاس بھیجا ہے کہ آنے والا تو ہی ہے یا ہم دوسرے کی راہ دیکھیں؟''

''ایک طرف بیٹھ جاؤ اور دیکھتے رہو۔'' وہ دونوں حیران ہوئے کہ یہ ہمارے سوال کا جواب کب ہے لیکن ادب سے کچھ کہہ نہ سکے، دم سادھ کر بیٹھ گئے۔

ان مریضوں میں سب سے پہلے اس شخص کو لایا گیا جو بدروحوں کے زیر اثر تھا۔ اس نے بڑی مدت سے کپڑے نہیں پہنے تھے اور وہ گھر میں نہیں بلکہ قبروں میں رہا کرتا تھا۔ وہ حضرت مسیح علیہ السلام کو دیکھ کر چلایا اور ان کے آگے گر کر بلند آواز سے کہنے لگا۔ ''اے مسیح! مجھے تجھ سے کیا کام۔ تیری منت کرتا ہوں کہ مجھے عذاب میں مت ڈال۔''

Marfat.com

وہ یہ بات اس لیے کہہ رہا تھا کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس ناپاک روح کو حکم دے رہے تھے کہ اس آدمی سے نکل جا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اس سے پوچھا۔ ''تیرا کیا نام ہے؟''

''اس نے کہا ''لشکر'' کیونکہ اس میں بہت سی بدروحیں تھیں اور وہ ان سے منت کرنے لگیں کہ ہمیں اتھاگڑھے میں جانے کا حکم نہ دے۔

وہاں پہاڑ پر سوروں کا ایک بڑا غول چر رہا تھا۔ ان بدروحوں نے منت کی کہ ہمیں ان سوروں کے اندر جانے دے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے انہیں جانے دیا۔ روحیں اس آدمی سے نکل کر سوروں کے اندر گئیں اور غول جھیل میں جا پڑا اور ڈوب مرا۔

اس شخص نے کپڑے پہنے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قدموں میں آ کر بیٹھ گیا۔ وہ ضد کر رہا تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اسے اپنے ساتھ رہنے کی اجازت دیں لیکن حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا۔ ''اپنے گھر لوٹ کر لوگوں سے بیان کر کہ خدا نے تیرے لیے کیسے بڑے کام کیے۔''

ایک مفلوج کو لایا گیا جو چل پھر نہیں سکتا تھا۔ اس وقت بھی ایک چارپائی پر ڈال کر اسے لایا گیا تھا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس کے قریب گئے اور فرمایا۔ ''میں تجھ سے کہتا ہوں اٹھ اور اپنا کھٹولا اٹھا کر اپنے گھر جا۔'' وہ شخص چارپائی سے اتر پڑا اور خدا کی حمد کرتا ہوا اپنے گھر چلا گیا۔

''اسی طرح ایک نابینا کی آنکھوں پر ہاتھ پھیرا تو اس کی بینائی بحال ہوگئی پھر ایک بہرے کے کانوں پر ہاتھ پھیرا اور اس سے باتیں کیں۔

حضرت یحییٰ علیہ السلام کے شاگردوں کے لیے یہ باتیں نئی اور دلچسپ ضرور تھیں لیکن انہیں تو اپنی بات کا جواب لینا تھا۔ وہ بیٹھے بیٹھے اکتانے لگے تھے۔ آخر ان سے رہا نہیں گیا۔

''آپ نے ہماری بات کا جواب نہیں دیا۔''

''کس سوال کا جواب؟''

''یہی کہ آنے والا تو ہی ہے یا ہم دوسرے کی راہ دیکھیں؟''

''تم نے جو کچھ یہاں دیکھا اور سنا ہے جا کر اپنے استاد سے بیان کر دو۔ اسے بتانا کہ اندھے دیکھتے ہیں، لنگڑے چلتے پھرتے ہیں، کوڑھی پاک صاف کیے جاتے ہیں، بہرے سنتے ہیں مردے زندہ کیے جاتے ہیں، غریبوں کو خوشی خبری سنائی جاتی ہے اور مبارک ہے وہ جو میرے سبب سے ٹھوکر نہ کھائے۔''

حضرت یحییٰ علیہ السلام کے شاگرد روانہ ہوئے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے قریب بیٹھے ہوئے لوگوں سے حضرت یحییٰ علیہ السلام کی تعریف میں بیان فرمایا۔

''یحییٰ وہی ہے جس کی بابت لکھا ہے کہ میں اپنا پیغمبر تیرے آگے بھیجتا ہوں جو تیری راہ تیرے آگے تیار کرے گا۔ میں تم سے کہتا ہوں کہ جو عورتوں سے پیدا ہوئے ہیں ان میں یحییٰ علیہ السلام بپتسمہ دینے والے سے کوئی بڑا نہیں لیکن جو خدا کی بادشاہی میں چھوٹا ہے اور اس سے بڑا ہے۔''

(حضرت عیسیٰ علیہ السلام، حضرت یحییٰ علیہ السلام سے چھ ماہ چھوٹے تھے لیکن مراتب میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام بڑے تھے۔ یہ اسی طرف اشارہ ہے)۔

حضرت یحییٰ علیہ السلام نے اپنے قاصدوں کی زبانی یہ احوال سنا تو بے اختیار کہہ اٹھے۔ ''اب شاید میری ضرورت نہ رہے کیونکہ آنے والا آ چکا ہے۔ مبارک ہو، انتظار ختم ہوا۔''

☆......☆......☆

Marfat.com

حضرت یحییٰ علیہ السلام کی گرفتاری کے بعد ہیرودیس کا شادی کے لیے اصرار بہت بڑھ گیا تھا۔ اس کی ماں بادشاہ کے تقاضوں سے بے حد خوف زدہ تھی۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام قید میں تھے۔ ان کے پرستاروں نے کوئی شور نہیں مچایا تھا۔ کہیں سے کوئی بغاوت نہیں ہوئی تھی۔ یحییٰ علیہ السلام پابند سلاسل تھے، وہ بھی کوئی آواز نہیں اٹھا سکتے تھے۔ اسے علما حضرات پر غصہ آ رہا تھا کہ ان کے غلط مشورے سے ہی حضرت یحییٰ علیہ السلام کو قید خانے کا منہ دیکھنا پڑا تھا۔

دوسری طرف علما تھے جو ہاتھ پر ہاتھ دھرے نہیں بیٹھے تھے۔ ان کا منصوبہ نہایت صحیح سمت میں جا رہا تھا۔ وہ ایک مرتبہ پھر فلپ کی بیوی کے پاس آئے۔

''اب آپ لوگ کس لیے آئے ہیں۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام کی زبان بند ہو چکی۔ وہ بادشاہ کی قید میں ہیں اور بادشاہ شادی کے لیے اصرار کر رہا ہے۔''

''وہی تو ہم بتانے کے لیے آئے ہیں۔ اب تو کام بہت آسان ہو گیا ہے۔ یہ شادی ہمیشہ کے لیے رک جائے گی۔''

''یہ کیسے ہوگا؟''

''تو اپنی بیٹی سے کہہ کہ وہ اپنی شادی کے لیے یحییٰ علیہ السلام کے کٹے ہوئے سر کی شرط رکھ دے۔''

''تمہارا مطلب ہے نبی یحییٰ کا سر؟''

''ہاں، ہاں۔''

''اس سے کیا ہوگا؟''

''بادشاہ کے دل میں یحییٰ علیہ السلام کا احترام ہے۔ اس نے تمہیں دکھانے کے لیے اسے قید میں تو ڈال دیا ہے لیکن وہ اسے قتل ہرگز نہیں کرائے گا۔ وہ یہ شرط کبھی پوری نہیں کرے گا اور اس طرح تیری بیٹی سے شادی بھی نہیں کر سکے گا۔''

فلپ کی بیوی کو یہ مشورہ بہت پسند آیا۔ اس نے اسی وقت سلوم کو پوری بات سمجھا دی کہ کسی مناسب موقع پر اپنی شادی کے لیے حضرت یحییٰ علیہ السلام کے قتل کی شرط رکھ دے۔

اتفاق سے انہی دنوں بادشاہ کی سالگرہ کا موقع آ گیا۔ بادشاہ نے پھر اصرار کیا کہ سلوم اس سے شادی کر لے تاکہ وہ سالگرہ کے جشن کے موقعے پر اس شادی کا اعلان بھی کر دے۔ اس مرتبہ بادشاہ کا لہجہ ایسا دوٹوک تھا جیسے حکم دے رہا ہو اور اگر انکار سنا تو زبردستی کرے گا۔ موقعے کی نزاکت دیکھتے ہوئے سلوم نے لگاوٹ کی باتیں شروع کر دیں۔

''میں تو خود چاہتی ہوں آپ سے شادی کروں لیکن میری ماں رکاوٹ بنی ہوئی ہے۔ بس یہ سالگرہ ہونے دیں میں خود شادی کا اعلان کر دوں گی۔ آپ کی سالگرہ کے دن میں رقص کروں گی۔ آپ خوش ہو کر مجھ سے کہیں گے مانگو کیا مانگتی ہو، میں انعام میں آپ کو طلب کروں گی۔ یہ بات آپ کے مہمانوں کے سامنے ہوگی اس لیے کسی کو انکار کی جرات نہیں ہوگی۔ میری ماں کی زبان بھی بند رہے گی۔''

''تمہیں رقص آتا ہے؟''

''میرے رقص کی تعریف تو میری ماں بھی کرتی ہے۔''

''ارے واہ! اس طرح تو سالگرہ کا جشن دوبالا ہو جائے گا۔''

جشن سالگرہ کے دن دربار کو خوب آراستہ کیا گیا۔۔ شہر بھر میں چراغاں ہوا۔ دربار میں بادشاہ کے فوجی افسران، وزرا اور بادشاہ کے قریبی ساتھی شریک تھے۔ شراب کا دور چلا۔ اعلان ہوا کہ بادشاہ فلپ کی بیٹی سلوم رقص کرنے آئے گی۔ دشمن کی بیٹی رقص پر آمادہ تھی اور پھر لوگوں کو یہ معلوم تھا کہ کچھ دنوں میں یا شاید آج ہی بادشاہ اس سے شادی کرنے والا ہے۔ سب مشتاق دید ہو گئے۔

Marfat.com

سلوم ایک ہوش ربا لباس پہنے محفل میں داخل ہوئی۔ نشے نے سب کو یونہی بے حال کیا ہوا تھا، سلوم کا حسن بے پناہ دیکھ کر رہے سہے ہوش میں جاتے رہے۔ اس نے رقص پیش کیا تو سب مسحور ہو گئے۔ ہر طرف سے تعریفوں کی آوازیں بلند ہونے لگیں۔ سب سے برا حال خود بادشاہ کا تھا کیونکہ سلوم کی ساری توجہ اس کی طرف تھی۔ بادشاہ کو یہ بھی معلوم تھا کہ ابھی کچھ دیر میں وہ کیا مانگنے والی ہے۔

جب قیامت آتے آتے رہ گئی۔ رقص ختم ہوا۔ حاضرین نے کھڑے ہو کر سلوم کے حق میں تالیاں بجائیں۔ بادشاہ نے آگے بڑھ کر سلوم کو آغوش میں کھینچ لیا۔

''سلوم، مانگو کیا مانگتی ہو۔ آج میں اتنا خوش ہوا ہوں کہ آدھی سلطنت بھی مانگو گی تو ملے گی۔''

''سلطنت بادشاہ کو مبارک ہو، میرا تو مطالبہ ہی کچھ اور ہے۔''

بادشاہ کا دل بڑے زور سے دھڑکا۔ اب وہ انعام میں مجھے مانگنے والی ہے جیسا کہ وہ کہہ رہی تھی۔

''شرماتی کیوں ہو۔ جو مانگنا ہے مانگو۔ میں پوری محفل کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ تمہارا کہا پورا کیا جائے گا۔''

''مجھے بپتسمہ دینے والے یحییٰ علیہ السلام کا سر چاہیے۔''

''یہ تم نے کیا مانگ لیا۔ بھلا ہماری شادی سے یحییٰؑ کے سر کا کیا تعلق؟''

''افسوس کہ اب بادشاہ بھی اپنے وعدوں سے پھرنے لگے۔ آپ نے مجھ سے ابھی وعدہ کیا ہے کہ میں جو مانگوں گی مجھے ملے گا۔''

''میں وعدے سے پھر نہیں رہا ہوں۔ تم کچھ اور مانگ لو۔''

''ہماری شادی میں وہی رکاوٹ ہے۔ مجھے تو اسی کا سر چاہیے۔''

''میں اس رکاوٹ کو کسی اور طرح دور کر دوں گا۔''

''آپ نے کہا تھا، میری مرضی کا انعام دیں گے۔ میری مرضی یہ ہے کہ یحییٰ علیہ السلام کا سر میرے سامنے پیش کیا جائے۔''

بادشاہ کے درباری سب کچھ سن رہے تھے۔ انہیں معلوم تھا کہ بادشاہ وعدہ کر چکا ہے۔ اب بادشاہ کے لیے اپنے قول سے پھرنا ممکن نہ تھا۔ اس نے بادل ناخواستہ سپاہیوں کو حکم دیا کہ یحییٰ علیہ السلام کا سر کاٹ کر شہزادی کے سامنے پیش کیا جائے۔

آن کی آن میں ہیرودیس سے یہ گناہ سرزد ہو گیا۔ وہ اپنے عہد کے ایک نبی کے قتل کا مرتکب ہوا۔

سپاہی چاندی کا ایک طشت اٹھائے ہوئے آئے جس میں حضرت یحییٰ علیہ السلام کا خون آلود سر رکھا ہوا تھا اور سلوم کے قدموں میں رکھ دیا۔

سلوم کو محسوس ہوا جیسے وہ سر کہہ رہا ہو، حرام کو حلال نہیں کیا جا سکتا۔ بادشاہ تجھ سے شادی نہیں کر سکتا۔

علما نے کہا تھا ہیرودیس یہ شرط پوری نہیں کر سکے گا اور یوں سلوم سے اس کی شادی نہیں ہو سکے گی لیکن فلپ کی بیوی اس قتل کے بعد پریشان ہو رہی تھی۔ ہیرودیس نے شرط پوری کر دی تھی۔ اب شادی نہ کرنے کا کیا جواز رہ گیا تھا۔

حضرت یحییٰ علیہ السلام کا کہا پورا ہونے کو تھا۔ حرام کو حلال نہیں کیا جا سکتا تھا۔

سلوم کے سامنے جب حضرت یحییٰ علیہ السلام کا سر پیش کیا گیا تو اس پر ایسی دہشت طاری ہوئی کہ بے ہوش ہو گئی اور پھر اسی بے ہوشی میں اس نے دم توڑ دیا۔

☆......☆......☆

حضرت یحییٰ علیہ السلام کے قتل کے بارے میں کئی اور قول بھی مشہور ہیں۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ بادشاہ کی بیوی کو

Marfat.com

حضرت یحییٰ علیہ السلام سے محبت ہوگئی تھی اور ان کو پھسلانے کی کوشش کرتی رہتی تھی۔ آپؑ مسلسل انکار کرتے رہے تھے تو جب وہ مایوس ہوگئی تو کسی حیلے سے بادشاہ سے ان کا خون مانگا۔ پہلے تو بادشاہ انکار کرتا رہا لیکن پھر ہتھیار ڈال دیے اور آپؑ کو قتل کر دیا۔

اس معنی میں یہ حدیث بھی ملتی ہے۔

''ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ رسول اکرمؐ نے جب معراج فرمائی تو آسمان میں حضرت زکریا علیہ السلام کو دیکھا تو آپؐ نے ان پر سلام کیا اور کہا، اے ابو یحییٰ! مجھے اپنے اور یحییٰ کے قتل کی خبر دو، کیسے ہوا؟''

حضرت زکریا علیہ السلام نے فرمایا۔ ''اے محمد ﷺ! حضرت یحییٰ علیہ السلام اپنے زمانے میں سب سے بہتر تھے۔ سب سے زیادہ حسین اور خوب صورت، روشن چہرے والے اور گناہوں سے رکنے والے تھے اور عورتوں کی ان کو بالکل خواہش نہ تھی۔ تو ایک عورت کو ان سے محبت ہوگئی جو بنی اسرائیل کے بادشاہ کی بیوی تھی اور تھی بدکار۔ اس نے آپؑ کی طرف پیغام بھیجا۔ اللہ نے حضرت یحییٰ علیہ السلام کی حفاظت رکھی اور وہ باز رہے اور اس عورت کو قطعاً انکار کر دیا تو عورت نے حضرت یحییٰ علیہ السلام کے قتل کا تہیہ کر لیا۔

ان کی ایک عید ہوتی تھی جس میں ہر سال جمع ہوتے تھے اور بادشاہ کی عادت تھی کہ وہ اس دن جو وعدہ کرتا تھا اسے پورا ضرور کرتا تھا لہٰذا جب بادشاہ عید کی طرف نکلا تو وہاں عورت کھڑی ہوگئی اور بادشاہ کو مائل کیا اور بادشاہ ایسے ہی اس سے محبت رکھتا تھا لہٰذا جب عورت نے پھسلایا تو بادشاہ نے کہا مجھ سے کچھ سوال بھی کر لے جو سوال تو کرے گی میں ضرور عطا کروں گا۔ تب عورت بولی، میں یحییٰ علیہ السلام کا خون مانگتی ہوں۔ بادشاہ نے کہا، کچھ اور سوال کرو، عورت نے کہا بس یہی چاہیے۔ بادشاہ نے کہا، چل وہ تیرے لیے ہوا۔ آپؑ محراب میں نماز ادا فرما رہے تھے کہ جلاد نے آپؑ کو قتل کر دیا اور آپؑ کا سر ایک طشت میں رکھ کر عورت کے پاس لے گیا۔''

اور ایک قول یہ بھی ملتا ہے کہ دمشق شہر کا بادشاہ ہداد بن ہدار تھا۔ اس نے اپنے بیٹے کی شادی اپنی بھتیجی سے کرادی تھی۔ ایک مرتبہ اس کے شوہر نے اس کے بارے میں تین طلاق کا حلف اٹھایا پھر ندامت ہوئی تو واپسی کی کوئی صورت نکالنے کے لیے حضرت یحییٰ علیہ السلام کے قتل کے درپے ہوئی اور جب کہ وہ مسجد جرون میں نماز میں مشغول تھے ان کو قتل کرادیا اور چینی کے طشت میں ان کا سر مبارک سامنے منگوایا مگر سر اس حالت میں بھی یہی کہتا رہا کہ تو بادشاہ کے لیے حلال نہیں تاوقتیکہ دوسری شادی نہ کر لے اور اسی حالت میں خدا کا عذاب آیا اور اس عورت کو مع سر مبارک زمین میں دھنسا دیا۔

علمائے سیر و تاریخ کا اس بارے میں بھی اختلاف ہے کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام کا واقعہ شہادت کس جگہ پیش آیا بیت المقدس میں یا دمشق میں؟ البتہ یہ مسلمات میں سے ہے کہ یہود نے ان کو شہید کر دیا اور جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ان کی شہادت کا حال معلوم ہوا تو پھر انہوں نے علی الاعلان دعوت حق شروع کر دی۔

Marfat.com

ماخذات

قصص الانبیا	حافظ عماد الدین ابوالفدا اسماعیل ابن کثیر
قصص القرآن	مولانا محمد حفظ الرحمٰن سیوہاروی
انبیائے قرآن	جمیل احمد
تاریخ طبری	ابن جریر طبری
ارض القرآن	سید سلیمان ندوی
ترجمان القرآن	ابوالکلام آزاد
حضرت ابراہیم علیہ السلام	علامہ عباس محمود
پہلے نبی سے آخری نبی تک	ڈاکٹر شاہد مختار
زوال بنی اسرائیل	منشی امیر احمد علوی
کتاب الہدیٰ	یعقوب حسن
قدیم عراقی تہذیب	مالک رام
توریت	
عہد عتیق کا تاریخی سفر	

Marfat.com